جلد ۱ جلد ۲

تاریخ گجر

رانا حسن علی چوہان گجر

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 22282
MAILSI

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

حصہ اوّل

تاریخ گُرجر

از

رانا علی حسن چوہان گُرجر

اسسٹنٹ انجینئر

قیمت آٹھ روپیہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

یہ تاریخ گوجر پانچ حصوں پر مشتمل ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

نام حصہ	ضخامت	تعداد	بار اشاعت
حصہ اول	۶۷۲ صفحات	۱۰۰۰	بار اول
حصہ دوم	۴۶۳ صفحات	۱۰۰۰	بار اول
حصہ سوم	۴۲۳ صفحات	۱۰۰۰	بار اول
حصہ چہارم	۳۵۲ صفحات	۱۰۰۰	بار اول
حصہ پنجم	۵۶۰ صفحات	۱۰۰۰	بار اول

حصہ ششم :- بزبان انگلش زیر ترتیب و تدوین ہے۔ جسمیں صرف کتبے و تراجم ہیں۔

بھارت میں :-

جملہ حقوق جناب چودھری لیاقت علی صاحب چوہان گوجر
ساکن ماہی پور علاقہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یو۔ پی) کے نام محفوظ ہیں۔

مطبوعہ انٹرنیشنل پریس میکلوڈ روڈ
کراچی (سنہ ۱۹۶۰ء)

فہرست

باب اوّل

اختصار تاریخِ قدیم

سائینسدانوں کا قول ہے کہ اربوں سال پیشتر یہ زمین کو کسی تغیرات کی وجہ سے سورج سے الگ ہو کر خلا میں سورج کے گرد گھومنے لگی۔ آہستہ آہستہ اس کی اوپر کی سطح ٹھنڈی ہو گئی۔ اور چند گیسیں آپس میں مل کر پانی، ہوا اور چٹانوں وغیرہ میں تبدیل ہو گئیں۔ پیہم اور مسلسل ہوا کی روانگی اور عملِ بارش نے چٹانوں زرخیز مٹی میں تبدیل کیا۔ کروڑوں سال کے عمل کیمیائی سے پہلے نباتات وجود میں آئی، پھر مخلوق بنی۔ ان سب کی ابتدائی حالت کیا تھی اس بارے میں صحیح طور سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، البتہ بالیقین موجودہ حالت قدیم حالتوں کی ارتقائی صورت ہے۔ مختلف جانداروں کی اصل کو اگر درخت سے تشبیہ دی جائے تو اس کی مختلف شاخوں کی ارتقائی صورت مختلف جانداروں کی شکل میں آج ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ اسی درخت کی ایک شاخ کی انتہائی ارتقائی شکل انسان ہے جس نے اپنی مسلسل جدوجہد اور کشف سے اس زمین کی ہر چیز اور ہر جاندار سے استفادہ سیکھا قرآن شریف کے مطابق زمین کا وجود باری تعالیٰ کے اشارے سے عمل میں آیا جب اس خالقِ عالم نے ارادہ کیا فوراً دنیا وجود میں آ گئی پھر حضرت آدمؑ اور ان کی پسلی سے حضرت حوّا کو اسی ذاتِ اقدس نے خلق کیا۔ انسانوں کے یہ مورثِ اعلیٰ پہلے جنت میں رہتے تھے۔ ایک غلطی کی بنا پر باری تعالیٰ نے انہیں جنت سے زمین پر بھیج دیا۔

بالتواتر تواریخ و دوسری کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ حضرت آدمؑ کا نزول ہمارے ملک کے حصہ لنکا میں ہوا اور حضرتِ حوّا کا نزول جدہ میں ہوا۔ سالہا سال کی جدائی کے بعد آپ حضرات کی دائمی طور سے ملاقات ہوئی اور آپ سے اولاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے اور دنیاوی طور سے کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں کا باپ ہمارے برِ صغیر سے تعلق رکھتا تھا اور ماں عرب سے تعلق رکھتی تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر نزول ہونے کی مدت کچھ مورخین نے تواریخ میں ساٹ آٹھ ہزار سال تحریر کی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ تواریخ میں وارد ہوا ہے کہ جناب حضرت علیؑ سے کسی نے دریافت کیا کہ یا امیر المومنینؑ آدمؑ سے پہلے زمین پر کون تھا حضرت علیؑ نے جواب دیا "آدم" اسی طرح سائل نے تین مرتبہ سوال کیا، تینوں مرتبہ حضرت علیؑ نے یہی فرمایا کہ "آدم"۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایک ہزار مرتبہ یہی سوال کرتے تو میں یہی کہتا کہ "آدمؑ"۔

اس سے ظاہر ہے کہ آدمؑ کے نزول کا وقت و مدت مقرر کرنا ہمارے حیطۂ تصور سے باہر ہے۔

ویدک مذہب کے مطابق پرمیشور (رب العالمین) ازلی و ابدی ہے مگر دنیا کی پیدائش میں مادّہ اور روح کو واجب تسلیم کیا جاتا ہے۔ ویدانتی علت غائی (مادہ) اور قوت ENERGY (روح) کو نہایت اہم مانتے ہیں۔ روح کی انتہائی منزل کو ایشور جانتے ہیں۔ ایشوروں کا خالق ہی ان کے نزدیک پرمیشور ہے۔ دنیا کا سلسلہ ان کے نزدیک پرمیشور مادّہ و روح کا امتزاج ہے جو ازلی و ابدی ہے۔

فلسفیانہ قول ہے کہیں دور ننانوے میل مکعب کا ایک پہاڑ ہے ہزار سال بعد ایک پرندہ آتا ہے اور اپنی چونچ پتھر پر پھیرتا ہے اس کے اس عمل سے جتنے دنوں میں یہ پہاڑ گھس کر فنا ہوگا وہ مدت دنیا کی عمر کا ایک دن ہوگا اور آج تک اس پہاڑ کے ایک پتھر میں صرف ایک ہلکی سی لکیر نمودار ہوئی ہے۔

مولف گوجر کہتا ہے کہ نہ معلوم کتنی لاکھ مرتبہ مٹی سونا بن چکی اور نہ معلوم کتنی مرتبہ سونا مٹی بن چکا ہے۔ نہ معلوم کتنی مرتبہ آبادی جنگل کی طرف بڑھی اور نہ معلوم کتنی مرتبہ جنگل آبادی میں تبدیل ہوا۔ انسان شروع سے ہی اس تغیر و تبدل کو دیکھتا آرہا ہے جس طرح سونا ایک مدت کے بعد اپنی آب و تاب کھو کر مٹی بنتا ہے اسی طرح انسان ایک مدت کے بعد "جوہر انسانیت" سے عاری ہو کر "ارزل المخلوقات" بنتا ہے کہ ایک "آدم" پیدا ہوتا ہے جو اس کو آدمیت کا سبق سکھاتا ہے۔ روایتوں کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار ایسے "آدمی" ظہور میں آئے جنہوں نے مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں اور علاقوں کو اپنے نور سے منور کیا۔

ہمارے ملک کی قدیم قدیم کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ ایسی منور ہستیوں کو سنسکرت زبان میں دیوتا کہتے تھے انہیں دیوتاؤں کی اولاد آئندہ زمانے میں "آریہ" (شریف نیکوکار) کہلائی۔ یوں تو آجکل جرمنی، پولینڈ اور جنوبی مغربی روس وغیرہ کو بھی مورخوں نے آریہ نسل سے کہنا شروع کر دیا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ آریوں کی قدامت کی اوّل ترین شہادت صرف ہمارا ملک ہند ہی ہے۔ اور اس قدامت کا پتہ لگانا ہی مشکل امر ہے۔ مابعد یعنی آج

صرف ۸۰۰ء قبل مسیح میں ایران میں بھی ایک شہادت ایسی ملتی ہے جب کہ زرتشت نے اپنے کو آریہ پتر آریہ کہا۔ المختصر آریہ نسل ہی قدیم شہادتوں کے بموجب ممالک ہند و پاکستان و افغانستان اور ایران ہیں۔ ممتاز مورخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایران کو ترقی دینے والے پنجاب کے آریہ تھے۔

قدیم کتابوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک طوفان آیا تھا۔ ایک زبردست قحط پڑا جس میں آریہ قوم کے کئی قبائل ختم ہو گئے لقایا میں منو کا قبیلہ ہی ممتاز تھا اور اس کی اولاد کو اسی لئے سنسکرت میں منوشیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ منوشیہ آج کثرتِ استعمال سے لفظ آدمی کی جگہ علاقائی زبانوں مثلاً ہندی بنگالی، گجراتی میں استعمال ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ منو اور نوحؑ محض اتفاقی ذرا سی مشابہت ہے اس سے پہلے اور بعد کے واقعات ہیں بلکہ منو اور نوحؑ کے زمانے میں بھی واقعات میں بہت تفاوت ہے لہٰذا میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر ملک اپنی اپنی الگ الگ روایات رکھتا ہے اور سب کے سلسلے جدا جدا ہیں۔ یہ سلسلے کب اور کہاں جاکر ایک جگہ ملتے ہیں یا نہیں ملتے اس پر کچھ کہنا صرف قیاس آرائی ہے کیوں کہ آریوں کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے اوّل ترین نور سے پیدا ہوئے اور چینی عوام خصوصاً جاپانی کم از کم اپنے بادشاہ کو آج تک خدا کا نائب کہتے ہیں۔ سامیوں کا دعویٰ ہے کہ ابتداء سے لے کر ابد تک وہ ہی صرف اللہ والے ہیں اور انہیں اپنے سلسلۂ نسب پر بھی ناز ہے۔ اسی لئے وہ ایران جیسے مہذب ملک کو بھی عجم کہتے تھے۔ اگر کل کلاں حبشی نسل بھی جارحانہ قوت کی مالک ہو جائے تو وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا کو ہماری نسل ازل سے لیکر آج تک پیاری ہے۔

المختصر خدا کی ایک قدیم ترین مخلوق نہایت قدیم زمانہ میں آریہ کہلاتی تھی جو بارہ آدتیہ۔ آٹھ وشو اور گیارہ رُدر اور دو اشوینی کماروں کو عزیز ترین سمجھتے تھے۔ ان کی کتابوں میں گھوڑا گائے، بھیڑ، بکری اور کتے وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ درختوں میں خاص طور سے پیپل کا ذکر آیا ہے۔ آریہ خدا کو واحدہٗ لاشریک لہٗ مانتے تھے ان کی تہذیب و تمدن، علوم و فنون کی شہادت خود سنسکرت زبان ہے۔ اس زمانے کی کتابوں میں کرۂ ارض کے سات حصے (براعظم) کے نام ملتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اَتل ۲۔ نِتل ۳۔ جِتل ۴۔ تلاتَل } (تل یعنی تھل،
۵۔ مہاتل ۶۔ ستل اور ۷۔ رساتل } یعنی خشکی

منوشیہ (انسان) چار ذاتوں میں تقسیم تھا حکمراں طبقہ کھشتری کہلاتا تھا۔ زراعت پیشہ (تجار لوگ) "ویش" و مذہبی لوگ برہمن اور صنعت کار و مزدور شودر کہلاتے تھے۔ آریوں میں۔

لیڈر یا مشہور مہر کو "رشی" کہا جاتا تھا جنہیں "گوتم" بھاردواج۔ وشوامتر۔ جمدگنی۔ وشسٹ کشیپ اور اتری مشہور ہیں۔ رگ وید میں کتس۔ اتری۔ ریم۔ اگستیہ۔ کنیک۔ وشسٹ اور ویاس کا ذکر ہے۔ اتھروید میں انگرا ANGIRA۔ اگستیہ۔ جمدگنی۔ اتری۔ کشیپ۔ وشسٹ۔ بھاردواج۔ گوشتر GAVISHTR۔ وشوامتر۔ کتس۔ ککشی وان۔ کراو KARAV میدھاتتھی۔ تری شوک۔ اشنا۔ کاویہ۔ گوتم اور مدگل کا ذکر آیا ہے۔

ان مشہور آدمیوں سے ہی گوتوں (خاندانوں) کی شروعات ہونے کی داغ بیل پڑی۔ کھشتری طبقہ اپنے کو سب سے اعلیٰ ذات تصور کرنے لگا۔ برہمنوں کا ان سے حسد کرنا قدرتی امر تھا۔ مگر طاقت کھشتری کے ہاتھ میں تھی۔ گوشت خوری اور تعدد ازدواج اس کے لئے جائز تھی برہمن نے کھشتریوں کو نیچا دکھانے کیلئے صدیاں لوگوں کے ذہن پر گائے کا تقدس بٹھانے میں صرف کر دیں اور اس طرح باہمی چپقلش شروع ہو گئی۔ کتابوں سے صاف طور سے نمایاں ہے کہ برہمن نے "گائے" کو لے کر اپنے ساتھ ویش اور شودر کو ملا لیا اور کھشتریوں کا احساس برتری مٹا دیا

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح مصر کے شہنشاہ فرعون کہلاتے تھے اسی طرح کھشتریوں کے مخالف برہمن لیڈر ہمیشہ "پرشرام" کہلاتے تھے۔ پرشرام ایک واحد شخص نہیں ہوا ہے بلکہ تاریخ میں اکیس پرشرام مختلف زمانوں میں ہوئے ہیں۔ ایک پرشرام تو کھشتری نسل کا اتنا مخالف تھا کہ اس نے اپنی کھشتری ماں کو بھی قتل کر دیا تھا اور صرف ایک مقام "بنگو تٹ" میں اس نے چودہ ہزار کھشتری قتل کئے تھے۔

اِن خوفناک لڑائیوں میں تینوں ذاتیں کھشتریوں کے خلاف متحد تھیں۔ جب کھشتریوں کا زور کم ہو گیا تو ویش اور شودر ذاتیں طاقت میں آ کر برہمن کی ہر طرح کی بے عزتی کرنے لگے اب تو برہمن پچھتایا اور اس نے گائے کو چھوڑ کر "وید" کا سہارا لیا۔

ادھر کھشتریوں کے مختلف سردار مثلاً شیِوی کا بیٹا گوپال۔ دِوِسِتھ DIVISTH کا بیٹا۔۔۔۔ شوداس کا بیٹا۔۔۔۔ اور ترکش قوم کا بچا یا ہوا وِدرتھ KVIDERETH کا بیٹا۔۔۔۔ وغیرہ کھشتری سردار نمودار ہوئے۔ ھیہیہ خاندان کے کھشتری بچوں کی نگہداشت کی گئی۔ بانر قوم کے لوگوں نے گرد کوٹ کی پہاڑی پر "بربدرتھ" کی حفاظت کی۔ ایک شخص۔

نوٹ:۔ یہ گوتم رشی نہایت قدیم ہیں اور گوتم بدھ بہت بعد کے ہیں۔ مولف گجر

دون سمدر نے نروتیہ خاندان کے شہزادوں کو پالا الغرض اس طرح کھشتری شہزادوں کو رحم دل... لوگوں نے بچالیا۔ ادھر چند ہی سال میں برہمن کی پاکیزگی خاک میں مل گئی اور آخر اس نے ان کھشتریوں کو سامنے لاکر وشش اور شودر سے اقتدار چھنوادیا۔ کھشتریوں نے برسرِ اقتدار آتے ہی برہمن کو سیاسیات سے بالکل الگ تھلگ کردیا۔ صدیوں تک برہمن سیاست میں عضوِ معطل رہا۔ وہ صرف مذہبی رسوم ادا کرنے کی مزدوری لیتا رہا۔ اس طرح پرشرام اپنے مقصد میں ناکام رہے۔

صدیوں کے اس طویل دور میں ہمیں کھشتریوں کے مختلف خاندانوں مثلاً یادو۔ جہیہ۔ درو دھیو۔ تُروش۔ کانیہ کبج۔ پورو۔ کاشی۔ ارنوابودھیہ۔ ودیہہ۔ اور ویشالی وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے اور مشہور کھشتری ہستیوں۔ مان دھاتا۔ ہریش چندر۔ بھرت شکنتلا نندن۔ سگر دلیپ۔ رگھو اور اس کے خاندان کے مشہور شخص شری رام چندر جی کا نام آتا ہے۔ اس دور میں کھشتریوں نے برہمنوں کو علوم وفنون میں مات کردیا۔ تمام اوتار پیغمبر (فرقہ کھشتری میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ہمیں خاندان ہائے۔ بھرت۔ کورو۔ پنچال۔ وتس۔ اُشینر۔ متسیہ۔ مالو MALAV۔ شورسین۔ کوشل۔ کاشی اور ودیہہ وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس زمانہ میں ویدک زمانہ کے راجا اکشواکو کی اولاد سورج ونش اور ایل خاندان کے راجہ یَیاتی کے بیٹے یدو کی اولاد یادو ونش اور پورو کی اولاد چندر ونش کہلاتی تھی۔ تینوں خاندان اعلیٰ ذات سمجھے جاتے تھے۔

اس کے ہزارہا سال بعد "مہابھارت" کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس زمانے میں ہمیں کرات۔ درد۔ درب۔ تشار۔ ویامک۔ اودمبر۔ دمجِ بھاگ۔ پارد۔ واہیک (موجودہ افغانستان) کاشمیر۔ کمار۔ دیارک۔ ہنس کتھن شنیبوی (موجودہ بلوچستان)۔ تری گرت (موجودہ نگرکوٹ)۔ یودھیا (موجودہ اودھ)۔ مدر (موجودہ مغربی پنجاب)۔ ککیہ (موجودہ سرحدی علاقہ)۔ امبشٹ۔ کوکر (موجودہ کھوکھر) تاک شریہ۔ وستریہ۔ پلو یا پہلو۔ سوشانتیہ۔ موئے یہ۔ یا ملویہ۔ کشدرک۔ مالو۔ پونڈریہ۔ سان وتیہ اور گئے وغیرہ خاندانوں اور حکومتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس زمانہ میں کھشتریوں میں نفاق زور پکڑ گیا۔ بداخلاقی اور بُرے چال چلن کی وجہ سے میکل۔ دراوڑ۔ لاٹھ۔ پنڈر۔ کیتو۔ ہرس۔ چونڈک۔ درد۔ دکھ۔ شبر۔ بربر۔ کرات اور یون وغیرہ خاندانوں کو کھشتریوں میں سے نکال دیا گیا۔

اب بقایا خاندانوں میں باہمی جنگ شروع ہوئی۔ سب سے بڑی جنگ مہابھارت کہلاتی ہے جو ۳۱۰۱ء قبل مسیح پنجاب میں لڑی گئی اور کھشتری ہر لحاظ سے ملیامیٹ ہوگئے۔

اب پرشرام (برہمن ذہنیت) نے موقع تاک لیا اور انہوں نے شودروں کی مدد سے پورے ملک پر اقتدار قائم کر لیا۔ یہاں تک کہ شری کرشن جی (یادو ونشی کھشتری) کو بھی متھرا چھوڑ کر مغرب کی طرف بمقام دوارکا DWARKA ہجرت کرنی پڑی ان کے ساتھ سورج ونشی چندر ونشی اور یادو ونشی خاندان آئے۔ جو کہ ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ یہ سب کے سب ایک نئی جماعت گرجر نام سے مشہور ہوئے اور ان کا علاقہ مقبوضہ "گرجراتر" کہلایا جس کا پہلا دارالخلافہ "دوارکا" تھا اور جو آج بھی دوارکا پور کے نام سے گجرات میں موجود ہے۔

جنگِ مہابھارت کے بعد کا زمانہ پورانک دور کہلاتا ہے۔ یعنی وہ زمانہ جس میں پُران لکھے گئے ان پُرانوں میں متعدد جگہوں پر خاندان ہائے پیچھی پرمار اور پرتہار وغیرہ کا ذکر آتا ہے اس زمانہ کی لکھی گئی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ برہمنوں نے کھشتریوں کے آباو اجداد کے بارے میں ہتک آمیز اور کم از کم ذو معنی رویہ اختیار کیا ہوا تھا کہ انہیں کھشتریوں کے چند رہبروں نے مساوات کا جھنڈا بلند کر کے برہمن کے تقدس کو پھر آنچ دے دی۔ ان مشہور ہستیوں میں سے گوتم بدھ اور مہابیر سوامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مگر اس کے باوجود گرجراتر کے کھشتری ان نئے مذاہب کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہوئے۔

چھٹی صدی قبل مسیح کے بعد کا دور بودھی زمانہ ہے۔ بودھی کتابوں میں ہمیں راٹھی، پلو۔ کشان۔ چلوکیہ اور ناگر وغیرہ خاندانوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

۳۲۶ء قبل مسیح میں لکھی گئی یونانی کتابوں میں پنجاب کے دو خاندانوں ملوئی اور اوکسی ڈریک قوموں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ خاندان دراصل کتاب "مہابھارت" میں بیان کردہ ملویہ اور کشدرک ہی ہیں۔ پنجاب کا علاقہ (دوآب ستلج وراوی) اب بھی مالوا کہلاتا ہے۔

چوتھی صدی عیسوی میں یعنی گپت عہد میں گرجراتر اور مالوہ دو حکومتوں کا تذکرہ آتا ہے جو گپتوں سے برسرِ پیکار رہے۔ ان جنگوں کا سلسلہ ساتویں صدی تک چلتا ہے جب کہ پل کیشی چلوکیہ نے برہمنوں کو دریائے ریوا پر فیصلہ کن شکست دی اور مہاراجہ ہرش کو بھڑوچ اور ولبھی پور سے بھی ذلت آمیز شکست کھا کر بھاگنا پڑا۔ اس زمانے کی کتابوں میں بجائے خاندانوں کے ناموں کے لفظ گرجر قدیم کھشتریوں کے ساتھ منسلک ہوا۔ شمالی ہند کے شہنشاہ مہاراجہ ہرش برہمن کو گرجروں کا شکست دے دینا پورے ملک پر ان کا اقتدار قائم ہونے کا نیک شگون تھا۔

باب دوم

(۱) آریہ

ویدک زمانہ

۳۱۰۱ سنہ قبل مسیح تاریخ "مہابھارت" لکھی گئی جسمیں دو خاندان کورو اور پانڈو کا مفصل تذکرہ ہے، اس کتاب سے ان خاندانوں کے مورث اعلیٰ مہاراجہ بھرت اور پھر ان کے مورث اعلیٰ مہاراجہ دشرت تک لشانذہی کا پتہ چلتا ہے اسی کتاب میں شری بابانند اور شری کرشن کے مورثین کو بھی بیان کیا گیا ہے اس طرح اس کتاب کا تسلسل ایک دوسری قدیم کتاب "رامائن" سے مل جاتا ہے۔

اوسط حساب لگا کر "رامائن" کا زمانہ "مہابھارت" سے پانچ ہزار سال قبل یعنے آج سے دس ہزار سال قبل ہوتا ہے۔ "رامائن" کتاب میں جن خاندانوں کا تذکرہ ہے ان کے مورثین کا زمانہ پھر تقریباً چار ہزار سال قبل ٹھہرتا ہے اور بات دنیا کی قدیم ترین... چار کتابوں تک جا پہنچتی ہے جنہیں وید کہتے ہیں۔

بلاشک وشبہ وید بے حد قدیم ہیں، وید کب عالم وجود میں آئے اس کی بابتہ سوائے اعتقادی باتوں کے بین شواہد کوئی نہیں ہیں البتہ دنیا کے تمام مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ روئے زمین پر وید سب سے پرانی کتابیں ہیں ویدوں کی تعداد چار ہے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) رِگ وید　　(۲) یجر وید　　(۳) سام وید　　اور　　(۴) اتھر وید

یہ کتابیں شُرتی یعنے براہ راست خدا سے سُنی ہوئی (مراد - الہامی) کہلاتی ہیں۔

ویدوں سے پتہ چلتا ہے کہ ویدوں کو ماننے والے "آریہ" کہلاتے تھے، آریہ کے معنی "احکام الٰہی کے پابند" یا "علمائے حقیقت شعار" کے ہیں، آریہ مذہب نہایت سیدھا سادا تھا، قدیم زمانہ سے لے کر دسویں، گیارہویں صدی عیسوی تک اس کے اثرات آریہ ورت کے ہر چہار طرف ایران سے ہند چینی اور منگولیا سے لنکا تک کسی نہ کسی شکل

اور فرقے کی صورت میں رہے، مگر آریہ مذہب کا مرکز ابتدائے آفرینش وید سے صرف آریہ ورت ہی رہا۔

"آریہ ورت" وہ علاقہ ہے جو شمال میں جھیل مانسروور سے جنوب میں لنکا تک اور مغرب میں دارالہک (موجودہ افغانستان) سے شرق میں اراکان کی..... پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔

موجودہ غیر ملکی مورخوں نے آریوں کو ایک نسل قرار دیا ہے چنانچہ جن قوموں کے چہرے مہرے آریہ ورت کے آریوں سے ملتے جلتے ہیں وہ سب آریہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس طرح آریوں کا دائرہ ایشیا میں (سوائے چین و عرب ممالک اور یہودی فلسطین) یورپ و امریکہ اور آسٹریلیا تک پہنچتا ہے، مگر ان ممالک کے ہر مورخ نے آریوں کا.... قدیم وطن اپنے ملک یا اپنے ملک کے پاس قرار دے دیا ہے۔

مثلاً:۔ یورپ والے بضد ہیں کہ آریوں کا وطن دریائے ڈینوب یا والگا کی وادی تھی روسی کہتے ہیں کہ آریوں کی سرزمین وسط ایشیا ہے اس دعوے میں دوسرے مورخین بھی شامل ہیں ایرانی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے زرتشت نے ۲۰۰۰ء ق۔م۔ اپنے کو آریہ کہا تھا مگر ایک حقیقت یہ ہے کہ سبھی مورخ ویدوں کے ذریعہ سے اپنے مطالب اپنے خیال کی طرف جھکاتے ہیں جب کہ ویدوں میں کہیں وارد نہیں ہے کہ آریہ کسی بیرونی ملک سے تعلق رکھتے تھے۔

حاملانِ وید، قدیم زمانہ سے آریہ ورت میں بستے ہیں، آریہ ورت میں ہی ویدوں کی تفسیریں لکھی گئیں، جن کی تعداد ہزار سے اوپر پہنچتی ہے، ویدوں کی زبان سنسکرت ہے جو آریہ ورت کی مادری زبان ہے اور آریہ ورت میں اس کی شاخیں سینکڑوں ہیں، ویدوں کی قدیم تفسیریں اس وقت لکھی جا چکی تھیں جب کہ زرتشت وغیرہم عالم وجود میں بھی نہیں آئے تھے، ان تفسیروں میں مذکورہ بالا علاقہ کو ہی آریہ ورت کہتے ہیں۔

نوٹ:۔ مفصل بحث اس تاریخ کے پانچویں حصہ میں ملاحظہ کیجئے۔

قدیم آریہ مذہب میں ذات پات کی قید نہ تھی آریہ نہایت شریف اور مہذب...... تھے، علوم و فنون کا معیار اس قدیم زمانہ میں کیا تھا اس کا ثبوت خود وید کی مکمل زبان سے ویدوں کا زمانہ آریہ ورت کی تاریخ میں "ست جگ" یا ویدک دور کہلاتا ہے۔

آریہ حکمراں

آریوں میں ملکی انتظام ہر بستی کے افراد خود کرتے تھے مجموعی طور سے وہی شخص اعلیٰ ترین سمجھا جاتا تھا جس کے اخلاق وعادات اور علوم وفنون سب پر حاوی ہوں۔ ایسے اشخاص کو آریہ راجہ یا مہاراجہ نہیں کہتے تھے بلکہ ایشور یا دیوتا کہتے تھے۔

ایشور یا دیوتا کے معنے "پاک روح" کے ہیں، آجکل جہلا اس سے مراد...... "مافوق الفطرت ہستی" لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔ کتب قدیم میں بہت سے دیوتاؤں کا ذکر ہے جن میں سے چند کے مشہور نام مندرجہ ذیل ہیں۔

برہما، وراٹ، وشنو، منو، مریچی، ردر، سوا ینبھو، اگنی، مہیش، سوریہ، چندرما، کشیپ، ہرنیہ کش، سوم، بھارشیو اور ناگ پرہلاد وغیرہ ہیں، روایات کے مطابق ان دیوتاؤں کی حکمرانی باہر ملکوں پر بھی تھی۔

ان دیوتاؤں کی وجہ سے یہ ملک "دیوتاؤں کا دیش" کہلاتا تھا جسطرح فلسطین کو..... پیغمبروں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔

دیوتاؤں کے ناموں کے معنے لغت سے نکال کر ان خاکی ہستیوں کو جو سورج یا چاند یا آگ وغیرہ مانا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے اس قسم کے نام آج تک عربی زبان میں بھی رائج ہیں مثلاً قمر الاسلام یا صرف قمر (معنی چاند) شمس الحق یا صرف شمس (معنی سورج)، اسی طرح آفتاب (سورج) شہاب (تارا) وغیرہ نیز تخلص ہیں آتش (آگ)، ثاقب وغیرہ نام مستعمل ہیں بلکہ جانوروں کے نام پر اسماء ملتے ہیں مثلاً شیر خاں کلب (کتا) ضیغم (شیر) وغیرہ اور اسی طرح چیزوں پر مثلاً شمشیر۔ سیف (بمعنی تلوار) وغیرہ وغیرہ۔

المختصر تمام موجودہ آریہ نسل چاہے وہ اب کسی نام سے پکاری جاتی ہو دیوتاؤں یعنی انہیں قدیم پاک روحوں کی اولاد ہے جو آج سے بیس ہزار سال پیشتر سے بھی قبل اس سرزمین پر رہتے تھے۔ نسلی اعتبار سے تمام آریوں کا رتبہ برابر ہے، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں ہے۔

کھشتریوں کی ابتداء

ویدک زمانہ کو جب عرصہ چار ہزار سال کا گزر گیا تو اس دور میں مختلف گروہوں کے خیالات اپنی جماعتوں سے وابستہ ہو گئے، ملاؤں کے خاندانوں میں علوم و فنون موروثی بن گیا۔ نیز حکمراں طبقہ سلطنت کے کاموں میں نسلاً در نسلاً منہمک ہو گیا، تجارت پیشہ و کاشتکاروں کا مفاد ایک دوسرے سے پیوستہ ہو گیا، اسی طرح کاریگروں اور مزدوروں کی جماعت الگ نمودار ہوئی۔ ہر فرقہ کا مفاد آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگا، مگر ذات پات کی قید اس زمانہ میں بھی نہ تھی، شادی بیاہ باہم ہوتے تھے، عبادت گاہیں مشترکہ تھیں، اخلاق و عادات میں تیزی و تندی اپنے مفاد کیلئے پیدا ہو گئی۔

یہاں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہر فرقہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا، مگر اس تاریخ کا تعلق صرف ان خاندانوں کے حالات بیان کرنا ہے جو قدیم حکمرانوں کے تین خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) سورج ونشی مہاراجہ سورج کی اولاد پشت در پشت حکومت کرتی رہی اس خاندان میں عالم و فاضل بھی ہوئے۔ مہاراجہ سوریہ کی اولاد "سوریہ ونشی" کہلانے لگی، سوریہ اور سورج ایک ہی لفظ ہے، سورج ونشی خاندان میں مہاراجہ اکشواکو سب سے طاقتور حکمراں ہوا۔ مہاراجہ اکشواکو کی ستاونویں پشت میں مہاراجہ دشرت نے جنم لیا جو آریہ ورت کی تاریخ میں "اوتار" کا درجہ رکھتے ہیں، رام چندر جی مہاراجہ دشرت کے بڑے بیٹے تھے۔

مہاراجہ دشرت کے زمانہ میں براستہ شمال کوہستان آریہ ورت پر بیرونی قوموں نے حملہ کیا جنہیں بھگا دیا گیا یہ جنگ دیواسر جنگ کہلاتی ہے۔

(۲) چندر ونشی مہاراجہ چندرماں کی اولاد آریہ ورت کے مختلف علاقوں میں حکومت کرتی رہی۔ ان کی اولاد "چندر ونشی" کہلائی، چندر ونشی خاندان میں مہاراجہ پرو سب سے مشہور حکمراں گزرا ہے۔

(۳) یادو ونشی آریوں کی ایک تیسری شاخ نے بھی یادوں حکمرانی کی۔۔ جس میں مہاراجہ یادو دیا یادو سب سے مشہور شخصیت گزری ہے

آئندہ ان کی اولاد "یادو ونشی" کہلائی۔

جس زمانہ میں شری رامچندر جی نے جنم لیا اس وقت ان کے والد مہاراجہ دشرت کی حکومت ایودھیا (موجودہ اودھ) میں تھی اسی نام کا شہر ان کا دارالخلافہ تھا جسے آجکل اجودھیا کہتے ہیں اور جو ضلع فیض آباد سے متعلق اور اس شہر کا ایک اہم حصہ ہے جسکی سرحد ضلع گونڈہ سے ملتی ہے جنکے درمیان دریائے گھاگرا اور سرجو حائل ہوکر دونوں مقامات کو ایک دوسرے سے الگ کر دیتے ہیں۔

رام چندر جی ویدک تعلیم کے مبلغ اعظم تھے ان کے زمانہ میں وسط ہند اور دکن میں بیدینی کا زور تھا بیدینی کا سب سے بڑا پیشوا ایک برہمن تھا جس کا نام راون تھا دکن میں دو حکومتیں چندر ونشی خاندان کے گوت بانر اور بہلوت کی تھی، بہلوٹ خاندان کا راجہ سگریو تھا اور اس کا دارالخلافہ کشکندھا تھا اور اس کا سپہ سالار ہنومان خاندان بانر سے تعلق رکھتا تھا۔

راون دکن بعید کا حکمراں تھا اور اس کا دارالخلافہ لنکا (موجودہ سیلون) میں تھا لنکا کے راجہ نے راجہ سگریو کے بھائی بالی کو اپنا ہمنوا بنا کر دکن سے اخلاقی اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا، راجہ بالی کا سپہ سالار میگھہ ناتھ تھا۔

رام چندر جی وسط ہند کے لوگوں میں اشاعت مذہب کر رہے تھے جب کہ راون نے ان کی تبلیغ کو روکنے کیلئے راجہ بالی کو ابھارا، راجہ بالی کا بھائی سگریو اور اسکا حامی سپہ سالار ہنومان رامچندر جی سے عقیدت رکھتے تھے چنانچہ راجہ بالی نے ان دونوں کو دکن سے نکال دیا۔

یہ دونوں بمقام "پنج مڑھی" واقع کوہ وندھیاچل میں آکر رام چندر جی کی خدمت میں حاضر ہوئے، رامچندر جی کے ساتھ صرف ان کے چھوٹے بھائی لکشمن تھے، لکشمن نے بالی کے سپہ سالار میگھہ ناتھ کا پرتہرن (پرتی ہرن) کر دیا یعنی اس کو مغلوب کر کے اس کا گھمنڈ چور چور کر دیا۔ اسی لئے لکشمن جی آئندہ "لکشمن پرتہار" کہلائے۔ راجہ بالی بھی مارا گیا اور دکن کی حکومت راجہ سگریو (خاندان بہلوٹ) اور راجہ ہنومان (خاندان بانر) کو سونپ دی گئی مگر لنکا کے برہمن راجہ راون نے جس کی بابت مشہور ہے کہ وہ بہترین ... سائینسداں تھا، دکن کی ان حکومتوں کو چین نہ لینے دیا، وہ جانبازوں کے ساتھ "اگن بوٹ"

(دخانی جہاز) کو ساحل کے ساتھ لگا دیتا اور ملحقہ علاقہ کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ رام چندر جی نے راجہ سگریو اور راجہ ہنومان کو بھیج کر لنکا کو فتح کیا۔

تواریخ میں وارد ہوا ہے کہ برہمن راون نے لنکا میں ہیرے جواہرات اور چاندی سونے کے انبار لگا رکھے تھے۔ راون کا محل خالص سونے کا تھا۔ رام چندر جی نے لنکا کی حکومت راون کے بھائی بھبیشن کو سپرد کر دی جس نے مال و دولت لنکا کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

لنکا کی اخلاقی حالت اس زمانہ میں اس قدر گری ہوئی تھی کہ آج تک لوگ یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں کہ۔ "لنکا میں سبھی باون گز کے"

یہ محاورہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں مجموعی طور سے سب لوگوں کی حالت کا ایک ہی نقشہ کھینچنے کی ضرورت حسب محاورہ پیش آتی ہے۔ مثلاً اگر کسی مقام پر سب لوگ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر برائیوں سے ملوث ہوں تو کہا جائے گا کہ بھائی وہاں کی بابت کیا پوچھتے ہو لنکا میں سبھی باون گز کے ہیں

المختصر تمام دکن، لنکا اور ساحلی علاقوں میں تبلیغ مذہب کر کے رام چندر جی واپس پنج مڑھی آئے اور حسب سابقہ عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ یہ ابھی پہاڑ میں ہی مقیم تھے جب کہ ان کے والد مہاراجہ دشرت کا اجودھیا میں انتقال ہوا۔

ان کا تیسرا بھائی بھرت انہیں تخت نشین کرنے کیلئے بلانے آیا کیوں کہ از روئے قانون بڑا لڑکا ہی تخت نشین ہوتا تھا اس لئے کہ وہی وارث تاج و تخت قرار پاتا تھا، مگر رام چندر جی نے تخت و سلطنت قبول کرنے سے انکار کر دیا، بھرت نے بھی دوسرے کے حق کو لینا مناسب نہ سمجھا چنانچہ اس نے رام چندر جی کی کھڑاویں (جوتے) لے جا کر تخت پر رکھ دیئے اور خود ان کی طرف سے انتظام سلطنت کرنے لگا۔ اس کے بعد آپ مغرب کی طرف سوات کے علاقہ میں آئے جہاں آج تک زیارتگاہ ہے۔

رام چندر جی تارک الدنیا نہ تھے بلکہ تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے گھومتے رہتے تھے ایک دفعہ ان کا گذر ایک مقام جنک پور (Janak Pur) میں ہوا۔ مہاراجہ جنک جو چندر ونشی

خاندان سے تعلق رکھتا تھا بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا۔ آریوں میں لڑکیاں اپنی پسند کے مطابق شادی کرتی تھیں چنانچہ مہاراجہ جنک کی صاحبزادی سیتا نے اپنے والدین پر اپنا خیال ظاہر کیا اور رامچندر جی کی شادی سیتا سے ہوگئی۔

رام چندر جی پورے چودہ سال تبلیغی کام میں لگے رہے اس کے بعد سیتا کو ساتھ لے کر اجودھیا آئے جہاں ان کو تخت سلطنت سپرد کیا گیا۔ رام چندر جی نے اپنی اولاد کو ہستناپور (دلی سے بتیس میل دور ایک مقام) میں حکمرانی کرنے کی وصیت کی اور اجودھیا کی حکومت ان کے انتقال کے بعد بھرت کو ملی۔ بعض کے نزدیک سورج و چندر ونسی ایک ہیں

مہاراجہ بھرت نے اپنے زمانہ میں تمام آریہ ورت کو اپنی حکومت میں شامل کیا اور اس ملک کا نام تاریخ میں "بھارت" ہوا۔ مہاراجہ بھرت کی اولاد کا گوت "بھرتے" ہوا۔

رام چندر جی کی بیوی سیتا جی کی خوبیاں بیان کر کے برہمنوں نے کتاب "رامائن" نامی میں بیان کیا ہے کہ چونکہ راون سیتا کو وندھیاچل پہاڑ سے لنکا لے گیا تھا اس لئے رامچندر نے لنکا پر چڑھائی کی تھی، یہ سراسر غلط ہے، اسی قصہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ راون تن تنہا فقیر بن کر آیا تھا، اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ سیتا کے سوئمبر (جلسہ انتخاب شوہر) میں راون دھنش نہ اٹھا سکا تھا جسے سیتا نے اکثر اٹھا دیا تھا، بھلا کہیں ایسا کمزور آدمی اپنے سے طاقتور عورت کو اٹھا کر لے جا سکتا ہے؟۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ لنکا اور "پنج وٹی" کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے اور درمیان میں راجہ سگریو اور راجہ ہنومان کی حکومتیں رام چندر جی کی معتقد تھیں، یہ سب برہمنوں کی لغویات ہیں اور محض افسانہ تراشی ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے،

اسی طرح کا ایک قصہ قصص الانبیاء میں درج ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ کو سفر کے دوران ایک بادشاہ پکڑ کر لے گیا مگر خدا نے محل میں ان کی عزت بچائی، وہ بادشاہ معافی کا خواستگار ہوا اور پھر اس نے حضرت سارہ کو اپنی ایک لونڈی جن کا نام حضرت ہاجرہ تھا، دیا جن سے جناب حضرت ابراہیمؑ نے نکاح کر لیا اور قریش انہیں حضرت ہاجرہ کی اولاد ہیں۔

ان واقعات سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو مختلف امتحانات کی بھٹی میں ڈال کر جوہر نایاب بناتا ہے، کہیں حضرت ایوب کے صبر کا

امتحان لیتا ہے، کہیں حضرت یونس ؑ کو مچھلی کا لقمہ بنا کر زندہ سلامت پیٹ سے نکالتا ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔

موجودہ تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ سیتا کا قصہ من گھڑت اور جھوٹا ہے اور لنکا پر چڑھائی محض سیاسی یا مذہبی تھی چنانچہ ایک موجودہ دکنی نژاد کے تاریخی مضمون کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔

اقتباس نمبر ا آئے دن راون شمالی ہند کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو دق کیا کرتا تھا اس کے تاخت و تاراج سے آریہ پریشان تھے ان میں اب اتحاد باقی نہیں رہا تھا خصوصاً اجودھیا کا راجہ دسرتھ راون کے حملوں سے پریشان رہتا تھا۔ دسرتھ کے دو نہایت سیانے بیٹے رام چندر جی اور لکشمن جی تھے ان دونوں نے مل کر تاریخ ہند کا ایک نیا باب مرتب کیا اور تاریخ ہند میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

دسرتھ کے ان دونوں عقلمند بیٹوں نے راون کا تختہ الٹنے اور دکن پر قبضہ جمانے کا منصوبہ بنا کر فقیروں کا بھیس لیا اور دکن کے وسیع علاقوں میں مسلسل چودہ سال گھوم کر اپنی بظاہر راہبانہ زندگی سے دکن کے عوام و خواص کو اپنا گرویدہ بناتے رہے، جب ان کا اثر قائم ہو گیا اور مقامی سردار، فوجی جرنیل اور رجواڑے ان کے زیر اثر آ گئے تو انہوں نے راون شہنشاہ دکن کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

ہنومان دکن کا ایک نہایت بہادر اور صاحب اثر جرنیل تھا وہ ان آریہ سیانوں کی باتوں میں آگیا، ایک جرار فوج تیار کر کے ان کے ساتھ ہو لیا اور راون کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا، راون کو بہت جلد دکن سے راہ فرار اختیار کرنی پڑی وہ اپنے پایہ تخت لنکا میں قلعہ بند ہو گیا، ہنومان اور اس کے جرار لشکر نے آبنائے پاک (راس کماری) کو عبور کر کے لنکا پر حملہ کر دیا اور اس کے شہر اور محلات کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

اس طرح جب راون کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور دکن راون کے قبضہ سے آزاد ہو گیا تو آریہ برہمنوں نے اس وسیع علاقہ پر اپنا قبضہ جما لیا" وغیرہ

"بحوالہ اخبار "جنگ" کراچی مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۰ء صفحہ سوم کالم نمبر ۱"

مندرجہ بالا عبارت میں دکنی اور شمالی آریوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے علاقائی تعصب کو ظاہر کیا گیا ہے، مضمون نگار ہنومان کو دکنی باشندہ کہتا ہے اور اس کو۔۔

آریوں سے الگ سمجھتا ہے حالانکہ ہنومان کا خاندان بانر تھا جسے بندر ابھی کہتے ہیں کیونکہ بانر اور بندر ا ایک ہی لفظ کے مختلف تلفظ ہیں، معنی دونوں کے ایک ہیں اور یہ گوت گوجروں میں آج بھی ہے۔

ملاحظہ ہو تاریخ "شاہانِ گوجر" صفحہ نمبر ۶۵ و ۱۲۹

الغرض مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ دکن کے تمام عوام اور خواص رامچندرجی اور ان کے بھائی لکشمن پرتہار کی راہبانہ زندگی کے گرویدہ ہو گئے۔

لفظ "راہبانہ" اس معنے پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں بھائی اس وقت غیر شادی شدہ تھے اور واقعہ یوں ہے کہ لنکا کی فتح کے بعد واپسی میں رام چندرجی کی شادی ہوئی تھی جب یہ اپنی زوجہ سیتا جی کو جنک پوری سے شادی کر کے اجودھیا لے گئے تو اجودھیا میں خوشی منائی گئی اور اسی کو "دیوالی" کہتے ہیں۔

اقتباس نمبر ۲

شمس العلماء مولانا خواجہ سید حسن نظامی مرحوم دہلوی۔۔ "منادی" کی ایک اشاعت میں تحریر کرتے ہیں۔

"جو کچھ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے (جو میرے خیال کے موافق آخر زمانہ کے پیغمبر تھے) فرمایا ہے وہ سری رام چندرجی اور سری کرشن جی وغیرہ اوتاروں کی تعلیم کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہندوستانی اوتاروں کی تائید کرنے والی تعلیم ہے اور جناب حضرت محمد رسول اللہ پر جو کتاب خدا نے نازل کی ہے اور جس کا نام "قرآن مجید" ہے اس میں یہی لکھا ہے کہ حضرت محمدؐ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے ہیں، یہ دین وہی ہے جو پہلے پیغمبروں نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

بحوالہ رسالہ "القدیر" جلد نمبر ۵، شمارہ نمبر ۳ بابتہ ماہ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ ۱۳۶۵ ف یا نومبر ۱۹۵۵ء۔

مندرجہ بالا عبارت ملاحظہ طلب ہے جو ہمارے دعوے کی تصدیق کرتی ہے اور جس سے ناظرین خود اندازہ بھی لگالیں گے۔ سری کرشن جی کے حالات آگے بیان ہوں گے المختصر رام چندرجی کا وصال اجودھیا میں ہوا، ان کے انتقال پر ان کا چھوٹا بھائی بھرت ان کی وصیت کے مطابق اجودھیا کا حکمراں ہوا اور رام چندرجی کی اولاد نے دلی کے مشرق میں ساٹھ میل دور بمقام ہستناپور حکومت اور تبلیغی مرکز قائم کیا، اس خاندان کا

مختصر شجرہ اس طرح ہے۔

مہاراجہ سوریہ

مہاراجہ اکشواکو

مہاراجہ دشرت

ان کے تین ازواج تھیں

(۱) کوشلیا
رام چندر جی
لَو — ان کی اولاد کا گوت لَو ہے اور لَوے گوجر گجرات میں آباد ہیں۔
کُش — ان کی اولاد شمالی ہند میں کُشان اور وسط ہند میں کشواہیہ کہلاتی ہے۔

(۲) سومترا
لکشمن پرتہار
ان کی اولاد کا گوت پرتہار ہے۔

(۳) کیکئی
مہاراجہ بھرت
ان کی اولاد کا گوت بھرت ہے اور یہ بھرتے کہلاتے ہیں۔ بھرتے اور بھردوج ایک ہی خاندان ہے

نوٹ :- شری رام چندر جی کا خاندان آئندہ "رگھو ونشی" یا "رگھو کُل" بھی کہلایا کیونکہ آپ "رگھو" (پاک) کہلاتے تھے عموماً "رگھو کل" میں راجہ دشرت کی تمام اولاد شمار ہوتی ہے۔

منوجی

منوجی اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تھا جس نے کتاب "منوسمرتی" تصنیف کی۔

"سمرتی" کے معنی "یادداشت" کے ہیں، سمرتیاں اور بھی ہیں مگر "منوسمرتی" سب سے زیادہ مشہور ہے، جسمیں ہر شخص کے دنیاوی فرائض، تقسیم جائیداد کا ریدوں کی منشا کے مطابق قانون، ہر فرقہ اور ہر گروہ کے الگ۔ الگ فرائض درج ہیں۔

اسی کتاب میں علما، حکمراں، تجار، اور مزدور پیشہ ونیز کاشتکاروں کے لئے مفصّل و مدلّل قوانین مرتب کیےگئے۔

منوجی نے ہر طبقہ کو تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ ہر طبقہ ہر کام وپیشہ اختیار کرنے میں آزاد تھا مگر اس فرقہ یا گروہ میں منسلک ہو کر اسے اس مرتبہ کے فرائض کی انجام دہی کرنا ہوتی تھی "منوسمرتی" اخلاقیات وفرائض کی بہترین کتاب ہے، مگر بعد میں لوگوں نے اپنے اپنے فرقہ کا اس قدر احساس لے لیا کہ مختلف کام کرنے والے الگ الگ قوم بن گئے اور انہوں نے اپنے اپنے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیئے۔ اسی کا نام سنسکرت زبان میں "ورن" ہے۔ "ورن" چار ہیں۔

(۱) برہمن:۔ برہمن سے مراد علماء و فضلاء کی جماعت ہے۔

(۲) ویش:۔ ویش سے مراد تجارت و زراعت پیشہ گروہ ہے

(۳) شودر:۔ شودر سے مراد وہ گروہ ہے جو علمی و عملی صلاحیت نہ رکھتا ہو بلکہ دوسروں کی اقتداء میں کام کرتا ہو آجکل کی اصطلاح میں اسے کاریگر، مزدور سمجھنا چاہیئے۔

(۴) کھشتری:۔ کھشتری سے وہ گروہ مراد ہے جو مندرجہ بالا۔ تینوں جماعتوں کی حفاظت کرے ملک میں۔ امن عامہ بحال رکھے، ملک کو حملہ آوروں۔

ڈاکوؤں اور لٹیروں اور بدمعاشوں سے بچانے کے

یہ فرائض اسے دماغ کے ساتھ ساتھ ہاتھوں سے

کرنے پڑتے ہیں اسی لئے کھشتری "برہما کا بازو" کہا

گیا ہے یعنی اللہ کا ہاتھ

"منوسمرتی" میں خاندان اہیر کا تذکرہ موجود ہے، منوسمرتی کے مطابق اس زمانہ یعنے ۵۰۰ سے ۶ ق م میں اہیر خاندان کی حکومت گجرات کاٹھیاواڑ سے لے کر شمال میں وادیٔ موجودہ افغانستان تک تھی، (دریائے اٹک دسندھ) اس عظیم الشان سلطنت کے درمیان بہتا تھا" اہیر خاندان گوجروں کا گوت ہے۔ اور گوجروں میں شمار ہوتے ہیں۔

ملاحظہ ہو تاریخ "شاہان گوجر" صفحہ نمبر ۱۲۹ مؤلفہ مولانا ابوالبرکات عبدالمالک صاحب مرحوم و تاریخ "گجر گوریخ" صفحہ نمبر ۹۳ سطر نمبر ۱۰ مؤلفہ جناب محمد اکبر خاں صاحب (لندن) و گوجر گزٹ مورخہ ۴ نومبر سنہ ۱۹۵۸ء مطبوعہ سیالکوٹ۔

آشرم

منوجی نے اس زمانہ کے لحاظ سے جبکہ لوگوں کی عمریں طویل ہوتی تھیں انسانی زندگی کو چار برابر حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کا نام آشرم رکھا۔ ہر آشرم ۲۵ سال کا مانا گیا۔ (۱) برہم چریہ آشرم اس عرصہ میں انسان ۲۵ سال کی عمر تک تعلیم و تربیت حاصل کرتا تھا۔ محنت اور سادگی کی تعلیم حاصل کرتا تھا گرو کے آشرم میں رہتا تھا اور اسے باپ کی جگہ خیال کرتا تھا اس عرصۂ زندگی میں اپنے نفس پر قابو پانا اور عیش و عشرت کا خیال بھی دل میں نہ لانا اصلی تعلیم تھی (۲) گرہست آشرم:۔ اس آشرم کی مدت ۲۵ سے ۵۰ سال تک تھی اس دوران انسان بیوی بچوں کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا اور ماں باپ کی خدمت کرتا تھا یہ آشرم سب سے زیادہ اہم مانا گیا ہے کیونکہ اسی کے سہارے باقی آشرموں کا وجود ممکن ہے۔

(۳) بان پرستھ آشرم:۔ اس آشرم کی مدت ۵۰ سے ۷۵ سال ہے جبکہ انسان گھر کے دھندوں سے فارغ ہو کر خدا کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔

(۴) سنیاس آشرم:۔ یہ آخری آشرم کہلاتا ہے اس آشرم میں ظاہری مذہبی تکلفات کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ سر پر چوٹی رکھنا اور گلے میں جنیو (زنار) ڈالنا ضروری نہ تھا۔ اس آشرم کی ہستیاں سادھو اور مہاتما کہلاتی تھیں۔ اور یہ دور افتادہ جنگلوں، پہاڑوں اور دریاؤں کے کنارے رہتے تھے۔ جہاں طالبانِ سعادت پند و نصائح سے فیضیاب ہوتے تھے۔

(۳) کھشتریوں کا عروج

۳۱۰۱ سنہ ء ق م مہاراجہ کُش پسر شری رام چندر جی کی بانوئیں (۹۲ ویں) پشت میں ایک طاقتور راجہ کا نام "بھرت دوم" تھا جس کا دارالخلاف ہستنا پور تھا۔

ہستنا پور موجودہ دہلی سے ساٹھ میل دور بجانب مشرق ضلع میرٹھ میں اب ایک بستی ہے راجہ بھرت کی آٹھویں پشت میں راجہ کورو مشہور راجہ تھا اور تیرھویں پشت میں مہاراجہ چتر بھج یا چتر برج مشہور راجہ گزرا ہے۔

راجہ چتر بھج کی اولاد کا گوت چتر بھج ہوا، راجہ چتر بھج کی اولاد میں ایک راجہ بھی الیان دکن پر آج سے پانچ ہزار سال پیشتر حکومت کرتا تھا، راجہ چتر بھج کی بقایا اولاد... ہستنا پور میں مقیم تھی جنمیں دو لڑکے دھرت راشٹر اور پانڈو تاریخ میں سب سے زیادہ مشہور ہوئے، دھرت راشٹر کے ایکسو ایک بیٹے تھے جو کورو کہلاتے تھے اور پانڈو کے پانچ بیٹے تھے جو پانڈو کہلاتے ہیں۔ مختصر سی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) شری رام چندر جی

(۲) مہاراجہ کُش

(۹۱) اکانوے پشتیں

(۹۲) کور

(۱۰۰) چتر بھج

دھرت راشٹر	پانڈو،	الیان
کورو	پانڈو	چاہیا
	دکنستان)	چاہان
		بالبد چوہان

مہاراجہ اکشواکو سے لے کر مہاراجہ پانڈو تک آریہ ورت کے آریوں کی حکومت میں کیسو

(ہند چینی) (۲) رشک (ایران) (۳) لوہت (مغربی چین و منگولیا) (۴) اوک (وسط ایشیاء) (۵) واہلیک (افغانستان خراسان) (۶) کاشکر (کاشغر) (۷) لنکا (سیلون) (۸) یودیپ (مشرقی مجمع الجزائر ہند) (۹) لکادیپ (مالدیپ) علاقوں پر سلطنت تاریخوں میں ملتی ہے۔

مستند طور سے دھرت راشٹر، پانڈو اور راجہ الیان کا زمانہ بتیسویں صدی قبل مسیح ہے یعنے آج سے تقریباً پانچ ہزار سال پہلے دھرت راشٹر اور پانڈو .... شمالی ہند پر حکومت کرتے تھے اور راجہ الیان دکن کا حکمراں تھا۔

دھرت راشٹر پیدائشی نابینا تھے اس لئے ان کا چھوٹا بھائی پانڈو ہستناپور میں پر تخت بیٹھا اور دکن میں راجہ الیان کی حکومت اس کے ماتحت تھی۔

پانڈو کی حکومت معلوم دنیا کے بیشتر حصہ پر تھی۔ آریوں کی روایات اس بات کی مظہر ہیں کہ مہاراجہ اکشواکو سے لے کر پانڈو کے زمانہ تک نہ صرف چین اور یورپ بلکہ امریکہ بھی آریوں کے ماتحت رہا اور یہ ملک اس وقت آباد تھے۔

اس زمانہ کی کتابوں میں جس قسم کے ہتھیاروں اور ایجادات کا تذکرہ ملتا ہے اور موجودہ زمانہ میں ان ہی ایجادات کے از سر نو عالم وجود میں آنے پر اتحاد عالم کے امکانات کی وجہ سے یہ بات قرین قیاس ہے کہ پانڈو اقوام عالم کا حکمراں تھا، اسی لئے اسے "چکرورتی مہاراجہ" کہا جاتا ہے۔

پانڈو کے بڑے بھائی کی رانی (بیوی) گندھار (موجودہ قندھار) کے کھشتری راجہ کی لڑکی تھی۔ اس زمانہ سے بھی قبل کی سائنسی ایجادات کے نمونے شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک موجود تھے، چنانچہ آئین اکبری میں واہلیک (موجودہ سرحدی علاقہ بشمول موجودہ افغانستان) کے ضمن میں تحریر ہے کہ صوبہ کابل (جس کی حدود دریائے سندھ تک تھیں) میں غاروں کے اندر قدیم الایام کی لاشیں رکھی ہیں۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ ریاست سوات، ٹیکسلا وغیرہ سے قدیم الایام کے آثار قدیمہ آج تک برآمد ہو رہے ہیں آئین اکبری کی فارسی عبارت کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے

"غاروں کو سمج کے نام سے موسوم کرتے ہیں، قدیم زمانے میں یہ غار جاڑے کے موسم میں مکانات کا کام دیتے تھے اس مقام پر تین عجیب و غریب بتوں کی مورتیں ہیں ایک مرد

کی شکل مرد کی ہے جو اسّی گز بلند ہے، دوسری عورت کی ہے یہ بت پچاس گز اونچا ہے اور تیسرا بت ایک بچے کا ہے جس کی بلندی پندرہ گز ہے۔

تعجب انگیز امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا غاروں میں سے ایک میں ایک تابوت رکھا ہوا ہے اور تابوت کے اندر ایک شخص موت کی نیند سو رہا ہے، ضعیف العمر اہل علم بھی اس تابوت کی ابتداء سے واقف نہیں ہیں لیکن اس کو بے حد قدیم زمانے کی یادگار خیال کرتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں اکثر اشخاص بعض دوائیں تیار کرتے تھے اور ان کو مردہ اجسام پر مل کر لاشوں کو سخت زمین میں پیوند خاک کر دیتے تھے۔ ناواقف اشخاص اس کارروائی کی سے دھوکہ کھاتے اور کرامت کے معتقد ہو جاتے تھے۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۱۱۳ (اردو ترجمہ)

نوٹ:۔ مذکورہ بالا تینوں بت آجتک موجود ہیں مگر غاروں میں اب کوئی قدیمی لاش نہیں ہے۔ اکبر کے زمانہ تک یہ پہاڑ "ہندو کوہ" کہلاتے تھے۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۱۰۵ (اردو ترجمہ)

آجکل ان پہاڑوں کو "ہندوکش (یعنی ہندوؤں کو مارنے والے پہاڑ) کہا جاتا ہے

اسی جلد کے صفحہ نمبر ۱۱۱۰ پر تحریر ہے:۔

"کابل میں بھی قندھار اور سمرقند کی طرح پرگنوں کو جنمیں قصبات و دیہات شامل ہیں "تومان" کہتے ہیں پشاور میں ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ ہے جسے "گورکھتری" (گورکھشتری۔ مولف) کہتے ہیں جہاں پجاری خصوصاً جوگی دور دراز مقامات سے ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔"

ملاحظہ فرمایئے کہ پانچ ہزار سال قبل کے "گورکھشتری" کی زیارت سولھویں صدی عیسوی تک صوبہ کابل میں موجود تھی اور کیوں نہ ہوتی۔ کوروں کی ماں بذات خود گندھار (قندھار) کی تھی۔

اور سنیئے: صفحہ نمبر ۱۱۱۲ پر تحریر ہے

"تومان علی شنگ اور کوہستان تومان، لغزاد ان دونوں علاقوں میں کافر آباد ہیں" یہ کافر بیچارے قدیمی آریہ کھشتری ہیں جو پہاڑوں میں نان و نفقہ سے آجتک محتاج ہیں، اب بیرونی مسلم انہیں یہودی بتاتے ہیں، حالانکہ خود تمام افغان دیکھا

اسپنے کو آریہ کہتے ہیں۔

کراچی میٹروپول ہوٹل میں افغان ہوائی جہاز کے نام کی تختی لٹک رہی ہے جس پر "آرین افغان کمپنی" تحریر ہے۔ راقم نے اس کی وجہ پوچھی تو افغان عملے نے بتایا کہ افغان قدیمی آریہ ہیں، اسی لئے ہم اپنے کو آریہ کہتے ہیں۔

آریوں کی قدیم تاریخوں میں یہ بھی تحریر ہے کہ راجہ دشرت کی زوجہ کیکئی ایران کے حکمراں کی لڑکی تھی، مزید براں یہ کہ مہاراجہ پانڈو کے بیٹے ارجن کی ایک شادی... بقول روایت مصر میں ہوئی تھی اور اس مصری لڑکی کا نام "الوپی" تھا چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ "اہرام مصر" مصر کی تہذیب نہیں ہے بلکہ ہند کے آریوں کی تہذیب کا نمونہ ہے" اور یہ وہی آرٹ ہے جو اکبر کے زمانہ تک ہند میں مشاہدہ کیا گیا تھا۔

تمام یورپین مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مصر میں "تحریری حروف" چار ہزار سال سے زیادہ پرانے نہیں ہیں اور اہرام اس مدت سے پرانے ہیں، چنانچہ قرین قیاس یہی ہے کہ اہرام کو مہذب آریوں نے اپنی حکومت کے دوران تعمیر کرایا تھا۔

قدیم کتابوں میں مہاراجہ پانڈو کے زمانہ کے ہتھیار اور ان کے مہلک اثرات و دیگر آرام و آسائش کی جن چیزوں کا تذکرہ ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ کھشتریوں کی حکومت میں علوم و فنون اس انتہا کو پہنچ چکے تھے اور تہذیب و تمدن اس معراج پر پہنچ چکی تھی جہاں سے قدرتی طور پر زوال شروع ہو جاتا ہے۔

(۴)

کھشتریوں کا زوال

جنگ "مہابھارت"

۳۱۱۵ء قبل مسیح میں چکروتی مہاراجہ پانڈو کا انتقال ہوا، پانڈو کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام (۱) یدھسٹر (۲) بھیم (۳) ارجن ہیں — جو رانی مسماۃ کنتی سے تھے اور (۴) نکل (۵) سہدیو دوسری رانی مسماۃ سماوری سے تھے۔ یہ پانچوں بھائی تاریخ میں پانڈو ہی کہلاتے ہیں۔ رانی کنتی شری کرشن جی کی پھوپھی تھیں۔

اِن پانچوں پانڈووں میں یدھسٹر سب سے بڑا تھا اس لئے اس عظیم الشان سلطنت کا وہی مہاراجہ بنا۔

یدھسٹر کے تایازاد[1] بھائی کورو کہلاتے تھے جن کی تعداد ایکسو ایک تھی اُنمیں مشہور ترین دریودھن، دُوشاسن اور کرن تھے ان کا ایک بھائی یویوحیہ تھا جو ویش عورت سے تھا ان سب میں دریودھن بڑا تھا۔

چونکہ دریودھن کا باپ دھرت راشٹر نابینا تھا اس لئے حکومت پانڈو کو ملی تھی، مگر جب مہاراجہ پانڈو کا انتقال ہوا تو دھرت راشٹر کے بیٹے دریودھن نے اپنے باپ کی حکومت واپس مانگی۔ یہی بات یدھسٹر اور دریودھن، یا بہ الفاظ دیگر پانڈوؤں اور کوروؤں میں باعثِ نزاع ہوئی۔

دونوں جماعتوں کے طرفدار ماتحت ملکوں کے سردار اور راجگان تھے، جب لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں تو متھرا سے شری کرشن نے آکر تصفیہ کرایا کہ مہاراجہ یدھسٹر کے بعد حکومت کوروؤں میں منتقل ہو جائے گی، اس وقت مختلف ممالک کی سرداری

---

[1] والد کے بڑے بھائی کو تایا کہتے ہیں۔

کوروؤں کو سونپ دی گئی۔ اس آپس کی چپقلش سے آریوں کا بڑھتا اقتدار ماند پڑ گیا۔

جہاں مال اور جاہ وحشمت ہوتی ہے برائیاں بھی وہاں پر ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہیں چنانچہ کھشتریوں میں جہاں اور عیوب تھے وہاں جوئے (قمار بازی) کا رواج بھی زوروں پر تھا۔

دریودھن نے فیصلہ مان تو لیا تھا مگر دلی طور سے وہ پانڈوؤں کو ختم کرنا چاہتا تھا چنانچہ ایک روز اس نے پانڈوؤں کی دعوت ایک ایسے مصالحہ جات سے تعمیر کردہ مکان میں کی جسمیں وقت مقررہ پر خود بخود آگ لگ جاتی تھی۔ خوش قسمتی سے پانڈوؤں کو اس سازش کا بر وقت پتہ چل گیا اور وہ موت کے منہ سے بچ نکلے اس طرح متعدد مرتبہ کوروؤں نے پانڈوؤں کے خلاف سازشیں کیں مگر ناکامیاب رہے پانڈو اب محتاط ہو گئے۔ دریودھن نے اپنے ملوں کو تن دھار سے بلایا۔ یہ شخص قمار بازی میں طاق تھا اس نے دریودھن کے کہنے سے ایکروز پانڈوؤں کو جوا کھیلنے پر آمادہ کر لیا پانچوں پانڈو پہلے اپنی موروثی جاگیریں، پانی پت، سونی پت، باگ پت، اندرپت اور تلپت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پھر جوا کھیلنے پر آمادہ کیا، جوئے میں پانڈوؤں نے اپنا راج پاٹ بھی بارہ سال کے لئے داؤ پر لگا دیا اور اسے بھی ہار گئے۔

کھشتری وعدہ کے پکے ہوتے تھے لہذا پانڈو بارہ سال کیلئے ہستناپور چھوڑنے پر رضامند ہو گئے۔

پانڈوؤں نے بارہ سال گمنامی اور روپوشی میں گزارے کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں ان کا سراغ لگا کر انہیں جان سے نہ مروا دیا جائے، ان کی رانیوں نے بھی ان کے ساتھ عالم خانہ بدوشی میں برتن ملے تھے۔

اسی جلاوطنی کے زمانہ میں پانڈوؤں کو ایک ہیرا ملا جسے آج کوہ نور کہتے ہیں۔ اس دوران مہاراجہ دریودھن نے پانڈوؤں کو تلاش کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا تاکہ کسی نہ کسی بہانہ سے انہیں ختم کر دیا جائے مگر پانڈوؤں نے خدا خدا کر کے ہر موقعہ پر اپنی روپوشی قائم رکھی اور بارہ سال ختم کر کے واپس ہستناپور آ گئے جہاں ان کے طرفداروں نے ان کا استقبال کیا۔

دریودھن کا یہ عمل تاریخ میں بے حد مشہور ہے جو اس نے پانڈووؤں سے ایک موقعہ پر کہا تھا

"میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی زمین نہ دوں گا۔"

شری کرشن اس زمانہ میں متھرا سے چل کر مغربی ساحل کے کنارے دوارکا پوری میں تبلیغ مذہب کر رہے تھے، پانڈوان کے پاس پہنچے، دونوں فریق شری کرشن جی کے معتقد تھے ان کے سمجھانے بجھانے سے بمشکل تمام دریودھن نے پانڈوؤں کو صرف جمنا کے مغرب کا ریگستان دینا منظور کیا۔

اس ریگستان کے مشرقی کنارے پر پانڈوؤں نے اندر پرستھ (موجودہ دہلی) از سر نو آباد کی۔ اندر پرستھ اور ہستناپور کی ترقی نے دونوں خاندانوں کو پھر لڑائی پر آمادہ کر دیا ہر فریق دور دور علاقوں سے اپنے طرفداروں کی افواج بلانے لگا، فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں، لوگوں کے اعتقاد کے مطابق رب العالمین دنیا سے برائیاں مٹانا چاہتا تھا اور اس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ برائیاں ٹکرا کر ختم ہو جائیں۔

دریودھن اور ارجن دونوں بہ یک وقت دوارکا پوری میں شری کرشن کے پاس جا کر مدد کے طالب ہوئے۔

کرشن جی نے کہا کہ ایک طرف میری مادی قوت ہو گی اور دوسری طرف روحانی قوت ہو گی تم دونوں جسے چاہو منتخب کر لو۔

دریودھن نے فوراً تمام آدمی مانگ لئے کیونکہ وہ مادی قوت میں زیادہ اعتقاد رکھتا تھا، اس طرح کرشن جی بنفس نفیس خود ارجن کے رتھ بان بن کر لڑائی میں شریک ہوئے، دونوں فوجیں پنجاب کے مقام "کوروکھیتر" (تھانیسر) میں مقابل ہوئیں دونوں طرف آپس کے رشتہ دار تھے جنہیں دیکھ کر ارجن (پانڈو) نے لڑنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں دنیاوی جاہ و جلال کے لئے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر ہتھیار نہیں اٹھاؤں گا۔

شری کرشن جی نے انہیں سمجھایا کہ قدرت تمہارے ہاتھوں روئے زمین سے برائیوں کا خاتمہ کرانا چاہتی ہے، دنیا قباحتوں اور جاہ طلبی سے بھر چکی ہے، یہ جسم فانی ہے مگر روح کسی کے مارنے سے نہیں مرتی، اگر مقصد اعلیٰ وارفع

ہے تو اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اپنا جسم روح کو چھوڑنا ہی پڑتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

کرشن جی کے یہ تمام اقوال اور پند و نصائح ضبط تحریر میں لائے گئے تھے۔ جو آج "بھگوت گیتا" میں محفوظ ہیں۔ "بھگوت گیتا" ایک فلسفیانہ کتاب ہے جس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔

المختصر اٹھارہ روز تک لڑائی جاری رہی جس میں قدیم کتابوں کے مطابق مہلک آتشیں ہتھیار استعمال کئے گئے، تمام ماتحت ملکوں کی فوجوں نے اس جنگ میں حصہ لیا، کھشتریوں کے بہادر اس جنگ کی آگ میں کثرت سے جل گئے۔

اس لڑائی کی خوفناکی اس امر سے عیاں ہے کہ جنگی ہاتھیوں کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی، پینسٹھ ہزار گھوڑے سوار اور ایک لاکھ نو ہزار چھ سو پچاس پیادہ سپاہیوں نے مجموعی طور سے اس جنگ میں حصہ لیا۔

لڑائی پانڈوؤں کے حق میں ختم ہوئی، تمام کورو مارے گئے، پانچوں پانڈو بچ گئے مگر ان کے بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے، ارجن کا بیٹا ابھمنیو (Abhimanyu) داد مردانگی دیتا ہوا ابرہدرتھ کے ہاتھوں چکرویو کے گھیرے میں ختم ہوا، آئندہ نسل میں پانڈوؤں کے دودھ پیتے بچے باقی بچے، شاہی خاندان کے تمام نوجوان ایک ایک کر کے مٹ گئے۔

جیسا کہ آئندہ باب میں مذکور ہوگا بچے کچھے کھشتریوں پر برہمنوں نے ..... عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور شمالی ہندوستان سے ان کی حکومتیں طویل عرصے کے لئے ختم ہو گئیں۔

جنگ ختم ہو جانے کے چند سال بعد پانچوں پانڈو تارک الدنیا ہو گئے اور ہمالیہ پہاڑ میں بقایا زندگی توبہ و تضرع میں گزار کر راہی عالم بقا ہو گئے، ہستناپور کی حکومت پر ارجن کا پوتا ابھمنیو کا بیٹا مہاراج پریکشت متمکن ہوا اور اس کی خبر گیری کے لئے کرشن جی نے متھرا میں قیام کیا۔

راجہ پریکشت نے اپنے نام پر ایک شہر پریکشت گڑھ آباد کیا جو ضلع میرٹھ میں اب ایک معمولی قصبہ ہے۔

مذکورہ بالا جنگ تاریخ میں "مہابھارت" کہلاتی ہے اس لڑائی کے خاتمہ کے بعد ایک رشی "بیاس جی" نے تمام حالات کو راجہ پریکشت کے کہنے پر نظم کر کے ایک کتاب لکھی، یہ کتاب بھی "مہابھارت" کہلاتی ہے۔

مہابھارت کتاب دنیا کی سب سے لمبی نظم ہے، اس میں ساڑھے لاکھ اشعار ہیں، اکبر نے اس کا ترجمہ فارسی میں کرایا اور انگریزی دور میں اس کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوئے۔

جس روز مہابھارت کی جنگ شروع ہوئی تھی اسی روز سے کلیوگی سمبت کا اجرا ہوا تھا اور مستند طور سے وہ سال ۳۱۰۱ء ق م تھا، یہ سمبت تین ہزار چوالیس سال (۳۰۴۴) تک رائج رہا اور اس کے بعد ۵۷ء ق م میں مہاراجہ بکرماجیت (پنوار) نے اپنے تخت نشینی کے دن سے سمبت بکرمی رائج کیا، کلیوگی سمبت آجکل مستعمل نہیں ہے، البتہ بکرمی سمبت تمام کاروباری کاموں اور شادی بیاہ اور فصلوں کے تعین وغیرہ میں مستعمل ہے۔

جنگ مہابھارت کے بعد پہلے ایران اور وسط ایشیا کے حصے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئے۔ مگر آریوں کی تہذیب و تمدن اور ان کی سنسکرتی کا اثر آجتک اِن علاقوں میں موجود ہے

نقشہ آریہ ورت سنہ ۳۱۰۱ ق م



باب سوئم

گرجر اور گرجر اترا (گجرا)

کتاب "مہابھارت" جو ارجن کے پوتے کے زمانہ میں لکھی گئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ:۔ کھشتریوں کے اعمال ناگفتہ بہ تھے، چنانچہ مسبب الاسباب نے ایسے اسباب فراہم کر دیئے تاکہ اس کا ایک صالح بندہ شری کرشن دنیا کو صحیح راہ دکھانے میں کامیاب ہو جائے۔ شری کرشن کی مختصر سوانح حیات یہاں لکھنا بے جا نہ ہوگا کیونکہ یہی وہ ہستی تھی جس نے کھشتریوں کو نئی راہ دکھائی۔

شری کرشن جی کھشتریوں کے یادو ونشی خاندان میں پیدا ہوئے ان کے ماموں کا نام کنش تھا جس نے اپنے باپ اوگرسین کو معزول کر کے تخت حاصل کر لیا تھا، مہاراجہ پانڈو کے انتقال پر جب وارثین میں تخت نشینی پر جھگڑا شروع ہوا تو تمام ممالک کھشتریوں کے ہاتھ سے نکل چکے تھے، بیرونی ممالک کا کہنا ہی کیا خود آریہ ورت میں ماتحت راجگان خود مختار ہو گئے چنانچہ کنش راکھش بھی خود مختار راجہ ہو چکا تھا۔

نجومیوں نے اسے بتایا کہ تیری موت تیری بہن کی اولاد کے ہاتھوں واقع ہوگی۔ چنانچہ اس نے اپنی بہن اور اپنے بہنوئی باسدیو پر کڑی نگرانی شروع کر دی اور انہیں قید کر لیا۔ کیونکہ باسدیو کی بیوی حاملہ تھی۔

کنش راکھش برج دیش کا راجہ تھا "بابانند یادو ونشی باسدیو کا دوست تھا بابانند کی بیوی جسودا بھی حاملہ تھی جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، بابانند یادو ونشی نے اپنی بچی کو باسدیو کے حوالہ کیا اور اندھیری رات میں بارش و طوفان کے وقت شری کرشن کی پیدائش پر اسے خفیہ طور سے متھرا سے لے آئے، بابانند کی بچی کو کنش راکھش نے اپنی بھانجی سمجھ کر قتل کرا دیا۔

بابا نند یادو دانشی نے شری کرشن جی کی تعلیم کا خاطر خواہ بندوبست کیا، دورانِ تعلیم شری کرشن جی کا ایک نہایت غریب ساتھی شُدراماں تھا، جوانی کے ایام تک شری کرشن عوام کو برج دیش میں تعلیم کرتے رہے۔

کنش کو صحیح حالات کا پتہ چل گیا۔ مگر ہمت نہ ہوئی کہ وہ شری کرشن کو ایذا پہنچائے کیوں کہ ملک کے عوام شری کرشن کے لئے اپنی جان کو قربان کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے، عوام نے انہیں اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیا تھا۔

اس وقت تمام ملک میں بے دینی کا زور تھا، تمام کھشتری آپس میں لڑ رہے تھے ان میں جوئے اور قمار بازی کا رواج چلا آرہا تھا۔

شری کرشن جی بچپن سے ہی صالح طبیعت لے کر آئے تھے، یہ حالات دیکھ کر انہوں نے دنیا کو راستی کا راستہ دکھانے کے لئے سب سے پہلے اپنے ماموں کو برائیوں سے روک کر ویدک مذہب کا پابند بنانا چاہا مگر وہ تو شری کرشن کے خون کا... پیاسا تھا چنانچہ شری کرشن کے معتقدوں نے کنش کو مار دیا۔ واقعات شاہد ہیں کہ برج دیش پر شری کرشن نے ایک دن بھی حکمرانی نہیں کی بلکہ تمام ملک کنش راکھش کے نیک مزاج باپ اوگرسین کو سونپ دیا اور خود ترکرت دیش چلے گئے وہاں انہوں نے علاقوں میں گھوم گھوم کر تقریریں کیں اور لوگوں کو برائیوں سے روکا۔

ادھر ان کا غریب ساتھی شُدراماں شادی شدہ ہو کر کثیر العیال ہوا اور اس کے دن عسرت سے گزرنے لگے اس کی بیوی سوشیلا نے ایک روز زندگی سے.. تنگ آکر کہا:۔ ؎

(۱) دور رہتا ہے دھن فقیری سے جیسے عہدِ شباب پیری سے
مفلسی جب بشر پہ آتی ہے اس کی بو باس کس کو بھاتی ہے
اقربا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں!! ناطے رشتے کو توڑ لیتے ہیں
آتے ڈرتے ہیں لوگ اس کے پاس چھو نہ جائے انہیں کہیں افلاس
آہ کیا ہو گیا ہمارا حال جسم پر رہ گئی ہے کھال ہی کھال
جان کر مفلس اور خوار ہمیں کوئی دیتا نہیں ادھار ہمیں
کہو جا کر کرشن سے سب حال گردشِ روزگار رنج و ملال

بڑے فیاض ہیں سخی ہیں وہ | بے نواؤں کی زندگی ہیں وہ

ہوگئی ان کی گر نگاہِ کرم
چین سے زندگی گزاریں گے ہم

(۲) جانتا ہوں میں اپنا سب احوال | جانتا ہوں تمہارے دلکا ملال
ہے مگر بے سبب یہ رنج و ملال | رکھو اپنا ذرا بلند خیال
مال و زر کوئی اچھی چیز نہیں | دولتمند مغرور خدا کو عزیز نہیں
دھن سے باطن سیاہ ہوتا ہے | دھن سے صدہا گناہ ہوتا ہے
اور جو ان باتوں کا نہیں ہے یقیں | صاف سن لو یہ مجھ سے ہوگا نہیں
در پہ جاؤں کسی کے بن کے گدا | اور کہوں بھیک دیجئے بابا
جیسا ہو وہ بھیجے میں لنے یہ مانا | نہیں منظور مگر ہاتھ پھیلانا

نہیں منظور مانگ کر کھانا
اس سے بہتر ہے مجھکو مر جانا

(۱) نہ کرو عرض حال کسی ظالم سے | نہ کرو تم سوال کسی غانم سے
مگر اہل کرم کی اور ہے بات | ان سے مانگے نہ گھٹے کی فات
بڑے مخیر کرشن ہیں مشہور | آج ان کا سا کس کو ہے مقدور
ہیں دولتمند ملک کے اندر بھی اور | ندیاں بھی ہیں سمندر بھی اور
مگر بے نوا اور غنی زمانہ کے | ہیں گدا ان کے آستانہ کے
اک جہاں مانگتا ہے ان سے بھیک | وہی ہوتے ہیں درد دکھ میں شریک
دردمندوں کے چارہ ساز ہیں وہ | تم گدا ہو گدا نواز ہیں وہ
اور تمہارے تو یار غار بھی ہیں | دل سے ہمدرد و غمگسار بھی ہیں

لب تک آنے نہ دیں گے حرفِ سوال
تم گئے اور آئے ہو کے نہال

(شاعر) شیر مردوں نے مفلسی سے مانی ہار | اس سے عاجز بڑے بڑے خوددار
اور شوشیلا تو ایک عورت تھی | اس کے اصرار میں صداقت تھی
پوچھا لے جانے کو ہے کچھ سوغات | اس کے آستانہ پر جاؤں خالی ہاتھ

سب کہیں گے کہ یار آئے ہیں — کوئی تحفہ ضرور لائے ہیں!
کنکیاں چاولوں کی تھوڑی سی — مانگ لائی پڑوسن سے بیوی
سوئے کرشن وہ جاتا تھا — دل ہی دل میں خیال لاتا تھا
لب تک آنے نہ پائیگی کوئی بات — میں کہاں اور کہاں وہ عالی ذات!
اور مجھے احتیاج ہی کیا ہے — صرف غم دین نہ کہ غم دنیا ہے

اس کا دیدار ہو ہی جائے گا
چلو بخت بیدار ہو ہی جائے گا

جب یہ کرشن کو خبر پہنچی! — کہ ہیں دروازہ پر سداماں جی
سنتے ہی اٹھ کے دوڑتے آئے — جیسے دریا سے دریا مل جائے
بغل میں یہ کیا دبائے ہیں — کوئی تحفہ ضرور لائے ہیں
چن کے اک ایک دانہ کھا لیا — مقصد اپنا سداماں نے پا لیا
یوں ہی کچھ روز مہماں رہ کر — ہو کے رخصت چلے سداماں گھر
جب سداماں گھر کے پاس آئے — عجیب منظر دیکھ کر گھبرائے
رنگ ہی اور تھا سماں ہی اور — تھی زمیں اور آسماں ہی اور
شان ہی اور کاروبار ہی اور! — باغ ہی اور تھا بہار ہی اور

پھر نئے سر سے زندگانی تھی
شادمانی ہی شادمانی تھی!

(جگر۔ بریلوی)

مغربی ہند میں فیض کا چشمہ جاری تھا، ہستنا پور اور اندر پرستھ (دلی) میں قمار بازی زوروں پر تھی۔

ایک روز ارجن نے اپنی بیوی (دروپدی) کو جوئے میں ہار دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب دروپدی دوشاسن کے گھر خادمہ بن کر برتن صاف کیا کرے۔

اس سے بڑھ کر کیا برائی ہو سکتی تھی، جوئے بازی درباروں میں عام تھی...

عورتیں بہادری میں مردوں سے کم نہ تھیں مگر دربار میں وہ بھی اپنے رشتہ داروں کو... منع نہ کر سکتی تھیں، اس روز تو بے غیرتی کی انتہا ہو گئی۔ دوشاسن نے دربار میں

بیٹھی ہوئی مستورات میں سے دروپدی کو کہا کہ آج یہ جھوٹ موٹ کا جوا نہیں تھا میں اس ذلیل کو غلام بھی نہیں بناؤں گا بلکہ اس کا چیر (اوڑھنی) اتار کر اس کا سر برہنہ کروں گا۔

اس زمانہ میں عورتیں درباروں میں بیٹھتی تھیں، سلطنت کے کاروبار میں حصہ لیتی تھیں، منہ کھلا رکھتی تھیں مگر سر کا ننگا ہونا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ کسی عورت کے سر سے اوڑھنی کا اتار لینا اس کی حد سے زیادہ توہین و تذلیل سمجھی جاتی تھی مگر کوروؤں نے یہ سازش ایسے وقت کی جب کہ دربار ان کا تھا اور پانڈوؤں کو دلی سے تن تنہا بلا کر جوا کھیلا گیا تھا اور پھر پانڈوؤں کو دربار سے مہمان خانے لے جا کر دروپدی کو دربار میں آنکی خبر نہ ہونے دی تھی۔

دربار میں دروپدی کا ایک بھی شخص حمائتی موجود نہ تھا، دوشاسن نے سوچا کہ ایکدفعہ ارجن کی بیوی کی اوڑھنی سر دربار عورتوں اور مردوں میں اتر جائے چاہے بعد میں جنگ عظیم (مہابھارت) ہو۔ چنانچہ اس نے دوڑ کر دروپدی کی اوڑھنی (موٹی چادر) کا سرا پکڑ کر کھینچنا چاہا، بے گناہ عورت نے فریاد کی:۔

زمیں میری مخالف ہے عدو ہے آسماں میرا
نہ اب کوئی یہاں میرا نہ سرتاج یہاں میرا

خبر کیا تھی مجھے ہارے گا نجر خاندان میرا
پتہ کیا تھا کرے گا غرق بیڑا آبادیاں میرا

بھری محفل میں ہوتا ہے گریباں دھجیاں میرا
مری قسمت سے جانے کرشن ستیا ہے کہاں میرا

دغابازوں کا جلسہ ہے ستمگاروں کی محفل ہے
کہوں کس سے سنے گا کون دردِ دل یہاں میرا

چمن میں آتشِ گل کا بھڑکنا کون دیکھے گا
مرے نالے جلائیں گے کسی دن آشیاں میرا

زمینِ ناپاک اکدن خون میں ڈوبے گی
ستم ڈھائے گا بن کر آسماں دردِ فغاں میرا

دوشاسن نے کھینچ کر چوٹی مجھے اٹھایا ہے
ستم ہے دوپٹہ اب ظالم اتارے گا یہاں میرا

تیری جویا ہوں، تیری دروپدی ہوں تیری کنیز ہوں
مددائے کرشن! بس اب تو ہی ہے اک نگہباں میرا

(جویا الوری مرحوم)

کافر دوشاشن آیا نہ باز اپنی حرکت سے
بولا نام اس کا نہ لے کہ ہے دشمن جاں میرا

کھینچتا جاتا کافر اوڑھنی کو سرِ محفل
اوڑھنی کہتی جاتی تھی کہ نہ ہوگا طولِ کم یہاں میرا

دوشاسن اور ھنی اتارتا جاتا تھا مگر اوڑھنی لمبی ہوتی چلی گئی آخر دوشاسن تھک گیا، یہ معجزہ دیکھ کر اس کے ہاتھ پیر کانپنے لگے اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ ... دروپدی کی فریاد رائیگاں نہ گئی۔

تھوڑے عرصہ کے بعد ستمگاروں کی محفل میں آگ لگ گئی، دنیا خون میں ڈوب گئی۔ کوروکھیشتر (تھانیسر) کے میدان میں خون کے دریا بہہ گئے (جسکا تذکرہ ابھی گذشتہ باب میں ہو چکا ہے)

ستمگر کوروؤں کے خاندان کا صرف ایک شخص زندہ بچا باقی سب مارے گئے، پانڈوؤں کے خاندان میں بھی کوئی جوان باقی نہ بچا صرف سہسرام اور پریکشت دو کمسن پوتے زندہ سلامت رہے، پانچوں بھائی پانڈو فتحیاب ہو کر زندہ سلامت رہ گئے مگر اس خونریزی نے ان کو دنیا چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ پہاڑوں میں جا کر تارک الدنیا ہو گئے۔

ان دونوں خاندانوں میں صرف کمسن بچے دنیا میں رہے، شاہی خاندانوں کا تو یہ حال ہوا، بقایا جو لوگ باقی بچے ان میں سے چند کے مشہور نام ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) کرپ اچاریہ (برہمن) یہ دونوں فریق کا کسی زمانہ میں استاد تھا اور صاحب السیف والقلم تھا۔

(۲) اشوتھامان پسر حکیم درونا چاریہ :- یہ بھی دونوں فریقوں کا معلم رہ چکا تھا۔

(۳) کرت برمان یادو دنشی (۴) سُکھیہ (رتھبان) :- یہ چاروں کوروؤں کی طرف سے لڑے تھے۔

(۵) ساتک یادو ونشی (۶) ججتش (دریودھن کا سوتیلا بھائی)

(۷) شری کرشن (یہ تینوں پانڈووں کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے تھے) لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ جنگ رک سکتی تھی مگر قدرت برائیوں سے زمین کو پاک کر رہی تھی اور شری کرشن کا جنگ میں شریک ہونا یہی معنی رکھتا ہے حالانکہ شری کرشن نے اپنے ہاتھ سے ایک تیر نہیں چلایا، بنگال کے ہندو

اس جنگ کو شری کرشن کا لایا ہوا انقلاب سمجھتے ہیں چنانچہ شری کرشن کی کتاب ”گیتا“ کو وہ الہامی مانتے ہیں۔

اس میں کسی کو شک نہیں کہ ”گیتا“ فلسفیانہ کتاب ہے (اسے الہامی ماننا... اعتقاد پر منحصر ہے) غیر ممالک کے مورخوں نے اس کتاب کے ترجمے کئے ہیں اور... فلسفیانہ خیالات کی تائید کی ہے۔ ایک شاعر ”گیتا“ کے بارے میں کہتا ہے کہ:۔ ؎

دیکھنے میں کتاب ہے گیتا ۔۔۔ حاملِ انقلاب ہے گیتا
جس سے روشن رہیگا ارضِ ہند ۔۔۔ ہاں وہی آفتاب ہے گیتا

دِلوں کو روشنی دیتی ہے گیتا ۔۔۔ شعورِ زندگی دیتی ہے گیتا
ضرورت جس کی ہے انسانیت کو ۔۔۔ وہ درسِ زندگی دیتی ہے گیتا

تخیلات بقا کی امین ہے گیتا ۔۔۔ تصورات کا حق الیقین ہے گیتا
ہر اہلِ دل کیلئے صاحبِ نظر کیلئے ۔۔۔ کسی حسین کی زلف حسین ہے گیتا

وغیرہ وغیرہ۔ از وھی

گیتا میں اس قسم کے خیالات ہیں:۔

”روح غیر فانی ہے، ہتھیار اسے کاٹ نہیں سکتے، آگ اسے جلا.. نہیں سکتی، ہوا سکھا نہیں سکتی، پانی اسے گلا نہیں سکتا، باقی رہا یہ جسم ہمیشہ رہ نہیں سکتا آج نہیں تو کل ضرور فنا ہوگا، ایسی حالت میں اس فانی جسم کی محبت میں پھنس کر فرض سے بیگانہ ہو جانا زیب نہیں دیتا، فرض کو ادا کرنے میں لگ جاؤ، پھل ضرور ملے گا اس کی تم فکر نہ کرو، اس میں تیرے کو بھول جاؤ، مضبوطی سے فرض کی طرف بڑھو، بے انصافی اور گناہ کی ترقی میں تم مددگار نہ بنو، کمزوری ہمیشہ گناہ کی طرف لے جاتی ہے مگر طاقتور بن کر انسانیت کو نہ کچلو!!“ (ماخوذ از گیتا)

جنگ مہابھارت کے بعد شری کرشن نے برج دیش (متھرا) میں روحانیت کی تبلیغ شروع کی (جنگ مہابھارت سے پہلے ہی لوگ انہیں اوتار سمجھتے تھے مگر الہامی کتاب "گیتا" کے خیالات نے برہمنوں کو ان کا دشمن بنا دیا۔ برہمنوں کے لئے اب میدان بھی صاف تھا کیوں کہ کھشتریوں کی طاقت چکنا چور ہو گئی تھی)۔ وسط ہند کے ہون قبائل بھی سرکش ہو گئے۔

ادھر بہار کے راجہ جراسند (جراسنت) نے کنش کا بدلہ لینے کیلئے شری کرشن پر حملہ کر دیا چنانچہ شری کرشن بچے کھچے کھشتریوں کو لیکر ترکرت دیش میں مستقل طور سے ہجرت کر کے چلے گئے جہاں ان کے معتقدوں کی تعداد پہلے ہی کثیر تھی

شری کرشن کے ساتھ جانے والے قدیم کھشتری خاندان گرجر .... (GURUJJAR.) کہلائے، یہ لفظ سنسکرت کا ہے جس کے معنی "دشمنوں کو ختم کرنے والا" ہیں یہی لفظ بعد میں گرجر ہوا اسی کی موجودہ اشکال گجر اور گوجر ہیں۔ (مفصل بحث حصہ پنجم میں ملاحظہ کیجئے)

گوجروں میں کھشتریوں کے تین خاندان سورج ونشی، چندر ونشی اور یادو ونشی تھے جن کی حکومتیں کم از کم پانچ چھ ہزار سال سے متواتر چلی آرہی تھیں، ان گرجروں کی وجہ سے ترکرت دیش کا نام "گرجراتر" ہوا جسے آجکل "گجرات" کہتے ہیں۔

لفظ گجرات کو موجودہ شکل میں صرف فارسی مورخین نے لکھا تھا، اس سے پیشتر اس کا تلفظ "گجراتر" ہی تھا۔ گجراتر کا اول دارالخلافہ "دوآرکاپور" ہوا۔ جسے آج کل "دوآرکاپوری" کہتے ہیں۔ یہی جگہ شری کرشن جی کی جائے انتقال ہے۔

شمالی آریہ ورت میں بہت سے خاندان کھشتریوں کے ایسے بھی تھے کہ جب... پرشرام برہمن نے ہستناپور کی حکومت کو ختم کیا اور کھشتریوں کو تلاش کر کر کے مارنا شروع کیا تو یہ خاندان شمالی ہندوستان ہی میں رہے اور گجرات میں نہیں آئے ان خاندانوں نے آئندہ علوم و فنون میں ترقی کی اور یہ برہمنوں میں شمار ہونے لگے ان خاندانوں میں مشہور خاندان گوریا (گورسی)، ناگری، میر اور دیکشکر وغیرہ ہیں۔ انہیں خاندانوں کے وہ کھشتری جو شری کرشن کی جماعت "گرجر" میں شامل ہوئے آج تک گرجر کہلاتے ہیں۔

مثلاً بنگال کے وہ گورسی جنہیں مہاراجہ یدھشٹر نے حکمراں کرکے بھیجا تھا اور مہا بھارت کے بعد صدہا سال تک بنگال میں حکمرانی کی وہ سب آج برہمن کہلاتے ہیں اور وہاں کوئی گورسی اپنے کو گوجر یا کھشتری نہیں کہتا۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اوّل حصہ دوم فہرست فرمانروایانِ بنگال

آریوں میں ایک ایک دن کی تاریخ لکھنے کا رواج دنیا میں سب سے قدیم ہے مگر قدیمی کتابیں زمانہ کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گئی ہیں۔

ملاحظہ ہو نیو گولڈن تاریخ ہند و پاکستان مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۱ سطر ۱۵

ان کتابوں میں سے بیشتر حصہ بیرونی مسلمانوں کے ہزار سالہ دورِ حکومت میں تباہ و برباد ہوا، یہ ایسے تہذیب یافتہ حملہ آور تھے کہ انہوں نے ہزارہا شہر و قلعے مسمار کر دیئے ۱ ہزار سال غلامی کے دور میں آریوں پر یہ زمین تنگ ہو گئی اور ایک بھی کتاب از سر نو نہ لکھی جا سکی۔ (اس تاریخ سے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گی) صرف وہ کتابیں بچ رہیں جن کی حفاظت مذہبی تقدس نے کی، سینہ بسینہ جو روایتیں چلی آئیں ان کی اصلی صورت محو ہو گئی۔ شری کرشن جی کی بابت چولی مارگی، بیج مارگی اور گوسائیں مذہب والوں نے دو ہزار سال قبل مسیح جو باتیں منسوب کیں ان کی حقیقت ان کے مذہب سے عیاں ہے، ان بدطینت فرقوں نے.... شری کرشن جی کو آڑ بنا کر عوام کو گمراہ کیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے غلط باتیں ان سے منسوب کیں۔

ان غلط باتوں کا قلع قمع "گیتا" کتاب سے اچھی طرح ہو جاتا ہے جو..... شری کرشن جی کے مذہب و اخلاق پر صحیح و مستند کتاب ہے لہٰذا یہاں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

آج کل جو لوگ لفظ گوجر کو گئو چر سے اخذ کرتے ہیں ان کا... استدلال حسب ذیل اشعار ہیں۔

میں نہیں بیاہوں رادھے تیرا کرشن ایسا کارا
جیسے تیری کارا ستدلکھارا
میری رادھیکا ایسی گوری جیسے چندکا اجیارا

میں دائی (لڑکی) کی شادی تیرے کرشن سے نہ کرونگی کیونکہ وہ ایسا کالا
جیسے کاغذ پر کالے حرف ہوتے ہیں، میری
رادھیکا ایسی خوبصورت ہے جیسے چاند کی روشنی

نوٹ :۔ شری کرشن کی شادی انہیں رادھے سے ہوئی تھی یہ اشعار اس وقت کے ہیں جب شری کرشن جی کی ماں سگائی کیلئے گئی تھیں، کرشن جی رنگ کے سانولے تھے۔

کانوں وِچ مُندرے گل وِچ مارا انگ وِچ راکھ رمارا میں نہیں بیاہوں وہ گجّر گئو چرانے وارا	اس کے کانوں میں مُندرے ہیں جسم پر (اہل فقر کی طرح) خاک ڈالے رہتا ہے اور گلے میں ہر وقت مالا رکھتا ہے میں اس گائے چرانے والے گجّر سے اپنی لڑکی کی شادی نہ کرونگی

یہی اشعار ہمارے لئے اس بات کا ثبوت ہیں کہ لفظ گجّر اور گائے چرانے والے میں ان سے فرق صاف طور سے ظاہر ہے، ملاحظہ کیجئے تحریر ہے کہ:۔

"میں گائے چرانے والے گجّر سے اپنی لڑکی کی شادی نہ کرونگی"، اس کا مطلب یہی ہے کہ کرشن گجّر تھے اور گائے چراتے تھے۔

نوٹ منجانب مؤلف:۔ مندرجہ بالا اشعار مابعد زمانہ کے ہیں اور انکی زبان بھی قدیمی نہیں اس لئے انہیں سند تسلیم نہیں کیا جاسکتا مگر اس میں شک نہیں کہ کرشن جی اپنے کو گجّر (غازی) کہتے تھے مگر کرشن جی کا پیشہ گائے چرانا نہیں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شری کرشن جی شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کا ماموں کنش اور نانا اوگرسین متھرا کے راجہ تھے۔

بابا نند جنہوں نے کرشن جی کی پرورش کی ان کی طاقت وسطوت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ راجہ کنش نے ان پر حملہ کرنے کی کبھی ہمت نہ کی تاکہ کرشن جی کو ختم کردیا جائے۔

شری کرشن جی کی بہن سوبھدرا مہاراجہ ارجن سے بیاہی تھیں، ان کا ایک رشتہ دار جراسند موجودہ بہار کا راجہ تھا، پھر کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ ان کا پیشہ گائے چرانا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ شری کرشن جی کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی انہیں ظاہری ٹھاٹ باٹ سے نفرت تھی وہ غریب عوام کے دکھ درد کے ساتھی تھے وہ ہمیشہ کھیتوں میں

مزدوروں کو اور چراگاہوں میں گوالوں کو تبلیغ کرتے تھے انہیں سے انہیں محبت تھی۔

جب شری کرشن جی اول مرتبہ متھرا میں داخل ہوئے تو معتقدین نے راجہ کنش راکھشش (کافر) کو ختم کر دیا ان کے ساتھ متھرا میں داخل ہونے والے یہی مزدور اور کاشتکار تھے۔

راجہ کنش (کافر) کی موت کے بعد متھرا پر قبضہ کر لینے کے بعد ہی انہوں نے اپنے کو "گرجر" (غازی) کہا تھا اور ان کی تمام جماعت کھشتری آج تک اسی نام سے موسوم ہے۔

شری کرشن جی نے متھرا کو فتح کر کے کبھی بھی تخت پر بیٹھ کر حکمرانی نہیں کی بلکہ انہیں دنیاوی سلطنت سے کوئی لگاؤ نہ تھا چنانچہ کنش کے بعد متھرا کی سلطنت اُوگر سین کو دے دی گئی۔

کافر کنش کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے اس کے رشتہ دار جراسند نے بہار سے متھرا کا رخ کیا اور اپنے حمایتیوں کی مدد سے متھرا کا محاصرہ کر لیا جن کے بابت چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

کہری چال چلے برج کامن	بولت ناہیں بگے اُرری
چال چلے شمستر بجے	بادریں کڑکے بجری
گاج نہیں گھور نہیں	شستر جوت سدا اُجری
رگھو کل یا دو ونش رلے	یا دھ کو نکسی گجری

کھشتریہ ونش گھیر لیو
نیاؤ نہیں متھرا نگری

نوٹ:- بحوالہ وشنو پران وغیرہ۔

ترجمہ:- برج دیش کی کامنی، شیر کی طرح چلتی تھیں، وہ چپ چاپ چلی جا رہی تھیں، چلنے میں ہتھیار اس طرح آواز دے رہے تھے، گویا بادل میں بجلی کڑک رہی ہے۔

ہتھیاروں میں (بجلی کی طرح) چمک دمک تھی مگر گرج یا گھور نہ تھی اسورج ونشی اور یا دو ونشی خاندانوں کی گوجر مستورات ایک ساتھ مل کر جنگ کے لئے نکلیں۔
(بہادر گوجری کہی جاتی تھیں) کھشتری خاندان گھیرے گئے ہیں ایسے.. کھشتریوں کا محاصرہ کر لیا گیا ہے، متھرا کے شہر سے انصاف کی کوئی امید نہیں۔
نوٹ نمبرا:- ان اشعار سے یہ ثابت ہے کہ کرشن جی گوجر اور ان کے ساتھی گوجر گائے چرانے والے نہیں تھے بلکہ چندر ونشی اور سورج ونشی کھشتریوں کے... خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، ان اشعار سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بہادر گوجر مستورات وقت پڑنے پر ہتھیار لے کر محلوں سے نکل پڑتی تھیں۔
نوٹ نمبر ۲:- ایک گوجر مورخ مولانا ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب مرحوم کرشن جی کی بابتہ بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہو گئے انہوں نے کسی انگریزی کی تحریر پڑھ کر دو کرشن مان لئے ایک متھرا کا کرشن اور دوسرا دوارکا کا کرشن۔
ہیں ان بزرگ کی اس غلطی کو بتاتے ہوئے دلی قلق ہے کہ کرشن جی صرف ایک ہی تھے، بہر حال انہوں نے متھرا کے کرشن کو گوجر تحریر کیا ہے۔
ملاحظہ ہو "شاہانِ گوجر صفحہ نمبر ۴، سطر نمبر ۵
اس قسم کی غلطیاں انگریزوں کے دور کی نشانیاں ہیں، انگریزوں نے قدیم کتابوں کی اہمیت اور ان کی تشریحات سمجھے بغیر اپنے من مانے طرز پر اوٹ پٹانگ باتیں لکھ دیں اور ہمارے قومی مورخوں نے انگریزوں کی تحریروں کو من وعن قبول کر لیا۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل اقتباس بھی ملاحظہ کیجئے۔
جناب تیج بہادر سنہا لکھتے ہیں:-
"ہمارے غیر ملکی مورخین نے نہ معلوم کن اسناد کی بنا پر اسُروں اور..... راکشسوں اور آریاؤں کے درمیان نسلی اور قومی امتیازات کی دیواریں تعمیر کر ڈالیں لیکن ہماری دھرم پستکوں (مذہبی کتابوں) کا سرسری مطالعہ بھی بتا سکتا ہے کہ یہ تفریق نسلی اور قومی نہ تھی ایک ہی گھر کے دو شخص اپنے اپنے اعتقادات اور عمل سے مختلف گروہوں میں شمار ہوتے تھے مثلاً،
کنس کو راکشس کا فر سردار قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس نے اپنے باپ

راجہ اُدگر سین کو معزول کر دیا تھا اور بہنوئی شری باسدیو جی کو قید میں... ڈال رکھا تھا۔

ششوپال (راکھشس) کرشن جی کا سگا پھوپھی زاد بھائی تھا جس کی ماں کو نجومیوں نے بتایا تھا کہ اس کی ہلاکت کرشن جی کے ہاتھوں سے ہوگی تو اس نے آکر اپنے بیٹے کی جان بخشی کی پرارتھنا (درخواست) کی تھی اور کرشن جی نے اپنی پھوپھی کو وچن (عہد) دے رکھا تھا کہ ششوپال اگر سو مرتبہ بھی انہیں گالی دیگا تو معاف کر دینگے اس کے بعد نہیں۔ کنس (راکشس) خود کرشن جی کا سگا ماموں تھا۔

کرشن جی کی ابتدائی زندگی گائے چرانے والے محنت کش عوام کے درمیان صرف ہوئی جنہیں قدم قدم پر انھوں نے اپنی روحانی طاقت سے سر اٹھا کر چلنا سکھایا اور جن کے سامنے مغروروں اور نام نہاد بڑوں کا سر کچل کر عوام کو ان کی طاقت کا احساس کرایا۔

کنس کی ہلاکت کا سب سے اہم پہلو وہ عوامی بغاوت ہے جو بھگوان کرشن کی متھرا میں آمد کے وقت برپا ہوگئی اور جس طرح ہمارے زمانے میں روس کے مظلوم عوام نے زار شاہی کو تنگ آکر چشم زدن میں پھونک ڈالا۔

اسی طرح ایک باہمت رہنما کی قیادت میں متھرا کے عوام نے کنس اور اس کے گنے چنے سرداروں کا خاتمہ کر ڈالا جو آئے دن عوام پر مصائب نازل کرتے رہتے تھے۔

کرشن جی کے کردار میں ایک اور بھی خصوصیت تھی کہ وہ جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے، متھرا میں کنس کے مارے جانے پر انہوں نے اس کے معزول شدہ والد یعنی راجہ اگرسین کو ہی پھر سے گدّی پر بٹھا دیا اور جب متھرا کا انتظام ٹھیک چلنے لگا تو اپنے یادو ونشیوں کے لئے "دوارکا"[*] جیسے دور دراز مقام کا انتخاب کر لیا۔

ان کے زمانہ میں شمالی ہند میں بڑے بڑے راجے عوام پر مطلق العنان حکومتیں قائم کئے بیٹھے تھے۔ جراسندھ، مگدھ کا راکشس شہنشاہ تھا۔ راجہ وراٹ دریودھن جیسے بادشاہوں کا غرور توڑنے اور عوام کو ان کی طاقت واپس دلانے کا ایک ہی

نوٹ :- "دوارکا" اب بھی ایک شہر ہے جو گجرات میں واقع ہے۔ مؤلف گرجر

طریقہ تھا کہ کسی اہم معاملہ پر کل راجے مہاراجے ایک جنگ عظیم میں لڑکر ختم ہوجائیں یہ معاملہ بھی کرشن جی کے ہی زور دینے پر نکل آیا تھا ورنہ دریودھن جیسے عالی مرتبت شہنشاہ کے مقابلہ میں (صرف) پانچ پانڈوں کا طرفدار نکلنا بہت مشکل کام تھا۔ خود کرشن جی کی کھلی ہوئی ہمدردی بھی ان غریبوں کیلئے گیارہ کے مقابلہ میں سات کشونی[1] دل سپاہ اکٹھا کرسکی۔

خود اتنے زبان کے پابند تھے کہ میدان جنگ میں اپنی ذات کو ہتھیار اٹھانے سے بھی بری کرلیا تھا اور صرف ارجن کا رتھ ہانکنے کی ایک معمولی سی خدمت اپنے لئے پسند کرلی تھی۔ کتنا بڑا انکسار تھا وہ مظہر نور خدا جس کو اپنے زمانہ میں ہی عوام نے پوجنا شروع کردیا تھا آج سارا ہندوستان (بہ استثنائے مسلم اقوام۔ مولف) جس کے چرنوں (قدموں) کا پانی پینا سعادت جانتا ہے وہ حکومت کی جگہ خدمت پسند فرمائے۔

زمانے کے طوفان آئے کورو ونش کی حکومت کا پانسہ پلٹ گیا ہندو راجاؤں کا بھی نام نشان مٹ گیا، یگ (زمانے) بیت گئے مگر کرشن جی کی حکومت۔ آج بھی کروڑوں ہندوستانیوں کے دلوں پر مسلط ہے۔

شریمد بھاگوت (گیتا) کے دسویں اسکند کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھئیے! کرشن جی کی زندگی کے ایک ایک واقعہ میں انسانوں کی قسمت پلٹ دینے والے انقلاب کا درس پنہاں ہے، انہوں نے اگر ایک جگہ گووردھن لیلا میں قدرت کی عظیم طاقت، سیلاب اور بارش سے عوام کو ٹکر لینا سکھایا تو دوسری طرف ہر موقعہ پر کمزور اور مجبور انسان کو اپنی آتما (روح) کی طاقت سے مغرور انسان کا سر کچل ڈالنے کی توفیق عطا کی ہے۔"

وغیرہ وغیرہ۔ از کرشن نمبر صفحہ نمبر ۴۱ مطبوعہ بریلی

المختصر کرشن دو نہیں تھے، بلکہ کرشن جی متھرا میں پیدا ہوئے اور پھر کھشتریوں کو لے کر دوارکا چلے گئے اور یہی علاقہ "گجراشٹر" (گجرات) کہلایا

[1] اکشونی تعداد کا نام ہے۔ ایک کشونی اکیس ہزار چھ سو ستر اشخاص سے مراد ہوتی ہے۔ مولف گوجر

جو مستند زمانہ شری کرشن کا آریہ ورت میں ہے قریب قریب وہی مصر میں
حضرت موسیٰؑ کا زمانہ ہے دونوں کی زندگی کے حالات بھی تقریباً مطابقت کرتے
ہیں، شری کرشن کے ابتدائی ایام متھرا میں اور آخری ایام مغربی ساحل
کے نزدیک دوارکا (DWARKA) میں گزرے۔ اس زمانہ میں سمندر کے
راستے مصر سے تجارت ہوتی تھی، ہوسکتا ہے اور کیا عجب ہے کہ مابعد زمانہ میں

یہودیوں نے آریوں کی روایات کو اپنایا ہو۔ اس تاریخ کے آئندہ حالات پڑھنے سے پیشتر یہ ذہن نشین کرلینا چاہیے
کہ آئندہ تاریخ میں لفظ کھشتری آہستہ آہستہ محو ہوتا گیا اور اس کے بجائے لفظ گوجر استعمال ہونے لگا زمانہ وسطیٰ
میں زیادہ تر خاندانی نام "گوت" استعمال ہونے لگے مگر ہر زمانہ میں ہر خاندان اپنے کو کھشتری کہتا رہا۔

گوجر قوم کی وسعت

جنگ مہابھارت کے بعد ایک زمانہ ختم ہوا سابقہ
اقتدار محو ہوگئیں، اب گروہ بندی کا زمانہ شروع ہوا
مختلف طبقے اپنی فلاح وبہبود کے لئے میدان میں آگئے اس ماحول پر سب سے زیادہ اثر
علاقائی ہوا، آریہ اوتاروں کی اولاد جب "دوارکا" علاقہ میں آئی تو ہستناپور کا کھشتری
شاہی خاندان برہمنوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن گیا، آخر پرشرام برہمن نے مہاراجہ
ارجن کے پوتے پریکشت کو تخت سے اتار دیا، دریائے جمنا اور دریائے سرجو کے
درمیان کے تمام علاقوں میں برہمنوں کی عملداری قائم ہوئی اور آریہ ورت مندرجہ ذیل
سیاسی حلقوں میں منقسم ہوا۔

نمبر	علاقہ جات	نئے گروہوں کے نام	علاقوں کے نئے نام
۱	بنگال و بہار	گوڑ	گوڑ بنگال
۲	آسام و شمالی علاقہ	بھوٹ	بھوٹان
۳	ہمالیہ کی چوٹیاں	نیپ	نیپال
۴	وسطی میدان	برہم کھشتری	الیودھیہ (اودھ)
۵	جمنا و ستلج کا درمیانی علاقہ	آسُر *	جنگل دیش
۶	شملہ تا چترال بشمول	کشیپ	کشمیر
	موجودہ شمالی پنجاب		

نمبر	علاقہ جات	نئے گروہوں کے نام	علاقوں کے نئے نام
۷	دریائے کابل تا دریائے جیحوں وسط ایشیا تک	گندھر	گندھار
۸	دریائے سندھ کے تمام اطراف	ہیر	ہیراتر
۹	دریائے نربدا و دریائے سندھ کا درمیانی علاقہ	گوجر	گوجراتر
۱۰	دریائے نربدا کا بالائی حصہ	کول	وندھیا دیش
۱۱	وندھیاچل پہاڑ	بھیل	بھیلواڑہ
۱۲	وسطی و مشرقی دکن	دراوڑ	دراوڑ بھوید
۱۳	جنوبی دکن	ہوئسل	لنکا
۱۴	مغربی ساحل	کیرل	کیرال
۱۵	موجودہ اڑیسہ	انگ	انگہ

مندرجہ بالا پندرہ فرقوں کے علاوہ انہیں علاقوں میں اور بھی مختلف گروہ تھے جو ان مذکورہ گروہوں کے زیر اقتدار تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ پندرہ گروہ کہیں باہر سے آ گئے تھے۔

نہیں.... ایسا نہیں تھا... ملک گیر جنگ نے قدیم نظام درہم برہم کر دیا، قدیم آریہ اپنی گروہ بندی سے ان ناموں سے مشہور ہو گئے جو یا تو پہلے سے غیر معروف تھے اور یا اب وجود میں آ گئے تھے، ان تمام گروہوں کے نام خالص سنسکرت زبان کے ہیں۔

گوڑ نہ صرف کھشتری تھے بلکہ اس علاقہ کے شودر اور برہمن بھی باہر گوڑ ہی کہلاتے تھے بعینہ گوجر نہ صرف کھشتری تھے بلکہ دوسرے طبقہ کے لوگ اس علاقے کے ہر شخص کو گوجر کہتے تھے۔

* مندرجہ صفحہ نمبر ۴۹ - آسر کھشتریوں کا وہ گروہ تھا جو دریودھن کی طرف سے سسترم چند کی ماتحتی میں لڑا تھا اشتری کرشن کے خلاف لڑنے کی وجہ سے انہیں آسر اور راکھشس کہا گیا (تاریخ جیجال ص ۹۵)

... بعینہ دراوڑ نہ صرف برہمن تھے بلکہ شودر گروہ بھی دراوڑ کہلاتے تھے بلی ہذالقیاس اسی طرح آریہ ورت میں مندرجہ بالا گروہ مستقل طور سے علیحدہ علیحدہ اقوام متصوّر ہونے لگیں۔

مگر یہاں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ اندرون ہر علاقہ منوسمرتی کا نظام درہم برہم نہ ہوا یعنی ہر علاقہ میں برہمن، ویش، شودر اور کھشتری اپنی الگ حیثیت رکھتے تھے اور دوسروں کے مقابلہ میں وہ ایک قوم سمجھے جاتے تھے۔

اس کی موجودہ مثال پٹھانوں کے موجودہ علاقے ہیں مثلاً قبیلہ مہمند کے علاقے میں آج پٹھان، گوجر، لوہار اور ترکھی وغیرہ مختلف فرقے بستے ہیں مگر باہر والے ان سب کو پٹھان نام سے منسوب کرتے ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ قبیلہ مہمند کے علاقہ میں مہمند پٹھانوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہے اسی طرح گوڑ کھشتریوں کی وجہ سے گوڑ بنگالہ کہلایا، بعینہ گرجر کھشتریوں کی وجہ سے "دوآرکا" کا علاقہ گرجر اتر کہلایا۔ رشی پانی نے صاف لکھا ہے کہ کھشتریوں سے ملکی حصوں کے نام ظہور میں آئے۔

رشی پانی کا زمانہ سنہ ۵۰۰ ق م تھا اور ان کے زمانہ میں گرجر اتر (گجرات) موجود تھا اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ برہمنوں یا شودروں یا ویشوں کی وجہ سے کبھی کسی علاقہ کا نام نہیں پڑا، اس ضمن میں ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

۷۱۲ء میں سندھ پر مغرب کی طرف سے حملہ ہوا، اس فوج میں ایران، خراسان اور عراق کے سپاہی بھی شامل تھے مگر چونکہ اس فوج کا سپہ سالار محمد بن قاسم اور... دمشق کی حکومت عرب قوم سے متعلق تھی اس لئے اس حملہ کو ہندوستان پر "عربوں کا حملہ" کہا جاتا ہے اور عرب بذات خود دمشق کی حکومت کو "بنی امیّہ کی حکومت" کہتے ہیں۔

اسی طرح گجرات میں رہنے والے ایک قوم یعنے گُرجر میں منسلک تھے مگر ان میں ورن موجود تھے، یعنے برہمن، کھشتری، ویش، اور شودر اس کی بین مثال اب ہماری نظروں کے سامنے ہے، گجرات کے برہمن، برہمن ہی کہلاتے ہیں، ویش ویش ہی کہلاتے ہیں اور کھشتری جنہوں نے گرجر قومیت کی ابتدا کی تھی آجتک

گرجر کھشتری کہلاتے ہیں۔

المختصر گرجر ایک مستقل قوم ہوئی جس کی مادری زبان سنسکرت تھی، بھوبھی زبان گجراتی ہوئی، جب گرجر گجرات سے نکل کر اطراف ممالک میں پھیلے تو اسی زبان کا نام "گوجری زبان" ہوا، اسی طرح گوجری لباس انگرکھا اور پائجامہ اور پگڑی پر مشتمل تھا، یہ لباس دنیا میں کہیں نہیں تھا۔

اس تاریخ کے مولف گرجر نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ قوم گرجر کے بانی کھشتری اوتاران ہند کی اولاد تھے یہ کسی خودنمائی کی وجہ سے نہیں کہا گیا بلکہ ناظرین اس تاریخ میں بھی متعدد حوالہ جات پائیں گے جب کہ گرجر کھشتری راجگان نے بذات خود اپنی تحریروں میں ایسا ہی بیان کیا ہے اور آریہ ورت کی مذکورہ بالا قومیں بھی انہیں..... کھشتری اوتاران کی اولاد ہونے کی تصدیق کرتی ہیں۔

تاریخ میں ایک بھی حوالہ ایسا نہیں ملتا جب کہ دراوڑ یا کیرل یا برہمن وغیرہ قوموں میں سے کسی ایک نے کبھی ایسا دعویٰ کیا ہو۔

یہاں ہم بحث وتحیص میں نہیں پڑنا چاہتے اس ضمن میں قدیم حوالہ جات، کتبہ جات اور علیہ جات کی نقول ہم اس تاریخ کے حصہ پنجم میں "قومیں یا ب" کے تحت تحریر کریں گے۔

المختصر گرجر" ایک مستقل قوم ہوگئی جس طرح اس کی بنیاد خاص اعزاز کی حامل ہے اس طرح اس کے عادات، اخلاق، اطوار اور لباس آریہ ورت کی دوسری قوموں میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں جن پر ہر مورخ کی تاریخ شاہد ہے۔ مثال کے طور پر نہ تو دوسری کھشتری اقوام نے علوم وفنون کو اتنی ترقی دی جتنی گرجر قوم نے دی اور نہ ہی ملک کی حفاظت میں کسی نے اتنی قربانیاں پیش کیں جتنی گرجر قوم نے کی یہاں تک کہ گرجر مردوں اور مستورات میں "جوہر کی رسم" انہیں دنیا کی ہر قوم سے تاریخ میں ممتاز کرتی ہے۔

گرجروں کا ابتدائی مذہب ویدک تھا، ان کی کتاب "گیتا" تھی ان کا ملک..... گجرات کہلاتا تھا "گرنار کی پہاڑی" گوجروں کا متبرک مقام تھا گنگا دگرز ان کا تھیلا تھا (گجر، گجرات، گیتا، گرنار اور گنگا دگرز)۔

نوٹ :- آئندہ ابواب میں صرف گرجر قوم کا تذکرہ کرنا مقصود ہے اسی لئے باقی آریہ قبائل وعناصر کا تذکرہ صرف ضمناً آئے گا مگر قارئین کرام ملاحظہ کریں گے کہ گرجر قوم صرف قدیمی گجرات میں محدود نہ رہی بلکہ انہوں نے ملک سے باہر بھی فتوحات کے جھنڈے گاڑے اور آریہ تہذیب کو منگولیا سے لیکر شیام وہند چینی تک پہنچا دیا جہاں کے آثار قدیمہ آجتک گرجر قوم کے نام لیوا ہیں -

---

(۱)

بنگال کا سورج ونشی خاندان

مہاراجہ یدھسٹر نے اپنی مختصر سلطنت کے دوران راجہ بھگدت کو بنگال کا حاکم کر کے بھیجا تھا ۔ اس کی نسل میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے ۔

۱:-	راجہ بھگدت	۱۰۰ سال	۱۰۱۳ء ق م	بنگال کے تخت پر بیٹھا
۲:-	” اننگ بھیم	۱۲۵ سال		
۳:-	” رن بھیم	۱۰۸ ”		
۴:-	” گج بھیم	۸۲ ”		سندر بن کے ہنوں کو شکست دی
۵:-	” دیووت	۹۵ ”		
۶:-	” جگت سمھ	۱۰۸ ”		
۷:-	” ورما سمھ	۹۷ ”		بہار کو فتح کیا
۸:-	” موہن دت	۱۰۲ ”		
۹:-	” ہنود سمھ	۹۷ ”		

۱۰:-	راجہ سیکر سین	۹۶ سال	اس کے اوپر مگدھ کے راجہ نے حملہ کیا... جسے پسپا ہونا پڑا۔
۱۱:-	راجہ ستر جیت	۱۰ سال	
۱۲:-	" بھوپت	۹۰ "	
۱۳:-	" سدھرکہ	۹۱ "	
۱۴:-	" جیندھرکہ	۱۰۲ "	اس کی حکومت گنگا تک وسیع ہوئی
۱۵:-	" اودے سمھ	۸۵ "	
۱۶:-	" بسو سمھ	۸۸ "	
۱۷:-	" بیرناتھ	۸۱ "	بیرناتھ اس خاندان کا سب سے طاقتور راجہ تھا جس نے خراسان تک کو شمالی.... ہندوستان میں شامل کیا۔
۱۸:-	راجہ رکھ دیو	۸۳ سال	
۱۹:-	" راکھ بند	۷۹ "	
۲۰:-	" جگ جیون	۱۰۷ "	کشمیر کے راجہ نے اس سے پنجاب اور... افغانستان کے علاقہ جات چھین لیے۔
۲۱:-	راجہ کالوند	۸۵ سال	
۲۲:-	" کام دیو	۹۰ "	کام دیو نے کشمیر کے راجہ کو شکست دی اور کابل تک اپنی حکومت کو وسعت دی
۲۳:-	راجہ کرن	۷۱ سال	
۲۴:-	" ست سمھ	۸۹ سال	ست سمھ لاولد مر گیا اس نے سنہ ۷۷۲ ق م تا سنہ ۶۸۳ ق م حکومت کی

راجہ ست سمھ لاولد مر گیا اور حکومت اس کے ایک رشتہ دار راجہ بھوج کو ملی جو خاندانِ گورسی سے تعلق رکھتا تھا۔

مندرجہ بالا راجگان تاریخ میں گُوجر نہیں کہلائے بلکہ صرف سورج ونشی کھشتری کہلائے البتہ ان کی رشتہ داریاں گجرات کے کھشتریوں

سے تھیں۔ اسی وجہ سے گوجروں کا خاندان اس سلطنت کا وارث ہوا۔

(۲)

خاندان گوریا گور سینؔ

خاندان گورسی میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے۔

نمبر شمار	نام راجہ	مدت سلطنت	کارہائے نمایاں
۱	راجہ بھوج	۷۵ سال	راجہ بھوج نے ست سمجھ کی عظیم سلطنت پر قبضہ کیا اس کی تخت نشینی ۶۸۳ ق م میں ہوئی اس کی حدود سلطنت بنگال تا جمنا تک تھی۔
۲	راجہ لال سین	۷۰ سال	راجہ لال سین نے اندرونی بغاوتوں کو دبایا بنگال کے مغرب کا تمام علاقہ اس سے نکل گیا، بہار میں شاکیہ خاندان نے اپنی سلطنت قائم کی، دریائے سندھ کا مغربی علاقہ و نیز کشمیر وغیرہ میں آزاد حکومتیں قائم ہوئیں۔
۳	راجہ مادھو	۶۷ سال	یہ صرف بنگال کا حکمران تھا۔
۴	راجہ سمت بھوج	۸۴ سال	

سی کا تلفظ اب "جی" ہوگیا ہے چنانچہ راجہ رین سی کو آجکل رین جی لکھتے ہیں موجودہ لفظ جی دراصل سی ہے

نمبر	نام راجہ	مدت سلطنت	کارہائے نمایاں
۵	راجہ جنیت	۶۰ سال	راجہ جنیت نے برما سے اراکان واکیا۔ کا علاقہ فتح کیا۔
۶	پرتھو راجہ	۵۲ سال	پرتھو راجہ نے بھوٹوں کو پہاڑی علاقوں میں دھکیل دیا
۷	راجہ کرن	۵۴ سال	
۸	راجہ لکھن	۵۰ سال	
۹	راجہ منو بھوج	۵۳ سال	راجہ منو بھوج کے بعد سلطنت اس کے ایک رشتہ دار ادسور کو ملی۔
۱۰	راجہ ادسور	۵۵ سال	راجہ منو بھوج کے کوئی لڑکا نہ تھا اس لئے اس کا بھانجا راجہ ادسور تخت پر بیٹھا
۱۱	راجہ جامنی بھان	۷۳ سال	جامنی بھان راجہ ادسور کا بیٹا تھا۔
۱۲	راجہ نرود	۷۸ سال	راجہ نرود نے مگدھ فتح کیا۔
۱۳	راجہ پرتاپ رود	۶۵ سال	
۱۴	راجہ بھوادت	۶۹ سال	
۱۵	راجہ رکدیو	۶۲ سال	
۱۶	راجہ گردھر	۸۰ سال	اسی کو چندر گپت اوّل والئے بہار نے ماتحت بنایا
۱۷	راجہ پرتھی دھر	۶۸ سال	گپت خاندان کا مطیع رہا
۱۸	راجہ ششت دھر	۵۸ "	" " "
۱۹	راجہ پربھاکر	۶۳ "	آزاد راجہ تھا
۲۰	راجہ جیادھر	۳۰ "	سنہ ۵۸۱ء تا سنہ ۵۵۱ء

اس خاندان میں آئندہ بھی راجہ ہوئے اسی لئے بنگال صدیوں تک گور بنگالہ کہلایا چونکہ تھا یا کھشتریوں سے دور دراز علاقہ میں ہونے کی وجہ سے

کٹ گئے لہذا آہستہ آہستہ یہ ایک مستقل قوم بن گئی اور یہ لوگ مسلمانوں کے دور میں برہمنوں میں شمار ہونے لگے، ویسے بھی قدیمی آریہ آپس میں شادی بیاہ کرتے تھے مگر خاندانِ گور کے جو افراد "دوارکا" میں آباد رہے، وہ آج تک کھشتری ہی کہلاتے ہیں

اِن گورسی کھشتری آریوں نے اپنے خاندان کے نام پر مغرب میں ریاست "گور" کی بنیاد ڈالی جسے آجکل افغانستان میں "غور" کہتے ہیں۔

نوٹ:۔ اکبر کے زمانہ میں ہندوؤں کو جب دربار میں ملازمتیں دی گئیں تو کالیستھہ قوم ان میں تعلیم یافتہ تھی چنانچہ ایک کالیستھہ نے آئینِ اکبری میں ابوالفضل سے خاندان گور کو قوم کالیستھہ تحریر کرادیا ہے جو سراسر غلط ہے خاندان گور سوائے گوجروں اور برہمنوں کے کسی دوسری قوم کا "گوت" نہیں ہے۔

انتظام سلطنت

گورسی خاندان نے اپنے تمام ادوار میں..... سلطنت کے کاموں میں مذہبی اصولوں کو اپنایا، تمام تر فیصلے ویدک مذہب کے مطابق ہوتے تھے، رعایا سے محصول وغیرہ کبھی نہ لیا جاتا تھا، تمام راجگان خود کفیل تھے وہ یا تو چراگاہوں اور مویشیوں کی آمدنی سے اپنے خانگی اخراجات پورے کرتے تھے یا پھر گھریلو دستکاری ان کی کفالت کرتی تھی۔

بوقت جنگ رعایا کا ہر آدمی ان کا سپاہی تھا، گورسی خاندان نے اپنی سلطنت میں علوم وفنون کو ترقی دی، نالندا اور گور کے مقامات پر دارالعلوم کھولے گئے جہاں دور دور ممالک سے طلباء تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔

ان مدارس نے برہما، ہند چینی اور یودیپ (جاوا سماٹرا) سنگاپور کے ممالک تک کو علم کی روشنی سے منور کیا، آخر زمانے میں بنگال کے گوودگپتا کے معتقد ہوئے اور انہوں نے شری کرشن جی کا نام مشرق تک پہنچایا جہاں آج تک شری کرشن کے لقب پر ایک ملک کا نام سیام ہے جس کو انگریزی میں تھائی لینڈ بھی کہتے ہیں۔ شری کرشن جی کے بیٹے سمٹ کے نام پر سماترا ہے جسے سماٹرا کہتے ہیں۔ اسی طرح جزیرہ بالی تک آریہ تہذیب کو پھیلانے والے گوجر تھے۔

(۳)

خاندان چترؔ بھج (CHATR BHUJ)

سورج ونشی مہاراجہ چترؔ بھج کی اولاد میں ایک راجہ مسمی الیان دکن میں سنہ ۱۱۳ء ق م حکومت کرتا تھا جس کے آثار قدیمہ میں الل کنڈ واقع نیلگری پہاڑ... قابل ذکر ہے الل کنڈ ایک بہترین وخوشنما مصنوعی جھیل ہے۔

راجہ الیان کے زمانہ کا تعمیر کردہ ایک مینار بھی آجتک موجود ہے، جو الگنڈل کا مینار کہلاتا ہے، اس مینار کے اوپر پہنچکر آدمی اسے ہلا سکتا ہے۔ ماہرین تعمیرات کا خیال ہے کہ مینار میں لچکدار پتھروں کا استعمال ہوا ہے۔

رائے متپا

خاندان، چترؔ بھج میں مشہور راجہ رائے متپا کا نام ملتا ہے جس کے نام کی جھیل اب تک دکن میں موجود ہے، تواریخ میں وارد ہوا ہے کہ رائے متپا نے پانی میں تیرنے والا محل اینٹوں سے تیار کرایا تھا۔

یہ محل اب باقی نہیں ہے البتہ محکمہ آثار قدیمہ نے جھیل کے کناروں سے تمام منتشر اینٹیں اکٹھی کراکر محفوظ کرالی ہیں، یہ اینٹیں پانی میں نہیں ڈوبتیں بلکہ پانی پر تیرتی رہتی ہیں۔

رائے متپا اپنے زمانہ میں بہت بڑا عالم وفاضل راجہ ہوا ہے جسکی تصانیف کے حوالہ جات دوسری کتابوں میں ملتے ہیں مگر خود اس کی تصانیف زمانہ کے ہاتھوں خورد برد ہو چکی ہیں، البتہ رامپا جھیل اس کے نام کو آج تک زندہ کئے ہوئے ہے

رائے متپا کی اولاد میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے۔

(۱) راجہ کیرتی رائے :- اس راجہ کی وجہ سے شرقی گجرات کیرت دیش بھی کہلاتا تھا۔

(۲) راجہ بھیم رائے	(۳) راجہ ترلوک رائے	(۴) راجہ دیو رائے
(۵) راجہ نرپتی رائے	(۶) راجہ جھیج رائے	(۷) راجہ مکند رائے
(۸) راجہ تیرتھ رائے	(۹) راجہ بکرم رائے	(۱۰) راجہ پرتاپ رائے
(۱۱) راجہ مل رائے	(۱۲) راجہ گیان رائے	(۱۳) راجہ چاہیا رائے

راجہ چاہیا رائے

راجہ چاہیا رائے کا مستند زمانہ تیرھویں صدی قبل مسیح ہے۔ چاہیا رائے کا گور منڈل (موجودہ گولکنڈہ) دار الخلافہ تھا۔

اس راجہ نے اپنے قوتِ بازو سے دریائے نربدا کا تمام جنوبی علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملایا، کیرل خاندان کے ... راجہ بھی اس کے ماتحت تھے ... خاندانِ چلوکیہ (جو مہابھارت کے زمانہ سے وسطِ ہند اور موجودہ گجرات تک حکمراں تھے) وہ بھی چاہیا رائے کے زیرِ نگیں ہو گئے۔

چاہیا رائے تاریخ میں اتنا مشہور و معروف راجہ گزرا ہے کہ آئندہ .. خاندان گوجر بھی تاریخ میں اسی راجہ کے نام سے چاہیاان یا چاہمان کہلانے لگا یہی لفظ آج چوہان کی شکل میں موجود ہے، چنانچہ تمام موجودہ چوہانوں کا دعویٰ ہے کہ ان کا نکاس دکن سے ہے، حالانکہ آج چوہان خاندان کے افراد ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں مگر گور منڈل (گولکنڈہ) انہیں ستوا تر روایتوں کے ذریعہ قدیمی دار الخلافہ کا پتہ دیتا آرہا ہے۔

چاہمان اور چوہان ایک ہی لفظ اور ایک ہی خاندان ہے۔ ملاحظہ ہو

(۱) ٹاڈ راجستھان صفحہ نمبر ۲۱۹۔ (۲) گلوری ویٹ (از گوجر دیش) از کے۔ ایم۔ منشی

(۳) گوجر اتہاس مولفہ جناب تتیندر کمار صاحب (۴) تاریخ شاہانِ گوجر صفحہ نمبر ۱۴۰ سطر نمبر ۵

(۴)

خاندانِ چلوکیہ

خاندانِ چلوکیہ کا تذکرہ قدیم کتاب مہابھارت میں آتا ہے جب کہ اس خاندان نے کورو کھشتیر (موجودہ تھانیسر) کی لڑائی میں حصہ لیا۔ اس خاندان کا تذکرہ سلسلہ وار مؤلف کو دستیاب نہ ہو سکا جس کا بے حد افسوس ہے امید ہے آئندہ کوئی صاحب مؤلف کی اس آرزو کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ اس خاندان کی حکومت ہزارہا سال تک وسطِ ہند میں رہی جہاں یہ گجرات سے چل کر آئے تھے۔ دکن بعید میں تین ریاستوں چول، چیرا اور پانڈیہ کا تذکرہ قدیم تاریخوں میں کیا جاتا ہے ان میں سے چول ریاست کا کوئی تعلق خاندانِ چلوکیہ سے نہیں ہے، خاندانِ چول۔ دکن بعید سے تعلق رکھتا ہے اور چلوکیہ کا تعلق گجرات سے ہے۔

لفظ چلوکیہ کا تلفظ مختلف علاقوں میں مابعد زمانہ میں مختلف کیا گیا ہے مثلاً سولنکا، سولنکیکا، سولنکی وغیرہ۔

یہ تلفظ تلنگی، گجراتی وغیرہ مقامی زبانوں کے ہیں اور تمام مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ چلوکیہ یا سولنکی ایک ہی لفظ یا نام ہے۔

محققینِ تاریخ کی واقفیت کے لئے یہ عرض کر دوں کہ بدھ مذہب کے عروج سے بہت پہلے خاندانِ چلوکیہ کی مختلف شاخیں وجود میں آچکی تھیں، موریہ خاندان جس کی ابتداء حضرت عیسیٰؑ سے تین سو بائیس سال پہلے ہوئی جب عروج پذیر ہوا تب وسطِ ہند میں چلوکیہ کی شاخ راشٹر خاندان برسرِ اقتدار تھی جس کا تذکرہ چوتھی صدی قبل مسیح میں لکھی گئی کتاب "ارتھ شاستر" میں موجود ہے اس کتاب کو چندر گپت موریہ کے وزیرِ اعظم چانکیہ (کوٹلیہ) نے تصنیف کیا تھا۔

ملاحظہ ہو۔
کوئی بھی تاریخ یا مثلاً اینو گولڈن تاریخ ہند و پاکستان مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۵
گوجروں میں یہی راٹھی آج تک موجود ہیں۔
ملاحظہ ہو نشانِ گوجر صفحہ نمبر ۱۳۱

(۵)

خاندانِ اہیر

گجرات سے گوجروں نے دکن کی طرف بڑھنا شروع کیا اور وہاں جیسا کہ مذکور ہوا متعدد سلطنتیں قائم ہوئیں، اسی طرح انہوں نے شمال کا رُخ کیا اور دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔

جب منوجی نے اپنی مشہور کتاب "منوسمرتی" لکھی تو اس وقت... خاندانِ اہیر کی حکومت موجودہ سندھ کے علاقہ پر ملتان تک تھی۔ چنانچہ منوسمرتی میں اہیروں کا تذکرہ موجود ہے، کتاب مہابھارت میں بھی اہیروں کا تذکرہ ہے دونوں کتابوں کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خاندانِ اہیر کے لوگ جنگجو تھے اسی لئے مذکورہ کتابوں کے مصنفین نے انہیں جنگلی اور وحشی تحریر کیا ہے۔

خاندان اہیر یادو ونشی ہے اور اس خاندان نے اتنی ترقی کی کہ ہزارہا سال تک... انھوں نے مغربی ہند پر حکمرانی کی اور صدیوں واہلیک (موجودہ افغانستان) اور سمرکند (وسط ایشیا) تک ان کے ماتحت رہے، اس خاندان نے آئندہ

بعض علاقوں میں اپنا الگ قبیلہ قرار دے لیا مگر دوسرے تمام علاقوں میں یہ آجتک گوجروں کا ایک گوت (خاندان) شمار ہوتے ہیں۔

گوجروں کے اس خاندان کے ابتدائی راجاؤں کا حال نہ مل سکا البتہ مابعد زمانہ کے حالات آئندہ ابواب میں بیان کئے جائیں گے، یہاں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ صحیح اسناد سے یہ بات ثابت ہے کہ خاندانِ اہیر نے گجرات سے چل کر پہلے سندھ اور پھر وہاں سے شمال کیطرف فتوحات کا سلسلہ جاری کیا۔

یادو ونشی گھرانے کا سب سے پہلا اور قدیم گوت اہیر ہے، شمالی پنجاب، صوبہ سرحد اور ریاست سوات میں اس کا تلفظ ہیر ہے، دکن میں بھی لفظ ہیر ہی استعمال میں آتا ہے مگر یو۔پی اور پنجاب میں اسی لفظ کو اہیر بولا جاتا ہے۔

جب منوسمرتی تحریر کی گئی تو اس زمانہ میں موجودہ کراچی سے لے کر وسط ایشیا میں "مرو" تک کا علاقہ ہیرا ترا کہلاتا تھا جس کا دار الخلافہ گندھارا تھا، گندھارا کے پاس آج تک "ہیرا ترا" نام کا ایک شہر ہے جسے فارسی مورخوں نے ہیرات تحریر کیا اور اس کا یہی تلفظ ہے، اسی طرح گرجر اترا آج گجرات کہا جاتا ہے۔

(۶)

گجرات کے چند دیگر قدیمی خاندان

تاریخ جیجھال میں درج ہے کہ "بھومی چند کی اولاد ایک عرصہ تک ترکرت دیش میں راج کرتی رہی یہ علاقہ گجرات کا ٹھیاواڑ کا مشرقی حصہ ہے، ۲۴ ویں پشت میں اس خاندان میں راجہ سشرم چند ہوا جو مہابھارت کے زمانے میں کوروؤں کا مددگار رہا۔ یہ بڑا بہادر اور شوریر راجہ ہوا ہے۔ جب ابھمینو پسر ارجن کے مارنے کا مشورہ ہوا تو قرار پایا کہ ابھمینو کو تب مارا جا سکتا ہے جب ارجن میدان جنگ میں نہ ہو۔ اس وقت راجہ سشرم چند یا شوسرماں کو ارجن کے ساتھ یدھ کرنے کیلئے مقرر کیا گیا

جو ارجن کو دور فاصلہ پر میدانِ جنگ سے باہر لے گیا، آخر ارجن کے ہاتھ سے مارا گیا راجہ سشرم چند دریودھن کا بہنوئی تھا۔

کہتے ہیں کہ کانگڑہ کا قلعہ اسی راجہ کے وقت کا بنا ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہابھارت کے زمانہ میں یہ قوم ترگرت دیش سے آہستہ آہستہ کانگڑہ کی طرف آرہی تھی۔ راجہ سشرم چند کی ۲۰۴ پشت میں راجہ لچھمن چند ہوا جس کے دو بیٹے تھے بڑا پدم چند جو وارث گدی بنا اور دوسرا پورب چند جس کی اولاد جسوال راجپوت ہیں اور آجکل جسواں جسوال راجپوتوں کی ریاست ہے اور ریاست جموں میں رامکوٹ کی جاگیر بھی راجہ صاحب جسواں کے ماتحت ہے جو ریاست جموں کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔

راجہ پدم چند کی سولہویں پشت میں راجہ میگھ چند والئے کانگڑہ ہوا جس کے چار بیٹے تھے بڑے کا نام ہری چند تھا جس کے گلیریا راجپوت ہیں، دوسرے بیٹے کا نام کرم چند تھا جس کو بعدم موجودگی ہری چند کانگڑہ کی گدی ملی، تیسرے بیٹے کا نام پرتاپ چند تھا جس کی اولاد جیب راجپوت یعنے راجگان بھمبر ہوئے۔ چوتھے بیٹے کا نام پراگ چند تھا اس کی اولاد بہوریہ راجپوت ہیں جو ضلع ہوشیارپور تحصیل اونہ میں آباد ہیں۔

جب کانگڑہ کی گدی پر راجہ کرم چند کی اولاد قابض ہوگئی تو باقی بھائیوں کو علیحدہ علیحدہ ریاست قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا، اس لئے پرتاپ چند کا بیٹا نارائن چند معہ اپنے چار بیٹوں کے اپنے ملک سے نکل کر مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ ایک دستہ سپاہیوں کا بھی اس کے ساتھ تھا، وہ جموں کی پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ ریاست بھمبر میں داخل ہوا، اس وقت آدمیوں کی تعداد اس کے ساتھ بہت تھوڑی سی رہ گئی تھی اس لئے مسافروں کی طرح موضع منگلورہ میں، جو ریاست بھمبر میں ایک مشہور گاؤں تھا، ڈیرہ لگایا۔

راجہ نارائن چند کے بیٹے کا نام جیب چند تھا جس نے بعد میں ریاست بھمبر پر قبضہ کر لیا اس کی اولاد جیب راجپوت کہلائی جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہوگا

ملاحظہ ہو تاریخ چمبال صفحہ نمبر ۸ و ۹ از ٹھاکر مہجر سنگھ مطبوعہ ۱۸۸۳ء سنہ ۱۹۲۶ء

نوٹ :- مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ راجہ سشرم چند کی اولاد مہابھارت کے بعد گجرات سے آہستہ آہستہ کانگڑہ کی طرف آئی چنانچہ کانگڑہ جموں کشمیر، چمبال اور بھمبر کے راجپوت گوجروں سے الگ کوئی دوسری قوم نہیں ہو سکتی اس خاندان کا مفصل شجرہ نسب تاریخ چمبال میں درج ہے۔

اکبر بادشاہ کے زمانہ کے پیشتر کے تمام گوت گوجروں میں ہیں جو آج بھی کانگڑہ کی وادی اور چمبہ کی پہاڑیوں میں گائے بھینس چراتے ہیں اور بقایا پنجاب میں بہترین و اعلیٰ زمیندار ہیں یہ ان بہادروں کی اولاد ہیں جنہوں نے بیرونی قوموں کی طرف دستِ تعاون نہیں بڑھایا۔

نگرکوٹ کے راجہ دھرم چند وغیرہ نے مغلیہ دربار سے سند جاگیرداری حاصل کی اور آئندہ راجپوت کہلائے، گوجروں کے خاندان جیوال بنیال وغیرہ راجہ سشرم چند سے ہی تعلق رکھتے ہیں، اب زمانہ کے گلیریہ، جب، کٹوچ اور بھوریہ اکل نے خاندان کلہم دھرم چند کے ساتھ راجپوتی کے درجہ پر جا پڑے اور ... سب نے اکبر بادشاہ سے جاگیریں حاصل کیں چنانچہ اس سلسلہ کے یہ آخری چار گوت صرف راجپوت کہلاتے ہیں اور ان سے پہلے کے تمام گوت گوجروں میں ہیں اس خاندان کی قدیمی چند پشتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱:- راجہ سشرم چند	یہ راجہ چندر ونشی خاندان سے تعلق رکھتا تھا .... مہابھارت کی لڑائی میں کوروں کا طرفدار تھا و دوران جنگ کام آیا۔
۲:- راجہ سری پت چند	اس راجہ کی زندگی گجرات میں گزری
۳:- راجہ دیپ چند	" " "
۴:- راجہ مادھو چند	اس راجہ نے کوہ آبو کے پاس تعلقہ آباد کیا۔
۵:- راجہ پربت چند	" " "
۶:- راجہ مدنت چند	" "

۷:-	راجہ سودن چند	اس راجہ نے اپنے دور حکومت میں مغرب کی جانب مزید پیش قدمی کی۔
۸:-	راجہ پرسرام چند	اس راجہ نے اپنے نام پر پرسرور آباد کیا کہلاتا ہے۔
۹:-	راجہ جگدیش چند	اس راجہ سے کوہ آبو کا علاقہ نکل گیا
۱۰:-	راجہ بھگیرتھ چند	اس راجہ کا اقتدار پسرور سے چمبہ تک تھا
۱۱ -	راجہ کرم چند	برائے نام راجہ تھا۔
۱۲:-	راجہ تلوک چند	" " "
۱۳:-	راجہ دلوامک چند	" " "
۱۴:-	راجہ نارائن چند	اس راجہ نے قوت حاصل کی اور اپنے نام پر نارائن گڑھ آباد کیا۔
۱۵:-	راجہ کلیان چند	اس راجہ کے نام پر مشرقی پنجاب میں کئی مقامات کا نام کلیانہ ہے اس نام کے راجگان دوسرے خاندانوں میں بھی ہوئے ہیں اور کلیانہ میں مقامات بھی کئی ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ کون سا کلیانہ کس راجہ نے آباد کیا ہے۔
۱۶:-	راجہ سرنگار چند	اس راجہ نے اپنے نام پر سری نگر آباد کیا اور ایران کی حدود تک اپنے علاقہ کو وسعت دی۔
۱۷:-	راجہ ہری چند	اس راجہ کے نام پر افغانستان میں ایک دریا کا نام آج تک ہری رود ہے۔
۱۸:-	راجہ سنسار چند	یہ دونوں راجگان مندرجہ سلسلہ نمبر ۱۸ و ۱۹ مندرجہ صفحہ ہذا نگر کوٹ ٹہری رود کے درمیانی علاقہ پر حکمران رہے
۱۹ -	راجہ بھاگ چند	
۲۰.	راجہ کل چند	اس راجہ پر بنگال کے راجہ ہرناتھ نے حملہ کیا اور اس سے تمام علاقہ چھین لیا

۲۱:- راجہ بانڈھوچند	یہ راجہ برائے نام راجہ تھا۔
۲۲:- راجہ اگنی چند	صرف ایک مقامی سردار تھا۔
۲۳:- راجہ گورچند	نوٹ:- راجہ گورچند کا کوئی تعلق خاندانِ گور یا گورسی سے نہیں ہے۔ خاندانِ گورسی سورج ونشی ہے۔
۲۴:- راجہ بلبیرچند	یہ راجہ برائے نام راجہ تھا۔
۲۵:- راجہ سہل چند	مقامی سردار تھا
۲۶:- راجہ چاہڑچند	" "
۲۷:- راجہ سگرپوچند	" "
۲۸:- راجہ ہریت چند	" "
۲۹:- راجہ مہرام چند	" "
۳۰:- راجہ جے چند	" "

بجے چند — بیرچند

راجہ بیرچند کی اولاد کا گوت آئندہ بیریال ہوا "مختلف ادوار اور مختلف علاقائی زبانوں میں گزر کر آج کئی ہزار سال بعد اسی لفظ کے تلفظ بیریال، بین یال، بنسیال اور بانیال ہیں کشمیر میں ایک درہ کا نام "بانیال" اسی نام پر ہے بعض اسے بانیان بھی بولتے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ۵۰ ویں پشت میں راجہ پوپ چند ہوئے جنکی اولاد کا گوت جیسال ہوا۔ راجہ پوپ چند کا زمانہ نویں صدی عیسوی ہے دسویں صدی کے آخر اور گیارہویں صدی کے شروع میں جب غزنویوں کا حملہ ہوا تو بانیاں اور جیسوال نگرکوٹ اور پنجاب میں مقیم تھے اور تمام خاندان گوجر کہلاتے تھے۔ اب یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ لفظ راجپوت کا استعمال مسلم مورخوں نے کیا جو گیارہویں صدی عیسوی میں آئے عربوں نے بھی لفظ راجپوت استعمال نہیں کیا بلکہ لفظ جزر استعمال کیا ہے جو گجر لفظ کی عربی شکل ہے، ایک والی نگرکوٹ نویں صدی میں راجہ الکھان کا سالا تھا اور یہ ہمقوم تھے "راج ترنگنی" میں صاف طور سے راجہ الکھان گرجر لکھا ہے۔

باب پنجم

پورانک دور

(سنہ ۳۱۰۱ ق م تا سنہ ۵۰۰ ق م) پر ایک سرسری نظر

قبل اس کے کہ ہم اس باب کے متعلقہ مضامین کو ضبط تحریر میں لائیں ناظرین تاریخ کے لئے چند باتوں کی تشریح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس شرح سے ہمارا مقصد خودستائی نہیں ہے بلکہ ان کم تعلیم یافتہ لوگوں کی رہنمائی کرنا مقصود ہے جنکا علمی مطالعہ رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

آریوں کی مذہبی کتابیں

آریوں کے مذہبی عقائد کے لحاظ سے ویدانکی سب سے مقدس اور الہامی کتابیں ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ کتابیں ہمیشہ سے چلی آتی ہیں اور ہمیشہ قائم رہینگی اس لئے کہ اس فرقہ کا مسئلہ تناسخ پر پختہ اعتقاد ہے اور اسی جہت سے وید کبھی ان کے نزدیک باطل نہیں ہو سکتا۔ لیکن محققین و عالمین یورپ کا اس امر پر زیادہ تر متفقہ فیصلہ ہے کہ وید... سات یا تین ہزار سال قبل مسیح تحریر کئے گئے۔ کہاں تحریر کئے گئے۔ کس نے تحریر کیا اشلوک کی ترتیب کیسے اور کس نے دی ہم اس جزوی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے

.... بہرحال ان ویدوں میں رگ وید سب سے پرانا ہے وید تعداد میں چار ہیں (۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید (۴) اتھر وید..

ویدکی تفسیریں (برہمن گرنتھ) ہر چہار وید کی تفسیریں یا شرحیں الگ الگ تحریر کی گئی ہیں جن کا نام برہمن گرنتھ ہے تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ویدوں کی یہ تفاسیر (برہمن گرنتھ) ایک ہزار برس قبل مسیح تصنیف کی گئیں۔

۱:۔ رگ وید برہمن میں پجاریوں کے لئے اشلوک (منتر) کے تلفظ کا بیان ہے اور نوآموز کو اچھی طرح سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے نکتے بیان کئے گئے ہیں۔

۲:۔ سام وید برہمن میں اشلوک (یعنی منتروں) کو گاکر پڑھنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

۳:۔ یجر وید برہمن میں ان برہمنوں کے فرائض پر روشنی ڈالی گئی ہے جو یگیہ اور ہون کرتے ہیں۔

۴:۔ اتھرو وید برہمن میں وید منتروں کو شرح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اُپنیشد اپنشد کے معنی وید کے ہیں۔ آرین فلسفہ یا برہم ودیا (یعنی علم الہٰیات) کی سب سے پرانی کتابیں ہیں۔ ان میں خالق کل کی ہستی۔ روح انسانی۔ خدا اور روح انسانی کے باہمی تعلقات۔ مادہ۔ زندگی اور موت کے بعد کے متعلق فلسفیانہ اور عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ ان تمام اپنیشدوں کی تعداد تقریباً دوسو یا دوسو سے کچھ زائد ہے لیکن ان میں سے دس اپنیشدیں زیادہ معتبر ہیں۔ اپنشد کے بابت محققین کی آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات سو برس قبل مسیح لکھے گئے ہیں۔

شاستر شاستر یا ورشن دونوں ایک ہی چیز ہے یہ بھی آرین قوم کے فلسفہ کی کتاب ہے اس کتاب میں فلسفوں کو کھلے اور صاف طور پر بالترتیب سلجھانے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے ان ورشنوں (شاستروں) کی تعداد چھ ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) سانکھیہ شاستر (۲) یوگ شاستر (۳) نیاے شاستر (۴) وشیشک شاستر (۵) پورومیمانسا اور اترمیمانسا۔

۱:- **سانکھیہ شاستر** - اس شاستر کا مصنف کپل رشی تھا۔ اپنے وقت کا بہت مشہور و معروف مصنف گزرا ہے لیکن یہ اپنے زعم میں سِر سے ہی سے خدا کی ہستی کا منکر تھا اس کے خیال میں ہر ذی روح کیلئے مادہ اور روح ہی دو ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ سے چلی آئی ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گی۔ یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں اور دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور ان دونوں کے ملاپ اور علیحدگی ہی سے دنیا بنتی اور بگڑتی ہے۔ کپل مسئلہ تناسخ مسئلہ کرم اور ویدوں میں بھی اعتقاد رکھتا تھا اور نجات (مکتی) ہی اس کے نزدیک زندگی کی سب سے بڑی اور آخری مقصد تھی۔

۲:- **یوگ شاستر** - اس شاستر کے مصنف پتنجلی نے بھی مادہ اور روح کو غیر فانی تسلیم کیا ہے لیکن اس نے خدا کو بھی ہمیشہ رہنے والا اور مادہ و روح ان دونوں سے برتر مانا ہے پتنجلی بھی نجات یا مکتی ہی کو زندگی کا آخری اور اہم مقصد قرار دیتا ہے لیکن اس کا ذریعہ گیان دھیان یا خدا کی عبادت بتاتا ہے اس نے اپنے تصنیف شدہ اس شاستر میں وہ طریقے بھی بتائے ہیں جن سے روح (آتما) کا خدا یعنی پرماتما سے ملاپ ہو سکتا ہے۔

۳- **نیائے شاستر** - اس شاستر کا مصنف گوتم رشی تھا۔ ناظرین تاریخ ہذا سے مولف کی گذارش ہے کہ وہ گوتم رشی کو گوتم بدھ نہ تصور کریں اس لئے کہ گوتم بدھ اور گوتم رشی علیحدہ علیحدہ دو شخصیتیں ہیں۔ بہر حال یہ شاستر ہندوؤں کے علم منطق کا خزانہ ہے۔ گوتم بھی خدا کی ہستی کا قائل تھا نیز مسئلہ تناسخ، کرم، مکتی اور ویدوں پر اعتقاد رکھتا تھا۔ گوتم رشی کے زمانہ میں پشکر میں گوجروں کا اینچی خاندان عروج پر تھا۔

۴:- **ویشیشک شاستر** - اس شاستر کا مصنف کناد تھا۔ یہ بھی وجود ذات باری تعالیٰ کا منکر تھا اس کے خیال میں دنیا چھوٹے چھوٹے ذرّوں کا مجموعہ ہے اور یہ ذرّے غیر فانی ہیں یہ باہمی خود بخود ملتے ہیں اور اس طرح کے ملاپ سے خاکی ذرات سے زمین اور آبی ذرات سے سمندر بن جاتے ہیں۔

۵:- **پورومیمانسا** - اس شاستر کا مصنف جیمنی رشی تھا۔ اس میں یہ بات ثابت کیا گیا ہے کہ علاوہ ویدوں کے اور کوئی دوسری الہامی کتابیں نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ کرم کانڈ (یگیہ) وغیرہ رسومات پر بھی کافی بحث کرتے ہوئے یہ سمجھایا گیا ہے کہ نجات

پانے کے لئے ان رسومات کی ادائیگی انسان کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔
۶۔ **اُتر میمانسا یا ویدانت** ۔ اس شاستر کا مصنّف ویاس رشی تھا جو فرقہ اہل ہنود کے نزدیک اپنے وقت کا بہت بڑا عالم تھا چنانچہ اس کی قابلیت کا اندازہ صرف اسی وجہ سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ شاستر سب درشنوں کا سرتاج مانا گیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمام دنیا میں سوائے خدا کے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ ایک خدا ساری دنیا کا سرچشمہ ہے۔ وہی ایک حقیقت ہے۔ سب کچھ اسی نے پیدا کیا ہے۔
۷۔ **کھٹ شاستر** ۔ اس شاستر کا مصنّف سورج ونشی خاندان کا ایک عالم فاضل راجہ کھٹ رائے تھا۔ اس نے ایک نیا فلسفہ پیش کیا۔ یہ تصنیف آج تک کھٹ شاستر کہلاتی ہے جو اہل ہنود کے عقیدے کے لحاظ سے ایک بہترین کتاب ہے۔ اس شاستر کا فلسفہ پنجاب اور افغانستان میں رائج ہوا۔ دسویں صدی کا راجہ جے پال والئے کابل اسی راجہ کی اولاد میں تھا جو اب اس کے نام کی مناسبت کے لحاظ سے کھٹانہ کہلاتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ریاست سمتھر اور ریاست سوات کے شاہی خاندان اسی گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔
۸۔ **پُران** ۔ پُران کے لفظی معنی پرانا ہے۔ یہ ہندوؤں کی قدیم کتابیں ہیں۔ ان میں دنیا کا آغاز۔ دیوتاؤں کے کارنامے۔ پُرانے خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب۔ تاریخی۔۔ واقعات اور ہندو مذہب کے متعلق ہدایات درج ہیں۔ پُران تعداد میں اٹھارہ ہیں انگریز عالموں کی رائے ہے کہ اپنی موجودہ شکل میں یہ پُران گپت عہد میں تحریر و تصنیف کئے گئے ہیں۔ ان اٹھارہ پرانوں میں بھاگوت پران، وشنو پران اور وایو پران بہت مشہور ہیں۔ بھاگوت پران میں سری کرشن کی ابتدائی زندگی کا حال درج ہے یہ سب پُران قدیم ہندو تاریخ کے بڑے بھاری ماخذ ہیں اور ان پُرانوں میں کثرت کے ساتھ دنیا کو قدیم الایام کھشتری قوم دگرجر) سے اچھی طرح سے روشناس کرایا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آریہ ورت کی یہ قوم دوسری قوموں سے کہیں۔۔ پرانی ہے اور اس سے پہلے آریہ ورت کے اندر کسی دوسری قوم کا پتہ نہیں چلتا چنانچہ گرجر اگر اپنے کو آریہ ورت کا سپوت کہیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

وجہ تسمیہ پورانک دور

جنگ مہابھارت ۳۱۰۱ ق م اور ۵۰۰ ق م کے طویل عرصہ میں پُران تحریر کئے گئے ہیں۔ پُرانوں کی کل تعداد اٹھارہ ہے۔ ان پُرانوں میں مختلف قسم کے خیالات و اعتقادات درج ہیں۔ ان پُرانوں نے آریوں میں مختلف مذاہب کو فروغ دیا۔ اسی لئے یہ پورانک دور کہلاتا ہے۔ پورانک دور میں قدیم ویدک مذہب پسِ پشت ڈال دیا گیا، قدیمی بزرگوں کی سوانح حیات سماج دشمن عناصر نے اپنے مطلب کی طرف اس طور سے تحریر کیں تاکہ ہر بُرائی کا جواز عوام کے سامنے پیش کر کے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ یوں تو اس زمانہ میں سینکڑوں مذہبی فرقے نمودار ہوئے مگر ان میں سب سے قدیم "جین فرقہ" ہے اس مذہب کا تمام تر فلسفہ رحمدلی اور عدم تشدد پر مبنی تھا، جینیوں کے پیشوا تیرتھنکر کہلاتے ہیں۔

تیرتھنکر

تیرتھنکروں کی تعداد چوبیس ہے جن کے نام حسب ذیل ہیں جو بعد تحقیق ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔

نمبر شمار	نام	کوائف
۱	رشبھ دیو	رشبھ دیو ایک مبلغ صوفی تھا جو لوگوں کو رحمدلی، عفو اور عبادت کی طرف بلاتا تھا۔
۲	اجت ناتھ	
۳	شمبھو ناتھ	
۴	ابھے نند	
۵	سومتی ناتھ	
۶	پدم پربھ	
۷	پارس ناتھ	پارس ناتھ کی بابت مشہور ہے کہ وہ دھن دولت کا معجزہ رکھتا تھا اور لوگوں کو مال و دولت جمع کرنے سے منع کرتا تھا کہ یہ گناہ کی جڑ ہے۔

نمبر	نام	کوائف
۸	چندر پربھا	
۹	سوودھی ناتھ	
۱۰	شیتل ناتھ	
۱۱	شری یانس ناتھ	
۱۲	واسو پوجیہ سوامی	
۱۳	وِمل ناتھ	
۱۴	اننت ناتھ	
۱۵	دھرم ناتھ	
۱۶	شانتی ناتھ	شانتی ناتھ کا اصل نام کچھ اور تھا مگر یہ اہنسا یعنے عدم تشدد کا حامی تھا اس لئے اسے شانتی ناتھ کہا جاتا ہے۔
۱۷	کنتھو ناتھ	
۱۸	امر ناتھ	
۱۹	مِلّی ناتھ	
۲۰	منی سوورت	
۲۱	نمی ناتھ	
۲۲	نیمی ناتھ	
۲۳	پرشو ناتھ	۹۲۹ ق-م تا ۸۲۹ ق-م تک زندہ رہا یعنے ایکسو سال کی عمر پائی
۲۴	مہابیر سوامی	عمر ۷۲ سال یعنے ۵۹۹ ق-م تا ۵۲۷ ق زندہ رہا اور اپنے مذہب کی اطراف عالم میں تبلیغ کرتا رہا۔

اس مذہب کا آخری پیشوا مہابیر سوامی تھے جو حضرت عیسیٰؑ سے چھ سو سال قبل پیدا ہوئے تھے، ان سے پہلے پیشوا پارشوناتھ کا زمانہ نویں، دسویں صدی قبل مسیح ہے۔ بقایا بائیس ۲۲ پیشواؤں کا زمانہ مستند طور سے قائم نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ جینیوں نے اعتقادات کے پردے ڈال کر نا قابل قیاس حد تک درمیانی فاصلوں اور عمروں کو طویل کر دیا ہے۔ اگر بقایا بائیس ۲۲ کی عمر معہ درمیانی فاصلہ سو سو سال مان لی جائے تو... رتبھ دیو کا زمانہ جنگ مہابھارت کے فوراً بعد ٹھہرتا ہے اور یہی قابل یقین ہے۔

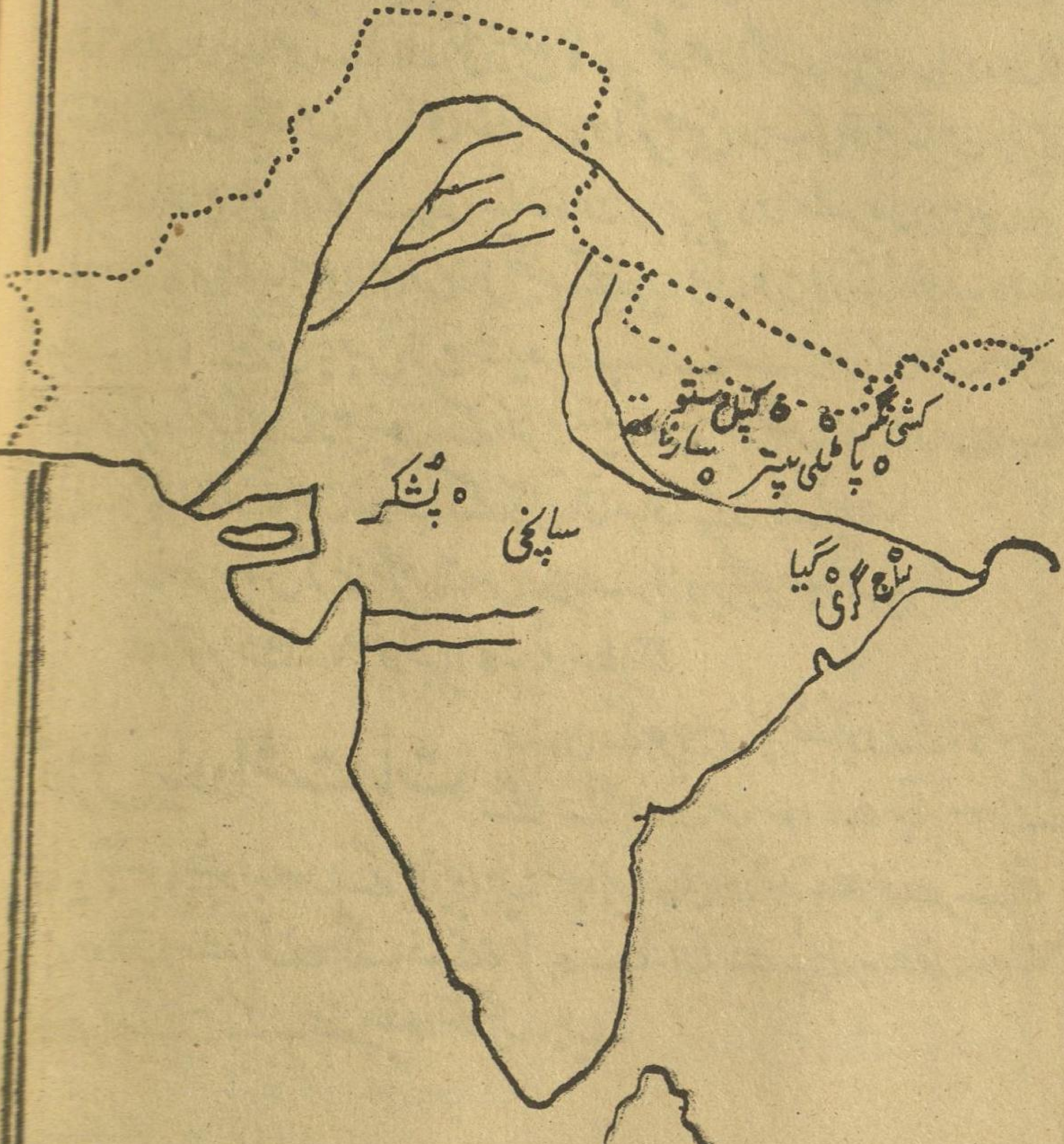
جینیوں کی مذہبی کتابیں رتن سار، وویک سار، تتگ سار، شرادھ دن کرتیہ کلپ بھاشیہ وغیرہ ہیں۔ گو مہابیر سوامی صوبہ بہار میں ایک کھشتری خاندان میں بمقام ویسالی پیدا ہوئے اور انکی تبلیغ کا زور مگدھ (اڑیسہ) میں رہا اور ان کا انتقال بھی ضلع پٹنہ میں پاوا نامی مقام میں ہوا مگر جین مذہب کی قدیم کتابیں (مذہبی) گجراتی زبان میں ہیں اور گوجروں کے خاندان (۱) بیچی (۲) شریمال (۳) پوروار یا پوسوال کو آج تک جینی اسی طرح قابل تعظیم سمجھتے ہیں جس طرح پورانک مذہب والے برہمنوں کو مانتے ہیں یا جس طرح شیعہ مذہب والے سیدوں کو واجب التعظیم خیال کرتے ہیں کیوں کہ جینیوں کے اکثر مبلغین و رہبر انہیں خاندانوں سے ہوئے ہیں۔ بیچی خاندان تو جین مذہب کے اوّل بانی مبانی سمجھے جاتے ہیں۔

ملاحظہ ہو جین گرنتھ، گرجر اتہاس پہلا باب و نیز ویر گوجر مطبوعہ میرٹھ ماہ اکتوبر ۱۹۵۸ء صفحہ نمبر ۱۱ کالم ۲ سطر ۲۲

قابل یادداشت بات جینیوں کے جو چوبیس تیرتھنکروں کے نام تحریر کئے گئے ہیں ان میں سوائے مہابیر سوامی کے بقایا تئیس پیشوا بدھوں کے بھی یہی ہیں، مہابیر سوامی اور گوتم بدھ ہمعصر تھے ان دونوں سے آئندہ الگ فرقے قائم ہوئے۔ ان سے پہلے یہ دونوں مذہب ایک تھے اور ان کے سابقہ پیشوا مشترک ہیں۔

~~★~~

جین اور بدھ مذاہب کے مشہور مقامات



خاندانِ شاکیہ

ساتویں صدی عیسوی قبل مسیح کا خاندانِ شاکیہ وہی قدیم زمانہ کا خاندان تکشک ہے جس کی لڑائی راجہ جنمے جتی سے جنگ مہابھارت میں بیان کی گئی ہے۔ خاندانِ تک یا شک، شاکیہ یا تکشک ایک ہی خاندان ہے، مختلف علاقوں میں اس لفظ کے مختلف تلفظ ہیں اور یہ خاندان آج تک گوجروں میں موجود ہے اور کھشتریوں کے شاہی خاندان کی فہرست میں اس خاندان کا نام آتا ہے کرنل ٹاڈ مورخ نے بھی تک اور تکشک کو ایک ہی مانا ہے۔

راجہ شدھودھن

ساتویں صدی قبل مسیح میں صوبہ بہار میں ایک ریاست کا نام کپل وستو تھا جہاں شاکیہ (شک) خاندان کا ایک راجہ شدھودھن حکومت کرتا تھا۔ کپل وستو کی ریاست صوبۂ بہار کا شمالی حصہ تھی۔ جو نیپال کی ترائی میں واقع ہے۔ راجہ شدھودھن کے یہاں ۶۲۳ سنہ ق م میں بمقام لمبنی ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام گوتم رکھا گیا۔

گوتم یا سدھارتھ یا بودھ

گوتم بچپن سے شستہ خیالات کا حامل تھا گو اس کی پرورش محل میں شاہانہ طور سے ہوئی مگر وہ دنیا کے دکھی اور غریب عوام کو دیکھ کر راتوں کو سو نہ سکتا تھا اٹھارہ سال کی عمر تک اس نے محل میں اسی سوچ وچار میں زندگی گذاری اس کے فلسفیانہ خیالات کی وجہ سے لوگ اسے سدھارتھ کہنے لگے۔ اس کی شادی بھی جلدی کردی گئی اور ان کے یہاں لڑکا بنام راہُل بھی پیدا ہو گیا مگر سدھارتھ نے ایک روز رات کو گھر بار چھوڑ دیا اور شہر گیا کے پاس ایک برڑ کے درخت کے نیچے عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے، اسی جگہ خدا نے انہیں اپنا جلوہ دکھایا اور ان کا دل نور سے منور ہوا۔ آئندہ سدھارتھ دنیا میں گوتم بدھ دمنوتی کے نام سے مشہور ہوئے انھوں نے تبلیغ جاری رکھی اور ان کا مذہب تمام شمالی آریہ ورت میں افغانستان

تک پہنچ گیا اسّی سال کی عمر میں آپ نے ضلع گورکھپور میں مقام انتقال کیا۔ شہر گیا کے پاس آجتک وہ برگد موجود ہے جہاں گوتم بدھ نے خدا کا جلوہ ملاحظہ کیا تھا۔

رائے ہل

کپل وستو کے تخت پر نہ تو گوتم بدھ نے زندگی بھر قدم رکھا اور نہ ہی ان کے بیٹے.. رائے ہل نے تخت و تاج کی طرف توجہ دی بلکہ تمام عمر تبلیغ میں گذاری۔ بدھ مذہب کا زور بقایا ہند میں صرف چند صدیوں بعد کم ہو گیا البتہ دریائے سندھ کے مغرب میں بحرچین (وسط ایشیا تک) اس مذہب کا زور طلوع اسلام تک اور تیرھویں صدی عیسوی تک موجودہ ریاست سوات اور سابقہ افغانستان بدھ مذہب کے سب سے بڑے تبلیغی مراکز تھے افغانستان میں آجتک گوتم بدھ انکی زوجہ یشودھرا اور ان کے بیٹے رائے ہل کے بلند قامت مجسمے موجود ہیں جو ایک پہاڑی چٹان میں کندہ ہیں۔ افغانستان کے ایک دریا کا نام آج تک رائے ہل کے نام پر "ہلمند" ہے۔

گوتم بدھ کی تعلیم کو آج تک مختلف مذاہب کے لوگ بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں.. گوتم بدھ کی تعلیم کا اختصار مندرجہ ذیل آٹھ اصولوں پر مبنی ہے۔

(۱) درست گیان (علم و عبادت) (۲) درست ارادہ (۳) درست گفتگو (۴) درست چال چلن (۵) درست زندگی (۶) درست کوشش (۷) درست غور اور (۸) درست راحت۔

گوتم بدھ کی تعلیم نہایت سادہ تھی جس کا لب لباب یہ ہے کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے نفسانی خواہشات کے پیچھے دوسروں کو تکلیف نہ دو وغیرہ وغیرہ..

باب ششم

گوجروں کا تاریخ میں دوسری مرتبہ عروج

سنہ ۱۰۰۰ ق م تا سنہ ۱۸۵ ق م

(۱)

خاندانِ چاہمان (چوہان)

ہندوستان میں نئے نئے مذاہب وام مارگی، چولی مارگی، بیچ مارگی اور گوسائیں وغیرہ فرقوں نے قدیم ضابطۂ حیات کو بدل کر رکھ دیا، تمام ملک میں کئی سو سال تک افراتفری رہی، ہر جگہ مقامی راجگان نمودار ہوئے، مگدھ اور بہار، یوپی اور پنجاب میں شودر اور برہمن مشترکہ حکومت کرنے لگے جنہوں نے گوجروں کی ترقی کو روک دیا راجہ چاہمیا اول کی اولاد چاچا رائے، بھون تپی رائے، اسورن رائے، کرشن رائے.... چترمکٹ رائے، وجے رائے، گووند رائے، ہردت رائے، گوپال رائے، وکرم رائے گولکنڈہ میں باتو یہ مقامی راجہ ہوئے ان میں سے انہل رائے سب سے مشہور راجہ ہوا اس نے نئے فرقوں کو خلاف قانون قرار دے دیا اس کی حکومت کوہ آبو تک تھی اسی راجہ نے مکاوتی نگر آباد کیا...... وکرم رائے کا لڑکا اشب اچھت رائے دکن سے شمال کی.. طرف چل پڑا۔

اشب اچھت رائے

راجہ چاہمیا کے بعد اس کی اولاد میں اشب اچھت رائے سب سے مشہور راجہ ہوا جو وسطِ ہند کو فتح کرکے براستہ گوالیار تھانیسر تک پہنچا، ضلع میرٹھ میں اچھت پور

نام کی بستی اسی راجہ کی آباد کردہ ہے اسی کے زمانہ میں سیالکوٹ کے راجہ .....
شالیواہن نے اجین کے پنواروں پر حملہ کیا اور دریائے جمنا سے پرشپوری (پشاور)
تک راجہ شالیواہن کا اقتدار ہو گیا۔

راجہ اشب اچھت رائے شمالی ہند سے واپسی پر دریائے نربدا کے کنارے
واقع مکاوتی نگر کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور شمالی ہند کی فتح آئندہ عارضی و وقتی ہی
ثابت ہوئی جیسا کہ مذکور ہوگا۔ شمالی ہند پر خاندانِ کشان اور ناگرمی نے قبضہ جما لیا
خاندانِ چاہمان کے راجگان آئندہ چار سو سال تک مکاوتی نگر میں حکمراں رہے۔

چوہانوں کے آثار قدیمہ

خاندانِ چاہمان (چوہان) کے راجگان کو تعمیرات کا بے حد شوق تھا انہوں نے
گولکنڈہ کے پہاڑوں میں مناور اور خانقاہیں بنوائیں۔ ہنم کنڈہ اور دیول ہزار ستون
تعمیر کرایا، بیگن دل کے مقام پر ایک مضبوط قلعہ ان کی یادگار ہے۔ کیرل (موجودہ
کیرالہ) میں کلیانی کے مقام پر۔ مناور، درسگاہیں اور سرائے وغیرہ تعمیر کرائیں جہاں
دور، دور سے لوگ آ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔

راجگانِ اجین

(۲) خاندانِ پرمار

تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح گوجروں کا ایک مشہور خاندان اجین میں
حکومت کرتا تھا اس خاندان میں علوم و فنون کی ترقی نے انہیں قیامت تک کے لئے زندہ
جاوید کر دیا۔ ان کی تحریر کردہ کتابوں سے ان کے صحیح مستند سنین کا پتہ چلتا ہے
اجین میں سب سے پہلا راجہ جس کا نام قدیم تاریخوں میں ملتا ہے وہ مکوماہن جی

تھا اس کے بعد راجہ مالواہن جی کا نام ملتا ہے جس نے گیارہویں صدی عیسوی... قبل مسیح میں اُجین کے گرد و نواح کے علاقہ کا نام مالوہ رکھا مالواہن جی کی اولاد میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے

راجہ مہاراج دھن جی

راجہ دھن جی نے اونتیکا (اُجین) کے علاقہ میں علوم و فنون کے دریا جاری کر دیئے راجہ بذات خود عالم و فاضل تھا، اس کے زمانہ میں درس و تدریس کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ تاریخ میں اُجین ویدک مذہب کا مرکز سمجھا جانے لگا۔

راجہ دھن جی کے زمانہ میں علم طب، علم سائنس و نیز علم نجوم وغیرہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، اس کے دربار میں "سوس رتا" نام کا ایک بہت بڑا اور مشہور جراح تھا جس نے عمل جراحی (آپریشن) پر ایک ضخیم کتاب لکھی۔

حکیم "سوس رتا" ناک کے آپریشن کا ماہر تھا وہ کٹی ہوئی ناک یا خراب شدہ ناک کو الگ کر کے پیشانی کی کھال کے ٹکڑوں سے نئی ناک بنا کر اس خوبصورتی سے چسپاں کرتا تھا، کہ نئی ناک کے اصل ہونے میں شک و شبہ نہ ہوتا تھا

(۱)

نمبر شمار	اسمائے گرامی	مدت سلطنت	زمانہ سلطنت	کوائف
۱	راجہ دھن جی	۱۰۰ سال	سنہ ۹۲۷ء ق م تا سنہ ۸۲۷ء ق م	اس نے اپنی سلطنت میں ویدک مذہب کو رواج دیا اور دیگر فرقوں کو خلاف قانون قرار دیا۔
۲	راجہ چندر جیت	۸۶ سال ۷ ماہ تین دن	سنہ ۸۲۷ء ق م تا سنہ ۷۴۰ء ق م	
۳	راجہ سالباہن	۱ سال	سنہ ۷۴۰ء ق م تا سنہ ۷۳۹ء ق م	
۴	راجہ نرباہن	کچھ کم ۱۰۰ سال	سنہ ۷۳۹ء ق م تا سنہ ۶۳۹ء ق م	
۵	راجہ تپراج	۱۰۰ سال	سنہ ۶۳۹ء ق م تا سنہ ۵۳۹ء ق م	

مندرجہ بالا پانچ راجگان نے پشت در پشت تین سو ستاسی سال سات ماہ تین روز حکمرانی کی۔ ہیتراج کے بعد اس کے ایک رشتہ دار آدت پنوار کو تخت سلطنت پر قدم رنجہ فرمانے کا موقعہ ملا چنانچہ اس نئی شاخ میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے۔

خاندان پرمار کی دوسری شاخ

اس خاندان کی دوسری شاخ کے راجگان کی مختصر تفصیل دینے سے پہلے یہ زیادہ مناسب ہے کہ اس شاخ کے مشہور راجگان کے مختصر حالات تحریر کئے جائیں اس کے بعد تفصیل راجگان مع انکی مدت سلطنت وغیرہ تحریر کی جائے۔

راجہ سدھر و سنگھ

راجہ سدھر و سنگھ نے اشوک کی وفات کے بعد مختلف مذاہب کے علماء کا..... اُجین میں مناظرہ کرایا، ویدک مذہب کے ایک مناظر (بعض مورخوں کے نزدیک شنکر اچاریہ) نے بدھ مذہب و جین مذہب کے علماء کو شکست دی، پنواروں کا مذہب ویدک قرار پایا، راجہ سدھر و سنگھ نے سلطنت میں دیگر مذاہب کو سرکاری امداد دینا بند کر دی۔

راجہ گندھرپ

راجہ گندھرپ اُجین کے راجگان میں زبردست عالم و فاضل تھا اسے سنسکرت زبان، اخلاقیات اور روحانیات پر عبور حاصل تھا، اس نے مالوہ میں علوم و فنون کے دریا جاری کر دیئے۔ تمام مذاہب کو یکساں آزادی دی، راجہ بذات خود ایک الگ فلسفہ کا مالک تھا جو تمام مذاہب کو محیط کرتا تھا۔

راجہ گندھرپ تمام مذاہب کی کتابوں میں قیامت تک کیلئے اپنا نام روشن کر گیا اور اسے آریہ ورت کے تمام مذاہب "دیوتا" خیال کرتے ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی	مدت سلطنت	زمانۂ سلطنت	کوائف
۱۔	آدت پنوار	۸۶ سال	۵۳۹ قم تا ۵۳ قم	

نمبر	اسمائے گرامی	مدت سلطنت	زمانہ سلطنت	کوائف
۲	برمہراج یا برہم راج	۹۱ سال	سنہ ۴۵۳ ق م تا سنہ ۳۶۲ ق م	
۳	آدت مہر	۹۰ "	سنہ ۳۶۲ ق م تا سنہ ۲۷۲ ق م	
۴	سدھرونگہ	۸۰ "	سنہ ۲۷۲ ق م تا سنہ ۱۹۲ ق م	
۵	ہمبرتھ	۱۰۰ "	سنہ ۱۹۲ ق م تا سنہ ۹۲ ق م	
۶	گندھرپ	۳۵ "	سنہ ۹۲ ق م تا سنہ ۵۷ ق م	پیشاور تا نربدا کے علاقہ کا راجہ تھا
۷	بکرماجیت	۱۰۰ "	سنہ ۵۷ ق م تا سنہ ۴۳ ء	

مہاراجہ بکرماجیت

مہاراجہ بکرماجیت علوم و فنون کا سمندر تھا، اس نے ایکسو ترپن (۱۵۳) کتابیں مختلف علوم پر تصنیف کیں، اس کے دربار میں مختلف علوم و فنون کے ماہرین موجود تھے جن کو "رتن" کہا جاتا تھا۔

مہاراجہ بکرماجیت کی بابت مشہور ہے کہ وہ علم نجوم و جیوتش کا ماہر تھا۔ خدا نے اسے معجزنما عقل عطا کی تھی۔ اس کی حکومت میں ہونے والے ہر حادثہ اور واقعہ کا علم اسے آناً فاناً ہو جاتا تھا اسی لئے اسے "غیب داں" سمجھا جاتا ہے۔ اس کی "غیب دانی" اور انصاف کے واقعات سے قدیم تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ مہاراجہ بکرماجیت علم طب، علم فلسفہ اور علوم مذاہب کا بھی زبردست عالم تھا وہ خدا کی قدرت (NATURE) کا قائل تھا مگر عالم کے کاروبار میں انسان کو خود مختار سمجھتا تھا۔ اس کا اعتقاد تھا کہ دنیا میں ہر بھلائی اور بُرائی کا ذمہ دار انسان خود ہے۔ قدرتی وسائل... انسان کے مددگار بھی بن سکتے ہیں اور مخالف بھی بن سکتے ہیں، لہذا بہتر انسان وہ ہے جو قدرت کے وسائل سے انسانیت کی خدمت کرے۔ آخری عمر میں اس مہاراجہ کی موت سیالکوٹ کے راجہ شالیواہن یادو ونشی کے ہاتھوں ہوئی جس نے اجین کو فتح کیا مگر دریائے نربدا پار کرتے وقت خود بھی ہلاک ہوا۔ مہاراجہ بکرماجیت کا راج

کردہ سن سمبت بکرمی کے نام سے مشہور ہے جو ۵۷ ق م میں شروع ہوا۔ علاوہ ازیں چیت، بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ، ساون وغیرہ بارہ مہینوں کے نام راجہ بکرماجیت کی یادگار ہیں۔ مہاراجہ بکرماجیت کے نورتنوں میں سے ایک رتن کالیداس تھے۔

کالیداس شروع ایام میں ایک چرواہا تھا۔ مگر اس زمانہ میں تعلیم کی اس قدر آسانیاں عوام کو تھیں کہ یہی چرواہا سنسکرت زبان کا زبردست عالم ہوا اس نے ایک ناٹک "شکنتلا" نام سے لکھا جو آج بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ کالیداس نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ کالیداس کو آریہ ورت کی موجودہ تاریخ میں "انڈین شیکسپیر" کہا جاتا ہے اس کی دیگر تصانیف وکرم موورشی، میگھ دوت، رگھو ونش کمار سمبھو وغیرہ ہیں۔

مہاراجہ بکرماجیت نے اندرپرستھ (موجودہ دلی) کو بھی راجہ مہاپال سے لے کر اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ کشمیر بھی اس سلطنت میں شامل کیا گیا۔ اجین کی حکومت کے مشرق اندرپرستھ (دلی) سے شروع ہو کر کشمیر و سندھ کے علاقہ تک تھی۔ مگر راجہ شالیواہن سیالکوٹ کے حملے نے اس عظیم سلطنت کو پاش پاش کر دیا اور بکرماجیت کی اولاد صرف مالوہ کی حاکم رہ گئی۔

خاندانِ پرمار شاخ کشمیر

راجہ پرتاآدتیہ

۳۷۵ ق م تا ۳۴۳ ق م

چوتھی صدی قبل مسیح میں کشمیر میں خاندانِ پرمار کی حکومت کا تذکرہ تاریخوں میں ملتا ہے پرمار خاندان کی ایک شاخ "کشیپ" اس بات کی دعویدار ہے کہ گجرات سے فتوحات کرتے ہوئے سب سے پہلے پرمار (دیوار) کشمیر میں آئے اور یہاں علوم و فنون کو ترقی دی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ کشپ رشی اس خاندان کا جدِ امجد ہے جو چندر ونشی کھشتری خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ بہرحال کشمیر کے پرمار نہایت قدیم زمانہ میں رشی منی ہوئے ہیں اور ان کی مشہور سلطنت جو خالص کھشتری گرجر قومیت پر مبنی تھی وہ چوتھی صدی قبل مسیح میں بھی نمودار ہوئی جس کا پہلا راجہ پرتاآدتیہ تھا

جس نے اپنے قوتِ بازو سے وزارت سے بادشاہت کا مرتبہ حاصل کیا۔

راجہ جلوک

۳۴۳ء قم تا ۳۱۱ء قم

راجہ جلوک سابقہ راجہ پرتا آدتیہ کا بیٹا تھا۔ اس کے زمانہ میں موجودہ کشمیر۔ سوات، چترال وغیرہ کے علاقے کشمیر میں شمار ہوتے تھے۔ آخر بتیس (۳۲) سال حکمرانی کر کے اس کا انتقال ہوا۔ اس کے زمانہ میں پنجاب پر سکندر اعظم کا حملہ ہوا جہلم کے اطراف میں اس خاندان کے ایک دوسرے راجہ کی حکمرانی تھی جو خاندانِ پوار سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ہی پورس کہلایا ورنہ اس کا اصلی نام کچھ اور تھا۔

راجہ بنجیر (یا نجینہ)

۳۱۱ء قم تا ۲۷۵ء قم

راجہ جلوک کے بعد اس کا بیٹا بنجیر یا نجینہ تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانہ کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ کشمیر میں شدید برف باری ہوئی اور قحط پڑا جس سے خلائق عالم تباہ اور برباد ہوئی۔

راجہ بجے رائے

۲۷۵ء قم تا ۲۶۷ء قم

راجہ بجے رائے کے زمانہ میں کشان خاندان کے گوجروں نے کشمیر کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ کشمیر میں ناکامیاب رہے اور انہوں نے کشمیر کی مغربی حدود علاقہ واہلیک اور گندھار میں اپنی حکومت کو عروج دیا۔ راجہ بجے رائے نے صرف آٹھ سال حکومت کی۔

راجہ جلیندر ۔!

سنہ ۲۶۷ ق م سنہ ۲۳۰ ق م

راجہ بیجے رائے کے تین فرزند تھے۔ حکمرانی کا حق بڑے لڑکے جلیندر کو ملا۔ راجہ جلیندر نے موریہ خاندان کے راجاؤں سے متعدد لڑائیاں لڑیں گر وہ سوائے کشمیر کی وادی کے اپنے سابقہ علاقے فتح نہ کرسکا۔ اس کی مدت سلطنت.... سینتیس ۳۷ سال تھی (اس کی اولاد کا گوت جلیندر ہی ہے)

راجہ ہری راج ۔!

سنہ ۲۳۰ ق م تا سنہ ۱۸۳ ق م

راجہ ہری راج نے اپنے آخری دو سالوں میں شمالی پنجاب سوات اور گندھار کو فتح کیا علاقہ گندھار (موجودہ افغانستان) کے ایک دریا کا نام آج تک اسی راجہ کے نام پر ہری رود ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ راجہ ہری راج دراصل راجہ جلیند کا عاقل وزیر تھا اور خاندان کشان سے تعلق رکھتا تھا جس کو راجہ نے درباریوں کی شکایت کی بناء پر پھانسی کی سزا دی تھی مگر جلادوں نے اسے جنگل میں لے جاکر چھوڑ دیا تھا۔ راجہ جلیندر کے مرنے کے بعد اس نے تخت سلطنت پر قبضہ کیا مگر آخری عمر میں تارک الدنیا ہوکر اپنے برہمن وزیر میگھ واہن کو حکومت سونپ دی اور بقایا عمر عبادت الہٰی میں بسر کی اس طرح یہ حکومت گوجروں سے برہمنوں میں منتقل ہوگئی۔

*

خاندانِ راٹھی (چلوکیہ)

موریہ خاندان کے زمانے میں یعنی چوتھی صدی قبل مسیح برار (دکن) کے علاقے میں ایک اور خاندانِ گرجر کا پتہ چلتا ہے جس میں مندرجہ ذیل راجگان تھے ہیں

نمبر	اسمائے گرامی	زمانۂ سلطنت
۱	راجہ سہج	۳۲۰ سنہ ق م تا ۲۹۵ سنہ ق م
۲	راجہ ویری تنگ	۲۹۵ سنہ ق م تا ۲۷۰ سنہ ق م
۳	راجہ ہری شت	۲۷۰ سنہ ق م تا ۲۴۵ سنہ ق م
۴	راجہ اجت سمہ	۲۴۵ سنہ ق م تا ۲۲۰ سنہ ق م
۵	راجہ ہری سکھ	۲۲۰ سنہ ق م تا ۱۹۵ سنہ ق م

راجہ ہری سکھ مہاراجہ اشوک کا ہمعصر تھا مہاراجہ اشوک نے ۱۹۷ سنہ ق م میں جب دکن میں فوجکشی کی تو یہ خاندان بطور ساونت (باجگزار) ہوگیا۔ مندرجہ بالا راجاؤں کے نام راٹھی خاندان کے شجرہ نویس سے حاصل کرکے لکھے گئے ہیں اور ہر راجہ کی پچیس سال مدّتِ سلطنت قیاساً لکھی گئی ہے، لیکن اس بات کے مستند ثبوت ہیں کہ مہاراجہ اشوک کے زمانے میں برار (دکن) میں راٹھک راجگان حکومت کرتے تھے۔

شاید یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ لفظ "راٹھک" راٹھی کی صفت نسبتی ہے۔ جیسے دھرم (مذہب) سے لفظ دھرمک (مذہبی) ہے۔ وید سے ویدک علیٰ ہذا القیاس۔

اشوک کے زمانہ میں راٹھی خاندان کے اسناد کے لئے ملاحظہ ہو۔ تاریخ "راشٹرکوٹس اینڈ ویرٹائمز ازمسٹر اے۔ ایس۔ التکار و نیز "گلوری ویٹ" از گرجر دلیش صفحہ نمبر ۸۰ از جناب مے۔ ایم منشی صاحب۔

راٹھی گوجروں کا گوت ہے۔ ملاحظہ ہو "شاہانِ گوجر" صفحہ نمبر ۱۳۱— از جناب محمد ابوالبرکات صاحب۔

—— ★ ——

(۴) خاندانِ چلوکیہ و (۵) خاندان پرتہار

مسیح سے قبل دوارکاپوری (گجرات) میں پرتہار خاندان کے راجگان حکومت کرتے تھے اور ان کی مختلف شاخیں شلاً لوسے اور کشتان یاکشواہیہ وکھٹانہ وغیرہ سندھ کے شمال تک بڑھ چکے تھے۔ اسی طرح خاندان چلوکیہ کی ایک نئی شاخ کاٹھی کے راجگان نے اپنے نام پر گجرات کے ساحل کا نام کاٹھیاواڑ رکھا اور ان کی نئی شاخیں توگیرا اور رینگاہ وغیرہ جیرمن وتی (موجودہ پنچ ند) پنجاب تک پھیل چکی تھی۔

اِن دونوں خاندان کے راجگان کے سلسلہ وار اسمائے گرامی (نام) مولّف گرجر کو نہ مل سکے۔ البتہ خاندانِ پرتہار اور چلوکیہ کی عظمت سن عیسوی سے قبل مسلمہ اور مستند امر ہے۔ (ملاحظہ ہو ارتھ شاستر)

اگنی کل کا واقعہ

ایک ہزار سال قبل مسیح جب ملک میں نئے نئے فرقے نمودار ہوئے تو.... گوجروں کے چار خاندانوں (۱) پرمار (۲) پرتہار (۳) چلوکیہ اور (۴) چوہان نے اپنی سلطنتوں میں نئے فرقوں کی تبلیغ روک دی۔ یہ چاروں فرقے... ویدک مذہب کو مانتے تھے۔

نئے فرقوں سے جو لوگ عاجز تھے اور روزمرہ کی سر پھٹول سے پریشان تھے وہ بھی ان حکومتوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ شمالی ہندوستان پر شودروں کے نند اخاندان نے قبضہ کر کے برہمنوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ اس لئے بہت سے برہمن گجرات پہنچے اور انہوں نے ان خاندانوں کی تعریف میں ان کو... "اگنی کل" "آتشیں گوجر" کہا۔

مولّف کے خیال میں یہ تحریرات ایک ہزار سال قبل مسیح کی ہیں۔ بہت سے موجودہ مورخین نے گوجروں کو بدھ مذہب کے خلاف اٹھنے کی وجہ سے "اگنی کل" تحریر ہوا مانا ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے حالانکہ آئینِ اکبری میں اس

واقعہ کی تاریخ ۵۱ۓ قبل مسیح تحریر ہے مگر اس سے بھی یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ خاندان بدھ مذہب کے خلاف تھے کیوں کہ گجرات جین مذہب کا گہوارہ اور مرکز رہا۔ اور چلوکیہ گوجروں میں تو بدھ مذہب کے مقلدین ہوئے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ چاروں خاندان مگدھ کے موریہ اور نند وغیرہ خاندانوں کے سیاسی حریف تھے اور شمالی ہند کے برہمن بھی مگدھ کے ان راجگان سے تنگ آچکے تھے۔ جیسا کہ اگلے باب میں مذکور ہوگا۔

اسی لئے برہمنوں نے گوجروں کے ان چاروں خاندانوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے اور انہیں قلابے کہنا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ یہ.. تشبیہہ و استعارہ تو ہر ملک کی تاریخ میں ملتا ہے کہ فلاں بادشاہ کو غیب کی طاقت تھی۔ فلاں نے چودہ طبق اٹھا لئے تھے۔ کسی بادشاہ کو ظلِ سبحانی کہا گیا، اگر گوجروں کو آتشیں کہہ دیا گیا تو اس میں اس کے نئے نئے مطالب ڈھونڈنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

المختصر "اگنی کنڈ" کے قصہ میں چلوکیہ اور پرتہار کا ذکر اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دونوں خاندان ایک ہزار سال قبل مسیح میں طاقت ور تھے۔ اگنی کنڈ کے قصہ میں سب سے پہلے خاندان پرمار کا ذکر آتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خاندان ان تمام خاندانوں میں سب سے زیادہ قوت اور سطوت کا مالک تھا اور واقعہ یہی ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہو چکا۔ اجین کے پنوار نہ صرف طاقتور تھے اور تلوار کے دھنی تھے بلکہ علم و فضیلت میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔

---

(۶) خاندانِ کُشان

ہم پیچھے مذکور کر چکے ہیں کہ گجرات سے گوجروں کی ایک شاخ اہیر سندھ پر قابض ہوئی اور دوسرے خاندان آہستہ آہستہ شمال کی طرف بڑھتے رہے پانچویں صدی قبل مسیح میں واہلیک (موجودہ افغانستان) یعنی گندھارا پر کُشان سورج ونشی گھرانہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی جو کھٹ شاستر کے مقلد ہونے کی وجہ سے کھٹانہ کہلاتے تھے۔

راجہ مہراج ۱-

۴۲۵ ق م تا ۳۶۰ ق م

راجہ مہراج کی بابت تاریخوں میں مذکور ہوا ہے کہ اس نے تھر ریگستان سے چل کر ۴۰۵ ق م میں دریائے سندھ اور شمالی مغربی پہاڑوں کو عبور کر کے واہلیک میں کھٹانہ حکومت قائم کی اور وسطِ ایشیا تک اقتدار قائم کیا۔ پینسٹھ (۶۵) سال حکمرانی کر کے اس کا انتقال ۳۶۰ قبل مسیح ہوا۔

راجہ کیدار رائے

۳۶۰ تا ۳۲۶ ق م

راجہ کیدار رائے کا نام کھٹانوں کی تاریخ میں سورج سے بھی زیادہ روشن ہے یہ وہ راجہ ہے جس کے زمانہ سلطنت میں سکندر اعظم یونانی نے ۳۲۶ ق م میں واہلیک پر حملہ کیا۔ راجہ کیدار رائے نے سکندر اعظم کا جان توڑ کر مقابلہ کیا۔

بقول بعض مورخین اس جنگ میں راجہ کیدار رائے زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور رہائی پائی اور بقول بعض مورخین لڑائی میں مارا گیا۔

راجہ کیدار رائے کی حکومت ٹکشیلا سے لے کر مغرب میں شمالی ایران کے پہاڑوں تک تھی۔

راجہ جے چند رائے کھٹانہ

کھٹانوں کی پہلی شاخ کا یہ آخری مشہور راجہ ہے۔ جب سکندر کی واپسی پر اس کے سپہ سالار سلیوکس کو چندر گپت موریہ نے شکست دے کر ہندوستان سے نکال دیا تو واہلیک پر راجہ کیدار رائے کے سپہ سالار راجہ جے چند نے تصرف جمایا مگر موریہ خاندان نے اسے بھی بہت جلد ماتحت اور باجگزار راجہ کی حیثیت دے دی

---★---

خاندانِ کھوکھر کی ابتداء

کشانوں کے بعد کھٹانوں کی تاریخوں میں وارد ہوا ہے کہ راجہ کیدار رائے کی مشرقی حدود پر یعنی دریائے سندھ کے مشرق میں جب مقامی خاندان کے راجاؤں نے قبضہ کرلیا تو راجہ کیدار رائے کھٹانہ نے اپنے ایک رشتہ دار کو دریائے سندھ اور پرشپور (پشاور) کے درمیان کا علاقہ سپرد کردیا۔

یہ علاقہ دریائے سندھ کے ساتھ جنوب میں کافی دور تک وسیع تھا اس بہادر کا نام درک کھوکھر تھا۔ درک کھوکھر کی اولاد آئندہ اس علاقہ پر ہزارہا سال تک متصرف رہی اور اس کی اولاد کا گوت کھوکھر مشہور ہوا۔

دریائے سندھ کے دونوں کناروں کے علاقے کھوکھروں کی وجہ سے تاریخ میں جنوب بعید تک اس قدر مشہور ہوئے کہ ان کے علاقوں کی حدود "کھوکھرا یار" مشہور ہوگئیں۔ موجودہ صوبہ سندھ کی مشرقی سرحد جو آج بھی کھوکھرا یار کہلاتی ہے کھوکھروں کی عظمت کی نشانی ہے۔ جب مابعد زمانہ میں بیرونی حملے ہوئے تو سب سے زیادہ غارتگری اور قتل وغیرہ کھوکھروں کا ہی ہوا کیوں کہ ملک کی ٹکر پر یہی لوگ آباد تھے۔ مابعد تاریخ میں کھوکھر قبیلہ مار دھاڑ میں مشہور رہا۔ بہادر قوم جب گھر سے بے گھر ہوجاتی ہے تو سوائے چھاپے مارنے کے وہ اور کر بھی کیا سکتے

ہیں۔ سوجھ کانا تو وہ سیکھتے ہی نہیں۔ انہیں کھوکھروں کے ہاتھوں پندرہ سو سال بعد غوری حکومت کو پریشانی اٹھانی پڑی۔ کھوکھروں نے اپنا اقتدار حاصل کرنے کیلئے مابعد زمانہ میں بھی بہت ہاتھ پاؤں مارے جس کا ذکر اس تاریخ کے تیسرے حصّہ میں آئے گا اور گاہے گاہے ہر جگہ ان کا تذکرہ ملے گا۔ ضلع جہلم کے پاس بھیرہ کا قدیم شہر کھوکھروں کا تھا جسے محمود غزنوی نے لوٹ کر آگ دے دی۔

المختصر خاندانِ کھوکھر سورج ونشی ہے اور گوجروں کے کھٹانہ خاندان کی شاخ ہے

(۸) خاندانِ پور (پوڑ) اور (۹) خاندانِ گجگاہیہ

پانچویں صدی قبل مسیح میں شمال مغربی پنجاب میں خاندانِ پور کی حکومت کا سراغ ملتا ہے جسے آج پوڑ بھی کہتے ہیں۔

پور یا پوڑ پرماروں کی شاخ ہے یا لفظ پرمار (جسے آج پوار یا پنوار کہتے ہیں) کی مسخ شدہ شکل ہے۔ جہلم کے اطراف میں خاندانِ پور کی حکومت تھی اور ان کے جو رشتہ دار۔۔ سپہ سالار ہاتھیوں کے رسالوں کے افسر تھے وہ گجگاہیہ (ہاتھی نشین) کہلاتے تھے اور ان کی اولاد کا گوت آج تک گجگاہیہ ہی ہے۔

راجہ پورس

راجہ پورس کا نام راقم گرجر کی دانست میں اعزازی لفظ ہے جو خاندانِ پور سے صفتِ نسبتی رکھتا ہے (یعنی خاندانِ پور سے تعلق رکھنے والا راجہ)۔۔۔ بہرحال راجہ پورس اور راجہ کیدار رائے ہمعصر تھے۔

سکندر اعظم یونانی نے دھوکے سے دریائے جہلم پار کر کے رات کو راجہ پورس پر حملہ کیا۔ بہادر راجہ زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ سکندر اعظم نے پوچھا کہ "تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے"؟

بہادر پورس نے جواب دیا:۔

"جیسا سلوک ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے وہی سلوک

میرے ساتھ بھیجئے (اس سے مطلب یہ تھا کہ مجھے مروا ڈالئے)

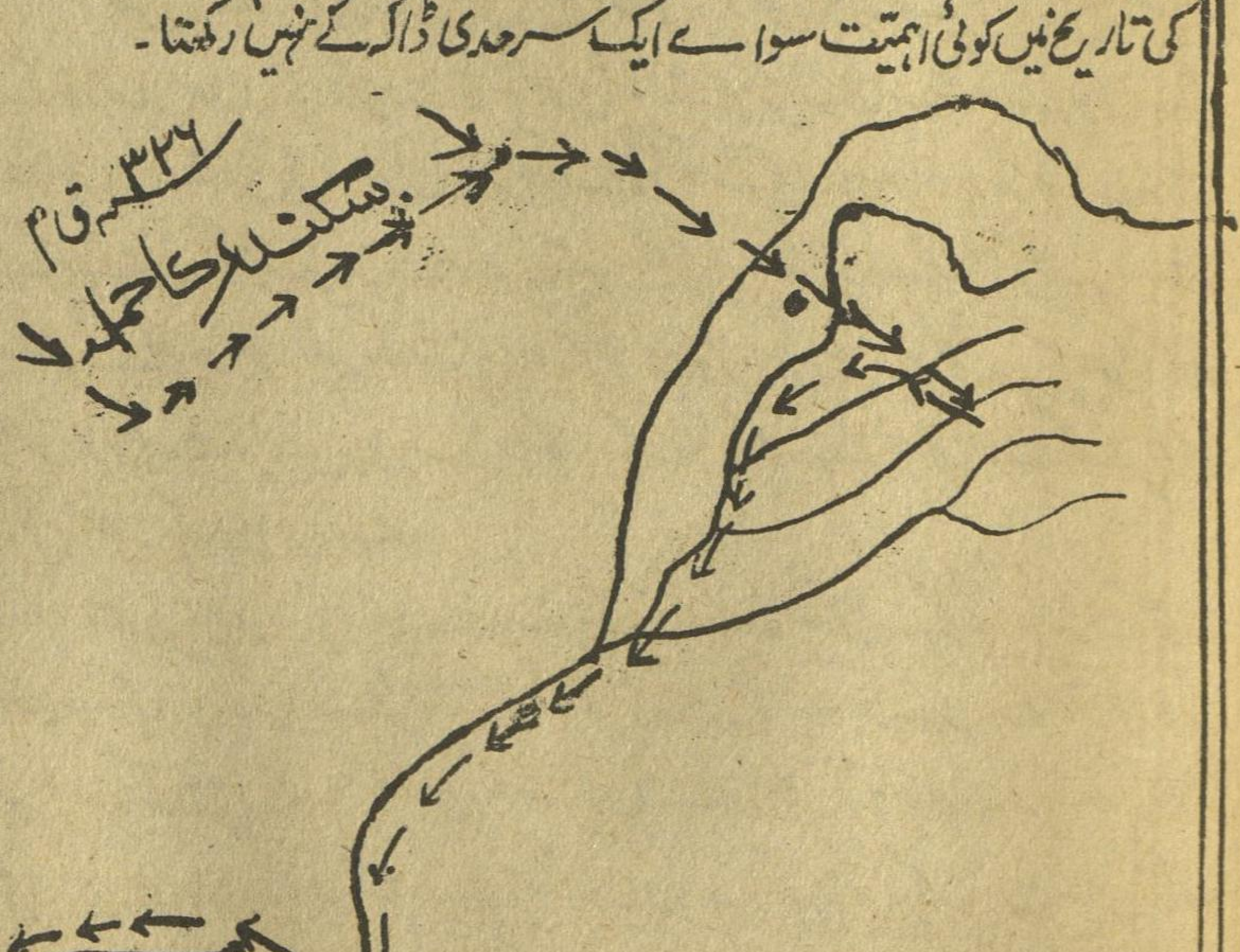
سکندر اس دلیرانہ جواب سے خوش ہوا اور اس نے اسے تمام علاقہ واپس دے کر اور شرق کی طرف چند سو میل چل کر واپس اپنے ملک کو براستہ سندھ و بحیرہ عرب سے کوچ کیا اور ملک کو اپنے ایک سپہ سالار سلیوکس کے حوالہ کر کے چلا گیا۔

راجہ جُونہ

خاندانِ پوڑ کا دوسرا راجہ جُونہ تھا جو راجہ پورس کا بھانجہ تھا۔ راجہ جُونہ کے خلاف مقامی سرداروں نے علم بغاوت بلند کر کے اسے ختم کر دیا۔

راجہ کلیان چند

راجہ کلیان چند راجہ پورس کا پوتا تھا جس پر موریہ خاندان کے راجاؤں نے مگدھ (بہار اڑیسہ) سے پیشقدمی کر کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ موریہ خاندان نے تھوڑے ہی عرصہ میں یونانی اثرات زائل کر دیئے اور سکندر اعظم کے سپہ سالار سلیوکس کو شکست دے کر اس کو ملک سے نکال دیا۔ سکندر اعظم کا حملہ ہندوستان کی تاریخ میں کوئی اہمیت سوائے ایک سرحدی ڈاکے کے نہیں رکھتا۔



باب ہفتم

۳۲۲ء ق م تا ۱۸۵ء ق م

شودروں کے نندا خاندان و موریہ خاندان

تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح مگدھ (موجودہ اڑلیہ و بہار) میں شودروں کے خاندان نندا کی حکومت قائم ہوئی۔ جسے برہمنوں نے کھشتریوں کے خلاف استعمال کیا۔ یہاں یہ نہ بھولئے کہ کھشتری سے مراد ہر جگہ مہابھارت کے بعد صرف گوجروں سے ہے کیوں کہ قدیم کھشتری نئے نام گرجر سے ملقب تھے چنانچہ انہیں کھشتری اور گرجر دونوں طرح سے تحریر کیا جاتا تھا جس طرح سے قریش اور سید بالکل ایک ہی قوم ہے، اسی طرح کھشتری اور گرجر بالکل ایک ہی فرقہ ہے۔

المختصر برہمنوں کی مدد سے نندا خاندان نے بنگال کے گور خاندان کو مغلوب کیا اور دریا جمنا تک کا تمام علاقہ فتح کیا۔ برہمنوں نے شودروں کو "سرو کھشترا انتک" یعنی "کھشتریوں سے اعلیٰ" کا خطاب دیا۔ نندا خاندان کی ابتدا کا زمانہ بے حد قدیم ہے۔ شودروں نے کم از کم ایک ہزار سال تک

یو۔پی اور پنجاب پر حکومت کی۔

بدھ مذہب سے بھی شودروں کو بہت فائدہ پہنچا حالانکہ بدھ مذہب کا بانی کھشتری تھا۔ پھر شودروں میں بھی ناچاقی کی وبا پھیلی اور آخری راجہ مہاپدم نندا کو اس کے ایک رشتہ دار چندر گپت موریہ نے ۳۲۲ سنہ ق م میں قتل کر دیا۔ اور موریہ خاندان کی داغ بیل ڈالی اور پاٹلی پتر کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔

چندر گپت نے نگدھ سے نکل کر تمام پنجاب و سرحد اور افغانستان کو فتح کیا اور ایران کی سرحد پر یونان کے سپہ سالار سلیوکس کو شکست دے کر اس کی لڑکی سے شادی کی۔

موریہ خاندان کے مہاراجہ اشوک نے دکن کی طرف بیش قدمی کی، ملک کے طول و عرض میں تمام کھشتری گوتیں مفتوح و مغلوب ہو گئے دکن میں صرف گوجروں کے خاندان چلوکیہ نے آزادی برقرار رکھی مہاراجہ اشوک کا انتقال ۲۳۲ سنہ ق م میں ہوا۔ مہاراجہ اشوک نہ صرف شودروں کا مشہور راجہ تھا بلکہ دنیا کے تمام مشہور حکمرانوں کی فہرست میں اس کا نام آتا ہے۔ یہ مہاراجہ بدھ مذہب کا متقلد تھا اس نے افغانستان سے لے کر بنگال تک ہر جگہ بدھ کے مجسمے، عبادت گاہیں اور بہترین عمارات تعمیر کیں۔ شودروں میں تعلیم و تربیت اس پایہ کو پہنچی کہ برہمن بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ ان کا ذریعہ معاش جاتا رہا لہٰذا وہ شودروں کی حکومت مٹانے اور اپنا اقتدار قائم کرنے کیلئے زور مارنے لگے۔

برہمنوں اور شودروں میں اقتدار کی جنگ

موریہ خاندان کی تعمیر میں چندر گپت کا نام لیا جاتا ہے واقعہ در اصل یہ ہے کہ ہزار سالہ پرانے نندا خاندان کو مٹانے میں برہمنوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ بات یہ ہوئی تھی کہ ایک دفعہ شودر راجہ نندا نے اپنے دربار سے رنگ کے سیاہ برہمن کوٹلیہ (چانکیہ) کو چوٹی سے پکڑ کر باہر نکال دیا تھا۔ کوٹلیہ یا چانکیہ ایک بہت غصہ ور برہمن تھا اس نے قسم کھائی کہ جب تک مہاپدم نند کو نہ مٹا

دوں گا تب تک چین سے نہ بیٹھوں گا۔

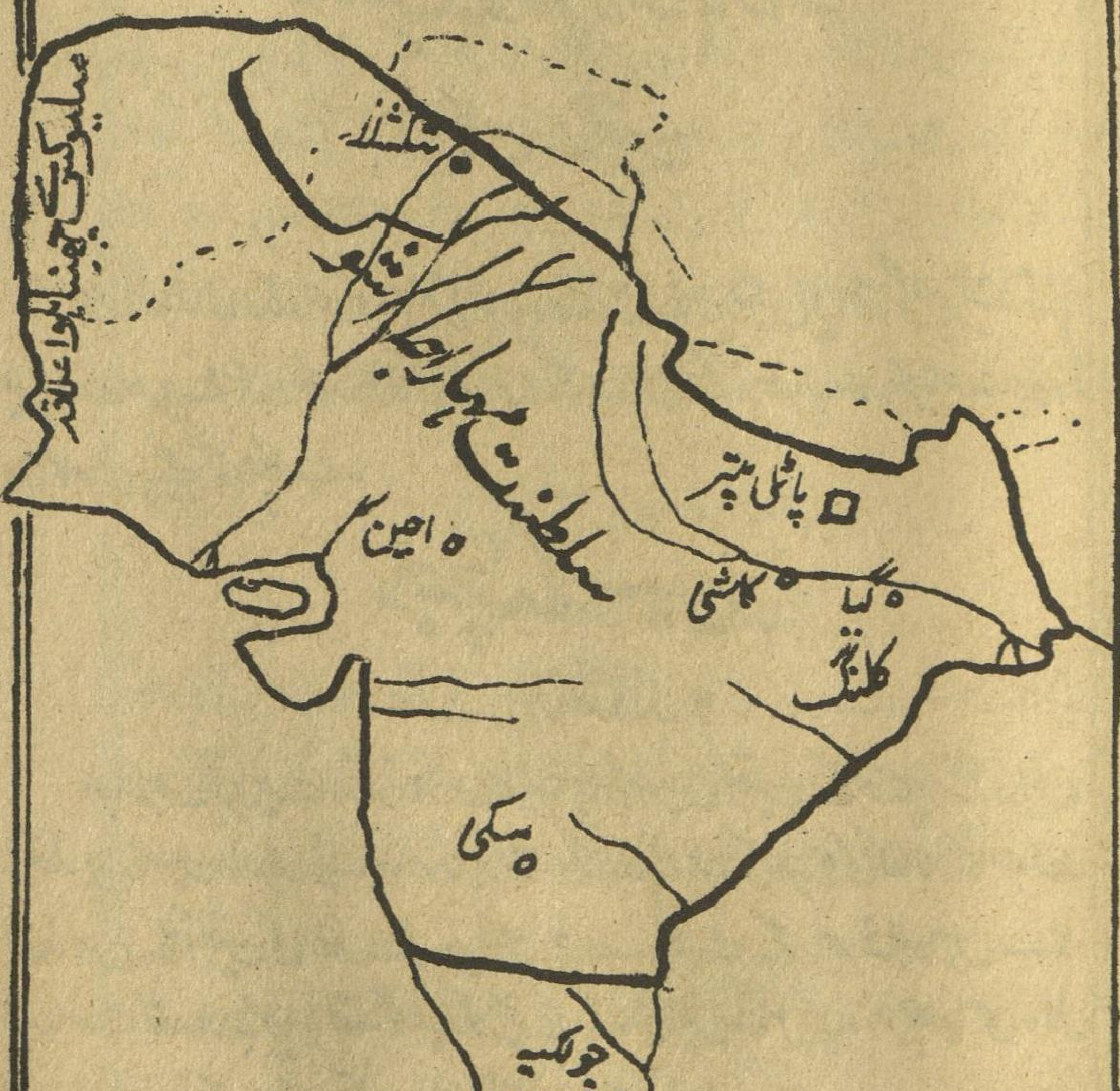
اسی دوران مہاپدم نندا کا ایک سپہ سالار رشتہ دار چندر گپت موریہ کو بھی جلاوطنی کا حکم مل گیا۔ ایک روز جنگل میں چندر گپت نے دیکھا کہ ایک شخص جھاڑی کو اکھاڑ کر اس کی جڑوں میں چھاچھ اور آکھ کا زہریلا رس ڈال رہا ہے۔ اس نے اس شخص سے وجہ پوچھی۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میرے پیروں میں اس جھاڑی کے کانٹوں نے چبھ کر زخم پہنچایا ہے اب میں اس جھاڑی کی جڑیں تک گلا سڑا کر چھوڑوں گا۔ چندر گپت نے اس کا نام پوچھا۔ یہ شخص کوٹلیہ المعروف بہ چانکیہ تھا۔

چندر گپت نے سوچا کہ یہ شخص ضرور نندا خاندان کو مٹا کر چھوڑے گا۔ چونکہ وہ خود بھی نندا خاندان کا دشمن تھا لہٰذا دونوں نے دوستی کا عہد و پیمان باندھا اسی دوران سکندر اعظم کا حملہ پنجاب پر ہوا۔ اور چندر گپت اس کے پاس آیا اور سکندر سے کہا کہ وہ مگدھ پر حملہ کرے۔ مگر سکندر دو ہندوستانی راجاؤں کیدار رائے اور پورس کی بہادری دیکھ چکا تھا اس لئے اس کی ہمت آگے بڑھنے کی نہ ہوئی۔ اور وہ مغربی پنجاب سے ہی واپس لوٹ گیا چندر گپت واپس پہنچا اور کوٹلیہ کی مدد سے اس نے نندا خاندان کو مٹا دیا اور اس طرح موریہ خاندان کی سلطنت قائم ہوئی۔

چانکیہ ایک مشہور عالم تھا۔ اس کا لکھا ہوا "چانکیہ شاستر" آج بھی موجود ہے۔ گو موریہ خاندان میں برہمنوں کی عزت ہوتی تھی مگر اشوک کے زمانہ میں برہمنوں کو شودروں کی ترقی علوم و فنون دیکھ کر رشک ہو چلا اور وہ موقعہ کی تاک میں رہے۔ اشوک کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ برہدرتھ اس عظیم الشان سلطنت کا وارث ہوا۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد راجہ برہدرتھ کو اس کے برہمن پروہت اور سپہ سالار پشیہ متر شنگ نے مہابھاشیہ کار پتنجلی کے ساتھ مل کر کھلے میدان مار دیا۔ برہدرتھ کے مرتے ہی یہ عظیم الشان سلطنت جو وسط ایشیا سے بنگال تک وسعت رکھتی تھی دھڑام سے گر گئی۔ دنیا میں کون شخص ہے جو مذہبی جنون کی طاقت کو نہیں مانتا۔ نہ معلوم اس آڑ میں کتنے مظالم، نسل کشی اور قتل و غارتگری دنیا نے آج تک نہیں دیکھی ہیں۔ "برہمنوں

اور "پاپائے اعظم" وغیرہ کی طاقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ پھر غور کیجئے کہ ۳۲۲ سنہ ق م اور ۱۸۵ سنہ ق م کے درمیان یعنی ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں بڑے بڑے کھشتری سورما اور گوجر شیر کس طرح مغلوب و مفتوح ہو گئے۔ ہر قوم شودروں کی محکوم ہو گئی۔ کیوں کہ ان کے حمایتی برہمن تھے۔ ہندوستان میں چونکہ کسی علاقہ کو فتح کرنے کا مطلب "مہاراجگی" (اقتدار اعلیٰ) حاصل کرنا ہوتا تھا۔ سابقہ راجاؤں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ انہیں مغلوب و مفتوح کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ڈیڑھ سو سال تک تمام کھشتری شودر حکومت کے باجگزار رہے۔ جوں ہی برہمنوں اور شودروں میں ان بن ہوئی تو شودر حکمران شمالی ہندوستان سے اقتدار کھو بیٹھے چنانچہ بنگال بہار میں برہمنوں کی حکومت قائم ہوئی۔ اور گوجر پھر آزاد و خود مختار ہو گئے۔ گوجروں کا یہ تیسرا عروج تھا۔



باب ہشتم

گرجروں کا تیسری مرتبہ عروج

سنہ ۱۰۰ ق م تا سنہ ۳۲۰ ق م

خاندانِ پرمار (پوار یا پنوار)

راجگان ۔ اُجین

اس خاندان کے راجہ آدت مہر کو موریہ خاندان نے زیر نگیں کیا تھا مگر پھر سنہ ۱۸۵ ق م میں سدھروے نے آزاد حکومت قائم کی اس کے بعد بھرتھ ہری گندھرب اور بکرماجیت ہوئے جن کا حال پیچھے گذر چکا ہے۔

راجہ چندر سین

سنہ ۴۳ ع تا سنہ ۱۲۹ ع

مہاراجہ بکرماجیت کے بعد اس کا بیٹا چندر سین اُجین کے تخت پر سنہ ۴۳ ع میں بیٹھا۔ چندر سین نہ صرف ایک بہادر راجہ تھا۔ بلکہ اپنے باپ کی طرح کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ اس نے اُجین کی عظمت کو دوبالا کیا جسے سیالکوٹ کے راجہ شالیواہن نے زبردست نقصان پہنچایا تھا۔ گوالیار کو فتح کر کے مالوہ میں شامل کیا۔ آخر چھیاسی سال تین ماہ دو روز حکومت کر کے اس کا انتقال سنہ ۱۲۹ ع میں ہوا۔

راجہ کھرک سین

۱۲۹ء تا ۲۲۴ء

راجہ کھرک سین اپنے باپ کے مرنے کے بعد ۱۲۹ء میں سریر آرائے تخت ہوا۔ اس نے مالوہ سے شمال کی جانب پیش قدمی کی اور متعدد قلعہ جات.... ریگستانی علاقہ میں تعمیر کرائے۔ آخر چھیاسی سال حکومت کرنے کے بعد ۲۲۴ء میں اس کا انتقال ہوا۔

راجہ چتر سال

۲۲۴ء تا ۲۲۵ء

راجہ چتر سال کا نام بعض تاریخوں میں چتر کوٹ بھی تحریر ہے جو صحیح نہیں ہے دراصل اس راجہ نے اپنے نام پر ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا جس کا نام "چتر کوٹ" تھا (چتر — راجہ کا نام۔ اور — کوٹ — قلعہ کو کہتے ہیں) چتر کوٹ وہی مشہور مقام و قلعہ ہے جو آئندہ تاریخ میں چتوڑ مشہور ہوا۔ چتوڑ کی بنیاد راجہ کھرک سین نے رکھی تھی مگر چتر سال کی ایک سالہ حکومت کے دوران یہ مکمل ہو کر آباد نہ ہوا۔

راجہ گنگ سین

۲۲۵ء تا ۳۱۱ء

راجہ گنگ سین نے پورے چھیاسی سال حکمرانی کی اور اطمینان کے ساتھ حکومت کر کے اُجین میں انتقال کیا۔ اس کی اولاد کا گوت آئندہ گنگو یا گنگا ہوا یہ گوت آج تک گوجروں میں موجود ہے۔ اس نے چتر کوٹ کو مکمل کیا۔

راجہ چندر پال

۳۱۱ء تا ۴۱۱ء

راجہ چندر پال نے پورے سو سال حکمرانی کی اور چندراوتی شہر آباد کیا

اس راجہ نے پاٹلی پتر (پٹنہ) کے برہمنی گپت خاندان کے تینوں مشہور راجاؤں کا زمانہ دیکھا۔ گپتوں کے عہد میں اس نے اپنے علاقہ کو محفوظ رکھا۔

راجہ مہندر پال

سنہ ۱۱۴ء تا سنہ ۱۸۴ء

راجہ مہندر پال پر حملہ کر کے چندر گپت دوم والی پٹنہ نے مالوہ کو فتح کر لیا۔ اور مہندر پال معمولی سردار رہ گیا۔ مالوہ میں پورے طور سے برہمنوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ گپت خاندان کے ختم ہو جانے پر بھی مالوہ تین صدیوں تک برہمنوں کے زیر نگیں رہا۔ اور مقامی گوجروں کی حیثیت ان کے ماتحت سرداروں کی تھی۔

اُجین کے پنواروں کے ماتحت بھڑوچ بھی تھا۔ جب اُجین ہاتھ سے جاتا رہا تو پنواروں کی نئی شاخ چاپ یا چاوڑا نے بھڑوچ میں حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ جس کا حال آئندہ باب میں آئے گا۔

یہاں یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ راجہ مہندر پال کے بعد اُجین میں اس کا بیٹا بکرم چند مقامی سردار رہا۔ اور پھر بکرم چند کے بیٹے بجے نند نے سنہ ۱۹۴ء تا ۲۷۹ء پورے ساٹھ سال برہمن راجاؤں کی فوج میں عہدے حاصل کئے۔

سنہ ۲۷۹ء کے بعد مالوہ میں تین سو سال کے لئے پنوار خاندان کا چراغ بجھ جاتا ہے مگر تین سو سال بعد پھر پنوار کرشن نمودار ہوتا ہے۔ مفصل حالات آئندہ آئیں گے ان تین سو سال میں پنواروں کی ایک تیسری شاخ چاپ نے بھڑوچ میں حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

―★―★―★―

راجگانِ مکاوتی نگر

خاندان چاہمان (چوہان)

مہاراجہ اشب اچھت کا بیان پیچھے مذکور ہو چکا۔ اس راجہ کی اولاد میں ....
یم اچھت رائے، لم اچھت رائے، کرم اچھت رائے، کلب اچھت رائے اور باگ رائے سوریہ خاندان کے ماتحت معمولی راجہ رہے۔ بعد میں اُجین کے پنواروں نے ان کو باجگزار بنا لیا تھا۔ مگر باگ رائے کے بیٹے پلتان رائے نے مکاوتی نگر میں آزاد حکومت قائم کی۔

پلتان رائے

پلتان رائے نے سوراشٹر، کونکن اور دیوگری کے علاقہ جات فتح کئے اور وسطِ ہند کی طرف بھی پیش قدمی کی۔ ملک میں از سرِ نو اصلاحات جاری کیں۔ ویدک مذہب کی تبلیغ کے لئے از سرِ نو مبلغین ہر چہار طرف روانہ کئے۔

سواجا یا سورج پال رائے

پلتان رائے کے بعد سورجپال رائے المعروف بہ سواجا رائے مکاوتی نگر کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے دوبارہ آسیر اور گولکنڈہ فتح کئے اور ملک کو وسعت دی۔ آخر بخیریت و عافیت حکمرانی کر کے راہیِ ملکِ جاودانی ہوا۔

ملان دیو رائے

ملان دیو رائے نے سواجا رائے کے بعد مکاوتی نگر کا تخت سنبھالا۔ اس نے مکاوتی نگر میں عمارات تعمیر کیں۔ ملک میں آبپاشی کے لئے تالاب اور نہریں کھدوائیں۔ مندروں کے نام جاگیریں دیں اور برہمنوں کی قدر و منزلت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اس راجہ سے ایک الگ گوت (خاندان) قائم ہوا جو آج تک "ملانی" کہلاتا ہے۔

بھوپال رائے

ملان دیو رائے کے بعد بھوپال رائے نے گدی سنبھالی۔ اس راجہ نے بھی رعایا کی بہبودگی کی طرف خاص دھیان دیا۔ آبپاشی کے لئے نئے تالاب اور جھیلیں بنوائیں جن میں پانی

اکٹھا کرکے کھیتوں کی دور دور تک آبپاشی ہوتی تھی۔ شہر بھوپال اور بھوپال کی مشہور جھیل اسی راجہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اس جھیل کو مابعد زمانہ میں بیروفی مسلمانوں نے پانی کاٹ کر خشک کر دیا اور انگریزوں نے اس کے درمیان سے ریلوے لائن نکال دی۔ جھیل میں آجکل چند دیہات آباد ہیں۔

سورسین رائے

بھوپال رائے کے بعد سورسین رائے تخت پر رونق افروز ہوا۔ رعایا اس کے زمانہ میں نہایت خوشحال تھی۔ ہر چہار طرف امن و اماں کا دور دورہ تھا۔ عوام بڑے نیک چلن، پاکباز اور راستباز تھے۔ خود راجہ سورسین پیدل چل کر مندر میں عبادت کرنے جاتا تھا۔

امرپال

امرپال زبردست راجہ تھا۔ جس نے بندیلکھنڈ سے گزر کر بہار پر حملہ کیا۔ لیکن یہ فتح عارضی ثابت ہوئی۔ اس سفر سے واپسی پر امرپال کا انتقال ہوگیا۔ بہار کے گیت برہمنوں نے جب مغرب کا رخ کیا تو مالوہ کو فتح کرنے کے بعد ۷۶۳ء میں مکاوتی نگر بھی مغلوب و مفتوح ہوگیا۔ اور یہ شہر برباد ہوگیا۔ سابقہ رونق جاتی رہی اور چوہانوں کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ انھوں نے مکاوتی نگر کے علاقہ کو چھوڑ دیا اور شمال کے صحرا میں پناہ گزیں ہوئے، جس کا بیان آئندہ آئے گا۔

راجگان غزنی وسیالکوٹ

خاندان اہیر یا ہیر (یادو ونشی)

خاندانِ ہیر۔ گور کی طرح بہت قدیم گوت گوجروں کا ہے۔ جنہوں نے اپنی ایک شاخ سنیدھو کے نام پر ایک علاقہ کا نام سندھ رکھا۔

تمام مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سندھ ہی دراصل اہیروں کا پہلا... وطن تھا۔ حوالہ جات پانچویں حصہ میں مذکور ہوں گے۔ صوبہ سندھ کا نام قبل مسیح میں وجود میں آچکا تھا۔ اہیروں نے فتوحات کا سلسلہ شمال کی جانب شروع کیا اور گندھار (قندھار) کے برہمنوں کو مغلوب کر کے انہوں نے صدہا سال گندھار میں حکومت کی۔ اور ایک علاقہ کا نام انہیں کے نام پر "ہیرا تر" ہوا جسے آجکل ہرات کہتے ہیں۔ لفظ گرجراتر سے گجرات اور ہیرا تر سے ہرات تلفظ بیرونی مسلمان حملہ آوروں کا ہے۔ قدیم کتابوں میں سابقہ تلفظ ہی ہیں۔

نہ صرف ہیر گجرات سے شمال کی طرف بڑھے بلکہ دکن میں بھی انھوں نے پیشقدمی کی اور انہیں کے نام پر دیوگری کا علاقہ بھی مدتوں ہیراتر کہلایا۔ خلجیوں کے دور میں اسی علاقہ کو تاریخوں میں علاقہ ہیر تحریر کیا گیا۔

گندھار کے اہیروں میں بہت سے مشہور راجگان ہوئے جنہوں نے خاندان کشان کی اوّل حکومت جو پانچویں صدی قبل مسیح میں قائم ہوئی تھی اس سے بھی پہلے گندھار پر تسلط جمایا تھا۔ کشانوں اور پھر موریہ خاندان کے زوال کے بعد اہیروں نے دوبارہ کھوئی ہوئی عظمت حاصل کی اس خاندان کا وہ اوّل راجہ جس کا نام تاریخوں میں مشہور ہے۔ رائے سمیر تھا۔

راجہ سمیر یادو

راجہ سمیر چند کے زمانہ کا تعین کرنا مشکل ہے۔ بہت سے ہندی مورخین کا کہنا ہے کہ رائے سمیر چھٹی صدی عیسوی قبل مسیح میں مہاتما بدھ کی پیدائش سے پہلے

ہوا ہے جس نے ایک عظیم الشان سلطنت سندھ اور موجودہ بلوچستان سے لے کر وسطِ ایشیا تک قائم کی۔ سندھ کا قبیلہ سمرو اسی راجہ کی اولاد ہے اور جس طرح وسطِ ہند میں راجہ کشن کے نام پر کشکندہ کا مقام ہے اسی طرح سمیر کے نام پر وسطِ ایشیا میں سمیرکند کا مقام ہے جسے آجکل بحرفِ فارسی "سمرقند" تحریر کیا جاتا ہے۔

راجہ رہتاس یادو

رہتاس رائے اپنے باپ سمیر رائے سے بھی زیادہ جری اور بہادر تھا۔ اس نے نہ صرف سپت سندھو شمالی پنجاب و کشمیر کو فتح کیا بلکہ شمالی ایران اور منگولیا تک کا علاقہ زیر نگیں کیا۔ اس نے اپنے نام پر شمالی پنجاب میں رہتاس کا شہر آباد کیا اور وسطِ ایشیا میں اسی کے نام پر "رہتاسکند" نام کا شہر آباد ہوا۔ جسے آجکل تاشقند تحریر کیا جاتا تھا۔

راجہ رہتاس کی تمام عمر ملکی فتوحات میں گذری۔ اور اس کا انتقال گندھار سے کہیں دور شمال کے علاقوں میں ہوا۔ گو یادو ونشی خاندان کے لوگ "کرشن" کو اپنے خاندان سے مانتے ہیں مگر یہ واقعہ ہے کہ قدیم یونان میں "کرشن" کے حالات رہتاس رائے کی فتوحات کے سلسلہ سے پہنچے کیونکہ رہتاس رائے کی سلطنت کی حدود حکومت یونان کی مشرقی حدود سے ملتی تھیں۔ اس وقت یونانی حکومت ایران تک تھی۔

رہتاس رائے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باختر کے یونانیوں نے اس سلطنت کے شمالی اور مغربی علاقوں کو زیر کر لیا اور پھر بعد میں خاندانِ کشان نے گندھارا پر قبضہ جما لیا۔ کشانوں کی اوّل حکومت کے بعد موریہ برسرِ اقتدار آئے۔ جن کا ذکر گذر چکا اور جنہوں نے بنگال سے لے کر ایران کے مشرق تک بمعہ افغانستان حکومت قائم کی۔ کشان خاندان اور اہیر خاندان موریہ حکومت میں معمولی باجگزار رہ گئے ۱۸۵ ق م میں خاندانِ اہیر نے گندھار میں پھر تسلط جمایا اور ان کا مشہور راجہ ارجن تھا۔

راجہ ارجن یادو

راجہ ارجن یادو کے باپ کا نام پرجن یادو تھا اور اس کا دادا گنیش یادو تھا

پرجن یادو شمالی ایران میں یونانیوں سے لڑتا ہوا مارا گیا، مگر اس کا بیٹا ارجن یادو۔ آخر کار گندھار میں حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اس نے جنوب میں سندھ پر پھر تسلّط قائم کرلیا۔

اس نے کشان خاندان کو گندھار علاقہ سے بھگا دیا اور انھوں نے کشمیر میں پناہ لی راجہ ارجن نے سنسکرت کے حروف تہجی گھٹا کر ان کی تعداد حرف ہیں کردی۔ آخر کار ستّاسی سال کی عمر میں اس کا انتقال گندھار میں ہوا۔

راجہ گج یادو

راجہ گج یادو اپنے باپ ارجن یادو کے بعد تخت نشین ہوا اس نے اپنے نام پر گجنی کا شہر آباد کیا جسے مسلمانوں نے مابعد زمانے میں تاریخوں میں غزنی تحریر کیا۔ راجہ گج یادو نے دریائے راوی تک کا علاقہ فتح کیا مگر اہیروں کی حکومت پھر کبھی وسط ایشیاء کی طرف نہ بڑھ سکی۔

راجہ شالیواہن یادو

راجہ گج یادو کی متعدد رانیاں تھیں جن سے گندھار میں اولادیں ہوئیں جنہوں نے راجہ گنج یادو کی وفات کے بعد گندھار کے علاقہ پر قبضہ کرلیا اور شمالی پنجاب پر مقامی رانی کے بیٹے شالیواہن نے تسلّط جمایا۔ شہر سیالکوٹ کو آباد کرکے اس نے اپنا دارالخلافہ بنایا، راجہ شالیواہن اُجّین کے راجہ بکرماجیت (۵۷ھ ق م تا ۴۳ھ کا ہمعصر تھا۔ راجہ شالیواہن پھر کبھی گندھار فتح نہ کرسکا البتہ اس نے پورا پنجاب اور تھر ریگستان مفتوح کیا اور ۴۳ھ میں اس نے اجین پر حملہ کرکے راجہ بکرماجیت کو مار دیا۔

فتوحات کی ہوس میں اس نے دکن کا رخ کیا مگر جب شالیواہن کی فوج دریائے نربدا کو پار کرنے لگی تو بنوار گوجروں نے تیروں کی بارش کردی۔ شالیواہن زخمی ہوگیا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اس کی فوج بھی قریب قریب سب ختم ہوگئی۔

سنسکرت کی قدیم تاریخوں میں شالیواہن کو پیٹھن یا پٹھان تحریر کیا گیا ہے جس سے

واضح ہوتا ہے کہ شمالی مغربی علاقہ کے لوگوں کو پٹھان کہا جاتا تھا چاہے وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ جس طرح بنگال کے رہنے والوں کو گوڑ اور دکن کے رہنے والوں کو دراوڑ کہا جاتا ہے۔ پٹھان قوم آریوں سے الگ کوئی قوم نہیں ہے۔ موجودہ پٹھانوں کی اکثریت قدیم برہمنوں کی ہے۔ سرحد میں آجتک گوجر اپنے کو گوجری کہتے ہیں۔

الغرض شالیواہن کی موت کے بعد سیالکوٹ کے تخت پر اعیان سلطنت نے اس کے بیٹے بل بند کو بیٹھایا۔ مگر فوراً ہی راجہ مہراج کی اولاد سے ایک بہادر شخص کنشک نے کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ جس طرح کنشک کے اجداد کو بل بند کے اجداد نے گندھارا اور شمالی پنجاب سے نکال کر کشمیر میں پناہ لینے پر مجبور کیا تھا اسی طرح کنشک نے اہیروں کو پنجاب سے نکال دیا۔ اہیروں کی کثیر آبادی ملتان کے پاس ریگستان میں آگئی جہاں بل بند کے بیٹے بھائی راؤ نے اپنے نام پر شہر بھٹنیر آباد کیا۔ اور آئندہ یہ خاندان بھائی، بھاٹیہ یا بھٹی کہلانے لگا۔

وہ یادو ونشی جنہوں نے پنجاب کے شمال کا رخ کیا انہوں نے وادی کاغان سوات اور بنیر کے علاقہ جات میں پناہ لی جہاں وہ آج تک بھاری تعداد میں آباد ہیں اور قدیمی نام خاندان اہیر سے ہی مشہور ہیں اور آج تک اپنی قدیمی قوم گوجر سے منسلک ہیں۔ بھٹنیر کے بھاٹیوں نے تاریخ میں آئندہ پھر نام پیدا کیا جنکا تذکرہ مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

ہر خاندان کا سلسلہ قائم رکھنے سے اس تاریخ کا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ مؤلف کو اسی زمانے کے دوسرے خاندانوں کے بھی حالات سر دست تحریر کرنے ہیں ویسے گوجروں کا ہیر خاندان (گوت) اپنی مفصّل و ضخیم تاریخ رکھتا ہے۔ ہم نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ اس خاندان کا شجرہ پانچویں حصّہ میں درج کیا جائے گا۔

اس خاندان کا یہاں تذکرہ ختم کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں درج کرنا موزوں ہیں۔ راجہ شالیواہن کی تین رانیاں تھیں۔ رانی اچھران یا اچھران جو اچھرہ کے راجہ کی بیٹی تھی (۲) رانی لونا جو چمبہ کے راجہ کی لڑکی تھی (۳) رانی کوکلا جو جموں کے ماتحت راجہ کی بیٹی تھی۔

رانی اچھراں سے پورن پیدا ہوا جو تاریخ میں پورن بھگت مشہور ہے جس کی روحانی عظمت کی داستانیں نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ملک میں زبان زد عام ہیں۔ سیالکوٹ کا قدیم قلعہ آج تک موجود ہے جہاں وہ جگہ محفوظ ہے جہاں پورن بھگت پر جھوٹا الزام لگا کر اس کی سوتیلی ماں نے اسے قید کرا یا تھا۔

رانی لونا سے راجہ رسالو ہوا جو مقامی سردار تھا اسے راجہ بکرم نے متبنیٰ بنایا تھا۔ اور اس کی شادی راجہ سارن کی لڑکی رانی ہوڈی سے ہوئی تھی۔ سیالکوٹ کا ایک محلہ اسی سردار کے نام پر آجتک "رسالو گوجر" کہلاتا ہے۔

رانی کوکلا سے بل بند تھا جس نے سیالکوٹ چھوڑ کر ریگستان میں پناہ لی اور جہاں اس کے بیٹے بھاٹی راؤ نے قلعہ تعمیر کیا۔

نوٹ ۱:۔ راجہ شالیواہن نے اپنے نام سے ایک سن جاری کیا تھا جسے شالیواہن سمبت کہتے ہیں۔ یہ سمبت ۷۸ء سے شروع ہوا تھا۔ شمالی پنجاب میں اور کشمیر میں یہ سمبت کچھ عرصہ تک چلا مگر بعد میں رائج الوقت نہ رہا بلکہ ملک میں ہر جگہ بکرمی سمبت رائج ہو گیا جسے گوجر مہاراجہ بکرماجیت پنوار والی اُجین نے رائج کیا تھا۔

نوٹ ۲:۔ "ہیمی کھنشترایت" (مغربی علاقہ) میں جب ہیر حکومت کرتے کرتے تھے اس زمانہ میں دکن کے شہر ناسک پر بھی اس خاندان کی حکومت تھی جہاں ۳۰۰ء میں راجہ ایشان ورمن گپتوں کے نمودار ہونے سے پہلے طاقتور راجہ تھا۔ ۱۸۱ء میں مغربی ہند میں کشان دور حکومت کے آغاز میں "رودر بھٹی" اہیر ایک بہادر سپہ سالار تھا۔ جو لودھراں کے پاس سندھ کی وادی حکومت کرتا تھا۔

راجگان پاٹلی پتر

(۴) خاندان ناگر

موریہ حکومت کے زوال (۱۸۵ ق م) کے بعد دکن، گجرات کاٹھیاواڑ، پنجاب اور افغانستان یعنی مغربی ہندوستان میں گوجروں کا از سر نو عروج ہوا اور جمنا کے مشرق میں بنگال اور مگدھ تک برہمنوں کی حکومت قائم ہوئی جو

حکومت گوڑ کہلاتی ہے۔ اس زمانہ کے راجاؤں کے اسمائے گرامی باب چہارم میں ہی تحریر کر دیئے گئے تھے جو موریہ راجاؤں کے ماتحت رہے اور پھر آزاد ہو گئے مگر تقریباً سو سال بعد گوجر کھشتریوں کے ایک خاندان ناگری نے وسط ہند (پریاگ) سے نکل کر پاٹلی پتر... (پٹنہ) پر قبضہ کر لیا۔

اس خاندان کا بانی راجہ دھن دھر ناگر تھا اس خاندان میں دھن دھر، مہرشی، سن رچی، مہابدھ، مہاراجہ سباہو، دورناتھ، رودرسین، آری لک، راجپال پہلی صدی عیسوی سے قبل مسیح سے لے کر ۳۲۰ء تک ہوئے۔ آخری راجہ راجپال کی موت کے بعد برہمنوں کے گپت خاندان نے پاٹلی پتر پر قبضہ کر لیا۔

انتظام سلطنت

خاندان ناگری کے شروع چار راجگان کی حکومت بنگال سے کشمیر تک تھی، اسی خاندان کے نام پر کشمیر میں... اننت ناگ، ویری ناگ، پنجاب میں متعدد ناگور نام کے مقامات ہیں۔

مہاراجہ سباہو مہاراجہ کنشک کشان کا ہمعصر تھا۔ اس کی حکومت پر مہاراجہ کنشک نے چڑھائی کی تھی جس کا مفصل حال ابھی اگلے صفحہ پر آتا ہے۔ دونوں حکومتوں کی حدِ فاصل دریائے جمنا قرار پائی اور خاندانِ ناگری مزید ڈیڑھ سو سال تک پاٹلی پتر (پٹنہ) پر حکومت کرتے رہے۔

ناگری خاندان کے قریب قریب تمام راجہ بدھ مذہب کے پیرو تھے انہوں نے بڑے سکون و آرام سے ملک کا انتظام کیا۔ پورے ملک میں چوری کی وارداتیں بالکل نہ ہوتی تھیں۔ لوگ گھروں کو تالا لگانے کے عادی نہ تھے۔ علوم و فنون کی ترقی اس قدر ہوئی کہ بنگال کے شہر ندیا اور گوڑ بہار کے شہر پاٹلی پتر، مگدھ میں گیا کا شہر، جنوب میں ناگپور وغیرہ متعدد مقامات پر درسگاہیں (کالج) کھولے گئے۔ جہاں ہزارہا طلباء تعلیم پاتے تھے۔ جن کی رہائش اور خوراک کا انتظام حکومت کی طرف سے ہوتا تھا۔ کشمیر میں بھی متعدد مقامات پر علماء و فضلا اور طلباء کے وظائف کا انتظام کیا گیا۔ عوام سے راجہ کوئی محصول نہ لیتے تھے۔ سرکاری اخراجات سرکاری زمینوں اور مولشیوں کی پیداوار سے پورے ہوتے تھے۔ عوام اپنی مرضی سے خیرات کا روپیہ یا تو درسگاہوں

کو بھیجتے تھے یا سرکاری خزانہ میں داخل کراتے تھے۔ لوگوں میں دہشت اور بربریت نام کو نہ تھی کسی کو تکلیف پہنچانا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ ناگری راجاؤں نے سنسکرت زبان کے حروف کے اوپر "خط کشید" کو رواج دیا یہ رسم الخط آج تک "ناگری" کہلاتا ہے۔ بلکہ "ناگری" زبان ہی سنسکرت کی پہلی آسان تحریری شاخ ہے۔ اسی "ناگری" زبان پر موجودہ ہندی زبان کی تعمیر ہوئی۔

ناگری خاندان کے گوجر یوں تو ملک میں ہر جگہ منتشر بستیوں میں آباد ہیں مگر ان کی اکثریت موجودہ ضلع گوڑگاؤں اور ضلع بلند شہر میں ہے جہاں انہوں نے اٹھارویں صدی میں پھر عروج حاصل کیا اور اس علاقہ میں ان کے سینکڑوں دیہات ایک ہی جگہ آباد ہیں۔ جن کا ذکر دوسرے حصہ میں آئے گا۔

(۵) خاندانِ کُشان

راجگانِ پرشپورہ (پشاور)

باب ششم میں خاندانِ کُشان کے عروج و زوال کے بارے میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ دوسری صدی عیسوی میں اسی خاندان کا ایک راجہ کشمیر میں نمودار ہوا اور اس نے راجہ شالیواہن کے پایۂ تخت سیالکوٹ پر قبضہ کر لیا اس کا نام کنشک تھا۔

مہاراجہ کنشک۔ راجہ مہراج کُشان کی ساتویں پشت میں پیدا ہوا۔ کھانوں کی تاریخ میں ان کو کھٹانہ بھی تحریر کیا گیا ہے

کنشک کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

مہاراجہ کنشک پُتر راجہ ہوشک یا ہوکشا پُتر کیرتی سنگھا پُتر سن بھارائے پُتر راجہ جے چندرائے پُتر راجہ کیدارائے پُتر راجہ مہراج رائے۔

انگریزی مورخین نے مہاراجہ کنشک کی موت کے دو ہزار سال بعد اس کا تعلق کسی کدفائسس سے جوڑا ہے وہ بالکل اور سراسر غلط ہے کیونکہ کسی قدیم ہندوستانی تاریخ میں اس خاندان کو بیرونی تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ راج ترنگنی جو گیارھویں صدی عیسوی کی تصنیف ہے اس میں مہاراجہ کنشک کو اشوک کا پوتا تحریر کیا گیا ہے یہ بھی سراسر غلط ہے کیونکہ اشوک کی

مدت حکومت ۲۷۳ سنہ ق م تا ۲۳۲ سنہ ق م ہے اور مہاراجہ کنشک کی مدت حکومت سنہ ۸۰ء تا ۱۳۲ء ہے اشوک اور کنشک کے زمانوں میں تین سو سال کا فاصلہ ہے لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ کنشک مہاراجہ اشوک کا پوتا ہو۔ راج ترنگنی سے سات سو سال پہلے "برہم سدھانت" کتاب لکھی گئی جس میں مہاراجہ کنشک کو مہاراجہ یدھشٹر (پانڈو) کی نسل سے تحریر کیا ہے جو صحیح ہے۔ مہاراجہ یدھشٹر سورج ونشی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ملک کے طول و عرض میں جتنے بھی آج کشان ہیں وہ سب گوجر کہلاتے ہیں اور اپنے کو شری رام چندر جی کے بیٹے مہاراجہ کشں کی اولاد مانتے آرہے ہیں اور اسی لیئے ان کا گوت کشان ہے۔

کشان کا یہ دعویٰ "برہم سدھانت" سے مطابقت رکھتا ہے۔ دوسری صدی عیسوی کا جو کتبہ موجودہ ریاست بھاولپور سے برآمد ہوا ہے اور جس کا حوالہ بمبئی گزٹ ایر میں موجود ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقہ کا نام کشانوں کے دور حکومت میں "گرجراتر" (گجراترا) ہوگیا تھا۔ اس سے پہلے یہ علاقہ جوہیہ ویش کہلاتا تھا۔

برہم سدھانت کی تحریر جو سب سے قدیم نوشتہ ہے مستند اور صحیح ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ مہاراجہ کنشک کے آبا و اجداد کھٹ رائے کی اولاد ہونے کی وجہ سے کھٹانہ کہلاتے تھے اور ان کا گوت کشان ہی تھا۔ مگر مہاراجہ کنشک چونکہ "بودھی" تھا اس لئے وہ کھٹانہ نہیں کہلایا بلکہ صرف "کشان" کہلایا اور اس کی اولاد کا بھی گوت یہی رہا۔ بقایا خاندان کے لوگ آج تک کھٹانہ ہی کہلاتے ہیں

مہاراجہ کنشک دیوکشان

سنہ ۸۰ء تا ۱۳۲ء

مہاراجہ کنشک نے اپنے ابتدائی دور میں ایک جمعیت گوجر کھشتریوں کی فراہم کرکے کشمیر کے راجہ دامودر سے کشمیر کا علاقہ برآور کرلیا۔ مہاراجہ کنشک کے دو بھائی ہنشک اور زشنک بھی تھے۔ مہاراجہ کنشک کے زمانہ میں سیالکوٹ پر مشہور زمانہ راجہ شالیواہن اہیر (یادو ونشی) حکومت کرتا تھا جب راجہ شالیواہن فتوحات کی ہوس میں دور جنوب میں دریائے نربدا میں ڈوب کر مر گیا تو ان تینوں بہادر بھائیوں نے کشمیر کی وادی سے نکل کر سیالکوٹ پر قبضہ کرلیا۔ تھوڑے ہی عرصہ

ہیں انہوں نے جنوب میں دریائے ستلج اور شمال مغرب میں گندھارا تک کا علاقہ زیرنگیں کر لیا۔ اس کے بعد مہاراجہ کنشک نے سیالکوٹ میں اپنے بھائی زشک کو صوبیدار مقرر کر کے چھوڑ دیا اور پرشپورہ (پشاور) کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔ چرک اور کنشک ایک استاد کے شاگرد تھے چنانچہ عالم چرک کو وزیر بنایا گیا۔ یہ تینوں بھائی اور چرک بدھ مذہب کے پیرو تھے حالانکہ بہار، مگدھ، نیپال، کشمیر اور تبت میں بدھ مذہب کا زور تھا مگر پنجاب، سرحد اور افغانستان میں اس مذہب کو خاص اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے مہاراجہ کنشک نے بدھ مذہب کے بھکشو (مبلغ) کشمیر اور تبت سے بلائے۔ پرشپورہ (پشاور) اور وادیٔ سوات کا علاقہ بدھ مذہب کا مرکز ہو گیا۔ مگر مہاراجہ کنشک اس مذہب کی تبلیغ بیرونی ممالک میں بھی کرانا چاہتا تھا۔ گوتم بدھ کے تمام روحانی صحیفہ جات (تو شتہ جات) پاٹلی پتر (پٹنہ) میں تھے۔ پاٹلی پتر کا راجہ سوباہو جو خاندانِ ناگ سے تعلق رکھتا تھا فصل چہارم میں ابھی گزر چکا ہے بذاتِ خود بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ پاٹلی پتر میں بدھ مذہب کے علماء و فضلا کا ایک عظیم اجتماع رہتا تھا۔ مہاراجہ کنشک کی خواہش تھی کہ پاٹلی پتر کے بجائے پرشپورہ کو بدھ مذہب کی مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیئے۔

چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر اس نے مہاراجہ سوباہو کے پاس ایلچی بھیجے کہ علماؤں کی.... جماعت اور قدیم صحیفہ جات پرشپورہ (پشاور) بھیج دیئے جائیں تاکہ دوسرے ممالک میں تبلیغ کیلئے ان علماؤں کو بھیجا جائے۔ مہاراجہ سوباہو نے اس درخواست کو قبول نہ کیا لہٰذا مہاراجہ کنشک نے ایک عظیم سپاہ لے کر پاٹلی پتر (پٹنہ) کا رخ کیا۔

سنہ ۱۰۱ء کے قریب یہ عظیم سپاہ کشپہ گوپادری اور متھرا کو فتح کرتی ہوئی پاٹلی پتر پہنچی اور مہاراجہ سوباہو کو پیغام بھیجا گیا ---- "ماتحتی یا جنگ"

مہاراجہ سوباہو بدھ مذہب کیلئے اہنساد (عدم تشدد) کا زبردست حامی تھا اس نے لڑائی سے انکار کر دیا۔ مگر ماتحت راجگان نے لشکر فراہم کر کے اگلے روز میدانِ جنگ میں دادِ مردانگی دی اور مغلوب ہو گئے۔

نوٹ:- کشانوں کے دور سے پہلے دریائے ستلج کا زیریں حصہ جو یودھیس کہلاتا تھا جہاں جویہ خاندان کی حکومت تھی۔ یہ گوت آج تک گوجروں میں موجود ہے۔ غلام علی آزاد نے اپنی کتاب خزانۂ عامرہ میں بھی اسے گوجروں کا خاندان تحریر کیا ہے۔ مولف

پاٹلی پتر (پٹنہ) کا دربار

اگلے روز صبح سویرے مہاراجہ شوباہو نے دربار منعقد کیا۔ ویشالی، اچھوی، کوشامبی ساکیت اور اراوتی وغیرہ ماتحت ریاستوں کے سردار اور سپہ سالار دربار میں جلوہ افروز تھے۔ فوجی سپاہی دورویہ قطاروں میں کھڑے تھے۔ چاروں طرف خاموشی تھی۔ دربار میں مہاراجہ کنشک کی آمد کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر بعد سپاہیوں کی قطار کے اختتام پر ایک شاندار رتھ آ کر رکا جس میں بہترین گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ رتھ سے مہاراجہ کنشک اور اس کا دانا و عاقل و عالم وزیر چرک اترے شاہی باجہ بجنے لگا۔ مہاراجہ کنشک اور وزیر چرک پیدل چل کر دربار میں پہنچے۔ تمام درباری تعظیماً کھڑے ہو گئے مہاراجہ کنشک نے مہاراجہ شوباہو اور اس کے دانا و عالم وزیر آشو گھوش سے ہاتھ ملایا۔ مہاراجہ شوباہو نے مہاراجہ کنشک کو تخت پر بٹھایا اس کے بعد مہاراجہ کنشک کے عالم وزیر چرک نے مہاراجہ شوباہو اور اشوگھوش سے ہاتھ ملایا اور اشوگھوش کے پاس نشست حاصل کی۔

تمام دربار پر خاموشی طاری تھی درباریوں کی نظریں مہاراجہ کنشک کو بغور دیکھ رہی تھیں مہاراجہ کنشک نے دربار پر سرسری نظر ڈالی اور پھر یوں گویا ہوئے:۔

"راجہ شوباہو! مہاکوی اشوگھوش!! اور اے پاٹلی پتر کے شریف و نجیب باشندو اور اے ریاستوں کے راجکمارو (شہزادو)......!!!

فتحیاب ہو کر آج کنشک مہاسمراٹ (مہاراجہ یا شہنشاہ) ہوا۔ پاٹلی پتر مشرقی بھارت کی راجدھانی (دارالخلافہ) ہے۔ اس لئے آج کنشک کو نہ صرف مغربی بھارت بلکہ پورے بھارت کا سمراٹ (شہنشاہ) کہلانے جا رہا ہے۔ آج تمام بھارت بدھ مذہب کا پیرو ہے اور میں بھی اسی مذہب کا شیدا ہوں...... اسی مذہب کی محبت مجھے پاٹلی پتر لائی لہٰذا میرا یہ سفر ملکی فتح کیلئے نہیں تھا بلکہ یہ "دھرم یاترا" (مذہبی زیارت) تھی.... میں بدھ مذہب کے عظیم مرکز پاٹلی پتر کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا تھا"

پاٹلی پتر کا عاقل وزیر اشوگھوش کھڑا ہو گیا۔ مہاراجہ کنشک بولتے ہوئے رک گئے۔ عاقل وزیر نے کہا:۔

"مہاراجہ! بدھ مذہب کسی ملک پر چڑھائی کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ بلاشک و شبہ بدھ مذہب کے شیدا ہیں مگر دنیا کے جاہ و جلال نے ابھی تک آپ کا دامن نہیں چھوڑا۔ آپکی

تقریریں نرمی اور ملائمت بدھ مذہب کا عطیہ ہے مگر مہا سمراٹ مہاراجہ وغیرہ الفاظ اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ آپ یہاں زیارت کرنے نہیں بلکہ خواہشات کی تکمیل کے لئے آئے ہیں گوتم بدھ کا قول ہے "وہی شخص بدھ ہے جس نے نفسانی خواہشات پر قابو پا لیا!" آپ بغیر فوجکشی کے بھی ہمارے مہمان ہو سکتے تھے"!

مہاراجہ کنشک بولے:۔

"عاقل و دانا وزیر! تم اپنی عقل کو ایسے موقعہ کی گفتگو کیلئے استعمال کر رہے ہو جہاں غصہ کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔ مہاتما بدھ کا قول ہے "وہی شخص بدھ ہے جس نے اپنے غصہ پر قابو پا لیا" کنشک کے ماتحت یہاں آنے سے پہلے دریائے شتدر (ستلج) سے کرگند ھار۔۔۔ (قندھار) کا علاقہ تھا جس کو اس نے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر صرف قوت اور فوج کا مظاہرہ کر کے حاصل کیا۔ تمہارے راجہ نے ہماری طاقت کا صحیح اندازہ لگالیا تھا اسی لئے وہ جنگ نہ چاہتے تھے۔ کاش! تم بھی ان کے ہمخیال ہو جاتے تو اتنی بھی خونریزی نہ ہوتی خیر۔۔۔ اگر میری نیت صالح ہے تو خدا اس غلطی کو معاف کریں گے۔۔۔ میں پاٹلی پتر تک فاتح بن کر آیا ہوں مگر میں نے کسی بستی کو نہیں اجاڑا۔ راستے میں دیہاتیوں کو قیمت دے کر میں نے اور میری سپاہ نے روٹی کھائی۔ میری سپاہ کا ہر شخص اپنے اس پاک آریہ ورت کی دیگر مستورات کو اپنی بہن اور ماں سمجھتا ہے۔ میں اور میری سپاہ نے اگر کوئی معمولی جرم بھی کیا ہو تو اسے بیان کیا جائے میں اس کی سزا بھگتنے کیلئے تیار ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے جیسا کہ واقعی نہیں ہے تو پھر میری اہل پٹنہ سے دست بستہ التماس ہے کہ میری دو درخواستوں کو قبول کریں جس کیلئے میں یہاں آیا ہوں"!

یہ کہکر مہاراجہ چپ ہو گیا۔

دو درخواستوں کی بات سن کر تمام دربار میں سناٹا چھا گیا۔ حاضرین میں سے ایک بوڑھا سردار اٹھا اور بولا:۔

"آپ کی دو درخواستیں کیا ہیں؟ انہیں صاف صاف بیان کیجئے تاکہ ہم ان پر غور کریں"!

مہاراجہ کنشک نے تمام درباریوں پر ایک سرسری نظر دوڑائی اور پھر بوڑھے سردار کی طرف مخاطب ہو کر بولے:۔

"بزرگوارین! میں صرف مہاتما بدھ کے نوشتہ جات چاہتا ہوں تاکہ زائرین اور بدھ مذہب کے

شائقین پشاور کو رونق بخشیں..... میری دوسری خواہش یہ ہے کہ اگر آپ علمائے کرام کو اپنے ہی یہاں رکھنا چاہتے ہوں تو بے شک رکھ لیں مگر مجھے صرف ایک شخص درکار ہے۔ میں صرف ایک عالم شخص کو آپ لوگوں سے بھکاری بن کر مانگتا ہوں اور وہ..... وہ..... ہے... اشوگھوش :

راجہ شوباہو اب تک خاموشی سے تمام تقریریں سن رہے تھے۔ یکدم چونک پڑے اور بولے :

—— " راجہ کنشک! پاٹلی پتر مہاتما بدھ کا وطن تھا۔ یہ نوشتہ جات یہیں رہنے چاہییں اس طرح سے تو پاٹلی پتر کی عظمت خاک میں مل جائے گی۔ اشوگھوش، اشوگھوش کے پاٹلی پتر سے چلے جانے کے بعد سے یہاں کیا رہ جائے گا۔ اگر دونوں یہاں سے چلے گئے تو میں پاٹلی پتر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ میری جان نکل جائے گی..... کنشک! ہم تمہاری دونوں درخواستیں نامنظور کرتے ہیں۔"

مہاراجہ کنشک بولے :۔

" تعجب ہے! ایک بودھ وہ باتیں کہہ رہا ہے جو ایک بت پرست کو کہنی چاہئیں۔ مہاتما بدھ کا وطن تمام دنیا ہے اس کا ظہور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد اب اس کا کوئی وطن نہیں ہے۔ کیا آپ پاٹلی پتر کو ثواب کی جگہ سمجھتے ہیں..... کیا آپ اشوگھوش کو قابل محبت شے سمجھتے ہیں مہاتما بدھ کا قول ہے اس دنیا کی کوئی جگہ اور کوئی شخص قابل پرستش نہیں ہے۔ اشوگھوش کو میں صرف تبلیغ مذہب کے لئے لیجانا چاہتا ہوں۔ اور بس۔ میرا یہی مقصد ہے۔"

راجہ شوباہو بولے :۔

" اہنسا پرمو دھرم..... یعنی کسی کو دکھ نہ پہنچانا ہی مذہب ہے۔ کیا آپ اشوگھوش کو اس کی مرضی کے خلاف نہیں لے جانا چاہتے؟"

عالم اشوگھوش بولے :۔

" میری خدمات تمام دنیا کیلئے ہیں۔ میں چھ مہینے مشرق کے ملکوں برما، جاوا اور یودیپ (جاوا سماٹرا) اور سیام وغیرہ ممالک میں رہوں گا اور چھ ماہ کیلئے کشمیر، گندھارا، رپشک (ایران) توہست (چین ومنگولیا) میں جاؤں گا۔"

مہاراجہ کنشک خوشی سے اچھل پڑے اور بولے :۔

" مہاگیانی اشوگھوش! ہم صرف آپ کی تیار کردہ تبلیغی جماعتیں ان ممالک میں بھیجیں گے۔ آپ پرشپورہ (پشاور) میں ہی قیام پذیر رہیں گے آپ کو چھ ماہ بعد اجازت ہوگی کہ آپ پاٹلی پتر

آجائیں"۔

چنانچہ اسی بنیاد پر "تھاگت پاتر" (الہامی نوشتہ جات) کا تبادلہ ہوا کہ یہ نوشتہ جات چھ ماہ پشاور میں رہیں گے اور چھ ماہ پاٹلی پتر میں رہیں گے۔

—×—×—×—

چند ماہ بعد مہاراجہ کنشک اپنے دارالخلافہ پرشپورہ (پشاور) میں آگیا۔ اشوگھوش کا شاندار استقبال ہوا۔ اشوگھوش نے تمام قدیم نوشتہ جات کو تانبے کے کاغذوں پر تحریر کرا کر عوام میں تقسیم کرایا، تبلیغی جماعتیں۔ ایران۔ توران۔ چین۔ منگولیا بھیجیں۔ کشمیر میں آئندہ ایک بدھ کانفرنس منعقد کی گئی جس میں کئی اصولوں کے فیصلے ہوئے۔ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر چند ہی سال میں بدھ مذہب جاپان تک پہنچ گیا

کتاب "فاروق العزیز" باب ہشتم از مولانا ابوالفاروقی عبداللہ ملتانی مطبوعہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء کراچی سے پتہ چلتا ہے کہ شمالی ایران میں بدھ مذہب بارھویں صدی عیسوی تک تھا۔

مہاراجہ کنشک آخری عمر میں مہاتما بدھ کے مجسموں کو بنوانے کا شائق ہوگیا۔ یہ مجسمے وادی سوات اور گندھارا میں ہر ہر مقام سے ملتے ہیں ہزاروں کی تعداد میں یہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان وہند کے عجائب گھروں میں رکھے ہیں۔ مہاراجہ کنشک نے کشمیر میں ایک شہر کنشک پورہ بسایا جسے آجکل کانشی پورہ کہتے ہیں۔ پرشپورہ (پشاور) میں چار سو فٹ اونچا لکڑی کا مینار بنایا گیا اس کے ساتھ ہی ایک "استوپ" عبادت گاہ تھی جس میں ایک صندوق رکھا گیا تھا اس صندوق میں مہاتما بدھ کی ہڈیاں بطور زیارت رکھی گئیں۔ اس تصویر پر مہاراجہ کنشک کی تصویر بھی بنائی گئی۔ یہ صندوقچہ ۱۹۱۹ء میں برآمد ہوا تھا۔ متھرا اور ٹکسلا میں بھی کنشک نے عبادت گاہیں اور سرائیں بنوائیں۔ ان عمارتوں کا وہی طرز تعمیر ہے جو اشوک کے سانچی جگناتھ پوری وغیرہ مقامات کے استوپوں کا ہے۔ اس طرز تعمیر کو انگریزوں نے گندھاری طرز تعمیر نام دے کر "یونانی" سے ملایا ہے۔ یورپ پرست اور آریہ ورت کے دشمن مورخین بھی یہی لکھتے ہیں۔ مگر گندھارا اور سوات کا طرز تعمیر جو پانچ ہزار سال تک کی پرانی عمارتوں میں اس ملک میں موجود ہے۔ گندھارا، سوات اور کشمیر کی کہنہ آبادیاں آجتک اس قسم کی طرز تعمیر کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ محکمہ آثار قدیمہ کو اس قسم کے آثار وقتاً فوقتاً دستیاب ہو کر اپنی موجودگی کا پتہ دیتے ہوئے دنیا کو اپنے سے

روشناس کراتے رہتے ہیں۔

کنشک خود علم دوست تھا اور عالموں کی قدر کرتا تھا اس کے عہد میں چرک مشہور طبیب اور وزیر تھا۔ اس کی مشہور تصنیف "چرک سنگتا" ہے اس کے علاوہ اس کے دربار میں اشوگھوش وسوامتر اور ناگر ارجن مشہور عالم تھے۔ ارجن عالم خاندان ناگری سے تعلق رکھتا تھا اسی لئے ناگر ارجن تحریر کیا جاتا ہے۔

مہاراجہ کنشک کی سلطنت کی حدود مغرب میں بحیرہ کیسپین تک تھیں جسے مابعد زمانہ میں عربوں نے بحر خذر کہا ہے۔ مہاراجہ کنشک نے ۱۳۲ء بمقام پشاور انتقال کیا اس وقت اس کی عمر نوّے سال تھی۔

مہاراجہ کنشک کے سکّے سوات سے لیکر متھرا تک برآمد ہوئے ہیں۔ جنہیں نندی کے بیل اور ترشول کی تصویریں ہیں۔ مہاراجہ مذکور القدر کے سکے یورپ میں اسکنڈی نیویا سے بھی ملے ہیں اسی طرح اسی دور کے یوروپین سکے ہمارے ملک کے مغربی حصہ سے ملے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کنشک کے زمانہ میں یورپ سے براستہ وسط ایشیا اور افغانستان ہمارے ملک کی تجارت ہوتی تھی۔

یونان کی قدیم تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ یونان میں شہزادیاں ہندوستانی کپڑے اور ریشم پہنے کی عادی تھیں جب بذریعہ تجارت یونانی سنہری سکے اور سونا ہمارے ملک میں آنے لگا تو ایتھنز کے دارالعوام (اسمبلی) میں ایک رکن "پلینی صاحب" (Mr. PLINI) نے اس تجارت کے خلاف آواز اٹھائی۔ کنشک کی تصویر میں وہ موٹا کوٹ اور موٹے جوتے اور موٹی ٹوپی پہنے ہوئے نظر آتا ہے جس سے وہ خالص کشمیری یا سرحدی معلوم ہوتا ہے۔

مہاراجہ کنشک نے اپنے خاندان (گوت) کے نام پر جو سمبت کشان رائج کیا وہ دراصل شالیواہن سمبت کا نام تبدیل کیا گیا تھا کیوں کہ سمبت کشان اور سمبت شالیواہن دونوں کا اجراء ایک ہی مدت ۷۸ء ظاہر کرتا ہے۔

راجہ واسشک دیو کشان

۱۳۲ء تا ۱۳۴ء

کنشک دیو کے بعد واسشک دیو گدی پر بیٹھا اس کے زمانہ میں وسط ایشیاء کے علاقے

میں اور افغانستان سے لے کر متھرا تک تبلیغ مذہب جاری رہی اور دو سال بعد اس کا انتقال ۱۳۴ء میں ہو گیا۔

راجہ ہوشک دیو کشان

۱۳۴ء تا ۱۴۰ء

ہوشک دیو اپنے باپ واسشک دیو کے بعد پشاور کے تخت پر متمکن ہوا اس نے بدھ مذہب کے مبلغین دور دراز ملکوں میں بھیجے۔ اس نے کشمیر کابل اور متھرا میں عالیشان عبادت گاہیں اور خانقاہیں تعمیر کرائیں جہاں ہزار ہا بھکشو (مبلغین) رہتے تھے۔ کشمیر میں "بارہ مولا" کے پاس اس نے اپنے نام پر ہوشک پور نام کا ایک شہر آباد کیا۔

جب چینی سیاح ہیون سانگ ۶۳۱ء میں کشمیر آیا تو ہوشک پور کی بدھ خانقاہ میں مہمان رہا۔ ہوشک پور کو آجکل اشک پور کہتے ہیں۔ ہوشک کے سکے سونے کے تھے آخر آٹھ سال حکمرانی کر کے ۱۴۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

راجہ واسو دیو اوّل

۱۴۰ء تا ۱۷۸ء

واسو دیو اوّل اپنے باپ ہوشک دیو کی موت کے بعد ۱۴۰ء میں سریر آرائے تخت ہوا۔ اس نے اڑتیس سال حکمرانی کی مگر دور دراز کے علاقہ جات اس کے قبضہ سے نکل گئے۔ وسط ایشیا میں مقامی بودھ سرداروں نے آزادی کا اعلان کر دیا اور دریائے راوی کے جنوب کا علاقہ بھی مقامی راجگان نے دبا لیا اس کی موت کے وقت صرف اس کے ماتحت شمالی پنجاب، سرحد اور افغانستان کے علاقے تھے۔

واسو دیو اوّل کے بعد واسو دیو دوم اور واسو دیو سوم کا تذکرہ بھی تاریخوں میں آتا ہے درمیانی راجاؤں کا نام تواریخ میں مذکور نہیں ہے اس طرح پچاس ساٹھ سال کے بعد ۲۴۸ء تک اس خاندان سے حکومت نکل کر خاندان بیتھالی (ہنفتالی) کے قبضہ میں آ گئی۔

نوٹ:۔ موئف گوجر کے زمانہ میں مشرقی پنجاب ضلع ہوشیار پور موضع اودھن وال میں اسی خاندان کے ایک اردو شاعر ملکھی رام کشان ہیں جو دیک گوجر ہیں اور ۱۹۴۷ء سے

قبل اسی خاندان کے پانچ گاؤں دریائے جمنا کے کنارے آباد تھے جو ہجرت کر کے آجکل قصبہ گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہیں۔ ان میں الحاج محمد اسماعیل صاحب اور چودھری محمد ابراہیم صاحب گوجر خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ سرحدی علاقہ میں اسی نام پر ایک خیل (علاقہ) کشان خیل کہلاتا ہے جہاں کشان گوجر آباد ہیں۔ یو۔پی اور دکن کے علاقوں میں بھی اس خاندان کے متعدد دیہات ہیں اور سب گوجر کہلاتے ہیں۔

(۶) خاندانِ پتھالی (فتالی)

کشان حکومت کے زوال پر ۲۵۰ء میں موجودہ اضلاع جہلم، کاغان اور سرحدی علاقہ میں گوجروں کے ایک خاندانِ پتھالی نے حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ بعض مورخین کے نزدیک کابل بھی ان کے قبضہ میں تھا۔ اس حکومت کا بانی سمدر پال تھا۔

★ **سمدر پال** نے ۲۵۰ء تا ۳۰۴ء پورے چوّن ۵۴ سال حکمرانی کی اس کا دارالخلافہ بھیرہ تھا۔ پشاور کو اس زمانہ میں الگ اکائی کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی اور موجودہ افغانستان میں برہمن شاہی حکومت قائم ہو رہی تھی۔

★ **چندر پال** نے سمدر پال کی وفات کے بعد ۳۰۴ء عنانِ حکومت سنبھالی اور ۳۴۰ء یعنی پورے چھتیس سال حکومت کرنے کے بعد رخت سفر باندھا۔

★ **سہاپال** ۳۴۰ء میں راجہ چندر پال کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا اور ۳۵۱ء تک یعنی گیارہ سال تک حکمرانی کی اس نے اپنے زمانۂ حکومت میں بھیرہ میں قلعہ تعمیر کرایا اور سیالکوٹ تک کا علاقہ اپنے قبضہ میں کیا برہمنوں کے خاندان کک کو جو سرحدی علاقہ میں رہتے تھے زیر نگین کیا۔

★ **دیوپال** ۳۵۱ء بعد وفات (سہاپال) میں تخت نشین ہوا اور ۳۸۱ء پورے

تئیس ۲۳ سال کامیاب حکمرانی کی لیکن آخری عمر میں اس کا بخت زوال پذیر ہوا چنانچہ پاٹلی پُتر دیتنہ کے برہمن راجہ چندر گپت نے اس پر حملہ کیا اور سلطنت چھین لی۔

نوٹ:۔ شاہانِ گوجر کے مورخ نے تحریر کیا ہے کہ فتالی حکومت کا شجرہ نسب تھی اور یہ عین ممکن ہے کیوں کہ فتالی خاندان نہ صرف پنجاب میں آباد ہے بلکہ افغانستان میں بھی یہ خاندان آباد ہے جس طرح بنگال میں گوجر حکمرانوں کی اولاد آج برہمن کہلاتی ہے اسی طرح کابل کے فتالی دسویں صدی عیسوی میں لفظ افغان کی ایجاد ہو جانے سے اپنے کو افغان کہتے ہیں۔

(۷) خاندانِ لوہ موڑیا لومبر یا سلومبر

کشانوں کی حکومت کے زوال پر ملتان اور دریائے چناب کے درمیانی علاقہ میں ۲۶۰ء میں ایک راجہ مسمی لوہ کا نام تاریخوں میں ملتا ہے۔

راجہ لوہ

سنہ ۲۶۰ء تا سنہ ۲۹۰ء

راجہ لوہ کی حکومت دریائے ستلج اور دریائے چناب کے درمیان تھی اس کا اوّل دار الخلافہ مل استھان (ملتان) تھا مگر وہاں سے بھاٹیہ خاندان نے اس کا اقتدار ختم کر دیا تب راجہ لوہ نے اپنے

نام پر دریائے راوی کے کنارے ایک شہر "لوہور" آباد کیا۔

نوٹ:- لفظ لوہور کی ترکیب عین سنسکرت زبان کے مطابق ہے جس طرح راجہ اندر نے اپنے نام پر شہر اندرور (اندور) اور پرشرام کے نام پر پرشرور (پیسرور) آباد ہیں۔ قدیم لوہور کا نام ہی آجکل لاہور ہے۔ بعض کے نزدیک رامچندر جی کے بیٹے لو اور کش پر لوہور کشور (قصور) بنے۔ راجہ لوہ نے "لوہور" کے پاس ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام لوہ کوٹ (کوٹ بمعنی قلعہ) رکھا۔

راجہ لوہ نے بہادری میں خاص نام حاصل کیا۔ شمال میں خاندانِ پتھالی اور جنوب میں بھاٹیوں سے اس کی جنگیں ہوئیں۔ اس نے جموں پر حملہ کر کے اس علاقہ کو بھی زیرنگین کیا اسی وجہ سے راجہ لوہ تاریخ میں "لوہ موڑ" (لوہے کو موڑنے والا) مشہور ہوا اور اس کی اولاد کا آئندہ گوت ہی "لوہ موڑ" قائم ہو گیا جسے آجکل لومبڑ یا لمبر کہتے ہیں۔ تھر ریگستان کی گجراتی زبان میں اسی کو سلومبر کہتے ہیں۔ جیسے سنسکرت کا لفظ رکشت اور سرکشت (بمعنی محفوظ) یا روپ سروپ (بمعنی خوبصورت) وغیرہ الفاظ ہم معنی رہتے ہیں اور حرف سین کے اضافہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح الفاظ لمبر اور سلمبر ایک ہی ہیں (اسی خاندان کی ایک ریاست راجستھان میں مابعد زمانے میں قائم ہوئی جس کا ذکر اسی تاریخ کے تیسرے حصے میں آئے گا اور اسی طرح الفاظ تارا، ستارہ، پوت یا سپوت وغیرہ ہیں جن کی تمثیل یہاں پر لمبر اور سلمبر کے واضح کرنے کیلئے تحریر کر دی گئی ہے۔ اسی خاندان نے میواڑ کے راناؤں کی طرف سے رومن گڑھ پر حملہ کر کے مغلوں کی فوج کو ناکام بنا دیا تھا۔

المختصر راجہ لوہ ایک بہادر راجہ تھا جس نے اپنے قوتِ بازو سے ایک وسیع حکومت قائم کی۔ آخر تیئس ۲۳ سال حکمرانی کر کے ۲۹۰ء میں انتقال کر گیا۔

★ راجہ جے سند مہ اپنے باپ راجہ لوہ کی وفات کے بعد ۲۹۰ء میں تخت نشین ہو کر ۳۲۵ء تک حکمران رہا اس نے مشرق کی طرف فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور نہایت قلیل عرصہ میں دریائے جمنا تک کا علاقہ زیرنگیں کیا آخر ۳۳۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا اس نے اپنے نام پر شہر جے لندھور آباد کیا جسے فارسی مؤرخین نے اپنی تاریخوں میں جالندھر تحریر کیا اور جسے آجکل جالندھر کہتے ہیں۔

★ راجہ وجے دیو یا بجے دیو کے زمانہ میں تھانیسر کے برہمنوں نے علم اختلاف بلند کیا یہ اختلاف رفع کر دیا گیا مگر ۳۰۰ء میں گپت خاندان کے راجہ چندر گپت برہمن نے پنجاب پر حملہ کر کے اسے شکست دی اور آخر یہ راجہ ۳۳۵ء میں تخت نشین ہو کر ۳۸۰ء میں گپت خاندان کا محکوم ہو گیا۔

بھاٹیہ خاندان۔!

سنہ ۹۰ء تا سنہ ۶۰۵ء

راجگان بھٹنیر

راجہ بھاٹی راؤ

سنہ ۹۰ء تا سنہ ۱۰۲ء

راجہ بھاٹی راؤ جیسا کہ گذشتہ باب میں تحریر ہو چکا ہے اس مشہور راجہ شالیواہن کا پوتا تھا جس نے شالیواہن سمبت سنہ ۷۸ء میں جاری کیا تھا۔

راجہ شالیواہن پنواروں کے ہاتھ سے دریائے نربدا پار کرتے ہوئے مارا گیا اور اس کے بیٹے راجہ بل بند سے کشان گوجروں نے سیالکوٹ کا تخت چھین لیا۔ راجہ بل بند کا بیٹا بھاٹی راؤ دریائے ستلج کے علاقہ جوہیہ دلیش کو پار کر کے ریگستانی علاقہ میں پناہ گزیں ہوا اور اس علاقہ پر قبضہ کر کے شہر بھٹنیر اور قلعہ بھٹنیر تعمیر کئے۔

راجہ بھاٹی راؤ کی اولاد آئندہ بھاٹیہ کہلائی۔ اس کی اولاد کو بھاٹیہ گوجر یا بھاٹی گوجر یا بھٹی گوجر آج تک کہا جاتا ہے۔ راجہ بھاٹی راؤ نے سنہ ۱۰۲ء میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

~~~ * ~~~

(۲)

راجہ اہے راؤ۔!

سنہ ۱۰۲ء تا سنہ ۱۶۴ء

راجہ بھاٹی راؤ کے انتقال پر اس کا بیٹا اہے راؤ بھٹنیر کے تخت پر بیٹھا اس نے اپنے دیگر بھائیوں کو مختلف علاقوں کی صوبیداری بخشی۔ شہزادہ سنگھ راؤ دسنگراؤ)
~~~

نے اپنے علاقہ میں شہر سرسواہ (موجودہ سرسہ) اور شہزادہ منگل راؤ کے بیٹے ابھے راؤ نے قلعہ ابھور (ابوہر) تعمیر کرایا تھا۔ ابھے راؤ کی اولاد کا گوت آئندہ ابھوریہ ہوا اور اسی سلسلہ میں آئندہ ڈلا بھٹی ایک نامور سردار تھا جس نے دوآبہ رچنا میں "بھنڈیاں پنڈی" کا شہر آباد کیا جو آج ایک معمولی گاؤں ہے۔

ڈلا بھٹی کی داستانیں ملک کے طول و عرض میں زبان زدِ عام ہیں۔ راجہ اہے راؤ پورے باسٹھ ۶۲ سال کامیاب حکمرانی کرکے ۱۶۴ء میں انتقال کر گیا۔ اس کے زمانہ میں مہاراجہ کنشک کشان نے دریائے ستلج کے کناروں تک حکومت کو وسعت دی مگر شہر بھٹنیر اس کی دست برد سے بچا رہا۔

راجہ اہے راؤ کی اولاد کا گوت آئندہ "اہار" ہوا۔

---

(۳)

راجہ کرن بھیم راؤ

۱۶۴ء تا ۲۱۳ء

اہے راؤ کا بیٹا کرن اپنی بہادری و شجاعت کی وجہ سے "مہابھارت کے بھیم" کے نام پر بھیم راؤ کہلایا۔ اس نے اپنے قوتِ بازو سے تھر ریگستان کے وسیع علاقہ کو اپنی سلطنت میں شامل کیا مغرب کی طرف اس نے ملتان اور شمالی ہند فتح کئے اور بلوچستان کا بیشتر حصہ اس کے زیرنگیں ہوگیا۔ اس کے زمانہ میں کشانوں کی حکومت کو زوال پذیر ہو رہی تھی مگر مہاراجہ کنشک کے بیٹے واسنگ دیو نے ایک جرار فوج لے کر ملتان پر حملہ کیا اور جوہیہ دیش کو بھاٹیوں سے چھین لیا۔ کشانوں کے دور میں جوہیہ دیش کا نام گجرات ہوگیا۔

---

۱ : ۱۰۱۷ء میں جب محمود غزنوی نے قلعہ بھٹنیر تباہ کیا تو بہت سے بھٹی گوجر گنگا جمنا کے دوآبہ میں ہجرت کر گئے اور ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کرکے اس علاقہ کا نام بھٹنیر رکھا جو اکبر کے زمانہ تک بھٹنیری کہلاتا تھا اسی علاقہ میں ایک شہر کا نام اہار رکھا گیا آج یہ اہار کا قدیم شہر موجودہ ضلع بلند شہر میں ایک معمولی قصبہ ہے۔

اس شکست سے بھیم راؤ دل برداشتہ نہ ہوا اس نے شمال کا خیال چھوڑ کر جنوب مغرب کی طرف رخ کیا اور مکران تک کا علاقہ "بھاٹیہ حکومت" میں شامل کیا۔ راجہ کرن بھیم راؤ کی عظمت اس امر سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ اس کی ایک شادی نرور گڑھ (گوالیار) کے کشواہہ خاندان کے راجہ پالن دیو کی لڑکی سے ہوئی اور ایک شادی جنوبی سندھ کے راجہ لکھن سی چاوڑی کے گھر ہوئی تھی۔ آخر ۲۱۳ء میں اس عظیم الشان مہاراجہ کا انتقال ہو گیا۔

(۴)

راجہ کیرپال

۲۱۳ء تا ۲۶۳ء

راجہ کیرپال اپنے باپ کرن بھیم راؤ کے انتقال پر حکومت بھٹنیر کا وارث ہوا اس نے کشان حکومت پر حملہ کر کے گجترا (دریائے ستلج کا علاقہ) فتح کیا اور ملتان سے کشانوں کا اقتدار ختم کر دیا۔

راجہ کیرپال نے مل استھان (موجودہ ملتان) کو رونق بخشی وہاں اس نے دو خوبصورت مندر تعمیر کرائے جو اس وقت تک موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کو ۱۹۴۷ء تک "آدی نراین مندر" اور دوسرے کو نرسنگھ جی کا مندر کہتے تھے۔

بعض تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ اس نے دریائے راوی (موجودہ لاہور) تک کا علاقہ فتح کیا۔ مگر اس میں شک نہیں ہے کہ راجہ کیرپال کی حکومت شمالی بلوچستان و شمالی سندھ سے لے کر مشرق میں اونتی اور متیہ (موجودہ جودھپور) تک تھی۔ راجہ کیرپال نے ۲۶۳ء میں انتقال کیا

(۵)

راجہ کمود رائے (کھیم کرن)

۲۶۳ء تا ۳۱۵ء

اس راجہ کا نام کمود رائے اور اپنے قدیمی بہادر بزرگ کرن کے نام پر کھیم کرن لقب تھا

اس کے زمانہ میں گوجروں کے ناگ طبی خاندان والی پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) کے ساتھ... مگدھ اور بنگال اور شرقی گجرات (موجودہ الور و میوات) کے راجاؤں کی لڑائیاں ہوئیں مگر راجہ رکھو رائے کھیم کرن کی حکومت پران کا کوئی اثر نہ پڑا اور وہ اطمینان سے باون (۵۲) سال حکومت کر کے ۳۱۵ء میں انتقال کر گیا۔

(۶)

راجہ رندھیر رائے

۳۱۵ء تا ۳۶۷ء

راجہ رندھیر رائے نے سیالکوٹ سے کشانوں کی آزاد حکومت ختم کر دی اور وہاں اسی خاندان کا ایک سردار صوبیدار مقرر کیا۔ کشانوں کی حکومت اس زمانہ تک کشمیر سے بھی ختم ہو چکی تھی۔ اور اب ان کے پاس صرف دریائے سندھ کا شمالی مغربی حصہ اور کابل باقی رہ گیا تھا۔

راجہ رندھیر رائے کی ایک رانی مکران کے راجہ کی لڑکی تھی جو گوجروں کے موکر خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ دوسری منڈور کے پرتہار گوجر راجہ کی لڑکی تھی جس سے دو لڑکے سمیان گج رائے اور بجے راج پیدا ہوئے۔

بجے راج کی اولاد سیالکوٹ میں جس علاقہ میں آئندہ سکونت پذیر ہوئی وہ علاقہ بجوات کہلایا اور اس کی اولاد کا الگ گوت "بجی" یا "بجو" ہوا۔

(۷)

راجہ رتن سین

۳۶۷ء تا ۴۱۸ء

راجہ رتن سین نے براستہ شمالی بلوچستان اپنے بھتیجے جھنڈو رائے کو واہلیک (موجودہ افغانستان) پر حملے کے لئے بھیجا جس نے خراسان تک کا علاقہ فتح کیا۔ خراسان کے پارسیوں نے

جوابی حملہ کیا جس کا دفعیہ کرنے کے لئے راجہ رتن سین بذات خود فوج لے کر پہنچا مگر معرکہ کارزار میں کام آیا۔ اس کے زمانہ میں چندر گپت نے اس حکومت کے مشرقی علاقوں کو زیر کر لیا۔ نگر گجنی... (غزنی)، پر بھاٹیوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔

---

(۸)

راجہ ساہر راؤ لومن راؤ

۴۱۸ء تا ۴۷۱ء

راجہ ساہر راؤ لومن راؤ کے زمانہ میں سیالکوٹ کے گشان کلہم آزاد تھے۔ انہوں نے لاہور پر قبضہ کر کے علاقہ جالندھر کی طرف حملے کرنا شروع کر دیئے۔
سکند گپت نے ان کے حملے روکنے کے لئے ۴۵۵ء میں فوج بھیجی مگر گشانوں نے انہیں شکست دی۔ راجہ ساہر راؤ لومن راؤ بھی مشرق کی طرف فتوحات کی ہوس میں بڑھا اس نے گشانوں کو مشرقی پنجاب سے نکال کر خود قبضہ کر لیا اور سہرند (موجودہ سرہند) اور سہار.... (موجودہ حصار) تک حکومت کو وسعت دی یہ دونوں شہر راجہ ساہر راؤ کی یادگار ہیں جو اس نے اپنی ملکی حدود پر بصورت فوجی چھاونی آباد کئے تھے۔
گشانے مسلسل حملہ آور ہوتے رہے انہوں نے بھٹنیر کی حکومت اور پنجاب میں تہلکہ مچا دیا لوگوں نے انہیں "ہون" [illegible] بمعنی غیر مہذب کہنا شروع کر دیا۔
خدا کی قدرت دیکھئے کہ یہی تحقیری نام گشان خاندان کے لئے باعث اعزاز بن گیا اور... انہوں نے آئندہ اسی "ہون" نام سے سیالکوٹ میں حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ کشمیر، سرحد اور کابل کے برہمن راجاؤں کو فتح کر کے ایک دفعہ ایران سے بھی شاہی خزانہ لوٹ کر لے آئے انہیں "ہون" گوجروں کے ہاتھوں راجہ ساہر راؤ لومن راؤ ۴۷۱ء میں مارا گیا![1]
راجہ ساہر راؤ لومن راؤ اپنے وقت کا ایک مدبر اور علم دوست راجہ تھا عالموں کی قدر کرتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس کا دربار کبھی گیانی لوگوں سے خالی نہیں رہا انتظام سلطنت میں کافی مہارت رکھتا تھا۔

---

[1] نوٹ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

(۹)

راجہ رین سی

۴۷۱ء تا ۴۸۲ء

راجہ رین سی کے زمانہ میں ہون گوجر تمام شمالی پنجاب، سرحد اور کابل تک مضبوط حکومت قائم کر چکے تھے۔ راجہ رین سی کا انتقال تخت نشینی کے ۵ سال بعد ہوا مگر یہ تصدیق نہ ہو سکا کہ وہ اپنی طبعی موت مرا یا یہ بھی ہون گوجروں کے مظالم کا نشانہ بنا۔

(۱۰)

راجہ بھوج سی

۴۸۲ء تا ۵۱۹ء

راجہ بھوج سی کے شروع ایام اطمینان سے گذرے کیوں کہ ۴۹۰ء تک راجہ لکھن رائے

نوٹ متعلق صفحہ نمبر — وہ مورخ جو گوجروں کو ہونوں کے ساتھ پانچویں صدی میں آیا ہوا مانتے ہیں اس نقطہ کو خاص طور سے ملاحظہ کریں کہ ہون بلا شک وشبہ گوجر ہیں اور آج تک اس خاندان کے گوجر اپنے کو ہون ہی کہتے ہیں مگر ان ہونوں نے نہ تو صرف بھٹنیر تباہ کیا بلکہ گجرات میں دلیجی خاندان کے گوجروں کو بھی تباہ وبرباد کیا (جیسا کہ ہون حکومت کے ضمن میں مذکور ہے) اس سے یہ ظاہر ہے کہ ہون خاندان کے گوجروں کا جب عروج شروع ہوا اس سے پہلے ہی ملک کے طول وعرض میں گوجروں کے دوسرے خاندان ترقی پذیر تھے۔ لوگوں نے لفظ ہون کے معنی نہ سمجھ کر اس کو خواہ مخواہ بیرونی قوم تصور کر لیا جب کرشن جی پر حملہ ہوا تو ان حملہ آوروں کو بھی شری کرشن کے اعزاز کی وجہ سے ہون (بمعنی غیر مہذب) ہی کہا گیا تھا چنانچہ فارسی تاریخ فرشتہ نے مہابھارت کے واقعات بیان کرتے وقت ان لوگوں کو ہون ہی تحریر کیا ہے۔ ہون خاندان کے گوجر آج تک اپنے کو کشان کہتے ہیں جو کُش کی اولاد ہیں۔ کُش۔ شری رامچندر جی کے بیٹے تھے اور اس کی تصدیق کتاب "برہم سدھانت" سے ہوتی ہے۔ مولف گرجر

ہون گندھار (قندھار) میں ہی رہا اور ایرانیوں سے جھگڑ لیتا رہا مگر اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے تورمن نے ایرانیوں کو شکست دے کر بھٹنیر کا رخ کیا۔ راجہ بھوج سی بغیر لڑے اطاعت گزار ہوگیا۔ راجہ تورمن ہون نے بھٹنیر کا علاقہ پار کر کے مالوہ کو ۵۰۱ء میں زیر و زبر کر دیا۔ کابل اور گندھار سے راجہ تورمن کے آنے کے بعد وہاں برہمن شاہی حکومت قائم ہوگئی اور راجہ تورمن نے سیالکوٹ کو دارالخلافہ بنالیا اور پھر ۵۱۵ء میں وہیں انتقال کر گیا۔

اس کے انتقال پر اس کا بیٹا راجہ مہر کل واقعی ہون ثابت ہوا جس نے تمام زندگی امن عامہ تباہ کرنے کے سوائے اور کوئی کام نہ کیا۔

الغرض راجہ بھوج سی پہلے راجہ تورمن کا ماتحت رہا اور پھر راجہ مہر کل سے حفاظت دامن کی سلامتی چاہتا ہوا ۵۱۹ء میں طبعی طور سے انتقال کر گیا اس کے آخری زمانہ میں شہر بھٹنیر پر منڈور کے پرتہار گوجروں نے قبضہ کر لیا۔

(۱۱)

راجہ اننت بھوج

۵۱۹ء تا ۵۵۵ء

راجہ اننت بھوج ۵۱۹ء میں وارث تاج و تخت ہوا۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں ایک قلعہ اپنے دادا کے نام پر "لون واہن" تعمیر کرایا۔

راجہ اننت بھوج کا زمانہ بڑی پریشانیوں میں گزرا۔ راجہ مہر کل ہون نے جتنی مرتبہ بھی گجرات، کاٹھیاواڑ اور مالوہ پر حملے کئے اتنی ہی مرتبہ بھٹنیر کی حکومت راستہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئی۔ پھر مالوہ کے برہمن راجاؤں نے بھی مہر کل کو سزا دینے کے لئے بھٹنیر کو ہی راستہ بنایا۔ ہون گوجروں اور مالوہ کے برہمنوں کی آخری خونریز جنگ بھی بھٹنیر کی حکومت کے اندر ہی ۵۳۰ء میں بمقام کرور (واقع ضلع ملتان) ہوئی جس میں ہون گوجروں کی طاقت چکنا چور ہوگئی۔ مہر کل ہون شکست کھا کر کشمیر

بھاگ گیا اور سیالکوٹ پر اس کے بھائی نے قبضہ کر لیا۔
آخر انہیں مصائب اور جھمیلوں میں راجہ اننت بھوج کا انتقال ۵۵۵ء میں ہوا۔

(۱۲)

راجہ ابھیاس راؤ

۵۵۵ء تا ۶۰۵ء

راجہ ابھیاس راؤ کے زمانہ میں بھی ملک میں خانہ جنگی رہی۔ تھانیسر کے برہمنوں نے عروج حاصل کر کے لاہور تک کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا اور مالوہ کو بھی اپنے تحت لے آئے اسی زمانہ میں گن دھار (قندھار) میں بھی برہمنوں کی زبردست حکومت قائم ہوئی۔

گن دھار (قندھار) کی برہمن شاہی نے شمالی بلوچستان فتح کر کے تمام قبائلی علاقہ اپنے زیر نگیں کیا اور پنج ندا اور دریائے ستلج تک حکومت کو وسعت دی تھانیسر کا برہمن راجہ پربھاکر ودھن نہایت بہادر اور جری تھا وہ بیک وقت دریائے راوی کے علاقہ میں سیالکوٹ کے ہون گوجروں سے، ملتان میں گندھار کے برہمنوں سے مالوہ میں گجرات (کاٹھیاواڑ) کے گوجروں سے اور وندھیاچل کی طرف علاقہ لاٹ کے راشٹر کوٹوں سے لڑتا رہا۔ اسی لئے کتاب ہرش چرتر میں اس کی بابت تحریر ہے کہ "وہ ہرنوں (ہونوں) کے لیے شیر تھا گندھار (قندھار) کے ہاتھی کے لئے بخار تھا، گوجروں کی نیند بھنگ کرنے والا تھا اور لاٹ کے سانپ کے لئے کلہاڑا تھا"

لوٹ:۔ اسی کتبہ کی بنیاد پر انگریز بوجھ بجھکڑوں نے کہا تھا کہ گوجر چھٹی صدی میں آئے تھے حالانکہ بقایا گوجروں اور ہون میں اس کتبہ میں امتیاز کیا گیا ہے۔

الغرض بھٹنیر کا راجہ ابھیاس راؤ بھی زمانہ کے ہاتھوں تنگ ہو کر اپنی مضبوطی کی تدابیر کرنے لگا۔ اس نے قلعہ مروٹ (ملوٹ) بنایا اور دریائے ہکڑا کے پاس کے پنوار خاندان کے گوجروں کو اپنا مطیع کیا۔ اور لودھرے گوجروں کو مطیع کر کے ان کے شہر لودھرواں (موجودہ لودھراں) کو بھی اپنے تصرف میں لے آیا اور شمالی سندھ کو بھی دوبارہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا آخر ۶۰۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

باب نہم

سنہ ۳۰۰ تا سنہ ۶۰۰ء

(۱) گپت عہد

سنہ ۳۲۰ء تا ۵۲۵ء

باب ہفتم کے سلسلہ نمبر ۱۲ میں مذکور ہو چکا ہے کہ خاندانِ ناگر کے آخری راجہ راجپال سے گپت خاندان کے برہمنوں نے پاٹلی پتر کی حکومت لی تھی۔

گپت خاندان کا بانی چندر گپت اول تھا اس خاندان کے عروج نے جیسا کہ باب ہفتم میں مذکورہ خاندانوں کے آخر میں بیان کیا گیا گوجروں کی سلطنتوں کو یکے بعد دیگرے اپنا ماتحت بنا لیا۔

چندر گپت اوّل

سنہ ۳۲۰ء تا سنہ ۳۳۰ء


چندر گپت اول کے آبا و اجداد مگدھ دلیش... (موجودہ اڑلیسہ) کے فرمانروا تھے پاٹلی پتر کی ناگر حکومت میں کمزوری کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے، ادھر چندر گپت کی شادی لچھوری راجہ کی لڑکی کمار دیوی سے ہوئی تو ان دو حکومتوں کی متحدہ قوتوں سے فائدہ اٹھا کر چندر گپت اول نے پاٹلی پتر (پٹنہ) پر قبضہ کر لیا تھوڑے عرصے بعد اس نے ترہت (شمالی اودھ) اور پھر آگرہ تک کا علاقہ فتح کر لیا، آس پاس کے راجگان اس کی اطاعت کا دم بھرنے لگے، پاٹلی پتر پر قبضہ کے سال سے اس نے اپنے نام سے ایک نیا سمت جاری کیا تھا۔ آخر سنہ ۳۳۰ء میں اس راجہ کا انتقال ہو گیا۔

سمدر گپت
۳۳۰ء تا ۳۷۵ء

چندر گپت اوّل کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا سمدر گپت سریر آرائے تخت ہوا اس نے بنگال کو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ پھر دکن میں ناگپور خورد (چھوٹا ناگپور) تک فتوحات حاصل کیں۔ ۳۱۰ء میں اس نے دریائے گنگا عبور کر کے گنگا جمنا کے دوآبہ پر قبضہ کیا، اپنی آخر عمر تک سمدر گپت نے بھٹنیر کے بھاٹیوں، لوہ کوٹ کے لوہمبڑوں اور بھیرہ کے پٹھالیوں کی حکومت کو درہم برہم کر دیا واپسی پر اس نے اجین کے پنواروں، سندھ کے اہیروں کو مغلوب کر کے گجرات اور خاندیش تک فتوحات کے جھنڈے گاڑھے، سمدر گپت کی فتوحات نے اس کا نام آریہ ورت کی تاریخ میں زندہ جاوید کر دیا اس نے عظیم الشان سلطنت قائم کی، پاٹلی پتر کے بجائے اجودھیا کو دار الخلافہ قرار دیا، تمام گوجر راجگان گپت راجہ کے ماتحت باجگزار ہوئے، بہت سے خاندانوں کا نام تاریخ سے محو ہو گیا ان فتوحات کی وجہ سے موجودہ تمام مورخ سمدر گپت کو "انڈین نپولین" کا خطاب دیتے ہیں، سمدر گپت نے مہاراجہ ادھیراج کا لقب اختیار کیا۔۔ آسام اور نیپال اس کی سلطنت کے ماتحت خود بخود باجگزار بن گئے۔

سمدر گپت ایک قابل سپہ سالار تھا، وہ زبردست عالم تھا، علما و فضلا کی قدر کرتا تھا، اسے علم موسیقی کا بھی شوق تھا، وینا بجانے میں اسے خاص مہارت حاصل تھی، حالانکہ سمدر گپت ویدک مذہب کا پابند اور منوسمرتی کا مقلد برہمن تھا مگر اس کے باوجود وہ مذہبی معاملات میں فراخدل تھا، اس نے۔۔۔۔ مختلف الخیال لوگوں کو اپنے عقائد کی انجام دہی کے لئے پوری اجازت دے رکھی تھی، اس نے لنکا کے بدھی راجہ کو بخوشی اجازت دی کہ وہ "گیا" کے مقام بدھ بھکشوؤں (مبلغین) کے لئے خانقاہیں تعمیر کرے۔

سمدر گپت کے دربار میں ایک شاعر "ہری سین" بہت مشہور گذرا ہے جس نے سمدر گپت کی فتوحات کا تذکرہ اشعار میں لکھ کر اشوک کے ایک ستون پر کندہ کرایا۔ آخر پینتالیس (۴۵) سال کامیاب حکومت کر کے۔۔۔


سلطنت سمدر گپت
۳۷۵ء
دریائے جمنا
پاٹلی پتر

سمدر گپت کا انتقال ہوگیا۔

چندر گپت دوم
۳۷۵ء تا ۴۱۳ء

چندر گپت دوم بھی اپنے باپ سمدر گپت کی طرح نہایت جری اور بہادر تھا اس نے اپنی فتوحات کو مغرب میں کابل تک پہنچایا اس نے دوبارہ گجرات اکاٹھیاواڑ پر حملہ کرکے گوجر حکمرانوں کو شکست فاش دیں اور سلطنت کی حدود کو سمندر کے ساحل تک پہنچا دیا، سمندر کے ساحل پر اس نے بندرگاہوں کی تعمیر کرائی اور تجارت کو ترقی دی، اس کے زمانہ میں چینی سیاح فاہیان آریہ ورت میں بودھ مذہب کی کتابیں لینے آیا وہ یہاں ۴۰۵ء تا ۴۱۱ء تک رہا، وہ لکھتا ہے کہ چندر گپت کی سلطنت میں امن و اماں ہے، راستے محفوظ ہیں، رعایا سے معمولی محصول لیا جاتا ہے، جو مجرم عادی ہیں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے ہیں، کاشتکاروں سے پیداوار کا چوتھائی حصہ سرکاری محصول کے طور پر وصول کیا جاتا ہے، لوگ خوشحال، ایماندار اور دولتمند ہیں

گپت عہد پر ایک نظر

گپت عہد میں علوم و فنون، ادب و سائنس کی بے حد ترقی ہوئی، تمام ملک ایک ہی حکومت کے تحت آجانے سے ذرائع آمدنی میں اضافہ ہوا۔ اس زمانہ میں بہترین تصانیف ہوئیں۔

بڑے بڑے علماء نے علوم کے چشمے جاری کر دیئے، علم ریاضی و نجوم میں آریہ بھٹ اور راہ مہر اور برہم گپت نے نام پیدا کیا، یہ برہم گپت وہی ہے جو بھڑوچ کے چاپ (چاوڑا) کے گوجر راجاؤں کا بھی درباری رہا۔

گپت عہد میں علم موسیقی، فن تعمیر، سنگ تراشی، نقاشی، مصوری اور فنون لطیفہ وغیرہ نے بہت ترقی کی۔ اگرچہ اس زمانہ کی یادگاریں بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں مابعد زمانہ میں تباہ و برباد ہوگئیں مگر جو باقی ہیں وہ اس زمانہ کی ترقی اور کمال کا پتہ دیتی ہیں۔

گپتوں نے شہر نالندہ (بنگال) اجنتا (دکن) سارناتھ (مگدھ) ٹکشلا (شمالی پنجاب) اور اجین میں دارالعلوم (یونیورسٹیاں) قائم کیں، تجارت

گو پھر بھی اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ ملک مالا مال ہوگیا۔

چندر گپت دوم کے زمانہ میں ہی کشمیر، مغربی پنجاب اور سرحد کے گوجروں نے سر اٹھانا شروع کر دیا اور اپنا کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کے لئے انہوں نے چھاپہ مارنا شروع کر دیئے، برہمنوں نے انہیں "ہُوںٹ" تحریر کیا، ہون کوئی قوم نہیں ہے یہ تحقیری لفظ ہے جو لوگ تاریخ میں ہُون کہلاتے ہیں وہ سب کے سب کشان، پتھالی اور بھٹی خاندان کے افراد تھے مگر یہ اسی لفظ سے آجتک پکارے جاتے ہیں اور ہُون گوت کے گوجر کہلاتے ہیں۔ ان ہُون گوجروں نے آخر کار شمالی مغربی ہندوستان میں... عظیم الشان سلطنت قائم کی جس کا تذکرہ ابھی آئے گا۔

کھشتریوں اور برہمنوں کی لڑائیاں

گپت برہمنوں نے سیالکوٹ، بھیڑہ اور کھٹنیر کو شمالی مغربی علاقوں میں زیر کر لیا تھا اور جنوب مغرب میں چوہانوں کے دار الخلافہ سکاوتی نگر کو ۳۱۳ء میں تباہ و برباد کر دیا تھا، اسی طرح دکن میں ناگر خاندان سے ناگپور چھین چکا تھا المختصر تمام گوجر کھشتری خاندان مغلوب و زیر ہو چکے تھے، پورے دو سو سال گوجر راجگان اسی طرح ماتحت رہے مگر گوجروں کی شمع حریت و لبھی پور

٭ نوٹ:- ہُون کوئی بیرونی قوم نہیں ہے۔ یہ مغالطہ انگریزوں نے ادا وتا ڈالا ہے اگر ہُون کو قوم ہی مان لیا جائے تو ہونوں کا ذکر توسری کرشن کے زمانہ میں آتا ہے ملاحظہ مہابھارت و تاریخ فرشتہ پہلا باب ہونوں پر مفصل تبصرہ حصہ پنجم میں دیکھئے۔

اور بھڑوچ میں جلتی رہی، ولبھی پور کا راجہ بھٹارک گو گپتوں کا حامی و مددگار تھا مگر اس ولبھی پور نے آہستہ آہستہ ایسی طاقت پکڑی کہ برہمنوں کے دوسرے خاندان وردھن کے زمانہ میں یہ طاقتور شمار ہونے لگے، اسی طرح پنوار گوجروں سے جب اجین چھن گیا تو ان کی ایک شاخ چاپ (چاوڑا) نے راجہ دوا اول کی سرکردگی میں دریائے نربدا کے کنارے شہر بھڑوچ کو اپنا دار الخلافہ بنا کر آزاد ریاست کی بنیاد رکھی۔ دوسرے تمام خاندان آبو کے گرد و نواح میں مقامی سردار رہ گئے، چوہانوں نے مکادتی نگر کو چھوڑ کر تھر ریگستان میں بود و باش اختیار کی اور تارا گڑھ آباد کیا۔

نہ صرف مغرب اور دکن میں گوجر گپتوں سے لڑتے رہے بلکہ شمالی مغربی علاقہ کے گوجروں نے بھی سمدر گپت کے عہد میں ہی اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور یہی سلسلہ چندر گپت دوم کے زمانہ میں بھی رہا مگر یہ لوگ گپت سلطنت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہے، کشمیر اور شمالی مغربی پنجاب کے ان پہاڑوں کو برہمنوں نے "ہون" بمعنی "مفسد" پکارنا شروع کر دیا۔

گندھار (قندھار) میں برہمنوں کی ایک علیحدہ حکومت تھی جو تاریخ میں برہمن شاہی کہلاتی ہے، یہ حکومت گپتوں کی حلیف تھی لہٰذا یہ لوگ "پیٹھن یوگی" کہلائے۔ پیٹھن (پٹھان) کے معنی "بہترین" اور "یوگی" کے معنی مہذب ہیں۔ موجودہ پٹھانوں میں یوں تو آریوں کی سب قومیں شامل ہیں مگر ان میں اکثریت برہمنوں کی ہے۔

اسی طرح جنوبی سندھ کی وادی کے لوگوں کو برہمنوں نے "جرٹ" (جٹ یا جاٹ) نام دیا اس لفظ کے معنی بھی "ہون" ہی ہیں جاٹ گوجروں کا ہی ایک فرقہ ہے مگر لفظ جاٹ کی انفرادیت شادی بیاہ کرنے سے مانع ہو گئی، سندھ کی تاریخ راجہ چچ برہمن (۶۵۶ء) تک برہمنوں اور جاٹوں کی خانہ جنگی ہے جس میں جاٹوں کو آخر کار برہمنوں کا مطیع ہونا پڑا اور بقایا نے مکران میں آزاد سلطنت قائم کی جہاں انہوں نے عرب حملہ آوروں

کا مقابلہ ۴۰۵ء تا ۴۱۲ء کیا۔

سکندگپت
۴۱۳ء تا ۴۶۷ء

چندرگپت دوم کے بعد اس کا بیٹا سکندگپت... آریہ ورت کا راجہ بنا گر کشمیر اور شمالی مغربی پنجاب کے بہادر "ہون" گوجروں نے اپنے علاقوں سے گپتوں کا اقتدار ختم کر دیا۔ ۴۵۵ء میں سکندگپت نے ایک بھاری فوج فراہم کر کے جموں و سیالکوٹ پر حملہ کیا "ہون" گوجروں کو بھاری شکست ہوئی چنانچہ سکندگپت نے عام گرفتاری کا حکم دیا لہذا بہت سے گوجر مغربی پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے اور بہت سے تاریخ میں آج تک بھٹی دپٹھان کہلانے لگے مگر ان کے گوت (خاندانی نام) وہی گوجروں کے ہیں۔ بقایا گوجروں کا نام تاریخ میں "ہون" ہوگیا۔

"ہون" گوجروں نے جب یہ دیکھا کہ اس علاقہ میں آزاد سلطنت کا قیام مشکل ہے تو انھوں نے پشاور اور کابل سے برہمنوں کا اقتدار ختم کر کے گندھارا سے برہمن شاہی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

بدھ گپت کا زمانہ اور "ہون" گوجر
۵۶۸ء تا ۵۸۰ء

گندھار کے برہمنوں نے ایران کے بادشاہ سے مدد طلب کی جو انہیں مل گئی۔ چنانچہ لکھن رائے کی سرکردگی میں "ہون" گوجروں کا شاہ ایران سے ۵۷۰ء میں سخت مقابلہ ہوا ایرانی فوجوں کو شکست فاش ہوئی اور "ہون" گوجروں نے شمالی ایران کو زیر و زبر کر کے گندھار میں قرار پکڑا۔

ادھر ولبھی پور (گجرات) میں مالوہ کے برہمن صوبیدار برن دت نے بھٹارک گوجر راجہ کو سوراشٹرا کا آزاد راجہ تسلیم کر لیا اور بھڑوچ کے گوجر راجہ پرشانت راگ دوا نے لاٹ علاقہ کو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

مشرق میں مگدھ کے راجہ نے گپت حکومت پر حملہ کر کے بنگال و بہار پر قبضہ کر لیا اور دریائے گنڈک اس کی مغربی حدود قرار پائی۔

اس طرح بدھ گپت صرف یوپی اور پنجاب کا راجہ رہ گیا کیوں کہ مالوہ میں بھی پرن دت برہمن نیم مختار ہو گیا آخر بدھ گپت کا انتقال ۵۰۰ء میں ہوا

بھانو گپت
۵۰۰ء تا ۵۱۵ء

لکھن رائے ہون کا انتقال ۴۹۰ء میں گندھار میں ہو چکا تھا اور اس کی جگہ راجہ تورمن سنبھال چکا تھا، بھانو گپت کے عہد میں راجہ تورمن نے کشمیر کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا "ہون" گوجر اب وسیع سلطنت کے مالک ہو گئے جو کشمیر سے لے کر افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی۔

راجہ تورمن پر بھانو گپت نے فوج کشی کی مگر بمقام سیالکوٹ گوجروں کو فتح حاصل ہوئی اور دریائے راوی تک کا علاقہ "ہون" سلطنت میں شامل ہو گیا۔

راجہ تورمن نے اپنے القاب "واسوکل" اور "میگھ دھن" اختیار کئے اور ۵۱۰ء میں ساکلا (سیالکوٹ) کو دارالخلافہ بنایا، اسی سال اس نے مالوہ پر حملہ کر کے بھانو گپت کو آخری شکست دی اور اس طرح گپت خاندان ختم ہو گیا، ۵۱۵ء میں بھانو گپت کا انتقال ہو گیا، "ہون" راجہ تورمن مالوہ پر قبضہ نہ رکھ سکا، مالوہ میں ایک بہادر برہمن یشو دھرمن نمودار ہوا

راجہ تورمن کے بعد اس کا بیٹا مہرکل سیالکوٹ میں تخت نشین ہوا، اس نے نہ صرف مالوہ اور بمع ریگستان کو زیر و زبر کیا بلکہ گوجروں کے دارالخلافہ ولبھی پور (گجرات) کو بھی مٹی میں ملا دیا اور فتوحات کرتا ہوا مگدھ تک جا پہنچا، واپسی پر مالوہ کے بہادر برہمن یشو دھرمن نے مہرکل کو بمقام "کرور" ضلع ملتان میں ایسی شکست دی کہ مہرکل کی تمام طاقت چکنا چور ہو گئی اور وہ کشمیر میں جا کر پناہ گزین ہوا اور وہیں ۵۴۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا "ہون" حکومت کے مفصل حالات کسی آئندہ باب میں آئیں گے۔

حکومت بنگال

"خاندان گور یا گورسی"

بدھ گپت کے عہد (۵۶۶ء تا ۶۰۰ء) بنگال میں جب گپت حکومت سے بنگال بہار اور مگدھ نکل گئے اور وہاں گورسی حکومت قائم ہوئی تو بدھ گپت تو مالوہ چلا گیا اور قنوج میں موکھری خاندان کا ایک سپہ سالار مالوہ کے ماتحت ہی فائز ہوا اس طرح بنگال میں گورسیوں کو اطمینان سے حکومت کرنے کا موقعہ مل گیا اور ان میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے جیسا کہ باب چہارم میں مذکور ہوا، راجہ جیدھر کے بعد گورسی خاندان کی ایک اور شاخ کے راجہ بھوپال گورسی نے ۵۵۱ء میں حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

۱:- راجہ بھوپال گورسی
۲:- " راجدھر گورسی
۳:- " راجا یو گورسی
۴:- " راج بھوپت گورسی

ان چاروں راجگان نے آزادی و خود مختاری کے ساتھ شاندار حکومت کی اور گور شہر کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور پھر آخری دو راجاؤں نے پاٹلی پتر (پٹنہ) کو راجدھانی بنائی۔

راجہ بھوپت گورسی کو اس فوج نے جو مہا راجہ ہرش نے قنوج سے کھنشر لوں اور برہمنوں پر مشتمل کر کے بھیجی تھی مغلوب کر لیا اور یہ "پال خاندان" کے ماتحت باجگزار راجہ رہ گئے

واہلیک اور کشمیر کے گوریا گوہی

اسی زمانے میں "ہیون" کی پشت پر یعنی موجودہ افغانستان کے اندر میں ریاست گور پھر آزاد ہو گئی جو خاندان گور کے ہی نام پر چوتھی صدی قبل مسیح میں مشہور ہوئی تھی۔

جب ہیون سانگ ساتویں صدی میں ہندوستان آیا تو اس علاقہ میں سنسکرت زبان کی شاخ رائج تھی جس میں پچیس ۲۵ حرف تھے اور جو بائیں سے دائیں کو لکھی جاتی تھی۔

عربی مورخین نے بھی اس کا تلفظ "جور" کیا ہے اس کی تصدیق و تشریح کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ الخلفاء" صفحہ نمبر ۱۶۹ بیان حضرت عثمانؓ از علامہ جلال الدین سیوطی و نیز تاریخ بغداد وغیرہ (اس کا تلفظ غور ترکوں کے زمانے میں ہوا جو سراسر غلط ہے)

ریاست سمبھر کے ریکارڈ نیز "ہریا وا کی دیواریں" مصنفہ دلیتراج بھاٹی بی۔اے کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ جب اس ریاست پر ترکوں کا پہلا حملہ ہوا تو یہاں کا راجہ برہمن تھا جس نے اپنے آقا راجہ لکتورمن کو دھوکے سے مار کر حکومت حاصل کی تھی۔

میں (مولف) کہتا ہوں کہ صرف آخری راجہ ہی برہمن نہ تھا بلکہ راجہ لکتورمن جسے آخری گوجر راجہ کہا جاتا ہے اس سے آخری برہمن راجہ کے اجداد نے حکومت چھینی تھی اس پر سند یہ ہے کہ ریاست گور پر ترکوں کا قبضہ الپتگین کے زمانے میں ہوا اس وقت راجہ برہمن تھا یہ زمانہ وسط دسویں صدی کا تھا لیکن راجہ بھرتھوج (سنہ ۹۴۲ء تا سنہ ۹۹۰ء) نے جب اپنے سپہ سالار الکھان کو ریاست گور کی مدد کیلئے بھیجا تھا اس وقت بھی

اس ریاست پر برہمنوں کا قبضہ تھا اور اس برہمن راجہ کا نام رت بلاس تھا چونکہ آجکل بنگال کے تمام لوگ برہمن کہلاتے ہیں اس لئے کچھ لوگ خاندان گور کو برہمن مانتے ہیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ اول تو گوجر اور برہمن قدیم آریہ ہیں دوسرے لفظ گور اعزازی ہے تیسرے مرہٹوں میں بھی یہ خاندان موجود ہے جو گوجروں کی ایک شاخ ہے ملاحظہ ہو "مرہٹوں کا عروج" از شری راگھے راؤ یہ بھی ظاہر ہے کہ ترکوں اور مغلوں کے دور میں بنگال سے کبھی کوئی بہادر نمودار نہیں ہوا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشرق کے غیور خاندان کھشتری یا تو پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے یا تھر کے ریگستان میں پہنچ گئے تاکہ حملہ آوروں کو حملہ کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے۔

مشرق سے قنوج کا تمام شاہی خاندان اور سپاہ موجودہ جودھپور... (تھر کا ریگستان) میں آباد ہوئی بقایا کھشتری آبادی دوسری قوموں میں مل گئی، یہی وجہ ہے کہ بنگال اور مگدھ میں سب کے سب کھشتری خاندان برہمن کہلاتے ہیں لیکن آج تک مؤرخ گور اور گجر میں فرق نہیں محسوس کرتے۔

ملاحظہ ہو رپورٹ مردم شماری کشمیر ۱۹۱۱ء

گور گوجروں کا گوت ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ شاہان گوجر صفحہ نمبر ۱۳۳ پنجاب، یو۔پی، مہاراشٹر میں اس نام کا تلفظ گور اور گورسی دونوں طرح ہوتا ہے وسط ہند میں اس کو گورسی اور گراسی دونوں طرح بولا جاتا ہے آئین اکبری میں علامہ ابوالفضل نے اس کو گراسیہ لکھا ہے۔

اکبر کے زمانے میں یہ خاندان گجرات کاٹھیاواڑ میں باعظمت حیثیت کا مالک تھا اور آجکل اس خاندان کے افراد یو۔پی اور پنجاب میں خاص اعزاز کے مالک ہیں اور گوجر کہلاتے ہیں۔

ریاست گور کا نام تو جیسا کہ پیچھے لکھا جا چکا ہے سکندر اعظم کے حملہ کرنے کے فوراً بعد (سنہ ۳۲۲ ق م) میں ملتا ہے جب کہ یہ ریاست راجہ کیدار رائے کے ماتحت تھی اس ریاست نے دوبارہ عروج چوتھی صدی میں حاصل کیا اور دسویں صدی میں ترگوں کے ہاتھوں ختم ہوئی اسطرح گور (بنگال) خلجیوں کے زمانے میں ختم ہو کر صرف بنگال رہ گیا

(ب) برہمنوں کے نئے خاندان

اور

گوجروں کی متعدد حکومتیں

گپت حکومت کا آخری برہمن راجہ ۵۱۵ء میں مر گیا۔ گپت سلطنت کے ختم ہونے پر حسب ذیل حکومتیں وجود میں آئیں۔

۱:- مگدھ، بنگال اور بہار میں گوڑ حکومت قائم ہوئی، اس کا دار الخلافہ پاٹلی پتر (پٹنہ) تھا۔

۲:- گنگا کے مشرق میں موکھری خاندان برہمن نے قنوج میں حکومت قائم کی۔

۳:- گنگا سے لے کر مغرب میں جموں کے پہاڑوں تک پشتیہ بھٹی خاندان برہمن نے قبضہ کیا، ان کا دار الخلافہ تھانیسر تھا۔

۴:- جموں سے پشاور تک "ہون" حکومت قائم ہوئی جس کا دار الخلافہ سیالکوٹ تھا۔

۵:- موجودہ افغانستان پر خاندانِ گور نے قبضہ کیا جن کا دار الخلافہ گندھار (قندھار) تھا اور لقب ساہی تھا۔

۶:- بھالو گپت کے سپہ سالار یشو دھرورمن نے مالوہ پر قبضہ کیا۔

۷:- موجودہ سندھ اور بلوچستان میں برہمن حکومت قائم ہوئی جس کا دار الخلافہ برہمن آباد تھا۔

۸:- جنوبی سندھ اور ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ موجودہ ایران تک مگر خاندان کے گوجروں کی حکومت تھی جس کا دار الخلافہ دیول تھا۔

۹:- لاٹ میں راشٹر کوٹوں کی حکومت قائم ہوئی۔ راشٹر کوٹ

کا قدیمی گوت راٹھی ہے حالیہ زمانے میں ان کی ایک شاخ راشٹر کوٹے کہلاتی ہے اس لئے حالیہ تاریخ میں ان کا نام راشٹر کوٹے ہی آیا ہے وہ بھی گوجر کھشتری خاندان ہی تھا۔

۱۰:- علاقہ کچھ میں کشواہیہ (گوجر) کی حکومت تھی۔

۱۱:- بھڑوچ میں خاندان چاپ یا چاوڑا کی حکومت بدستور قائم رہی۔

۱۲:- موجودہ گجرات کے کچھ حصہ پر گوجر خاندان میترک نے قبضہ کیا ان کا دارالخلافہ دلبھی پور تھا لہٰذا یہ خاندان آئندہ دلبھی کہلایا۔ مورخوں کے نزدیک خاندان بالا اور دلبھی ایک ہیں۔

۱۳:- موجودہ کرناٹک اور دکن بعید میں خاندانِ چلوکیہ کی حکومت بدستور قائم رہی۔

۱۴:- اجمیر پر واسو دیو چوہان نے ۵۰۰ء میں آزاد حکومت قائم کی اور تارا گڑھ کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔

۱۵:- منڈور اور بھنمال پر پرتہار گوجر قابض ہوئے۔

۱۶:- چتر کوٹ (چتوڑ) میں موری گوجر قابض ہوئے۔

گوجروں اور برہمنوں میں اقتدار کی جنگ نہ صرف گپت عہد میں رہی بلکہ یہ کشمکش مزید ڈیڑھ سو سال تک جاری رہی جیسا کہ آئندہ اوراق میں مذکور ہوگا۔ گوجروں کی حکومتوں کا تذکرہ آئندہ تحریر کیا جائے گا اس جگہ برہمنوں کی سلطنتوں کے قیام کا ذکر ضروری ہے تاکہ آئندہ واقعات کے مطابقت میں آسانی ہو۔

مندرجہ بالا ریاستوں میں سے کچھ کو تھانیسر کے برہمن راجاؤں نے مغلوب کرلیا اور باقی آزاد ہیں۔

قنوج و تھانیسر کی برہمن حکومتیں

بدھ گپت کے عہد (۴۷۶ء تا ۵۰۰ء) میں جب گپت حکومت سے بنگال، بہار اور مگدھ نکل گئے اور وہاں گوسی حکومت قائم ہوئی تو۔۔

بدھ گپت تو مالوہ چلا گیا اور قنوج میں موکھری خاندان کا ایک سپہ سالار مالوہ کا تخت ہی فائز ہوا۔

اس طرح مشرقی پنجاب گنگا وجمنا کے دوآبہ کا ماتحت حاکم پشیہ بھوٹی خاندان ہوا یہ تھانیسر کے حاکم کہلاتے تھے۔ بھانو گپت کے انتقال (۵۱۵ء) کے بعد مالوہ پر گپت خاندان کے ایک سپہ سالار یشودھرمن وشنو وردھن نے قبضہ کیا۔ اسی دوران جب شمالی مغربی آریہ ورت یعنے سیالکوٹ کا راجہ تورمن وفات پا گیا تو اس کا بیٹا مہر گل تخت پر بیٹھا اور اس نے ایک بھاری فوج جمع کر کے سب سے پہلے مالوہ پر حملہ کیا۔ مالوہ کے اجاڑنے میں مہر گل نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن وہ یشودھرمن وشنو وردھن کو مکمل طور سے فوجی شکست نہ دے سکا مہر گل نے پھر گجرات پر حملہ کیا اور گوجر خاندان میترک کے دارالخلافہ ولبھی پور کو تباہ و برباد کر دیا۔

اس کے بعد مہر گل نے اپنا رخ مشرق کی طرف موڑ دیا لیکن اس سیلاب کو قنوج کے حاکم ایشان ورمن موکھری نے ہر مرتبہ ایک دیوار آہنی بن کر روک دیا اور اس کے ذریعہ سے مہر گل کو ہزیمت پر ہزیمتیں ہوتی رہیں اور وہ موجودہ اترپردیش (یو۔پی) کو پار نہ کر سکا۔

مہر گل نے ایشان ورمن موکھری کو اس کے حال پر چھوڑ کر اپنی فوج کا رخ بندیل کھنڈ کی طرف کر دیا اور لوٹ مار کرتا ہوا انجام کو سوچے بغیر مگدھ جا پہنچا مؤرخین کے نزدیک مہر گل نے مگدھ کو فتح نہیں کیا بلکہ جب یہ وسط ہند کے راستے آگے بڑھنا چاہتا تھا تو نرسمہ بالادتیہ نے اسے بھاری شکست دی واپسی پر یشودھرمن نے ۵۲۸ء میں کرور (ضلع ملتان) کے مقام پر اسے ایسی شکست فاش دی کہ اس کی تمام فوج منتشر اور پراگندہ ہو گئی اور مہر گل نے کشمیر کے راجہ کے پاس جا کر پناہ لی، پھر اسے دھوکہ سے مار کر کچھ ہی دنوں حکومت کر کے خود بھی مر گیا۔

جب مہر گل فوجیں لئے اندرون ملک پھر رہا تھا تو اس کے بھائی نے پے در پے شکستوں سے بددل ہو کر اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور واپس آ کر سیالکوٹ

پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح مہر کل کا فتنہ و فساد ختم ہوگیا۔

مالوہ کا راجہ یشو دھر ورمن وشنو وردھن ۵۳۳ء میں انتقال کر گیا تو قنوج کے حاکم الیشان ورمن موکھری نے مالوہ پر قبضہ کرلیا لیکن دو سال بعد ۵۳۵ء میں گورسی خاندان کے راجہ نے مگدھ سے چل کر مالوہ پر قبضہ کرلیا اور ۵۵۰ء تک مالوہ اس کے تحت رہا۔ آخر کار ہرش کے باپ پربھاکر وردھن نے اسے اپنی حکومت میں شامل کرلیا اور اس طرح گپت حکومت کا نام و نشان مالوہ سے بھی مٹ گیا۔

(ب) قنوج کا برہمن خاندان موکھری

راجہ الیشان ورمن۔۱
۵۲۵ء تا ۵۳۵ء

تورمن کے بیٹے مہر کل کے حملے کے وقت قنوج پر الیشان ورمن کی حکومت تھی اس نے مہر کل کو آگے بڑھنے سے روکا اس کی حدود سلطنت مشرق میں دریائے گنڈک اور مغرب میں دریائے گنگا تک تھی۔

جب مالوہ میں یشودھرومن کا ۵۳۲ء میں انتقال ہوگیا تو اس نے مالوہ کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔

الیشان ورمن بڑا بہادر اور جری سردار تھا اس نے مدھیہ پردیش دوسط ہند) فتح کیا اور پھر دکن میں اندھرا کے علاقہ پر حملہ آور ہوا لیکن دو ہی سال بعد مگدھ کے راجہ نے اس سے تمام مفتوحہ علاقے چھین لئے۔

اور اس کے پاس وہی صرف قنوج کی حکومت رہ گئی آخر اس کا انتقال ۵۳۵ء میں ہو گیا۔

نوٹ :- تھوڑے ہی دنوں بعد مالوہ پر کلچوری خاندان گوجر نے قبضہ کر لیا جو گورسی خاندان کے ماتحت تھے۔

شروا ورمن

۵۳۵ء تا ۵۸۲ء

ایشان ورمن کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا استروا ورمن گدی پر بیٹھا اس نے تھانیسر کے پشیہ برہمن بھٹی خاندان کو اپنا ماتحت بنایا اور جموں تک اپنے علاقہ کو وسعت دی، اس نے مغربی علاقے کا حاکم پربھاکر وردھن کو مقرر کیا۔

مورخوں کے نزدیک پربھاکر وردھن پہلے سے ہی قنوج کے ماتحت تھا اور پشیہ بھٹی خاندان ہی سے تعلق رکھتا تھا۔

پربھاکر وردھن کی لڑکی راجیشری کی شادی قنوج کے گراہا ورمن سے ہو چکی تھی اس طرح یہ دونوں خاندان رشتہ دار ضرور تھے۔

راجہ گراہا ورمن

۵۸۲ء تا ۶۰۵ء

راجہ شروا ورمن کے انتقال کے بعد راجہ گراہا ورمن تخت پر بیٹھا، مورخوں کے نزدیک یہ راجہ شروا ورمن کا بیٹا نہیں تھا بلکہ ایشان ورمن کی اولاد میں سے تھا، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ راجہ یا تو شروا ورمن کا بیٹا تھا ورنہ.. بھتیجہ ضرور تھا۔

راجہ گراہاورمن کی بیوی حاکم تھانیسر راجہ پربھاکر وردھن کی لڑکی تھی جس کا نام راجیشری تھا، مگدھ کے راجہ شاشنک گورسی نے قنوج پر حملہ کیا جس میں راجہ گراہاورمن مارا گیا اور اس کی بیوی قید ہوگئی۔ اپنی بہن کو رہائی دلانے کے لئے راجیہ وردھن بھی لڑائی میں مارا گیا۔

تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس لڑائی میں راجہ شاشنک گورسی کا سپہ سالار جو مالوہ کا حاکم تھا اور کلچوری خاندان گوجر سے تعلق رکھتا تھا وہ بھی شامل تھا۔ جب یہ خبر تھانیسر پہنچی تو راجیشری کا چھوٹا بھائی ہرش وردھن تھانیسر کے تخت پر بیٹھا اور سب سے پہلے اس نے بنگال کے راجہ شاشنک اور مالوہ کے راجہ کو شکست کرطور سے شکست دے کر اپنی بہن کو قید سے رہائی دلائی اس طرح قنوج کی حکومت تھانیسر سے مل کر راجہ ہرش وردھن کے ماتحت ہوگئی اور خاندان موکھری کا نام صفحۂ تاریخ سے محو ہوگیا۔

~~~~*~~~~*~~~~*~~~~

(س) تھانیسر کا پشیہ بھٹی خاندان برہمن —!

پشیہ بھٹی خاندان کے سردار گپت راجاؤں کے ماتحت پنجاب کے حاکم تھے جب گپت حکومت دو حصوں مالوہ اور قنوج میں تقسیم ہوئی تو یہ خاندان قنوج کے ماتحت تھا، اس خاندان میں سب سے پہلے تاریخ میں پربھاکر وردھن کا نام نمودار ہوتا ہے جو.... سمرودادرس کا رشتہ دار تھا۔

پربھاکر وردھن
۵۵۰ء تا ۵۸۲ء

پربھاکر وردھن ۵۵۰ء میں تخت حکومت پر بیٹھا اس کی تمام عمر سیالکوٹ کے راجاؤں سے لڑنے میں گذری جنہیں آج کل تاریخوں میں "ہون" کا نام دیا جاتا ہے اور وہ دراصل کشان گوجر تھے۔
~~~~

پربھاکر وردھن بڑا جری اور بہادر سردار تھا اس نے اپنی حدود سلطنت کو...
جنوب و مغرب کی طرف بھی وسعت دی اور ریگستانی علاقے کے ان گوجر راجاؤں
کو جو گپت سلطنت کے خاتمہ پر سر اٹھانے لگے تھے دبا دیا اس کے بعد اس نے
گجرات پر بھی حملہ کیا لیکن یہ گوجر راجگان کو شکست نہ دے سکا (اس کی تفصیل
آئندہ آئے گی۔) ہرش چرتر کتاب میں پربھاکر وردھن کو "گوجر پرجاگر" یعنی گوجروں
کی نیند بھنگ کرنے والا تحریر کیا گیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ...
گوجروں کو مغلوب نہ کر سکا تھا۔

راجیہ وردھن
۵۸۲ء تا ۶۰۵ء!

راجیہ وردھن اپنے باپ پربھاکر وردھن کا بڑا بیٹا تھا، باپ کی موت کے
بعد تخت نشین ہوا، راجیہ وردھن کے زمانے میں قنوج کے مولکھری خاندان پر بنگال
کے راجہ تشانک گورسی نے حملہ کیا اور اسے بھاری شکست دی اور اس کی بیوی
راجیشری کو جو راجیہ وردھن کی بہن تھی قید کر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی راجیہ وردھن نے
راجیہ تشانک پر حملہ کیا لیکن خود لڑائی میں کام آیا۔

مہاراجہ ہرش وردھن۔!
۶۰۵ء تا ۶۴۷ء

ہرش اپنے بڑے بھائی راجیہ وردھن کی وفات کے بعد تھانیسر کے تخت پر بیٹھا

اس نے اپنے بھائی اور بہن کا بدلہ لینے کے لئے قنوج پر چڑھائی کی اور راجہ ششانک کو شکست فاش دے کر اپنی بہن راجیشری کو قید سے رہائی دلوائی، اس طرح ہرش کی سلطنت میں قنوج کی حکومت بھی شامل ہو گئی۔

مہاراجہ ہرش نے دوبارہ بنگال پر چڑھائی کی اور متواتر چھ سال تک مشرق میں جنگیں لڑتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنگال کا بیشتر حصہ اس کی سلطنت میں شامل ہو گیا، بنگال کے راجہ نے معافی مانگی اور اطاعت قبول کی۔ مہاراجہ ہرش نے تھانیسر کے بجائے قنوج کو ہی اپنا دارالخلافہ بنایا۔

مشرق کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد مہاراجہ ہرش نے مغرب کی طرف دھیان دیا، شمال مغرب کی طرف اس وقت چار سلطنتیں تھیں۔

(۱) کشمیر کی حکومت (۲) سیالکوٹ کی حکومت (۳) گندھارا کی حکومت (۴) ریاست گور۔

کشمیر کی حکومت کی حدود جنوب میں کانگڑہ تک تھی، کانگڑہ کا علاقہ ہرش وردھن نے فتح کر لیا، کشمیر کے راجگان برہمن تھے، سیالکوٹ کی حکومت لاہور تک تھی مہاراجہ ہرش نے اس حکومت کا جنوبی حصہ اپنی حکومت میں شامل کر لیا، یہ حکومت تاریخ میں "ہون" نام سے مشہور ہے۔

گندھارا کی حکومت میں موجودہ بلوچستان کا شمالی حصہ (موجودہ قبائلی علاقہ اور ڈیرہ غازی خان) ملتان شامل تھا، ہرش وردھن نے اس حکومت کے ملتان کا علاقہ چھین کر اپنی حکومت میں شامل کر لیا، یہ حکومت بقول بعض مورخین گشان حکومت تھی اور بعض مورخین کے مطابق یہ حکومت چندر سین کے آباؤ اجداد کی تھی لیکن میں (مولف) کہتا ہوں کہ اس وقت حکومت برہمنوں کی تھی اور اس کا آخری راجہ کالہ تھا جس سے حکومت آٹھویں صدی میں... گوجر خاندان نے برآورد کی تھی اور دسویں صدی میں آخری راجہ چندر سین تھا۔ ریاست گور پر خاندان گورسی قابض تھا، بعض مورخین اس خاندان کو... برہمنوں میں شمار کرتے ہیں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ نسلاً آریہ ورت کے آریہ تھے اور مذہباً ویدک دھرم کے ماننے والے تھے اور ان کی رشتہ داریاں

راجگان گندھار سے ہوئی تھیں۔

چنانچہ جب آٹھویں نویں صدی میں عربوں نے دوسو سال تک اس ریاست پر حملے کئے تو راجگان گندھار نے ہمیشہ ان کی مدد کی اور بغداد کی حکومت انہیں کبھی بھی دوسو سال (۲۰۰) تک شکست نہ دے سکی آخر دسویں صدی میں ترکوں نے اسے زیر نگیں کیا۔

مہاراجہ ہرشس نے مغرب سے رُخ پھیر کر جنوب میں مالوہ پر قبضہ کیا اور گجرات کاٹھیاواڑ کے گوجر راجاؤں کو باجگذار بنا لیا جس میں ولبھی پور کا گوجر راجہ دھرو بھٹ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

مہاراجہ ہرشس نے دکن پر بھی حملہ کیا لیکن چلوکیہ خاندان کے گوجر راجہ پلکیشن دوم نے اسے بھاری شکست دی اور پھر بھڑوچ کا گوجر خاندان بھی مہاراجہ ہرشس سے برسر پیکار ہوا اور اسی طرح گوجر راجگان بھنمال نے بھی ہرشس کی ماتحتی قبول نہ کی اور پھر ولبھی پور کا گوجر راجہ بھی آزاد ہو گیا جس کا تذکرہ آئندہ مفصل طور پر کیا جائے گا۔

اس طرح مہاراجہ ہرشس کی حکومت دکن میں دریائے نربدا تک ماننا بھی بالکل غلط ہے، ہیون سانگ کے سفرنامہ میں دلنڈور کے نزدیک بھنمال کی حکومت کی حدود ۳۰۰۰ میل لکھی ہے جو پرتیہار خاندان کے گوجروں کی حکومت تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ مہاراجہ ہرشس شمالی آریہ ورت کا چکرورتی راجہ تھا لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ گوجر راجہ پلکیشن دوم بھی اسی زمانے میں پورے دکن کا چکرورتی راجہ تھا اور اس کی سلطنت کسی طرح بھی مہاراجہ ہرشس سے کم نہ تھی۔ اور وہ مہاراجہ ہرشس کو شکست دے چکا تھا

ہرشس کی موت

۶۴۷ء میں ہرشس نے انتقال کیا اس نے کوئی نرینہ اولاد نہ چھوڑی اس کی صرف ایک لڑکی تھی جس کی شادی گوجر راجہ ولبھی سے ہو چکی تھی، ہرشس کی موت کے وقت .... دھروسین چہارم ولبھی پور کا راجہ تھا، اس نے ہرشس کی حکومت کے کچھ جنوب مغربی حصہ کو اپنی سلطنت میں شامل کیا اور یہ صرف

مہاراجہ (شہنشاہ) کا لقب اختیار کرکے بیٹھ رہا۔ باقی سلطنت پر ہرش کے ایک رشتہ دار برہمن نے قبضہ کیا۔

اس دوران میں متعدد خاندان کے لوگوں نے تھوڑے عرصہ کے لئے قنوج پر حکومت کی، کلچوری، پرتیہار اور پال خاندان کے لوگ یکے بعد دیگرے حملے کرتے رہے۔

راجہ یشو ورمن

سنہ ۶۹۰ء تا سنہ ۷۴۰ء

سنہ ۶۹۰ء تا سنہ ۷۴۰ء میں قنوج پر اس خاندان کا ایک راجہ یشو ورمن... حکومت کرتا تھا جس کے دربار میں دو مشہور شاعر بھوتہ بھٹی اور واک پتی تھے سنہ ۷۴۰ء تا سنہ ۷۵۰ء راجہ ہری چند کا نام ملتا ہے لیکن یشو ورمن قنوج کا معمولی ہی راجہ رہا اور اس حدود سلطنت بہت مختصر رہی۔

سنہ ۷۵۰ء میں بنگال کے پال خاندان کے راجہ گوپال اوّل نے اس پر قبضہ کیا اور سنہ ۷۸۰ء تک قنوج اس کے ماتحت رہا، گوپال اول کے لڑکے دھرم پال سے یہ حکومت آخرکار گوجر خاندان پرتیہار نے حاصل کر لی جس کا مفصّل ذکر گوجر شہنشاہ اعظم خاندانِ پرتیہار کے ذکر میں آئندہ باب میں آئے گا۔ یہ بات ہر طرح سے ثابت ہے کہ گپت راجاؤں کے بھی متعدد سپہ سالار گوجر تھے اور اسی طرح ہرش وردھن کے زمانہ میں بھی قنوج میں گوجر بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے جب مہاراجہ ہرش نے بنگال فتح کیا تو اس کا انتظام کرنے کیلئے برہمنوں اور کھشتریوں کو قنوج سے بھیجا گیا جنہوں نے شاشنک گورسی کی اولاد کو حکومت سے محروم کرکے "پال" حکومت کی بنیاد ڈالی، اس طرح قنوج سے برآمد شدہ ایک کتبہ سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ قنوج شہر کی پلاننگ کرنے والا انجینیر گوجر تھا۔

جیسا کہ ذکر ہوا ہرش وردھن والئے قنوج کی لڑکی کی شادی بھی دلبھی خاندان میں ہوئی تھی اس لئے ایک مورخ نے لکھا ہے کہ لبھی خاندان برہمن

سے تعلق رکھتے ہیں ورنہ یقینی طور سے گجترا قوم گجترا کے رہنے والوں کو کہا گیا ہے جنمیں برہمن بھی شامل تھے" ہیں (موئف) اس خیال کی تردید پہلے بھی کر چکا ہوں اور یہ تالیف اس قسم کے ہر خیال کی تردید کرتی ہے لیکن یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ:۔

۱:۔ گرجر اترا (گجترا) کا نام اس وقت پڑا جب کہ کھشتری اوتاروں کی اولاد اس علاقہ میں اجودھیا اور متھرا سے شری کرشن کے ہمراہ آکر آباد ہوئی ا... کھشتریوں کے یہ خاندان یہاں آنے سے پہلے ہی گرجر کہلاتے تھے۔

۲:۔ یہ مانا کہ گپت عہد میں جو سپہ سالار اپنے کو گرجر کہتے تھے وہ گجرات ہی کے رہنے والے تھے لیکن وہ کھشتری تھے، اگر وہ برہمن ہوتے تو وہ اپنے کو برہمنی حکومت میں برہمن ہی کہتے انہیں امتیاز قائم رکھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی

۳:۔ یہ بھی مانا کہ قنوج کی پلاننگ کرنے والا گجترا کا رہنے والا تھا لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ برہمن تھا یا شودر تھا اس نے لفظ گرجر تحریر کیا ہے اگر وہ گرجر نہ ہوتا بلکہ صرف گجترا کا رہنے والا ہوتا تو وہ اپنے کو گجراتی لکھتا اس نے گرجر لکھ کر خود کو گرجر مانا ہے تو پھر ہمیں اس کی قومیت پر کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

۴:۔ یہ مانا کہ ہرش وردھن برہمن تھا لیکن برہمن لڑکی کی شادی کھشتریوں میں متعدد مرتبہ ہوئی ہیں اس وقت برہمن لڑکی قانونی طور سے کھشتریوں میں اور کھشتری لڑکی برہمنوں میں شادی کر سکتی تھی اس پر کبھی پابندی نہیں ہوئی.. لیکن اگر یہ دونوں قومیں دوسری قوموں میں شادی کرتی تھیں تو ایسا کرنے والوں کو برادری سے خارج کر دیا جاتا تھا اور اگر یہ دونوں قومیں آپس میں اسی طرح کی شادی کرتی تھیں تو اولاد کو نہ برہمن کہتے تھے اور نہ کھشتری بلکہ برہمن باپ اور کھشتری ماں کی اولاد "موردھا وسکٹ" کہلاتی تھی اور اسی طرح کھشتری باپ اور برہمن ماں کی اولاد کو "سوت" کہتے تھے ایسی اولادیں عام طور سے ویش فرقہ میں آئندہ چل کر گھل مل گئیں چنانچہ کھشتریوں اور برہمنوں کے متعدد گوت ویش ہیں۔

الغرض گجرات کے رہنے والوں کو گوجر کہنا بالکل لغو اور تاریخی لحاظ سے سراسر غلط ہے، یہ خیال جناب کے۔ ایم منشی صاحب کا ہے جو مسلمہ طور سے موجودہ زمانے کے مورخ ہیں لیکن وہ ہرش کی لڑکی کی شادی کی مثال کو خود بھول گئے۔

ہمارے لئے سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ اگر گجرات کے رہنے والے کو گوجر کہا جاتا تو شودر بھی اس ضمن میں آتے، ایک برہمن راجہ جو شمالی ہندوستان کا چکرورتی راجہ تھا ایک گجراتی سے اپنی لڑکی کی شادی نہ کر سکتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے معزز مورخ کو برہمن لڑکی کے کھشتریوں میں شادی کرنے سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہو نہ ہو وہ خاندان بھی برہمن تھا، وہ یہ بھول گئے کہ مہاراجہ ہرش ہم سب سے زیادہ گوجر قوم سے واقف تھا اسے معلوم تھا کہ یہ نسل مہاراجہ اکشواکو شری رام چندر جی اور شری کرشن جیسے اوتاروں کی اولاد ہے جو ہر طرح سے برہمنوں سے اعلےٰ و ممتاز ہے اس وجہ سے اس نے گوجر خاندان پر لڑکی دی جس خاندان میں یہ لڑکی گئی وہ خاندان تو ایسا طاقتور بھی نہ تھا بلکہ مہاراجہ ہرش کی حکومت کے ایک معمولی ضلع کے برابر دبھی خاندان کی یہ حکومت تھی جس کا دارالخلافہ گجرات میں دلبھی پور تھا۔

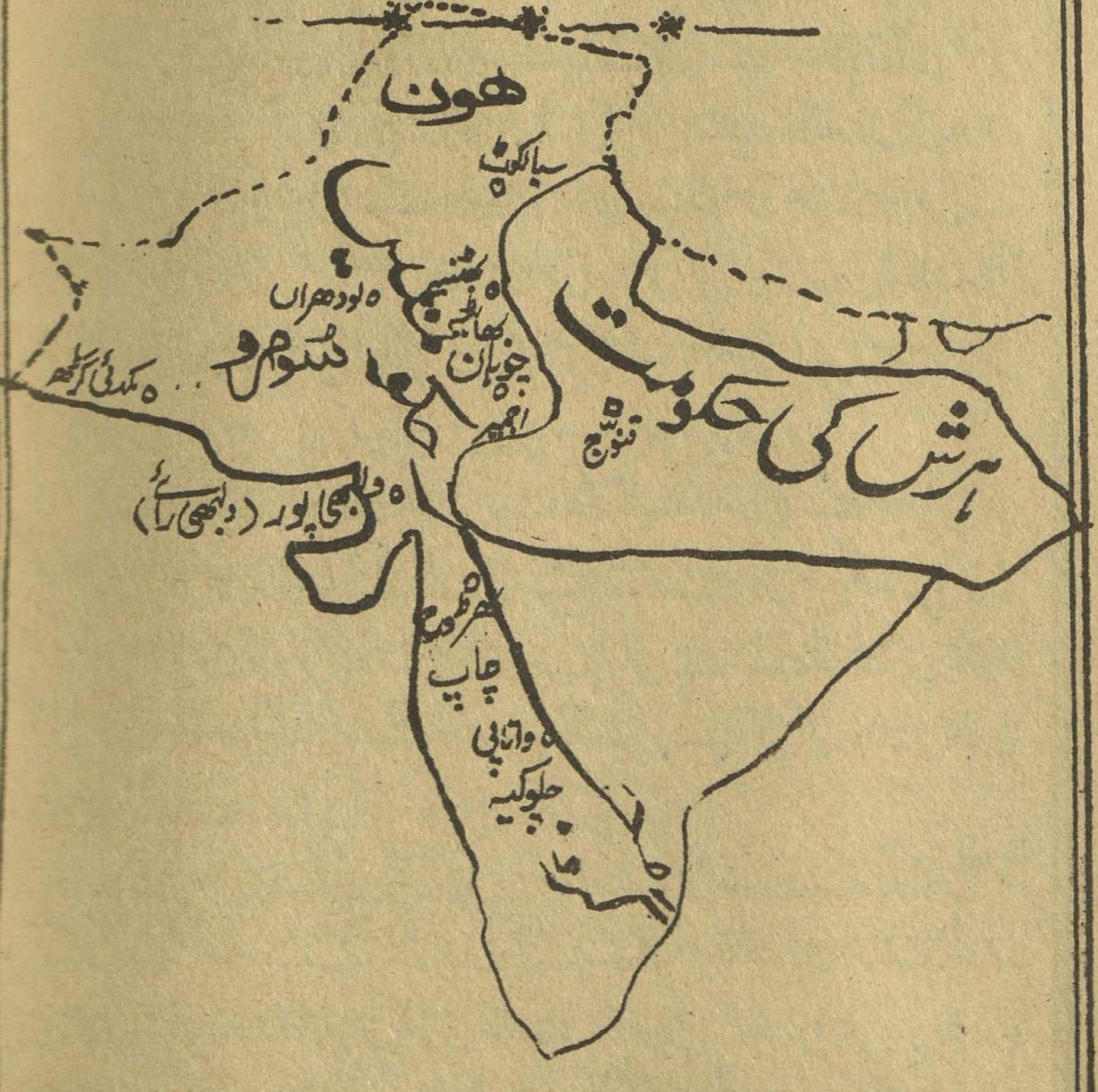
مندرجہ بالا تذکرہ سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ قنوج سے جو برہمن اور کھشتری بنگال کا انتظام کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے ان میں کھشتری فرقہ گوجر ہی تھا کیوں کہ اس زمانے میں اور ہزارہا سال پہلے سے کھشتری لفظ صرف گوجر ہی استعمال کرتے تھے ورنہ بقایا کھشتری اپنے آپ کو دوسرے ناموں سے پکارتے تھے اور آج تک ایسا ہی چلا آرہا ہے۔

دوسرے اس زمانے میں قنوج میں سوائے گوجروں کے اور کون کھشتری ہو سکتا تھا، حکومت کے رشتہ دار تو گوجر تھے لہذا یہ بات مستند ٹھوس اور ناقابل تردید ہے کہ برہمن قنوجی حکومت کے زوال کے بعد بنگال میں جو ان کھشتریوں نے حکومت قائم کی وہ مسلمہ طور سے گوجر تھے اور ان کا گوت "پال" تھا، بنگال کا پال خاندان آج تک رگھو ونشی اور راج ونشی کہلاتا ہے جو شری

رام چندر جی کی اولاد کا خاندانی اعزازی نام ہے۔

دوسرے نکات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک اور مورخ نے بھی یہی کہا ہے کہ "پال" خاندان گجر ہے جو قنوج سے بنگال آیا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ "شاہان گوجر" صفحات نمبر ۳۲۳ و ۳۲۴ - از مولانا محمد ابوالبرکات صاحب

نوٹ:- دلبھی خاندان کے گوجروں کی ایک مشہور شاخ میواڑ کے راناؤں کی ہے جو اپنے کو ہرگز برہمن نہیں کہتے۔



گرجر حکومتیں۔!

سنہ ۳۲۰ء تا سنہ ۶۴۷ء

گرجروں میں مندرجہ ذیل خاندان گپت عہد میں ماتحت رہے اور پھر پانچویں صدی میں آزاد حیثیت کے مالک ہوئے۔

(الف) خاندان چوہان (شاخ تاراگڑھ۔)

باب ہفتم میں مذکور ہو چکا ہے کہ سنہ ۳۷۶ء چوہانوں کے دار الخلافہ مکاوتی نگر کو گپت خاندان کے برہمنوں نے تباہ و برباد کر دیا اور چوہانوں نے تھر ریگستان کا رُخ کیا تو امر پال کی موت کے بعد اس کے لڑکے اجے پال نے گپتوں کی ماتحتی قبول کر لی۔

اجے پال
سنہ ۳۷۸ء تا سنہ ۳۹۰ء

اجے پال نے سنہ ۳۸۰ء میں اپنے نام پر اجے میرو (اجمیر) شہر کی بنیاد رکھی اور اپنی رانی تارا دیوی کے نام پر تاراگڑھ کا قلعہ بنایا اور اسے اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ جو ایک نہ مٹنے والی یادگار قائم ہو گئی۔

سورت پال
سنہ ۳۹۰ء تا سنہ ۴۱۰ء

سورت پال نے اپنے زمانہ میں کوئی نمایاں کام نہیں کیا البتہ گپتوں کو حسب دستور خراج ادا کرتا رہا۔

رے پال
سنہ ۴۱۰ء تا سنہ ۴۳۰ء

رے پال بھی اپنے باپ کی طرح سے گپتوں کا باجگزار رہا اس کی اولاد "ریوا" کہلائی ان ریوے گوجروں کی وجہ سے ایک ندی کا نام "ریوا" ندی ہوا جو گجرات میں واقع ہے۔

اونتی پال
سنہ ۴۳۰ء تا سنہ ۴۵۵ء

اونتی پال چوہان نے بھی اپنے زمانے میں کوئی کارنمایاں نہیں کیا جس سے کہ اس کا نام تاریخ میں روشن ہوتا یہ بھی برہمن حکومت کا اپنی زندگی بھر وفادار رہا ۔

بین پال
سنہ ۴۵۵ء تا سنہ ۴۸۲ء

گووند پال بھی اپنے باپ کی طرح مالوہ کے برہمن صوبیداروں کی ماتحتی میں باجگزار راجہ رہا اس سے بھی کوئی خاص کام وقوع پذیر نہیں ہوا ۔

گووند پال
سنہ ۴۸۲ء تا سنہ ۵۰۰ء

بین پال نے بھی اپنے بزرگوں کی پیروی میں... اٹھارہ برس کا طویل زمانہ یوہیں گذار دیا اور یہ بھی باجگزار راجہ ہی رہا ۔

---

(۲)

راجہ ویسلدیو چوہان (بانی شاخ اجمیر)

سنہ ۵۰۰ء تا ۵۶۵ء

گووند پال کے انتقال کے بعد چوہانوں کی اس شاخ کا بانی جس نے اجمیر کا نام آئندہ تاریخ میں روشن کیا ویسلدیو چوہان تھا جس نے تارا گڑھ کو چھوڑ کر اجمیر کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور آزاد حیثیت کا مالک ہوا ، تواریخ کی... ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ اس راجہ نے سیالکوٹ اور کشمیر میں "ہُوں" گوجروں کا مقابلہ کر کے تاریخ میں اپنا نام پیدا کیا اور پھر بشیو دھرم

والئے مالوہ کے ساتھ مل کر ہنوں کو کرور (واقع ضلع ملتان) کے مقام پر شکست فاش دی یہ راجہ خود مختار تھا۔

راجہ ناہر دیو چوہان
۵۶۵ئ تا ۶۲۵ئ

راجہ ناہر دیو نے اپنے زمانۂ حکومت میں اجمیر کے علاقے کو وسعت دی اور موجودہ گجرات کا کچھ علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا یہ علاقہ آئندہ تاریخ میں "ناہروال" مشہور ہوا۔

ناہر دیو کے زمانہ میں مالوہ پر ششا سنگ گورسی نے قبضہ کیا اور اس طرح مالوہ گپت صوبیدار کی ماتحتی سے نکل گیا۔

دولہ رائے
۶۲۵ئ تا ۶۸۷ئ

دولہ رائے پر شروع میں مہاراجہ ہرش وردھن برہمن والئی تھانیسر نے حملہ کیا اور اسے مغلوب کر کے اپنا باجگزار بنا لیا مگر دولہ رائے نے جلد ہی اپنی آزادی کو بحال کر لیا اور ہرش کی افواج کو اپنے علاقہ سے نکال دیا۔

مہاراجہ مانک رائے
۶۸۷ئ تا ۷۳۵ئ

مہاراجہ مانک رائے چوہان خود مختار راجہ تھا جس کے زمانہ میں عربوں نے اجمیر پر حملہ کیا اور شکست کھائی، مہاراجہ مانک رائے شمالی ہندوستان کے تمام چوہان خاندانوں کا مورث اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

راجگانِ اُجین

(۳) خاندان پرمار۔!

پرمار (پنوار) گوجروں کا دارالخلافہ اُجین تھا، مشہور زمانہ مہاراجہ بکرماجیت پنوار ۵۷ ق م تا ۴۱۳ء کی اولاد نے چھ پشتوں تک اُجین پر حکمرانی کی، پانچویں صدی کے عین شروع میں گپتوں نے مالوہ پر قبضہ کر کے پنواروں کو ماتحت بنا لیا۔

راجہ مہندر پال

سنہ ۴۱۱ء تا سنہ ۴۱۸ء

راجہ مہندر پال پہلا ماتحت راجہ تھا جس نے سات سال تک بحیثیت ... باجگزار راجہ حکومت کی۔

راجہ بکرم چند

سنہ ۴۱۸ء تا سنہ ۴۱۹ء

راجہ بکرم چند نے اپنے زمانۂ حکومت میں گپتوں کے خلاف تلوار اٹھائی مگر معرکۂ کارزار میں کام آیا۔

راجہ بجے چند

سنہ ۴۱۹ء تا سنہ ۴۹ء

راجہ بکرم چند کے انتقال پر اس کے بڑے لڑکے راجہ بجے چند کو گپتوں

نے اجین کا ماتحت راجہ مقرر کیا۔

ساٹھ سال حکمرانی کرکے جب اس نے ۴۷۹ء میں انتقال کیا تو گپت خاندان کے بہادر سپہ سالار یشو دھرورمن نے مالوہ میں اپنی حکومت قائم کرلی اس طرح پنواروں کی حکومت کا چراغ مالوہ سے پورے چودہ سو چھ سال تک حکمرانی کرکے سوا تین سو سال کے لئے گُل ہوگیا، جب کہ ۸۱۰ء میں اوپندر کرشن پنوار نے پھر اُجین کو دارالخلافہ بنایا، اس درمیانی دور میں پنواروں کی ایک شاخ چاپ نے بھڑوچ میں کامیاب طور سے حکمرانی کی۔ دونوں حکومتوں کا تذکرہ آئندہ اوراق میں بیان کیا جائے گا۔

(۴)

خاندان شک یا تک یا تکشک

جس زمانہ میں گپت خاندان کا عروج ہوا اور انھوں نے چوتھی صدی عیسوی میں گجرات پر حملہ کیا تو اس زمانہ میں ایک خاندان شک کا تذکرہ تاریخوں میں ملتا ہے جسے گپتوں نے مغلوب کر کے ماتحت بنایا تھا۔

ملاحظہ ہو گوجر اتہاس، مورخ تنیندر کمار ورما۔

" نیو گولڈن تاریخ ہند و پاکستان صفحہ ۴۶ مطبوعہ لاہور۔

خاندان تک، یا تانک، یا شک، یا شاکیہ، یا تکشک" ایک ہی ہے اسی کو... دیہاتی لوگ "ساکا" بھی کہتے ہیں، یہ خاندان آجتک گوجروں میں موجود ہے

ملاحظہ ہو، شاہان گوجر صفحہ نمبر ۱۳۰ از جناب محمد عبدالمالک ابوالبرکات صاحب مرحوم

یہ خاندان راجہ تکشک کی اولاد سے ہے جس کا تذکرہ "کتاب مہابھارت" میں موجود ہے

ملاحظہ ہو گوجر اتہاس صفحہ نمبر ۲۸۰

راجہ تکشک اور راجہ جنمے جئی کی لڑائی کا تذکرہ سائیکلو پیڈیا آف انڈیا اینڈ ایسٹرن اینڈ ساورن ایشیا از سرجان جنرل ایڈورڈ کلفور (پہلا حصہ صفحہ نمبر ۱۲۶۱) مہاتما بدھ اسی خاندان تکشک سے تھے اور ان کا گوت شاک یا شاکیہ تھا اسی لئے وہ "شاکیہ منی" بھی کہلاتے تھے۔

عربی مورخوں نے اسی خاندان تک یا تانک کو "طانق" تحریر کیا ہے۔

ملاحظہ ہو کتاب الاعلاق النفیسہ جلد ہفتم صفحہ نمبر ۱۳۵۔

عربوں کے حملے کے وقت اس خاندان کی حکومت گجرات کے ایک چھوٹے سے حصے پر تھی، ان کے ایک حکمراں کو راشٹر کوٹے خاندان کے راجہ دانتی درگا نے شکست دی تھی۔

ملاحظہ ہو دی گلوری دیٹ واز گرجر دیش صفحہ نمبر ۸۱ از جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب۔

اسی خاندان کے مابعد زمانہ میں مشرقی پنجاب میں قوت حاصل جس کی وجہ سے ہوں
اور ضلع ہوشیار پور کے علاقہ جات بمعہ درمیانی علاقے تکدلیش کہلائے۔
ملاحظہ ہو تاریخ " الکھنشتریہ ونش پردیپ " ونیز شاہان گوجر صفحہ نمبر ۲۴۸۔
المختصر خاندانِ شنگ یا تنگ کے گوجروں کو گپتوں نے زیر کیا، اسی طرح
موری گوجر بھی گپتوں کے زمانہ میں ماتحت تھے۔

(۵)

خاندان "ہون"۔!

چھٹی صدی عیسوی کے شروع میں آریہ ورت کے شمالی مغربی علاقوں
میں ایک اور گوجر خاندان نے بڑی ناموری حاصل کی، یہ خاندان "ہون" کہلاتا ہے
یہ خاندان سابقہ خاندان کشان کی شاخ ہے۔
یتھالی خاندان اور کشان خاندان واہیر خاندان آپسمیں رشتہ دار تھے، گپت
عہد میں واہلیک (موجودہ افغانستان) اور موجودہ سرحد ونیز کشمیر میں الگ الگ
حکومتیں قائم ہوئیں اور یہ سب برہمن خاندان تھے، لیکن سوائے کشمیر کے
دوسرے علاقوں میں لاقانونیت کا ہی دور دورہ رہا، برہمن صرف پروہت کی حیثیت
میں تھے اور رعایا ہرگز ان کی مداح نہ تھی، انہیں علاقوں کے قدیمی باشندوں ...
نے ہر چہار طرف کے علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے، لیکن سوائے ...
شوق زور آزمائی ان کا کوئی بھی مقصد نہیں تھا۔
پورے دوسو سال تک انہوں نے گپت حکومت کو تنگ کیا، لیکن جب
سمدر گپت نے انہیں پے در پے شکست دے کر ان کے کافی علاقوں پر قبضہ

کرلیا تو انھوں نے کشمیر سے نکل کر گندھار کی برہمن شاہی ختم کی اور پھر ایران پر حملے شروع کئے، دریائے سندھ کے وادی کے لوگوں کو ہی "ہُوں" نام دیا گیا تھا

۱

راجہ لکھن رائے

۴۵۵ء میں "ہوتو ں" نے سکند گپت پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی پھر انہوں نے اپنا رخ مشرق طرف کیا، ایران کی حکومت نے ان لوگوں کے حملوں... سے بچانے کے لئے جب موجودہ افغانستان کی سرحد پر برہمن شاہی کی مدد کے لئے فوج بھیجی تو انھوں نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور باقاعدہ جنگ کی، اس فوج کا سپہ سالار لکھن رائے ہیرانی اول تھا جس نے ۴۸۴ء میں ایرانیوں کو بھاری شکست دی اور آگے بڑھ کر ایرانیوں کا خزانہ لوٹ کر گندھار لے آئے۔

لکھن رائے نے اپنی اس قوت سے فائدہ اٹھا کر راجہ کا لقب اختیار کر کے پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور باقاعدہ حکومت کی داغ بیل ڈالی اس کا... دارالخلافہ گندھار تھا اور اس کی حکومت موجودہ افغانستان سے لے کر دریائے راوی تک تھی راجہ لکھن رائے نے ۴۹۰ء میں انتقال کیا۔

۲

راجہ تورمن

راجہ لکھن رائے کے انتقال کے بعد تورمن تخت پر بیٹھا اور اس نے اپنے القاب واسوکل اور میگھ دھن اختیار کئے۔

اس نے ۵۱۰ء میں مالوہ پر حملہ کیا اور بھانو گپت کو شکست دی لیکن جوں ہی اس نے مالوہ چھوڑا کہ گپت خاندان کے ایک سپہ سالار یشودھرمن نے مالوہ پر قبضہ کر لیا۔

تورمن نے مالوہ سے واپسی پر کشمیر کو فتح کیا اور وہاں کے راجہ کو اپنا باجگزار بنایا، اور ساکلا (سیالکوٹ) کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا، اس طرح تورمن کی حکومت پشاور سے لے کر موجودہ بھکر کے شمال تک تھی لیکن اس میں مالوہ شامل نہ تھا، تورمن نے ۵۱۵ء میں انتقال کیا، اس کی زندگی میں گندھارا اس کے قبضہ سے نکل چکا تھا۔

۳

مہر گُل

تورمن کے بعد اس کا بیٹا مہر گل سیالکوٹ کے تخت پر بیٹھا اس نے دوبارہ مالوہ پر حملہ کیا اور اس علاقہ کو تہ وبالا کر دیا اس نے میترک خاندان گوجر کے دارالخلافہ دلبھی پور (گجرات کاٹھیاواڑ) پر ۵۲۷ء میں حملہ کیا اور اسے برباد کر دیا۔

مہر گل نے دلبھی پور اور مالوہ کو تباہ کرنے کے بعد مشرق میں قنوج کے موکھری خاندان پر حملہ کیا لیکن ایشان ورمن نے اسے پے در پے شکستیں دیں، مہر گل نے اپنی فوجوں کا رُخ دکن کی طرف پھیر دیا اور مگدھ پر حملہ آور ہوا لیکن مگدھ کے راجہ بالادتیہ گورسی نے بھی اسے شکست دی۔

مہر گل کی فوجوں کو واپسی پر مالوہ کی فوجوں سے پھر مقابلہ کرنا پڑا اور اس مرتبہ یشو دھرمن نے ۵۲۸ء میں مہر گل کو کرور (ضلع ملتان) کے مقام پر ایسی شکست دی کہ مہر گل کی تمام طاقت چکنا چور ہو گئی۔

اسی دوران مہر گل کے بھائی نے سیالکوٹ میں خود مختاری کا اعلان کر دیا، مہر گل حواس باختہ ہو کر اپنی بچی کھچی فوج کے ساتھ کشمیر کے راجہ کے یہاں پناہ گزیں ہوا اور اسے دھوکے سے قتل کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا اور پھر سیالکوٹ کو بھی اپنے قبضہ میں لے آیا، اس نے مہر ایشور کا مندر بنایا، اس کے سنسکرت کے سکے موجود ہیں جن پر نندی سانڈ کی تصویر ہے مہر گل نے ۵۴۰ء میں انتقال کر گیا۔

مہر کل کی اولاد میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے۔

۴: ــــ میتری گپتا
۵۴۰ء تا ۵۸۳ء

اس راجہ کے زمانہ حکومت میں اس کے قبضہ سے مغربی علاقہ یعنے سرحدی علاقہ نکل گیا جسے کابل کے برہمن شاہیوں نے اپنی حکومت میں شامل کرلیا اور پچھ تھانیسر کے برہمن راجہ پربھاکر وردھن نے ہونوں کی طاقت کو چکنا چور کرڈالا۔

۵: ــــ ہیرانی دوم
۵۸۳ء تا ۶۰۶ء

کشمیر کے راجہ نے اس راجہ سے تمام شمالی پہاڑی علاقہ جو اس کی حدود سلطنت میں تھا بزور شمشیر چھین لیا۔

۶: ــــ تورمن دوم
۶۰۶ء تا ۶۴۳ء

مہاراجہ ہرش نے اس سے کانگڑہ جموں اور لوہ کوٹ (موجودہ لاہور) تک کا علاقہ لے لیا اور اس طرح ہون تھر ریگستان چلے گئے اور وہاں اپنے ہمقوم گوجروں کے درباروں میں ملازمتیں حاصل کریں اور ان کی حکومت پاش پاش ہوگئی۔

۷: ــــ سرلیش سین
۶۴۳ء تا ۶۶۷ء

سرلیش سین سابقہ راجہ تورمن دوم کا بیٹا تھا۔ جب اس کی حکومت نکل گئی تو اس نے چمبہ اور شوالک کی پہاڑیوں میں پناہ لی اور اپنی زندگی میں کوئی خاص کارنمایاں نہیں کیا۔

۸: ــــ کستی نند
۶۶۷ء تا ۶۸۷ء

کستی نند نے اپنی دور اندیشی کی بناء پر پہاڑیوں میں "ایک آزاد اور خود مختار دو ہوں" تعلقہ قائم کیا۔

۹: ــــ واسو دیو
۶۸۷ء تا ۷۱۱ء

واسو دیو اپنے زمانہ حیات تک اپنے تعلقہ میں آزاد اور خود مختار تعلقدار تھا۔ اس کی اس مختصر سی تعلقداری میں بھی ایک شان حکومت نمایاں تھی۔

۱۰: ـــــ نر دیو
۷۱۱ء تا ۷۲۹ء

راجہ نر دیو نے اپنے زمانہ میں بکھرے ہوئے ریشیہ زادہ کو یکجا کرنے کی بلیغ کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سپادلکش (موجودہ سانبھر) کے گوجروں سے تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

۱۱: ـــــ راجہ اکسا
۷۲۹ء تا ۷۵۰ء

راجہ اکسا نے چمبہ کی پہاڑیوں سے اپنے زمانے میں بہت سے آدمی گجرات بھیجے جہاں وہ ملازمتیں عربوں کے خلاف متحد ہو کر لڑے۔

۱۲: ـــــ راجہ گوپی دت
۷۵۰ء تا ۷۶۷ء

راجہ گوپی دت، چمبہ، شوالک اور شملہ کی پہاڑیوں میں اپنے زمانۂ حیات تک ایک معمولی حیثیت کا راجہ رہا۔ اس نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام انجام نہیں دیا جس سے کہ اس کا نام تاریخ میں روشن ہوتا۔

۱۳: ـــــ گوکرن
۷۶۷ء تا ۸۰۹ء

راجہ گوکرن بھی اپنے زمانۂ حیات تک صرف برائے نام ہی راجہ رہا اس نے بھی کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا البتہ اس نے نگرکوٹ کے راجہ سے تعلقات ضرور قائم کر لئے۔

۱۴: ـــــ نریندر دت
۸۰۹ء تا ۸۴۵ء

اس راجہ نے اپنے القاب مکنکل اور... دیوساہی اختیار کئے اس کے سنسکرت کے سکے موجود ہیں، جموں اور سیالکوٹ کو کشمیر کے راجہ سے دوبارہ حاصل کیا۔

۱۵: ـــــ یدھسٹر
۸۴۵ء تا ۸۴۷ء

یہ راجہ نریندر دت کا بھائی تھا ۸۴۵ء میں اپنے بھائی کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا لیکن دو ہی سال بعد اس کے بھتیجے لکھن ودم نے اس کو تخت سے اتار دیا اور خود راجہ بن بیٹھا۔ اس راجہ کو موقعہ ہی نہ ملا کہ کوئی کارنمایاں انجام دیتا۔

۱۶ء ——— لکھن دوم

۸۴۷ء تا ۸۶۰ء

راجہ لکھن دوم اس خاندان کا آخری راجہ ہے۔ ۸۶۰ء میں قنوج کے گوجر راجہ... مہر بھوج اعظم کے سپہ سالار راجہ الکھان نے اس پر چڑھائی کر کے اس کی حکومت کو ختم کر دیا۔ یہ خاندان مسلمہ طور سے مورخوں کے نزدیک گوجروں کی شاخ "ہون" تھی "ہون" آجتک گوجروں کا ایک گوت ہے جن کی زیادہ تعداد ایک ہی جگہ ضلع شیوپور کے علاقہ قصبہ ڈونگری میں ہے۔

۹۱۰ء میں راج شیکھر نے اپنے جغرافیہ میں "ہون" وہ علاقہ ظاہر کیا ہے جسمیں موجودہ اضلاع میانوالی و کیمبل پور وغیرہ ہیں۔

باب دہم

پانچویں صدی میں گُرجروں کا عروج

گپت عہد اور وردھن عہد میں مندرجہ ذیل گوجر خاندان آزاد و خود مختار رہے جن کا مفصل تذکرہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱)

خاندان... لَو

(ا) (راجگان ولبھی پور) و چتوڑ — !

خاندان لو کے افراد شری رام چندر جی کے بیٹے "لو" کی اولاد سے ہیں اور گجرات میں "لوے گوجر" کہلاتے ہیں۔

ملاحظہ ہو بمبئی گزٹ ایر حصہ اول جلد اصفحہ نمبر ۹۱ – ۹۲ ہم

اس خاندان کا مکمل شجرہ تو "ہری ونش پران" اور میواڑ کے شاہی خاندان کے "چارلوں" کے پاس دیکھا جا سکتا ہے، البتہ تاریخ میں ان کی پہلی مشہور شاخ پانچ صدی قبل مسیح نمودار ہوئی جب کہ انہیں "اگنی اپاسی" کہا گیا اور اس وقت یہ اجّین کے پنواروں کے الحت علاقہ کردو کے راجہ تھے۔

چار سو سال بعد یعنی ایک صدی قبل مسیح میں اس خاندان کا ایک مشہور راجہ مسمّی بالا تھا جس کا لقب ولبھ تھا، اس نے گجرات کے مغربی ساحلی علاقہ کے

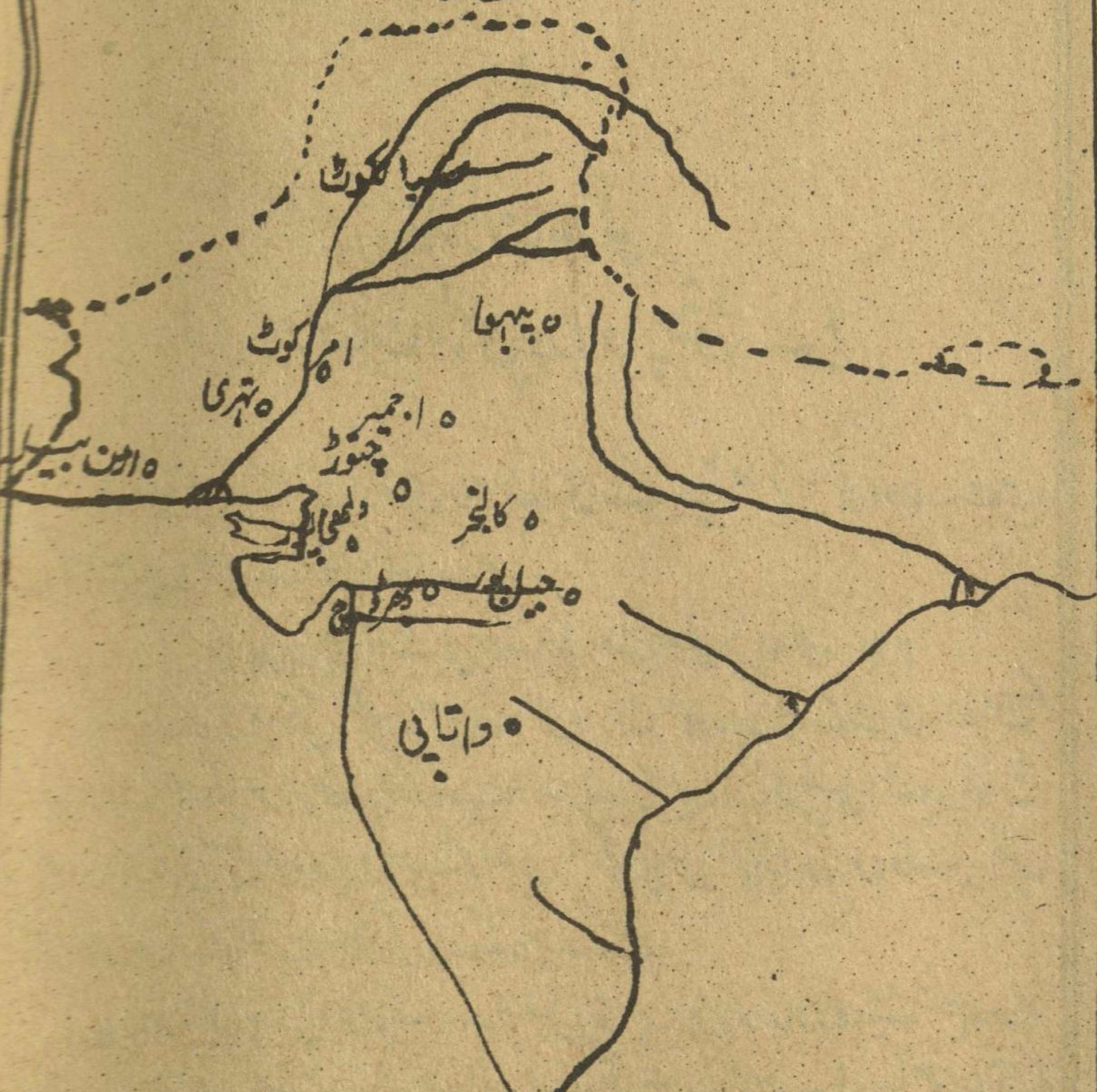
پاس ولبھی پور آباد کیا۔

ولبھی پور کے راجگان آئندہ تاریخ میں "ولبھی" کہلائے اور ان میں راجہ بلا یا بلرام، مہندر سوم، دت اوّل، وجے سین دوم، بدیادتیہ، ہردتیہ سوم، دتیہ ثانی وغیرہم راجگان ہوئے۔ آخری راجہ وجے سین دوم پر گپتوں نے چوتھی صدی عیسوی میں حملہ کیا مگر اس نے بہت جلد اپنی آزادی کو بحال کر لیا۔

ولبھی پور کے راجاؤں نے سمبت ۳۷۵ بکرمی اپنے ۳۱۹ء میں ایک نئے سن کا اجرا کیا جسے "ولبھی سمبت" کہا جاتا ہے اور جو آج تک رائج ہے۔

۵۵۵ء میں ایک راجہ نے شہرت حاصل کی جو تاریخ میں راجہ بھٹارک کے نام سے مشہور ہے۔

گوجر حکومتیں



(ولبھی میترک خاندان)

راجہ بھٹارک

۵۵۵ء تا ۵۷۶ء

راجہ بھٹارک کو مالوہ کے گپت سپہ سالار پرن دت نے ماتحت بنایا اسلئے بھٹارک کو گپت عہد میں سپہ سالاری کا اعزاز ملا چنانچہ تاریخ میں یہ بجائے راجہ کے سیناپتی (سپہ سالار) مشہور ہوا۔

بھٹارک بارہ سال تک گپتوں کے عہد میں صوبیدار رہا آخر ۵۶۷ء میں اس نے مالوہ کے گپت حاکم سے قطع تعلق کرکے آزاد حکومت قائم کی اور ۵۷۶ء میں انتقال کیا۔

دھرودیو یا دھروسین

۵۷۶ء تا ۵۰۱ء

راجہ بھٹارک کے انتقال پر اس کا بیٹا دھروسین اول ولبھی پور کے تخت پر بیٹھا، گپت حکومت میں کمزوری کے آثار دیکھ کر اس نے سلطنت کو مستحکم کیا اور ۲۴ برس حکومت کرکے ۵۰۱ء میں انتقال کیا۔

درون سمھ

۵۰۱ء تا ۵۱۰ء

درون سمھ نے مزید علاقہ فتح کرکے اپنی حکومت میں شامل کیا اور مہاراجہ لقب اختیار کیا نو سال حکمرانی کرکے اس کا انتقال ۵۱۰ء میں ہوا۔

دھرو دیو یا دھرو سین دوم

سنہ ۵۱۰ء تا سنہ ۵۲۳ء

دھرو سین کے زمانہ میں مشرقی پنجاب اور مالوہ تک شمالی مغربی علاقہ کے "ہون" گوجروں نے متواتر حملے کئے، ان حملوں سے بچنے کے لئے دھرو سین نے مقابلہ کی تیاری کی مگر اسی دوران "ہون" راجہ تورمن کا انتقال ہو گیا اور ولبھی پور اس تباہی سے بچ گیا، آخر سنہ ۵۲۳ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

سلادتیہ

سنہ ۵۲۳ء تا سنہ ۵۲۷ء

سلادتیہ صرف چار سال حکمرانی کرنے پایا تھا کہ سیالکوٹ کے "ہون" راجہ مہر گل نے ولبھی پور پر حملہ کرکے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اس خاندان کے افراد ترک سکونت کرکے اطراف ملک میں منتقل ہو گئے سب سے بڑا اتحاد گروہ، تھر ریگستان کی طرف آیا مگر وہاں بھی "ہونوں" کے حملے جاری تھے اس لئے ایک گروہ جمنا پار کرکے گنگا جمنا کے دوآبہ میں داخل ہوا اور انہوں نے وہاں اپنے گروہ کے سردار راجہ گنگ دیو کی سرکردگی میں حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

راجہ گنگ دیو نے اپنے نام پر شہر گنگوہ آباد کیا، یہ گوجر گنگوہ (ضلع سہارنپور) کے ایک وسیع علاقہ میں آج تک آباد ہیں اور ولبھی پور کے مہاراجہ بھٹارک کی اولاد ہونے کی وجہ سے یہ بھٹار یا ٹبار گوجر کہلاتے ہیں۔

ٹبار گوجر نہایت بہادر اور مضبوط جسم کے ہوتے ہیں، انہیں فوجی ملازمت کا شوق ہوتا ہے ان کے باون گاؤں یکجا آباد ہیں اور یہ علاقہ "باونی"...

کہلاتا ہے، ہندو گوجروں میں رانا سنگت سنگھ رانا سنگت سنگھ دودھ مشہور ہستی ہیں، جو فوج میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہ چکے ہیں۔

مسلمان گوجروں میں خاص گنگوہ شہر میں بہت سی معزز ہستیاں ہوئی ہیں جن میں الحاج مولانا قمر الدین مرحوم بے حد مشہور ہیں، مسلمان گوجروں کا ایک اور مشہور گاؤں بڈھا کھیڑا ہے جسے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جنگ آزادی کے جرم میں نذر آتش کیا تھا مگر مسلمان گوجروں نے اسے پھر آباد کر لیا تھا۔

الغرض سلادتیہ مارا گیا اور تمام شاہی خاندان کی مستورات چتا میں جل کر راکھ ہو گئیں، سلادتیہ کی رانی کملاوتی ان دنوں حاملہ تھی اور اس حملے کے وقت .... ابمکا دیوی کے مندر میں عبادت کرنے اور منت ماننے گئی ہوئی تھی لہٰذا وہ زندہ سلامت بچ گئی، واپسی پر راستہ میں ولبھی پور کی تباہی کا حال معلوم ہوا، اپنے شوہر کے مارے جانے کا اسے بے حد دکھ ہوا، وہ اپنی جان کھونا چاہتی تھی مگر اپنے پیدا ہونے والے بچے کا خیال کر کے ستی ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک وفادار برہمنی کے ہمراہ "بڑنگر" چلی گئی جہاں گوہا سین نے جنم لیا۔

لوٹ:- راجہ سلادتیہ تک اس خاندان کے راجہ ولبھی اور میترک کہلاتے تھے آئندہ سلادتیہ کے بیٹے گوہا کی اولاد تاریخ میں گہلوٹ نام سے مشہور ہوئی۔ گہلوٹ کا بیان ابھی آتا ہے۔

(خاندان گہلوٹ)

(ب) راجگان ایدر

کیشوآدتیہ عرف گوہا سین

۵۳۹ء تا ۵۶۷ء

ولبھی پور کی تباہی کے بعد سابقہ راجہ سلادتیہ کی رانی کملاوتی ایدر کے جنگلوں میں واقع ایک بستی برنگر میں قیام پذیر ہوئی جہاں ہمراہی برہمنی لکھمناوتی نے اس کا ساتھ دیا۔ تھوڑے ہی دن بعد ۵۲۷ء میں رانی نے ایک ہونہار بچے کو جنم دیا جس کا نام کیشو آدتیہ رکھا گیا مگر چونکہ یہ بچہ ملیاگر کے ایک غار میں پیدا ہوا تھا لہذا اسے گوہا بھی کہتے تھے۔

دو سال تک اس بچہ کی پرورش کرنے کے بعد رانی کملاوتی نے اپنے خاوند کی محبت میں اپنے کو آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیا اور اپنے خالق کا نام لیتے ہوئے اپنے خالق سے جا ملی، کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

در محبت چوں زنِ ہندی کسے مردانہ نیست
سوختن بر شمع مردہ کارِ ہر پروانہ نیست

ترجمہ:۔ محبت میں ہندوستانی عورت کی طرح کوئی مردانگی (بہادری) نہیں دکھا سکتا مردہ شمع پر جل کر مر جانا ہر پروانہ کا کام نہیں ہے۔

مرنے سے پہلے رانی کملاوتی نے بچہ کو وفادار برہمنی لکھمناوتی کے سپرد کیا اور اسے وصیت کی کہ وقت آنے پر گوہا کو حالات سے باخبر کر دینا۔

وفادار برہمنی نے بچہ کی پرورش بڑی محبت اور شفقت سے کی اور کسی درباری سردار کو بھی اس امر سے آگاہ نہ کیا، مبادا کوئی خود غرض سردار شہزادہ کا جان لیوا نہ بن جائے، وفادار برہمنی برنگر کے ایک مندر کے مہنت کی بیٹی تھی اس لئے گوہا کو ہر شخص عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

ایدر کے جنگلات بھیل قوم کے مسکن تھے، بھیل قدیم آریہ کھشتری ہیں مگر انکا تعلق سورج ونشی، چندر ونشی اور یادو ونشی گھرانوں سے نہیں ہے۔

ایدر کے بھیلوں کا دعویٰ ہے کہ وہ یادو ونشی ہیں اور ان کا یہ دعویٰ صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ شتری کرشن جی کے ہمراہ آنے والوں میں یادو ونشی تھے۔

ایدر کے علاقہ میں بھیلوں کی حکومت تھی، بھیل راجہ کا نام مندلیک تھا۔ گوہا بچپن سے ہی ہوشیار اور جانباز تھا۔ گوجر کھشتری خون اس کی رگوں میں موجزن تھا اس لئے تیرہ چودہ سال کی عمر میں ہی اس کی بہادری اور شجاعت کا چرچا ہو گیا۔ جب راجہ مندلیک کا انتقال ہو گیا تو بھیلوں نے اسی ہونہار بہادر کو ۵۳۹ء میں ایدر کے تخت پر بٹھایا اور ان کے سردار نے انگلی سے خون نکال کر اس کی پیشانی پر راج تلک لگایا۔ جو وفاداری کا عہد سمجھا جاتا ہے۔

گوہا سین نے اپنی قوت بازو سے ایدر کے علاقہ میں مضبوط حکومت قائم کی جس کی بنیادوں کو بھیلوں نے اپنے خون اور ہڈیوں سے مضبوط کیا۔ چالیس سال کی عمر میں راجہ گوہا نے بمقام ایدر ۵۶۷ء میں انتقال کیا۔ راجہ گوہا کی اولاد آئندہ تاریخ میں گہلوٹ کہلائی مگر موجودہ زمانے کے ایک مشہور مورخ جناب کے ایم منشی صاحب نے اپنی تاریخ "دی گلوری ویٹ واز گرجر دیش" میں تحریر کیا ہے کہ چونکہ اس خاندان کے لوگ گجرات میں گوہیل علاقہ میں رہتے تھے اس لئے یہ گوہیل وال گوجر کہلاتے تھے۔ مگر مولف کہتا ہے کہ اس علاقہ کا نام بہت بعد میں گوہیل وال محض اس وجہ سے ہوا کیونکہ وہ علاقہ گوہا کی اولاد کے قبضہ میں تھا۔

راجہ دھرو سوم
۵۶۷ء تا ۵۹۸ء

راجہ دھرو سوم نے ایدر کا تخت اپنے باپ گوہا سین کی وفات کے بعد ۵۶۷ء میں سنبھالا اس راجہ نے اپنی قوتِ بازو سے دلبھی پور اور بھانڈیر کے علاقہ کو ایدر کی حکومت میں شامل کیا اس کے زمانہ میں مہاراجہ ہرش کے باپ پربھاکر وردھن نے مالوہ پر حملہ کیا مگر راجہ دھرو سوم نے اپنے علاقہ کو مفتوح و مغلوب نہ ہونے دیا اور ہر مرتبہ پربھاکر وردھن کو شکست دی اکتیس سال بہادری اور کامیابی سے حکومت کرنے کے بعد اس بہادر کا انتقال ۵۹۸ء میں ہوا۔

راجہ کھرگ رہ اوّل
۵۹۸ء تا ۶۲۴ء

راجہ کھرگ رہ اوّل کی زندگی بڑے اطمینان سے گزری کیوں کہ قنوج پر مگدھ کے راجہ شناسنک گوہی نے حملے کرنے شروع کر دیئے اس لئے پربھاکر ورودھن کا بیٹا راجیہ وردھن قنوج کی حمایت میں لڑتا رہا اور آخر کار انہیں لڑائیوں میں اس کا کام تمام ہوا.... راجیہ وردھن کے بعد تھانیسر کے راجہ ہرش وردھن نے قنوج کی سلطنت کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا اس طرح اس کی قوت دوچند ہو گئی مگر شروع ایام میں اسے سیالکوٹ کے ہونوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اسی طرح ایدر کے گوجر راجہ کھرگ رہ اوّل کو حملوں سے نجات ملی رہی آخر ۶۲۴ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

راجہ دھروسین چہارم
۶۲۴ء تا ۶۷۴ء

راجہ دھروسین چہارم خاندانِ گوہل وال میں بڑا مشہور راجہ ہوا ہے۔ مہاراجہ ہرش نے جب اجمیر، شاکمبھری اور سیالکوٹ وغیرہ کے گوجر راجاؤں کو مغلوب کر لیا تو اس نے گجرات کی طرف پیشقدمی کی، مالوہ پر مہاراجہ ہرش کا اقتدار ابتدا ہی سے تھا بنگال کا بیشتر حصہ اس کی سلطنت میں شامل ہو چکا تھا، گندھار کے برہمن شاہیوں سے اس نے ملتان فتح کیا تھا اس طرح مہاراجہ ہرش شمالی ہند کا چکرورتی راجہ تھا، اس کے مقابلہ میں راجہ دھروسین کی یہ معمولی حکومت کوئی وقعت نہ رکھتی تھی، بہادر گوجروں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر پے در پے حملوں سے ایدر اور بھاندیر کے علاقے انکے ہاتھ سے نکل گئے اور انھوں نے ولبھی پور میں پناہ لی دو ہی سال بعد مہاراجہ ہرش نے گجرات پر پھر حملہ کیا، ولبھی پور کے گوجروں کو شکست فاش ہوئی۔ دھروسین نے بچے کھچے بہادروں کے ساتھ بھڑوچ کے گوجر راجہ ددا (خاندانِ چاپ) کے یہاں پناہ لی۔

ہم پہلے تحریر کر چکے کہ "ہون" نہ کوئی قوم ہے اور نہ کسی خاندان کا نام ہے۔ بلکہ یہ نام برہمنوں نے مغربی پنجاب اور صوبہ سرحد کے گوجروں کا رکھا تھا نہ تو مہاراجہ ہرش کے زمانہ میں اور نہ ہی موجودہ زمانہ میں گوجروں نے "ہونوں" کو اپنے سے الگ سمجھا گو شاہی کشانوں کا یہ خاندان آج تک "ہونڑ" ہی کہلاتا ہے "ہونڑ" راجہ مہر کل والئی سیالکوٹ کی پڑپوتی سے گہلوٹ خاندان کے ایک سردار بھاگ دتیہ نے شادی کی تھی۔

جب مہاراجہ ہرش نے سیالکوٹ کی "ہون" حکومت ختم کی تو بہت سے بہادر "ہون" گجرات پہنچے اور بہت سوں نے چمبہ اور شوالک اور جموں کے پہاڑوں میں پناہ لی۔ مہاراجہ ہرش کی شمالی، مغربی اور جنوبی حدود پر گوجروں کی.... حکومتیں تھیں، اسی لئے اس کی مہاراجگی گوجروں کی متعدد سلطنتوں کے کھنڈرات پر قائم ہوئی۔

ان حالات نے ملک کے تمام گوجروں کو متحد کر دیا، چنانچہ وہ حکومتیں جو ابھی تک باقی تھیں سب کی سب ایک دوسرے کی حلیف و مددگار ہو گئیں، یہی وجہ تھی کہ ولبھی راجہ دھروسین کو بھڑوچ کے گوجر راجہ ددّا نے اپنے یہاں پناہ دی اور جیسا کہ بھڑوچ کے گوجروں کے ضمن میں ابھی آئندہ اوراق میں مفصّل طور سے تحریر ہوگا۔ راجہ ددّا نے عہد کیا کہ وہ دھروسین کو ولبھی پور واپس دلائے گا، اسی زمانہ میں دکن میں... چلوکیہ گوجر پلیکشن کی حکومت بھی ان دونوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہوئے تھی۔

المختصر بھڑوچ کے گوجر راجہ ددّا نے مہاراجہ ہرش پر حملہ کیا۔ ہزارہا گوجر جوانوں نے اپنی جانیں قربان کر کے آخر کار مہاراجہ ہرش کا اقتدار گجرات سے ختم کر دیا۔ راجہ ددّا نے ولبھی پور پر دھروسین کا خاندانی جھنڈا لہرا کر گجرات کی حکومت اس کے حوالہ کر دی، چند ہی سال میں دھروسین نے ولبھی پور کو عروج پر پہنچا دیا، مدارس اور دارالعلوم کو از سر نو جاری کیا۔ کشت و زراعت اور تجارت میں خوب ترقی ہوئی۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ شمالی ہند کے اسی چکروتی مہاراجہ ہرش نے اپنی لڑکی کی شادی راجہ دھروسین سے کی اور اس شہزادی سے کھرگ رہ دوم تولّد ہوئے، دھروسین

کے زمانہ میں ہی مہاراجہ ہرش کا انتقال ہوا، اس کے دل میں قنوج کی حکومت پر قبضہ کر لینے کی تمنا جاگی مگر قنوج دور تھا، دھروسین معمولی راجہ تھا، درمیان میں بہت سے گوجر خاندان بستے تھے ان سب کو مغلوب کر کے قنوج پہنچنا دھروسین کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ اجمیر کے چوہان بھنمال کے پرتہار، مالوہ کے پنوار جو مہاراجہ ہرش کے نیم ماتحت تھے اس کے مرتے ہی پورے طور سے آزاد و خود مختار ہو بیٹھے۔ قنوج پر حکومت کی سعادت آخر کار پرتہار خاندان کے گوجروں کو نصیب ہوئی جسکا تذکرہ آئندہ کیا جائیگا آخر کار دھروسین کا انتقال ۶۷۴ء میں ہوا۔

راجہ سلادتیہ دوم
۶۷۴ء تا ۱۵ے٭

جیساکہ مذکور ہوا دھروسین کی ایک رانی مہاراجہ ہرش برہمن کی بیٹی تھی جس سے کھرگ رہ دوم پیدا ہوئے۔ کھشتریوں اور برہمنوں میں ایسی شادیاں شاذ و نادر ہو جاتی تھیں مگر تخت کا وارث عموماً کھشتری ماں کا ہی بیٹا ہوتا تھا۔ چنانچہ دھروسین کی وفات کے بعد اس کی کھشتری رانی کا بیٹا سلادتیہ ولبھی پور کے تخت پر بیٹھا اور اس نے اپنی زندگی میں بھانڈیر اور ایدر کے علاقوں کو فتح کر کے ایدر کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اس کا برتاؤ بھانڈیر اور ایدر کے یادو ونشی بھیلوں سے اپنے آباؤ اجداد جیسا نہ رہا اس لئے بھیل قوم نے اس ماتحتی کو اپنی غلامی محمول کیا آخر ۷۱۵ء میں اس کا انتقال ایدر میں ہو گیا۔

راجہ ناگ دتیہ
۷۱۵ء تا ۷۲۹ء

راجہ ناگ دتیہ نے اپنے باپ سلادتیہ کے انتقال پر ایدر کا تخت سنبھالا اس کے زمانہ میں یادو ونشی بھیلوں نے بغاوت پر کمر باندھی، ناگ دتیہ نے بجائے اس کے کہ ان کی تسلی و تشفی کرتا ان کے سرداروں کو سخت سزائیں دیں چنانچہ بھیلوں نے ایک

روز موقعہ پا کر شکار گاہ میں راجہ ناگ دتیہ پر حملہ کر کے اسے جان سے مار دیا اس کے بعد بھیلوں نے ایدر پر حملہ کر کے گوجروں کو وہاں سے نکال دیا۔ ناگ دتیہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام شیلا دھیش تھا اس کی عمر اس وقت صرف تین سال کی تھی اسی لیئے اس کو۔ سب باپا یعنی بچہ یا منا کہتے تھے آئندہ اس کا نام باپا ہی مشہور ہوا۔

باپا کی زندگی اسی وفادار برہمنی لکھمناوتی کی اولاد نے بچائی۔ ایدر میں کچھ سال خانہ جنگی رہی اس کے بعد دوسرے علاقہ سے آ کر ایک گوجر اور سردار گوہل نے ایدر پر قبضہ کر لیا۔ اس راجہ گوہل کی اولاد آج تک گوہلی گوجر کہلاتی ہے، بہت سوں کا خیال ہے کہ گوہلی گوجر خاندان گول سے تعلق رکھتے ہیں جو آریوں کی سب قوموں میں مشترک ہے۔ مگر مؤلف گرجر کہتا ہے کہ گوہلی گوجروں کا کوئی تعلق خاندانِ گول سے نہیں ہے بلکہ یہ گوجر راجہ گوہل کی اولاد ہیں جس نے بھانڈیر اور ایدر کے علاقہ پر حکمرانی کی تھی پانچ ہی سال بعد راجہ گوہل کا انتقال ہو گیا اور اس علاقہ پر اس کے رشتہ داروں نے الگ الگ تعلقہ جات قائم کر کے حکومت کرنی شروع کر دی۔ راجہ گوہل کی اولاد بھی ایدر کی سلطنت سے محروم ہو گئی۔

بانیٔ چتوڑ

باپا راول

۷۳۹ء تا ۷۵۳ء

ناگ دتیہ کے بیٹے باپا راول کی پرورش قصبہ نگینہ رنگر میں ہوئی یہ قصبہ ترکٹ نام کی پہاڑی کے پاس "پراسر" کے جنگل سے ملحق موجودہ اودے پور سے دس میل بجانب شمال واقع تھا۔

باپا راول نے ابتدائی زندگی گوالوں کے ساتھ بسر کی۔ یہ قصہ بہت زیادہ مشہور ہے کہ ایک گائے ایک جھاڑی کی طرف جاتی تھی اور روزانہ ایک سادھو کو دودھ دے کر آتی تھی ایک روز باپا نے اس کا تعاقب کر کے صورت حال سے آگاہی پائی۔ اس فقیر نے

باپا کو دعا دی کہ بچہ دنیا میں تو اپنے باپ دادا کی طرح نام پیدا کرے گا۔ اس طرح گوالوں میں رہتے رہتے باپا کے ساتھی گوالے اور بھیل قوم کے جوان ہو گئے۔ آخر انہوں نے ایک روز ایدر کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کی مگر اس منصوبے کا پتہ پہلے ہی چل گیا۔ باپا کی ماں پشپاوتی نے باپا کو خطرہ سے آگاہ کر کے اسے مع اس کی بیوی کو کلا کے اپنے بھائی کیشتر پال کے پاس خط دیکر چتوڑ بھیج دیا۔ کیشتر پال موری خاندان کا گوجر راجہ تھا اس نے اپنے بھانجے باپا کو دربار میں عہدہ دے دیا۔ اسی دوران چتوڑ پر عربوں نے حملہ کیا باپا نے عبر حملہ آوروں کو بھگا دیا اور پھر اسی فوج کو لے کر ایدر پہنچا اور اپنے آباؤ اجداد کا ملک حاصل کیا اور وہیں حکومت کرنے لگا۔

کیشتر پال موری لاولد تھا چنانچہ چتوڑ پر بھی باپا راول کا قبضہ ہو گیا۔ باپا راول نے سندھ، بلوچستان اور سرحدی علاقہ جات فتح کئے اور وہاں سے بیرونی حملہ آوروں کو نکال کر واپس چتوڑ پہنچا اور ۷۵۳ء میں انتقال کر گیا۔

باپا راول کی اولاد نے چتوڑ میں آئندہ تاریخ میں وہ نام پیدا کیا جس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ چتوڑ میں باپا راول کی اولاد میں ۱۱۹۲ء تک مندرجہ ذیل راجگان کا نام چتوڑ کی تاریخوں آتا ہے۔ نرباہن، سالباہن، سمبھا سنگ، امبا پرشاد، شکتی کمار… جسو ورمن اور اللٹ وغیرہ۔

گہلوٹ خاندان کے دیگر مشہور بہادر

تاریخوں میں ایک بہادر شنگر گن گہلوٹ کا نام آتا ہے جس نے آٹھویں صدی میں… راجہ ناگ بھٹ کے ساتھ مل کر عربوں کو سندھ سے نکالا تھا۔

ہرش راج۔ ۸۶۰ء میں یہ مہر بھوج گرجر پرتیہار کا ماتحت تھا اس نے مہر بھوج کی فوج کے لئے گھوڑے مہیا کئے تھے۔

گہیل دوم گہیل دوم چیتسو (Chatsu) کا حاکم تھا اس نے مہر بھوج والئی قنوج کے حکم کی تعمیل میں بنگال کے راجہ دھرم پال پر چڑھائی کی اور بنگال کو فتح کیا۔

نوٹ:۔ چتوڑ کے راجگان قنوج کے پرتیہار گوجروں کے دو سو سال تک

یعنی دسویں صدی عیسوی تک وفادار رہے جس کا تذکرہ آئندہ باب میں ہوگا اور یہی زمانہ گوجروں کے انتہائی عروج کا تھا۔

راجہ سمرسی گہلوٹ راجہ سمرسی دلی و اجمیر کے راجہ پرتھوی راج چوہان کا بہنوئی تھا۔ جب پرتھوی راج شکست کھا گیا تو اس نے دلی کی حفاظت میں ۱۱۹۲ء میں جان دی۔

گہلوٹ کا ایک کتبہ

यवी इवरें द्रस्थतोग्गाल भीममुख्यान्क पार्थि-
लाट पती- [illegible] तुरुष्कान।
मव भृत्य मा।त्रावेजितान वलो स्य भोल-
वोष्णा बलानि कवयति न योद्ध लोकान।।

یہ کتبہ ۱۱۳۹ء کا ہے اور علاقہ اودے پور سے برآمد ہوا ہے اس میں بھیم کو لاٹ کا راجہ اور گرجر کو شہنشاہ تسلیم کیا گیا ہے۔ گرجر اور بھیم کا فرق قابل غور ہے بھیم بھی گرجر تھا جو گرجر راجہ شہنشاہ ہوتا تھا اسے ہی ”گرجریشور“ ”گرجر راٹھ“ وغیرہ کہا جاتا ہے (ملاحظہ ہو گلوری وینٹ واز گرجر دیش صفحہ ۱۸ از جناب کے ایم منشی صاحب)

لوٹ:۔ اس کتبہ میں لفظ گورجر ہے جو میواڑ (اودے پور و چتوڑ) کے گہلوٹ راجاؤں کو گوجر قوم سے ظاہر کرتا ہے۔ بلاشک وشبہ ۱۱۳۹ء میں میواڑ کے گہلوٹ کا عروج شروع ہو چکا تھا ان کی رشتہ داریاں چوہان اور سولنکی (چلوکیہ) پرتہار اور پرمار خاندان کے گوجر راجاؤں سے تھیں اس خاندان کی آخری گرجر نشانی مہارانا پرتاپ تھے جن کا مجملاً تذکرہ اس تاریخ کے حصہ دوم اور مفصل واقعات حصہ سوم میں تحریر ہوں گے۔

آزاد راجگان بھڑوچ

(نندی پورنا بھوہ نندیوال)

خاندانِ چاپ

خاندانِ چاپ کا اصلی ماخذ لفظ "چپوتکٹ" ہے۔۔۔ نوساری کی کتبہ ہیں جس کی اصل عبارت اس تاریخ کے حصہ پنجم میں تحریر ہے۔ اسی لفظ کو "چاوٹک" تحریر کیا گیا ہے۔ چپوتکٹ خاندان کے راجاؤں کو بھڑوچ کی مقامی زبان میں چاپ تحریر کیا گیا اور اس کا آئندہ۔۔ تلفظ تاریخوں میں بھی اور عام بول چال میں بھی "چاپ" ہی ہے۔

اسی خاندان کے جن راجاؤں نے پنجبور اور وادھن میں حکومت کی وہاں سے مقامی تلفظ چاوٹک سے چاوڑا ہوا اور "ک کا" اضافہ صفت نسبتی لیا گیا ہے جیسے۔۔ وید سے ویدک اور دھرم سے دھارمک وغیرہ الفاظ ہیں۔

مقامی زبانوں میں اکثر لفظ "ٹ" کو ڑ سے تبدیل کر لیا جاتا ہے مثلاً کشمیر کی تاریخ میں راجہ چندراپیٹھ اور راجہ مکتاپیٹھ وغیرہم کو چندراپیڑ اور مکتاپیڑ بھی تحریر کیا جاتا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو آئینِ اکبری باب کشمیر و تاریخ فرشتہ حصہ کشمیر اور راج ترنگنی و نیز سید عبد الحمید شملوی نے "اخبار نئی روشنی" اشاعت خاص جشن استقلال ۵۷ء صفحہ ۴ کالم ۱ پر بجائے ڑ کے لفظ مکتاپیڑ میں ٹھ کا استعمال کیا ہے اور اس راجہ کا نام مکتاپیٹھ تحریر کیا ہے۔

چنانچہ ہم راجگان بھڑوچ کے خاندان کا نام "چاپ" تحریر کریں گے اور راجگان پنجبور کو "چاوڑا" ہی تحریر کیا جانا چاہیئے کیوں کہ اس جگہ تلفظ اسی طرح استعمال میں آئے ہیں۔ گویہ ایک ہی خاندان ہے۔

مندرجہ بالا تشریح واقفیت کے لئے کی گئی ہے تاکہ کتبوں کو سمجھنے میں آسانی ہو اور کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے

چاپ یا چاوڑا خاندان اجین کے پنوار خاندان کی شاخ ہے۔ ملاحظہ ہو۔۔

گوجر اتہاس صفحہ نمبر ۸۴ سطر نمبر ۱۳ از جناب تیندر کمار ورما صاحب۔

چاپ یا چاوڑا یا (چھاوڑی) بلاشک و شبہ گوجر ہیں ملاحظہ ہو ــــ

History of Bhinmal Bombay gazetteer volume I Page 138 and volume IX Part I Page 488 —

اس خاندان کے راجہ ودّا نے گرجر نرپتی ونش (خاندان گوجر اعظم) لکھ کر خود کو گوجر تسلیم کیا ہے کتبہ کی نقل حصہ تجسیم میں ملاحظہ کیجیئے۔ آمدم برسر مطلب۔

گپت راجاؤں نے جب پنوار خاندان کی حکومت پر مالوہ میں حملہ کیا تو اس وقت مالوہ کی مغربی حدود دریائے نربدا تک تھی۔ جب مالوہ پر گپت راجاؤں کا اقتدار ہو گیا تو قدیمی شاخ کے تین راجاؤں مہندر پال۔ بکرم چند اور بجے نند نے اپنی زندگیاں بحیثیت مقامی سردار ماتحتی میں بسر کیں مگر ۴۵۵ء میں گپت راجاؤں کے سپہ سالار دصو بیدار برن دت نے یہ سرداری بھی ختم کر دی اور پھر ۵۱۰ء تک یتو دھرمن برہمن نے مالوہ پر اپنی حکومت قائم کر لی اس تمام دور میں بھڑوچ کے پنوار راجہ آزاد و خود مختار رہے اور تاریخ میں ان کو چاپ تحریر کیا جاتا ہے۔

راجہ ددّا اوّل

۴۳۰ء تا ۴۸۵ء

راجہ ددّا اوّل خاندانِ چاپ کا پہلا مشہور راجہ ہے جس نے مالوہ کے گپتوں سے بڑوان کا علاقہ بزور شمشیر فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملایا پچاون سال (۵۵) کامیاب حکمرانی کر کے اس بہادر راجہ کا انتقال ۴۸۵ء میں ہوا۔

جے بھٹ اوّل ویت راگ

۴۸۵ء تا ۵۳۵ء

جے بھٹ اوّل کا نام ویت راگ بھی تھا اپنے باپ راجہ ددّا اوّل کے انتقال پر بھڑوچ کے تخت کا وارث و مالک ہوا اس نے جنوب کی طرف لاٹ کا کچھ علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملایا چالیس سال حکمرانی کر کے اس کا انتقال ۵۳۵ء میں ہوا

دڈا دوم پرشانت راگ
۵۳۵ء تا ۵۷۲ء

دڈا دوم اس خاندان کا نہایت بہادر راجہ تھا۔ شمالی ہند میں گپت عہد ختم ہو رہا تھا اور وسط ہند میں راجہ دڈا دوم نے ناگر خاندان کے گوجروں سے ناگپور لے لیا۔ ناگر خاندان کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ یہ حکومت الہ آباد اور پٹنہ کی اس عظیم الشان حکومت کی چھوٹی سی یادگار تھی جو دو سو سال قبل مسیح میں بنگال سے افغانستان تک اور جنوب میں مہاندی تک تھی۔ ناگپور کی حکومت بھڑوچ میں شامل ہو جانے سے چاپ خاندان کی قوت کو چار چاند لگ گئے۔

دڈا سوم
۵۷۲ء تا ۶۱۵ء

۵۷۲ء میں پرشانت راگ کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا دڈا سوم بھڑوچ کے تخت پر بیٹھا۔ تینتالیس سال اس نے حکمرانی کی۔ اس نے دکن کے چلوکیہ گوجروں سے اپنے تعلقات استوار کئے۔ آخر اس کا انتقال ۶۱۵ء میں ہو گیا۔

دڈا چہارم پرشانت راگ دوم
۶۱۵ء تا ۶۵۰ء

اس راجہ نے تاریخ میں گوجر قوم کا نام اونچا کر دیا۔ یہ راجہ مہاراجہ ہرش کا ہمعصر تھا۔ مہاراجہ ہرش بردھن متعدد گوجر حکومتوں کو زیر کر چکا تھا۔ سیالکوٹ کی ہون گوجر حکومت ختم ہو چکی تھی۔ بھنمال اور اجمیر کے راجگان مہاراجہ ہرش کے ساتھ کبھی لڑتے تھے اور کبھی مغلوب ہو جاتے تھے۔ دڈا راجہ نے دلبھی کے گوجر راجہ دھرو اور واتاپی (کلیانی۔ دکن) کے گوجر راجہ پل کیشن سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ اسی دوران مہاراجہ ہرش نے مالوہ سے نکل کر ولبھی پور کو فتح کیا۔ ولبھی پور کا گوجر راجہ دھرو سین جیسا کہ مذکور ہو چکا دڈا کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔ راجہ

دِدّا نے اس کے ساتھ عہد وپیمان کیا کہ وہ اسے کھوئی ہوئی سلطنت واپس دلائیگا اور پھر فوج فراہم کرنے اور فوجی تیاریوں میں اس نے رات دن کا آرام ترک کر دیا۔ اس کی بے چینی اور اضطراب کو دیکھ کر ولبھی کے راجہ دھروسین کو بھی پشیمانی... محسوس ہونے لگی۔

ایک روز بھڑوچ کے شاہی محل کے باغ میں صبح سویرے ولبھی راجہ دھروسین اپنے وزیر کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ وزیر نے کہا:۔

"گوجر مہاراجہ! کیسا سہانا وقت ہے، پھول کھلے ہوئے ہیں۔ چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔ قدرت نے انسان کی زندگی میں کیسے سکھ و آرام اور دلفریبیاں مہیا کر دی ہیں!!"

مہاراجہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:۔

"زندگی اور آرام!"

وزیر نے آنکھیں نیچی کر لیں اور ایک سرسری نظر پھولوں کے پودوں پر دوڑائی سورج کی سنہری کرنیں پھولوں سے اٹکھیلیاں کر رہی تھیں، ٹھنڈی ہوا کے ہلکے جھونکے شبنم کی بوندوں کو پھولوں کی پنکھڑیوں میں جھولا جھلا رہے تھے بھونرے گونج گونج کر پھولوں پر قربان ہو رہے تھے۔ رنگ برنگی تتلیاں اپنے خوبصورت پروں کے ساتھ ہواہیں ہر چہار طرف اڑتی پھرتی تھیں پھولوں کی خوشبو نے چمن کو عطار خانہ بنایا ہوا تھا۔

مہاراجہ نے پھر کہا:۔

"زندگی اور آرام؟..... ناممکن... عاقل وزیر! انسان بھی کس قدر بھولا بھالا ہے... وہ زندگی بھی چاہتا ہے اور آرام بھی... لیکن۔ سوہئے انسان کی دلی آرزو کے ان دونوں میں کبھی ساتھ نہیں ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ مصائب کا نام زندگی ہے۔ مصائب مٹ کر ہی راحت ملتی ہے۔ ایک کی پیدائش دوسرے کی موت ہے۔ بھلا پھر کیسے ممکن ہے کہ انسان زندگی میں راحت و آرام حاصل کرے

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

"عاقل وزیر! اب تم ہی سوچو... یہ دونوں بھلا کیسے ایک ساتھ رہ سکتے ہیں..... اور مجھے تو یقین ہو گیا ہے کہ سکھ یا آرام نام کی کوئی چیز روئے زمین پر نہیں ہے یہ محض انسان کا وہم ہے۔ وہ اس وہم کے سہارے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ وہ اس خیال کے بل بوتے پر زندگی کے نشیب و فراز کو کودتا پھاندتا رہتا ہے۔"

وزیر خاموش رہا وہ اپنے مہاراجہ کے تاثرات کو اس کے چہرے سے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مہاراجہ کہہ رہے تھے۔

"اور زندگی؟ زندگی اپنے فرائض کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مگر بدقسمتی سے انسان نے اس حقیقت کو پس پشت ڈال دیا ہے وہ زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے زندگی کی محبت میں پڑکر وہ اپنے فرائض کو بھی بھول گیا ہے، زندگی ہی اس کے لئے سب کچھ ہے اور فرض ایک ناقابل توجہ چیز رہ گئی ہے، وہ زندگی کے لئے اپنے فرائض کو قربان کر دیتا ہے، وہ بھول چکا ہے کہ زندگی فرائض کے لئے ہے، فرائض زندگی کے لئے نہیں ہیں۔ اسی بھول نے مجھے راجہ سے بھکاری بنا دیا ہے!" یہ کہہ کر ان کی آواز بھرا گئی۔

وزیر نے چونک کر کہا۔

"مہاراج... آپ... اور بھکاری؟... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

مہاراجہ بولے:۔

"بھکاری نہیں تو اور کیا؟ کسی کے یہاں پناہ لینا کیا بھیک مانگنا نہیں ہے؟ جان کی امان طلب کرنا کیا بھیک نہیں ہے... خودداری آخر خودداری ہے اور بھیک بھیک ہی ہے... چاہے وہ کسی شکل کا لبادہ اوڑھ لے ہر شریف انسان ہاتھ پسارنے والے کے ساتھ ہمدردی جتاتا ہے۔ اور پناہ لینا تو دنیا میں سب سے بڑی عاجزی اور انکساری ہے اس بھیک سے کوئی شریف آدمی انکار نہیں کر سکتا مگر بھیک مانگنے والا تو آخر بھکاری ہی کہلائے گا مجھے وہ دن یاد ہے جب میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے راجہ دوّا کے دروازہ پر یہاں آیا تھا اور زندگی کے لئے میں نے ان کے

سامنے اپنی چھوٹی لیساری ننھی ہرسش کی فتح نے اور اس کے عظیم لشکر نے میرے حوصلے پست کر دیئے میں نے اپنی مادر وطن ولبھی پور کو چھنتے ہوئے دیکھا مجھے دکھ ہوا مگر مجھے اس سے محبت نہ ہوئی محبت ہوئی تو اس اپنی حقیر زندگی سے جس کی... حفاظت کے لئے میں نے گوجری آن چھوڑ دی اور بھاگ کھڑا ہوا ' یہ سب کچھ زندگی کے پیار نے مجھ سے کرایا ' میری روح آج کتنی خوش ہوتی اگر میں بھی ان ہزاروں بہادر گوجروں کی طرح مرجاتا جنہوں نے ولبھی پور کو بچانے کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں.... اس وقت میں سوائے جان بچانے کے کچھ نہ سوچ سکا اور بزدل آدمیوں کیطرح میں نے بھڑوچ کا راستہ لیا۔ کاش میں اس دن کو بھول سکتا "

وزیر خاموشی سے سن رہا تھا اور مہاراجہ بولے جا رہے تھے۔

"مگر میں اس دن کو نہیں بھول سکتا۔ رات کو آسمان اپنے تاروں کے ساتھ مجھ پر کھلکھلا کر ہنستا ہے۔ سورج صبح سویرے نمودار ہوتے وقت اور شام کو غروب ہوتے وقت مجھ کو پرمعنی نظروں سے گھورتا ہے ' ہوا سرسراہٹ سے میرا مذاق اڑاتی ہے.... اس زندگی سے تو موت لاکھ درجہ بہتر ہے... میں زندہ رہنا نہیں چاہتا... میں مرنا چاہتا ہوں.... اس زندگی سے مجھے موت پیاری ہے... میں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں "

یہ کہتے کہتے راجہ بھٹ (دھروسین) نے تلوار نکالی... وزیر اس نظارہ کو دیکھ کر کانپ گیا اور پھر ہمت کر کے آگے بڑھا اور بولا:۔

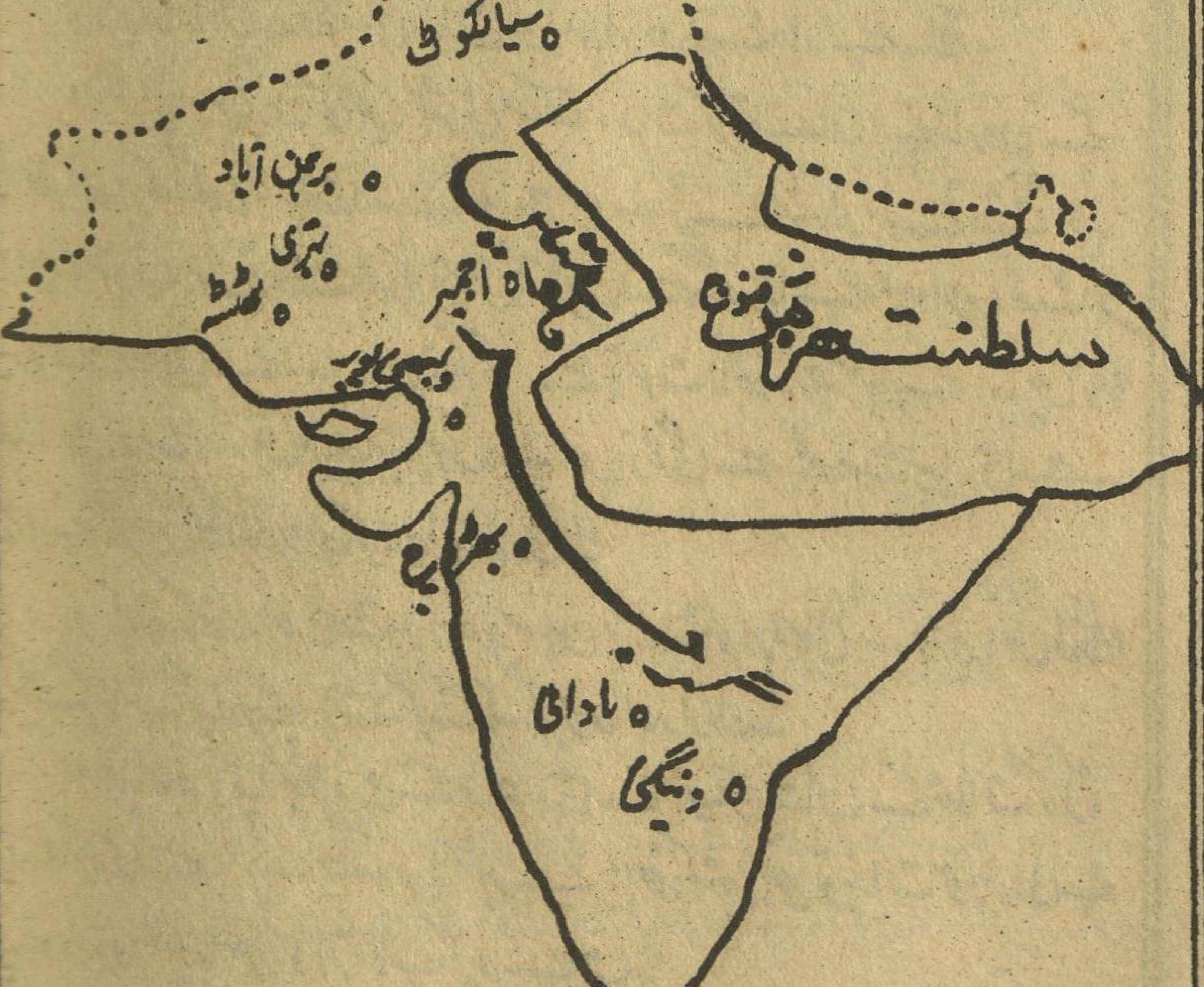
"مہاراجہ! کیا بھڑوچ کے راجہ ددا نے آپ کی شان کے خلاف کوئی حرکت کر دی ہے؟.... حضور! ٹھہریئے! خودکشی بھی تو بذات خود بزدلی ہے آپ دوسری عظیم غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں "

مہاراجہ کا ہاتھ رک گیا اور بولے:۔

"جس انسان کی زندگی سے کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچے ایسے انسان کا مرجانا ہی بہتر ہے... راجہ ددا نے مجھے کوئی نازیبا کلمہ آج تک نہیں کہا وہ میری جتنی آؤ بھگت کرتے ہیں اور میری وجہ سے انہیں جو پریشانی لاحق

ہو گئی ہے اس کے پیشِ نظر میں ایک ساعت زندہ رہنا نہیں چاہتا، میری ہی وجہ سے مہاراجہ ہرش سے انہوں نے دشمنی مول لے لی ہے، راجہ ددّا نے اپنے فرض کو پورا کرنے میں گوجر قوم کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ سنا ہے مہاراجہ ہرش نے انہیں دھمکی آمیز خط لکھا ہے۔"

وزیر نے مہاراجہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "وہ عالیجاہ! ہرش نے کیا دھمکی دی ہے؟"



راجہ دھروسین نے کہا:-

"مہاراج ہرش نے لکھا ہے کہ یا تو مجھے راجہ دڈا ہرش کے حوالے کردے ورنہ بھڑوچ کا وہی حشر ہوگا جو ولبھی پور کا ہو چکا ہے"

وزیر:۔ مہاراجہ دڈا نے اس خط کا کیا جواب دیا؟

راجہ:۔ مہاراجہ دڈا ابھی موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کی رگوں میں گوجری خون موجزن ہے اگر مہاراجہ ہرش کو اپنے بزرگ پرشرام برہمن پر فخر ہے تو مہاراجہ دڈا کی رگوں میں بھی مہاراجہ برو کا خون ہے اور وہ چندرونشی خاندان کے مہتاب ہیں۔ انہوں نے ہرش کو جواب لکھ کر بھیجا ہے کہ یا تو آٹھ دن کے اندر اندر ولبھی پور کی حکومت دھروسین کے حوالے کردی جائے ورنہ گوجری تلواریں اپنی آن کیلئے میان سے باہر آنا جانتی ہیں۔ کھشتری خون ابھی روئے زمین پر باقی ہے اور وہ ابھی تک اپنے ملک کو سیراب کرنا جانتا ہے"

راجہ تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہوگیا اور پھر بولا:-

"یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے اگر میں درمیان میں سے نکل جاؤں اور اپنی زندگی ختم کردوں تو ہزاروں گوجر بہادروں کی خونریزی رک جائے گی، مجھے اس بات کا ضرور افسوس ہے کہ کاش میری زندگی لڑتے ہوئے ولبھی پور کی حفاظت میں کام آتی اور مجھے یہاں نہ آنا پڑتا"

یہ کہکر راجہ دھروسین نے تلوار اٹھانا چاہی۔ عاقل وزیر نے پھر درخواست کی:-

"مہاراجہ سنیئے تو سہی ..... یہ آپ بے حد نامناسب کام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ معاف کیجئے ...... آپ نے اس خودکشی کے بدانجام پر بھی غور نہیں کیا ——— میری صرف ایک بات اور سن لیجئے .... پھر آپ کو اختیار ہے"

اور راجہ نے دریافت کیا:-

"وہ کیا؟"

وزیر گویا ہوا:-

"اے گوجر قوم کے جلدباز راجہ کیا آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ آپ کی موت کے بعد کیا حشر ہوگا؟ ... آپ اپنے محسن راجہ دڈا کے چہرے پر کلنک اور بدنامی کا دھبہ لگانا چاہتے ہیں دنیا کے تمام لوگ یہی کہیں گے کہ راجہ دڈا نے مہاراجہ ہرش سے ڈر کر اس کی دوستی حاصل کرنے کیلئے اپنے ہمقوم بھائی راجہ دھروسین کو مار ڈالا — اور — اور مورخ تحریر کریں گے کہ

بھڑوچ کے گوجر راجہ نے ولبھی پور کے گوجر راجہ کو دھوکہ سے اپنے یہاں بلا کر قتل کرا دیا۔ اور مہاراجہ ہرش کی خوشنودی حاصل کی۔ بے گناہ راجہ دِدّا کو آپ قیامت تک کیلئے بدنام کرنا چاہتے ہیں..... گوجر قوم کی گردن آپ ہمیشہ کیلئے جھکانا چاہتے ہیں..... مہاراج! اپنے فرض کو نہ بھولئے"!

یہ سنتے ہی راجہ دھروسین کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی، شرمندگی کی وجہ سے وہ پسینے پسینے ہو گئے۔ واقعی وزیر کی بات سچ تھی راجہ زیادہ دیر تک کھڑے نہ رہ سکے اور واپس مڑ کر محل کے وسیع کمرہ میں اپنے مخملی پلنگ پر جا لیٹے۔ عاقل وزیر راجہ کی تلوار کو نیام میں کر کے اسی کمرہ میں آ بیٹھا دونوں خاموش تھے، محل کے دوسرے حصّہ میں راجہ دِدّا اپنے وزیر اور سپہ سالار سے جوش بھرے الفاظ میں گفتگو کر رہے تھے۔

— — ✻ — — — ✻ — — — ✻ — —

راجہ دِدّا کہہ رہے تھے:۔

"عاقل و دانا وزیر! میں نے صبح سویرے ہی آپ کو اس وجہ سے طلب فرمایا ہے کہ میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا —— راجہ دھروسین کی بے کلی اور اضطراب مجھ سے نہیں دیکھا جاتا —— ہم اپنے وعدہ کو جلد از جلد پورا کرنا چاہتے ہیں"!

وزیر نے جواب دیا:۔

"لیکن مہاراج! راجہ ہرش کو ایک خط اور لکھ کر دیکھ لیا جائے، جنگ کی ابتداء ہماری طرف سے نہ ہونی چاہیئے —— جب تک دوسرے خط کا جواب نہ آ جائے اس وقت تک ولبھی پور پر حملہ کرنا مناسب نہیں ہے"!

وزیر کے اس مدبرانہ جواب کو سن کر راجہ نے کچھ دیر تک غور کیا اس کے بعد گویا ہوا۔

"مگر ہم ایک مرتبہ لکھ چکے ہیں اور اس کا جواب ہرش نے ہم کو یہ دیا ہے کہ یا تو میں دھروسین کو اس کے حوالے کر دوں ورنہ بھڑوچ کا بھی ولبھی پور جیسا حشر ہو گا۔

سپہ سالار افواج جو اس مجلس شوریٰ میں شرکت کیلئے طلب کیا گیا تھا اور جس کو آزادی کے ساتھ رائے دینے کی اجازت تھی بول اٹھا۔

"گستاخی معاف وزیر صاحب! بار بار خطوط بھیجنے اور دھمکی آمیز جواب آنے سے گوجر سلطنت کی

توہین ہوتی ہے ۔ دوسرا خط بھیجنا کسی طرح مناسب نہیں ہے ۔ اب اس کا فیصلہ ہماری تلوار پر چھوڑ دیا جائے۔"

سپہ سالار کے اس قسم کے جواب کو سن کر راجہ وزیر کی طرف مخاطب ہوا:۔

"جو کچھ سیناپتی نے کہا ہے مجھے اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔ تحریروں سے کھیلنا اور دل بہلانا محرروں اور شاعروں کا کام ہے۔ بہادروں کے فیصلے تحریروں سے نہیں تلواروں سے ہوا کرتے ہیں۔ روشنائی کے بجائے انہیں اپنے خون سے عبارتیں لکھنی پڑتی ہیں۔"

وزیر ازراہ دور اندیشی پھر گویا ہوا:۔

"مگر مہاراج! جنگ شروع کرنے سے پہلے آپ کو انجام پر ضرور نظر رکھنی چاہیئے۔"

"یعنی ..... اس سے آپ کا مطلب؟ راجہ نے وزیر سے دریافت کیا۔

"مطلب یہ کہ ..... راجہ ہرش کی عظیم سپاہ ......" وزیر دبی زبان میں بولا۔

"ہاں ہاں کہو کہ ... ہرش کی عظیم سپاہ ہمیں کچل ڈالے گی .... کیوں .... یہی کہنا چاہتے ہو یا کچھ اور ......" راجہ درمیان ہی میں بات کاٹ کر بولا۔

"ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں ہے ... ہمارے جوان یہ ثابت کر دیں گے کہ گوجری خون خون ہے پانی نہیں ... اور بہادروں کے جسم سے خون کا ایک قطرہ بھی نکالنا کچھ آسان نہیں۔" سپہ سالار نے پورے جوش کے ساتھ الفاظ ادا کیئے جو اس کی بہادری کا بیّن ثبوت تھا جس سے راجہ بے حد متاثر ہوا۔

"عالیجاہ! میرا مطلب ہرگز یہ نہ تھا۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہرش کی عظیم سپاہ سے مقابلہ کرنے کیلئے ہمیں مہاراجہ پل کیشن سے بھی مشورہ لینا چاہیئے۔"

"بغیر خود لڑے دوسروں پر بھروسہ کرنا ہمیں زیب نہیں دیتا۔ مہاراجہ پل کیشن اس سلطنت کا ... ہمقوم اور دوست ضرور ہے ۔ مگر دوسرے کے توے پر روٹی پکانا اور پکا پکایا کھانا بہادروں کے لئے باعثِ شرم ہے ۔ بہادر خود اپنے ہاتھ سے تنور گرم کرتے ہیں۔" سپہ سالار نے بلاخوف و جھجک کے جواب دیا۔

"عمل کرنے سے پہلے انجام کے انعام کا خود کو مستحق سمجھنا احتیاط نہیں بزدلی ہے .... خواہ کچھ ہو مجھے دلبھی پور کی حکومت مہاراجہ دھروبھٹ (دھروسین کو دلانی ہی ہوگی ۔ ہرش کی عظیم سپاہ کا ہمیں مطلق ڈر نہیں ہے، گوجر بہادروں کی قوت پر ہمیں ناز ہے۔ کون نہیں جانتا؟ بھڑوچ پر

۳۲۰ء سے آج ۶۲۲ء تک یعنی پورے تین سو سال سے گپتوں اور وردھنوں کے عظیم لشکر حملہ آور ہوتے رہے، کالی گھٹائیں، بجلی کی کڑک، طوفانوں کی تندی ہمیں ڈراتی رہیں۔ ان طوفانوں نے تمام آریہ ورت میں اِدھر سے اُدھر تہلکہ مچا دیا مگر بھڑوچ کی یہ گوجر حکومت چھوٹی سی پہاڑی کی سخت چٹان کی طرح اپنے پیروں پر کھڑی رہی۔ ہرش کی طاقت چندر گپت سے زیادہ نہیں ہے اور ہماری طاقت چندر گپت کے زمانہ کے مقابلہ میں آج مضبوط تر ہے۔ جب ہم نے اس زمانہ میں ڈر اور خوف کو دل میں جگہ نہ دی تو آج یہ ناممکن اور قطعی محال ہے کہ بھڑوچ کے گوجر اپنی عظمت اور آن کو چھوڑ بیٹھیں۔ ہم سمندر کی طوفانی لہروں کے شور کو خوب سمجھتے ہیں۔ سمندر کی لہر جب تک ہی تیزی دکھاتی ہے جب تک اسے چٹان سے واسطہ نہیں پڑتا، جوں ہی چٹان سے سر ٹکرایا نہ وہ تیزی باقی رہتی ہے اور نہ وہ تندی قائم رہتی ہے، بڑی سے بڑی لہر سر پچھاڑ کے واپس چل پڑتی ہے ۔۔۔ ہرش دور ہی سے ہمیں دھمکی آمیز خط لکھ رہا ہے ۔۔۔ ٹھیک ہے کتے اکثر دور ہی سے بھونکتے ہیں، ہر ایک بانکے اور تیکھے گوجر کی تیوریوں میں دنیا کو الٹ دینے والا طوفان پنہاں ہے!"

راجہ نے ایک سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے سپہ سالار کو حکم دیا

"سیناپتی! گوجر فوج کو تیاری کا حکم دو!"

"عالیجاہ! فوج اسی روز سے تیار کھڑی ہے اور ہر ساز و سامان سے لیس ہے جس دن ہرش کا دھمکی آمیز خط موصول ہوا تھا۔ کیا آپ کی "سیناپت" (سلطانی جنگ) کا اعلان کیا جائے۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ بندہ خود اس مہم کو سر کرے!"

سپہ سالار نے مودبانہ گذارش کی۔

"بہادر سیناپتی! ایسا نہیں ہو سکتا کہ گوجر فوج میں شاہی گھرانا شامل نہ ہو۔ ہم اپنی فوج کے ساتھ اپنا خون بہائیں گے!"

راجہ نے فیصلہ کن اظہار خیال کیا۔

"مگر مہاراجہ! دارالخلافہ کو بھی تو خالی چھوڑنا مصلحت کے خلاف ہے!"

وزیر نے اپنے فرض منصبی کے تحت مہاراجہ کی توجہ اس طرف مبذول کی۔

"آپ نے ٹھیک کہا عاقل وزیر! راجدھانی میں ان حالات کے دوران راجہ کا ہونا ضروری ہے ..... سیناپتی سے ۔۔۔ آپ راجکمار (شہزادہ) جے بھٹ کو ساتھ لے جائیں ..... مجھے

وزیر کی اس رائے سے اتفاق ہے۔"

راجہ نے اظہار رائے کیا۔

"عالیجاہ! راجکمار جے بھٹ ابھی تک زیر تعلیم ہیں۔ انہوں نے ابھی تک لڑائی کا تجربہ نہیں کیا۔ آپ بے فکر رہیئے میں کوئی دقیقہ ولبھی پور کو فتح کرنے میں فروگذاشت نہیں کروں گا۔"

سپہ سالار نے جذبہ حب الوطنی کے تحت راجہ کو یقین دلایا۔

"نہیں بہادر! راجکمار ضرور جائے گا۔ اور پھر تجربہ بھی تو گھر بیٹھے نہیں ہوتا۔ کھشتری کے گھر پیدا ہونا اور گوجر کہلانا آسان نہیں ہے۔ گوجر تو جبھی کہلایا جا سکتا ہے جب جنگ میں دشمنوں کو مغلوب کیا جائے۔"

راجہ نے معقول دلائل اپنی گفتگو میں ظاہر کئے۔

"عالیجاہ! ابھی راجکمار کی عمر ہی کیا ہے.... یہی کوئی پندرہ سال! ہم گوجر قابل ملامت ہیں جو اپنے راجکماروں کو اپنے بچوں کو جنگ کی آگ میں اپنے جیتے جی جھونکیں۔ حضور! آپ اطمینان رکھیئے ہر ایک گوجر سپاہی اپنے کو بھیم اور ارجن کا سچا وارث سمجھتا ہے۔"

سپہ سالار نے پرجوش لہجہ میں کہا۔

"بہادر سیناپتی! آپ یہ بات کیسے کہہ گئے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کی صرف پرورش کرنے کے ذمہ دار ہیں ان کی زندگی کے نہیں۔ گوجر شیر بچپن ہی میں سب کچھ سیکھتا ہے۔ گوجر کی قابلیت عمر کے طویل ہونے میں نہیں بلکہ رگوں کے خون میں مضمر ہوتی ہے۔ بہادر قوم کے بہادر سپہ سالار! مجھے پورا یقین ہے کہ شہزادہ جے بھٹ گوجری خون کو دھبہ نہ لگنے دیگا۔ وہ اپنی جان دے کر آن کی حفاظت کرے گا۔ جائیے اور جلدی کیجئے۔ یہ وقت بحث وتمحیص کا نہیں ہے گوجروں کو مظلوموں کی بھلائی میں اپنے کو مٹا دینے کا فرض پکار رہا ہے۔"

راجہ نے فیصلہ کن لہجہ میں تقریر ختم کردی اور....

سپہ سالار "جو حکم عالیجاہ" کہہ کر باہر چلا گیا۔

—— ✻ —— ✻ —— ✻ ——

تھوڑی دیر بعد راجکمار جے بھٹ ہتھیاروں سے لیس ہو کر راجہ کے سامنے آشیرباد... (دعائیں) لینے حاضر ہوا۔

"پتاجی (پدر محترم) مجھے آشیرباد (دعائیں) دیجئے کہ میں گوجر قوم کا سر بلند کر کے اس جنگ سے واپس آؤں" راجکمار نے راجہ سے التجا کی۔

"پُتر (لختِ جگر) کھشتری خاندان اور راج ونش میں جنم لینا تلوار کی تیز دھار پر دوڑنا ہے۔ حکومت کے مستحقین سے فرائض اسطرح پیٹتے ہوتے ہیں کہ راجہ کو ایک باپ ہوتے ہوئے بھی فرائض کی انجام دہی کے لئے باپ کی محبت کا رشتہ دل سے نکال دینا پڑتا ہے۔ بیٹے کی ممتا بھولنی پڑتی ہے اور ضرورت کے وقت بیٹے کو ماں باپ کا، بھائی بہن کا پیار فرض کی آگ میں جھونک دینا پڑتا ہے۔ راجہ صرف باپ ہی نہیں ہوتا راجا بھی ہوتا ہے عوام کی بھلائی و بہبودی کا محافظ ـــ اور راجکمار ایک بیٹا ہی نہیں ہوتا بلکہ راجکمار بھی ہوتا ہے، عوام کی بھلائی و بہبودی کا نگہبان۔ راجہ اور راجکمار کو دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا کی محبت دل سے نکالنی پڑتی ہے راجہ اور راجکمار مخملی بستر پر سونے کے لئے اور ہیرے جواہرات سے مرصع تخت پر بیٹھنے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ انہیں کانٹوں کی سیج پر بھی سونا پڑتا ہے۔

بیٹا! جب شہزادے میدانِ جنگ میں نکلتے ہیں تو خاندان کی لاج، قوم کی عظمت، خون کی آن سبھی کچھ ان کے اوپر واجب ہو جاتا ہے، پھولوں کی طرح بہادروں کی زندگی کے دو ہی رُخ ہوتے ہیں یا کو کمہلا کر کسی راستہ کی گرد میں مل جاتے ہیں یا کسی باعظمت انسان کے گلے کا ہار بن جاتے ہیں۔ یا تو کوئی قوم مٹی میں مل جاتی ہے یا تاریخ میں قیامت تک کیلئے اپنا نام چھوڑ جاتی ہے۔

بیٹا! میری یہ تلوار لو۔ اس تلوار پر کوئی دھبہ نہ آنے پائے۔ تلوار پر ایک معمولی دھبہ آجائے پھر سینکڑوں مرتبہ دھونے سے بھی نہیں چھوٹتا۔ بہادر جان دے دیتے ہیں مگر تلوار کی چمک بنائے رکھتے ہیں۔ یاد رکھنا! یہ تلوار ہمارے خاندان کی ہے۔ اس تلوار پر قوم اور ملک کی چمک ہے اسے آج میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اس تلوار کی چمک کو تم دوبالا کرو گے ـــ جاؤ بیٹا! بہادر سپہ سالار تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ جنگی باجہ بج رہا ہے اور بہادر گوجریاں، اپنے بیٹوں کی پیشانیوں پر اپنے خون کا قشقہ لگا رہی ہیں۔ ادھر آؤ بیٹا میں تمہیں تلوار پہنا دوں۔ میں تمہاری فتح یا موت کا انتظار کروں گا۔"

راجہ نے راجکمار یعنی باپ نے بیٹے کو ہتھیاروں سے سجایا۔ راجکمار جب تمام سامان جنگ سے مسلح ہو چکا تو گویا ہوا:۔

راجکمار:- پتاجی (پدرِ محترم) آپ مطمئن رہیے میں آپ پر یا قوم کے نام پر کوئی کلنک نہ آنے دونگا اپنے خون سے قوم کی رگوں میں نکھار پیدا کروں گا۔

راجہ:- شاباش بیٹا! شاباش!! میں تمہارے حق میں خدا سے دستِ بدعا ہوں۔ جاؤ بیٹا فرض تمہیں پکار رہا ہے۔

یہ کہکر راجہ نے راجکمار کو گلے لگا کر رخصت کیا

راجکمار جے بھٹ نے "سلام" کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ راجہ نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور "خدا حافظ" کہہ کر راجہ دھروسین کے کمرے میں آکر آپکی دلجوئی کیلئے خوش گپیوں میں مشغول ہو گئے۔

دو ماہ بعد فتح کی خوشخبری بھڑوچ پہنچی مگر ساتھ ہی راجکمار کے بے حد زخمی ہونے کی جانگداز اطلاع بھی ملی۔ راجہ ددا نے فوجوں کو واپسی کا حکم دیا۔ ولبھی پور کو مقامی سرداروں کے سپرد کر کے گوجر سپاہ واپس بھڑوچ آئی ـــ زخمی شہزادے کا تمام جسم چھلنی چھلنی ہو چکا تھا۔ اور اسے آرام دہ رتھ میں سوار کر کے لایا گیا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہی راجہ ددا کے پیر لڑکھڑا گئے ـــ بیٹے کو جانکنی کے عالم میں دیکھکر باپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ان کے کان میں کوئی سنا سنا کر کہہ رہا تھا۔

"راجہ صرف باپ ہی نہیں ہوتا ـــ وہ راجہ بھی ہوتا ہے ...... اسے فرائض کی ادائیگی کے لئے باپ کا رشتہ دل سے نکال دینا پڑتا ہے .... بیٹے کی ملتا بھولنی پڑتی ہے ..... بیٹا! یاد رکھنا! یہ تلوار ہمارے خاندان کی، ہماری قوم اور ملک کی چمک ہے .... اس چمک پر دھبہ نہ آنے دینا"

راجہ ددا گرتے گرتے سنبھل گئے ـــ راجکمار نے آنکھیں کھولیں اور کہا:-

"پتاجی"! (پدرِ محترم)

"ہاں بیٹا۔ کیا بات ہے"

"پتاجی! میں نے گوجر قوم کے نام پر کلنک نہیں آنے دیا۔ میں فتحیاب ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں"!

"بیٹا۔ مجھے تم سے یہی امید تھی۔ بولنے کی کوشش نہ کرو تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ تم زندگی میں فتحیاب ہو کر آیا کرو گے.... شاید....."

یہ کہتے کہتے ان کی آواز بھرا گئی.... اور شاید کے لفظ نے ان کی زبان بند کر دی۔

پاس ہی کھڑے ہوئے ولبھی راجہ دھرو بھٹ سے راجہ دڈا نے کہا۔

"اب آپ ولبھی پور جا سکتے ہیں۔ آپ کا ملک آپ کو مبارک ہو۔ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا"۔

دھروسین :۔ "مگر راجکمار"

دڈا درمیان ہی میں بولے۔

"راجکمار کی زندگی بچے یا نہ بچے تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ یہ بات کوئی نئی نہیں ہے، راجکمار ہمیشہ اسی لئے پالے جاتے ہیں کہ ایک دن ان کی ہڈیوں پر قوم کا محل تعمیر ہو۔ ان کی آن سے قوم کی رگوں میں نیا جوش بھر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ راجکماروں کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے"

ولبھی راجہ نے عقیدت سے سر جھکا لیا۔ راجہ دڈا نے ان کو بغل میں لے لیا اور بولے:۔

"تم میرے خونی بھائی ہو اور خون کا رشتہ.... دنیا کی کوئی چیز اسے منقطع نہیں کر سکتی بھائی پھر بھائی ہے چاہے وہ اچھا ہو یا برا.... اور.. اور... دھروسین جیسا بھائی اگر دڈا کو مل گیا تو اس سے زیادہ اس کے لئے اور کون سی خوش بختی کی بات ہو سکتی ہے، دھروسین تم نے گوجر قوم کا سر اونچا کر دیا۔ تم نے اپنے بھائی کے یہاں پناہ لی کسی غیر کے یہاں نہیں۔ تم نے ہرش کا ماتحت بننا گوارا نہ کیا کیوں کہ یہ تمہاری قومی حمیت کے خلاف بات ہوتی۔ اب میں آپ کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ آپ ولبھی پور کی حکومت سنبھالیں"۔

ولبھی راجہ بولے:۔

"میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ ولبھی حکومت ہمیشہ آپ کے حکم کی منتظر رہے گی۔

مگر راجکمار.......؟

راجہ دڈا پھر درمیان ہی میں بول پڑے:۔

"آپ راجکمار کی پرواہ نہ کریں"۔

ولبھی راجہ نے کہا:۔

"آپ بات تو کہنے دیجئے۔ میرا مطلب ہے کہ جب تک راجکمار صحت یاب نہیں ہو جاتے میں ولبھی پور نہ جاؤں گا بلکہ یہیں اس کی تیمارداری میں مصروف رہوں گا۔ بھائی کے گھر میں بیٹے کی لاش رکھی رہے

اور میں حکومت کے تخت پر بیٹھوں ؟ ناممکن ہے "!

راجہ دوّا نے جواب دیا۔

" آپ اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ راجکمار کی زندگی کے چند لمحات باقی ہوں اور ہو سکتا ہے کہ راجکمار کی زندگی ابھی بہت طویل ہو لہذا آپ اس شش و پنج میں مبتلا نہ ہوں۔ راجاؤں اور راجکماروں کو ان باتوں پر دھیان نہ دینا چاہیئے "!

مگر و ہبھی راجہ جانے پر رضامند نہ ہوا۔ وید حکیم بلائے گئے وہبھی راجہ رات دن خدا سے دعا کرتا تھا کہ کسی طرح راجکمار کی زندگی بچ جائے۔ آخر چند ماہ بعد راجکمار نے غسلِ صحت کیا۔

ایک روز راجہ دوّا اور راجہ دھروسین نے سپہ سالار سے جنگ کی کیفیت پوچھی چنانچہ سپہ سالار نے مودبانہ گذارش کی:۔

" عالیجاہ! ۔ میں نے ضرورت کے مطابق گوجر فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک حصہ کی کمان میرے ہاتھ میں تھی اور دوسرے حصہ کی کمان راجکمار کر رہے تھے اور مدِ مقابل میں مہاراجہ ہرش بذاتِ خود اپنی فوج کی کمان کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ سب مل کر راجکمار پر حملہ کریں اور سب کو خبردار کیا کہ راجکمار پر مہلک وار نہ کیا جائے "!

راجہ دوّا درمیان میں بولے:۔

" یہ کیوں ؟ "

سپہ سالار نے جواب دیا۔

" اس لئے کہ مہاراجہ ہرش دراصل راجکمار کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے وہ انہیں اپنی قید میں لے کر جاتے تھے کہ جب تک آپ راجہ دھروسین کو ان کے حوالے نہ کریں وہ بھی راجکمار کو رہا نہ کریں گے "!

" اچھا! پھر کیا ہوا؟ "

راجہ نے قدرے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

سپہ سالار نے کہنا شروع کیا۔

" جب مہاراجہ ہرش کی تمام فوج نے راجکمار کی طرف دھاوا کیا تو راجکمار کی فوج کے پیر اکھڑ گئے۔ مگر خود راجکمار نے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا، دشمن کی فوج میں گھر جانے اور زخمی ہو جانے کے باوجود وہ دشمن کی فوج میں گھستے ہی چلے گئے۔ جب ہماری فوج نے راجکمار کو گھرا ہوا اور لڑتا ہوا دیکھا تو ان کے حوصلے بھی بلند ہو گئے اور انہوں نے ہرش کی فوج پر پرزور حملہ بول دیا۔ لاشوں کے

ڈھیر لگ گئے راجکمار کی پشت ہماری فوج کی وجہ سے محفوظ ہوگئی اور وہ آگے ہی بڑھتے رہے۔ راجکمار نے آگے بڑھ کر ہرش کو گھوڑے پر سے کھینچ لیا اور نیچے گرا کر اس کا کام تمام کرنا ہی چاہتے تھے کہ ہرش کے فوج کی سپاہیوں کی صدہا تلواریں راجکمار پر یکدم ٹوٹ پڑیں اور راجکمار کا تمام جسم چھلنی چھلنی ہوگیا۔ راجہ ہرش نے زمین سے اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ لگائی اور زخمی حالت میں میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس کی فوج بھی اس کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی۔ ہماری سپاہ نے دور تک ان کا تعاقب کیا۔ جب واپس آئے تو راجکمار کو زخمی حالت میں پاکر رتھ میں سوار کر کے بھڑوچ پہنچے"۔

راجہ دھروسین نے کہا:۔

"میں ولبھی حکومت کو راجکمار کے سپرد کرتا ہوں"۔

راجہ ددّا رنجیدہ ہو کر بولے:۔

"آپ کیا بات کر رہے ہیں؟ ہم نے کسی لالچ کے تحت جنگ نہیں کی۔ ہم نے اپنی آن اور عظمت کے لئے لڑائی لڑی اور یہ دونوں چیزیں ہمیں مل چکی ہیں"۔

اور پھر اپنے سپہ سالار کی طرف منہ کر کے کہا:۔

"سیناپتی! (سپہ سالار) آج ہی مہاراجہ دھروسین کو عزت و تکریم کے ساتھ ولبھی پور لے جاؤ اور قلعہ پر ولبھی خاندان کا جھنڈا لہرا کر بہت جلد بھڑوچ واپس آجاؤ"۔

ولبھی پور کے قلعہ اور محلوں پر ولبھی خاندان کا سورج ونشی جھنڈا لہرا دیا گیا۔ گجرات کے عوام نے قلعہ کے سامنے کھیل تماشوں کا مظاہرہ کیا۔ بھڑوچ کی گوجر سپاہ واپس بھڑوچ آگئی راستے میں عوام نے ان پر پھولوں کی بارش کی اور گوجر قوم زندہ باد کے پرمسرت نعرے لگائے

مہاراجہ ہرش کی شکست نے بھڑوچ کے گوجروں کے حوصلے بلند کر دیئے مختصر راجہ ددّا نے نہایت کامیابی کے ساتھ پینتیس (۳۵) سال حکمرانی کی آخر ۶۴۵ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اسی راجہ ددّا کے حین حیات بحرین و مسقط کے عرب گورنر نے سمندر کے راستے ساحلی علاقوں

پر دو مرتبہ حملے کئے۔ پہلی مرتبہ خاص بھڑوچ پر حملہ ہوا اور دوسری مرتبہ بمقام تھانہ حملہ ہوا اور ہر دو مرتبہ راجہ دڈا نے اِن حملوں کو پسپا کر دیا۔ یہ حملے ۶۳۴ء اور ۶۳۶ء کے درمیان ہوئے تھے۔ یہ حملے عرب گورنر نے خلیفہ کی اجازت کے بغیر کئے تھے لہذا جب انہیں اس کا علم ہوا تو انہوں نے عرب گورنر کو فوج کشی سے بالکل منع کر دیا۔ راجہ دڈا کے زمانہ میں چینی سیاح ہیوں سانگ بھڑوچ آیا جس نے اپنے سفرنامہ میں اس راجہ کی بے حد تعریف لکھی ہے اور اسے آریہ کھشتری نسل سے تحریر کیا ہے۔

راجہ جے بھٹ سوم

۶۵۰ء تا ۶۸۵ء

راجہ جے بھٹ سوم نے اپنے باپ کی طرح ولبھی راجہ اور چلوکیہ خاندان کے گوجروں سے تعلقات استوار رکھے آخر پینتیس ۳۵ سال کامیاب حکومت کرکے اس نے ۶۸۵ء میں اس دارِ فانی سے رختِ سفر باندھا۔

راجہ دڈا پنجم باہو سہائے

۶۸۵ء تا ۷۱۳ء

راجہ دڈا پنجم باہو سہائے کے زمانہ میں حکومت میں کمزوری کے آثار پیدا ہونے لگے۔ لاٹ کے علاقوں اور راشٹر کوٹوں وغیرہ نے اس سلطنت پر متواتر حملے کرنے شروع کر دیئے چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ اس سلطنت کا کافی علاقہ ہاتھ سے نکل گیا۔ آخر ۷۱۳ء میں باہو سہائے نے انتقال کیا۔ اس امر کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ راجہ متذکرہ صدر اگرچہ ملکی پریشانی میں مبتلا ہو کر جنگ و جدال کی طرف متوجہ ہو چکا تھا لیکن اس حالت میں بھی وہ اپنے فرائض سے اپنے آخری دم تک غافل نہ ہوا جو ایک راجہ کے ہوتے ہیں۔

راجہ جے بھٹ چہارم

۷۱۳ء تا ۷۴۶ء

جے بھٹ چہارم کے زمانہ میں عرب کے بنی امیہ خاندان نے سندھ پر حملہ کیا اور اسے مفتوح کرکے گجرات پر حملہ آور ہوئے۔ گوجروں نے متحدہ طور سے عرب حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ سندھ اور گجرات کے درمیان مقام نوساری میں گھمسان کا رن پڑا۔ گوجروں کو شکست ہوئی اور عرب سپاہ گجرات کے وسیع علاقہ پر قابض ہوگئی۔ مگر چند سال بعد سندھ میں جاٹوں نے عربوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور بھنمال کے گوجر راجہ ناگ بھٹ اوّل کو اپنی مدد کے لئے بلایا جس نے عربوں کو سندھ سے باہر نکال دیا۔ مفصل حالات آئندہ آئیں گے۔ جے بھٹ نوساری کی لڑائی میں شریک ہوا تھا اور شکست کھاکر واپس بھڑوچ پہنچا تھا جہاں ۷۴۶ء میں اس پر راشٹرکوٹ دنتی درگا نے حملہ کرکے بھڑوچ پر قبضہ کرلیا اور جے بھٹ لڑائی میں مارا گیا۔

اسی زمانہ میں اسی خاندان کی ایک شاخ شہر بجنور میں عروج حاصل کر چکی تھی۔ بجنور کا خاندان جیسا کہ اس فصل کے شروع میں مذکور ہو چکا "چاوڑا" کہلاتا ہے۔ اور چاوڑا خاندان کے گوجر آج تک "چاوڑی گوجر" کہلاتے ہیں "چاپ" خاندان کی ایک شاخ کا تذکرہ دلدھن میں بھی ملتا ہے جس کا تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔

بھڑوچ کی حکومت جے بھٹ چہارم کے بعد صفحۂ ہستی سے مٹ گئی اس کے کچھ حصہ پر دکن کے چالوکیہ گوجروں نے قبضہ کیا مگر راجہ اندلج کی سرکردگی میں لاٹ کے راشٹرکوٹوں نے بھڑوچ پر قبضہ کرکے اس حکومت کو ختم کر دیا۔

انتظام سلطنت

چاپ خاندان کے گوجروں کی یہ حکومت جنوب میں دریائے تاپتی تک تھی اور شمال میں اس کی حدود دریائے ماہی سے ٹکراتی تھیں۔ مابعد زمانہ میں اس حکومت کی وسعت مشرق کی طرف چھوٹا ناگپور تک ہوگئی۔ اس خاندان کے راجگان علوم وفنون کے مربّی تھے۔ انہوں نے اس چھوٹی سی سلطنت کو مختلف اضلاع میں تقسیم کرکے وہاں شاہی خاندان کے افراد حاکم مقرر کئے۔ دیہات کا تمام انتظام گاؤں والوں کے ہاتھ میں تھا۔ اس طرح تمام شہر اور قصبہ جات کے لوگ خود اپنی بستیوں کا انتظام کرتے تھے۔ کاشتکاروں اور زمینداروں سے محصول غلہ

کی فصل میں کل پیداوار کا پانچواں حصہ لیا جاتا تھا۔ تمام عوام اپنے حکمرانوں کے بے حد وفادار تھے اور راجہ بھی عوام کی فلاح و بہبود کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ تجارت و کشت و زراعت ترقی پر تھی۔

اس خاندان کے تمام راجگان صاحب السیف والقلم تھے۔ چینی سیاح ہیون سیانگ گوجروں کے دربار میں بھڑوچ شہر میں کئی ماہ رہا۔ وہ لکھتا ہے کہ بھڑوچ کی آمدنی کا ذریعہ سمندر ہے۔ بھڑوچ ایک بہترین بندرگاہ ہے جہاں دوسرے ممالک کے جہاز آکر لنگر انداز ہوتے ہیں۔ ہمسایہ ملکوں کی نظریں بھڑوچ کو حاصل کرنے کیلئے ہر وقت لگی رہتی ہیں۔

عربی سیاح ادریس تحریر کرتا ہے:-

"بروص (بھڑوچ) شہر کی تمام عمارتیں پختہ اینٹوں کی بنی ہوئی ہیں جن کی تعمیر میں چونے کا استعمال ہوا ہے۔ یہ شہر بے حد خوبصورت اور کشادہ ہے۔ بھڑوچ کے باشندے مالدار ہیں۔ وہ تجارت اور سٹے کے بہت زیادہ شوقین ہیں۔ یہاں کے باشندے دور دراز ملکوں میں سفر کرنے کے بہت دلدادہ ہیں۔

اپنے اسی سفر نامہ میں سیاح مذکور لکھتا ہے کہ" بھڑوچ چین اور سندھ سے آنے والے جہازوں کی خاص بندرگاہ ہے اور اس سلطنت کے اندر پارچہ بافی کی صنعت بھی روز بروز ترقی پذیر ہے۔ یہاں کا بنا ہوا کپڑا دوسرے ممالک میں جاتا تھا۔ عرب لوگ بھڑوچ کے تیار شدہ ایک کپڑے کو بے حد پسند کرتے تھے۔ عربی کتابوں میں اس ڈیزائن کو بروجی (بھڑوچی) تحریر کیا گیا ہے۔ اس سلطنت میں تیل نکالنے کے آکہ جات نصب تھے۔ سرسوں اور ارنڈ وغیرہ کا تیل باہر ملکوں میں بھیجا جاتا تھا۔

دکن کے گُرجر

خاندانِ چلوکیہ

شاخِ واتاپی (بادامی)

۵۳۶ء تا ۷۵۷ء

ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ کتاب "مہابھارت" میں خاندانِ چلوکیہ کا تذکرہ موجود

ہے جس طرح خاندانِ چوہان کا نکاس دکن سے ہے اسی طرح خاندانِ چلوکیہ بھی مہابھارت کے زمانہ میں وسط ہند میں برسرِ اقتدار تھا۔ ہم باب سوم کے آخر میں یہ بھی تحریر کر چکے ہیں کہ لفظ کھشتری کے بجائے آہستہ آہستہ لفظ گرجر مستعمل ہوتا چلا گیا۔ مگر "گرجر" اپنا قدیمی خطاب کھشتری بھی نہ بھولے تھے چنانچہ جہاں کسی موقعہ پر بھی کوئی راجہ اپنے کو "گرجر" کہتا ہے تو دوسرے موقعہ پر وہی راجہ اپنے کو کھشتری کہتا ہے جس طرح ایک شخص اپنے سید ہونے پر فخر کرتا ہے تو دوسری جگہ وہی شخص اپنے قریشی نسل ہونے پر بھی فخریہ سر بلند کرنے لگتا ہے۔ الغرض مابعد زمانہ میں راجگان اپنے خاندان (گوت) پر فخر کرنے لگے۔ مگر جس زمانہ کے ہم حالات قلمبند کر رہے ہیں اس زمانہ میں قدیم کھشتری اپنے کو گرجر "(غازی) کہنے پر ہی فخر کرتے تھے چنانچہ خاندانِ چلوکیہ کے ایک راجہ مولراج کے کتبہ کی اصل عبارت و نیز دوسرے حوالہ جات ہم حصہ پنجم میں نقل کریں گے جس میں چلوکیہ خاندان کا گوجر ہونا ظاہر ہے

خاندانِ چلوکیہ اور خاندانِ راٹھی مہاراجہ اشوک کے زمانہ میں اس کے ماتحت باجگزار تھے اور اسی طرح ان کے مختلف خاندان گجر ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے ۔

تیسری صدی عیسوی سے پانچویں صدی عیسوی تک چلوکیہ خاندان کا دار الخلافہ "ایہولہ" رہا جہاں ان کے زمانہ کے آثار قدیمہ آجتک موجود ہیں۔ چھٹی صدی کے شروع میں اس خاندان نے اپنا نام تاریخ میں روز روشن کی طرح چمکایا کیونکہ مہاراجہ ہرش جیسا چکرورتی راجہ اس خاندان سے شکست فاش کھا گیا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل بیان میں مناسب جگہ بہ تفصیل مذکور ہوگا۔ یہ خاندان اپنے زمانہ کا آریہ ورت میں سب سے طاقتور گھرانہ ہے۔

راجہ پُل کیشی اوّل

۵۳۶ء تا ۵۶۶ء

راجہ پُل کیشی اوّل کے آباؤ اجداد موجودہ ضلع بیجاپور میں معمولی سردار تھے۔ شمالی آریہ ورت میں گپت حکومت آخری سانس لے رہی تھی اور قنوج میں برہمنوں کا ایک نیا خاندان موکھری نمودار ہو رہا تھا۔ ملک میں کوئی عظیم طاقت نہ تھی۔ دکن بعید سے چول خاندان نے اسی زمانہ میں واتاپی (موجودہ بادامی) کے علاقہ پر حملہ کیا۔ ان کا مقابلہ کرنے والے مقامی سردار ان

ہیں۔ پل کیشی اول بھی تھا۔ پل کیشی اول نے اس لڑائی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اس کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اس نے تمام علاقہ کے سرداروں کو مغلوب کر کے اپنا حمائتی اور مددگار بنایا اور ایک عظیم سلطنت کی بنیاد ڈالدی جس کا پایۂ تخت شہر واتاپی تھا جسے آجکل بداوامی کہتے ہیں اور جو صوبۂ بمبئی کے ضلع بیجاپور میں آج ایک معمولی قصبہ ہے۔

راجہ پل کیشی کی طاقت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس نے "اشومیگھ یگیہ" رچایا۔ یہ ایک رسم ہوتی ہے جس شاہی گھوڑے کو ملک کے اطراف میں گھمایا جاتا ہے۔ اگر کسی کو مقابلہ کی ہمت ہو تو وہ اس گھوڑے کو پکڑ لیتا ہے اور لڑائی ہی تب اقتدار کا فیصلہ کرتی ہے ورنہ شاہی گھوڑا واپس لایا جاتا ہے اور دربار منعقد کر کے خوشیاں منائی جاتی ہیں اور راجہ کا لقب مہاراجہ ہو جاتا ہے۔ واتاپی میں پورے ستائیس ۲۷ سال حکومت کرنے کے بعد راجہ پل کیشی اول کا انتقال ۵۶۶ء میں ہوا۔

راجہ کیرتی ورمن

۵۶۶ء تا ۶۰۹ء

راجہ کیرتی ورمن بھی اپنے باپ کی طرح بہادر اور جانباز راجہ تھا۔ اس نے دکن میں ہر چہار اطراف فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بھائی منگ لیس نے مغربی گھاٹ اور کونکن پر چڑھائی کی۔

مغربی گھاٹ کے علاقہ میں سلہر خاندان کے گوجر مقامی راجہ تھے اور کونکن پر موری خاندان کا قبضہ تھا (موری خاندان کا کوئی تعلق خاندانِ موریہ سے نہیں ہے) بہادر منگ لیس نے تھوڑے ہی عرصہ میں مغربی گھاٹ کونکن اور کیرل کو فتح کر لیا۔

راجہ کیرتی ورمن نے بہ نفس نفیس مشرق کی طرف کرناٹک کو فتح کیا۔ آخر عمر میں راجہ نے دریائے گوداوری کے شمال میں حملہ کیا۔ اسی زمانہ میں مالوہ کے برہمن صوبیدار ... بدھ راج نے ہرش کے حکام کی تعمیل میں گجرات پر حملہ کیا اور دلبھی خاندانِ گوجر سے بہت سا علاقہ چھین کر مالوہ میں شامل کر لیا مگر راجہ کیرتی ورمن نے ۶۰۸ء میں مالوہ پر حملہ کیا اور اس کے جنوبی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ وہ تھوڑے دنوں بعد ۶۰۹ء میں انتقال کر گیا۔

مہاراجہ پل کیشی دوم - ۱

۶۰۹ء تا ۶۵۹ء

پل کیشی دوم ایسے زمانہ میں تخت نشین ہوا جب کہ مہاراجہ ہرش کو شمالی ہندوستان میں فتوحات حاصل ہو چکی تھیں اور بھنمال اور اجمیر کے راجگان بمشکل تمام اپنی نیم خودمختاری قائم کئے ہوئے تھے۔

مہاراجہ ہرش کا تمام تر زور مالوہ میں تھا۔ پل کیشی دوم نے بھڑوچ کے راجہ دڈا سے برادرانہ تعلقات قائم کئے اور اپنے لڑکے وشنوردھن کو دکن بعید میں بھیجا جہاں اس نے لنکا (سیلون) تک کو فتح کیا۔ اور خود راجہ نے پلّو خاندان کے راجہ کو شکست دی۔ اور سیندرک قبیلوں کو ماتحت بنایا۔

جنگ ریوا مہاراجہ ہرش بذات خود ۶۱۸ء میں مالوہ میں آیا اور اس نے ولبھی پور کے گوجروں سے خلیج رن کچھ تک کا تمام علاقہ چھین لیا۔ ولبھی پور کے راجہ دھروسین نے جیسا کہ مذکور ہوا بھڑوچ کے گوجر راجہ دڈا کے یہاں پناہ لی۔ مہاراجہ ہرش نے گجرات کی حکومت کو مفتوح کر کے وندھیاچل پہاڑ عبور کئے۔ دریائے گوداوری کے شمال کا تمام علاقہ جو اٹکل قوم کا مسکن تھا تھوڑے ہی عرصہ میں مفتوح ہو گیا۔

مہاراجہ پل کیشی پہلا راجہ ہے جس نے "دکنی" اور "شمالی" کا علاقائی سوال اٹھایا اس نے دکن کے تمام باشندوں کو شمال کے راجہ کے خلاف متحد کر لیا۔ مہاراجہ پل کیشی صحیح معنوں میں مہاراجہ تھا۔ دکن میں کوئی راجہ یا سردار ایسا باقی نہ بچا تھا جو اس کا ماتحت نہ ہو۔ پل کیشی نے ایک عظیم لشکر تیار کیا۔ تمام کھشتری سرداروں کو برہمن راجہ کے خلاف جوش دلایا۔ بہادر گوجروں کے سامنے ولبھی پور کی تباہی تھی۔ انہوں نے مہاراجہ ہرش کو دکن اور گجرات سے باہر نکال دینے کی قسم کھائی۔

۶۲۰ء میں گوجروں کا لشکر سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا شمال کی طرف بڑھا۔ مہاراجہ ہرش کو پل کیشی کی تیاریوں کا علم تھا چنانچہ وہ بھی مقابلہ کے لئے بالکل تیار تھا۔ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کی طرف روانہ ہوئیں۔ مہاراجہ ہرش کی...

کی فوج میں لاکھوں پیدل و گھوڑے سوار تھے تین ۳۰۰ سو ہاتھی بھی جنگ میں شریک تھے
مہاراجہ ہرش ہاتھی پر سنہری عماری (ہودہ) میں بیٹھا تھا۔ عماری کے اوپر چتر شاہی جھول رہا
تھا۔ دونوں لشکروں نے دریائے ریوا کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ مہاراجہ ہرش کے حوصلے
بلند تھے لہذا وہ دریائے ریوا کو پار کر کے دوسرے کنارے پر خیمہ زن ہوا تھا اس میں ایک
مصلحت یہ بھی تھی کہ فوج کا عقب محفوظ رہے۔

صبح سویرے جنگی نقاروں پر چوب لگی۔ گوجر شیر تلواریں لئے آگے بڑھے۔ مہاراجہ
ہرش کے ہاتھیوں نے سونڈمیں تلواریں لیکر حملہ کیا۔ گوجروں نے اپنے ہاتھیوں کو حملہ آور
ہاتھیوں سے بھڑا دیا۔ ہاتھیوں کی چنگھاڑ سے تمام میدان و جنگل گونج اٹھے۔ ہرش کے
ہاتھی گوجر ہاتھیوں سے پسپا ہو کر پیچھے مڑے اور ایسے بھاگے کہ فوج کے درمیان سے
سپاہیوں کو کچلتے ہوئے ندی کے کنارے جا کر دم لیا۔

اب دست بدست لڑائی ہونے لگی کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ہر چہار طرف شور و غوغا
تھا۔ ایک طرف ایک مہاراجہ فتوحات کی ہوس دل میں لئے ہوئے تھا۔ دوسری طرف
اپنے ملک اور گھروں کو بچانے کا سوال تھا۔

جنگ زوروں پر تھی کبھی اس طرف کا پلّہ بھاری ہوتا تو کبھی اس طرف فتح کے
آثار نظر آنے لگتے۔ دن ڈھلنے لگا مگر فتح کا ابھی فیصلہ نہ ہوسکا۔ راجہ پل کیشی نے بہادر
گوجروں کو للکارا کہ:۔

"اے کھشتریوں کی اولاد! اے بھیم اور ارجن کے وارثو!! یہ جنگ جنگ
مہا بھارت سے زیادہ سخت نہیں ہے تمہارے آباو اجداد نے کورکھشیتر میں انسانیت
کا بول بالا کیا اور راکششوں سے ملک کو پاک کیا۔ تم انہیں کی اولاد ہو۔ مادر وطن
پر مٹنا گوجر قوم نے ازل سے سیکھا ہے۔ بہادرو! آج ہی بلکہ ابھی جنگ کا
فیصلہ ہونا چاہیئے"۔

اپنے راجہ کی جوشیلی تقریر سن کر گوجروں کی رگوں میں کھشتری خون دوڑنے لگا
انہوں نے یکجا ہو کر یکدم مہاراجہ ہرش کے دستے کی طرف پیشقدمی کی۔ جو سامنے
آیا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہادر گوجروں پر ہرش کے بہادروں نے
حملہ کر کے ہزاروں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ فتح یاب..

یا شکست کس طرف ہوگی۔ راجہ پل کیشی نے اپنے ہاتھی کو بڑھایا اور ایک تیر نشانہ باندھ کر مہاراجہ ہرش کیطرف چلایا۔ یہ تیر نے ہرش کے دائیں بازو کو زخمی کر کے بیکار کر دیا۔ پاس کے سرداروں نے جب اپنے مہاراجہ کا برا حال دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے اپنے مہاراجہ کے ہاتھی کو میدان جنگ سے نکال لیا۔ فوج کی کمان بدھ راج نے سنبھالی مگر ایک بہادر گوجر نے آگے بڑھ کر بدھ راج کو گھوڑے سے گرا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے مہاراجہ کو زخمی اور اپنے سپہ سالار کو مردہ دیکھ کر شمال کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی دریائے ریوا کو پار کرتے ہوئے ہرش کے بہت سے سپاہی ڈوب کر مر گئے۔

تھوڑی دیر میں میدان خالی ہو گیا گوجروں نے فتح کے شادیانے بجائے اور واپس دار الخلافہ پہنچے اسی دوران ہرش کو بھڑوچ کے گوجر راجہ دَدّا نے شکست دیکر ولبھی پور کی حکومت سابقہ گوجر راجہ دھروسین کے حوالے کر دی۔ اس طرح مہاراجہ ہرش کے پاس عظیم گجرات کا صوبہ مالوہ ہی رہا۔ بقایا تمام گوجر آزاد و خود مختار ہو گئے۔ مذکورہ لڑائی تاریخ میں جنگ ریوا کے نام سے مشہور ہے۔

مشرقی چلوکیہ

اس فتح کے بعد گوجر راجہ پل کیشی نے مہاراجہ ادھیراج، گرجریشور اور پرتھوی ولبھ القاب اختیار کئے اس کے ایک کتبہ میں اسے "ننانوے ہزار دیہات رکھنے والے تین ممالک کا مہاراجہ" تحریر کیا گیا ہے۔ گوجر مہاراجہ پل کیشی نے اس فتح کے بعد "ناسک" کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ اپنے بھائی وشنو وردھن کو وینگی (کرناٹک) کا صوبیدار کر کے بھیجا۔ چار سال بعد وشنو وردھن نے وینگی میں آزادی کا اعلان کر دیا۔ مہاراجہ پل کیشی نے اس کی سابقہ خدمات و بہادری کے صلہ میں اس سے کوئی باز پرس نہ کی۔

وینگی میں راجہ وشنو وردھن کی اولاد نے پورے ساڑھے چار سو سال یعنی ۱۰۷۰ء تک کامیاب حکومت کی۔ وینگی کے گوجروں نے جزائر انڈمان، نکوبار، سنگاپور اور جاوا سماٹرا میں اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ وینگی کی یہ حکومت تاریخ میں "مشرقی چلوکیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس حکومت کو دیوگری کے اہیروں اور میسور کے خاندانِ ہوئسل نے ختم کیا تھا۔

المختصر مہاراجہ پل کیشی ساتویں صدی عیسوی میں اپنے زمانہ کا سب سے زبردست راجہ تھا۔ مہاراجہ ہرش نے زندگی بھر پھر دکن کا رخ نہ کیا۔ ۶۵۹ء میں پورے پچاس

سال حکمرانی کرکے مہاراجہ پل کیشی نے انتقال کیا۔



انتظام سلطنت

مہاراجہ پل کیشی نہ صرف جنگجو اور بہادر تھا بلکہ عالم و فاضل بھی تھا وہ وشنو (طاقت کا دیوتا) کا پجاری تھا۔ اس کے دربار میں علماء و فضلاء کا جمگھٹا رہتا تھا۔ اس کے زمانہ میں رعایا خوشحال تھی۔ سلطنت کی آمدنی کاشتکاروں اور زمینداروں سے لگان وصول کرنے پر منحصر تھی۔ راجہ پیداوار کا چھٹا حصہ لیتا تھا۔ محصول بقسم جنس لیا جاتا تھا۔ راجہ نے اپنی عظیم الشان حکومت میں صدہا دیہی تالاب اور جھیلیں بنوائیں جن کے پانی سے موسم گرما میں آبپاشی کا کام لیا جاتا تھا۔ ملک کی

تجارت باہر ملکوں سے ہوتی تھی۔ بھڑوچ کی بندرگاہ کے ذریعہ ملک کی پیداوار باہر بھیجی جاتی تھی۔ مہاراجہ نے اپنی حکومت میں کالج، اسکول اور دارالعلوم کھلوائے جہاں سنسکرت زبان میں علوم وفنون کی تعلیم دیجاتی تھی۔ اس کے حسن انتظام مملکت کا دور دور شہرہ تھا۔

۶۲۶ء میں شہنشاہ ایران نے اپنا سفیر گوجر دربار میں بھیجا جس کی خاطر و مدارات کی گئی۔ اس کی تصویر ۱ کے دروازہ پر کندہ کی گئی جسمیں ایرانی سفیر کو اسناد سفارت پیش کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ گوجر دربار سے سفیر کو خلعت و انعامات دیئے گئے اور شہنشاہ ایران کے لئے تحفہ و تحائف دیئے گئے۔

مہاراجہ پل کیشی کے دربار میں چینی سیاح ہون سانگ بھی حاضر ہوا۔ گوجروں کے انتظام سلطنت فوجی نظام اور قواعد وضوابط سیاسی نے اس مشہور سیاح کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

ہون سانگ اس مہاراجہ کے عہد کے فنون لطیفہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے وہ تحریر کرتا ہے کہ "مہاراجہ ہرش برہمن خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور مہاراجہ پل کیشی کھشتری خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ مہاراجہ پل کیشی کے دربار کی شان و شوکت دیکھنے کے قابل ہے۔ رعایا خوشحال ہے حالانکہ راجہ بدھ مذہب کا معتقد نہیں ہے مگر اس کی حکومت میں تمام مذاہب کو آزادی حاصل ہے۔ مہاراجہ بذات خود ویدک مذہب کا پابند ہے۔ مگر اس کی حکومت میں بدھ مذہب کے ماننے والے بھی کافی ہیں۔

۱: خسرو دوم

(وکرم آدتیہ) بکرماجیت اوّل۔!

۶۵۹ء تا ۶۸۰ء

بکرماجیت اوّل اپنے باپ مہاراجہ پل کیشی دوم کے بعد تخت ناسک پر متمکن ہوا اس کے زمانہ میں چلوکیہ کی شاخ وینگی عروج پر تھی مگر اس کی حکومت میں ضعف کے آثار نمودار ہونے لگے دکن کے مختلف خاندانوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا شاہی خاندان کی تفرقہ بازی نے پلّو۔۔ (PALLAV۔۔) خاندان کے ماتحت راجہ سمہو سین کو آزادی کا اعلان کرنے کا موقعہ دیدیا اور اس نے میسور کے علاقہ میں آزاد حکومت قائم کرلی۔

راجہ دینادتیہ

۶۸۰ء تا ۶۹۶ء

راجہ دینادتیہ کے زمانہ میں چلوکیہ خاندان زوال کی طرف تیزی سے قدم بڑھانے لگا اس خاندان کے ان سرداروں نے جو دریائے نربدا کے پاس کے علاقوں میں صوبیدار تھے بھڑوچ کے گوجروں پر حملے کر کے جادۂ سرکشی میں قدم رکھا اور مرکزی حکومت سے اپنا تعلق منقطع کیا راجہ دینادتیہ کا انتقال ۶۹۶ء میں بمقام ناسک ہوا۔

راجہ وجے دتیہ

۶۹۶ء تا ۷۳۳ء

راجہ وجے دتیہ نے خانگی جھگڑوں اور درباری سازشوں سے تنگ آکر پھر وتاپی کو ہی دارالخلافہ بنلیا اس کے زمانہ میں سلہر خاندان اور موری خاندان کے گوجر سرداروں نے مہاراشٹر میں آزاد حکومتیں قائم کریں۔

راجہ بکرماجیت دوم

۷۳۳ء تا ۷۴۶ء

راجہ بکرماجیت سے شمالی مغربی علاقہ مول راج چاوڑا والئی انہلواڑہ نے لے لیا اور ۷۴۵ء میں خاندان راشٹر کوٹ کے راجہ دانتی درگا نے اس خاندان سے ناسک، پونا اور کولھاپور وغیرہ کے علاقے چھین لئے۔ آخر ۷۴۶ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔

کیرتی ورمن دوم

۷۴۶ء تا ۷۵۴ء

دانتی درگا راشٹر کوٹ نے ۷۵۰ء میں واتاپی پر دوبارہ حملہ کیا اور اس سلطنت کی رہی سہی ساکھ بھی ختم کردی۔ کیرتی ورمن کرناٹک کی طرف چلا گیا اور وہیں اس کا انتقال ہوگیا اس کی اولاد آئندہ مقامی سرداروں اور چودھریوں میں رہ گئی اور تاریخ سے یہ محو ہو گئے۔

نوٹ جس زمانہ میں واتاپی کا زوال شروع ہوا اسی زمانہ میں اسی خاندان کی ایک شاخ نے کلیانی میں عروج پکڑنا شروع کیا۔ کلیانی کے چالوکیہ گوجروں کے حالات آئندہ باب میں مذکور ہوں گے جنہوں نے ۱۱۸۹ء تک کلیانی میں حکومت کی۔

اسی خاندان کی ایک شاخ بگھیلے نے انہلواڑہ میں حکومت قائم کی جس کا زوال ۱۲۹۹ء میں ہوا۔ اس شاخ کے حالات آئندہ ابواب میں ملاحظہ کیجئے۔

باب دہم یازدہم

گوجروں کا پانچویں مرتبہ عروج

اٹک سے کٹک تک

مختلف گوجر حکومتیں

سن ۶۰۰ء تا سن ۱۰۰۰ء

اس تاریخ کے گذشتہ اوراق سے یہ بات واضح ہے کہ مہاراجہ ہرش کی حکومت میں مغربی بنگال، بہار، اترپردیش اور (جمنا سے سیالکوٹ تک) شمالی پنجاب شامل تھا۔ ان علاقوں کے علاوہ تمام ملک میں گوجر حکومتیں مکمل طریقہ پر آزاد و خود مختار تھیں۔

جس طرح مہاراجہ ہرش شمالی ہندوستان کا مہاراجہ تھا اسی طرح پورے دکن کا مالک گوجروں کا خاندان چلوکیہ تھا جس نے جنگ ریوا میں مہاراجہ ہرش کو شکست دے کر پورے ملک میں اپنا اقتدار اعلیٰ (SUPREMACY) تسلیم کرا لیا تھا۔

ایہوڑہ کے کتبہ میں راجہ ہرش کے ہمعصر چلوکیہ گوجر راجہ پُل کیشی دوم کو پورے ملک کا مہاراجہ ادھیراج" بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ گجرات میں دلبھی پور کی حکومت جنوبی سندھ میں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ ایران تک "دیول کی حکومت" اجمیر اور شاکمبھری میں چوہان حکومت کوہ آبو کے پاس بُنی بربار حکومت پورے طور سے آزاد و خود مختار تھیں۔ شمالی پنجاب .... (موجودہ اضلاع سیالکوٹ، جہلم، گجرات، شیخوپورہ وغیرہ) کی ہون گوجر حکومت ختم ہو چکی تھی

مگر اس کے باوجود سنہ ۹۱۰ء تک ہمعصر شیکھر کے جغرافیہ کے مطابق موجودہ اضلاع جہلم، گجرات اور کیمبلپور میں دریائے سندھ کے پاس ہوں گوجر کلہم آزاد تھے جنہیں کچھ عرصہ کیلئے گوجروں کے ایک سپہ سالار الکمان نے تھوڑے عرصہ کیلئے مغلوب کیا تھا۔ یوف (موجودہ بلوچستان کا شمالی حصہ) گندھار میں برہمن شاہی حکومت آزاد تھی۔ یہاں تک کہ مہاراجہ ہرش کے سعد سپہ سالار گوجر تھے۔ ہرش کے انتقال (سنہ ۶۴۷ء) کے فوراً بعد بقایا ملک پر بھی گوجروں کا اقتدار ہو گیا۔ تعذار وقت کے قدرتی تقاضوں نے گوجروں کو دلایا ورنہ گوجروں میں کوئی اتحاد نہ تھا بلکہ جہاں جس خاندان کا قابو چل گیا وہیں اس نے حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ اس باب میں سابقہ دنیٰ گوجر حکومتوں کے حالات بیان کئے جائیں گے۔ تقدم یا تاخر سے یہ مطلب نہیں ہے کہ زیر نظر حکومتیں یکے بعد دیگرے وجود میں آئیں۔ بلکہ ان کا قیام یکدم ہوا۔

(۱)

شہر وادھن کا چاپ خاندان ۔!

بھڑوچ کے چاپ خاندان کا تذکرہ باب نہم میں مفصل طور سے مذکور ہو چکا ہے چھٹی صدی عیسوی کے شروع میں مستند طور سے بھنمال میں ایک راجہ ویاگراہ مکھ حکومت کرتا تھا جو خاندانِ چاپ سے تعلق رکھتا تھا۔

راجہ ویاگراہ مکھ

راجہ ویاگراہ مکھ بھنمال کا راجہ تھا۔ جو خود سنسکرت زبان کا عالم و فاضل تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ عالموں کا قدردان بھی تھا۔ اس کے دربار میں "برہم گپت" ایک مشہور عالم تھا جس نے اپنی مشہور کتاب "براہم سدھانت" لکھی تھی۔ یہ کتاب مستند طور سے سنہ ۶۲۸ء میں مکمل ہو چکی تھی۔ اس کتاب میں خاندانِ چاپ کو مہابھارت کے راجہ کرن کی اولاد تحریر کیا گیا ہے اور اسی کتاب میں خاندانِ گشتان کو مہاراجہ یدھشٹر کی اولاد کہا گیا ہے۔ یہ کتاب ہر طریقہ سے مستند اور صحیح سمجھی جاتی ہے۔

چینی سیاح ہیون سانگ نے بھنمال کا دربار سنہ ۶۳۶ء اور سنہ ۶۴۵ء کے درمیان دیکھا تھا

اور اس نے بھنمال کی حکومت کا تذکرہ مفصّل طور سے کیا ہے مگر اس نے راجہ کا نام تحریر نہیں کیا ہے بھنمال کی حکومت کی وسعت ۳۰ میل تحریر کی ہے اور راجہ کی عمر بتیس سال تحریر کی ہے اور اسے کھشتری تحریر کیا ہے۔ یہ راجہ ویاگراہ مکھ کا بیٹا تھا۔ تحقیق سے یہ امر پایۂ ثبوت پر پہنچ چکا ہے کہ بھنمال پر پرتیہار خاندان کا راجہ ناگ بھٹ اوّل ۷۲۷ء تا ۷۵۷ء حکومت رکھتا تھا۔ اسی دوران چاپ خاندان کی حکومت وادھن پر تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہیون سانگ کے بیان کردہ نوجوان راجہ کے ہاتھ سے بھنمال مابعد زمانہ میں نکل گیا اور راجہ ویاگراہ مکھ کی اولاد وادھن پر حکومت کرنے لگی۔

نوساری کے سنسکرت کے کتبہ میں مذکور ہے کہ ایک چاپ راجہ عرب حملہ آوروں کے ساتھ لڑا تھا۔ یہ چاپ راجہ بلاشک وشبہہ وادھن کا راجہ تھا کیونکہ جب ابو جنید نے ۷۳۹ء میں حملہ کیا تو بھنمال میں پرتیہار خاندان کی حکومت تھی اور مابعد زمانہ میں وادھن کا راجہ دھرنی وارہ ۹۱۴ء میں اسی چاپ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وادھن میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے۔

راجہ وکرمانک

راجہ وکرمانک بھنمال کے راجہ ویاگراہ مکھ کا پوتا تھا جس نے وادھن میں مندر اور لنگر خانے کھولے اور وادھن کا نام تاریخ میں مشہور کیا۔

راجہ اڈک

راجہ وکرمانک کے بعد اس کا لڑکا وادھن کے تخت پر بیٹھا مگر اس زمانہ میں بھنمال کے راجگان شہنشاہیت کی طرف بڑھ چکے تھے چنانچہ انھوں نے راجہ اڈک کو اپنا صوبیدار تسلیم کر لیا۔

راجہ پل کیشی

راجہ پل کیشی قنوج کے شہنشاہ مہر بھوج اعظم (۸۴۰ء تا ۸۹۰ء) کا ہمعصر تھا اور اس کے وفادار سپہ سالاروں یا صوبیداروں میں سمجھا جاتا تھا۔

راجہ دھرنی وراہ

راجہ پلی کیشی کے دو بیٹے تھے ایک کا نام دھرنی وراہ تھا اور دوسرے کا نام دھرو بھٹ تھا دھرنی وراہ بڑا تھا اس لئے عنانِ حکومت اس کے ہاتھ میں آئی۔

راجہ دھرنی وراہ کا ایک کتبہ بمقام ہڈل سے برآمد ہوا جس میں اس کا شجرہ راجہ وکرم مانک تک تحریر ہے۔ یہ کتبہ سنہ ۹۱۴ء کا ہے۔ راجہ دھرنی وراہ کے انتقال پر دادھن پر انہلواڑہ کے راجہ مولراج نے قبضہ کرلیا۔

ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ چاپ اور چاوڑا ایک ہی خاندان ہے اور یہ مختلف تلفظ... سنسکرت کے لفظ چپوتکٹ سے مختلف علاقوں میں ہوئے۔ چھاوڑی گوجر اسی خاندان کی اولاد ہیں۔

۲

شہر پنچاسر (موجودہ پنچیوسر) کے چھاوڑی گوجر

بانئ انہلواڑہ

راجہ سجے شیکھر

سنہ ۷۳۰ء تا سنہ ۷۵۰ء

تاریخوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پنچاسر کے چاوڑا، بھنمال اور ولبھی پور کے رشتہ داروں میں سے تھے اور وادھن پور کے چاپ ان کے مورث تھے۔ وادھن پور میں یہی خاندان چاپ کہلاتا تھا۔ اور پنچاسر میں انہیں کو چاوٹنا (چاوڑا) کہتے تھے۔ جیسا کہ مذکور ہوا اس خاندان کا صحیح گوت "چپوتکٹ" اور "چاوٹک" ہے جیسا کہ ان راجاؤں کے کتبوں میں تحریر ہوا ہے مابعد زمانہ میں مختلف علاقوں کے مختلف مورخوں نے ان کو چاپ اور چاوڑا تحریر کیا ہے

الغرض پنچاسر ایک چھوٹی سی حکومت تھی جو عرصۂ دراز سے قائم تھی مگر تاریخ میں اس کا نام اوّل مرتبہ اس کی تباہی نے روشن کیا اور "پھر بن راج" نے اس کو زندہ جاوید کر دیا۔ پنچاسر کی تباہی راجہ جے شیکھر کے زمانہ میں ہوئی جس کے حالات وچار شیرنی، پربندھ چنتامنی اور رتن مالا وغیرہ کتابوں میں درج ہیں ان کو غور سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔

۱۲۳۰ء میں کرشن کوی جین نے اپنی کتاب "رتن مالا" میں اس طرح تحریر کیا:۔

"جے شیکھر ایک عالم فاضل راجہ تھا جس کا دار الخلافہ وادھن پور کے قریب شہر پنچاسر (موجودہ پنچیسور)۔ میں تھا۔ راجہ بڑا منصف مزاج تھا۔ رعایا اور سوداگروں کی ہر طرح حفاظت کرتا تھا۔ اس کے دربار میں علماء فضلا اور شعراء کا جمگھٹا رہتا تھا۔ جنمیں سے مشہور ملک الشعراء شنکر تھا۔ اسی زمانہ میں "شہر کلیان کٹک" کا سولنکی راجہ بھوید بڑا طاقتور تھا۔ یہ دونوں راجہ ایک دوسرے کو ہر طرح سے اپنا مد مقابل سمجھتے تھے۔ راجہ بھوید کے دربار میں بھی علما و فضلا رونق افروز رہتے تھے۔

ایک دفعہ راجہ جے شیکھر نے اپنے شاعر شنکر کو اپنی فصاحت و بلاغت کا سکہ جمانے اور پنچاسر دربار کی فوقیت ظاہر کرنے کے لئے راجہ بھوید کے دربار میں سادھو کے بھیس میں بھیجا۔

ایک رات جب راجہ بھوید دربار عام میں رونق افروز تھا اور سلطنت کے تمام امراء و افسران فوج، اطباء و شعراء اور علماء بھی جلوہ افروز تھے۔ شنکر سادھو کے لباس میں ایک کونہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ دربار عام میں اجازت تھی کہ جو چاہے عرض کرے اور جس صاحب کمال کو اپنا جوہر دکھانا ہو دکھائے۔ جب بڑے بڑے اہل کمال اپنا جوہر دکھا چکے تو سادھو اجازت لے کر راجہ کی مسند کے سامنے کھڑا ہو گیا درباریوں نے اس کے لباس، شکل و صورت کو دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ کون ہے اور دربار میں کس غرض سے آیا ہے؟

بظاہر سب کا یہی خیال تھا کہ یہ کوئی بھکاری ہے یا فریادی۔ اس نے اپنے کشکول سے کہنہ کاغذ کا پرچہ نکالا اور راجہ کی تعریف میں قصیدہ پڑھنے لگا۔ جب اس نے پہلا شعر پڑھا تو اس کی خوش الحانی اور طرفہ بیانی سے دربار میں ایک سناٹا چھا گیا۔ اس کی فصاحت کی روشنی سے دربار منوّر اور بلاغت کی خوشبو سے مجلس مہک اٹھی۔ ایک ایک مصرعہ سلک جواہر اور ایک ایک لفظ لولوئے آبدار تھا۔ ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آواز بلند ہوئی۔

خود راجہ سخن فہم و شاعر بلیغ تھا۔ سادھو کی فصاحت و بلاغت پر شیفتہ ہو گیا اور اس کو شعراء کی صف اوّل میں بٹھایا۔

شعراء نے رشک و حسد سے مقربانِ بارگاہ کی خدمت میں عرض کی کہ جو قصیدہ سادھو نے پڑھا ہے وہ اس کی تصنیف نہیں ہے متقدمین میں سے کسی شاعر کا ہے اور اس میں مہاراج کا نام بعد میں درج کیا گیا ہے۔ راجہ کو پہلے شک تھا اب یقین ہو گیا سادھو کو شاہی مہمان خانہ میں جگہ دی گئی اور مہاراجہ بھوید نے حکم دیا کہ کل دربار میں۔۔ مشاعرہ ہو گا۔

راجہ بھوید کے تمام شاعرانِ باکمال جمع ہوئے جس میں اس کا مشہور و فصیح "ملک الشعراء" کامراج بھی تھا جس کی نسبت راجہ کا یہ خیال تھا کہ وہ سب سے گوئے سبقت لے جائے گا۔ کیونکہ بارہا یہ امتحان ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے ممدوح کی فتح و نصرت کے موقعہ پر کئی دفعہ فی البدیہہ قصائد پڑھے تھے۔ راجہ نے طرح کا ایک مصرعہ دیا۔ سادھو نے بلا فکر و تامل قلم برداشتہ اس کی تضمین لکھ کر سب سے پہلے راجہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ جب سب شاعر لکھ چکے تو ہر ایک نے اپنے اپنے اشعار پڑھے۔ سادھو کا کلام گذشتہ شب کے کلام سے بالکل ملتا جلتا تھا وہی استعارے، وہی فصاحت و بلاغت تھی دوسرے شاعروں کے کلام کو سادھو کے کلام سے دور کی نسبت بھی نہیں تھی۔ راجہ نے سادھو کا نام اور مقام جہاں اس نے تعلیم پائی دریافت کیا۔ سادھو نے فی البدیہہ نظم میں جواب دیا جس کا مضمون یہ تھا

ترجمہ اشعار

* ۔۔ میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جو سونا اگلتی ہے۔

* ۔ میں اس سرزمین کا باشندہ ہوں جس کے فرش زمردیں پر صبح و شام مختلف رنگ کے خوشنما پھول خوشی اور مسرت کی نسیم دل افروز سے کھیلتے ہیں۔

* ۔ میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کی مشک آگیں خاک پر گلاب و نسترن اور لالہ و زنبق کی دوشیزہ شاخیں جبینِ گل سے سجدۂ ادب بجا لاتی ہیں۔

* ۔ میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کے سرسبز انگوروں کی شاخوں پر خوشنما خوشے اس طرح چمکتے ہیں جس طرح آسمان پر عقد ثریا۔

★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کے انجیر خمیرہ خشخاش کے مربیان ہیں۔
★ — میں اس خطّہ کا رہنے والا ہوں جس کی دیبائے سبز میں کمخواب کے تھان پٹے ہوئے جن میں لعل وجواہر ٹکے ہوئے ہیں۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کے خربوزے قند ونبات کے مٹکے ہیں۔ جو گلاب وکیوڑہ میں بسائے گئے ہیں۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کی ندیاں روانی اور آبداری میں کہکشاں ہیں جن کے مرواریدی قطرات ستاروں کی طرح درخشاں ہیں۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جہاں کے فصاحت وبلاغت کے چشمے تمام دنیا کو سیراب کر رہے ہیں۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جہاں علماء وفضلاء کو جواہر سے تولا جاتا ہے۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جہاں شاعروں کا منہ موتیوں سے بھر دیا جاتا ہے۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کی خاک مشک وعنبر اور جس کے اشجار "صندل" اور "اگر" ہیں۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کے راجہ کا علم آسمان فرسا بگولا ہے جو دشمنوں کو تہ وبالا کرنے کیلئے دنیا کا چکر لگاتا ہے۔
★ — میں اس سرزمین کا رہنے والا ہوں جس کے راجہ کی چوکھٹ آفتابِ اقبال کا مطلع ہے۔ اور جس کے لشکر کی تلواریں بجلی کی طرح چمکتی ہیں۔ جس کے نیزے اور تیر سیاہ بادل ہیں۔ جو موسلا دھار بارش کی طرح دشمنوں کا خون بہاتے ہیں جس کے خزانے قدرتی کانوں کی طرح معمور ہیں اور جس کا تخمینہ وہم کا محاسب بھی نہیں کر سکتا۔
★ — میرا وہ بادشاہ ہے جسکی پیشانی اقبال وجلال کے نور سے درخشاں اور جس کا سینہ شجاعت والوالعزمی کا مخزن ہے۔
★ — ہمارے راجہ کا حکم بحرِ محیط کی طرح تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا وہ فخر خاندانِ گوجر راجہ جے شیکھر ہے جس کی سطوت سے تمام دنیا کے راجے کانپتے ہیں۔ میں اس کے دربار کا ملک الشعراء ہوں جسکی

آتش بیانی نے شعراء کے سینوں میں آگ پھونک دی۔ جیسی طرح میرا بادشاہ شمشیر سے ممالک کو فتح کرتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ میں بھی نوک زبان و قلم سے دنیا کو مسخر کر رہا ہوں۔

شنکر یہ کہتا ہوا مرگ چھالا[۱] پھینک کر مجمع سے ایسا غائب ہوا کہ پھر اس کا کہیں پتہ نہ چلا یہ ایک بگولا تھا جو محفل کو درہم برہم کر گیا۔ یہ بجلی تھی جو محفل پر گری اور دفعتاً آسمان پر پہنچ گئی راجہ بھوید اور اس کے درباریوں نے شنکر کے آنے کو راجہ جے شیکھر کی طرف سے پیغام جنگ سمجھا۔ غصہ سے راجہ اور افسران کے چہرے سرخ ہو گئے اور سب بالاتفاق اس پر متحد ہو گئے کہ جے شیکھر اور اس کے ملک الشعراء کو اس گستاخی کی قرار واقعی سزا دینی چاہیئے۔ یہ ایسی گستاخی ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی طعن و تشنیع نہیں ہو سکتی۔ شاہی دربار میں اس قسم کی گستاخی کی پہلے زمانہ میں کوئی نظیر نہیں ہے۔

افسران فوج کے نام فوراً احکام جاری کئے گئے۔ لشکروں کا جائزہ لیا گیا۔ خزانوں کے دروازے کھولے گئے اور جاگیرداروں کے نام پیغام بھیجے گئے کہ وہ اپنے اپنے بہادران جنگ آزما کو دارالخلافہ میں حاضر کریں۔

چند مہینوں میں ہر قسم کا ساز و سامان جمع ہو گیا۔ اس فوج میں گھوڑوں اور ہاتھیوں کے کئی رسالے اور چھ ہزار جنگ آزمودہ سپاہی تھے جن میں ایک ایک دس دس پر بھاری تھا۔ بڑے بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں کی سرکردگی میں یہ سیلاب جے شیکھر کے دارالسلطنت کی بیخ و بن اکھاڑنے کے لئے روانہ ہوا۔

راجہ جے شیکھر کو اس وقت پتہ چلا جب راجہ بھوید کا سپہ سالار اس کے ملک کو فتح کرتا ہوا دارالسلطنت کے قریب پہنچ گیا۔ جب راجہ جے شیکھر کو خبر ہوئی تو وہ آگ بگولہ ہو گیا۔ سپہ سالاروں کو جمع کیا۔ لشکر کی کمان خود ہاتھ میں لی۔

راجہ بھوید کا سپہ سالار "مہر" فتح کے نشہ میں ایسا مخمور تھا کہ اس نے کسی قسم کی جنگی احتیاط اور پیش بندی کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے سخت دشمن کے مقابلہ میں لازمی تھی۔ جے شیکھر کا لشکر سورپال کی سرکردگی میں آفت ناگہانی کی طرح راستے میں راہ روک کر اس پر ٹوٹ پڑا۔

۱: مرگ چھالا یعنی ہرن کی کھال جس پر سادھو لوگ بیٹھتے ہیں۔

میر (مہر) سپہ سالار نے جب تلوار کی جھنکار کی آواز سنی تو جلدی سے ہتھیار لگا کر مقابلہ کے لئے آگے آیا مگر کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سپاہ کا اکثر حصہ تہِ تیغ ہو چکا ہے اور خون کی... ندیاں جاری ہیں۔ وہ بقیۃ السیف لشکر کو لے کر بھاگا۔ مگر جے شیکھر کی تازہ دم فوج نے۔ شکست خوردہ فوج کا جو حصہ مل گیا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن" کی صورت تھی۔

راجہ جے شیکھر خود تلوار کھینچے ہوئے اپنی فوج کے بہادروں کے جو دشمن کا تعاقب کر رہے تھے "ہاں بڑھے چلو" کے نعرے سے دل بڑھا رہا تھا۔

راجہ بھوید کی فوج بدحواس ہو کر بھاگی اور "کلیان کٹک" میں جا کر دم لیا۔ اس شکستِ فاش نے سب حملہ آوروں کے دل توڑ دیئے اور راجہ جے شیکھر اپنے سپہ سالار سورپال کے ساتھ فتح و نصرت کے پرچم اڑاتا ہوا پنچاسر (پنچپور) میں واپس آیا اور سپہ سالاروں و افسرانِ فوج کو انعام و اکرام سے مالامال کیا "خس کم جہاں پاک" دشمن کے لشکر سے اپنی.... سلطنت کو پاک کیا۔ اس شکست نے بھوید اور اس کے افسروں کے فخر کو خاک میں ملا دیا۔

کچھ عرصہ بعد راجہ بھوید نے حملہ کی پھر تیاری کی اور داغِ ندامت کو شجاعت کی پیشانی سے مٹانا چاہا اور فوج کے افسروں سے کہا کہ اس ندامت سے مر جانا بہتر ہے ایک دفعہ قسمت آزمائی کرنا چاہیئے مگر اس اولوالعزمی اور بلند ہمتی سے حملہ ہو کر یا تو خود مٹ جائیں گے یا داغِ ندامت کو مٹا ڈالیں گے۔ راجہ کی اس تقریر سے سپاہ اور سپہ سالاروں کے حوصلے بڑھ گئے اور ہر ایک نے تلوار کی قسم کھا کر کہا کہ جان جائے گی مگر عزت نہ دیں گے۔ دوسری طرف راجہ جے شیکھر غافل نہ تھا وہ بھی ہر طرح کی تیاری میں مصروف تھا۔

راجہ بھوید کا لشکر اس دفعہ اس طاقت و اولوالعزمی سے حملہ آور ہوا کہ اس کے سامنے پہاڑ کانپتے تھے۔ لشکر کی کمان اب کی مرتبہ خود راجہ بھوید کے ہاتھ میں تھی۔ راجہ جے شیکھر بھی اس سیلاب کو روکنے کے لئے سدِ سکندری بن گیا۔ دونوں طرف کے ہاتھیوں.. کے رسالوں کا اس طرح تصادم ہوتا تھا جس طرح دو پہاڑ آپس میں ٹکراتے ہوں تیر و تفنگ کی بارش چند دنوں تک ہوتی رہی مگر دونوں لشکر مقابلہ میں پہاڑ کی طرح مضبوط تھے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور خونریز تلواریں بدستور خون برساتی رہیں۔ مگر آتش جنگ ایک لحظہ کے لئے مدہم نہ ہوئی۔

جنگ روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ راجہ بھوید نے سپہ سالاروں کو بلا کر کہا کہ اس قدر طول لڑائی جاری رکھنا ہماری شجاعت کے خلاف ہے۔ کل ایسا متفقہ حملہ کرنا چاہیئے جو فیصلہ کن ہو یا ہم فنا ہو جائیں یا دشمن کو فنا کر دیں۔

طلوع آفتاب کے ساتھ ہی حملہ شروع ہو گیا اور راجہ جے شیکھر کی سپاہ اس طرح پیچھے ہٹنے لگی جس طرح سمندر کی لہریں چٹان سے ٹکرا کر پیچھے ہٹتی ہیں اور راجہ بھوید کی فوج اس طرح آگے بڑھنے لگی جس طرح سیلاب کی موجیں آگے بڑھتی ہیں۔ یہاں تک کہ جے شیکھر کی فوج قلعہ کی دیواروں تک ہٹ گئی۔ راجہ بھوید کی طرف سے تیر و تفنگ کی بارش نے راجہ جے شیکھر کو مجبور کیا کہ وہ قلعہ میں پناہ گزیں ہو۔ قلعہ بہت مستحکم تھا۔ چند مہینوں تک راجہ بھوید کی فوج قلعہ کو گھیرے بہ امید فتح پڑی رہی۔ آخر قلعہ کا ذخیرہ کم ہو گیا اور راجہ جے شیکھر کی فوج نان و نفقہ سے مجبور ہو گئی۔ جب کچھ نہ رہا تو جے شیکھر نے صلح کا پیغام بھیجا مگر مہاراجاؤں کے خلاف ان کی طرف التفات نہ ہوا اور راجہ بھوید کو یہ معلوم ہو گیا کہ اب راجہ جے شیکھر کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ تو اس نے فوج کو ہلہ کا حکم دیا۔

فوج نے اپنے راجہ کے حکم کی تعمیل کی اور قلعہ کی فصیل کو توڑ کر قلعہ میں گھس گئی۔ جس وقت راجہ جے شیکھر نے سمجھا کہ موت سامنے کھڑی ہے تو اس نے سُور پال کو جو اس کا سالا اور سپہ سالار تھا بلا کر کہا کہ رانی روپ سندری کو جو اس کی بہن ہے۔ (ہمشیرہ شور پال) اور حاملہ ہے یہ وقت ہے کہ اس کو کسی جگہ لے جایا جائے ممکن ہے کہ ہماری نسل باقی رہے۔

جب رانی روپ سندری نے یہ سنا تو وہ تلوار ہاتھ میں لے کر اپنے شوہر (راجہ جے شیکھر) کے پاس پہنچی اور کہا کہ "میں راجہ کی بیٹی اور راجہ کی رانی ہوں مردانہ موت مرنا چاہتی ہوں اور بجائے ستی ہونے کے آپ کے پہلو میں آغشتہ خاک و خون ہونے کو عزت سمجھتی ہوں، اگرچہ عورت ہوں مگر ہمت مردانہ رکھتی ہوں میرے لئے اس سے زیادہ اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی کہ میں عام عورتوں کی طرح پناہ تلاش کروں اور بھائی اور شوہر کو ایسی حالت میں چھوڑ جاؤں اور مابعد زمانہ میں اپنی بہنوں کو موقعہ دوں کہ وہ مجھے بزدلی کے مکروہ لفظ سے یاد کریں۔ الغرض۔۔

رانی روپ سندری نے بہت اصرار کیا مگر اس کا بھائی سورپال اس کو سمجھا بجھا کر قلعہ کے ایک دریچہ سے قلعہ سے باہر نکال لے گیا۔

راجہ جے شیکھر مع فوج معرکہ کارزار میں کام آیا اور قلعہ و سلطنت پر راجہ بھوید کا دخل ہوا۔ موجودہ مشہور مؤرخ جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب نے راجہ بھوید کو قنوج کا راجہ "مہر بھوج اعظم" تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ "مہر بھوج اعظم" کا لقب "بھوید" تھا اور اس کے سپہ سالار کا نام جو "مہر" لکھا ہے وہ غلط ہے کیونکہ کتاب... "رتن مالا" اس واقعہ کے چار سو سال بعد لکھی گئی اور مہر بھوج بھوید کے نام کو دو حصوں میں کر دیا گیا ہے اور اسی سے دو شخص مراد لئے گئے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ جے شیکھر کا زمانہ شروع نویں صدی تھا کیوں کہ تمام کتابوں میں پنجاسر کا زوال ۷۹۷ء اور ۸۲۵ء کے درمیان تحریر ہے۔ مگر مہر بھوج کا مستند زمانہ ۸۳۶ء تا ۸۹۰ء ہے "کلیان کٹک" سے مراد "کلیانی" نہیں ہے کیوں کہ کلیانی میں کوئی سولنکی راجہ بھوید یا بھوردیو نام کا نہیں گزرا۔ دراصل یہ لفظ کھیٹک ہے کھیٹک کا راجہ جین تھا اس لئے جین مؤرخ نے اس فتح کو کھیٹک کے راجہ سے منسوب کیا۔ برہمنوں کی لکھی ہوئی قدیم تاریخیں اور "پربندھ" کی عبارت صحیح معلوم ہوتی ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"بکرماجیت کے سات سو سال بعد (آٹھویں صدی عیسوی میں) قنوج کے راجہ آما نے کھیٹک پور فتح کر لیا۔ اس وقت ولبھی پور میں سورج ونشی گھرانے کا راجہ دھروبھٹ حکومت کرتا تھا۔ راجہ آما نے اپنی ایک لڑکی کی شادی دھروبھٹ سے کی اور دوسری کی شادی لاٹ کے راجہ سے کی اور کھیٹک پور کو جہیز میں دے دیا۔ قنوج کا راجہ راشٹر کوٹہ جو اس وقت شہر "گوپ گری" میں رہتا تھا جینی تھا۔ برہمن پنجاسر میں آ کر جے شیکھر کے دربار میں رہنے لگے۔ ولبھی پور کے راجہ نے اپنے خسر آما راجہ سے مدد لی اور پنجاسر کو ختم کر دیا اور وہاں ایک سولنکی سردار مقرر کر دیا اور علاقہ سوراشٹر اور کچھ کے راجاؤں کو بھی ہرایا گیا کیوں کہ انہوں نے جے شیکھر کی مدد کی تھی

نوٹ:۔ قنوج پر چند سال تک ناگ بھٹ کا بھی قبضہ رہا۔ لیکن راشٹر کوٹوں نے بھی قنوج پر عارضی اقتدار حاصل کیا تھا لہٰذا مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آما راجہ سے مطلب راشٹر کوٹہ ہی ہے جو چند دن کے لئے قنوج کا راجہ ہوا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ راشٹر کوٹہ نے کھیٹک پور فتح کر کے ایک سولنکی راجہ کو دیا اور اسی کے دربار میں جا کر ملک الشعراء شنکر نے نظم سنائی جس انجام جنگ تھا۔ پہلی مرتبہ کھیٹک پور کی فوج نے شکست کھائی دوسری مرتبہ مہاراجہ نے خود شرکت کر کے پنجاسر کو ختم کر دیا۔

راجہ بن راج

۷۶۵ء تا ۸۲۵ء

شہر پنچاسر کے محاصرہ سے راجہ جے شیکھر کی حاملہ رانی روپ سندری جس کا نام اکشتا رانی بھی تحریر کیا گیا ہے اپنے بھائی سورپال کے کہنے سے جنگل کی طرف نکل گئی کچھ دنوں بعد اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام تاریخ میں ونراج یا بن راج ہے رانی کی ایک خدمتگار بھیل قوم سے تھی اس وفادار لونڈی نے رانی کا ساتھ دیا۔ ادھر شہر پنچاسر تباہ ہو گیا اور راجہ جے شیکھر مارا گیا۔ مگر اس نے مرنے سے پہلے اپنے سپہ سالار سورپال کو رانی کی حفاظت کرنے کے لئے قلعہ سے چلے جانے کا حکم دیا۔

سورپال کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حملہ آور راجہ اس کی تلاش میں تھا دوسرے اسے رات دن اپنی بہن کا خیال اور اس کی تلاش بے چین کر رہی تھی جینی کتابوں میں مذکور ہوا ہے کہ بن راج کو بھیل خادمہ نے ایک روز جنگل میں گہوارہ میں لٹایا ہوا تھا ایک جین عبادت گذار جس کا نام شیل گن سوری تھا اس طرف آ نکلا اس نے لڑکے کی شکل دیکھ کر شاہانہ عظمت کے آثار مشاہدہ کئے اور وہ اس بچہ کو اپنے پاس لے گیا اور آٹھ سال کی عمر تک اس کی پرورش کی۔ اسی دوران سورپال بھی ڈھونڈتا ہوا اپنی بہن کے پاس پہنچ گیا تھا اور وہ اپنی بہن کے بیٹے کے مستقبل کے لئے موقعہ کی تلاش میں رہا

برہمنوں کی روائتوں میں مذکور ہے کہ بن راج اپنی جوانی میں ڈاکوؤں کا سردار بن گیا اور اس نے ایک دفعہ قنوج کا خزانہ لوٹ لیا جو گجرات سے لگان وصول کر کے قنوج لے جایا جا رہا تھا اسی خزانہ سے اس نے فوج تیار کی اور حکومت کا بانی ہوا۔ مگر جینی مکتوبات میں مشہور مورخ "میری تنگ" کی تحریر ہے کہ بن راج کی پرورش چونکہ اعلےٰ پیمانہ پر ہوئی تھی اس لئے قنوج کے راجہ نے اسے قابل سمجھ کر علاقہ دوند دجھاں بن راج نے پرورش پائی تھی کی مالگذاری وصول کرنے پر لگا دیا۔ پہلی مرتبہ تو اس نے یہ رقم وصول کر کے گجرات کے راجہ کو دے دی کیوں کہ گجرات کی تمام مالگذاری راجہ قنوج نے اپنی لڑکی کو جہیز میں دی تھی جو گجرات کے (ماتحت) راجہ سے بیاہی تھی۔

دوسری مرتبہ جب راجہ کے نمائندے مالگذاری اور محصول کی رقم لینے آئے تو اس نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔

اس رقم سے اس نے ہتھیار خریدے اور اپنی نگرانی میں ایک جانباز فوج تیار کی۔ مورخ دیش راج بھٹی گوجر کی تاریخ کے حصہ چہارم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بن راج کی ماں نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا مگر بن راج نے جواب دیا کہ "میں اپنے باپ کی حکومت کے علاقہ سے ایک پیسہ کسی راجہ کو نہ دوں گا"۔

واضح رہے کہ جس وقت بن راج جوان ہوا اس وقت اس کے خاندانی حریف گجرات پر حکومت نہیں کرتے تھے بلکہ گجرات پر قنوج کے پرتہار گوجروں کی حکومت تھی۔ مگر بن راج اپنی آبائی سلطنت کو واپس لینے کا خواہاں تھا۔

المختصر بن راج نے اپنے ماموں سورپال کی مدد سے دوند کے آس پاس کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی زمانہ میں قنوج کے گوجروں اور علاقہ لاٹ کے راشٹر کوٹوں میں جنگ چھڑ گئی چنانچہ بن راج نے تمام گجرات پر قبضہ کر لیا۔ دادھن، سومنات اور سورت کے شہر مفتوح کر لئے گئے۔ پنجسور کا قلعہ دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ قدیم شہر پاٹن (پٹن) کے نزدیک انہلواڑہ کا شہر تعمیر ہوا۔

انہلواڑہ کی بابت بالتواتر یہ روایت تاریخوں میں درج ہوتی آرہی ہے کہ بن راج کو اپنا نیا دارالخلافہ بنانے کا خیال پیدا ہوا تو وہ مناسب جگہ کی تلاش میں تھا۔ ایک روز راجہ ماہرین تعمیرات کو ساتھ لے کر جنگل کا معائنہ کرنے کے لئے نکلا۔ جنگل میں اسے ایک گڈریہ ملا جس کا نام انہل تھا اس نے ایک ایسی جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں ایک خرگوش نے ایک کتے کا مقابلہ کیا تھا چنانچہ اسی جگہ کو مرکز مان کر چاروں طرف شہر کا نقشہ تیار کیا گیا اور اس کا نام گڈریے کے نام پر انہلواڑہ رکھا گیا

مولف گرجر کہتا ہے کہ یہی روایت مختلف شہروں کی بابت مذکور ہے لہذا اس کا صحیح ہونا بعید از قیاس ہے۔ لیکن قیاساً یہ بات ضرور ہے کہ پہلے پہل ضرور کوئی شہر اس شگون پرستی کے مطابق آباد کیا گیا ہوگا۔ وہیں سے یہ روایت چل نکلی۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ بن راج نے اس شہر کا نام اپنی ماں کے نام پر رکھا مگر مولف گرجر کہتا ہے کہ ۵۰۰ قبل مسیح یہ شہر انہلدیو چوہان نے آباد کیا تھا

جب کہ اجین میں پنوار خاندان حکومت کرتا تھا۔ مرور ایام سے نہ تو چوہان وہاں رہے اور نہ آئندہ کسی نے اس شہر کو دار الخلافہ بنایا۔ لہذا یہ ایک معمولی بستی تھی جب کہ اس کو چھاوڑی گوجروں نے از سر نو رونق بخشی۔

راجہ بن راج کا انتظام سلطنت

راجہ بن راج مسلمہ طور سے ایک قابل حکمران تھا اس کی حدود سلطنت جنوب میں نربدا سے لے کر شمال میں دریائے ماہی تک تھی۔ اس نے اس علاقہ کو مختلف اضلاع میں تقسیم کر کے سابقہ راجاؤں کو بحال رکھا اور وہ باجگزار سپہ سالار کی طرح اس کے ماتحت رہے مالگذاری اور ٹیکس کی رقم سکوں میں وصول کی جاتی تھی جسے "ماتری" کہتے تھے۔ یہی سکہ بھماں کے گوجروں کا تھا۔

راجہ بن راج نے ملک کی تجارت کو بے حد فروغ دیا۔ اس نے بحری بیڑہ تیار کیا جو افریقہ کے سواحل پر مدغاسکر اور سقوطرہ تک سامان تجارت لے جاتا تھا۔ سورت کی بندرگاہ اس راجہ کے زمانہ میں بین الاقوامی تجارت گاہ تھی جہاں چین، جاپان، جاوا سماترا اور عرب ممالک سے جہاز آتے تھے۔

سقوطرہ (افریقہ) کی بندرگاہ کے پاس مسافر خانہ بنایا گیا جہاں جہازوں کے گوجر کپتان اور افسران جا کر ٹھہرتے تھے۔ بن راج کو شہر بسانے اور عالیشان عمارتیں تعمیر کرانے کا شوق تھا اس نے سومنات کو ایک شہر میں تبدیل کیا۔ اس سے پہلے سومنات صرف ایک مندر تھا۔ سومنات کی بندرگاہ تعمیر کی گئی۔ مقام دوندھ میں عالیشان عمارتیں اور مندر تعمیر کئے گئے ایک نیا شہر "چاپانیر" وزیر اعظم چانپا کے نام پر بسایا گیا۔ بن راج نے اپنے معلم شیل گن سوری کے لئے ایک عالیشان محل تعمیر کرایا مگر اس خدا پرست پیشوا نے اس محل کو عبادت گاہ میں تبدیل کیا اور یہ عبادت گاہ صدیوں تک گوجروں کی زیارت گاہ بنی رہی۔

بن راج بذات خود شیو کا مقلد تھا مگر اس نے تمام مذاہب کے پیشواؤں کو اپنے اپنے مذاہب کی تبلیغ و اشاعت کی عام اجازت دے رکھی تھی اس کے دربار میں کئی مسلمان علما بھی تھے۔ اسی کے زمانہ میں گوجروں کا ایک خاندان[1] "گہل وال" جو دریائے گہیل کے پاس آباد تھا مشرف بہ اسلام

[1]: گہیل وال جب تک گجرات میں رہے گہیل وال کہلاتے رہے لیکن موٴلف کے الفیہ لون سے

اس راجہ نے نہ صرف برہمنوں اور جینیوں وغیرہ کو سرکاری اوقاف دیئے بلکہ مسلمانوں کے نام بہت سی جائدادیں وقف کر دیں۔ انہلواڑہ کی قدیم مسجد اسی کے زمانہ میں تعمیر ہوئی۔

تمام تاریخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بن راج کا تعلق چاوڑا خاندان سے تھا۔ اور اس کی تعلیم و تربیت جینی عالم شیل گن سوری نے کی اور یہ راجہ بذات خود عالم و فاضل تھا اور ساتھ ہی ساتھ بہادر اور تلوار کا دھنی بھی تھا۔ آخر ساٹھ سال کامیابی کے ساتھ حکومت کر کے اس راجہ کا انتقال ۸۲۵ء میں ہوا۔

—— ✕ ——

راجہ یوگ راج

۸۲۵ء تا ۸۳۴ء

راجہ یوگ راج اپنے باپ کی طرح بہادر اور جری تھا اس نے ہتھیاروں میں نئی نئی ... ایجادات کیں۔ سرکاری اسلحہ خانہ قائم کئے۔ یہ راجہ اپنے باپ کی زندگی میں ایک علاقہ کا صوبیدار رہ چکا تھا۔ ملکی فتوحات کیلئے ساز و سامان ہونے کے باوجود یہ جنگ و جدال کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس نے تمام عمر میں صرف ایک مدافعانہ لڑائی لڑی جس میں یہ کامیاب ہوا۔ تمام عمر اس نے عوام کی بہبودی میں صرف کی۔ مدارس قائم کئے اور با امن سلطنت کی۔

راجہ یوگ راج کا خیال تھا کہ بغیر نمونہ پیش کئے جہلا کبھی خدا کا تصور نہیں کر سکیں گے لہٰذا اس نے "پورانک" دور کے دیوتاؤں کے مجسمے دیہات کے مندروں میں رکھوا دیئے جہاں پست اقوام کے لوگ عبادت کرتے تھے۔

یہ راجہ اپنے باپ سے بھی زیادہ عالم و فاضل تھا اس نے کئی کتابیں تصنیف کیں خصوصاً اخلاقیات پر اس نے متعدد کتابیں لکھیں۔ راجہ علماء و فضلا کا قدرداں تھا۔ اس کے دربار میں عارف، عالم اور صوفی منش حضرات جلوہ افروز رہتے تھے۔

بقیہ نوٹ از صفحہ نمبر ... زمانہ میں جب یہ ہجرت کر کے گجرات آئے تو اب یہ اپنے کو گجراتی کہتے ہیں اور دوسری گجراتی قوموں میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ اب انہیں گوجر اور گجراتی کا فرق بھی یاد نہیں رہا۔

راجہ یوگ راج انصاف کے معاملہ میں کسی کی رو رعایت نہ کرتا تھا اس کا قول تھا کہ اگر عمال حکومت اپنے کو قانون سے بالادست سمجھیں تو ہر شخص اسی طرح اپنے کو کمزور پر بالادست سمجھنے لگے گا اور ملک میں بے انصافی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

ایک دفعہ اس کے ایک بیٹے کھیم راج نے ایک سوداگر کا سامان معمولی الزام کی بنا پر ضبط کر لیا۔ سوداگر راجہ سے داد کا طالب ہوا۔ راجہ نے فوراً راجکمار کو بلا کر صورت حال دریافت کی۔ راجکمار نے جواب دیا کہ یہ سوداگر ارادتاً بغیر سرکاری محصول دیئے شہر میں داخل ہوا اس لئے میں نے اس کا سامان ضبط کرنے کا حکم دیا۔

راجہ نے کہا کہ ہر انسان لالچ کا بندہ ہے۔ عمال حکومت کی لاپرواہی اور سستی سے سوداگر بچ نکلا اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس سے صرف محصول لے کر اس کا بقایا سامان تجارت واپس کر دو۔ چنانچہ سوداگر کا مال واپس کر دیا گیا۔ راجہ یوگ راج نے ۸۳۴ء میں انتقال کیا۔

راجہ رتن آدتیہ
۸۳۴ء تا ۸۳۷ء

راجہ یوگ راج کے تین لڑکے تھے بڑے لڑکے کا نام رتن آدتیہ تھا۔ باپ کے بعد رتن آدتیہ ۸۳۴ء میں انہلواڑہ کے تخت پر بیٹھا۔ مگر تین سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

راجہ ویری سمہ
۸۳۷ء تا ۸۴۸ء

رتن آدتیہ کے بعد اس کا دوسرا بھائی ویری سمہ تخت کا وارث ہوا۔ اس نے گیارہ سال بہ اطمینان حکمرانی کی۔ حکومت کی آمدنی کا بیشتر حصہ حسب سابق تجارت سے

حاصل ہوتا تھا۔ آخر ۸۴۸ء میں اس کا انتقال ہوگیا اس نے صرف گیارہ سال حکمرانی کی۔

راجہ کھیم راج

۸۴۸ء تا ۸۸۷ء

راجہ کھیم راج، راجہ یوگ راج کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا جو ۸۴۸ء میں سریر آرائے تخت ہوا۔ یہ راجہ غصہ ور اور انتہائی مغرور تھا تمام سردار اس سے ہمہ وقت خوفزدہ رہتے تھے مگر دلی طور سے اس سختی سے نالاں بھی رہتے تھے۔

راجہ کھیم راج کا طرز عمل عمّال حکومت اور افسران کے ساتھ چاہے جیسا بھی رہا ہو مگر یہ راجہ بھی علم دوست تھا اس نے متعدد سنسکرت کے مدارس کھولے اور ان کے لئے جائیدادیں وقف کیں۔ طلبا کی مفت تعلیم کا انتظام کیا اس راجہ کا انتقال ۸۸۷ء میں ہوا۔ یہ راجہ آخر میں قنوج کے مہاراجہ مہر بھوج اعظم کا باجگزار تھا۔

چامنڈ۔ ا

۸۸۷ء تا ۹۱۴ء

اور

بھوڑ

۸۸۱ء تا ۹۱۰ء

راجہ کھیم راج کے بعد چھاوڑی خاندان کو زوال آنا شروع ہوا۔ ہر علاقہ میں الگ الگ شہزادے پرتہار گوجروں کے ماتحت رہے۔ یہ شہزادے باپ کی زندگی میں ہی علاقہ کے افسران مقرر کئے جاتے تھے تاکہ آئندہ انہیں حکمرانی کا تجربہ ہو۔ راجہ کھیم راج کے بعد ایک ہی وقت میں دو سلسلوں کا پتہ چلتا ہے جس سے اس خاندان کی تنزلی عیاں ہے

قدیم تاریخ وچار شرنی کیمطابق

راجہ چامنڈ سنہ ۸۸۷ء تا سنہ ۹۱۴ء
راجہ گھاگھڑ سنہ ۹۱۴ء تا سنہ ۹۴۱ء
راجہ پوڑ سنہ ۹۴۱ء تا سنہ ۹۶۰ء

راجہ چامنڈ یہ راجہ اپنے علاقہ کا بہترین حکمراں تھا۔

راجہ گھاگھڑ راجہ چامنڈ کے بعد راجہ گھاگھڑ نے مختصر علاقہ میں سرداری کی۔

راجہ پوڑ راجہ چامنڈ کے سلسلہ میں آخری مشہور نام کا راجہ گذرا ہے

قدیم تاریخ پربندھ چنتامنی کیمطابق

راجہ بھوبیٹر یا بھوڑ سنہ ۸۸۱ء تا سنہ ۹۱۰ء
راجہ بیر سنگھ سنہ ۹۱۰ء تا سنہ ۹۳۵ء
راجہ رتنادیت سنہ ۹۳۵ء تا سنہ ۹۵۰ء

راجہ بھوڑ یہ راجہ خود تو علوم وفنون سے عاری تھا مگر علما کی قدر کرتا تھا اس نے اپنے زمانہ میں ایک مندر تعمیر کرایا۔

راجہ ویر سنگھ راجہ ویر سنگھ نے اپنے علاقہ میں محکمۂ انتظامیہ اور محکمۂ حربیہ الگ الگ کیا۔ اس سے پہلے ان دونوں کا.. مشترکہ حساب وکتاب تھا۔

راجہ رتنادیت عین نوجوانی میں سردار مقرر ہوا اور صرف پندرہ سال حکمرانی کر کے انتقال کر گیا۔

نوٹ :- ۱ مندرجہ بالا راجگان برائے نام راجہ تھے دراصل یہ الگ الگ علاقوں میں قنوج کے پرتہاروں کے ماتحت تھے جن کا ذکر اگلے باب میں مذکور ہوگا۔

جب قنوج کے پرتہار کمزور ہوئے تو انہلواڑہ پر مولراج سولنکی نے قبضہ کرلیا۔ یہ زمانہ وہی ہے جو مندرجہ بالا فہرست میں آخری راجاؤں کا ہے۔ انہلواڑہ کا تخت مولراج نے ساملت سے لیا اس سے ظاہر ہے مندرجہ بالا راجگان انہلواڑہ میں بھی نہ رہتے تھے بلکہ یہ مختلف اضلاع کے مقامی سردار تھے۔

نوٹ ۲ :- مولراج سولنکی کا تذکرہ حملہ آوروں کے حالات کے بعد مذکور ہے۔

(۳۳)

بنگال میں پال خاندان۔!

ہم گذشتہ اوراق میں مفصّل معہ اسناد تحریر کر چکے ہیں کہ مہاراجہ ہرش نے قنوّج سے برہمنوں اور کھشتریوں کا ایک لشکر بنگال فتح کرنے بھیجا تھا۔ یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ کھشتری سے مراد گوجر ہی ہیں کیوں کہ مہاراجہ ہرش کی لڑکی گوجروں میں بیاہی تھی۔ متعدد سپہ سالار بھی گوجر ہی تھے۔ اس زمانہ میں گوجر برہمن جھگڑا نہیں تھا بلکہ ان میں خود بھی ایک فرقہ ہوتے ہوئے سیاسی جنگیں ہوتی تھیں۔ ایک برہمن راجہ دوسرے برہمن راجہ سے لڑ پڑتا تھا۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کبھی کسی قسم کا فرقہ وارانہ سوال پیدا ہوا ہو۔ اپنی اپنی مصلحت اور غرض ہر حکمراں کے پیش نظر رہا کرتی تھی۔

چنانچہ جوں ہی مہاراجہ ہرش کا انتقال ہوا اور تھوڑے عرصہ بعد قنوّج حکومت کو زوال پہنچا تو بنگال پر گوجر صوبیداروں نے قبضہ کر کے آزاد حکومت قائم کی اس حکومت کا بانی اوّل راجہ مہی پال اوّل تھا۔ مزید ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو غازان گوجر صفحہ ۳۲۳ و ۳۲۱

(۱)

راجہ مہی پال اوّل

سنہ ۶۷۰ء تا سنہ ۷۳۰ء

راجہ مہی پال کا باپ دشنوپال مہاراجہ ہرش کے انتقال کے بعد قنوّج کا برائے نام ماتحت رہا۔ بعض تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ وشنوپال کا نام بھوپال تھا (واللہ اعلم بالصواب)۔ دشنوپال کے انتقال پر اس کا بیٹا "گور" کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور قنوج سے قطع تعلق کر کے نالندا اور مشرقی بنگال کو فتح کیا۔ پورے ساٹھ سال حکمرانی کر کے اس کا انتقال سنہ ۷۳۰ء میں ہوا۔

---

(۲)

راجہ گوپال

سنہ ۷۳۰ء تا سنہ ۷۷۲ء

راجہ گوپال کے زمانہ میں قنوّج کی طرف ہر راجہ مہاراجہ پیش قدمی کر رہا تھا، اسی زمانہ میں راجہ گوپال نے بھی مغرب کا رُخ کیا اور قنوج پر قبضہ کر کے دریائے جمنا عبور کی قنوّج پر قبضہ کرنے کا خواہش مند سب سے زیادہ پرتہار خاندان کا گوجر راجہ ولتس راج تھا جس کی راجدھانی شہر بھنمال میں تھی۔ دونوں راجاؤں کا مقابلہ علاقہ سہارد... موجودہ حصار) میں ہوا جس میں راجہ گوپال کو شکست فاش ہوئی اور وہ واپس بنگال چلا گیا۔

ملاحظہ ہو راشٹرکوٹ کے عطیات بحوالہ انڈین انٹی کویری جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۱۶۹، جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۶
قنوّج پر ولتس راج بھی قبضہ نہ کر سکا کیونکہ اس زمانہ میں خود بھنمال کی طرف....

عرب فوجیں آ رہی تھیں۔ قنوّج کا خیال راجہ گوپال نے بھی دل سے نکال دیا اور وہاں چندیلے اور کلچوری لڑنے لگے۔ مگر راجہ گوپال اس شکست سے ہراساں نہ ہوا۔ اس نے بنگال سے جنوب مغرب کا رُخ کر کے مگدھ کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملایا آخر ۷۷۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

(۳) راجہ دھرم پال

۷۷۲ء تا ۸۱۰ء

راجہ دھرم پال ۷۷۲ء میں شہر گور کے تخت پر بیٹھا۔ یہ راجہ اس خاندان کا سب سے زبردست راجہ ہے۔ اس نے اپنے باپ کی شکست کا تدارک کرنے کیلئے پھر جنوب کی طرف پیشقدمی کی یہ نہ بھولنا چاہیے کہ پال خاندان کی حکومت موجودہ صوبہ بہار پر تھی۔ اس کے زمانہ میں قنوّج پر پنچال (موجودہ الہ آباد و ریاست ریواں کے علاقہ جات) کے راجہ اندر یدھ نے قبضہ کر لیا تھا چنانچہ دھرم پال نے ایک زبردست جنگ لڑ کر راجہ اندر یدھ کو قنوج سے بھاگنے پر مجبور کر دیا اور ۸۰۰ء میں قنوّج کے تخت پر مہاراجہ ہرش کی نسل کے ایک شخص "چکر یدھ" کو بٹھا لیا۔ چکر یودھ کی تخت نشینی ملحقہ راجاؤں سے مشورہ کے بعد عمل میں لائی گئی تھی تا کہ قنوج پر قبضہ کرنے کا جھگڑا ختم ہو جائے۔

دھرم پال نے قنوج کا تصفیہ کر کے فوجوں کا رُخ شمال کی طرف کیا اور نیپال کے راجہ سے وہ مقبوضات جو اس نے ترائی کے میدان میں حاصل کئے تھے چھین لئے اس کے بعد دھرم پال نے شوالک پہاڑ کے ساتھ مغرب کا رُخ کیا اور شہر جالندھر تک کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہوا۔

اس راجہ کی مغربی حدود کو بہت جلد اجمیر کے چوہانوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور پھر بھنمال کے راجہ نے اس پر فوج کشی کی اس کے باوجود بھی یہ راجہ عظیم الشان سلطنت کا مالک تھا جس میں کم از کم بنگال، بہار، مگدھ اور آسام شامل تھے۔

انتظام سلطنت

راجہ دھرم پال صرف ایک بہادر جرنیل ہی نہ تھا بلکہ اعلیٰ تعلیم سے مزین شخص تھا اس نے اپنے علاقہ سے ان لوگوں کو نکل جانے کا حکم دیا جو خانہ بدوشی کو آبائی پیشہ بنائے ہوئے تھے اس نے اعلان کیا کہ کوئی شخص خانہ بدوشی کی زندگی اختیار نہ کرے اور سب خانہ بدوش آباد ہو جائیں۔

دھرم پال نے سرکاری خزانہ سے ان خانہ بدوش "بنگالیوں" کو رقم دے کر آباد کیا اور ان کی تعلیم کیلئے برہمنوں کو مقرر کیا جنہیں سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ راجہ نے تمام ملک میں از سرِ نو لگان کی شرح مقرر کی جو بجائے پانچویں حصے کے چھٹا حصہ جنس کا قرار پائی۔ فوج کے ہاتھیوں اور گھوڑوں کیلئے چراگاہیں الگ مقرر کی گئیں۔

دھرم پال کو علوم و فنون سے خاص رغبت تھی اس نے نالند، گور، پاٹلی پتر (پٹنہ) میں مدارس قائم کئے جہاں عوام کے لئے مفت تعلیم کا بندوبست تھا، طلباء کے رہنے سہنے اور خوراک کے تمام اخراجات حکومت کے ذمہ تھے۔

وکرم شالیہ

راجہ دھرم پال کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دریائے گنگا کے دائیں کنارے پر ایک عالیشان اور وسیع عمارت بنوائی جس میں دار العلوم (یونیورسٹی) قائم کیا گیا۔ اس عمارت میں ایک سو سات مندر تھے اور مختلف علوم کے چھ شعبہ جات قائم کئے گئے تھے۔ مدرسہ کے سب سے اونچے حصہ پر ایک گھڑیال (گھنٹہ) تھا جو رات میں آٹھ مرتبہ بجایا جاتا تھا یعنی ہر پہر کے بعد گھنٹہ بجتا تھا جس کی آواز کئی میل دور سنائی دیتی تھی۔ اس تمام عمارت کا نام "وکرم شالیہ" تھا۔ وکرم شالیہ کو زمانہ کے "ظالم ہاتھوں" نے تباہ و برباد کر دیا۔ اب اس کا نشان باقی نہیں ہے البتہ اس کا نام تواریخ میں محفوظ ہے۔

ماخوذ از:-

(۱) تاریخ بنگال از چٹرجی صاحب (۲) انڈین انٹی کویری۔ جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۳۰۴

(۳) تاریخ شاہانِ گوجر صفحہ نمبر ۳۲۵۔ از مولانا عبد البرکات محمد عبد المالک صاحب مرحوم

(۴) گلوری دیٹ واز گرجردیش" از کے۔ ایم۔ منشی صاحب۔ وغیرہ

(۴) راجہ دیو پال

سنہ ۸۱۰ء تا سنہ ۸۵۰ء

راجہ دیو پال بدھ مذہب کا پیرو ہو گیا۔ اور اس نے بدھ مذہب کی اشاعت کے لئے دور دراز ملکوں میں بھکشو (مبلغ) بھیجے۔ برہما کے بدھ راجہ سے تعلقات استوار کئے۔ چین اور جاپان میں سفارتیں روانہ کیں۔ اس کے مشہور سپہ سالار لارڈ سین نے چالیس قلعوں کو مفتوح کیا۔ مغرب کی طرف سے اس راجہ پر پرتہار خاندان کے گوجروں نے متعدد حملے کئے مگر بنگال کو فتح نہ کر سکے۔

اس کے پوتے کا ایک کتبہ جو بنگال کے شہر دیناج پور سے برآمد ہوا ہے اس راجہ کے شان و اجلال کا پتہ دیتا ہے

(۵) ا۔ راجہ دھرم پال دوم

سنہ ۸۵۰ء تا سنہ ۸۶۰ء

اس راجہ سے مہر بھوج اعظم والیٔ قنوج نے حکومت چھین لی۔

راجہ دیو پال کے انتقال پر بنگال کو پرتہار گوجروں نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یہ زمانہ مہر بھوج اعظم کا تھا جس نے سنہ ۸۵۰ء تا سنہ ۸۹۰ء پورے ملک پر حکومت کی اور جس کا بیان باب شہنشاہیت میں آئے گا۔ تقریباً تیس سال تک بنگال میں پال خاندان باجگزار ہو گیا۔

(۵) راجہ وگراہ پال اوّل

سنہ ۸۵۰ء تا سنہ ۸۵۴ء

اس راجہ پر مہر بھوج اعظم نے حملہ کر کے باجگزار بنا دیا۔ راجہ دیاگراہ پال نے تارک الدنیا ہو کر تخت حکومت اپنے بیٹے نارائن پال کو ۸۵۴ء میں سونپ دی

(۶) راجہ نارائن پال

۸۵۴ء تا ۹۰۸ء

نارائن پال تمام عمر قنوج کے پرتہاروں کا وفادار سپہ سالار رہا وہ اپنی تمام عمر پرتہاروں کا معین و مددگار رہا اس نے قنوج اور بنارس کے درمیان اپنے نام پر نارائن گڑھ آباد کیا اور اپنی قوم کے نام پر اس علاقہ کا نام گجترا رکھا یہ گجترا قنوج کے جنوب مشرق میں واقع تھا البرونی نے اسی گجترا کا دارالخلافہ "بازان" تحریر کیا ہے۔ موجودہ تمام مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نقطوں کی غلطی کی وجہ سے سیاح نے نارائن یا ناران کے بجائے بازان لکھا یا بعد میں سیاحت نامہ کی نقل کرتے وقت خود اس نے یا ناقلوں نے غلطی کھائی۔ اکثر مورخین باران کو راجستھان میں مانتے ہیں۔

(۷) راجہ میگھ پال۔!

۹۰۸ء تا ۹۵۰ء

راجہ میگھ پال قنوج کے پرتہاروں کا حلیف و مددگار رہا۔ آخر بیالیس[۴۲] سال حکمرانی کر کے اس دار فانی سے رخصت ہوا۔

(۸) راجہ نیک پال

۹۵۰ء تا ۹۷۸ء

یہ راجہ سابقہ راجہ میگھ پال کا بھتیجا تھا جس نے بنگال کی صوبیداری پھر سے قنوج سے حاصل کی۔

(۹) راجہ مہی پال دوم

۹۷۸ء تا ۱۰۲۴ء

راجہ مہی پال دوم نے اپنے ابتدائی دور کے بارہ سالوں میں اپنی مملکت کو مضبوط

گیا۔ یہ راجہ بھی بدھ مذہب کا پابند تھا۔ اس نے "تنگوتم" کی مذہبی مجلس کو بدھ مذہب کی اشاعت کے لئے احکام بھیجے۔ پہاڑی قوم "بکسوچ" کو مغلوب کیا۔ آخر اڑتالیس (۴۸) سال حکمرانی کر کے انتقال کر گیا۔

(۱۰) راجہ نیا پال۔!

۱۰۲۴ء تا ۱۰۴۵ء

نیا پال اسم بامسمیٰ شخص تھا (نیا پال کے لفظی معنی انصاف پرور کے ہیں) اس نے اپنی حکومت میں بدھ مذہب کی تبلیغ کو عروج پر پہنچا دیا۔ "وکرم شالیہ" کے بڑے پیشوا کو (دکا اُتس) تبلیغی جماعت کے ساتھ تبت روانہ کیا۔ جہاں صدیوں تک علوم و فنون کی شمع اس جماعت کی اولادوں نے روشن رکھیں۔

(۱۱) راجہ وگراہ پال دوم

۱۰۴۵ء تا ۱۰۸۰ء

نیا پال کا انتقال ۱۰۴۵ء میں ہوا۔ اس نے چار بیٹے وگراہ پال، مہی پال، سور پال اور رام پال چھوڑے۔ تمام بھائی یکدم تخت کے دعویدار ہوئے۔ وگراہ پال نے بقایا بھائیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور خود حکومت کرنے لگا۔

۱۰۶۷ء میں چیدی راجہ کرن نے بنگال پر حملہ کیا مگر وگراہ پال نے اسے شکست دے کر بنگال سے نکال دیا۔

خانگی جھگڑوں کی وجہ سے اس خاندان میں کمزوری کے آثار پیدا ہوئے اور کیورت قوم کے ایک سردار دیوک (DE WAK) نے گور پر حملہ کر کے وگراہ پال اور مہی پال کو جان سے مار دیا۔

(۱۲) راجہ رام پال

۱۰۸۴ء تا ۱۱۳۰ء

رام پال قید سے نکل کر بھاگا اس کی شادی راشٹر کوٹ خاندان (جنوبی گجرات کے راجگان) میں ہوئی تھی لہذا راشٹر کوٹ

اس کے حمائتی و مددگار بن کر بنگال پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت بنگال پر دیوک کا بھتیجا حکمراں تھا۔ راشٹر کوٹوں نے بھیم کو شکست فاش دے کر اپنے داماد رام پال کو تخت پر بٹھایا۔ رام پال نے چھیالیس سال حکمرانی کی اس دوران اس نے آسام اور کامروپ کے علاقے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کئے اور ۱۱۳۰ء میں انتقال کیا۔

(۱۳) راجہ کمار پال۔!

۱۱۳۰ء تا ۱۱۷۵ء

کمار پال نے اپنے باپ رام پال کی وفات کے بعد ۱۱۳۰ء میں بنگال کا تخت سنبھالا یہ راجہ عالم راجہ تھا اور علماؤں کی قدر کرتا تھا اس نے اپنے عاقل و دانا وزیر "وڈیا دیو" کو آسام کا علاقہ جاگیر میں دیا جہاں اس نے بدھ مذہب کی اشاعت میں چار چاند لگا دیئے بنگال کے ماتحت مگدھ (موجودہ اڑیسہ) یا اندھر) بھی تھا جہاں کی خانقاہوں میں کمار پال نے بھکشوؤں (مبلغوں) کے وظائف مقرر کئے آخر ۱۱۷۵ء میں انتقال کر گیا

(۱۴) راجہ گوبند پال۔!

۱۱۷۵ء تا ۱۱۹۰ء

گوبند پال کے زمانہ میں اس سلطنت کو زوال آگیا اور دوسری قوم کے سرداروں نے آہستہ آہستہ اس سے وسیع علاقے لے لئے۔ ۱۱۹۰ء میں اس راجہ کے انتقال کے بعد بنگال سے "پال حکومت" کا خاتمہ ہو گیا۔ ہاں البتہ مگدھ میں کچھ اور عرصہ کے لئے اس خاندان کے مقامی سردار بحیثیت راجگان رہے جن میں راجہ اندر ویمن (INDERNYAMMAN) کا نام مشہور ہے۔

مگدھ میں گوجر حکومت

راجہ اندر ویمن پال

۱۱۹۰ء تا ۱۲۳۰ء

چونکہ بنگال کا گوجر خاندانِ پال مگدھ پر بھی حکمرانی کرتا تھا اور یہ علاقہ بنگال کا ہی حصہ تھا اس لئے جب بنگال سے گوجروں کی حکمرانی ختم ہوئی تو مگدھ کے گوجر سردار تھوڑے سے عرصہ تک آزادی کی شمع جلاتے رہے۔ ان راجاؤں میں راجہ اندر ویمن پال (INDER VYAMMAN PAL) کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے جس نے پورے چالیس سال تک مگدھ میں حکمرانی کی۔ اس کا زمانہ ۱۱۹۰ء تا ۱۲۳۰ء کے درمیان ہے۔

اس کے بعد یہ خاندان آہستہ آہستہ صفحۂ تاریخ سے محو ہو گیا۔ بنگال کے پال خاندان اور مگدھ کے پال خاندان کا تعلق قنوج سے ہے۔ مفصّل تذکرہ کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ "شاہانِ گوجر" صفحہ نمبر ۳۲۸۔ از مولانا ابو البرکات محمد عبد المالک رحم

—— ✻ ——

(۴)

تومر خاندان

(الف) پہلی شاخ!

بعض مؤرخین نے خاندان کشان (کشواہیہ) کو خاندانِ تومر کی شاخ کہا ہے جو صحیح نہیں ہے بلکہ خاندان تومر ہی خاندان کشواہیہ کی شاخ ہے۔ خاندان کشواہیہ نہایت قدیم ہے۔ کشواہیہ ہی کو شمالی مغربی علاقہ میں کشان کہا گیا ہے خاندانِ

تومر کا بانی راجہ تورمن یا جاولا تورمن تھا۔

مسٹر کننگھم، مسٹر بھنڈارکر، مسٹر وی۔ اے اسمتھ اور مسٹر رپسن وغیرہ اس بات کو اپنی تواریخ میں کتبوں کی اسناد پر تسلیم کرتے ہیں کہ خاندانِ تومر کشواہیہ اور پرتہار گوجر ہیں اسی طرح تاریخ جنت السندھ نے صفحات ۵۶، ۵۵ پر تنور (تومر) کو گوجر قوم کا لکھا ہے۔

راجہ گوپال کشواہیہ
۱۸۵ء تا ۲۴۵ء

راجہ گوپال کشواہیہ دوسری صدی عیسوی کے آخر میں وندھیاچل کے علاقہ میں حکومت کرتا تھا اور شمال میں اس کی حدود صرف بندیل کھنڈ تک تھی۔ اس طرح یہ ایک معمولی راجہ تھا۔ اس راجہ کا انتقال ۲۴۵ء کے قریب ہوا۔

راجہ تورمن
۲۴۵ء تا ۲۷۵ء

راجہ تورمن دراصل راجہ گوپال کشواہیہ کا سپہ سالار تھا اور خاندانِ کشواہیہ سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ اس نے سابقہ راجہ کے حکم کے مطابق ۲۴۳ء میں بحیثیت سپہ سالار ایرن (وسطِ ہند میں ایک مقام) پر حملہ کیا اور بھوپال سے ایرن تک کا تمام علاقہ زیرنگیں کرلیا۔ راجہ گوپال کے انتقال ۲۴۵ء پر راجہ تورمن نے آزادانہ حیثیت اختیار کرلی اور ایک وسیع علاقہ کا راجہ بن بیٹھا اس کا انتقال ۲۷۵ء ہوا۔ تورمن کا ایک کتبہ ایران سے ملا ہے۔

راجہ سورسین
۲۷۵ء تا ۳۲۵ء

راجہ تورمن کے دو بیٹے تاریخ میں مشہور ہیں ایک کا نام سورسین تھا جو مندرجہ

بالا علاقوں کا فرمانروا تھا۔ اس نے گوالیار فتح کر کے مشہور قلعہ گوالیار ۲۸۵ھ میں تعمیر کرایا۔

گپتوں کے بعد یہ پھر آزاد ہوئے اور آخری زمانہ میں یعنی ۸۴۰ھ تا ۹۳۳ھ یہ خاندان قنوج کے پرتہار گوجروں کے ماتحت رہا گوالیار میں راجہ سورسین کی اولاد کشواہیہ ہی کہلائی یقایا تورمن کے نام پر تومر کہلائے

اسی خاندان کی ایک شاخ نے دسویں صدی کے آخر میں گوالیار چھوڑ کر اپنے سردار امبر رائے کے نام پر ریاست امبر اور شہر امبر کی داغ بیل ڈالی

(ب) دوسری شاخ (دہلی)

راجہ جاوُلا

۲۷۵ھ تا ۳۳۰ھ

راجہ جاوُلا جیسے کتبوں کی اسناد پر جاوُلا تورمن تحریر کیا گیا ہے تورمن کا بیٹا تھا باپ و بیٹے کے نام ہی کتبوں میں یکجا آئے ہیں۔ یا جاولا کے ساتھ تورمن بطور گوت استعمال ہوا ہے جیسا کہ آئندہ جاوُلا کی اولاد بجائے کشواہیہ تورمن کہلائی اور پھر اسی لفظ کا تلفظ تومر ہوا اور مرور ایام سے آج اسی کا تلفظ دیہاتوں میں تنور (تنوں ور) ہے اور جب یہ لوگ انگریزی تعلیم سے مزین ہوئے تو انہوں نے دیہاتی لفظ تنو کو انگریزی میں (TOOR) اور اردو میں۔ اسی کو "طور" بنالیا ہے۔

راجہ جاوُلا تورمن نے بھوپال سے چل کر شمالی علاقوں یعنی بندیل کھنڈ اور کڑا.. (موجودہ علاقہ الہ آباد) کو اپنے تصرف میں کر کے کڑا کو ہی اپنا دارالخلافہ قرار دیا اس کی اولاد آئندہ شمال میں کرنال تک بڑھی اور اس کا گوت تورمن یا تومر ہوا۔

گپت عہد میں یہ خاندان ۳۲۰ھ تا ۵۱۵ھ ماتحت راجگان کی حیثیت سے

زندہ و سلامت رہا۔ سوائے شجروں کے تاریخ میں ان کو کوئی شہرت نہیں ہے۔ گپت عہد کے بعد یہ مہاراجہ ہرش کے ماتحت رہے اور پھر قنوج کے پرتہار گوجر شہنشاہوں کے دور میں انہیں سپہ سالاری عطا ہوئی۔ قنوج کے عروج کے زمانہ میں اس خاندان کے مندرجہ ذیل راجاؤں کا نام ملتا ہے۔

(۱) سہیپال تومر (۲) مانکی رائے تومر (۳) جنک رائے تومر

راجہ دہلو آدتیہ تومر

(بانیٔ دہلی)

راجہ دہلو آدتیہ کا نام تاریخ میں اس وجہ سے شہرت پذیر ہوا کہ یہ وہی پہلا شخص ہے جس نے قدیم "اندرپرستھ" کا نام تبدیل کر کے اپنے نام پر "دہلی" رکھا۔

راجہ دہلو آدتیہ ایک معمولی راجہ تھا جس کے ماتحت تمام میوات، ہانسی حصار کے ریگستانی علاقے تھے۔ قدیم "اندرپرستھ" قریب قریب ختم ہو چکا تھا سوائے تیرتھ یاترا کے اس کی اور کوئی شہرت نہ تھی۔ دہلی آباد ہونے سے پہلے ہندوستان میں شہر قنوج مرکزی شہر تھا۔ قنوج سے پہلے پاٹلی پتر (پٹنہ) اور پشاور دو مرکزی شہر تھے۔

الغرض قنوج کی گوجر شہنشاہیت روبہ تنزل ہو رہی تھی اور جمنا کے کنارے شہر دہلی آباد ہو رہا تھا۔ دہلی کو عروج دینے والے اور اس کی شہرت کو چار چاند لگانے والے چوہان تھے۔ مابعد زمانہ میں بیرونی حملہ آوروں نے بھی دہلی کو ہی دارالخلافہ بنایا اور اب بھی ہندوستان کا دارالخلافہ دہلی ہی ہے۔

دہلی کا نام تاریخ میں ۹۲۵ء میں سب سے پہلی بار آتا ہے اور یہی سن شہر دہلی کے آباد ہونے کی تاریخ سمجھنی چاہیئے۔

راجہ سالباہن تومر

راجہ سالباہن نے جمنا کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ شمال و جنوب کی طرف

اپنی حکومت کو وسعت دی۔ موجودہ سالباہن پور جسے بھان پور بھی کہتے ہیں اسی راجہ کی یادگار ہے۔

راجہ آہست گراہ تومر

راجہ آہست گراہ تومر اور شاکمبھری کا راجہ ویگراہ چوہان ہمعصر تھے۔ جب ویگراہ راج چوہان نے نگرکوٹ تک کا علاقہ فتح کرلیا تو اسی زمانہ میں راجہ آہست گراہ نے دِلّی کے جنوب بندیل کھنڈ کی حدود تک کا علاقہ اپنی سلطنت میں ملایا اور اپنے نام پر شہر آہستگراہ نگر کی بنیاد ڈالی یہی شہر اگراہ کہلایا اور اسی کو اب بزبان اردو آگرہ تحریر کیا جاتا ہے۔

راجہ ادھرن سمھ تومر

راجہ ادھرن سمھ تومر اس خاندان کا ایک غیر معروف راجہ تھا جس نے کوئی کارنامہ اپنے نام پر نہیں کیا بلکہ اطمینان سے دِلّی کے نواح میں حکومت کرکے انتقال کرگیا۔

راجہ روہیک تومر

راجہ روہیک تومر نے شمال میں سرسوتی (تھانیسر) تک کا علاقہ فتح کیا۔ اس پر اجمیر کے چوہانوں نے حملہ کیا اور یہ راجہ نیم خودمختار رہ گیا۔ اور گویا اجمیر کے چوہانوں کا ایجنٹ بن گیا۔

راجہ سپدھندل تومر

راجہ سپدھندل تومر ایک معمولی راجہ تھا جس نے اپنے زمانہ میں کوئی کام سرانجام نہیں دیا اور ہمیشہ چوہانوں کے ماتحت رہا۔ یہ راجہ چوہانوں کی طرف سے اپنی زندگی تک دِلّی کا صوبیدار سمجھا جاتا رہا۔

راجہ روہت پال تومر

راجہ روہت پال تومر نے دِلّی چھوڑ کر اپنے نام پر شہر "روہت گڑھ" گیارھویں صدی عیسوی میں آباد کیا جسے بیرونی حملہ آور مسلمانوں نے "روہت گر" تلفظ کیا اور یہی آج... "روہتگ" یا "رہتک" کہلاتا ہے۔

راجہ مدن پال تومر

راجہ مدن پال تومر نے قلعہ سہار بنایا جسے آج کل حصار کہتے ہیں اس کے علاوہ اس راجہ نے اور کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا۔

راجہ اننگ پال تومر

راجہ اننگ پال تومر اجمیر کے چوہانوں کے زیرِ اثر خود مختار راجہ تھا۔ اس کی لڑکی اجمیر کے راجہ سومیشور چوہان سے بیاہی تھی۔ راجہ سومیشور چوہان کی ایک اور رانی تھی جس کا بیٹا پرتھوی راج چوہان تھا۔ یعنی پرتھوی راج چوہان راجہ اننگ پال کا سوتیلا نواسہ تھا مگر اننگ پال تومر پرتھوی راج چوہان کی محبت اپنے حقیقی نواسے کی طرح کرتا تھا۔

پرتھوی راج چوہان نہایت بہادر تھا اس کی بہادری سے خوش ہو کر راجہ اننگ پال تومر نے اپنی زندگی ہی میں دِلّی کی حکومت پرتھوی راج چوہان کو سونپ دی تھی۔ جب تک... اننگ پال تومر زندہ رہا دِلّی کو اجمیر سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد پرتھوی راج چوہان نے دِلّی اپنے بھائی کھانڈے راؤ کے سپرد کی اور تومر سرداروں کو جاگیریں اور عہدے دیئے اور بہادر تومروں نے پرتھوی راج کا ہر لڑائی میں ساتھ دیا۔

جب پرتھوی راج کی لڑائیاں مہوبہ کے چندیلہ گوجروں اور قنوج کے گرھوال گوجروں سے چلیں تو وہ خود بھی دِلّی آ گیا اور اس نے دِلّی کو بے حد عروج بخشا۔ دریائے جمنا کے کنارے قلعہ بنایا گیا جو آج تک "رائے پتھورا" کا قلعہ کہلاتا ہے۔ اور ایک بلند لاٹ تعمیر کرائی جس میں چکردار سیڑھیاں تھیں۔ ان سیڑھیوں پر چڑھ کر شاہی گوجر خواتین صبح و شام دریائے جمنا کا درشن مذہبی نقطۂ نظر سے کیا کرتی تھیں۔

مابعد زمانہ میں قطب الدین ایبک نے اس لاٹ کی اوپر کی منزل گرادی اور انہیں پتھروں
سے دوبارہ اس لاٹ کی تعمیر کرائی گئی اور اس کا نام قطب مینار رکھا گیا اس کا انکشاف
انگریزی حکومت کے دور میں اس وقت ہوا جبکہ اس مینار کے اوپر کا حصہ منہدم ہوا اور
اسی کے پتھروں پر سنسکرت زبان میں کچھ اشلوک (دعائیں) لکھی ہوئی پائے گئے
مینار متذکرہ صدر کے نیچے کی منزل اور اس کا شمال کی طرف کا دروازہ قدیمی لاٹ کا..
بغیر ترمیم شدہ یعنی جوں کا توں حصہ ہے۔

نوٹ جب تومر شاہی خاندان پر بیرونی حملہ آوروں نے تباہی نازل کی تو یہ
تومر شہر و قصبات چھوڑ کر حصار وغیرہ کے ریگستان میں آباد ہوئے
حصار میں ان کے تقریباً چار سو بارہ گاؤں تھے۔ ریگستانوں اور بیابانوں میں رہتے
ہوئے تعلیم و تاریخ کا دامن ان شاہی گوجروں کے ہاتھ سے چھوٹ گیا انہوں نے
کبھی آج تک اپنے خاندان کے کتبہ جات پڑھنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ لوگ انہیں..
جنگل میں رہنے کی وجہ سے "جاٹو" کہنے لگے۔ جب جاٹو سلطنت مغلیہ کے زوال پر
مسلمان ہوئے اور انگریزوں کا اقتدار دہلی پر ہوا تو ضلع رہتک اور حصار کے تمام جاٹوں
کو انگریزوں نے رنگھڑ (راکو) تحریر کیا۔
آج کل ان میں کا ملازمت پیشہ طبقہ پاکستان میں اپنے کو راجپوت کہتا ہے مگر جو لوگ
ان کے رشتہ دار دیہات میں آباد ہیں وہ اپنے کو جاٹو کہتے ہیں اور گوت تومر بتاتے ہیں۔
ضلع رہتک کلانور کے بہادر بارہ گاؤں انگریزی ابتدائی زمانہ کی تاریخوں میں رنگھڑ
کہلائے اور آجکل راجپوت کہلاتے ہیں۔ گلیار کے قدیمی تومر اپنے کو آج تک صرف گوجر
کہتے چلے آرہے ہیں۔ اور شمالی پنجاب میں تومر اپنے کو صرف گوجر کہتے ہیں اور جیساکہ
اس عنوان کے شروع میں تحریر ہوا تاریخی تومر گوجر تھے۔

تومر خاندان کے کتبے

۱:۔ مقام پہوا (PEHOVA) ضلع کرنال کا کتبہ ہے جو قنوج کے گوجر شہنشاہ
راجہ مہندر پال (۸۸۵ء تا ۹۱۰ء) کے زمانہ کا ہے۔

۲:- دوسرا کتبہ - ہرش راج چوہان کے زمانہ ۹۷۳ء کا ہے۔

۳:- تیسرا کتبہ - شاکمبھری کے راجہ چند دیاگراہ چوہان کے زمانہ کا ہے۔

اِن تینوں کتبوں میں خاندانِ تومر کا تذکرہ ہے۔

اور ملاحظہ ہو آرکیولوجیکل سروے رپورٹ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۳۲

مندرجہ بالا کتبوں سے سر اے کننگھم اور اے - این روڈولف ہارنل - ز وغیرہ نے ان کو گوجر تسلیم کیا ہے۔

مسٹر وی - اے - اسمتھ اور مسٹر رپسن اور مسٹر بھنڈارکر نے بھی ان کو گوجر ہی مانا ہے مگر اے - کننگھم نے جو قنوج کے راجاؤں کو تومر کہا ہے وہ سراسر غلط ہے - قنوج کے گوجر شہنشاہ پرتہار گوت کے تھے ان کے کتبوں کی اصلی عبارت حصہ پنجم میں تحریر کی جا چکی ہے جسمیں انہوں نے صاف طور سے اپنے کو گرجر پرتہار لکھا ہے۔

---

(۵) خاندانِ چوہان
اجمیر و شاکمبھری

ہم نے پیچھے مہاراجہ مانک رائے چوہان ۶۸۷ء تا ۷۳۵ء تک اجمیر کے چوہان راجگان کا تذکرہ کیا تھا یعنی ۵۰۰ء تا ۷۳۵ء یعنی پورے اڑھائی سو سال اجمیر کے چوہان مالوہ، قنوج اور تھانیسر کے برہمن خاندانوں سے ٹکر لیتے رہے - آٹھویں صدی میں جب گوجروں کا اقتدار بڑھا تو بھنمال کے گوجر تمام ملک میں شہنشاہیت کا درجہ حاصل کر گئے اور انھوں نے قنوج کو اپنا دارالخلافہ بنایا - قنوج یا بھنمال کے یہ گوجر خاندانِ پرتہار سے تعلق رکھتے تھے ان کا مفصّل بیان اگلے باب میں مذکور ہوگا - اجمیر کے مندرجہ ذیل چوہان راجگان...

در اصل قنوج کے پرتہاروں کے رشتہ دار تھے اور گوجر شہنشاہیت کے قیام اور .... استقامت کے دوران ان کی حیثیت وفادار سپہ سالاروں کی تھی اور اجمیر ان کی ریاست تھی۔ اجمیر کی ایک شاخ شمالی علاقوں میں جہلم سے گنگا تک تھی اور اس کا دارالخلافہ تھا۔ دونوں شاخوں کا شجرہ حسب ذیل ہے ان دونوں شاخوں کا سورث اعلےٰ!... مہاراجہ مانک رائے چوہان تھا جس نے عرب حملہ آوروں کو شکست دی تھی۔

تفصیل راجگان اجمیر و تھانیسر

مہاراجہ مانک رائے

راجگان اجمیر

- لچھمن رائے
- لوہٹ پال
- دگراہ پال
- مہندر دیو
- شری انہولہ
- شری پال
- جیت راج

نوٹ:۔ وجے راج کامیری کا راجہ تھا
اجے راج رہتاس کا قلعدار تھا

راجگان تھانیسر

- ننگ رائے
- ککندر رائے
- امر رائے
- گھاگھا رائے عرف راجہ گھاگ
- کیشو رائے
  - مہاراجہ ہرزہ راج یا ہرش راج
  - وجے راج پنجاب کے چوہانوں کا جدّ امجد
  - ابے راج سرحد کے چوہانوں کا سورثِ اعلیٰ

اجمیر کے راجہ جیت راج کے انتقال پر شاکمبری کا راجہ ہرزہ راج یا ہرش راج اجمیر کے تخت پر بیٹھا اور اس طرح اجمیر اور شاکمبری کے علاقے یکجا ہوگئے۔

مابعد زمانہ میں ابے راج چوہان کی اولاد سرحدی علاقوں میں آباد ہوگئی اور وبے راج کی اولاد پنجاب کے اضلاع میں سکونت پذیر ہوئی جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہے۔ ابے راج چوہان اور وجے راج چوہان راجہ گھاگھا رائے عرف راجہ گھگ کے پوتے تھے

شاکمبھری کے چوہان

شاکمبھری کی شاخ کا بانی واسو دیو تھا جس نے ۵۵۱ء میں سکاوتی نگر سے آنے کے بعد اول مرتبہ چوہانوں کا نام اس علاقہ میں روشن کیا۔ شاکمبھری کی شاخ میں مشہور ترین راجگان مندرجہ ذیل ہوئے

واسو دیو۔ ویاگراہ راج اول۔ کھیم راج۔ گووک راج اول۔ چندر راج۔ بھیم راج اول۔ ویاگراہ راج دوم :۔ یہ مہر بھوج اعظم کا ہمعصر تھا اس کے بعد راجہ سہنا راج چوہان ایک زبردست راجہ تھا اس کے بعد گووک راج دوم کی شان و شوکت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ قنوج کے شہنشاہ کا دست راست تھا

اس کے بعد واکپتی راج دوم :۔ دُرلبھ راج پرتھوی راج اوّل اور اجے راج ہوئے اجے راج کے زمانہ میں اجمیر میں ویسل دیو چوہان کی اولاد کا ایک راجہ ویاگراہ راج سوم حکومت کرتا تھا جس کے انتقال پر اجے راج نے اجمیر اور شاکمبھری کا سانبھر کو ملا کر ایک ہی چوہان حکومت کر دی اور اپنا پایۂ تخت اجمیر کو قرار دیا۔

اجمیر کے تخت پر اجے راج کی اولاد میں آنا راج۔ جگدیو راج۔ ویاگراہ راج چہارم المعروف بہ ویسل دیو۔ اپر گنگے راج۔ پرتھوی بھٹ یا پرتھوی راج دوم۔

سومیشور راج اور پرتھوی راج سوم المعروف بہ رائے پتھورا کے بعد دیگرے ہوئے جن کا مفصل تذکرہ اسی تاریخ میں مناسب جگہ پر آئے گا۔

(۶)

خاندان گہلوٹ

سنہ ۶۰۰ء تا سنہ ۸۰۰ء کے درمیانی دور کے خاندان گہلوٹ کے مفصّل حالات باب ہشتم میں مذکور ہو چکے ہیں۔ خاندان گہلوٹ کے راجگان اس دور میں میواڑ میں آزاد و خود مختار تھے

(۷)

خاندان موری

یہ خاندان راجہ مورد ھج کی اولاد ہے جس نے خدا کی راہ میں اپنے بیٹے کی قربانی دی۔

موری خاندان کا تذکرہ تواریخ میں متعدد جگہ آتا ہے۔ اس خاندان کے مسلسل حالات کوشش کرنے کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے جو تاریخ کے صفحات کی رونق میں اضافہ کا سبب بنتے اور اس خاندان کے کماحقہٗ حالات سے آگاہی ہوتی جس کا ہمیں ازحد افسوس ہے تاہم چند منتشر اوراق کو یکجا کرنے سے ناظرین و ناظرات کو اس خاندان کی عظمت کا اندازہ ہو جائے گا

(الف) ......کونکن کا راجہ

کیرتی ورمن چلوکیہ (واتاپی کا راجہ) نے کونکن پر سنہ ۵۶۸ء میں حملہ کیا تو وہاں کا راجہ اسی خاندان سے تعلّق رکھتا تھا۔

ملاحظہ ہو تاریخ "دی گلوری دیٹ واز گرجردیش از کے۔ ایم منشی صاحب۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کونکن (ساحل مالابار) پر اس خاندان کی حکمرانی عرصہ تک رہی

(ب) ......کشیتر پال موری

سنہ ۶۵۰ء تا سنہ ۷۳۹ء

میواڑ کی تاریخوں میں تحریر ہے اور دوسرے مورخین کی تواریخ سے بھی اس کی ... تصدیق ہو جاتی ہے کہ میترک یا ولبھی خاندان کے راجہ باپا (مورث گہلوٹ خاندان)

کا ماموں کشیتر پال موری خاندان سے تھا اور اس کا دارالخلافہ چتوڑ تھا۔ کشیتر پال لاولد تھا اس لئے چتوڑ کی حکومت باپا راول کو ملی اور آئندہ چتوڑ باپا راول کی اولاد کے تحت ۱۵۶۸ء تک رہا۔

مندرجہ بالا عنوان تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ کشیتر پال چتوڑ میں موری خاندان کا آخری راجہ تھا اور اس سے پیشتر ان کی حکومت صدیوں سے میواڑ پر تھی

(س)........گجرات

گجرات (کاٹھیاواڑ) کی تاریخوں میں بھی اس خاندان کے سرداروں کا پتہ چلتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گجرات بھی اس خاندان کے زیر نگیں رہ چکا ہے۔

(ر)........راجہ ارجن موری

گجرات کے سولنکی راجہ کمار پال (۱۱۴۳ء تا ۱۱۷۴ء) نے جب کونکن پر حملہ کیا تو وہاں کا راجہ ارجن موری خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

نوٹ اس خاندان کو موریہ خاندان (۳۲۲ قم تا ۱۸۵ قم) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کو موریہ لکھنا غلط ہے۔ اس کا صحیح تلفظ "موری" ہے

اس خاندان کے لوگ "مورے گوجر" یا "موری گوجر" کہلاتے ہیں۔

موری۔ گوجروں کا گوت ہے۔

ملاحظہ ہو تاریخ "شاہانِ گوجر" صفحہ نمبر ۱۳۲۔ از مولانا محمد ابوالبرکات صاحب مرحوم

اس خاندان کے گوجر تمام ملک میں منتشر طور سے آباد ہیں لو ساری کے کتبہ سے ۷۳۹ء میں اس خاندان کی سندھ (لار) کے علاقہ پر حکومت کے آثار ملتے ہیں

۸

خاندان کلچوری یا کالچوک یا کورچرا راجگانِ

مہیش متی، نندود، ڈاہل اور چیدی

خاندانِ کلچوری قدیم خاندان ھیہیہ کی شاخ ہے جو مہابھارت کے راجہ ارجن پانڈو کی اولاد ہونے کی وجہ سے سورج ونشی کہلاتے ہیں۔ اسی خاندان کی ایک شاخ "ڈاہل" کہلاتی ہے۔ جو راجہ کرن ڈاہل کی اولاد ہیں۔ راجہ کرن ڈاہل بذاتِ خود کلچوری تھا آئندہ اس کی اولاد کا گوت "ڈاہل" ہوا۔ راجہ کرن کا دارالخلافہ جابالی پور (موجودہ جبل پور) تھا۔ اس خاندان کا تاریخ میں خاص مقام رہا ہے اور یہ کھشتریوں کے چھتیس شاہی قبیلوں میں شمار ہوتے ہیں۔ تواریخ میں خاندان کلچوری کے حالات گپت عہد (سنہ ۳۲۰ء) سے بہت پہلے ملتے ہیں اور اس وقت ان کا دارالخلافہ شہر "مہیش متی" تھا جہاں ان کی اکیسویں مشہور پشت کے راجہ کو چندر گپت دوم نے ماتحت بنایا معلوم ہوتا ہے گپتوں کی عملداری میں انہوں نے مہیش متی چھوڑ دیا کیوں کہ گپتوں کے زوال پر ان کا عروج شہر "نندود" سے ہوا۔

راجہ کرشن راج

سنہ ۵۵۰ء تا سنہ ۶۰۰ء

راجہ کرشن راج کلچوری ایک نہایت بہادر جرنیل تھا اس نے سنہ ۵۵۰ء میں گپتوں کے سپہ سالار سنگرام کو وندھیاچل پہاڑ کے جنوب کے تمام علاقہ سے نکال دیا اور اپنی سلطنت کو دریائے سون کے بالائی حصوں تک وسعت دی۔ اس راجہ نے اپنا دارالخلافہ شہر "نندود" میں بنایا اس راجہ کا انتقال سنہ ۶۰۰ء کے قریب ہوا۔

راجہ نری ہلک

سنہ ۶۰۴ء تا سنہ ۶۶۴ء

راجہ نری ہلک کا زمانہ قنوج کے راجہ ہرش برہمن کا زمانہ تھا۔ راجہ ہرش کو تمام زندگی مغربی حصہ کے گوجروں سے فرصت نہ ملی لہذا راجہ نری ہلک نے بڑے اطمینان سے مشرق میں مگدھ (موجودہ اڑیسہ) تک اور مغرب میں "دبھوئی" تک اپنے علاقہ کو۔۔ فتوحات حاصل کر کے وسعت دی۔

— ¤ —

راجہ نرسمہ یا نرسنگھ

سنہ ۶۶۴ء تا سنہ ۷۰۵ء

راجہ نرسمہ نے اپنی زندگی مگدھ (موجودہ اڑیسہ) میں گزاری۔ یہ راجہ بڑا عابد و زاہد تھا اس نے جگناتھ پوری کے قدیم مندر کی مرمت کرائی۔ قدیم مندر کے پاس نئی عبادت گاہیں، اشنان گھاٹ (نہانے کی جگہ) بنوائے۔ پختہ تالاب تعمیر کرائے جو آج تک اس راجہ کے نام لیوا ہیں اور اس کے ذوق کا پتہ دیتے ہیں۔

آخر اپنا نام تاریخ میں روشن کر کے اس راجہ کا انتقال سنہ ۷۰۵ء میں ہوا۔ اس نے اکتالیس سال کامیاب حکومت کی۔

راجہ جیراج اور راجہ جیدیو

راجہ نرسمہ کے انتقال پر اس خاندان کو زوال آنا شروع ہوا۔ آٹھویں صدی کے دوران دو راجگان راجہ جے راج اور راجہ جے دیو کے نام ملتے ہیں جنہوں نے یکے بعد دیگرے حکمرانی کی۔ اس کے بعد شہر نندو میں اس خاندان کے کسی راجہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔

راجہ گوتم بودھی دیو

راجہ گوتم بودھی دیو جو خاندان کلچوری سے تعلق رکھتا تھا۔ قنوج کے گوجر شہنشاہوں کا

نویں صدی عیسوی میں سپہ سالار تھا۔ اور اس وقت خاندان کلچوری کا مرکز شہر تریپورہ (موجودہ جبل پور کے علاقہ میں تھا) ضلع گورکھپور کے مقام کہولہ (KAHLA) سے جو کتبہ برآمد ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ شہنشاہ مہر بھوج اعظم والیٔ قنوج کے زمانہ (۸۴۶ء تا ۸۹۰ء) میں گوپم بودھی دیو نے گوجر شہنشاہ کی طرف سے ضلع گورکھپور اور شمال میں علاقہ نیپال کی ترائی کو فتح کیا تھا۔

راجگان چیدی
مہاراجہ گوکل کلچوری

مہاراجہ گوکل کلچوری تاریخ میں چیدی کا راجہ کہلاتا ہے۔ کلچوری خاندان کا یہ راجہ سب سے زیادہ مشہور و طاقتور تھا۔

۸۹۰ء تک یہ قنوج کے پرتہار گوجروں کا وفادار سپہ سالار رہا اور اس کی ریاست چیدی تھی۔ مہر بھوج اعظم کے انتقال پر قنوج کی شہنشاہت کو زوال آنا شروع ہو گیا مہاراجہ گوکل کثیر الاولاد تھا اس کی متعدد رانیوں سے اٹھارہ لڑکے اور متعدد لڑکیاں تھیں۔ آریہ ورت کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جو مہاراجہ گوکل کا رشتہ دار نہ ہو اس کی ایک لڑکی کرناٹک کے راجہ کرشن دوم سے بیاہی تھی۔ راشٹر کوٹے اندر سوم کے گھر میں اسکی پوتی تھی۔ بنگال کا راجہ وگراہ پال بھی اس کا داماد تھا۔ اور قنوج کے شہنشاہ مہر بھوج اعظم کا بیٹا مہندر پال بھی اس راجہ کا داماد تھا جس کے گھر میں گوکل کی لڑکی دیہناگا دیوی تھی۔ جب مہندر پال کا انتقال ہوا تو گوکل کے نواسے مہر بھوج دوم اور اس کے سوتیلے بھائی مہی پال میں قنوج کی تخت نشینی پر جھگڑا ہوا۔

مہی پال اجمیر کے چوہانوں کا نواسہ تھا اور چتوڑ کے گہلوٹ کا داماد تھا اور اس کی بہن پرہار خاندان میں بیاہی تھی۔ بھاٹی خاندان بھی اس کا رشتہ دار تھا۔

راجہ گوکل نے اپنے نواسہ مہر بھوج دوم کی حمایت کی اور اسے بزور شمشیر قنوج

کے تخت پر بٹھایا۔

مہا راجہ کوکل گوجروں میں نفاق کا بانی ہوا۔ اس نے دکن اور اتر (شمال) کا نعرہ لگایا۔ دکن کے تمام گوجر اس نے یکجا اور متحد کر لئے۔ جس میں چندیلے، راشٹر کوٹے چلوکیہ اور کلچوری وغیرہ تھے۔

ان سب نے شمال کے گوجر خاندان گہلوٹ۔ پرمار۔ چوہان اور بھاٹیوں وغیرہ کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ شمال کے گوجروں اور دکن کے گوجروں میں متواتر تین سال (سنہ ۹۱۰ء تا سنہ ۹۱۳ء) لڑائیاں ہوئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قنوج کے تخت پر شمال کے گوجروں نے مہی پال کو بٹھایا اور اس کے بھائی راجہ کوکل کے نواسہ مہر بھوج دوم کو تخت سے اتار دیا۔

اس باہمی نفاق نے گوجروں کو کیا نقصان عظیم پہنچایا اس کا تذکرہ گوجر شہنشاہیت کے ضمن میں ابھی اگلے باب میں مذکور ہوگا۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ دکن میں راشٹر کوٹے شمال کے گوجروں سے سب سے زیادہ طاقتور حریف تھے۔ افغانستان کی طرف سے غزنویوں کے حملے شروع ہوئے اس وقت تک یہ لڑائیاں اور خانہ جنگیاں جاری تھیں۔ مفصل تذکرہ آگے آئے گا۔

راجہ لکشمن راج کلچوری

جیسا کہ مذکور ہوا چیدی کے راجہ ڈاہل کے کلچوری ہی تھے۔ چیدی کا مشہور راجہ لکشمن راج قنوج کے گوجر راجہ وجیا پال (سنہ ۹۶۰ء تا سنہ ۹۹۰ء) کا ہمعصر تھا اس کے ایک کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے دادا نے قنوج کے گوجر پرتہار وجیا پال کو شکست دی۔

راجہ گنگ دیو کلچوری

سنہ ۱۰۱۹ء تا سنہ ۱۰۴۱ء

راجہ گنگ دیو کلچوری نے دکن سے خروج کیا اور قنوج کو فتح کر کے تمام شمالی

ہندوستان کو روند ڈالا۔ اس نے ترہت سے لے کر کانگڑہ تک فتوحات حاصل کیں لیکن دھارا نگری کے بھوج پرمار نے اسے شکست دیکر دکن میں واپس بھگا دیا۔ گنگ دیو کی اولاد کا گوت گنگو ہے اور یہ گنگو گوجر کہلاتے ہیں۔

راجہ کرن کلچوری

۱۰۴۱ء تا ۱۰۷۳ء

اس راجہ نے اپنے نام پر بنارس میں "کرن میرو" مندر بنوایا۔ اس نے چندیل راجہ وجے پال کو شکست دی۔ جب یہ شمال کی طرف بڑھ رہا تھا تو گجرات کے سولنکی گوجروں نے اس سے دکن کا بیشتر حصہ چھین لیا۔

راجہ گے کرن کلچوری

۱۰۷۳ء تا ۱۱۲۰ء

راجہ گے کرن کلچوری سے کالنجر کے چندیلوں نے بہت سا علاقہ چھین لیا اور یہ معمولی راجہ رہ گیا آخر سینتالیس ۴۷ سال حکومت کر کے اس کا انتقال ۱۱۲۰ء میں ہوا۔

راجہ لکشمی کرن کلچوری

راجہ لکشمی کرن کلچوری اپنے آباؤ اجداد کی طرح شمال کے گوجروں کا حریف تھا اس نے گجرات کے سولنکی گوجروں کو ساتھ لے کر مالوہ کے پنوار گوجروں کو ۱۱۴۳ء میں شکست دی۔

راجہ لیش کرن کلچوری

راجہ لیش کرن اس خاندان کا آخری مشہور راجہ ہے۔ اس کے زمانہ میں شمالی ہندوستان پر غوری غلاموں کا قبضہ ہوگیا اور اس طرح دکن کے گوجروں کی آتش حسد بجھ گئی اور انہیں چین آگیا۔

مگر تھوڑے ہی سال بعد علاء الدین خلجی نے دکن کو بھی مغلوب و مفتوح کر کے خانہ جنگی کا مزہ چکھا دیا۔ اور اس وقت انہیں ہوش آیا مگر نتیجہ بیکار اس لئے کہ پانی سر سے کافی اونچا ہو گیا تھا۔ راجہ لیش کرن کے بعد کلچوری خاندان کا نام تاریخ سے محو ہو گیا اور یہ صرف مقامی سردار ہو کر رہ گئے۔ آج کل اس خاندان کے لوگ زیادہ تر خاندیش، نماڑ، وسط ہند کے علاقوں میں معمولی کاشتکار اور زمیندار ہیں۔

ماخوذ از

۱:- گرجر اتہاس صفحہ نمبر ۲۰۹ تا ۲۱۱ از جناب تلیندر کمار پنوار صاحب
۲:- انڈین انٹی کویری حصہ ہفتم صفحہ ۱۶۱
۳:- ایپی گرافیکا انڈکا حصہ ششم صفحہ ۲۹۴ و نیز حصہ ۲ صفحہ ۴ و ۶ و ۲۱
۴:- جرنل آف بہار اینڈ اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی حصہ ۱۹ صفحہ ۴۰۵ تا ۴۴۶
۵:- جرنل آف دی ڈیپارٹمنٹ آف لیٹرس یونیورسٹی آف کلکتہ
۶:- تاریخ "آدی بھارت" صفحہ نمبر ۵۲۹
۷:- تاریخ "پراچین بھارت کا اتہاس صفحہ ۳۴۲ و ۳۴۳ از جناب اپادھیاجی صاحب
۸:- ڈائناسٹک ہسٹری آف ناردرن انڈیا حصہ ۲ صفحہ نمبر ۷۷۴
۹:- ہسٹری آف پرمار ڈائناسٹی صفحہ نمبر ۹۰ تا صفحہ نمبر ۹۱
۱۰:- گلوری ویٹ واز گرجر دیش از جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب۔

(۹)

خاندان راٹھی

یعنی

راشٹر کوٹ!

راجگانِ لاٹ

خاندان راٹھی ایک نہایت قدیمی گوت ہے جس کا تذکرہ تیسری صدی قبل مسیح میں... تواریخ میں آتا ہے۔ جب کہ مہاراجہ اشوک نے دکن کیطرف فتوحات حاصل کرنے کے لیئے پیش قدمی کی تو سب سے اول وندھیاچل پہاڑ کے جنوب میں "راٹھک" خاندان کی حکومت تھی۔ لفظ راٹھک میں حرف "ک" نسبتی ہے جیسے وید سے ویدک وغیرہ۔ راٹھک خاندان سے مراد وہ خاندان جو راٹھی گوت سے تعلق رکھتا ہے۔

مہاراجہ اشوک کے زمانہ میں راٹھیوں کی حکومت موریہ خاندان کی باجگزار ہوئی چند پشتوں کے بعد اس خاندان کی شہرت تاریخ سے محو ہو جاتی ہے۔ پھر صدیوں تک یہ دریائے نربدا کے جنوبی علاقہ میں معمولی سردار رہے لیکن ایک واقعہ کی بنا پر انہیں کھشتریوں سے خارج کر دیا گیا تفصیل حسب ذیل ہے۔

اس خاندان کے ایک راجہ اندر اوّل نے گجرات کے علاقہ بھاؤ نگر کے شہر کھیٹک (موجودہ کھیڑا) پر حملہ کیا تو یہ وہاں سے ایک لڑکی اٹھا لایا اور اس سے اس نے شادی کر لی۔ اس طرح شادی کرنا کھشتریوں میں معیوب سمجھا جاتا تھا جب کہ لڑکی کی بھی رضامندی نہ ہو۔

کھشتری جنگ میں عورتوں پر ہاتھ اٹھانا گناہ عظیم سمجھتے تھے اس لئے اس خاندان کی اس شاخ کو "راشٹر کوٹ" نام دے کر اسے گوجر کھشتریوں نے اپنے سے الگ کر دیا۔ کتابوں میں انہیں راکشش (کافر) نام دے دیا گیا۔ بقایا گوجروں اور راشٹر کوٹوں میں دشمنی اس انتہا کو پہنچی کہ جب عربوں نے سندھ اور گجرات پر حملہ کیا تو راشٹر کوٹ عربوں کے حلیف اور معاون بنے۔ پوری تین صدیوں تک راشٹر کوٹوں اور بقایا

گوجروں کی خانہ جنگی رہی جیسا کہ اس تاریخ میں بار بار مذکور ہوگا۔ مگر جب کہ ہم آج ان بیرونی قوم سے بھی متنفر نہیں ہیں جو خالصتہً لونڈی باندیوں کی اولاد ہیں اور نہ اب گزشتہ اقتدار کا زمانہ ہے تو دریں صورت گوجر مورخوں کا راشٹرکوٹوں کو اپنے سے الگ سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔ میرے خیال کو ان حقائق سے اور بھی تقویت ہوتی ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ کے دو تین سو سال بعد ہمیں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ راشٹرکوٹوں اور بقایا گوجروں میں باہم رسم شادی بیاہ ہوتے تھے مثلاً دھارانگری کے گوجر راجہ سیاک اول پنوار نے ایک راشٹرکوٹ شہزادی سے شادی کی۔ چیدی کے گوجر راجہ کوکل کلچوری کی پوتی کی شادی راشٹرکوٹ راجہ اندر سوم سے ہوئی۔

بنگال کے راجہ دھرم پال (۷۷۳ء تا ۸۱۰ء) کی رانی رنّا دیوی راشٹرکوٹ خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔

ملاحظہ ہو "گلوری دیٹ واز گوجر دیش حصہ اوّل" از جناب کے۔ ایم منشی صاحب۔

بنگال کے پال خاندان کا گوجر راجہ رام پال (۱۰۸۴ء تا ۱۱۳۰ء) بھی راشٹرکوٹ کا داماد تھا۔

ملاحظہ ہو "شاہان گوجر" صفحہ نمبر ۳۲۷ از مولانا ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب مرحوم وغیرہ وغیرہ۔

راشٹرکوٹ خاندان کا بانی راجہ دانتی درمن خاندان راٹھی سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ راٹھی خاندان اشوک کے زمانہ (۲۷۲ ق م) میں دکن میں مختصر علاقہ پر حکمرانی کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو "تاریخ راشٹرکوٹ اینڈ دیر ٹائمز" از مسٹر اے۔ ایس۔ الیتکر صفحہ نمبر ۱۹

(Rashtrakutas and their times by A.S Altekar - Page No 19.)

اسی کی تصدیق منشی صاحب نے اپنی کتاب میں کی ہے۔

ملاحظہ کیجئے دی گلوری دیٹ واز گوجر دیش حصہ اوّل سطور اول تا آخر صفحہ ۸۰ از جناب کے ایم منشی صاحب۔

"The Glory that was Gurjaradesa" by K.M Munshi Part I Page 80

راٹھی گوجروں کا گوت (خاندان) ہے۔
ملاحظہ ہو تاریخ "شاہانِ گوجر" صفحہ نمبر ۱۳۱۔

نہایت قدیم کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ موریہ حکومت کے عروج سے پہلے یعنی چوتھی صدی قبل مسیح میں راٹھی خاندان وسط ہند اور دکن میں عروج پر تھا۔
ملاحظہ ہو ارتھ شاستر مصنفہ کوٹلیہ چانکیہ۔ مترجم شام ساستری۔ کتاب ۷ باب ۱۶ صفحہ نمبر ۳۳۹۔

مولف گرجر کہتا ہے کہ راٹھی گوت کے گرجر ملک کے طول و عرض میں مختلف مقامات پر آج تک آباد ہیں لہذا راٹھیوں کی نئی شاخ راشٹر کوٹ گوجروں سے الگ نہیں ہے۔

اس باب میں ہم گوجروں کی ان مختلف حکومتوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جنہوں نے ۶۰۰ء اور ۱۰۰۰ء کے درمیان تاریخ میں مقام حاصل کیا لہذا اس خاندان کا مختصر تذکرہ یہاں ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ راشٹر کوٹ تمام تاریخی دور میں گوجروں کے جانی دشمن رہے جیسا کہ اس تاریخ میں آئندہ دکھایا جائے گا۔

(۱)

راجہ دانتی ورمن
۶۵۰ء تا ۶۷۰ء

راجہ دانتی ورمن راٹھی نے ۶۵۰ء میں موجودہ برار کے علاقہ میں قوت پکڑی اور ایک حکومت کا بانی ہوا۔ راجہ دانتی ورمن شروع ایام میں گوجر مہاراجہ پل کیشی دوم کا باجگزار تھا۔ مہاراجہ کے مرنے کے بعد دانتی ورمن نے آزادانہ حیثیت اختیار کی مگر اپنی تمام زندگی یہ واتاپی کے چلوکیہ گوجروں کا حلیف رہا۔

(۲)

راجہ کرک اوّل
۶۷۰ء تا ۶۹۰ء

راجہ کرک اوّل بھی اپنے باپ کی طرح دکن کے گوجروں کا حلیف و معاون رہا

(۳)

راجہ گوبند اول

سن ۶۹۰ء تا سن ۷۱۰ء

راجہ گوبند اول نہایت مغرور سردار تھا۔ یہ شنکر کا مقلد تھا جو نہایت غصہ ور سمجھا جاتا ہے۔

(۴)

راجہ کرک دوم

سن ۷۱۰ء تا ۷۳۷ء

راجہ کرک دوم وشنو کا مقلد تھا جو خداوندی قوت کا اظہار ہے۔ اس راجہ کے قصے کہانیاں دیہات میں گوجروں کے زبان زد عام ہیں مگر تاریخی اعتبار سے ان میں مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی ہے۔

(۵)

راجہ اندر اول

۷۳۷ء تا ۷۴۵ء

راجہ اندر اول ایک غیر سنجیدہ شخص تھا۔ جب کہ اسے سرداری بھی نہ ملی تھی تو ۷۲۲ء میں اس نے گجرات کے علاقہ بھاؤنگر کے شہر کھیٹک (کھیڑا) پر حملہ کیا اور جنگ کے بعد وہاں کے ایک چلوکیہ سردار کی لڑکی کو بغیر لڑکی کی رضامندی کے اٹھا لایا اور اس سے شادی کرلی۔ اس کا یہ فعل گوجروں میں اچھی نظر سے نہ دیکھا گیا اور رفتہ رفتہ گوجر اس کے باپ کے زمانہ میں ہی اس خاندان کے سخت مخالف ہو گئے۔

راجہ اندر اول نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد گدی سنبھالی۔ ہمعصر راجاؤں کی مخالفت نے اسے دلیر بنا دیا اور اس نے اپنی حفاظتی تدابیر اس طور سے کی کہ آئندہ اگر

اولاد طاقتور ترین راجاؤں میں شمار ہونے لگی مگر چند ہی سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ جب وقت اس راجہ کا انتقال ہوا اس وقت اس کا بیٹا دانتی درگا بائیس سال کا تھا جو سوراشٹر کے چلوکیہ سردار کی لڑکی کے بطن سے تھا۔

(۶)

راجہ دانتی درگا

۷۴۵ء تا ۷۵۸ء

راجہ دانتی درگا (راشٹر کوٹ) اس خاندان کا سب سے جری اور بہادر راجہ تھا اس نے اپنے خاندان کا نام تاریخ میں روشن کر دیا۔ اس راجہ نے گوجروں میں کھلبلی مچا دی۔ سب سے پہلے اس نے بھڑوچ کے گوجر خاندان چاپ کو ختم کیا۔ جنوبی... گجرات کو فتح کرکے اس کی سلطنت کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے برار کی شمالی مشرقی حدود پر کوشل حکومت کو ختم کیا۔ مشرق و مغرب کی فتوحات حاصل کرکے پھر اس نے بھڑوچ کے بقایا علاقہ پر قبضہ کیا۔ پھر نوساری کے چلوکیہ راجہ "اونی جنیشور" کے وارث سے کچھ اور نوساری کے علاقے چھین لئے۔

۷۵۷ء تک راجہ دانتی درگا نے شمال میں دریائے ماہی اور جنوب میں دریائے نربدا کا درمیانی علاقہ فتح کیا۔ اس مفتوحہ علاقہ میں مشرق کی طرف مالوہ اور مغرب کی طرف کھیٹک منڈل شامل تھا اس طرح اس نے گجرات کا تمام جنوبی حصہ فتح کر لیا تھا.... "انترولی چرولی" کا کتبہ (۷۵۸ء) ظاہر کرتا ہے کہ یہ تمام علاقہ اس نے اپنے چچا زاد بھائی کرک کی ماتحتی میں دیا۔

واتاپی کی فتح

اس راشٹر کوٹہ حکومت کے جنوب میں واتاپی (موجودہ... بادامی ضلع بیجاپور) کی چلوکیہ حکومت میں کمزوری کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔ مہاراجہ پل کیشی دوم (جس نے مہاراجہ ہرش کو شکست دی تھی) کا پرپوتہ کیرتی ورمن کمزور سے کمزور تر ہو چکا تھا لہذا راجہ دانتی درگا.. جیسے جری اور بہادر جرنیل کے لئے اس حکومت کو اکھاڑ پھینکنا کوئی بڑی بات نہ تھی

چنانچہ اس نے چند ہی ماہ میں کھیم دیش (خاندیش) ناسک، پونا، ستارا اور ... کولھاپور کے علاقے وا تاپی کے چلوکیہ گوجروں سے چھین لئے۔ کرتی ورمن چلوکیہ کرناٹک کی طرف چلا گیا۔ اس طرح دکن بعید کا تھوڑا سا علاقہ چھوڑ کر پورے دکن پر دانتی درگا کا اقتدار قائم ہو گیا۔

اُجّینی کی فتح

دکن فتح کرنے کے بعد دانتی درگا نے شمال کا رُخ کیا شمالی گجرات کے راجہ ناگ بھٹ نے ماتحتی قبول کر لی۔

ہرنیہ گربھ مہادان

راجہ دانتی درگا نے شاہی محل میں ہرنیہ گربھ مہادان (زکوٰۃ وخیرات) کی رسم ادا کی۔ اپنی ماں کے حکم کی تعمیل میں برہمنوں، علماء و فضلا کو زمینیں عطا کیں۔ راجہ دانتی درگا کو سونے میں تولا گیا اور یہ سونا تمام غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا گیا۔

علاقہ تانک کی فتح

اُجّینی سے دانتی درگا نے شمال کا رُخ کیا اور خاندانِ تانک کی حکومت کو مفتوح کر کے اپنا باجگزار بنایا۔

سندھ کی فتح

علاقہ تانک فتح کرنے کے بعد راجہ دانتی درگا نے شمال مغرب کا رُخ کیا اور جنوبی سندھ میں جو عرب حملہ آور "منصورہ اور محفوظہ" میں مقیم تھے ان کو شکست دے کر وہاں سے نکال دیا۔ سندھ پر اپنا حاکم مقرر کر کے بہادر راجہ واپس اُجّینی آیا۔

راجہ دانتی درگا کی موت

راجہ دانتی درگا ایک وسیع سلطنت کا مالک تھا جس کی شمالی حدود سندھ پنجاب اور جنوبی حدود دکن میں باداسی تک تھیں چنانچہ دانتی درگا نے اس سلطنت کے وسط میں اُجّینی کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا مگر صرف ایک سال کے بعد ہی اس کا انتقال ۷۵۶ء میں اُجّینی میں ہوا اور یہیں اس نے کرک کو شمالی گجرات کی صوبیداری سونپی تھی جس کے کتبہ کا حوالہ مذکور ہو چکا ہے

(۷)

راجہ کرشن اول

۷۵۸ء تا ۷۷۳ء

راجہ دانتی درگا کے انتقال پر راشٹر کوٹوں میں پھوٹ پڑ گئی اور تخت نشینی کے لیئے جنگیں شروع ہو گیئں۔ دانتی درگا کی کوئی اولاد نہ تھی۔ تخت پر کرشن اول۔ راجہ دانتی درگا کا چچا تھا۔ جوں ہی راجہ دانتی درگا کا انتقال اُجینی میں ہوا تو اُجینی کے سابقہ راجہ ناگ بھٹ پرتہار گوجر نے شمال کے گوجروں کو اکٹھا کر کے جنوب کی طرف مارچ کر دیا (پیشقدمی کر دی) جتنا بھی علاقہ دانتی درگا نے شمال کے گوجروں سے چھینا تھا وہ تمام کا تمام واپس لے لیا گیا۔ دریائے نربدا بلکہ کم ندی .... (River Kim) کے تمام شمالی علاقوں سے راشٹر کوٹوں کو نکال دیا گیا۔

"ارجن دیوگری گرام" (مقام) سے ایک چوہان راجہ بھرتری ودھ کا کتبہ برآمد ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ بھرتری ودھ چوہان ہنسوٹ (موجودہ ضلع بھڑوچ میں ایک مقام) میں حکومت کرتا تھا اور اس نے انکلیسر علاقہ میں یہ گاؤں ۷۵۶ء میں عطیہ کے طور پر فتح کی خوشی میں دیا تھا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جب دانتی درگا شمالی گوجروں کو زیر وزبر کر رہا تھا تو جنوب میں دریائے نربدا پر آباد گوجروں نے اس کے سرداروں کو علاقہ سے نکال دیا تھا۔

المختصر راجہ دانتی درگا کے چچا کرشن اول کا کوئی تعلق دریائے نربدا سے شمال کی طرف نہ رہا اور وہ صرف دکن کا ہی راجہ رہ گیا۔ بہادر دانتی درگا کی نسل آئندہ نہ چل سکی اور وہ بتیس ۳۲ سال کی عمر میں ہی انتقال کر گیا

راجہ کرشن اول یعنی دانتی درگا کے چچا نے اپنے زمانہ حکومت میں کوئی.. ایسا کام نہ کیا جو تاریخی صفحات کی زینت بنتا اور اس کا نام کسی عنوان سے بھی روشن کرتا۔

(۸)

راجہ گوبند دوم

۷۷۳ء تا ۷۸۰ء

راجہ گوبند دوم ایک معمولی راجہ تھا۔ جس نے صرف سات سال حکومت کی راجہ گوبند دوم راجہ کرشن اوّل کا فرزند تھا جس نے ۷۸۰ء میں انتقال کیا۔

(۹)

راجہ دھرو اوّل

۷۸۰ء تا ۷۹۳ء

راجہ دھرو اوّل ایک بہادر راجہ تھا جس نے وتس راج پرتہار کو شکست دی۔ اور قنوج کو بنگال کے راجہ دھرم پال سے لے لیا مگر دکن میں اس پر حلہ کیے لے حملہ کر دیا اور قنوج کی فتح عارضی رہی تیرہ سال حکومت کر کے اس راجہ کا انتقال ۷۹۳ء میں ہوا۔ دھرو اوّل گوبند دوم کا بھائی تھا۔ دھرو اوّل نے اپنے ایک بھائی اندر کو علاقہ لاٹ کا حاکم مقرر کیا جہاں اس کی اولاد نے ۸۸۸ء تک حکمرانی کی جس کا بیان ابھی آئے گا۔

(۱۰)

راجہ گوبند سوم

۷۹۳ء تا ۸۱۴ء

راجہ گوبند سوم پر کونکن کے راجہ نے حملہ کیا مگر اسے شکست ہوئی۔ گوبند سوم راجہ دھرو اوّل کا بیٹا تھا۔ اپنے زمانۂ حکمرانی میں راجہ گوبند سوم نے وینگی پر بھی حملہ کیا لیکن خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ اور وہاں گوجر برسر اقتدار رہے۔

(۱۱)

راجہ اموگھ ورش

۸۱۴ء تا ۸۷۸ء

راجہ اموگھ ورش کی تخت نشینی پر پھر جھگڑا ہوا۔ لاٹ کے راٹھیوں نے راجہ اموگھ ورش کی حمایت کی اور اسے تخت پر بٹھایا۔ اموگھ ورش اس خاندان کا آخری مشہور راجہ ہے جس نے اپنے آباواجداد کی سلطنت کو از سر نو اجاگر کرنے کے لئے متواتر اور مسلسل بارہ سال تک گنگ خاندان اور وینگی (کرناٹک) کے چلوکیہ خاندان سے لڑائیاں لڑیں۔

---

(۱۲)

راجہ کرشن دوم

۸۷۸ء تا ۹۱۴ء

راجہ کرشن دوم راجہ اموگھ ورش کے بعد تخت نشین ہوا اس نے اپنے زمانہ حکومت میں کوئی کارہائے نہیں کیا۔ اس کی کمزوری کو مشاہدہ کرتے ہوئے قنوج کے پرتیہار گوجروں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اسے اپنا باجگزار بنالیا اس راجہ کا انتقال ۹۱۴ء میں ہوا۔

---

(۱۳)

راجہ اندر سوم

راجہ اندر سوم ۹۱۴ء میں اپنے دادا راجہ کرشن دوم کی وفات پر مسند نشین

ہوا۔ یہ راجہ جگت تنگ کا بیٹا تھا اس نے اپنے دورِ حکومت میں کوئی نمایاں کام سرانجام نہیں دیا جو تاریخ کے صفحات کی زینت ہوتے آخر ۹۲۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

(۱۴)

راجہ اموگھ ورش دوم

راجہ اموگھ ورش دوم ۹۲۲ء میں راجہ اندر سوم کے انتقال پر تخت حکومت پر صرف ۹۲۳ء یعنی ایک سال کیلئے متمکن ہوا۔

(۱۵)

راجہ گوبند چہارم

یہ راجہ اموگھ ورش دوم کا بھائی تھا ۹۲۳ء میں اموگھ ورش دوم کے بعد تخت نشین ہوا اس نے تیرہ سال حکمرانی کی لیکن اپنے زمانہ حکومت میں کوئی کار نمایاں انجام نہیں دیا اور اسی عالم میں ۹۳۶ء کو انتقال کر گیا۔

(۱۶)

راجہ اموگھ ورش سوم

راجہ اموگھ ورش سوم راجہ اندر سوم کا بھائی تھا اس نے ۹۳۶ء تا ۹۳۹ء صرف تین سال حکومت کی۔ قیام سلطنت مختصر ہونے کی وجہ سے اس کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ یہ کارہائے مستحسن پر کچھ غور وخوض کر سکتا۔

(۱۷)

راجہ کرشن سوم

راجہ کرشن سوم راجہ اموگھ ورش سوم کا بیٹا تھا اپنے باپ کے انتقال پر سنہ ۹۳۹ء میں تخت نشین ہوا اٹھائیس سال حکمرانی کر کے سنہ ۹۶۷ء میں عالم بالا کی طرف رخت سفر باندھا۔

(۱۸)

راجہ کھوٹگ

راجہ کھوٹگ راجہ کرشن سوم کا بھائی اور راجہ اموگھ ورش سوم کا بیٹا تھا۔ راجہ کرشن سوم کی وفات کے بعد سنہ ۹۶۷ء میں تخت پر بیٹھا اور صرف پانچ سال تک حکومت کر کے راہیٔ ملک بقا ہوا۔

(۱۹)

راجہ نروپم

بعد انتقال راجہ کھوٹگ ۹۷۳ سنہ ۹۷۳ء میں تخت حکومت پر بیٹھا اور سنہ ۹۸۲ء میں.. وفات پائی۔ اس کی زندگی بھی بالکل سادہ رہی اس لئے اس نے توسیع حکومت کی طرف بھی توجہ نہ دی کیوں کہ یہ راجہ جنگ وجدل کو پسند نہ کرتا تھا۔

(۲۰)

راجہ کرگ

یہ راجہ بھی راجہ کرشن سوم کا بھائی اور راجہ اموگھ ورش سوم کا بیٹا تھا بعد

وفات راجہ نروپم مسند نشین ہوا۔ اس راجہ نے سنہ ۹۸۲ء میں تخت نشین ہو کر ۹۹۱ء دس سال تک حکمراں رہا اسی راجہ سے دھارانگری کے پنوار گوجروں نے حکومت برآورد کرلی۔

خاندان راٹھی کی دوسری شاخ

علاقہ لاٹ

(۱)

راجہ اندر

سنہ ۸۰۰ء تا سنہ ۸۱۲ء

راجہ اندر راشٹر کوٹہ راجہ دھرو اوّل کا بھائی تھا جو علاقہ لاٹ کا حاکم بنایا گیا تھا یہ تمام عمر قدیمی شاخ راٹھی (راشٹر کوٹہ) کا حلیف و معاون رہا۔

(۲)

راجہ کرک سورن ورش

سنہ ۸۱۲ء تا سنہ ۸۳۰ء

اس راجہ نے راجہ اموگھ ورش کی حمایت کی اور اسی کی مدد سے راجہ مذکور ۸۱۳ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ یہ بھی اپنے زمانہ حکومت تک راجہ اندر کا پیرو رہ کر اسی مختصر سے علاقہ پر قانع رہا اور سنہ ۸۳۰ء میں عالم بقا کی طرف روانہ ہوا۔

(۳)

راجہ دھرو اوّل دھارا ورش

سنہ ۸۳۰ء تا سنہ ۸۳۵ء

یہ راجہ سنہ ۸۳۰ء میں راجہ کرن سورن ورش کے بعد تخت نشین ہو کر علاقہ لاٹ پر سنہ ۸۳۵ء تک حکمراں رہا۔ اس جیالے راجہ نے اپنے مختصر سے زمانۂ حکومت میں ہی۔ راجہ اموگھ ورش سے جنگ کی اور بہادرانہ طور پر معرکۂ کارزار میں کام آیا۔

(۴)

راجہ اکال ورش

سنہ ۸۳۵ء تا سنہ ۸۶۰ء

اس راجہ نے علاقہ لاٹ کو اپنے باپ کی موت کے بعد دوبارہ حاصل کر لیا اور پورے ۲۵ پچیس سال کامیابی کے ساتھ حکمرانی کر کے سنہ ۸۶۰ء میں انتقال کر گیا اس کا دوسرا نام یا لقب سبھم تنگ تھا۔

(۵)

راجہ دھرو دوم

سنہ ۸۶۰ء تا سنہ ۸۸۵ء

اس راجہ نے مہر بھوج اعظم والئ قنوج سے صلحنامہ کیا اور اس کی طرف سے کرناٹک پر حملہ کیا۔ مگر بعد میں قنوج سے اس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اس راجہ نے اپنی قدیمی شاخ کے راجاؤں سے تمام عمر لڑائیاں لڑیں آخر سنہ ۸۸۵ء میں ... ۲۵ پچیس سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

(٦)

راجہ کرشن راج

سنہ ۸۸۵ء تا ۸۸۸ء

یہ راجہ دھرو دوم کا پوتا اور اس شاخ کا آخری راجہ تھا۔ مہر بھوج اعظم پرتہار گوجر والئی قنوج نے اس راجہ پر حملہ کیا اور اس کی حکومت کو ختم کر دیا۔ اور تاریخ سے اس خاندان کا نام محو ہو گیا۔

نوٹ:۔ بیگمر (مقام) کے کتبہ میں جو اموگھ ورش اور کرشن راج کی متحدہ فوجوں کا اجینی کو فتح کرنا لکھا ہے وہ مبالغہ آمیز ہے کیوں کہ اجینی مسلسل کئی پشتوں تک بعد میں بھی پرتہار گوجروں میں رہا۔
ملاحظہ ہو گلوری دیٹ واز گرجر دیش صفحہ نمبر ۱۱۰ از جناب کے ایم منشی صاحب
(The Glory that was Gurjaradesa
Page No. 110 by K. M. Munshi)

خاندان راشٹر کوٹ کی راجگان کا شجرہ

---

(۱) راجہ دانتی ورمن سنہ ٦۵۰ء تا ٦۷۰ء


(۲) راجہ کرک اوّل سنہ ٦۷۰ء تا ٦۹۰ء

(۳) راجہ گوبند اول سنہ ٦۹۰ء تا ۷۱۰ء

(۴) راجہ کرک دوم سنہ ۷۱۰ء تا ۷۳٦ء

(۵) راجہ اندر اول سنہ ۷۳٦ء تا ۷۴۵ء — (۷) کرشن اوّل سنہ ۷۵۸ء تا ۷۷۳ء — ننھا راج

(٦) مہاراجہ دانتی درگا سنہ ۷۴۵ء تا ۷۵۸ء — (۸) گوبند دوم سنہ ۷۷۳ء تا ۷۸۰ء


(۷) راجہ کرشن اول سنہ ۷۵۸ء تا سنہ ۷۷۳ء
(۸) گوبند دوم سنہ ۷۷۳ء تا سنہ ۷۸۰ء
(۹) دھرو اول سنہ ۷۸۰ء تا سنہ ۷۹۳ء
راجہ اندر دوم سنہ ۸۰۰ء تا سنہ ۸۱۲ء
استمبھ
کرک
(۱۰) گوبند سوم سنہ ۷۹۳ء تا سنہ ۸۱۴ء
کرک سورن ورش سنہ ۸۱۲ء تا سنہ ۸۳۰ء
(۱۱) اموگھ ورش اوّل سنہ ۸۱۴ء تا سنہ ۸۷۸ء
دھرو اول دھارا ورش سنہ ۸۳۰ء تا سنہ ۸۳۵ء
(۱۲) کرشن دوم سنہ ۸۷۸ء تا سنہ ۹۱۴ء
اکال ورش (شبھ تنگ) سنہ ۸۳۵ء تا سنہ ۸۶۰ء
جگت تنگ
دھرو دوم سنہ ۸۶۰ء تا سنہ ۸۸۵
(۱۳) اندر سوم سنہ ۹۱۴ء تا سنہ ۹۲۲ء
(۱۶) اموگھ ورش سوم سنہ ۹۳۶ء تا سنہ ۹۳۹ء
بیٹا نام لامعلوم
(۱۴) اموگھ ورش دوم سنہ ۹۲۲ء تا سنہ ۹۳۳ء
(۱۵) گوبند چہارم سنہ ۹۲۳ء تا سنہ ۹۳۶ء
کرشن راج سنہ ۸۸۵ء تا سنہ ء
(نوٹ)
یہ لاٹ علاقہ کی شاخ ہے
(۱۷) کرشن سوم سنہ ۹۳۹ء تا سنہ ۹۶۷ء
(۱۸) کھوٹگ سنہ ۹۶۷ء تا سنہ ۹۷۲ء
نروپم
(۲۰) کرک سوم سنہ ۹۸۲ء تا سنہ ۹۹۱ء
بیٹا نام لامعلوم
(۱۹) اندر چہارم سنہ ۹۷۲ء تا سنہ ۹۸۲ء
نوٹ یہ علاقہ برار کی شاخ ہے۔

(۱۰)

بھاٹیہ خاندان

(بھٹی یا بھاٹی گوجر)

راجگانِ بھٹنیر

باب نہم میں اس خاندان کا مسلسل تذکرہ ۶۰۵ء تک تحریر ہو چکا ہے۔ یہ باب ۶۰۵ء تا ۶۰۰ء کے واقعات پر مشتمل ہے لہٰذا ذیل میں بھاٹی خاندان کے آئندہ حالات تحریر کئے جاتے ہیں۔

راجہ سورسین عرف بنجے راؤ

۶۰۵ء تا ۶۲۱ء

راجہ سورسین کے باپ راجہ ابھیاس راؤ کا انتقال ۶۰۵ء میں ہوا اس کے انتقال پر قلعہ مروٹ میں راجہ سورسین کی تاجپوشی ہوئی۔ راجہ سورسین مہاراجہ ہرش کا ہمعصر تھا جس نے سیالکوٹ کی ہون حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا اور ہون گوجروں کو دریائے سندھ کے اطراف میں بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

مالوہ گجرات کی لڑائیوں کی وجہ سے بھٹنیر کی حکومت پر مہاراجہ ہرش کا حملہ نہ ہو سکا لہٰذا راجہ سورسین بڑے اطمینان سے حکومت کرتا رہا۔ اس نے رعایا کی بہبودی رفاہ عام کے لئے سرائیں بنوائیں۔ ریگستانی علاقے میں سرکاری اخراجات سے کنوئیں بنوائے۔ جگہ جگہ مسافروں کے لئے پانی کی پیاؤ (پانی پلانے کی جگہ) مقرر کیں آخر بڑے عمدہ طریقہ سے انصاف پروری و عدل گستری کے ساتھ سولہ سال حکومت کر کے ۶۲۱ء میں راجہ سورسین کا انتقال ہوا۔

(۲)

راجہ گھور رائے

۶۲۱ء تا ۶۴۳ء

راجہ گھور رائے بھی قنوج کے برہمن راجہ مہاراجہ ہرشن کا ہمعصر تھا۔ راجہ گھور رائے بھی امن وامان وآسائش کے ساتھ اکیس ۲۱ سال حکومت کرکے راہی عالم بقا ہوا۔ راجہ گھور رائے کی اولاد کا آئندہ گوت گھورے ہوا۔ اس کی اولاد آجکل گھورے کہلاتی ہے جو خاندان بھاٹیہ کی شاخ ہے۔

---

(۳)

راجہ مانک رائے

۶۴۳ء تا ۶۶۴ء

راجہ مانک رائے کے زمانہ میں سیالکوٹ کے ہونوں اور قنوج کے برہمنوں کا زور کم ہوگیا مگر شمالی سندھ میں برہمنوں نے اپنی حکومت قائم کر لی اس لئے اس نے سلطنت کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا شروع کردیا۔

قلعہ بھٹنیر کو جو ۵۱۹ء سے منڈور کے پرتہاروں کے قبضہ میں تھا واپس لینے کے لئے ایک فوج کثیر کے ساتھ اس نے اپنے ایک بیٹے لومن راؤ کو بھیجا۔ لومن رائے نے بزور شمشیر قلعہ بھٹنیر کو پرتہار گوجروں سے واپس لے لیا۔ آخر ۶۶۴ء میں راجہ مانک رائے بھاٹیہ کا انتقال ہوا۔

(۴)

راجہ دودے رائے عرف منگل راؤ

راجہ دودے رائے کی عرفیت منگل راؤ بھی ہے یہ راجہ ۶۶۴ء میں تخت بھٹنیر پر

جلوہ افروز ہوا۔ اس کی تاجپوشی قلعہ مروٹ میں ہوئی۔ اس کے زمانہ میں ایرانیوں نے شمالی بلوچستان پر حملہ کیا۔ راجہ دودے رائے نے ایک کثیر فوج براستہ لودھراں روانہ کی جس نے ایرانیوں کو میدان میں شکست دی اس کے بعد راجہ بذات خود بھی کمک لے کر پہنچا اور ایرانیوں کو خراسان کے اندر تک تعاقب کر کے بھگا دیا۔

راجہ دودے رائے نے اٹھائیس ۲۸ سال تک حکومت کی اس کا انتقال قلعہ مروٹ میں ۶۹۲ء میں ہوا۔

(۵)

راجہ موبخے رائے

۶۹۲ء تا ۷۱۲ء

راجہ موبخے رائے جسے عرف عام میں منجھو راجہ کہا جاتا ہے ایک بے پرواہ راجہ تھا۔ اس کے زمانہ میں نئی سلطنتوں کا عروج پھر شروع ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی... سلطنت کی وسعت کے لئے کوئی کوشش نہ کی۔

کشمیر کے راجہ نے تمام شمالی پنجاب پر قبضہ کر لیا تھا اور وہاں سے گوجروں کی حکومت ہٹ کر صرف دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ رہ گئی تھی۔ جسے اب بھی ہون حکومت ہی کہتے تھے۔

اسی زمانہ میں سندھ کے برہمنوں نے تمام شمالی بلوچستان پر قبضہ کر لیا تھا اور ملتان بھی انہیں کی حکومت میں شامل ہو گیا مگر منجھو راجہ اطمینان سے قلعہ مروٹ میں رہتا رہا اور اس نے کوئی پرواہ نہ کی آخر بیس سال اطمینان سے حکومت کر کے ۷۱۲ء میں راجہ موبخے رائے کا انتقال ہو گیا۔

اس راجہ کی لاپرواہی سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ بھٹنیر کی حکومت میں بھی کمزوری کے آثار پیدا ہونے لگے اور دوسرے لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔

(۶)

راجہ کیہر رائے

۷۱۲ء تا ۷۵۷ء

راجہ کیہر رائے کے زیر نگیں موجودہ ریاست بھاولپور اور جیسلمیر کے علاقے تھے اور اسی خاندان کی ایک شاخ موجودہ جودھپور (قدیم متسیہ) میں حکومت کرتی تھی۔ راجہ کیہر رائے نے ملک میں گہماگہمی دیکھکر اپنی قوت بڑھانی شروع کی۔ اس کے ایک لڑکے کا نام رائے تنو تھا اس نے اس کے نام پر قلعۂ تنوٹ تعمیر کرایا۔

اسی زمانہ میں منڈور کے پرتہار گوجر عروج حاصل کر رہے تھے۔ منڈور کے پرتہاروں کا لقب "بڑا یا" تھا۔ ناگ بھٹ اوّل (۷۲۷ء تا ۷۵۶ء) بڑا طاقتور راجہ تھا جو خاندان پرتہار سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے بھاٹیوں کی حکومت پر مسلسل حملے کئے۔ اس کے ایک بھتیجے دیوراج نے میدانِ جنگ میں راجہ کیہر رائے کو شکست فاش دی۔ راجہ کیہر رائے اسی لڑائی میں کام آیا۔

راجہ کیہر رائے کی اولاد کا گوت آئندہ کیہریا کھیریا کھریو ہوا۔

---

(۷)

راجہ تنو رائے

۷۵۷ء تا ۸۱۴ء

راجہ تنو رائے نے لڑائیوں میں ہی ہوش سنبھالا تھا۔ بھٹنیر کی حکومت پر.. جنوب سے یکے بعد دیگرے حملے ہو رہے تھے۔

راجہ کیہر رائے لڑائی میں دیوراج پرتہار کے ہاتھ سے مارا گیا تھا مگر بہت جلد سولنکی خاندان کی شاخ لنگاہ نے پرتہاروں کو نکال کر دریائے ستلج تک اپنا قبضہ جما لیا چنانچہ رائے تنو ملتان چلا آیا اور وہاں سے برہمن حاکموں کو نکال دیا۔ ادھر ناگ بھٹ اوّل پرتہار کے انتقال پر وتس راج پرتہار منڈور اور بھنمال کا راجہ ہوا۔ اس نے بھٹنیر میں لنگاہ کو..

شکست دی۔ لنگاہ گوجروں نے دریائے ستلج پار کر کے ملتان کو مفتوح کر لیا۔
رائے تنو نے پنج ند اور گھوٹکی کے درمیان دریائے سندھ کے دونوں طرف اقتدار
حاصل کیا۔ اسی نواح میں اس نے اپنے بیٹے بجے رائے کے نام قلعہ بجوت تعمیر کرایا۔ آخر
۸۱۴ء میں اس کا انتقال قلعۂ بجوت میں ہو گیا۔

(۸)

راجہ بجے رائے!

۸۱۴ء تا ۸۲۴ء

بجے رائے ایک جری اور بہادر راجہ تھا۔ جب ناگ بھٹ دوم پرتہار گوجر نے قنوج کو دارالخلافہ بنایا تو بجے رائے نے بھٹنیر کے کافی حصّہ پر پھر قبضہ کر لیا۔ گوجروں کا پرتہار خاندان (پرتہار) اس زمانہ میں تمام ملک میں سب سے زیادہ طاقتور تھا جنہوں نے بنگال تک حکومت کو وسعت دی ہوئی تھی۔

راجہ بجے رائے کی یہ جرأت آخر کار اس کی جان لیوا ثابت ہوئی۔ ناگ بھٹ پرتہار نے قنوج سے عظیم لشکر مغرب کی طرف روانہ کیا جس نے بھٹنیر کے علاقہ کو فتح کر کے قلعہ بجوت کا محاصرہ کر لیا۔ بہادر بھٹی گوجر جان توڑ کر لڑے مگر گوجر شہنشاہ کا مقابلہ نہ کر سکے قلعہ مفتوح ہو گیا بجے رائے داد مردانگی دیتا ہوا مارا گیا اور اس کے اہل و عیال لدھروا (موجودہ لودھراں) کی طرف بھاگ گئے۔

(۹)

راجہ دیوراج بھاٹیہ

۸۲۴ء تا ۸۷۹ء

راجہ دیوراج بھاٹیہ راجہ بجے رائے کا لڑکا تھا جو قلعۂ بجوت سے بھاگ کر اپنے نانا رئیس بوتا کے یہاں پہنچا اور یہیں اس نے پرورش پائی۔ اپنے نانا کی مدد سے اس نے

اندھروا (موجودہ لودھراں) میں قلعہ لودھراں تعمیر کیا۔ گوجر شہنشاہ مہر بھوج اعظم کے.... سپہ سالاروں نے جب برہما سے لے کر خراسان اور افغانستان تک فتوحات کے جھنڈے گاڑے تو دیوراج بھاٹیہ گوجر شہنشاہ کا وفادار سردار تسلیم کیا گیا اور بھاٹیہ خاندان کی وہ شاخ جو موجودہ جودھپور کے اطراف میں حکومت کرتی چلی آرہی تھی وہ بھی شہنشاہ کی حلیف بن گئی اُس علاقہ کا راجہ باؤک بھٹی تھا جسے پرتہار گوجروں نے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا باؤک بھٹی نے گوجر شہنشاہیت (جس کا ذکر اگلے باب میں ہوگا) کے قیام میں بہادری کے جوہر دکھائے اور دکن میں راشٹر کوٹوں سے کامیاب جنگیں لڑیں۔

خاندان بھاٹیہ کی نویں صدی میں طاقت وسطوت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ قنوج کے شہنشاہ مہر بھوج اعظم کی رانی جو بھٹی خاندان سے تعلق رکھتی تھی وہ مہا راجنی" کہلاتی تھی اس معززہ بھاٹیہ مہا راجنی کا نام پدمنی تھا۔

(۱۰)

راجہ مونڈ رائے

۸۷۹ء تا ۹۱۱ء

راجہ مونڈ رائے بھی تمام عمر قنوج کے گوجر شہنشاہوں کا وفادار سردار اور سپہ سالار تسلیم کیا گیا۔ اس نے اپنے علاقہ میں قوم چنا کی سرکوبی کی جو سوداگروں اور مسافروں کو راستوں میں لوٹ لیتی تھی۔

راجہ مونڈ رائے نے اپنے زمانہ میں تجارت کو خوب فروغ دیا۔ بہت سے بھاٹیہ گوجر مستقل طور سے تجارت پیشہ ہو گئے اور آئندہ "بیاری" کہلانے لگے۔ کسی زمانہ میں اندرون ملک کی تجارت کا تمام دارومدار بیاریوں پر تھا جو ہزارہا اونٹوں پر سامان تجارت لاد کر ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں بھیجتے تھے۔ راجہ مونڈ رائے کا لقب راول تھا چنانچہ اس کی اولاد بجُارنا کے راول کا لفظ ہی اپنے ناموں میں استعمال کرتی ہے۔

راجہ مونڈ رائے نے ۹۱۱ء میں قلعہ لودھراں میں انتقال کیا اس کی اولاد کا گوت مونڈن راول ہوا جسے بعض علاقوں میں آجکل "مونن" تلفظ کرتے ہیں۔

(۱۱)

راجہ وجیراج راول

۹۱۱ء تا ۹۴۳ء

راجہ وجیراج کے زمانہ میں قنوج کی گوجر شہنشاہیت میں ضعف کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔ چنانچہ وجیراج اپنے علاقہ کا خود مختار راجہ تھا۔ اس نے ہر چہار طرف فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ مغرب میں شمالی بلوچستان اور مشرق کی طرف جو بہیا گوجروں کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملایا۔ جنوب میں پوگل کے پنواروں سے پوگل چھین کر اس شہر کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔

(۱۲)

راجہ دوساج راول

۹۴۳ء تا ۹۷۵ء

راجہ دوساج راول اس خاندان کا عظیم الشان راجہ تھا جس نے قلعہ بھٹنیر کی ازسر نو تعمیر کرائی اور اپنی حدود میں سب سے زیادہ مستحکم قلعہ بنا دیا۔ راجہ دوساج نے اپنے لڑکے اور لڑکیوں کے رشتے چتوڑ کے راناؤں اور انہلواڑہ کے سولنکیوں میں کئے۔ اور اس قدر جہیز دیا اور باراتوں پر اخراجات کئے کہ کسی راجہ نے آج تک نہ کئے تھے عوام کو اشرفیاں تقسیم کی گئیں۔ راستے میں تمام جگہ کنوئیں کھدوائے گئے تمام رعایا.. مالا مال ہو گئی اور مسافروں اور سوداگروں کو ہمیشہ کے لئے جنگل بیابانوں میں پانی کی قلت سے نجات مل گئی۔ علاوہ ازیں اس راجہ نے عوام کے مفاد کا ہمیشہ خیال رکھا اور رفاہ عامہ کے لئے سیکڑوں ایسے کام کئے جو ایک عرصہ تک اس کی یاد کو قائم کئے ہوئے تھے

(۱۴۳)

راجہ بجے رائے ثانی

۹۷۵ء تا ۱۰۱۶ء

راجہ بجے رائے ثانی نہایت نیک دل اور منصف مزاج راجہ تھا۔ درویشوں اور فقیروں کی عزت افزائی کرتا تھا۔ اس کے زمانہ میں شمالی اور مغربی علاقوں پر غزنویوں کے حملے شروع ہو چکے تھے لاہور اور کابل کے درمیانی علاقہ کا راجہ جے پال گوجروں کے خاندان تھکریہ سے تعلق رکھتا تھا۔ گو جے پال ایک بہادر اور طاقتور راجہ تھا مگر بھاٹی گوجر اس کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے البتہ بھٹنڈہ کے بھاٹی (بھٹی) جے پال کے رشتہ دار تھے

شہر بھاٹیہ کی تباہی

محمود غزنوی تمام شمالی مغربی علاقوں پر متصرف ہو چکا تھا مگر شہر بھاٹیہ ابھی اس کی دست برد سے بچا ہوا تھا۔

۱۰۱۶ء میں غزنوی لشکروں نے دریائے سندھ کو شمالی بلوچستان کے راستے پار کیا کیوں کہ بجے راؤ نے سلطان سبکتگین کو اجمیر کے چوہانوں سے موافقت کر کے شکست دی تھی۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے محمود غزنوی شہر بھاٹیہ کے اطراف میں آچانک جا پہنچا۔ بہادر بھاٹیوں نے کھلے میدان میں جنگ کا بازار گرم کیا مگر ہزیمت کھا کر قلعہ بند ہو گئے قلعہ کے چاروں طرف گہری خندق تھی۔ غزنوی لشکر نے خندق کو ریت سے پاٹنا شروع کیا۔ گوجروں نے قلعہ کی فصیل پر سے تیروں کی بارش کر کے بہت سے حملہ آوروں کے آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ مگر محمود غزنوی نے رات کے وقت خندق میں ریت کی بوریاں ڈال کر اسے ہموار کر دیا۔ روزمرہ غزنوی قلعہ پر حملہ کرتے مگر پسپا ہو کر لوٹ جاتے۔ کئی ہفتوں تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ حملہ آوروں نے آس پاس کے تمام دیہات کو اجاڑ دیا۔ لوگ علاقہ چھوڑ کر دور جنگلوں میں جا نکلے۔ محاصرہ کی طوالت نے اہل قلعہ کو مجبور کیا کہ وہ دروازے کھول کر داد مردانگی دیں۔ رات کو بہادر گوجریاں آگ میں کود

جان بحق ہو گئیں۔

صبح سویرے قلعہ کے دروازے کھول دیئے گئے عزت مند گوجر ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے قلعہ سے باہر نکل پڑے گھمسان کا رن پڑا کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ فتح کس کی ہو گی۔ شام تک کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بھاٹیہ کے قلعہ میں بہادر واپس آ گئے۔ دشمن کی تعداد لاکھوں سے زیادہ تھی مگر بھاٹیہ گوجر ہزاروں کی تعداد میں تھے لڑائی کے مقتولین کو شمار کرنے پر یہ اندازہ لگایا گیا کہ اگلی صبح کوئی بہادر زندہ سلامت نہیں بچ سکتا۔ جب تک سانس ہے تب تک آس ہے۔ چنانچہ امرائے سلطنت نے اپنے ہر دلعزیز راجہ کو صلاح دی کہ وہ جانبازوں کے دستہ کے ساتھ نکل جائے اگر قسمت نے یاوری کی تو پھر دیوراج کی طرح ملک پر پھر بھی قبضہ کیا جا سکتا ہے۔

راجہ بجے راؤ بھاٹیہ جانبازوں کے دستہ کے ساتھ رات کے پچھلے وقت قلعہ سے نکل گیا صبح سویرے باقی ماندہ اہل قلعہ اپنے قلعہ کی دیواروں کے نیچے خاک و خون میں مل گئے۔ محمود غزنوی کو راجہ بجے راؤ کی فراری کا پتہ چلا تو اس نے ہر چہار طرف اپنی لاتعداد فوج سے گھیرا ڈال دیا۔ جب عزت مند بجے راؤ کو یقین ہو گیا کہ گرفتاری سے بچنا ناممکن ہے تو اس نے خنجر مار کر خودکشی کر لی

(۱۴)

راجہ بھوج دیو
۱۰۱۶ء تا ۱۰۳۶ء
اور
راجہ جیسل رائے

محمود غزنوی نے جوں ہی علاقہ سے مراجعت کی تو راجہ بجے راؤ کے بیٹے راجہ بھوج دیو نے تمام بھاٹیہ گوجروں کو از سر نو متحد کیا۔ قلعہ بھاٹیہ (بھٹنیر) کی از سر نو مرمت کی گئی

محمود غزنوی تمام ملک میں چھاپے مارتا ہوا پھرتا رہا مگر بھاٹیوں کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ بجائے قلعوں کی مرمّت کرنے کے دوسرے راجاؤں کے قلعوں کو بچاتے۔ ہر راجہ اپنے اپنے علاقہ میں اکیلا اکیلا لڑتا ہوا ختم ہوا۔ جب محمود غزنوی کا انتقال ہوگیا تو اس کا بیٹا مسعود غزنوی وارث ہوا۔

راجہ بھوج دیو کے چچا جیسل رائے نے اپنی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے۔ جب ملک پر تباہی نازل ہو رہی تھی گوجر تب بھی باہمی اتفاق وحدت نہ بھولے تھے۔

جیسل رائے محمود غزنوی کے زمانہ میں ہی غزنویوں کا طرفدار بن چکا تھا چنانچہ انند پال کھٹانہ کی آخری لڑائی میں جیسل رائے غدار نے محمود کا ساتھ دیا تھا

جب مسعود غزنوی کا زمانہ آیا تو اس نے غزنویوں سے مدد لے کر اپنے بھتیجے بھوج دیو پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور خود بھٹنیر کا راجہ بن بیٹھا گر وفادار سرداروں نے چند ہی سال بعد اسے بھٹنیر سے بھگا دیا اور اس نے ریگستان میں جا کر شہر جیسلمیر آباد کیا جیسلمیر کے بھاٹی اکبر کے زمانہ میں "راجپوتی" کا درجہ حاصل کر گئے

نوٹ ۱: اس خاندان کا بانی بھاٹی راؤ تھا چنانچہ آج تک اس خاندان کے تعلیم یافتہ حضرات اپنے کو بھاٹی یا بھاٹیہ کہتے ہیں۔ بھارت میں اس خاندان کے ایک مشہور مورخ گوجر دلیش راج بھاٹی ہیں جو گنگا اس پور کالج کے پرنسپل ہیں اور اسی خاندان کی دو معزز متمول ہستیاں کراچی میں اعلیٰ پیمانہ کا کاروبار کر رہی ہیں۔ وہ بھی اپنے ناموں میں بھاٹیہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مؤلف گرجران سے ذاتی طور سے واقف ہے ان میں سے ایک صاحب کمال الدین بھاٹیہ اور دوسرے غلام قادر بھاٹیہ ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنے ناموں میں لفظ بھاٹیہ استعمال کرتے ہیں۔

صحیح لفظ بھاٹی یا بھاٹیہ ہے اس کا بھٹی تلفظ دیہاتی ہے۔ چنانچہ فارسی تاریخ فرشتہ میں بھی بھاٹیہ خاندان کے شہر کا نام بہاطیہ (بھاٹیہ) ہی تحریر ہوا ہے۔

نوٹ ۲: شہر بھاٹیہ کو جسے مابعد زمانہ میں بھٹنیر بھی کہا گیا بھاٹیوں نے بہت جلد از سر نو آباد کر لیا اور بھاٹیوں کی حکومت اس علاقہ میں ۱۳۹۸ء تک رہی جسے تیمور نے صفحہ تاریخ سے محو کر دیا جس کا تذکرہ اسی تاریخ کے حصہ سوم میں مذکور ہے

شہر بھٹنڈہ کی تباہی۔!

محمود غزنوی کے زمانہ میں بھاٹیہ خاندان کی ایک شاخ شہر بھٹنڈہ میں بھی حکمرانی کرتی تھی۔ اس شاخ کی رشتہ داریاں کابل کے راجہ جے پال گوجر سے بھی تھیں۔ جب شہر بھاٹیہ تباہ و برباد ہوگیا تو محمود نے اگلے سال بھٹنڈہ کا رخ لیا۔ اس وقت بھٹنڈہ کا راجہ سکھپال بھاٹی تھا جس نے اسلام قبول کر کے شہر کو تباہی سے بچا لیا اس کا نیا نام آب سار تھا مگر محمود غزنوی کو یہ ادا اچھی نہ لگی اسے تو مال و دولت کی تمنا تھی جس کے لئے اس نے رے، بدخشاں، ماوراالنہر کے مسلم شہروں کو بھی لوٹا تھا چنانچہ تھوڑے دن بعد اس نے آب سار کو غزنی بلایا اور اس پر ارتداد کا الزام لگا کر کہا کہ یا تو چار لاکھ درہم ادا کردو ورنہ تمہاری گردن ماری جائے گی۔

آب سار بھاٹیہ نے یہ رقم ادا کردی چنانچہ اسے رہا کردیا گیا جب اس نے غزنی سے واپسی کا ارادہ کیا تو محمود کو پھر یہ خیال گزرا کہ مسلمان علماء اس حرکت سے ناراض ہوگئے چنانچہ اس نے آب سار کو غزنی میں ہی قید کردیا اور وہ بقایا زندگی قید میں گزار کر... راہی عالم بقا ہوا۔

جناب ابو علی ہجویریؒ اور محمود غزنوی کی دشمنی اس واقعہ کے فوراً بعد ہی یہ ظاہر کرتی ہے کہ محمود کی اسی حرکت سے آپ محمود کے خلاف ہوگئے کیوں کہ آپ اس وقت کے جید عالموں میں سے تھے کیوں کہ آب سار کو آپ ہی نے اس کے حسب خواہش کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا تھا۔

یہ تو تاریخ سے ظاہر ہے کہ محمود نے جناب ابو علی ہجویریؒ کے خلاف تلوار اٹھائی تھی مگر اس دشمنی کے انجام کا پتہ نہیں چلتا ہو سکتا ہے کہ جناب ممدوح بھی شہید ہوئے ہوں۔۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب۔

المختصر آب سار کے انتقال پر بھٹنڈہ پر پھر کبھی بھاٹیہ خاندان کا قبضہ نہ ہو سکا۔ بلکہ آب سار کی موت کے بعد اس شہر پر سانبھری کے چوہانوں نے قبضہ کر لیا جو ۱۱۹۲ء تک رہا البتہ شہر بھاٹیہ دبھٹنیر) جیسا کہ مذکور ہوا بھاٹیہ خاندان کے پاس ۱۳۹۸ء تک رہا۔

(۵)

خاندان چوہان

الف

راجگان اجمیر

باب ہشتم میں اس خاندان کے مہاراجہ مانک رائے (۶۸۴ء تا ۷۳۵ء) کا مختصر تذکرہ تحریر ہو چکا ہے۔ مہاراجہ مانک رائے اور عربوں کے حملے کا تذکرہ ہم مفصّل طور سے اس تاریخ کے حصّہ سوم میں تحریر کریں گے جب کہ اس مہاراجہ کا تین سال کا بچہ لوٹ کمار قلعہ کی فصیل پر کھیلتا ہوا کسی شقی القلب کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مگر فتح نے چوہانوں کے قدم چومے اور حملہ آوروں کو اجمیر سے بھگا دیا گیا۔

گوجروں کے آخری عروج کے ابتدائی زمانہ میں چوہانوں میں مہاراجہ مانک رائے کا نام ہی سر فہرست آتا ہے۔ مہاراجہ مانک رائے نے ۷۳۵ء میں انتقال کیا۔

مہاراجہ مانک رائے کے دو بیٹے تاریخ میں مشہور ہوئے۔ (۱) لچھن رائے (۲) تلک رائے۔ مہاراجہ کے انتقال کے وقت لچھن رائے کی تاجپوشی اجمیر میں ہوئی اور تلک رائے شمالی علاقہ .... پنجاب کا راجہ ہوا جس نے تھانیسر کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔

تھانیسر کی شاخ کے حالات ابھی اسی سلسلہ بیان کے حصہ ب میں مذکور ہوں گے۔ یہاں ہم اجمیر کی شاخ کا تذکرہ تحریر کر رہے ہیں تاکہ ربط مضمون میں کسی قسم کا نقص واقع نہ ہو۔

راجہ چھن رائے

۷۳۵ء تا ۷۶۰ء

راجہ چھن رائے کو پرتہار خاندان کے گوجر راجہ وتس راج نے اپنا باجگزار بنایا۔ وتس راج بھنمال اور منڈور کا راجہ تھا۔ پرتہاروں کی شہنشاہت کا قیام شروع ہو چکا تھا تمام گوجر راجہ یکے بعد دیگرے ان کے ماتحت ہوتے جا رہے تھے اس راجہ کا انتقال ۷۶۰ء میں ہوا۔

راجہ لوہت پال

۷۶۰ء تا ۷۹۰ء

راجہ لوہت پال بھی تمام عمر راجہ وتس راج کا حلیف و مددگار رہا آخر تیس ۳۰ سال حکمرانی کر کے ۷۹۰ء میں انتقال کر گیا۔

راجہ وگراہ راج ۔!

۷۹۰ء تا ۸۳۵ء

یہ راجہ ایک نہایت بہادر اور جری شخص تھا۔ خاندان چوہان اور خاندان پرتہار نہ صرف ایک دوسرے کے حلیف و مددگار تھے بلکہ باہم رشتہ داریوں میں بھی منسلک تھے چنانچہ راجہ وگراہ راج دوم نے ناگ بھٹ دوم پرتہار کی مدد قنوج پر حملے میں کی اور وہاں سے راجہ چکریدھ (برہمن) کو نکال کر گوجر شہنشاہیت کے قیام میں مدد بہم پہنچائی

راجہ مہندر پال

۸۳۵ء تا ۸۸۰ء

راجہ مہندر پال قنوج کے گوجر شہنشاہ مہر بھوج اعظم کا ہمعصر تھا اور گوجر شہنشاہ کا حلیف و مددگار تھا۔ ملتان چھاؤنی کی سپہ سالاری اسی سے منسوب تھی۔ راجہ مہندر پال کا ایک کتبہ اجمیر کے شمال سے برآمد ہوا ہے۔

ملاحظہ ہو ایپی گرافیکا انڈیکا " " " ..... صفحہ نمبر ۱۸۲

"نویں صدی کے کتبوں میں اجمیر اور سانبھر کے علاقوں کو گجرات تحریر کیا گیا ہے چوہان گوجر راجاؤں سے متعلق ہونے کی وجہ سے ہی گجرات کہلاتا تھا"

ملاحظہ ہو امپیریل گزٹ ایر آف انڈیا (بمبئی صوبہ) حصہ اوّل۔ صفحہ نمبر ۳۰۱

Imperial Gazetteer of India ——— (Bombay province) Part I Page 301

*

راجہ سری انہولا، راجہ سری پال

اور

راجہ جیت لراج

۸۸۰ء تا ۹۷۰ء

اجمیر کے یہ تینوں راجگان غیر معروف راجہ تھے جو یکے بعد دیگرے اجمیر کے تخت پر بیٹھے۔ ۹۰۰ء میں کشمیر کے راجہ شنکر ورمن نے پنجاب کے گوجروں کو شکست دے کر تکھ دیش (موجودہ ضلع ہوشیار پور) کا علاقہ لے لیا۔ آخر ۹۷۰ء میں تھانیسر (پنجاب) کی شاخ چوہان کے راجہ کیشو راج کے بیٹے اور راجہ گھگ کے پوتے ہرو راج (ہرش راج)

نے اجمیر کو اپنے تصرف میں لا کر اس سلطنت کو از سر نو عروج بخشا
تذکرہ اسی ضمن میں حصہ (ب) کے تحت آئے گا۔

⁂

حصہ (ب)

پنجاب کے چوہان

راجگانِ تھانیسر و کامیر

(۱)

راجہ تلک رائے چوہان

۷۳۵ء تا ۷۶۰ء

راجہ تلک رائے چوہان مشہور مہاراجہ مانک رائے چوہان کا دوسرا بیٹا تھا جس نے تھانیسر میں اجمیر کے ماتحت حکومت قائم کی اس کی حدود سلطنت دریائے گنگا سے لے کر دریائے چناب تک تھی آخر پچیس سال حکمرانی کر کے ۷۶۰ء میں اس کا انتقال ہوگیا

⁂

(۲)

راجہ کسکند رائے چوہان

۷۶۰ء تا ۸۰۰ء

راجہ کسکند رائے چوہان کے زمانہ میں انبالہ سے لے کر دریائے گنگا تک کے علاقہ میں بیوار گوجروں نے اپنے سرداری کی سرکردگی میں اپنی الگ سلطنت قائم کی اور شہر سارن پور

(موجودہ شہر سہارن پور) آباد کیا یہ سلطنت ۱۸۵۷ء تک گجرات کہلاتی رہی علاقہ سے ہنوار گوجروں کا اقتدار ۱۹۴۷ء میں ختم ہوا جس کا تذکرہ اسی تاریخ کے حصہ سوم میں مذکور ہوگا۔

---

(۳)

راجہ امرائے چوہان

۸۰۱ء تا ۸۵۵ء

راجہ امرائے چوہان کامیری کا باجگذار راجہ گزرا ہے جو براہ راست قنوج کا ماتحت تھا۔ اس نے بھی اپنے زمانہ حکومت میں کوئی ایسا کام سرانجام نہیں دیا جو صفحۂ تاریخ کی زینت کیا جا سکتا۔

---

(۴)

راجہ گھاگھارائے عرف راجہ گھگ

۸۵۵ء تا ۸۸۴ء

یہ راجہ اپنے زمانہ کا مشہور جرنیل تھا۔ اس کے زمانہ میں قنوج میں گوجر شہنشاہیت

قائم ہو چکی تھی لہٰذا راجہ گگ مہاراجہ مہر بھوج اعظم والی قنوج کا سپہ سالار سمجھا گیا۔ جس نے دریائے سندھ تک کا علاقہ فتح کر کے گوجر شہنشاہ کے زیر نگیں کیا۔

(۶)

راجہ کیشوراج

۸۸۴ء تا ۹۲۸ء

قنوج کے مہاراجہ نے پنجاب کی صوبیداری پر تھکیہ خاندان کے گوجر راجہ الکھان کو مقرر کیا۔ اس تقرر کی وجہ کابل پر عربوں کا حملہ تھا۔

اس وقت کابل پر برہمن خاندان حکمران تھا جنہوں نے گوجر مہاراجہ سے مدد مانگی تھی گوجروں نے الکھان کی ماتحتی میں کابل پر حملہ کیا اور راؤ عبیدہ اور خزاعی کو شکست دے کر زندہ گرفتار کر لیا۔ انہوں نے چار لاکھ درہم دے کر رہائی پائی۔ راجہ الکھان واپس پنجاب آیا اور شہر گجرات کی بنیاد ۸۹۵ء میں رکھی۔ جب راجہ شنکر ورمن والی کشمیر نے راجہ الکھان کو شکست دی تو راجہ کیشوراج واپس اجمیر چلا گیا مگر اس کے دو بہادر بیٹے پنجاب میں بحیثیت سپہ سالار رہ گئے اور تھکیہ حکومت کے معاون و مددگار رہے۔

(۷)

راجہ وجے راج، راجہ مہراج اور راجہ ہروراج یا ہرش راج

۹۲۸ء تا ۹۸۰ء

راجہ کیشوراج کے تین بیٹے تھے (۱) وجے راج (۲) مہراج یا اتریہ (۳) ہروراج یا ہرش راج چنانچہ ان تینوں لڑکوں نے مختلف علاقوں میں سرداری سنبھالی جس کا تذکرہ ۔۔

تفصیل حوالہ درج ذیل ہے۔

راجہ وجے راج راجہ وجے راج پنجاب میں راجہ الکھان کے انتقال پر اس کی اولاد کا ماتحت رہا۔
پنجاب کے اکثر چوہان گوجر خاندان اسی راجہ کی اولاد ہیں

راجہ مہراج یا اُتریہ چوہان یہ راجہ مشہور راجہ گھگ کا دوسرا پوتا تھا جو تاریخ میں اُتریہ (شمالی) چوہان مشہور ہے جس نے کابل کے معرکے سر کرکے سرحدی علاقہ میں حکومت قائم کی
سرحد کے تمام چوہان راجہ مہراج کی اولاد ہیں۔

راجہ ہروراج یا ہرش راج یہ راجہ راجہ گھگ کا پوتا یعنی راجہ کیشوراج کا تیسرا بیٹا تھا جس نے اجمیر کے راجہ جیت راج کے انتقال پر اجمیر کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس وقت اجمیر ایک معمولی ریاست رہ گئی تھی جس کو ہروراج نے از سر نو تقویت بخشی۔

نوٹ:۔ تھکیہ حکومت جس کا تذکرہ آئندہ ہوگا ۸۹۸ء میں قائم ہوئی اور ڈیڑھ سال بعد غزنویوں کے ہاتھوں ختم ہوئی اس کے ساتھ پنجاب اور سرحد کے چوہانوں کی سرداری ختم ہو گئی مگر راجہ ہرش راج کی اولاد اجمیر پر کئی سو سال حکمران رہی۔

راجہ وچراج راجہ ہروراج کے دو بیٹے تھے۔ بڑا لڑکا جگن دیو اجمیر کا راجہ ہوا اور کامیری کی سلطنت وچراج کے حصہ میں آئی۔ گوگ راج المعروف بہ گوگا پیر وچراج کا بیٹا تھا جو ۱۰۲۴ء میں محمود غزنوی کے ساتھ لڑتا ہوا اس دار فانی سے میدان کارزار میں رخصت ہوا۔ اور کامیری حکومت ختم ہوئی۔

(۱۱)

اُجّین و دھارا کے پنوار

"دنیا پنواروں کی"... ایک ضرب المثل

گوجروں کی تاریخ میں خاندان پرمار (پنوار) ایک خاص اہمیت کا حامل ہے جس کی تاریخ دسویں صدی قبل مسیح سے مسلسل مہ سینین بلکہ مع ایام و ماہ صفحۂ قرطاس پر محفوظ ہے۔ دسویں صدی قبل مسیح میں جو سلطنت اُجّین میں راجہ دھن جی پنوار نے قائم کی اس کا اختتام گپت عہد میں پانچویں صدی میں ہوا۔ مگر اسی زمانہ میں پنوار کی تاریخ جاب نے بھڑوچ میں عروج حاصل کیا اور اُجّین کی رونق کئی صدی کے لئے بھڑوچ میں منتقل ہوگئی۔

بھڑوچ کی پنوار حکومت جس وقت انحطاط پذیر تھی اسی زمانہ میں آبو کے پرمار عروج پر تھے بھڑوچ کی حکومت کا زوال ۱۰۶۶ء میں ہوا مگر اس وقت بھی چندراوتی، اچل گڑھ اور آبو میں پرمار آزاد حکمراں تھے اور اسی زمانہ میں ضلع پنجاب (موجودہ فیروزپور) میں اور تری گڑھوال (اضلاع نینی تال) میں بھی پنوار حکمراں تھے اسی لئے یہ ضرب المثل تاریخ میں بے حد مشہور ہے کہ:-

"دنیا پنواروں کی"

یعنی پنوار دنیا کے حکمراں ہیں۔

(۱)

راجہ اپیندر کرشن راج

۸۱۰ء تا ۸۳۷ء

راجہ اوپیندر جسے کرشن راج بھی کہا جاتا ہے چندراوتی کا پہلا مشہور راجہ تھا

جہاں اس کے آباؤ اجداد صدیوں سے ایک مختصر علاقہ میں حکمراں تھے۔ راجہ کرشن راج نے شروع ایام میں بھنمال کے پرتہاروں سے ٹکرّ لے کر اپنے علاقہ کو بچائے رکھا۔ ستائیس سال حکمرانی کر کے ۸۳۷ء میں اس بہادر راجہ نے انتقال کیا۔

(۲)

راجہ ویری سمہ اوّل

۸۳۷ء تا ۸۶۳ء

راجہ کرشن راج کے دو بیٹے تھے جس میں ویری سمہ بڑا تھا اور امبر سمہ چھوٹا تھا چنانچہ باپ کے مرنے پر ویری سمہ کو راجہ تسلیم کیا گیا۔ راجہ ویری سمہ کو قنوج کے گوجر شہنشاہوں نے اپنا باجگزار بنایا اور یہ پرتہاروں کا وفادار سپہ سالار ہو گیا جس نے گوجر شہنشاہوں کے لئے بہت سے علاقے فتح کئے۔ آخر چھبیس (۲۶) سال حکمرانی کر کے اس کا انتقال ۸۶۳ء میں ہوا۔ اس راجہ نے اپنی زندگی میں کبھی گوجر شہنشاہوں کی نافرمانی نہیں کی۔

(۳)

راجہ سیاک اوّل

۸۶۴ء تا ۸۹۲ء

راجہ سیاک اوّل نے سپہ سالاری کا اعزاز ترک کر کے اپنے کو راجہ تسلیم کرایا مگر تمام عمر یہ مہاراجہ مہر بھوج اعظم کا وفادار حلیف و مددگار رہا۔ اس راجہ کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں اس نے اپنے کو "گرجرادھیراج" لکھا ہے اس کتبہ کا تذکرہ مختلف تواریخ میں آیا ہے اور محکمہ آثار قدیمہ کے قدیم نوشتہ جات میں اس کی اصل عبارت درج ہے۔ اس خوددار راجہ نے اٹھائیس (۲۸) سال کامیاب حکمرانی کی اور ۸۹۲ء میں اس نے اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کیا۔

(۴)

راجہ واک پتی اوّل یا وپتہ راج

۸۹۲ء تا ۹۱۷ء

راجہ واک پتی اوّل جسے وپتہ راج بھی کہا جاتا ہے اپنے باپ کی طرح تمام عمر قنوج کے شہنشاہوں کا وفادار رہا۔ آخر پچیس ۲۵ سال حکمرانی کر کے ۹۱۷ء میں اس راجہ کا انتقال ہو گیا۔

(۵)

راجہ ویری سمہ دوم (وجے سوامی)

بانیٔ دھارا نگری

۹۱۷ء تا ۹۴۰ء

راجہ ویری سمہ یا ویری سنگھ اس شاخ کا بہادر راجہ تھا جس نے بزور شمشیر قنوج کے شہنشاہوں سے پنواروں کی "دھارا نگری" واپس لے لی جسے تیسری صدی میں ان کے بزرگوں نے آباد کیا تھا۔

خاندان پنوار کا کوئی شخص ملک کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے جو دھارا شہر کا نام نہ جانتا ہو۔ درحسل دھارا کی سلطنت پنواروں کی آخری سلطنت تھی جو اس خاندان کے تمام اشخاص کو یاد ہے۔ مگر وہ سلطنتیں جو دیگر مقامات پر قبل ازیں قائم ہوئیں ان کی یادیں حافظہ سے محو ہو گئیں اور جو دیگر مقامات پر مابعد قائم ہوئیں وہ دھارا جیسی شہرت حاصل نہ کر سکیں۔ الغرض دھارا کو واپس لینے والا بہادر راجہ ویری سنگھ تھا جس نے ۹۴۰ء میں انتقال کیا۔

(۶)

راجہ سیاک دوم یا ہرش

۹۴۰ء تا ۹۷۴ء

راجہ سیاک دوم اپنے باپ جیسا بہادر نکلا۔ اس نے سوراشٹر کے راجہ یوگ راج کو شکست دی اور آبو کے نزدیک ہون گوجروں کو شکست دے کر اپنا باجگزار بنایا۔ راجہ سیاک دوم نے شمال کے گوجروں کے مخالف راشٹر کوٹوں کو دریائے نربدا پر شکست فاش دے کر ان کے دارالخلافہ "منیہ کھیت" موجودہ "کھیڑا" کو زیر و زبر کر دیا۔ راشٹر کوٹوں کو اس تباہی سے زوال آنا شروع ہو گیا۔

راجہ سیاک دوم اعلےٰ درجہ کے راجاؤں میں شمار ہونے لگا۔ آخر ایک وسیع سلطنت قائم کر کے اس کا انتقال ۹۷۵ء میں ہوا۔

---

(۷)

راجہ منج یا واکپتی دوم

۹۷۴ء تا ۹۹۷ء

راجہ منج نے اپنے باپ اور دادا کے نام کو روشن کر دیا فتوحات نے ہر جگہ اس کے قدم چومے۔ شمال میں اس نے میواڑ کے گوہیل خاندان کو شکست دی۔ راجہ دارالخلافہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ آگے بڑھ کر مارواڑ کے چوہانوں کو ہرایا۔ اس طرح راجہ منج نے آبو اور ماڑواڑ کا جنوبی حصہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ پھر اس بہادر راجہ نے مغرب کا رخ کیا۔ ہونوں کی از سر نو سرکوبی کی۔ بہادر مولراج سولنکی کو ہزیمت دی۔ اس طرح اپنے پڑوسی راجاؤں سے اپنی طاقت کا لوہا منوا کر اس نے پنواروں کے قدیم گھر مالوہ کو از سر نو مستحکم کیا۔ مالوہ اس کے زمانہ میں ایک الگ ملک بن گیا۔

مالوہ کو مضبوط و مستحکم کر کے راجہ منج نے دکن کا رُخ کیا۔ ڈاہل اور سندود کے کلچوری گوجروں کو زیروزبر کر دیا۔ دریائے نرمدا پار کر کے راشٹر کوٹوں کی لاٹ حکومت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ فتوحات حاصل کرتا ہوا یہ بہادر پنوار کیرل تک پہنچ گیا جسے آج کیرالہ کہتے ہیں۔ کیرل کو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

دکن کے چلوکیہ گوجروں پر راجہ منج نے چھ حملے کئے مگر خاطر خواہ کامیابی... نہ ہوئی۔ یہ چلوکیہ گوجر وہی تھے جنہوں نے مہاراجہ ہرش کو شکست فاش دی تھی یہ ایک عظیم الشان حکومت تھی مگر راجہ منج ارادہ کا پکا تھا اس نے آخری مرتبہ چلوکیہ کو شکست دی۔ تعاقب کرتا ہوا یہ راجہ دریائے گوداوری پار کر گیا جہاں اسے شکست کھانی پڑی اور زندہ گرفتار ہو گیا۔

مالوہ کے گوجروں نے اپنے راجہ کو قید میں سے نکالنے کے لئے خفیہ منصوبہ بنایا مگر بر وقت راز فاش ہو جانے سے راجہ کو ہاتھی کے پیروں کے نیچے کچلوا کر مروا دیا گیا اسی دن جے پال ٹھکیہ دریائے سندھ کے کنارے محمود غزنوی سے شکست کھا کر قومی غیرت میں جل کر مر گیا اور اسی دن شمال کے گوجر دریائے گنگا کے کنارے دو فریق ہو کر لڑے جس میں راجہ دھنک مارا گیا اور اس کی لاش دریائے گنگا کے کنارے جلائی گئی۔ منج کی گرفتاری کے مفصل واقعات کسی دوسری جگہ درج ہوں گے

علوم وفنون کا سمندر راجہ منج پنوار راجہ منج پنوار نہ صرف بہادر سپہ سالار اور جرنیل تھا بلکہ زبردست عالم و فاضل بھی تھا۔ اس کے دربار میں علماء کا جمگھٹا رہتا تھا۔ راجہ منج بذات خود سنسکرت کا شاعر تھا۔ اس راجہ نے مالوہ میں علوم و فنون کے دریا جاری کر دیئے اور سنسکرت ادب کو زندہ جاوید کر دیا۔ طلباء کے لئے مدارس اور قیام گاہیں (ہوسٹل) تعمیر کرائیں تالاب اور مندر بنوائے علماء اور طلباء کے وظائف مقرر کئے۔ مالوہ کی پیمائش کر کے لگان مقرر کیا گیا۔ سرکاری خزانہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مالوہ تہذیب و تمدن کا گھر سمجھا جانے لگا۔ ملک کو تجارت و کشت و زراعت میں ترقی دی گئی۔ رعایا خوشحال ہو گئی۔ ملک مالا مال ہو گیا اور تاریخ میں مالوہ ایک زبردست قوم بن گئی۔ اس راجہ کی سنسکرت زبان میں متعدد کتابیں آج تک موجود ہیں۔

اس عظیم الشان راجہ کے بارے میں مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

"اس آسمانِ رفعت و ابہت کا ساتواں درخشاں ستارہ راجہ منج تھا جو اپنے متقدمین و متاخرین کے لئے مایۂ فخر و ناز تھا۔ ۹۷۴ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ یہ راجہ علم و فن کا مربی اور فصاحت و بلاغت کا محسن تھا۔ اس کے دربار میں علماء و فضلاء و شعرا دور دراز ملکوں سے کھنچ آئے اس نے اپنے برادر زادہ بھوج کو سنسکرت کے تمام علوم کی اعلیٰ تعلیم دلوائی جس سے وہ ہر فن میں یگانۂ روزگار ہو گیا۔ اس کے زمانہ میں سنسکرت.... ادبیات کو بہت ترقی ہوئی۔ علماء کے مناظروں اور شعرا کے مشاعروں سے اکثر اوقات دربار کا ہر گوشہ گونجتا رہتا تھا اور اہلِ کمال فصاحت و بلاغت کے جو موتی اگلتے تھے۔ سلک تحریر میں پروئے جاتے تھے۔ تحقیق مسائل میں موشگافی و نکتہ چینی کے جو نتائج ظاہر ہوتے تھے وہ اہلِ دربار کے دل و دماغ کو مسرور کرتے تھے۔ وہ خود بھی فاضل تھا مباحثہ میں مخاصمانہ حصہ لیتا تھا اور مجالس مناظرہ کی صورت میں انجام دیتا تھا۔ اپنا کلام تنقید کے لئے پیش کرتا اور دوسروں کے کلام پر نکتہ چینی یا صدائے تحسین بلند کرتا تھا متعدد کتابوں کا مصنف بھی تھا۔

ادبیات سنسکرت کا مشہور مصنف جیا اور اس کا بھائی دھنک اس دربار کے نورتن میں سے تھے جن کی فصاحت و بلاغت کی ہر طرف دور دور تک دھوم تھی۔

اس کے مفصل حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک جامع اوصاف راجہ تھا انتظام مملکت کے ساتھ ساتھ جہانگیری و کشور کشائی سیاست دانی میں بھی مشہور آفاق تھا۔ علم و ادب کا مرکز علماء و فضلا کا مربی تھا۔ دوسری طرف وہ دشمنوں کے سخت ترین حملوں کی مدافعت کے وقت جانباز بہادر سپہ سالار تھا۔ ان مختلف حیثیتوں کے سبب سے صاحب سیف و قلم تھا۔ جنگ میں فوج کی خود کمان کرتا اور سپاہیوں کی طرح کرتا"

راجہ تیلپ چلوکیہ (گوجر) بھی جو اس کا ہمقوم زبردست راجہ تھا اس کے جارحانہ ... حملوں سے محفوظ و مامون نہ تھا۔ اس نے چھ مرتبہ اس کے ملک پر حملہ کر کے اس کی سلطنت کو تہ و بالا کیا حالانکہ اس کا مقابلہ معمولی مقابلہ نہ تھا مگر اس کی اولوالعزمی اور فنون حرب کی .. مہارت ہر دفعہ کام آتی تھی۔ فتح و نصرت اس کے رکاب اجلال کو بوسہ دیتی تھی اور یہ ہمیشہ اقبال و جلال کا پرچم اڑاتا ہوا اپنے دارالسلطنت دھار کو سالماً و غانماً واپس آ جاتا تھا۔

ساتویں دفعہ وہ آخری فیصلہ کے لئے راجہ تیلپ چلوکیہ پر بڑی مستعدی سے اس غرض سے حملہ آور ہوا کہ اس کے ملک کو اپنی سلطنت میں شامل کر لے اس وقت راجہ تیلپ بھی ... بمصداق "ہر کہ تنگ آمد بجنگ آمد" اپنی پوری طاقت کے ساتھ مقابلہ کیلئے نکلا "آہن بآہن" کا منظر تھا مگر راجہ منج کا لشکر تیر یاراں و آتش سوزاں کا مقابلہ کرتا ہوا آخر کار شمالی سرحد پر دریائے گوداوری کو عبور کر گیا اور قریب تھا کہ قلعہ پر رایتِ نصرت بلند ہو۔ مگر راجہ تیلپ کے لشکر نے سینہ شگاف تیروں اور جانستاں تلواروں سے اس کے لشکر کی ... مدافعت اس طرح جان توڑ کر کی کہ راجہ منج گرفتار ہوا اور راجہ تیلپ نے اس صاحب سیف و قلم کا سر ۹۹۵ء میں اپنے ہاتھ سے قلم کیا ؎ صیاد نہ ہر بار غزالے برد باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

ترجمہ :- شکاری ہر بار ہرن کو ہی شکار نہیں کرتا بلکہ (ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ) کسی روز چیتا اسے (جنگل میں) پھاڑ کھائے۔

راجہ منج کا نام مختلف تاریخوں میں مختلف ہے۔ واک پتی اول - انیل راج - ہو گھوش پرتھوی ولبھ - شری ولبھ وغیرہ وغیرہ

یہ راجہ ۹۷۴ء میں تخت نشین ہوا اور ۹۹۵ء و ۹۹۷ء کے درمیان مارا گیا۔ اس کا زمانہ سلطنت تقریباً ۲۰ (بیس) سال تھا۔

ملاحظہ ہو - ایپی گرافیکا انڈکا جلد اول صفحہ نمبر ۸ و نمبر ۲۲۲ از مسٹر بیو ہلر و شاہانِ گوجر صفحہ نمبر ۲۸۳ و نمبر ۲۸۴ از مولانا ابوالبرکات محمد عبدالمالک رح

نوٹ :- اس راجہ کا نام واک پتی اور منج تخلص تھا باقی تمام القاب ہیں۔ جیسا کہ حکمران زمین و زماں وغیرہ ہیں۔

راجہ سندھوراج
۹۹۷ء تا ۱۰۱۰ء

راجہ منج کے بعد اس کا بھائی راجہ سندھوراج دھارا کے تخت پر متمکن ہوا اور تیرہ ۱۳ سال حکمرانی کر کے انتقال کر گیا۔

--- * ---

راجہ بھوج اعظم پنوار
۱۰۱۰ء تا ۱۰۵۵ء

اپنے زمانہ میں یہ راجہ آسمان علوم و فنون کا آفتاب تھا، تعلیم و تربیت اس کے چچا راجہ منج پنوار نے کی تھی۔ اس راجہ والاشان کے مفصل حالات اور منج کی آئندہ اولاد کے حالات باب سیزدہم میں مذکور ہوں گے۔

--- * ---

(۱۲)

خاندان اہیر۔!
راجہ نمبارک
(Raja Nimbarak)
۷۵۰ء تا ۸۱۰ء

نویں صدی کے شروع میں گوجر شہنشاہان قنوج نے سوراشٹر کو چلوکیہ راجاؤں کی ماتحتی میں دے دیا۔ چلوکیہ خاندان نے سوراشٹر کا صوبیدار ایک نوجوان راجہ نمبارک اہیر کو مقرر کیا جس نے پورے ساٹھ سال ۷۵۰ء تا ۸۱۰ء حکومت کی۔

راجہ بارپّہ

سنہ ۹۱۰ء تا سنہ ۹۵۲ء

راجہ بارپّہ نے قنوج کے پرتہار گوجروں کی ماتحتی کا جوا گردن سے اتار پھینکا۔ اس نے لاٹ علاقہ کو فتح کیا اور دکن کے گوجر راجہ تیلپ دوم سے عہد دوستی کر کے اپنے دشمنوں سے بچنے کے لئے اس کا حلیف صوبیدار کہلانے لگا۔ اس نے اس پاس کے دوسرے خاندان کے گوجر راجاؤں کو شکست پر شکست دے کر اپنے کو تاریخ میں "پسپائی کو نہ جاننے والا"... مشہور کر دیا۔

اس کے آخری زمانہ میں انہلواڑہ میں ایک اور خاندان نمودار ہوا جس کا سربراہ مولراج سولنکی تھا۔ مولراج سولنکی اپنی شاخ کا بانی تھا۔ نئی سلطنت کے بانی ہمیشہ ہی تاریخ میں بہادر ہوئے ہیں چنانچہ مولراج سولنکی میں بھی یہ سعادت موجود تھی۔

انہلواڑہ اور سوراشٹر کی حدود ملی ہوئی تھی مولراج سولنکی اور بارپّہ میں مسلسل جنگیں شروع ہو گئیں دس سال کے طویل عرصہ تک جنگوں میں داد مردانگی دیتا ہوا یہ بہادر گوجر آخر ۹۵۲ء میں معرکۂ کارزار میں مولراج سولنکی کے ہاتھوں مارا گیا۔ چنانچہ قدیم مورخ سومیشور اپنی کتاب "کیرتی کومدی" میں لکھتا ہے۔

"مولراج نے اس بارپّہ کو مار دیا جو لاٹ کے راجہ کا سپہ سالار اعظم تھا اور جو پسپا ہونا اور شکست کھانا جانتا ہی نہ تھا مولراج کے ہاتھ بہت سے جنگی ہاتھی لگے۔"

ملاحظہ ہو کتاب "کیرتی کومدی" حصہ دوم جلد ۳ از شری سومیشور۔

راجہ گوگراج - ا

۹۵۲ء تا ۹۸۷ء

راجہ گوگراج نے اپنے باپ راجہ بارپّہ کی موت کے بعد سوراشٹر کے کچھ حصہ کو مولراج کی ماتحتی میں دے دیا مگر لاٹ کا علاقہ (نربدا کا جنوبی حصہ) کلہم اس کی ماتحتی میں رہا یہ راجہ

پینتیس ۳۵ سال حکمرانی کر کے ۹۸۷ء میں انتقال کر گیا۔

ایک کتبہ کی تحریر ہے کہ "راجہ گوگراج طاقت کا دیوتا تھا جس نے اپنی سلطنت کو غاصبوں کے پنجہ سے چھڑایا۔"

ملاحظہ ہو انڈین انٹی کویری حصہ نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۱۹۹

راجہ کیرتی راج
۹۸۷ء تا ۱۰۲۷ء

راجہ کیرتی راج اس خاندان کا سب سے زبردست راجہ تھا جس نے اپنی قوت اور سطوت کو چار چاند لگا دیئے۔ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جنوب میں مہاراشٹر کے بیشتر علاقہ پر قبضہ کر کے اس نے اپنی سلطنت کو وسعت دی اس کا مشہور سپہ سالار راجہ مندلیک اہیر تھا جس نے ۱۰۲۶ء کے شروع میں محمود غزنوی کے حملہ سومنات میں بہادری دکھائی۔

جب محمود غزنوی سومنات سے مال و دولت لوٹ کر براستہ "رن کچھ" بھاگا تو اس کا تعاقب کرنے والوں میں مندلیک بھی تھا۔

راجہ وتس راج اہیر
۱۰۲۷ء تا ۱۰۴۵ء

راجہ وتس راج نے پورے اٹھارہ سال حکمرانی کی اس کے زمانہ میں دھار کے پنوار گوجر از سر نو عروج پر تھے مگر بمشکل تمام وتس راج نے کچھ علاقہ سے ہاتھ دھو کر اپنی بقایا سلطنت کو بچائے رکھا۔

راجہ ترلوچن پال

۱۰۴۵ء تا ۱۰۵۴ء

راجہ ترلوچن پال گوجروں کے خاندان اہیر کا آخری خودمختار راجہ تھا جو سوراشٹر پر حکومت کرتے تھے۔ اس حکومت کو مالوہ کے بھوج پرمار اور انہلواڑہ کے بھیم سولنکی نے حملہ کر کے ختم کر دیا اور اہیر خاندان بحیثیت سردار رہ گئے۔

نوٹ:۔ اس زمانہ میں یادو ونشی اہیر گوجروں کی حکومت دیوگری (دکن) میں ابتدائی مدارج طے کر رہی تھی۔ جہاں اہیروں کی حکومت تیرھویں صدی تک رہی اور خاص گجرات کاٹھیاواڑ میں اہیروں کی مختلف شاخیں اکبر کے زمانہ تک آزاد رہیں اور اس خاندان کے مسلسل راجگان مثلاً بھاونگر اور نوان نگر کے راجگان آج سے بارہ سال پیشتر ۱۹۴۷ء تک حکمرانی کرتے رہے۔

۱۳

مختصر تاریخ سندھ اور گرجر

اور

ملک میں اوّل بیرونی حملہ آور

خاندان اہیر

(یادو ونشی)

سب سے اوّل گجرات جو سنہ ۳۱۰۱ ق م میں وجود میں آیا دریائے اٹک اور دریائے نربدا کے درمیان تھا۔ گوجروں میں سب سے پہلا قدیم فرقہ "اہیر" (ہیر) وجود میں آیا، جنہوں نے دریائے اٹک کے ساتھ ساتھ شمال تک اپنی آزاد حکومت قائم کی۔ آریوں کی قدیم کتابوں مثلاً مہابھارت اور منوسمرتی میں اس کا تلفظ "ابہیر" ہے۔ انگریز مورخوں نے بھی موجودہ اہیروں کو ابہیر ہی مانا ہے۔ منوسمرتی میں صاف طور سے تحریر ہے کہ:-

"اہیر" وہ قوم ہے جو دریائے اٹک (موجودہ دریائے سندھ) کے اطراف میں رہتی ہے اسی قوم نے کورو کشیتر (تھانیسر) کی لڑائی میں کوروؤں کا ساتھ دیا تھا۔"

مگر مہابھارت میں اہیروں کا وطن متھرا (برج دیش) تحریر ہے اور انہیں یادو ونشی لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یادو ونشی خاندان سری کرشن کے ہمراہ "دوارکا پور" آئے اور گرجر کہلائے۔

یہیں سے انہوں نے شمال کی طرف بڑھنا شروع کیا ورنہ اہیر لفظ کا تلفظ کراچی تا پشاور "ہیر" ہے یہی تلفظ دکن میں بھی ہے۔ صرف پنجاب اور یوپی کے لوگ اس کا تلفظ "اہیر" کرتے ہیں۔ اپنے عروج کے زمانہ میں گوجروں کے اس خاندان نے ساحل سمندر سے لے کر وسط

ایشیا تک کے علاقہ کا نام "ہیرا اترا" رکھا اسکو بیرونی مسلم مورخوں نے "ہیرات" یا "ہرات" کیا اسی نام کا علاقہ اور شہر موجودہ افغانستان (قدیم واہلیک) میں آجتک واقع ہے۔

لوٹ :- گرجر اتر سے گجرات، سوراشٹر سے سورٹ اور مہاراشٹر سے مرہٹہ یہ سب تلفظ بیرونی مسلمان مورخوں کے ہیں

منوسمرتی کے مصنف منوجی کے زمانہ میں اسی علاقہ میں اس خاندان کی حکومت تھی۔ وسط ایشیا کا علاقہ مرو وہی قدیم نام ہے جس کو سنسکرت میں موجودہ سندھ کے مشرق کے علاقہ کے لئے مروبھومی کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔ یعنی سندھ تا وسط ایشیا ایک حکومت تھی۔

پورانک دور (۳۰۰۰ تا ۸۰۰ ق م) میں جب آریوں کی تہذیب ہر چہار طرف پھیلی تو قدیم اوتاروں کے بجائے نئے اوتار شری کرشن کے نام سے تبلیغ ہوئی۔ تمام موجودہ مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دور مشرق میں ملک سیام کا نام شری کرشن کے لقب "شیام" پر ہے ملک سیام میں آجتک شری کرشن کو ہی اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کیا جاتا ہے پورانک دور میں ہی جزیرہ سماترا کا نام پڑا شری کرشن کے بیٹے کا نام سمبہ جی تھا۔ ان کی اولاد کا گوت آجتک سمہ ہے جنہوں نے گجرات اور سندھ پر صدیوں حکمرانی کی۔

سمہ گوجروں نے خلیج کچھ کی بندرگاہوں سے دور دراز ملکوں میں تبلیغی خدمات انجام دیں اور جس طرح گرجر قوم کے نام پر گرجر اترا اور اس کی شاخ ہیر کے نام پر "ہیرا اترا" پڑا بعینہ سمہ گوجروں کے نام پر سماترا ہوا جسے بزبان انگریزی آجکل سماٹرا کہا جاتا ہے۔

یہی زمانہ ایران کے نام کے وجود میں آنے کا ہے ایران کی تاریخ میں زرتشت ۶۶۰ ق م میں پہلی ہستی ہے جس نے اپنے کو آریہ کہا۔ زرتشت کا نام پورانک دور کی قدیم کتابوں میں بزبان سنسکرت "جرتھستر" لکھا ہے

ا۔ دیگر خاندانوں کی سندھ پر حکومت

گوجروں کے قبائل جاریجہ، جام، سمہ، سودر اور بھاٹیہ وغیرہ یادو ونشی کہلاتے ہیں۔ آئین اکبری میں مرقوم ہے کہ :—

"ان کے مغرب میں ایک دوسرا بڑا خطہ ہے جس کو "کچھ" کہتے ہیں" یہ ملک ڈھائی سو کوس لمبا اور سو کوس چوڑا ہے۔ کچھ کے مغرب میں سندھ واقع ہے" اس ملک کا بیشتر حصہ ریگستان اور جنگل ہے گھوڑے کی ایک قسم بہت عمدہ پائی جاتی ہے کو عربی النسل خیال کرتے ہیں، اونٹ اور بکرے بھی عمدہ ہوتے ہیں یہاں کا حاکم "یادو" قوم کا ایک فرد ہے جس کے قبیلہ کو "جاریجا" کہتے ہیں، اس قوم کی فوجی قوت دس ہزار پیادوں پر مشتمل ہے۔

کچھ کے باشندے خوب رو، بلند قامت ہوتے ہیں اور لمبی داڑھی رکھتے ہیں، شہر "بہج" (بھوج) حاکم کا پایہ تخت ہے، جس میں دو قلعے ہیں جن کو جھارہ اور کنکوٹ کہتے ہیں گجرات سمت جانب جنوب ایک مشہور رئیس ہے جس کو "جام" کہتے ہیں یہ رئیس حاکم کچھ کا عزیز ہے ساٹھ سال کا عرصہ گذرا کہ جام راول نے ایک معرکہ میں جو دو ماہ تک جاری رہا شکست کھائی اور اپنے ملک سے آوارہ وطن ہو کر سورت میں وارد ہوا اور جیتوہ، بادل، جارن اور تنبل کے ممالک کے درمیان سکونت پذیر ہوا۔

جام راول نے دیگر عمدہ شہروں پر قبضہ کر کے نوانگر آباد کیا، رئیس نوانگر سات ہزار سواروں اور آٹھ ہزار پیادوں کا حاکم ہے"

ملاحظہ ہو آئین اکبری حصہ ا جلد ۲ باب سرکار احمد آباد وغیرہ

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ قبیلہ جاریجا اور جام یادو ونشی ہیں... الغرض جیسا کہ ہم گذشتہ ابواب میں ان خاندانوں کی مفصل تاریخ لکھ چکے ہیں کہ قبل مسیح میں صدیوں تک سندھ اور افغانستان پر یادو ونشی حکومت رہی، انہیں کے ایک خاندان (گوت) سیندھو نے اس عظیم الشان سلطنت کے جنوبی حصہ کا نام "سندھو دیش" رکھا تھا جسے آج سندھ کہتے ہیں اور جو ۱۹۳۵ء تک بجگترا کا حصہ تھا، مصنف پرپلس نے ۷۰ء میں ان کا تذکرہ ابھی مذکورہ علاقہ میں کیا ہے، ۱۵۰ء کے ایام میں پتنجلی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ گجرات میں اہیروں کی زبان۔

"اپ ہیر النا" سنسکرت کی بگڑی ہوئی زبان ہے جسے ناخواندہ اہیروں نے دیہات میں رواج دے لیا ہے۔ اور وشنو پران میں درج ہے کہ اندھروں سے اہیروں نے حکومت چھین لی تھی ۱۸۱ء میں رودر بھوتی کو "چھمی کھشترپ" (مغربی کھشتریوں) کا بہادر سپہ سالار تحریر کیا گیا ہے۔ ۲۰۰ء میں بھرت نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ گجرات کے اہیر کاشتکار "ہیرکتی" زبان بولتے ہیں اور تیجا یا گوجر دیش بھاشا (سنسکرت) بولتے ہیں

۳۰۰ء میں الیشور سین اہیر کی حکومت شہر ناسک (دکن) تک تھی۔

۳۵۰ء میں سمدر گپت کے زمانہ میں اہیر اس کی حکومت کے مغرب میں رہتے تھے

۳۵۰ء میں سومنات کا مندر اہیروں کی زیر نگرانی تھا۔

۵۰۰ء میں اہیر مغربی ہندوستان میں خاص اعزاز کے مالک تھے۔

ماخوذ از گجرات اور اس کے علوم و فنون از کے۔ ایم منشی

جاٹوں کی ابتداد

۵۰۰ء تا ۶۰۰ء میں دریائے سندھ کے تمام علاقہ کے گوجروں نے برہمن حکومت پر حملے کئے تو انہیں شمالی مغربی پنجاب میں "ہون" اور شمالی سندھ میں "جاٹ" نام دیا گیا (چندر کی سنسکرت گرامر) میں دونوں الفاظ بحیثیت قبیلہ آئے ہیں۔ سندھ میں قدیم خاندانوں نے حکومت وقت کو چین نہ لینے دیا اور وہ مستقل طور سے جاٹ کہلانے لگے۔

"جاٹ" گوجروں کے چند خاندانوں (گوتوں) کا مجموعہ ہے، اسی طرح ہونوں نے سیالکوٹ اور کشمیر میں حکومت قائم کی، ہون اور جاٹ شمالی مغربی علاقوں میں گوجروں میں شمار ہوتے ہیں اور یہ گوجروں کے دو گوت سمجھے جاتے ہیں، ہون تو خالص کشان ہیں جو ہر جگہ گوجر پکارے جاتے ہیں البتہ جاٹوں کی تنظیم بعض علاقوں میں اب علیٰحدہ ہے۔

مغربی علاقہ میں اہیروں کی زیادہ تعداد کشمیر، سوات، ہنیر، وادی کاغان اور سرحدی علاقوں میں ہے۔ ساتویں صدی ۶۳۵ء میں راجہ چچ برہمن نے جاٹ کہلانے والے گوجروں کو شمالی سندھ سے مکران کی طرف دھکیل دیا، جہاں انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی، اس حکومت کا آخری راجہ "موہنا" تھا۔

سندھ سے بھاگ کر جو جاٹ پنجاب کے شمال میں پہنچے وہ آج تک گوجروں میں شمار ہوتے ہیں اور جاٹ گوجروں کا ایک گوت سمجھا جاتا ہے

ابو شعری نے مغربی مکران کے ایرانی حاکم یزدگرد پر حملہ کیا تو قلعہ سوس کی لڑائی میں جاٹ یزدگرد کی طرف ہو کر لڑے اور شکست کھائی۔

(ملاحظہ ہو تاریخ مقریزی)

نوٹ:۔ عربی تاریخ میں لفظ "زط" آیا ہے جو تمام مورخین کے نزدیک لفظ "جٹ" ہے

۶۵۵ء میں مغیرہ ابوالعاص بحرین کے راستے سے دیبل آئے اور مارے گئے۔ ملاحظہ ہو آئینِ اکبری۔

۶۷۵ء میں عبداللہ نے جاٹوں پر مکران میں حملہ کر کے جاٹ راجہ موہنا سے حکومت چھین لی مگر عبداللہ گوجروں کے دارالخلافہ دیول پر حملے کے دوران میں مارا گیا عرب فوج شکست کھا کر بھاگ گئی۔

۷۰۸ء میں بدیل نے دیول پر حملہ کیا۔ یہ بہادر سپہ سالار بھی لڑائی میں گوجروں کے ہاتھ سے مارا گیا اور عرب سپاہ شکست کھا کر بھاگ گئی۔

۷۱۲ء میں چوتھی مرتبہ محمد بن قاسم نے دیول پر حملہ کیا اس کی سپاہ کا انتظام یہاں تک مکمل تھا کہ سپاہیوں کے پاس سوئی دھاگہ تک تھا اور سرکہ میں بھیگی روئی تک ہمراہ تھی تاکہ تبدیلی آب و ہوا کا اثر تندرستی پر نہ پڑے، یہ سرکہ کھانے میں استعمال ہوتا تھا۔

محمد بن قاسم فتحیاب ہوا، دیول کا شہر صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا، ایک متنفس زندہ نہ بچا دیول کا گوجر راجہ مان سنگھ اور مکران کا جاٹ راجہ موہنا دونوں دیول کی لڑائی میں مارے گئے مولفہ نیند کمار ورما و نیز تاریخ مریاداکی دیواریں صلا از جناب دیش راجھیانی

رحیم داد خان مولائی شیدائیؒ نے اپنی تاریخ جنت السندھ کے ص۵۵ پر لکھا ہے "۱۶ ۶۸ء گوجر قوم جی راجہ ناگ بھٹ قنوج فتح کیو، گوجراں بن صدین تائین حکومت کئی سندن راجا بھوج مشہور تی گذریو آہی" وغیرہ ص۵۶ "گوجرن جی ھکڑی شاخ تنور ھی جنھن دھلی ۾ پنھنجی حکومت قائم کئی ھئی پوءِ اجمیر جي چوہان راجہ بسلدیو دھلی تي قبضہ کیو عیسوی ۱۲ صدی ۾ داري پرتوي راج مشھور ٿی گذریو" وغیرہ ص۵۵ کا نوٹ "سندھ ۾ چنا الوڈیا جي سورج ونشی کُل مان ھئا، جي کوھستان کان سواءِ کچھی ۾ سیوی تائین حکومت کندا ھئا، راٹھوڑن جی نسل مان بیلي لاڑ ۾ ٿري ۾ حکومت ھئی"

ترجمہ ہے: "۸۱۶ء میں گوجر قوم کے راجہ ناگ بھٹ نے قنوج فتح کیا گوجروں نے وہاں دو صدی تک حکومت کی ان میں راجہ بھوج مشہور گذرا ہے۔۔۔ (ص۵۶) گوجروں کی ایک شاخ تنور (تنوار) تھی جس نے دہلی پر حکومت قائم کی تھی پھر اجمیر کے چوہان راجہ بیسلدیو نے دہلی پر قبضہ کیا عیسوی ۱۱ صدی کے قریب پرتوی راج مشہور ہو گذرے ہیں۔ وغیرہ" (نوٹ ص۵۵ کا ترجمہ) "سندھ کے چنا قوم الوڈیا کے سورج ونشی خاندان میں سے تھی جو کوہستان کے سوا کچھی (مکران) سیوی تک حکومت کرتے تھے۔ راٹھوڑوں، گوجروں کے قبیلہ زیریں سندھ و تھر پر حکومت تھی۔

شیخ غلام محمد نے مرات محمدی صفحہ نمبر ۱۳ میں تحریر کیا ہے کہ "لس بیلہ پر حکومت کرنے والا سول سنگھا گوجر تھا۔"

نوٹ:- مگر یہ حوالہ عربوں کے سندھ خالی کرنے کے بعد کا ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا۔
مؤلف گُرجر

محمد بن قاسم نے ٹھٹھہ، سیہوان، روہڑی اور برہمن آباد فتح کر کے شمالی سندھ کے برہمن راجہ داہر کو شکست دی۔ راجہ داہر لڑائی میں مارا گیا اس کے لڑکے جے سنگھ نے اسلام قبول کر لیا اس کی دو بہنیں خلیفۂ دمشق کے حرم میں مع ستر دوسری مستورات کے بطور سوغات بھیجی گئیں۔ آگے بڑھ کر محمد بن قاسم نے بھٹی گوجروں سے ملتان لے لیا۔

۷۱۶ء میں محمد بن قاسم واپس چلا گیا اور گوجروں کو نیست و نابود کر کے مندروں کی تمام جائیدادیں برہمنوں کو سونپ گیا اور نہ ان پر جزیہ لگایا گیا کیوں کہ انہوں نے غداری کر کے اپنے راجاؤں کو مروایا تھا۔ جزیہ کی رقم صرف جاٹوں اور گوجروں سے وصول ہوتی تھی۔.....

... محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد یکے بعد دیگرے نئے عرب سپہ سالار سندھ میں آئے

۷۳۹ء میں سندھ کے علاقہ میں بمقام "نوساری" عربوں اور گوجروں میں خونریز جنگ ہوئی جس میں گوجروں کو شکست فاش ہوئی ہے[1]

عربوں نے چتوڑ پر حملہ کیا مگر باپا راول نے انہیں شکست دی، پھر عربوں نے اجمیر پر حملہ کیا مگر مانک رائے چوہان نے انہیں شکست دے کر علاقہ سے نکال دیا، اسی حملے کے دوران کسی عرب نے قلعہ کی فصیل پر کھیلتے ہوئے تین سال کے شہزادے لوٹ کمار کو تیر کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا، یہ صبح کا وقت تھا۔

مشرقی ریگستان کی طرف ناکامی دیکھ کر عربوں نے مالوہ کا رخ کیا مگر پنوار خاندان کے گوجروں نے شکست دے کر عرب فوج کے سپہ سالار کو مار دیا عرب سپاہ گرتی پڑتی سندھ پہنچی۔

ان شکستوں کو مشاہدہ کر کے سندھ کے جاٹوں نے ملک کی آزادی کے لئے از سر نو تلواریں سونت لیں راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ جس کا نام اب جے شاہ تھا وہ بھی ملک کی آزادی کے سوال پر جاٹوں سے مل گیا

---

[1] ۔ ملاحظہ ہو نوساری کا کتبہ ۔ اس کتبہ کی اصل سنسکرت عبارت تاریخ گرجر حصہ پنجم میں مولف نے نقل کی ہے

جالٹوں اور برہمنوں کی لڑائیاں

راجہ ساہر سین برہمن

۵۲۵ء تا ۵۶۵ء

جس زمانہ میں بھٹنیر کے بھاٹیوں اور منڈور کے پرتہاروں میں جنگ کا آغاز ہوا روہڑی دشمالی سندھ) کے ایک بہادر برہمن ساہر سین نے شمالی سندھ اور بلوچستان کا مغربی حصہ و نیز موجودہ ریاست بھاول پور کے ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر کے آزاد حکومت کی داغ بیل ڈالی : یہ تمام علاقہ بھاٹیہ خاندان کی حکومت میں شامل تھا مگر منڈور کے پرتہاروں نے بھٹنیر پر بھی قبضہ کرلیا تھا جو عارضی تھا مگر پھر بھاٹیوں میں اتنی قوت نہ رہی کہ وہ برہمنوں سے اپنا علاقہ واپس لیتے مگر مقامی گوجر عوام و سردار برہمنوں سے نبرد آزما ہوتے رہے انہیں کو برہمنوں نے جاٹ (غیر مہذب ۔ باغی) وغیرہ تحریر کیا ہے ۔ آخر ۵۶۵ء میں راجہ ساہر سین کا انتقال ہوا ۔

راجہ ساہی رائے

۵۶۵ء تا ۶۲۶ء

راجہ ساہی رائے ایک بہترین راجہ تھا جس نے جالوٹوں کو دبا دیا اور اپنی بہترین پالیسی کے تحت ان کے سرداروں کو مغربی بلوچستان کی سرداری سونپ دی تاکہ وہ وہاں... ایرانیوں کی سرحدات پر لڑتے مرتے رہیں ۔

راجہ ساہی رائے علوم و فنون کا دلدادہ تھا اس کے دربار میں علما و فضلا رونق پذیر ہوتے تھے ، عاقل وزیروں میں مشہور وزیر رام سہا تھا ، پورے اکسٹھ سال حکمرانی کر کے راجہ ساہی رائے کا انتقال ۶۲۶ء میں ہوا ۔

راجہ رام سہائے

سنہ ۶۲۶ء تا ۶۳۰ء

راجہ سہی رائے کے انتقال پر اس کا وزیر رام سہائے تخت نشین ہوا، مگر اس کے ملازم سردار چچ برہمن نے اس کی بیماری میں سب امراء کو ختم کر کے خود روہڑی کے تخت پر قبضہ کر لیا صرف چار سال حکومت کرنے کے بعد راجہ رام سہائے کا انتقال ہو گیا۔

راجہ چچ برہمن

سنہ ۶۳۰ء تا ۶۷۴ء

راجہ چچ برہمن بہت سخت اور تند مزاج تھا خاص طور سے اس نے جاٹوں پر مظالم کیے اور ان سے شمالی بلوچستان کا علاقہ لے کر انہیں مکران کی طرف پسپا کر دیا، حکومت میں جو جاٹ عوام تھے ان پر پابندیاں عائد کر دی گئیں، ان سے تمام زمینیں لے کر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ برہمن سرداروں کی ملازمت میں رہیں آخر ۶۷۴ء میں اس ظالم راجہ کا انتقال ہو گیا۔

راجہ داہر سین

سنہ ۶۷۴ء تا ۷۱۲ء

راجہ داہر سین کے زمانہ میں جاٹوں نے برہمن خاندان کا ناک میں دم کر دیا مگر وہ ہر مرتبہ مغلوب ہی ہوتے رہے اسی خانہ جنگی کے دوران عربوں کے مسلسل حملے جنوبی سندھ کی گوجر حکومتوں پر ہو رہے تھے آخر ۷۱۲ء راجہ داہر عرب سپاہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

راجہ جے شاہ

راجہ داہر سین کی موت کے بعد اس کا لڑکا جے سنگھ مسلمان ہو گیا، وہ تمام عمر مسلمان

رہا اور اس کی اولاد آجتک سندھ میں "ڈسری" کہلاتی ہے گروہ اپنے ملک پر بیرونی قوموں کا اقتدار نہ دیکھ سکا اور ان کے مظالم نے اسے مجبور کیا کہ وہ بھنمال کے گوجر راجاؤں سے مدد کا طالب ہو' چنانچہ جیسا کہ مذکور ہوگا سندھ کو تھوڑے ہی عرصہ بعد آزاد کرا لیا گیا -

---

خاندان چھاولہ کی حکومت

راجہ چوہل رائے

راجہ چوہل رائے ما بعد چتوڑ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو پانچویں صدی میں دبھی کہلاتے تھے' چوہل رائے نہایت جری و بہادر سپہ سالار تھا جو چھٹی صدی عیسوی میں سکیت (گجرات) کے علاقہ سے آیا تھا اس نے شمالی بلوچستان میں آکر حکومت کی بنیاد ڈالی تھی

راجہ چوہل رائے کی اولاد آئندہ چوہلہ کہلائی' چوہلہ کو آجکل چھاولہ بھی کہتے ہیں- انگریز مورخوں نے اسی کو چھاولہ اور جھاولہ بھی تحریر کیا ہے' سکیت موجودہ جھالاواڑ کے پاس ہی ہے-

---

راجہ دیول رائے

چھاولہ خاندان میں ایک راجہ دیول رائے کا نام نوشتہ جات میں آتا ہے جس نے بلوچستان پر حکمرانی کی- دیول کی بندرگاہ کا نام اسی راجہ کے نام پر ہوا جو اس نے تعمیر کرایا تھا

راجہ بھومل رائے

راجہ بھول رائے اسی خاندان کا مشہور راجہ تھا جس نے گندھار کے برہمنوں سے

جنگ کر کے ہیبوتند (موجودہ مہمند) اور گلیہ (موجودہ گگےزئی) علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اسی راجہ کی اولاد آئندہ بھوملہ گوجر کہلائی۔

راجہ مومل سہائے یا مومل رائے

جس مومل سہا کا تذکرہ شیخ غلام نے "مرات محمدی صفحہ نمبر ۱۳" میں کیا ہے یہ وہی راجہ ہے معزز مورخ نے اس راجہ کو ریاست لس بیلہ کا راجہ تحریر کیا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ خاندان مابعد زمانہ میں مختصر حکومت کا مالک رہ گیا ہو۔

اہم نوٹ مندرجہ بالا راجاؤں کے صحیح سنین کی اسناد نہ مل سکی سنین میں اختلاف کی وجہ سے ہم نے زمانہ کا تعین چھوڑ دیا ہے، ویسے.. راجاؤں کے حالات مؤلف گوجر نے بالترتیب تحریر کیے ہیں، درمیانی راجگان کے حالات مہیا نہ ہوسکے مشہور مورخ جنرل کننگھم نے بلوچستان پر چھاولہ خاندان کی حکومت کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی سے لے کر نوی صدی یعنی پورے تین سو سال تسلیم کیا ہے اکھشتریوں کے شاہی خاندان کی فہرست میں اس خاندان کو چھاولہ اور چھاولیہ تحریر کیا گیا ہے۔

سندھ پر عرب حملوں نے یا اتفاقیہ حالات نے گوجروں کو ایک متحدہ حکومت کے قیام کا موقعہ دے دیا۔ گوجروں کا وہ خاندان جس نے بنگال سے کابل اور خراسان تک اور نیپال سے جنوب میں دکن برار تک ایک عظیم الشان حکومت کی داغ بیل ڈالی پرتہار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

اُس خاندان کے جو کتبہ جات برآمد ہوئے ہیں ان کی تمامی نقول اسی تاریخ کے حصّہ پنجم میں ہم تحریر کر چکے ہیں اس لئے تاکہ شائقین تاریخ کا ذوق تجسس تشنہ نہ رہے ان تمام کتبہ جات میں اس خاندان کے نامی دگرامی افراد نے فخریہ طور پر اپنے کو گوجر تحریر کیا ہے۔ چنانچہ:۔

Imperial Gurjaras ان تمام راجاؤں کو موجودہ مؤرخین بھی گوجر شہنشاہ کہتے ہیں...... اس باب میں ہر خاندان کے تذکرہ میں سلسلہ راجاؤں کا حال تحریر کیا گیا ہے یہ سب قنوج کی شہنشاہیت کے ہمعصر تھے۔

باب دوازدہم

گوجر شہنشاہیت

۷۲۷ء تا ۹۵۳ء

IMPERIAL GURJARS.—

727.A.D.TO 953A.D.

خاندان پرتہار۔۔!

گوجروں کے چار خاندان پرمار (پنوار)، پرتہار (پرتی ہار)، چلوکیہ (سولنکی) اور... چاہمان (چوہان) تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان خاندانوں کے یہ نام تاریخ میں ۵۰۰ء ق-م میں نمودار ہوتے ہیں جب کہ یہ بالترتیب مالوہ، آبو، آندھرا اور گوونڈل کے علاقہ جات میں زمانہ قدیم سے حکمرانی کرتے تھے۔

یہ زمانہ بدھ مذہب کے عروج کا تھا، گوجروں کے دوسرے خاندان مثلاً گوسی، ناگری، شاکیہ کشان (کشواہیہ) وغیرہ تاریخ قدیم میں شہنشاہ رہے مگر ان میں سے اکثر بلکہ تمام کے تمام بدھ مذہب کے پیرو تھے، جب ان خاندانوں کا عروج تھا، مقدم الذکر خاندان مختصر علاقوں کے حکمراں تھے۔ مگر مذکورہ بالا مقدم الذکر چار خاندان (مقدم الذکر) بدھ مذہب کے پیرو نہ تھے

اکثر برہمن بھی بدھ مذہب کے خلاف تھے چنانچہ برہمنوں جن سے مراد علماء اہل قلم سے ہے ان چار...
خاندانوں کی تعریف میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے اور ان کو "اگنی کل" (آتشین خاندان) تحریر کیا گیا
شاعرانہ تخیلات میں ان کا درجہ بھی بلند تسلیم کیا گیا مگر ان تعریفات پر معترض ہونے سے پہلے یہ سوچنا پڑتا ہی
کہ ہر مذہب میں ایسی مثالیں ملتی ہیں مثلاً حدیثوں میں یہ حدیث وارد ہے کہ خلافت کا حق قریش کو
ہے" اور "امامت صرف سیدوں میں رہے گی" چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ تمام خلیفہ قریش ہی ہوئے
اور تمام امام سید ہی ہوئے۔

بعینہٖ اگر ہمارے ملک کے علماء کرام نے گوجروں کی بابت تحریر کر دیا کہ دیوتاؤں نے انہیں اپنے
ہاتھ سے آگ میں سے پیدا کیا تھا تو اس تعریف پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہم پہلے ہی
تحریر کر چکے ہیں کہ یہ شاعرانہ تخیل ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ان گوجروں نے بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے اور اجین، پٹنہ، نالندہ
یلگندل اور پشاور وغیرہ وغیرہ مقامات میں اس وقت علوم و فنون کی شمعیں روشن کیں جب تمام
دنیا پر جہالت چھائی ہوئی تھی۔

اس باب میں "اگنی کل" کا استعارہ محض اس وجہ سے تحریر کیا گیا ہے کہ اس تعریف کے ضمن میں
خاندانِ پرتہار بھی شامل ہے اور یہ واقعہ ۵۰۰ ق م کا ہے جبکہ بدھ مذہب کو عروج ہو رہا تھا...
شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک اس تحریر کو ۵۷ ق م میں تسلیم کیا گیا ہے۔
(ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم باب مالوہ۔) اس جگہ صرف خاندان پرمار کا تذکرہ ہے کیونکہ
۹۰۰ ق م میں خاندان پرمار ہی عروج پر تھا۔ چار سو سال بعد جب بدھ مذہب کا زور بڑھا تو بقایا تین
خاندان اسی تعریف میں آنے لگے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ۵۰۰ ق م میں خاندان پرتہار قابل ذکر خاندان ہے، خاندانِ پرتہار کے
گوجر راجہ اپنے ناموں میں لقب "آدی وراہ" استعمال کرتے تھے جس کے معنی "وشیو کا مظہر" ہے۔

بھنمال کے پرتہار

کثرت استعمال میں عام طور سے صرف لفظ "وراہ" بولا جانے لگا اور مرورِ ایام سے یہی لفظ

نوٹ:- مسلمان بادشاہ بعینہٖ ظلِ سبحانی (خدا کا سایہ) کہلاتے تھے۔ مولف گرجر

"براہ" یا "برہ" ہوگیا چنانچہ علماء عام طور سے اس خاندان کو "پرتہار وراہ" کہتے تھے مگر عوام نے ان کو براہ یا برہ کہا چنانچہ مورخ جن سین نے ۸۲-۸۳ء میں بھی اس کو دراہ ہی کہا اور عرب مورخ بلاذری نے اپنی تاریخ "فتوح البلدان" کے صفحہ نمبر ۴۴۶ پر اسی کو "بہریہ" لکھا ہے یہاں ہم قارئین کرام کو اس بحث و تحیص میں نہیں ڈالنا چاہتے مختصر تجسم میں اس خاندان کے اکثر و بیشتر کتبہ جات درج ہیں جن سے اس خاندان کے گرجر پرتہار دراہ (براہ، برہ) اور کھشتری نسل ہونے کے بیّن شواہد مل جاتے ہیں، اس تاریخ کے مؤلف گرجر کو اپنی کم مائیگی کا اعتراف ہے کہ اس خاندان کی ابتدائی سلسلہ دار تاریخ مہیا نہ ہو سکی مگر گوجروں کے دوسرے ... خاندانوں کی تاریخ میں ان کا تذکرہ قدم قدم پر ملتا ہے اسی کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

چوہانوں کی تاریخ میں مذکور ہے کہ اہنل راج چوہان کی رانی "مکتی دیوی" پرتہار خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور اہنل راج چوہان کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح ہے۔

پنواروں کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی صدی قبل مسیح میں اجین کے گوجر اور منڈور کے پرتہار باہمی رشتہ دار تھے۔

منگل راؤ بھاٹیہ (۱۰۲ء تا ۱۶۴ء) نے ایک براہ راجہ سے دریائے گارا پر جنگ کی رتن سین بھاٹیہ (بھٹی) ۳۶۷ء تا ۴۱۸ء نے براہوں کے خاندان میں شادی کی۔

۵۱۹ء میں پرتہار براہوں نے بھٹنیر پر قبضہ کیا۔ یہ براہ منڈور کے تھے۔

۵۵۳ء کا مندسور شہر سے برآمد شدہ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پربھاکر وردھن سے بھنمال کے گوجروں نے جنگ کی۔

۵۷۹ء کا ایک کتبہ تھر ریگستان میں اونتی کے علاقہ (موجودہ جودھپور) سے برآمد ہوا جو راجہ بھوگ پرتہار کا ہے۔

۶۰۰ء تا ۶۲۵ء بھنمال کے شہر پر ایک راجہ ویاگراہ مکھ پرتہار حکومت کرتا تھا ۶۲۸ء میں برہم گپت نے اپنی کتاب "برہم سدھانت" بھنمال کے گوجر راجہ پرتہار کے دربار میں تصنیف کی جو آج تک موجود ہے۔

۶۳۰ء تا ۶۴۵ء کے دوران چینی سیاح ہیون سانگ بھنمال کے دربار میں گیا جبکہ راجہ ویاگراہ مکھ پرتہار کا بیس سالہ لڑکا حکومت کرتا تھا۔ ہیون سانگ نے اس حکومت کو ۸۳۳ میل لکھا ہے۔

دکن کے پرتہار

* کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ پرتہار خاندان کی حکومت پہلی دوسری صدی عیسوی میں دکن میں بھی تھی۔
* دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے شروع میں اس خاندان کا راجہ گوپال تھا
* ۲۴۳ء میں راجہ گوپال کے سپہ سالار تورمن پرتہار نے ایرن (موجودہ بھوپال) پر حملہ کیا اسی تورمن کی اولاد تومر کہلائی۔ جسے آج تنور کہتے ہیں۔
* ۲۸۵ء میں تورمن پرتہار کے بیٹے سورسین نے مشہور زمانہ قلعہ گوالیار تعمیر کرایا سورسین کی اولاد نے آئندہ اپنے کتبوں میں اپنے کو کشواہیہ تحریر کیا ہے۔
* ۹۳۳ء کا ایک کتبہ اسی تورمن پرتہار کی نسل کے ایک راجہ وجرومن کا ملا ہے جس نے اپنے کو کشواہیہ لکھا ہے۔

ماخوذ از شاہان گوجر مولفہ جناب محمد ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب مرحوم
" " تاریخ بندیل کھنڈ از جناب دیوان بگھے بہادر منضبوط سنگھ
" " تاریخ از مسٹر وی۔ اے۔ اسمتھ وغیرہ وغیرہ ——

مندرجہ بالا حقائق سے تمام مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کشواہیہ تومر اور پرتہار ایک ہی خاندان ہے۔

مولف گوجر کہتا ہے کہ پرتہاروں نے اپنے کتبوں میں اپنے کو اکشواکو کی اولاد کہا ہے اور اپنے کو سورج ونشی بیان کیا ہے جو کش کی اولاد ہیں، دکن اور وسط ہند کی مقامی زبانوں میں "وایا" سے صفت نسبتی بتائی جاتی ہے، جیسے کش سے کشواہہ راجہ گھور رائے کی اولاد "گھریا" کہلائی۔ مگر شمالی ہند میں "ان" سے صفت نسبتی بتائی جاتی ہے مثلاً گلشہ رائے کی اولاد "گلستان"۔ کش کی اولاد "کشان"۔ بھوٹ راجہ کی اولاد "بھوٹان" راجہ بنگ سے بنگال وغیرہ۔

لہذا ظاہر ہے کہ کشواہیہ اور کشان ایک ہی ہیں، تاریخ شاہان گوجر کے مولف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے، موجودہ ہوُن گوجر اپنے کو کشان کی شاخ تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے شجرہ جات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اور تاریخ سے بھی اس امر کی مزید

تصدیق ہوتی ہے لہٰذا کشان، گشواہیہ، تومر، پرتہار، براہ یابرہ اور ہون ایک ہی خاندان سورج ونشی ہے۔ پرتہاروں کے اور بھی خاندان ہیں جنہوں نے مختلف زمانوں میں مختلف علاقوں میں حکمرانی کی۔

ہم اس باب میں بھمال کے گوجر پرتہاروں کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے تاریخ وکتبوں میں اپنے کو گرجر پرتہار کہا ہے اور ان کا اعزازی لقب "برہ" یا براہ تھا اور جو مسلمہ طور سے گرجر شہنشاہ تھے۔

گرجر شہنشاہت کا آغاز!

ساتویں صدی میں تمام ملک میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں جو ایک دوسرے پر ہمیشہ حملہ آور رہتی تھیں، دکن کے گرجر "دکشناپت" (دکن) کا نعرہ مہاراجہ ہرش کے زمانہ میں بلند کر کے اپنے کو متحد کر کے یکجا ہو گئے تھے اب وہ اتحاد ان میں باقی نہ رہا تھا اور ان پر ہونسل سورل اور کیرل اقوام حملے کر رہی تھیں۔ شمال میں گوجروں پر عربوں کے حملے شروع ہو گئے تھے اور سندھ وجنوبی بلوچستان کا تمام علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ جب عربوں کے مظالم کی داستانیں ملک کے طول وعرض میں پھیلیں تو نہ صرف سندھ میں عوام نے عربوں کے خلاف محاذ قائم کر لیا بلکہ بھمال کے پرتہار، اجمیر کے چوہان اور بھٹنیر کے بھٹی متحد ہو گئے۔ یہ اتحاد خود بخود قائم ہو گیا کیوں کہ ان تینوں خاندانوں کی حکومتیں براہ راست عربوں کی زد میں تھیں، دوسرے یہ خاندان آپس میں رشتہ دار تھے جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا اور آئندہ مناسب جگہوں پر ضبط تحریر میں آتا رہے گا۔

خاندان بھاٹیہ (بھٹی) کی حکومت ملتان سے لے کر امبر (موجودہ جودھ پور تک تھی) اور اس کا... دار الخلافہ بھٹنیر تھا۔ ملتان کو ۷۱۳ء میں محمد بن قاسم نے ان سے چھین لیا تھا۔

چوہانوں کی اس زمانہ میں کئی حکومتیں تھیں جن میں سے چار مشہور ومضبوط تھیں۔

۱۔ جنگل دیش:۔ جس میں موجودہ بیکانیر، شمالی مارواڑ اور اجمیر شامل تھے۔ اس سلطنت کا دار الخلافہ اجمیر تھا۔

۲۔ شاکمبھری:۔ یعنی موجودہ سانبھر کا علاقہ جسے سپادلکش بھی کہتے تھے۔

۳۔ دھاول پور:۔ موجودہ دھول پور (۴) لاٹ (موجودہ گلبرگہ گولکنڈہ یعنی دکن کا علاقہ)

جنگل دیش اور شاکمبھری پر عرب حملے کر چکے تھے۔

یہی حال بھنمال (موجودہ منڈور کے پاس ایک مشہور قدیم شہر کا تھا جہاں دیاگراہ مکھ پرتہار کی اولاد حکمران تھی اس پر بھی عرب حملے ہو چکے تھے، جو وقت عربوں کا تسلط سندھ پر قائم ہو چکا تو اسی بھنمال کی حکومت میں ایک راجہ ناگ بھٹ اول ۷۲۷ سنہ ء میں تخت نشین ہوا جو دیاگراہ مکھ پرتہار کے بھائی کی اولاد سے چوتھی پشت میں تھا۔

گرجر شہنشاہان

IMPERIAL GURJARS. ii

مہاراجہ ناگ بھٹ اول

مہاراجہ ناگ بھٹ اول گرجروں کے خاندان پرتہار کا وہ چشم و چراغ ہے جس نے گوجر تاریخ میں آخری مرتبہ شہنشاہیت کو قائم کیا۔ ۷۳۹ سنہ ء میں بھنمال پر عرب سپہ سالار جنید نے حملہ کیا مگر یہ حملہ پسپا کر دیا گیا عرب سپاہ شہر میں آگ لگا کر بھاگ گئی۔

اسی سال شاکمبھری اور اجمیر پر حملے ہوئے مگر راجہ مانک رائے چوہان نے اپنے علاقہ سے حملہ آوروں کو بھگا دیا راستے کے دیہاتوں کو لوٹتے ہوئے عرب سپاہی سندھ آ گئے، حبیب بن مرہ کو مالوہ کے پنوار گوجروں نے شکست دی، جب ان پے بہ پے شکستوں کا علم سندھیوں کو ہوا تو ان میں از سر نو آزادی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اپنے ملک سے حملہ آوروں کو نکالنے کے لئے تلواریں میان سے باہر نکال لیں مگر عربوں نے اپنی شکستوں کا بدلہ اس طرح لیا اور غصہ سندھ کے عوام پر اس بری طرح اتارا کہ لاکھوں آدمی اپنا علاقہ چھوڑ کر مشرق کی طرف ریگستانوں کی طرف نقل مکانی کر گئے، ان مصیبت زدہ عوام کے نمائندے گوجر مہاراجہ ناگ بھٹ کے دربار میں خراب و خستہ حالت میں پہنچے ان لوگوں نے سندھ کے عوام پر عربوں کے ظلم و ستم اور عورتوں

کے اغوا کے واقعات سنا کر گوجر دارالخلافہ میں ہیجان برپا کر دیا۔

مغربی ہند کے تمام گوجران مظلوموں کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے، گوجروں کا ایک عظیم لشکر بھنمال سے روانہ ہوا جس کی سپہ سالاری (کمان) خود مہاراجہ ناگ بھٹ کر رہے تھے۔۔ مہاراجہ نے قسم کھائی کہ جب تک ملک کو حملہ آوروں سے پاک نہ کر دوں گا تب تک واپس دارالخلافہ میں قدم نہ رکھوں گا۔

گوجروں کا عظیم لشکر سندھ کی حد میں داخل ہوا تمام سندھی عوام نے اپنے نجات دہندوں کا خوشی سے استقبال کیا۔ دریائے سندھ کے کنارے گوجر سپاہ نے پڑاؤ ڈال دیا اسی جگہ بھاٹیوں اور میواڑ کے راناؤں نے شرکت کی چوہان بھی اپنی فوجیں لائے، سندھ کے تمام گوجر اور جاٹ لشکر میں شامل ہو گئے۔

عرب حملہ آوروں نے اپنی تمام افواج جمع کرنی شروع کیں، بہادر عرب شمالی اور جنوبی سندھ سے اپنی فوجیں لے کر گوجروں کی طرف بڑھے گھمسان کا رن پڑا کشتوں کے پشتے لگ گئے آخر کار عرب سپاہ کو شکست فاش ہوئی اور وہ دریا سندھ پار کر گئی۔

اگلے روز گوجر سپاہ نے دریائے سندھ پار کیا۔ بمقام دادو جے شاہ اپنے جانباز وفاداروں کے ساتھ آ کر گوجروں کی فوج میں شامل ہوا، اسی جگہ عربوں کے ساتھ دوسرا معرکہ پیش آیا۔ جس میں پھر گوجروں کو فتح حاصل ہوئی عرب حملہ آور کوہ کیرتھر میں جا چھپے اور وہاں سے انہوں نے بلوچستان کا رخ کیا، گوجروں نے سندھ کی حکومت جے شاہ کو سونپ دی جو راجہ داہر کا بیٹا تھا[1] انسانیت کے حمائتی اور مظلوموں کے داد رس اور فریادی بہادر گوجر سندھ کو سندھی عوام کے حوالے کر کے واپس اپنے دارالخلافہ بھنمال پہنچے، اس زمانہ کے مشہور مؤرخ بالادتیہ نے گوجر راجہ ناگ بھٹ کی تعریف میں اس فتح کے موقعہ پر یہ الفاظ تحریر کئے۔

"مہاراجہ ناگ بھٹ تینوں زمانوں کو راحت دینے والے ہیں جنہوں نے حملہ آوروں کی عظیم سپاہ کو دنیزان کی قسمت کو مٹی میں ملا دیا،" وغیرہ وغیرہ (اصل سنسکرت کی عبارات حصہ دوم میں تحریر ہیں)

نوٹ[1]:- متعصب مؤرخوں نے الزام لگایا ہے کہ جے شاہ مرتد ہو گیا تھا یہ بالکل غلط ہے، مسلمان ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ عربوں کی اتھتی قبول کی جائے جے شاہ کی اولاد آج بھی سندھ میں موجود ہے اور مسلمان ہے جے شاہ تمام عمر مسلمان رہا اس نے عربوں کی مخالفت سیاسی لحاظ سے کی دتاریخ سندھ ص ۱۲۰ ابو ظفر ندوی

مغرب کی طرف فتوحات حاصل کرکے راجہ ناگ بھٹ نے مشرق کا رُخ کیا اور اس کے حلیف دو وفادار رشتہ دار چوہان شمال کی طرف بڑھے اور انہوں نے تمام پنجاب پر قبضہ کرلیا۔

ناگ بھٹ اوّل پیشقدمی کرتا ہوا اور راستے کے گوجر راجاؤں کو ماتحت بناتا ہوا قنوج پہنچا اور اسے بنگال کے پال خاندان کے قبضہ سے برآورد کرلیا۔

پیچھے مذکور ہو چکا ہے کہ راشٹر کوٹے شمال کے گوجروں کے سخت دشمن تھے۔ جب... راشٹر کوٹے مہاراجہ دانتی درگانے ناگ بھٹ کا دارالخلافہ خالی دیکھا تو اس نے حملہ کرکے اجینی پر قبضہ کرلیا۔ ناگ بھٹ قنوج سے واپس آیا مگر شکست کھا کر مغلوب ہوگیا۔

راجہ دانتی درگانے اُجینی کی فتح کی خوشی میں "ہرنیہ گربھ" کی رسم ادا کی یعنی خود کو ہیرے جواہرات اور سونے میں تول کر اس ہم وزن مال و دولت کو غربا و مساکین میں تقسیم کردیا۔

راجہ دانتی درگا اجینی میں فتح کی رسوم منا رہا تھا کہ دکن میں اس کی سلطنت پر چلوکیہ گوجروں نے حملہ کردیا۔ جوں ہی راجہ دانتی درگا نے شمال کو چھوڑا ناگ بھٹ نے ازسرِنو سلطنت پر قبضہ کرلیا۔

مالوہ کے پنواروں اور پنجاب کے چوہانوں نے گوجر مہاراجہ کی وفاداری بدستور قائم رکھی اور قنوج پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔

آخر ۷۵۷ء میں گوجر مہاراجہ ناگ بھٹ کا انتقال ہوگیا۔ وفات کے وقت وہ قنوج سے لے کر دریائے سندھ تک کا حکمراں تھا اور تمام راجہ اس کا لوہا مانتے تھے۔

مہاراجہ وتس راج
۷۵۷ء تا ۷۹۲ء

مہاراجہ ناگ بھٹ اول کے بعد اس کا بیٹا وتس راج بھنمال کے تخت پر بیٹھا۔ خاندان... بھاٹیہ (بھٹی گوجر) کے ایک سردار راجہ بھوگ نے امبر (موجودہ جودھ پور کا علاقہ) میں سر اٹھایا۔ وتس راج کے بیٹے دیوراج نے اسے شکست دی اور اس کی سلطنت چھین کر اسے گوجر فوج

ہیں سپہ سالاری کا عہدہ دے دیا۔

اسی زمانہ میں بنگال کے راجہ دھرم پال نے مشرق کے تمام راجاؤں کو متحد کر کے قنوج پر راجہ اندر یدھ کو شکست دی گوجر فوج قنوج پہنچی اور راجہ اندر یدھ کو قنوج سے نکال دیا گیا۔

قنوج کی فتح پھر عارضی ثابت ہوئی کیونکہ راشٹر کوٹ راجہ دھروسین نے نربدا کے جنوب سے شمال کی طرف پیشقدمی کر کے مرو کے جنوب تک کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔

راشٹر کوٹ دھروسین ایک نہایت بہادر راجہ تھا اس نے ونذھیاچل پہاڑوں کے راستے قنوج پر قبضہ کیا اور بنگال کے راجہ کو شکست دی مگر اسے بھی یہ فتح راس نہ آئی کیونکہ جب وہ بنگال میں گیا ہوا تھا دکن کے چلوکیہ گوجروں نے اس کی حکومت پر حملہ کر دیا جونہی راشٹر کوٹ راجہ نے بنگال چھوڑا دھرم پال گوجر نے نہ صرف بنگال پر قبضہ کر لیا بلکہ قنوج پر بھی قبضہ کر کے وہاں چکریدھ کو گوجروں کے خاندان کلچوری کی مدد سے راجہ بنا دیا۔ اور فتوحات حاصل کرتا ہوا جالندھر تک پہنچا اور اس علاقہ کو تھانیسر کے چوہانوں سے لے لیا، مگر جونہی دھرم پال نے پنجاب سے واپسی کی چوہانوں نے پھر دریائے گنگا تک قبضہ کر لیا۔

اس طرح مہاراجہ وتس راج اور اس کے حلیفوں کی حکومت گنگا سے لے کر دریائے نربدا تک رہ گئی مگر وتس راج کی بہادری اور عقلمندی کی تعریف اس کے دشمن راجاؤں نے اس طرح کی

ترجمہ از سنسکرت

"وتس راج کی عزت و اقتدار ہر چہار طرف پھیل گیا، کھشتریوں کے اس بہادر نے اپنی قوت عمل سے اپنے بزرگ اکشواکو کی شریف نسل کو عزت و شہرت بخشی اور اپنا نام روشن کر دیا۔"

ماخوذ از گوالیار پرشستی

آخر مغربی ہند میں ۳۵ سال کامیاب حکمرانی کر کے اس راجہ کا انتقال ۷۹۲ء میں ہوا۔

ٹ:۔ یہ سب راجگان جو باہم نبرد آزما ہو رہے تھے گوجر ہی تھے مگر ان کی چار جماعتیں تھیں (۱) پنجاب، راجستھان اور گجرات، سندھ کی ایک جماعت تھی (۲) بنگال کے پال، چیدی کے کلچوری، بندیل کھنڈ کے چندیلے ایک پارٹی میں تھے (۳) واتاپی اور وینگی (دکن و کرناٹک) کے چلوکیہ کی ایک پارٹی تھی بقیہ

مہاراجہ ناگ بھٹ دوم — !

سنہ ۷۹۲ء تا سنہ ۸۲۵ء

مہاراجہ وتس راج کے انتقال پر اس کا بیٹا مہاراجہ ناگ بھٹ دوم تخت نشین ہوا۔ اس کی تخت نشینی کے دو سال بعد شمالی گوجروں کے زبردست دشمن راشٹر کوٹوں میں تخت نشینی پر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ ناگ بھٹ دوم نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے سندھ، آندھر، ودربھ اور کلنگ کے راجاؤں کو دوستی کے پیغامات بھیجے

سندھ کا جنوبی حصہ اس وقت گجرات کے سولنکی گوجروں کے زیر نگیں تھا۔

آندھر پر وینگی (کرناٹک) کے چنوکیہ گوجر حکومت کرتے تھے۔

ودربھ اور کلنگ سے مراد — برار اور اڑیسہ ہے۔

پرتیہاروں کی قدیمی شاخ نے بھی جو گجرات اور وسط ہند میں، حکمران تھی، ناگ بھٹ دوم کا ساتھ دیا سوراشٹر کے راجہ باہک دھول (Bahuk Dhawal) چتوڑ کے بہادر فنر گن گہر لوٹ، گودک چوہان اور راجہ بہوک بھٹی نے بھی ناگ بھٹ دوم کے ساتھ دوستی کو استوار کیا، الغرض تمام گوجر خاندانوں نے مل کر قنوج پر حملہ کیا اور راجہ چکر یدھ برہمن کو وہاں سے نکال کر مستقل قبضہ کر لیا۔

قنوج کے فساد کا بانی بنگال کا گوجر خاندان پال تھا، ان بہادروں نے قنوج کو فتح کر کے بنگال پر حملہ کیا معرکۂ کارزار میں دھرم پال کو شکست ہوئی اسے مشرقی بنگال کا باجگزار راجہ تسلیم کر کے تمام علاقے کو گوجر شہنشاہیت کے ماتحت کر دیا گیا اور گوجر شہنشاہیت کا... دارالخلافہ "قنوج" قرار پایا۔

جس وقت گوجروں کے لشکر مشرق میں فتوحات حاصل کر رہے تھے اسی دوران

بقیہ از صفحہ نمبر ۳۰۹ نربدا کے جنوبی علاقہ لاٹ کے راشٹر کوٹے اور کونکن کے بلہارا (ولبھی را ے) ایک پارٹی تھے۔ راشٹر کوٹے عربوں کے زبردست حلیف تھے۔

ا:- ملاحظہ ہو اپی گرافیکا انڈکا ۱۸ صفحہ ۸۷ و نیز گلوری ویٹ واز گرجر دیش صفحہ ۸۸ از کے ایم منشی

عربوں کا ایک نیا حملہ ہندوستان پر ہوا، عباسی خلیفہ کی فوج یکایک اربد (اربودا یا آبو) تک پہنچ گئی، یہ فوج سمندر کے راستے آئی تھی جس نے خلیج کچھ اور دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے درمیان لنگر ڈالا تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راشٹر کوٹوں کی شہ پر یہ حملہ ہوا کیوں کہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عربی تاریخوں سے آشکارا ہے کہ بلہارا (وبھی رائے) والی سوراشٹر اور کونکن اور راشٹر کوٹے اور عرب آپس میں دوست تھے۔ تمام عربی مورخ ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور وہ صرف گوجروں کو اپنا دشمن تحریر کرتے ہیں اور اس دشمنی کی ابتدا سنہ ۷۴۵ء میں ہوئی تھی جب کہ عربوں کو سندھ سے نکالا گیا تھا (ملاحظہ ہو حال باپا راول)

عربوں کے حملہ کو پسپا کرنے کیلئے گوجر شہنشاہ کو کوئی دقت پیش نہ آئی، اس کی مغربی حدود کے سپہ سالاروں مثلاً مالوہ کے پنوار، بھٹنیر کے بھاٹیوں اور سندھ کے سولنکیوں نے حملہ آوروں کو تنکوں کی طرح ہوا میں اڑا دیا۔

تمام شمالی ہند کو زیر نگیں کرنے میں گوجروں کو پورے چودہ سال (سنہ ۷۹۲ء تا سنہ ۸۰۶ء) لگے اس دوران دریائے نربدا کے جنوبی علاقوں کے راشٹر کوٹوں کی خانہ جنگی ختم ہو کر راجہ گوبند سوم نے تخت سنبھال لیا تھا۔

گوبند سوم نے شمال کے گوجروں کے دکنی حلیفوں کو خوب سبق دیا، ناگ بھٹ دوم کو جن راجاؤں نے اپنا دوست تسلیم کیا تھا گوبند راشٹر کوٹے نے یکے بعد دیگرے سب کو مغلوب کیا، چلوکیہ گوجروں کی جو حکومت علاقہ کرناٹک (موجودہ مدراس کا علاقہ) میں تھی گوبند سوم نے اس پر بھی حملہ کیا اور اس شہر کے دارالخلافہ شہر وینگی کو زیر و زبر کر دیا مگر گوجروں کی یہ حکومت مفتوح نہ ہو سکی۔

راشٹر کوٹے راجہ گوبند سوم نے اپنے بھائی راجہ اندر کی ماتحتی میں ایک فوج "اجینی" پر حملہ کرنے کے لئے اس وقت بھیجی جب کہ عربوں کی فوج درمیان ساحل گجرات و سندھ اتری تھی یہ سازش اس قدر منظم تھی کہ دونوں فوجوں کا رخ بہ یک وقت پرتہار گوجروں کے آبائی علاقہ بھنمال کی طرف تھا۔ مگر عربوں کو جیسا کہ مذکور ہوا بھٹنیر (موجودہ بہاولپور و جیسلمیر) کے بھٹی گوجروں اور جنوبی سندھ کے سولنکیوں اور مالوہ کے پنوار گوجروں نے شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کیا اور وہ اپنی کشتیوں کے ذریعہ واپس ساحل ایران پر پہنچ گئے۔

ادھر جب راجہ اندر راشٹر کوٹہ شمال کی طرف بڑھا تو راجہ باہک دھاول چوہان نے

جو جنوبی ہند کا سپہ سالار تھا راجہ اندر کا راستہ روک لیا یہ لڑائی سوراشٹر کے علاقہ میں ہوئی۔ راشٹر کوٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ بابک دھاول چوہان نے راشٹر کوٹوں سے وہ علاقہ بھی چھین لیا جو انہوں نے مہاراجہ وتس راج سے چھینا تھا اور پھر دریائے نربدا اور تاپتی کا بالائی درمیانی علاقہ بھی لے لیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ راٹھی خاندان کے گوجر (راشٹر کوٹے) پرتہار گوجروں کے لئے مستقل دردِ سر تھے۔ تمام دکن راشٹر کوٹوں کی ماتحتی میں آجانے سے مہاراجہ ناگ بھٹ کے تمام دکنی دوست ہاتھ سے نکل گئے۔ بنگال کا گوجر راجہ دھرم پال اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ہاتھ پیر مار رہا تھا اس کے علاقہ کی حدود مگدھ (موجودہ اڑیسہ) میں راشٹر کوٹہ حکومت سے ملتی تھیں۔ دھرم پال راشٹر کوٹوں کا داماد تھا اس کی رانی رنّادیوی راشٹر کوٹہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ چنانچہ اس نے پرتہار گوجروں سے بدلہ لینے یا اپنی حفاظت کے خیال سے راشٹر کوٹوں کی ماتحتی بخوشی قبول کر لی اور راجہ چکر یدھ جسے پرتہار گوجروں نے قنوج کے تخت سے معزول کیا تھا وہ بھی راجہ دھرم پال کے توسط سے راشٹر کوٹوں کا دوست بن گیا۔

یہ ماتحتی محض اس خیال سے قبول کی گئی کیونکہ ظاہر ہے مشرقی بنگال پر دکن کے راشٹر کوٹے مستقل قبضہ نہ کر سکتے تھے مگر اس اتحاد سے دھرم پال کو یہ فائدہ ضرور تھا کہ اگر کوئی مصیبت اس پر نازل ہو تو راشٹر کوٹے اس کا ساتھ دیں۔

اس قدر مضبوطی کر لینے کے بعد راجہ گوبند سوم اور راجہ اندر نے متحدہ طور سے دریائے نربدا کو عبور کیا اور اپنا علاقہ جسے بابک دھاول چوہان نے فتح کر لیا تھا واپس لے لیا اس فتح کے بعد راجہ گوبند کے بھتیجے کا ایک کتبہ ظاہر کرتا ہے۔

"وہ گوبند (راشٹر کوٹہ) یکتائے زمانہ اور بے مثل بہادر ہے جس کی شہرت چار دانگ عالم میں ہے، اس نے اعلیٰ خاندان کے راجاؤں کو اکھاڑ پھینکا، اس نے وہ سب کچھ حاصل کیا جس کی اسے خواہش تھی چنانچہ اس نے راجاؤں کو ماتحتی میں لیا۔ بلا شک و شبہ وہ تمام دنیا کا مالک ہے۔" (ترجمہ از کتبہ سنسکرت)

مندرجہ بالا کتبہ سے ظاہر ہے کہ مہاراجہ ناگ بھٹ دوم ایک مانا ہوا بہادر اور ایک عظیم شہنشاہ تھا، راشٹر کوٹے اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لے کر اسے اپنی بہت بڑی خوش نصیبی اور عزت سمجھتے تھے۔

دراصل مہاراجہ ناگ بھٹ نے راشٹر کوٹوں کے حملہ کو سرحدی جھڑپ سے زیادہ اہمیت نہ دی اسی دوران بنگال کے راجہ دھرم پال کا انتقال ہوگیا۔

راجہ دھرم پال کے انتقال کے بعد راجہ دیوپال بنگال پر حکمرانی کرنے لگا۔ مہاراجہ ناگ بھٹ نے بنگال پر حملہ کرکے دیوپال کو شکست دی اور اس سے قریب قریب تمام علاقہ چھین کر گوجر حکومت میں شامل کر لیا[1]۔

آخر تینتیس سال کامیاب حکمرانی کرکے مہاراجہ ناگ بھٹ کا انتقال ۸۲۵ء میں ہوا۔

وفات کے وقت گوجر شہنشاہ کی حکومت تمام شمالی ہندوستان میں تھی جس کی... حدود مغرب میں دریائے سندھ تک تھی اور اس عظیم الشان سلطنت کا دارالخلافہ قنوج تھا

مہاراجہ رام بھدر

۸۲۵ء تا ۸۳۶ء

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ ہوش
اِک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش

راجہ ناگ بھٹ دوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا رام بھدر تخت نشین ہوا اس نے اپنے باپ کی حکومت پر ہی اکتفا کی۔

یہ شہنشاہ علم دوست تھا، علوم و فنون کا دلدادہ تھا، مصنفین کی قدر دانی کرتا تھا ایک روز علی الصباح جب کہ خدا کی مخلوق خدا کی حمد و ثنا میں مشغول تھی مہاراجہ کے کان میں ایک راہبہ کی نسوانی سریلی آواز آئی ؎

[1] :- ملاحظہ ہو گوالیار پرشستی ۹ ؎ ایپی گرافیکا انڈیکا ۱۸ صفحہ ۱۱۲

پریتم کیسے درشن پاؤں
راہ وکٹ کانٹوں سے پوری — گھاٹی کھدی گھنیری
پگ پگ پر بھیشن چٹانیں — رجنی اتی اندھیری،
بیں بندی من بندی — کیسے پاس تمہارے آؤں
پریتم کیسے درشن پاؤں

یہی پریم کی ریت — جہاں نت ساون بادل برسیں
اُگتی مٹتی اِچھاؤں ہیں — جیون آشا ترسیں،
نہیں گیت اپنے پھر کیسے — نبا تمہارے گاؤں
پریتم کیسے درشن پاؤں

ترجمہ:- اے محبوب (یعنی خدا) میں تمہارا جلوہ کیسے دیکھوں جب کہ (محبت کے) راستے میں کانٹے بچھے ہوئے ہیں، گہری خندق کھدی ہوئی ہے، قدم قدم پر خوفناک چٹانیں ہیں اور رات اندھیری ہے۔ میری حیثیت ایک قیدی جیسی ہے، میرا دل دنیا کی حرص وہوا کا غلام ہے، پھر میں آپ کے پاس کیسے آسکتی ہوں اور کیسے تمہارا جلوہ دیکھ سکتی ہوں۔

اے محبوب! محبت کی یہی رسم ہے کہ جہاں ہمیشہ (آنسوؤں کے) بادل برستے ہیں زندگی کے ارمان قربان کرنے پڑتے ہیں، تمام زندگی امیدوں سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اے خدا! تیرے تصور کے بغیر میرا گیت (دعا) بیکار ہے پھر مجھے بتا کہ میں تیرا جلوہ کیسے کروں۔"

مہاراجہ سوچنے لگے۔ "زندگی اور ارمان" — ان دونوں میں کتنی قربت ہے اور آپس میں اِن دونوں کا کتنا گہرا تعلق ہے، جیسے ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ مگر نہیں ارمان تو زندگی کا دشمن اور گھن ہے جو اندر ہی اندر اسے کھوکھلا کر دیتا ہے۔ میں ارمانوں کو اپنی زندگی میں مچلنے نہ دوں گا۔"

یہ سوچتے سوچتے ان کے قدم انجانے طور پر آواز کی طرف بڑھنے لگے کچھ ہی دیر میں وہ ایک وسیع محل کے صحن میں جا پہنچے جہاں راہبہ صاف نظر آ رہی تھی۔ سفید

لباس میں ملبوس، پریشان حال، چہرے پر بھولا پن اور آنکھوں میں نورانی وقار، بغل میں فقیری، ایک تارا ___ معلوم ہوتا تھا گویا شرافت کا ایک مجسمہ ہے۔

مہاراجہ بولے:۔

"راہبہ! میں دخل در معقولات پر شرمندہ ہوں، تمہاری جادو بھری آواز مجھے یہاں تک کھینچ لائی ہے"۔

"راہبہ!.... وہ گیت پھر شروع کرو، جس سے پتھر پگھل جاتے ہیں، پہاڑوں میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے، بحر و بر ساکت ہو جاتے ہیں.... آہا... وہ روحانی گیت..."

مہاراجہ ایک دم چپ ہو گئے گویا دل ہی دل میں اُن الفاظ کا ورد کر رہے ہوں...

... پھر بول اٹھے:۔

"جب زندگی کا اضطراب ___ دل کا درد اور ارمانوں کے کھنڈرات سُروں کے ساتھ مل جاتے ہیں تو یہی روحانی گیت بن جاتا ہے۔

وہ گیت جسے دنیا ازل سے گاتی چلی آرہی ہے اور جو ابد تک اپنی دلکشی کم نہ کر گا۔ راہبہ! تمہاری زندگی یاس و نا امیدی سے پُر ہے میں نے لاکھ کوشش کی کہ تمہیں دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر دوں لیکن تم نہ جانے کیوں اپنی حدود سے آگے ہی بڑھنا نہیں چاہتیں معلوم ہوتا ہے گویا تمہارا مطلب زندگی سے صرف زندہ رہنا ہے"۔

راہبہ نے کہا:___

مہاراجہ! یاس و نا امیدی کی سان پر ہی فن اپنے عروج پر پہنچتا ہے، عالم و فن کار کو اپنے دکھوں، دل کے اضطراب اور بے کلی سے محبت ہوتی ہے، انہیں دنیا کے مال و دولت سے نفرت ہو جاتی ہے، دنیاوی خواہشات علوم و فنون کو موت کی گہری نیند سلا دیتے ہیں"۔

مہاراجہ بولے:۔

"لیکن عالم و فن کار کو اس اضطراب سے دکھ تو محسوس ہوتا ہوگا؟"

راہبہ نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا:۔

"یہی دکھ تو علمیت کی جان ہے، روحانیت کی جڑ ہے، جب یہ کسی کو حاصل ہو جاتا ہے تب اس کی دنیا دوسروں کے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آہوں سے بھری

ہوئی اور دوسروں کی سسکیوں سے کانپتی ہوئی بن جاتی ہے اور۔ من و تو کا امتیاز مٹ جاتا ہے، جب تک یہ امتیاز باقی رہتا ہے تو انسان دوسروں کے ارمانوں کی چتا پر اپنے سنہرے خواب سجانے میں شان سمجھنے لگتا ہے، دوسروں کی آزادی چھین کر انہیں غلام بناتا ہے۔ ان کا خون بہاتا ہے۔ بے گناہوں کی گردنیں کاٹتا ہے، وہ بھول گیا ہے حقانیت کے اس سبق کو کہ خود بھی زندہ رہو اور دوسروں کو بھی جینے دو، یہی.... انسانیت کی معراج ہے"

راہبہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی اور مہاراجہ پر ان باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ وہ الٹے پاؤں محل میں آ گئے تب راہبہ کو اپنی کہی ہوئی باتوں پر کچھ افسوس سا ہوا لیکن مہاراجہ کے دل پر یہ باتیں نقش کر گئیں........

اور وہ حکومت سے بیزار ہو گئے رات دن عبادت الٰہی میں مشغول ہو کر انہوں نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی، دربار میں سادھوؤں، فقیروں اور راہبوں کا زور ہو گیا جو ہر وقت دنیا سے بے خبر ہو کر عالم بالا کی باتیں کرتے تھے

کئی سال بعد

ایک روز وزیر اعظم نے گوجر مہاراجہ کی خدمت میں عرض کیا۔

"مہاراجہ! آپ کی اس حالت کی وجہ سے یہ عظیم گرجر سلطنت خطرہ میں پڑتی جا رہی ہے سوراشٹر آزاد ہو گیا ہے، متبہ، کورو، مدر، ادنتی (Avanti) کے علاقوں میں سرداروں نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ یون (YAVAN) موجودہ بلوچستان اور گن دھار (قندھار) کے علاقہ کے برہمن راجاؤں کے دلوں میں شہنشاہیت کا خیال سمانے لگا ہے اگر انہیں نہ دبایا گیا تو......"

درمیان میں ہی مہاراجہ بول پڑے:۔

"ہاں ہاں کہیئے.... تو وہ آزادی کا اعلان کر دیں گے.... یہی تو کہنا چاہتے ہیں آپ یا اور کچھ......"

وزیر اعظم ان کا منہ تکنے لگا.... وہ کہتے رہے:۔

"انسان کی حرص و ہوس اور خود غرضی نے اس دنیا کو بہشت سے دوزخ بنا دیا

آزادی سب کا پیدائشی حق ہے"۔

وزیراعظم بولے:۔

"یہ تو مذہب کی باتیں ہیں جو ایک مصلح کو ہی زیب دیتی ہیں"۔

مہاراجہ تلخ لہجہ میں بولے:۔

"اور راجہ نہ انسان ہوتا ہے اور نہ ہی مصلح ؟"

"کیوں ؟ ... جواب دیجئے ؟"

وزیراعظم مہاراجہ کو غصہ میں دیکھکر خاموش تھا کہ پھر مہاراجہ نے کہا:۔

"وزیراعظم صاحب! آئین مذہب اور آئین سیاست کو آدمی اپنا عیب چھپانے کے لئے استعمال کرتا ہے... کیا آئین سیاست یہی ہے کہ دوسروں کا گلا دباؤ... انکے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور زندگی کا سکون چھین لو... اور کیا یہی مذہب ہے کہ جو ہمارے اغراض ومقاصد اور خواہشات سے ٹکرائے اسے ہم بے دین کہنے لگیں اور جو ہماری خواہشات کی لکیروں کو اور گہری کرے اسے ہم "مذہب" قرار دیں۔ دراصل مذہب محبت کا دوسرا نام ہے اور سچی محبت یہ ہے کہ خود جیو اور دوسروں کو جینے دو... کسی کی جائز خواہشات سے نہ ٹکراؤ... خدا کی مخلوق سے محبت کرنا ہی عین مذہب ہے"۔

وزیراعظم اس وعظ ونصیحت کو سن کر خاموش ہوگیا اور روز بروز گوجر حکومت کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی آئے دن نئے نئے علاقے آزاد ہونے لگے، پرتہار خاندان کی حکومت کی حدود گھٹنے لگیں، آخر ایک روز وزیراعظم نے پھر ہمت کی اور کہا:۔

"مہاراجہ! ۔"

"اب سلطنت کا اختتام نزدیک ہے اگر ایسا ہوگیا تو صرف پرتہار خاندان کی ہی نہیں بلکہ پوری گوجر قوم کی روشن تاریخ پر سیاہی پھر جائے گی وہ حکومت جو آپ کے دادا وتس راج نے قائم کی اور جس کو مہاراجہ ناگ بھٹ نے چار چاند لگائے اور جس کی بنیادوں میں تمام گوجروں کا خون استعمال ہوا ہے وہ حکومت خاک میں مل جائے گی"۔

مہاراجہ بولے:۔

"جب مورخین دادا وتس راج کے استقلال اور میرے باپ کی بہادری کی داستانیں تحریر کریں گے تو میرے لئے یہی تو کہیں گے کہ میں اس سلطنت کو بکھرنے سے نہ روک

سکا، لیکن مجھے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں، اگر میرا خدا مجھ سے خوش ہے تو میں کسی کے کچھ کہنے سے ہرگز ہراساں نہیں، میرے باپ داداؤں کے حالات ان کے ساتھ تھے میرا اعمال اور میری تاریخ میرے ساتھ ہے۔"

المختصر اس طرح آہستہ آہستہ گوجر حکومت کی حدود مختصر سے مختصر تر ہوتی چلی گئیں مگر مہاراجہ رام بھدر نے کسی کے خلاف اعلان جنگ نہ کیا تمام گوجر سپہ سالار اپنے مہاراجہ کی وفاداری کی وجہ سے کچھ نہ بول سکتے تھے مگر انہوں نے آئندہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے علاقوں کو بچائے رکھا اس زمانہ کا گوجروں کا اتحاد قابل رشک تھا کہ سوائے بنگال کے پال خاندان کے تمام شمالی ہند کے گوجر ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوئے۔

آخر یہ درویش صفت شہنشاہ، نیکیوں کا مجسمہ اور علم دوست مہاراجہ بارہ سال حکمرانی کر کے اس دار فانی سے انتقال کر گیا، آج بعض مورخ اس شہنشاہ والا صفات کو نرم دل راجہ کہتے ہیں مگر اس امر پر سب مورخین کا اتفاق ہے کہ اس نے

"انسانیت کو شہنشاہیت پر ترجیح دی"

* * *

مہاراجہ رام بھدر کے زمانہ میں اس کی فوج میں بنگال کے سپاہیوں نے گوجروں کو بہت تنگ کیا اور وہ دھرم پال کے بیٹے راجہ دیوپال کے طرفدار بن گئے، پورا بنگال اور بہار گوجر حکومت سے نکل گیا اور وہاں دیو پال کی حکمرانی قائم ہو گئی[1]

مغرب میں بھاٹیہ گوجروں نے آزادانہ حیثیت اختیار کر لی دکن کے راشٹر کوٹے ان بارہ سالوں میں شمال کی طرف تو پیشقدمی نہ کر سکے مگر راشٹر کوٹے مہاراجہ اموگھ ورش اوّل نے شمال کے گوجروں کی کمزوری مشاہدہ کر کے دکن میں گوجروں کے دو خاندان گنگ اور وینگی کے چلوکیہ سے متواتر انہیں بارہ سالوں میں جنگیں لڑیں جن میں گنگ خاندان ختم ہو گیا

---

[1]:- "بنگال کی تاریخ" میں مورخ مسٹر موزمدار نے تحریر کیا ہے کہ دیوپال شمالی ہند کا حکمراں ہو گیا تھا یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ مہاراجہ رام بھدر کا انتقال قنوج میں ہوا اور تمام اتر پردیش (یو-پی) اور پنجاب اور راجستھان اس کے ماتحت تھا، چوہان، تومر، گہلوٹ قنوج کے وفادار تھے، ایسا ہی کے - ایم- منشی صاحب مورخ نے مانا ہے - مولف گرجر

آسمانِ گُرجر قوم کے نصف النہار کا آفتاب

مہر بھوج اعظم

۸۳۶ء تا ۸۹۰ء

گرجر اعظم مہر بھوج ۸۳۶ء میں اپنے باپ رام بھدر کے انتقال پر قنوج کے تخت پر بیٹھا اس نے سب سے پہلے اپنے آبائی علاقے (بھمال کے گرد و نواح) کی طرف توجہ دی کیوں کہ اس کے باپ کے زمانہ میں بہت سے گوجر راجے قریب قریب آزاد ہو گئے تھے اس نے بغیر لڑائی لڑے تمام راجگان کو اپنا مطیع کیا اور سب کو ان کے علاقوں میں سردار مقرر کر دیا۔

مہر بھوج نے بندیل کھنڈ میں کالنجر کو فتح کیا پھر امبر کے بھٹی راجہ باؤک کو مطیع بنایا داسو دیو چوہان کی نسل میں گرودراج یا گودک اول مہر بھوج کی فتوحات میں بہت مفید ثابت ہوا یہ چوہان شاکمبھری کے راجہ تھے۔ مہر بھوج کی رانی کلاوتی راجہ گودک چوہان کی پوتی اور چندراج چوہان کی بیٹی تھی یہ چوہان ۹۷۳ء تک رگھوکل خاندان کے وفادار رہے جب کہ پرتہار خاندان روبہ تنزل تھا۔

ملاحظہ ہو راجہ وگراہ راج چوہان وہرش چوہان کا کتبہ

اسی طرح پرتاب گڑھ (متھرا) کے چوہان بھی مہر بھوج کے زبردست حامی تھے

ملاحظہ ہو مہندر پال چوہان کا کتبہ

وینز ایپی گرافیکا انڈکا ۱۴ صفحہ ۱۸۲

مہر بھوج نے چوہانوں کی مدد سے پورا گجرات ماہی تک فتح کیا اور انہلواڑہ کے چاپ (چیاوڑی) خاندان کو اپنا ماتحت بنایا یہ چاپ خاندان ۹۱۴ء تک مہر بھوج کے پوتے مہی پال کے زمانہ تک پرتہاروں کا وفادار رہا۔

مہر بھوج نے شمال کی طرف فوجکشی کی۔ چیتسو کے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس لڑائی کے لئے گوجر راجہ ہرش راج (گہلوٹ خاندان) نے گھوڑے دیئے۔

ملاحظہ ہو اپی گرافیکا انڈکا ۱۲ صفحہ ۱
مارواڑ کے گہلوٹ خاندان کی مدد سے مہر بھوج نے راجہ بالادتیہ کو شکست دی بالادتیہ دریائے جہلم تک کے علاقہ کا حکمران تھا اس طرح مہر بھوج کی حکومت کی حدود شمال میں دریائے سندھ تک پہنچ گئی۔

مالوہ کے پرمار بھی مہر بھوج کے از سر نو ماتحت ہو گئے۔

ملاحظہ ہو "پربندھ چنتامنی" صفحہ نمبر ۱۱ مصنف جن وجے منی

مہر بھوج نے ہون راجہ لکھن دوم کی حکومت بھی ختم کی، لکھن دوم جموں کے آس پاس چنبہ کی پہاڑیوں کا راجہ تھا۔

نیپال اور مہر بھوج گوجر اعظم

تبت کے راجہ رال۔ پا۔ کان (۸۱۷ء تا ۸۳۷ء) کے قبضہ میں نیپال تھا اس کے انتقال کے بعد نیپالیوں نے تبت کے خلاف بغاوت کر دی، یہ خانہ جنگی کئی سال جاری رہی جب مہر بھوج کا زمانہ آیا تو مہر بھوج نے اس طرف توجہ دی اور ہمالیہ کی ترائی کے تمام علاقہ پر اپنا قبضہ جما لیا۔

۸۷۹ء میں نیپال کا مقامی سردار راگھو دیو تھا جو تبت کے خلاف لڑ رہا تھا مہر بھوج نے راگھو دیو کی مدد کے لئے ایک طاقتور گوجر فوج بھیجی جس نے نیپال سے تبتیوں کو نکال دیا اس طرح نیپال پر راگھو دیو کی حکومت قائم ہوئی جو گوجر اعظم مہر بھوج کے زیر اثر تھی۔

ماخوذ از ہسٹری آف نیپال

دنیز نگلوری ویٹ واز گوجر دلیش صفحہ نمبر ۱۰۳

چندھ پور سے سمہت ۹۴۵ (۸۸۸ء) کا جو کتبہ گڑھوال سے ملا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں چندر بنسی خاندان کا ایک راجہ کنک پال حکومت کرتا تھا تمام مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کنک پال پرمار خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس نے شاہی فوج کی مدد سے ان برفیلے پہاڑوں میں حکومت قائم کی۔

ملاحظہ ہو نگلوری ویٹ واز گوجر دلیش صفحہ نمبر ۱۰۳

ونیز سری بھگت، درشن گرھوال کی "کون گست وبھوتی رکم تسٹ ۱۹۵۶ء"

ونیز سٹریکل اسٹیٹکل اکاونٹ آف دہرہ دون صفحہ نمبر ۷۹ و ۸۰

عرب اور مہر بھوج اعظم

جیسا کہ مذکور ہوا مہر بھوج اعظم کے داوا ناگ بھٹ دوم نے عربوں کو شکست دے کر ملک سے نکال دیا تھا مہر بھوج کے زمانہ میں موجودہ افغانستان میں برہمنوں کے دو خاندان حکومت کرتے تھے، شمال مغرب میں ریاست گور کا راجہ رت بلاس تھا اور مشرقی جنوبی افغانستان میں کابل کا راجہ للیہ تھا جس کا لقب ساہی تھا۔

ریاست گور سے حضرت عثمان غنیؓ نے ۳۰ھ یعنی ۶۵۲ء میں صلحنامہ کیا تھا گور کا تلفظ "غور" جو مابعد فارسی تاریخوں میں کیا گیا ہے وہ بالکل سراسر اور قطعی غلط ہے تمام عربی تاریخوں میں اس کا تلفظ "جور" ہے۔

ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا صفحہ نمبر ۱۶۹ باب خلافت حضرت عثمانؓ
از علامہ جلال الدین سیوطی و نیز تاریخ بغداد وغیرہ وغیرہ

قبل از بیرونی حملے موجودہ افغانستان کا نام واہلیک تھا۔

ملاحظہ ہو راج شیکھر کا نویں صدی کا جغرافیہ

اور اس کے باشندے قدیم آریہ ورت کے برہمن اور کھشتری وغیرہ تھے ان لوگوں کو افغان نام بعد میں دیا گیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ حصہ اول صفحہ ۲۶ مطبوعہ نولکشور لکھنو

الغرض ریاست گور جس کا نام خاندان گور کی حکومت کی وجہ سے قبل اسلام میں پڑا تھا، مہر بھوج کے زمانہ میں خاص توجہ کا مرکز بن گئی، اس زمانہ میں ریاست گور کی حدود خراسان تک تھیں، خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں اس حدود میں عربوں نے پے در پے حملے کئے لیکن ناکامیاب ہوئے، عربی تاریخوں میں خراسان کی سرحدات پر لڑائی کا تذکرہ تو ملتا ہے لیکن اس کے انجام کا پتہ نہیں چلتا۔

ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا صفحہ نمبر ۳۰۹

خلیفہ ہارون رشید کے بعد خراسان کی حکومت امین کے قتل کے بعد ۱۹۸ھ یعنی ۸۱۳ء میں مستقل طور سے مامون رشید کو ملی اور وہ ۲۱۸ھ یعنی ۸۳۳ء تک خلیفہ رہا لیکن اس کے زمانہ میں کوئی ذکر سندھ یا افغانستان کا نہیں ملتا۔

۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ یعنی ۸۳۳ء تا ۸۴۲ء خلیفہ معتصم باللہ کی حکومت خراسان پر رہی اس کے زمانہ میں پتہ لگتا ہے کہ اس نے کابل کے حکمراں کو قید کر لیا تھا۔

ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا صفحہ نمبر ۳۵۰

لیکن آگے پھر عربی تاریخیں خاموش ہیں کہ کابل کے بادشاہ (راجہ) کا کیا بنا اور نہ ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ ریاست گور اور کابل کی طرف سے پہلے پیشقدمی دسویں صدی عیسوی میں ترکوں نے کی۔ ان حالات کے پیش نظر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عرب کبھی بھی گور اور کابل پر قبضہ نہ کر سکے۔ حالانکہ ہارون رشید، مامون رشید اور معتصم کے زمانہ میں دائمی کوششیں ہوئیں معتصم کے زمانہ میں کابل کے راجہ کی گرفتاری کا جو دعویٰ کیا گیا ہے اس کی تصدیق کسی تاریخ سے نہیں ہوتی اور نہ ہی عربی تاریخوں سے گرفتاری کی وجہ، اس کا انجام اور ملک پر قبضہ ثابت ہوتا ہے۔

برخلاف اس کے قدیم ہندی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ مامون رشید نے ریاست گور کے راجہ رت بلاس پر حملہ کیا اور جب راجہ کو شکست کے آثار نظر آنے لگے تو اس نے... مہر بھوج اعظم کے پاس خط بھیجا۔

مہر بھوج اعظم نے بلوچستان کی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور افغانستان میں اپنے مشہور سپہ سالار الکھان کو بھیجا جس نے ریاست گور سے عربوں کو نکال دیا اور مہر بھوج نے دھاولپور کے چوہان راجہ چند مہاسین کی مدد سے بلوچستان پر قبضہ کر لیا، اس زمانہ میں گور کا راجہ رت بلاس تھا اور کابل پر ساہی خاندان حکومت کرتا تھا۔ یہ دونوں مقامی برہمن تھے، ان دونوں کا لقب ساہی تھا۔ کابل کے ایک راجہ للیہ کا مستند زمانہ ۸۵۰ء تا ۸۹۲ء ہے جو راجہ الکھان کا دکشمیر کے راجہ شنکر ورمن کے خلاف، دوست تھا۔

ماخوذ از میرپادا کی دیواریں مصنفہ دیش راج بھٹی بی۔ اے

دینز گوری ویسٹ وار گوجر دیش از کے۔ ایم منشی

گجر گوپنج ونیز گجر اتہاس مصنف تنتیہ ریکا ورما وغیرہ

فارسی تاریخیں جو آریہ ورت کی غلامی کے زمانہ میں لکھی گئیں ان میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ سندھ اور ملتان کے علاقوں پر ۷۱۲ء سے مستقل طور سے عربوں کا قبضہ رہا اس دعویٰ کی تصدیق کسی بھی عربی تاریخ سے نہیں ہوتی۔

المسعودی وغیرہ کی تاریخیں ناگ بھٹ دوم کے زمانہ کے سفرنامہ ہیں جو انہوں نے واپس اپنے وطن میں جا کر مکمل کئے ۔۔۔ اس وقت انہوں نے جو "وراہ" لقب گجر راجہ کا لکھا ہے اس سے مہر بھوج مراد نہیں ہے، ہر پرتہار راجہ کا لقب "وراہ" تھا اکثر مورخوں نے ان سفرناموں سے مہر بھوج کا زمانہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ مہر بھوج کے زمانہ میں عربوں کا اقتدار سندھ کے مغرب میں تھا۔ یہ بالکل غلط ہے اور آریہ ورت کی تمام تاریخیں بھی اس دعویٰ کی صریحاً تکذیب کرتی ہیں۔ ۔ ۔ جب ۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا تو اسے پتہ چلا کہ راستہ میں واپسی پر اس کا مقابلہ ان راجاؤں سے ہوگا جو وہاں متحد ہو گئے تھے لہذا اس نے واپسی پر سندھ کا راستہ اختیار کیا اور اسے راستہ میں پانی کا چشمہ یا کنواں بتانے کے لئے کوئی ایک بھی مسلمان نہیں ملا تھا تو اس نے ایک ہندو کو راہبر بنایا جس نے اسے دھوکہ سے غلط راستے پر ڈال دیا۔ یہ واقعہ سندھ اور ملتان کے درمیان کا ہے۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ نمبر ۵۷

مابعد زمانہ میں جب لاہور پر غزنویوں کا قبضہ ہوا اس وقت بھی سندھ گوجر راجگان کے قبضہ میں تھا اور انہوں نے محمد تغلق کے زمانہ (۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۱ء) میں دلی کے بادشاہوں کی برائے نام ماتحتی قبول کی اس کے بعد پھر ان میں آزاد گوجر راجگان نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے چودھویں پندرھویں صدی میں اسلام قبول کیا۔

ماخوذ از تاریخ سندھ و آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرام ایم۔ اے

المختصر اس حقیقت کے ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ مہر بھوج اعظم کا اقتدار۔۔ بلوچستان پر تھا اور واہلیک (موجودہ افغانستان) اس کی نگرانی میں تھا اور اس نگران فوج کی کمان سپہ سالار الکھان کے ہاتھ میں تھی جس نے اپنا ہیڈ کوارٹر شمالی پنجاب کو بنایا اور علاقہ گجرات نام سے مشہور ہوا۔ اور اسی بہادر نے جب افغانستان سے عرب فوجوں کو نکال کر وہاں کے برہمن راجاؤں کو رہائی دلائی تو اس علاقہ کا نام "گرجستان" پڑا

یہی زمانہ اس علاقہ میں گوجروں کے عروج کا ہے، ہمارے اس دعوے کی تصدیق یورپین مورخوں کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے۔
راجہ الکھان کا ماتحت سردار راجہ گھگ یا گھاگھے راؤ تھا جب کشمیر کے راجہ نے الکھان پر چڑھائی کی تو گجروں کو شکست ہوئی راجہ گھاگھے راؤ چوہان کے دو پوتے راجہ بجیرا اور اتر یہیں سے اجمیر چلے گئے۔
چنانچہ ابھی حال میں لندن کی لائبریری کے ریکارڈ کی چھان بین کر کے ایک تاریخ "گجر گو ریخ" شایع ہوئی ہے اس کے موئلف نے لکھا ہے:۔
پنجاب میں گجر راجوں کا تذکرہ ۸۹۰ء سے پہلے نہیں ملتا"
ملاحظہ ہو گجر گو ریخ صفحہ نمبر ۹۱ سطر نمبر ۸ از جناب چودھری اکبر خاں صاحب مینابی۔
و نیز لکھا ہے بقول کننگھم چھٹی صدی سے ۹ ویں صدی تک سندھ، زابلستان (غزنی) اور مکران میں جھاولہ گجروں کی حکومت رہی"
ملاحظہ ہو گجر گو ریخ صفحہ نمبر ۱۰۸ سطور نمبر ۳ و ۴
یہ تحریر ہمارے اس دعوے کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ ترکوں کی آمد سے پہلے تمام افغانستان اور بلوچستان (مکران) گوجروں کے ماتحت تھا۔
پس یہ بات ہر طرح سے ثابت ہے کہ عربوں نے جو حملہ ۷۱۲ء میں سندھ پر کیا تھا وہ خاندان پرتیہار کے راجہ ناگ بھٹ دوم نے ۷۹۲ء تا ۸۲۵ء کے دوران بیکار کر دیا اور سندھ سے عربوں کو نکال دیا اور پھر بلوچستان سے بھی مہر بھوج اعظم نے عربوں کو واپس جانے پر مجبور کر دیا۔
یہ جو کہا گیا ہے کہ گجر راجوں کا تذکرہ ۸۹۰ء سے پہلے پنجاب میں نہیں ملتا۔ یہ بھی غلط ہے صحیح واقعہ یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں راجاؤں کے تمام خاندان کھشتری کہلاتے تھے، قدیم تاریخوں میں کھشتری گجر بھی لکھا جاتا تھا، عام بول چال میں صرف گوجر کہا جاتا تھا، پھر جب قدیمی سورج ونشی، چندر ونشی اور یادو ونشی خاندان متعدد خاندانوں میں منقسم ہوئے تو "گوت سسٹم" رائج ہوا۔ چنانچہ ازمنہ وسطیٰ میں ہر راجہ کا خاندان (گوت) درج ہوتا تھا۔ مثلاً مہاراجہ کنشک کشان، مہاراجہ بکرماجیت پنوار وغیرہ وغیرہ۔

پھر سیؔ صدی کے بعد ہی تینوں قدیمی خاندان صرف " گرجر " نام سے یکھے جانے لگے، جب سے صرف گرجر یکھنے کی ابتداء تاریخوں میں ہوئی ۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ شمالی پنجاب میں گرجر حکومت قائم ہوئی ۔

یہ کہنا غلط ہے کہ اس زمانہ سے پہلے یہاں گرجر تھے ہی نہیں ۔ کنتان، کھٹانہ، ہون، ناگری، بھٹی، گورسی وغیرہ خاندان پہلے سے موجود تھے ان کی حکومتیں بدیکی تھیں، اس وقت قدیم سنسکرت کی تاریخوں میں انہیں کھشتری لکھا جاتا تھا ۔ لیکن کشمیر، شمالی پنجاب اور افغانستان پر ۳۲۰ء کے بعد سے مستقلاً برہمنی حکومت رہی اس لئے گوجروں کا تذکرہ تاریخوں میں نہیں ملتا ۔

سترھویں صدی میں مہاراشٹر کے کھشتری خاندانوں کو تاریخوں میں مرہٹہ نام دیا گیا سترھویں صدی سے پہلے مرہٹوں کا نام ونشان بھی کسی تاریخ میں نہیں ملتا ۔ المختصر مرہٹہ راجپوت، گرجر، کھشتری وغیرہ نام قدیمی سورج ونشی چندر ونشی اور یادو ونشی خاندانوں کے ہیں جنمیں اب تفریق بنائی جا رہی ہے ۔

الغرض راجہ مہر بھوج اعظم نے افغانستان تک تاریخوں میں گرجر نام کا ڈنکا بجا دیا اور اس کے سپہ سالار راجہ الکھان نے جو خاندان تھر یہ دھکیہ) سے تعلق رکھتا تھا شمالی پنجاب میں فوجی چھاونی مقرر کر کے شہر گجرات کی بنیاد رکھی ۔

تاریخوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب راجہ الکھان نے کابل پر حملہ کیا تو ابو عبیدہ اور خزاعی عرب سپہ سالاروں کو گرفتار کر لیا اور انہیں چار لاکھ درہم لے کر رہا کیا ۔

بنگال اور مہر بھوج اعظم

تخت نشینی کے شروع ایام میں مہر بھوج اعظم نے بنگال کے راجہ دیوپال پر حملہ کر کے

اس کی بڑھتی ہوئی طاقت ختم کر دی تھی، دیو پال کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مہر بھوج پر حملہ کر کے "گرجر کا غرور مٹا دیا"۔

برخلاف اس کے مہر بھوج کے کتبہ میں "تینوں دنیا فتح کرنے کی خواہش ہے" لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر بھوج نے بنگال کے راجہ سے کچھ علاقہ چھین لیا تھا اور باقی علاقہ فتح کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔

یہی خیال جناب کے ایم منشی صاحب کا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی تاریخ
"گلوری دیٹ واز گجر دیش" صفحہ ۱۰۱

۸۶۲ء میں بنگال کے راجہ نارائن پال نے کرناٹک کے راجہ اموگھ ورش سے دوستی کا صلحنامہ کیا اس زمانہ میں مگدھ کا علاقہ کچھ تو بنگال کی حکومت میں تھا اور کچھ کرناٹک کے راجہ کے ماتحت تھا۔

۸۶۵ء یا اس سے کچھ پہلے مہر بھوج اعظم نے ایک بھاری فوج لے کر دریائے گنڈک اور دریائے سون کو پار کیا اور پورے بہار پر قبضہ جما لیا۔ ۸۷۶ء میں دستند طور سے اس نے "بنگال کے بہادروں کو اپنے غصہ کی آگ سے جلا کر خاکستر کر دیا۔
بڑا کتبہ ملاحظہ ہو آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا
۱۹۰۳-۴ء صفحہ نمبر ۲۸۲

اس طرح نارائن پال سے بنگال کا بیشتر حصہ نکل گیا
ملاحظہ ہو گلوری دیٹ واز گجر دیش صفحہ نمبر ۱۰۴

کے۔ ایم منشی صاحب نے اپنی تاریخ میں جو "بنگال کا بیشتر" لکھا ہے صحیح نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پورا بنگال قنوج کی حکومت میں شامل تھا اور گوجر برہما کے راجہ پر بھی حملہ آور ہوتے تھے۔

برہما کا ملک اور گرجر اعظم

بنگال کو فتح کرنے کے بعد مہر بھوج اعظم نے اراکان کی پہاڑیوں سے برہما کے راجہ کو نکال دیا اور تری پورہ (امیھال) ناگا (قبائلی علاقہ) اور اکیاب کے علاقے راجہ برہما سے چھین لئے۔ المسعودی اپنی تصنیف مروج الذہب کے صفحہ نمبر ۳۸۳ پر رقمطراز ہے:۔

"پھر اس ملک سے برہمی سلطنت کی حد ملتی ہے اور یہ اس ملک کے بادشاہوں کا لقب ہے جو ان کے ناموں کی نسبت عام ہے یعنی نام ہر ایک بادشاہ کا الگ الگ ہے اور برہما سب کا لقب ہے اور اس سے بھی گوجر بادشاہ جنگ کرتا رہتا ہے اور اس کا ملک اس ملک سے ملحق (پیوستہ) ہے اور برہما کا راجہ بھی اپنے ملک کے حدود سے ایک حد پر اس سے لڑتا رہتا ہے" وغیرہ وغیرہ

دکن اور مہر بھوج اعظم

پرتہار خاندان کے راجہ ناگ بھٹ اول کے زمانہ سے ہی دکن کے راشٹر کوٹے اس خاندان کے دشمن تھے۔ راشٹر کوٹوں نے پرتہاروں کے خلاف نہ صرف بنگال کے پال خاندان سے اتحاد کیا بلکہ بیرونی عربوں سے بھی ان کی دوستی تھی چنانچہ اس باہمی چپقلش نے ہر مرتبہ پرتہاروں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ضرب پہنچائی لیکن قدرت نے مہر بھوج پرتہار کا ساتھ دیا۔

جیسا کہ ہم راشٹر کوٹوں کی "شاخ لاٹ" کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں مہر بھوج اعظم کے زمانہ میں راشٹر کوٹوں میں ۸۳۵ء میں آپس میں جنگیں شروع ہوئیں اور لاٹ علاقہ کی تین پشتیں اسی میں ختم ہو گئیں۔

مہر بھوج اعظم کو شمالی ہندوستان میں فتوحات کا موقعہ اسی وجہ سے ملا کیوں کہ دکن کی طرف سے اس پر کوئی حملہ نہیں ہوا جب کہ اس کے آباو اجداد کو راشٹر کوٹوں نے بڑی زک پہنچائی تھی، مہر بھوج اعظم افغانستان بلوچستان سے لے کر بنگال تک کا چکرورتی راجہ (شہنشاہ شہنشاہان) ہو چکا تھا اور جیسا کہ بیان ہوا پال خاندان سے نہ صرف بنگال بلکہ دکن میں انگ مگدھ کا علاقہ بھی مہر بھوج اعظم کی سلطنت میں شامل ہو چکا تھا۔

راشٹر کوٹوں کی اصلی شاخ اور شاخ لاٹ میں جب گہری عداوت ہو گئی تو لاٹ علاقہ کے راجہ دھرو دوم نے مہر بھوج اعظم سے صلح نامہ کیا اور مہر بھوج اعظم کی مدد سے کرناٹک پر حملہ کیا لیکن کچھ سالوں بعد جب کہ مہر بھوج اعظم کو شمالی ہندوستان سے فراغت حاصل ہو چکی تھی راشٹر کوٹوں میں آپس میں اتحاد ہو گیا اور اس اتحاد میں عربوں نے اہم پارٹ

ادا کیا عرب تاجر اور سوداگر مغربی گھاٹ پر اجازت نامہ حاصل کر کے اپنی بستیاں آباد کر چکے تھے۔ تمام عرب "پرتہار خاندان گوجر" کو آریہ ورت میں اپنا زبردست حریف تصور کرتے تھے۔

اس زمانہ تک عربوں کا رسوخ انڈونیشیا تک بڑھ چکا تھا لیکن سندھ اور افغانستان کی لڑائیوں میں عربوں کو گوجروں کے ہاتھوں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عربی تاریخوں میں گوجروں کو "دشمن" لکھا گیا"

ملاحظہ ہو سلسلۃ التواریخ صفحہ نمبر ۲۶

(نوٹ:- عربی تاریخوں کی اصل عبارتیں ہم اس تاریخ کے حصہ پنجم میں تحریر کریں گے۔)

"اس کی ولایت کو بھی لکم دکوتکن۔ کہتے ہیں بادشاہ گوجران سے اپنی سلطنت کے حدود میں سے ایک حد پر اس سے جنگ کرتا ہے اور بادشاہ گوجر کے پاس گھوڑے اور اونٹ (مراد اس سے گھوڑوں اور اونٹوں کے رسالے ہیں) اور لشکر کثرت سے ہیں۔"

ماخوذ از مروج الذہب ۔ مصنفہ المسعودی

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ گوجر افواج کے حملے مغربی گھاٹ تک ہوتے تھے

المختصر دھرو دوم کی وفات کے بعد اس کا پوتا کرشن راج راشٹر کوٹہ ۸۹۵ء میں لاٹ کے تخت پر بیٹھا اور اس نے اموگھ ورش (دکن کے راشٹر کوٹ راجہ) سے اتحاد کر کے گجرات (کاٹھیاواڑ) پر حملہ کیا۔

مہر بھوج اعظم نے راشٹر کوٹوں کو دریائے نربدا کے جنوب میں دھکیل دیا اور راشٹر کوٹوں کی "لاٹ کی حکومت" کو ۸۸۸ء میں صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ کرشن راج دور دکن میں بھاگ گیا۔ آئندہ تاریخ سے کرشن راج کی اولاد کا نام و نشان مٹ گیا۔

مہر بھوج اعظم کی حکومت دنیا کی ان وسیع و عریض حکومتوں میں سے ایک تھی جو دنیا کے نقشہ میں آج تک نمودار ہوئی ہیں

گرجر حکومت کا انتظام۔!

مہر بھوج اعظم کی سپاہ باقاعدہ تنخواہ لیتی تھی جب کہ اس زمانہ میں تمام دنیا میں فوج کے.. اخراجات تعلقداروں اور صوبیداروں کے ذمہ ہوتے تھے۔ مہر بھوج اعظم نے اپنی سلطنت حسب ذیل چار زبردست چھاؤنیاں قائم کیں۔

(۱) ملتان چھاونی :۔ یہ چھاونی شمالی مغربی علاقوں کے نظم ونسق کیلئے مقرر ہوئی.. بہت سے مورخوں کا خیال ہے کہ اس چھاونی کا مقصد خاص طور سے عرب حملوں کو پسپا کرنا تھا۔

(۲) اُجینی دیکھال :۔ یہ تہار گوجروں کا آبائی علاقہ تھا۔ پر تہاروں کے سب سے زبردست دشمن دکن کے راشٹر کوٹے تھے چنانچہ ان کی روک تھام کے لئے مہر بھوج اعظم نے اُجینی میں زبردست فوج تعینات کی۔

(۳) قنوج :۔ اس عظیم گرجر سلطنت کا پایہ تخت قنوج تھا جہاں ایک زبردست گوجر فوج رہتی تھی جو اندرون ملک کی سازشوں کا سدباب کرتی تھی۔

(۴) پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) :۔ گوجروں کی چوتھی چھاونی پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) میں تھی جو بنگال، برہما، بہار، اڑیسہ (مگدھ) کے علاقوں کی نگرانی... کرتی تھی۔

ملک میں چاروں طرف امن وامان تھا۔ لوگ بڑے دیانتدار اور خدا ترس تھے حالانکہ عرب مورخوں نے گوجروں کو اپنا دشمن تحریر کیا ہے لیکن عرب سیاح گوجر حکومت کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ لکھا ہے۔

"اس کے ملحق الحدود ایک اور بادشاہ ہے جس کو گوجر بادشاہ کہا جاتا ہے اس کے ملک میں عدل اس قدر عام ہے کہ اگر سونا راستے میں ڈال دیا جائے تو ان کے عدل کی وجہ سے لوگوں کو یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ کوئی اس دسونے) کو اٹھالے گا اس کی

روایت بہت وسیع ہے۔ عرب تجارت کے لئے اس کے پاس جاتے ہیں۔ وہ ان پر
احسان کرتا ہے، ان سے مال خرید تا ہے اس کی رعایا اور عرب آپس میں سونے
کے ٹکڑوں اور دراہم سے (جن کو تاتری کہا جاتا ہے اور ان پر بادشاہ کی تصویر ہوتی
ہے) لین دین کرتے ہیں، ان کا وزن مثقال ہے جب عرب ان سے خرید و فروخت...
کر چکتے ہیں، تو بادشاہ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوئی بدرقہ (محافظ دستہ)
بھیجیں جو آپ کی حد تک پہنچا دے اور ہمارے مال کی حفاظت کرے، بادشاہ
کہتا ہے کہ میرے ملک میں کوئی چور نہیں ہے، آپ چلے جائیں اگر آپ کے مال و متاع کو
کوئی حادثہ پہنچے تو آپ مجھ سے لیں۔ میں آپ کا ضامن ہوں وہ (بادشاہ) بڑے
تن و توش والا ہے اس کے ملحق الحدود بادشاہوں میں سے اس سے زیادہ
کوئی بہادر نہیں ہے، وہ فنون حرب میں بڑا مدبر (یا لیٹیشین) ہے"

ترجمہ از کتاب الاعلاق النفیسہ جلد ۷، صفحہ نمبر ۱۳۴ و ۱۳۵

گھوڑوں، گھوڑیوں، خچروں اور دوسرے مویشیوں کی خرید و فروخت پر گوجر حکومت میں
بڑے بڑے میلے لگتے تھے جن میں مویشیوں کی خرید فروخت ہوتی تھی جو کتبہ پیہوا پرتھودک کا
کا علاقہ یعنی موجودہ ضلع کرنال) سے برآمد ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تینتیس یا چونتیس [۳۴]
گھوڑوں کے سوداگروں نے کتبہ کی شکل میں معاہدہ کیا جس کی رو سے انہوں نے اپنے ذمہ
محاصل (ٹیکس) لئے اور گاہکوں سے مندروں اور یتیم خانوں کے لئے علیحدہ رقم لی جن میں
سے کچھ حصہ قنوج میں مندروں کو بھیجا گیا جنہیں سے ایک کو "ناگر بھاگ بھٹ" نے تعمیر کرایا تھا

❋ ❋ ❋

گوجر حکومت میں تہذیب و تمدّن

رعایا مذہب کے معاملہ میں آزاد تھی بلکہ سرداروں میں سے بھی کچھ جین مذہب
کے شیدائی تھے جن کی تعریفیں جین مذہب کی کتابوں میں درج ہیں، خود مہاراجہ رام بھدر کا بھائی
شری ڈنڈک جین مذہب کا مقلّد تھا۔ ناگ بھٹ دوم تمام مذاہب کے عالموں کی قدر کرتا تھا۔
مہر بھوج اعظم بھی ہر فرقہ کے علماء کا قدردان تھا، اس نے ہر فرقہ کے لئے مندر تعمیر کرائے
قدیم کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان پرتہار (بعد میں) "وشنو" کے پیروکار تھے۔

مہر بھوج اعظم نے اپنی رانی کے لئے "وشنو کا مندر" تعمیر کرایا۔

گپت خاندان کی طرح دراصل پرتہار "بھگوت" تھے، گوجروں کا جھنڈا گیشری (گیسری بادامی) رنگ کا تھا اور یہ "گرجریشور" کہلاتے تھے۔

گرجریشوروں کے بابت اس طرح مذکور ہوا ہے:-

★ - گرجریشور نہایت مہذب اور متمدن تھے۔

★ -: گرجریشو خاص اعزازات کے مالک تھے۔

★ -: گرجریشور ناگ بھٹ اوّل ایک بہادر اور جری راجہ تھا۔

★ -: گرجریشور وتس راج بڑا بردبار بھی اور خوش اخلاق تھا۔

★ -: گرجریشور ناگ بھٹ دوم بڑا بہادر نرم مزاج تھا اس نے تمام عمر رعایا کی خدمت میں گزاری اور دوسروں کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔

★ -: رام بھدر - بہادر راجہ تھا - اس کی روح بڑی پاک تھی - وہ دنیاداری میں اعتقاد نہ رکھتا تھا اور صحیح معنوں میں مذاہب کا پاسدار تھا۔

★ -: لیکن مہر بھوج اعظم سب سے بے مثال تھا۔ مہر بھوج اعظم ارادہ کا پکا تھا اس لئے چاروں طرف بڑے بڑے دشمنوں سے گھرے ہونے کے باوجود کبھی ہمت نہ ہاری مشرق میں راجہ برہا اس کا مخالف تھا جنوب میں راشٹر کوٹے اس کے آبائی اور زبردست حریف تھے، مغرب کی طرف لمبے چوڑے حدود پر بغداد کی عظیم الشان حکومت اس کے خلاف تھی لیکن مہر بھوج اعظم کے عزم و ارادے وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے ......

مہر بھوج اعظم نے بہت سے راجاؤں کو مغلوب کیا لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا اور نہ ہی قتل کیا گیا۔ بلکہ تمام راجاؤں کو ان کی قدیم حکومتوں پر اپنا باجگزار بنا کر اپنی حکومت میں خاص اعزازات بخشے۔ بہت سے ماتحت راجاؤں سے اس کی رشتہ داریاں تھیں۔ اس نے اپنی مہارانی کلاوتی کے لئے "وشنو کا ایک مندر" تعمیر کرایا جس میں مہارانی صبح وشام عبادت کرنے آتی تھی۔ اسی مندر کی تعمیر کے موقعہ پر بالا دتیہ شاعر نے پرشستی لکھی اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ کے ظالم ہاتھوں نے مہر بھوج اعظم کے کارناموں پر تاریک پردے ڈالے البتہ اس "پرشستی" سے اس زمانہ کے تمام حالات سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے جس میں پرتہار گوجروں کے آباؤ اجداد منو، اکشواکو، ککست اور پرتھو کے حوالہ جات ہیں۔

ناگ بھٹ اوّل اور ناگ بھٹ دوم جو کہ راجہ دشرتھ کے لڑکے لکشمن یعنی شری رام چندر کے بھائی کے جانشین اور رگھوکل ہیں ان کو اپنے زمانہ کا اوتار تسلیم کیا گیا ہے۔

مہر بھوج خود بڑا عالم وفاضل تھا اور یہ عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا کسی زمانہ میں گجرات میں شہر آنند پور (موجودہ وڈناگر) میں ناگر خاندان کو درباریوں میں خاص اعزازات حاصل تھے۔ یہ خاندان ہمیشہ سے علوم وفنون کے ماہر تھے جب آنند پور سے ورجر خاندان کا ناگر بھٹ بمقام گروپ گری (موجودہ گوالیار) اپنے بیٹے وَل بھٹ کے ساتھ آیا تو اسے... مہر بھوج نے ایک بڑا عہدہ دیا اور قلعہ کا نگراں مقرر کردیا۔

ڈلی بھٹ کے انتقال کے بعد مہر بھوج اعظم نے اس کے بیٹے "آل بھٹ" کو اسی عہدہ پر متعین کیا۔ مہر بھوج اعظم کا سلوک اپنے خادموں، سپاہیوں، افسروں، درباریوں اور ماتحت راجاؤں سے اس قدر مشفقانہ تھا کہ وہ اسے قابل پرستش سمجھتے تھے۔

ایک مورخ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وہ مہر بھوج صرف قیصر تھا اور نہ صرف بازنطین اور روم کا پاپائے اعظم تھا بلکہ وہ ان سے تین گنا پاک واطہر تھا وہ "اکشواکو" خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس کو خدائے بزرگ وبرتر نے ہمیشہ شرافت ونجابت بخشی۔ مہر بھوج اعظم وہ پاک ومطہر ہے جس نے مذہب کے ستونوں میں ناقابل جنبش قوت بھر دی، اس کے حسن واخلاق اور اعمال حسنہ نے ہی اسے "آدی ورش" کہلایا۔ اس کے اعزازات، القابات، "شنو آدی ورش، ورہ (برہ) اور آدی وراہ تھے جسے آج تک انہیں اسمائے گرامی سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے اور اس کی اولاد "برہ" کہلاتی ہے۔"

مہر بھوج اعظم کے سکے

مہر بھوج اعظم کے آدی ورش نما سکے تھے جن کے ایک طرف شری مدادی وراہ کی روایت کے مطابق تصویر تھی اس تصویر کے نیچے آتش دان کی شبیہ تھی دوسری جانب آدمی کی شبیہ تھی جس کا سر "راج ہنس" سے مشابہ تھا اور اس کے اوپر شمشی چکر تھا۔ یہ سکے اس کے وراہ اوتار ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

ایک روز دربار میں اس کے شاعر بالا دتیہ نے پرشستی میں سے ایک نظم پڑھی جس میں خواہش ظاہر کی گئی کہ یہ پرشستی "کلپ کے اختتام" (قیامت تک) رہے وہ شاعر خوش نصیب تھا۔ آج بھی اس کے آقا کی یہ پرشستی زمانے کے ظالم ہاتھوں سے محفوظ ہے جس نے اس کے آقا کو حیات جاوداں بخشی۔

* * *

گرجر حکومت کے صوبے
اور
مہر بھوج اعظم کے سپہ سالار۔!

۱:- راجہ الکھان — اس راجہ نے شہر گجرات (پنجاب) کی بنیاد ڈالی۔ اور یہ علاقہ بھی گجرات کہلایا۔ اس زمانے میں اس گجرات کے حدود پشاور سے ملتان اور جمنا تک تھے۔ راجہ الکھان نے گجرات میں شمالی مغربی علاقوں کی حفاظت کے لئے مستقل سکونت اختیار کی، واہلیک (موجودہ افغانستان) کی دونوں ریاستیں گور اور کابل اس کے ماتحت تھیں۔

۲:- راجہ بھوڑ یا بھوید — یہ راجہ چاوڑا (چھاوڑی) خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا دارالخلافہ وادھن پور (گجرات) کاٹھیاواڑ تھا۔ سندھ اور گجرات کے علاقے اس کے ماتحت تھے۔

۳:- ہرش راج — یہ راجہ گہلوٹ خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس کا ہیڈ کوارٹر چتوڑ تھا۔ شمالی ہندوستان فتح کرنے میں اس راجہ نے مہر بھوج اعظم کی مدد کی اس کے بعد بھرتری بھٹ گہلوٹ چتوڑ کا صوبیدار مقرر ہوا۔

۴:- سیاک اوّل — یہ مالوہ کے خاندان پنوار سے تعلق رکھتا تھا اور مہر بھوج اعظم کا وفادار سردار تھا۔ مالوہ

اس کی زیر نگرانی تھا۔

۵:- راجہ وگراہ چوہان — مہر بھوج نے اس کی مدد سے پورا بنگال اور بہار کا کچھ حصہ فتح کیا۔ راجہ وگراہ چند راج دوم کا بیٹا اور شاکمبھری کا راجہ تھا۔

۶:- چند مہاسین چوہان — یہ دھول پور کا راجہ تھا اس نے عربوں کو "دریائے چرمن وتی" موجودہ چنبل کے علاقہ سے شکست دے کر نکال دیا اور پھر بلوچستان سے بھی عربوں کا اقتدار ختم کر دیا

۷:- راجہ مہیش وردام چوہان — اس بہادر سپہ سالار نے راشٹر کوٹوں سے لاٹ کا علاقہ چھین لیا (لاٹ سے مراد موجودہ ضلع گلبرگہ گولکنڈہ دکن کا علاقہ ہے۔ مؤلف) اس کی اولاد مہیشی کہلاتی ہے۔


۸:- راجہ گوکل دیو — یہ چیدی کا راجہ تھا جس کے اٹھارہ لڑکے اور بہت سی لڑکیاں تھیں اور آریہ ورت کے تمام راجے اس کے رشتہ دار تھے۔ یہ کلچوری خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مہر بھوج کے زمانے یہ بھی وفادار رہا۔ لیکن مہر بھوج کی وفات کے بعد یہ پھر قنوج کا وفادار نہ رہا۔

۹:- راجہ یشو ورمن — یہ راجہ خاندان چندیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور وسط ہند اس کی نگرانی میں تھا۔

۱۰:- راجہ باوک بھٹی — یہ خاندان بھاٹیہ سے تعلق رکھتا تھا اور مہر بھوج کا بہادر سپہ سالار تھا اور بھٹنیر اس کی نگرانی میں تھا۔

۱۱:- راجدھانی — قنوج شاہی علاقہ تھا۔ (۱۲) اندرپرست موجودہ دلی کا علاقہ تومر خاندان کے سردار جنگ رائے کے زیر نگرانی تھا۔

۱۲:- مہی پال — یہ بنگال کا حاکم تھا جو سابقہ راجہ دیو پال کا بیٹا تھا جو اپنی زندگی بھر مہر بھوج کا وفادار رہا۔


سلطنت مہر بھوج اعظم
سنہ ۸۸۸ء
تبت
(ترک)
کشمیر
کابل
غزنی
گندھارا
گجرات
ملتان
اجمیر
دہلی
قنوج
نیپال
پاٹلی پتر
نالندہ
کالنجر
جبل پور
نوساری
دوارکا
سلطنت عباسیہ
نوٹ وینگی اور ایہولا میں
چلوکیہ خاندان کی گوجر حکومت تھی جو
مرکز (قنوج) سے علیحدہ تھی۔

ان بہادر سپہ سالاروں کی مدد سے یہ عظیم گرجر سلطنت قائم ہوئی، مہر بھوج اعظم وہ خوش نصیب شہنشاہ تھا جسے تمام سردار اور سپہ سالار وفادار ملے مہر بھوج اعظم کے زمانہ میں گرجروں کا اتحاد اور کامیابی دیکھ کر یہ کہنا بجا ہے کہ اگر آریہ ورت اسی طرح ایک ہی... حکومت کے زیر نگیں ہوتا تو ڈیڑھ سو سال بعد بیرونی حملے کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

گیارھویں صدی کے غلامان ترک ہرگز اتنے بہادر نہیں تھے، جتنے کہ آٹھویں صدی کے عرب بہادر اور دلیر تھے۔ یہ گرجروں کے اتحاد کا نتیجہ تھا کہ عرب کے بہادر آریہ ورت کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

تمام مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عربوں سے آریہ ورت کو تین سو سال تک بچانے والے گرجر اور صرف گرجر تھے۔

ڈاکٹر کننگھم و ڈاکٹر وی۔اے اسمتھ وغیرہ کی تاریخیں۔

⁂ ⁂ ⁂

گرجر مہر بھوج اعظم کی وفات

مہر بھوج اعظم نے تقریباً اسّی سال کی عمر پائی اور چھپن سال (۸۳۴ء تا ۸۹۰ء) تک حکمرانی کی، مہر بھوج اعظم کا انتقال قنوج میں ہوا، مہر بھوج اعظم کی بیوی... مہارانی کلاوتی چوہان اس کی حین حیات میں انتقال کر چکی تھی، اس کے بعد چندر بھٹارکا دیوی سے شادی کی جو چتوڑ کے خاندان گہلوٹ سے تھی۔

مہر بھوج اعظم کا جانشین مہندر پال رانی چندر بھٹارکا دیوی کا بیٹا تھا۔

ملاحظہ ہو گلوری دیٹ دا گرجر دیش صفحہ نمبر ۱۱۸

مہر بھوج اعظم کی تیسری رانی پدمنی دیوی خاندان بھاٹیہ (بھٹی) سے تعلق رکھتی تھی جسے اس کے خاندانی جاہ وجلال اور عزت کی وجہ سے "مہارانی" کہا جاتا تھا۔

ملاحظہ ہو موجودہ جودھپور کے علاقہ سے برآمد شدہ کتبہ۔ راجہ بھوک

ملاحظہ ہو گلوری دیٹ واز گرجر دیش پہلا حصہ باب ششم

مہر بھوج اعظم کی چوتھی رانی جگت را کے چلوکیہ خاندان راجہ بل ورمن کی لڑکی تھی۔

گرجر ادیش:۔ مہاراجہ مہر بھوج اعظم کے زمانہ میں لکھی گئی تمام عربی و ہندی و سنسکرت کی تواریخ میں قنوج کی حکومت کو "گرجر دیش" تحریر کیا گیا ہے۔

راجہ مہندر پال

۸۹۰ء تا ۹۱۰ء

مہر بھوج اعظم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مہندر پال قنوج میں تخت نشین ہوا۔ بنگال کے پال خاندان کے راجہ مہی پال نے کچھ عرصہ بعد مشرقی بنگال میں سر اٹھایا اسی دوران جگت را (پنجاب) کے راجہ الکھان پر کشمیر کے راجہ شنکر ورمن نے خود مختاری کا اعلان کر کے حملہ کیا، اسے شکست دی اور اس سے کافی علاقہ چھین لیا۔ باقی علاقہ جات مہندر پال کے وفادار رہے۔

راجہ مہندر پال علم دوست راجہ تھا اس کا درباری شاعر بجے شیکھر تھا جو کئی کتابوں اور ناٹکوں کا مصنف تھا۔

راجہ مہندر پال نے ۹۱۰ء میں وفات پائی۔

راجہ مہر بھوج دوم

۹۱۰ء تا ۹۱۳ء

راجہ مہندر پال کی وفات کے بعد مہر بھوج دوم گدی پر بیٹھا۔ مہندر پال کی

دو رانیاں دیہنا گا دیوی اور مہا دیوی تھیں۔ مہر بھوج دوم دیہنا گا دیوی کے بطن سے تھا اور مہا دیوی کا ایک لڑکا مہی پال تھا جس نے مہر بھوج دوم کے مقابلہ میں تخت نشینی کا دعویٰ کیا۔

اس جھگڑے نے اس وقت زور پکڑا جب کر چیدی کے کلچوری خاندان کے گوجر راجہ گوکل دیو نے مداخلت کی۔ راجہ گوکل دیو کی لڑکی مہر بھوج دوم سے بیاہی تھی۔ جیسا کہ مذکور ہوا راجہ گوکل کے اٹھارہ لڑکے اور بہت سی لڑکیاں تھیں اور ملک کا ہر شاہی خاندان اس کے ساتھ رشتہ داری میں بندھا ہوا تھا۔

اس کی ایک لڑکی کرناٹک کے راجہ کرشن دوم سے بیاہی تھی، راشٹر کوٹے اندر سوم کے گھر میں اس کی پوتی تھی، بنگال کا راجہ وگراہ پال بھی اس کا داماد تھا۔ اسی طرح پرتیہاروں کے قدیم حلیف مہر بھوج دوم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس صورت حال نے گوجر دیش کے تمام راجاؤں کو متحد کر دیا اور انہوں نے مہی پال کی حمایت کی۔ چوہان، گہلوٹ، پرمار، چلوکیہ اور چندیل وغیرہ گوجر خاندانوں نے مہر بھوج دوم کو تخت سے اتار کر مہی پال کو قنوج کے تخت پر ۹۱۳ء میں بٹھا دیا۔

---*---*---*---

مہی پال

۹۱۳ء تا ۹۴۰ء

---*---

۹۱۳ء میں تین سال کی لڑائی کے بعد مہی پال قنوج کے تخت پر بیٹھا۔ اس کے القاب کشتی پال، ونایک پال اور ہیرمبپال تھے۔ زمانہ میں دکن سے ایک طوفان اٹھا جس نے گوجروں کی شمالی ہند میں حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔

دکن اور شمال کی خانہ جنگی

جس وقت کہ قنوج کی تخت نشینی میں گوجر دیش کی تمام فوجیں منہمک تھیں تو کرناٹک کے راجہ کرشن دوم نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس نے دوبارہ دکن میں

لاٹ کا علاقہ گوجروں سے چھین لیا جسے ششہ ۲ مہر بھوج اعظم نے فتح لیا تھا۔

سنہ ۹۱۵ء میں راشٹر کوٹے کرشن دوم مرگیا اور اس کے بعد اندر سوم تخت پر بیٹھا۔ اندر سوم کرشن دوم کا پوتا اور جگ تنگ کا بیٹا تھا اور چیدی کے گوجر راجہ کوکل کا داماد تھا۔ چیدی کے راجہ کو قنوج کی تخت نشینی کے جھگڑے میں زک اٹھانی پڑی تھی چنانچہ اس نے اندر سوم کو گوجر حکومت پر حملے میں مدد کا یقین دلایا۔

دکن کے پرمار بھی راجہ کوکل کے رشتہ دار تھے اس لئے اس حملہ کے وقت وہ بھی خاموش رہے اور انہوں نے گرجر دیش کے خاندانوں کی کوئی مدد نہ کی، چنانچہ اندر سوم آندھی اور طوفان بن کر دریائے نربدا کو پار کر گیا اور اس نے پرتہاروں کے آبائی دار الخلافہ اجینی پر قبضہ کر لیا۔ اٹھارہ ہزار گوجر عوام بیل گاڑیوں میں بیٹھ کر ہجرت کر گئے اس وقت تک گوجر حکومتیں متحد نہ ہوسکی تھیں اس لئے مہی پال کو شکست فاش ہوئی۔

اندر سوم نے دریائے جمنا کو پار کیا اور قنوج پر قبضہ کر لیا، گرجر دیش کے بہت سے بہادر کام آئے، مہی پال گرجر مہاراجہ بے سروسامانی کی حالت میں پنجاب کی طرف بھاگ گیا اندر سوم کے سپہ سالار نرسمھ نے گنگا کے اتصال پر گھوڑوں کو نہلایا۔

کرناٹک دربار کے شاعر پمپ نے اپنی کتاب "وکرما رجن وجے" یا "پمپ بھارت" میں اپنے راجہ کی تعریف میں لکھا ہے:۔

جزو:۔ "نرسمھ نے اس گرجر راجہ سے فتح کی دیوی کو چھین لیا جو اسے حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔

*:۔ نرسمھ گوجروں پر بجلی بن کر گرا اور اسے فوجوں کو یکجا کرنے کی بھی مہلت نہ دی"

وغیرہ وغیرہ۔

اندر سوم اس فتح سے کما حقہ فائدہ نہ اٹھانے پایا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا بیٹا امو گھ ورش دوم "مینا کھیت" کے تخت پر بیٹھا، چنانچہ اسے قنوج چھوڑ کر براستہ بنگال مگدھ واپس جانا پڑا اور سنہ ۹۱۷ء میں قنوج پر گوجروں کا قبضہ ہوگیا۔

مہی پال گوجر مہاراجہ جو پنجاب اور ریگستانوں میں پھر رہا تھا اس نے پنجاب اور راجستھان کے گوجروں کو متحد کر لیا بنگال سے لے کر گجرات اور تک کے سب گوجروں نے اس کا ساتھ دینے پر کمر باندھی، گوجروں کے اس لشکر نے ایک مرتبہ راشٹر کوٹوں کو سنبھلنے

دینے کے لئے ان کے گھر پر ہی دکن میں حملہ کرنا مناسب سمجھا۔

گوجروں کا یہ لشکر گجرات (کاٹھیا واڑ) میں جمع ہوا اور ۹۲۲ء میں دکن کی طرف چل دیا تمام علاقہ کو فتح کرتا ہوا یہ لشکر کرناٹک (موجودہ مدراس کا علاقہ) تک پہنچ گیا۔ راشٹرکوٹوں کو بھاری شکست ہوئی اور اس جنگ میں راجہ اندر سوم اور اس کا سپہ سالار نرسمہ اور اس کا بیٹا اوگھ درش تینوں ایک سال کے اندر اندر مارے گئے۔

اس جنگ میں راجہ بھٹ (گہلوٹ خاندان) اور مہر بھوج اعظم کے ایک وفادار سپہ سالار گنام بھودیو کے بیٹے بھامن نے مہی پال کی بڑی مدد کی۔ گوجروں نے تمام دکن کے راجاؤں کو یکے بعد دیگرے شکستیں دیں۔ اور اس کے بعد گوجروں کا یہ لشکر براستہ مگدھ اور بنگال واپس قنوج آیا۔

گوجروں کے درباری شاعر راج شیکھر نے ایک ڈرامہ لکھا جس کا نام "بال بھارت" یا "پراچند پانڈو" ہے۔ یہ ڈرامہ گوجر سرداروں کے سامنے قنوج میں کھیلا گیا۔

اس ڈرامہ کے چند الفاظ یہ ہیں:۔

"رگھو دشتری رامچندرجی کے خاندان میں گوجر مہاراجہ مہی پال دیو پیدا ہوا جس نے "مورل" قوم کا سر نیچا کردیا، جس نے میکل قوم کو تباہ کردیا، جس نے جنگ میں کلنگوں کو بھگا دیا جس نے کیرالہ کے راجہ کا کھیل ختم کردیا۔ جس نے کنتلوں کو فتح کرکے کلہاڑے سے مٹا دیا۔۔ جس نے رامتوں سے حکومت چھین لی۔"

نوٹ:۔ مورل، میکل، کلنگ، کیرالہ، کنتل اور رامت وغیرہ یہ سب دکن بعید کی حکومتوں کے نام تھے۔ مؤلف

مہی پال نے ۹۴۰ء وفات پائی

مہندر پال دوم

۹۴۰ء تا ۹۴۸ء

مہی پال کی وفات کے بعد اس کا بیٹا تخت حکومت پر متمکن ہوا جو مہارانی۔۔۔۔ پرسادھنا دیوی کے بطن سے تھا، کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی حکومت میں قنوج،

کاشی (بنارس)، مالوہ اور اجینی (بگھنال) شامل تھے۔

راجہ مہندر پال دوم نے ۹۴۸ء میں وفات پائی

راجہ دیوپال
۹۴۸ء تا ۹۵۳ء

مہی پال کے بعد اس کا بیٹا دیوپال قنوج کے تخت پر بیٹھا، چیدی کے راجہ یوراج نے... راشٹر کوٹ کرشن سوم کو گجرات پر حملے کے لئے ابھارا جیسا کہ اس کے بزرگ کر چکے تھے، چنانچہ کرشن سوم نے اجینی کو فتح کیا، اور پھر مالوہ، چتوڑ پر قبضہ کر کے بندیل کھنڈ تک کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور اس طرح گجرات کے سولنکی، وادھن کے چاپ (چھاوڑی گوجر) اور دوسرے بہت سے چھوٹے چھوٹے راجگان (گوجر) ختم ہو گئے اور انہوں نے دوبارہ دوسری جگہوں پر قوت پکڑی، جیسا کہ آئندہ فصل میں آئے گا۔

اس طرح دیوپال کی حکومت بہت مختصر رہ گئی اور اس نے ۹۵۳ء میں انتقال کیا

ونائک پال دوم ۹۵۳ء تا ۹۵۵ء راجہ دیوپال کی وفات کے بعد ۹۵۳ء راجہ ونائک پال دوم قنوج کے تخت پر بیٹھا اور ۹۵۵ء میں انتقال کر گیا۔ اس راجہ کی مدت حکومت صرف تین سال رہی۔

مہی پال دوم ۹۵۵ء تا ۹۶۰ء راجہ ونائک پال دوم کے انتقال کے بعد ۹۵۵ء میں راجہ مہی پال دوم تخت قنوج پر متمکن ہوا اور ۹۶۰ء میں انتقال کر گیا اس راجہ کی مدت حکومت ۵ سال تھی۔

ان دونوں مندرجہ بالا راجگان کے زمانہ حکومت میں دور افتادہ علاقے ہاتھ سے نکل گئے۔

راجہ وجیا پال ۹۶۰ء تا ۹۹۰ء یہ راجہ ۹۶۰ء میں تخت نشین ہو کر ۹۹۰ء میں... انتقال کر گیا اس سے سوائے قنوج کے اطراف کے

تمام علاقہ نکل گئے اور تمام گوجر سردار آزاد و خودمختار ہو گئے۔

راجیہ پال سنہ ۹۹۰ء تا سنہ ۱۰۱۹ء سنہ ۱۰۱۸ء میں اس پر محمود غزنوی نے حملہ کیا قنوج کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی۔ اس نے قنوج کو چھوڑ کر باری کو دارالخلافہ بنایا۔ بزدلی کے الزام میں اسے دوسرے گوجر راجاؤں نے چڑھائی کر کے ختم کر دیا۔ کیونکہ اس نے بغیر لڑے قنوج کو برباد کرا دیا تھا۔

ترلوچن پال سنہ ۱۰۱۹ء تا سنہ ۱۰۲۷ء محمود غزنوی دوبارہ حملہ آور ہوا اور لوٹ کا مال لے کر واپس غزنی چلا گیا۔

راجہ یش پال سنہ ۱۰۲۷ء تا سنہ ۱۰۳۶ء اس کی شہادت صرف ایک کتبہ دیتا ہے باقی حالات ناپید ہیں۔ قنوج پر اس کے بعد گھرور خاندان نے قبضہ کر لیا جسے سنہ ۱۱۹۳ء میں غوری فوجوں نے ختم کیا۔ گر علاوہ پرتیہاروں کے رشتہ دار

چند کتبہ جات

(۱)

سنہ ۸۴۲ء کا ایک کتبہ مہر بھوج اعظم کا ڈونڈوانک مقام (راجستھان) سے ملا ہے جس میں لکھا ہے کہ ڈونڈوانک گرجر سکومت میں ہے۔

गुर्जरभूमौ डण्डवानक विषयसम्ब

द्धसिवाग्रामाग्रहारे (۲)

محکمہ آثار قدیمہ (انڈین انٹی کویری) کے نوشتہ جات میں سنسکرت کا مندرجہ ذیل کتبہ درج ہے جس میں لکھا ہے کہ مہر بھوج کی فوج "گرجر بل" کہلاتی تھی۔

गुर्जरबल मतिबलवत समुद्यतं बृहित च कुल्येन।

[illegible]का किनैव विहितं पराड·मुखं भीलया येन॥

مہی پال کا کتبہ ۹۱۵ء

धारा धारिणि सेन्द्र चापवलये यस्य प्रथा(मन्दः) गते
गर्जद् गुर्जर समरव्यतिकरं जीर्णो जनः शंसति

ترجمہ:- اس نے دھارا کو فتح کیا - چاپ کو مغلوب کیا - وہ گرجنے والا گوجر جہاں بھی گیا کامیابی نے اس کے قدم چومے -

متھن دیو کا کتبہ

۹۶۰ء

الور علاقہ میں راجو گڑھ (راج گڑھ) کے قلعہ پر کتبہ میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقہ کا راجہ متھن دیو گوجر پرتہار تھا جو گوجر مہاراجہ ادھیراج اکشتی پال (مہی پال) کا باجگزار تھا -

श्री राज्यपुरावस्थितो महाराजाधिराज
परमेश्वर श्री मथन देवो महाराजाधिराज
श्री सावट सूनु गुज्जर प्रतिहारान्वय ……
स्तथैवैतत्प्रत्यासन्न : श्री गुज्जर वाहित समस्त
क्षेत्र समेतश्च

اس کتبہ میں صاف طور سے یہ بھی لکھا ہے کہ الور میں زمیندار بھی گوجر تھے چنانچہ موجودہ میو در اصل گوجروں کا ایک گوت ہے -

باب سیزدہم

گوجروں کی مختلف حکومتوں کا قیام

سنہ ۹۴۸ء تا سنہ ۱۲۰۰ء

—— ✦ ——

قنوج کی گوجر شہنشاہیت کو ختم کرنے والے دکن کے راشٹرکوٹے تھے۔ اگرچہ بیشور کا خطاب حالانکہ برسوں قنوج کے شہنشاہ استعمال کرتے رہے لیکن در اصل ان کا اقتدار برائے نام تھا مگر تمام گوجر خاندان قنوج کے "رگھوکل" گھرانے کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے رہے۔

ڈاہل (موجودہ جبلپور) کے کلچوری خاندان کے گوجروں نے جیسا کہ پیچھے بیان ہوا گوجروں کے قدیمی مخالف راشٹرکوٹوں سے رشتہ داریاں کر کے اس "مرکزیت" کو نقصان پہنچایا۔ اور وہ گوجر سردار جو مختلف علاقوں میں خاندانِ پرتہار کے معاون تھے، اپنے۔ اپنے علاقہ میں آزاد و خود مختار ہو گئے۔

گجرات (پنجاب)

خاندانِ ٹھکریہ (ٹھکیہ)

راجہ الکھان

۸۵۵ء تا ۸۹۲ء

ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں تھانیسر کے برہمن خاندان کے زوال پر پنجاب کے گوجر پھر برسرِ اقتدار آ گئے اور اس علاقہ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہوئیں۔ دلی کا علاقہ کرنال تک تومر خاندان کے پاس تھا موجودہ بھٹنڈہ ملتان وغیرہ خاندان بھاٹیہ (بھٹی) کے قبضہ میں تھے۔ شمالی اضلاع خانہ جنگی میں مبتلا تھے ان علاقوں پر کشمیر کے راجگان و کابل کے شاہی برہمن قبضہ جمانے کی فکر میں تھے مگر مقامی باشندے کسی ایک کا بھی اقتدار ماننے کو تیار نہ تھے۔ جب ۸۳۶ء میں قنوج میں مہر بھوج اعظم پرتہار تخت نشین ہوا تو پنجاب کے گوجروں نے بھی اسے اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا چنانچہ گوجر اتہاس صفحہ نمبر ۷۷ کی یہ عبارت ملاحظہ کیجیے۔

प्रतिहारों के प्राचीन होने में खास कारण- उनका गुजर जाति का सम्बन्ध ही था। राजा अलखान और उसकी प्रजा गुजर थी.

ترجمہ:- پرتہاروں کے ماتحت ہونے کی خاص وجہ یہی تھی کہ ان کا تعلق گوجر قوم سے تھا راجہ الکھان اور اس کی رعایا گوجر تھی۔"

ہسٹری آف میڈیول انڈیا کے مورخ جناب سی۔ وی ویدیہ کی تحریر سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ الکھان نے قنوج کے پرتہار گوجر شہنشاہ کی صوبیداری محض گوجر ہونے

کی وجہ سے قبول کی تھی۔

آگے چل کر وہ اپنی تاریخ میں کشمیر کی اس وقت کی حکومت کی حدود اس طرح بیان کرتے "وو کشمیر کے جنوب میں گوجر حکومت تھی۔ مغرب میں کابل شاہی حکومت تھی، شمال میں... ترشکین اور مشرق میں دردا حکومت تھی۔"

ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۲۲ تا صفحہ نمبر ۲۳۰

لیکن جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب کی تاریخ "گرجرا دیش" اور جناب چودھری اکبر خاں صاحب کی تاریخ "گجر گونج" سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ گوجر اس زمانہ میں اس علاقہ میں مشہور ہوئے۔ المختصر راجہ الکھان چاہے قنوج سے آیا ہو یا پہلے ہی سے اس علاقہ کا راجہ ہو مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ گوجر پہلے سے ہی اس علاقہ میں آباد تھے اور انہوں نے مہر بھوج اعظم کو محض اپنی قوم گوجر سے ہونے کی وجہ سے اپنا شہنشاہ تسلیم کیا تھا۔

کابل کی فتح:۔ راجہ الکھان نے پرشپورہ (موجودہ پشاور) تک کا علاقہ گوجر شہنشاہ ست کے زیر نگیں کیا اور ۸۹۰ء میں شہر گجرات کی بنیاد ڈالی۔ راجہ الکھان کے ماتحت مشرق میں دریائے ستلج سے لے کر پشاور تک کا علاقہ تھا۔ ۔ ہجری میں کابل کا برہمن شاہی حکومت پر عربوں نے حملہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ کابل کے راجہ رت بلس نے گوجروں سے مدد مانگی۔ قنوج سے لشکر درہ خیبر پار کر کے کابل پہنچا اور عربوں کی سپاہ کو شکست دی۔ عرب سپاہ کو بھاگنے کا موقعہ نہ ملا وہ محصور ہو گئے کابل پر گوجروں کا کیسری رنگ کا شمسی جھنڈا لہرانے لگا ابو عبیدہ اور فزاعی سپہ سالار گرفتار ہوئے۔ بغداد کے خلیفہ نے دوسری فوج بہ سرکردگی... بھیجی مگر اس فوج کو بھی شکست ہوئی آخر چار لاکھ درہم دے کر عربوں نے رہائی پائی اور تمام علاقہ کو خالی کر کے چلے گئے۔ کابل کا راجہ رت بلاس قنوج کا ماتحت سمجھا گیا۔ کابل کے شمالی مغربی علاقوں کا راجہ للیہ بھی گوجروں کی ماتحتی قبول کرنے پر مجبور ہوا گوجر ایک مرتبہ پھر دریائے ہلمند و وسط ایشیا تک پہنچ گئے۔

(عربی تاریخ الخلفاء — از جلال الدین سیوطی میں کابل کا محاصرہ مذکور ہے)

ونیز:۔
ملاحظہ ہو برباد کی دیواریں (عظمت کے حصار) صفحہ نمبر ۱۶۵ تا صفحہ نمبر ۱۷۲ مولفہ ڈلیش راج بھائی (دہلی) بی۔ اے۔ بی۔ ٹی و گوجر اتہاس پہلا باب مولفہ... تیج سنگھ رگمار و راما صاحب وغیرہ وغیرہ۔

والی کشمیر سے خونریز جنگ

سنہ ۸۹۰ء میں گوجر شہنشاہ مہر بھوج اعظم کا انتقال قنوج میں ہوا اور گوجر صوبیدار نیم خود مختار ہو گئے

اسی دوران کشمیر کا زبردست راجہ شنکر ورمن فتوحات کی ہوس میں نکل پڑا۔ شمالی پہاڑوں کو روندتا ہوا وہ کابل و گور (غور) پہنچ گیا اس نے رت بلاس اور راجہ للیہ دونوں کو شکست دی اور پورے علاقہ (موجودہ افغانستان) کو کشمیر کے زیر نگیں کر لیا۔ سی۔ وی ویدیہ اپنی تاریخ میڈیول انڈیا کے صفحہ نمبر ۲۲۳ پر لکھتے ہیں۔

The shahi King Lalliya seems to Have taken refuge with the Gujar King and his country remained under Kashmir not being returned as usual to the subjugated Monarch.

ترجمہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہی راجہ نے گوجر راجہ کے یہاں پناہ لی کیونکہ اس کا ملک کشمیر کے ماتحت رہا اور اسے واپس نہیں کیا گیا جیسا کہ عام طور سے ماتحت راجہ کو واپس کر دیا جاتا تھا۔ واقعہ دراصل یہی ہے کہ شاہی راجہ نے گوجر راجہ کے یہاں پناہ لی جیسا کہ ایم منشی صاحب نے اپنی تاریخ گجر دیش کے پہلے ایڈیشن میں لکھا ہے۔

مغرب کی طرف فتوحات حاصل کر کے شنکر ورمن نے جنوب شرق کے پہاڑوں کا رخ کیا اور "تریگرت" (موجودہ ممیسہ دنگر کوٹ) کے راجہ پرتھوی چند کو شکست دی، پرتھوی چند لڑائی میں مارا گیا اور اس کے وارث بھون چند نے شنکر ورمن کی ماتحتی قبول کر لی۔

ادھر گوجر راجہ کابل کے راجہ کی مدد کیلئے تیاریوں میں مصروف تھا شنکر ورمن نے کشمیر کی ایک عظیم و زبردست فوج لے کر گوجروں کی طرف توجہ دی۔ بھون چند اپنی نو لاکھ پیدل سپاہ اور تین سو ہاتھی لے کر اس کے ساتھ تھا۔ جہلم اور راولپنڈی کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ دونوں فریق کئی ہفتہ تک لڑتے مرتے رہے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے مگر کسی فریق کو یقینی فتح حاصل نہ ہو سکی اس جنگ کی شہادت پر چونکہ آج صرف کشمیری پنڈت کلہن (۱۱۴۸ء) کی لکھی ہوئی قدیم تاریخ ہی زمانہ کے ہاتھوں بچ بچا کر ہم تک پہنچی ہے جس میں مورخ نے کشمیر کی تمام تر طرفداری کی ہے لہذا اسی کی روشنی میں ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ گوجروں نے ٹکہ دیش کا معمولی علاقہ کشمیریوں کے حوالے کر دیا اور انہی اسے یہ

صلح ہوئی۔

مورخوں نے ٹکدیش سے مراد موجودہ ضلع ہوشیارپور لیا ہے مگر راج ترنگنی کے مصنف پنڈت

کلہن نے الفاظ ________ अटकी नदी तटेष्टा. स्थानम

(اٹک ندی تٹ شکر دو نام) استعمال کئے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اٹک کا علاقہ کشمیر کے حوالے

کیا گیا۔ تاریخ راج ترنگنی باب نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۴۹ کا یہ اقتباس بھی نہایت اہم ہے۔

उच्छ्रखाना दलखानस्य संरब्धे गुर्जरभूभुजः । बद्धभृतां
धाराल्लक्ष्मीं भुवं दीर्घामरोपयत ।। तस्मै दत्वा
टक्कदेशं विनयाल्लक्ष्मीमिव स्वशरीरमिवा
पासीन्मण्डलं गुर्जराधिपः ।। हृतं भोजाधिरा
जेन स साम्राज्यमदापयत प्रतीहारतया
भृत्यीभूते थक्किकायकान्वये ।।

ترجمہ

گوجر حکومت کا زبردست والی راجہ الکھان تھا جس کی مضبوط حکومت کو اس۔۔۔ (شنکرورمن) نے پل بھر میں اکھاڑ کر اس کی ترقی و طاقت کو نقصان پہنچایا۔ گوجر راجہ نے عاجزی سے ٹکدیش کا علاقہ اسے سونپ دیا اور اس طرح اس نے اپنے ملک کی اس طرح حفاظت کی گویا انگلی کی قربانی دے کر سارے جسم کو بچا لیا۔ بھوج ادھیراج (مہر بھوج اعظم) اس کا شہنشاہ تھا جو پرتیہار خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور وہ (الکھان) تھکیہ (ٹھکریہ) خاندان سے تعلق رکھتا تھا!!

راج ترنگنی اس واقعہ کے ڈیڑھ سو سال بعد کی تحریر کی ہے موجودہ مورخین کا کہنا ہے کہ۔۔ اس جنگ سے کچھ عرصہ پہلے مہر بھوج اعظم انتقال کر چکا تھا اور راجہ الکھان خود مختار تھا۔

المختصر راجہ الکھان ایک زبردست راجہ تھا جس نے مفتوحہ علاقہ میں سے ایک ضلع دیکر تمام۔۔ علاقوں پر اپنا قبضہ بدستور قائم رکھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کابل پر بھی اس لڑائی کے بعد کشمیریوں کا قبضہ نہ رہا اور وہاں دوسرا برہمن خاندان برسراقتدار آگیا جو گوجروں کا دوست بلکہ ماتحت تھا۔

اور آخر ۸۹۲ء راجہ الکھان نے گجرات شہر میں انتقال کیا۔

نوٹ :۔ راجہ الکھان کو تواریخ میں راجہ لکھن رائے بھی تحریر کیا گیا ہے۔

راجہ سومراے

۸۹۲ء تا ۹۰۰ء

راجہ الکھان کے انتقال پر اس کا بڑا بیٹا سومراے چالیس سال کی عمر میں گرجر حکومت کا وارث ہوا۔ یہ راجہ قابل نہ نکلا۔ اس نے تمام عمر عیش و آرام میں گذاری۔ کشمیر کا راجہ شنکرورمن انتقال کر چکا تھا۔ لہٰذا اسے کسی دشمن کا بھی خطرہ درپیش نہ آیا۔ کابل کی برہمن شاہی حکومت اور جنوب میں بھاٹیہ ملتان اس کے حلیف تھے آخر ۹۰۰ء میں راہی ملک عدم ہوا۔

راجہ مکھیہ راے

۹۰۰ء تا ۹۱۹ء

راجہ سومراے کے انتقال پر اس کا بیٹا مکھیہ راے ایک برائے نام راجہ تھا جس نے شہر گجرات کے باہر کبھی قدم نہ رکھا مشرقی پنجاب کے تمام تر علاقوں پر چوہانوں نے قبضہ کر لیا اور سرحدی علاقوں میں طوائف الملوکی پھیل گئی آخر ۹۱۹ء میں اس نے وفات پائی۔ کابل کے برہمن صوبیدار اس کی وفاداری کا دم بھرتے رہے۔

راجہ پنج

۹۱۹ء تا ۹۴۲ء

راجہ پنج ایک بہادر شخص تھا جو خوف کا نام تک نہ جانتا تھا۔ اس کے زمانہ میں گوجروں کے متعدد خاندان تمام ملک کے طول و عرض میں ترقی پذیر تھے۔ اس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ شمال کے پہاڑوں کی طرف بڑھایا۔ وہ تمام علاقہ جو آج کشمیر و افغانستان کے درمیان واقع ہے اس راجہ نے فتح کیا اور کشمیریوں کو شکست دیتا ہوا پامیر کے بلیتو تک پہنچا۔ پامیر کے علاقہ کا نام اپنے نام پر "پنجالہ" رکھا جسے آج "ہنزہ" کہتے ہیں۔

گرجر حکومت کی حدود مغرب میں ہندوکوہ تک جا پہنچی۔ جنوب میں اس حکومت کی حد لاہور تک تھی۔ لاہور کا علاقہ اس حکومت میں شامل تھا آخر پچیس ۲۵ سال کامیاب حکمرانی کرکے

اس کا انتقال ۹۴۲ء میں ہوا۔

راجہ جگ پال

۹۴۲ء تا ۹۶۴ء

راجہ جگ پال اپنے باپ کی طرح دلاور نکلا۔ اس نے تمام مغربی پہاڑوں کے شورپسندوں کی سرکوبی کی۔ قدیم روہتاس (رہتاس) کے قلعہ کی مرمت کرائی۔ بھیرہ میں قلعہ تعمیر کرا کے بھاٹیہ خاندان کی زیر نگرانی دیا۔ جنوب میں سندھ و کشمیر و مشرق میں شاکمبھری و اجمیر کے راجاؤں سے اس کی رشتہ داریاں تھیں۔ اس راجہ نے ۹۶۴ء میں انتقال کیا۔

راجہ ست پال

۹۶۴ء تا ۹۸۴ء

راجہ ست پال اپنے باپ دادا کی طرح ایک جنگ جو اور دلاور حکمران نکلا۔ اسے ایک مضبوط حکومت ورثہ میں ملی تھی۔ تمام علاقہ میں امن و اماں تھا۔ رعایا خوشحال تھی۔ کشت و زراعت و تجارت ترقی پر تھی۔ اس کے زمانہ میں کابل کا صوبیدار کالہ انتقال کر گیا وہ لاولد تھا اس لئے راجہ ست پال نے کابل کی حکومت کو براہِ راست گوجر حکومت میں شامل کر لیا آخر بیس سال کامیاب حکمرانی کر کے اس کا انتقال ۹۸۴ء میں ہوا۔ راجہ ست پال ایک جری شخص تھا جس نے الپتگین کو شکست دیکر کابل و غزنی کو بچایا مگر گو رسر ترکوں کا قبضہ ہوگیا۔

راجہ جے پال

۹۸۴ء تا ۹۹۷ء

راجہ جے پال کو جو حکومت ورانتاً ملی تھی اس میں لاہور، ننکلا، پشاور، کابل و غزنی شامل تھے۔ راجہ جے پال نے اپنے چچازاد بھائی چندرسین کو کابل و غزنی کی صوبیداری دی۔ ان علاقوں پر ترک غلاموں کے حملے شروع ہو چکے تھے چنانچہ جے پال نے قلیل عرصہ میں کابل میں ایک قلعہ

تعمیر کرایا جو آج پالائے حصار کے نام سے مشہور ہے۔ اور غزنی میں مزید گوجر فوج بھیجی گئی۔

تباہی کا آغاز

راجہ جے پال کے زمانے میں وسط ایشیاء کے وحشی لٹیروں نے اودھم مچایا حالانکہ یہ لوگ نام کے مسلمان تھے مگر خلیفہ بغداد، اصفہان، رے وغیرہ کے مسلمان حکمراں ان سے خائف تھے۔ ان کا سردار الپتگین کا زرخرید غلام سبکتگین تھا جس نے موجودہ افغانستان کے علاقہ میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کر دی گور علاقہ پہلے ہی مفتوح ہو چکا تھا سنہ ۹۸۶ء میں سبکتگین نے گجنی (غزنی) پر حملہ کیا مگر جیندرسین صوبیدار نے اس حملہ کو پسپا کر دیا۔ جے پال نے کوئی خاص انتظامات نہ کئے آخر سنہ ۹۹۵ء میں سبکتگین کے بیٹے محمود نے خراسانی سپاہ فراہم کی اور غزنی پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا شکست خوردہ فوج کابل میں آ کر رکی۔

سنہ ۹۹۶ء میں سبکتگین انتقال کر گیا اور غزنی کے تخت پر محمود بیٹھا اس نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر کابل پر حملہ بول دیا گوجر لشکر قلعہ میں محصور ہو گیا اور پنجاب سے کمک کا انتظار کرنے لگا سنہ ۹۹۷ء میں جے پال بذات خود ایک تازہ دم لشکر جرار لے کر کابل پہنچا گوجروں میں جوش و خروش موجزن تھا اور وہ نہ صرف کابل بلکہ غزنی کو دوبارہ فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر کے گئے تھے کابل میں گھمسان کا رن پڑا۔ پہلے روز کی لڑائی فیصلہ کن نہ ہو سکی۔ تمام فارسی مورخین نے تحریر کیا ہے کہ رات کو کابل میں اس قدر برف باری ہوئی کہ تمام ہندی سپاہی سردی سے اکڑ گئے۔ مجبوراً جے پال کو اگلے روز صلح کرنی پڑی۔ پہاڑوں کا تمام مغربی علاقہ محمود کے قبضہ میں آیا اور پہاڑوں کے مشرقی علاقے راجہ جے پال کی حکومت رہ گئی۔ قوت و انقلاب کا سیلاب عہد یا صلحناموں سے نہیں رکتا چنانچہ محمود نے چند ہی مہینے بعد پشاور پر حملہ کیا سنہ ۹۹۷ء میں علاقہ پشاور میں پھر جنگ ہوئی

گرجر کا انجام

جنگ پشاور میں راجہ جے پال کو شکست فاش ہوئی محمود نے پشاور اور کابل کے درمیان سے عوام کی پندرہ ہزار بہو بیٹیاں اغوا کیں اور غزنی کا راستہ پکڑا جے پال سے عوام کی اس تباہی

کا منظر نہ دیکھا گیا۔ دریائے اٹک کے کنارے اس کا لڑکا انند پال لاہور سے اکیلا آکر ملا اور یہ احوال سنایا کہ ملک کے تمام گوجر آپس میں سر پھٹول کر رہے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے تمام راجے قنوج کی تخت نشینی پر جھگڑ رہے ہیں۔ مالوہ کا راجہ منج پنوار گوجر اور دکن کا چلوکیہ گوجر تیلپ باتوں یار جنگ کر رہے ہیں لہٰذا یہ خیال ہی عبث ہے کہ کوئی گوجر راجہ شمالی مغربی علاقہ کے گوجروں کی مدد کرے گا۔

نوٹ:۔ فارسی مؤرخین نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ جے پال کی مدد تمام راجوں نے کی تھی ایک جھوٹ اور اپنی بہادری کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے۔ ترک غلام عربوں جیسے بہادر نہ تھے۔ وہ گوجر قوم جس نے ایک ارکان کے تحت ہو کر سندھ و بلوچستان و افغانستان کے تمام وسیع علاقوں میں بغداد کی عظیم الشان حکومتوں کو شکستیں دیں۔ جنہوں نے پورے تین سو سال تک ملک کو عرب بہادروں سے بچایا اگر اس وقت اتحاد کرچکے ہوتے تو بے تاج کے بادشاہ سبکتگین و محمود بیچارے کس گنتی میں تھے ان کی کامیابی کا راز صرف یہی تھا کہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا جن کا تذکرہ یکے بعد دیگرے اسی باب میں آئے گا۔

---------------- لڑائی میں انند پال کی باتیں سنکر

جے پال کو کوئی امید کامیابی کی نظر نہ آئی اس نے خدا سے دعا کی:۔

باری تعالیٰ

میرا فرض تھا کہ عوام کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کروں مگر میں ناکامیاب رہا۔ مجھ سے ملک و عوام کی تباہی نہیں دیکھی جا سکتی۔ اے خدا زمین کو پھاڑ دے تاکہ میں اس میں سما جاؤں"

مگر کمزور کے لئے اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اور راجہ جے پال دریائے اٹک کے کنارے جل کر مر گیا۔

انند پال

۹۹۸ء تا ۱۰۲۱ء

راجہ جے پال کی موت کے بعد اس کا بیٹا انند پال گوجر، حکومت پر قابض ہوا اور اس نے لاہور

کو پایہ تخت قرار دیا۔ وسط ایشیاء کے وحشی قبائل کی خونچکاں تلواریں سرحد افغانستان کی خونریزی سے سیراب نہ ہوئیں۔

یہ تو قدرتی خاصہ ہے کہ ڈاکہ میں اگر ڈاکو کو تمام زندگی کے لئے اثاثہ مل جائے تو اس کی ہوس دلیری و جرات بڑھتی ہی چلی جائے گی اور وہ ہرگز لوٹ مار سے توبہ نہیں کر سکتا اور محمود کے پاس تو ان ہزار ہا خاندانوں کی اخلاقی حمایت تھی جنہوں نے ہزار سال دوسروں کے ملک کو لوٹا اور کھایا لہذا یہ کہنا بجا ہے کہ راجاؤں کی قوت سلب کرنے کا ٹھیکہ محمود کو مل گیا تھا لہذا یہ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ راجہ اس کے خلاف سازش کیا کرتے تھے اور مندر کے پجاری ان کی مدد کرتے تھے اور نہ ہی تاریخ میں ایسی ایک بھی مثال ملتی ہے کہ کبھی پجاریوں نے مندر کی سونے کی مورتیاں راجاؤں کی فوج کے اخراجات کے لئے دی ہوں۔

ہم تو یہی کہیں گے کہ محمود ایک طاقتور جنگجو شخص تھا جس طرح دوسرے فاتح ہوئے ہیں۔ محمود میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ مندروں کی بے حرمتی کرنا، پجاریوں کو قتل کرنا اور عوام کی عورتوں کو اغوا کرنا جائز سمجھتا تھا۔

چنانچہ سنہ ۱۰۰۱ء میں اس نے دریائے اٹک پار کیا۔ بھیرہ کے پاس انندپال نے شکست کھائی اور لاہور کی طرف راہ فرار بنائی۔ محمود اس علاقہ کو لوٹ کر واپس چلا گیا۔

اس علاقے میں بسنے والے کھوکھر زمینداروں نے مرنے مارنے پر کمر باندھی اور انندپال کو ساتھ لے کر پشاور تک کا علاقہ دوبارہ قبضہ میں کیا۔ سنہ ۱۰۰۸ء میں محمود پھر ایک لشکر جرار لے کر آ دھمکا اور کھوکھروں کو تہ تیغ کر کے واپس چلا گیا۔

سنہ ۱۰۰۹ء میں محمود غزنی کے راستہ سے سیدھا لاہور آیا انندپال کو پھر شکست ہوئی اور لاہور کو تباہ و غارت کر کے محمود واپس چلا گیا۔ اس طرح لاہور کی حکومت کا انتظام درہم برہم ہو گیا۔ تمام علاقہ میں خوف و ہراس پھیل گیا نہ کوئی راجہ رہا نہ کوئی پرجا۔

ہم یہاں محمود کے حملوں کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے بلکہ الکھان کی اولاد کے حالات پر اکتفا کرتے ہیں۔ انندپال نے سنہ ۱۰۱۲ء میں محمود کی ماتحتی قبول کی مگر اس کے بعد لاہور پھر تین مرتبہ لوٹا گیا۔ انندپال نے ایک گوریلا جنگ شروع کر دی اور غزنویوں کو پنجاب میں سلطنت جمانے کا موقعہ نہ دیا محمود اندرون ملک تک پہنچتا رہا اور پورے ملک کو تباہ کرتا رہا مگر جب تک انندپال زندہ رہا اس نے ملک کے کسی کونہ پر غزنویوں کی حکومت قائم نہ ہونے دی۔ آخر ملک کے اس وفادار کا انتقال سنہ ۱۰۲۱ء

ہیں ہو گیا۔

ترلوچن پال

سنہ ۱۰۲۱ء تا سنہ ۱۰۲۸ء

انند پال کی وفات پر اس کا بیٹا آزادی کی جنگ کا رہبر بنا مگر محمود نے اسی سال لاہور میں مستقل طور سے اپنی سپاہ تعنات کی۔ بیرونی حملہ آور لاکھوں کی تعداد میں پنجاب میں آگھسے۔ گلی گلی کوچہ کوچہ خون کی ندیاں بہنے لگیں ترلوچن پال کی طاقت چکنا چور ہو گئی اور وہ اپنے بھائی کھٹانہ اور جانبازوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشمیر کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوا اور یہیں سے مسلسل تمام زندگی پنجاب میں غزنویوں پر چھاپے مارتا رہا۔ اور غزنوی حکومت لاہور سے آگے نہ بڑھ سکی۔

آج تک اس بہادر کی موت صیغۂ راز میں ہے کہ وہ کب اور کہاں فوت ہوا لیکن یہ بات طے شدہ اور مستند ہے کہ جب ابوریحان البرونی سنہ ۱۰۳۵ء میں آریہ ورت میں بغرض سیاحت آیا تو اس وقت یہ خاندان صفحۂ تاریخ سے محو ہو چکا تھا۔ چنانچہ البرونی تحریر کرتا ہے۔

"یہ شاہی خاندان اب بالکل ختم ہو چکا ہے اور اس گھر کی ایک معمولی نشانی کا وجود بھی نہیں ملتا۔ ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اس خاندان نے اپنے عروج اور اپنی شان و شوکت کے زمانہ میں ان کاموں کے کرنے میں کوتاہی نہیں کی جنہیں اچھا اور جائز کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ مہذب جذبات اور شرافت کے حامل تھے"

ملاحظہ ہو البرونی انڈ کا ترجمہ از ساچو حصہ ۲ صفحہ نمبر ۱۳ و ۱۴۔

بالکل اسی زمانہ میں یعنی سنہ ۱۱۴۲ء میں کشمیر کے مورخ پنڈت کلہن نے لکھا تھا:۔

"ترلوچن پال ایک محفوظ جگہ (کشمیر) سے پورے آٹھ سال تک محمود کو خوفزدہ کرتا رہا اس۔ عقیدت کے ساتھ جسے موت بھی شکست نہیں دے سکتی۔ جب ترلوچن پال کہیں دور چلا گیا تو تمام۔ ملک پر چنڈالوں کے گروہ چھا گئے جو تعداد میں ٹڈی دل سے کم نہ تھے"

ملاحظہ ہو تاریخ راج ترنگنی مترجمہ صفحہ نمبر ۶۴ و ۶۵ نمبر ۲۷۲ و ۲۷۳ وغیرہ

نوٹ:۔ ترلوچن پال کے بھائی کھٹانہ کی اولاد کا گوت کھٹانہ ہے اس خاندان نے کچھ لوگوں نے مابعد عرصہ کے راجستھان میں مورچہ جما دیا اور وہاں کئی صدی داد مردانگی دی۔ مولف

ایک غلطی کا ازالہ!

جناب کے۔ایم منشی صاحب نے اپنی تاریخ "گلوری دیٹ واز گرجر دیش" میں جے پال کو برہمن لکھا ہے اور چونکہ وہ خود برہمن ہیں۔ لہذا وہ مورخ فرشتہ کی تحریر صفحہ نمبر ۲۹ کو لے اڑے۔ لیکن شاید وہ یہ بھول گئے کہ فرشتہ تو غیر ملکی مورخ ہے

خود فرشتہ کی تاریخ سے یہ ظاہر ہے کہ جے پال برہمن نہیں تھا چنانچہ اس نے ایک جگہ... لکھا ہے :۔

"جے پال نے یہ حالات ان کی دیکھکر ایلچی مع تحف و ہدایا امیر ناصر الدین سبکتگین کی خدمت میں بھیجکر یہ پیغام دیا کہ اگر امیر صلح کرے تو میں حکم اس کا اپنے ملک میں نافذ کروں اور چند زنجیر فیل کوہ پیکر اور علاوہ اس کے اور تحفے بھی آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔

امیر ناصر الدین سبکتگین نے از فور مسرت سے چاہا کہ فوراً اس کی التماس قبول کر لے لیکن اس کے فرزند سلطان محمود نے اس امر کے قبول کرنے سے ممانعت کی اس واسطے اتفاق صلح میں توقف ہوا۔

جے پال نے ایک ایلچی دانا سلطان محمود کے روبرو روانہ کر کے یہ گذارش کی کہ جہل اور تعصب اہل ہند خصوصاً فرقہ راجپوت کا شاید ضمیر انور پر روشن نہیں۔ جاہلی اور بے فکری ان کے ساتھ اس نہایت کی ہے کہ شدت کے وقت اور اضطراب کی حالت میں اول جو کچھ اموال اور نفائس سے کہ ان کے تصرف میں ہے تمام و کمال اس آگ میں کہ جس کی پرستش کرتے ہیں ترقی درجات اخروی کا جان کر ڈالتے ہیں، پھر ملاحظہ کرتے ہیں، اگر رہائی اور نجات کی راہ بالکل مسدود ہے اپنے قاعدے پر عمل کر کے اپنے جواری کو... آگ میں ڈال دیتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ متاع دنیوی سے ہمارے پاس اب کچھ باقی نہیں رہا ایک دوسرے کو رخصت کر کے اس قدر دشمن

سے جبر و ضبط کرتے ہیں کہ تمام ہلاک ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۰

مندرجہ بالا عبارت میں فرشتہ جے پال کو فقرہ راجپوت سے ظاہر کرتا ہے اور ہر گوجر راجہ کو بیرونی مورخوں نے راجپوت لکھا ہے جو سراسر غلط ہے۔ یہ سب راجہ گوجر قوم کے تھے فرشتہ نے گوجروں کی بہادری کو جاہلی اور بے فکری سے منسوب کیا ہے جو مورخ فرشتہ کے نسلی تعصب کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی صفحہ پر فرشتہ نے آگے چل کر لکھا ہے:-

"اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ راجاؤں کی دیوان داری کے وقت چند دانشمند برہمن دائیں طرف بیٹھتے تھے اور کھشتریوں کی ایک جماعت بائیں طرف اور جس وقت کوئی عمدہ قسم کا سامان ہوتا تھا یہ لوگ راؤں کو (یعنی راجاؤں) کو رائے دیتے تھے یعنی حسن عقیدت سے فہمائش کرتے تھے۔ جب انہوں نے (یعنی برہمنوں نے) دیکھا کہ جے پال کا ناشائستہ کیا چاہتا ہے تو سبھوں نے متفق ہو کر راجہ جے پال کی خدمت میں عرض کی" وغیرہ وغیرہ۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۰

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جے پال کھشتری تھا اور اس سے برہمنوں نے متفق ہو کر عرض کی تھی۔ اسی عبارت سے فرشتہ کی وہ غلط بیانی بھی ثابت ہوتی ہے جو اس نے بہادر راجپوتوں کے بارے میں صفحہ نمبر ۱۱ پر کی تھی اور کہا تھا کہ:-

"مہاراجہ بکرماجیت (۵۷ء ق م) کے بعد کوئی کھشتری نہیں رہا تھا۔"

اس عبارت میں اس نے صاف طور سے لکھا ہے کہ:-

"اس زمانہ میں یعنی جے پال کے زمانہ میں (۹۵۰ء تا ۱۰۰۱ء) میں برہمن دائیں طرف اور کھشتری بائیں طرف دربار میں بیٹھتے تھے۔"

الغرض جے پال برہمن نہیں تھا بلکہ کھشتری تھا۔ جے پال کا گوت (خاندان) کھکرے تھا

ملاحظہ ہو ریکارڈ شمشیر گڑھ میوزیم (بھارت)

موجودہ کھٹانہ گوت گوجروں کا ہے جو کھکریہ کی شاخ ہے۔

ملاحظہ ہو تاریخ "شاہان گوجر" صفحہ نمبر ۱۳۳

سمیکر (یعنی سوتھوک) کے زمانہ میں موجودہ ریاست سمتھر کے راجہ ہز ہائی نس بہاراجہ رنجیت سنگھ گوجر اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۲)

خاندانِ کلچوری

قنوج کی شہنشاہیت ختم ہوتے ہی کلچوریوں نے ڈاہل (موجودہ جبلپور) میں آزاد سلطنت قائم کی یہ راجہ کوکل کا خاندان تھا۔

مندرجہ ذیل راجگان اس خاندان میں آزاد ہوئے ان کا دارالخلافہ تری پوری تھا۔

۱:- راجہ کوکل دیو اوّل — اس نے قنوج کی تخت نشینی میں حصہ لیا۔

۲:- راجہ یوراج — راجہ منج پنوار نے شکست دی۔

۳:- راجہ کوکل دیو دوم

۴:- راجہ گنگیہ دیو — ۱۰۱۹ء میں تخت پر بیٹھا اس پر راجہ بھوج پنوار نے حملہ کیا۔

۵:- راجہ لکشمن راج

۶:- راجہ وکرم آدتیہ

(۳)

چندیلہ

چندیلے قنوج کے شہنشاہوں کے سپہ سالار تھے اور وسط ہند کے صوبیدار تھے والیٔ قنوج شہنشاہ دیوپال سے یشوورمن چندیلہ نے سرتابی کی اور اس سے ویکنٹھ کا مشہور علاقہ لے لیا جس کو کسی زمانہ میں مہر بھوج اعظم نے کرہ کے راجہ سلاہی سے لیا تھا۔

(۴)

پرتہاروں کی نئی شاخ

قنوج کے پرتہاروں کا ایک خاندان وسط ہند میں بحیثیت باجگزار تھا انہوں نے ۹۳۴ء میں آزاد سلطنت کی بنیاد ڈالی جسمیں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے۔

راجہ وجرو ورمن
راجہ کرت } جب محمود غزنوی نے حملہ کیا تب یہ چندیلوں سے لڑ رہے تھے۔
راجہ بھوج پال اول
راجہ بدھ پال
راجہ مہی پال

---

(۵)

کلیانی کے چلوکیہ گوجر

راجہ تلیپ دوم

۹۷۳ء تا ۱۰۱۱ء

جب راجہ جے پال سبکتگین سے افغانستان میں لڑ رہا تھا راجہ تلیپ دوم چلوکیہ اور راجہ منج پنوار دکن بعید میں سالہا سال سے لڑ رہے تھے۔

جس دن راجہ جے پال مرا اسی دن راجہ منج کلیانی کے بازاروں میں ہاتھی کے پاؤں تلے روندا گیا۔

باقی حالات آئندہ ابواب میں ملاحظہ کیجیے

---

(۶)

چتوڑ کے گہلوٹ

گزشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے کہ چتوڑ کے گہلوٹ آخر وقت تک قنوج کے وفادار رہے لیکن جب قنوج اس قابل ہی نہ رہا کہ توجہ کا مرکز بن سکے تو گہلوٹ بھی آزاد ہو گئے۔

(۷)

چمبہ

چمبہ میں مقامی سرداروں نے آزاد حکومت قائم کی۔

(۸)

کانگڑہ

کانگڑہ کے علاقہ میں بھی آزاد حکومت قائم ہوئی جو پہلے گوجر شہنشاہوں کے ماتحت تھی اس کا راجہ پرتھی چند تھا۔ چب راجپوت اسی خاندان سے ہیں۔

(۹)

کشمیر

دسویں صدی کے آخر میں جب محمود کے حملے ہو رہے تھے کشمیر میں ایک برہمن راجہ دوا حکومت کرتا تھا جس کے مظالم کی مثال "روسی گمھرائین" سے آجکل کے مورخ دیتے ہیں

(۱۰)

گجرات کے سولنکی۔!

گجرات میں بھیم دیو ایک مہاراجہ تھا جو راشٹرکوٹوں سے دست وگریباں تھا۔

—

(۱۱)

راشٹرکوٹ

دکن بعید میں باہم سر پھٹول میں مشغول تھے۔ موریس[۱۲] کیرل[۱۳] چول[۱۴]

(۱۵)

بنگال

شمالی مغربی بنگال میں پال خاندان کے دو بھائی نارائن پال اور نیا پال الگ الگ حکومتیں جمائے ایک دوسرے کی طرف تیوریاں چڑھائے شہر پرینگوا اور کمبوج میں بیٹھے تھے۔

—

(۱۶)

بہار

بنگال کی قدیمی شاخ پال کے دو راجہ گوپال دوم اور وگراہ پال بالترتیب انگ اور مگدھ کے علاقوں میں حکمرانی کرتے تھے۔

—

(۱۷)

راجگانِ تومر!

میوات، دلّی اور تھانیسر کے علاقہ میں تومر سرداروں نے آزاد حکومت قائم کی ان کا دارالخلافہ دہلی تھا۔

---

(۱۸)

چوہان

چوہانوں کی چار شاخیں تھیں، جو الگ الگ علاقوں میں آزاد و خود مختار تھیں

الف　اجمیر کے چوہان

ب　شاکمبھری کے چوہان

س　دھاپور (موجودہ) دھولپور کے چوہان

د　نڈول کے چوہان

---

(۱۹)

بھاٹی

بھاٹیوں کی کئی حکومتیں تھیں۔

(۱) بھٹنیر　(۲) بھٹنڈہ　(۳) ملوٹ وغیرہ

یہ آپس میں لڑ رہے تھے۔

مندرجہ بالا حکومتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی حکومتیں تھیں اور یہ سب ایک دوسرے کے خلاف تلواریں اٹھائے اِدھر سے اُدھر پھر رہے تھے اور ادھر قسمت ان پر ہنس رہی تھی تا ترک عقاب پہاڑوں میں پرواز کے لئے پر تول رہے تھے

الغرض اس وقت آریہ ورت میں ہر شہر میں ایک راجہ تھا۔ متعدد دوسرے راجاؤں کا بیان محمود کے حملوں کے ضمن میں ابھی آتا ہے۔

اس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس وقت ہمارے ملک کی کیا حالت تھی۔ اِن حالات میں تباہی یقینی تھی۔

* * *

گوجروں میں باہمی نفاق

عربوں کے حملوں نے گوجروں کو بہت اچھا سبق دے دیا تھا۔ محمد بن قاسم نے سنہ ۷۱۱ء تا سنہ ۷۱۶ء مکران سندھ اور ملتان کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔
محمد بن قاسم کو جب واپس بغداد میں بلا کر جیسا کہ مذکور ہوا جان سے مروا دیا گیا تو اس کے جانشینوں نے جنوب میں کچھ اور سوراشٹر تک اور مشرق میں چتوڑ تک حملے کئے تھے۔
لیکن بہت جلد یعنی سنہ ۷۲۷ء میں ہی گوجروں کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ اُجینی دبھمال کے راجہ ناگ بھٹ اوّل (سنہ ۷۲۷ء تا سنہ ۷۵۶ء) کی ماتحتی میں یکجا و متحد ہو گئے اور انہوں نے بگتسا اور راجستھان کے علاقہ دوبارہ آزاد کرا لئے۔ پھر وتس راج سنہ ۷۵۶ء تا سنہ ۷۹۲ء کے زمانہ میں انہوں نے قنوج کو اپنے زیر نگیں کر لیا۔
ناگ بھٹ دوم سنہ ۷۹۲ء تا سنہ ۸۲۵ء نے سندھ عربوں سے خالی کرا لیا پھر مہر بھوج اعظم نے بلوچستان کو بھی فتح کر لیا اور وہاں اپنا ایک سردار جو خاندان جھاولہ یا چونے یا چوہلہ) کو مقرر کر دیا۔
اسی طرح اس نے کابل کے برہمن راجہ کو عربوں کے محاصرہ سے نکال کر اور برہما کے راجہ سے اسھالا، اکیاب، منی پور وغیرہ لے کر اور جنوب میں گولکنڈہ تک کا علاقہ فتح کر کے پورے ملک کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا تھا۔ مہر بھوج اعظم کے بعد

تیسری پشت میں سبھی علاقے پھر الگ الگ ہو کر آپس میں سر پھٹول کرنے لگے۔

گوجروں کی چار جماعتیں

دسویں صدی میں گوجر چار مختلف کیمپوں میں تھے۔

نمبر ۱:۔ شمالی مغربی شاخ ۔۔ ریاست گور ختم ہو چکی تھی۔ غزنی۔ کابل۔ لاہور اور بھٹنڈہ

(۱) شمالی مغربی شاخ

کے راجے ایک پارٹی میں تھے یہ سب آپس میں رشتہ دار تھے اور ان کا اتحاد سب سے مضبوط تھا۔ انہوں نے پورے ایکسو سال تک افغانستان میں بیرونی حملہ آوروں کے نہ صرف حملے روکے بلکہ انہیں ہر مرتبہ پسپا کیا۔ لہذا انہیں اندرونِ ملک کی سیاست میں حصہ لینے کا بالکل موقعہ نہ ملا۔ جن مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ سلطنت ایک ہی تھی سراسر غلط ہے۔ ہاں البتہ کابل کا راجہ ان میں سب سے زبردست تھا۔

(۲) شمالی شاخ

اس شاخ میں چتوڑ۔ شاکمبھری اور قنوج اور مالوہ وغیرہ تھے۔ اپنے اپنے علاقوں میں یہ پورے طور سے آزاد و خود مختار تھے اور ان سب کی خواہش اپنے اپنے علاقوں کو وسیع کرنے کی بہت زیادہ تھی اور یہ قنوج کے گھرانے کو اپنا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے۔۔ "چکرورتی" شہنشاہ تسلیم کرتے تھے حالانکہ قنوج کا شہنشاہ اس زمانہ میں ان خاندانوں کے ایک معمولی سردار کا بھی مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

(۳) وسط ہند

ڈاہل (موجودہ جبلپور) تری پوری کے کلچوری اور بندیل کھنڈ کے چندیل اور دلی کے تومر ایک پارٹی تھے اور ان سب کی خواہش قنوج پر قبضہ کرنے کی تھی۔ جب بھی انہوں نے شمال کی طرف حملہ کیا تو پارٹی نمبر ۲ نے ان کا متحدہ مقابلہ کیا اور ان کی یہ کشمکش پورے ڈیڑھ سو سال چلی۔

(۴) دھنگی، دھپالی اور کلیانی کے چلوکیہ گوجر اور راشٹرکوٹ آپس میں

رشتہ دار تھے اور ان کی جنگیں پورے ایک سو سال تک مالوہ

دکن

کے پنوار خاندان سے چلتی رہیں۔

مذکورہ بالا چار جماعتیں نہ تھیں بلکہ ان کا اتحاد اس وقت ہوتا تھا جب کہ دوسری جماعت کا کوئی ممبر قنوج پر حملہ کرتا تھا۔

اگر کسی جماعت کے راجے نے دوسری جماعت پر حملہ کر دیا تو پھر کوئی مدد کو نہیں آتا تھا۔

ان چار جماعت میں سے ہر جماعت کے راجہ بھی متحد نہ تھے اور ہر راجہ اپنے ہی ملک میں اور اپنے ہی دربار میں اپنے کو محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ مذکورہ بالا حصّے اس تاریخ کے مولّف نے محض رشتہ داریوں کی بنا پر کیے ہیں ورنہ ان میں ظاہرا کوئی اتحاد نہ تھا۔

تمام راجے تعدّد ازدواج کا شکار تھے حالانکہ سلطنت کا وارث ازروئے ویدک مذہب بڑا لڑکا ہوتا تھا لیکن سوتیلی مائیں شروع سے ہی اس کا توڑ سوچنے لگتی تھیں۔ راجہ کے جتنی رانیاں ہوتی تھیں دربار میں اتنی ہی پارٹیاں ہوتی تھیں۔ ہر رانی کے رشتہ دار ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ہر رانی کی خواہش ہوتی تھی کہ فوج میں اس کے رشتہ دار زیادہ سے زیادہ حصہ لیں راجکماروں (شہزادوں) میں بچپن سے ہی اس قدر بغض اور حسد ہوتا تھا کہ اکثر تمام کے تمام اپنے ننھیال میں پرورش پاتے تھے۔ راجہ کی وفات کے بعد جس رانی کا خاندان طاقتور ہوتا تھا اسی کا لڑکا تخت کا وارث ہوتا تھا اس طرح یہ چپقلش دائمی اور دربار کا جزو اعظم بن چکی تھی۔

زمانہ قدیم سے کھشتری خصوصاً گوجر جو صرف حکمران نہ تھے بلکہ مذہب کے محافظ بھی تھے اور جنہیں اپنے آباواجداد اوتاروں کی اولاد ہونے کا فخر تھا انہوں نے خود قانون کو اپنا دل اور زبان سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ بہت سے راجاؤں نے بڑے لڑکے کے بجائے اپنی زندگی میں اپنی چہیتی رانی کے لڑکے کو ولیعہد بنا دیا خفا اپنے رشتہ دار راجگان کی حمایت حاصل کرنے لگے اور مہاراجہ دشرت کے ان بیٹوں کی اولاد آپس میں لڑنے لگی... جنہوں نے کسی زمانہ میں باپ کی فرمانبرداری میں تخت وتاج کو لات مار کر بارہ سال جلاوطنی میں گزار دیئے تھے اور پھر کوئی بھرت پیدا نہ ہو سکا جس نے اپنے بڑے بھائی شری رام چندر جی کی کھڑاؤں (جوتیاں) تخت پر رکھ کر بحیثیت ایک خادم بارہ سال تک ملک کا انتظام کیا تھا۔

جب ایک راجہ دوسرے راجہ سے لڑتا تھا تو وہی کامیاب ہوتا تھا جس کے رشتہ دار راجگان طاقتور ہوتے تھے اس وجہ سے ایک رجحان اور پرورش پا گیا۔ راجہ اپنی چہیتی رانی کے لڑکے کی شادی طاقتور گھرانے میں کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ دوسری رانی کے رشتہ دار اس شادی کی مخالفت کرتے تھے سگائی (منگنی)

کا رواج راجاؤں میں اسی زمانہ میں چلا ورنہ پہلے سوئمبر کی رسم (انتخاب شوہر کی رسم) ہوتی تھی جس میں، راجکماری (شہزادی) خود اپنا شوہر منتخب کرتی تھی اس لئے اس زمانہ کے بعد یعنی بارھویں تیرھویں صدی میں، وہ زمانہ آیا کہ سگائی کا فیصلہ تلواریں کرنے لگیں۔

درباروں میں جہاں عالم وفاضل لوگ عدل وانصاف اور اخلاقیات کی باتیں کرتے تھے اب ان کی جگہ ثناخواں (تعریف کرنے والے) اور ہجوگو (برائیاں لکھنے والوں) نے لی یہ شاعر اپنے راجہ کی بہادری، خوبصورتی اور اپنے علاقہ کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے تھے اور دوسرے راجاؤں کی ہجو —— دربار میں ازراہ مذاق سنائی جاتی تھیں۔ بعض دفعہ یہ اشعار دوسرے راجاؤں کے درباروں میں بھی بھیجے گئے۔ اور پھر اس کا فیصلہ تلواروں نے کیا۔

آریہ ورت کے یہ بہادر بلاشک وشبہ عدیم المثال تھے اپنے مذہب اور ملک کو بچانے کے لئے بجائے ماتحتی یعنے غلامی قبول کرنے کے مرجانا بہتر سمجھتے تھے لیکن اپنا علاقہ اپنی زندگی میں اس وقت چھوڑنا اور ملک گیر سیاست۔۔ ان کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ ہر وقت انہیں عدم موجودگی میں سازشوں کا خطرہ رہتا تھا۔

وسط ایشیا کی مجموعی طاقت نے جب ان پر حملے کئے تو انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے علاقوں میں داد مردانگی دی لیکن مجموعی طور سے تحفظ کا ان کو خیال تک بھی کبھی نہیں آیا۔

کابل اور لاہور کے راجگان تیس تیس۔ چالیس چالیس سال تک بیرونی حملہ آوروں سے لڑتے رہے لیکن کسی راجہ نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔

کھشتریوں میں ایک اور رجحان پیدا ہوا۔ قدیم زمانہ میں اگر برہمن راجہ ہوتا تھا تو اس کے دربار میں اور فوج میں کھشتری، ویش اور شودر بھی خاص اعزازات کے مالک ہوتے تھے اسی طرح اگر راجہ کھشتری خاندان سے تعلق رکھتا تھا تو اس کی فوج میں سب قومیں شامل ہوتی تھیں اسی طرح آریہ ورت کے سب فرقے، گروہ اور جماعتیں بیک وقت عالم وفاضل اور بہادر سپاہی ہوتی تھیں۔ لیکن دسویں گیارھویں صدی میں کھشتری خاندانوں نے فوج کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا باقی تمام آبادی میں سے فوجی صلاحیتیں مفقود ہو گئیں۔

جب بیرونی حملے ہوئے تو صرف یہی کھشتری لڑتے مرتے رہے اور بقایا تمام آبادی مفلوج ہو کر خاموش تماشائی رہی اور بربادی میں برابر کی شریک ہوئی۔

چودھواں باب

مختصر تاریخ کوہستان۔!
اور
ملک پر بیرونی حملہ آوروں کا دوسرا دور

بیرونی حملوں کا بیان تحریر کرنے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ افغانستان کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے۔

زمانہ قدیم سے موجودہ افغانستان کا نام "واہلیک" تھا۔ یہ علاقہ ہمیشہ زمانہ قدیم سے..... اورنگ زیب کی وفات (سنہ ۱۷۰۷ء) تک آریہ ورت کا ہی حصہ رہا ہے۔

واہلیک کی آبادی آریہ ورت کے قدیم آریوں پر مشتمل ہے۔ جن میں برہمن کھشتری... ویش اور شودر سب قومیں شامل ہیں۔

تاریخ مہابھارت سے پتہ چلتا ہے کہ مہاراجہ دریودھن کی ماں گندھار (قندھار) کے راجہ کی بیٹی تھی اور اس وقت واہلیک کا علاقہ ہستناپور کی حکومت کے ماتحت تھا۔ یہ زمانہ مستند طور سے تین ہزار، ڈیڑھ سو سال قبل مسیح کا ہے۔

پورانک دور (سنہ ۳۱۰۱ ق۔م تا سنہ ۱۰۰۰ ق م) میں مہاراجہ تکشک اور مہاراجہ جنمے جی کی اولاد یکے بعد دیگرے اس علاقہ پر حکومت کرتی رہی۔

تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح یہ علاقہ خاندان گور کے ماتحت رہا۔ خاندانِ گور اسی علاقہ کا مقامی خاندان تھا۔ مورخوں کا اس امر پر اختلاف ہے کہ خاندانِ گور برہمن ہے یا کھشتری۔ بہرحال خاندانِ گور قدیم آریہ ہے اور آج یہ خاندان برہمنوں اور کھشتریوں دونوں میں پایا جاتا ہے۔ اس حکومت کی حدود میں پورا وسط ایشیاء اور شمالی ایران ایک عرصہ تک شامل تھا۔

تقریباً آٹھ سو سال قبل مسیح اس علاقہ پر ایک اور مقامی خاندان ککیہ حکومت کرتا تھا، جو برہمن تھے۔ موجودہ ککے زئی خاندان وہی پرانا خاندان ککیہ ہے۔

چھ سو سال قبل مسیح اس علاقہ پر ایک سورج ونشی کھشتری خاندانِ کشان کی بھی حکومت تاریخ پارسیہ کی ورق گردانی کرنے سے پائی جاتی ہے۔

۵۰۰ء ق۔م موجودہ یوسف زئی قبیلہ میں بمقام شتاتر ایک رشی پانینی کا نام ملتا ہے جس نے "سنسکرت وباکرن" لکھی تھی اور جو آج بھی موجود ہے۔

۳۲۶ء ق۔م میں جب سکندر اعظم نے حملہ کیا اس وقت یہاں راجہ کیدار رائے کی... حکومت تھی جس نے سکندر اعظم سے شکست کھائی کھشتریوں کا موجودہ خاندانِ کھٹانہ اسی کیدار رائے کی اولاد ہے اور الکھان اسی نسل سے تھا۔

۳۲۲ء ق۔م تا ۱۸۵ء ق۔م واہلیک کا علاقہ موریہ خاندان کے ماتحت تھا۔ سوریہ خاندان کے مہاراجہ اشوک ۲۷۳ء ق۔م تا ۲۳۲ء ق۔م کے زمانہ میں کثیر آبادی نے بدھ مذہب قبول کیا لیکن برہمنوں اور کھشتریوں کی بہت بڑی تعداد نے اسے قبول نہ کیا۔

بدھ مذہب کے مندر بنائے گئے۔ مہاتما بدھ کا ایک سو بہتر فٹ اونچا مجسمہ پہاڑ کی ایک ہی چٹان کاٹ کر بنایا گیا جو آجتک موجود ہے۔

اسی زمانہ میں کھشتریوں کے چیچی خاندان کے مبلغین یہاں آئے جنہوں نے چین جاپان تک بدھ مذہب کی تبلیغ کی۔

مہاراجہ اشوک کی حکومت ختم ہوتے ہی ویدک مذہب کی تبلیغ ہوئی اور کھشتری خاندانوں نے دوبارہ حکومت سنبھالی۔ سنہ عیسوی کے ابتدا تک یہ علاقہ کھشتریوں کے خاندان ناگری کے ماتحت رہا جن کا دارالخلافہ پریاگ (موجودہ الہ آباد میں دریائے گنگا کے کنارے کا ایک مقام جو اب ایک بڑے محل کی صورت اختیار کر چکا ہے) تھا۔

پہلی صدی قبل مسیح میں راجہ گج کھشتری کی حکومت تھی اس نے شہر غزنی آباد کیا اور وسط ایشیا میں شہر سمرقند اور مرو اسی زمانہ کی یادگار ہیں یہ کھشتری یادو ونشی تھے اور ہیر کہلاتے تھے اسی زمانہ میں ایک پورا علاقہ ہیراترا کہلاتا تھا جس کو آجکل ہرات کہتے ہیں۔

پہلی صدی عیسوی میں راجہ گج کی اولاد میں سے ایک راجہ شالیواہن اس علاقہ کا راجہ تھا اور اس کا دارالخلافہ سیالکوٹ تھا۔ سیالکوٹ کی حکومت کی جنوبی حد مالوہ تک تھی۔

راجہ شالیواہن کو بعض تاریخوں میں برہمن لکھا ہے اور بعض تاریخوں میں اسے کھشتری لکھا ہے لیکن اس کا کھشتری ماننا ہی صحیح ہے کیونکہ راجہ گج اور راجہ شالیواہن یادو ونشی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور موجودہ بھٹی خاندان اور ریاست سوات اور چترال کے اہیر انہیں راجاؤں کی اولاد ہیں۔

قدیم تاریخوں میں راجہ شالیواہن کو پٹھن دیٹھان بھی لکھا ہے حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو۔

ہریش چندریکا ونیز موہن چندریکا

پٹھان یا پیٹھن سنسکرت لفظ ہے جس کے معنی کسی اچھی چیز کے ہیں۔

نوٹ:۔ اس بارے میں مؤلف کا خیال ہے کہ جن لوگوں نے بدھ مذہب کو قبول نہیں کیا بلکہ سابقہ ویدک مذہب کے پابند رہے۔ انہیں پٹھان کہا جانے لگا کیوں کہ اس زمانہ میں جو لوگ دکن میں ویدک مذہب کے پابند تھے انہیں دراوڑ کہنے کی ابتدا ہو چکی تھی چنانچہ چھٹی صدی قبل مسیح میں ایک برہمن تھا جس نے دکن کرناٹک سے چل کر اجین کے خاندان پنوار کے دربار میں آکر بودھوں اور جینیوں سے مناظرہ کر کے انہیں شکست دی تھی۔ یہ برہمن اس زمانہ میں دراوڑ کہلاتا تھا۔

پہلی صدی کے آخر سے لیکر تیسری چوتھی صدی تک واہلیک کھشتریوں کے خاندانِ کشان کے پاس رہا اور اسی زمانہ میں وسطِ ایشیا بھی اس حکومت میں شامل ہوا اور اس کی جنوبی حدود متھرا تک تھی۔

چونکہ خاندانِ کشان بودھی تھا اس لئے جب انہوں نے چوتھی صدی میں برہمنوں کے گپت خاندان پر حملے کئے تو انہیں ہون (غیر مہذب) کہا گیا۔ لفظ ہون سے یہ مراد لینا کہ یہ کہیں یورپ یا منگولیا یا اسٹریلیا سے آئے تھے غلط ہے اس خاندان کے جو لوگ ویدک مذہب کے پیرو تھے وہ آج تک کشان کہلاتے ہیں اور جنہوں نے بدھ مذہب اختیار کر کے حکومت

کی وہ ہن کہلاتے ہیں۔ مقامی الفاظ کے معنوں میں اس کے مقامی استعمال کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ اگر ہون کو ایک الگ قوم مانا جاتا ہے تو ہون شری رامچندرجی کے زمانہ میں بھی یہاں تھے اور مہا بھارت کے زمانہ میں بھی تھے۔ مفصل بحث ہم آئندہ کسی باب میں کریں گے۔ یہاں یہ کہہ دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ گوجروں میں ایک خاندان "باہر وال" کہلاتا تھا۔

ملاحظہ ہو تاریخ شاہانِ گوجر صفحہ نمبر ۱۲۹

لیکن باہروال کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ خاندان وسطِ ایشیا سے آکر گوجروں میں مل گیا۔ بلکہ باہروال چوہان خاندان کی شاخ ہے۔

ملاحظہ ہو تاریخ شاہان گوجر صفحہ نمبر ۱۴۰

المختصر چھٹی صدی تک ہون خاندان کھشتری واہلیک پر حکمراں رہا لیکن بعد میں افغانستان میں پھر مقامی برہمنوں کی حکومت قائم ہوئی۔

سنہ ۳۰ھ یعنی ۶۵۲ء حضرت عثمانؓ نے اس حکومت سے معاہدہ کیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء صفحہ نمبر ۱۶۹

یہ واقعات ساتویں صدی کے آخر کے ہیں۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ معتصم کے زمانہ یعنی نویں صدی میں بھی کابل پر حملہ ہوا تھا جسے مہر بھوج اعظم کے سپہ سالار الکھان نے پسپا کر دیا آٹھویں صدی میں واہلیک (افغانستان) کے دو حصے ہو گئے۔

نمبر ۱:— ریاست گور:— آخری راجہ مکتورماں جو گورسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا کو اس کے برہمن وزیر نے دھوکے سے مار کر خود حکومت سنبھالی۔

نمبر ۲— کابل:— اس کا راجہ بھی برہمن تھا جس کا نام کالہ تھا۔

خلیفہ ہاروں رشید، ماموں رشید کے زمانہ میں ان دونوں حکومتوں پر حملے ہوئے لیکن وہ پسپا کر دیئے گئے۔

معتصم باللہ نے ریاست گور کو ختم کر کے کابل کا محاصرہ کیا۔ لیکن قنوج کے راجہ مہر بھوج اعظم کے سپہ سالار راجہ الکھان نے ریاست گور کے راجہ رت بلاش اور شاہی برہمن والئی کابل کو دوبارہ رہائی دلوائی اور عربوں کو افغانستان سے نکال دیا۔ یہ واقعہ نویں صدی کے آخر کا ہے۔

کابل کا شاہی راجہ (برہمن) ۸۹۸ء میں مر گیا اور حکومت پر الکھان کی اولاد قابض ہو گئی

فرشتہ مورخ نے کابل پر ایک اور حملے کا ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

عبدالرحمن بن شمر نے زیاد کے حکم کے موافق کابل فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو مطیع کیا اور مہلب بن ابی صفرہ پھر کابل اور زابل و ہندوستان آیا (اس علاقہ کو ہی ہندوستان کہا گیا ہے ورنہ مہلب بن ابی صفرہ اندرون ملک کبھی نہیں آیا۔ مولف) اور وہ وہاں سے دس بارہ ہزار آدمی اسیر کر کے چلتا بنا۔

پھر ابوعبیدہ نے کابل کے نواح پر چھاپے مارے تو کابل کے راجہ نے اس کو پکڑ کر قید کر لیا۔ یزید بن زیاد نے ایک عظیم لشکر جمع کر کے کابل کے راجہ پر چڑھائی کی لیکن بری طرح شکست کھائی اور بہت سے آدمی مارے گئے۔

جب یہ خبر مسلم بن زیاد کو پہنچی تو طلحہ بن عبیداللہ بن حنیف خزاعی کو کہ طلحۃ الطلحات مشہور ہے کابل کی طرف روانہ کیا اور اس نے جا کر پانچ لاکھ درہم دے کر کابلیوں کی قید سے ابوعبیدہ کو نجات دلائی" وغیرہ وغیرہ

ملاحظہ تاریخ فرشتہ صفحہ نمبر ۲۵ جلد اول

المختصر کابل پر عربوں کے حملہ کو پسپا کرنے والا راجہ الکھان تھا جس کا تذکرہ پچھلے باب میں ہو چکا ہے سنین سے اس کی مزید تشریح ہوتی ہے۔

مہلب بن ابی صفرہ نے واہلیک (افغانستان) پر حملہ کیا اور دس بارہ ہزار عورتیں اور مرد لونڈی غلام بنا کے لے گیا۔

۹۹۴ سنہ ء:۔ سبکتگین نے غزنی پر قبضہ کیا۔ قدیم محلات اور مندر گرا دیئے گئے پوری آبادی کو غلام بنا لیا گیا۔

۹۹۷ سنہ ء:۔ کابل فتح ہوا۔ تمام شہر لوٹ لیا گیا ــــ اور قدیم عمارتیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ ۹۹۷ سنہ ء میں پشاور لوٹا گیا۔

۱۰۰۱ سنہ ء:۔ پشاور کے علاقہ پر محمود نے حملہ کیا۔ بہت سے آدمی مارے گئے قیدیوں (عورتوں اور مردوں) کے گلوں سے رصع ہار اتارے گئے بے شمار دولت ہاتھ آئی زیوروں میں صرف سولہ حمائل (یعنی مالے) اور دو لڑی موتیوں کی قیمت تین لاکھ چوبیس ہزار دینار سرخ تھی

نوٹ :۔ میں مؤلف کہتا ہوں کہ اس زمانے میں سونے کے کنٹھے مرد بھی گلوں میں پہنتے تھے صرف یہی نہیں کہ قیدی عورتوں اور مردوں کے گلوں سے یہ زیور اتارے گئے ہوں

بلکہ قرین قیاس کیا ہے کہ خیال میں حقیقت ہے کہ قریوں کے گلے سے بھی زیور نوچ لئے۔

فارسی تواریخ میں لکھا ہے کہ:۔

" سبکتگین ایک سپہ سالار تھا اور وہ اکثر اوقات لمغان اور ملتان پر حملہ کر کے غلمان (خوبصورت لڑکے) اور جواری (خوبصورت لڑکیاں) کو اسیر اور قید کرتا تھا۔ افغان اس کے مقابلہ سے عاجز ہوئے اور پنجاب کے راجہ کو جس کا نام جے پال تھا سبکتگین کے تسلط سے آگاہ کیا۔

شہر بھیڑہ، تنولی کے شہروں کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

دوسری جگہ تحریر ہے:۔

" محمود نے افغانوں کے قبائل کو مقہور اور مخذول کر کے ان میں سرکشوں کو تیغ کے گھاٹ اتارا اور فرمانبرداروں کو ملازم رکاب کر کے نوکروں کی طرح خدمت لینے لگا

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۷

ست پال کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جے پال تمکریہ کابل کے تخت پر بیٹھا اس کی بیٹی پشپاوتی بھٹنڈہ کے راجہ سے بیاہی تھی۔

راجہ جے پال کھٹانہ ایک بہادر راجہ تھا۔ گجنی (غزنی) کے تخت پر الپتگین کا غلام اس کی وفات کے بعد بیٹھا۔ الپتگین نے ریاست گور کو وسط ایشیا کے ساتھ ملا دیا تھا جس وسط ایشیا میں دوسرے خاندان نے حکومت پر قبضہ کیا تو سبکتگین نے گجنی پر مستقل قبضہ کر لیا اور جے پال کے رشتہ دار چندر سین کو وہاں سے نکال دیا۔ اور چاروں طرف فتوحات کا سلسلہ جاری کیا جے پال نے موقعہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ۹۹۶ء میں کابل سے چل کر گجنی پر حملہ کیا۔ جاڑوں کا زمانہ تھا۔ ایک رات اتنے زور کی سردی ہوئی کہ تمام پہاڑ اور دریا برف سے ڈھک گئے۔ ترکوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور شبخون مارا (یعنی رات کو دھوکہ سے حملہ کیا) تمام فوج تتر بتر ہو گئی سبکتگین کا لڑکا محمود جو خراسان کا حاکم تھا اور باپ کی مدد کے لئے خراسان سے فوج لیکر آیا تھا اس نے اس فوج کا تعاقب کیا (ترک غلام پرتھوی راج چوہان کی طرح غافل نہیں تھے جس نے سنہ ۱۱۹۱ء میں محمد غوری کو شکست دی تو بجائے اس کے کہ وہ اس کا تعاقب کرتا

ور اس کی سلطنت چھین لیتا اپنے دار الخلافہ پہنچ کر قنوج کے محاصرہ میں لگ گیا۔
چنانچہ محمود کی حاضر دماغی نے اپنا کام کیا۔ جے پال کی سپاہ نے کابل میں گھوڑے بھی ابھی...
اچھی طرح کھڑے نہ کیے تھے کہ سبکتگین کابل آ پہنچا دونوں طرف سے دوبارہ لڑائی کی تیاریاں شروع
ہوئیں لیکن جے پال کی شکست خوردہ فوج کے پاؤں نہ جم سکے غزنی تو گئی ہی تھی کابل بھی
ہاتھ سے نکل گیا

موجودہ بمبئی اسٹیٹ (کھٹانہ خاندان) کے ریکارڈوں سے جے پال کے غزنی پر حملے کی تحقیق دیگر مسلم
مورخین کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے۔

ملاحظہ ہو۔ آب کوثر صفحہ نمبر ۶۲ از شیخ محمد اکرام۔ ایم۔ اے
جے پال کے صلحنامہ کے متعلق جو داستان مورخوں نے بیان کی ہے وہ سراسر غلط ہے
جے پال نے محمود سے کوئی وعدہ یا صلحنامہ نہیں کیا

مولف

الغرض بعد فتحیابی ترکوں نے غزنی اور کابل میں آگ لگادی اور تمام مکانوں کو مسمار کر دیا...
لاکھوں عورتیں و بچے غلام بنا کر وسط ایشیا میں فروخت کیے گئے۔ تمام قدیم عمارتیں اور مندر تہ و بالا کر
دیے گئے جن کے کھنڈرات آج تک گذشتہ ایام کی یاد دلاتے ہیں۔ ان آثار قدیمہ میں دو چیزیں آج
تک "شاہی داہلیک" کی عظمت کی نشانیاں ہیں۔ ایک تو مہاتما بدھ کا ایک سو انہتر (۱۷۹) فٹ اونچا
مجسمہ ہے جو پہاڑوں کے درمیان ایک ہی چٹان کاٹ کر بنایا گیا ہے۔
چونکہ یہ پتھر کا تھا اس لیے اس کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا اگر یہ تانبے کا بھی ہوتا تو اس کی خیر نہ
رہتی کیونکہ غلامان ترک "بت شکن" نہیں تھے بلکہ "جواہرات خور" تھے۔
دوسرا آثار قدیمہ کابل کا قدیمی قلعہ ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور آج اسے "بالا حصار"
کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
۹۹۷ء میں یہ قلعہ گوجروں کے ہاتھ سے نکل گیا اور پشاور و کابل کے درمیان پہاڑوں
میں مزید تین سال تک لڑائی جاری رہی۔ سبکتگین کی وفات کے بعد محمود غزنی کے تخت پر بیٹھا۔
۹۹۷ء میں جے پال نے پشاور کے نزدیک پھر شکست کھائی اور اس کی فوج نے
جنوب کی طرف رخ کیا۔ جب راجہ دریائے اٹک کے کنارے پہنچا تو اس کا بیٹا انند پال اسے
تن تنہا ملا جس نے یہ خبر پر یاس سنائی کہ جنوب میں دریائے گوداوری کے کنارے...

راجہ منج پنوار اور راجہ تلپ (چلوکیہ) آپس میں چھ سال سے لڑ رہے ہیں راجہ منج گرفتار ہو چکا ہے دریائے گنگا کے کنارے کلچوری، چندیلے اور تومر قنوج پر حملہ کرنے کیلئے پہنچ چکے ہیں اور دوسری جانب قنوج کے راجہ راجیاپال کی حمایت میں پنجاب اور راجستھان کے چوہان، گہلوٹ وغیرہ بھی پہنچ چکے ہیں۔ امید ہے چیدی کا راجہ دھنگ (گوجر) جو دو مرتبہ کامیاب ہو چکا ہے ابکی دفعہ ضرور مارا جائے گا۔ میں نے ایک سال تک لاہور میں گوجروں کی آمد کا انتظار کیا آخر ہمارے سفیروں نے یہ خبریں آکر سنائی ہیں۔"

جے پال نے یہ دلخراش خبریں سن کر جلتی ہوئی آگ کیطرف دیکھا اور اس کے تصور میں پشاور کی آگ میں جلنے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کا ہزارہا افراد پر مشتمل قافلہ ------ --- اور اس کے دل نے کہا کہ یہ عورتیں دور دور ملکوں میں جا کر فروخت ہوں گی اس کے کانوں میں آگ میں جلنے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کی چیخیں آنی شروع ہو گئیں۔

جے پال سے یہ نظارہ نہ دیکھا گیا اس کی تصوراتی دنیا میں ایک ایسا انقلاب آیا جس نے اس کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیا یہ رنگین دنیا اب اس کی نظروں میں ہیچ نظر آنے لگی چنانچہ اس نے انندپال سے کہا۔

"میں اس بے عزتی کی زندگی سے جل کر مر جانا بہتر سمجھتا ہوں۔ دوسروں کے بھروسہ پر نہ رہنا اگر محمود سے باعزت سمجھوتہ ہو جائے تو سمجھوتہ کر لینا ورنہ جو تمہارے جی میں آئے وہ کرنا۔"

یہ کہہ کر بہادر گوجر آگ کی نذر ہو گیا۔

جے پال کی موت کے بعد اس کا لڑکا انندپال ۹۹۷ء میں تخت پر بیٹھا اسے یقین تھا کہ محمود جس کی حدود سلطنت دریائے اٹک و سندھ تک قائم ہو چکی تھی اس پر ضرور حملہ آور ہوگا اس لئے اس نے طاقت بڑھانی شروع کی اور اپنے بہنوئی والی بھٹنڈہ کے پاس کمک کیلئے ۱۰۰۱ء میں سفارت بھیجی۔ خبر رساں نے آکر بتایا کہ بھٹنڈہ پر شاکمبھری کے راجہ نے قبضہ کر لیا ہے اور اس کا بہنوئی لڑائی میں مارا گیا اور اس کی بہن چتا میں جل کر

سستی ہو گئی ہے پھر اس نے جموں کے باجگزار راجہ کو کمک کے لئے لکھا لیکن اس نے یہ سوچ کر
کہ انندپال کی شکست یقینی ہے محمود سے نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ صفحہ نمبر ۲۷

نوٹ: فرشتہ نے اس واقعہ کو جیپال سے منسوب کیا ہے جو سراسر غلط ہے

(مولف)

غضب تو یہ ہوا کہ شمالی پنجاب کے کھوکھروں نے بغاوت کر دی۔ جب انکی سرکوبی کے لئے ...
انندپال پہنچا تو انہوں نے محمود کو اپنی حمایت کا یقین دلایا بشرطیکہ ان کے علاقوں کو نہ لوٹا جائے۔ محمود
نے انندپال کو اس علاقہ سے دست بردار ہونے کیلئے کہا اور آئندہ ماتحتی پر زور دیا لیکن

"اس نے انکار اور نامنظوری کا ہاتھ سلطان کی درخواست کے منہ پر رکھا اور ضد
اور سختی کا راستہ اختیار کیا"

ملاحظہ ہو کتاب یامینی از عطبی۔ مترجمہ رنالڈس

اس لئے محمود نے پنجاب پر حملہ کیا اور راستے کے تمام علاقے اور دیہاتوں کو لوٹ کر آگ لگا دی
کھوکھروں کو بھی دعوت نامہ کا جواب مل گیا۔ یہ حالات دیکھکر انندپال کشمیر چلا گیا اور اس نے
جموں کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اسی زمانہ میں منگولیا کے منگولوں نے ایلک خاں کی سرکردگی میں دریائے سیحوں پار کیا
اور محمود کی سلطنت کے شمالی حصوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس موقعہ پر انندپال نے محمود کو
ایک خط لکھا۔

"مجھے تم نے شکست دی ہے۔ اب میری خواہش ہے کہ جتیر کوئی حملہ کرے کے فتحیاب ہو"

ملاحظہ ہو تاریخ البرونی

یا

البرونی انڈیا کا حصہ ۲ صفحہ ۱۳ از مشہور مورخ ساچو

محمود نے انندپال سے صلحنامہ کیا اور لاہور اسے واپس دے دیا۔ انندپال نے محمود کی مدد کی
محمود منگولوں کے خلاف لڑا اور ان کے حملے پسپا کر دیئے۔ اسی دوران محمود نے خراسان کے سلطان
بادشاہ خوارزم شاہ کو ملیا میٹ کر دیا اب پھر اس نے پنجاب کی طرف منہ پھیرا۔

حالانکہ محمود نے انندپال سے صلحنامہ کیا تھا لیکن اس نے ۱۰۰۸ء میں انندپال

سے لاہور واپس مانگا۔ اس خط کا جواب بھی نہ آنے پایا تھا کہ محمود ایک بھاری لشکر لے کر لاہور آپہنچا۔ گھمسان کا رن پڑا اس زبردست لڑائی میں انند پال نے خوب داد مردانگی دکھائی کیونکہ اب سلطنت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی جا رہی تھی۔ ہزار ہا جوان لڑائی میں کام آئے شکست کے آثار دیکھ کر انند پال نے جموں کا راستہ لیا اور وہیں چار سال بعد ۱۰۲۱ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔

انند پال کے بعد اس کا بیٹا ترلوچن پال آزادی کا رہبر بنا — اور اس نے بھی کبھی فوج کو اکٹھا کر کے محمود کی سلطنت پر متعدد حملے کئے چنانچہ لکھا ہے:۔

"ترلوچن پال نے برسوں محمود پر اس قدر حملے کئے کہ خون کے دریا بہہ گئے" وہ ہر وقت ہتھیار سجائے رکھتا تھا اور شیو دیوتا کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس کے مقابلے کیلئے دور دراز ملکوں کے لاتعداد جملے سپاہی برد آزما تھے آخر آہستہ آہستہ اس کے تمام آدمی مارے گئے اور وہ ۱۰۲۶ء میں نہ معلوم کہاں چلا گیا۔

"جب ترلوچن پال کہیں در چلا گیا تو چنڈالوں کے خوفناک ٹڈی دل تمام ملک پر چھا گئے۔"

ملاحظہ ہو تاریخ "راج ترنگنی" از کلہن (جو کشمیر کا باشندہ تھا اس نے اپنی تاریخ محمود کے زمانہ میں ہی ختم کی۔

ونیز ترجمہ از مسٹر اسٹین حصہ ۱ صفحہ نمبر ۲۷۲ و ۲۷۳

شاہی خاندان (ٹھکریہ) کی مدت سلطنت ایک سو چھبیس سال ہے۔

مورخ البرونی جو محمود اور اس کے لڑکے مسعود کا ہمعصر تھا لکھتا ہے۔

"شاہی خاندان اب نیست و نابود ہو گیا ہے۔ اس خاندان کی معمولی نشانی کا بھی کوئی وجود نہیں ملتا۔ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ انہوں نے بڑی شان و شوکت میں ان کاموں کی خواہش میں کوتاہی نہیں کی جو اچھے اور مناسب تھے۔ وہ بردبار تھے"

اندرون ملک حملے

(پنجاب)

سنہ ۱۰۰۴ء میں لاہور کو جی بھر کر لوٹا گیا۔ پرانے قلعوں کو مسمار کر دیا گیا۔ تمام شہر میں آگ لگادی گئی۔ کابل۔ پشاور اور لاہور کے کچھ عوام دور دکن کی طرف ہجرت کر گئے۔ جہاں وہ آج تک آباد ہیں۔

سنہ ۱۰۰۸ء میں نگرکوٹ (پنجاب کا ایک شہر) خوب مزے سے لوٹا گیا کیونکہ تمام آبادی نے اماں طلب کی تھی لہذا ان سے ہتھیار رکھوا کر نہ صرف شہر بلکہ اطراف و جوانب کے لاکھوں باشندوں کو قتل کیا گیا۔ لوٹ کے مال کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

دینار سرخ سات لاکھ (مراد اشرفیوں سے ہے۔ مولف)

چاندی سونے کے آلات (مراد برتن وغیرہ۔ مولف)

سات سو من برتن متذکرہ بالا — کندن دو سو من خالص چاندی دو ہزار من

انواع جوہر (یعنی مختلف قسم کے ہیرے جواہرات) بیس من

اور بے شمار عورتیں غزنی لے جائی گئیں اور ان سب چیزوں کی غزنی میں نمائش لگائی گئی۔

سنہ ۱۰۰۹ء میں بھٹنڈہ کے راجہ سکھپال پر حملہ کیا گیا اس نے اماں طلب کر کے اسلام قبول کر کے جان بچائی۔ محمود نے صرف چند ہزار من غلہ اور گھوڑے سے تحائف کو قبول کر کے بھٹنڈہ کو چھوڑ دیا۔

بھاٹیہ

واپسی پر محمود نے شہر بھاٹیہ کو آگ لگا کر صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور لوٹ کا

مال لے کر غزنی پہنچا۔

تھانیسر

اگلے سال محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا۔ شہر میں نہ کوئی راجہ رہتا تھا اور نہ وہاں فوج تھی۔ ہاں البتہ لوگوں کے گھروں میں اور خصوصاً مندروں میں خاصی دولت تھی۔ تھانیسر کے لوگوں نے شہر خالی کر دیا اور بچے بوڑھے مرد و عورت جنگلوں میں مارے مارے پھرے لوٹ کے مال کی فہرست حسب ذیل ہے۔

خزانہ بے شمار — ہیرے جواہرات کافی تھے۔ جنمیں ایک قطعہ یاقوت سرخ کا ایسا دستیاب ہوا تھا کہ اس کا وزن چار سو پچاس مثقال تھا اور اس سنگ اور ڈھنگ و رنگ کا جوہر نفیس کسی نے نہ دیکھا اور نہ سنا تھا۔

بھٹنیر

۱۰۱۶ء میں محمود نے بھاٹیہ (بھٹی) اگوجروں کے شہر بھٹنیر کو تباہ و برباد کر دیا۔

انند پال پر حملہ:- اگلے سال محمود دلّی پر حملہ کرنے کی غرض سے آیا۔ لیکن لوگوں نے صلاح دی۔ پہلے انند پال سے (صلح و دوستی کے باوجود۔ مولف) سلطنت چھین لی جائے اور اسے ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ محمود نے دوبارہ انند پال کی حکومت (مغربی پنجاب) کو خوب جی بھر کر لوٹا اور دو لاکھ عورتیں اور مرد غزنی لے گیا۔ محمود کا ہر آدمی بہت سے کنیز اور غلام کا مالک تھا۔

کشمیر

اگلے سال تمام وسط ایشیاء کے وحشی درندے کشمیر کو لوٹنے چلے لیکن برفباری

نے راستہ روک لیا اور وہ دارالخلافہ "لوہ کوٹ" نہ پہنچ سکے لہذا واپسی میں پھر راستہ کے دیہات اور شہروں کو لوٹتے ہوئے واپس غزنی پہنچ گئے۔

اُتّر پردیش

(یو۔پی)

قنوج

اگلے سال خراسان، ترکستان اور ماوراالنہر کے علاقوں کے ایک لاکھ بیس ہزار مجاہد کے لئے غزنی اکٹھے ہوئے اور موسم سرما کے شروع میں یہ قافلہ قنوج کے لئے روانہ ہوا۔

راجپال پرتیہار گوجر نے امان طلب کی اسے جان کی اماں مل گئی لیکن قنوج کے قدیم سات قلعے مسمار کر دیئے گئے اور رعایا کو لوٹ لیا گیا۔ قنوج کی شان و شوکت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ جب وہاں ہیون سانگ (چینی سیاح) آیا تھا تو متعدد کالج اور تین یونیورسٹیاں تھیں جنہیں باہر ملکوں کے ہزارہا طلباء تعلیم پاتے تھے محمود نے ان سب کو تہ وبالا کر دیا۔ آج وہاں ایک معمولی آبادی ہے۔

میرٹھ

واپسی پر محمود نے میرٹھ کا محاصرہ کیا۔ راجہ ہردت نے پناہ مانگی جو اسے دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ اور تیس زنجیر فیل دے کر مل گئی۔

مہاون

میرٹھ سے محمود مہاون (متھرا کے پاس ایک شہر کا نام) پہنچا۔ جب اس کی آمد کی اطلاع راجہ کلچند کو ملی تو اس نے اپنی عورتوں کی عزت بچانے کیلئے اپنی بیوی اور لڑکیوں کو خنجر سے ہلاک کر دیا اور خود بھی اسی خنجر کے ذریعہ سے خودکشی کر لی۔ شہر کی عورتیں کوٹھوں سے کود کر اور آگ میں جل کر بھسم ہو گئیں جو باقی بچیں وہ محمود کے سپاہیوں نے پکڑ لیں۔ اس کے علاوہ بہت سا مال محمود کے ہاتھ لگا کہ قلم کی دوزبان اسے بیان کرنے سے قاصر ہے اس لوٹ میں صرف ہاتھیوں کی تعداد اسّی تھی۔"

متھرا

مہاون سے محمود نے متھرا کا رخ کیا۔ یہ شہر شری کرشن کے زمانہ سے آباد تھا اور اس کے مندروں اور لوگوں کے گھروں میں بے شمار دولت تھی۔

محمود کی آمد کی خبر سنتے ہی راجہ اپنے بال بچوں کو لے کر جنگلوں اور بیابانوں میں خاک چھاننے کے لئے نکل گیا اور اپنی عزت ساتھ لے گیا۔ لہذا محمود نے جی بھر کر شہر کو لوٹا اور پھر پورے شہر کو آگ لگا دی۔ تمام رعایا جل بھن کر مر گئی جو جوان عورتیں تھیں انہیں محمود نے پکڑ لیا۔ محمود نے شہر متھرا پہنچنے سے پہلے غزنی کو لکھا تھا۔

"اس شہر میں فلک نما محلوں کی تعداد ہزار ہے جنہیں سے اکثر سنگ رخام سے بنے ہوئے ہیں اگر ایسی عمارت کوئی بنانا چاہے تو ایک لاکھ دینار صرف کر کے اور ماہر استادوں کو کام پر لگا کر بھی دو۲سو برس سے کم نہ لگیں گے۔"

متھرا کی لوٹ میں پانچ بت خالص سونے کے تھے جن کی صرف ایک آنکھ کی قیمت (یاقوت سرخ) پچاس ہزار دینار تھی۔

متھرا کو لوٹنے میں محمود کو پورے بیس۲۰ دن لگے۔ مال و دولت کی تفصیل کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف ہیرے اور جواہرات کے سو اونٹ لائے گئے

چندر پال پر حملہ

محمود کو پتہ چلا کہ متھرا کے نواح میں ایک اور رئیس چندر پال رہتا ہے چنانچہ اس نے اپنے لشکر کا رخ اس طرف کیا چندر پال اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر بھاگ گیا۔ محمود نے تمام علاقہ کو روند ڈالا اور ہزار ہا عورتوں کو گرفتار کر کے واپس غزنی چلا گیا۔

اس تمام سفر میں مندرجہ ذیل لوٹ غزنی پہنچائی گئی جس کا تخمینہ غزنی والوں کا ہی ہے۔

"ایک لاکھ دینار - کروڑوں درہم - پچاس ہزار عورتیں اور بچے تین سو ہاتھی - ان کے علاوہ اور بہت سے نفائس تھے (یعنی از قسم زیورات - پارچہ جات - کپڑوں کے تھان وغیرہ — مؤلف)

اسی لوٹ میں ایک قمری کی شکل کا (کسی دھات کا بنا ہوا) پرندہ تھا۔ اس میں صفت یہ تھی کہ بہنگام استعمال طعام اگر اس پرندہ کو دسترخوان پر رکھ دیا جائے تو اگر اس دسترخوان پر چنے ہوئے کھانوں میں سے کسی میں زہر ہوتا تو اس کی چونچ خود بخود ہلنے لگتی تھی اور اسی لوٹ میں ایک ایسا پتھر بھی تھا کہ اگر اسے زخم پر گھس دیا جائے تو زخم فوراً اچھا ہو جاتا تھا"

بغداد

محمود پہلا شخص ہے جس نے بغداد کو تباہ کرنے کی تیاری کی چنانچہ اس نے خلیفہ بغداد القادر باللہ عباسی کو لکھا:-

"جو اکثر بلاد خراسان راقم سے متعلق ہیں امیدوار ہوں کہ بعض بلاد خراسان جو آپ کے غلاموں کے تصرف میں ہیں اس طرف کے لوگوں کو معاف فرمائے جائیں"

چنانچہ خلیفہ نے سلطان کے ملاحظہ سے یہ التماس پذیرا کی۔ لیکن جب سلطان محمود نے دوبارہ جب خلیفہ بغداد القادر کو نامہ سمرقند کی طلب اور عطائے فرمان میں لکھا تب خلیفہ نے فرمایا معاذ اللہ میں یہ امر قبول نہ کروں گا اور اگر تو بغیر میری مرضی اس کے لینے کا ارادہ کرے گا تو ایک عالم تیرے اوپر چڑھا لاؤں گا۔"

چنانچہ اس جواب سے سلطان رنجیدہ ہوا اور اس نے ایلچی سے کہا:-

"تو چاہتا ہے کہ میں ہزار فیل جنگی بھیج کر دارالخلافہ ویران کروں اور اس کی مٹی ہاتھیوں کی پیٹھ پر لاد کر غزنی لاؤں۔"

جب یہ خبر خلیفہ کو ملی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور اس نے محمود کے پاس ایک کاغذ پر صرف "الم" (الف۔ لام۔ میم) لکھ کر بھیجا۔ مقصود یہ تھا کہ جس طرح کعبہ کی نگہبانی کا فر ابرہہ کے ہاتھوں سے خدا نے کی اسی طرح وہ بغداد کو تیرے ظالم ہاتھوں سے بچائیگا۔

فرشتہ نے لکھا ہے کہ یہ خط پڑھ کر محمود رونے لگا تھا۔ سو یہ صحیح نہیں ہے۔ بھلا جس شخص نے لاکھوں عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کردیا ہو اور پورے ملک کو اجاڑ دیا ہو وہ کہیں ان شریفانہ باتوں سے اپنے ارادہ سے باز آسکتا تھا۔۔ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔

محمود اور ہلاکو ایک ہی علاقہ کے رہنے والے تھے۔ محمود سے اتفاقیہ بغداد تباہ ہوتے ہوتے بچ گیا۔ اس واقعہ کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ شیخ محمد اکرام۔ ایم۔ اے نے اپنی کتاب "آب کوثر" کے صفحہ نمبر ۶۶ پر دوسرے مورخ کے حوالہ سے اس طرح رقم کیا ہے کہ:۔

"اس نے (یعنی محمود نے۔ مولف) وسط ایشیا اور فارس کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا۔ اور عباسی خلیفہ بغداد کا علاقہ فتح کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ۱۰۳۰ء میں مر گیا"۔ اور یہ کام ہلاکو نے پورا کر دیا۔ جو لوگ ہندوؤں کی ضد میں محمود کو (ظالم بدبخت) غازی بنانے چلے ہیں یہ باتیں ان لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔

بغداد پر حملہ محض اس وجہ سے نہ ہوسکا کہ انہیں دنوں گوجروں کی باسی کڑھی میں ابال آگیا اور ان کی قومی حمیت جاگ اٹھی پھر محمود کو فرصت نہ ملی اور اگر ملی تو موت نے اسے بغداد پر حملہ کرنے کی مہلت نہ دی۔

قنوج کا راجپال پرتہار گوجر ایک معمولی راجہ تھا لیکن چونکہ یہ مہر بھوج اعظم کی ساتویں پشت میں ہونے کی وجہ سے باعث عزت سمجھا جاتا تھا لہذا کالنجر کے راجہ ودیا دھر چندیلہ گوجر کی رگ حمیت پھڑکی کہ راجپال نے بغیر لڑے بھڑے قنوج کو کیوں محمود کے سپرد کر دیا اور اس نے اسے گوجر قوم کی بہادری کی توہین سمجھا لہذا اس نے راجپال کو اس کی سزا دینے کیلئے قنوج پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور جو سفیر یا درباری محمود چھوڑ گیا تھا انہیں گرفتار کر کے کالنجر لے آیا اور کوڑا کرکٹ اٹھانے کی خدمت ان کے سپرد کی

کالنجر پر حملہ - !

جب محمود کو یہ خبریں غزنی میں ملیں تو اس نے بغداد کو تباہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک جبری لشکر فراہم کر کے سیدھا کالنجر پہنچا۔ ودیادھر کو انجام کا پہلے ہی پتہ تھا اور وہ لڑائی کیلئے بالکل تیار تھا اس نے دشمن پر اس زور و شور کے ساتھ حملہ کیا کہ محمود غزنوی کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ محمود کو بڑی ندامت ہوئی کیونکہ یہ اس کی پہلی شکست تھی اس نے دوبارہ ڈٹ کر پھر مقابلہ کیا لیکن چندیلے گوجروں نے اس کے چھکے چھڑا دیئے اور اس نے بھاگنے ہی میں ہی غنیمت سمجھی لیکن پنجاب آکر پھر حسب معمول قتل و غارت میں مشغول ہوا اور اپنا سفر خرچ پورا کر کے غزنی پہنچا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ محمود کی اس شکست کو بہت سے متعصب مورخوں نے غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ لکھا ہے کہ کالنجر کا راجہ بڑا زبردست لشکر رکھتا تھا اس کی فوج میں چھتیس[۳۶] ہزار سوار اور پینتالیس[۴۵] ہزار پیادے تھے ان کے علاوہ چھ سو ہاتھی لے کر لڑنے آیا تھا لیکن رات کو اس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا اس لئے وہ صبح سویرے تمام فوج کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور کالنجر کو محمود نے لوٹ کر آگ لگا دی"۔۔۔ یہ سراسر غلط ہے۔

اس لئے کہ اگر محمود کے ہاتھ کالنجر کی مال و دولت پہلے ہی آجاتی تو اگلے سال وہ پھر کالنجر پر حملہ نہ کرتا۔ کوئی بھی مورخ کالنجر پر دوسری مرتبہ حملے کو نہ چھپا سکا۔ اس کا انجام خود اتنا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ سنیئے:۔۔

کالنجر پر دوبارہ حملہ

محمود نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اگلے سال پھر بڑے ساز و سامان کے ساتھ کالنجر پر حملہ کیا۔ لیکن ودیادھر چندیلہ اس مرتبہ پہلے سے بھی مضبوط تھا اس نے محمود کو شکست فاش دی۔۔ اور محمود سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور لاہور میں آکر دم لیا لاہور کے آس پاس کے علاقہ کو اس نے تیسری مرتبہ اجاڑا اور مال، دھو (مویشی) ہانک کر غزنی پہنچا۔

اس فتح کو بھی متعصب مورخوں نے چھپانے کی کوشش کی اور لکھا کہ راجہ کے ایک شاعر نے محمود کی تعریف میں قصیدہ لکھا اور تحائف بھیجے۔ محمود نے بھی عوض میں ودیادھر چندیلے کو تحفے دیئے۔ تھنوں نہ تباہ کر کے محمود غزنی واپس چلا گیا۔

مخفوں کے تبادلے میں اس شکست کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے بہرحال کسی بھی مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ وِدیا دھر چندیلہ شکست کھا گیا تھا۔

لیکن مہوبہ کا ریکارڈ اور کتبے اس بات کے شاہد ہیں کہ محمود کو دونوں مرتبہ شکست فاش ہوئی اور وِدیا دھر نے جس غیرت قومی کے تحت راجیاپال کو قتل کیا تھا اس میں وہ کامیاب ثابت ہوا۔

محمود جیسا تیندوا اپنے شکار کو نہیں چھوڑ سکتا تھا بشرطیکہ اس کا شکار شیر ثابت نہ ہوتا۔ محمود دوبارہ اتنا طویل سفر طے کر کے دوستی گانٹھنے یا تحفے دینے نہیں آیا تھا۔ جس راجہ نے محمود سے اماں مانگی وہ تو شاید مل گئی لیکن محمود نے بغیر لوٹ مار کے کسی شہر کو نہیں چھوڑا پھر کالنجر کے دستر خوان کو محمود کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ بھلا محمود جیسے تیندوؤں اور چیتوں کا پیٹ کہیں قصیدوں سے بھرا ہے۔

الغرض محمود کو جب مشرق میں کالنجر کے مقام پر دو مرتبہ شکست فاش ہوئی تو اس نے دکن کی طرف گجرات کاٹھیاواڑ کا رخ کیا۔

انہلواڑہ:۔ سنہ ۱۰۲۵ء میں محمود نے گجرات کا رخ کیا۔ راستہ میں انہلواڑہ شہر پر حملہ کیا۔ بھیم سولنکی راستہ سے ہٹ گیا۔ محمود نے شہر لوٹا اور پھر سومنات کی طرف جلدی جلدی قدم بڑھائے۔

نوٹ:۔ مورخوں نے جو یہ لکھا ہے کہ گجرات کی حکومت محمود نے دابشلیم کو دی تھی وہ سراسر غلط ہے اور "کلیلہ و دمنہ" کہانیوں کی فارسی کتاب کا چرایا ہوا قصہ ہے کہ پھر دابشلیم کی آنکھ چیل نے پھوڑ دی تھی وغیرہ وغیرہ اگر گجرات کا راجہ دابشلیم محمود کا تابع ہوتا تو پھر محمود کو سومنات لوٹ کر ڈاکو کی طرح بھاگنا نہ پڑتا جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا۔ دابشلیم نام کا راجہ کوئی بھی اس ملک میں کبھی نہیں ہوا۔ مؤلف

دیلواد:۔ انہلواڑہ سے چل کر محمود راستہ کی ایک بستی دیلواد میں آیا اسے لوٹ کر محمود نے اس بستی کو آگ لگادی اور پھر سومنات کی طرف چلا۔

مودھیرا:۔ راستہ میں مودھیرا کا قصبہ آیا۔ جسے محمود نے آناً فاناً میں آگ کے شعلوں کی نذر کر دیا۔

سومناتھ:۔ آخر کار بڑی تیز رفتاری سے محمود ۸ر جنوری ۱۰۲۶ء کو سومنات پر حملہ آور ہوا۔ سومناتھ ساحل سمندر پر ایک شہر تھا اور یہ کسی بھی حکومت میں شامل نہیں تھا۔ بلکہ یہ علوم وفنون کا مرکز تھا جن میں ایک ہزار علماء وفضلا درس وتدریس کرتے تھے شہر میں ایک مشہور مندر تھا اس مندر اور کالجوں کے نام زمانہ قدیم سے تین ہزار گاؤں اور بقول بعض مورخین دس ہزار گاؤں تھے یہ شہر نہ صرف علوم کا مرکز تھا بلکہ مال ودولت بھی اس میں ہزارہا سال سے جمع ہو رہی تھی۔ بھلا محمود کی عقابی آنکھیں طمع کی فضا میں اسے کیسے نہ دیکھتیں۔ اسی دولت کو محمود سمیٹنے آیا تھا۔ اس کی فوج کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ فوج کے ساتھ صرف پانی لدے ہوئے اونٹ چالیس ہزار تھے۔

پجاری اور مندروں کے ہزارہا خادم اور شہری آبادی جان توڑ کر لڑی لیکن یہ سیلاب بارکنے والا نہ تھا۔ لہذا محمود نے شہر اور شہر کے مندروں کو لوٹا اور ان میں آگ لگا دی۔ یہ شہر جیسا کہ مذکور ہوا سمندر کے کنارے واقع تھا۔ جن شہری باشندوں نے کشتیوں میں بیٹھ کر بھاگنا چاہا ان کی کشتیوں میں بھی آگ لگا دی گئی۔ ہزارہا مرد، عورتیں اور بچے سمندر میں ڈوب کر مر گئے۔ تمام شہر ویران ہو گیا ہفتوں آگ اور دھوئیں کے بادل آسمان پر اڑتے رہے۔

جتنی بھی فارسی تاریخیں ہماری غلامی کے دور میں لکھی گئیں ان سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ محمود جب بڑھا ہوا چلا جا رہا تھا تو کسی نے مزاحمت نہ کی لیکن جب سومناتھ کے شہر میں آگ لگی تو گجرات کے راجاؤں نے اتحاد کر کے اس کا راستہ روک لیا۔

جب محمود کو اس بات کا پتہ چلا کہ گوجر شیر کچھاروں میں سے نکل آئے ہیں اور اسے گھیرنے کے لئے انہوں نے پیشقدمی میں جنگ نہیں کی تو وہ حسرت ویاس سے ہاتھ ملتا تھا کہ یہ تمام خزانہ اور لوٹ مار کا مال نہ چھن جائے اور کہیں وہ بھی اس مال کے ساتھ ہی گوجروں کے ہاتھ میں نہ پہنچ جائے لہذا وہ خلیج کچھ کی دلدل میں جا گھسا اور گرتا پڑتا سندھ آیا لیکن سندھ کے جاٹوں نے اس پر حملے کر دیئے۔

محمود نے جاٹوں کا مقابلہ کرنا بھی مناسب نہ سمجھا کیونکہ پیچھے شیروں کی دھاڑ سنائی دے رہی تھی الغرض محمود افتاں خیزاں گرتا پڑتا بھوکا پیاسا ملتان پہنچا۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے بہت سے سپاہی اور جانور ہلاک ہو گئے۔

ملاحظہ ہو کتاب زین الاخبار مصنفہ ابوسعید عبدالحئی بن ضحاک بن محمود گردیزی۔

پینتیس ۳۵ سال حکمرانی کر کے ۹۸۷ء میں انتقال کر گیا۔

ایک کتبہ کی تحریر ہے کہ "راجہ گوگراج طاقت کا دیوتا تھا جس نے اپنی سلطنت کو غاصبوں کے پنجہ سے چھڑایا۔"

ملاحظہ ہو انڈین انٹی کویری حصہ نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۱۹۹

راجہ کیرتی راج

۹۸۷ء تا ۱۰۲۷ء

راجہ کیرتی راج اس خاندان کا سب سے زبردست راجہ تھا جس نے اپنی قوت اور سطوت کو چار چاند لگا دیئے۔ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جنوب میں مہاراشٹر کے بیشتر علاقہ پر قبضہ کر کے اس نے اپنی سلطنت کو وسعت دی اس کا مشہور سپہ سالار راجہ مندلیک اہیر تھا جس نے ۱۰۲۶ء کے شروع میں محمود غزنوی کے حملہ سومنات میں بہادری دکھائی۔

جب محمود غزنوی سومنات سے مال و دولت لوٹ کر براستہ "رن کچھ" بھاگا تو اس کا تعاقب کرنے والوں میں مندلیک بھی تھا۔

راجہ وتس راج اہیر

۱۰۲۷ء تا ۱۰۴۵ء

راجہ وتس راج نے پورے اٹھارہ سال حکمرانی کی اس کے زمانہ میں دھار کے پنوار گوجر از سر نو عروج پر تھے مگر بمشکل تمام وتس راج نے کچھ علاقہ سے ہاتھ دھو کر اپنی بقایا سلطنت کو بچائے رکھا۔

راجہ ترلوچن پال

۱۰۴۵ء تا ۱۰۵۴ء

راجہ ترلوچن پال گوجروں کے خاندان اہیر کا آخری خود مختار راجہ تھا جو سوراشٹر پر حکومت کرتے تھے۔ اس حکومت کو مالوہ کے بھوج پرمار اور انہلواڑہ کے بھیم سولنکی نے حملہ کر کے ختم کر دیا اور اہیر خاندان بحیثیت سردار رہ گئے۔

نوٹ:۔ اس زمانہ میں یادو ونشی اہیر گوجروں کی حکومت دیوگری دکن میں ابتدائی مدارج طے کر رہی تھی۔ جہاں اہیروں کی حکومت تیرھویں صدی تک رہی اور خاص گجرات کاٹھیاواڑ میں اہیروں کی مختلف شاخیں اکبر کے زمانہ تک آزاد رہیں اور اس خاندان کے مسلسل راجگان مثلاً بھاونگر اور نواں نگر کے راجگان آج سے بارہ سال پیشتر ۱۹۴۷ء تک حکمرانی کرتے رہے۔

۱۳

مختصر تاریخ سندھ اور گرجر

اور

ملک میں اوّل بیرونی حملہ آور

خاندان اہیر

(یادو ونشی)

سب سے اوّل گجرات جو ۱۰۱۲ق م میں وجود میں آیا دریائے اٹک اور دریائے نربدا کے درمیان تھا۔ گوجروں میں سب سے پہلا قدیم مقتدر "اہیر" (ہیر) وجود میں آیا، جنہوں نے دریائے اٹک کے ساتھ ساتھ شمال تک اپنی آزاد حکومت قائم کی۔ آریوں کی قدیم کتابوں مثلاً مہابھارت اور منوسمرتی میں اس کا تلفظ "ابہیر" ہے۔ انگریز مورخوں نے بھی موجودہ اہیروں کو ابہیر ہی مانا ہے۔ منوسمرتی میں صاف طور سے تحریر ہے کہ:۔

"اہیر" وہ قوم ہے جو دریائے اٹک (موجودہ دریائے سندھ) کے اطراف میں رہتی ہے اسی قوم نے کوروکشیتر (تھانیسر) کی لڑائی میں کوروؤں کا ساتھ دیا تھا"

مگر مہابھارت میں اہیروں کا وطن متھرا (برج دیش) تحریر ہے اور انہیں یادو ونشی لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یادو ونشی خاندان شری کرشن کے ہمراہ "دوارکا پور" آئے اور گوجر کہلائے۔

یہیں سے انہوں نے شمال کی طرف بڑھنا شروع کیا ورنہ اہیر لفظ کا تلفظ کراچی تا پشاور "ہیر" ہے یہی تلفظ دکن میں بھی ہے۔ صرف پنجاب اور یوپی کے لوگ اس کا تلفظ "اہیر" کرتے ہیں۔ اپنے عروج کے زمانہ میں گوجروں کے اس خاندان نے ساحل سمندر سے لے کر وسطِ

ایشیا تک کے علاقہ کا نام "ہیراترا" رکھا اسکو بیرونی مسلم مورخوں نے "ہیرات" یا "ہرات" کیا اسی نام کا علاقہ اور شہر موجودہ افغانستان (قدیم واہلیک) میں آجتک واقع ہے۔

نوٹ :- گرجراتر سے گجرات، سوراشٹر سے سورٹ اور مہاراشٹر سے مرہٹہ یہ سب تلفظ بیرونی مسلمان مورخوں کے ہیں

منوسمرتی کے مصنف منوجی کے زمانہ میں اسی علاقہ میں اس خاندان کی حکومت تھی۔ وسط ایشیا کا علاقہ مرو ہی قدیم نام ہے جس کو سنسکرت میں موجودہ سندھ کے مشرق کے علاقہ کے لئے مروبھومی کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔ یعنی سندھ تا وسط ایشیا ایک حکومت تھی۔

پورانک دور (۳۱۰۰ تا ۵۰۰ ق م) میں جب آریوں کی تہذیب ہر چہار طرف پھیلی تو قدیم اوتاروں کے بجائے نئے اوتار شری کرشن کے نام سے تبلیغ ہوئی۔ تمام موجودہ مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دور مشرق میں ملک سیام کا نام شری کرشن کے لقب "شیام" پر ہے ملک سیام میں آجتک شری کرشن کو ہی اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کیا جاتا ہے پورانک دور میں ہی۔ جزیرہ سماترا کا نام پڑا شری کرشن کے بیٹے کا نام سمبہ جی تھا۔ ان کی اولاد کا گوت آجتک سمہ ہے جنہوں نے گجرات اور سندھ پر صدیوں حکمرانی کی۔

سمہ گوجروں نے خلیج کچھ کی بندرگاہوں سے دور دراز ملکوں میں تبلیغی خدمات انجام دیں اور جس طرح گرجر قوم کے نام پر گرجراترا اور اس کی شاخ ہیر کے نام پر "ہیراترا" پڑا اسی طرح سمہ گوجروں کے نام پر سماترا ہوا جسے بزبان انگریزی آجکل سماٹرا کہا جاتا ہے۔

یہی زمانہ ایران کے نام کے وجود میں آنے کا ہے ایران کی تاریخ میں زرتشت ۶۰۰ ق م میں پہلی ہستی ہے جس نے اپنے کو آریہ کہا۔ زرتشت کا نام پورانک دور کی قدیم کتابوں میں بزبان سنسکرت "جرتھشتر" لکھا ہے۔

ا۔ دیگر خاندانوں کی سندھ پر حکومت

گوجروں کے قبائل جاریجہ، جام، سمہ، سومرو اور بھاٹیہ وغیرہ یادو ونشی کہلاتے ہیں۔ آئین اکبری میں مرقوم ہے کہ :-

"ان کے مغرب میں ایک دوسرا خطہ ہے جس کو "کچھ" کہتے ہیں، یہ ملک ڈھائی سو کوس لمبا اور سو کوس چوڑا ہے۔ کچھ کے مغرب میں سندھ واقع ہے، اس ملک کا بیشتر حصہ ریگستان اور جنگل ہے گھوڑے کی ایک قسم بہت عمدہ پائی جاتی ہے کو عربی النسل خیال کرتے ہیں، اونٹ اور بکرے بھی عمدہ ہوتے ہیں یہاں کا حاکم "یادو" قوم کا ایک فرد ہے جس کے قبیلہ کو "جاریجا" کہتے ہیں، اس قوم کی فوجی قوت دس ہزار پیادوں پر مشتمل ہے۔

کچھ کے باشندے خوب رو، بلند قامت ہوتے ہیں اور لمبی داڑھی رکھتے ہیں، شہر "بہج" (بھوج) حاکم کا پایہ تخت ہے، جس میں دو قلعے ہیں جن کو جھارہ اور کنکوٹ کہتے ہیں گجرات سمت جانب جنوب ایک مشہور رئیس ہے جس کو "جام" کہتے ہیں یہ رئیس حاکم کچھ کا عزیز ہے ساٹھ سال کا عرصہ گذرا کہ جام راول نے ایک معرکہ میں جو دو ماہ تک جاری رہا شکست کھائی اور اپنے ملک سے آوارہ وطن ہو کر سورٹ میں وارد ہوا اور جیتوہ، بادہل، چارن اور تنبل کے ممالک کے درمیان سکونت پذیر ہوا۔

جام راول نے دیگر عمدہ شہروں پر قبضہ کر کے نوانگر آباد کیا، رئیس نوانگر سات ہزار سواروں اور آٹھ ہزار پیادوں کا حاکم ہے"

ملاحظہ ہو آئین اکبری حصہ اجلد ۲ باب سرکار احمد آباد وغیرہ

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ قبیلہ جاریجا اور جام یادو ونشی ہیں... الغرض جیسا کہ ہم گذشتہ ابواب میں ان خاندانوں کی مفصل تاریخ لکھ چکے ہیں کہ قبل مسیح میں صدیوں تک سندھ اور افغانستان پر یادو ونشی حکومت رہی، انہیں کے ایک خاندان (گوت) سیندھو نے اس عظیم الشان سلطنت کے جنوبی حصہ کا نام "سندھ دیش" رکھا تھا جسے آج سندھ کہتے ہیں اور جو ۱۹۳۵ء تک گجرات کا حصہ تھا، مصنف پریلس نے ۸۰ء میں ان کا تذکرہ اہلی مذکورہ علاقہ میں کیا ہے، ۵۰ء کے ایام میں پتنجلی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ گجرات میں اہیروں کی زبان۔ "اپ ہیرانشا" سنسکرت کی بگڑی ہوئی زبان ہے جسے ناخواندہ اہیروں نے دیہات میں رواج دے لیا ہے۔ اور وشنو پران میں درج ہے کہ اندھروں سے اہیروں نے حکومت چھین لی تھی ۱۸۱ء میں رودر بھوتی کو "پچھمی کھشترپ" (مغربی کھشتریوں) کا بہادر سپہ سالار تحریر کیا گیا ہے۔ ۲۰۰ء میں بھرت نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ گجرات کے اہیر کاشتکار "ہیروکتی" زبان بولتے ہیں اور لقبایا گوجر دیش بھاشا (سنسکرت) بولتے ہیں

۳۰۰ء میں الیشور سین اہیر کی حکومت شہر ناسک (دکن) تک تھی۔

۳۵۰ء میں سمدر گپت کے زمانہ میں اہیر اس کی حکومت کے مغرب میں رہتے تھے

۳۵۰ء میں سومنات کا مندر اہیروں کی زیر نگرانی تھا۔

۵۰۰ء میں اہیر مغربی ہندوستان میں خاص اعزاز کے مالک تھے۔

ماخوذ از گجرات اور اس کے علوم و فنون از کے۔ایم منشی

جاٹوں کی ابتداء

۵۰۰ء تا ۶۰۰ء میں دریائے سندھ کے تمام علاقہ کے گوجروں نے برہمن حکومت پر حملے کئے تو انہیں شمالی مغربی پنجاب میں "ہون" اور شمالی سندھ میں "جاٹ" نام دیا گیا (چندر کی سنسکرت گرامر) میں دونوں الفاظ بحیثیت قبیلہ آئے ہیں۔ سندھ میں قدیم خاندانوں نے حکومت وقت کو چین نہ لینے دیا اور وہ مستقل طور سے جاٹ کہلانے لگے۔

"جاٹ" گوجروں کے چند خاندانوں (گوتوں) کا مجموعہ ہے، اسی طرح ہونوں نے سیالکوٹ اور کشمیر میں حکومت قائم کی، ہون اور جاٹ شمالی مغربی علاقوں میں گوجروں میں شمار ہوتے ہیں اور یہ گوجروں کے دو گوت سمجھے جاتے ہیں، ہون تو خالص کشتان میں جو ہر جگہ گوجر پکارے جاتے ہیں البتہ جاٹوں کی تنظیم بعض علاقوں میں اب علیحدہ ہے۔

مغربی علاقہ میں اہیروں کی زیادہ تعداد کشمیر، سوات، ہنسیر، وادی کاغان اور سرحدی علاقوں میں ہے۔ ساتویں صدی ۶۳۵ء میں راجہ چچ برہمن نے جاٹ کہلانے والے گوجروں کو شمالی سندھ سے مکران کی طرف دھکیل دیا، جہاں انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی، اس حکومت کا آخری راجہ "موہنا" تھا۔

سندھ سے بھاگ کر جو جاٹ پنجاب کے شمال میں پہنچے وہ آج تک گوجروں میں شمار ہوتے ہیں اور جاٹ گوجروں کا ایک گوت سمجھا جاتا ہے

ابوشعری نے مغربی مکران کے ایرانی حاکم یزدگرد پر حملہ کیا تو قلعہ سوس کی لڑائی میں جاٹ یزدگرد کی طرف ہو کر لڑے اور شکست کھائی۔

(ملاحظہ ہو تاریخ مقریزی)

نوٹ:- عربی تاریخ میں لفظ "زط" آیا ہے جو تمام مورخین کے نزدیک لفظ "جٹ" ہے

۶۵۵ء میں مغیرہ ابو العاص بحرین کے راستے سے دیبل آئے اور مارے گئے۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری۔

۶۷۰ء میں عبداللہ نے جاٹوں پر مکران میں حملہ کر کے جاٹ راجہ موہنا سے حکومت چھین لی مگر عبداللہ گوجروں کے دار الخلافہ دیول پر حملہ کے دوران میں مارا گیا عرب فوج شکست کھا کر بھاگ گئی۔

۷۱۰ء میں بدیل نے دیول پر حملہ کیا۔ یہ بہادر سپہ سالار بھی لڑائی میں گوجروں کے ہاتھ سے مارا گیا اور عرب سپاہ شکست کھا کر بھاگ گئی۔

۷۱۲ء میں چوتھی مرتبہ محمد بن قاسم نے دیول پر حملہ کیا اس کی سپاہ کا انتظام یہاں تک مکمل تھا کہ سپاہیوں کے پاس سوئی دھاگہ تک تھا اور سرکہ میں بھیگی روئی تک ہمراہ تھی تاکہ تبدیلی آب و ہوا کا اثر تندرستی پر نہ پڑے، یہ سرکہ کھانے میں استعمال ہوتا تھا۔

محمد بن قاسم فتحیاب ہوا، دیول کا شہر صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا، ایک متنفس زندہ نہ بچا دیول کا گوجر راجہ مان سنگھ اور مکران کا جاٹ راجہ موہنا دونوں دیول کی لڑائی میں مارے گئے مولفہ نیند کمار ورما و نیز تاریخ مریادا کی دیوار میں ص۱۱۶ از جناب دیش راج بھاٹی

رحیم داد خان مولائی شیدائی نے اپنی تاریخ جنت السندھ کے ص۵۵ پر لکھا ہے "۸۱۶ع ۾ گوجر قوم جي راجه ناگ ڀٽ قنوج فتح ڪيو، گوجرن ٻن صدين تائين حڪومت ڪئي منجهن راجا ڀوڄ مشهور ٿي گذريو آهي" وغيره ص۵۶ "گوجرن جي هڪڙي شاخ تنور هئي جنهن دهلي ۾ پنهنجي حڪومت قائم ڪئي هئي پوءِ اجمير جي چوهان راجه بسلديو دهلي تي قبضو ڪيو عيسوي ۱۲ صدي ۾ ڏاڍي پرٿوي راج مشهور ٿي گذريو" وغيره ص۵۵ جو نوٽ "سندھ ۾ چنا الور يا جي سورج ونشي ڪُل مان هئا، جي ڪوهستان کان سواءِ ڪڇي ۾ سيوي تائين حڪومت ڪندا هئا، راٺوڙن جي نسل ٻيلي لاڙ ۾ ٿر تي حڪومت هئي"

ترجمہ "۸۱۶ء میں گوجر قوم کے راجہ ناگ بھٹ نے قنوج فتح کیا گوجروں نے دو سو سال تک حکومت کی ان میں راجہ بھوج مشہور گذرا ہے۔۔۔ (ص۵۶) گوجروں کی ایک شاخ تنور قوم تھی جس نے دہلی پر حکومت قائم کی تھی پھر اجمیر کے چوہان راجہ بیسلدیو نے دہلی پر قبضہ کیا عیسوی ۱۱ صدی کے قریب پرتھوی راج مشہور ہو گذرے ہیں۔ وغیرہ" (نوٹ ص۵۵ کا ترجمہ) سندھ میں چنا قوم الور جاٹ کے سورج ونشی خاندان میں سے تھی جو کوہستان کے سوا کیچھی (کلمان) سیوی تک حکومت کرتے تھے۔ راٹھوروں گوجروں کے قبیلہ نے بیلا سندھ و تھر پر حکومت کی تھی۔

شیخ غلام محمد نے مرات محمدی صفحہ نمبر ۱۳ میں تحریر کیا ہے کہ "لس بیلہ پر حکومت کرنے والا سول سنگھ گوجر تھا۔"

نوٹ:- مگر یہ حوالہ عربوں کے سندھ خالی کرنے کے بعد کا ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا۔
مولف گوجر

محمد بن قاسم نے ٹھٹھہ، سہوان، روہڑی اور برہمن آباد فتح کر کے شمالی سندھ کے برہمن راجہ داہر کو شکست دی۔ راجہ داہر لڑائی میں مارا گیا اس کے لڑکے جے سنگھ نے اسلام قبول کر لیا اس کی دو بہنیں خلیفۂ دمشق کے حرم میں مع ستر دوسری مستورات کے بطور سوغات بھیجی گئیں۔ آگے بڑھ کر محمد بن قاسم نے بھٹی گوجروں سے ملتان لے لیا۔

۷۱۶ء میں محمد بن قاسم واپس چلا گیا اور گوجروں کو نیست و نابود کر کے مندروں کی تمام جائیدادیں برہمنوں کو سونپ گیا اور نہ ان پر جزیہ لگایا گیا کیوں کہ انہوں نے غداری کر کے اپنے راجاؤں کو مروایا تھا جزیہ کی رقم صرف جاٹوں اور گوجروں سے وصول ہوتی تھی۔ ....
.... محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد یکے بعد دیگرے نئے عرب سپہ سالار سندھ میں آئے۔

۷۳۹ء میں سندھ کے علاقہ میں بمقام "نوساری" عربوں اور گوجروں میں خونریز جنگ ہوئی جس میں گوجروں کو شکست فاش ہوئی ہے۔[1]

عربوں نے چتوڑ پر حملہ کیا مگر باپا راول نے انہیں شکست دی، پھر عربوں نے اجمیر پر حملہ کیا مگر مانک رائے چوہان نے انہیں شکست دے کر علاقہ سے نکال دیا، اسی حملہ کے دوران کسی عرب نے قلعہ کی فصیل پر کھیلتے ہوئے تین سال کے شہزادے لوٹ لکمار کو تیر کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا، یہ صبح کا وقت تھا۔

مشرقی ریگستان کی طرف ناکامی دیکھ کر عربوں نے مالوہ کا رخ کیا مگر پنوار خاندان کے گوجروں نے شکست دے کر عرب فوج کے سپہ سالار کو مار دیا عرب سپاہ گرتی پڑتی سندھ پہنچی۔

ان شکستوں کو مشاہدہ کر کے سندھ کے جاٹوں نے ملک کی آزادی کے لئے از سر نو تلواریں سونت لیں راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ جس کا نام اب جے شاہ تھا وہ بھی ملک کی آزادی کے سوال پر جاٹوں سے مل گیا

---

[1] ملاحظہ ہو نوساری کا کتبہ۔ اس کتبہ کی اصل سنسکرت عبارت تاریخ گوجر حصہ پنجم میں مولف نے نقل کی ہے۔

جالٹوں اور برہمنوں کی لڑائیاں

راجہ ساہر سین برہمن

۵۲۵ء تا ۵۶۵ء

جس زمانہ میں بھٹنیر کے بھاٹیوں اور منڈور کے پرتہاروں میں جنگ کا آغاز ہوا روہڑی (شمالی سندھ) کے ایک بہادر برہمن ساہر سین نے شمالی سندھ اور بلوچستان کا مغربی حصہ و نیز موجودہ ریاست بہاول پور کے ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر کے آزاد حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ یہ تمام علاقہ بھاٹیہ خاندان کی حکومت میں شامل تھا مگر منڈور کے پرتہاروں نے بھٹنیر پر بھی قبضہ کر لیا تھا جو عارضی تھا مگر پھر بھاٹیوں میں اتنی قوت نہ رہی کہ وہ برہمنوں سے اپنا علاقہ واپس لیتے مگر مقامی گوجر عوام و سردار برہمنوں سے نبرد آزما ہوتے رہے انہیں کو برہمنوں نے جاٹ (غیر مہذب۔ باغی) وغیرہ تحریر کیا ہے۔ آخر ۵۶۵ء میں راجہ ساہر سین کا انتقال ہوا۔

راجہ ساہی رائے

۵۶۵ء تا ۶۲۶ء

راجہ ساہی رائے ایک بہترین راجہ تھا جس نے جالوٹوں کو دبا دیا اور اپنی بہترین پالیسی کے تحت ان کے سرداروں کو مغربی بلوچستان کی سرداری سونپ دی تاکہ وہ وہاں... ایرانیوں کی سرحدات پر لڑتے مرتے رہیں۔

راجہ ساہی رائے علوم و فنون کا دلدادہ تھا اس کے دربار میں علما و فضلا رونق پذیر ہوتے تھے، عاقل وزیروں میں مشہور وزیر رام سہا تھا۔ پورے اکسٹھ سال حکمرانی کر کے راجہ ساہی رائے کا انتقال ۶۲۶ء میں ہوا۔

راجہ رام سہائے

سنہ ۶۲۶ء تا ۶۳۰ء

راجہ سیاہی رائے کے انتقال پر اس کا وزیر رام سہائے تخت نشین ہوا، مگر اس کے ملازم سردار چچ برہمن نے اس کی بیماری میں سب امراء کو ختم کر کے خود روہڑی کے تخت پر قبضہ کر لیا صرف چار سال حکومت کرنے کے بعد راجہ رام سہائے کا انتقال ہو گیا۔

راجہ چچ برہمن

سنہ ۶۳۰ء تا ۶۷۴ء

راجہ چچ برہمن بہت سخت اور تند مزاج تھا خاص طور سے اس نے جالوٹوں پر مظالم کئے اور ان سے شمالی بلوچستان کا علاقہ لے کر انہیں مکران کی طرف پسپا کر دیا، حکومت میں جو جاٹ عوام تھے ان پر پابندیاں عائد کر دی گئیں، ان سے تمام زمینیں لے کر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ برہمن سرداروں کی ملازمت میں رہیں آخر ۶۷۴ء میں اس ظالم راجہ کا انتقال ہو گیا۔

راجہ داہر سین

سنہ ۶۷۴ء تا ۷۱۲ء

راجہ داہر سین کے زمانہ میں جاٹوں نے برہمن خاندان کا ناک میں دم کر دیا مگر وہ ہر مرتبہ مغلوب ہی ہوتے رہے اسی خانہ جنگی کے دوران عربوں کے مسلسل حملے جنوبی سندھ کی گوجر حکومتوں پر ہو رہے تھے آخر ۷۱۲ء راجہ داہر عرب سپاہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

راجہ جے شاہ

راجہ داہر سین کی موت کے بعد اس کا لڑکا جے سنگھ مسلمان ہو گیا، وہ تمام عمر مسلمان

رہا اور اس کی اولاد آجتک سندھ میں ڈاسری کہلاتی ہے گروہ اپنے ملک پر بیرونی قوموں کا اقتدار نہ دیکھ سکا اور ان کے مظالم نے اسے مجبور کیا کہ وہ بھنمال کے گوجر راجاؤں سے مدد کا طالب ہو، چنانچہ جیسا کہ مذکور ہوگا سندھ کو تھوڑے ہی عرصہ بعد آزاد کرا لیا گیا۔

*

خاندان چھاولہ کی حکومت

راجہ چوہل رائے

راجہ چوہل رائے بعد چتوڑ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو پانچویں صدی میں دبھی کہلاتے تھے، چوہل رائے نہایت جری و بہادر سپہ سالار تھا جو چھٹی صدی عیسوی میں سکیت (گجرات) کے علاقہ سے آیا تھا اس نے شمالی بلوچستان میں آکر حکومت کی بنیاد ڈالی تھی
راجہ چوہل رائے کی اولاد آئندہ چوہلہ کہلائی، چوہلہ کو آجکل چھاولہ بھی کہتے ہیں۔ انگریز مورخوں نے اسی کو چھاولہ اور جھاولہ بھی تحریر کیا ہے، سکیت موجودہ جھالاواڑ کے پاس ہی ہے۔

راجہ دیول رائے

چھاولہ خاندان میں ایک راجہ دیول رائے کا نام نوشتہ جات میں آتا ہے جس نے بلوچستان پر حکمرانی کی۔ دیول کی بندرگاہ کا نام اسی راجہ کے نام پر ہوا جو اس نے تعمیر کرایا تھا

راجہ بھومل رائے

راجہ بھومل رائے اسی خاندان کا مشہور راجہ تھا جس نے گندھار کے برہمنوں سے

جنگ کر کے ہیبوند (موجودہ مہمند) اور گلیہ (موجودہ گگیزئی) علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اسی راجہ کی اولاد آئندہ بھومٹر گوجر کہلائی۔

راجہ مومل سہائے یا مومل رائے

جس مومل سہائے کا تذکرہ شیخ غلام نے "مرات محمدی صفحہ نمبر ۱۳" میں کیا ہے یہ وہی راجہ ہے معزز مورخ نے اس راجہ کو ریاست لس بیلہ کا راجہ تحریر کیا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ خاندان مابعد زمانہ میں مختصر حکومت کا مالک رہ گیا ہو۔

اہم نوٹ مندرجہ بالا راجاؤں کے صحیح سنین کی اسناد نہ مل سکی سنین میں اختلاف کی وجہ سے ہم نے زمانہ کا تعین چھوڑ دیا ہے، ویسے.. راجاؤں کے حالات مؤلف گرجر نے بالترتیب تحریر کئے ہیں، درمیانی راجگان کے حالات مہیا نہ ہو سکے مشہور مورخ جنرل کننگھم نے بلوچستان پر چھاولہ خاندان کی حکومت کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی سے لے کر نوی صدی یعنی پورے تین سو سال تسلیم کیا ہے، کھشتریوں کے شاہی خاندان کی فہرست میں اس خاندان کو چھاولہ اور چھاولیہ تحریر کیا گیا ہے۔

سندھ پر عرب حملوں نے یا اتفاقیہ حالات نے گوجروں کو ایک متحدہ حکومت کے قیام کا موقعہ دے دیا۔ گوجروں کا وہ خاندان جس نے بنگال سے کابل اور خراسان تک اور نیپال سے جنوب میں دکن برار تک ایک عظیم الشان حکومت کی داغ بیل ڈالی پرتہار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

اُس خاندان کے جو کتبہ جات برآمد ہوئے ہیں ان کی تمامی نقول اسی تاریخ کے حصہ پنجم میں ہم تحریر کر چکے ہیں اس لئے تا کہ شائقین تاریخ کا ذوق تجسس تشنہ نہ رہے ان تمام کتبہ جات میں اس خاندان کے نامی گرامی افراد نے فخریہ طور پر اپنے کو گرجر تحریر کیا ہے۔ چنانچہ:-

Imperial Gurjaras ان تمام راجاؤں کو موجودہ مؤرخین بھی گوجر سلطنت کہتے ہیں...... اس باب میں ہر خاندان کے تذکرہ میں سنہ راجاؤں کا حال تحریر کیا گیا سب گوجر کی شہنشاہیت کے ہمعصر تھے۔

باب دوازدہم

گوجر شہنشاہیت

۷۲۷ء تا ۹۵۳ء

IMPERIAL GURJARS.—

727 A.D. TO 953 A.D.

خاندان پرتہار—!

گوجروں کے چار خاندان پرمار (پنوار)، پرتہار (پرتی ہار)، چلوکیہ (سولنکی) اور... چاہمان (چوہان) تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان خاندانوں کے یہ نام تاریخ میں ۵۰۰ء ق۔م میں نمودار ہوتے ہیں جب کہ یہ بالترتیب مالوہ، آبو، آندھرا اور گوونڈل کے علاقہ جات میں زمانہ قدیم سے حکمرانی کرتے تھے۔

یہ زمانہ بدھ مذہب کے عروج کا تھا، گوجروں کے دوسرے خاندان مثلاً گوتمی، ناگری، شاکیہ کشان (کشواہیہ) وغیرہ تاریخ قدیم میں شہنشاہ رہے مگران میں سے اکثر بلکہ تمام کے تمام بدھ مذہب کے پیرو تھے، جب ان خاندانوں کا عروج تھا مقدم الذکر خاندان مختصر علاقوں کے حکمران تھے۔ مگر مذکورہ بالا مقدم الذکر چار خاندان (مقدم الذکر) بدھ مذہب کے پیرو نہ تھے

اکثر برہمن بھی بدھ مذہب کے خلاف تھے چنانچہ برہمنوں جن سے مراد علماء و اہل قلم سے ہے ان چار خاندانوں کی تعریفات میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے اور ان کو "اگنی کل" (آتشیں خاندان) تحریر کیا گیا شاعرانہ تخیلات میں ان کا درجہ بھی بلند تسلیم کیا گیا مگر ان تعریفات پر معترض ہونے سے پہلے یہ سوچنا پڑتا ہے کہ ہر مذہب میں ایسی مثالیں ملتی ہیں مثلاً حدیثوں میں یہ حدیث وارد ہے کہ خلافت کا حق قریش کو ہے" اور "امامت صرف سیدوں میں رہے گی" چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ تمام خلیفہ قریشی ہی ہوئے اور تمام امام سید ہی ہوئے۔

بعینہٖ اگر ہمارے ملک کے علماء کرام نے گوجروں کی بابت تحریر کر دیا کہ دیوتاؤں نے انہیں اپنے ہاتھ سے آگ میں سے پیدا کیا تھا تو اس تعریف پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں کہ یہ شاعرانہ تخیل ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ان گوجروں نے بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے اور اجین، پٹنہ، نالندہ، یلگندل اور پشاور وغیرہ وغیرہ مقامات میں اس وقت علوم و فنون کی شمعیں روشن کیں جب تمام دنیا پر جہالت چھائی ہوئی تھی۔

اس باب میں "اگنی کل" کا استعارہ محض اس وجہ سے تحریر کیا گیا ہے کہ اس تعریف کے ضمن میں خاندانِ پرتہار بھی شامل ہے اور یہ واقعہ ۳۰۰ء ق۔م کا ہے جبکہ بدھ مذہب کو عروج ہو رہا تھا۔۔۔۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک اس تحریر کو ۳۰۰ء ق م میں تسلیم کیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم باب مالوہ۔) اس جگہ صرف خاندان پرمار کا تذکرہ ہے کیونکہ ۹۰ء ق م میں خاندان پرمار ہی عروج پر تھا۔ چار سو سال بعد جب بدھ مذہب کا زور رہا تو بقایا تین خاندان اسی تعریف میں آنے لگے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ۵۰ء ق م میں خاندان پرتہار قابل ذکر خاندان ہے، خاندانِ پرتہار کے گوجر راجہ اپنے ناموں میں لقب "آدی وراہ" استعمال کرتے تھے جس کے معنی "شیو کا مظہر" ہے۔

بھنمال کے پرتہار

کثرت استعمال میں عام طور سے صرف لفظ "وراہ" بولا جانے لگا اور مرورِ ایام سے یہی لفظ

نوٹ:- مسلمان بادشاہ بعینہٖ ظلِ سبحانی (خدا کا سایہ) کہلاتے تھے۔ مولف گوجر

"براہ" یا "برہ" ہو گیا چنانچہ علماء عام طور سے اس خاندان کو "پرتہار وراہ" کہتے تھے مگر عوام نے ان کو براہ یا برہ کہا چنانچہ مورخ جن سین نے ۸۳-۷۸۲ء میں بھی اس کو وراہ ہی کہا اور عرب مورخ بلاذری نے اپنی تاریخ "فتوح البلدان" کے صفحہ نمبر ۴۴۶ پر اسی کو "بہر میہ" لکھا ہے یہاں ہم قارئین کرام کو اس بحث و تمحیص میں نہیں ڈالنا چاہتے مختصر تجسم میں اس خاندان کے اکثر و بیشتر کتبہ جات درج ہیں جن سے اس خاندان کے گوجر پرتہار وراہ (براہ، برہ) اور کھشتری نسل ہونے کے بیّن شواہد مل جاتے ہیں، اس تاریخ کے مولف گوجر کو اپنی کم مائیگی کا اعتراف ہے کہ اس خاندان کی ابتدائی سلسلہ وار تاریخ مہیا نہ ہو سکی مگر گوجروں کے دوسرے ... خاندانوں کی تاریخ میں ان کا تذکرہ قدم قدم پر ملتا ہے اسی کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

چوہانوں کی تاریخ میں مذکور ہے کہ انہل راج چوہان کی رانی "مکتی دیوی" پرتہار خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور انہل راج چوہان کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح ہے۔

پنواروں کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی صدی قبل مسیح میں اجین کے گوجر اور منڈور کے پرتہار باہمی رشتہ دار تھے۔

منگل راؤ بھاٹیہ (۱۰۲ء تا ۱۶۴ء) نے ایک براہ راجہ سے دریائے گارا پر جنگ کی
رتن سین بھاٹیہ (بھٹی) ۳۶۷ء تا ۴۱۷ء نے براہوں کے خاندان میں شادی کی۔

۵۱۹ء میں پرتہار براہوں نے بھٹنیر پر قبضہ کیا۔ یہ براہ منڈور کے تھے۔

۵۵۳ء کا مندسور شہر سے برآمد شدہ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پربھاکر وردھن نے بھنمال کے گوجروں سے جنگ کی۔

۵۷۹ء کا ایک کتبہ تھر ریگستان میں اونتی کے علاقہ (موجودہ جودھپور) سے برآمد ہوا جو راجہ بھوگ پرتہار کا ہے۔

۶۰۰ء تا ۶۲۵ء بھنمال کے شہر پر ایک راجہ ویاگراہ مکھ پرتہار حکومت کرتا تھا

۶۲۸ء میں برہم گپت نے اپنی کتاب "برہم سدھانت" بھنمال کے گوجر راجہ پرتہار کے دربار میں تصنیف کی جو آج تک موجود ہے۔

۶۳۰ء تا ۶۴۵ء کے دوران چینی سیاح ہیون سانگ بھنمال کے دربار میں گیا جبکہ راجہ ویاگراہ مکھ پرتہار کا بیس سالہ لڑکا حکومت کرتا تھا۔ ہیون سانگ نے اس حکومت کو بہت لمبا لکھا ہے۔

دکن کے پرتہار

* کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ پرتہار خاندان کی حکومت پہلی دوسری صدی عیسوی میں دکن میں بھی تھی۔
* دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے شروع میں اس خاندان کا راجہ گوپال تھا
* ۲۲۴ء میں راجہ گوپال کے سپہ سالار تورمن پرتہار نے ایرن (موجودہ بھوپال) پر حملہ کیا اسی تورمن کی اولاد تومر کہلائی۔ جسے آج تنور کہتے ہیں۔
* ۲۸۵ء میں تورمن پرتہار کے بیٹے سورسین نے مشہور زمانہ قلعہ گوالیار تعمیر کرایا سورسین کی اولاد نے آئندہ اپنے کتبوں میں اپنے کو کشواہیہ تحریر کیا ہے۔
* ۹۳۳ء کا ایک کتبہ اسی تورمن پرتہار کی نسل کے ایک راجہ وجرومن کا ملا ہے جس نے اپنے کو کشواہیہ لکھا ہے۔

ماخوذ از شاہان گوجر مولفہ جناب محمد ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب مرحوم
" " تاریخ تبدیل کھنڈ از جناب دیوان بگھے بہادر مضبوط سنگھ
" " تاریخ از مسٹر وی۔ اے۔ اسمتھ وغیرہ وغیرہ ——

مندرجہ بالا حقائق سے تمام مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کشواہیہ، تومر اور پرتہار ایک ہی خاندان ہے۔

مولف گرجہ کہتا ہے کہ پرتہاروں نے اپنے کتبوں میں اپنے کو اکشواکو کی اولاد کہا ہے اور اپنے کو سورج ونشی بیان کیا ہے جو کش کی اولاد ہیں، دکن اور وسط ہند کی مقامی زبانوں میں "وایا" سے صفت نسبتی بتائی جاتی ہے، جیسے کش سے کشواہیہ راجہ گھور رائے کی اولاد "گھوریا" کہلائی، مگر شمالی ہند میں "ان" سے صفت نسبتی بتائی جاتی ہے مثلاً کلشہ رائے کی اولاد "کلشان"۔ کش کی اولاد "کشان"۔ بھوٹ راجہ کی اولاد "بھوٹان"، راجہ بنگ سے بنگال وغیرہ۔

لہذا ظاہر ہے کہ کشواہیہ اور کشان ایک ہی ہیں، تاریخ شاہان گوجر کے مولف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے، موجودہ ہون گوجر اپنے کو کشان کی شاخ تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے شجرہ جات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اور تاریخ سے بھی اس امر کی مزید

نیکی کا فرشتہ

جگدیو پنوار

جس زمانہ کا یہ واقعہ ہے اس زمانہ میں دھارا نگری پرمار (پنوار) گوجروں کا دارالخلافہ تھا۔ مہاراجہ اُدیا دتیہ نے ۱۰۵۵ء تا ۱۰۷۰ء حکومت کی ان کے دو رانیاں تھیں۔ ایک رانی بگھیل (گھیل) خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری کا تعلق خاندانِ سولنکی (چلوکیہ) سے تھا۔ بڑی رانی بگھیلی کے بطن سے رن دھول پنوار نے جنم لیا اور رانی سولنکی سے جگدیو پنوار پیدا ہوئے۔

راجکمار رن دھول بڑا تھا اس لیے کھشتری اصول کے مطابق وہ تخت نشینی کو اپنا حق سمجھتا تھا مگر جگدیو پنوار فنونِ حرب، انتظام سلطنت اور سیاسی صلاحیتوں میں اس پر فوقیت رکھتا تھا اس لیے مہاراجہ اُدیا دتیہ چاہتے تھے کہ حکومت کی باگ ڈور جگدیو پنوار کو سونپ دی جائے۔ جبکہ مہاراجہ بستر مرگ پر تھے

جب مہاراجہ کے اس ارادے کا پتہ رن دھول کو چلا تو وہ شش و پنج میں پڑ گیا آخر ایک دن ہمت کر کے وہ مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے بولا:۔

"مہاراج! (شہنشاہ) میں اپنا شک رفع کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

مہاراجہ:۔ "کہیئے ... اجازت ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ آپ کا ارادہ جگدیو کو حکومت سپرد کرنے کا ہے؟"

"تم نے صحیح سنا ہے۔"

"مگر مہاراج ... میں بڑا ہوں۔ گدی کا حق میرا ..."

مہاراجہ ایک دم درمیان میں بولے:۔

"ہاں ... بڑا ہونے کی وجہ سے حکومت تمہاری ہونی چاہیئے مگر یہ اصول قابلیت کے بھی ساتھ ہے — جگدیو میں ملکی و سیاسی صلاحیتیں تم سے زیادہ ہیں۔ قابل ترین شخص

ہی کو تخت زیب دیتا ہے۔ میں نے قوم وملک کے مفاد کو پیش نظر رکھکر یہ قدم اٹھایا ہے۔ میں اپنے ارادے میں اٹل ہوں ـــ تمہیں ہونے والے راجہ کی طرف سے دل میں کوئی بدظنی نہ.. رکھنی چاہیئے۔

"عالیجاہ! مہاراجہ ـــ مگر آپ کا یہ فیصلہ میرے لئے بے انصافی ہے۔"

"خوبی وصفات کی عزت وقدر کرنا کبھی بے انصافی نہیں ہوتا۔ جگدیو میں وہ تمام خوبیاں ہیں۔ جو ایک قابل حکمراں میں ہونی چاہیئں ـــ میں تم دونوں کو الگ الگ علاقوں کا انتظام... سونپ کر امتحان کر چکا ہوں اس لئے حکومت کا حق انصاف کی رو سے جگدیو کا ہے۔"

"مہاراج ـــ! میں آپ کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن یہ درخواست ضرور کروں گا آپ فیصلہ پر نظر ثانی کریں اور خوب سوچ سمجھ کر اپنا آخری فیصلہ دیں۔"

"میں نے خوب سوچ اور سمجھ لیا ہے اور میں تمہیں بھی خوب سمجھ چکا ہوں اب آگے سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"مہاراجہ!... اگر یہی بات ہے تو میں بھی ثابت کردوں گا کہ میرے اندر بھی مہاراجہ اُدیا دتیہ کا خون ہے۔"

یہ کہکر راجکمار رن دھول باہر نکل آیا۔

راجکمار رندھاول نے حکومت کے باغیوں میں ریشہ دوانیاں شروع کردیں اس نے علی الاعلان کہنا شروع کردیا کہ:-

"رندھاول کا حق صرف اس دن چھینا جاسکتا ہے جس دن اس کی تلوار میں زنگ لگ جائے گا۔ رندھاول اس دن چین سے بیٹھ سکتا ہے جس دن اس کے بازوؤں سے طاقت ختم ہوجائے گی۔ رندھاول اپنے حق سے اس دن دستبردار ہوگا جس دن گوجری خون اس کی رگوں میں ٹھنڈا ہوجائے گا۔"

اس کے ساتھیوں نے بھی اپنی جان قربان کردینے کا عہد کیا۔

مہاراجہ اُدیا دتیہ کو یہ باتیں سن کر نہایت غصہ آیا انہوں نے مہا سیناپتی (سپہ سالار اعلیٰ) کو بلاکر حکم دیا کہ رندھاول پر فوجکشی کی جائے ایسے نافرمان بیٹے کو میں ایک پل دیکھنا

نہیں چاہتا۔"

"مہاراجہ! فوج کشی کی کیا ضرورت ہے۔ زیادہ سے زیادہ رندھاول کے پاس اونتی کے ہزار پانچسو جوان ہوں گے مگر مہاراجہ منج اور مہاراجہ بھوج کے طفیل آج مہاراجہ آدیا دتیہ کے پاس چالیس ہزار لڑاکے پیل جوان اور سات سو ہاتھی ہیں۔ میں ابھی ایک فوجی دستہ کو بھیجتا ہوں جو رندھاول کو جا کر گرفتار کر لائے گا۔"

یہ کہہ کر سپہ سالار اعظم رخصت ہونا چاہتے تھے کہ جگدیو اندر داخل ہوا اور بولا:۔

"مہاراجہ! تخت نشینی کا فیصلہ آپ ہمارے اوپر چھوڑ دیں۔ آپ کو اس بارے میں تشویش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ آپ کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کو اس بارے میں زحمت دی جائے۔ یہ فیصلہ آپ ہم پر چھوڑ دیجیے۔"

مہاراجہ جگدیو کی یہ باتیں سن کر خوش ہوئے۔ انہوں نے جگدیو کو شاباشی دی اور کہا کہ مجھے تم سے یہی امید تھی کہ تم رندھاول کے پر غرور سر کو جھکا دو گے۔"

جواباً جگدیو نے کہا:۔

"پتاجی! آپ بے فکر رہیئے، میں رندھاول کا سر اس طریقہ سے خم کروں گا کہ وہ تمام زندگی اس کو اٹھا نہ سکے گا۔"

یہ کہہ کر جگدیو باہر نکل آیا۔

———— ✻ ———— ✻ ———— ✻ ————

جگدیو محل میں اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ ماں اپنے بہادر بیٹے کو آتا دیکھ کر خوشی سے اس کی لٹکتی تلوار کو دیکھ رہی تھی۔ جگدیو نے ماں کو سلام کیا اور کہا:۔

"ماں! مجھے اجازت دیجیے میں دھارانگری سے جا رہا ہوں۔"

"بیٹا! میں اجازت دیتی ہوں۔ گوجروں کے ایام لڑائی میں باہر ہی گزرتے ہیں خدا کرے تم کامیاب ہو کر جلدی واپس آؤ۔"

ماں نے دعائیہ جملے استعمال کیے۔

"ماں۔ میں واپس آنے کیلئے نہیں جا رہا ہوں۔"

جگدیو نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"کیوں۔ کیا بات ہوئی؟"

ماں نے اچانک سوال کیا۔

"کیا تم رندھاول کو گرفتار کرنے نہیں جا رہے ہو؟"

اس نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں"

جگدیو نے بلا جھجک جواب دیا۔

"کیوں"

ماں حیرت سے بیٹے کو دیکھنے لگی۔

"یہ کام مجھ سے نہ ہو گا"

جگدیو بغیر پس و پیش بولا۔

"کیا ڈر گئے۔ گوجری خون سرد ہو گیا"

ماں نے غیرت دلائی۔

"یہ بات نہیں ہے ماں۔

جگدیو نے جواب دیا

"پھر"

ماتا بولی

"رندھاول میرا بڑا بھائی ہے۔ میں اس کے لئے راجدھانی چھوڑ رہا ہوں میرے جانے کے بعد میرے باپ اور بھائی میں ویسی ہی محبت ہو جائیگی جیسی پہلے تھی۔

جگدیو نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا اور

مہارانی ماتا ایک دم چونکی

"جگدیو!۔ یہ بزدلی ہے۔ تم اپنی بزدلی چھپانے کیلئے مختلف بہانہ تلاش کر رہے

اس کی ماں گویا ہوئی۔

"نہیں ماں۔ یہ خیال بزدلی پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ قوم و ملک کا مفاد ہے"

جگدیو نے وضاحت کی۔

"مفاد! مفاد!! کیسا مفاد!!! تمام ملک و قوم تمہارے ساتھ ہے مہاراجہ...

سپہ سالار اعظم اور تمام گوجر فوج تمہاری ہے... تم ان سب کے مفاد پر لات مارنا چاہتے

کیا یہ لوگ ملک و قوم سے تعلق نہیں رکھتے۔ تمہارا ملک اور قوم کون سی ہے جس کے مفاد کے لئے تم رندھاول کو گرفتار نہیں کر سکتے۔"

ماں نے ایک سانس میں بہت سے سوالات کر ڈالے۔

"ماں! یہ ٹھیک ہے کہ تمام ملک میرے ساتھ ہے۔ مگر خاندانی اتحاد بھی تو کوئی چیز ہے جب ملک کے حکمراں اپنے خاندان میں اتحاد قائم نہ رکھ سکیں تو ملک میں بھی کبھی اتحاد قائم نہیں رکھ سکتے۔

جگدیو نے ماں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر اس نفاق کے تم ذمہ دار نہیں ہو۔ رندھاول نے نافرمانی کر کے اس اتحاد کو پارہ پارہ کیا ہے۔"

ماں نے قدرے خفگی سے جواب دیا۔

"ہاں۔! یہ غلطی رندھاول کی ہے مگر اس غلطی کے ازالہ کیلئے میں غلطی نہیں کر سکتا میرا مطلب اپنے خاندان، اپنی قوم اور ملک میں اتحاد ہے مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے

جگدیو نے ماں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"بیٹا! تمہیں رندھاول کی دھمکیوں سے ڈر لگ رہا ہے تم بزدلی کو فلسفہ کا لبادہ اڑھا چاہتے ہو۔"

ماں نے جوشیلی مگر طنز آمیز گفتگو کی۔

"ماں! میں تمام طعنے برداشت کر سکتا ہوں مگر مجھے ڈرپوک اور بزدل ہونے کا طعنہ نہ دے۔ میری تلوار نیام میں مچلنے لگی ہے اگر یہ باہر آگئی تو میدانوں میں سروں کے ڈھیر لگ جائیں گے۔"

وہ قدرے رکا اور اپنے جوش پر قابو پانے کے بعد پھر بولا:۔

"ماں! مجھے بزدلی کا طعنہ دے کر راستہ سے نہ ہٹا۔ ماں! یہ نہ بھول کہ میری رگوں میں تیرا خون گردش کر رہا ہے ... اس کو تو اچھی طرح سمجھ لے ماں کہ تیرا... جگدیو تیرے دودھ کی لاج ہر جگہ ایک آن کے ساتھ قائم رکھے گا!"

جگدیو کا چہرہ فرط جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔

"بیٹا! تم طاقتور ہو۔ تمہاری خوبیوں کی وجہ سے ہی عوام تمہیں تخت پر دیکھنا

چاہتے ہیں!"

ماں نے اپنے جذبات کے تحت سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ماں! صحیح معنوں میں طاقتور وہ ہے جس کی تلوار کے سایہ میں لوگوں کی عزّت اور ان کے سر محفوظ رہتے ہیں ۔۔۔ وہ سچا بہادر نہیں ہے جو اپنے بھائی اور اپنی قوم کا سر اتار لے ۔۔۔ ماں! ایسے بھی حکمراں ہوئے ہیں اور ہوں گے جنہوں نے اپنے ماں باپ کو مارا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے سر اتارے اور لوگوں کو وظیفے دیکر لکھوا لیا کہ یہ کام بھی مصلحت اور مفاد پر مبنی تھا۔ میں ان میں سے نہیں ہونا چاہتا۔ میں اس گناہ سے پناہ مانگتا ہوں۔

بیٹے نے ماں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"بیٹا! طاقت کا استعمال ملکی مفاد کیلئے بھی تو ضروری ہے!"

ماں نے جواب دیا

"ماں! طاقت کو بدمعاشوں، ڈاکوؤں، لٹیروں اور ملک پر حملہ آوروں کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہی ملکی مفاد ہے اس سے جی چرانا البتہ بزدلی ہے جگدیو اگر زندہ رہا تو وہ اپنی قوم کے نام پر بزدلی کا کلنک نہ لگنے دیگا ۔۔۔ ماں! بس اب مجھے.. اجازت دے!"

جگدیو جانے کیلئے بیتاب ہو رہا تھا۔

"بیٹا! اگر عوام اور خاندان کے لوگ تو یہی کہیں گے کہ جگدیو اپنی زندگی کے موہ محبت میں بھاگ گیا!"

ماں نے رنجیدگی کے ساتھ اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ماں! بس یہ فیصلہ خاندان والوں اور عوام پر چھوڑ دیجے یا پھر میری نیت اور خدا پر بھروسہ رکھیئے!"

جگدیو نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"بیٹا! مجھے خدا پر تو کامل بھروسہ ہے مگر تمہاری نیت پر شک ہے!"

ماں نے برجستہ جواب دیا۔

"ماں! وہ شک کیا ہے؟"

جگدیو نے سوال کیا۔

"یہی بیٹا کہ تم کہیں......"

"نہیں ماں... میں کہہ چکا ہوں اور پھر تمہیں وچن دیتا ہوں (عہد کرتا ہوں) کہ اگر زندگی رہی تو تم دیکھو گی یا سنو گی کہ جگدیو کمزور نہیں تھا مگر وہ طاقت کا استعمال صحیح معنوں میں کرنا جانتا تھا۔ اچھا ماں! اب اجازت دے۔"

یہ کہہ کر جگدیو نے اپنا سر ماں کے قدموں میں رکھ دیا ماں نے اسے اٹھا لیا۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو امنڈ پڑے۔ جگدیو کے دل پر لمحہ بھر کے لئے تفکرات طاری ہوئے۔ وہ ماں کی آنکھوں میں آنسو نہ دیکھ سکا اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر تلوار کے قبضہ پر گیا مگر ایک لمحہ بعد کچھ سوچ کر وہی ہاتھ دوسرے ہاتھ کے ساتھ مل گیا۔ ماں کو سلام کر کے جگدیو محل سے باہر آ گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دھارانگری سے نکل گیا۔

جگدیو پنوار دھارانگری سے چل کر کنتل دیش میں پہنچا اور وہاں کے راجہ پرمردی رائے کی فوج میں سپہ سالاری کا عہدہ حاصل کر لیا۔

جگدیو کی بہادری دیکھ کر سب لوگ خوش تھے خاص طور سے راجہ پرمردی رائے نے اپنے ملک میں ایک نیا انقلاب محسوس کیا۔ چاروں طرف ملک میں امن و اماں قائم ہو گیا چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ عادی مجرم ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ کنتل دیش پر آئے دن آس پاس کے راجہ مہاراجہ حملے کرتے رہتے تھے مگر جگدیو پنوار نے ان سب کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے۔

کئی سال اسی طرح گذر گئے۔ ایک مرتبہ مشرقی لاٹ علاقہ کی فوج نے بھیلوں کے ساتھ مل کر کنتل دیش پر حملہ کیا جگدیو پنوار اسی نواح میں تھا اور اس کے پاس صرف پانچسو ساٹھ جوان تھے مگر اس نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے اپنے ان پانچ سو ساٹھ بہادروں کو جوش دلا کر اس زور سے حملہ کیا کہ حملہ آوروں کے ہزارہا آدمی مارے گئے اور بقایا نے بھاگ کر جان بچائی۔ جب اس معرکہ کی خبریں راجہ پرمردی رائے کو ملیں تو وہ بے حد خوش ہوا۔ اس نے جگدیو پنوار کو دربار میں یاد کیا جب جگدیو آیا تو راجہ نے کہا۔

"نوجوان سپہ سالار! اپنی بہادری سے تم نے گوجر قوم کی آن رکھ لی۔ ہم تم سے بہت خوش

ہوئے آج جو چاہو گے وہی انعام پاؤ گے"!

"مہاراجہ! یہ میرا فرض تھا جو میں نے کیا۔ فرض کسی انعام کا غرض مند نہیں ہوتا"!

جگدیو نے فراخدلی سے جواب دیا۔

"بہادر سپہ سالار! انعام تو ہم ضرور تمہیں دیں گے۔ ہمارے دل میں جو عزت و قدر تمہاری بہادری کی ہے اس کے پیش نظر اب ہمیں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ ملک کی حکومت کا حق صرف تم کو پہنچتا ہے۔ تعجب ہے تم نے صرف پانچسو ساٹھ سپاہیوں کی مدد سے اتنی بڑی حملہ آور فوج کو ملک میں کیسے نہ داخل ہونے دیا۔ ہم نے سنا ہے کہ جب تم صبح سویرے سرحدی مقامات پر پہنچے تو تم عبادت میں مشغول تھے کہ تم پر دشمن نے حملہ کیا۔ بہادر! آئندہ احتیاط رکھنا لازم ہے"!

مہاراجہ نے قدر شناسی کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہاراجہ ہم راتوں رات چل کر سرحدی مقامات کے نزدیک پہنچے۔ سب آدمی مورچوں میں بیٹھ گئے۔ صبح کا سہانا وقت تھا تمام پرندے خدا کی حمد وثنا میں چہچہا رہے تھے۔ میں نے چشمہ میں نہا کر اس کے کنارے بیٹھ کر عبادت شروع کی۔ مجھے اپنا ہوش نہ رہا بعد میں مجھے تلواروں کی کھٹا کھٹ کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ عبادت ختم کر کے جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا میرے چاروں طرف حملہ ہو چکا تھا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھیوں نے حملہ آوروں پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ تمام کے تمام اسی کنارے پر مارے گئے۔ میرے سپاہیوں نے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے حملہ آوروں پر تیروں کی بارش کی۔ میں نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ تیر کی طرح گھوڑا پانی میں سے نکلا میرے پیچھے میرے بہادر سپاہی بھی آ گئے گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی دشمن ہزار ہا لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے"!

جگدیو نے مختصراً جنگ کی کیفیت بیان کی۔

ایک فوجی جتھہ دار بولا:۔

"مہاراجہ جب سپہ سالار اعظم جگدیو پنوار عبادت میں مشغول تھے تو دشمنوں نے ان پر تیروں کی بارش کی مگر تیر حسن اتفاق سے چاروں طرف زمین میں گڑ گئے اور سپہ سالار بال بال بچ گئے ہم فوراً گھاتوں میں سے نکلے اور دشمن پر ٹوٹ پڑے"!

"جگدیو! تم کس قسم کی عبادت کرتے ہو؟"!

مہاراجہ نے دریافت کیا۔

"مہاراجہ! میں شیو[1] کا پرستار ہوں۔"

جگدیو نے جواب دیا۔

"تعجب ہے جو شخص تلوار سے کھیلتا ہے۔ جس کے قدموں میں زمین پناہ مانگتی ہے وہ بھی کسی خیالی خدا کے آگے سر جھکاتا ہے۔"

مہاراجہ نے اظہار حیرت کرتے ہوئے جواب دیا۔

"مہاراجہ! سچی بہادری اور طاقت یہی ہے کہ انسان اس کے جائز استعمال کے لئے طاقت دینے والے کے سامنے اپنے کو حساب دینے والا سمجھے۔"

جگدیو برجستہ گویا ہوا۔

اس جواب سے راجہ بیرمردی رائے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے وزیر اعظم کو کہا کہ وہ فوراً حکومت کا نصف حصہ آزادانہ طور سے جگدیو کے حوالہ کرنے کے احکام تحریر کریں مگر جگدیو فوراً بولا:۔

"مہاراج! میں بہادری کی قیمت نہیں چاہتا۔"

اگلے روز فتح کی خوشی میں دربار عام منعقد کیا گیا راجہ نے شاہی خلعت جگدیو کے حوالہ کی رات کو شہر بھر میں چراغاں ہوا۔ شاہی دربار میں مجلس رقص و سرود گرم ہوئی۔ جگدیو نے ایک رقاص اور رقاصہ کے کمال کا مظاہرہ دیکھ کر وہ خلعت ان کی طرف پھینک دی۔ شاہی خلعت پیروں میں کچلی گئی۔ راجہ بیرمردی رائے نے اپنی توہین سمجھا اور کڑک دار آواز میں بولے:۔

"جگدیو! تم نے شاہی خلعت ناچنے والوں کو دے کر ہماری توہین کی ہے۔"

کھیل ختم ہو گیا، مجلس میں سناٹا چھا گیا ہر شخص کی زبان بند تھی۔

"مہاراج! میں نے خلعت ناچنے والوں یا ناچنے والیوں کو نہیں دی بلکہ میں نے فن کے سامنے اپنی خودسری کو نیچا کیا ہے۔ یہ خلعت پاکر میں خوشی محسوس کرنے لگا تھا میں نے

---

[1] شیو کے لفظی معنی۔ قادر مطلق کے ہیں۔ ہندو اعتقاد کے مطابق خدائے بزرگ و برتر ہمہ صفات کا حامل ہے ان صفات کی رعایت سے ہندو مذہب میں عبادتیں کی جاتی ہیں۔ کھشتری صرف شیو کے پرستار تھے۔ شیو خدا کی وہ صفت ہے جو طاقت عطا کرتی ہے۔ مولف

اس دنیاوی جاہ وجلال کو ترک کیا ہے؟"

جگدیو نے نڈر ہو کر جواب دیا۔

"اسی جاہ وجلال سے یہ علوم وفنون پیدا ہوتے ہیں۔ اگر شاہی جاہ وجلال نہ ہوں تو علوم وفنون بھی دنیا میں نہیں پنپ سکتے۔"

مہاراجہ کے کلام میں سختی تھی۔

"علوم وفنون کسی راجہ مہاراجہ کے غلام و لونڈی باندی نہیں ہیں۔ میں علوم وفنون کی... اقدار کے سامنے خلعت وسلطنت کو کوئی ترجیح نہیں دیتا۔"

جگدیو نے برجستہ جواب دیا۔

"جگدیو! تم نے ہماری توہین کی ہے، تم نے شاہی خلعت کو ذلیل کیا ہے اس کی سزا تمہیں ضرور دی جائے گی۔"

مہاراجہ نے اسی عالم خفگی میں جواب دیا۔

"مہاراجہ! میں نے آپ کی کوئی توہین نہیں کی۔ آپ مجھے خلعت دے چکے تھے اب یہ آپ کی نہ تھی۔ میں اسے فنون حرب کی توہین سمجھتا تھا۔ فن روپیوں اور خلعتوں سے نہیں خریدا جا سکتا۔ جگدیو ایک با اصول شخص ہے وہ بغیر انعام واکرام اور سلطنت کے بھی بہادر رہ سکتا ہے اسے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف دنیا کو یہ سکھانے آیا ہوں کہ طاقت کا استعمال کس طرح اور کس موقعہ پر کرنا چاہیے، یہی میری زندگی کا مقصد ہے"

جگدیو نے مہاراجہ کو سمجھانے کی کوشش کی

"جگدیو! تم نے اس ملک کی بہت خدمت کی ہے لہٰذا اسی خدمت کے پیش نظر میں... تمہیں ہر قسم کی سزا سے تو بری کر سکتا ہوں مگر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میری سلطنت سے ابھی نکل جاؤ۔"

مہاراجہ نے سختی کے ساتھ ساتھ تحکمانہ لہجہ اختیار کیا۔

"مہاراجہ! یہ تمہارا خیال ہے کہ میں نے تمہاری توہین کی ہے اور تمہیں مجھے سزا دینے کا بھی خیال آیا مگر افسوس کہ تم یہ کام نہ کر سکے اسی طرح تم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے ملک سے نکال دو۔ تمہیں اب یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ کنتل دیش کی نصف سلطنت میری ہے اور تمام فوج پر میرا قبضہ ہے۔ میری فوج میری وفادار ہے۔ میں اس ملک کا سپہ سالار اعظم ہوں۔ مگر

جگدیو دنیاوی جاہ وجلال کے مقابلہ میں انسانی اخلاق کی اقدار کا پرستار ہے!"

تھوڑی دیر کے لئے وہ رک گیا۔ دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سانس لینے تک کی آواز سنائی نہ دیتی تھی ہزاروں سر جھکے ہوئے تھے کہ جگدیو پھر بولا:-

"مہاراجہ! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جگدیو طاقت کا صحیح استعمال سکھلانے دنیا میں آیا ہے لہٰذا میں بذات خود اس مملکت سے جاتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ جگدیو کے پاس طاقت ہوتے ہوئے بھی اس نے طاقت کا استعمال غلط نہیں کیا۔"

یہ کہہ کر جگدیو دربار سے نکل آیا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر فوج میں پہنچا۔ فوجی جتھہ داروں نے کہا کہ ہم آپ کو ہرگز نہ جانے دیں گے تمام فوج آپ کی حمایت میں ہے آپ راجہ پرمردی رائے کو گرفتار کر کے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیں۔

جگدیو نے کہا کہ:-

"نہیں ہمیں ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اپنی غرض کے لئے طاقت کا استعمال کر کے اخلاقی اقدار کو الٹنا پلٹنا صحیح نہیں ہے — میں آپ لوگوں کو تلقین کرتا ہوں کہ اپنے ملک اور راجہ کے اسی طرح وفادار رہیں جس طرح میرے آنے سے پہلے تھے۔"

یہ کہہ کر جگدیو پنوار گھوڑے پر سوار مغرب کی طرف چل دیا۔ تمام جتھہ داروں اور فوجیوں کے دل بھر آئے وہ اپنے اس عبادت گذار اور سچے بہادر کی جدائی کا پتھر اپنے سینوں پر رکھنے پر مجبور ہوئے۔ آخر صبر وشکر اور وقت نے اس پتھر کو آہستہ آہستہ دور کر دیا مگر لوگوں کے دل میں جگدیو کی عزت دہ چند ہو گئی۔

جگدیو پنوار کنتل دیش سے سوراشٹر پہنچا اور رائے کھنگار کے یہاں راجہ کے حفاظتی دستوں کی سپہ سالاری اسے مل گئی۔ یہ جگدیو کے اخلاق وعادات اور نیک نیتی کا ثمرہ تھا کہ رائے کھنگار نے اسے حفاظتی دستوں کی کمان سونپ دی۔

جگدیو پنوار کو کئی سال گذر گئے کہ ایک عجیب وغریب واقعہ رونما ہو گیا۔ سوراشٹر میں ایک سردار کی لڑکی رانک دے کے مختلف پیغامات شادی کے آئے۔ لڑکی نے رائے کھنگار کو شرف قبولیت بخشا۔ جو امیدوار ناکامیاب ہوئے وہ انہلواڑہ کے

مشہور و معروف مہاراجہ سدھراج کے یہاں پہنچے اور رانکدے کے حسن کی تعریف کر کے مہاراجہ کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ اس سے شادی کا طالب ہو۔ مہاراجہ سدھراج بذات خود رانکدے کے پاس آئے اور اسے شادی کا پیغام دیا مگر رانکدے نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت بڑے مہاراجہ ہیں آپ کا مقابلہ رائے کھنگار سے نہیں ہو سکتا مگر میں نے اپنے رشتہ داروں کے سامنے رائے کھنگار کا پیغام منظور کر لیا ہے۔ آپ کا کوئی پیغام نہ تھا اب جو ہو چکا سو ہو چکا۔ گو میری شادی ابھی نہیں ہوئی مگر ہندوستانی لڑکی شوہر کا انتخاب ایک ہی مرتبہ کرتی ہے لہٰذا میرا خاوند رائے کھنگار ہو چکا ہے"۔

مہاراجہ سدھراج واپس لوٹے۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں رہے کہ میں اس شادی کا خیال چھوڑ دوں یا نہ چھوڑوں مگر رائے کھنگار کے دشمنوں نے اسے ابھار کر چھوڑا۔ آخر رانکدے کے حاصل کرنے کی ترکیب یہ نکالی گئی کہ رائے کھنگار پر چڑھائی کر دی جائے چنانچہ سدھراج ایک لشکر لے کر کچھ ہی دن بعد رائے کھنگار پر حملہ آور ہوا۔ رائے کھنگار کی سپاہ شکست کھا گئی۔

جب رائے کھنگار پر حملہ ہوا تو جگدیو نے اس وقت تک اپنے راجہ کی حفاظت کی جب تک وہ خود زخمی ہو کر نہ گر گیا۔ رائے کھنگار لڑائی میں مارا گیا اور جگدیو زخمی حالت میں گرفتار ہو گیا۔ مگر جگدیو کے عادات و اطوار نے اسے بہت جلد مہاراجہ سدھراج کی نظروں میں ایک صاحب عزت و قابل اطمینان آدمی بنا دیا۔

مہاراجہ سدھراج نے رائے کھنگار کی سلطنت پر قبضہ کر کے رانکدے کے پاس برائے سرکاری نگہداشت پیغام بھیجا اور ایک فوجی دستہ اور رتھ بھی بھیجا جو رانکدے کو رتھ میں بٹھا کر لے آئے۔

چنانچہ جب رانکدے آئی اسے الگ محل دیا گیا اور سدھراج نے اس محل پر حفاظتی دستہ کی کمان (سرداری) جگدیو پنوار کو سونپ دی اور کہا:-

"جگدیو! ہم نے تمہاری بہادری اپنے سابقہ راجہ رائے کھنگار کی حفاظت کرنے میں دیکھی۔ ہم نے تمہیں رات دن خدا کی عبادت بھی کرتے ہوئے پایا۔ تم صحیح معنوں میں ایک سچے بہادر ہو میں تمہیں رانکدے کی حفاظت کی ذمہ داری سونپتا ہوں آج سے اس کے محل پر تمہارا پہرہ رہے گا"۔

پنوار خاندان کا یہ سچا بہادر، اور خدا کا سچا عابد ومرتاض اپنے اس نئے فرض کی ادائیگی میں لگ گیا۔

رات بالکل سنسان تھی۔ آسمان بادلوں سے گھرا ہوا تھا کبھی کبھی کوئی بوند آسمان کے کے آنچل سے بچھڑ کر زمین پر آ گرتی تھی۔ رانکدے کے محل میں دھندلی سی روشنی تھی۔ صدر دروازہ پر جگدیو پنوار بذات خود تلوار لئے گھوم رہا تھا۔

وہ کبھی کبھار محل کی روشنی کو دیکھ لیتا تھا اور پھر اپنے خیالات میں محو ہو کر ٹہلنے لگتا کہ اچانک اس کے کان میں آواز آئی:۔

"جگدیو"

جگدیو کے خیالات منتشر ہو گئے اس کا ہاتھ ایک دم تلوار کے قبضہ پر گیا۔۔۔۔ پھر آواز نے بازگشت کی:۔

"جگدیو"

جگدیو نے تلوار نیام سے نکال لی اور آواز کی طرف چلا۔ دیکھا مہاراجہ سدھراج کھڑے ہیں۔۔ اس نے تعجب سے پوچھا:۔

"مہاراج!۔۔۔ آپ یہاں۔۔۔ اور ایسے وقت؟"

"ہم ایک بہت ضروری کام سے یہاں آئے ہیں اور اسی وقت رانکدے سے ملنا چاہتے ہیں!!"

مہاراجہ بولے۔

جگدیو کچھ نہ کہہ سکا۔

بادلوں میں بجلی چمکی ایک لمحہ کی روشنی میں جگدیو نے مہاراجہ کا چہرہ دیکھا مہاراجہ تو محل کے اندر چلے گئے مگر جگدیو کے دل پر مہاراجہ کے چہرہ اور آنکھوں کا مستقل عکس جم گیا جوں جوں وہ اس عکس کو دیکھنا چاہتا تھا توں توں اس کی آنکھیں پھٹی جاتی تھیں وہ بغیر پلک جھپکائے نیچی گردن کئے زمین کی طرف گھورتا رہا مگر اس کی آنکھوں کے سامنے مہاراجہ کا چہرہ تھا۔

ایشور کا یہ بھگت، خدا کا یہ سچا عبادت گذار نہ معلوم کیا سوچ رہا تھا کہ اس کے

کان میں آواز آئی :-

" جگدیو !.. جگدیو !!

ایسی آواز تو اس نے کبھی پہلے نہ سنی تھی۔ نہ معلوم کون اسے آواز دے رہا تھا۔ ہو سکتا ہے رانکدے نے اسے آواز دی ہو۔ نہیں ۔ یہ شک ہے، یہ کانوں کو دھوکا ہوا ___ مہاراجہ ایسے نہیں ہو سکتے ___ مگر چلنے میں کوئی ہرج بھی نہیں۔ وہ آہستہ آہستہ محل کی طرف کھسکتا ہوا چل دیا ___ اس کے کانوں میں اندر سے بلند آوازیں آنی شروع ہوئیں ___ مہاراجہ کہہ رہے تھے:-

" رانکدے ! جگدیو کو کیوں آواز دیتی ہو... میں مہاراجہ ہوں ___ ہم تم سے شادی کی رضامندی لینے آئے ہیں "

" مہاراج ! اب مجھے پتہ چلا کہ تم نے رائے کھنگار کو سیاسی وجہ سے نہیں مارا بلکہ مجھے اپنی حرم بنانے کیلئے تم نے یہ داؤں کھیلا ___ مگر مہاراجہ ! یاد رکھو ! میری مانگ میں تمہاری تلوار سے رائے کھنگار کا خون سیندور بن کر لگ چکا ہے۔ آریہ ورت کی لڑکیاں.. اور عورتیں صرف ایک خاوند کا منہ دیکھتی ہیں گو میں رائے کھنگار کو نہ پا سکی مگر دل سے تو وہ میرے ہو چکے تھے، اب تمام عمر میں ان کی یاد میں رووں گی، مگر مجھے تمہاری حرم بننا بالکل گوارا نہیں ___ بے غیرت ہیں وہ عورتیں کہ جو لوگ ان کے خاوند اور رشتہ داروں کو قتل کریں وہ انہیں کے گھر بسائیں "

رانکدے نے ایک لمبی چوڑی تقریر کی۔

" رانکدے ! تم بالکل غلط سمجھیں ___ ایک حکمراں دوسرے حکمراں پر ہمیشہ فوجکشی کرتے آئے ہیں۔

مہاراجہ رانکدے کو سمجھا رہے تھے۔

" مہاراجہ ! اگر شکست خوردہ حکمراں کی اولاد کو تو فاتح ان کے گھر وظائف بھیجتا ہے تاکہ ان کے نان و نفقہ کا بندوبست ہو سکے ___ ہمارے ملک میں یہ تو نہیں ہوتا کہ مفتوحہ حکمراں کی عورتوں پر فاتح قابض ہو جائے "

رانکدے نے مہاراجہ کی باتوں کی تردید کی۔

" مگر میں تو صرف تمہاری رضامندی لینے آیا تھا "

مہاراجہ نے اختصاراً کہا۔

"میرا آخری فیصلہ تا زندگی یہ ہے کہ میں اب رائے کھنگار کی وراثت کے بہانہ بھی یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ آپ نے مجھے امداد دینے کے لئے بلایا تھا جیسا کہ کھشتریوں کا دستور ہے۔"

رانکدے نے اپنی قطعی رائے ظاہر کر دی۔

"میں بھی تمہاری ذمہ داری لینے آیا ہوں ـــ اسی لئے میں شادی کا خواہشمند ہوں آپ ہاں کہہ دیجئے تاکہ صبح شادی کی لگن لی جائے۔"

مہاراجہ نے پھر اپنی تمنا ظاہر کی۔

"میں اب کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتی آپ میرے سامنے ایسی باتیں نہ کریں۔"

رانکدے نے ناگواری محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔

"رانکدے! تم جانتی ہو کہ کس سے باتیں کر رہی ہو؟"

مہاراجہ نے قدرے غصہ میں کہا۔

"تشریح فرمائیے۔"

رانکدے نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"میں مہاراجہ ادھیراج شہنشاہ اعظم سدھراج جے سمھ ہوں۔"

مہاراجہ نے نخوت سے جواب دیا۔

"بالکل غلط۔"

رانکدے نے بغیر خوف محسوس کئے ہوئے جواب دیا۔

"میں تمہاری زندگی میں سورج بن کر آیا ہوں اور تم ایک غروب ہوئے ستارہ کی یاد میں مبتلا ہو۔"

مہاراجہ نے رانکدے کے جواب کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"میرے سامنے اب کوئی مہاراجہ نہیں ہے ایک نفسانی خواہشات کا مجسمہ ہے آپ سورج ہوں یا چاند ـــ مجھے اس کی مطلق پرواہ نہیں ہے ـــ اگر رائے کھنگار ایک ستارہ تھا تو ستارہ اور سورج کا میل کبھی نہیں ہو سکتا یہ دونوں ایک دوسرے کو ختم کر کے ہی چمکتے ہیں۔"

رانکدے غصہ میں بھر کر بولی۔

رانکدے نے غصہ سے بے خود ہو کر جواب دیا۔

" رانکدے! جوش وجذبہ میں نہ آؤ۔ تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا، تم نے ایک مہاراجہ کی بے عزتی کی ہے "

مہاراجہ نے دھمکی آمیز الفاظ استعمال کئے۔

" میں بہادر گرجر مہاراجہ سدھراج جے سمھ کا نام ہمیشہ فخر سے لیتی تھی، وہ ملک کی آن تھا اس سے گجرات کی شان قائم تھی مگر آج میرے سامنے جو شخص کھڑا ہے مجھے اس سے سخت نفرت ہے۔ یہ شخص انسانیت کی لاش ہے۔ یہ آدمیت کا جنازہ ہے۔ ایسا آدمی حکمراں نہیں کہلا سکتا جو مفتوحہ لوگوں کی بہو بیٹیوں کو لونڈی باندی اور اپنی حرم بنانا ہو۔ یہ شخص گرجر قوم پر کلنک ہے..... یہاں سے ابھی نکل جاؤ ورنہ........"

رانکدے غصہ سے بے خود ہو کر کانپنے لگی۔ اور یہ کہکر رانکدے کھونٹی پر لٹکی تلوار اٹھانے بڑھی مہاراجہ نے بڑھکر اس تلوار کے اپنی تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے تلوار ٹوٹ کر زمین پر گری کھونٹی پر صرف قبضہ ٹنگا رہ گیا۔ رانکدے نے مہاراجہ کا غصہ دیکھا وہ ڈر گئی اس کے منہ سے بیساختہ نکلا:۔

" جگدیو! جگدیو!! "

بہادر فرض شناس پنوار کمرے میں ننگی تلوار لئے داخل ہوا۔ رانکدے بولی:۔

" جگدیو!۔ انہیں کمرے سے باہر لے جاؤ "

" جگدیو! ہمارے سامنے تمہاری یہ ہمت؟ کیا اسی کا نام اپنے آقا کی وفاداری ہے؟"

مہاراجہ نے گرجکر کہا۔

" اگر کوئی خادم اپنی جان کی پرواہ نہ کرکے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرے تو یہ سچی.. وفاداری ہے "

جگدیو نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

" کیا مطلب؟ "

مہاراجہ نے وضاحت چاہی۔

" مطلب صاف ہے۔ مہاراجہ سدھراج نے مجھے رانکدے کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہے میں اپنی جان دے کر بھی اس کی حفاظت کروں گا "

جگدیو نے وضاحت کی۔

"لیکن مہاراجہ سدھراج میں ہی تو ہوں۔"

مہاراجہ نے جواب دیا۔

"آپ مہاراجہ سدھراج کبھی نہیں ہو سکتے۔ ایک گوجر راجہ کبھی ایسا نہیں ہو سکتا، گوجر کبھی ظالم نہیں ہو سکتا۔ گوجر تو مظلوم کا حامی ہوتا ہے۔ اس ملک میں اور بھی قومیں آباد ہیں۔ گوڑ، اٹکل، کیرل، ہوئسل، بھیل، دراوڑ، بھوٹ، پٹھین وغیرہ وغیرہ۔

مگر ان سب میں گوجر قوم کا اعزاز یہی ہے کہ وہ اپنی رعایا کی بھلائی کیلئے اپنے کو مٹا دیتے ہیں ان کی عورتیں ناموس کی حفاظت میں جل کر مر جاتی ہیں۔ اس قوم کے مرد تلواروں کی چمک پر مر مٹتے ہیں۔ یہ قوم دنیا میں برائیوں کا خاتمہ کرنے کیلئے وجود میں آئی تھی اور آج تک مہاراجہ سدھراج اس کسوٹی پر پورے اترے ہیں۔ ان کی شرافت کی دور دور تک دھوم ہے۔ غربا و مساکین علماء و فضلاء ان کے دربار سے انعامات کی جھولیاں بھرتے ہیں ... نہیں ... نہیں ... آپ وہ گوجر نہیں ہیں۔"

جگدیو نے اپنی تقریر سے مہاراجہ کو مبہوت کر دیا۔

"جگدیو! تلوار کو نیام میں کرو۔ آپے سے باہر نہ ہو۔ تم اپنے فرض کو بھول رہے ہو جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟"

مہاراجہ نے جگدیو کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"نتیجہ؟"

جگدیو نے طنزاً کہا۔

"ہاں۔ نتیجہ۔"

مہاراجہ نے پھر جملے کی تکرار کی۔

"مہاراجہ! جگدیو اصول کا پابند ہے۔ وہ اصول کیلئے نتیجہ کو تلوار پر چھوڑتا ہے اور میرا فرض۔ میرا فرض اس وقت رانکدے کی حفاظت ہے آپ میری لاش دیکھ سکتے ہیں مگر میرے اصول کی لاش نہیں دیکھ سکتے۔"

جگدیو نے بے خوف ہو کر جواب دیا۔

"جگدیو! آقا کے ساتھ لڑائی!!"

درمیان میں رانکدے سے بولی۔

"یہ آقا اور خادم کی لڑائی نہیں بلکہ فرض اور بیوفائی، آن اور تذلیل کی لڑائی ہے۔ مہاراجہ سدھراج اس وقت یہ بھول چکے ہیں کہ گرجر خون روپیہ پیسہ سے نہیں خریدا جا سکتا۔ گرجر کے سامنے کبیر کا خزانہ اور زمین و زماں کی دولت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ فرض کی گرمی سے اسے راحت ملتی ہے۔ فرض گرجر کی جان ہے اسی فرض کو میں پورا کر رہا ہوں۔"

مہاراجہ کی طرف سے بے نیاز ہو کر جگدیو نے رانکدے کا جواب دیا۔

"جگدیو! تم میرے لئے اپنی جان کی بازی لگا رہے ہو.. میں خود اپنی حفاظت کر سکتی ہوں، میں زہر کھا کر مر جاؤں گی ۔ میں ستی ہو جاؤں گی، مگر تم میرے لئے اپنی جان کی محبت نہ چھوڑو۔"

رانکدے نے جگدیو کو سمجھانا شروع کیا۔

"بہن رانکدے! تم غلط سمجھی ہو ۔ یہ تمہارا سوال نہیں ہے یہ تمام گرجر قوم کا سوال ہے۔ گرجر قوم کی آن خطرے میں پڑ رہی ہے۔ گرجر قوم کی عظمت پر پانی پھیر رہا ہے ۔ یہ تمام عورتوں کی عزت و حفاظت کا سوال ہے۔ سدھراج نے آج گرجر قوم کی تاریخی عظمت کو مٹی میں ملانے کی خواہش کی ہے۔ میں جیتے جی گرجر قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ نہ لگنے دوں گا ۔ بہن! میرے راستے سے ہٹ جاؤ میں نے کئی گرجر راجاؤں کا دماغ صحیح راستے پر لگایا ہے اب مہاراجہ سدھراج بھی اپنے حوصلے نکال سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر جگدیو نے بائیں ہاتھ سے رانکدے کو ایک طرف کیا اور تلوار سونت لی

"ہیں.... یہ کیا.... مہاراجہ نیچی گردن کئے کھڑے تھے انکے دل پر گرجر قوم کی عظمت کا سوال بجلی بن کر گرا ان کے ہاتھ میں لرزش پیدا ہوئی اور تلوار چھوٹ کر گر پڑی وہ بولے۔

"جگدیو! تم نے آج مجھے عام انسان سے بلند کر کے گرجر بنا دیا ہے۔ ہم اپنے بلند اخلاق و عادات کی وجہ سے تمام کھشتریوں میں ممتاز ہونے کی وجہ سے ہی گرجر کہلاتے ہیں۔ میں تمہارے حوصلے، بہادری اور قوم سے محبت کی قدر کرتا ہوں

تم نے گرجر قوم کی عظمت کو دھبہ لگنے سے بچا لیا ہے۔"
مہاراجہ نے شرمساری کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔
اب مہاراجہ رانکدے کی طرف سر جھکائے ہوئے گویا ہوئے:۔
"رانکدے ہم اپنے ارادے سے پشیمان ہیں، مجھے امید ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گی ۔۔۔ سدھراج کے مردہ جسم میں گرجر روح آگئی ہے۔"
رانکدے مہاراجہ کے قدموں میں گر پڑی اور بولی:۔
"مہاراج! انسان غلطیوں کا پتلا ہے وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے تمام عمر گرتا پڑتا ہے مگر سچا پچھتاوا اور توبہ بھی انسانیت کا جوہر ہے آپ بلاشک وشبہ "دھرتی کے دیوتا" ہیں۔"
"نہیں رانکدے میں اس اعزاز کے قابل نہیں۔ گرجر قوم کی یہ ہستی "جگدیو" بےشک دھرتی کا دیوتا اور نیکی کا فرشتہ ہے۔"
مہاراجہ نے ندامت آمیز لہجہ میں کہا۔
جگدیو نے تعظیم سے مہاراجہ کے سامنے سر جھکا کر کہا:۔
"آقا! ایسا نہ کہیئے میں گنہگار اس قابل نہیں ہوں۔"
"جگدیو! ہم تمہاری تعریف کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تمہارا نام گرجر تاریخ میں امر (زندہ جاوید) رہے گا۔ ہم اس امر میں اپنا خون ملانا چاہتے ہیں۔ کہو کیا تمہیں منظور ہے؟"
گرجر شہنشاہ بولے۔
"مہاراج! میں سمجھا نہیں۔"
جگدیو نے سادگی سے جواب دیا۔
"ہم اپنی راجکماری کی شادی تمہارے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔"
مہاراجہ نے حرف مدعا بیان کیا۔
پنوار خاندان کے بہادر گرجر جگدیو نے شرما کر سر جھکا لیا مگر رانکدے نے مہاراجہ سے کہا:۔
"مگر مہاراجہ! جگدیو تو شادی شدہ ہے۔"
"کوئی فکر نہیں کھشتریوں کی ایک سے زیادہ شادی جائز ہے۔ مہاراجہ دشرتھ

کی تین رانیاں کوشلیا، سومترا اور کیکئی تھیں ــــ مہاراجہ ارجن پانڈو کے بھی تین رانیاں دروپدی، الوپی اور سوبھدرا تھیں۔

سوبھدرا شری کرشن کی بہن تھیں انہوں نے اس وقت ان کی شادی ارجن سے کی تھی جب کہ ارجن پہلے سے شادی شدہ تھے!!

مہاراجہ سانس لینے کیلئے رکے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر گویا ہوئے۔

"ہاں ــــ البتہ ہم اپنی بیٹی ویرمتی سے اجازت ضرور لیں گے اور ہماری اپنی بیٹی ہماری مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتی اس کی اور ہماری مرضی کبھی دو نہیں ہوسکتی۔

ـــــ ـــــ ـــــ ـــــ

اگلے روز جگدیو کی پہلی رانی ویرمتی سدھراج کو کہہ رہی تھی:۔

"میں گوجر شہنشاہ سدھراج اعظم کو اپنا باپ بنانے میں سعادت اور خوش نصیبی سمجھوں گی!!

ـــــ ـــــ ـــــ ـــــ

ایک ماہ بعد گوجر دار الخلافہ انہلواڑہ چراغاں سے جگمگا رہا تھا۔

جگدیو کی بارات جا رہی تھی

ـــــ ـــــ ـــــ ـــــ

خاندانِ پنوار میں جگدیو سے پہلے صد ہا راجگان ہوچکے ہیں اور آج پنوار خاندان کی کم وبیش تنلو کے قریب شاخیں ہیں مگر اس خاندان کا ہر شخص آج تک صرف جگدیو کو اپنا مورث اعلیٰ سمجھتا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

"اچھے آدمیوں کو سب اپنا بزرگ مانتے ہیں مگر برے کو کوئی نہیں پوچھتا"

مؤلف گوجر کہتا ہے:۔ اچھے آدمیوں کی ہی نسل چلتی ہے بروں کی جڑ کٹ جاتی ہے یعنی اچھے آدمیوں کا ہی نام دنیا میں روشن رہتا ہے۔

لکشمن دیو!

سنہ ۱۰۷۰ء تا سنہ ۱۰۹۴ء

ناگپور پرشستی سے پتہ چلتا ہے کہ لکشمن دیو کو رند بھاول بھی تحریر کیا جاتا ہے یہ راجہ جگدیو پنوار کا سوتیلا بھائی تھا جس کا مختصر واقعہ اسی حصّہ میں ضبط تحریر میں لایا جا چکا ہے

الغرض اس راجہ نے اپنا بہت سا علاقہ دوبارہ حاصل کیا۔ اسی راجہ کے زمانہ میں محمود غزنوی کے پوتے ابراہیم بن مسعود . . . نے مالوہ پر حملہ کیا لیکن لکشمن دیو نے غزنویوں کو مار بھگایا۔

اس شکست کے بعد غزنویوں نے لاہور سے از راہ دوستی بہت سے عمدہ گھوڑے بھیجے مگر لکشمن دیو نے انہیں واپس کر دیا۔

لکشمن دیو کا انتقال سنہ ۱۰۹۴ء میں ہوا

راجہ نرورمن — !

سنہ ۱۰۹۴ء تا سنہ ۱۱۳۳ء

لکشمن دیو پر راجہ کرن آف انہلواڑہ نے حملہ کی سوچی تھی لیکن اس کے وزیر نے اسے منع کر دیا۔ لکشن دیو کے انتقال پر نرورمن مالوہ (دھارا) کے تخت پر بیٹھا اور اس نے انہلواڑہ پر حملہ کر کے اس وقت فتح پائی جب کہ وہاں صرف ایک حاکم شانتو نام کا تھا اور راجہ جے سمہ انہلواڑہ اور اس کی ماں منال دیوی سومنات کے درشن کو گئی تھیں۔ واپسی پر رانی اور اس کے بیٹے نے اپنا دار الخلافہ راجہ نرورمن سے بلا چون وچرا واپس لے لیا۔

راجہ یشو ورمن

سنہ ۱۱۳۳ء تا سنہ ۱۱۴۲ء

سنہ ۱۱۳۵ء میں اس پر انہلواڑہ کے راجہ جے سمہ (سدھراج) نے شاکمبھری کے اثوراج چوہان اور ندول کے راجہ آشاراج چوہان کو ساتھ لے کر حملہ کیا۔ دھارا فتح ہوگیا اور اس کے قلعوں پر جے سمہ کا جھنڈا لہرانے لگا۔

جے سمہ چاہتا تھا کہ یشو ورمن کو قتل کر دیا جائے لیکن وزیر منجل کے کہنے پر اس کی جان بخشی ہوگئی اور اسے انہلواڑہ تک جے سمہ اپنے پیچھے ہاتھی پر بٹھا کر لے گیا جہاں کچھ دنوں بعد اسے سرداری مل گئی۔

یشو ورمن ۱۱۴۲ء میں "کلی سندھو" پر حکومت کرتا تھا "کلی سندھو" کا مختصر علاقہ مالوہ کا ہی حصہ تھا۔ کھشتری راجگان اپنے مغلوب دشمنوں کو اکثر و بیشتر معاف کر دیتے تھے اسی رحمدلی کے نتیجہ میں یشو ورمن، راجہ جے سمہ کا ایک ماتحت سردار ہوگیا۔

راجہ جے ورمن یا اجے ورمن۔!

سنہ ۱۱۴۲ء تا سنہ ۱۱۴۴ء

جے ورمن اپنے باپ یشو ورمن کے انتقال کے بعد مقامی سردار ہوا یہ یشو ورمن کا بڑا لڑکا تھا دو سال حکومت کرنے کے بعد اس کا انتقال ہوگیا اس نے اپنا دار الخلافہ وردھمان پوری بنایا۔

لکشمی ورمن

سنہ ۱۱۴۴ء تا سنہ ۱۱۶۰ء

جے ورمن کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی لکشمی ورمن سریر آرائے تخت ہوا

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہ ہو سکی کمارپال سولنکی نے اس کا علاقہ بھی چھین لیا۔

جگدے کمل چلوکیہ

سنہ ۱۱۶۰ء تا سنہ ۱۱۷۵ء

مالوہ میں ایک اور راجہ جگدے کمل چلوکیہ کا نام ملتا ہے جس کا سپہ سالار... ہوئسل خاندان کا بلال نامی تھا۔ یہ جگدے کمل کلیانی کا راجہ تھا۔

کمارپال سولنکی نے جگدے کمل اور اس کے سپہ سالار کو ایسی شکست فاش دی کہ مالوہ سے اس کا اقتدار ختم کر دیا۔

کمارپال سولنکی نے پھر قدیم مالوہ کو چار حصوں میں تقسیم کر کے اپنے نئے سرداروں کو سونپ دیا۔

ہریش چندر

سنہ ۱۱۴۴ء تا سنہ ۱۱۷۸ء

لکشمی ورمن کے سپہ سالاروں میں ہریش چندر سنہ ۱۱۴۴ء تا سنہ ۱۱۶۰ء اس کی مدد کرتا رہا۔ راجہ متذکرہ بالا کے انتقال پر ہریش چندر ایک مختصر علاقہ کو دبا بیٹھا اور مزید اٹھارہ سال حکمرانی کرتا رہا۔

اودھے ورمن

سنہ ۱۱۷۸ء تا سنہ ۱۱۸۳ء

ہرلیش چندر کے انتقال پر اودھے ورمن تخت نشین ہوا اور اس نے اپنے علاقہ کو وسعت دی۔ اس نے بھوپال کا کچھ حصہ بھی فتح کیا اور ہوشنگ آباد میں بھی فتح حاصل کی

وندھیا ورمن

سنہ ۱۱۸۳ء تا سنہ ۱۱۹۵ء

اودھے ورمن کے انتقال پر وندھیا ورمن تخت پر بیٹھا اس کے زمانہ میں سولنکی راجگان کمزور ہو چکے تھے لہٰذا اس نے دوبارہ مالوہ پر چڑھائی کر کے اسے پورے طور سے اپنے قبضہ و اقتدار میں کر لیا۔

سبھات ورمن

سنہ ۱۱۹۵ء تا سنہ ۱۲۱۰ء

یہ راجہ قطب الدین ایبک کا ہمعصر تھا۔ قطب الدین نے گجرات پر حملہ کیا لیکن سبھات ورمن کی قوت نے اسے مالوہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ کرنے دی۔ اسی زمانہ میں اس نے لاٹ فتح کیا اور نہلواڑہ پر بھڑوچ کے سبھ چوہان کے ساتھ مل کر فتح پائی۔ مگر یہ فتح عارضی ثابت ہوئی۔ سبھات ورمن نے پنواروں کی طاقت کو مالوہ میں دوبارہ زندہ کر دیا۔

سبھات ورمن نے سنہ ۱۲۱۰ء میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اپنے زمانہ حکومت میں اس نے عوام کو کافی آرام پہنچایا اور اپنی اسی بے لوث خدمت سے وہ مقبول ہوا۔

ارجن ورمن

سنہ ۱۲۱۰ء تا سنہ ۱۲۱۶ء

اس نے جے سمھ سولنکی کو شکست دی اور اس کی لڑکی سے شادی کی۔ اس کے زمانہ میں مالوہ میں دوبارہ علوم و فنون کے دریا جاری ہوئے۔ یہ راجہ خود عالم تھا اور عالموں کی قدر کرتا تھا۔ اس پر دیو گری کے یادو سنگھن نے حملہ کر کے اسے مار دیا۔

دیوپال

سنہ ۱۲۱۶ء تا سنہ ۱۲۴۳ء

دیوپال پر التمش نے سنہ ۱۲۳۳ء میں حملہ کیا۔ اس حملہ میں گوجروں نے داد مردانگی دی اور حملہ آوروں کے پیر مالوہ میں نہ جم سکے۔ اس کے ماتحت خاندیش بھی تھا۔

جیت دیو

سنہ ۱۲۴۳ء تا سنہ ۱۲۵۶ء

اس راجہ کے زمانہ میں دلی کے مسلمان حکمرانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تاہم وہ مالوہ کو فتح نہ کر سکے۔

جے ورمن ثانی

سنہ ۱۲۵۶ء تا سنہ ۱۲۸۵ء

اس راجہ کے زمانہ میں علاءالدین خلجی نے متعدد حملے کیے لیکن اپنے مقصد میں

کامیاب نہ ہوا۔

جے سنگھ ثانی

۱۲۸۵ء تا ۱۳۱۰ء

اس راجہ کے دور میں بھی علاؤالدین نے سلطنت مالوہ پر پیہم حملہ کرکے آخرکار اس سلطنت کو ختم کردیا۔ تاریخ فرشتہ سے واضح ہوتا ہے کہ عین الملک زبردست فوج کے ساتھ بہر مقابلہ روانہ ہوا چنانچہ معرکہ کارزار میں اس راجہ نے دل کھول کر مقابلہ کیا اور اس نے اپنا پورا خاندان ختم کرا دیا۔

۱۰ ربیع الاول کو اجین، دھارا، منڈو اور چندیری مفتوح ہوا۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۹

آریہ ورت کی تاریخ میں جو تسلسل صحیح اسناد کے ساتھ خاندانِ پنوار یا راجگانِ مالوہ کے بارے میں ملتا ہے وہ دنیا کی تاریخ میں بے مثال ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں کسی خاندان نے دو ہزار تین سو سال حکمرانی نہیں کی۔

گزشتہ ابواب میں ہر زمانہ کی تاریخ کے ساتھ ہم اس خاندان کا تذکرہ کرتے آئے ہیں وہ سلطنت جس کی داغ بیل دھن جی نے ۹۲۷ء قبل مسیح میں ڈالی تھی وہ آخرکار ۱۳۱۰ء میں ظالم ہاتھوں نے ہمیشہ کیلئے ختم کر دی۔

مالوہ کے پنوار علم دوست تھے اس کی علمی قابلیت کے بارے میں صدہا کتابیں تذکرے موجود ہیں۔ علوم و فنون کا کوئی شعبہ ایسا نہیں بچا جس کو اس خاندان نے ترقی نہ دی ہو۔ صدہا عمارتیں آج تک ان کے ذوقِ تعمیرات کی شہادت دیتی ہیں۔

آریہ ورت میں مختلف مذاہب پیدا ہوئے لیکن اجین کی یونیورسٹیوں اور مالوہ کے مدارس نے ہزارہا علماء ایسے پیدا کئے جنہوں نے ہمیشہ آریہ دھرم کی حفاظت کی وہ علمی وقار جس نے دس ہزار سال پیشتر اجودھیا میں جنم لیا تھا اور ہستنا پور اور متھرا میں چند کرنیں چمکیں۔ پورے چار ہزار سال دوارکا، اجین اور دھارا نے اسے پروان چڑھایا۔ علوم و فنون کے وہ مینار جو دوارکا، اجین اور دھارا کے شہروں سے

ہر سو روشنی تقسیم کرتے تھے۔ متعصب اور غیر مہذب ہاتھوں نے انہیں گرا دیا۔ لیکن۔۔۔ تاریخیں اور مختلف علوم و فنون پر کتابیں ان معماروں کو ہمیشہ گرجر لیشور کے نام سے قیامت تک یاد کرتی رہیں گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پنواروں کا گھر مالوہ تھا لیکن ان کی مختلف شاخوں نے کروو، آبو، وگدھ، امرکوٹ اور سندھ وغیرہ پر حکمرانی کی جہاں صد ہا راجگان ہوئے جو آخر کار مادر وطن پر قربان ہو گئے۔

پرمار آف بھنمال

کرشن دیو

بھنمال پر بھی پرمار خاندان کے نشانات ملتے ہیں۔ بھیم اول سولنکی (سنہ ۱۰۲۲ء تا سنہ ۱۰۶۸ء) نے بھنمال پر حملہ کیا تو اس وقت یہاں کرشنا دیو پرمار حکومت کرتا تھا۔ بھیم دیو نے بھنمال کا محاصرہ کیا لیکن ندول کے چوہان راجہ اناہل نے (جو پرماروں کا رشتہ دار تھا) بھیم دیو پر حملہ کر کے اسے خلاصی دلوائی۔

سومیشور پرمار

اس کے بعد تاریخوں میں سومیشور پرمار کا ذکر ملتا ہے یہ بھیم دیو کے پوتے جے سمھ (سنہ ۱۰۹۴ء تا سنہ ۱۱۰۳ء) کا بھنمال میں حلیف یا گورنر رہا۔

پرمار آف آبو

آبو کے آس پاس کے علاقہ پر بھی پرماروں کی حکومت تھی جس کا دار الخلافہ پرہلادن پور (موجودہ پالن پور) تھا۔ اس کا بانی پرہلاد پنوار تھا۔

۲:۔ دھرن وراہ	مولراج	کا ہمعصر تھا
۳:۔ ڈھنڈک	منج	کا ہمعصر تھا
۴:۔ پورن پال	یہ خود مختار راجہ تھا جس کا لقب مہاراجہ ادھیراج تھا اور بھیم سولنکی کا ہمعصر تھا	
۵:۔ دھارا ورش	کمار پال سولنکی کا ہمعصر تھا۔ اس نے کمار پال سولنکی کی حمایت میں سومیشور چوہان کے ساتھ مل کر کونکن کے راجہ ملکا ارجن کو شکست دی۔	

سولھواں باب

راجگان کالنجر و مہوبہ

ا
خاندانِ چندیل

موجودہ بندیل کھنڈ کے علاقہ کو زمانہ قدیم میں جیجا بھکتی کہتے تھے، اس علاقہ کے راجہ انند چندیل نے نویں صدی میں ایک پرتہار راجہ کو شکست دی جس کا پایۂ تخت... وسطِ ہند میں "موسل حین" تھا۔

یشوورمن۔ ۱

راجہ انند کے بعد تاریخوں میں یشوورمن کا تذکرہ ملتا ہے جو چندیل خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور جس نے اپنی سلطنت کی حدود کو شمال میں دریائے جمنا تک وسعت دی اس نے پرتہار کے راجہ دیوپال پرتہار سے ۹۴۸ء میں دیکنٹھ کا علاقہ چھین لیا۔

ملاحظہ ہو کھجوراہو کے راجہ دھنگ کا کتبہ دیکھنا ایپی گرافیکا انڈیکا حصہ ا صفحہ نمبر ۱۲۹ و ۱۳۴

نوٹ:۔ یہ دیکنٹھ کا علاقہ وہ ہے جس کو مہر بھوج اعظم نے گرتا کے راج شاہی سے

لیا تھا اس سے یشو ورمن کی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔
دسویں صدی میں راجہ ہرش حکومت کرتا تھا اس کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے قنوج کے شہنشاہ راجہ مہی پال کی مدد کی اور کالنجر ختم کیا اس سے پہلے یہ مہر بھوج اعظم کے دست تصرف میں تھا۔

راجہ دھنگ

اس خاندان کا بے حد طاقتور راجہ تھا۔ اس نے کلچوری اور راشٹر کوٹوں اور بنگال کے پال خاندان کو ساتھ ملا کر قنوج کی شہنشاہیت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن پنجاب، مالوہ، اتر پردیش (یو پی) کے چوہان، گہلوٹ اور پنواروں نے قنوج کا ساتھ دے کر اس کے حملے کو ناکامیاب بنایا۔
جب یہ لڑائی جاری تھی اسی سال راجہ جے پال کھٹانہ (والی کابل و لاہور) نے محمود غزنوی سے شکست کھائی تھی اور وہ جل کر اپنی عزت ساتھ لے گیا۔ لیکن کسی راجہ نے اس کی مدد نہ کی۔

راجہ گندھر چندیلہ

راجہ دھنگ کے بعد تخت نشین ہوا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اس نے اپنے لڑکے ودیادھر کو عنانِ حکومت سونپ دی

راجہ ودیادھر چندیلہ

اس کے زمانہ میں محمود غزنوی نے قنوج پر حملہ کیا راجہ راجیہ پال والی قنوج نے بغیر لڑے قنوج کو محمود کے سپرد کر دیا۔ محمود نے شہر کو جی بھر کر لوٹا

ودیا دھر چندیلہ کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے راجیہ پال کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ خبر سنتے ہی محمود نے نندپال کھنڈ پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی۔

اپنی شکست کا بدلہ لینے کیلئے محمود غزنوی نے اگلے سال پھر چڑھائی کی لیکن ودیا دھر چندیلہ نے غزنویوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ مفصل بیان محمود کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے۔

راجہ کیرتی ورمن

اس راجہ نے جبلپور کے کلچوری راجہ کو شکست دے کر اپنا ماتحت بنایا۔

راجہ پرمال

جب راجہ پرمال سریر آرائے تخت ہوا تو یہ ایک بھاری سلطنت کا مالک تھا۔ اس نے جنوب مشرق میں ریاست ریواں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا اس کی سلطنت کی مشرقی حدود راجہ جے چند والی قنوج سے ملتی تھیں اور شمالی حدود مہاراجہ پرتھوی راج چوہان والی دہلی و اجمیر سے ملتی تھیں۔

راجہ جے چند پرتھوی راج کا دشمن تھا اور راجہ پرمال جے چند کا حلیف تھا۔ پرتھوی راج چوہان نے پرمال کو شکست دینے کیلئے پوری زندگی وقف کر دی۔

چوہانوں کی تاریخ سے مذکور ہوتا ہے کہ آخرکار یہ سلطنت ختم ہو گئی۔ ہندی تاریخوں میں لڑائیوں میں تین سرداروں آہا، اودل اور ملکھان کا ذکر خاص طور سے آتا ہے جن کا مختصر تذکرہ الگ کرنا ضروری ہے۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا راجگان اس خاندان کے مشہور راجہ ہیں۔ بقایا درمیانی راجگان کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

راجگان کالنجر

(۲)

خاندانِ بناپھل (ملکانہ)

مدن ورمن
۱۱۲۹ء تا ۱۱۶۳ء

بندیل کھنڈ میں شہر مہوبہ پر بارھویں صدی میں ایک راجہ مدن ورمن حکومت کرتا تھا۔ جس پر جے سمھ سولنکی والیٔ انہلواڑہ نے حملہ کیا لیکن وہ مہوبہ کو فتح نہ کرسکا۔ راجہ مدن ورمن کی قوت کی دھاک آس پاس علاقہ میں بیٹھ گئی۔ مدن ورمن نے ۱۱۲۹ء تا ۱۱۶۳ء پورے ۳۴ سال حکومت کی۔

راجہ ملکھان
۱۱۶۳ء تا ۱۱۸۵ء

راجہ پرمال کے ساتھ جب پرتھوی راج چوہان کی لڑائیاں ہو رہی تھیں اس زمانہ میں نرسر کا راجہ ملکھان تھا جو پرمال کا مددگار تھا اس لئے پرتھوی راج نے مہوبہ کو ختم کرنے کیلئے سالہا سال لگائے۔ راجہ پرمال کے دو سپہ سالاروں کے نام آلہا اور اودل تھے جو سگے بھائی تھے یو۔پی۔ راجستھان اور مشرقی پنجاب کے دیہاتوں آلہا اودل اور پرتھوی راج چوہان کی لڑائیاں گاکر سنائی جاتی ہیں۔ یہ تمام واقعات گویّوں نے نظم میں لکھے ہیں اور جس جوشیلے طرز اور لب ولہجہ سے یہ لڑائیاں گائی جاتی ہیں اس طرز کا نام بھی "آلہا" ہے اور جن کتابوں میں یہ قصّے درج ہیں وہ کتابیں بھی "آلہا" کہلاتی ہیں۔

آلھا اُودل

بندیل کھنڈ میں ایک بڑا مشہور مقام مہوبہ ہے۔ بارھویں صدی میں جب پرتھوی راج چوہان دِلّی میں حکومت کر رہا تھا انہیں دنوں میں مہوبہ کے تخت پر چندیلے خاندان کے راجہ پرمال جلوہ افروز تھے پرمال کم ہمت اور بزدل تھا کاروبار سلطنت زیادہ تر اس کی رانی ملہنا انجام دیتی تھی۔

ملہنا بڑی دور اندیش اور حوصلہ مند رانی تھی لیکن وہ اپنے بھائی ماہل پر اعتماد رکھتی تھی ماہل۔۔۔ پرتہار گوجر خاندان کا ایک گوجر تھا۔ مہوبہ پر چندیلا گوجروں سے پہلے پرتہار گوجروں کی حکومت تھی اس لئے ماہل گو بظاہر مہوبہ سلطنت کا خیر خواہ بنا ہوا تھا مگر دل سے اس کا زوال دیکھنے کا خواہشمند تھا۔

مہوبہ ہی کے دربار میں آلھا اُودل دو بھائی تھے جنہیں آلھا بڑا تھا ان کے والد کا نام دلیسراج تھا اور والدہ دیولدے رانی تھی ان کا خاندان بناپھل کہلاتا تھا۔ دلیسراج نے پرمال کی بہت سی خدمات انجام دی تھیں دشمنوں سے مہوبہ کی حفاظت کرنے میں انھوں نے اپنی جان تک دے دی تھی۔ اس حسن خدمت کے صلہ میں پرمال نے ان کو کالنجر کی جاگیر دی تھی چنانچہ آلھا اودل پرمال کے جاگیردار تھے۔ بچپن ہی میں یہ دونوں اپنی بہادری کے لئے مشہور ہو گئے تھے جب اودل بارہ برس کا تھا تو اس نے سنا کہ مانڈو کے راجہ کرنگھ نے میرے باپ کو دھوکے سے مار ڈالا تھا۔ اودل نے اپنے خاندان بناپھل کے ہمجولیوں کو اور راجہ پرمال کے ایک چھوٹے سے لشکر کو لے کر مانڈو پر دھاوا بول دیا۔ اس چھوٹی سی عمر میں ہی اودل ایسی بہادری سے لڑا کہ اس نے راجہ کرنگھا کو قتل کرکے اس کی سلطنت کو پامال کر ڈالا۔ پرمال ان دونوں بھائیوں کی بہادری سے بڑا خوش ہوا۔ اس نے آلھا کو اپنی فوج کا سپہ سالار اور اودل کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ ان لوگوں نے رفتہ رفتہ پرمال کی سلطنت دریائے نربدا اور گیا تک وسیع کر دی۔

پرمال قنوج کے راجہ جے چند کا حلیف تھا۔ پرتھوی راج اور جے چند میں دشمنی تھی ہی چغلخور ماہل کے بھڑکانے سے پرتھوی راج نے پرمال کو کہلایا کہ مہوبہ کو میری اطاعت کرنی ہوگی اور دِلّی کو خراج دینا پڑے گا۔ بزدل پرمال اس پر رضامند ہو گیا۔ آلھا اور اودل نے اس کو اس بزدلانہ حرکت پر بڑا شرمندہ کیا اور سخت سست کہا پرمال نے ناراض ہو کر ان کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آلھا اور اودل کے پاس پانچ نہایت عمدہ بچھیرے تھے انھوں نے ان کو پرمال یا پرتھوی راج کو دینے سے انکار کر دیا اس لئے اس نے مہوبہ سے ان کو نکال دیا۔ خواہ وجہ جو کچھ ہو آلھا اُودل کو مہوبہ چھوڑنا پڑا۔ ان لوگوں

نے اب راجہ جے چند کے یہاں پناہ لی۔ مہوبہ سے آلہا اودل کے جاتے ہی ماہل پرتھوی راج کے پاس پہنچا اس نے پرتھوی راج کو سمجھایا کہ یہ اچھا موقعہ ہے اب مہوبہ پر حملہ کر دیجئے۔ پرتھوی راج ایک فوج لے کر مہوبہ کی طرف روانہ ہوا راستہ میں سرسہ کے مقام پر ملکھان نے اس کی راہ روک لی۔ ملکھان آلہا اودل کا چچا زاد بھائی تھا مہوبہ سے اس کو سرسہ کی جاگیر ملی ہوئی تھی۔ ملکھان بڑی مردانگی سے لڑا۔ پرمال نے اس کی کوئی مدد نہ کی۔ اکیلا ملکھان کیا کر سکتا تھا۔ بزدل پرمال کی خاطر اس نے اپنی جان قربان کر دی۔ پرتھوی راج اب مہوبہ پر حملہ آور ہوا۔ بھلا پرمال پرتھوی راج کے مقابلہ میں کیا ٹھہر سکتا تھا۔ دلی والوں نے مہوبہ والوں پر خوب تلواریں چلائیں مہوبہ بھر میں کھلبلی مچ گئی آخر کار رانی ملہنا نے پرتھوی راج سے دو مہینہ کی مہلت مانگی۔ پرتھوی راج نے ایک دلاور گجر کی طرح اس کی درخواست منظور کر لی اور دو مہینہ کی مہلت پا کر ملہنا نے آلہا اودل کے پاس مہوبہ کی مصیبت کی خبر بھیجی اور ان سے درخواست کی کہ آپ لوگ اس وقت آکر مہوبہ کی لاج بچائیں ورنہ اس کا نام تک باقی نہ رہے گا۔

پرمال کا بھانجہ جگنک آلہا اودل کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچا اور ان سے پرمال کی مصیبت کی کل داستان کہہ سنائی مگر یہ دونوں بھائی ٹس سے مس نہ ہوئے پرمال نے جو ان کی توہین کی تھی وہ ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔ جگنک نے انہیں بہت کچھ سمجھایا مگر انھوں نے اس کی ایک بھی نہ سنی آخر کار ان کی والدہ دیول دے نے ان کو خوب پھٹکارا۔ اس نے کہا "لعنت ہے تمہاری زندگی کو تمہارے وطن پر آفت چھائی ہوئی ہے اس کی آزادی چھینی جا رہی ہے اس کی دولت اور عزت خاک میں ملنے والی ہے اور تم اس وقت بے عزتی کا طعنہ دے رہے ہو تم کیسے اپنے وطن کی یہ حالت دیکھ سکتے ہو۔ اگر میں بانجھ ہی ہوتی تو آج تمہاری بزدلی سے میری گود کو کلنک تو نہ لگتا۔

لعنت ہے کہ تمہیں نہ اپنی مادر وطن کی پروا ہے اور نہ ماں کی!" چنانچہ والدہ کی یہ پھٹکار ان کے دل پر کارگر ہو گئی اور وہ فوری مہوبہ کے لئے تیار ہو گئے۔

جے چند کے پاس جا کر ان لوگوں نے مدد مانگی تو جے چند نے انکار کر دیا لیکن ان کے سمجھانے بجھانے پر اس نے اپنے بھتیجے لاکھن کو ایک فوج دے کر مہوبہ کی امداد کے لئے بھیجا۔ ادھر دو مہینہ کا عرصہ بھی پورا ہو چکا تھا۔ پرتھوی راج اپنی فوج لے کر مہوبہ پہنچ گیا اور دونوں میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی آخر کار پرتھوی راج کو میدان چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔

جب پرتھوی راج اور پرمال کے درمیان لڑائی نہ تھی تب پرمال کے لڑکے برہما سے پرتھوی راج کی لڑکی بیلا کی شادی ہوئی تھی۔ بیلا سال بھر سے اپنے باپ کے یہاں تھی اس کا گونہ نہیں ہوا تھا۔ ادھر

دلّی اور مہوبہ کے درمیان اَن بَن ہو گئی - اب برہما بیلا کو لینے کے لئے ایک فوج لے کر دلّی گیا...... پرتھوی راج نے بیلا کو بھیجنے سے انکار کر دیا اور دلی اور مہوبہ کی فوجوں میں جنگ چھڑ گئی -

ادھر دغاباز ماہل نے پرتھوی راج کو اور بھی پٹی پڑھائی - اس نے کہا میں بیلا کا ڈولا بھیجتا ہوں مگر دراصل پرتھوی راج کا سپہ سالار چونڈارائے زنانہ بھیس میں ڈولے میں بیٹھ کر آیا اس کے ساتھ بیلا کا بھائی طاہر بھی تھا ان دونوں نے برہما کے قتل کا ارادہ کیا - برہما نے بڑی دلیری سے اپنی حفاظت کی لیکن بُری طرح زخمی ہوا - یہ خبر مہوبہ پہنچی اور اودل اور لاکھن اس کا بدلہ لینے کیلئے وہاں سے روانہ ہو گئے وہ لوگ دھوکا دے کر بیلا کے محل میں پہنچے اور وہاں سے بیلا ان کے ساتھ ملی آئی اس نے اپنے شوہر کی طرف سے اپنے بھائی طاہر سے گھمسان کی جنگ کی اور اپنے شوہر کے زخموں کا بدلہ لینے کیلئے اپنے بھائی کی گردن کاٹ کر اپنے شوہر کے پاس لائی - برہما نے کہا "اب میں اطمینان سے مر سکتا ہوں اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس جہان سے رخصت ہو گیا -

بیلا نے اب ستی ہونے کا ارادہ کیا وہ چتا پر بیٹھ گئی اور اس نے اودل سے کہا کہ وہ چتا میں آگ لگا دے - اودل چتا میں آگ لگانے والا ہی تھا کہ اسی دم پرتھوی راج فوج لے کر آ پہنچا - اس نے کہا کہ پرمال کے خاندان کا کوئی شخص آگ لگائے ہم ایک بنا پھل کو آگ لگانے نہ دیں گے کیونکہ بنا پھل قوم کی اصلیت کا کوئی پتہ نہیں -

اودل کے دل میں یہ بات چبھ گئی پھر کیا تھا دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں - ادھر چتا سے شعلے نکل رہے تھے ادھر تلواریں چمک رہی تھیں - مہوبہ اور دلّی کے درمیان اس مرتبہ بڑے زور کی لڑائی ہوئی - دونوں طرف ہزاروں بہادروں کی جانیں گئیں ـــــ پرتھوی راج کے بڑے بڑے سورما اور سپہ سالار کام آئے ادھر اودل، لاکھن وغیرہ بھی نامور سورماؤں نے لڑتے لڑتے مردانہ وار اپنی جان دی - صرف آلھا زندہ بچا کہا جاتا ہے کہ وہ اس نظارہ کو دیکھکر ایسا غمگین ہوا کہ دنیا کو ترک کر کے سنیاسی کا بھیس اختیار کر کے جنگل کی طرف چلا گیا مہوبہ پر دلّی والوں کا قبضہ ہو گیا

آلھا اودل کے قصّہ سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا - وہ ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے تھے - معمولی باتوں پر لڑ مرتے تھے - بغیر لڑائی کے نہ شادی ہوتی تھی نہ گونہ - ذرا اَن بن ہوئی کہ دونوں طرف سے تلواریں کھنچ گئیں - لوگوں میں بہادری خوب تھی لیکن اس کا بہت ہی بُرا استعمال کیا جاتا

تھا۔ لوگوں میں خودداری کا مادہ خوب تھا مگر کبھی کبھی محض ایک بے بنیاد بات کو بھی عزت و آبرو کا سوال بنا لیتے تھے۔ اگر وہ دلاور لوگ آپس میں مل کر رہتے تو ہماری تاریخ آج کچھ اور ہی ہوتی۔

ساری آلھا پڑھنے کے قابل ہے بیلا کے ستی ہونے کے وقت کی لڑائی کا تھوڑا سا ذکر مثال کے طور پر یہاں دیا جاتا ہے۔

ہودہ ہودہ ایک مل ہو گئے، گھوڑن بھڑی ران سے ران
پہیہ رتھ کے رتھ میں بھڑ گئے۔ تیرن بھڑ گئے تیر کمان
مرمر مرمر ڈھالیں بولیں، کھن کھن تیر کمان چلائیں
گھم گھم گھم گھم بجیں نگاڑے مارا مارا پڑے سنائی
جھل جھل جھل جھل جھیلم جھلکے نیلم رنگ پڑیں دکھلائے
چم چم چم چم تیغا چمکے۔ دمکیں چھری کٹاری آئے

مارے مارے تلواروں کے ندیاں بہے خون کی دھار
کایر بھاگے سمر بھوم سے اپنے ڈال ڈال ہتھیار

آدبھینکر پر بیرتھی ہے۔ لاکھن بھوری پر اسوار
تیہار رکھے بہادری کا۔ کیسے لڑنے کے سنسار نگار
بھالا برچھی دونوں لینی۔ دونوں لئے ڈھال تلوار
پاگ بیجنی سر پر باندھے۔ قنوج دلی کے سردار

لاکھن دھاندھو کا مورچہ ہے دونوں لڑنے لگے سردار
دونوں ماریں تلواروں سے۔ دونوں لیں ڈھال پر وار
کوئی کسی سے کمتی نا ہے دونوں کریں بھڑا بھر مار
بھوترانند پہ دھاندھو ٹھاکر۔ لاکھن بھوری پر اسوار

نوٹ:- ۱ بیلا ۲ ہاتھی اور ہتھنی کے نام ہیں ۳ دلی قنوج کا سپہ سالار ۴ بھوترانند بھی ہاتھی کا نام تھا۔ مؤلف

دونوں ہو دلہ ایک مل ہو گئے۔ دونوں کی پھر للکار
چھری۔کٹاری۔بھالا برچھی۔ ہووے کڑابین کی مار
تیر اور تلوار چلا دیں دونوں سمر شور اس بار
وار چوک گئے دھاندھو ٹھاکر مار اقنوج کے سردار
وغیرہ وغیرہ

پرتھوی راج سے پہلے جیسا کہ مذکور ہوا آلہا اودل کی لڑائی مندو کے راجہ کرنگھا سے ہوئی تھی۔

مانڈو کی جنگ

مانڈو کی جنگ میں پہلے دن اودل گرفتار ہو گیا۔ راجہ کرنگھا نے اسے کوٹ (قلعہ) میں مقید کر دیا۔

سے

آلہا نے تالا سید کو بلوایا سن نے تالا کان لگائے
کرو کوئی ڈھب ایسا لو اودل کی جان بچائے
تالا سید بن بازی گر گیا کو دو کوٹ میں جلائے
بیڑی کاٹی خنجر سے اور لیا اودل کی جان بچائے
دونوں بہادر نکلے کوٹ سے اور لگی ہونے مار م مار
سر اڑ گئے دربانوں کے اور لگی ہونے ہائے پکار
آلہا نے ہلہ بولا چلنے لگی کھچا کھچ تلوار — !
خون کی ندیاں بہ گئیں جدھم جیلیں کنار — !
کرنگھا کرنگھا کو للکارا سن نے کرنگھا رکان لگائے
بدلہ لوں گا اپنے باپ کا ہرگز مانوں گا نہیں نا سے
لے کر کھانڈا ہاتھ میں اپنے جسا م دیا گھما ئے
ایک ہی وار میں ڈھونڈھا تو کھوج کرنگھا لا نا ئے

نوٹ۔ تالا سید کا صحیح تلفظ تالا وا ید ہے جو جن ولا وجابر تھا۔ مؤلف

کتاب "آلہا" میں آلہا اودل اور ملکھان کا خاص طور سے اعزاز رکھا گیا ہے لیکن آخر کار داد مردانگی دے کر یہ تینوں بہادر ختم ہو جاتے ہیں۔ آلہا کی کتابوں میں ان تینوں کا خاندان بنا پھل تحریر کیا ہے۔ اور متعدد جگہ انہیں "بنا پھل رائے" کہکر مخاطب کیا گیا ہے۔

راجہ ملکھان کی اولاد ملکھلانے (ملکانہ) کہلاتی ہے جو زیادہ تر آگرہ کے پاس آباد ہیں۔ دوسرے علاقوں میں بھی یہ لوگ پائے جاتے ہیں۔ تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ کے ملکانہ گوجر تعلیم میں آجکل بہت اونچا مقام حاصل کر چکے ہیں جن میں چودھری محمد حسین سیف صاحب وکیل "تاریخ گوجراں" کے مورخ ہیں۔

گوجر عوام کو جس قدر محبت آلہا اودل اور ملکھان سے ہے کسی سے نہیں یہ تینوں شخصیتیں اس قدر شہرت رکھتی ہیں جیسے ایران میں رستم و اسفندیار۔

مہوبہ اور کالنجر کی حکومتیں ختم ہو کر بحیثیت جاگیر رہ گئیں۔ جب پرتھوی راج چوہان مارا گیا تو کالنجر کے سرداروں نے بیرونی طاقتوں کا جان توڑ مقابلہ کیا۔ فارسی تاریخوں میں ایک سردار راج دیو کا تذکرہ ملتا ہے جس نے اپنے ملک کو بچانے کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ بیرونی مسلمان حملہ آوروں نے کالنجر کو گھیر کر اناج کے ذخیروں میں آگ لگا دی۔ پانی کے ذخیرے خشک ہو گئے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے آخر ایک روز عورتیں آگ میں گر کر ستی ہو گئیں اور بھوکے پیاسے نوجوان جنگ کی آگ میں کود کر بھسم ہو گئے جو سردار بچ گئے وہ بنگال کی طرف چلے گئے اور ان کی چند پشتیں مونگھیر کے نزدیک "گدہور" پر قابض رہ کر مادر وطن کی آزادی کیلئے لڑتے لڑتے ختم ہو گئیں۔

کالنجر، مہوبہ اور کھجراہو کے محلات، قلعے اور تالاب وغیرہ اس خاندان کی عظمت کو آجتک یاد دلاتے ہیں۔ اس علاقہ نے اکبر کے زمانہ تک اپنی آزادی بحال رکھی۔

نوٹ

اس خاندان کا تذکرہ آیندہ بھی تاریخوں میں اکبر کے زمانہ تک ملتا ہے۔ شیر شاہ ۱۵۴۵ء میں انہیں گوجروں کے ہاتھوں کالنجر میں مارا گیا۔

راجگان کونکن (تھانہ یا پوری)

خاندان سلہر

۱

راجہ ارکیشری سلہر

سنہ ۹۸۹ء تا سنہ ۱۰۲۵ء

کونکن دکن میں ساحلی علاقہ ہے جو بحر عرب اور مغربی گھاٹ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اس علاقہ پر مدت مدید تک گوجر قوم کا پھریرا لہراتا رہا ہے نویں صدی میں اس علاقہ کو گجرات کے راجگان نے فتح کیا اور یہاں اپنے ماتحت سردار قائم کئے۔ یہ سردار خاندان سولنکی اور پنوار خاندان کے نزدیکی رشتہ دار تھے۔ ان کا دارالخلافہ "پوری" تھا جس کو آجکل تھانہ کہتے ہیں۔

دسویں صدی میں کونکن کے سردار خود مختاری کا دم بھرنے لگے اور ان کی لڑائیاں گجرات اور مالوہ کے ہم قوم راجاؤں سے ہونی شروع ہوگئیں۔

ایک راجہ کیشری جو خاندان سلہر سے تعلق رکھتا تھا گیارھویں صدی میں بڑا مشہور راجہ تھا۔ جس نے شمال میں لاٹ اور جنوب میں تنگ بھدرا تک کا علاقہ فتح کیا اسکی بڑھتی ہوئی طاقت اور اس کے شمالی حملوں نے راجہ بھوج پنوار کو کونکن پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ بھوج پنوار والئی مالوہ نے سنہ ۱۰۱۸ء میں کونکن پر حملہ کیا اور راجہ ارکیشری کو باجگزار بنایا

(۲)

ملّکا ارجن سلہر

سنہ ۱۰۴۵ء تا ۱۱۶۹ء

راجہ ارکیشری کے بعد ملّکا ارجن کونکن کے تخت پر بیٹھا اور خود مختاری کا اعلان کیا۔ بھوج پنوار کے انتقال (سنہ ۱۰۵۵ء) کے بعد انہلواڑہ کے راجہ کمارپال سولنکی نے قوت پکڑی اور اس نے ۱۱۶۹ء میں ملّکا ارجن پر چڑھائی جسمیں ملّکا ارجن مارا گیا اور کونکن کو گجرات میں شامل کر لیا گیا۔ خاندان سلہر کے افراد اس کے بعد معمولی سرداروں کی حیثیت سے رہ گئے۔

(۳)

راجہ بھوج سلہر

سلہر خاندان کا ایک اور راجہ بھوج سلہر کا حال تاریخوں میں ملتا ہے جس کا پایۂ تخت کولھاپور تھا۔ اس پر راجہ سنگھن یادو آف دیوگری نے حملہ کیا اور باجگزار بنایا۔

نوٹ:۔ خاندان سلہر یا سیہر یا سیہڑھ گوجروں کا گوت ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ شاہان گوجر۔ از مولانا ابوالبرکات صاحب۔
اس خاندان کے لوگ گجرات، پنجاب، دکن اور یو۔پی میں آباد ہیں اور سورج بنسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

خاندان چاہمان (چوہان)

کی

مختلف شاخیں

اور

حکومتیں

سترہواں باب

۱

پرتاپ گڈھ کے چوہان

چوہانوں کی مختلف شاخیں مختلف جگہوں پر حکومت کرتی تھیں۔ پرتہاروں کے عروج کے زمانہ میں یعنی آٹھویں صدی میں پرتاپ گڈھ (واقع جنوبی گجرات) پر چوہان خاندان حکومت کرتا تھا جو پرتہاروں کا حلیف تھا۔

ملاحظہ ہو گلوری دیٹ واز گرجر دیش حصہ اول و دوم ——— !
و نیز ملاحظہ ہو ——— مہندر پال چوہان کا کتبہ !
و نیز " " ——— ایپی گرافیکا انڈیکا جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۱۸۲

۲

دھاول پور (موجودہ دھولپور) کے چوہان

(اس شاخ کا بانی راجہ دھاول تھا)

اس شاخ میں مشہور راجہ چند مہاسین تھا جس نے ۸۴۲ء میں مہر بھوج اعظم کی حمایت میں عربوں کو مغرب میں شکست دیکر ان کے دماغ سے گوجر دیش فتح کرنے کی خواہش نکال دی۔ اس کی اولاد مدت تک اس علاقہ پر حکمراں رہی۔

ملاحظہ ہو

۱:- ذیس چرفٹ ڈر ڈیوس چن مورجنلینڈ یشن جیلسچیفٹ —
۲:- گلوری دیٹ واز گجر دیش۔ صفحہ نمبر ۲۱ —

(۴)

سروہی و چھوٹن

سروہی اور چھوٹن کے علاقوں میں بھی چوہانوں کی حکومتیں تھیں جو بعض دفعہ خود مختاری کا اعلان کر دیتے تھے اور بعض دفعہ شکست کھا کر ماتحت راجے بن جاتے تھے

(۵)

علاقہ لاٹ کے چوہان

لاٹ وہ علاقہ ہے جو دریائے نربدا کے جنوب میں واقع ہے۔ اس علاقہ میں خصوصاً گولکنڈہ اور رال کنڈ کے علاقوں میں جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ چوہانوں کی اولین حکومت کے نشانات ۳۰۰ ق م سے ملتے ہیں۔ کسی زمانہ میں ان کا دارالخلافہ گورمنڈل بھی رہا اور پھر مکاوتی نگر گپت عہد سے ان کا پایۂ تخت تھا۔

آٹھویں صدی میں لاٹ کے چوہان قنوج کے شہنشاہانِ گرجر کے ماتحت تھے۔

ملاحظہ ہو اپی گرافیکا انڈکا جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۱۶۰

راجہ بھرتری ودھ چوہان

راجہ بھرتری ودھ ایک مشہور راجہ تھا جس نے مالوہ کا کچھ حصہ فتح کیا اور شمالی کونکن تک وسعت سلطنت بڑھائی۔

اپی گرافیکا انڈکا جلد نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۱۹۷ تا نمبر ۲۰۴ سے پتہ چلتا ہے کہ ۷۵۶ء میں لاٹ، سوراشٹر اور بھڑوچ پر چوہانوں کا قبضہ تھا۔

راجہ مہیش وردام
۸۳۴ء تا ۸۹۰ء

راجہ مہیش وردام قنوج کے راجہ مہر بھوج اعظم کا ماتحت تھا اور اس کے جنوبی علاقوں کی نگرانی اس کے سپرد تھی۔ اس نے مہر بھوج اعظم کے حکم کے مطابق کرناٹک تک حملے کیے۔ اس کی اولاد مہیشی کہلاتی ہے۔

راجہ سمھ چوہان

جس زمانہ میں انہلواڑہ پر بھیم سولنکی (۱۱۷۸ء تا ۱۲۴۱ء) حکومت کرتا تھا اسی زمانہ میں لاٹ پر ایک راجہ سمھ چوہان حکومت کرتا تھا جو بھیم کا ماتحت تھا۔
ملاحظہ ہو گلوری دیٹ واز گجر دیش صفحہ نمبر ۳۷۰

(۶)

نڈول کے چوہان

(۱)

راجہ لکشمن

راجہ لکشمن چوہان اس شاخ کا بانی تھا جس نے کوہ آبو کے پاس حکومت کی۔۔۔

داغ بیل ڈالی۔

(۲)

راجہ سوبھت چوہان

پھر راجہ سوبھت چوہان کا نام تاریخوں میں ملتا ہے جو قنوج کے پرتہاروں کا نویں صدی عیسوی میں باجگزار تھا۔

(۳)

راجہ بلی راج چوہان

نڈول کا شہر موجودہ جودھ پور کے علاقہ میں تھا جہاں مدت مدید تک چوہانوں کا جھنڈا لہراتا رہا ہے دسویں صدی میں نڈول پر بلی راج چوہان حکومت کرتا تھا۔ یہ بہت بہادر راجہ تھا اس نے واک پتی منج پرمار (۹۷۵ء تا ۹۹۷ء) کو شکست دی جب راجہ منج کو راجہ تیلپ نے دینگی کے شہر میں ختم کر دیا ۔۔۔ ۱۰۰۰ء ۔۔ بھوج پرمار تخت پر بیٹھا تو بھوج پرمار نے بلی راج چوہان سے بدلہ لینے کیلئے شاکمبھری پر حملہ کر دیا اور شاکمبھری کے چوہان راجہ واک پتی چوہان کو شکست دی۔

(۴)

مہندر چوہان

راجہ بلی راج چوہان کے بعد اس کا بھتیجا مہندر نڈول کے تخت پر بیٹھا اور تھوڑے دنوں حکومت کے بعد دار فانی سے کوچ کر گیا۔

(۵)

راجہ اشوپال

مہندر چوہان کے انتقال پر اشوپال گدی نشین ہوا لیکن اس کی مدت سلطنت میں نہ اس نے کسی پر حملہ کیا اور نہ کسی نے اسے چھیڑا۔

(۶)

راجہ اہل چوہان

اشوپال کی موت کے بعد اہل چوہان تخت نشین ہوا اس نے اپنی حکومت کی حدود پھیلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی یہاں تک کہ اس نے بہادر راجہ بھیم والی انہلواڑہ (۱۰۲۲ء تا ۱۰۶۸ء) کو بھی شکست دی۔

(۷)

راجہ اناہل چوہان

راجہ بھوج پرمار نے اناہل کو اپنا حلیف بنایا اور شاکمبھری بھی بھوج کے ماتحت تھی لیکن جب راجہ بھوج کا انتقال ہوا تو اناہل نے آزادی کا ڈنکا بجا دیا اور نہ صرف مالوہ کی ماتحتی سے انکار کر دیا بلکہ شاکمبھری کے چوہانوں کو بھی شکست دے کر ان کے سپہ سالار سادھو چوہان کو مار دیا۔

(۸)

راجہ جوجّل چوہان

راجہ اناہل چوہان کے بعد جوجّل چوہان ندوّل کے علاقہ میں مشہور ہوا اور آس پاس کے راجاؤں سے دوستی حاصل کی۔

---

(۹)

راجہ آشاراج یا آسراج یا آشواک چوہان

۱۱۳۳ء تا ۱۱۴۵ء

۱۱۴۳ء میں اس نے اپنے بھتیجے راجہ پال کی مدد سے منڈور پر تہاروں سے چھین لیا لیکن چند دنوں بعد جے سمھ (سدھراج) سولنکی نے تاخت کیا اور پھر آشاراج چوہان نے سدھراج کے حکم سے مالوہ فتح کیا آخر ۱۱۴۵ء میں آشاراج کا انتقال ہوا۔

۱۰

راجہ کتودیو چوہان (۱۱۴۵ء تا ۱۱۴۷ء)

راجہ کتودیو چوہان آشاراج کا لڑکا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد سریر آرائے تخت ہوا۔ اور اس نے انہلواڑہ کی ماتحتی کا جوا اتار پھینکا اس لئے اس کی لڑائیاں کماریال سولنکی کے خلاف جاری تھیں کہ اسی دوران میں اس راجہ کا اس جہان فانی سے ملک جاودانی کی طرف کوچ ہوگیا۔

---

(۱۱)

راجیہ پال چوہان

۱۱۴۷ء تا ۱۱۵۳ء

راجیہ پال کیتو دیو چوہان کا چچازاد بھائی تھا۔ کیتو دیو کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا اور اس نے کمار پال سولنکی کے ساتھ لڑائی جاری رکھی لیکن قسمت نے یاوری نہ کی اور یہ سولنکی حکومت کے ماتحت ہوگیا۔ کچھ دنوں بعد سولنکیوں نے اسے تخت سے اتار کر اس کے چچازاد بھائی الہن دیو کو جو آشاراج کا بیٹا تھا تخت پر بیٹھایا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

---

(۱۲)

الہن دیو چوہان

۱۱۵۳ء تا ۱۱۶۵ء

نڈول کے چوہان جب انہلواڑہ کے سولنکی راجہ کمار پال کے ماتحت ہوئے تو۔۔۔ کمار پال سولنکی نے آشاراج کے بیٹے الہن دیو چوہان کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنالیا اس نے بہادری کے جوہر دکھلائے اور سوراشٹر کو فتح کر کے سولنکی حکومت میں شامل کیا جس کی خوشی میں کمار پال سولنکی نے راجیہ پال (بقول بعض مؤرخین کیتو دیو) کو نڈول کے تخت سے اتار کر الہن دیو کو دے دیا پھر اس کی حکمرانی چتوڑ پر بھی ہوگئی۔

---

(۱۳)

کلہن دیو چوہان (۱۱۶۵ء تا ۱۱۹۲ء)

الہن دیو چوہان کے مرنے کے بعد ۱۱۶۵ء میں اس کا لڑکا کلہن دیو چوہان

تخت نشین ہوا۔ جب محمد غوری اور پرتھوی راج چوہان کی لڑائی ہوئی اور پرتھوی راج کو شکست ہوئی تو نڈول کے چوہانوں میں بھی وہ سکت باقی نہ رہی۔ [کلہن کا سوتیلا بھائی کیرتی پال تھا جس کی ماں غیر قوم یعنی راشٹر وڑ قوم سے تھی۔ راجہ کلہن نے اپنے اس راجپوت بھائی کو ۱۲ گاؤں گذارے کیلئے دیئے تھے (ملاحظہ اپی گرافیکا انڈکا حصہ نہم)]

(۷)

جھالور کے چوہان۔!

راجہ کیرتی ورمن

سنہ ۱۱۲۶ء تا سنہ ۱۱۵۶ء

گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی چوہانوں کے تیسری مرتبہ عروج کا زمانہ ہے جب کہ چوہانوں کی متعدد خود مختار حکومتیں آریہ ورت کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں جھالور پر راجہ کیرتی ورمن چوہان کی حکومت سنہ ۱۱۲۶ء تا سنہ ۱۱۵۶ء قائم رہی۔

راجہ سمرسمھ چوہان

سنہ ۱۱۵۶ء تا سنہ ۱۲۰۶ء

جب محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دی جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا اس زمانہ میں جھالور میں سمرسمھ چوہان کی حکومت تھی۔ سمرسمھ چوہان راجہ کیرتی ورمن چوہان کا بیٹا تھا۔ اس کی لڑکی لیلاوتی دیوی، بھیم دیو ثانی سولنکی والی گجرات (سنہ ۱۱۷۸ء تا سنہ ۱۲۴۱ء) کی رانی تھی۔

ملاحظہ ہو گلوری دیٹ واز گرجر دیش ـــ صفحہ نمبر ۴۷
و نیز ـــ کادی کا کتبہ ۱۳۰۶ء ـــ

اودے سمھ چوہان

۱۲۰۶ء تا ۱۲۴۹ء

سمر سمھ چوہان کے بعد اودے سمھ چوہان جھالور پر حکمران ہوا۔ ۱۲۱۱ء اور ۱۲۱۶ء کے درمیان التمش بادشاہ دہلی نے جھالور پر حملہ کر کے اسے شکست دی لیکن جوں ہی التمش نے جھالور چھوڑا اودے سمھ نے اس کی فوج کے پرخچے اڑا دیئے اور جھالور واپس چھین کر آزادی کا اعلان کیا۔

یہ بہت ہی دلیر راجہ تھا اس نے تھوڑے ہی دنوں میں بیرونی حملہ آوروں کو پورے علاقہ سے نکال دیا اور ندوّل، سنڈور، شمالی جودھپور، بھنمال اور ستیہ پور پر بھی قبضہ کر لیا لیکن اس کے جانشین ایسے نہ نکلے کہ اس علاقہ کو قابو میں رکھ سکتے۔

علاء الدین خلجی نے ۱۲۹۷ء میں گوجروں کی اس سلطنت کو تباہ کر کے تمام شہر تباہ و برباد اور ویران کر دیئے۔

لوٹ:۔ سمھ لفظ دراصل سینھ (درمیان میں نون غنہ ہے) یعنی س ی ں ھ جس کے لفظی معنی شیر کے ہیں۔ یہی لفظ بگڑ کر آئندہ سنگھ ہو گیا۔ مؤلف

(۸)

پنجاب کے چوہان

راجہ ہررہ راج یا ہرش راج

۹۲۸ء تا ۹۸۰ء

راجہ ہرش راج جیسا کہ دسویں باب میں مذکور ہوا مشہور راجہ گھگ کا پوتا اور راجہ کیشو راج کا بیٹا تھا جس نے اجمیر کی حکومت راجہ جیت راج کے انتقال پر حاصل کی راجہ ہررہ راج کے دو بیٹے تھے۔

(۱) جگن دیو یا جگن راج۔ (۲) وجیراج۔ جگن دیو کے حالات ابھی نمبر ۹ میں مذکور ہوں گے یہاں پر وجیراج کی اولاد کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

راجہ وجیراج

۹۸۰ء تا ۱۰۰۶ء

راجہ وجیراج کو اس کے باپ ہرو راج نے تھانیسر کا حاکم بنایا تھا۔ راجہ وجیراج نے گنگا جمنا کے شمالی دوآبہ کو از سر نو اپنا ماتحت بنایا اور جالندھر تک حکومت کو وسعت دی۔ یہ حکومت اجمیر کے ماتحت تھی وجیراج کا انتقال ۱۰۰۶ء میں ہوا۔ اس کے زمانہ میں محمود غزنوی کے حملے شروع ہو چکے تھے کابل اور غزنی سے تھکیہ گوجروں کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔

راجہ گوگا راج عرف گوگا پیر

راجہ گوگا راج نے ۱۰۰۶ء میں تخت سلطنت پر قدم رنجہ فرمایا اور ۱۰۲۳ء تک حکمرانی

کی یہ راجہ صوفی منش تھا اس کا دار الخلافہ کا بیری تھا۔ اس کے صوفی منش ہونے کی وجہ سے یہ تاریخ میں گوگا پیر کے نام سے مشہور ہے۔

۱۰۲۳ء میں یہ راجہ محمود غزنوی کے ہاتھوں دریائے ستلج پر میدانِ جنگ میں مارا گیا ملک کے طول و عرض میں اس کی سمادھ (مقبرے) ہیں جو اس کے خون کے قطرات پر بنائے گئے ہیں۔ کیوں کہ گوگا پیر کا مردہ جسم گوجروں کے اعتقاد کے مطابق وفادار گھوڑا لئے پھرا آخر موضع دوریٹر (ضلع سہارن پور) میں اس جسم کو دفن کیا گیا جہاں آج تک میلہ لگتا ہے۔ مفصل حالات حصہ سوم میں مذکور ہوں گے۔

اشٹ پال

لاہور کے مغرب میں غزنویوں کا اقتدار قائم ہونے کے بعد مشرقی پنجاب پر گوگا پیر چوہان کے بیٹوں نیم چھت، جیوراؤ اور اشٹ پال وغیرہ نے حکومت قائم رکھی۔ ان تمام بھائیوں میں اشٹ پال بڑا تھا۔ اس نے طویل عمر پائی اس کا انتقال ۱۰۸۰ء میں ہوا

چند کرن

اشٹ پال کا لڑکا چند پال یا چند کرن اپنی تمام زندگی محمود کی اولاد سے ٹکر لیتا رہا۔ ۱۱۱۱ء میں انتقال کیا۔

لوک پال

لوک پال نے بیسلدیو چوہان والی اجمیر کے ساتھ ۱۱۶۴ء میں پشاور تک فتوحات کے جھنڈے گاڑے اور غزنویوں کی طاقت کو پنجاب میں چکنا چور کر دیا۔ آخر ۱۱۶۸ء میں راہی ملک عدم ہوا

ھمیر و گمبھیر یہ دونوں بھائی لوکپال کے بیٹے تھے جنہوں نے ۱۱۹۲ء میں جے چند کی لڑائی میں پرتھوی راج کا ساتھ دیا اور اسی لڑائی میں مارے گئے۔ **کل کرن**: گھمبیر کا بیٹا تھا جنگ تراوڑی کے بعد آشرم کے علاقہ پر قابض ہوا اس کی آئندہ اولاد کے حالات حصہ دوم میں مذکور ہوں گے۔ جو کہ ٹپو توی علاقہ میں مشہور ہوئے۔

(۹)

اجمیر کے چوہان

اجمیر اور شاکمبھری کے چوہان یوں تو بعض اوقات الگ الگ خود مختار رہتے تھے لیکن اکثر و بیشتر ان دونوں علاقوں پر مشترکہ حکمراں بھی رہے ہیں اسی وجہ سے تاریخ میں یہ معلوم کرنا کہ کون راجہ کس علاقہ کا حکمراں تھا بعض دفعہ مشکل ہو جاتا ہے۔

اجمیر کو چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں ایک راجہ مسمی اجے پال یا اجے راج نے آباد کیا تھا اور اپنے نام پر اس کا نام "اجے میر" رکھا جو آئندہ تاریخ میں اجمیر کہلایا۔

شاکمبھری کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں ایک چوہان راجہ سے شکست کھا کر جب اجمیر ہاتھ سے نکل گیا تو اس نے ایک بیابانی علاقہ پر قبضہ کیا (بلکہ پناہ لی)۔ چونکہ شاکمبھری دیوی میں اعتقاد رکھتا تھا اور اسے یہاں کوئی گزند نہ پہنچی تو اس نے اس علاقہ کا نام شاکمبھری رکھا یہی علاقہ آج سانبھر کہلاتا ہے۔

ہوراجہ یا ہرہ راجہ یا ہرش راج

۹۲۸ء تا ۹۸۰ء

تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ سبکتگین نے جب شمالی سندھ کو تباہ و برباد کیا اور لوٹ مار کرنے (ملتان) تھر کے ریگستان کی طرف بڑھا تو اس راجہ نے بیرونی مسلمانوں کو متعدد مرتبہ شکست دے کر بھگا دیا۔ اس راجہ کا ایک کتبہ جو ۹۷۳ء کو ظاہر کرتا ہے اس میں خاندان تومر کا بھی تذکرہ ملتا ہے اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہرش راج کے دادا راجہ چندن نے

تومر راجہ رور بینا کو شکست دی تھی۔

دھو جگن دیو یا جگن دیو سلطان گیر

ہررہ راجہ۔ کا بیٹا.... جگن دیو اجمیر کے تخت پر ایک مشہور راجہ گزرا ہے اس کی تمام عمر آریہ ورت کی حفاظت میں گذری اور اس نے سبکتگین کا ناطقہ بند کر دیا ایک دفعہ جب شمالی بلوچستان کی حدود سے سبکتگین نے حملہ کیا تو جگن دیو نے اسے شکست دے کر اس کے بارہ سو گھوڑے چھین لئے اور تاریخ میں "سلطان گیر" کے نام سے مشہور ہوا۔

ملاحظہ ہو تاریخ گوجراں صفحہ نمبر ۲۴۶ سطر نمبر ۳ مصنف حافظ عبدالحق سیالکوٹی

" گجر گو ہج صفحہ نمبر ۱۳۱ مصنف چوہدری محمد اکبر خان۔ ایم۔ اے

" چند رائیسو گکوری وبیٹ واز گجر دیش وغیرہ وغیرہ۔

بیسلدیو چوہان

بیسلدیو چوہان محمود غزنوی کا ہمعصر تھا جب وسط ایشیاء کے غلاموں کو قندھار اور ملتان کے درمیان سے آریہ ورت میں داخل ہونے کا موقعہ نہ ملا تو انہوں نے یہ راستہ بدل کر پہلے کابل فتح کیا اور پھر پشاور کو اپنے قبضہ میں لائے اس طرح درّہ خیبر کا راستہ کھل گیا اور آہستہ آہستہ.... محمود غزنوی نے شمالی آریہ ورت کو تباہ و برباد کر دیا۔

محمود نے آخری بار اپنا حملہ اجمیر پر کیا لیکن وہ اس میں بُری طرح ناکام رہا یہ محمود کی آخری اور چوتھی شکست تھی۔ محمود کے آخری چار حملوں نے شکست کا منہ دیکھا دو مرتبہ اس نے ودیا دھر چندیلے سے شکست کھائی جس کا ذکر پیچھے مذکور ہو چکا ہے۔ تیسری مرتبہ محمود سومنات سے جان بچا کر بھاگا۔ اس کا مفصل بیان محمود کے حملوں کے ضمن میں اسی تاریخ میں مذکور ہو چکا ہے۔ محمود کا راستہ روکنے والے اور پیچھا کرنے والوں میں اجمیر کے چوہانوں نے سب سے زیادہ حصّہ لیا تھا اسی لئے محمود اگلے سال اجمیر پر اچانک حملہ آور ہوا بیسلدیو کی

تمام فوج اس وقت اجمیر میں نہ تھی اس لئے اس نے قلعہ بند ہو کر لڑائی جاری رکھی۔ جوں ہی۔۔ چوہانوں کی فوج شاکمبھری سے وارد ہوئی محمود غزنوی نے محاصرہ اٹھا دیا اور غزنی کی راہ لی یہ محمود کی چوتھی شکست تھی۔

آخری حملوں میں پے بہ پے شکستوں سے محمود کے منصوبے خاک میں مل گئے اور وہ لاہور سے آگے سلطنت کو وسعت نہ دے سکا۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ اجمیر پر حملہ۔۔ سومنات سے پہلے ہوا تھا۔

درلبھ راج چوہان

بیلدیو کے بعد درلبھ راج اجمیر کے تخت پر بیٹھا اور اس کے بعد دیگرے گوبند راج واکپتی اول اور وگراہ راج سوم تخت پر بیٹھے۔

ہرجے راج یا اجے راج چوہان۔!

اجے راج چوہان شاکمبھری کا راجہ تھا۔ جب وگراہ راج سوم والئی اجمیر انتقال کر گیا تو اس نے اجمیر کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور اجمیر کو ہی دارالخلافہ بنایا۔ اجے راج۔۔ چوہان۔۔۔۔۔۔ کی آئندہ نسل کا ذکر ابھی راجگانِ شاکمبھری و اجمیر میں آئیگا

(۱۰)

شاکمبھری کے چوہان

شاکمبھری حکومت کا سب سے پہلا مشہور راجہ واسودیو ہے جس کا زمانہ ۵۵۱ء کے نزدیک ہے۔

ملاحظہ ہو گلوری ویٹ واز گجر دیش ــــــــ دوسرا حصہ ــــ!

اسی سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ واسودیو سے پہلے یا شاکمبھری پر قبضہ کرنے سے پہلے چوہان اس علاقہ میں موجود تھے۔

شاکمبھری کا کچھ حصہ بعد میں "سپاد لکش" بھی کہلایا۔ واسودیو کی نسل میں.... وگراہ راج اوّل اور گووک اول المعروف بہ گووندراج وچندر راج مشہور راجگان ہوئے چندر راج کا نام چندن راج یا صرف چندن بھی تحریر کیا گیا ہے

گووندراج

یہ راجہ پرتہار خاندان کے راجہ ناگ بھٹ دوم (۷۹۲ء تا ۸۳۶ء) کا ہمعصر تھا اس نے پرتہار ناگ بھٹ کی فتوحات میں بڑی مدد کی اور سندھ سے عربوں کا کلی طور سے اخراج کر دیا۔

چندر راج دوم

گووندراج کی وفات کے بعد اس کا لڑکا چندر راج تخت نشین ہوا یہ مہر بھوج اعظم پرتہار کا ہمعصر تھا اور اس کا سپہ سالار و معاون تھا۔ راجہ چندر راج چوہان کی.. لڑکی کلاوتی مہاراجہ مہر بھوج اعظم کی رانی تھی۔

راجہ وگراہ دوم

یہ بھی مہر بھوج اعظم کا سپہ سالار تھا اور اس نے برہما پر چڑھائی کرنے میں مہر بھوج کی مدد کی تھی۔

انڈین انٹی کویری ۱۹۱۳ صفحہ نمبر ۶۲ حصہ ۱۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاکمبھری کے چوہان ۹۷۳ء تک رگھوکل (پرتہاروں) کے وفادار اور مددگار رہے اور انکے نزدیکی رشتہ دار تھے۔

راجہ واک پتی دوم

شاکمبھری کے راجہ واک پتی دوم کو ۱۰۴۴ء میں راجہ بھوج پرمار نے مکمل شکست دی ملاحظہ ہو جنک کی کتاب "پرتھوی راج وجے" حصہ ۵ صفحہ نمبر ۶۷!

پرتھوی راج اوّل

شاکمبھری کے تخت پر ۱۱۰۳ء میں پرتھوی راج اوّل کی حکومت تھی۔ اس راجہ نے اپنی قوت بازو سے مالوہ کے پنواروں کو شکست دے کر واک پتی دوم کا بدلہ لیا۔

اجے راج!

اجے راج کے زمانہ میں اجمیر کا چوہان راجہ وگراہ سوم انتقال کر گیا تو اجے راج نے اجمیر کو شاکمبھری کے ساتھ ملا کر اجمیر کو دار الخلافہ بنایا۔

اب ہم اجمیر اور شاکمبھری کے مشترکہ راجگان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اجمیر و شاکمبھری کی متحدہ حکومت

۱۰۹۰ء تا ۱۱۹۲ء

دار الخلافہ اجمیر

اجے راج چوہان (دوم)

۱۰۹۰ء تا ۱۱۳۹ء

اجے راج چوہان شاکمبھری کا راجہ تھا اجمیر کے چوہان اس کے نزدیکی رشتہ دار تھے جب چوہان وگراہ راجہ سوم والئی اجمیر انتقال کر گیا تو اجمیر کی حکومت بھی اجے راج چوہان کو پہنچی۔ اجے راج نے اجمیر کو دارالخلافہ بنایا

آرنو راج یا آناک یا آنا چوہان

۱۱۳۹ء تا ۱۱۵۲ء

اجے راج چوہان کے انتقال کے بعد ارنو راج چوہان سریر آرائے تخت ہوا۔ اس نے محمود غزنوی کی اولاد سے پنجاب کے بہت سے علاقہ چھین لئے ہر چہار طرف اپنی سلطنت کو وسعت دی اپنے نام پر اجمیر کے پاس "آناساگر" نام کا ایک تالاب بنوایا جو آج تک..

موجود ہے۔ الوراج کی پہلی رانی کا نام سدھوا اور دوسری کا نام کانچنا تھا جو اہلواڑہ کے راجہ کی لڑکی تھی۔

جگدیو چوہان
۱۱۵۲ء تا ۱۱۵۴ء

ارنوراج کا انتقال ۱۱۵۲ء میں ہوا۔ اس کی موت کے بعد اس کی پہلی رانی سدھوا کا لڑکا جگدیو چوہان تخت پر بیٹھا لیکن دو ہی سال بعد انتقال کر گیا۔

چوہان اعظم
ویسلدیو یا وگراہ راج چہارم
۱۱۵۴ء تا ۱۱۶۴ء

یہ راجہ ارنوراج اور بڑی رانی سدھوا کا بیٹا تھا۔ اپنے بھائی کے انتقال کے بعد اجمیر کے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا بہادر اور جری راجہ تھا۔ اس کے زمانہ میں غزنوی حکومت میں کمزوری کے آثار ظاہر ہو چکے تھے چنانچہ وگراہ راجہ نے شروع میں مغرب میں ملتان اور شمال میں جموں تک کا علاقہ دوبارہ فتح کیا۔ کانگڑہ کا مندر دوبارہ تعمیر کرایا۔ پھر پوری طاقت جمع کر کے لاہور کو غزنویوں سے چھین لیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں پشاور تک اس کی سلطنت کی حدود جا پہنچی۔

فارسی تاریخوں میں تحریر ہے کہ لاہور دوبارہ فتح ہو گیا تھا لیکن ہندی تاریخیں اور چوہانوں کے نوشتہ جات سے یہ بات ثابت ہے کہ وگراہ راجہ نے نہ صرف لاہور فتح کیا تھا بلکہ آریہ ورت سے تمام بیرونی مسلمانوں کو مار بھگا دیا تھا۔

آج کے تمام مورخین (ماسوا حملہ آوروں کی تواریخ) اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ چوہانوں

نے بیرونی مسلمانوں کو آریہ ورت سے نکال دیا تھا۔

حافظ عبدالحق سیالکوٹی نے تاریخ گوجراں کے صفحات ۲۴۷ تا ۲۴۸ تحریر کیا ہے کہ سمبت ۱۱۱۱ بکرمی میں لاہور پر حملہ کر کے ان کو وہاں سے نکالا پھر پنجاب کے دیگر شہروں سے بھی پسپا کر کے سرحد افغانستان کی طرف دھکیل دیا اور تمام ہندوستان کو آزاد کرا کر خدمت وطن اور مذہب کا جوہر ادا کیا۔ آزادی کی اس جنگ میں ہانسی کے پرتہار، گہلوٹ سردار، تومر سردار، پوہستر راجت قوم، حاکم میوات بھس، دونا پور کے راجہ موہل، روسا سندھ، موہن داس یادو۔ راجہ مونیا بھٹی، اتاکت پور کے جاٹ راجہ نے شرکت کی اور بلوچ فوج نے بھی جنگ آزادی کا رہبر بیسل دیو کو تسلیم کر کے بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔

نوٹ:۔ انہلواڑہ کے سولنکی اس جنگ میں مدعو کیے گئے تھے مگر انہوں نے چوہانوں کی سرداری تسلیم نہ کر کے جنگ میں شرکت نہ کی۔

گرجر دیش کے مورخ کے۔ایم منشی نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۸۲ پر کتبہ کی سنسکرت عبارت دی ہے جس میں لکھا ہے کہ بیسل دیو نے آریہ ورت کو ملیچھوں سے پاک کر لیا اور عزت کا مالک ہوا۔

رانا اکبر خاں نے تاریخ گجر گونج کے صفحہ نمبر ۱۳۳ سطر نمبر ۵ میں اس کا تذکرہ کیا؟ اجمیر کی ایک خانقاہ میں سنسکرت کا ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس کی نقل اور ایپی گراف (فوٹو) کراچی کے محکمہ آثار قدیمہ کے کتب خانہ میں ہے اور ایک کتبہ اجمیر کی جامع مسجد میں سے نکلا تھا۔ ان دونوں سے پتہ چلتا ہے کہ بیسل دیو ہر کلی ناٹک کا مصنف تھا اور گرجر لیشور کہلاتا تھا۔ سنگ مرمر کے چھ تختیوں پر اس کے حالات درج ہیں۔

اپر گنگے

سنہ ۱۱۶۴ء تا سنہ ۱۱۶۷ء

وگراہ راجہ چہارم کے بعد اس کا لڑکا اپر گنگے چوہان تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہ راجہ بذات خود سنسکرت کا عالم تھا اور اسی لئے عالموں کی قدر و منزلت کیا کرتا تھا

اس راجہ نے صرف تین سال حکومت کی اور سنہ ۱۱۶۷ء میں انتقال کر گیا اس نے اسی مختصر سے عرصہ میں ملک تاج الدین غزنوی کو شکست دی اور پشاور تک کا علاقہ دوبارہ چھین لیا۔

راجہ پرتھوی بھٹ یا پرتھوی راج دوم

سنہ ۱۱۶۷ء تا سنہ ۱۱۷۰ء

پرتھوی راج دوم راجہ اپر گنگے کا چچا زاد بھائی یعنے راجہ جگدیو کا لڑکا تھا جو۔۔ بہت ہی تھوڑے عرصہ بعد انتقال کر گیا۔

سومیشور چوہان

سنہ ۱۱۷۰ء تا سنہ ۱۱۷۷ء

سومیشور چوہان راجہ ارنوراج چوہان کی دوسری رانی کانچنا دیوی کے بطن سے تھا جو پرتھوی بھٹ کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۷۰ء میں تخت پر بیٹھا۔

سومیشور کی ماں رانی کانچنا دیوی انہلواڑہ کے راجہ جے سمہر (سدھراج) کی لڑکی تھی سومیشور کی تعلیم و تربیت نانا کے گھر انہلواڑہ میں ہوئی تھی۔ جے سمہ کے انتقال کے

کے بعد اسکے لڑکے کمار پال نے اسے سپہ سالاری دے دی تھی اور اس نے کمار پال سولنکی کے لئے کونکن کے راجہ ملکارجن کو شکست دیکر اسے باجگزار بنایا تھا۔

حالانکہ اسے اجمیر کی آزاد حکومت مل چکی تھی اور یہ ۱۱۷۰ء میں اجمیر آچکا تھا۔ پھر بھی یہ سولنکیوں کا وفادار سپہ سالار رہا اس نے کمار پال سولنکی کیلئے جیسلمیر اور موجودہ جودھپور فتح کئے جس سے خوش ہو کر کمار پال سولنکی نے اسے کردو کا علاقہ دے دیا۔

انہلواڑہ میں رہتے ہوئے اس کی شادی کلچوری خاندان کی لڑکی کرپور دیوی سے ہوئی تھی۔ اسی رانی کے بطن سے مشہور زمانہ مہاراجہ پرتھوی راج چوہان پیدا ہوا۔

ملاحظہ ہو گلوری ویٹ واز گجر دیش۔ صفحہ نمبر ۳۴۷۔

دیز ملاحظہ ہو جنرل آف دی رائل ایشائی سوسائٹی ۱۱۹۳ صفحہ نمبر ۲۷۔

متعدد تاریخوں سے یہ بھی متواتر تحریر ہوتا آرہا ہے کہ پرتھوی راج چوہان کی ماں کا نام روکا دیوی تھا جو راجہ اننگ پال تنور والی دہلی کی لڑکی تھی۔

ان دونوں بیانات اور تصدیق سے مولف تاریخ ہذا اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ۔۔ پرتھوی راج چوہان دراصل کلچوری خاندان آف ڈاہل (جبلپور) کا نواسہ تھا راجہ اننگ پال تنور کی لڑکی روکا دیوی کا لڑکا ہری راج چوہان تھا جب سومیشور کا انتقال ہوا وہ بہت ہی کمسن تھا:

پرتھوی راج ہونہار اور عقلمند شہزادہ تھا اور بہادری میں تو وہ شہرہ آفاق تھا اسی لئے اننگ پال تنور اس سے محبت کرتا تھا۔ اننگ پال تنور نے حکومت دہلی جب پرتھوی راج کو سونپ دی تو جے چند والی قنوج جو اننگ پال تنور کا حقیقی نواسہ تھا پرتھوی راج چوہان کا سخت مخالف ہو گیا۔

مورخوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ہری راج چوہان بھی پرتھوی راج چوہان کا حقیقی بھائی تھا۔ اور روکا دیوی سے کوئی اولاد ہی نہ تھی اسی لئے لاولد اننگ پال تنور نے اپنے سوتیلے نواسہ کو۔۔۔ حکومت سونپ دی تھی

سومیشور کے آخری ایام میں غزنی کی سیاست میں ایک اہم تبدیلی رونما ہوئی غوریوں اور غزنویوں میں جو عرصہ سے دشمنی چلی آتی تھی وہ اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ غوریوں نے غزنی پر حملہ کر کے محمود کی اولاد میں ایک بچہ بھی زندہ نہ چھوڑا اور غزنویوں کی قبریں

اکھاڑ کر ان میں سے تمام سابقہ بادشاہوں کی لاشیں نکال کر جلا دیں۔
ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ حصہ اول

آخری بادشاہ خسرو ملک غزنوی بھاگ نکلا اور پشاور پر قابض ہو گیا اور سرحدی علاقہ کا حاکم بن بیٹھا۔ اسی دوران سومیشور بستر مرگ پر تھا اور اس نے اس طرف توجہ نہ دی۔ القصہ سومیشور کا انتقال ۱۱۷۷ء میں ہوا۔ چونکہ پرتھوی راج حاکم دہلی تھا اس لئے مرنے سے پہلے سومیشور نے سلطنت اپنی بیوی کرپور دیوی اور اس کے چچا بھونیکا رائے کو سونپی۔ بھونیکا رائے ایک بہادر جرنیل تھا اس نے پرتھوی راج چوہان کو تعلیم و تربیت دی تھی

آخری چوہان

مہاراجہ ادھیراج پرتھوی راج گوجر ایشور

یہ مہاراجہ اپنے باپ سومیشور چوہان کے انتقال کے بعد ۱۱۷۷ء میں تخت پر بیٹھا بشروع ایام میں سلطنت کا کاروبار اسکی ماں کرپور دیوی انجام دیتی تھی اور فوج کا سپہ سالار کرپور دیوی کا چچا بھونیکا رائے تھا۔ پرتھوی راج چوہان کو جنگی تعلیم بچپن سے اس نے ہی دی تھی۔ جوان ہو کر پرتھوی راج چوہان حد سے زیادہ دلاور اور جانباز نکلا۔ فن حرب میں یکتائے زمانہ تھا۔ آنکھ بند کر کے آواز پر تیر مارنا اس کے لئے معمولی بات تھی۔

پرتھوی راج چوہان میانہ قد کا جوان تھا اس کی مونچھیں لمبی اور گھنی تھیں جسم بھرا ہوا تھا، رگ و پٹھے ایک بہادر اور دلاور جوان جیسے تھے سینہ چوڑا تھا کلائیاں مضبوط اور موٹی تھیں۔ رنگ گندمی تھا چہرے کے نقش صاف اور نفیس تھے خوبصورتی میں پرتھوی راج کا شہرہ دور دور تھا۔

چنانچہ اس کی مردانہ خوبصورتی کا تذکرہ مورخوں نے کیا ہے۔

ملاحظہ ہو چند رائیسہ از چند بردائی۔!

ونیز گوجروں کا پرار مبھک اتہاس

ونیز تاریخ گجر گویخ صفحہ نمبر ۱۳۲ سطر نمبر ۱۰ او ۱۱

ونیز آج کی تمام ملکی تواریخ

تھوڑے ہی عرصہ بعد اننگ پال تنور نے جو چوہان راجاؤں کے ماتحت دہلی کا راجہ تھا پرتھوی راج چوہان کو براہ راست دہلی کا تخت سونپ دیا کیوں کہ اس کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی مولف کے زمانہ میں ابھی حال میں ایک تاریخ "گلوری ویٹ واز گجر دیش" جناب کے۔ ایم منشی صاحب نے لکھی ہے اس میں دتی کے اس طرح تخت حاصل کرنے کا بالکل تذکرہ نہیں ہے بہر حال اس میں شک نہیں کہ پرتھوی راج چوہان دہلی اور اجمیر کا راجہ تھا اور تمام چوہان راجے اس کے ماتحت تھے اور اس کی حدود سلطنت اٹک سے لگا کر مشرق میں گنگا کے بائیں کنارے کی جانب شہر رام پور تک تھیں جنوب میں اس کی حدود گوالیار۔۔۔ تک تھیں۔

گنگا کے مشرق میں اسی زمانہ میں قنوج کی ایک بڑی زبردست سلطنت خاندان گڑھوار (گڑھوال) کی تھی جس کی مشرقی حدود وسط بنگال تک تھی اور اس کا راجہ جے چند تھا جو۔۔ سابق حاکم دہلی اننگ پال کا نواسہ تھا۔

راجہ جے چند کسی طور سے بھی پرتھوی راج چوہان سے کم طاقتور نہیں تھا۔ اننگ پال تنو کے دتی کا علاقہ چوہان راجہ کو سونپ دینے کی وجہ سے وہ پرتھوی راج چوہان کا زبردست مخالف ہو گیا جناب کے۔ ایم منشی صاحب نے اس عداوت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا بلکہ انھوں نے لکھا ہے کہ "ان دونوں حکومتوں کی حدود ملتی تھیں اور چندیل راجگان جے چند کے حلیف تھے جن پر پرتھوی راج نے حملہ کیا یہی وجہ انکی بنائے مخاصمت ہوئی"۔

وجہ کچھ ہو یہ صاف ظاہر ہے کہ جے چند گھروار اور پرتھوی راج چوہان ابتدا سے ہی ایک دوسرے کے سخت مخالف تھے لیکن دونوں حکومتیں برابر "ٹکر" کی تھیں لہذا ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے ہچکچاتے رہے۔

تخت نشینی کے چند ہی سال بعد پرتھوی راج چوہان نے چندیل خاندان کی حکومت پر حملہ کیا

جس کا دارالخلافہ کالنجر تھا اس لڑائی میں جے چند کی ہمدردیاں چندیلوں کے ساتھ تھیں۔
میں راقم الحروف و کتاب ہذا کہتا ہوں کہ کالنجر کی سلطنت ایک مضبوط حکومت تھی لیکن یہ
اپنے سے زیادہ دو طاقتور حکومتوں کے درمیان واقع تھی۔ قنوج اور دلّی کے دونوں ہی راجگان
اس حکومت کو فتح کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ چنانچہ صوبجات متحدہ یعنی اتر پردیش (یو۔پی)
اور بندیلکھنڈ وغیرہ میں آجتک ڈرامے کھیلے جاتے ہیں جن میں چندیلوں کی لڑائیاں جے چند اور
پرتھوی راج دونوں سے دکھائی جاتی ہیں اور ان لڑائیوں پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں زمانہ سابقہ سے
چلی آرہی ہیں۔

آخر کار پرتھوی راج چوہان نے مہوبہ کی سلطنت ختم کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لی
مغرب میں گجرات (انہلواڑہ) کا راجہ بھیم دیو ثانی سولنکی تھا جس کی فتوحات کا سلسلہ جنوب میں
تھا لہذا راجہ بھیم دیو سے پرتھوی راج چوہان کی کوئی لڑائی نہ ہوئی۔

بندیل کھنڈ کے فتح ہو جانے سے راجہ جے چند کے دلمیں آتش حسد اور زیادہ بھڑک
اٹھی ان شیروں کی باہمی لڑائی اور تیزی و تندی ایک دوسرے کے خلاف دیکھکر چپکے سے ایک ...
دھوکہ باز شکاری نے ان کو نشانہ کی زد میں لے لیا جس کا پہلا وار خالی گیا۔ آواز ہوئی۔ بجلی چمکی لیکن
دونوں شیروں نے ایک دوسرے پر غصہ کی تیزی میں کوئی پرواہ نہ کی بلکہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے
کی فکر میں شکاری کا صحیح اور کامیاب نشانہ بن بیٹھے اور آپس کی فتح کی تمنا دل ہی میں لے گئے۔
ان کے مارنے کے بعد شکاری نے ان کے بچوں اور ان کی پوری قوم کو کچھاروں میں سے
نکال کر نیزوں پر اٹھا لیا اور چھید کر پھینک دیا۔

—*—*—*—

شہاب الدین محمد غوری کا گجرات پر حملہ

اور

شکست!

بارھویں صدی کا زمانہ غلام سبکتگین کی اولاد پر بڑا ہی سخت گزرا۔ ریاست غور نے جو حکومت غزنی کا ایک صوبہ تھی غزنویوں کے خلاف سر اٹھایا۔ غزنویوں نے ہزارہا غوریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس طرح غوریوں اور غزنویوں میں دائمی چپقلش ہو گئی نوبت بہ اینجا رسید کہ غوریوں کے سردار سلطان معزالدین غوری نے غزنی پر قبضہ کر لیا۔ اور سبکتگین کی اولاد کی قبریں اکھاڑ کر لاشوں کو جلا دیا آخری بادشاہ خسرو ملک پشاور بھاگ آیا اور غزنی کا حاکم (گورنر) محمد غوری ہوا جب انہلواڑہ گجرات پر کمارپال سولنکی بستر مرگ پر تھا اسی زمانہ میں یعنی ۱۱۷۳ء میں۔۔۔

سلطان معزالدین غوری نے اپنے چھوٹے بھائی شہاب الدین محمد غوری کو پشاور فوج دے کر بھیجا۔ بادشاہ خسرو ملک نے ماتحتی قبول کر لی اور وہ غوریوں کا باجگزار بن گیا۔ دریائے سندھ تک اجمیر کے راجہ سومیشور چوہان کی حکومت تھی اور اس شمالی علاقہ کا حاکم جموں کا راجہ چکردیو تھا جو چوہان حکومت کا باجگزار تھا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ۱۱۷۵ء میں محمد غوری نے بلوچستان کے راستے ملتان اور اوچ فتح کئے۔ ۱۱۷۴ء میں کمارپال سولنکی کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا بھانجا اجے پال تخت پر بیٹھا تھا۔ یہ شیو مذہب کا مقلد تھا اور دوسرے فرقوں کی اہانت کرتا تھا لہٰذا تمام سلطنت اس کے مخالف تھی۔ جب اوچ فتح ہوا اس نے کوئی پرواہ نہ کی کیوں کہ اسے اپنے تخت کو بچانے کیلئے دارالخلافہ میں رہنا ضروری تھا۔ یہ تخت پھر بھی نہ بچ سکا کیوں کہ ایک روز (۱۱۷۷ء میں) چند مذہبی دیوانوں نے اسے سوتے میں قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد ایک کمسن شہزادہ مولراج ثانی تخت پر بیٹھایا گیا جس کی عمر صرف دو سال تھی۔

۱۱۷۸ء میں محمد غوری بڑی تیزی سے بغیر توقف گجرات پر حملہ آور ہوا۔ انہلواڑہ گجرات کی فوج میدان میں نکل آئی۔ راجہ مولراج ثانی

کی ماں اپنے اس دو سالہ بچے راجہ کو گود میں لے کر خود ہاتھی پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آئی تھی۔
ظفرالولی کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ گجرات کی فوج میں مارواڑ کا کلہن چوہان، آبو کا...
دھارا ورش پنوار اور ایک وزیر بھی شامل تھے (وزیر کا نام درج نہیں کیا گیا۔ مؤلف)
میدان جنگ میں اپنے کمسن راجہ کو دیکھ کر گوجر شیر کی طرح دشمن پر جھپٹے اور آناً فاناً
میں غوریوں سے میدان صاف ہو گیا اور وہ لاشوں کو چھوڑ کر غزنی بھاگ گئے۔
فرشتہ نے لکھا ہے کہ اس معرکہ میں غوریوں کو شکست ہوئی بہت سے مارے گئے اور
سلطان نہایت مشقت سے غزنی پہنچا۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ حصہ اول
ونیز طبقات اکبری صفحہ نمبر ۳۶
ونیز بائبلیو تھیکا انڈیا مترجمہ از مسٹر بی۔ ڈی وغیرہ وغیرہ تواریخ

محمد غوری اور چوہان

خاندانِ سولنکی کی حکومتِ گجرات پر حملہ کرنے سے پیشتر محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو دھوکہ میں رکھنے کیلئے صلح اور دوستی کا پیغام دے کر اپنے سفیر اجمیر بھیجے تھے چوہانِ اعظم کو تخت نشین ہوئے ابھی صرف ایک ہی سال ہوا تھا
جب اس نے نڈول کی خبریں سنیں اور غوری کے گجرات پر حملے کا تذکرہ سرداروں نے کیا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور پکارا دھوکہ دھوکہ۔ ذریب۔ فریب۔ دغا۔
چنانچہ لکھا ہے:۔
"آدمی کی شکل کے ان شیطانوں نے جب نڈول پر قبضہ کیا شہنشاہ دہلی (پرتھوی راج چوہان) کو غصہ آیا اور اس نے غوری کی شان کو مٹی میں ملا دینے کا تہیہ کر لیا اجمیر کے بہادروں نے تیر کمان سنبھال لیں"
ملاحظہ ہو جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۳ صفحہ نمبر ۲۷۹ پر کتبہ

پنجاب اور تنا کمبھری کے گوجر اکٹھے ہو رہے تھے کہ انہلواڑہ کی فوجوں سے غوریوں کے شکست کھا لینے اور بھاگ جانے کی اطلاعیں پہنچیں۔

آئندہ تیرہ سال تک غوریوں کی ہمت اٹک سے آگے بڑھنے کی نہ ہوئی۔

---×---×---×---

محمد غوری اور پرتھوی راج کی پہلی لڑائی — !

اور

محمد غوری کی دوسری شکست

---★---

سلطان معز الدین غوری والی غزنی نے اپنے بھائی اور سپہ سالار محمد غوری کی.. شکست کے بعد آریہ ورت کی طرف کوئی توجہ نہ دی لیکن اس نے پشاور کا علاقہ پورے طور سے خسرو ملک غزنوی سے لے لیا۔

خسرو ملک نے ہمت نہ ہاری پہلے تو وہ کئی سال پہاڑوں میں ادھر ادھر پھرتا رہا پھر جموں پر.. حملہ آور ہوا۔ جموں کا راجہ غزنویوں اور غوریوں کی دشمنی سے آگاہ تھا دوسرا اسے گوجروں کے ہاتھوں غوریوں کی شکست کا بھی پتہ تھا لہٰذا اس کے دل میں ایک نئی خواہش خود مختار راجہ بننے کی ہوئی۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ اگر غوریوں سے خسرو ملک کے خلاف مدد لی گئی تو فتح کے بعد جموں اور شمالی پنجاب میں... دریائے اٹک و سندھ تک اس کی آزاد سلطنت قائم ہو جائے گی۔

چنانچہ اس نے بجائے اس کے کہ وہ کسی ملکی راجہ سے مدد کا طالب ہوتا غزنی مدد کے واسطے خط لکھا۔ یہ ایک ایسی بات تھی جو آج تک آریہ ورت کی تاریخ میں پہلے کبھی نہ ہوئی تھی کہ کسی ملکی راجے نے باہر سے کسی غیر ملکی کو اپنی مدد کیلئے بلایا ہو۔

سلطان معز الدین نے محمد غوری کو فوج دے کر آریہ ورت میں بھیج دیا۔ یہ فوج مدد کرنے نہ آئی تھی بلکہ.. سلطنت قائم کرنے آئی تھی چنانچہ محمد غوری نے آتے ہی سیالکوٹ کو چھاؤنی بنایا۔ اسی دوران جموں کے راجہ چکر دیو کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا لڑکا وجے دیو تخت پر بیٹھا

۱۱۸۶ء میں وجے دیو کی فوجوں کو ساتھ ملا کر محمد غوری نے خسرو ملک کو ختم کر دیا اور آریہ ورت

ہیں سبکتگین اور محمود غزنوی کی اولاد میں سے کوئی زندہ نہ چھوڑا چنانچہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے۔

"خسرو ملک اور اس کے بیٹے ملک شاہ اور اقربا واعزہ کو کوہ فیروزہ میں اپنے بھائی سلطان غیاث الدین محمد کے پاس بھیجا" سلطان غیاث الدین محمد نے انہیں قلعہ جرجستان میں محبوس کیا اور حادثہ خوارزم شاہ کا ملاحظہ کر کے سب کو قتل کیا اس سلسلے سے ایک اثر باقی نہ چھوڑا۔" (ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ حصہ اول اردو ترجمہ صفحہ نمبر ۹۲)

اسی طرح بغیر کسی خاص معرکہ کے غوریوں کے قبضہ میں سیالکوٹ تک کا علاقہ آ گیا اور اس.. سلطنت کی حدود براہ راست چوہان حکومت سے مل گئیں جس کا لازمی نتیجہ جنگ تھی۔

اس دوران پرتھوی راج چوہان علاقہ کالنجر اور مہوبہ کے چندیلوں کے ساتھ لڑائی میں مشغول تھا اس نے سیالکوٹ کے واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دی بلکہ اسے سرحدی حادثہ ہی سمجھا۔ چنانچہ اس نے جموں کے راجہ کو اپنا ماتحت سمجھتے ہوئے لکھا کہ غوریوں سے سیالکوٹ واپس لے لو تم نے بغیر لڑے دشمن کا قبضہ کیوں ہونے دیا۔ جموں کا راجہ تو غوریوں کا دوست تھا اسے کیا پڑی تھی جو خواہ مخواہ اس سے لڑائی مول لیتا۔

ادھر تو یہ سازشیں ہو رہی تھیں ادھر شمالی ہند کے دو شہنشاہ پرتھوی راج چوہان اور جے چند گڑھوال ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر پرتھوی راج چوہان غوریوں پر لڑتا تو ضرور بالضرور راجہ جے چند دلّی پر حملہ آور ہوتا کیوں کہ دلّی اس کے علاقہ سے چالیس پچاس میل سے زیادہ دور نہ تھی۔

ان شہنشاہوں اور مہاراجوں نے کبھی مجموعی طور سے ملک کیلئے نہ سوچا بیشک یہ بہادر تھے لیکن انہوں نے اپنے ہی علاقوں میں دادِ مردانگی دی اور اکیلے اکیلے ختم ہوتے گئے جب کہ ان کے مخالف کئی کئی ممالک مثلاً شمالی ایران، افغانستان، خراسان اور وسط ایشیا سے خونخوار اور وحشی لشکر جمع کر کے ان کے اوپر چڑھا کر لاتے تھے۔

المختصر ۱۱۹۱ء میں سلطان معزالدین غوری نے غزنی سے پھر لشکر بھیجے۔ محمد غوری نے سب کو یکجا کر کے بھٹنڈہ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے ملک ضیاء الدین تولکی کو مع ایک ہزار اور دو سو سوار چیدہ کے چھوڑ کر واپس غزنی جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ پتہ چلا پتھورا دیر پرتھوی راج) والئی اجمیر مع اپنے بھائی کھانڈے رائے والئی دہلی کے بڑی تیزی کے ساتھ آ رہا ہے ——

سلطان شہاب الدین غوری واپسی فسخ کر کے آگے بڑھا اور ترائن (تراوڑی) کے میدان میں دونوں

فوجوں کا مقابلہ ہوا جس میں محمد غوری مرتے مرتے بچا"

ماخوذ از تاریخ فرشتہ حصہ اول صفحہ نمبر ۹۴ اردو ترجمہ

آگے فرشتہ نے اسی صفحہ پر لکھا ہے :-

" رائے پتھورا اسی حال میں ضیاء الدین تولکی سے قلعہ بھٹنڈہ لینے آیا اور ایک سال ایک ماہ تک محاصرہ کئے رہا (لیکن جب فتح نہ ہوا) آخر کو صلح سے لیا۔

تاریخ فرشتہ کی مندرجہ بالا دونوں عبارتیں غلط ہیں۔ پہلی عبارت میں لکھا ہے کہ بھٹنڈہ میں صرف ایک ہزار دو سو آدمی چھوڑے تھے۔ جب غوریوں کی پوری ایک لاکھ فوج شکست کھا گئی تو ایک ہزار دو سو سپاہی بیچارے کس گنتی میں تھے جو تیرہ مہینہ لڑتے رہتے۔

پرتھوی راج کا تیرہ مہینہ محاصرہ کرنا ڈینگ اور جھوٹ ہے کیوں کہ اس سال سنجوگتا کا سوئمبر ہوا اور پرتھوی راج اور جے چند کی لڑائی ہوئی اور فوراً ہی غوری سے دوسری لڑائی ہوئی۔ ہمیں تو فارسی تواریخ پڑھ کر تعجب آتا ہے کہ واقعات کو کس طرح غلط انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ غوریوں کی دو فوجیں تھیں ایک نے بھٹنڈہ کا رخ کیا دوسری نے دِلّی کا، دِلّی جانے والی فوج کا مقابلہ راستے میں ہوا اور وہ شکست کھا کر بھاگ گئی اور سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک جا ملے یعنی دونوں فوجیں غزنی جا کر مل گئیں۔ بھٹنڈہ کی لڑائی کا تذکرہ کسی ہندی تاریخ میں نہیں ہے۔

ترائن کی شکست کو کم کر کے دکھانے کیلئے بیرونی مسلم مورخوں نے بھٹنڈہ کا قصہ بنایا ہے بہت سی فارسی کی تاریخوں میں تبر ہند لکھا ہے جس سے ہرگز بھٹنڈہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ سرہند ہو سکتا ہے اب ہم تراوڑی (ترائن) کی اسی پہلی جنگ کا مفصل تذکرہ کرتے ہیں۔

تراوڑی کی پہلی جنگ -!
۱۱۹۱ء

۱۱۹۱ء میں محمد غوری ایک بہت بڑا بھاری ٹڈی دل لشکر لے کر حملہ آور ہوا۔ جب یہ خبریں گوجر دارالخلافہ میں پہونچیں تو پرتھوی راج چوہان نے اپنے ماتحت راجاؤں کو (جو فوجی سپہ سالاروں سے ہے) فوراً معہ اپنے بہادر سپاہیوں کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ محمد غوری نے جب تک راستے کے تمام نہتے عوام کو تباہ و برباد کر دیا اور سرہند کو جی بھر کر لوٹا آخر دونوں فوجوں کا مقابلہ تھانیسر کے قریب تلاوڑی کے میدان میں ہوا، کبھی یہ پلہ جھکتا تھا کبھی دوسرے کی فتح کے آثار نظر آتے آخر محمد غوری نے اپنی فوج میں.. پرجوش تقریر کی اور فرمایا:-

"سردارو!... بہادر سپاہیو!!

ہم اتنی دور چل کر آئے ہیں تاکہ اپنے قوت بازو سے اس ملک کو فتح کریں۔ خزانے لوٹ کر اپنے گھر بھر لیں۔ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو تم دیکھو گے کہ کتنی مال و دولت ہمارے ہاتھ لگتی ہے۔ یہ ملک ہزارہا سال سے ترقی کر رہا ہے۔ محمود غزنوی اور اس کے سپاہی ہزارہا اونٹ مال و دولت کے لیگئے تھے لاکھوں عورتیں لونڈیاں اور باندیاں بنائی گئی تھیں اگر ہم ناکامیاب رہے تو اپنے ان پیشروؤں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ دنیا میں جتنے دن زندہ رہنا ہے اتنے دن عیش و عشرت کے ساتھ گزارنے چاہئیں۔ عیش و عشرت حاصل کرنے کیلئے بھی انسان کو پہلے تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ اگر آج ہم کامیاب ہو گئے تو ہم اور ہماری آئندہ نسلیں اس ملک میں مزے کریں گی، یہاں کے عوام کما کما کر ہمیں کھلائیں گے ان کی عزت و آبرو ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔ اس ملک کو فتح کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہماری شکلیں ہی دیکھ کر یہاں کے لہلہاتے کھیت اور ہرے بھرے باغات کمہلا گئے ہیں ذرا ہمت سے کام لو اور ان سب کو اکھاڑ کر پھینک دو۔"

انسان طبع حرص و ہوا اور خود غرضی کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا چنانچہ ان الفاظ نے اپنا کام کیا غوریوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور دن اسی طرح ختم ہو گیا۔ اگلے دن پھر لڑائی جاری رہی۔

در فتح و شکست غیر یقینی ہو گئی۔

پرتھوی راج چوہان کی شہرہ آفاق تقریر

یہ حالات دیکھ کر چوہانِ اعظم نے اپنے سپاہیوں اور سرداروں کو بلند آواز سے پکارا۔!

برادرانِ قوم!

ہمارے موروثی ملک پر لٹیرے حملہ آور ہوئے ہیں۔ ملک کی حفاظت کھشتری کا فرض ہے۔ قوم کی پاسبانی اور عزت کی نگہبانی ہم پر واجب ہے اسی لئے ہمارے بزرگ گرجر جیسے عزیز اور عظیم لقب سے پکارے جاتے رہے ہیں۔ ہم نے اپنے گرجر ہونے کا ثبوت بارہا دیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے جب دنیا میں گناہوں اور مظالم کا دور دورہ ہوا تو ہمارے بزرگوں نے ایک علاقہ کو شریف اور مہذب لوگوں کے لئے امن کی جگہ قرار دی تھی اور اس کا نام گرجر اتر (گجرات) رکھا تھا۔ ہم انہیں بہادروں کی اولاد ہیں۔ اور تم یہ نہ بھولو کہ تمہاری رگوں میں انہیں کا خون موجزن ہے۔

بہادرو!

جب گو کلئے اور دام مارگیوں نے اپنی خود غرضی کیلئے انسانیت کا گلا گھونٹنا چاہا تھا تو ہمارے بزرگوں نے انسانیت کو بچایا اور آج اس آریہ ورت میں ان کا کہیں نام و نشان نہیں۔

گرجرو!

بزرگوں کی تلواریں ہمارے پاس امانت ہیں یہ انسانیت کو بچانے کے لئے ہم تک پہنچی ہیں یہ سرزمین ہمارے باپ دادا کی ہڈیوں سے بنی ہے یہ ہمارے بزرگوں کے خون اور گوشت و پوست کی امین ہے اس کے چپہ چپہ میں ہمارے بزرگ راجاؤں مہاراجاؤں کی خاکستر مدفون ہے۔ کیا تمہاری عزت و شجاعت یہ گوارا کر سکتی ہے کہ ہمارے دشمن ہمارے بزرگوں کی خاکستر کو پامال کریں اور ہم اپنے ننگ و ناموس کی بربادی کا منظر خون آلود نگاہوں سے دیکھیں۔ دنیا میں اس سے زیادہ اور کوئی بے حمیتی نہیں ہو سکتی۔ ہم غلامی کیلئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں سب آدمیوں کو ایک دن ضرور مرنا ہے

سو بہتر ہے کہ ہم بہادروں کی موت مریں اور دنیا میں اپنا نام چھوڑ جائیں۔ ہماری اولادیں فخر سے ہمیں قیامت تک یاد کریں گی کہ ہم نے جیتے جی کسی کی غلامی قبول نہ کی۔

بھائیو!
عیش و آرام عورتوں کیلئے ہیں۔ کھشتریوں کا لباس زرہ ہے۔ خود ہمارا تکیہ اور تلوار ہماری ہم خوابہ ہے۔ آؤ ہم اپنی گزشتہ نسلوں کی روحوں کو خوش کریں اور آنے والی نسلوں کیلئے حمیتِ قومی کی یادگار چھوڑ جائیں۔ کتوں کی موت مرنا بزدل قوموں کا حصہ ہے۔ ہماری تلوار کا کام دشمنوں کو کتے کی طرح مارنا ہے۔

بہادرو! شیرو!!
ہماری بیبیاں اور لڑکیاں جنہوں نے حیا اور عصمت کے گہوارہ میں پرورش پائی ہے اور جن کو آفتاب و ماہتاب نے بھی کبھی نگاہ بھر کر نہیں دیکھا، کیا آج یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ ایک غاصب ان کو اپنی کنیز بنا کر رکھے۔ شرم شرم۔
یہ کہکر چوہانِ اعظم نے تلوار سے اپنی انگلی میں خون نکالا اور انگلی سے اپنے ماتھے پر خون کی لکیر کھینچی اور پھر کہا:—
آریہ ورت کے پاسبانو!
ہمیں ضرور ایک دن جان دینی ہے بہتر ہے کہ ہم ان گھوڑوں کی پشت پر جان دیں اور اپنے جسم و جان کو میدانِ کارزار میں غلطیدہ خاک و خون کریں تاکہ مادرِ وطن۔ ہمیں خوشی اور فخر سے اپنی آغوش میں لے۔
اے تلواروں کی چھاؤں میں پرورش پانے والو!
آج شانِ شجاعت دکھانے کا دن آپہنچا ہے دشمن سے اپنی تلوار کا لوہا منواؤ۔ بجلی کی طرح دشمن پر گر جاؤ اور اسے بھسم کر دو، فنا کر دو، صفحۂ ہستی سے مٹا دو"
چوہانِ اعظم کے ان الفاظ نے بہادر سپاہیوں کے جسم میں بجلی دوڑا دی اور دشمنوں کی لاشوں سے میدان کو بھر دیا خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔
چنانچہ فرشتہ اپنی تاریخ میں صفحہ نمبر ۹۴ پر لکھتا ہے
"اس وقت ایک مصاحب نے بادشاہ (غوری) سے عرض کی کہ میمنہ اور میسرہ کے

تمام سردار جو اس خاندانِ (غوری) کے پروردہ تھے ان کے پیر کانپ گئے اور وہ بھاگ گئے ہیں۔ افغان اور خلجی ہمیشہ اپنی مردانگی کی ڈینگ مارتے تھے میدانِ جنگ میں انکا بھی نام ونشان باقی نہیں رہا ہے، حضور جلدی کیجئے اور لاہور کی طرف بھاگ چلئے۔

سلطان کو یہ بات پسند نہ آئی شمشیر میان سے لی اور حملہ کر دیا ہر ایک نے اس کی بہادری کی تعریف کی اتنے میں کھانڈے رائے (پرتھوی راج چوہان کے بھائی) اور سپہ سالار دہلی کی نظر سلطان پر پڑی۔ کھانڈے رائے نے سلطان کو دیکھتے ہی اپنا ہاتھی اس کی طرف دوڑایا سلطان نے ایک نیزہ ایسا مارا کہ کھانڈے رائے کے کئی دانت گر گئے، کھانڈے رائے نے بہادری اور دلیری کا کمال دکھایا ہاتھی پر سے سلطان کے بازو پر ایسا زخم لگایا کہ قریب تھا زین سے زمین پر گر جائے سلطان کو گرتا ہوا دیکھ کر ایک خلجی سردار گھوڑے پر پشت کی جانب سوار ہوا اور سلطان کو بغل میں لے کر لڑائی کے میدان سے نکال بھاگا اور بیس کوس پر جا کر دم لیا جہاں تمام امرا ولشکر سلطان کے گم ہونے اور شکست کی وجہ سے چیخ و پکار کر رہے تھے۔

—*—*— * —*—

لیکن زین المآثر کے طرز کلام سے معلوم ہوتا ہے:۔

"جب سلطان شہاب الدین نے زخم کھایا اور اس پر کمزوری غالب آئی گھوڑے سے گر پڑا تھا کیونکہ اس کی شکل سے کوئی واقف نہ تھا اس لئے اسے کسی نے نہ پہچانا کہ کون شخص ہے اور کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا جب اندھیرا چھا گیا اور پہر رات گذری ترک غلاموں کی ایک جماعت آکر مقتولوں کے درمیان ڈھونڈنے لگی۔۔ سلطان نے آواز پہچان کر انہیں اپنے حال سے مطلع کیا وہ لوگ باری باری کاندھے پر چڑھا کر تمام رات سفر طے کر کے صبح سویرے اپنے ہمراہیوں سے جا ملے اور بادشاہ کو محفہ میں سوار کیا۔"

تاریخ گوجراں کے مورخ نے صفحہ نمبر ۲۵۱ تا ۲۵۲ اس طرح رقم کیا ہے۔

"اس معرکہ میں سلطان شہاب الدین بھی بری طرح زخمی ہوا اور بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگا، غرض گوجروں نے افغانوں کی فوج کا چالیس میل تک تعاقب کیا اور جو۔۔ افغان گوجروں کے ہاتھ سے زندہ بچے تھے وہ سندھ کے پار بھاگ گئے۔"

المختصر غزنی کی فوج روتی پیٹتی چیختی چلاتی غزنی پہنچی۔ غزنی کی عورتوں نے جب ...... پرتھوی راج چوہان کی شجاعت و دلیری اور مردانہ حسن کی تعریفات سنیں تو ہر ایک خدا سے یہی دعا مانگتی تھی۔

"اے خدا! چوہانِ اعظم کو نظرِ بد نہ لگ جائے، عورتوں کا محافظ پیدا ہو گیا ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے آئندہ کوئی عورتوں کو کنیز بنا کر آریہ ورت سے نہیں لائے گا۔"

--- ✻ --- ✻ --- ✻ ---

محمد غوری غزنی میں

محمد غوری اپنی شکست خوردہ سپاہ کے ساتھ افتاں و خیزاں غزنی پہنچا۔ جب کچھ دنوں بعد ہوش ٹھکانے آئے تو اسے اپنی شکست سے سخت ندامت ہوئی۔

اس نے ممالکِ غور، خلج اور خراسان کے تمام امرا کو جو اس جنگ میں شریک تھے بلا کر سب کی گردنوں میں جو سے بھرے ہوئے توبڑے لٹکائے اور شہر کی گلیوں میں پھرایا اور حکم دیا کہ اس شخص کا سر تن سے جدا کر دیا جاوے جو ان توبڑوں میں سے نہ کھائے۔

غوری کے اس عمل سے سرداروں کو سخت ندامت ہوئی اور انہوں نے دوبارہ انتقام لینے کے لئے فوجی تیاریاں شروع کر دیں۔ محمد غوری نے قسم کھائی کہ جب تک اس شکست کا بدلہ نہ لوں گا تب تک عیش و آرام مجھ پر حرام ہے چنانچہ اس نے دور دور ممالک مثلاً غور، خلج، خراسان، شمالی ایران اور ترکستان سے لاؤ لشکر فراہم کرنے شروع کر دیئے۔

(ماخوذ از ——— فارسی تواریخ)

ادھر تو یہ تیاریاں ہو رہی تھیں ادھر گوجروں کے حالات بھی ملاحظہ ہوں۔

--- ✻ --- ✻ --- ✻ ---

گھر کی پھوٹ

ہم پیچھے تحریر کر چکے ہیں کہ شمالی ہندوستان میں دو مہاراجے پرتھوی راج اور جے چند ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ جب پرتھوی راج چوہان اور محمد غوری کی جنگ جاری تھی اس وقت جے چند قنوج میں بیٹھا ہوا لڑائی کی خبریں منگا رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ کسی طرح پرتھوی راج کو شکست ہو جائے۔ جب پرتھوی راج کی فتح کی خبریں قنوج پہنچیں تو جے چند کی آتش حسد اور بھڑکی اور اس نے اپنے مہاراجہ ادھیراج یعنی شہنشاہ ہند ہونے کا اعلان کر کے گھوڑا چھوڑ دیا اور اشومیدھ یگیہ کی تیاری کرنے لگا۔

قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی بھی راجہ اس اعلان کے بعد جنگ نہ کرتا تھا تو اعلان کرنے والا راجہ پورے ملک کا شہنشاہ مانا جاتا تھا۔ پرتھوی راج اپنی جگہ مضبوط تھا لہٰذا اس نے نہ تو اس کے خلاف تلوار اٹھائی اور نہ ہی اس کو مہاراجہ ادھیراج تسلیم کیا اسی طرح جے چند کی ہمت بھی جنگ کرنے کی تو نہ پڑی لیکن جے چند نے پرتھوی راج کی بے عزتی کرنے کیلئے ایک اور حربہ اختیار کیا۔ اس زمانہ میں شادی کے موقعہ پر تمام راجہ اکٹھے ہوتے تھے اور شہزادی اپنی پسند کے راجہ کے گلے میں ہار ڈال دیتی تھی پھر اس کی شادی اسی راجہ کے ساتھ ہو جاتی تھی۔

جے چند کی لڑکی جوان تھی اس کا نام سنجوگتا تھا۔ سنجوگتا پرتھوی راج کی بہادری اور خوبصورتی کی داستانیں سن سن کر ہزار جان سے اس پر فریفتہ تھی اس بات کو پرتھوی راج بھی جانتا تھا۔

جے چند نے اشومیدھ یگیہ اور سوئمبر کی رسم دونوں ساتھ ساتھ رکھیں۔ سوائے پرتھوی راج چوہان تمام راجاؤں کو دعوت نامے بھیجے گئے اور اشومیدھ یگیہ کے مہاراجہ ہونے کی حیثیت سے سب راجاؤں کو انتظام کرنے کیلئے کام سونپے گئے حالانکہ نہ تو پرتھوی راج چوہان کو مدعو کیا گیا تھا اور نہ ہی وہ وہاں موجود تھا تاہم اس کے ذمہ دربانی کا کام سونپا گیا اور اس کا ایک بت بنا کر جلسہ گاہ کے دروازہ پر نصب کر دیا گیا مقصود اس سے پرتھوی راج کی توہین تھی۔

ادھر پرتھوی راج کو قنوج کی خبریں مخبروں کے ذریعہ دم بدم پہنچ رہی تھیں اس نے اعیانِ مملکت اور امرائے عظام کو اکٹھا کر کے صلاح لی سبھوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ جب سنجوگتا..

پرتھوی راج کو چاہتی ہے اور اس سے شادی کرنے کی خواہشمند ہے تو ان حالات میں اسے دوسرے شخص سے شادی کرنے پر مجبور کرنے کیلئے اجازت نہیں دی جا سکتی۔

یہ کام بڑا مشکل تھا کیونکہ اگر پرتھوی راج چوہان مغربی ہندوستان کا گنگا سے لے کر دریائے سندھ تک کا حکمراں تھا تو راجہ جے چند بھی اس سے کسی طرح کم نہ تھا اس کی سلطنت بھی مشرقی ہندوستان میں اس سے زیادہ وسیع تھی جو دریائے گنگا سے لیکر بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان حالات میں زبردستی کرکے سنجوگتا کو حاصل کرنا نہایت مشکل تھا کیونکہ قنوج میں مدعو راجگان تمام کے تمام جے چند کا ساتھ دیتے۔

چنانچہ طے ہوا کہ جانبازوں کے دستے اور تمام مملکت کے چیدہ سپہ سالار بھیس بدل کر ہتھیار چھپا کر تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر جائیں۔ بے شک جان چلی جائے مگر آن باقی رہے رات دن سفر اس تیزی سے طے کرکے کہ مخبر قنوج نہ پہنچ سکیں جانبازوں اور چیدہ سپہ سالاروں اور بہادروں کے یہ دستے سوئمبر کے روز صبح سویرے قنوج کے پاس پہنچے دو ایک دستے تو گھوڑوں کے جنگل میں رہ گئے اور چند جانباز مع اپنے راجہ کے جلسہ گاہ میں جا کر عوام کی صفوں میں کھڑے ہو گئے۔

سنجوگتا مالا (ہار) ہاتھ میں لے کر راجاؤں کے درمیان میں سے گذر رہی تھی بقول شاعر

سنجوگتا حسین تھی خوش رو تھی نیک تھی۔

راوی کا یہ بیان ہے کہ ہزاروں میں ایک تھی

جے مالا ہاتھ میں لئے سنجوگتا چلی۔!

گویا باغ میں اٹھلاتی باد بہاری چلی

ہر شخص اس انتظار میں تھا کہ دیکھئے کس کی قسمت یاوری کرتی ہے۔ سنجوگتا نیچی گردن کئے ہوئے جلسہ گاہ کے دروازے پر آئی اور مالا کو پرتھوی راج کے بت کے گلے میں ڈال دیا دیکھئے! اجمیر یا دلی رہتے ہوئے تو ایک شک بھی تھا لیکن اب تو جلسہ میں مالا گلے میں پڑنے سے وہ پرتھوی راج چوہان کی ہو چکی تھی۔ گو اس نے گوشت و پوست کے پرتھوی راج کے گلے میں مالا نہیں پہنائی تھی مگر وہ پرتھوی راج کی بیوی بن چکی تھی جس کی شہادت پورا دربار تھا تمام راجاؤں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں، محبوب اور محبوبہ کی نظریں چار ہوئیں۔ سنجوگتا کے چہرہ پر لوگوں نے امید کی کرن دیکھی قبل اس کے کہ کوئی مزاحمت کرتا پرتھوی راج چوہان لپکا

اور سنجوگتا کو اٹھا کر گھوڑے پر سوار ہوا اور دلی کی طرف ایڑ لگائی۔
جے چند، اس کے سپہ سالار، تمام امراء و اعیانِ مملکت اور تمام مدعو راجگان نے اسے اپنی...
بے عزتی سمجھا چنانچہ میان میں سے تلواریں نکل آئیں، پرتھوی راج چوہان کے جانباز راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور جانبازوں کے دستے ان کی حفاظت کیلئے پیچھے ہو لئے اور ادھر جلسہ گاہ میں تمام.. جانباز ختم ہو گئے ان کی لاشوں کو قنوج کے بہادر کود گئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر پرتھوی راج چوہان کا تعاقب کیا۔ جنگل میں آ کر سنجوگتا ہاتھ میں تلوار لے کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئی۔۔
قنوج سے باہر جانبازوں کا دوسرا دستہ مدِمقابل ہوا اور انھوں نے قنوج کی فوج کو کاٹ کر رکھ دیا۔ گو قنوج کا پورا لاؤ لشکر تھا لیکن اِن جانباز دستوں نے دادِ مردانگی دی اور مارے گئے جو زندہ بچے وہ پھر پرتھوی راج چوہان کے حفاظتی دستہ کے ساتھ اس کے پیچھے دوڑ لیئے۔
اس طرح یہ لڑائی سینکڑوں میل تک چلتی رہی۔
جب دشمن نزدیک آ جاتا بہادر پھر رک جاتے اور مقابلہ کرتے۔ المختصر اس طرح پرتھوی راج مع اس کی محبوبہ سنجوگتا بحفاظت و بہ خیریت دلی پہنچ گئے لیکن :۔

گو تیروں کی اس عظیم الشان حکومت کے تمام سپہ سالار اور جانباز ختم ہو گئے

اس واقعہ کو ہندی تواریخ اور آئین اکبری میں مفصّل طور سے لکھا ہے ہم تاریخوں سے اخذ کر کے اختصار پیش کرتے ہیں۔
راجہ جے چند جو ہندوستان میں سب سے بہادر راجہ تھا قنوج میں حکمرانی کرتا تھا ہندوستان کے دیگر راجہ فی الجملہ اس کی سیادت کو تسلیم کرتے اور اس کی عزت کرتے تھے۔ جے چند غیر متعصب راجہ تھا جس کے دربار میں بے شمار ایرانی و تورانی ملازم تھے۔ راجہ نے راجسو یگیہ کے منعقد کرنے کا ارادہ کیا اور اس عظیم الشان جشن کے انتظام اور تیاری میں مشغول ہوا اس جشن کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ دیگر راجگانِ ہندوستانی، ملازمین کی طرح خدمت کریں۔
راجہ جے چند کا ارادہ تھا کہ اس جشن میں اپنی صاحبِ جمال دختر کو جو ہر حیثیت سے بہترین عورت تھی سب سے بڑے راجہ کے ساتھ بیاہ دے۔ رائے پتھورا نے بھی اس جشن میں شریک ہونے کا ارادہ کیا لیکن اتفاق سے اس کے ایک درباری (امیر) کی زبان سے نکلا کہ ہماری حکمرانی

کے باوجود جے چند کو راجسو یگیہ منعقد کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔

پتھورا کو اس قول سے غیرت آئی اور اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

راجہ جے چند نے پتھورا پر لشکر کشی کا ارادہ کیا لیکن اس کے درباریوں نے اس معرکہ کی طوالت اور جشن کے زمانہ کی قربت راجہ کے ذہن نشین کر کے اس کو حملہ آوری سے باز رکھا۔

جشن کی اہمیت اور اس کی شان کو برقرار رکھنے کیلئے پتھورا کی مورت سونے کی تیار کر کے دروازہ پر بطور پاسبان رکھ دی گئی، پتھورا اس واقعہ کو سن کر غضبناک ہوا اور پانچ سو منتخب درباریوں اور اہل لشکر کے ہمراہ بھیس بدلکر دہلی سے قنوج روانہ ہوا راجہ نے جشن میں پہنچکر اپنی مورت کو دروازہ سے اٹھالیا" اور "فہم و فراست و نیز جرأت و مردانگی سے اپنی محبوبہ کو حاصل کیا اور حیرت انگیز کارناموں اور بہادرانہ کارگذاریوں سے اپنے ملک واپس آیا۔ مذکورہ بالا تمام درباری سامنت (باجگزار۔ جانباز۔ سردار اور راجے) مختلف بھیس و لباس میں پتھورا کے ہمراہ تھے۔ ان بہادروں نے یکے بعد دیگرے راہ میں حریف سے معرکہ آرائی کر کے تعاقب کرنے والوں کو شکست دی۔ سب سے پیشتر گوبند رائے گہلوٹ نے غنیم سے جنگ کی اور داد مردانگی دے کر خاک و خون کا ڈھیر ہوا۔ اس کے سات ہزار اشخاص اس معرکہ میں ہلاک ہوئے۔

گوبند رائے کے بعد نرسنگھ دیو، چندا، اپندر، سار بول سولنکی اور پاہن دیو کشواہہ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ اول ہی روز یکے بعد دیگرے حریف کے مقابلے میں صف آرا ہو کر مردانگی کے ساتھ میدانِ کارزار میں کام آئے۔

ہردتی کے چوہان راجہ لوک پال کے بیٹے ہمیر اور گھمبیر دونوں پرتھوی راج کی متعدد لڑائیوں میں ناموری حاصل کر چکے تھے وہ اعلیٰ درجہ کے ایک سو آٹھ باجگزاروں میں شمار ہوتے تھے ان دونوں بھائیوں نے جے چند کے خلاف اس لڑائی میں تیسرے روز پرتھوی راج کا عقب سنبھالا اور جان کو جاں آفریں کے سپرد کر گئے۔

اس طرح سے پرتھوی راج کا سامنت گروہ دنیا سے رخصت ہوا۔ رہ گئے پتھورا چند کوی (درباری شاعر) اور اس کے دو بھائیوں کے ہمراہ عروس کو لے کر دہلی آیا۔

آریہ ورت بہادروں سے خالی ہو گیا جے چند نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے محمد غوری کو حملہ کرنے کی دعوت دی۔"

پھوٹ کا نتیجہ

تراوڑی کی دوسری لڑائی۔!

۱۱۹۲ء

سنجوگتا کے واقعہ سے جے چند جل بھن کر کباب ہو گیا اس نے فوراً محمد غوری کو غزنی خط بھیجا اور اسے دِلّی پر دوبارہ حملہ کرنے کی دعوت دی اور اپنی مدد دینے کا وعدہ کیا۔

محمد غوری اس وقت تک لاکھوں بہادر سپاہیوں کا عظیم لشکر جمع کر چکا تھا لیکن اس کی ہمت پہلی شکست کو دیکھتے ہوئے ابھی تک جواب دے رہی تھی۔

ہمسائے پڑوسی کی شہ پر ڈاکہ ڈالنا کتنا آسان کام ہے اگر پڑوسی ایک مہاراجہ ہو اور وہ اپنے پڑوسی مہاراجہ پر حملہ کرنے کیلئے محمد غوری جیسے ارادہ کے پکے شخص کو بلائے تو غوری جیسے بہادر کے لئے یہ کام کتنا آسان ہو جاتا ہے۔

چنانچہ فوراً ہی محمد غوری فوج لے کر تراوڑی کے میدان میں آ دھمکا، پرتھوی راج جو پہلی فتح کے نشہ میں چور تھا اور جس نے بھاگتے دشمن کا پیچھا کرنا بھی بہادری کے خلاف خیال کیا تھا اور جس نے اپنی سرحدات پر فوج لگانا بھی مردانگی تو ہین سمجھا تھا خواب غفلت سے اس وقت بیدار ہوا جب زندگی کی شام نزدیک آ پہنچی تھی۔

پرتھوی راج چوہان کے وہ جانباز دستے ختم ہو چکے تھے جو لڑائی میں اپنے آقا کے لئے جان دیتے ہیں لیکن پائے ثبات کو تزلزل نہیں ہونے دیتے، اور جو اپنے ملک کے لئے جان دیدیتے ہیں لیکن اس پر کسی دشمن کا سایہ بھی گوارا نہیں کرتے۔

قنوج اور دلّی کے درمیانی راستے میں وہ سینکڑوں راجگان یعنی بہادر سپہ سالار مٹی میں مل چکے تھے جن کے سہارے اور جن کی عقل و فراست اور بہادری کے بل بوتے پر معمولی سپاہی بھی شیر نر ثابت ہوتا ہے۔ گھر کی پھوٹ آریہ ورت کے بہادروں میں سے جوہر نکال کر چوس چکی تھی۔ قنوج اور دلّی کے درمیان کا راستہ آریہ ورت کبھی نہیں بھلا سکتا۔

پہلے تو پرتھوی راج نے محمد غوری کی پیشقدمی کا انتظار کیا کہ دیکھیں شہر پر کس طرف سے حملہ ہوتا ہے اور پھر جب اس نے دیکھا کہ محمد غوری سابقہ راستے سے تراوڑی کی طرف آرہا ہے تو اس نے اپنی بچی کھچی ہوئی فوج کو اکٹھا کیا اور تراوڑی کے میدان میں جا ڈٹا۔

پوری فوج میں وہ اکیلا ہی مشہور سپہ سالار تھا ہی اکیلا رائے دھندہ تھا اور خود ہی مہاراجہ تھا صرف چند سردار باقی تھے جو اس کے ساتھ تھے۔

کچھ مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پرتھوی راج کی شکست کے آثار نمایاں تھے لیکن اس بہادر مہاراجہ کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ آیا کہ وہ گجرات کے راجہ سولنکی راجہ بھیم دیو ثانی سے مدد کا طالب ہو جس نے اول مرتبہ محمد غوری کو شکست فاش دی تھی۔

ناظرین سے یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ اس وقت آریہ ورت کی حالت محمود غزنوی کے زمانے سے بدرجہا بہتر تھی محمود کے زمانہ میں اس ملک میں سینکڑوں راجگان آزاد و خود مختار تھے لیکن اس زمانہ میں صرف چار حکومتیں تھیں۔

۱۔ گجرات (انہلواڑہ) کی حکومت ٭ اس کا راجہ بھیم دیو ثانی تھا جو محمد غوری کو پہلے حملہ میں شکست دے چکا تھا۔ اس سلطنت میں سندھ، گجرات، کاٹھیاواڑ اور لاٹ شامل تھا

۲۔ جنوب میں چالوکیہ مضبوط تھے اور ایک وسیع سلطنت کے مالک تھے اس کا راجہ سومیشور چہارم تھا

۳۔ اجمیر اور دلی کی گوجر حکومت ٭ جس کا مہاراجہ پرتھوی راج چوہان تھا اس کی حدود دریائے سندھ تک تھی اور پورا پنجاب گنگا جمنا کا دوآبہ تھا!

۴۔ قنوج کی گوجر حکومت ٭ جس کا مہاراجہ جے چند گھڑوار تھا اور جس کی حدود گنگا سے بنگال تک تھی۔

ان چاروں حکومتوں کو تو کجا ان میں سے کسی دو کو بھی یہ مشترکہ خیال نہ آیا کہ وہ بیرونی خطرہ کو محسوس کریں۔

بہت سے مورخین کا خیال ہے کہ شہاب الدین غوری کی فوج اس قدر تھی کہ پرتھوی راج

اگر تلوار کے گھاٹ اتارنا چاہتا تو اس کو برسوں گذر جاتے۔

ملاحظہ ہو شاہانِ گوجسر صفحہ نمبر ۲۹۹ سطور نمبر ۵ و ۶

تاریخ گوجراں کے مؤلف نے بھی محمد غوری کی فوج کی تعداد ڈیڑھ لاکھ بتائی ہے ملاحظہ ہو اس تاریخ کا صفحہ نمبر ۲۵۳۔

آب کوثر کے مصنف نے بھی ایک لاکھ سے زیادہ تعداد کا اظہار کیا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۰۳ برعکس اس کے فارسی مورخین گوجروں کی فوج کی تعداد زیادہ بتاتے ہیں حالانکہ ہمیں اس بحث سے سروکار نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ محمد غوری زبردست تیاری کر کے آیا تھا اور پرتھوی راج نے اس سے قبل کوئی تیاری نہ کی تھی۔ یہ چوچلے اور بحث مورخوں کے ہیں کہ اسے یوں کرنا چاہیئے تھا، اسے ایسا کرنا چاہیئے تھا۔ مگر پرتھوی راج چوہان کے دل میں اپنی فتح کا یقین اس قدر غالب تھا کہ وہ غوریوں کو کچھ سمجھتا ہی نہ تھا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ پرتھوی راج چوہان کے ساتھ اگر دھوکہ نہ کیا جاتا تو آج آریہ ورت کی تاریخ اور ہی ہوتی۔

چنانچہ ہم اس بحث کو چھوڑ کر اصل حالات متعصب بیرونی مسلم مورخوں کی تاریخوں سے ہی پیش کرتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پرتھوی راج چوہان بہادر تھا یا محمد غوری طاقتور تھا۔

آئین اکبری و نیز مورخ فرشتہ اور آب کوثر کے مصنف نے تحریر کیا ہے:-

لڑائی سے پہلے پرتھوی راج چوہان کی فوج نے قسم کھائی اور اپنی پیشانی پر شجاعت کا قشقہ کھینچا۔ کسی کے دل میں ہزیمت کا خیال تک نہ تھا۔ انہوں نے عہد کیا کہ جب تک دشمن کو دفع نہ کریں کارزار سے دست بردار نہ ہوں اور چونکہ پہلی جنگ میں فتحمند ہوئے تھے نہایت تحکمانہ انداز سے محمد غوری کو لکھ بھیجا کہ "تمہاری فوج کبھی بھی ہماری فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر تو اپنی ذات پر رحم نہیں کرتا تو ان لاکھوں آدمیوں کے سر کیوں کٹواتا ہے جو تیرے ہمراہ ہیں ان پر تو رحم کھا اور اپنے یہاں آنے سے شرم کر۔ اگر تو واپس لوٹے گا تو ہم ہرگز تم پر حملہ نہ کریں گے کیونکہ یہ بات ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ اگر تجھے یہ بات منظور نہیں ہے تو ہمارا

سامنا کرو۔ کل تم دیکھو گے کہ ہمارے لشکر تم کو کس طرح تاخت و تاراج کرتے ہیں۔

سلطان شہاب الدین نے اس کے جواب میں کہلایا۔

"مہاراجہ! تمہارا پیغام نہایت مروّت اور شفقت پر مبنی ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ اس ملک کی لشکر کشی میرے اختیار میں نہیں ہے میں اس حدود میں اپنے بھائی معزالدین غوری کے حکم سے آیا ہوں مجھے اس قدر مہلت اور فرصت دو کہ میں کسی سخندان اور دانشمند شخص کو اپنے بھائی کے پاس غزنی بھیجکر تمہاری کیفیت اور غلبہ عرض کروں۔ اس سے اجازت حاصل کر کے تم سے صلح کروں کہ شمالی مغربی علاقہ ہمارے قبضہ میں رہے اور باقی ممالک ہندوستان پر تم قابض رہو"۔

"پرتھوی راج اور اس کی فوج کو اس جواب سے غوری کے لشکر کی زبوں حالی کا سراغ ملا اور وہ رات کو خواب غفلت میں سوئے اور سلطان شہاب الدین اسی رات کو جدال و قتال کے انتظام میں مصروف ہوا۔ صبح ہونے کے پیشتر جب کہ پرتھوی راج کی فوج کے بہادر سپاہی بہ قضائے حاجت اور منہ ہاتھ دھونے کو دائرہ سے باہر گئے ہوئے تھے محمد غوری نے صفوف حسب تیار کر کے حملہ کر دیا۔ دشمن ہر چند سراسیمہ ہوئے لیکن جو بھی موجود تھے ہر نوع اکٹھے ہوئے دانت پر دانت رگڑ کر مقابلہ کو دوڑے۔ سلطان اہل ہند کے بہادروں کی شجاعت دیکھ چکا تھا اسی لئے اس نے اپنے لشکر کے چار حصے رات کو کر لئے تھے کہ باری باری جنگ کریں جس وقت ہاتھی حملہ آور ہوں پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں جب دشمن یہ گمان کرے کہ پلے ثبات ہل گیا اور تعاقب پر آمادہ ہو تو دستے جھپٹ پڑیں"۔

"الغرض اس طرح دشمن رات کو تیاری کر چکا تھا اور دوسرا بالکل سویا ہوا تھا اس کا انجام یہ ہوا کہ بہادر گوجر رات کے اندھیرے میں دھوکہ میں مارے گئے اور صبح سویرے پرتھوی راج چوہان زندہ گرفتار ہوا"۔

اب اس تاریخ کے مولف کا قلم ایک اہم نکتہ پر پہنچ گیا ہے وہ یہ ہے کہ مورخوں میں اس امر پر اختلاف ہے کہ پرتھوی راج وہیں میدان جنگ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا یا غزنی لے جایا گیا۔ متعصب بیرونی مسلم مورخوں نے یہ تحریر کیا ہے کہ پرتھوی راج چوہان زندہ گرفتار ہوا اور وہیں میدانِ جنگ میں قتل کر دیا گیا۔ برخلاف اس کے اسی زمانہ کی بلکہ اسی وقت کی لکھی گئی۔۔

ہندی تاریخیں اس بات کی دعویدار ہیں کہ پرتھوی راج چوہان غزنی لے جایا گیا اور اس کے ہاتھوں پہلے غوری ختم ہوا پھر وہ بھی قتل کیا گیا جس کی تفصیل ہم ابھی مذکور کریں گے لیکن اس سے قبل مندرجہ ذیل نکات غور طلب ہیں۔

۱:۔ تمام فارسی مورخ تحریر کرتے ہیں کہ حملہ رات کو ہوا اور ہندی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی۔

۲:۔ جب فوج شکست کھا چکی تو پتھورا رائے زخمی حالت میں حدود سرستی میں گرفتار ہوا (مراد سرستی سے تھانیسر کے قریب دریا سے ہے)

مندرجہ بالا دو باتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ پتھورا رائے کی گرفتاری کے وقت کوئی مزاحمت کرنے والا موجود نہ تھا، یا تو زخمی پتھورا رائے یعنی پرتھوی راج بھاگ رہا تھا یا زخمی حالت میں زمین پر گر چکا تھا۔ اب.....

۱:۔ کسی تاریخ میں یہ درج نہیں ہے کہ پرتھوی راج کو بھاگتے ہوئے گرفتار کیا گیا۔

۲:۔ کسی تاریخ میں یہ درج نہیں ہے کہ پرتھوی راج یا کسی فوجی سپاہی نے مزاحمت کی۔ چنانچہ اس سے یہ بات عیاں ہے کہ پرتھوی راج کو زخمی حالت میں زمین پر سے اٹھا کر گرفتار کیا گیا۔

اب تیسری بات یہ ہے کہ پرتھوی راج جیسے عظیم الشان شہنشاہ کو گرفتار کر کے کوئی بیوقوف بادشاہ بھی میدانِ کارزار میں قتل کرنا پسند نہ کرتا جب کہ لڑائی میں اسے مکمل فتح نصیب ہوئی ہو پھر اس حالت میں کہ آج کا فاتح کل شکست کھا چکا تھا۔ وہ اپنے دشمن کو اپنے دارالخلافہ میں زندہ گرفتار کر کے اپنے بادشاہ کے پاس کیوں نہ بھیجتا۔

اب مندرجہ ذیل حقائق پر بھی غور کر لیجئے۔

۱:۔ تمام فارسی تاریخیں بیان کرتی ہیں کہ محمد غوری اس فتح کے فوراً بعد نلاوڑی کے میدان سے سیدھا غزنی پہنچا اور اپنے سپہ سالار قطب الدین کو دِلی کی طرف روانہ کیا۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۰۱ وغیرہ تواریخ۔

۲:۔ غزنی پہنچکر کوئی نئی فوج بھی قطب الدین کے واسطے نہیں بھیجی گئی۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ قطب الدین کے پاس اتنا

لاؤ لشکر موجود تھا کہ وہ جنگ کر چکنے کے بعد بھی تمام ہندوستان سے لڑ تا ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا تو پھر محمد غوری معرکہ سے فوراً ہی کیوں لوٹ گیا اور پرتھوی راج کے دارالخلافہ پر کیوں قبضہ نہیں کیا۔

چنانچہ یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ غوری اپنے قیدی راجہ کو غزنی لے گیا اور اگر وہ اسے زندہ یا ساتھ رکھتے ہوئے دلی اور اجمیر پر قبضہ کرتا تو جانباز اور بہادر سپاہی کٹ مرتے لیکن اپنے راجہ کو چھڑا لیجاتے۔

اور اگر پرتھوی راج میدان میں ختم کر دیا گیا ہوتا تو محمد غوری کو ملک کے چھوڑنے کی نوبت نہ آتی۔

حقیقتاً ٹھیک واقعہ یہی ہے کہ محمد غوری اپنے عظیم دشمن کی گرفتاری کی خوشی میں.. واپس دارالخلافہ چلا گیا اور دلی پر قبضہ کو اپنے سپہ سالار کے سپرد کر گیا تا غزنی پہنچکر اپنے بھائی اور بادشاہ سے مراعات و مبارکباد خسروی کا مستحق ہو۔

چنانچہ بتاہانِ گوجر صفحہ نمبر ۲۹۹ کے فٹ نوٹ پر یہ روایت بھی تحریر ہے کہ :-

"پرتھوی راج کو غزنی لے جایا گیا"

* * *

اب دوسرا عظیم غور طلب نکتہ یہ ہے کہ مورخ محمد غوری کی موت کو الگ الگ طریقوں سے بیان کرتے ہیں یعنی

(۱) محمد غوری کھوکھروں کے ہاتھ سے دریائے نیلاب کے پاس علاقہ رہتک (رہتاس) میں مارا گیا۔

(ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ نمبر ۹۹)

(۲) دریائے جہلم کے کنارے ایک اسماعیلی فدائی نے اسے قتل کر دیا۔

(ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۱۰۵ - آبِ کوثر)

(۳) ۱۲۰۵ء میں فرقہ ملاحدہ کے ایک مخبوط الحواس شخص نے بمقام ٹیک واقع ضلع جہلم پنجاب میں قتل کیا تھا۔

(ملاحظہ ہو طبقات ناصری)

(۴) اس کا انتقال غزنی میں ہوا۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری)

یہ سب لکھنے والے یک طرفہ غوری کے مداح ہیں جنہوں نے اصل واقعات پر پردہ ... ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے برعکس مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں۔

۱- ایک روایت یہ بھی ہے کہ پرتھوی راج کو شہاب الدین غوری غزنی لے گیا تھا اور اس کی شاہانہ طور سے مراعات کی گئی لیکن ایک دن وہ بھاگ نکلا اور پکڑا گیا اور اسی ناشکری کے باعث پرتھوی راج وہاں مارا گیا۔

ملاحظہ ہو فٹ نوٹ صفحہ نمبر ۲۹۹ شاہانِ گوجر۔

۲- ہندی تاریخوں کی بنیاد پر علامہ ابوالفضل نے تحریر کیا ہے۔

راجہ نے سابقہ کامیابیوں پر مغرور ہوکر قلیل لشکر ہمراہ لیا اور غنیم سے جنگ آزمائی کے لئے باہر نکلا، چونکہ اس مرتبہ پتھورا کے لشکر میں بلند ہمت بہادر موجود نہ تھے اور معاملات ملک میں سابقہ رونق نہ باقی رہی تھی اور نیز یہ کہ اس کا موجودہ دشمن راجہ جےچند اب حریف کا ہی خواہ تھا۔ پتھورا اس معرکہ میں دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا۔ سلطان راجہ کو غزنی لے گیا۔ چند کوی (شاعر) نے حقیقت شناسی اور وفاداری سے کام لیا اور خود بھی غزنی پہنچے۔ چند بردائی (پرتھوی راج کا درباری شاعر) سلطان کے حضور میں حاضر ہوا اور شہاب الدین نے اس پر نوازش و مہربانی کی۔

اس باوفا ملازم نے اپنی تجربہ کاری و فراست سے راجہ سے ملاقات کی اور قید خانہ میں اس کو تسکین و تسلی دی چند کوی نے راجہ سے کہا کہ میں سلطان سے تمہاری تیراندازی کی تعریف کرتا ہوں یقین ہے کہ بادشاہ اس بہادرانہ مشغلہ کا مشتاق ہوکر اس تماشہ کو دیکھنے کا خواہشمند ہوگا تم کو چاہیئے کہ تم اسی وقت اس کا کام تمام کردو۔

اس مشورہ پر عملدرآمد ہوا اور پتھورا رائے نے سلطان کو تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ ....

شہاب الدین کے بہی خواہ وملازمین نے راجہ اور چند کوی (شاعر) کو بھی اس دنیا سے.. رخصت کر دیا۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۰۱۰ (اردو ترجمہ)

مندرجہ بالا حقائق کے پیشِ نظر اسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہندی تاریخیں

محمد غوری

اور

مہاراجہ پرتھوی راج چوہان کے آخری لمحات

محمد غوری مہاراجہ پرتھوی راج چوہان کو بعد گرفتاری غزنی لے گیا اور اس کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھروا کر اسے اندھا کر دیا۔ اور ایک تہ خانہ میں پابہ زنجیر کر کے مقید کر دیا گیا۔

پرتھوی راج چوہان کا وفادار درباری شاعر چند بردائی غزنی پہنچا اور ......

شہاب الدین محمد غوری کے دربار میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ اس نے اپنی عقل و فراست سے شاہی دربار میں اپنا خاص مقام حاصل کیا۔ گاہے گاہے وہ قید خانہ میں اپنے مہاراجہ سے ملاقات کرتا رہا۔ اپنے مہاراجہ کو اندھا اور غمگین دیکھ اور اس کو پابہ زنجیر پا کر اس کا دل بہت رنجیدہ ہوتا رہا۔ آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے رہے اور انتقام کی آگ اس کے سینے میں سلگتی رہی۔

پرتھوی راج چوہان کی آواز پر نشانہ لگانے کی باتیں اور تیر اندازی و بہادری کی داستانیں اس کی حکومت کے دور میں دور دور ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں۔

ایک روز محمد غوری نے چند بردائی سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارا راجہ آواز پر تیر مار دیتا ہے کیا یہ صحیح ہے۔ چند نے جواب دیا یہ بات بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ محمد غوری اور اس کے درباریوں کے دل میں قیدی راجہ کا تماشہ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔

اندھے پرتھوی راج چوہان کو دربار میں پابہ زنجیر لایا گیا لوہے کی چند پلیٹیں الگ الگ فاصلہ پر لٹکا دی گئیں۔ مہاراجہ کو دربار کے سرے پر کھڑا کر کے سلطان نے چند سے کہا کہ وہ اپنے راجہ سے کہے کہ جس پلیٹ پر آواز ہو وہ اس پلیٹ پر تیر کا نشانہ لگائے۔ اندھے مہاراجہ کو تیر اور کمان دے دی گئی۔

دربار پر خاموشی طاری تھی جوں ہی پہلی آہنی پلیٹ پر ضرب لگائی گئی فوراً اندھے مہاراجہ نے تیر چھوڑا اور وہ پلیٹ پر ٹھیک ضرب کی جگہ پر جا کر لگا۔

محمد غوری کے چہرے پر فخر اور غرور کے آثار ہویدا ہوئے اس کے منہ سے متکبرانہ لہجہ میں نکلا:۔ " راجہ کتنا دلاور اور ماہر حرب ہے "۔

چند بردائی شاعر دربار میں اپنے مہاراجہ کو تماشہ بنتے نہ دیکھ سکا جوں ہی محمد غوری کے منہ سے یہ کلمات نکلے اس نے اپنے اندھے مہاراجہ کو مخاطب کر کے فوراً کہا:۔

پھوڑے جس پاکھنڈی نے تیرے نین
گھمنڈ کے اوہی بولت ہے بین ۔۔۔!!!

چار بانس چھ گز انگل اشٹ پرمان
اسپتے پر سلطان ہے مت چوکے چاہمان

یعنی ۔۔۔ اے مہاراجہ!

جس دھوکہ باز نے تیری آنکھیں پھوڑی ہیں یہ وہی ہے جو گھمنڈ کے ساتھ بول رہا ہے سلطان کے تخت کا فاصلہ اندازاً چار بانس چھ گز اور آٹھ انگل کا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ اے چوہان مت چوک ۔ موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دے۔

اتنا سننا تھا کہ اندھے پرتھوی راج نے ایک تیر کمان پر رکھ کر چھوڑا جو محمد غوری کے حلق میں لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

چند بردائی نے اس جرم کو بظاہر قابل سزا سمجھتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اپنے مہاراجہ کا سر اڑا دیا تاکہ غیر کی تلواریں آقا کے سر کو نہ چھو سکیں۔ چند بردائی کا پھر کہیں پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا البتہ اس کی اولاد ہزار ہا سال مصیبتیں اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد آج تک زندہ ہے اور یہ خاندان چوہانوں کا بھاٹ (شجرہ نویس شاعر) چلا آرہا ہے اجمیر کے علاقہ میں اس کی جاگیریں ہیں۔

—— ★ ——

اے ارضِ پاک تیرے قلب و جگر کو اب تک
سیراب کر رہا ہے خونِ رواں ہمارا!!

حکومت اجمیر کا اختتام

پرتھوی راج چوہان تراوڑی کے میدان میں دوسری جنگ میں دھوکہ سے شکست کھا کر گرفتار ہوگیا اور محمد غوری اسے پابہ زنجیر کرکے فوراً غزنی لے گیا اور اپنے پیچھے اپنے غلام قطب الدین ایبک کو مع فوج کثیر کے چھوڑ گیا۔

قطب الدین ایبک نے اجمیر اور دہلی پر قبضہ کیا دونوں جگہ شاہی محلات گرائے گئے، عوام کو لوٹا گیا کثیر آبادی خوفزدہ ہوکر دکن کی طرف ہجرت کر گئی، بہادر سپہ سالاروں، سرداروں اور شاہی گھرانے کی تمام عورتیں آگ میں جل کر ستی ہوگئیں۔

پرتھوی راج چوہان کے لڑکے راجہ رین سی نے قطب الدین کی ماتحتی قبول کرلی لیکن اس کا خوددار چچا ہیمراج اس ماتحتی کے خلاف تھا وہ جیتے جی دشمن کی فتح کا قائل نہ تھا جب اجمیر میں راجہ رین سی نے ماتحتی قبول کرلی تو وہ اعلان جنگ کرکے رنتھمبور چلا گیا۔

پرتھوی راج چوہان کے لڑکے راجہ رین سی کو اجمیر میں اپنا باجگزار بنا کر قطب الدین نے قنوج کا رخ کیا اور ملک کے غدار جے چند کو چندواڑہ کے مقام پر شکست دی۔ وہ مارے شرم کے گنگا میں ڈوب کر مرگیا۔

گجرات کے بھیم سولنکی نے جب اس طرح ملک کو غارت ہوتے ہوئے دیکھا تو اس نے انہلواڑہ سے کوچ کیا۔ راستہ میں اس نے اپنے باجگزار جاٹ راجہ جبتوان کو مشرق کی طرف جانے کا حکم دیا جس نے دہلی کا رخ کیا انہوں نے آتے ہی قلعہ ہانسی پر قبضہ کرلیا۔ جب یہ خبریں قطب الدین کو پہنچیں وہ دہلی کی طرف بڑھا اور جاٹوں کو شکست دی اور اس کے بعد میرٹھ میں فوجی

چھاؤنی قائم کی۔

پرتھوی راج چوہان کے خوددار بھائی ہیراج نے اپنے ملک پر قربان ہو جانے والوں کا لشکر اکٹھا کیا اور ۱۱۹۲ء میں اجمیر کی طرف بڑھا اور قطب الدین ایبک کی مقرر کردہ نگراں فوج اور راجہ رین سی کی مشترکہ فوجوں کو ایسی شکست فاش دی کہ بیرونی حملہ آور تو دلی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور راجہ رین سی لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اس طرح دشمن سے اتحاد کرنے کا اسے نتیجہ مل گیا۔

آریہ ورت کی سرزمین کو اپنے خون سے سیراب کرنے والی یہ جماعت سردار جھٹ رائے چوہان کی سرکردگی میں دلّی کی طرف بڑھی اور جاتے ہی دشمنوں کو شکست فاش دی لیکن ایسی جذباتی مختصر ٹولیاں اور گروہ دنیا میں ہمیشہ ناکامیاب رہے ہیں چنانچہ قطب الدین ایبک نے میرٹھ اور اطراف سے تھوڑے ہی دنوں بعد تمام حملہ آوروں کو یکجا کر کے جھٹ رائے چوہان کو شکست دی اور یہ خوددار اور غیور بہادر دلّی میں ہی آگ کی چتا میں بیٹھ گیا اور جل کر مر گیا۔

تھوڑے ہی دنوں بعد پرتھوی راج کا بہنوئی سمر سی والئی میواڑ ایک فوج فراہم کر کے دلّی کی طرف بڑھا لیکن اس جماعت کا بھی وہی حشر ہوا اور اس کی رانی پرتھا ستی ہو گئی۔

اب قطب الدین ایبک نے اپنی تمامتر توجہ اجمیر پر مرکوز کی اور وہاں مستقل طور سے فوجی چھاؤنی قائم کی اور مزید کمک کیلئے غزنی خط بھیجدیا۔

انہلواڑہ کے راجہ بھیم نے دوبارہ پھر فوجکشی کی اور اجمیر میں قطب الدین کو گھیر لیا۔ لیکن غزنی سے نئی کمک آگئی اور وہ شکست کھا کر گجرات چلا گیا۔

اس طرح گوجروں کی اس عظیم الشان سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا البتہ رنتھمبور اور انہلواڑہ (گجرات) مزید سو سال تک قربانی دیتے رہے جن کا تذکرہ آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

چوہانان — رنتھمبور

۱۱۹۲ء تا ۱۳۰۱ء

راجہ ہری راج چوہان

جیسا کہ ابھی مذکور ہوا کہ پرتھوی راج چوہان کے بھائی ہری راج چوہان نے رنتھمبور میں.. آزاد حکومت قائم کی اور بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ بر سر پیکار رہا۔ لیکن قطب الدین ایبک کے ساتھ لڑائیوں میں اس کا سپہ سالار جیت رائے چوہان دلّی پر حملہ میں مارا گیا اور اس کے تھوڑے دنوں بعد ہیمراج کا بھی انتقال ہوگیا۔

ہری راج (یا ہیمراج) نے اجمیر پر حملہ کر کے راجہ رین سی کو قطب الدین کی ماتحتی قبول کرنے کے جرم میں ختم کر دیا تھا۔ بعد میں اجمیر پر بیرونی حملہ آوروں کا قبضہ ہو جانے کی وجہ سے تمام چوہان رنتھمبور ہی آ گئے تھے اور ہری راج چوہان کے انتقال پر گوبند راج تخت نشین ہوا۔

راجہ گوبند راج چوہان

راجہ گوبند راج چوہان نے انہلواڑہ کے راجہ بھیم دیو ثانی کے ساتھ قطب الدین کا مقابلہ کیا۔ قطب الدین شکست کھا کر اجمیر میں محصور ہوگیا۔ لیکن غزنی سے نئی کمک اور فوج آجانے سے آزادی کے پروانوں کو شکست ہوئی۔ لیکن قطب الدین نہ تو رنتھمبور لے سکا اور نہ ہی.. گجرات پر قبضہ کر سکا۔

راجہ ہاہم دیو چوہان اور راجہ پرہلاد چوہان

راجہ گوبند راج کے بعد راجہ ہاہم دیو چوہان اور راجہ پرہلاد چوہان یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ انھوں نے اپنی آزادی برقرار رکھی۔

* * *

راجہ ویر نارائن چوہان

راجہ پرہلاد کے بعد ویر نارائن تخت نشین ہوا۔ جلال الدین خلجی نے اس پر دو مرتبہ حملہ کیا لیکن قلعہ رنتھمبور فتح نہ ہوسکا۔ جلال الدین واپس دلّی آیا سرداروں نے صلاح دی کہ ان واقعات سے ویر نارائن کے حوصلے بلند ہو جائیں گے لہذا اس کا مداوا کرنا ضروری ہے چنانچہ جلال الدین نے ویر نارائن چوہان کو صلح و آشتی کا پیغام دے کر دلّی بلایا اور اسے دھوکہ سے قتل کرا دیا۔

* * *

راجہ واگھ بھٹ چوہان

جب ویر نارائن چوہان دلّی میں دھوکہ سے مارا گیا تو رنتھمبور پر اس کے چچا واگھ بھٹ نے قبضہ کیا اور آزادی کو برقرار رکھا۔

* * *

راجہ جیتر سمھ چوہان

واگھ بھٹ کے انتقال کے بعد جیتر سمھ چوہان علاقہ رنتھمبور کے تخت پر رونق افروز ہوا اس نے

اپنی حدود سلطنت کو وسعت دینے کیلئے مالوہ کے راجہ کو شکست دی اور اس کا کچھ علاقہ اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

راجہ ہمیر دیو چوہان

راجہ جیتر سمھ چوہان کے انتقال پر راجہ ہمیر دیو چوہان سریر آرائے تخت ہوا۔ اس کے زمانہ میں محمد شاہ مغل سلطان علاء الدین سے خائف ہو کر اس کے پاس پناہ گزیں ہونے کیلئے آیا راجہ ہمیر دیو کو انجام کا پتہ تھا لیکن اس نے کھشتری خون کی عظمت برقرار رکھنے کیلئے اسے اپنی شرن (پناہ) میں لے لیا۔ سلطان علاؤالدین سے اس کی سخت جنگ ہوئی سلطان نے اسے بہت بہت لالچ دیئے اور اپنا دشمن واپس مانگا اور ساتھ ہی یہ بھی دھمکی دی کہ بصورت انکار رنتھمبور کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ لیکن اس وعدہ کے پکے کھشتری نے کہلا بھیجا۔ "بے شک میری جان چلی جائے لیکن میں نے ایک غریب الناس کو پناہ دی ہے۔ میں اس کی حفاظت میں اپنا سب کچھ قربان کر دونگا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۳۰۱ء میں رنتھمبور فتح ہو گیا اور ہمیر دیو چوہان نے دشمن کے ہاتھوں میں پڑنے کے بجائے خودکشی کر کے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس طرح اجمیر کی قائمقام یہ حکومت چند سالوں کے لئے ختم ہو گئی۔ ہمیر کی موت پر آسمان میں یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں :-

رگھو کل ریت سدا چلی آئی
پران جائیں پر بچن نہ جائیں

یعنی سورج ونشی گھرانے کی یہ رسم ہمیشہ سے چلی آرہی ہے کہ اس کے افراد اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں چاہے اس کے پورا کرنے میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

راجگانِ چوہان کے زمانہ میں علوم وفنون

گوجروں کی آخری بڑی اور مشہور سلطنت دلّی اور اجمیر تھی جس نے محمود غزنوی کے زمانہ مابعد میں عروج حاصل کیا۔

محمود کا سب سے آخری حملہ اجمیر پر ہوا جس میں اسے ناکامیابی ہوئی۔ اس فتح سے چوہانوں کے حوصلے اس قدر بلند ہوئے کہ انہوں نے پہلے تو پنجاب سے غزنویوں کو نکالا اور پھر وگراہ راجہ چہارم نے کلی طور سے حملہ آوروں کو آریہ ورت سے باہر کر کے پشاور تک حکومت کو وسعت دی۔

مشرق کی اس سلطنت کے حدود دریائے گنگا کے پار رام پور تک تھے۔ شمال میں شوالک سے لے کر جنوب میں وندھیاچل پہاڑ تک اس کی حدود سلطنت تھیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان حکومتوں نے آریہ ورت کو دو سو ۲۰۰ سال تک بیرونی حملوں سے محفوظ کر دیا۔ محمود کی اولاد نے متعدد مرتبہ کوششیں کیں لیکن وہ ہر مرتبہ ناکامیاب رہے محمود کے حملوں سے جو ضعف اور کمزوری ملک کو پہنچی تھی چوہان راجگان نے اس کمی کو پورا کر دیا۔

راجگان چوہان صرف جنگجو بہادر اور تلوار کے دھنی ہی نہ تھے بلکہ علوم وفنون کے مربّی اور سرپرست بھی تھے۔

جتنے شہر محمود غزنوی نے جلا کر خاکستر کر دیئے تھے چوہانوں کے دور حکومت میں سب کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ لاہور، نگرکوٹ اور تھانیسر وغیرہ سب شہر اس زمانہ میں دوبارہ عروج پر پہنچے راجہ اجے راج نے اپنے نام پر شہر اجمیر آباد کیا تھا اور وہاں ایک مستحکم قلعہ بنایا تھا۔

قطب الدین ایبک نے اجمیر کے محلات کو توڑ کر ان پتھروں کو مسجد میں لگایا۔ کچھ سال پیشتر اجمیر کی جامع مسجد کی مرمت کے موقعہ پر سنگ مرمر کے چھ تختے برآمد ہوئے جن پر... سنسکرت زبان میں عبارتیں درج تھیں اور وگراہ راجہ چہارم کے زمانہ کی تختی تھی۔

چوہانوں نے شہر تاراگڑھ اور قلعہ تاراگڑھ تعمیر کرائے جس کے بازار دیکھنے کے قابل ہیں۔ اجمیر کے پاس انوراج یا آنا چوہان نے اپنے نام پر ایک بہت بڑا پختہ تالاب بنوایا جو آج تک موجود ہے اور آنا ساگر کے نام سے پکارا جاتا ہے ابھی حال میں اس کی دوبارہ مرمت ہوئی

شاکمبھری کے علاقہ میں قلعہ سانبھر بنوایا گیا۔
مارواڑ کے علاقہ میں قلعہ چتوڑ بھی راجگان چوہان کا تعمیر کردہ ہے۔
دکن بعید میں قلعہ گولکنڈہ (قدیم) اور دریائے چنبل کے کنارے قلعہ دھینر بھی چوہانوں کے حسن ذوق کا پتہ دیتے ہیں۔ قلعہ دھینر آجکل کے قصبہ شاہ آباد کے پاس واقع ہے۔
شہر ندول تو ویسا نہیں رہا البتہ قلعہ ندول شکستہ حالت میں بھی اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کرتا ہے۔
راجہ اشب اچھت نے ضلع میرٹھ میں ایک شہر اچھت پور آباد کیا تھا جو بعد میں بیرونی حملہ آوروں نے تباہ و برباد کر دیا۔ البتہ اسی مقام پر آج تک اچھت پور گاؤں آباد ہے۔
پرتھوی راج چوہان کے قدیم محلات گرا دیئے گئے تھے لیکن اس کا تعمیر کردہ قلعہ آج بھی موجود ہے۔ پرتھوی راج چوہان نے مستورات کیلئے جو اونچا مندر تعمیر کرایا تھا اس کے اوپر چڑھ کر شہزادیاں اور رانیاں جمنا کے درشن کرتی تھیں اس کی اوپر کی منزلیں اتار کر انہیں پتھروں پر عربی عبارتیں لکھ کر حملہ آوروں نے ایک اونچا مینار تعمیر کیا تھا جو آج ہمارے زمانہ میں قطب مینار کہلاتا ہے۔ قطب مینار کی نیچے کی منزل وہی پرانی اور قدیمی منزل ہے۔ پچھلے دنوں زلزلہ میں قطب مینار کی اوپر کی چھٹی اور ساتویں منزل گر گئی تھی گرے ہوئے پتھروں پر اندر کی طرف تمام عبارتیں سنسکرت زبان میں لکھی تھیں جو پتھورا رائے کے زمانے کو ظاہر کرتی ہیں۔
دلی میں پرتھوی راج چوہان کا قلعہ آج تک پتھورا رائے کا قلعہ کہلاتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ شاہجہان نے لال قلعہ میں شامل کیا تھا۔ شمالی حصہ آج تک موجود ہے جس کے اوپر سے ریلوے لائن گذرتی ہے اس کی دیواریں سابقہ حالت میں کھڑی ہیں اور چاروں طرف خندق موجود ہے۔
موجودہ قصبہ مہرولی (نزد دہلی) کے پاس منہدم شدہ دیواریں اور بکھری ہوئی اینٹیں زبان حال سے گذشتہ ایام کی یاد دلاتی ہیں۔
اس حکومت کے عروج کے زمانہ میں راجہ گھگ چوہان یا گھگے راؤ چوہان میں سے دو شخص بجیرا (دھیراؤ) اور اوتریہ چوہان بحیثیت نجات دہندہ داخل ہوئے اور انھوں نے غزنویوں کو نکال کر دوبارہ شہر بھیڑہ (واقع جہلم) اور شہر گجرات کو دوبارہ تعمیر کرایا اور پرشاور (موجودہ پشاور) کے منہدم شدہ مندروں کو از سر نو

بنوایا۔ اس حصہ پنجاب دسرسہ کے چوہان انہیں دو بھائیوں کی اولاد ہیں جو راجہ گھگے راؤ چوہان کے پوتے اور راجہ کیشو راؤ چوہان کے بیٹے تھے۔

ملتان (موجودہ ملتان) صدیوں تک حملہ آوروں کی زد میں آتا رہا تھا۔ حملہ آور بھی یہاں تک پہنچے اور سبکتگین نے بھی براہ بلوچستان سب سے پہلے اسی شہر پر حملے کئے تھے چنانچہ چوہانوں نے اس شہر کو دوبارہ جلا بخشی لیکن مسلمانوں کے قبرستانوں یا زیارت گاہوں کی عزت و تکریم کی گئی اور ان کے متولی راجاؤں کے دربار میں خاص اعزازات کے مالک ہوئے ہیں۔ چنانچہ سارنگ دیو چوہان کے دربار میں مسلمان فقراء و علماء رہتے تھے جن کی وہ بہت عزت تکریم کرتا تھا انہیں کی صحبت فیضیاب سے اس نے حکومت کے کاموں سے کنارہ کشی اختیار کرلی بقول بعض مسلم مورخین وہ اسلامی قاعدہ کے مطابق عبادت کرتا تھا۔

چوہانوں کی کھیچی شاخ نے شمالی پنجاب میں ایک نیا شہر کھیچوا آباد کیا اور شاخ ہاڑہ نے مشرقی پنجاب میں شہر ہانسی و قلعہ ہانسی تعمیر کیا ۱۹۴۷ء میں ہانسی کے مسلمان گوجر خاص اعزازات کے مالک تھے۔

راجہ ہررہ راؤ (ہرش راج) کے پوتے اور راجہ واچہ کے بیٹے راجہ گوگا چوہان جو گیارہویں صدی میں شوالک کی ترائی یعنی موجودہ جالندھر سے دریائے گنگا تک کے علاقہ کا راجہ تھا۔ بڑا ہی خدا ترس بزرگ منش آدمی تھا۔ اس کی بہت سی کرامات ہندو مسلمان بیان کرتے ہیں اس کی سمادھ دمزار موضع ددریڑ ضلع سہارن پور میں ہے۔ سے "گوگا" پیر کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہاں ہر سال میلہ لگتا ہے اور نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہے۔

راجہ بھرتری وددھ چوہان اور راجہ بھیش ورم چوہان عالم تھے اور عالموں کی قدر کرتے تھے علاقہ لاٹ کو انہوں نے اپنی قابلیت سے علوم و فنون کے معراج پر پہنچایا

راجہ دھاول چوہان جس نے اپنے نام پر دھاول پور (موجودہ دھول پور) آباد کیا علماء و فضلا کی بڑی قدر کرتا تھا اور خود بھی عالم تھا۔۔

چوہانوں کے کتبہ جات جو آج محکمہ جات آثار قدیمہ کے تصرف میں ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ چوہان راجاؤں نے متعدد جگہوں پر مذہبی عالموں کو گزارہ کے لئے ... جاگیر دادیں دی ہوئی تھیں۔

راجہ وگراہ چہارم یا بیسل دیو نہ صرف بہادر تھا بلکہ شاعر بھی تھا اور کئی کتابوں کا

مصنّف بھی تھا۔ اس کی لکھی ہوئی کتابوں میں "ہرکلی ناٹک" سب سے زیادہ مشہور ہے بہادری و علمی قابلیت کی ہی وجہ سے اس کا لقب "مہاراجہ ادھیراج گرجر پر مشہور" تھا۔

گرجر اعظم مہاراجہ پرتھوی راج چوہان زبردست عالم تھا۔ شاعری سے خاص شغف رکھتا تھا اس کے دربار میں علماء و فضلا اور شعرائے اکرام کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ یہ ادیبوں کی قدردانی میں شہرۂ آفاق تھا۔ اس کے درباری شعراء میں "چند کوی" خاص طور سے قابل ذکر ہے چند کوی کا ایک معمولی مگر پُرشکوہ شعر بہت مشہور ہے جو اس نے محمد غوری کے حملے کے وقت لکھ کر محل میں بھیجا تھا۔

تو گوری پر رتین

ارو تو گھر گوری تکین

یعنی اے مہاراجہ! تو گوری (بیوی) پر فریفتہ ہے اور گوری (غوری) نے تیرا گھر تک لیا ہے۔ یعنی تیری سلطنت کی تاک میں ہے۔

راجگانِ کشمیر

۱۰۳۸ء تا ۱۳۲۶ء

کشمیر پر محمود غزنوی نے دو مرتبہ حملہ کیا تھا مگر دونوں مرتبہ اسے ناکامیابی ہوئی تھی اس زمانہ میں کشمیر کی حکومت پر راجہ ابھے من کی ماں رانی دیدا (یا دوا رانی) کی حکومت تھی جس کا سپہ سالار تونگ رائے گوجر تھا۔

اسی دوران لاہور کے ترلوچن پال کھٹانہ نے جموں و کشمیر میں پناہ لی تو ان دونوں گوجر بہادروں نے کشمیر کو بیرونی حملہ آوروں سے بچائے رکھا۔ ترلوچن پال کھٹانہ کی موت آج تک صیغۂ راز میں ہے کہ وہ کہاں اور کس حالت میں جاں بحق ہوا۔ البتہ راجہ تونگ رائے کو اس کے مخالف سرداروں نے قتل کر دیا۔

الف

راجہ سنگرام

۱۰۳۸ء تا ۱۰۶۲ء

راجہ تونگ رائے کی موت کے بعد رانی کے بھائی اودے راج کا بیٹا سنگرام کشمیر کا راجہ تسلیم کیا گیا

چوبیس سال دو ماہ حکمرانی کرکے اس کا انتقال ۱۰۶۲ء میں ہوا۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل راجگان... کشمیر میں جلوہ افروز ہوئے۔

۲۔ ہرراج پتر سنگرام	*	اس راجہ نے صرف بائیس دن حکمرانی کی
۳۔ راجہ اننت پتر ہرراج	*	اس راجہ نے ۱۰۶۲ء تا ۱۰۶۸ء پانچ سال
" " " "	*	پانچ ماہ حکمرانی کی۔
۴۔ راجہ کلس دیو پتر راجہ اننت	*	اس راجہ کی حکومت ۱۰۶۸ء تا ۱۰۹۴ء تک
" " " "	*	تخت کشمیر پر رہی۔
راجہ ہرس دیو پتر کلس دیو	*	یہ راجہ ۱۰۹۴ء تا ۱۱۰۶ء حکمران رہا اس کی
" " " " "	*	موت کے بعد اس کا داماد راجہ اچل تخت پر جلوہ
" " " "	*	افروز ہو

(ب)

خاندانِ لوہر

۱۱۰۶ء تا ۱۱۷۲ء

راجہ اچل دیو

۱۱۰۶ء تا ۱۱۰۸ء

راجہ ہرس دیو کے انتقال پر اس کا داماد راجہ اچل دیو کشمیر پر قابض ہو گیا۔ راجہ اچل دیو کا تعلق خاندانِ لوہر سے تھا اس طرح کشمیر کی حکومت خاندانِ لوہر میں منتقل ہو گئی۔ راجہ اچل دیو

صرف ایک سال چار ماہ دو دن حکمرانی کرنے پایا تھا کہ اسے ایک سردار سدھ کے بیٹے ردھ نے قتل کر دیا اور خود تخت نشین ہوگیا مگر ایک شب اور ایک پہر حکمرانی کے بعد اسے بھی راجہ اچل کے بھائی سلہن لوہر نے قتل کر دیا قسمت نے سلہن کی بھی یاوری نہ کی اور وہ صرف تین ماہ اور ستائیس روز حکمرانی کر کے انتقال کر گیا۔

❊ ❊ ❊ ❊

(۲)

راجہ سسں لہا

(SIS LAHA)

۱۱۰۸ء تا ۱۱۱۹ء

راجہ سلہن دیو کی وفات کے بعد اس کا چھوٹا بھائی راجہ سسں لہا کشمیر کا فرمانروا ہوا۔ اس کی تخت نشینی کے سات سال دس ماہ بعد سابقہ راجہ ہرس دیو کے بیٹے بھیکر چر نے اسے تخت سے اتار کر خود سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ خاندانِ لوہر کے بہادروں نے چھ ماہ اور بارہ دن بعد کشمیر کی سلطنت کو پھر سے اپنے خاندان میں منتقل کر لیا۔ دوسری مرتبہ راجہ سسں لہا ۱۱۱۷ء میں تخت پر بیٹھا اور دو سال حکمرانی کر کے ۱۱۱۹ء میں انتقال کر گیا۔

❊ ❊ ❊

(۳)

راجہ جے سنگھ

۱۱۱۹ء تا ۱۱۴۶ء

راجہ سسں لہا کے انتقال پر اس کا بیٹا راجہ جے سنگھ گدی پر بیٹھا اور پورے ستائیس سال حکمرانی کر کے اس نے کشمیر کی سلطنت کو وسعت دی تبت اور جموں کے راجاؤں سے تعلقات استوار کیے

غزنویوں سے پنجاب کا شمالی علاقہ یعنی موجودہ علاقہ چترال، کافان اور سوات وغیرہ فتح کیا۔ مگر سوات پر اس کا مستقل قبضہ نہ رہ سکا۔

(۴)

راجہ پیرمانک

سنہ ۱۱۴۹ء تا سنہ ۱۱۵۹ء

راجہ پیرمانک دیو اپنے باپ کی طرح بہادر نکلا مگر قسمت نے اسے حکمرانی کرنے کے لئے صرف چھ سال کی مہلت دی اس کے بعد یہ راجہ انتقال کر گیا۔

"راج ترنگنی"

"راج ترنگنی" کشمیر کی تاریخ ہے جسے ایک کشمیری پنڈت کلہن نے راجہ جے سنگھ کے زمانہ میں شروع کیا تھا۔ پنڈت کلہن کا انتقال سنہ ۱۱۴۹ء میں ہوا۔

(۵)

راجہ دانتی دیو

سنہ ۱۱۵۵ء تا سنہ ۱۱۶۲ء

راجہ پیرمانک کے بعد اس کا لڑکا راجہ دانتی دیو کشمیر کا فرمانروا ہوا اور سات سال ورنہ حکمرانی کر کے سنہ ۱۱۶۲ء میں اس نے اس دارفانی سے کوچ کیا اس مختصر سی مدت سلطنت میں اس نے کوئی ایسا کام نہ کیا جو تاریخ کے صفحات کی زینت بنتا۔

(۶)

راجہ ونتی دیو

۱۱۶۲ءتا ۱۱۷۲ء

بعض مورخین نے راجہ دانتی دیو (DANTI DEV.) اور راجہ ونتی دیو .... (VANTI DEV.) کو ایک ہی راجہ تحریر کیا ہے اگر اس تحریر کو صحیح تصور کر لیا جائے تو راجہ دانتی دیو کی مدت حکومت ۱۱۷۲ء تک ہوتی ہے۔

(۷)

راجہ جسدیو یا وپہ دیو

۱۱۷۲ءتا ۱۱۹۰ء

راجہ وپہ دیو بعض مورخوں کے نزدیک راجہ ونتی دیو کا چھوٹا بھائی تھا مگر موجودہ مشہور مورخ جناب کے۔ ایم منشی صاحب نے اپنی تاریخ "دی گلوری دیٹ واز گرجر دیش" صفحہ نمبر ۳۶۸ پر اسے کشمیری عوام کا نمائندہ تحریر کیا ہے۔

اس خاندان میں حسب ذیل راجگان گذرے ہیں

۱:- راجہ جگدیو پسر وپہ دیو نے ۱۱۹۰ء تا ۱۲۰۴ء حکمرانی کی

۲:- راجہ راجدیو پسر جگدیو نے ۱۲۰۴ء تا ۱۲۲۷ء حکمرانی کی

۳:- راجہ سنگرام دیو پسر راجدیو نے ۱۲۲۷ء تا ۱۲۴۳ء حکمرانی کی

۴:- راجہ رام دیو پسر سنگرام دیو نے ۱۲۴۳ء تا ۱۲۶۴ء حکمرانی کی

(س)

راجہ لچھمن دیو برہمن

سنہ ۱۲۶۴ء تا سنہ ۱۲۷۸ء

راجہ لچھمن دیو قوم کا برہمن تھا جو راجہ رام دیو کا وزیر تھا۔ راجہ کے انتقال پر لچھمن دیو برہمن نے تخت سلطنت سنبھالا اور کشمیر کی حکومت خاندان برہمن میں منتقل ہوئی آخر ۱۴ سال حکمرانی کے اس کا انتقال سنہ ۱۲۷۸ء میں ہوا۔

راجہ سمہ دیو

سنہ ۱۲۷۸ تا سنہ ۱۲۹۲ء

راجہ سمہ دیو سابقہ راجہ لچھمن دیو کا سپہ سالار تھا جس نے راجہ کے انتقال پر چودہ سال پانچ ماہ ستائیس روز حکمرانی کی۔

راجہ سنہہ دیو

RAJA SINH DEV—!

سنہ ۱۲۹۲ء تا سنہ ۱۳۰۱ء

راجہ سنہہ دیو سابقہ راجہ سمہ دیو کا چھوٹا بھائی تھا اس کے زمانہ میں قندھار کے بخشی دیجو نے کشمیر پر حملہ کر کے ملک کو تباہ و تاراج کیا۔ راجہ نے صلح کا پیغام بھیجا اس دوران برفباری اس زور سے ہوئی کہ دیجو کے بیشمار سپاہی برف میں دب کر ہلاک ہو گئے اور وہ واپس چلا گیا۔ راجہ سنہہ دیو کا ایک مسلمان ملازم شاہ میر گوجر تھا۔

اس مصیبت سے چھٹکارا ملا ہی تھا کہ مشرق کی طرف سے تبت کے راجہ رنچن نے

کشمیر پر حملہ کر کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

راجہ رنجن تبتی

۱۳۰۱ء تا ۱۳۱۱ء

راجہ رنجن نے کشمیر میں پورے دس سال حکمرانی کی اور شاہ میر گوجر کو اپنا وزیر مقرر کیا اور اسکی مصاحبت سے دین اسلام قبول کیا

راجہ اُدھن دیو

۱۳۱۱ء تا ۱۳۲۶ء

راجہ رنجن تبتی کے انتقال پر سابقہ کشمیری راجہ سنہہ دیو کے ایک رشتہ دار اُدھن نے کشمیر کی حکومت کو دوبارہ قبضہ میں کر لیا اور اپنا وزیر شاہ میر کو مقرر کیا۔

رانی کوتا دیوی

راجہ اُدھن دیو کے انتقال کے بعد اس کی رانی کوتا دیوی کشمیر کی حکمران ہوئی۔ اس نے بھی بوڑھے شاہ میر کو حسب سابقہ وزیر سلطنت رکھا مگر ساڑھے چھ ماہ بعد شاہ میر نے کشمیر کی عنان حکومت خود سنبھال لی۔

(آئندہ حالات حصہ دوم میں مذکور ہیں)

اٹھارواں باب

گوجر خاندان گڑھوال

دارالخلافہ

قنوج و کاشی

گیارھویں صدی کے شروع میں دور مشرق میں ایک گوجر خاندان کارالسنتی یا کاشی موجودہ کاشی یا بنارس) میں حکومت کرتا تھا۔ اس خاندان میں مندرجہ ذیل راجگان کے نام تواریخ میں ملتے ہیں۔ یہ حکومت بھی محمود غزنوی کے حملوں کے بعد عروج پر پہنچی۔

(۱)

راجہ یاسوگراہ

سنہ ۱۰۱۹ء تا سنہ ۱۰۴۰ء

راجہ یاسوگراہ کو اس خاندان کا بانی اوّل تو نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس نے حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یاسوگراہ کے اجداد قنوج کے گوجر خاندانِ پرتہار کے اوّل شہنشاہوں کے سامنت (باجگزار سردار) تھے یاسوگراہ کا دارالخلافہ بنارس تھا اور اس حکومت میں بہار، مگدھ، ریاست ریواں وغیرہ علاقے شامل تھے۔ اس راجہ کا زمانہ حکومت بہت پرامن رہا اس کے حدود حکومت کے اندر چور ڈاکوؤں کا دور دور تک پتہ نہ تھا انصاف کی یہ حالت تھی کہ شیر و بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ فریاد رسی فوراً کی جاتی تھی۔

(۲)

راجہ ماہی چند

سنہ ۱۰۴۷ء تا سنہ ۱۰۷۲ء

راجہ ماہی چند نے اپنے زمانۂ حکومت میں اوّلاً شمال کی طرف رجوع کیا اور موجودہ اودھ کے علاقہ کا بیشتر حصہ فتح کیا۔ ماہی چند راجہ یاسو وگراہ کا فرزند اکبر تھا۔

* * *

(۳)

راجہ چندر دیو!

سنہ ۱۰۷۲ء تا سنہ ۱۱۰۴ء

راجہ چندر دیو اپنے باپ راجہ ماہی چند کے انتقال کے بعد سنہ ۱۰۷۲ء میں سریر آرائے تخت ہوا جس کے زمانہ میں خاندانِ پرتہار کو زوال آیا اور ان کے دار الخلافہ قنوج پر مالوہ کے بھوج اعظم پرمار نے قبضہ کیا لیکن اس کا انتقال جلد ہی ہو گیا چندر دیو گرھوال نے قنوج پر فوج کشی کر دی لیکن تری پوری کا کلچوری خاندانِ گرجر کا راجہ لکشمی کرن۔ اس کے ارادے میں حائل ہوا اور ان دونوں کی لڑائیاں سالہا سال تک جاری رہیں۔ لکشمی کرن نے قنوج پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس کے انتقال کے بعد چندر دیو قابض ہوا۔

* * *

(۴)

راجہ مدن پال

سنہ ۱۱۰۴ء تا سنہ ۱۱۱۴ء

راجہ چندر دیو کے بعد اس کا لڑکا راجہ مدن پال کاشی (بنارس) کے تخت پر

پر بیٹھا اور اس نے قنوج پر قبضہ جاری رکھا آخر اس کا انتقال صرف دس سال بعد یعنی ۱۱۱۴ء میں ہوگیا۔

۵

راجہ گووند چندر

۱۱۱۴ء تا ۱۱۵۴ء

مدن پال گرجر کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا گووند چندر تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور اس نے مستقل طور سے "کانیہ کبج" یعنی قنوج کو دارالخلافہ بنایا۔

یہ راجہ اس خاندان کا سب سے پہلا زبردست اور بہادر راجہ ہے اس نے مشرق میں بنگال کے پال خاندانِ گرجر کو شکست دے کر ان کا بہت سا علاقہ چھین لیا۔

پھر اس نے مغرب کی طرف پیشقدمی کی اور ہمالیہ کی ترائی کے ساتھ ساتھ فتوحات حاصل کرتا ہوا پنجاب تک پہنچا اسی زمانہ میں غزنویوں اور چوہانوں کی لڑائی کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ غزنویوں نے جب شمال کی طرف سے پنجاب پر حملہ کیا تو اس کی ٹکر گووند چندر سے ہوئی۔

گووند چندر نے غزنویوں کو شکست کھا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا البتہ گووند چندر سے ترائی کا علاقہ اجمیر کے چوہانوں نے لے لیا اور قنوج کی سلطنت کی حدود دریائے گنگا کے مشرقی کنارے تک ہی قائم ہو سکی۔ یہی پہلی لڑائی یا اقتدار کی سرد جنگ چوہانوں اور گرھواروں (خاندان راٹھور کے اجداد) کے درمیان ہوئی جو غزنویوں کے پنجاب خالی کر دینے کی وجہ سے پنجاب پر قبضہ کر لینے کے سلسلے میں ہوئی۔

گووند چندر نے پھر جنوب کی طرف فتوحات کا سلسلہ جاری کیا اور ہر معرکہ میں اس نے ترپوری کے کلچوری گوجروں کو شکست دی اور دکن بعید کے خاندانِ چول سے تعلقات استوار کئے۔ آخر ۱۱۵۴ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔

(۶)

راجہ وجے چندر

۱۱۵۴ء تا ۱۱۷۰ء

اپنے باپ گووند چندر کے انتقال کے بعد وجے چندر گدی نشین ہوا۔ اس نے بھی شمالی پہاڑوں کے ساتھ ساتھ بڑھنے کی کوشش کی لیکن یہ بھی کامیاب نہ ہو سکا البتہ پتہ چلتا ہے کہ اس نے بھی چوہانوں کے ساتھ مل کر خسرو ملک کو شمالی پنجاب سے نکال دیا اور پشاور تک دوبارہ تمام آریہ ورت پر گوجروں کا جھنڈا لہرانے لگا۔

* * *

(۷)

راجہ جے چند

۱۱۷۰ء تا ۱۱۹۳ء

مہاراجہ جے چند وہی مشہور زمانہ جے چند ہے جس نے محمد غوری کو اس وقت کامیاب کرایا جب کہ وہ دو حملوں میں پسپا ہو چکا تھا۔

پہلا حملہ محمد غوری نے گجرات پر کیا اور شکست کھائی۔

(ملاحظہ ہو کوئی بھی فارسی تاریخ)

دوسرا حملہ محمد غوری نے ۱۱۹۱ء میں پرتھوی راج چوہان پر کیا اور شکست کھائی۔

(ملاحظہ ہو کوئی تاریخ)

تیسرا حملہ کرنے کی تیاری محمد غوری مکمل کر چکا تھا لیکن اس کی ہمت آریہ ورت میں داخل ہونے کی نہ ہوتی تھی۔ پرتھوی راج چوہان کے حالات میں مفصّل بیان ہو چکا ہے کہ جے چند اور پرتھوی راج دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے، چنانچہ جے چند نے انتقام لینے کیلئے محمد غوری کو پرتھوی راج پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ جس میں غوری کامیاب ہوا اور فوراً ہی واپس غزنی چلا گیا لیکن اس کے سپہ سالار قطب الدین ایبک نے اگلے ہی سال یعنی ۱۱۹۳ء میں قنوج پر حملہ کیا اور اس کو تباہ و برباد کر کے کاشی (بنارس) کو بھی فتح کیا۔ محل و مندر توڑ دیئے گئے۔

جے چند نے بمقام چندوارہ شکست کھائی اور غیرت قومی سے گنگا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس طرح قنوج ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا جس پر آریہ ورت ناز کرتا تھا۔

* * *

(۸)

راجہ ہریش چندر

جے چند کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا ہریش چندر ادھر ادھر پھرتا رہا اور اس نے دو ایک علاقوں پر قبضہ کر کے عملداری شروع کی اور اس طرح قنوج کی دہ گرجر حکومت ختم ہو گئی جس کے بارے میں شاعروں نے کہا تھا:-

"جب چیدی (تری پوری) کا راجہ کرن اور دھار کا راجہ بھوج مر گئے تو زمین نے خاندان گرھوال کے راجہ چندر دیو کو اپنا محب اور محافظ چنا"

ملاحظہ ہو انٹی کویری ۱۲ صفحہ ۲۰۳

نوٹ:- خاندان گرھوال کے نام بچے کھچے سردار تھر کے ریگستان میں پناہ گزیں ہوئے اور کچھ صدی بعد جودھ پور آباد ہو گیا۔

* * *

آہ قنوج

اکثر لوگ دِلّی کو قدیم ترین شہر آریہ ورت کا سمجھتے ہیں جب کہ اس کا نام اندر پرستھ تھا لیکن قنوج بھی دِلّی سے کم قدیم اور کم مشہور نہیں ہے لیکن آخری زمانہ نے اس کی گزشتہ روایات کو ہم سے بھلا دیا۔ جب کہ دِلّی ابھی تک جوان ہے۔ چنانچہ دیکھئے کہ قنوج پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے آریوں کی ایک قدیم کتاب "مہابھارت" ہے۔ مہابھارت میں بھی قنوج کا تذکرہ موجود ہے اس سے پہلے اس کا حوالہ کہیں نہیں ملتا لہٰذا نہیں کہا جا سکتا کہ قنوج کب آباد ہوا تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے زمانہ سے تین سو سال قبل ایک کتاب کے مصنف پتنجلی نے قنوج کا ذکر مشہور شہروں میں کیا ہے۔ دوسری صدی ق م میں گوجروں کے خاندان ناگری نے اسے اور چار چاند لگا دیے اور اس میں بہترین محلوں اور مندروں اور سڑکوں کا اضافہ کیا اور دریائے گنگا کے کنارے خوبصورت گھاٹ بنوائے۔

چوتھی صدی عیسوی میں قنوج کا نام "کانیہ کبج" تھا اور یہی نام اس سے پہلے بھی تھا۔ اس وقت اس شہر کی حالت اچھی نہ تھی۔ لہٰذا گپت راجاؤں نے اس شہر کو دوبارہ نئے طرز پر تعمیر کرایا اور اس شہر کی داغ بیل اور ڈیزائن (نقشہ) ایک گوجر ماہر تعمیرات (انجینئر) نے کیا تھا۔ تاریخوں میں اس کا نام ماہو دایہ بھی لکھا ہے۔ یہ نام توصیفی ہے۔ اصلی نام "کانیہ کبج" ہی ہے جب ۴۰۵ء میں چینی سیاح فاہیان آریہ ورت میں آیا تو وہ بھی اس شہر کی قدامت کی وجہ سے اسے دیکھنے گیا تھا اس وقت اس شہر میں دو خانقاہیں اور ایک ستوپ تھا۔ گپت (برہمن خاندان) کے راجاؤں کے دور میں یہ شہر بڑا بارونق ہو گیا چونکہ یہ مذہبی شہر تھا۔ اس لئے شاہان گپت اس کی خانقاہوں کی خاک کو اپنی پیشانی پر لگاتے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ اس کی مٹی کی برکت سے ان کا آفتاب دولت نصف النہار پر پہنچ گیا ہے۔

گپت خاندان کے بعد برہمنوں کے ایک اور خاندان پشیہ بھوتی نے قنوج کو سنبھالا اور اسے ترقی دی۔ اسی خاندان کے مہاراجہ ہرش کے زمانہ میں جب چینی سیاح ... ہیون سانگ آیا تو اس شہر میں بدھ مذہب کی ایک سو کے قریب خانقاہیں تھیں

جن میں دس ہزار سے زیادہ بھکشو (عبادت کرنے والے) رہتے تھے۔

اس وقت ویدک مذہب خوب ترقی کر رہا تھا اور اس شہر میں اس مذہب کے دو۲۰۰ سو سے زیادہ مندر تھے جن میں ہزارہا پجاری (عبادت گزار) موجود تھے۔ علم و فضل کا یہ حال تھا کہ بہت سے اسکول (مدرسے) اور دو تین کالج (دار العلوم) تھے جن میں فلسفہ اور اصول مذہب کی تعلیم دیجاتی تھی۔ بڑی بڑی جاگیریں تعلیم کے لئے وقف تھیں۔

آٹھویں صدی میں پرتہار گوجروں نے قنوج کو معراج پر پہنچایا ان کے زمانہ میں باہر ملکوں سے طلباء تعلیم حاصل کرنے کیلئے ہزاروں کی تعداد میں آتے تھے دنیا کے عالموں اور فاضلوں کا یہ شہر مرکز تھا، علوم وفنون کے چشمے اس سرزمین سے جابجا دنیا کو سیراب کرتے تھے اور اس کی شہر پناہ نہایت مضبوط تھی اور متعدد قلعے تھے۔

اس شہر کا منظر نہایت ہی دلکش تھا۔ قنوج دریائے گنگا کے مشرقی کنارے پر تھا اور چاروں طرف خوشنما باغات اور صاف و شفاف پانی کے تالابوں نے اس کی رونق کو دوبالا کر دیا تھا۔ یہاں بڑے وسیع تالاب تھے۔ رات کو ستاروں کے عکس سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زمین کے اندر ایک اور آسمان ہے۔

نویں صدی کے آخر میں یہ شہر گوجروں کی شہنشاہیت کا واحد مرکز تھا جب کہ خاندان پرتہار گوجر کے عظیم الشان مہاراجہ مہر بھوج اعظم نے اس کو اپنا پایہ تخت بنایا اور اس کی شان و شوکت کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

اس زمانہ میں قنوج ہر لحاظ سے دنیا کے تمام شہروں سے اعلیٰ وارفع تھا۔ یہ شہر صرف خوبصورتی میں ہی بےمثل نہ تھا بلکہ تجارت کا بھی مرکز تھا۔ یہاں کے لوگ بڑے مالدار تھے۔ ہر قسم کی صنعت اور حرفت کا یہ شہر نمائش گاہ تھا۔ آخری مرتبہ پورے تین سو سال تک اس شہر کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں گرجروں نے اپنا تن من دھن لگا دیا۔ فلک نما محلات اور ان کے سنہری کنگوروں کو صبح سویرے شاہ خاور سجدہ کرتا تھا کہ اتنے میں حملہ آور ملک میں گھس گئے اور راجہ پال گوجر کے عہد حکومت میں محمود غزنوی نے اس شہر پر حملہ کیا۔ راجہ پال نے بغیر لڑے شہر محمود کے حوالے کر دیا۔ محمود نے مندروں کو مسمار کر دیا۔ اور شہر کا ایک حصہ ہی اجاڑنے پایا تھا کہ اس کا گزر گنگا کے کنارے کی طرف ہو گیا۔ اس شہر کی خوبصورتی دیکھکر حیرانی نے اس کے ہاتھ روک دیئے اور اس نے باقیماندہ شہر کو

صرف لوٹنے میں ہی صبر کر لیا۔

جب غزنویوں کا زور کم ہو گیا تو پرتہار گوجروں کے فوراً بعد خاندانِ گرھوال کے گوجروں نے اس شہر کو اپنا دارالخلافہ بنا کر اس کی مرمت کی اور جو حصہ محمود غزنوی نے تباہ و برباد کر دیا تھا اسے از سر نو تعمیر کیا گیا اور اس کی حالت پہلے جیسی ہو گئی۔

رات کے وقت دریائے گنگا کی نہریں دور تک اس کے چراغاں سے ہفت آسمان کی طرح روشن تھیں۔ جب شہر میں گھنٹیاں بجتی تھیں تو شہر گونج اٹھتا تھا اور عجیب سماں پیدا ہو جاتا تھا۔

طوفان یا آندھی سے پہلے جس طرح ہوا بند ہو جاتی ہے یہی حال اس درمیانی دور کا ہوا یعنی ڈیڑھ سو سال بعد حملہ آور پھر آ دھمکے۔ راجہ جے چند نے اس شہر کی خوبصورتی کو بچانے کیلئے اس شہر سے بہت دور چندوارہ کے مقام پر مقابلہ کر کے شکست کھائی اور دریائے گنگا میں ڈوب کر مر گیا لیکن حملہ آور لشکر اور اس کے سپہ سالار قطب الدین غلام نے ایسا تباہ و برباد کیا کہ اس کی بنیادوں تک کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

شیر شاہ سوری نے اسے دوبارہ شہر سور کے نام سے آباد کرنا چاہا لیکن تو بہ کیجئے جس جنگل کو شور لگ جائے بھلا اس میں کہیں کنت و زراعت ہو سکتی ہے۔

چنانچہ آج قنوج نام کی ایک معمولی بستی یو۔پی (اُتر پردیش) ضلع فرخ آباد میں واقع ہے جہاں چند غیر گوجر خاندان رہتے ہیں اور چاروں طرف گوجروں کے محلوں کے کھنڈرات پڑے ہیں۔

بنگال کا سین خاندان

بنگال میں جس خاندان نے ۱۰۵۰ء میں حکومت کی داغ بیل ڈالی اس خاندان کا نام تاریخوں میں مولف گوجر کو نہ مل سکا۔ چونکہ یہ راجگان اپنے ناموں میں لفظ "سین" استعمال کرتے تھے اس لئے اس خاندان کو "خاندانِ سین" ہی تحریر کیا گیا ہے۔

سین خاندان کی ابتدا کے بارے میں مستند طور سے یہ مسلّم امر ہے کہ (۱) وہ برہم کھشتری کہلاتے تھے۔

ملاحظہ ہو گلوری ویٹ واز گوجر دیش صفحہ نمبر ۳۶۸ و نیز تاریخ بنگال از مسٹر موزمدار صاحب

(۲) سین خاندان کرناٹک سے بنگال آیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ ہائے موصفات متذکرہ بالا۔

(۳) سین خاندان کی رشتہ داریاں گوجر راجگان سے تھیں

(۴) ۱۰۵۰ء سے چند سال پہلے دینگی (کرناٹک) کی گوجر حکومت ختم ہوئی جس کی حدود میں اڑلیسہ بھی شامل تھا۔

لہٰذا مندرجہ بالا الفاظ کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ سین خاندان گوجر تھا۔ کسی خاندان کو گوجر یا کھشتری یا دونوں الفاظ کے ساتھ تحریر کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا آجتک تمام گوجر کھشتری کہلاتے ہیں۔

یہ دراصل دینگی کی چالوکیہ حکومت کے سردار تھے جنہوں نے اڑلیسہ کے ساتھ بنگال بھی ملالیا دینگی کی قدیم شاخ میسور کے ہوئسل اور دیوگری کے یادوؤں نے ختم کردی۔ مگر بنگال، اڑلیسہ اور بہار پر یہ نئی شاخ مزید اڑھائی سو سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ حکمراں رہی۔

راجہ سامنت سین

سنہ ۱۰۵۰ء تا ۱۰۷۴ء

راجہ سامنت سین بنگال کے گوجر خاندان یا کرناٹک کے گوجر خاندان کے کسی راجہ کی طرف سے اڑیسہ کا صوبیدار تھا جس نے سنہ ۱۰۵۰ء میں مگدھ (اڑیسہ) میں آزاد حیثیت اختیار کی اور پھر بنگال کا جنوبی حصہ اپنی سلطنت میں شامل کیا اور اپنا دار الخلافہ "رادھا" بنایا۔ چوبیس ۲۴ سال حکمرانی کر کے آخر اس کا انتقال سنہ ۱۰۷۴ء میں ہوا۔

* * *

راجہ سوکہ سین

سنہ ۱۰۷۴ء تا سنہ ۱۰۹۵ء

راجہ سوکہ سین سنہ ۱۰۷۴ء میں "رادھا" کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے پال خاندان سے مزید علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا اور اکیس ۲۱ سال حکمرانی کر کے راہی عالم بقا ہوا۔

* * *

راجہ وجے سین

سنہ ۱۰۹۵ء تا سنہ ۱۱۵۸ء

راجہ وجے سین راجہ سامنت سین کا پوتا تھا جو ایک بہادر و جری راجہ تھا اس نے تمام بنگال کو پال خاندان سے لے لیا۔ پال خاندان کے راجہ اب صرف بہار کے راجہ رہ گئے۔ آخر سینتیس ۳۷ سال کامیاب حکمرانی کر کے اس بہادر راجہ کا انتقال سنہ ۱۱۵۸ء میں ہوا۔

راجہ بلاّل سین

سنہ ۱۱۵۸ء تا ۱۱۸۵ء

راجہ بلاّل سین نے مشرق کی طرف اراکان کی پہاڑیوں تک اور شمال میں آسام تک حکومت کو وسیع کیا۔ راجہ بلاّل سین صرف بہادر سپہ سالار ہی نہ تھا بلکہ وہ صاحب قلم بھی تھا اسے علوم و فنون سے رغبت تھی۔ رادھا شہر کو اس نے "علوم و فنون کا مرکز" بنا دیا۔ دور و نزدیک سے طلبہ تحصیل علم کے لئے "رادھا شہر" کی درسگاہوں میں آتے تھے۔

راجہ بلاّل سین کی رانی رماجیوی خاندان چلوکیہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس خاندان کے حسب ذیل راجگان نے بتدریج حکومت کی۔

راجہ لکھمن سین سنہ ۱۱۸۵ء تا ۱۱۹۲ء	راجہ لکھمن کی لڑائیاں اسی خاندان کے شاخ کے سرداروں سے ہوئیں جو "ندیا" اور "گوڑ" شہر پر حکمرانی کرتے تھے۔
راجہ مادھو سین سنہ ۱۱۹۲ء تا ۱۲۰۲ء	راجہ مادھو سین کے زمانہ میں محمد بن بختیار خلجی نے ۱۱۹۷ء میں بہار کو فتح کیا۔
راجہ کیشو سین سنہ ۱۲۰۲ء تا ۱۲۱۷ء	راجہ کیشو سین کے زمانہ میں محمد بن بختیار خلجی نے ندیا کو وہاں کے راجہ لکشمی سین سے لیا۔
راجہ سدا سین سنہ ۱۲۱۷ء تا ۱۲۳۵ء	راجہ سدا سین صرف جنوبی مغربی علاقہ کا حکمراں تھا۔
راجہ نوجا سین سنہ ۱۲۳۵ء تا ۱۲۳۸ء	راجہ نوجا سین سے ۱۲۳۸ء میں بیرونی مسلمانوں نے لیا یا علاقہ بھی چھین لیا

انیسواں باب

دکن کی آخری گوجر حکومت

راجگانِ کلیانی

خاندانِ چلوکیہ!

دکن میں صدیوں تک جیسا کہ گذشتہ ابواب میں مفصل مذکور ہو چکا ہے گوجروں کی عظمت و سطوت کا جھنڈا لہراتا رہا۔ واتاپی موجودہ (بداامی) کے چالوکیہ خاندان کی حکومت ۷۵۷ء میں راشٹر کوٹ راجہ دانتی درگا نے ختم کر دی مگر اس خاندان کی شاخ جو موجودہ کرناٹک اور اندھرا کے وسیع علاقہ جات پر قابض تھی راشٹر کوٹوں کی دست برد سے محفوظ و مامون رہی اس حکومت کا پایہ تخت پہلے وینگی تھا اور پھر کلیانی میں قائم ہوا۔

اس شاخ میں (۱) راجہ بھوردیو (۲) مہاراجہ بکرماجیت سوم (۳) راجہ تیلپ اول اور دوم) راجہ جیا سنگھ اول مشہور راجگان ہوئے۔ ۹۷۳ء میں اس خاندان کا سب سے مشہور پہلا راجہ تیلپ دوم تھا۔

(۵)

راجہ تیلپ دوم

۹۷۳ء تا ۱۰۰۱ء

راجہ تیلپ دوم ۹۷۳ء میں تخت نشین ہوا اس نے اپنی اولوالعزمی اور بہادری سے میسور کے راجہ ہوئسل کو شکست دی اور مشرق میں اپنی سلطنت کو بحر بنگال کے ساحل تک پہنچا دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں شمال و مغرب کا رخ کیا اور راشٹر کوٹوں سے لاٹ کا علاقہ چھین کر اپنی حدود سلطنت کو دریائے نربدا تک وسعت دی اور اس علاقہ کا حاکم راجہ بارپہ اہیر کو مقرر کیا۔

راجہ تیلپ دوم کا ہمعصر راجہ منج پنوار تھا جس نے گہلوٹ، چوہان اور گجرات کے راجہ کو مغلوب کیا۔ راجہ منج پنوار اپنے زمانے کا لاثانی بہادر راجہ تھا اس نے چھ مرتبہ دریائے نربدا کو پار کیا اور مغربی گھاٹ کے ساتھ ساتھ کیرل وغیرہ کے راجاؤں کو شکست فاش دی مگر ہر مرتبہ راجہ تیلپ دوم نے اسے دکن سے نکلنے پر مجبور کیا۔

راجہ منج پرمار نے ۹۹۲ء میں شمال کی طرف ملتان تک کا علاقہ فتح کیا اور یہاں سوئنگی خاندان کی شاخ لنگاہ اور توگیرہ کے سرداروں کو حاکم مقرر کر کے واپس مالوہ پہنچا۔

راجہ منج پنوار نے ساتویں مرتبہ دریائے نربدا میں گھوڑے ڈالے اور ایک بھاری لشکر لے کر دکن پر حملہ آور ہوا مگر اس وقت تک راجہ تیلپ دوم دکن کا شہنشاہ بن چکا تھا اس کی طاقت بام عروج پر پہنچ چکی تھی۔ گوجروں کے یہ دو خاندان جس سال لاکھوں سپاہیوں کے ہمراہ ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے اسی سال محمود غزنوی نے جیپال تھکریہ گوجر کو شکست دی۔

دکن میں چلوکیہ اور پنوار گوجروں کے لشکر مہینوں کی خونریزی کے بعد آخر خاک و خون میں جا ملے اور فتح نے راجہ تیلپ دوم چلوکیہ کے قدم چومے۔ راجہ منج پنوار قید ہوا اور اس کا سپہ سالار مارا گیا راجہ تیلپ دوم نے منج کو شاہی اعزازات سے نوازا اور اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مگر راجہ منج نے ماتحتی قبول کرنے پر رضامندی ظاہر نہ کی۔ اسی دوران مالوہ کے پنوار گوجروں نے اپنے راجہ کو رہائی دلانے کے لئے سازش کی مگر یہ خفیہ منصوبہ عین وقت منظر عام پر آ گیا اس جرم کی پاداش میں راجہ منج کو قتل کر دیا گیا۔

اس میں شک نہیں کہ راجہ تیلپ دوم بھی مہاراجہ پلکیشن دوم (جس نے مہاراجہ ہرش کو شکست دی تھی) کی طرح دکن کا مہاراجہ تھا آخر مہاراجہ تیلپ دوم ۱۰۰۸ء میں ہوا۔

* * *

(۶)

راجہ ستیا سری

۱۰۰۸ء تا ۱۰۱۰ء

راجہ ستیا سری ۱۰۰۸ء میں سریر آرائے تخت ہوا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس کے باپ نے راجہ منج سے سات لڑائیاں لڑیں۔ گوجروں کی اس خانہ جنگی نے چلوکیہ حکومت کو

فاتح ہونے کے باوجود بے حد ضعف پہنچایا۔ دکن بعید کے چول راجہ جو گوجروں کے تخت دشمن تھے موقعہ کی تاک میں تھے چنانچہ ۱۰۰۸ء میں راجہ راج (چول) نے کلیانی پر آخری مرتبہ کامیاب حملہ کیا۔

تاریخوں میں مذکور ہے کہ اس کی فوج کی تعداد نو لاکھ تھی اس عظیم سپاہ نے گوجروں کی اس سلطنت کو تہ و بالا کر دیا گوجروں کے درباری برہمن (علماء و فضلاء) بھی اس خونریزی سے نہ بچ سکے راجہ ستیاسری میدان جنگ میں کام آیا اور بقول بعض اس نے صلحنامہ کر لیا۔

* * *

(۷)

راجہ بکرماجیت چہارم!

۱۰۰۸ء تا ۱۰۰۹ء

راجہ بکرماجیت چہارم ۱۰۰۸ء میں تخت نشین ہوا اس کی مدت سلطنت صرف ڈیڑھ سال تھی اس مختصر سی مدت میں اس راجہ کو اپنا جوہر ذاتی دکھانے کا موقعہ نہ مل سکا اور اس نے سفر جاودانی اختیار کیا۔

* * *

(۸)

راجہ جیا سنگھ (جے سنگھ) دوم

۱۰۰۹ء تا ۱۰۴۲ء

راجہ جیا سنگھ دوم نے پورے ۳۵ پینتیس سال کامیاب حکمرانی کی اس نے دکن بعید کے چول راجاؤں کی ماتحتی کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور عظیم قوت حاصل کی، چول راجہ اپنے باہمی

جھگڑوں کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ نہ ہو سکے آخر اس دلیر راجہ کا انتقال ۱۰۴۲ء میں ہوا۔

(۹)

راجہ سومیشور اوّل

۱۰۴۲ء تا ۱۰۷۵ء

راجہ جے سنگھ دوم کے انتقال پر اس کا بہادر بیٹا سومیشور گوجر سلطنت کا وارث ہوا۔ اس نے سب سے پہلے اپنی سلطنت کے انتظام کی طرف توجہ دی۔ تجارت کو فروغ دیا۔ گوجروں کے بحری جہاز جاوا، سماٹرا اور برہما تک سامانِ تجارت لے جاتے تھے۔ گوجروں کی حکومت کے فروغ اور خوشحالی کو دیکھ کر چول راجہ نے گوجر حکومت پر حملہ کیا۔ سومیشور چلوکیہ نے چول راجہ کو شکست دی، چول شکست کھا کر بھاگ گئے لیکن پھر اگلے ہی سال انہوں نے شرارتیں کرنی شروع کر دیں۔ چنانچہ ۱۰۶۹ء میں گوجروں نے دریائے تنگ بھدرا کو عبور کیا۔ چول راجہ مقابلہ کو نکلا "کپم" کے مقام پر چلوکیوں اور چولوں میں زبردست لڑائی ہوئی جس میں چول شکست کھا گئے اور انہوں نے چلوکیہ گوجروں کی ماتحتی قبول کر لی۔

راجہ سومیشور اول نے کلیانی شہر آباد کر کے اسی کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا اس سے پہلے شہر وینگی گوجروں کا پایۂ تخت تھا۔

دکن لبید سے فرصت ملتے ہی راجہ سومیشور نے شمال کا رُخ کیا اور چیدی کے گوجر راجہ کرن کو شکست دی، نہ صرف اس بہادر نے تمام دکن کو از سرِ نو دکن کو اپنے زیر نگیں کیا بلکہ شمال میں دریائے نربدا پار کر کے اس نے پنواروں کے شہر دھار تک فتح کے جھنڈے گاڑے جنوب میں کانچی کو فتح کر کے چلوکیہ حکومت میں شامل کیا گیا آخر ۱۰۷۵ء میں بخار کے عارضہ میں مبتلا ہو کر اس راجہ کا انتقال ہو گیا۔

(۱۰)

راجہ سومیشور دوم

۱۰۷۵ء تا ۱۰۷۶ء

راجہ سومیشور دوم سابقہ راجہ سومیشور اول کا چچازاد بھائی تھا جو ۱۰۷۵ء میں سریرآرائے تخت ہوا مگر صرف ایکسال حکمرانی کرنے پایا تھا کہ اس کے بھائی نے حکومت پر قبضہ کرلیا۔

(۱۱)

راجہ بکرماجیت پنجم

۱۰۷۶ء تا ۱۱۲۵ء

راجہ بکرماجیت پنجم نے اپنے بھائی راجہ سومیشور دوم کو تخت سے معزول کرکے اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ راجہ بکرماجیت پنجم کا تذکرہ قدیم مورخ بلہن نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ اس راجہ کی تعریف نظم میں لکھی گئی ہے اس کے ہمعصر مورخ نے اسے صاف طور سے گوجر راجہ لکھا ہے۔

راجہ بکرماجیت صحیح معنوں میں بکرماجیت (بہادری کا سورج) تھا اس نے ہوئسل خاندان کے راجہ وشنو رائے سے کا نجی کا علاقہ برآمد کیا۔

چلوکیہ سن کا اجراء اپنے ہمنام مشہور زمانہ بکرماجیت پنوار کی طرح اس راجہ نے بھی ایک سنہ جاری کیا جو تاریخوں میں چلوکیہ سمبت کہلاتا ہے یہ سنہ ۱۰۷۶ء سے شروع ہوتا ہے یعنی بکرماجیت چلوکیہ کے سنہ جلوس سے۔ آخر ۱۱۲۵ء میں اس گوجر شہنشاہ کا بمقام کلیانی انتقال ہوا۔

(۱۲)

راجہ سومیشور سوم

سنہ ۱۱۲۵ء تا ۱۱۳۰ء

راجہ سومیشور سوم نے اپنے باپ راجہ بکرماجیت پنجم کے بعد گوجر حکومت کی باگ ڈور سنبھالی مگر اس بے بعد کو زیادہ دن حکومت کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

(۱۳)

راجہ پرم جگدیک مل دوم

سنہ ۱۱۳۰ء تا ۱۱۳۵ء

راجہ پرم جگدیک مل کی زندگی میں دکن میں اہیر خاندان اور ہوئسل خاندان نے سر اٹھانا شروع کیا اور اس راجہ کی تمام عمر اسی لڑائی میں بسر ہوئی مگر اس نے اپنی سلطنت کو بچائے رکھا آخر سنہ ۱۱۳۵ء راہی عالم بقا ہوا

(۱۴)

راجہ تیلپ سوم

سنہ ۱۱۳۵ء تا سنہ ۱۱۵۵ء

راجہ تیلپ سوم کی حکومت پر شمال میں دیوگری کے اہیر اور دکن بعید میں میسور کے ہوئسل

راجہ نے پے در پے حملے کئے اور لڑائیوں میں ہی ۱۱۵۵ء میں اس راجہ کا انتقال ہوا۔

٭ ٭ ٭ ٭

سنہ ۱۱۵۵ء تا سنہ ۱۱۶۲ء

۱۱۵۵ء تا ۱۱۶۲ء یعنی پورے سات سال تک۔۔ گوجروں کی یہ حکومت ڈانواں ڈول رہی اور اس کے سپہ سالار ہی اس حکومت کا کام سنبھالے رہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

(۱۵۱)

راجہ سومیشور چہارم

سنہ ۱۱۶۲ء تا سنہ ۱۱۸۹ء

آخر ۱۱۶۲ء میں سومیشور چہارم کو جو شاہی نسل سے تھا تخت پر بٹھایا گیا مگر ہر چہار طرف سے اس سلطنت پر حملے ہوتے رہے۔ شمال میں دیوگری کے اہیر جنوب میں میسور کے ہوئسل مشرق میں کاکتیہ اور مغرب میں کیرل نے اس حکومت کو چکنا چور کر دیا۔

راجہ سومیشور کے پاس اب صرف کلیانی کا شہر اور موجودہ برار کا علاقہ باقی رہ گیا تھا۔ اس علاقہ میں بھی اس کے سپہ سالار وجل نے بغاوت کی۔ یہ بغاوت تو فرو ہوگئی مگر جب تک گوجر باہمی جھگڑے سے فارغ ہوئے کلیانی پر ہوئسل خاندان کے راجہ نے قبضہ کر لیا اور شمالی علاقہ پر دیوگری کے اہیر قابض ہو گئے۔

اس طرح یہ خاندان دکن میں مقامی جاگیرداروں اور سرداروں کی حیثیت سے رہ گیا مگر اس خاندان کی دوسری شاخ اسی زمانہ میں گجرات (انہلواڑہ) میں ترقی پذیر تھی جس کا ذکر اگلے باب میں ابھی آئے گا۔

راجگانِ دیوگری

یادو ونشی اہیر خاندان کی آخری حکومت دیوگری (موجودہ دولت آباد- دکن) میں تھی دکن میں جب کلیانی کے گوجر راجگان خاندانِ چلوکیہ کمزور ہو گئے تو دیوگری میں یادو خاندان کے سرداروں نے آزاد و خود مختار حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

(۱)

راجہ بھِلم

۱۱۷۵ء میں راجہ بھِلم اہیر نے واتاپی کے گرجر راجہ سمیشور سے اس کا شمالی علاقہ چھین لیا پھر اس نے گوجر راجگانِ مالوہ و انہلواڑہ کو شکستیں دیں۔

راجہ بھِلم بڑا بہادر اور جری تھا۔ اس نے گوجروں کی تین سلطنتوں کو یکے بعد دیگرے شکستیں دیں ۱۱۸۹ء کی ایک تحریر میں درج ہے کہ:-

"وہ مالوہ کے سر کے لئے ایک بھاری وجود تھا" اور "گرجروں کیلئے بادلوں کی گرج تھا"

لیکن اس کا یہ غرور تھوڑے عرصے میں ہی مٹی میں مل گیا کیوں کہ ندول کے راجہ کلہن چوہان نے اسے ایسی شکست فاش دی کہ اہیروں نے پھر کبھی شمال کی طرف حملہ کرنے کی ہمت نہ کی اور وہ مالوہ ذخیرہ خالی کر کے بھاگ گئے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن میں اہیروں کی یہ حکومت بہت مضبوط تھی اور اس کا بانی راجہ بھِلم ایک بہادر جرنیل تھا۔

(جب گجرات پر یہ حملے ہوئے اسی دوران محمد غوری نے گجرات پر حملہ کیا تھا اور شکست کھائی تھی)

راجہ جے تنگی

اپنے باپ راجہ بھِلم اہیر کے انتقال کے بعد راجہ جے تنگی دیوگری کے تخت پر بیٹھا۔ ۱۲۰۰ء میں اس نے گجرات پر حملہ کیا لیکن اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اس کا انتقال ۱۲۰۹ء میں ہوا۔

(۳)

راجہ سنگھن

۱۲۰۹ء تا ۱۲۴۱ء

راجہ جے تنگی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا راجہ سنگھن دیوگری میں سریر آرائے تخت ہوا۔ اس کے زمانے میں شمالی ہندوستان پر بیرونی حملہ آور قبضہ کر چکے تھے اور گوجروں کی دو عظیم الشان حکومتیں۔ (۱) حکومت اجمیر و دلی ——— (۲) حکومت قنوج ختم ہو چکی تھیں۔ تیسری گرجر حکومت چالوکیہ دکن میں راجہ بھلم اور میسور کے ہوئسل راجہ نے ختم کی مالوہ و انہلواڑہ کی حکومت باقی تھی لیکن یہ بھی اتنی مضبوط نہ رہی تھی کیوں کہ ان پر متعدد حملے ہو چکے تھے جنہیں لاکھوں آدمی مارے جا چکے تھے سینکڑوں شہر تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ ان حالات میں بھی گوجروں نے اپنی آزادی برقرار رکھی اور حملہ آوروں کی ماتحتی قبول نہ کی تھی۔

مارواڑ کے گہلوٹ بھی ابھی تک سانس لے رہے تھے۔

اسی زمانہ میں دیوگری کے راجہ سنگھن نے گجرات کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر حملہ کیا لیکن گرجر بھیم دیو سولنکی نے اپنے ملک کو غنیم کے قبضہ میں جانے سے بچا لیا۔

اب راجہ سنگھن نے کولھاپور کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور گوجر خاندان سلہر کے راجہ بھوج کو اپنا باجگزار بنایا۔

راجہ سنگھن اہیر بہت بہادر راجہ تھا اس نے تھوڑے ہی دنوں بعد پھر شمال کا رخ کیا اور مالوہ کے گرجر راجہ ارجن ورمن اور لاٹ کے راجہ سندھوراج کو لڑائیوں میں ختم کر دیا۔

لاٹ کے راجہ سندھوراج کے مرنے پر اس کا انتقام لینے کیلئے اس کے ایک رشتہ دار راجہ سنگھا نے دوبارہ فوج اکٹھی کی اور راجہ سنگھن اہیر پر حملہ کیا لیکن اس نے بھی شکست کھائی اور گرفتار کر کے دیوگری لے جایا گیا۔

راجہ سنگھن نے مالوہ کے گرجر راجہ ارجن ورمن کے بیٹے دیوپال کو دیوگری بلایا اور اسے مالوہ دوبارہ واپس کر دیا۔ اسی طرح لاٹ کا علاقہ بھی راجہ سنگھا کو واپس کیا۔

راجہ کرشن اہیر

۱۲۶۱ تا ۱۲۷۱ء

راجہ کرشن اپنے باپ راجہ سنگھن کے انتقال کے بعد دیوگری کے تخت پر بیٹھا جو ایک وسیع سلطنت بن چکی تھی۔ راجہ کرشن کے زمانہ میں مارواڑ کے راجہ وسالدیو گہلوٹ نے دکن کی طرف پیشقدمی کی لیکن راجہ کرشن اہیر کے بھائی رام چندر اہیر نے ارجن دیو گہلوٹ کو شکست دیکر یہ پیشقدمی روک دی۔

نوٹ:۔ اس باب کو پڑھتے ہوئے یہ خیال کیجئے کہ شمالی ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا تھا اور یہ راجے ابھی تک آپس کی دشمنی کو نہیں بھولے تھے۔

راجہ رامچندر دیو اہیر سنہ ۱۲۷۱ء تا ۱۳۱۰ء

یہ راجہ اس خاندان کا آخری خود مختار راجہ ہے اب تک بیرونی حملہ آوروں سے دکن کا علاقہ محفوظ تھا۔ راجاؤں کو اپنی طاقت بڑھانے کا کافی موقعہ ملا تھا۔ لیکن جدال و قتال سے کبھی ان کو یہ سوچنے ہی نہیں دیا کہ مجموعی طور سے ملک کو غلام ہونے سے بچایا جائے۔

آخر اس کا انجام نظروں کے سامنے آکر رہا۔ سنہ ۱۲۹۴ء میں علاؤالدین خلجی نے کڑا (الہ آباد) سے چپکے سے اس تیز رفتاری سے کہ لوگوں کو خبر نہ ہو دیوگری پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ کی بابت فارسی مورخوں نے اس طرح تذکرہ کیا ہے

"علاؤالدین نے سنا تھا کہ راجہ رام دیو والی دکن کے پاس اتنا خزانہ ہے کہ کسی بادشاہ دہلی کو ایسا خزانہ میسر نہیں ہوا لہذا چندیری پر حملہ کرنے کے بہانے سے سنہ ۶۹۴ھ میں جنگل کے راستہ سے کہ نزدیک راستہ ہے روانہ ہوا چونکہ دیوگری میں کوئی قلعہ نہ تھا لہذا علاؤالدین چپ چاپ اس مقصد سے پہنچا چاہتا تھا کہ شاید قسمت اچھی ہو اور صبح سویرے سوتے میں راجہ رام دیو یا اس کا کوئی بیٹا گرفتار ہو جائے اور اس وسیلہ سے اچھی رقم اور خزانہ ہاتھ آجائے کہ اتنے میں پتہ چلا کہ دیوگری خالی ہے راجہ اور اس کا لڑکا کسی مہم پر گئے ہوئے ہیں چنانچہ یہ شہر میں گھس گیا اور تمام خزانہ اور رعایا کو لوٹ کر خانماں برباد کر دیا"

دوسری فارسی تاریخ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ راجہ رام دیو معہ مستورات اور بچوں کے ایک مندر میں عبادت کی غرض سے گیا تھا علاء الدین نے تین ہزار آدمی ننگی تلواریں لئے اسکی طرف روانہ کئے اور خود دیوگری پر حملہ آور ہوا۔ اس طرح غفلت میں دیوگری پر حملہ آور ہوا۔ بہادر راجہ دارالخلافہ کو بچانے کی کوشش کی اور بھاگ کر شہر میں محصور ہوا لیکن خوراک ختم ہو گئی۔ اس دوران شہر کے باشندے جنگلوں کی طرف بھاگنے لگے جنہیں علاؤ الدین کی فوج نے خوب جی بھر کر لوٹا۔ عورتوں کی بے عزتی کی گئی اور مردوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا المختصر نوبت صلحنامہ پر پہنچی۔ علاء الدین نے کہا کہ جتنا بھی مال و دولت زیور اور کپڑے شہر میں ہیں وہ سب میرے حوالے کر دیئے جائیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ علاء الدین کو خدشہ ہوا کہ اگر چند دن اسی طرح محاصرہ ہوا ایسا نہ ہو کہ تلنگانہ اور گونڈوانہ کے راجگان آجائیں، دوسری طرف محصورین کی جان پر بنی ہوئی تھی الغرض مندرجہ ذیل سامان علاء الدین نے لوٹا۔

چھ سو من سونا۔ سات من مروارید۔ دو من جواہر لعل و یاقوت والماس اور زمرد۔ ایک ہزار من چاندی۔ چار ہزار ریشمی کپڑے کے تھان اور دیگر لباس لوٹ میں حاصل ہوئیں

مندرجہ بالا واقعات تاریخ فرشتہ، طبقات ناصری اور آئین اکبری سے اخذ کر کے تحریر کئے گئے ہیں۔ مفصل حالات ان تاریخوں میں دیکھے جائیں۔

المختصر راجہ کو جان کی اماں مل گئی۔ علاؤ الدین کی موت کے بعد راجہ کے داماد ہرپال دیو نے ہاتھ پاؤں نکالے تھے لیکن بہادر شاہ پسر علاء الدین نے اس کو گرفتار کر کے جانوروں کی طرح درخت میں لٹکا کر اس کی کھال کھنچوالی اور اس کا سر دیوگری کے صدر دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ دکن کی بہمنی سلطنت نے مبارک شاہ کی موت کے بعد دکن میں آزاد سلطنت قائم کی اور دیوگری ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

بیسواں باب

گُرجر دیش

سنہ ۱۰۲۶ء تا سنہ ۱۳۰۰ء

سندھ!

(۹)

سلطنت کاٹ

سنہ ۱۰۳۰ء میں غزنوی حکومت کی مستقل حدود مشرق میں لاہور، اور جنوب میں ملتان اور شمالی بلوچستان تک تھیں باقی تمام ملک آزاد و خود مختار تھا جس میں مختلف حکومتیں تھیں۔ محمود غزنوی کے حملوں کے فوراً بعد جنوبی سندھ میں گوجروں کی سولنکی (چلوکیہ) حکومت کا قیام عمل میں آیا جن کا اعزازی لقب جام تھا اور شمالی سندھ میں گوجروں کے سومرہ خاندان نے قبضہ کیا۔

راجہ دوّا یا دادو

سنہ ۱۰۳۵ء تا سنہ ۱۰۵۰ء

— ٭ —

راجہ دوّا چلوکیہ کو سندھی زبان میں راجہ دادو تلفظ کیا جاتا ہے اس راجہ نے اپنی قوتِ بازو سے اس بدانتظامی سے فائدہ اٹھایا جو ملک میں بیرونی حملوں سے پیدا ہو گئی تھی۔ اس بہادر گوجر نے دریائے سندھ اور دریائے ہب کے درمیان کے تمام علاقہ پر قبضہ کر کے گوجر سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔ اپنی سلطنت کی شمالی سرحد پر اپنے نام پر شہر "دادو" آباد کیا جو آج تک سندھ کا ایک مشہور شہر ہے جنوب میں اس سلطنت کی حدود سمندر تک تھیں۔ جہاں "دیبل" کی بندرگاہ تجارت کا مرکز تھی۔

پندرہ[۱۵] سال حکمرانی کر کے اس بہادر کا انتقال سنہ ۱۰۵۰ء میں ہوا۔

راجہ گگّ یا کاک

سنہ ۱۰۵۰ء تا سنہ ۱۰۷۶ء

راجہ کاک نے سنہ ۱۰۵۰ء میں تختِ سلطنت سنبھالا۔ اس کی حکومت پر مغرب کی طرف سے آزاد قبائل (مثلاً بلوچ وغیرہ) نے متعدد مرتبہ حملے کئے۔ راجہ نے اپنی فوج کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر کے ہر مرتبہ انہیں شکست دی۔

شمال کی جانب سے اس سلطنت پر سومرہ خاندان نے لشکر کشی کی مگر راجہ کاک نے انہیں ہر مرتبہ ایسی شکست فاش دی کہ انہوں نے پھر کبھی جنوب کا رخ نہ کیا۔ مغربی حملوں کو روکنے کیلئے اس بہادر راجہ نے سندھ کی جنوبی مغربی حدود پر اپنے نام پر "شہر کاک" کی بنیاد ڈالی۔ شہر کاک کو دارالخلافہ قرار دیا گیا اور اسی وجہ سے یہ حکومت "سلطنتِ کاک" مشہور ہوئی۔

آخر چھبیس ۲۶ سال کامیاب حکمرانی کر کے اس بہادر راجہ کا انتقال سنہ ۱۰۷۶ء میں ہوا۔

نوٹ:۔ آج کاک کا شہر تو اپنی عظمت کی نشانیاں کھو چکا ہے مگر سندھ کی جنوب مغربی حد پر تحصیل شاہ بند کا یہ حصّہ "کاک مکاں" کہلاتا ہے اور کاک شہر کی عظمتِ رفتہ کا پتہ دیتا ہے۔

راجہ نند رائے

سنہ ۱۰۷۶ء تا سنہ ۱۱۰ء

راجہ نند رائے نے تمام عمر بڑے اطمینان و سکون سے حکومت کی۔ یہ راجہ نہایت عاقل اور بہادر تھا۔ اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف خاص توجہ دی۔ کیٹی بندرگاہ میں بازار بنوائے

دوسرے ملکوں سے تجارت کو فروغ دیا۔ زیر کاشت زمین پر مالیانہ مقرر کیا چراگاہوں کو ہر قسم کے محصول سے مبرّا قرار دیا تجارت پیشہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچائیں۔ علماء و فضلا کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ ایک کثیر فوج کا مالک ہوتے ہوئے بھی اس نے کسی ملحقہ علاقہ پر حملہ نہ کیا اس کی فوجی طاقت مشاہدہ کر کے دوسری حکومتوں کو بھی اس پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ راجہ نے پورے چوالیس سال حکمرانی کی آخر عمر میں راجہ کا دل اولاد نرینہ کے نہ ہونے کی وجہ سے دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔ وہ رات دن عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے صرف ایک لڑکی بنام درگیش تھی جو کہ نہ صرف علوم و فنون کی ماہر تھی بلکہ بہادری میں بھی لاثانی تھی۔ راجہ نے علماء و فضلا سے بارگاہ ایزدی میں دعائیں کرائیں اور خود تارک الدنیا ہو کر اسی آرزو میں انتقال کر گیا۔

رانی دُرگیش

سنہ ۱۱۱۰ء تا سنہ ۱۱۲۵ء

راجہ نند رائے مر گیا اس کے انتقال پر اس کی بہادر بیٹی دُرگیش نے تخت سلطنت پر قدم رکھا راجہ نند رائے بذات خود عالم و فاضل تھا اس نے اپنی لڑکی کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر کی تھی چنانچہ راجکماری درگیش نے سلطنت کے کاموں کو اپنی قابلیت سے بخوبی سرانجام دیا اس کے ابتدائی پانچ سال بڑے اطمینان سے گذرے مگر پانچ سال بعد آس پاس کے راجاؤں نے اس کی سلطنت پر قبضہ کرنے کیلئے اسے شادی کے پیغامات بھیجنے شروع کر دیئے۔

راجکماری نے بوجوہ تمام پیغامات کو رد کر دیا۔ ملحقہ راجاؤں نے اسے اپنی توہین سمجھا چنانچہ انہوں نے اس حکومت پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ بہادر گوجر راجکماری نے تمام راجاؤں کو یکے بعد دیگرے شکستیں دیں۔ کاک کی گوجر فوج اس قدر مضبوط تھی کہ اس نے ان تمام راجاؤں کو نہ صرف ہر طرف پسپا کیا بلکہ ان کے علاقوں میں داخل ہو کر انہیں خاطر خواہ سزا بھی دی۔

سنہ ۱۱۲۰ء میں راجکماری کے خاندان والوں نے اس کی شادی علاقہ "ڈلٹ" کے گوجر سردار اندر راج سے کر دی۔ راجہ اندر راج اپنے علاقہ کا سردار تھا جو کچھ دنوں سومرہ خاندان کے

کہ گوگ جسر راجہ ہمیر کا وزیر بھی رہ چکا تھا۔

اندر راج کو گوگ جسر سپاہ کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اس شادی سے راجہ ہمیر سومرہ کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور اسے یہ خیال ہوا کہ راجہ ہونے کے باوجود اس کی درخواست قابل توجہ نہ سمجھی گئی بر خلاف اس کے اس کے وزیر کو قابل شادی سمجھا گیا، مگر وہ کاک کی تلواریں دیکھ چکا تھا۔ اپنی اس مفروضہ توہین کا بدلہ لینے کیلئے ایک اور چال چلی۔

شادی کے پندرہ دن بعد کاک شہر میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ راجہ سومرہ کا تہنیت نامہ پہنچا۔ بہترین سوغات آئیں ہیرے جواہرات سے مرصع تلوار اور سونے کے زیورات سے لدے ہوئے گھوڑے راجہ اندر راج کی خدمت میں بھیجے گئے یہی نہیں بلکہ ایک بے حد خوبصورت خادمہ کو بھی بھیجا گیا جس کا نام "وجے متی" تھا۔ تہنیت نامہ میں تحریر تھا۔

"راجہ اندر راج کو یہ شادی مبارک ہو ہم اس کی بہادری اور اس خدمت کے عیوض جو اس نے سومرہ دربار میں سر انجام دی تھیں یہ تمام سامان وتحائف اسے بھیجے ہیں اور ایک خادمہ کو بھی دلہن کی خدمت کیلئے پیش کرتے ہیں۔"

خادمہ وجے متی جسقدر حسین تھی اتنی ہی چالاک وہوشیار تھی، تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اس نے موقع ومحل دیکھ کر راجہ اندر راج پر ڈورے ڈالنے شروع کئے مگر گوگ جسر توم کا یہ بہادر پاکباز ان اشاروں کناروں کو خاطر میں نہ لایا وہ ہمیشہ اسے سامنے آنے پر ڈانٹ دیتا اور اسے رانی درگیش کی خدمت کرنے کی تنبیہ کرتا۔

وجے متی کا دل سیاہ ہو گیا اب اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ ہمیر نے اسے یہ خدمت سونپی تھی بلکہ اس نے اب اسے اپنی توہین وتذلیل پر محمول کیا۔

وجے متی نے راجہ اندر راج کا پیچھا چھوڑ دیا اور اب اس نے رانی درگیش کی طرف توجہ دی۔ تھوڑے دنوں میں اپنی خدمت اور خداداد قابلیت سے رانی درگیش کو اپنا دلدادہ بنا لیا اور وہ اس کی سہیلی شمار ہونے لگی دوسری خادمائیں اس کی اسی طرح خدمت کرنے لگیں جس طرح رانی کی خدمت کرتی تھیں۔

ایک روز اس نے موقع پا کر رانی سے کہا کہ راجہ اندر راج کسی زمانہ میں مجھ سے شادی کا خواہشمند تھا مگر صاف دل رانی نے اسے اس کا وہم قرار دیا اور اسے تنبیہ کی کہ آئندہ اس کے خاوند کی بابت نازیبا کلمات زبان پر نہ لائے۔

میاں بیوی بلکہ راجہ رانی کی اس بے مثال محبت نے دجے متی کے دل میں رشک حسد کی آگ بھڑکا دی۔ عورت کا وہ خاصہ جسے جلن کہتے ہیں اس کے دل میں عود کر آیا اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ ان میاں بیوی کے دلوں میں شک و شبہات ڈال کر رہے گی۔ اس طرح پانچ سال کا عرصہ گذر گیا۔ یہ میاں بیوی بھی اولاد سے محروم ہی رہے۔ بیچاری درگیش نے بیتری منتیں مانیں مگر کوئی دعا کام نہ آئی۔

سوء اتفاق ایک روز راجہ اندر راج شکار کھیلنے گیا مگر وہ رات کو دارالخلافہ میں نہ آسکا۔ محبت کی ماری درگیش نے اس کا انتظار کیا اور کچھ نہ کھایا خادماؤں کو کہا کر کھانا اس کے کمرے میں رکھ کر آرام کریں۔ درگیش اس انتظار میں کھانے کے پاس بیٹھی رہی تاکہ خاوند کے شکار کے کپڑے اتروائے اور منہ ہاتھ دھلا کر اس کو کھانا کھلائے اور بعد میں خود بھی کچھ کھا پی لے۔ اس انتظار میں آدھی رات ہوگئی مگر راجہ نہ آیا۔

دجے متی کمرے میں اجازت لے کر داخل ہوئی اور رانی سے کہا کہ رانا آج یقیناً نہ آئیں گے پھر رانی سے درخواست کی کہ آپ آرام کریں۔

رانی درگیش دسترخوان کے پاس سے اٹھی اور پلنگ پر تھوڑی دیر انتظار کرنے پائی تھی کہ۔۔ نیند نے اس کے ہوش و حواس پر غلبہ پا لیا۔

دجے متی نے محل کے خادموں سے معلومات حاصل کر لی تھیں کہ راجہ شکار میں قیام کا ارادہ کر کے نہیں گئے تھے اور نہ ان کے ساتھ زیادہ آدمی تھے یہ دیر اتفاقیہ تھی اسے یقین تھا کہ راجہ ضرور شکار کھیلتے ہوئے دور نکل گئے ہیں اور وہ آدھی رات کے بعد تک شاید محل میں آجائیں چنانچہ اس بدطینت نے دونوں کھانوں میں سے تھوڑا تھوڑا کھانا کھایا اور پھر مردانہ لباس پہن کر راجہ کے پلنگ پر لیٹ گئی۔ "عورت کی جلن" نے اس کے دل سے اپنی موت کا خیال بھی نکال دیا۔

آدھی رات ڈھلنے نہ پائی تھی کہ راجہ شکار سے واپس آئے آج شکار میں کئی شیر مارے گئے تھے، چیتل، ہرن، نیلے، اور پہاڑی بکروں کا کوئی شمار نہ تھا وہ اسی خوشی میں تلوار لٹکائے محل کے کمرے میں داخل ہوئے، کمرے میں قدم رکھتے ہی ان کی نظر دسترخوان پر لگے کھانے اور اپنے پلنگ پر لیٹے ہوئے "انسان" پر پڑی راجہ نے فوراً تلوار کو نیام سے باہر نکالا کہ رانی کی محبت یا مصلحتِ وقت نے ہاتھ روک لیا ننگی تلوار لیئے وہ واپس محل سے باہر آئے اور

لوگوں سے کہا کہ گھوڑے پر سے زین نہ اتاریں۔ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر راجہ نے اسی وقت اپنے علاقہ "ڈوٹ" کا رخ کیا۔

رانی درگیشن کا خیال راجہ کو بار بار آتا تھا اسے کئی مرتبہ اپنی آنکھوں پر دھوکا ہوا اسی شش و پنج میں وہ اپنے محل میں گوشہ نشین ہو گیا۔ راجہ سومرہ نے صورت حال معلوم کر کے خوشی محسوس کی اور کاک پر حملہ کرنے کیلئے راجہ اندر راج کو سپہ سالاری و وزارت کا عہدہ دینے کی پیشکش کی مگر راجہ اندراج نے اس کی اس پیشکش کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔

اُدھر چالاک وجے تی نے علی الصباح خادماؤں سے کھانا اٹھوا دیا۔ رانی درگیش جام نیند سے بیدار ہوئی۔ دن چڑھے تک وہ راجہ کا انتظار کرتی رہی اس کی آنکھیں راجہ کے درشن کی پیاسی تھیں اس کے چہرے پر غم کے آثار دکھائی دے رہے تھے کبھی دروازے پر آتی کبھی مایوس ہو کر لوٹ جاتی۔ انتظار ہی انتظار میں شام ہو گئی۔ رانی نے پہلی ہی شام سے کچھ نہ کھایا تھا۔ خادماؤں نے اسکو ہر طرح سے تسلیاں دیں کھانے پینے کیلئے ہر چند اصرار کیا مگر اس نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا اگلی رات آنکھوں ہی آنکھوں میں گزار دی اور طرح طرح کے خیالات اس کے دماغ میں چکر کاٹنے لگے۔ وہ من ہی من میں کہہ رہی تھی۔

"میری جان سے پیارے! کیا مجھ سے روٹھ گئے ہو اور شکار کے بہانے مجھے دھوکا دے کر رونے کیلئے چھوڑ گئے ہو"

اس رات وہ بالکل نہ سوئی ذرا سی آہٹ پا کر وہ دروازے کی طرف دوڑتی اور سمجھتی کہ راجہ آ گئے ہیں مگر پھر نا امید ہو کر لوٹ آتی۔

اگلے روز بھی پورا دن یوں ہی گزر گیا بیچاری محبت کی ماری کو کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ اسی طرح کئی روز کے بعد وہ کمزور ہو گئی اس کے پیروں نے چلنے پھرنے سے جواب دے دیا اس کا چہرہ کملا کر زرد ہو گیا۔ آنکھیں اندر دھنس گئیں ایک ہفتہ گزر گیا مگر راجہ نہ آئے۔ رانی پر غشی کے دورے پڑنے لگے اسمیں اٹھنے کی ہمت نہ رہی اس کی آواز بھی بیٹھنا شروع ہو گئی، چہرہ پر مردنی چھا گئی۔

رانی کی حالت دیکھ کر قدرت کا ذرہ ذرہ کانپ گیا وجے تی کا سویا ہوا عورت کا رحمدل دل جاگ اٹھا۔ رانی کی یہ حالت دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا۔ رات کے اندھیرے میں چپ چاپ وہ باہر نکلی اور خادم کو گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا۔ تلوار لے کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور ڈوٹ کی طرف چل نکلی جاتے ہی راجہ اندر راج کے قدموں پر گر پڑی اور تمام قصہ سنایا۔

صحیح حقیقت حال سے باخبر ہوتے ہی اندر راج بے ہوش ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے ہوش آیا وہ اپنے اوپر لعنت بھیجنے لگا۔ پھر کمزوری اور نقاہت کے باوجود محبت میں اٹھ بیٹھا۔ حالانکہ وہ لاغر اور ناتوان تھا۔ اس نے بھی اس روز سے کچھ نہ کھایا تھا۔ مگر اسی حالت میں گھوڑے پر سوار ہوا اور کاک کی طرف چلدیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ رانی درگیش کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ اس کی اس حالت کا میں ہی ذمہ دار ہوں میں نے ناحق شک کر کے اس کو یہ رنج پہنچایا۔ طرح طرح کے خیالات میں وہ بمشکل تمام کاک پہنچا۔

رانی درگیش جام نے جب راجہ کی شکل دیکھی وہ پلنگ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ خادماؤں نے ہر چند اسے روکنے کی کوشش کی کیونکہ وہ نہایت ناتواں ہوگئی تھی اور آخری ہچکیاں لے رہی تھی لیکن محبت کے نشہ میں اسے اپنی پرواہ نہ رہی۔ پلنگ سے اٹھتے ہی وہ لڑکھڑانے لگی۔ قریب تھا کہ زمین پر گر پڑے کہ راجہ نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

راجہ سے اس کا یہ حال نہ دیکھا گیا وہ زار زار رونے لگا اور کہنے لگا:۔

"رانی! مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارا قصوروار ہوں۔ میں نے گناہ کیا ہے۔"

رانی کی آنکھیں پتھرا گئیں، اس نے آخری ہچکی لی اور راجہ کی گود میں سر رکھے ہوئے اس جہان سے چل بسی۔ راجہ کے دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا وہ پہلے ہی بہت کمزور ہو چکا تھا۔ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا رانی کے ساتھ ہی اس کی روح بھی قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

راجہ، رانی کی وفات پر گوجر حکومت کا تخت لاوارث ہوگیا۔ گوجر سرداروں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس باہمی چپقلش سے فائدہ اٹھا کر شمالی سندھ کے خاندان سومرہ نے اس حکومت پر قبضہ کر لیا۔ آج اس شاندار حکومت اور اس کے دارالخلافہ کی صرف ایک نشانی "تالاب" کی صورت میں باقی ہے باقی سب زمانہ کی بے ثباتی کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ مگر گوجر مستورات آج تک ملک کے طول و عرض میں اس واقعہ کو اپنی قوم کے نام پر اپنے حافظوں میں محفوظ کیے ہوئے ہیں اور فخر سے ان کا سر اونچا ہے

نوٹ:۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھی گوئیے نے جو قصہ اس واقعہ کے چھ سو سال بعد لکھا ہے اس کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے سندھی گوئیے کا "مومل اور سومل" کا قصہ اس واقعہ کی تبدیل شدہ شکل ہو۔ شاہ نے لکھا ہے رانا اپنی ملینگ پر اپنی سالی کو سوتے میں غیر مرد سمجھ کر دھوکہ کھا گیا تھا۔

(ب)

خاندانِ سومرہ

شمالی سندھ پر گوجروں کے سومرہ خاندان کی آخری حکومت کا آغاز محمود غزنوی کے حملوں کے دوران ہوا تھا اور اس کا اختتام پندرھویں صدی عیسوی میں ہوا تقریباً پانچ سو سال اس خاندان نے پہلے شمالی سندھ پر اور اپنے آخری دور میں تمام سندھ پر حکمرانی کی۔

افسوس ہے "تاریخ سندھ" مکمل موجود نہیں نہ فارسی تواریخ میں ان راجاؤں کا تذکرہ سلسلہ وار مل سکا۔ ہر فارسی تاریخ میں صرف اتنا مذکور ہے کہ سومرہ خاندان نے پانچ سو سال حکمرانی کی اور کل راجگان کی تعداد چھتیس ۳۶ تھی۔ بقول ایک سندھی "افسوس بیرونی حملوں میں سندھی ثقافت کی نشانیاں ناپید ہو گئیں"

دیگر خاندان کے راجاؤں کے سلسلے میں اس خاندان کے مندرجہ ذیل راجگان کا نام آتا ہے۔

راجہ ہموک

سنہ ۱۰۲۵ء کے قریب ہموک نے ذریلے سندھ کے مغرب میں سومرہ حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ سندھ کے مشرق میں دریائے نربدا تک انہلواڑہ (گجرات) کی حکومت تھی جہاں بھیم دیو چلوکیہ حکومت کرتا تھا۔

راجہ ہمیر سومرہ

اس راجہ کا تذکرہ مندرجہ بالا سلطنتِ کاک میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

راجہ چیجا یا جوجو سومرہ

یہ راجہ ہمہ صفات کا حامل تھا۔ عادل و منصف مزاج تھا۔ اس کا حال بھی اختصار ہی کے ساتھ ملتا ہے۔

راجہ ہلوسی

یہ سلطان ناصر الدین کا ہمعصر تھا سلطان ناصر الدین نے سندھ پر حملہ کر کے شہر ٹھٹھہ کو تباہ و ویران کیا۔ مندروں کو توڑ کر

نوٹ:۔ مؤلف گرجر گرنتھ ممنون ہوگا اگر کوئی صاحب راجگانِ سندھ کے اس خاندان کے مفصّل حالات کے متعلق نشاندہی کر دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں انہیں شامل کر لیا جائے۔ گرجر علی حسن چوہان مؤلف

ان کے پتھروں سے مسجدیں اور مکانات بنائے۔

شہر ٹھٹھہ کی تمام پرانی عمارت اسی زمانہ کی ہیں جو آجتک موجود ہیں۔ مگر اس عمل سے سودرہ خاندان کی طاقت وسطوت میں کچھ فرق نہ آیا

راجہ ارمیل رائے

اس خاندان کا آخری راجہ تھا گجرات (کاٹھیاواڑ) کے علاقہ کچھ بھوج کے راجہ انردیو نے سندھ پر حملہ کرکے ارمیل رائے سے حکومت چھین لی راجہ انردیو خاندان سمبہ سے تعلق رکھتا تھا جسے آج کل سمہ بھی کہتے ہیں۔ اس خاندان کے حالات حصہ دوم میں تحریر ہوں گے۔

(۳)

خاندان جاریجا

امرکوٹ

سندھ میں امرکوٹ کے راجہ زمانہ قدیم سے لے کر مغلیہ دور تک برسرِ اقتدار رہے جن میں اکثریت جاریجا خاندان کے راجاؤں کی تھی۔ جاریجا، سودرہ، سمبہ اور جام خاندان یادو ونشی ہیں۔

(س)

گوجر خاندانِ اہیر

راجگانِ سوراشٹر

اہیر خاندان کا آریہ ورت کی تاریخ میں بہت اونچا مقام رہا ہے۔ مہا بھارت کتاب میں اہیروں کا خاص طور سے ذکر آیا ہے۔

ہم سابقہ کسی باب میں تذکرہ کر چکے ہیں کہ زمانہ قدیم میں خاندانِ اہیر کی حکومت، سندھ بلوچستان، شمالی پنجاب، افغانستان اور وسط ایشیاء تک رہ چکی ہے۔ اہیر خاندان یادو ونشی کہلاتے ہیں دسویں صدی میں یہ خاندان تاریخ میں پھر نمودار ہوتا ہے۔

(۱)

راجہ را۔ نوگھن اہیر

یہ راجہ سوراشٹر پر حکومت کرتا تھا۔ اس نے اپنی حدود مملکت وسیع کرنے کیلئے شمالی کونکن اور انہلواڑہ کی حدود پر حملے کئے اور ایک مضبوط حکومت کی داغ بیل ڈالدی۔

(۲)

راجہ را۔ کھنگار اہیر

راجہ را۔ نوگھن کی اولاد میں راجہ را۔ کھنگار ایک بہادر راجہ تھا جو گجرات کے راجہ جے سمہد (۱۰۹۴ء تا ۱۱۴۳ء) کا ہمعصر تھا اور سوراشٹر میں دکن تک ایک وسیع سلطنت کا مالک تھا۔

(۳)

راجہ گراہری پو اہیر!

راجہ گراہری پو اہیر، انہلواڑہ کے راجہ مولراج سولنکی کا ہمعصر تھا اور یہ شروع سے آزاد اور خود مختار رہتا لیکن اس کے آخری زمانہ میں مولراج سولنکی نے اس پر حملہ کر کے اسے اپنے سرداروں میں شامل کر لیا۔ اس خاندان سولنکی (چالوکیہ) کا تذکرہ ابھی آتا ہے

* * *

(د)

انہلواڑہ کا خاندان چلوکیہ

(سولنکی)

راجہ بابک دھولا

سنہ ۸۱۶ء تا سنہ ۸۴۸ء

راجہ بابک دھولا ایک معمولی راجہ تھا جو صرف "سرس وت منڈل" علاقہ کا حکمراں تھا۔ اس خاندان کی رشتہ داریاں بھنمال کے پرتہار خاندان سے تھیں۔ جب بھنمال کے گوجر شہنشاہوں کا عروج شروع ہوا تو ان پر لاٹ دیس کے راشٹر کوٹوں نے متواتر حملے کئے۔

راجہ بابک دھولا بھنمال کے شہنشاہ ناگ بھٹ دوم کا ہمعصر تھا۔ جیسے شہنشاہ ناگ بھٹ دوم گوجر شہنشاہ کی حمایت میں انہیں شکست فاش دی اور شمال پر ان کے حملوں کو ناکامیاب بنا دیا۔ اس دوستی کے بعد سوراشٹر کے چلوکیہ گوجر شہنشاہوں کے وفادار حلیف و سپہ سالار مانے گئے۔

راجہ بل ورمن

سنہ ۸۴۸ء تا سنہ ۸۷۸ء

راجہ بل ورمن قنوّج کے گوجر شہنشاہ مہر بھوج اعظم کا ہمعصر تھا۔ راجہ بل ورمن کی لڑکی

گوجر شہنشاہ سے بیاہی ہوئی تھی۔ اپنے باپ کی طرح یہ راجہ بھی قنوج کے شہنشاہوں کا حلیف و مددگار تھا۔

آخر تیس۳۰ سال حکمرانی کر کے اس راجہ کا انتقال ۸۷۸ء میں ہوا۔

❖ ❖ ❖

راجہ کل ورمن

۸۷۸ء تا ۹۰۶ء

راجہ بل ورمن کے انتقال پر راجہ کل ورمن جو راجہ بل ورمن متوفی کا بیٹا تھا سریر آرائے تخت ہوا۔ یہ راجہ بھی قنوج کے شہنشاہوں کی ماتحتی کا دم بھرتا تھا اور ان کی جنگوں کے لئے سازوسامان اور فوج فراہم کرتا تھا۔ ۹۰۶ء میں اس نے شہر عدم رخت سفر باندھا۔

❖ ❖ ❖

راجی دیو یا راجہ دیو

۹۰۶ء تا ۹۴۲ء

راجی دیو اپنے باپ کل ورمن کے انتقال پر تخت پر بیٹھا اس کی رانی لیلا دیوی قنوج کے گوجر شہنشاہ مہی پال کی لڑکی تھی جس سے فخر گوجر قوم مولراج چلوکیہ اعظم پیدا ہوا۔

❖ ❖ ❖

مولراج چلوکیہ اعظم

۹۴۲ء تا ۹۹۷ء

مولراج ۹۴۲ء اپنے مختصر علاقہ کا فرمانروا ہوا۔ قنوج کی شہنشاہیت میں خانہ جنگی کی وجہ سے ضعف کے آثار ہویدا تھے۔ مولراج نے تھوڑے ہی عرصہ بعد انہلوارہ کے راجہ سامنت سمھ کے انتقال پر اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور قنوج کے شہنشاہوں کے

حریف راشٹر کوٹ شمال پر حملہ کرنے کیلئے اس وقت مکمل تیاری کر چکے تھے۔

مولراج کو وراثت میں "سرسوت منڈل" کا علاقہ ملا تھا جو شرق میں ریگستان سے شروع ہو کر سدھ پور اور پٹن تک تھا۔ موجودہ ودھیر اسمیں شامل تھا اس کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد اس پر لاٹ کے حاکم بارپہ نے حملہ کیا مگر اس نے بارپہ کو شکست فاش دی مولراج ایک نوجوان گوجر راجہ تھا اس فتح سے اس کے حوصلے بلند ہو گئے۔

راشٹر کوٹ راجہ اندر سوم کی سرکردگی میں دکن سے پھر فوجوں کے سیلاب براستہ گجرات شمال کی طرف بڑھے اور انہوں نے قنوج کے شہنشاہوں کے قدیمی وطن بھنمال اور پھر قنوج پر قبضہ کر لیا۔ بھنمال سے بہت سے کھشتری، برہمن اور ویش بھنمال چھوڑ کر انہلواڑہ گئے اور بہت سے سرسوت منڈل میں مولراج کے پاس پہنچے۔

مولراج نے ان لوگوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور عزت و توقیر سے ان کو دربار میں جگہیں دیں مگر وہ بذات خود پریشانی میں تھا کہیں راشٹر کوٹ اس پر بھی حملہ نہ کر دیں۔ راجہ اندر سوم کی عدم موجودگی میں اس کے بھتیجے، موگھ ورش نے دکن پر قبضہ کرنا چاہا اس لئے راشٹر کوٹوں کو بہت جلد بھنمال اور قنوج خالی کر کے واپس لوٹنا پڑا۔ ایک مرتبہ شمال کے گوجروں نے دکن پر حملہ کیا۔ ان جنگوں کے مفصل حالات "گوجر شہنشاہیت" کے باب میں مذکور ہو چکے ہیں۔

مولراج چالوکیہ کے شروع ایام میں "دھارا" کے پنوار (سیاک دوم) اور شاکمبھری کے چوہان (دیگراہ راج) اور دکن کے چالوکیہ (تیلپ دوم) وغیرہ قنوج کی شہنشاہیت کی کمزوری کے بعد اپنی شہنشاہیت کی کوشش میں مصروف تھے اور یہ تینوں اس وقت عظیم الشان حکومتیں بن چکی تھیں۔

ان کے مقابلہ میں "سرسوت منڈل" کی یہ مختصر حکومت کوئی بھی اہمیت نہ رکھتی تھی چنانچہ تخت نشینی کے بعد پورے تیئس سال تک مول راج ایک ناقابل ذکر راجہ رہا۔

۹۷۲ء میں دھارا کے پنوار گوجر راجہ سیاک دوم کا انتقال ہوا۔ اس کا جانشین.. راجہ منج پنوار اس سے بھی زیادہ بہادر اور فاتح نکلا۔ اس نے شمال میں چوہانوں اور میواڑ کے گہلوٹ کو شکستیں دیں اور پھر جنوب کی طرف دکن کے گوجر راجہ تیلپ دوم پر اس نے سات مرتبہ حملے کئے اور آخری معرکہ میں گرفتار ہو کر مارا گیا۔ کچھ مورخوں نے تحریر کیا ہے کہ راجہ منج پنوار نے شروع حملوں میں مولراج پر بھی حملہ کیا اور وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر بستی کنڈی کے راجہ دھول

کے پاس پناہ گزین ہوا مگر دوسرے مورخ پنواروں کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات تسلیم کرتے ہیں اور یہی قابل قبول ہے کیونکہ مولراج آئندہ ایک طاقتور راجہ مشہور ہوا جیسا کہ ابھی مذکور ہوتا ہے۔

مولراج کی رانی مہادیوی چوہان راجہ بھوج چوہان کی لڑکی تھی جس سے بہادر چامنڈ رائے پیدا ہوا۔ ۹۱۷ء تک چامنڈ رائے اس قابل ہو چکا تھا کہ وہ اپنے باپ کے کاموں میں ہاتھ بٹانے لگے چنانچہ دونوں باپ بیٹوں نے "سرس وت منڈل" کو از سر نو مستحکم کیا اور اپنے چھوٹے چھوٹے پڑوسی راجاؤں کو فتح یا سیاست سے مرعوب کیا۔

اہیروں سے جنگ

سوراشٹر کی حکومت مولراج کے زمانہ میں خاندان اہیر کے پاس تھی جس کا دار الخلافہ دام نستھلی تھا۔ اسی مملکت میں شہر "پربھاسا" بھی تھا جہاں "سوم ناتھ" کا مشہور مندر تھا یہ مندر گوجروں کی ملکیت تھا جس کے نام ہزار ہا دیہات تھے۔ تمام گوجر راجگان مندر کے نام گاہے بگاہے کثیر رقمیں بھیجتے تھے۔ اس تمام آمدنی سے شہر میں کئی دار العلوم چلائے جاتے تھے اور ہزار ہا علماء و فضلا اور لاکھوں طلباء کے لئے ہزار ہا رہائشی مکانات بھی اس شہر میں تھے۔ یہ شہر اور آس پاس کے تمام دیہات کسی بھی راجہ کی ملکیت شمار نہ ہوتے تھے۔

سوم ناتھ کا مندر اور دار العلوم ملحقہ دیہات کی آمدنی سے ہی خود کفیل تھا اور جو زر و جواہرات گوجر راجگان دور دراز سے بھیجتے تھے اس سے دار العلوم اور مندر کے گھڑیال، دروازے، الماریاں، اطلاق وال اور روحانی پیشواؤں کے مجسمے بنائے جاتے تھے ہر روز ہزار ہا زائرین دور دراز علاقوں سے پیدل سفر طے کر کے یہاں زیارت کو آتے تھے۔ اسی جگہ "گری نار" کی پہاڑی ہے جہاں شکار کھیلنا ممنوع تھا۔

اہیروں نے نہ صرف "پربھاسا" کے انتظام میں مداخلت شروع کی بلکہ زائرین کو بھی راستے میں لوٹنے لگے اور کچھ عرصہ سے گری نار پر شکار کھیلنا شروع کیا۔ سوراشٹر میں شراب نوشی عام ہو گئی۔ پربھاسا کے علماء نے انہیں ان گناہوں سے روکا مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

مولراج نے سوراشٹر کے اہیر راجہ "گراہ رپو" کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کرائی اور اسے تنبیہ کی کہ انتظام سلطنت ٹھیک کیا جائے اور مجرمین کی سرکوبی کی جائے مگر اہیر راجہ نے اسے اپنے داخلی امور میں مداخلت بیجا سمجھا اور سختی سے خط کا جواب بھیجا۔ یہ خط ایک عرب کے ہاتھوں "اہیروکتی" زبان میں لکھوا کر بھیجا گیا تھا۔ اہیر اور سوراشٹر کے بڑے عربوں کے زبردست

حلیف تھے۔ جیسا کہ عربی تاریخوں سے واضح ہے۔ اور اس دوستی کی وجہ دونوں طرف سے گوجروں سے مخالفت تھی۔ عرب سنہ ھ میں گوجروں کے ہاتھوں شکست کھا چکے تھے۔ مگر انھوں نے ملک کی سیاست میں گڑبڑ مچانے کا کوئی موقع کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ عربوں کے ساتھ دوستی کی وجہ سے گوجر اپنے اس خاندانِ امیر کو "ملیچھ" (غدارِ وطن) سمجھنے لگے۔ اس خط کو پہنچتے ہی انہلواڑہ میں جوش و خروش پھیل گیا

جنگ کی تیاری

مولراج نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ بہادر گوجر اور بہادر گوجر مستورات ہتھیار زیب تن کر کے انہلواڑہ پہنچے۔ علماء و فضلا نے فتح کی دعائیں مانگیں۔ دربار عام منعقد کیا گیا۔ تمام عوام دربار میں امڈ پڑے۔ شاہی گھرانہ کی گوجر مستورات نے راجہ کو دربار میں نذر گزرانی۔ ماؤں بہنوں نے دعائیں دیں۔ برہمنوں نے مقدس کتابوں (ویدوں) سے اشلوک (آیات) پڑھیں۔ نجومیوں نے فتح کی پیشین گوئی کی۔ فوجی باجے بجنے لگا جس کی آواز پر گوجر جھوم اٹھے۔ تلواریں نیام میں مچلنے لگیں۔ شاہی برہمن نے راجہ کی پیشانی پر تلک (کامیابی کا قشقہ) لگایا۔

جنگی باجے کے پیچھے گوجر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ تمام ساز و سامان رسد و خوراک سے لدے ہوئے اونٹ ساتھ لئے۔ مولراج نے مہالکشمی مندر میں جا کر خدا سے کامیابی کی دعا مانگی اور پھر ہاتھی پر سوار ہو کر فوج کے ساتھ شامل ہوا۔ اس کے چاروں طرف وفادار سپاہی ننگی تلواریں لئے گھوڑوں پر سوار تھے۔ وہ خدا کے بندے جو تارک الدنیا ہو کر جنگلوں میں عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ وہ بھی گوجر فوج کو دیکھنے کے لئے اپنی عزلت گزینی سے باہر آگئے۔

آخر کار گوجر لشکر نے دریائے جمبو مالی کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا۔ خیمے گاڑ دیئے گئے۔ آناً فاناً میں ایک شہر آباد ہو گیا۔ جس پر "گندھرو" (خیالی جنت) کا گمان ہوتا تھا۔ گھوڑوں اور اونٹوں اور ہاتھیوں کو دریا میں پانی پلا کر نہلا گیا۔ اور پھر بہادر گوجر ہرے بھرے درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔

خیموں میں گوجر فوج کے لئے دوکانیں لگائی گئیں۔ بہادر گوجریاں تلواریں لٹکائے ساتھ تھیں انھوں نے دریا میں ہاتھ منہ دھویا۔ دوکانوں سے سامانِ خورد و نوش لے کر اپنے بہادر شوہروں اور بھائیوں کیلئے کھانا تیار کیا۔ بہت سے بہادر گوجر جو سفر کی تھکاوٹ کو نہ گردانتے تھے۔ تبر و تلوار لیکر شکار کے لئے چل پڑے۔ کچھ نے کتوں کو ساتھ لے کر ریچھوں کا شکار کرنے پر کمر باندھی۔ اونٹوں کے سواروں نے اپنے اونٹوں کو دانہ کھلایا۔ اس طرح کچھ بہادر درختوں کے نیچے لیٹ گئے

آرام کرنے لگے۔ کچھ نے شکار کی راہ لی۔ اور کچھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔

اگلے روز اسی جگہ راجہ گراہ رپو" اہیر کا سفیر "دِرونا س" (نام) مولراج کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور راجہ کو درخواست کی کہ وہ واپس چلا جائے۔ ورنہ اس کا آقا جنگ میں اُسے اکھاڑ پھینکے گا۔ مولراج نے کہا۔

"تم نے ہمارے سامنے بلا خوف و خطر اپنے راجہ کا پیغام سنایا جس سے ہم بہت خوش ہوئے کیونکہ سوراشٹر کے نشہ بازوں سے ایسی امید نہ کی جا سکتی تھی۔ مگر تمہارا راجہ گراہ رپو ایک ظالم شخص ہے۔ وہ زائرین کو تنگ کرتا ہے۔ برہمنوں کو قتل کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اس نے پاکیزہ شہر "پربھاشا" کو تباہ کر دیا ہے۔ سوراشٹر میں کوئی شخص آزادی سے سفر نہیں کر سکتا۔ اس نے باامن شہروں پر حملے کئے ہیں۔ وہ ملیچھ عورت کا بیٹا گرنار کی پاک پہاڑی پر شکار کھیلتا ہے ایسے گنہگار کو میں دوست نہیں سمجھتا۔ جائیے اور اسے کہئے کہ وہ ہمارے ساتھ لڑنے کو آئے۔"

راجہ گراہ رپو ایک بہادر جرنیل تھا۔ جب اس نے سفیر کی زبانی صورت حال سے واقفیت حاصل کی تو اس نے اہیر فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اس کے بہادر سپہ سالاروں نے حکم سنتے ہی اپنے اہل و عیال کو چھوڑا اور فوراً فوج میں آ ملے۔ بھیل قوم بھی فوج میں شامل ہوئی۔

کچھ کا راجہ لکش راج بھی نیلی گھوڑی پر سوار ہو کر اپنی فوج کے ساتھ آیا۔ شراب کے نشہ میں مخمور سرخ آنکھوں کے ساتھ اور رعب سے جوان پہنچ گئے۔ اسی طرح سندھ کا راجہ بھی اہیروں کا حمائتی بن کر آیا۔ سپاہیوں کی عورتیں مع سامانِ خورد و نوش کے اونٹوں پر سوار ہو کر نکلیں۔

خوفناک لڑائی

جو برہمن دریائے بلوکی (BILVAKI) کے کنارے بستے تھے انہوں نے آکر مولراج کو راجہ گراہ رپو کے عظیم لشکر کی آمد کی خبر دی۔ مولراج نے فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ آبو کے پرمار (دہنوار) بھی مولراج کی طرف سے لڑائی کیلئے تیار ہوئے۔ جب فوجوں کی ٹکر ہوئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ سے پہاڑ ٹکرا گیا۔

راجہ گراہ رپو نے بہادری کے جوہر دکھائے اور وہ کاٹ مار کرتا ہوا مولراج کی فوج میں گھس گیا اور مولراج کے سامنے پہنچ کر اس پر حملہ آور ہوا مگر بد قسمتی سے گرفتار ہو گیا اس کو چھڑانے کے لئے کچھ کا راجہ لاکھا (لکش راج) اپنی فوج لے کر آگے بڑھا مگر مولراج کی سپاہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ لڑائی ختم ہوئی سوراشٹر کی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی راجہ گراہ رپو کی رانی جو فوج کے ہمراہ تھی مولراج کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کی رہائی کی طلبگار ہوئی

مولراج نے کمال اخلاق کا ثبوت دیتے ہوئے راجہ گراہ رپو کو رہا کر دیا اور سوراشٹر کی حکومت آئندہ مولراج چلوکیہ کے ماتحت تسلیم کر لی گئی۔ مہاراجہ مولراج فتح پا کر شہر پربھاس میں گیا اور سومناتھ مندر میں جا کر خدا کا شکر بجا لایا۔

چوہانوں کا حملہ

جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اس زمانہ میں شاکمبھری کے چوہان اور دھارا کے پنوار شمالی ہندوستان میں شہنشاہیت کیلئے کوشاں تھے۔ شاکمبھری کے چوہانوں نے مولراج کی فتحیابی کی خبریں سنیں انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ کہیں انہلواڑہ کی چلوکیہ حکومت آبو کے پنواروں کے توسط سے دھارا کے پنواروں کی حلیف و مددگار نہ بن جائے مولراج کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خطرہ محسوس کیا۔

شاکمبھری (موجودہ سانبھر) کا راجہ وگراہ راج چوہان ایک عظیم سپاہ لے کر گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ مولراج ایک بہترین سیاست داں تھا اس نے اپنی طاقت مشاہدہ کر کے شکست کھانے اور کمزوری حاصل کرنے سے گریز کیا۔ جوں ہی چوہان گجرات میں داخل ہوئے مولراج نے انہلواڑہ چھوڑ دیا اور "کنتھ درگا" شہر میں چلا گیا جہاں ایک مستحکم قلعہ... کنتھ کوٹ تھا۔ مولراج کا خیال تھا کہ بارش کے موسم میں چوہان انہلواڑہ چھوڑ دیں گے مگر چوہانوں نے انہلواڑہ شہر کے باہر خیمے ڈال دیے۔

مولراج کو مصیبت میں دیکھ کر دریائے نربدا کے جنوبی علاقہ لاٹ کا حاکم راجہ باریّہ بھی گجرات پر حملہ آور ہوا تاکہ جنوبی گجرات پر اس کا قبضہ ہو جائے مہاراجہ مولراج ایک دور اندیش راجہ تھا ان دو طرفہ حملوں سے مجبور ہو کر بھی اس نے استقلال کا دامن نہ چھوڑا۔ اس نے راجہ وگراہ راج چوہان کے پاس تحفے تحائف بھیجے اور برائے نام اس کی ماتحتی و وفاداری قبول کر کے چوہانوں سے پیچھا چھڑا لیا۔

لاٹ کے راجہ سے جنگ

چوہان گجرات سے چلے گئے ان کے جاتے ہی مہاراجہ مولراج نے اپنا لشکر جمع کیا اور راجہ باریّہ سے مقابلہ کے لئے نکلا۔ حالانکہ راجہ باریّہ کے پاس عظیم سپاہ تھی مگر مولراج نے اپنی جنگی قابلیت سے اس کی فوج کو محصور کر لیا لاٹ کی فوج کچھ تہ تیغ ہوئی اور بقایا نے بھاگنے میں سلامتی سمجھی۔ مولراج نے اپنے سابقہ علاقہ کو دوبارہ اپنی ماتحتی میں لے لیا۔

دو آبہ کی فتح

مولراج نے اپنے بیٹے چامنڈ رائے کو دریائے نربدا اور دریائے ماہی کا درمیانی علاقہ فتح کرنے کیلئے بھیجا۔ جس نے چند ہفتوں میں اس زرخیز علاقہ کو فتح کر کے انہلواڑہ کی حکومت میں شامل کیا۔ اس علاقہ کے سلطنت میں شامل ہونے سے مولراج کو ایک نہایت زرخیز علاقہ مل گیا اور اس کی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

آبو کی فتح

جزیرہ نما کاٹھیاواڑ میں مضبوطی حاصل کر کے مولراج نے لوکوٹ، سورٹھ وغیرہ کو فتح کیا اور اب اس نے شمال مشرق کا رخ کیا۔ آبو کا راجہ دھرنی وراہ پنوار اس کا ماتحت ہو گیا اور اس نے انہلواڑہ کی باجگزاری قبول کر لی۔

ان فتوحات کے بعد مولراج نے "پرم بھٹارک مہاراجہ ادھیراج پرمیشور" کا لقب اختیار کیا۔ چھپن (۵۶) سال حکمرانی کر کے مولراج چلوکیہ اعظم کا آخر کار ۹۹۷ء میں انتقال ہو گیا۔

انتظام سلطنت

موجودہ زمانہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے مقابلہ میں مولراج کی حکومت زیادہ وسیع نہ تھی شمال میں موجودہ جودھپور سے لے کر جنوب میں دریائے نربدا تک اس کی حدود تھیں مگر مولراج نے اس مملکت کے بہترین انتظام و انصرام کی وجہ سے تاریخ میں اپنا نام روشن کر دیا۔ اس نے اس مملکت کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے وہاں نگران حاکم مقرر کئے۔ مفتوحہ علاقہ جات پر وہاں کے سابقہ راجاؤں کا اقتدار بحال رکھا۔

مولراج نے نزدیک و دور سے علماء و فضلاء اور برہمنوں کو انہلواڑہ میں آنے کی دعوت دی۔ انہلواڑہ تھوڑے ہی دنوں میں علوم و فنون کا مرکز سمجھا جانے لگا۔ مولراج چلوکیہ شیو مذہب کا معتقد تھا اس نے دو بہترین مندر تعمیر کرائے جن میں ایک "مل دیو سوامی" اور دوسرا "تری پرش پرساد" کے نام سے مشہور ہے۔

پہلا مندر بمقام منڈل واقع ہے اور دوسرا انہلواڑہ میں تعمیر کرایا گیا یہ مندر اس نے اپنے باپ اور دو بھائیوں کے کار ثواب کیلئے بنوائے تھے۔ سدھ پور میں سری استھل تیرتھ کے زائرین کیلئے مولراج نے قیام گاہیں بنوائیں اور ان کے کھانے کے انتظامات کے لئے

الگ مکانات تعمیر کرائے۔ جب وہ "رودر مہالیہ" کا شاندار مندر تعمیر کرا رہا تھا اس دوران مولراج کا انتقال ہو گیا۔

مہاراجہ مولراج ایک سخی و مخیر راجہ تھا۔

۹۷۴ء کے کادی کے مقام (علاقہ بڑودہ) کے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے ایک گاؤں خیرات کیا۔

۹۸۶ء کا ایک کتبہ ظاہر کرتا ہے کہ "اس کے ہاتھ سے ہر وقت خیرات نکلتی رہتی تھی"۔ ایک عالم سومیشور تحریر کرتا ہے "تحفے تحائف، خیرات اور عطیوں سے مولراج نے عوام کی غریبی دور کر دی"۔

۹۹۵ء کا ستیہ پور (موجودہ جودھپور میں ایک مقام) کا کتبہ بھی اس کی عوام دوستی اور خیرات ظاہر کرتا ہے۔

رفاہ عام کے کارہائے نمایاں

مولراج نے اپنی مملکت میں سڑکیں تعمیر کرائیں جگہ جگہ قیام گاہیں، کنوئیں، تالاب اور منادر تعمیر کرائے۔ ان سب تعمیرات کا کام اور ان سب کی آئندہ نگرانی کیلئے، شری مادھو شری لال اور شری بھیم کو تعینات کیا۔ یہ تینوں ناگر خاندان[1] سے تعلق رکھتے تھے

مہاراجہ مولراج کے درباری نورتن

جیا کالستھ کا لڑکا کانچن خیرات اور عطیوں کے حکمناموں کو تانبہ کی پلیٹوں پر تحریر کرتا تھا جو متعلقہ علاقوں میں نصب کی جاتی تھیں۔

مہاتما ستوراج اس کا دوتک (سفیر) تھا۔

۹۹۷ء میں راجہ نے شری جے کو حدی جھگڑوں کے لئے صلحناموں کا اختیار دیا۔ دوناگر کا ناگر برہمن سول مہاراجہ کا پروہت (مذہبی رسوم ادا کرنے والا تھا) اسی برہمن کا لڑکا سومیشور تھا جس نے ایک کتاب "کرتی کومدی" تصنیف کی۔

راجہ بن راج چھاوڑی کے دربار میں جو عالم نمشیہ اور لیہر تھے ان کی اولاد میں سے

---

[1] ناگر خاندان کے لوگ آج تک گوجر کہلاتے ہیں ناگر گوجر (کھشتری) اور ناگر برہمن (عالم) ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولف گجر

ایک مہاماتا ویر تھے جو خاندان پوسوال سے تعلق رکھتے تھے یہ بھی چالوکیہ دربار کے رتن تھے۔ مہاماتا ویر کا مشہور زمانہ بیٹا وِمل تھا۔

جمبک اور جیہل دو وزیر تھے جو اپنی دانائی اور عقلمندی میں مشہور تھے۔

* * *

راجہ چامنڈ

۹۹۷ء تا ۱۰۰۹ء

مہاراجہ مولراج چالوکیہ اعظم کے انتقال پر اس کا لڑکا راجہ چامنڈ سریر آرائے تخت ہوا کچھ عرصے بعد ابھلواڑہ پر پنواروں نے حملہ کیا مگر چالوکیوں نے ان کا سختی سے مقابلہ کیا اور آخر پنوار مجبور ہو کر واپس چلے گئے۔ اور جیسا کہ ابھی بیان ہو گا یہ لڑائی یہیں پر ختم نہ ہوئی۔

۱۰۰۹ء میں راجہ چامنڈ کی لڑکی چاچنی دیوی نے اپنے باپ کو مجبور کیا کہ اپنے باپ کو چھوڑ کر اس کے ساتھ کاشی (موجودہ بنارس) تیرتھ یاترا کو جائے۔ راجکماری نہایت خدا ترس اور عبادت گذار تھی اس لئے دونوں باپ بیٹی کاشی جانے کیلئے تیار ہوئے اور حکومت بڑے راجکمار ولبھ سین کو سونپ دی گئی۔

* * *

راجہ ولبھ سین

۱۰۰۹ء تا ۱۰۱۰ء

راجہ ولبھ سین اپنے باپ راجہ چامنڈ کے تارک الدنیا ہونے پر تخت نشین ہوا اس کی تخت نشینی کے بعد راجہ چامنڈ رائے نے بطریق زائر کاشی جانا چاہا مگر اس کے

لڑکے دلبھ سین نے کہا کہ آپ راجہ رہ چکے ہیں اور ایک موجودہ راجہ کے باپ ہیں، سادھوؤں کی طرح جانا گوجروں کی شان کے خلاف ہے اور آپ شاہی چھتر، طوغ و علم اور دستہ سپاہ کے ساتھ جانا چاہیئے۔

"درعمل کوش ہرچہ خواہی پوش"

اس طرح جانے سے آپ کی نیت و ارادہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ ہرچند راجہ نے انکار کیا مگر دلبھ سین نے اپنے باپ کو شاہی شان و شوکت کے ساتھ روانہ کیا۔

جب راجہ چامنڈ مالوہ پہنچا تو راجہ مالوہ سندھو راج پنوار کو شک گذرا کہ یہ کیسا تیرتھ ہے چھتر شاہی و سامان وغیرہ ساتھ ہے ضرور اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے تاکہ ہمارے ملک کے حالات ملاحظہ کر کے ہمارے حملہ کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ اس نے راجہ چامنڈ پر لشکر کشی کی۔ راجہ چامنڈ نے حفاظتی دستہ کو لڑنے سے منع کر دیا۔ مالوہ کے راجہ نے اسے کوئی تکلیف تو نہ دی مگر شاہی چھتر، طوغ و علم لے لیئے۔ اب صحیح طور سے زائرین کر راجہ چامنڈ کاشی پہنچا اور بعد الفراغ تیرتھ انہلواڑہ واپس گیا۔

جب راجہ دلبھ سین کو اپنے باپ کی ہتک کا پتہ چلا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور فوراً لشکر ترتیب دے کر مالوہ کی طرف بڑھا تاکہ اس "کانٹے کو جڑ سے اکھاڑ دے۔"

"مالوہ کا راجہ اس کی آمد کی خبر سن کر دہل گیا۔ مالوہ پر گہرا دھواں چھا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس کے غصّہ کی آگ ہر چہار طرف پھیل گئی۔" ۱؎

دلبھ سین نے دریائے پارہ اور دریائے سندھو (مالوہ میں ایک ندی) کو پار کیا۔ مالوہ کے دارالخلافہ دھارا کا محاصرہ کر لیا چنانچہ کتاب "کمار پال چرت" میں تحریر ہے:

अथोबल्लभराजोऽभूत यत् प्रतापा ग्निताषितः
मुंजोऽबंतिश्वरौ धारायन्त्रेनापि घृत दधौ

ترجمہ:- وہ دھارا جو کبھی راجہ منج کا دارالخلافہ تھا۔ اسے بہادر دلبھ سین نے گھیر لیا محاصرہ کرنے کے اگلے ہی روز راجہ دلبھ سین چیچک کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا اور دو تین دن

۱؎:- ماخوذ از دوناگر شستی

بعد اس کا انتقال وہیں ہوگیا اور راجہ مالوہ سے انتقام لینے کی حسرت اس کے دل ہیں ... ہی رہ گئی ۔ " اے بسا آرزو کہ خاک شدہ "

اپنے راجہ کی موت کے بعد فوج دل شکستہ ہوکر واپس دارالخلافہ چلی آئی ۔

راجہ ولبھ سین کی مدت سلطنت صرف چھ ماہ تھی

* * *

راجہ دُرلبھ راج

از سنہ ۱۰۱۰ء تا سنہ ۱۰۲۲ء

راجہ درلبھ راج سابق راجہ ولبھ سین کا چھوٹا بھائی تھا اس نے تخت نشین ہوتے ہی دھارا پر حملہ کیا ۔ پنواروں کو شکست دی ۔ اور راجہ مالوہ نے معافی مانگی ۔

تارک الدنیا راجہ چامنڈ نے اپنے اس بیٹے کو منع کیا تھا کہ وہ انتقامی کارروائی نہ کرے اور درلبھ راج کو ہدایت کی تھی کہ مالوہ کے راجہ کو قتل یا قید نہ کرے اور عوام کو کسی قسم کا ... نقصان نہ پہنچائے ۔

لہذا جب مالوہ کے راجہ نے معافی مانگی اور وہ تمام چیزیں واپس کردیں جو اس نے راجہ چامنڈ سے چھینی تھیں تو راجہ درلبھ راج نے تمام ملک اسی کو سونپ کر واپسی کے نقارہ پر چوب لگائی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچکر اس کے قدموں کو بوسہ دیا ۔ اس نے ترقی دولت و درازی عمر کی دعا دی ۔

راجہ درلبھ راج کی زندگی کا صرف یہی ایک حملہ ہے ورنہ یہ راجہ بھی دنیا سے زیادہ عقبیٰ کا ... خواہشمند تھا ۔ اس کے زمانہ میں مالوہ کے پنواروں نے بھوج اعظم کی سرگردی میں نہایت عروج حاصل کیا ۔ راجہ درلبھ راج نہ تو اپنے کو مالوہ کا مدمقابل سمجھتا تھا اور نہ ہی اس نے کبھی سلطنت وسیع کرنے کی خواہش رکھی ۔

ہاں البتہ راجہ درلبھ راج کی یہ قابلیت قابل داد ہے کہ اس نے سلطنت کو چوہانوں اور پنواروں کی دست برد سے محفوظ رکھا اور آبو کے سابق راجہ دھرنی دراہ کا پوتا ڈھنڈک اس کا ...

باجگزار رہا۔ اور دوسرے تمام مفتوحہ راجہ اس کے حلیف رہے۔

رفاہ عام کے کام

راجہ دربھ راج کا اخلاق وچال وچلن بے حد پسندیدہ تھا وہ ایک صوفی منش تھا جو علماء و فضلاء کی صحبت میں رہنا پسند کرتا تھا۔ اس نے رفاہ عام کے لیے بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ کئی تالاب اور مندر تعمیر کرائے جن میں سے تھلوارٹھ کا تالاب عجوبۂ روزگار اور نرسیدا کا شوالہ (مندر) اس کے زمانہ کی مشہور ترین یادگار ہیں۔

رہبانیت

راجہ دربھ راج — ندول کے راجہ بلی راج چوہان کا داماد تھا۔ یعنی راجہ مہندر چوہان کی بہن راجہ دربھ راج کی رانی تھی۔ خدا نے ان دونوں میاں بیوی کو اولاد سے محروم رکھا۔ مگر انہوں نے کبھی اس امر پر اظہار تاسف نہ کیا اور تمام عمر راضی برضائے الٰہی رہے۔

راجہ دربھ راج کے چھوٹے بھائی ناگراج کی شادی بھی ندول کے شاہی خاندان میں ہی ہوئی تھی۔ اس کی رانی لکشمی دیوی (چوہان) سے ایک لڑکا بھیم دیو تھا اور یہی لڑکا تمام خاندان کی امیدوں کا مرکز تھا۔

دونوں بھائی (دربھ راج اور ناگراج) مذہبی پیشواؤں سے عقیدت خاص رکھتے تھے۔ اس خاندان میں یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے جین مذہب قبول کیا مگر انہیں اپنے سابقہ مذہب سے نفرت بھی نہ تھی۔ شیو مذہب کے پیشواؤں کی یہ اسی طرح قدردانی اور عزت افزائی کرتے تھے جس طرح جین مذہب کے عالموں کی قدر ہوتی تھی۔

جین مذہب کے پیشواؤں کی صحبت نے ان دونوں کو دنیاوی کاموں سے متنفر کر دیا جب شہزادہ بھیم دیو جوان ہوا تو دونوں بھائیوں نے سلطنت کا کام اس کے سپرد کیا اور سادھوؤں کے لباس میں چل نکلے پھر پتہ نہ چل سکا کہ کون کدھر گیا اور کس گوشۂ عافیت میں بیٹھکر زندگی کے بقایا دن بسر کئے۔

آریہ کھشتری راجاؤں میں یہ رسم قدیم سے چلی آرہی تھی کہ پرہیزگار حکمران آخیر عمر میں تخت وسلطنت سے الگ ہو جاتے تھے اور کسی نامعلوم جگہ یا مندر میں بقیہ زندگی عبادت میں گزارتے تھے اور اپنا نام بھی کچھ اور رکھ لیتے تھے۔ اس علیحدگی کو شاندار شاہی موت سمجھا جاتا تھا اور ان کو راجہ یا راج پاٹ (بادشاہت) سے کوئی سروکار نہ رہتا تھا۔ بلکہ ایسا سمجھا جاتا تھا کہ نہ یہ کسی کے باپ ہیں

اور نہ کوئی ان کا بیٹا ہے۔ اسی طرح یہ روحانیت اور اخلاق کے نمونے گوجر راجگان خدمتِ خلق میں اپنی تمام زندگی بسر کرتے تھے۔

❖ ❖ ❖

چلوکیہ اعظم بھیم دیو اوّل

سنہ ۱۰۲۲ء تا سنہ ۱۰۷۲ء

بھیم دیو اوّل کو عرصہ تین سال کا حکومت کرتے ہوئے گذرا تھا اور اس دوران اس پر ہر چہار طرف سے حملے ہو رہے تھے۔

مالوہ کا راجہ بھوج پرمار اس کی حکومت ختم کرنے کے درپے تھا کہ سنہ ۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی انہلواڑہ پر حملہ آور ہوا۔ بھیم دیو نے اس کی آمد کی خبر پا کر دار الخلافہ خالی کر کے اس... راستہ پر پڑاؤ ڈالا جدھر سے محمود غزنوی گجرات میں داخل ہوا تھا۔

محمود غزنوی نے بہ اطمینان انہلواڑہ اور سومنا تھ وغیرہ کو لوٹا مگر اس وقت تک اس کا راستہ مسدود ہو چکا تھا۔ جب محمود غزنوی کو اس امر کا پتہ چلا کہ واپسی پر اس کے ساتھ زبردست مقابلہ ہوگا تو وہ "رن کچھ" کی دلدل میں جا گھسا

جب بھیم دیو کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے تعاقب میں دوڑا مگر محمود گرتا پڑتا ساحل کے ساتھ ساتھ سندھ کی طرف آیا۔ بھیم دیو نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس کا تعاقب اس تیزی سے کیا کہ ہزارہا مسلمان گرفتار ہو گئے جنہیں انہلواڑہ لے جایا گیا اور انہیں معافی دے کر "نیچ ذات" میں شامل کر لیا گیا۔

(ملاحظہ ہو فارسی تاریخ سورت)

اس جنگ کے مفصل حالات محمود کے تذکرہ میں مفصل تحریر ہو چکے ہیں اور اب انکا پھر یہاں دہرانا بیکار ہے۔ اس حملہ کے فوراً بعد بھیم دیو اوّل نے سومنا تھ کے مندر کی مرمت کرائی۔

آبو کی فتح

آبو کے علاقہ میں پرماروں (پنواروں) کی حکومت تھی۔ جن کے راجہ دھرنی وراہ نے مولراج کی باجگزاری قبول کرلی تھی۔ دھرنی وراہ کا پوتا راجہ ڈھنڈک بھیم کے زمانہ میں سرکش ہوگیا۔ بھیم نے اس پر چڑھائی کی۔

چلوکیہ اعظم کی آمد کی خبر سنتے ہی راجہ ڈھنڈک چترکوٹ بھاگ گیا۔ چترکوٹ کے گہلوٹ اس زمانہ میں مالوہ کے پنواروں کے ماتحت تھے اور چترکوٹ مالوہ کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ مالوہ کے راجہ بھوج اعظم پنوار راجہ ڈھنڈک کی مدد کی اور بھیم چلوکیہ کو آبو کا علاقہ چھوڑنا پڑا۔[1]

۱۰۵۵ء میں جب بھوج اعظم پنوار نے انتقال کیا تو بھیم چلوکیہ نے راجہ ڈھنڈک پر دوبارہ فوج کشی کی اور اسے اپنا ماتحت بنایا۔

بھنمال پر فوجکشی

اس زمانہ میں بھنمال پر پنواروں کی حکومت تھی۔ جہاں کرشن دیو پنوار حکومت کرتا تھا۔

بھیم دیو نے بھنمال کو فتح کرنے کیلئے حملہ کیا اور راجہ کو گرفتار کرلیا۔ مگر نڈول کے راجہ اناہل چوہان نے بھیم دیو کو مجبور کیا کہ وہ راجہ کرشن دیو پنوار کو رہا کرے چنانچہ گرفتار شدہ راجہ کو چھوڑ دیا گیا ــــ حالانکہ بھیم دیو کی ماں خاندانِ چوہان سے تعلق رکھتی تھی مگر اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چلوکیہ اور چوہان بھی آپس میں ایک دوسرے کے حریف تھے۔ مزید یہ کہ جب بھیم نے شمال مشرق میں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تو چوہانوں نے اسے دو مرتبہ اولاً مقام "پرتش تھانک" اور ثانیاً بمقام "سندراو" (موجودہ جودھپور کے علاقہ میں) شکستیں دیں۔

سندھ کی فتح

مغربی سندھ پر اس وقت راجہ ہموک سومرہ حکمران تھا وہ بھی ایک مقتدر راجہ تھا۔ اس نے آس پاس کے راجاؤں مثلاً امرکوٹ وڈٹ وغیرہ کو مغلوب کرکے اپنا باجگزار بنالیا تھا۔ جب وہ بھیم دیو کی طاقت (سطوت) کی خبریں سنتا تھا تو شان سے اپنی بہادری اور بھیم دیو کی تحقیر کے کلمات زبان پر لاتا تھا۔ جب بھیم دیو کو اس کے غرور کا پتہ چلا تو اس نے ایک

---

[1]۔ ملاحظہ ہو پرن پال پر ڈھنڈک کا کتبہ جس میں تحریر ہے کہ راجہ ڈھنڈک "مہاراجہ ادھیراج" تھا۔ مولف گجر۔

عظیم لشکر ساتھ لیا اور دریائے سندھ کے کنارے آپہنچا۔

دریائے سندھ کو پار کرنا مشکل امر تھا۔ راجہ بھوک نے تمام ملاحوں کی کشتیاں دائیں کنارے پر روک لی تھیں لہذا بھیم دیو کو سخت پریشانی ہوئی اس نے حکم دیا کہ درخت کاٹ کر کشتیاں بنائی جائیں چنانچہ چند ہفتوں میں کشتیوں کا پل تیار ہو گیا۔

راجہ بھوک اطمینان کی بنسی اپنے دارالخلافہ میں بجا رہا تھا۔ جوں ہی گجرات کی فوج نے دریائے سندھ کو پار کیا وہ ہراساں اور بدحواس ہو گیا۔ معمولی سے مقابلہ کے بعد آخر کار اس نے شکست کھائی اور ماتحتی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا۔

دھارا کی فتح

سنہ ۱۰۵۵ء میں بہادر بھوج اعظم پنوار بیمار ہوا جن جن راجاؤں کو اس نے لڑائیوں میں ہرایا تھا تمام کے تمام یکے بعد دیگرے مالوہ پر حملہ آور ہوئے۔ دھارا کے تخت پر اس وقت راجہ جے سمھ پنوار متمکن تھا۔ سب سے پہلے کرناٹک کے راجہ نے مالوہ کے ایک بہت بڑے حصہ پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد بھیم دیو نے راجہ لکشمی کرن کلچوری گوجر کو اپنا دوست بنا کر متحدہ طور سے دھارا کا محاصرہ کر لیا۔ بھوج اعظم نے بیمار ہونے کے باوجود ان حملوں کا سختی سے مقابلہ کیا۔ جب فتح کی امید نہ رہی تو اس نے بھیم دیو سے صلحنامہ کر لیا اور پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد راجہ لکشمی کرن کلچوری نے دھارا پر قبضہ کر لیا مگر بھوج اعظم کے جانشین راجہ جے سمھ نے اسے دوبارہ شکست دے کر دھارا سے نکال دیا۔

کلچوریوں سے جنگ

راجہ لکشمی کرن دھارا کے محاصرہ سے بھیم دیو سے بدظن ہو گیا۔ اس نے گجرات پر حملہ کیا مگر بھیم دیو نے اسے شکست فاش دی اور گجرات سے نکال دیا۔ تھوڑے دنوں بعد بھیم دیو نے کلچوری علاقہ پر حملہ کیا اور حسینہ پر واقع کلچوریوں کے ایک "سنہری مندر" پر چلوکیہ خاندان کا جھنڈا لہرا دیا۔

پنواروں کی مدد

مالوہ کے راجہ جے سمھ نے بھی کلچوریوں پر حملہ کیا اور بھیم دیو سے مدد کے طالب ہوئے۔ بھیم دیو نے گجرات کی فوج دھارا میں بھیجی۔ پنواروں اور چلوکیوں کی فوجوں نے تمام مالوہ کو آزاد کرا لیا اور داگڑ (باگڑ) سے تمام دشمنوں کو نکال دیا گیا۔

۱۰۶۰ء میں کلچوری فوج کے سپہ سالار ویولک نے دریائے نربدا کا اپنا سابقہ بالائی حصہ لے لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھیم دیو اپنے زمانہ میں مغربی ہندوستان کا سب سے طاقتور راجہ تھا۔ آخر پچاس سال حکمرانی کر کے اس بہادر کا انتقال ۱۰۶۴ء میں ہوا۔

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ ۱۰۶۴ء بھیم کے انتقال کا سن نہیں ہے بلکہ اس سال اس نے تخت سے دستبرداری کی اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح تارک الدنیا ہو کر گوشۂ گمنامی میں بقایا عمر عبادت میں گزار دی

بھیم دیو اوّل کا انتظام سلطنت

بھیم دیو اوّل انتظام سلطنت کے معاملے میں اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلا۔ ان کے دربار میں عاقل و دانا وزیر تھے جن میں "دمل" سب سے مشہور ہے۔ بھیم دیو اوّل ایک سخی دل راجہ تھا اس نے کچھ علاقے غرباء کیلئے کئی دیہات کی آمدنی بخش دی۔

۱۰۳۲ء میں اس نے آبو کے "آدی ناتھ مندر" کے لئے بھی کئی دیہات کی آمدنی... عطیہ میں دی اور طلباء و علماء کے وظائف مقرر کئے۔

بھیم دیو کی اولاد

بھیم دیو کی پہلی رانی کا نام "اودے متی" تھا جس کے بطن سے دو لڑکے مول راج اور کرن تھے۔ دوسری رانی بکلا دیوی سے ایک لڑکا تھا جس کا نام کھیم راج یا ہری پال تھا۔ کھیم راج سے ایک لڑکا دیو پرشاد تھا (جو بھیم دیو کا پوتا تھا)

مول راج سب بھائیوں میں بڑا تھا جس کا انتقال بھیم دیو کی زندگی ہی میں ہو چکا تھا بھیم دیو کے انتقال پر کھیم راج اور اس کے بیٹے دیو پرشاد کو "دِدھستھلی" (علاقہ و مقام) کی جاگیریں دیدی گئیں اور انہلواڑہ کا تخت کرن کو ملا۔

راجہ کرن چلوکیہ
۱۰۶۴ء تا ۱۰۹۶ء

راجہ کرن چلوکیہ کے زمانہ میں کلچوریوں کا زوال ہو چکا تھا اور مالوہ اپنی کھوئی ہوئی

عظمت حاصل کر رہا تھا کہ راجہ کرن نے مالوہ کے راجہ اودے آدتیہ پر حملہ کیا اور اسے شکست دی۔ مگر ندول کے راجہ پرتھوی پال چوہان اور اس کا بھائی جگل چوہان اودے آدتیہ کی مدد کو پہنچ گئے اور کرن کو مالوہ خالی کرنا پڑا۔

لاٹ کی فتح

راجہ کرن نے جنوب کا رخ کیا اور علاقہ لاٹ کو گجرات میں شامل کر لیا۔

جب راجہ کرن دکن کی طرف مصروف تھا۔ ندول کے چوہانوں نے انہلواڑہ پر قبضہ کر لیا اور اسے مالوہ کے راجہ اودے آدتیہ پنوار کو دے دیا۔ لاٹ فتح کرتے ہی کرن نے انہلواڑہ کا رخ کیا اور اپنے دارالخلافہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

آساپلی کی فتح

"سرس وت منڈل" اور "کھیٹک منڈل" علاقوں کے درمیان گھنے جنگل تھے اور گجرات حکومت کے یہ دونوں حصے ایک دوسرے سے منقطع تھے چنانچہ راجہ کرن نے دونوں علاقوں کو ملانے کے لئے تیاری شروع کی۔

یہ جنگلات آساپلی کے نام سے پکارے جاتے تھے جہاں بھیل قوم رہتی تھی جن کا راجہ آشا تھا۔ راجہ نے بھیلوں پر حملہ کیا۔ بھیل راجہ آشا نے ماتحتی قبول کر لی۔ اس طرح دونوں علاقے بمع درمیانی علاقے کے جگت رامین تسلسل کے ساتھ ملحق ہو گئے

کولیوں کی فتح

آساپلی سے ملحقہ علاقہ کولی گوجر سرداروں کے ماتحت تھا۔ انہوں نے بھیلوں کو لڑائی میں مدد دی تھی جب بھیلوں نے ماتحتی قبول کر لی تو کولی سرداروں نے گجرات کی حکومت پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ راجہ کرن نے ان کو جنگ میں شکست دے کر اپنا ماتحت بنا لیا اور پھر ان کی سابقہ جاگریں اور علاقے بحال کر دیئے۔

راجہ کرن کا لقب

راجہ کرن نے اپنا لقب "ترلوک مل" (تین زمینوں کا مالک) اختیار کیا۔

علوم و فنون سے محبت

راجہ کرن کو علوم و فنون سے بیحد رغبت تھی۔ وہ خود عالم تھا۔ اور عالموں کی قدر کرتا تھا۔ اس کے دربار میں مندرجہ ذیل علماء و فضلاء تھے:۔

(۱) ونیشور کا بیٹا ککک (KAKKUK) وزیروں میں شامل تھا۔

(۲) سنتری چہل :- دوسرے راجاؤں سے معاہدات وغیرہ کرنے کا کام اس کے سپرد تھا۔

(۳) دمل کے بھائی منتری بدھا کا بیٹا دھولک۔

(۴) منجل :- وزیراعظم تھا۔

(۵) سمپتکر :- سپہ سالار تھا اور وزیراعظم بھی رہا۔

(۶) بلہن :- یہ ایک کشمیری عالم تھا جو شاعر بھی تھا۔ اس نے "کرن سندری" ایک ڈرامہ سنہ ۱۰۷۲ء اور سنہ ۱۰۷۶ء کے درمیان لکھا تھا جو شری آدی ناتھ کے زائرین کے سامنے کھیلا گیا تھا اس ڈرامہ کا ہدایت کار مہامت سمپتکر تھا۔

تعمیرات

(۱) شہر کرناوتی :- راجہ کرن نے اپنے نام پر ایک خوبصورت شہر کرناوتی آباد کیا جسے آج احمد آباد کہتے ہیں۔ (۲) "آدی ناتھ مندر" میں تالاب اور گھاٹ بنوائے۔

(۳) تمام ملک میں متعدد مقامات پر مسافروں کے آرام کے لئے قیام گاہیں اور سرائے بنوائیں۔

راجہ کرن کی اولاد

راجہ کرن کی پہلی شادی اس کے باپ کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ دوسری شادی اس نے لاٹ علاقہ کی فتح کے ایک سال بعد کی۔ یہ رانی کلیانی (دشہرہ) کے چالوکیہ راجاؤں کے صوبیدار کی لڑکی تھی جو "کونکن" کا حاکم تھا۔ تیسری شادی کرناٹک کے راجہ کدمب جے کیشی کے دوست "تربھون مل وکرم آدیتہ" کی لڑکی مینال دیوی سے ہوئی۔

اس تیسری شادی کے بارے میں "میری تنگ" نے جو عشقیہ داستان تحریر کی ہے کہ یہ شادی وزیراعظم منجل کے توسط سے ہوئی تھی اس کی تاریخی حقیقت صرف اتنی ہے کہ چالوکیہ راجاؤں میں کرن سب سے خوبصورت تھا اور اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وزیراعظم منجل نے کرناٹک دربار میں پیغام بھجوایا جسے منظور کیا گیا۔

میناں دیوی کرناٹک سے انہلواڑہ میں آئی اور یہیں شادی کی تقریب انجام پذیر ہوئی۔ اسی رانی سے اس خاندان کا سب سے مشہور راجہ سدھ راج اعظم پیدا ہوا

آخر چوبیس سال حکمرانی کر کے راجہ کرن کا انتقال ۱۰۹۶ء میں ہوا۔ اس کی موت جنگ میں کھائے ہوئے زخموں سے ہوئی جب کہ انہلواڑہ پر شاکمبھری کے... چوہانوں اور مالوہ کے پنواروں نے حملہ کیا تھا اور جن کو اس نے شکست دے کر بھگا دیا تھا۔

وصیت

مرنے سے پہلے راجہ کرن نے اپنے کمسن بیٹے کو.. وصیت کی "عوام کی تہ دل سے حفاظت و عزت افزائی کرنا، اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلنا، میرے بھتیجے دیو پرشاد سے حسن سلوک سے پیش آنا" وغیرہ وغیرہ۔

سدھ راج اعظم

۱۰۹۶ء تا ۱۱۴۳ء

سدھ راج کا پورا نام سدھ راج جے سنگھ ہے۔ جب سدھ راج تخت نشین ہوا تو یہ کمسن تھا۔ اس کے زمانہ میں متعدد تواریخ لکھی گئیں جو اس کے زمانہ پر... بالتفصیل روشنی ڈالتی ہیں۔

چونکہ سدھ راج کمسن تھا اس لئے رانی ماں میناں دیوی سلطنت کے کاموں کو سرانجام دیتی تھیں۔ اس سلطنت کی بنیادوں کو مضبوطی و استقلال بخشنے والوں میں شنتو کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ شنتو علاؤلاٹ کا... صوبیدار تھا جس نے چلوکیہ حکومت کی جنوبی سرحدوں کو مضبوط ترین کر دیا اور مملکت کو وسیع کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ جب انہلواڑہ پر مالوہ کے راجہ نروبرن پنوار نے حملہ کیا تو اس نے دوراندیشی سے ملک کو بچا لیا اور پنواروں سے معاہدہ کر لیا۔ پھر اس

ایک عظیم لشکر فراہم کر کے اس کا سپہ سالار شوچک کو بنایا اور اسے شمال کی طرف فتوحات کرنے بھیجا۔ شوچک نے سندھ کے باجگزار سومرہ خاندان کے راجہ سے مزید ملک لی اور موجودہ ریاست بھاول پور، ملتان اور دریائے سندھ تک کا علاقہ غزنویوں کو شکست دے کر ان سے چھین لیا اور وہاں لنگاہ خاندان کے گجر سردار مقرر کئے بھٹنیر کے بھاٹیہ خاندان کو ماتحت کر کے واپس انہلواڑہ پہنچا۔ وزیر اعظم منجل ۱۱۳۶ء تک زندہ رہا۔ اس نے بھی تمام زندگی سلطنت کے کاموں کو دلچسپی سے سرانجام دیا ۱۱۲۳ء میں سدھ راج نے تمام ملکی امور خود سنبھال لئے اور رانی ماں مینال دیوی نے بقایا عمر خدا کی عبادت میں گزاری۔

رانی ماں

راجہ سدھ راج کی ماں رانی مینال دیوی اپنی قابلیت اور روشن دماغی کی بنا پر گجروں کی تواریخ میں اپنا نام روشن کر گئی۔ جب اس کا خاوند راجہ کرن انتقال کر گیا تو راجہ کرن کے سوتیلے بھائی کھیم راج کے لڑکے دیو پرشاد نے تخت نشینی کے لئے زور لگایا جب کہ زیارت کے لئے رانی ماں اور اس کا کمسن بچہ (سدھ راج) سوراشٹر گئے ہوئے تھے۔ مینال دیوی نے دیو پرشاد کو بلا کر کہا "بیٹا! مرنے والے تمہارے چچا کی روح کو کس قدر صدمہ ہو گا جب وہ دیکھے گا کہ اس کے مرتے ہی بھائی بھائی کا گلا کاٹنے پر تلا ہوا ہے۔ تم نے اپنے کمسن بھائی کا حق چھیننے کے لئے گناہ پر کمر باندھی ہے اور اپنی قوم کی گردن ہمیشہ کیلئے نیچی کرنے کے لئے دنیاوی جاہ و جلال کے پیچھے خدا کو بھلا دیا ہے"۔ ان پند و نصائح نے دیو پرشاد کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اس نے اپنے لڑکے تربھون پال کو نصیحت کی کہ وہ تمام عمر کمسن راجہ کا وفادار رہے۔ اپنے بیٹے کو نصیحت کر کے خود اس نے احساس جرم میں خودکشی کر لی۔ جس کا انتہائی صدمہ رانی مینال دیوی کو ہوا کیوں کہ رانی ماں کو شاہی خاندان کے افراد کی خوشنودی کا بیحد خیال رہتا تھا۔

ماں رانی مینال دیوی غریب پرور اور خدا ترس عورت تھی۔ ایک دفعہ زائرین نے اگر شکایت کی کہ سومناتھ کے زائرین سے محصول لیا جاتا ہے رانی ماتا نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ یہ محصول منسوخ کر دیا جائے چنانچہ اس حکم کی فی الفور تعمیل کی گئی۔

رانی بڑی عبادت گذار اور رحمدل تھی اس نے سینکڑوں تالاب واشنان گھاٹ)

اور عبادت گاہیں بنوائیں ونیز کئی مدرسے تعمیر کرائے جہاں طلباء کے قیام و طعام کا بھی بندوبست تھا۔ دور دور سے طلباء ان مدارس میں مفت تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔

ایک مرتبہ ماں رانی نے ایک تالاب اور اس سے ملحق مکان تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس جگہ پر ایک بوڑھی عورت کا مکان تھا جو نہیں چاہتی تھی کہ اس کا مکان گرایا جائے اور اسے متبادل جگہ دی جائے بلکہ اس کا کہنا تھا کہ اس مکان میں میرے اجداد رہے ہیں اور اسی مکان میں وہ مرے ہیں میں بھی اسی مکان میں مرنا چاہتی ہوں میں اس مکان کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی۔ مینال دیوی نے حکم دیا کہ بڑھیا ماتا کے مکان کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ چنانچہ تالاب اور مکان کی دیواروں میں خم دے کر انہیں مکمل کیا گیا۔

سدھ راج کی اصلاحات

جب تک سدھ راج کی ماں زندہ رہی اس نے شاہی خاندان کے تمام افراد کے ساتھ بہترین سلوک کیا مگر اس کے مرنے کے بعد سدھ راج نے ملکی اصلاحات کے پیش نظر راجکماروں کی طاقت کو کچلنے کیلئے ان کے درباری عہدے منسوخ کر دیئے اس کا خیال تھا کہ تمام بغاوتوں کی جڑ امرائے سلطنت ہی ہوتے ہیں اور عوام پر ظلم و تشدد کرنے والے نااہل حاکم اور جاگیردار ہوتے ہیں چنانچہ اس نے اس قسم کے حاکموں کو برخاست کر دیا اور جاگیرداری اور بڑی بڑی زمینداریوں کو یکقلم منسوخ کر کے ان کو سرکاری ملکیت قرار دیا اور ان کی آمدنی سے مفت تعلیم کا بندوبست کیا۔ عوام میں سے قابل اشخاص کو عہدے دیئے گئے اور علماء و فضلا کو دربار میں وزارتوں پر مامور کیا۔ قدیم کتاب "کماریال چرت" کا مصنف جے سنگھ سوری لکھتا ہے کہ ان اصلاحات کے خلاف سدھ راج کے برادر زادے تربھون پال نے زمینداروں اور جاگیرداروں کی ایک جماعت تیار کی جس کے نتیجہ میں تربھون پال کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سوراشٹر کی فتح

سوراشٹر کے اہیر خاندان کے راجہ گرہ رپو کو مولراج نے مغلوب کر کے باجگذار بنایا تھا مگر سدھ راج کے زمانہ میں وہاں کے موجودہ راجہ رانو گھن نے بغاوت کر دی۔ راجہ سدھ راج اس وقت دوسرے معاملات یعنی ملکی اصلاحات وغیرہ میں لگا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ بعد رانو گھن اہیر کا انتقال ہو گیا اور اس کا پوتا را۔ کھنگار

تخت نشین ہوا۔ سنہ ۱۱۱۳ء میں سدھ راج نے سوراشٹر کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ سوراشٹر اور جوناگڑھ کی صوبیداری ایک ہمنی شخص بنام سجن کو دی گئی۔

سنگھ سمبت کا اجراء

مہاراجہ سدھ راج جے سنگھ نے سوراشٹر کی فتح کے ساتھ یعنی سنہ ۱۱۱۴ء سے ایک نئے سمبت (سن) کا آغاز کیا جو تاریخ میں "سنگھ سمبت" کہلایا۔

شریمال اوسوال اور پوسوال

گجروں کے یہ تین ممتاز خاندان اس زمانہ میں نہایت عروج پر تھے، علوم و فنون، تعلیم و ترقی میں ان خاندانوں کے مقابلے کا کوئی گجر گھرانا نہیں تھا۔ گجرات کی تمام تجارت بھی انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ دربار میں یہ خاص اعزازات کے مالک تھے اور ان کا اتحاد دربار میں بھی نمایاں تھا۔ یہ تینوں جین مذہب کے فرقہ "دگمبر" سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا رہبر یا سردار شنتو تھا جو دربار میں وزیر اعظم تھا اور جس نے گجرات کی حکومت کو مضبوط کرنے کیلئے دن رات ایک کیا تھا مگر سدھ راج ایک ڈکٹیٹر قسم کا راجہ تھا وہ دربار میں یا حکومت میں پارٹی بازی (جماعت بندی) کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ اسی لیئے اس نے موروثی حاکموں، عہدوں، جاگیروں اور زمینداریوں کو ختم کیا تھا۔ شنتو بھی اپنے کو طاقت میں کم نہ سمجھتا تھا اس کے حمائتی کافی تعداد میں موجود تھے مگر ایک روز سدھ راج نے بیدھڑک اسے وزارت عظمیٰ سے معزول کر دیا۔ شنتو نے انہلواڑہ چھوڑ دیا اور دھارانگری کے پنوار راجہ نرورمن کے پاس پہنچ کر اسے سدھ راج پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ راجہ سدھ راج کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو اس نے اس خیال کے پیش نظر کہ نبرد آزمائی کے سلسلے میں ہزارہا گجروں کی جانیں جائیں گی دعوت نامہ لکھ کر شنتو (SHANTU) کے پاس بھجوایا۔ وفادار و عاقل شنتو نے اس دعوت نامہ کو قبول کرلیا اور واپسی کیلئے رخت سفر باندھا لیکن راستے ہی میں بیمار ہوا اور موجودہ اودے پور کے پاس بمقام آہار راہی عالم بقا ہوا۔ شنتو نہ صرف سدھ راج کے ابتدائی ایام میں سلطنت انہلواڑہ کا محافظ ثابت ہوا تھا بلکہ سدھ راج کی تعلیم و تربیت بھی اسی بہادر و عالم کے ہاتھوں ہوئی تھی چنانچہ اپنے مرشد اور محسن کی موت پر سدھ راج کو بعد رنج و غم ہوا۔ آخر اس نے شنتو کی جگہ آسنگ کو وزیر اعظم بنایا

بربرک سے جنگ

سدھ راج کے لبائے ہوئے شہر سدھ پور کے شمال مشرق میں گنجان جنگل تھے۔ ان جنگلوں کا راجہ بربرک تھا۔ راجہ بربرک ایک قوی ہیکل اور بہادر شخص تھا ایک دفعہ اس کی فوج نے "سومبھو رُدر مہاکال" مندر کو تباہ و برباد کر دیا اور بستیوں کو اجاڑ دیا۔ اس کو سزا دینے کیلئے سدھ راج نے اِن جنگلوں کا رُخ کیا۔ معرکۂ کارزار میں راجہ سدھ راج اور راجہ بربرک کا مقابلہ آمنے سامنے ہوگیا۔ لڑائی کے دوران اتفاقاً سدھ راج کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ آگے بڑھ کر بربرک سے لپٹ گیا۔ دست بدست پہلوانوں کی طرح کشتی ہونے لگی راجہ سدھ راج نے اس دیوپیکر راجہ کو اپنی بغل میں لے کر اس زور سے دبایا کہ اس نے خون کی قے کر دی اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا چنانچہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔

راجہ بربرک کی بیوی پنگلکا (PINGILKA) نے راجہ سدھ راج کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خاوند کی رہائی کے لئے درخواست پیش کی چنانچہ راجہ سدھ راج نے اسے رہا کر دیا۔ راجہ بربرک تمام عمر مہاراجہ سدھ راج کا وفادار رہا۔ جس طرح تاریخی مشہور مہاراجہ بکرماجیت پنوار (۵۷ قبل مسیح) کی حکایات مشہور ہیں اور ان میں وِتال کا نام بھی ... مشہور ہے مہاراجہ مافوق الفطرت کارہائے نمایاں سرانجام دیتا تھا اسی طرح تاریخ میں سدھ راج مشہور ہوگیا اور بربرک نے تاریخوں میں وِتال کا درجہ حاصل کیا۔ وہ ہمیشہ سدھ راج کے ساتھ رہتا تھا۔ مہاراجہ کا اصلی نام جے سنگھ تھا مگر تاریخ میں اسے "سدھ راج" (روشن ضمیر راجہ) تحریر کیا جانے لگا۔ سدھ راج تنہائی پسند تھا اس عزلت گزینی نے لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت و عظمت کو بڑھا دیا اور وہ اسے مافوق الفطرت سمجھنے لگے۔ راجہ سدھ راج رات کو بھیس بدل کر عوام میں شامل ہو جاتا اور ان کے دکھ درد معلوم کرتا۔ دن میں مظلوموں کی دادرسی ہوتی اور ظالموں کو سزائیں دی جاتیں۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ بیواؤں، یتیموں اور کمزوروں کا کسی طرح سے بھی دلشکنی کرے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ راتوں کو گھوم کر بڑے بڑے راز.. معلوم کر لیتا۔ بربرک اس کے ساتھ ہوتا۔ صبح سویرے لوگ خفیہ باتوں اور سازشوں کا انکشاف سن کر دنگ رہ جاتے۔ مہر بھوج اعظم گوجر پرتہارنے تمام گوجروں اور عوام کو میل و محبت سے اپنے ساتھ ملایا تھا برخلاف اس کے سدھ راج اعظم گوجر چالکیہ

نے عوام اور خواص کے دلوں پر ایسا رعب اور دبدبہ طاری کر دیا کہ وہ اسے اپنے سے بالاتر سمجھنے لگے۔

عظیم گجرات

مہاراجہ سدھ راج کو سری کرشن کے زمانہ کے گجرات کو از سر نو متحد کرنے کا بیحد خیال تھا۔ قدیمی گجرات دریائے سندھ و ستلج اور دریائے نربدا کا درمیانی علاقہ تھا جو اس زمانہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ اپنے خیال کو عملی جامہ پہنانے کیلئے سدھ راج نے اپنی آبائی سلطنت میں سے شمالی و جنوبی علاقوں اور کچھ کے سرداروں کی جاگیریں ختم کر کے ان سب کو ایک حکومت کے ماتحت کیا پھر اس نے گرجر دیش (گجرات) کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کی سلطنتوں کو ختم کر کے سابقہ راجاؤں کو تنخواہ دار یا وظیفہ خوار بنا کر ان کے علاقوں کو ایک ہی حکومت کے زیر سایہ کیا۔

۱۱۲۳ء میں گوالیار کو حکومت میں شامل کیا گیا اور اسے ایک صوبہ کی حیثیت دے دی گئی۔

۱۱۲۷ء میں موجودہ علاقہ کوٹہ کو فتح کر کے حکومت سے ملحق کیا گیا۔ نڈول کے چوہان راجے انہلواڑہ کے لیئے درد سر تھے چنانچہ وہاں کے راجہ آشاراج چوہان کو انہلواڑہ کے مہاراجہ کے پیروں پر جھکایا گیا۔

مارواڑ کو بھی ایک جگہ ملا دیا گیا ۔۔۔ بھٹنیر کے حکمران پہلے ہی اس حکومت کے باجگزار تھے ۔۔۔ اس طرح سدھ راج نے قدیم گجرات کو از سر نو زندہ کر دیا۔ اس کی خواہش تھی کہ مہر بھوج اعظم کی طرح عظیم گجرات وجود میں آئے اور تمام گرجر ایک عظیم الشان گرجر دیش کے مالک ہوں۔

اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اس نے اب دوسرے گرجر راجگان کو مطیع کرنے کیلئے ان پر فوجکشی شروع کی۔

شاکمبھری کی فتح

شاکمبھری پر ۱۱۳۹ء میں ارنوراج (آناک اور آناراج) چوہان حکومت کرتا تھا۔ شاکمبھری کے راجہ کے ماتحت سپاد لکش کا علاقہ بھی تھا۔ سدھ راج نے سپاد لکش پر حملہ کیا۔ ارنوراج چوہان مقابلہ کو آیا مگر شکست کھا کر وفاداروں میں شامل ہوا۔ سدھ راج

چلوکیہ نے اس وفاداری کو مستحکم کرنے کیلئے ارنوراج چوہان کے بیٹے سومیشور سے اپنی لڑکی کانچن دیوی کی شادی کر دی۔ سومیشور ہمیشہ اس کے بعد انہلواڑہ ... دربار میں بحیثیت سپہ سالار رہا۔ پرتھوی راج چوہان اسی راجہ سومیشور چوہان اور رانی کانچن دیوی کا بیٹا تھا۔

کونکن کی فتح

سدھ راج نے جنوب کی طرف بھی فتوحات کا سلسلہ جاری کیا۔ دریائے نربدا کے کنارے "تھانہ" مقام پر قلعہ تعمیر کیا گیا اور پھر کونکن کے علاقہ پر حملہ کیا گیا۔ وہاں کا راجہ "پرماردی" جس کا صحیح نام وکرم آدتیہ ششم تھا شکست کھا کر انہلواڑہ حکومت کا باجگزار ہو گیا۔ اس طرح شمال میں دریائے ستلج سے لے کر جنوب میں کیرل تک ساحل کے ساتھ ساتھ، گرجروں کا جھنڈا لہرانے لگا۔

مالوہ کا الحاق

مالوہ کے پنوار انہلواڑہ کے ابتداہی سے سخت ترین مخالف تھے۔ جنہوں نے متعدد مرتبہ انہلواڑہ کی سلطنت اور خاص انہلواڑہ شہر پر حملے کئے۔ ۱۱۳۳ء میں نرورمن کا انتقال ہو گیا اور اجین کے تخت پر اس کا بیٹا یشوورمن بیٹھا۔ سدھ راج اب مہاراجہ بن چکا تھا اسے انہلواڑہ پر نرورمن کا حملہ یاد تھا چنانچہ ۱۱۳۵ء میں سدھ راج چلوکیہ اعظم نے مالوہ کو اپنی سلطنت میں پورے طور سے ملانے کیلئے فوجکشی کی۔

گجرات کی فوج میں ندول کا راجہ۔ آنا راج چوہان اور شاکمبھری کا راجہ ارنوراج چوہان بھی شامل تھے۔ بھیلوں کا سردار بھی گجرات کی فوج میں آملا۔ سپہ سالار کیشو کو "دوہد" کے مقام پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ دوسرا سپہ سالار مہا ماتیہ داداک کا بیٹا مادھو تھا۔ مہاماتیہ منجل وزیر اعظم بھی فوج کے ساتھ تھا۔

گجرات کی فوجیں بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دریائے شپرا کے کناروں تک پہنچ گئیں اور جاتے ہی اجین کا محاصرہ کر لیا۔ شروع میں مالوہ کے پنوار گوجر جان توڑ لڑے مگر شکست کے آثار دیکھ کر راجہ یشوورمن بھاگ کر دھارا چلا گیا۔ جنگ میں مالوہ کے بہت سے سردار اور باجگزار راجگان گرفتار ہوئے۔

اجین پر فتح پاکر سدھ راج چلوکیہ اعظم نے دھارا کا رخ کیا وہ اپنے ہاتھی

"لیش تپک" پر سوار ہوا بہادت سامل نے ہاتھی کو چلایا۔ دھارا کے قریب پنوارون نے خوب جم کر جنگ کی۔ سدھ راج اعظم بذات خود جنگ میں شامل تھا۔ پنواروں نے اس کے ہاتھی کو میدان جنگ میں مار دیا۔ سدھ راج اعظم پہلے دن کی لڑائی سے.. واپس لوٹا فتح یا شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

دھارانگری کا شاعر کہتا ہے:-

"تم! کرن کے بیٹے!! سنو!!! دھارا کبھی فتح نہیں ہو سکتا جبکہ تمہاری فوج کے سپہ سالار ایسے آدمی ہیں جن کے ماتھوں (پیشانیوں) پر تل کا نشان ہے"۔[1]

"جیسل[2] کو آنے دو (وہ ایسا بہادر ہے) اگر سوت بھی اس کے سامنے آنے کی ہمت کرے تو وہ اسے بھی فنا کر دے گا۔"

(ماخوذ از پراتن پربندھ سنگرہ)

اگلے روز جیسل مالوہ کی فوج لے کر گجرات کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ مگر گجرات کی فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ مالوہ کا راجہ یشو ورمن پنوار گرفتار کر لیا گیا۔ سدھ راج اعظم مالوہ کے گوجروں اور انہلواڑہ کے گوجروں کی دائمی چپقلش ختم کرنے کے لیئے یشو ورمن کو مارنا چاہتا تھا۔ مگر اس نے کھشتری شان کو برقرار رکھنے کیلئے اپنے دشمن کو زندہ رکھنا مناسب سمجھا، دوسرے وزیر اعظم منجل نے بھی یشو ورمن کے زندہ رکھنے پر زور دیا۔

ماہ چیت سمبت ۱۱۹۱ (مارچ ۱۱۳۴ء) میں مالوہ کو گجرات میں شامل کر لیا گیا سدھ راج ہاتھی پر سوار ہوا اور اپنے پیچھے مفتوحہ راجہ یشو ورمن کو بٹھایا اسی حالت میں فاتح فوج انہلواڑہ میں داخل ہوئی۔ سدھ راج اعظم اپنے ہاتھی مرحوم کی یادگار میں بنام "ودھسر" ایک اگن تیی مندر تعمیر کرایا

اوداتی اور چتوڑ

مالوہ کے شمالی حصے پر پنواروں کی شاخ اودانہ حکومت کرتی تھی اس لیئے اس علاقہ کا نام...

نوٹ:- [1] یہ اشارہ گجرات کی فوج کے جینی سپہ سالار کی طرف ہے جو لنگر جر
" [2] جیسل ... مالوہ کی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔

اوانتی تھا اور چتوڑ بھی راجہ منج پنوار کے زمانہ سے مالوہ میں شامل تھا مالوہ کی فتح سے یہ دونوں علاقے بھی از خود ایک عظیم الشّان سلطنت کا جزین گئے۔ موجودہ راجستھان، موجودہ گجرات، مالوہ، چتوڑ، سندھ، لاٹ وغیرہ علاقہ جات ہی قدیم گوجر دیش تھا جس کو سدھ راج اعظم نے ایک جگہ منسلک کر دیا۔

کھشتری شان

سدھ راج اعظم نے اپنے مخالف پنوار متوجہ راجہ لشیو ورمن کو اس کے اخراجات کیلئے ایک علاقہ دے دیا جسکا نام "کلی سندھو" تھا۔ اس علاقہ پر پنوار سنہ ۱۳۰۰ء تک حکومت کرتے رہے (سنہ ۱۳۰۰ء میں علاء الدین خلجی نے پنواروں کی طاقت کو ہر جگہ کچل دیا اور اس کے بعد اس خاندان کے افراد ملک کے طول و عرض میں پھیل گئے۔)

چندیلوں اور کلچوریوں سے جنگ

چندیلہ گوجروں کی سلطنت وادیٔ چنبل (موجودہ بندیل کھنڈ) میں تھی جس کا دار الخلافہ مہوبک (موجودہ مہوبہ) تھا۔ اس سلطنت کا دوسرا مشہور شہر کالنجر تھا۔ مالوہ فتح ہو جانے سے سدھ راج اعظم کی حدود سلطنت وسط ہند تک جا پہنچی۔ جہاں چندیلوں اور ڈاہل (موجودہ جبلپور) کے کلچوریوں کی حدود سلطنت ملتی تھیں۔ سدھ راج اعظم نے سب سے پہلے چندیلا گوجر راجہ مدن ورما پر حملہ کیا مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ تاہم چندیلوں سے دوستی کا عہد نامہ ہوا۔ اس کے بعد سدھ راج اعظم نے یش کرن کلچوری اور قنوج کے راجہ گوبند چندر سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ سدھ راج اعظم اب نہایت بوڑھا ہو چکا تھا اس نے فتوحات کے ہتھیار اٹھا کر رکھ دیئے مگر ناگاہ اسے ایک اور لڑائی لڑنی پڑی۔

گوجر راجہ آن گورسی کا حملہ

شہر ناگور میں گورسی گوجروں کی حکومت تھی جس میں راجستھان کا کچھ شمالی حصہ اور پنجاب کا کچھ جنوبی حصہ شامل تھا۔ سرحدی چپقلش سے برافروختہ ہو کر راجہ آن گورسی نے سدھ راج اعظم کی سلطنت پر حملہ کر دیا مگر میدان جنگ میں اسے شکست اٹھانی پڑی۔ سدھ راج اعظم نے اسے باجگزار بنا کر اس کا سابقہ علاقہ اسی کے سپرد کر دیا۔

مہاراجہ سدھ راج اعظم کا انتقال

آخر کار اس اولوالعزم اور بہادر مہاراجہ کی... شمع زندگی کو ضعیفی کی ہوا نے گل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بوجہ کبرسنی وہ تاریخ ۳ ماہ کاتک سدی سمبت ۱۱۹۹ بکرمی (اکتوبر ۱۱۴۲ء) کو بیمار پڑا اور چار ماہ بیمار رہ کر اس مہاراجہ کا انتقال ماہ پھاگن سمبت ۱۲۰۰ بکرمی (فروری ۱۱۴۳ء) میں ہوا۔ (ملاحظہ ہو قدیم مورخ میرو تنگ کی تاریخ و مقام "بلی" کا کتبہ)

بحوالہ ایپی گرافیا انڈیکا جلد ۱۱ صفحہ ۳۳

مہاراجہ سدھ راج اعظم کا انتظام سلطنت

سدھ راج اعظم جاگیرداری نظام کے سخت مخالف تھا اسی لئے اس نے اپنے خاندان کے تمام جاگیرداروں اور دوسرے تعلقہ داروں کے علاقہ جات براہ راست سلطنت میں شامل کر دیے اور ان لوگوں کو افواج اور دربار میں مناسب عہدے دیکر سرکاری ملازم بنالیا۔ زمینداروں اور کاشتکاروں سے سرکاری عمال براہ راست مالیانہ وصول کرتے تھے جو "سکہ" اور جنس یا دونوں شکل میں ہوتا تھا۔ تجارت و دستکاری پر بھی محصول تھا۔ حکومت کے پاس باقاعدہ اور منظم فوج تھی جو مختلف جگہوں پر چھاونیوں میں متعین تھی۔ سرحدوں پر جو ایک دو راجہ باجگزار تھے ان پر بھی حکومت کی طرف سے نگران مقرر تھے۔

علوم و فنون

سدھ راج اعظم صرف فاتح ہی نہ تھا بلکہ اس نے گرجر قوم کا نام دنیا میں علوم و فنون میں بھی اونچا کر دیا جن کا تذکرہ نہایت اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

سہسر لنگ کی تعمیر

سہسر لنگ ایک جھیل تھی جس کی... کھدائی کا کام راجہ درلبھ راج کے زمانہ میں ہوا تھا۔ سدھ اعظم نے اسے پختہ کرایا۔ گرجر انجینیروں نے دریائے سرسوتی کو رخ تبدیل کر کے اس جھیل میں سے گزارا۔ جھیل کے چاروں طرف ایک ہزار عبادت گاہیں

تعمیر کرائی گئیں۔ یہ شیو مندر (قادر مطلق کی عبادت گاہ) کہلاتے تھے۔ ان مندروں کے چاروں طرف وسیع سڑک تھی۔ سڑک کے پار "ستر" شالائیں بنائی گئیں جن میں علما لوگ قیام کرتے تھے۔

سناتن دھرم کے مقلدوں کے لئے ۱۰۰ مندر بنائے گئے۔ ستر شالاؤں اور ان مندروں کے درمیان بھی سڑک تھی۔ ان مندروں میں سب سے مشہور "دشاوتار" کا مندر تھا[1]

مندرجہ بالا تمام عبادت گاہوں میں ہزار ہا طلباء دور دور سے تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے جہاں علوم و فنون کے ہر شعبہ کی شاخیں الگ الگ تھیں مندروں کے پجاری "برہمن" کہلاتے تھے جو مندروں میں صرف دینی تعلیم دیتے تھے۔

دوسرے علوم و فنون کے معلمین "گرو" کہلاتے تھے ان معلمین کی رہائش خوراک کا انتظام حکومت کے ذمہ تھا۔ معلمین کی رہائش گاہ "مٹھ" کہلاتی تھی۔

مندرجہ بالا عظیم جھیل اور تعمیرات کے چاروں طرف ان مٹھوں کی تعداد کئی ہزار تھی۔ امتداد زمانہ سے گوجروں کا یہ عظیم الشان شاہکار آج اپنی سابقہ حالت پر قائم رہ سکا تاہم اس کے آثار باقی ہیں۔ جن کی نگرانی و حفاظت آجکل محکمہ آثار قدیمہ ہندوستان کی تحویل میں ہے۔

مندرجہ بالا جھیل کے علاوہ بہت سی اور جھیلیں بھی بنائی گئیں ان میں سے مقام "ویرم گاؤں" اور مقام "دھولکا" کی جھیلیں زیادہ مشہور ہیں۔ جن سے آبپاشی کی نہریں نکالی گئیں۔

سنگھ پور کی تعمیر

مہاراجہ سدھ راج جے سنگھ نے اپنے نام پر... ایک شہر سنگھ پور آباد کیا جس میں نئے طرز کے بازار اور دوکانیں تعمیر کی گئیں۔ شہر کے چاروں طرف متعدد قلعے بنائے گئے۔ یہ شہر خوبصورتی کے لحاظ سے اس زمانہ میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ مرور ایام سے اب یہ ایک معمولی بستی کی شکل میں رہ گیا ہے۔

نوٹ نمبر ۱: سمبر لنگ کا تلفظ بعض فارسی تواریخ میں "شہس نیگ" کیا گیا ہے یہ وہی جگہ ہے جبکہ سیر کرکے جب بیرم خاں واپس آرہا تھا تو مبارک خاں پٹھان نے راستہ میں قتل کیا تھا یہ واقعہ سولہویں صدی کا ہے۔ مولف گوجر۔

سڑکوں کی تعمیر

شہرواهن اور شہر تھانہ کے درمیان سڑک بنائی گئی بسنگھ پور اسی سڑک پر واقع تھا۔ اس سڑک پر چالیس تعمیر کئے گئے۔ سایہ دار اور پھل دار درخت لگائے گئے۔ مسافروں کے آرام کے لئے سرائے اور قیام گاہیں تعمیر کی گئیں جہاں مسافروں کو کھانا بھی مفت ملتا تھا۔ شہر کھمبایت اور بھڑوچ کو اندرون ملک سے سڑکوں کے ذریعہ ملایا گیا۔

گرجروں کی عظمت شہر انہلواڑہ

پٹواری گرجروں کے علوم وفنون کا مرکز مشہور شہر اُجین تھا۔ گرجروں کی اِس چالکیہ حکومت کا دار الخلافہ انہلواڑہ قائم ہوا تو وہاں سے تمام لائبریریاں اور کتب خانے انہلواڑہ میں منتقل ہوئے۔ دور و نزدیک سے ہزارہا علما و فضلا انہلواڑہ میں آکر قیام پذیر ہوئے شہر کھمبایت اور بھڑوچ اس حکومت کی شان دار و مالدار بندرگاہیں تھیں۔ جنہیں بذریعہ سڑک انہلواڑہ سے ملایا گیا۔ شہر میں پھولوں کے باغات کی اس قدر کثرت تھی کہ یہ "پھولوں کا شہر" کہلاتا تھا۔ شہر کو شفا خانوں اور مدارس سے پُر کر دیا گیا سدھراج اعظم اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا مگر وہ اُجین کے بکرماجیت پنوار اور بھوج اعظم پنوار کی طرح بذات خود صاحب تصنیف نہیں تھا لیکن علوم وفنون سے اسکا شغف اور وابستگی اس قدر تھی کہ تمام کتب خانوں کا انتظام خود اس کے ہاتھوں میں تھا۔ اس کے زمانہ کی متعدد کتابیں آجتک موجود ہیں جن میں سے بعض کو جین مذہب کے پیرو تقدیس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سدھراج اعظم ایک غیر متعصب شخص تھا وہ بذات خود شیو مذہب کا معتقد تھا مگر جین مذہب و دیگر مذاہب کے علماء اس کے دربار میں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ مسلم علماؤں کی بھی وہ عزت کرتا تھا۔ جن میں سیدی احمد خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مختلف علوم پر کتابیں تصنیف کرنے والوں میں گرجروں کے تین خاندان شریمال، اوسوال اور پوسوال کا نام نمایاں طور سے آتا ہے۔

اُسی زمانہ میں سوری خاندان کا ہیم چند لکھتا ہے "گرجروں کے اس شہر میں اگر گونگا شخص بھی آجائے تو وہ بھی ایک بہترین عالم اور مقرر بن جاتا ہے۔"

ایک دوسرا ہمعصر مصنف تحریر کرتا ہے "انہلواڑہ علوم وفنون کا گھر ہے۔ یہاں کے باشندے مہذب، خوش اخلاق اور صداقت پسند ہیں اور ہر طرح تعلیم سے مزین ہیں۔"

اسی زمانہ میں مصنف شری پال لکھتا ہے :-

"انہلواڑہ میں علوم و فنون پر ایک مجلس منعقد کی گئی جس کی صدارت خود گرجر اعظم نے کی۔ علماء میں ایک مہرشی تھے جو ترک ؟ مہابھارت اور بیراشٹر کی سمرتی کے عالم تھے دوسرے عالم ایک کشمیری تھے جن کا نام اُوت سہہ بھٹّا اور حاضرین میں تیسرے مشہور عالم کا نام ساگر تھا۔ چوتھا مشہور عالم "رام" تھا جو منطق اور علم نحو کا عالم تھا"۔ آگے شری پال لکھتا ہے :-

"اگر کوئی شخص انہلواڑہ کے گُرجر دربار میں تھوڑے سے دن رہ لے تو وہ قواعد صرف و نحو، شاعری، سیاست اور مذہب کی تعلیم سے مزیّن ہو سکتا ہے"۔

گُرجر دربار کے نورتن

(۱) اُمِش واک :- اسے شنتو کے انتقال پر عہدہ دیا گیا۔ یہ ایک سیاسی مدبّر تھا۔

(۲) داداک :- یہ آنند پور (وڈنا گر) کا برہمن تھا جسے ۱۱۳۶ء میں وزیر اعظم بنایا گیا۔ مہاراجہ کے آخری ایام میں یہ ان کا دست راست تھا۔ وزیر اعظم کے عہدہ پر مہاراجہ کے شروع ایام میں شنجل فائز تھا

(۳) اسا پرشاد :- اسے دربار میں "مہامتیہ" (دیوان یا سکریٹری) کا عہدہ دیا گیا۔

(۴) کاک :- یہ گرجر کھشتری تھا جو علمی قابلیت کی وجہ سے "گرجر برہم سِنانی" کہلاتا تھا۔

(۵) اُدو بنا :- یہ بھی گرجر تھا اس کی سپردگی میں بندرگاہوں کا انتظام تھا۔

(۶) جھوبر بھش پتی :- یہ مالوہ کے پنواروں کا "گرو" تھا۔ دھارا نگری کی فتح کے بعد اسے انہلواڑہ دربار میں عزت کیساتھ بلایا گیا اس کا سابقہ وطن اور جائے پیدائش شہر بنارس تھا۔

(۷) شری پال :- درباری شاعر تھا۔ وہ لکھتا ہے "سدھ راج تمام درباریوں کو دوست اور بھائی کی طرح سمجھتا ہے"

(۸) ہیم چند سوری :- صاحب تصنیف تھا جس کی مشہور سنسکرت گرامر "سدھ ہیم" ہے۔

(۹) کیشو رائے :- یہ گرجر کھشتری تھا اور فوجوں کا سپہ سالار تھا۔

سدھ راج اعظم کے زمانہ کی لکھی ہوئی کتابوں اور تاریخوں میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔ "پربندھ" از ہیم چند۔ "واگ بھٹ النکر" از واگھ بھٹ (سوم کا بیٹا)۔ "کری بکشا" از جے منگلاچاریہ۔ "گن رتن مہو دادھی" از وردھمان سوری اور "دوا شریہ مہا کاویہ" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

کمار پال چلوکیہ

۱۱۴۳ء تا ۱۱۷۴ء

سدھراج جے سنگھ چلوکیہ اعظم کے کوئی لڑکا نہ تھا صرف ایک لڑکی کنچنا دیوی تھی جس کی شادی شاکمبھری کے راجہ ارنوراج چوہان سے ہوئی تھی اس لڑکی سے سومیشور پیدا ہوا جسکی تعلیم و تربیت اس کے نانا سدھراج نے انہلواڑہ میں کی گو سدھراج انہلواڑہ کا تخت اپنے نواسے کو نہ دینا چاہتا تھا بلکہ اس کی خواہش تھی کہ اسی کے خاندان کا کوئی راجکمار تخت نشین ہو آخر اسی کشمکش و پیچ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال پر انہلواڑہ کا تخت خالی ہو گیا چلوکیہ کی بڑی شاخ پر تری بھون پال کا لڑکا کمار پال جو رانی کشمیر دیوی کے بطن سے تھا سدھراج کے خوف سے دربدر اور مارا مارا پھر رہا تھا۔ مذکورہ شاخ کا شجرہ حسب ذیل ہے

بھولی رانی ← کی — بھیم دیو اول — کی → بڑی رانی

1 ★ ۱۰۲۲ء تا ۱۰۶۴ء

بکلا دیوی | ادے متی

کھیم راج چلوکیہ | 2 ★ کرن — اس کی رانی مینل دیوی

۱۰۶۴ء تا ۱۰۹۴ء

دیوپرشاد چلوکیہ | 3 ★ سدھراج جے سنگھ چلوکیہ اعظم

۱۰۹۴ء تا ۱۱۴۳ء

تری بھون پال چلوکیہ (اس کی رانی کشمیر دیوی) | کنچن دیوی

اس کی شادی ارنوراج چوہان راجہ شاکمبھری سے ہوئی

4 ★ کمار پال چلوکیہ (اس کی رانی بھوپال دیوی) ۱۱۴۳ء تا ۱۱۷۴ء — مہیپال — کیرتی پال — دیول دیوی — پریمل دیوی اس کی شادی کنڑ بادکن سے ہوئی

سومیشور چوہان

پرتھوی راج چوہان

ایک لڑکی | 5 ★ اجے پال چلوکیہ (اس کی رانی نیکا دیوی) ۱۱۷۴ء تا ۱۱۷۷ء

★ لکھن دیو مول راج ثانی ۱۱۷۷ء تا ۱۱۷۸ء بھیم دیو دوم ۱۱۷۸ء تا ۱۲۴۲ء 6

کمار پال کی تخت نشینی

نے باپ تربھون پال کی موت کے بعد کمار پال چلوکیہ اپنی بیوی رانی بھوپال دیوی کے ساتھ استنبھ تیرتھ، بھروگوکچھ، اجین، چترکوٹ (چتوڑ) وغیرہ مقامات میں جلاوطن رہا۔ تاریخوں میں وارد ہوا ہے کمار پال چلوکیہ کئی سال کانچی کے مقام پر بھی رہا۔ جب انہلواڑہ کا تخت خالی ہوا اس وقت کمار پال کی عمر پچاس سال تھی

سدھراج اعظم کے دربار میں اس کے حمائتی وزیر، سپہ سالار اور درباری موجود تھے جنہیں سوراشٹر کا صوبیدار سجن جینی، وزیر آلگ، وزیر اعظم داداک، اس کا بیٹا مہادیو جو مالوہ کا گورنر تھا۔ چلوکیوں کا پروہت (مذہبی پیشوا) آمگ اور اس کا باپ سرودیو خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ فوجی سپہ سالاروں میں وِقل دیو، کنہڑدیو (یا کرشن دیو۔ یہ کمار پال کا بہنوئی تھا) اور راجیہ پال تھے۔ یہ تینوں فوجی سپہ سالار گوجر تھے چوتھا سپہ سالار کرک یا کاک برہمن تھا یہ بھی کمار پال کا حمائتی تھا

جینی نوشتہ جات اس بات کے موئید ہیں کہ مندرجہ بالا حمائتی سرداروں کا رہبر ہیم چند سوری (جین)، تھا جو آئندہ کمار پال کا وزیر بھی بنا۔ یہ بھی تحریر کیا گیا ہے کہ ہیم چند سوری کو سدھراج اعظم کے زمانہ سے ہی کمار پال سے ہمدردی تھی اور وہ اس کی جلاوطنی کے زمانہ میں اس سے ملاقات کرچکا تھا، یہ تمام واقعات ہیم چند سوری کی خود تحریر کردہ تاریخ پر مبنی ہیں۔

دوسرے نوشتہ جات میں تحریر ہے کہ کمار پال کے ان تمام ہمدردوں کا رہنما اودین یا (اودینا) تھا جو مارواڑ میں جھالور کے شریمال خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یہی قابل قبول ہے، کیونکہ شریمال اودین گوجر تھا اسی لئے تخت نشینی کے معاملہ میں اس کی بات وزن رکھتی تھی۔

سدھراج اعظم کے انتقال پر اٹھارہ دن دربار میں رسہ کشی ہوتی رہی ان اٹھارہ دنوں میں انہلواڑہ کے تخت پر سدھراج اعظم کی کھڑاؤں (سینڈل یا جوتے) رکھے گئے آخر کرشن دیو سپہ سالار نے اودین شریمال سے مشورہ کر کے اپنے سالے کمار پال کو بلا کر تخت پر بٹھا دیا۔

◆ ◆ ◆

تخت کے نئے دعویدار -!

کرشن دیو

کمارپال سولنکی (چلوکیہ) کی تخت نشینی میں اس کے بہنوئی کرشن دیو نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا مگر وہ راجہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا اس نے راجہ کو کمزور تر رکھنے کیلئے وزیروں کی ایک جماعت بنا ڈالی۔ کمارپال نے سب سے پہلے اسی جماعت کی طرف دھیان دیا۔ چنانچہ اس نے ان تمام وزراء کو دربار سے نکال دیا اور اپنے بہنوئی "بادشاہ گر" کو معاف کر دیا۔ مگر چونکہ وہ فوج کا سپہ سالار تھا اس لئے اس نے لڑائی کی ٹھان لی اور اپنی بیوی کی طرف سے تخت کا دعویدار ہو گیا میدان جنگ میں گوجر سپاہ دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ کرشن دیو کو شکست ہوئی اور اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ کر ایک ہو گئی۔

ماخوذ از پربندھ چنتامنی صفحہ نمبر ۹۷، از مروتنگ وکمارپال چرتر صفحہ نمبر ۳۴

ارنوراج چوہان

شاکمبری کا راجہ ارنوراج (ارن راج یا آناراج) چوہان انہلواڑہ حکومت کا ماتحت وفادار تھا اور راجہ سدھراج کا داماد تھا۔ اس کا لڑکا سومیشور چوہان انہلواڑہ میں ہی اپنے نانا سدھراج چلوکیہ کے یہاں رہتا تھا۔ جب سدھراج کا انتقال ہوا تو اپنی بیوی کی طرف سے ارنوراج چوہان بھی انہلواڑہ کے تخت کا دعویدار ہو گیا۔ ندول کے راجہ آشاراج اور اس کے بیٹے نے بھی اس کی مدد کی اور گجرات کی ہاتھیوں کی فوج کا سپہ سالار راجہ چاہڑ رائے[1] بھی جسے سدھراج اعظم عزت کی نظر سے دیکھتا تھا چوہانوں سے مل گیا۔

ارنوراج چوہان فوج لے کر گجرات پر حملہ آور ہوا۔ چاہڑ رائے چلوکیہ نے گجرات کے بہت سے افسر و حکام لالچ دے کر اپنی طرف ملا لئے۔

---

[1] :- گوجروں کا خاندان بچاہڑ جسے آج کل بطور چوہڑ یا چاڑ تلفظ کرتے ہیں۔ چاہڑ رائے چلوکیہ کی اولاد ہیں۔ مؤلف گوجر

کمارپال انہلواڑہ سے فوج لے کر چلا مگر فوج کے کثیر حصہ نے کھلم کھلا بغاوت کر دی اور جنگ میں جانے سے انکار کر دیا۔ کیوں کہ ایک طرف سابقہ راجہ کے خاندان کا آدمی دعویدار تھا دوسری طرف اس کا داماد دعویدار تھا۔

کمارپال کے لئے یہ وقت بہت نازک تھا۔ وزیروں میں سے ایک وزیر سجن جینی اس کا آخر وقت تک ساتھی رہا۔ دونوں بقایا وفادار فوج کو ساتھ لے کر ارنوراج چوہان سے آمادۂ جنگ ہوئے گجرات کے بہادروں نے باغی چلوکیوں اور چوہانوں کی فوج کو اکھاڑ پھینکا۔ ایسی بری طرح سے مخالف فوج کو شکست ہوئی کہ ارنوراج چوہان اور اس کا حمایتی چاہڑ رائے چلوکیہ اور گجرات کے تمام مخالف سردار زخمی ہو کر گرفتار ہو گئے۔

تمام مخالف سرداروں کو پہلے تو قید کر دیا گیا پھر معافی مانگنے پر سب کو رہا کر کے معمولی جاگیریں گزارہ کیلئے دے دی گئیں۔

ارنوراج چوہان نے بھی معافی مانگی اور وفاداری کا وعدہ کر کے اپنے دارالخلافہ شاکمبھری میں آیا پھر کمارپال نے منڈوال پر حملہ کر کے آنا راج چوہان کے بیٹے سے بھی حکومت چھین لی۔

(نوٹ چھ ماہ بعد ارنوراج چوہان نے اپنی لڑکی کی شادی کمارپال چلوکیہ سے کر دی اور دونوں خاندان کی پرانی رشتہ داریاں از سر نو وابستہ ہو گئیں۔

ماخوذ از دواشیریہ کاویم۔ از ہیم چند سوری باب نمبر ۱۹ صفحہ نمبر ۲۱۔)

وکرم سنگھ پنوار

وکرم سنگھ پنوار آبو کا راجہ تھا جس نے کمارپال کو دھوکا دیا تھا چنانچہ کمارپال نے آبو پر حملہ کر کے اسے گرفتار کیا اور قید میں ڈال دیا پھر آبو کی حکومت اس کے بھتیجے تیشو دھوال کے سپرد کر دی جہاں وہ سنہ ۱۱۷۶ء تک کمارپال کے وفادار ماتحت راجہ کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا۔

* * *

باغیوں کی سرکوبی

سوراشٹر میں بغاوت

سوراشٹر کے سرداروں نے انہلواڑہ میں جھگڑے بکھیڑے مشاہدہ کرکے بغاوت پر کمر باندھی۔ نڈوال کے سابقہ راجہ کتو دیو چوہان کے بیٹے الہن دیو نے کمارپال کی طرف سے جاکر اس بغاوت کو دبا دیا۔ کمارپال نے الہن دیو چوہان کو ان کی سابقہ حکومت نڈوال بخش دی اور مزید کردو (موجودہ جودھپور) رادھن اور مارواڑ میں شیوا کا علاقہ جاگیر میں دے دیا۔

نوٹ:۔۔ بعد میں الہن دیو کے بیٹے کلہن دیو نے پھر سر اٹھایا ان کی سرکوبی سومیشور چوہان نے کمارپال کی طرف سے کرکے یہ علاقہ جاگیر میں لے لیا۔

راجہ بلاّل کی بغاوت

مالوہ کے ایک حصہ پر باجگزار راجہ بلاّل حکومت کرتا تھا۔ شاکمبری کے راجہ ارنوراج چوہان نے اپنے داماد (کمارپال) کے خلاف ابھار دیا اس نے اپنے علاقہ میں کمارپال کے خلاف فوج فراہم کرنی شروع کردی۔ ارنوراج چوہان نے اس سے ملکر گجرات پر حملہ کیا کمارپال چلوکیہ نے دونوں کو متعدد طور سے شکست فاش دی دونوں اپنے اپنے علاقوں کو بھاگ گئے کمارپال چلوکیہ شمال مشرق کی طرف بڑھا اور سپادلکش کا علاقہ فتح کرلیا۔

کمارپال کا عطیہ

سپادلکش سے کمارپال چتوڑ کی طرف گیا اور شالی پور کے پاس خیمہ زن ہوا اسی جگہ ایک مندر کے نام ایک کنواں عطیہ میں دیا اسی جگہ اس کے ڈنڈ نائک (افسر) نے ایک تیل نکالنے کا سرکاری کارخانہ اسی مندر کے نام دیئے جانے کا حکم دیا۔

نوٹ: ۱۱۵۰ء تک تمام جنوبی مغربی ریگستان از سر نو گجرات میں شامل کرلیا گیا اور اس طرح سے کمارپال کی حدود سلطنت وسیع ہوتی گئی۔

مالوہ کی بغاوت

جیسا کہ سدھراج کے ضمن میں مذکور ہوا۔ مالوہ پر راجہ سدھراج کا صوبیدار مہادیو مقرر کیا گیا تھا جو وزیر داداک کا بیٹا تھا۔ یشو ورمن پنوار کو ایک مختصر علاقہ گزارہ کے لئے دیا گیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے جے ورمن نے مہاراجہ ادھیراج ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور اپنا دارالخلافہ وردھمان پوری کو بنا لیا۔ مگر اس سے کمار پال پر کوئی اثر نہ ہوا۔

مالوہ کئی حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ چندیلے، کلچوری اور کلیانی کے چلوکیہ آئے دن اس پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے۔ کمار پال نے اپنے سپہ سالار کاک اور آبو کے ماتحت راجہ یشو دھوال پرمار کی مدد سے مالوہ پر حملہ کر کے تمام طاقتوں کو وہاں سے ختم کر دیا۔

مالوہ کے کئی حصے کئے گئے۔

(۱) مغربی حصہ پر راجیہ پال کو صوبیدار بنایا گیا اس کا صدر مقام بھیلسہ کے پاس اودے پور قائم کیا گیا۔

(۲) مشرقی حصہ بھیل سوامی مہادوادساک کہلایا جسے آجکل علاقہ بھیلسہ کہتے ہیں۔ بھیلسہ ۱۱۷۵ء تک گجرات کا حصہ رہا۔

(۳) لکشمی ورمن پنوار حسب سابق برائے نام انہلواڑہ کی وفاداری کا دم بھرتا رہا۔

کمار پال کی فتوحات

تمام بغاوتوں سے فارغ ہو کر کمار پال سولنکی نے وسط ہند اور دکن کی طرف فتوحات کا سلسلہ جاری کیا۔

کونکن کی فتح

شمالی کونکن پر سلہر خاندان کا گوجر راجہ ملکا ارجن حکومت کرتا تھا۔ کمار پال نے اپنے سپہ سالار سوہیشور، وزیر آمر بھٹ، اودین کا چھوٹا لڑکا اور آبو کے دھارا ورش پنوار کو کونکن فتح کرنے بھیجا جنہوں نے ۱۱۶۰ء میں کونکن فتح کر لیا۔ ملکا ارجن سلہر لڑائی میں مارا گیا اور کونکن کو از سر نو گجرات میں شامل کر لیا۔

وسط ہند کی فتح

کمار پال نے پھر وسط ہند کا رخ کیا اور گنگا تک جا پہنچا پھر جبالی پور (جبلپور) کو فتح کیا گیا۔ کورو منڈل اور لاٹ کو فتح کیا گیا۔ پرکاش نگری کے ہیر راجہ کو مغلوب کیا گیا۔

شمالی ہند کی فتح

کمارپال نے شمال کا رخ کیا کچھ اور پنجاب کو فتح کرتا ہوا وہ "پنج ندھ اِوصپ" (موجودہ پنج ند) تک پہنچ گیا دریائے ستلج عبور کر کے اس نے مل استھان (ملتان) کے راجہ مل راج کو فتح کیا۔

حدود سلطنت

اس حکومت کی حدود بتاتے ہوئے ہیم چند سوری نے اسی زمانہ میں اپنی کتاب مہاویر چرت ۱۲ صفحہ ۵۲ پر تحریر کیا تھا۔

प्रागंग मैं न्द्री मावि - च्यपं याम्यामास्संच्यु
पश्चिम: मास। आतुरुष्कक च को बेरीं चौलुक्य
साध्यपिष्यति ॥

— ترجمہ —

"گنگا اس کے مشرق میں بہتی ہے وندھیاچل پہاڑ اس کے جنوب میں ہے۔ دریائے سندھ اس کے مغرب میں ہے۔ شمال میں یہ وہاں تک ہے جہاں ترشک (غزنوی) حکومت کرتے ہیں — یہ حدود ہیں جن کے اندر چلوکیہ کی طاقت و سطوت گھومتی ہے"

نوٹ :— افسوس ہے جب ۱۱۶۰ء میں اجمیر کے راجہ ویاگراہ راج چوہان نے شمالی مغربی ہندوستان سے غزنویوں کو نکالا تھا اور تمام راجاؤں کو شرکت کی دعوت دی تھی تو کمارپال سولنکی نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اسی طرح دوسرے راجاؤں نے بھی اپنے اس ملک کے حصہ کو آزاد کرانے کیلئے دھیان نہ دیا۔ گو ویاگراہ راج چوہان کامیاب ہوا جیسا کہ چوہانوں کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس نے لپتا ور تک کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ مگر یہ فتح عارضی ثابت ہوئی۔ تاریخ میں کبھی بھی گوجر راجگان نے ملک کی حفاظت کیلئے مجموعی طور سے نہ سوچا اپنے اپنے علاقوں میں وسعت حکومت کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک ہزار سال تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہا۔

مولف گوجر

نقشہ آریہ ورت
سنہ ۱۱۷۸ء



کمارپال چلوکیہ کا مذہب

کمارپال چلوکیہ ایک غیر متعصب شخص تھا اس کے دربار میں جین مذہب کے علماء بھی تھے اور شیو مذہب اور ویدک مذہب کے رہنما بھی موجود تھے۔ جین مذہب کا اس زمانہ میں سب سے بڑا پیشوا ہیم چند سوری اس کا رہنما اور دوست تھا۔ اسی لئے جینیوں کا دعویٰ ہے کہ کمارپال جین مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ ہیم چند سوری کی ترغیب سے اس نے گوشت کھانا چھوڑ دیا اور تمام ملک میں شکار اور گوشت پر پابندی لگادی۔ اسی طرح تمام ملک میں شراب پینے والوں اور شراب بیچنے والوں کو سزائیں دی جانے لگیں۔

ویدک مذہب کے مورخ اسے ویدک مذہب کا پیرو مانتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ کمارپال چلوکیہ کا گورو "بھوبر ہیش پتی" تھا جس کی خدمت میں کمارپال حاضر ہوتا تھا اور اسے نذرانہ پیش کرتا تھا۔

ان کا کہنا ہے کہ آریہ ورت میں سوائے برہمن، ویش اور جین کے تمام لوگ گوشت کھاتے تھے حالانکہ کتابوں میں اس کی برائیاں درج ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ کمارپال نے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اور شراب پر پابندی لگادی مگر یہ دونوں کام اس نے شاستر کی رو سے کئے تھے۔

مولف گرجر کہتا ہے کہ کمارپال چلوکیہ ایک بہترین انسان تھا۔ اچھے مذہب اچھے انسان سے محبت کرنا سکھاتے ہیں دنیا میں فسادات اور جنگ وجدل کو روکتے ہیں۔ کمارپال کے باپ دادا بھی جین مذہب کے علما کی عزت کرتے تھے حالانکہ وہ شیو مذہب کے مقلد تھے۔

کمارپال سولنکی نے در اصل تمام مذاہب والوں کو ایک نظر سے دیکھا۔ بھی نے اسے اپنے میں سے سمجھا یہی ایک بہترین حکمراں کی خصوصیت ہے کہ وہ مذہب کی بنیاد پر الگ الگ سیاسی قوانین کا اطلاق نہ کرے۔ یہ خصوصیت کمارپال چلوکیہ میں تھی اسی لئے تمام مذاہب والے اس سے محبت کرتے ہیں اور ان کی کتابوں میں یہ بہترین راجہ اچھے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

کمارپال چلوکیہ کے اخلاق اور عادات

کمارپال چلوکیہ کو علماء نے زندہ جاوید کر دیا ہے کتابوں میں اس کی بابت حالات تفصیل سے درج ہیں۔

کمارپال دوسروں پر بھروسہ کرنے کا عادی تھا۔

* درباری کاروبار اس کے وزیر و رہنما ہیم چند سوری جین کے ہاتھ میں تھے جس نے ہمیشہ وفاداری کے ساتھ حکومت کے کاموں کو سرانجام دیا۔
* کمارپال سولنکی میں عفو کی خصلت بدرجہ اتم تھی اس نے ہمیشہ اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔
* وہ عوام کو ایک قاعدہ اور نہج پر چلانا چاہتا تھا۔
* وہ تمام ملک میں امن و سلامتی کا خواہاں تھا۔
* اس نے تمام عمر مدافعتی لڑائیاں لڑیں۔ بہت سے علاقے اس نے فتح کر کے پھر سابقہ.. حکمرانوں کو سپرد کر دیئے جو بعض دفعہ پھر سرتابی کر گئے مگر راجہ نے کبھی انتقامی جذبہ سے کام نہ لیا۔
* وہ صحیح معنوں میں "اہنسا" کا پجاری تھا، یعنی کسی کو تکلیف دینا وہ نہایت برا سمجھتا تھا۔
* وہ صبح سویرے اندھیرے منہ بستر چھوڑ دیتا تھا۔ منتر (دعا) پڑھتا ہوا غسل کرتا تھا اور محل کے مندر میں عبادت کرتا تھا۔ پھر اس کے تمام وزیر آموجود ہوتے تھے۔ وہ سب کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر "کمار وہار" مندر میں جاتا تھا اور وہاں سب کے ساتھ عبادت کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ ہیم چند سوری جین کے پاس جاتا تھا اور اس سے جین مذہب کی باتیں سنتا تھا۔
* دوپہر سے پہلے وہ غریبوں میں خیرات تقسیم کرتا تھا، مندروں میں "پرشاد" (مٹھائی) تقسیم کے لئے بھیجتا تھا اس کے بعد وہ خود کھانا کھاتا تھا
* کھانا کھانے کے بعد وہ مذہبی اور فلسفیانہ باتوں پر بحث میں حصہ لیتا تھا۔
* چوتھے پہر میں وہ دربار منعقد کرتا تھا اور معاملات اور مقدمات کے فیصلے خود کرتا تھا۔ اس کے بعد کشتی و دنگل دیکھنے جاتا تھا اور ہاتھیوں کی لڑائی ملاحظہ کرتا تھا۔ یہ تمام اصول وہ فرائض سمجھ کر پورے کرتا تھا۔
* کمارپال جینیوں کی طرح شام کا کھانا سورج غروب سے اڑتالیس منٹ پہلے کھاتا تھا ہر ماہ کی آٹھ اور چودہ تاریخ کو برت رکھتا تھا۔ (یعنی روزہ)

کمارپال نے ۱۱۷۳ء میں انتقال کیا اس نے اپنے پیچھے اپنی تعریفات میں بہت سا لٹریچر چھوڑا۔ مہابھارت میں لڑنے والا چالکیہ خاندان اب جینی بن گیا جینیوں کو آج تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اگر کھشترڈا مندر کے دروازے کھولنے لگیں تو ایک مندر بھی باقی نہ رہے۔

راجہ اجے پال چالوکیہ

۱۱۷۳ء تا ۱۱۷۶ء

کمار پال کے یہاں کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ صرف ایک لڑکی تھی جس سے کمار پال کا نواسہ پرتاپ مل تھا۔ دربار کا جینی گروپ چاہتا تھا کہ پرتاپ مل کو تخت نشین کرایا جائے، مگر... جینیوں میں خود پھوٹ پڑ گئی۔ ہیم چند سوری انتقال کر چکا تھا اور اس کی جگہ دربار میں رامچند سوری نے لے لی تھی۔

رامچند رسوری ایک بہترین ڈرامہ نویس تھا اور ہیم چند سوری کا شاگرد تھا یہ شخص پرتاپ مل کا حمایتی تھا۔ مگر گوجر سردار بذات خود حکومت میں کھشتر انت کے حامی تھے یعنی وہ ایسے شخص کو چاہتے تھے جو تلوار کا جواب تلوار سے دے سکے۔ اگر کھشتری دربار میں اہنسا کا سبق پڑھنے لگیں تو تشدد کرنے والوں اور حملہ آوروں سے ملک کو کون بچائے گا چنانچہ گوجر کھشتریوں نے اجے پال کو تخت پر بٹھایا جو کمار پال کا بھتیجا یعنی مہی پال کا بیٹا تھا۔

اجے پال کے خلاف جین مذہب والوں نے شور مچایا جن کی سرکشی کو کچل دیا گیا۔

اجے پال کا یہی کارنامہ سب سے بڑا ہے کہ اس نے دربار میں تلوار کے دھنی اکٹھے کر دیئے اجے پال صرف تین سال حکمرانی کرنے پایا تھا کہ اس کی موت ۱۱۷۶ء میں واقع ہوئی اس کی زندگی کے واقعات حسب ذیل ہیں۔

* میدا پت علاقہ کے سامنت سنگھ گوہیل نے بغاوت پر کمر باندھی چنانچہ اسے مغلوب کر لیا گیا اس جنگ میں آبو حکومت کے حکمراں کے بھائی پرہلادن نے مدد کی۔
* تمام علاقہ اس کے ماتحت حسب سابق رہا۔

جینی شہادتوں[1] کے مطابق ۱۱۷۶ء میں ایک شخص ویاجل دیو پرتہار نے اسے خنجر مار کو ہلاک کر دیا۔

---

[1] پربندھ چنتامنی صفحہ نمبر ۹۷

دیا جل دیو پرتہار کمار پال کے زمانہ میں مارواڑ کا سپہ سالار تھا پھر اسی کے زمانہ میں نربدا علاقہ کا صوبیدار بنا دیا گیا تھا۔

دیا جل دیو پرتہار نے اجے پال کی تخت نشینی میں مدد کی تھی پھر کسی وجہ سے دونوں میں ناچاقی ہو گئی۔ متعدد تواریخ میں یہ واقعہ بالترتیب درج ہے لہٰذا اجے پال چلوکیہ کی موت بذریعہ قتل ماننا صحیح ہے۔

* * *

راجہ مولراج دوم

سنہ ۱۱۷۷ء تا سنہ ۱۱۷۸ء

راجہ اجے پال کی موت کے بعد اس کا کمسن بچہ مولراج تخت پر بٹھایا گیا تاریخوں میں اس کا اس کا نام لکھمول اور بال مولراج بھی تحریر کیا گیا ہے۔ بال کے معنی بچہ کے ہیں اسی لئے مولراج کو بال مولراج لکھا جاتا ہے۔ سلطنت کا کاروبار راجہ اجے پال کی بیوہ رانی نیکا دیوی سرانجام دیتی تھی۔ نیکا دیوی راجہ پرمار دی کی لڑکی تھی جو وسط ہند کا حکمراں تھا۔

* * *

پہلی لڑائی

سنہ ۱۱۷۸ء

محمد غوری کا گجرات پر پہلا حملہ اور شکست فاش

جس زمانہ میں انہلواڑہ میں "اہنسا" (جیو کو نہ مارو) کے سبق گوجروں کو پڑھائے جا رہے تھے

اسی زمانہ میں آدمیوں کو مارنے کے واسطے از سر نو نمودار ہو رہے تھے۔ جب اہنساکا پجاری کمار پال بستر مرگ پر تھا اسی دوران غزنی میں غیاث الدین سام نے اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو غزنی کا حاکم بنایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ محمود غزنوی کی آل اولاد غوریوں نے تہ تیغ کر دی تھی اور خود غزنی پر قابض ہو چکے تھے۔ ۱۱۶۴ء تک ہمارا تمام ملک آزاد ہو چکا تھا اب پھر حملوں کا آغاز ہوا۔

* * *

۱۱۷۶ء میں شہاب الدین محمد غوری نے شمالی بلوچستان کا راستہ لیا اور ملتان واوچ کو فتح کیا۔ محمد غوری ہندوستان میں صرف گجرات کو مضبوط سمجھتا تھا کیونکہ محمود غزنوی نے حالانکہ گجرات کے عوام کو تہ وبالا کر دیا تھا مگر وہ گوجر فوجوں سے بچ کر بھاگ گیا تھا چنانچہ غوری نے گجرات کو ہی سب سے پہلے حملہ کا نشانہ بنایا موجودہ سندھ اس وقت گجرات کا ماتحت تھا۔

ملتان واوچ کچھ عرصہ قیام کر کے غوری نے ریگستان پار کیا اور نڈول کے چوہان سردار کو شکست دے کر نڈول کو لوٹ لیا۔ نڈول گجرات کی حکومت میں تھا حملہ کی خبر پاتے ہی بہادر گوجر رانی نیکادیوی اپنے بچے کو اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھا کر عظیم فوج کے ہمراہ حملہ آور کا مقابلہ کرنے کیلئے انہلواڑہ سے چل پڑی۔ کوہ آبو کے پاس دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ گوجروں کی فوج میں آبو کا دھارا ورش بیوار مارواڑ کا صوبیدار کلہن دیو اور ایک وزیر دیا سالا تھے۔ رانی بذات خود فوج کے شاہی دستہ کی کمان کر رہی تھی۔ گوجروں نے ملک کے دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ان کی لاشوں سے میدان بھر دیا گیا۔ بہادر گوجر رانی تیروں اور نیزوں سے دشمن پر وار کر رہی تھی اس کے بیٹے اور پوتے اپنے ملک کو حملہ آوروں سے حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے۔ آخر حملہ آور بھاگ کھڑے ہوئے حملہ آوروں کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ حصہ اول صفحہ نمبر ۱۷۰

〃 〃 دیز طبقات اکبری صفحہ نمبر ۳۶

گورو شیادم وغیرہ وغیرہ

مالوہ میں بغاوت

ادھر ملک پر حملے شروع ہو چکے تھے ادھر راجاؤں کو مصروف بیکار دیکھ کر سرداروں نے بغاوتوں پر کمر باندھی۔ مالوہ میں جے ورمن کے بیٹے وندھیاورمن نے بغاوت کی۔ رانی نیکادیوی

نے شاعر سومیشور کے باپ کمار کو فوج دے کر مالوہ بھیجا۔ کمار نے وندھیاورمن کو شکست دی اور اس کی طاقت کو چکنا چور کر دیا۔

ان دو معرکوں کو دیکھنے کے بعد شہزادہ مولراج کا انتقال تخت نشینی کے تقریباً دو ہی سال بعد بچپن میں ہی ہو گیا اعیانِ سلطنت نے اس کے چھوٹے بھائی بھیم دیو ثانی کو تخت پر بٹھایا۔

✲ ✲ ✲

بھیم دیو دوم

۱۱۷۸ء تا ۱۲۴۲ء

بھیم دیو دوم راجہ اجے پال کا چھوٹا بیٹا تھا جو کمسنی میں گجرات کے تخت پر بیٹھا ملک میں اس وقت چھ حکومتیں بڑی تھیں۔

(۱) اجمیر کے چوہان — جن کا راجہ پرتھوی راج چوہان تھا۔ یہ ایک نوجوان راجہ تھا جس کی حدود سلطنت سندھ سے گنگا تک تھی۔

(۲) انہلواڑہ کے سولنکی (چلوکیہ) — جن کا راجہ بھیم دیو دوم تھا۔ اس سلطنت کی حدود میں موجودہ گجرات، مشرقی سندھ، مالوہ اور لاٹ کا علاقہ شامل تھا۔

ان دونوں سلطنت کی حدود ہی "قدیم گجرات یا گرجر دیش" کہلاتا تھا

ملاحظہ ہو گلوری ویٹ واز گرجر دیش صفحہ نمبر ۱۱۵ از جناب کے ایم منشی

(۳) قنوج کے گرھوال — جن کا راجہ جے چند تھا۔ اس کی حدود سلطنت گنگا سے پٹنہ تک تھی۔

(۴) "رادھا" کے سین — بنگال میں ایک خاندان "سین" حکومت کرتا تھا۔ جن کا دار الخلافہ رادھا تھا یہ برہم کھشتری کہلاتے تھے جو کرناٹک کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

(۵) دیوگری کے اہیر (یادو) جن کا راجہ بھلم اول تھا شمالی دکن اس حکومت میں شامل تھا۔

(۶) دوار سمدر کے ہوئسل جن کا راجہ بلال ہوئسل تھا جنوبی دکن میں یہ سلطنت واقع تھی۔

انہلواڑہ کے چلوکیہ اور اجمیر کے چوہان آپس میں نزدیکی رشتہ دار تھے اسی زمانہ میں پشاور پر غوریوں کا قبضہ ہوا اور جیسا کہ پرتھوی راج چوہان کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے جموں کے راجہ چکر دیو نے محمد غوری کو اپنا حلیف بنا کر سیالکوٹ تک کے علاقہ سے ہاتھ دھو لیا پرتھوی راج اس زمانہ میں جے چند کے خلاف مہمیں چلا رہا تھا اس نے اس خطرہ کو معمولی سرحدی حادثہ سے زیادہ وقعت نہ دی۔ ۱۱۹۱ء میں چوہان گوجر نے پنجاب میں گوجروں کو شکست دی۔

۱۱۹۲ء میں محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دی اور پھر دلی اور اجمیر پر قبضہ کرنے کیلئے اپنے سپہ سالار قطب الدین کو چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ حملہ آوروں کے ساتھ گوجروں کی تیسری جنگ تھی۔

۱۱۹۲ء میں بھیم دیو کی عمر ۲۰ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ترائن کی دونوں لڑائیوں میں تو بھیم دیو نے پرتھوی راج کی مدد نہ کی مگر چوہانوں کی عظیم الشان سلطنت کے ختم ہوتے ہی اب بھیم دیو کو خطرہ کا احساس ہوا اس نے جاٹ راجہ جیتوان کو بلایا اور پھر اپنی فوج جمع کر کے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ متحدہ طور سے دلی پر حملہ کر کے اسے حملہ آوروں کی ...بر دسے نجات دلائیں۔

اس فوج نے ہانسی پر حملہ کیا قابض قلعہ دار محصور ہو گیا۔ جاٹ راجہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قطب الدین نے ہانسی پہنچ کر جاٹ راجہ کو شکست دی۔ بہادر جاٹ اپنے ملک کی آزادی کے لئے قربان ہو گیا۔ اس کے بعد پرتھوی راج چوہان کے بھائی ہری راج نے اجمیر پر قبضہ کر لیا اور جھٹ رائے چوہان دلی کی طرف بڑھا۔ مگر یہ سب پروانے آزادی کی شمع پر... قربان ہو گئے۔

قطب الدین ایبک اور گجرات کی دوسری جنگ

۱۱۹۵ء - ۱۱۹۶ء

تین سال تک حملہ آوروں کا مقابلہ چوہانوں کے مختلف چھوٹے چھوٹے گروہ کرتے رہے آخر کار حملہ آوروں کے ٹڈی دل لشکروں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

منجب کی طرف بھیم دیو افواج فراہم کرنے میں لگا رہا۔ دلّی اور اجمیر پر حملہ آوروں کا مکمل طور سے قبضہ ہو گیا۔ اب آزادی کی جنگ کا مرکز چوہانوں نے رنتھمبور کو بنایا قطب الدین ایبک نے ۱۱۹۵ء میں رنتھمبور کا رخ کیا۔

رنتھمبور میں گوجروں نے پرتھوی راج کے پوتے گوبند راج کو اپنا سردار منتخب کیا حملہ آور رنتھمبور کی طرف بڑھے گوجروں کی تعداد مختلف معرکوں میں لڑنے کی وجہ سے بہت مختصر رہ گئی تھی لہذا انہوں نے قلعہ میں محصور ہو کر لڑائی جاری رکھی۔

جب یہ خبریں گجرات پہنچیں، بھیم دیو چالوکیہ گوجروں کا ایک لشکر لے کر رنتھمبور کی طرف چلا۔ اپنے ملک کی عزت و آبرو بچانے والے بہادر گوجر دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور آناً فاناً میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

حملہ آوروں کی کثیر فوج تہ تیغ کر دی گئی قطب الدین ایبک سخت زخمی ہوا۔ اس نے میدانِ جنگ سے راہِ فرار لی اور اپنی بقایا فوج کے ساتھ اجمیر میں جا کر دم لیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے غزنی خط بھیجا کہ مزید افواج بھیج دی جائیں۔ گوجروں نے قطب الدین کا پیچھا کیا حملہ آور اجمیر کے قلعہ میں محصور ہو گئے محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے گوجروں نے محاصرہ اٹھا لیا اور گجرات کی طرف نئی تیاریوں کے لئے روانہ ہوئے۔

* * * *

انہلواڑہ کے گوجروں اور حملہ آوروں کی تیسری لڑائی

۱۱۹۷ء

قطب الدین کی مدد کے لئے غزنی سے مزید افواج پہنچ گئیں جس کی تعداد چار لاکھ سے

زیادہ تھی۔ قطب الدین اور محمد غوری گجرات پر خار کھائے ہوئے تھے کیونکہ دو مرتبہ انہیں گجرات کے معاملے میں شکست ہو چکی تھی۔

۴ فروری ۱۱۹۷ء کو حملہ آوروں کا لاؤ لشکر گجرات کی طرف بڑھا بہادر گوجروں نے کوہ آبو کے دامن میں اسی جگہ ڈیرے ڈالے جہاں ۱۱۷۸ء میں محمد غوری کو پہلی مرتبہ مولراج دوم کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔

گوجروں کی فوج کے سپہ سالار دھارا ورش پنوار، پرہلادن اور کرن دیو نام کلہن دیو تھے گوجر فوج نے پہاڑی کے دامن میں مورچے کھودے اسی جگہ حملہ آوروں کی فوج نے بھی اپنے مورچے لگائے کئی روز ایک دوسرے کی طرف سے پیشقدمی کا انتظار ہوتا رہا۔ آخر ایک دن صبح سویرے نقارۂ جنگ پر چوب پڑی گھمسان کا رن پڑا، لاشوں سے پہاڑی اور میدان کی سطح ایک ہو گئی پچاس ہزار بہادر گوجر اپنے وطن کی خاک میں جا ملے۔ بیس ہزار زخمیوں کو زندہ گرفتار کر کے حملہ آوروں نے تہ تیغ کیا آگے بڑھ کر گجرات کے تمام شہر اور دیہات جلا کر خاک سیاہ کر دیئے گئے۔ انہلواڑہ کا خوبصورت شہر مٹی میں مل گیا۔ قطب الدین فخر کرتا تھا کہ اس نے پہلی شکستوں کا بدلہ جی بھر کر گوجروں سے لیا۔

گجرات اور حملہ آوروں کی چوتھی جنگ

۱۱۹۹ء

کوہ آبو کی لڑائی کے بعد بھیم دیو گجرات کے جنوب علاقہ کی طرف چلا گیا اور ملک کو دشمنوں سے واپس لینے کے لئے کوشش میں لگا رہا۔

قطب الدین ایبک انہلواڑہ کو تباہ و برباد کر کے واپس دلی چلا گیا اور گجرات میں اپنا صوبیدار معہ افواج چھوڑ گیا۔ حملہ آوروں کی فوج نے شہر کھمبائت اور شہر بھاشا (موجودہ) کو لوٹنے کیلئے پیشقدمی کی سگر شری دھر اور لون پرشاد نے انہیں شکست دی اور یہ دونوں شہر تباہی و بربادی سے بچ گئے۔

۱۱۹۹ء میں بھیم دیو چالوکیہ گوجروں کا ایک لشکر فراہم کر کے انہلواڑہ کی طرف بڑھا حملہ آوروں نے میدان جنگ میں شکست کھائی ہر چہار طرف سے عوام نے دشمن پر تلواریں چلانی شروع کر دیں گجرات سے تمام حملہ آور بھاگ گئے۔

گوجروں کی اس جانبازی اور بہادری کو دیکھ کر حملہ آوروں نے پھر گجرات کا رخ نہ کیا۔

گوجروں کی خانہ جنگی

۱۱۹۲ء تا ۱۲۰۰ء کے درمیانی عرصہ میں پشاور تا پٹنہ تمام ملک پر حملہ آوروں کا قبضہ ہو چکا تھا عظیم گجرات آزاد تو تھا مگر اس کے مشرقی حصہ موجودہ الور اور اجمیر وغیرہ پر بھی حملہ آوروں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ گوجروں کی فوجی قوت چکنا چور ہو چکی تھی مگر یہ کیسا اندھیر تھا یہ کیسی سیاست تھی کہ اس وقت بھی گوجر آپس میں دست و گریباں تھے۔

۱۲۰۰ء میں مالوہ پر وندھیا ورمن پنوار کے بیٹے سبھات ورمن کی حکمرانی تھی جب اس نے گجرات کی عظیم الشان سلطنت کی تباہی دیکھی تو اس نے بھی گجرات پر حملہ کیا اور انہلواڑہ پر قبضہ کر لیا۔

بھیم دیو انہلواڑہ چھوڑ کر کسی محفوظ جگہ چلا گیا سنسکرت کے کتبہ کی عبارت ملاحظہ ہو

”جس کی شان و شوکت سورج کی طرح درخشاں تھی چہار سو علاقوں کے اس فاتح (سبھات ورمن) کی دلیری کی آگ آج آندھی و طوفان کی طرح (جنگ میں) دھاڑنے والے گوجر کے شہر میں روشن ہے۔“ [1]

---

[1] دیو پال اور جے ورمن کے بمقام ”مندھتا“ کے کتبہ کا ترجمہ ایپی گرافیکا انڈیکا ۹ ص ۱۲۱ جلد ۱۵

مالوہ اور سوراشٹر کے گوجروں کی جنگ

انہلواڑہ کو فتح کر لینے کے بعد سبھات ورمن پنوار سوراشٹر کی طرف بڑھا۔ سوراشٹر کا... صوبیدار (گورنر) شری دھر تھا جس نے (ممکنہ طور سے) ون پرشاد کے ساتھ مل کر پنوار گوجروں کے حملے کو روکا۔[1]

"اپنی قابلیت کی طاقت سے اس نے (شری دھر نے) اس ملک کو پھر مضبوط کر لیا۔ جیسے سیاہ تمال کے درختوں کے جنگل کی طرح مالوہ کے ہاتھیوں نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔"[2]

گجرات کا فاتح سبھات ورمن پنوار اپنی بہادری کا سکہ جما کر واپس مالوہ میں چلا آیا ان باہمی لڑائیوں نے مالوہ اور گجرات کی طاقت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ یہ خانہ جنگی پورے دس سال سنہ ۱۲۰۰ء سنہ ۱۲۱۰ء تک رہی۔

* * *

انہلواڑہ میں ایک نیا راجہ!

راجہ جے نینت سنگھ یا جے سنگھ چلوکیہ
سنہ ۱۲۲۳ء تا سنہ ۱۲۳۶ء

جب مالوہ کے گوجر راجہ سبھات ورمن پنوار نے پورے دس سال تک گجرات کے... چلوکیہ گوجروں کے ساتھ جنگیں کیں تو بھیم دیو چلوکیہ (سولنکی) نے سوراشٹر کے علاقہ میں جائے امن تلاش کی۔ سنہ ۱۲۱۰ء میں سبھات ورمن کا انتقال ہوا اس کے بیٹے ارجن ورمن پنوار نے بھی گجرات پر فوجکشی کی اسی سال (سنہ ۱۲۱۰ء) میں گجرات کے ایک سپہ سالار جے سنگھ

نوٹ نمبر ۱ و ۲ شری دھر کی بڑول پرشستی اور دبھوئی پرشستی بحوالہ ایپی گرافیکا انڈیکا نمبر ۲ ص ۴۳۹ و ۱ صفحہ نمبر ۲۰ نوٹ نمبر ۳ ملاحظہ ہو انڈین انٹی کویری ج ۶ صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۳

نے بمقام "پیرو پربت" (موجودہ پاواگڑھ) اسے شکست فاش دی۔ ۱۲۱۳ء میں جے سنگھ نے "بھروچھ" کو فتح کیا۔ راجہ بھیم دیو کا صوبیدار (گورنر) سنگھ اس کے استقبال کو آیا۔ ۱۲۲۳ء تک جے سنگھ گجرات کا مکمل راجہ بن گیا۔ (ملاحظہ ہو کتبہ جے سنگھ بحوالہ۔ انڈین انٹی کویری نمبر ۶ صفحہ ۱۹۶)

ارجن ورمن نے بھی اپنے ایک کتبہ میں اسے گجرات کا محافظ کہا ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ گجرات کو بیوار گوجروں سے بچانے والا جے سنگھ چلوکیہ تھا۔

میواڑ کے گہلوٹ گوجر

گجرات کی کمزوری مشاہدہ کرکے گجرات کا ایک صوبہ میواڑ بھی ۱۲۰۷ء تا ۱۲۷۲ء تک آزاد رہا۔

بھیم دیو (دوسری مرتبہ)


۱۲۲۶ء میں بھیم دیو پھر نمودار ہوا اور اس نے انہلواڑہ پر دوبارہ بحیثیت راجہ قبضہ کرلیا۔[۳]

اس کے بعد گھیل علاقہ کے گوجروں نے گجرات میں زور پکڑا اور انہلواڑہ دربار میں انکا زور ہوگیا۔ اس طرح مزید سولہ سال حکمرانی کرکے بھیم دیو دوم چلوکیہ تمام زندگی جنگوں اور مصائب میں گزار کر ۱۲۴۲ء میں انتقال کرگیا۔

ان سولہ سالوں میں بھی گجرات پر دیوگری کے اہیروں (یادو) نے حملے کئے "لون پرساد گھیلہ" نے انہیں پسپا کردیا۔

بھیم دیو کا انتظام سلطنت

بھیم دیو چلوکیہ یوں تو چونسٹھ سال حکمراں رہا۔ مگر بچپن سے ہی اسے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حالات نے اس کو اتنی مہلت نہ دی کہ وہ حکومت کو مستحکم کرتا اس کے باوجود بھیم دیو چلوکیہ


ماروار
سندھ
میوار
چتوڑ
مالوہ
سوراشٹر
لاٹ

ایک رعایا پرور راجہ تھا۔ اس نے جنگوں کی زیادتی کے باوجود سالانہ محاصل میں اضافہ نہ کیا وہ جس طرح رعایا پر مہربان تھا اسی طرح دشمنوں کے لئے بھی نرم مزاج تھا اسی لئے اسے تاریخ میں "بھولا بھیم" کہا جاتا ہے۔

بھولا بھیم کے وزراء میں ۱۱۹۲ء تا ۱۱۹۹ء دو وزیر ٹھکر بھیمک اور ٹھکر سودر بہت مشہور رہے (جن کا تعلق خاندان ٹھکر یا دھکر سے تھا)

۱۲۰۶ء میں بھولا بھیم کا وزیر اعظم چاچگ دیو تھا جو چوہان خاندان سے تعلق رکھتا تھا اسی سال بھیم "لنکیشور نلدائن اوتار" کہلاتا تھا۔ (بحوالہ آثار قدیمہ)

۱۲۰۸ء میں مہامتیہ ٹھبو کے ہاتھ میں شاہی مہر تھی اور بھیم "چلوکیوں کا محافظ"۔ کہلاتا تھا۔

۱۲۰۹ء میں رتن پال کو مہامتیہ کا عہدہ حاصل تھا۔ اسی سال سوراشٹر کا صوبیدار سہراج دیو تھا۔ اسی سال کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ بھیم دیو بال بھیم (بھیم بچہ) کہا جاتا تھا کیونکہ کم عمری میں تخت نشین ہوا تھا مگر غالباً اسی مناسبت سے لوگ اسے بال بھیم کے بجائے بھولا بھیم کہنے لگے۔

بھیم کے انتقال پر اس کا بیٹا تربھون پال برائے نام راجہ ہوا مگر چند ماہ بعد ور دھوال گھیلا نے انہلواڑہ پر پورا اقتدار حاصل کیا۔ گھیلا چلوکیہ خاندان کی ہی ایک شاخ تھی جس نے سنہ ۱۳۰۲ تک گجرات پر حکمرانی کی ان کے مفصل حالات اگلے باب میں مذکور ہوں گے۔

اکیسواں باب

رانائیت کا زمانہ

AGE OF RESISTANCE

۱۵۵۹ء تا ۱۲۰۰ء

اس باب میں ہم سنہ ۱۳۰۰ء تک قومی جنگوں کا حال تحریر کرتے ہیں۔ اس کے بعد کے حالات حصّہ دوم میں مذکور ہوں گے واضح رہے مغلیہ دور تک ملکی تواریخ و کتبوں میں یہ لوگ گوجر رانا کہلاتے۔ ان تمام عبارتوں و قدیم تاریخی شہادتوں کو نے حصّہ پنجم میں بجا تحریر کیا ہے۔

جب بیرونی مسلمانوں کے حملے آریہ ورت پر ہوئے اس وقت ہمارے ملک میں "راجپوت" لفظ بحیثیت "قوم" استعمال نہیں ہوتا تھا چونکہ عربوں کے حملوں نے شکست کا منہ دیکھا اور انکا سابقہ آزاد راجاؤں سے پڑا لہذا انہوں نے عربی تواریخ میں راجاؤں کی قوم گوجر درج کی کسی ایک نے بھی کسی راجہ کو راجپوت تحریر نہیں کیا۔

غلامانِ ترک آریہ ورت میں فاتح کی حیثیت سے راجاؤں کی لاشوں پر سے گذر کر داخل ہوئے بالعموم زمانہ میں ان کو شاہی خاندانوں کی اولاد سے سابقہ پڑا یہ شہزادے سوائے جنگجوئی کے اور کوئی ہنر نہ جانتے تھے لہذا حکومت ہاتھ میں سے نکل جانے کے بعد۔ راجاؤں، سرداروں اور فوجیوں کی اولاد تین حصّوں میں منقسم ہو گئی۔

(۱) وہ لوگ جنہوں نے پہاڑوں اور دریا کے کنارے کے جنگلات میں پناہ لی اور دشمن پر گھات لگا کر حملے کرتے رہے ان کی تنظیم صرف آزادی حاصل کرنے کی وجہ سے چھاپہ مار حملوں تک محدود رہی۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کی بنیاد ڈالی لیکن سمندر میں کوزہ کی کیا حقیقت چند ہی پشتوں بعد یہ لوگ تاریخ سے محو ہو گئے لیکن یہ خود اپنے کو اپنی قدیم قوم گوجر سے ہی پکارتے رہے اور اپنا خطاب "رانا" رکھ لیا

چنانچہ محمود غزنوی نے جب کابل، پشاور اور مغربی پنجاب کو تہ و بالا کیا تو بہادر گوجر سوات بنیر اور کشمیر کے دور افتادہ پہاڑوں میں جا گھسے اور آج وہاں ان کی مجموعی تعداد

تمام قوموں کے مقابلہ میں بھی اکثریت میں ہے کچھ لوگوں نے ملک کے طول و عرض میں دریاؤں کے کچھاروں کو اپنی جائے پناہ بنایا۔ زمانے کے ساتھ ساتھ ان کے اوپر مصائب نازل ہوتے رہے۔ لیکن انہوں نے جنگ جویانہ حالات کا مظاہرہ ہمیشہ اسی قدیم آن بان کے ساتھ کیا۔ انھوں نے پورے طور سے حملہ آوروں سے قطع تعلق رکھا لیکن یہ اپنے قدیم خاندان سے اسی طرح تعلق رکھتے رہے اور یہی قوم گُجر کا نام ہمیشہ زندہ سلامت رکھا۔

یہ وہ گُجر ہیں جنھوں نے بابر، شیر شاہ اور ۱۸۵۷ء وغیرہ موقعوں پر حکمراں قوم کا ناک میں دم کر دیا ان کے مفصل حالات آئندہ تحریر ہوں گے۔

ہم اس خستہ کو گوجروں کی گوریلا فوج کہہ سکتے ہیں جنھوں نے سات سو سال تک گوریلا لڑائی جاری رکھی۔

(۲) محمد غوری اور قطب الدین سے لے کر سولھویں صدی تک گُجر قوم تباہ ہوتی رہی اسی کے بہادر فوجی ریگستانوں میں پناہ لیتے رہے اور پوری تاریخ میں داد مردانگی دیتے رہے انھوں نے بھی پورے طور سے حملہ آوروں سے قطع تعلق رکھا اور یہ ہمیشہ اپنے کو گُجر ہی کہتے رہے چنانچہ ہم ان کے کتبہ جات اس تاریخ میں تحریر کریں گے جب کہ انہوں نے اپنے کو گُجر کہا ہے۔ یہ کتبے پندرھویں صدی تک کے موجود ہیں جب کہ راجے اپنے کو گُجر کہتے تھے۔

(۳) کچھ لوگوں نے گُجر سلطنت ختم ہو جانے کے بعد مصلحت اسی میں سمجھی کہ زمانہ کا ساتھ دیتے ہوئے حملہ آوروں سے تعلق پیدا کیا جائے اور ان کی یہ حالت محض جاگیرانہ مشکلات اور دنیاوی مصائب کی وجہ سے تھی چنانچہ یہ لوگ حملہ آوروں کے دربار میں بہ تلاش روزگار پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ایک حکمراں قوم کے فرد تھے اور راجاؤں کے نوکر تھے لہذا دربار میں انکی عزت ایک عام آدمی کے مقابلہ میں جبھی ہو سکتی تھی جب کہ یہ اپنے کو راجہ کی اولاد (راجپوت) ظاہر کریں حملہ آوروں کو یا ان نوواردوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ آریوں کے نظام ملکی، خاندانی (کھشتری)، برہمن، کشودر اور ویش پر بحث کرتے اور پھر کھشتریوں کے گروہ در گروہ کو سمجھنے بیٹھتے۔ چنانچہ حملہ آوروں کے دربار میں جو بھی شخص پہنچا اس نے اپنے کو "راجپوت" ہی کہا حملہ آوروں کے لئے یہی لفظ "راجپوت" ہر راجہ کیلئے قابل استعمال بن گیا چنانچہ اس زمانہ میں جتنی بھی فارسی تاریخیں لکھی گئیں انہوں نے بیرونی مسلمانوں کے آنے سے قبل کے راجاؤں اور موجودہ راجاؤں کو (جنھوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں ڈالے تھے) راجپوت لکھنا شروع کر دیا۔

حالانکہ کسی مہاراجہ بلکہ راجہ کو راجپوت یا کسی شہنشاہ بلکہ بادشاہ کو شہزادہ لکھنا خلاف عقل ہے اور جہالت و ناواقفیت کا مظاہرہ ہے

فارسی تاریخوں کے علاوہ عربی تاریخوں، سنسکرت تاریخوں، بنگالی تاریخوں و نیز ... ہندی تاریخوں اور کتبوں میں کہیں بھی کوئی قوم "راجپوت" تحریر نہیں کی گئی۔

کمال تو یہ ہے کہ آریہ ورت میں کھشتری خاندانوں کی فہرست میں کہیں بھی "راجپوت" خاندان یا قوم کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب کھشتریوں کی حکومت تھی تو وہ راجپوت نہ کہلاتے تھے۔ یہ لفظ بحیثیت "قوم" صرف مسلم مورخوں نے ناواقفیت کی بنا پر تاریخوں میں درج کیا اور ما قبل گوجر راجاؤں کو بھی "راجپوت" ہی لکھا اور انہیں تاریخوں کی نقل انگریز مورخوں نے کی جیسا کہ ظاہر ہے۔ یہ قابل ذکر بات ہے کہ کھشتری قوم کا لقب گوجر تھا چنانچہ کھشتری باپ اور کھشتری ماں کی اولاد گوجر پکاری گئی اور گوجر قوم اپنے راجپوتوں کو گاؤں جاگیر میں دیتے تھے۔ جب گوجر قوم سے اقتدار چھن گیا اور راہ نمائیت (خیگھونی) کا دور دورہ شروع ہوا تو حملہ آوروں نے ان جاگیرداروں سے اپنی جائیدادیں نکال لیں۔ گوجر اور راجپوت کا فرق ذہن میں رکھیئے ان کے باپ ایک ہی تھے ملاحظہ ہو کرنی پال کا کتبہ بمقام ناڑول (جودھپور) اس کی نقل محکمہ آثار قدیمہ کے نوشتجات ایپی گرافیکا انڈکا جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۷۶ سنہ ۱۹۰۷ء پر بھی دیکھی جا سکتی ہے یہ ایک ہی قوم تھی راجپوت صرف تخت پر نہیں بٹھلایا جاتا تھا —— اس کی طرف سب سے پہلے نفرت کا اظہار ان گوجروں نے کیا جو حملہ آوروں سے ریگستانوں میں لڑتے رہے۔ چنانچہ اس ضمن میں مہارانا پرتاپ، پرتھی سنگھ اور راجگان الور و نیز فیروزپور کا شاہی گھرانہ قابل ذکر ہے جنہوں نے ان راجپوتوں سے شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لیے جو لوگ پہاڑوں اور جنگلوں میں پناہ گزیں تھے۔ بھلا وہ کیسے ملکی سیاست میں حصہ لیتے وہ تو خود بخود الگ ہی رہے۔

اکبر کے زمانہ میں ...... راجپوتوں نے ہی .... غیر ملکیوں سے شادی بیاہ کرنے کی رسم ڈالی چنانچہ راجپوتوں اور گوجروں میں ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی۔ تواریخ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ:-

(۱) مہارانا پرتاپ نے راجپوتوں سے قطع تعلق کر کے اپنے کو مہارانا کہا

(۲) راجپوتوں سے اس نے شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لیے اور اپنے خاندان کی رشتہ داریاں بڑی چھان بین کر کے کیں۔

(ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستھان وغیرہ)

(۳) مہارانا پرتاپ نے راجپوت مان سنگھ کے ساتھ کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ نہ صرف اسے الگ قوم سمجھتا تھا بلکہ اسکے ساتھ کھانا کھانا توہین سمجھتا تھا۔

(۴) باری کے علاقہ یعنی موجودہ ضلع فیروزپور پنجاب کے شاہی گھرانے نے راجپوتوں سے قطع تعلق کیا تو راجپوتوں نے شاہی دربار (شاہ دہلی) کو اس کے خلاف بھڑکایا مجبوراً اس نے اپنا علاقہ چھوڑ دیا اور ضلع سہارنپور میں "جبرہیڑا" کی بنیاد ڈالی۔ یہ خاندان بھٹی کہلاتا ہے اور گوجروں میں ان کی رشتہ داریاں ہوتی ہیں اور یہ گوجر کہلاتے ہیں اور انکا لقب رانا ہے۔

(۵) ریاست جالور میں کابل و پشاور اور لاہور کا قدیمی خاندان (حکمراں) کھٹانہ دہلی کے بادشاہوں کا ماتحت راجہ تھا۔ والئ دلی نے اسے درباری بنانا چاہا اور پنجہزاری کا منصب پیش کیا انھوں نے پیشکش منظور کر لی راجپوتوں کی فوج واپس چلی گئی اس نے موقع پا کر راجپوتانہ کا سند (سند) حاصل کرنے سے پہلے ہی رات کو معہ اپنے خاندان اور فوج کے شوالک پہاڑ کی راہ لی۔ دلی کے بادشاہ نے انہیں بہت تنگ کیا ان پر برسوں حملے کئے آخر یہ وسط ہند کے پہاڑ وندھیاچل کی طرف راہی ہوئے۔ آخر کار زمانہ کے مصائب برداشت کر کے انہوں نے ریاست سمتھر کی بنیاد ڈالی اور اپنے دار الخلافہ کا نام شمشیر گڑھ رکھا یہ خاندان اپنکو آج تک گوجر کہلاتا چلا آرہا ہے۔

مؤلف کے زمانہ میں اس خاندان نے گوجروں کے مختلف اداروں، درسگاہوں اور اخبار "ویر گوجر" کی سرپرستی قبول کی ہوئی ہے۔

* * *

جن کی ریاستیں شاہانِ دہلی کی طرف سے بحال رہیں دربار میں راجپوت پکارے جاتے تھے۔ ان کی مالی حالت بھی اچھی تھی لوگ عوام سے اچھی تھی دوسرے گروہ گوجر جن کی ریاستیں موجود تھیں لیکن ان پر شاہی عتاب نازل تھا وہ ان درباری راجپوتوں سے از قسم رشتہ داری خود بخود منقطع ہو گئے۔ اس طرح درباری لوگ بحیثیت ایک قوم راجپوت شمار ہونے لگے اور ان کی رشتہ داریاں ان ہی تک محدود ہو گئیں۔

اس طرح یہ فرقہ ایک الگ قوم کی حیثیت اختیار کر گیا

راجپوت قوم کو اس وقت تقویت حاصل ہوئی جب کہ فخرِ گوجر قوم مہارانا پرتاپ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بیٹے امر نے شاہی دربار سے صلح کر لی۔ چنانچہ تھر ریگستان کے پورے علاقہ میں کوئی مقتدر ہستی اپنے کو گوجر کہلانے والی نہ رہی۔

مغلوں کے دور میں جو عزت راجپوت قوم کو حاصل تھی وہ کسی اور کو میسر نہ تھی یہاں تک کہ مغل فوج میں ہر شخص راجپوت کہہ کر ہی بھرتی ہوتا تھا۔ چنانچہ آئے دن لوگ راجپوت بننے لگے۔ جس طرح انگریزی دور میں ہر کوٹ پتلون پہننے والے انگریزوں کے ہندی ملازموں کو بابو کہا گیا اسی طرح ہر ہندی فوجی فوج میں راجپوت کہا گیا۔

شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں "آئینِ اکبری" کو علامہ ابوالفضل نے لکھا۔ چنانچہ اس نے تحریر کیا ہے

"کھتری از پانصد قوم تجاوز است و پنجاہ و دو ازاں امتیاز دارند و دوازدہ بس معتبر امروز از کھتری نشانے پیدا نیست، برخے از تراواں سپاہی گری آہشتہ بدیگر معاملات افتادند و بزبانِ روزگار کھتری ایں گروہ را گویند و طائفہ شمشیر برگزیدہ دیگر آئین برگزاشتند آنہا را بزبان عرف راجپوت خوانند"

ترجمہ:- کھتریوں کی ذاتیں پانچ سو سے زیادہ ہیں مگر ان میں سے باون مشہور و ممتاز ہیں اور پھر باون میں بارہ ذاتیں اعلیٰ درجہ کی ہیں جو رتبہ میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اس زمانہ میں اصل کھتری نایاب ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر نے پیشۂ سپاہ گری چھوڑ کر دوسرے پیشے اختیار کر لئے ہیں باوجود اس کے لوگ ان کو اب بھی کھتری کہتے ہیں اور بعض دوسرے فرقوں نے اپنے پیشے چھوڑ کر تلوار اٹھائی اور فوج میں ملازم ہیں ان کو عرف میں راجپوت کہتے ہیں۔"

اہم نوٹ:- مندرجہ بالا عبارت میں تین جگہ لفظ کھتری آیا ہے بڑے سے بڑا قابل فارسی مورخ لفظ کھشتری کو ہمیشہ کھتری لکھتا تھا اس لئے علامہ ابوالفضل کھشتری اور کھتری کا فرق نہ سمجھ سکے۔ اسی لئے انہوں نے لکھا ہے کہ "اب بھی ان کو کھتری کہتے ہیں" یہ کھتری قوم بنیوں کی ہے۔ فارسی عبارت میں پہلے دو الفاظ کھتری سے مراد "کھشتری" ہے۔

آمدم برسرِ مطلب:- علامہ ابوالفضل کی عبارت کو اب پھر غور سے پڑھیئے "اصل کھشتری نایاب ہیں" محض اس وجہ سے کہ اصل کھشتری اپنے کو ہزارہا سال سے "گوجر" کہتے تھے اور بقایا نے اپنے کو را

کہنا شروع کر دیا تھا۔

راجپوتوں کا لقب رانا ہرگز نہیں ہے کسی بھی فارسی تاریخ میں کسی راجپوت کو رانا نہیں کہا گیا ہے۔ اسی تاریخ کے پانچویں حصے میں ہم قدیم راجاؤں کے سنسکرت کے کتبہ جات اصلی عبارت میں تحریر کریں گے۔ یہ قدیمی راجگان گوجر تھے انہوں نے کتبوں میں اپنے کو گوجری لکھا ہے اور کھشتری، رگھوکل اکشواکو کی اولاد ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے لیکن انہوں نے کھشتری سے بھی عمدہ لقب "گوجر" اختیار کیا ہوا تھا جو انہیں شری کرشن جی نے عطا کیا ہوا تھا۔ بعد میں جب حکومت ان سے نکل گئی تو انہوں نے رانا خطاب حاصل کیا۔

چنانچہ ان گوجروں میں سے کوئی بھی گوجر (خواہ شہزادہ خواہ عوام) دربار مغلیہ میں نہیں گیا جو اپنے کو صرف گوجر کہلاتا تھا اور جو گیا اس نے اپنے کو راجپوت بتایا۔۔۔۔۔ اس لئے کہ اس زمانہ میں لفظ راجپوت قابل عزت تھا لہذا ہر کوئی اپنے کو راجپوت کہکر فوج میں بھرتی ہو جاتا تھا اسی لئے علامہ ابوالفضل کو لکھنا پڑا۔

"بعض دوسرے فرقوں نے اپنے پیشے چھوڑ کر تلوار اٹھائی ہے اور فوج میں ملازم ہیں ان کو عرف میں راجپوت کہتے ہیں"

یہ راجپوتی صرف تھر ریگستان تک محدود نہ تھی بلکہ ملک کے تمام طول وعرض میں لوگ اس طرح راجپوت بن گئے۔ البتہ تھر کے ریگستان میں ان کی تعداد زیادہ تھی۔ چنانچہ جب انگریز آئے۔ اور انھوں نے ملک کو صوبوں میں تقسیم کیا تو گوند قوم پر گونڈوانہ، تلنگ قوم کے نام پر تلنگانہ اور اس ریگستان کا نام راجپوتانہ تحریر کیا۔

کسی بھی تاریخی کتاب میں انگریزوں کے آنے سے قبل کسی علاقہ کا نام راجپوتانہ نہیں ہے۔ راجپوتانہ گجرات کا حصہ تھا۔ گجرات کی حدود گھٹتی بڑھتی رہیں لیکن اس کی حد بحیرہ عرب سے لے کر مغرب میں ریاست الور تک اور شمال میں جودھپور سے لیکر دریائے نربدا اور شمالی کوکن تک رہیں موجودہ شہر بمبئی کا علاقہ ہمیشہ گجرات میں شامل رہا چنانچہ دو مورخین بھی مندرجہ بالا حقائق کو تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں:۔

غیر مسلم مورخوں نے (موجودہ) راجپوتانہ کے باشندوں کو "راجپوت" نام دیا۔

ملاحظہ ہو "دی گلوری دیٹ واز گجر دیش" صفحہ نمبر ۱۲۷ سطور ۵ و ۶ —

از جناب کے۔ ایم منشی صاحب

۲:- انگریزوں نے گونڈوانہ و تلنگانہ کے طرز پر سب سے پہلے "راجپوتانہ" نام ایجاد کیا۔

ملاحظہ راجپوتانہ کی تاریخ حصہ اوّل صفحہ نمبر ۱ و ۲ — از راؤ بہادر گوری شنکر ہری چند اوجھا صاحب

(۳) ہیون سوانگ چینی سیاح نے بھڑوچ اور بھنمال کے علاقوں کو "گرجر" لکھا ہے۔

(۴) بھوج دیو اوّل بکرمی سمبت ۹۰۰ لغایت ۹۴۳ کے کتبے میں جس گرجراترا بھومی (دیش) کا ذکر ہے یہ ملک جودھپور کے شمال سے جنوب تک کا علاقہ تھا۔

ملاحظہ ہو گرجر اتہاس صفحہ نمبر ۲۶ ۔ از جناب تیتندر کمار ورما صاحب۔

۵:- گرجر اتہاس کے دیباچہ میں ایک معزز و اعلیٰ تعلیم یافتہ راجپوت نے لکھا ہے:-

"زمانہ وسطیٰ اور اس سے قبل زمانہ کی ابتداء سے ہی بھارت کی تاریخ کھشتریوں سے متعلق رہی ہے .... زمانہ وسطیٰ میں یہی کھشتری گرجر خاندان "راجپوت"... کہلائے"!!

ملاحظہ ہو دیباچہ گرجر اتہاس صفحہ نمبر ۲ از راجپوت ٹھاکر یش پال سنگھ ایم اے

المختصر بیرونی مسلمانوں کے آنے سے پیشتر کسی "راجپوت قوم" کا نام و نشان آریہ ورت میں نہیں ملتا اور ملک کے جو خاندان "راجپوت" کہلائے وہ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں الگ قومیت اختیار کر گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ گوجروں کا "راجپوت" فرقہ تاریخ میں اپنا نام روشن کر گیا جیسا کہ مغلوں کے زمانہ اور اس کے بعد کے حالات میں درج کیا جائے گا۔

نوٹ:- "راجہ" وہ شخص ہے جو کسی وسیع علاقہ کا حکمران ہو اور "رانا" کے معنی ایسا شخص ہے جو قومی جنگ لڑے۔

ریاست آسیر کے چوہان رانا

(خاندانِ ھرا)

گوجروں کی بڑی بڑی حکومتیں اور سلطنتیں ختم ہوگئیں پسماندگان نے

بادشاہی سلطنت کے دارالخلافہ سے دور اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کرلیں اور آزادانہ طور سے ملک کے دشمنوں سے جنگ کرتے رہے انہیں ریاستوں میں ایک ریاست آسیر گوجروں کے چوہان خاندان کے شہزادوں کی تھی جس کی مختصر تاریخ حسب ذیل ہے۔

سنہ ۱۰۲۵ء میں اشٹ پال چوہان نے آسیر پر قبضہ کرکے وہاں اپنی جداگانہ ریاست کی بنیاد ڈالی تھی اور یہ ریاست اجمیر و دہلی کے چوہان خاندان کی ماتحت و وفادار تھی۔ چوہانوں کا یہ خاندان "ہراگوت" کہلاتا تھا۔ اشٹ پال کے بعد چند کرن اور لوک پال نے اس ریاست پر بالترتیب حکومت کی۔

لوک پال کے بیٹے ہمیر اور گھمبیر دلی کے مہاراجہ پرتھوی راج چوہان کے ہمعصر تھے جنہوں نے پرتھوی راج چوہان کیلئے بہت سی لڑائیوں میں ناموری حاصل کی۔

جب پرتھوی راج چوہان اور جے چند میں لڑائی ہوئی تو تیسرے روز کی لڑائی میں یہ دونوں بھائی پرتھوی راج چوہان کا عقب سنبھالے ہوئے تھے اور اسی دن اس لڑائی میں یہ دونوں بھائی کام آئے۔

دلی اور اجمیر پر حملہ آوروں کا قبضہ ہوگیا لیکن ریاست آسیر کے شہزادے آزاد و خود مختار رہے۔ جب بھی ان پر حملہ ہوا یہ خوب لڑے۔ اگر شکست کھا گئے تو جنگل کی پناہ لی جوں ہی دشمن کی فوج علاقہ سے نکلی انہوں نے مقررہ مسلمان سردار کو مار کر پھر ریاست پر قبضہ کر لیا اسی طرح یکے بعد دیگرے پانچ شہزادوں نے گدی سنبھالی جن کے نام یہ ہیں ؎

(۱) کل کرن (۲) مہا مگد (۳) دھوم چند (۴) راو چند (۵) دیوا

دیوا سے آسیر کا علاقہ چھن گیا اور اس نے پھر لونڈی کو آباد کیا جس کا ذکر حصہ دوم میں کیا جائے گا۔

* * *

(۲)

گرھوال خاندان کے رانا

ا۔ ریاست جودھپور

مہاراجہ پرتھوی راج چوہان کی شکست کے بعد بیرونی مسلم حملہ آوروں نے قنوج کی طرف رخ کیا۔ راجہ جے چند گرھوال نے بمقام چندواڑہ شکست کھائی اور دشمن کی ماتحتی قبول کرنے یا دشمن کے ہاتھ میں پڑنے کو حقارت سے دیکھ کر دریائے گنگا میں کود کر خودکشی کر لی۔ راجہ کی اولاد گوشۂ گمنامی میں پنہاں ہوگئی۔ راجہ کا بھتیجہ مسمی سیہا موجودہ شمس آباد میں ایک گروہ کثیر کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اس قتل عام سے سیہا کے تین بیٹے قتل سے بچ نکلے جن کے نام شوتک، اشوتھما اور اوراج تھے۔

ان تینوں نے گجرات کی طرف کوچ کیا اثناء راہ میں سوجت کے پاس پالی میں ٹھہر گئے اس مقام پر برہمنوں کا ایک گروہ آباد تھا جو مینا قوم کے افراد سے آزار و تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ اتفاق سے مینا قوم کے افراد نے اس زمانہ میں برہمنوں کے مسکن پر حملہ کیا۔

سونگ وغیرہ تینوں جلاوطن بھائی قصبہ سے نکل کر لیف بر حملہ آور ہوئے اوران کو پسپا کر دیا۔ برہمنوں نے ان بھائیوں کی بے حد عزت کی اور ہر طرح کی خاطر و مدارات سے پیش آئے۔

اس واقعہ سے جلاوطن گوشہ روں کے جسم سے گرد مصیبت قدرے دور ہوئی۔ آہستہ آہستہ دنیاوی جاہ و حشم کے اسباب مہیا ہو گئے ان کی ہمت بلند ہوئی اور انھوں نے کھیر کو گوہیل قبیلے سے چھین کر خود قبضہ کر لیا اور اس طرح ان کے اسباب جاہ و حشمت میں مزید اضافہ ہوا استھک نے مینا قوم کو شکست دیکر ایدر پر قبضہ کر لیا۔ اوراج نے بگلانہ کا رخ کر کے اس ملک کو کولیوں کے قبضہ اقتدار سے نکالا۔ اشو تھما کی اولاد نے مارواڑ میں قیام کر کے شان و شوکت حاصل کی چنانچہ اس کی نسل کا سولھواں راجہ مسمی مالدیو عظیم الجاہ فرمانروا تھا اس راجہ کی طاقت اس قدر زبردست تھی کہ جب شیر شاہ نے مارواڑ (جودھپور) پر حملہ کیا تو وہ بمشکل اپنی جان سلامت لے گیا اور بال بال بچ گیا۔ (ماخوذ از آئین اکبری)

انگریزی تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہے۔

"جے چند گرھوال کی موت کے بعد اس کا پوتا سیوجی مختصر سی برادری کے ساتھ مارواڑ چلا گیا وہاں اس نے ایک سولنکی راجہ کی مدد کی جس کے صلہ میں راجہ نے اپنی بہن کی شادی شیوجی سے کر دی اس کی اولاد میں ایک شخص مسمی چونڈا تھا جس نے مندور پر حملہ کر کے وہاں کے پرمار راجہ کو قتل کر دیا وغیرہ وغیرہ۔

آئین اکبری والی عبارت صحیح ہے انگریزوں کے زمانہ میں جودھپور کے راجپوتوں نے اپنا سلسلہ راجہ جے چند کے پوتے سے ملایا ہے جو غلط ہے اشو تھما کی اولاد اکبر کے زمانہ میں یہاں ستکل چکی تھی۔

آئین اکبری کے مولف نے اپنے زمانہ کے راجگان سے تحقیق کر کے ہی جودھپور کا بانی... اشو تھما کو لکھا تھا اس وقت جودھپور کا راجہ والیٔ دہلی کا رشتہ دار تھا اور وہ اکبری دربار میں خاص اعزازات کے مالک تھے اور انہوں نے ہی یہ حالات آئین اکبری میں قلمبند کرائے تھے۔

موجودہ شمس آباد کا علاقہ جے چند گرھوال کے زمانہ میں راٹھ کہلاتا تھا یہاں تک کہ آئین اکبری کے مولف نے بھی جلد اول حصہ دوم میں صوبہ اودھ کی علاقہ وار تقسیم میں ایک جگہ کا نام "راٹھ" لکھا ہے چونکہ یہ گرھوال خاندان علاقہ راٹھ سے آیا تھا چنانچہ مارواڑ کے علاقہ میں آکر یہ "راٹھور" کہلائے آئندہ یہی ان کا گوت ہو گیا۔

شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک ان میں مندرجہ ذیل راجگان ہوئے۔

(۱) سنونگ (۲) اشو تھما (۳) اوراج (۴) سیوجی (۵) چونڈا (۶) رنمل ۱۴۰۹ء تا ۱۴۵۹ء (۷) جودھا ۱۴۵۹ء تا ۱۴۸۹ء (۸) سورجمل ۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۶ء (۹) گنگا ۱۵۱۶ء تا ۱۵۳۲ء (۱۰) مالدیو ۱۵۳۲ء تا ۱۵۶۹ء)

یہاں تک یہ خاندانِ گوجر کھشتری تھا۔ اس کے بعد اودے سنگھ وغیرہ اکبر کے دربار میں پہنچے اور راجپوت قوم کا نام ہوگیا۔ مفصل تفصیل حصہ دوم میں آئے گی

* * *

ریاست سمتھر

کھٹانہ خاندان کے رانا

جب راجہ جے پال کھٹانہ نے محمود غزنوی سے شکست کھائی تو اس کی موت کے بعد شہزادہ انندپال اور پھر اس کا بیٹا شہزادہ ترلوچن پال سالہا سال گجرات کشمیر اور جموں کے علاقوں میں دادِ مردانگی دیتے رہے۔ شہزادہ کھٹانہ جنوب کی طرف چلا گیا

دگراہ راج چوہان والئی شاکمبھری نے تمام پنجاب گجرات کو محمود غزنوی کی اولاد سے چھین لیا تو صوبہ گجرات میں مقامی سرداری اسی خاندان کے ایک شہزادے کو سونپی گئی جس کی نسل میں پرتھوی راج کے زمانہ میں ایک سردار تھا جس نے محمد غوری سے شکست کھائی تھی۔

راجہ جے پال کی اولاد چوہان حکومت میں بحیثیت سردار بھٹنڈہ مقیم تھی۔ چوہان حکومت کے زوال پر یہ خاندان ریاست الور میں فرمانروا ہوا اور مغلوں کے دور میں انہوں نے کوہ شوالک میں پناہ لی پھر سمتھر ریاست کی بنیاد ڈالی

باقی حالات اس ریاست کے آئندہ تحریر ہونگے۔

پنجیٹھ و کیرانہ

کے

چوہان رانا۔!

رنتھمبور کے مفتوح ہوجانے
کے بعد یہ چوہان ملک کے اطراف میں منتشر ہو گئے۔ ویر نرائن کا [بیٹا] کلشہ راج جمنا کے مشرقی علاقہ
پر قابض ہوا اس کے ساتھ دیورا خاندان کے لوگ بھی تھے جنہوں نے ایک مقام "ٹپ رانا" آباد کیا
بادشاہ نے فوج کا ایک دستہ پنجیٹھ بھیجا اور اس شہر کو تباہ و برباد کرادیا اب اس شہر کی۔
قصبہ کیرانہ کے پاس ایک گاؤں اسی نام سے یادگار باقی ہے۔ کلشہ راو چوہان کی اولاد کا گوت اب کلشیان
ہے۔ وہ اپنے کو صرف چوہان کہتے تھے
چنانچہ آئین اکبری حصہ اول جلد دوم باب صوبہ دہلی سرکار سہارنپور کے ضمن میں علاقہ جھنجھانہ کی آبادی
تو راجپوت لکھا ہے اور کیرانہ و کاندھلہ کی آبادی کو گوجر لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے
زمانہ میں علاقہ جھنجھانہ کے لوگ اپنے کو یا تو راجپوت کہنے لگے تھے یا ان کے گوت چوہان سے۔ مورخ

نے اندازہ کر کے ان کو راجپوت لکھا۔ حالانکہ آج تک جھنجانہ، کیرانہ اور کاندھلہ کے علاقوں کے چوہان اپنے کو صرف گوجر کہتے آرہے ہیں اسی طرح شمال میں نپوار خاندان کے یکجا تین علاقہ اپنے کو بڑ گوجر کہتے آرہے ہیں اور اسی وجہ سے اس علاقہ کا نام ۱۸۵۷ء تک گجرات رہا تھا۔

حالانکہ ان کا گوت ایک ہی تھا اور ان کا سردار ہمیشہ کیرانہ میں رہتا تھا۔ آخری سردار انور رفیع الدین چوہان کو مولف نے بچشم خود دیکھا ہے اور وہ گوجر کہلاتے تھے چنانچہ اب تک یہ تمام علاقہ اپنے کو گوجر ہی کہتا ہے اور یہ تمام علاقہ چوہانوں کی "چوراسی" کہلاتی ہے کیوں کہ کسی زمانہ میں اس میں چوراسی گاؤں تھے۔ اب گاؤں کی تعداد زیادہ ہے اس خاندان کا شجرہ مفصل طریقہ پر حصہ پنجم میں تحریر ہے۔ مولف کا تعلق اسی سلسلہ سے ہے۔

* * *

ریاست گھیل (پٹیالہ)

سولنکی خاندان کے رانا

انہلواڑہ ختم ہو جانے کے بعد گجرات (کاٹھیاواڑ) سے تمام شاہی خاندان ہجرت کر گئے ان کی شاخ گھیل شمال کی طرف موجودہ پٹیالہ ریاست میں مقیم ہوئی اور ایک علاقہ پر قبضہ کر کے قصبہ گھیل آباد کیا۔ رائے کرن گھیل مشہور سردار تھا جس نے دربار دہلی تک رسائی کی تھی۔ کچھ لوگ ملتان کے صحرا میں آباد ہوئے کچھ لوگ دکن بہار کی طرف ہجرت کر گئے اس خاندان کی مختلف شاخیں ہوئیں جنہیں ہم گوتوں کی تقسیم کے ضمن میں درج کریں گے۔ کچھ گھیل انہلواڑہ میں رہے اور ۱۳۰۰ء تک داد مردانگی دی ان کے کتبوں میں انہیں صاف طور سے گوجر ہی لکھا ہے اس شاخ کے مفصل حالات ابھی آگے تحریر کیے جائیں گے۔ پٹیالہ کے گھیل سردار وہاں اب تک موجود ہیں جو گوجر کہلاتے ہیں۔

نوٹ:- ملاحظہ ہو گزٹیئر دہلی مصنفہ سر میٹکاف

ریاست لنڈھورہ

پنوار خاندان کے رانا

مالوہ ختم ہو جانے کے بعد اس خاندان کے شہزادے شمال و جنوب کی طرف گوجروں کی قدیم آبادیوں کی طرف ہجرت کر گئے اس خاندان کی کثیر آبادی شوالک کی ترائی (موجودہ بہارنپور) پہنچی۔

اسی خاندان کی ایک شاخ موجودہ ضلع رہتک میں آباد ہوئی۔ جنکا کچھ لانگھڑ کہلایا۔ بقایا صرف گوجر ہی کہلاتے ہیں۔

ریاست میواڑ (چتوڑ)

کے

رانا

راجگی ختم ہو گئی البتہ چند ہی سال گہلوٹ خاندان کے گوجروں نے چتوڑ بر دوبارہ قبضہ کر لیا چونکہ اکبر کے زمانہ میں انہوں نے نہ اپنا علاقہ چھوڑا اور نہ ہی ماتحتی قبول کی اس لئے تاریخ میں مہارانا کہلاتے ہیں۔ انکے حالات اگلے صفحہ سے شروع ہو گئے ہیں۔

وہ خاندان جس پر گوجر قوم اور آریہ ورت قیامت تک فخر کریگا

گوجر خاندان گہلوٹ!

(گوہیل پُتر)

راجگانِ مارواڑ (چتوڑ)

خاندانِ گہلوٹ نے آریہ ورت کی آزادی کیلئے جو قربانیاں دیں تاریخ میں قیامت تک سنہری حرفوں سے لکھی جاتی رہیں گی۔ یہ خاندان ولبھی کی شاخ ہے۔ اس خاندان کے اوّل دور کا تذکرہ اسی تاریخ کے کسی باب میں ہو چکا ہے۔ ہم صرف اس باب میں اس خاندان کا وسطی دور بیان کریں گے۔

راجہ سمرسی گہلوٹ!

راجہ سمرسی مہاراجہ پرتھوی راج چوہان کا ہمعصر تھا اور اس کا بہنوئی تھا۔ چوہانوں سے پہلے گہلوٹ قنوج کے پرتہار گوجروں کے سپہ سالار تھے۔ تراوڑی کی شکست کے بعد دہلی کو بچانے کیلئے راجہ سمرسی میواڑ سے روانہ ہوا اس کے ساتھ اس کے لڑکے اور رشتہ دار تھے لیکن آزادی کے یہ پروانے ملک کی عزت پر قربان ہو گئے۔ راجہ سمرسی کی رانی پرتھا نے جب شکست کی خبریں سنی تو وہ ستی ہو گئی۔

راجہ کرن گہلوٹ

١١٩٣ء تا ١٢٠١ء

دِلّی کی لڑائی میں راجہ سمرسی کی موت کے بعد راجہ کرن گہلوٹ میواڑ کے تخت پر متمکن ہوا لیکن یہ نابالغ تھا اس لئے اس کی ماں کرنا دیوی سلطنت کے کاروبار کی ذمہ دار تھی۔ یہ رانی بڑی بہادر تھی قطب الدین ایبک نے دِلّی اور اجمیر پر قبضہ کرنے کے بعد میواڑ پر حملہ کیا لیکن رانی نے شکست دے کر اپنے علاقہ سے نکال دیا۔

راجہ روپ گہلوٹ

١٢٠١ء تا ١٢٣٩ء

راجہ کرن انتظام ملکی اچھی طرح نہ سنبھال سکا اس لئے راجہ روپ گہلوٹ ١٢٠١ء میں گدی پر بیٹھا اور اس نے رانا لقب اختیار کیا۔ اس نے راجہ منوکل پرتہار کو مجبور کیا کہ گوڈواڑہ کا علاقہ اس کے حوالے کر دے۔

راجہ روپ کے زمانہ میں حملہ آور مسلمانوں آریوں کا قدیمی مذہبی مقام گیا کو تباہ کرنے کیلئے حملہ کیا۔ گیا کو بچانے کیلئے میواڑ کے راناؤں نے یکے بعد دیگرے اپنی چھ پشتیں ختم کرا دیں اور اس خاندان کے جوانوں نے کبھی بڑھاپے کا منہ نہ دیکھا۔

راجہ لکشمی گہلوٹ

آخر ١٢٧٦ء لکشمی کو تخت پر بٹھایا گیا۔ یہ ابھی بچہ تھا اس لئے بھیم سین مدار المہام مقرر ہوا

رانا بھیم

سنہ ۱۲۷۵ء تا سنہ ۱۳۰۱ء

—— * ——

بھیم وہ رانائے اعظم ہے جسکی رانی پدمنی تھی ان دونوں میاں بیوی کا سابقہ ایک ایسے بادشاہ سے پڑا جس کی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ اس کا نام علاؤالدین تھا جس نے اپنے پالنے والے چچا، محسن اور خسر کا رشتہ رکھنے والے جلال الدین کو دھوکہ سے قتل کر کے تخت دلی حاصل کیا تھا۔

علاؤالدین ایسے کریکٹر کے حکمراں دنیا نے بہت ہی کم دیکھے ہیں۔ اس ذات شریف کو پتہ لگا کہ... رانا بھیم کی بیوی پدمنی خوبصورت ہے لہذا اس شادی شدہ عورت کو اغوا کرنے کیلئے اس نے چتوڑ پر حملہ کیا لیکن بہادر گوجروں نے اپنے دشمنوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

علاؤالدین نے تمام ملک سے اپنی لکھوکھا فوج منگوا بھیجی گھمسان کا رن پڑا دونوں طرف مقتولین کی تعداد کثرت سے تھی لیکن گوجروں کے لئے ایک آدمی کی جان بھی بڑی قیمتی تھی۔ وہ تین چار سو سال سے لگاتار مادر وطن کو دشمنوں سے بچانے کیلئے لڑکر ختم ہو رہے تھے اور اب حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ شاہی خاندان میں نوجوان مشکل سے ہی ملتے تھے۔ اس کے باوجود گوجروں کے حوصلے بلند تھے۔ لہذا علاؤالدین نے صلح کی پیش کش کی۔ اہل چتوڑ نے اسے قبول کیا۔ دونوں طرف سے سفیر بھیجے گئے اور طے پایا کہ رانائے چتوڑ اور حکمران دہلی ہمیشہ دوست رہیں گے اور کبھی ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔

صلحنامہ پر دستخط کرانے کیلئے شاہی خاندان چتوڑ نے سلطان علاؤالدین اور اس کے وزراء کو قلعہ میں مدعو کیا۔ علاؤالدین کو کھشتریوں کے قول و قرار اور دوستی کا کامل یقین تھا لہذا اس نے یہ دعوت قبول کر لی اور اپنے وزیروں کے ساتھ قلعہ میں چلا گیا۔

جب علاؤالدین قلعہ سے واپس چلا تو راجہ بھیم اس کی مشایعت کیلئے اس کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور یہ خیال کر کے کہ جس طرح علاؤالدین نے ہم پر اعتماد کیا ہم کو بھی دہی بھروسہ اور اعتماد علاؤالدین پر کرنا چاہیئے سلطان کے ساتھ تھوڑی دور تک گیا۔ لیکن جب رانائے اعظم مصافحہ کر کے واپس لوٹنے لگا، تو علاؤالدین نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ رانا کو گرفتار کر لیا جائے۔

علاؤالدین نے رانا بھیم سین کو گرفتار کر کے اپنے کیمپ میں بھجوا دیا اور چتوڑ کے قلعہ میں کہلا بھیجا کہ اگر پدمنی کو اس کے حوالے کر دیا جائے تو وہ رانا کو رہا کر دیگا ورنہ بصورت دیگر رانا کو قتل کر دیا جائے گا۔

یہ خبریں کر چتوڑ میں مایوسی چھا گئی۔ گوجر شیرنی رانی پدمنی کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ اپنے شیر کو گرفتار ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن دھوکہ بازوں کے ساتھ عقلمندی سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے لہذا اس شیرنی نے علاء الدین کو کہلا بھیجا کہ وہ ایک راجہ کی رانی ہے لہذا اکیلے نہیں آسکتی اس کے ساتھ اس کی سہیلی عورتیں اور نوکرانیاں بھی کیمپ تک ساتھ آئیں گی اور وہ عورتیں بھی ساتھ ہوں گی جو اسے آخری بار رخصت کرنا چاہتی ہیں۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ رانی خود اپنے ہاتھ سے راجہ کو رہا کریگی۔

یہ شرائط علاء الدین نے تسلیم کر لیں۔

اگلے روز چتوڑ کے قلعہ سے رانی پدمنی کا ڈولہ شاہی ساز و سامان کے ساتھ چلا۔ اس ڈولہ (پالکی) کے ہمراہ سات سو ڈولے اور تھے ہر ڈولے میں چتوڑ کا ایک بہادر بیٹھا تھا۔ ہر ڈولے کو چھ مسلح سپاہی کہاروں کے لباس میں اٹھائے ہوئے تھے۔

ادھر علاء الدین نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ رانی پدمنی کے ہمراہ جتنی عورتیں آئیں ان کو بھی واپس نہ جانے دیا جائے اور ملاقات کے بعد بھیم سین کو بھی رہا نہ کیا جائے۔

جوں ہی علاء الدین کے سپاہی بھیم سین کے خیمہ کی طرف بڑھے بہادر گوجر تلواریں سونت کر ڈولوں میں سے نکل پڑے انھوں نے جانبازوں کی طرح سے اپنے راجہ کا خیمہ گھیر لیا اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔

گوجر راجہ بھیم سین بحفاظت گھوڑے پر سوار ہوا

بھیس بدلے ہوئے وہ پانچ ہزار بہادر گوجر جو ڈولوں میں اور ڈولوں کے ہمراہ تھے انھوں نے علاء الدین کی فوج کا راستہ روک کر لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے یہ بہادر سب کے سب جاں بحق ہو گئے لیکن علاء الدین کی فوج کے چالیس ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

گوجروں کا یہ عزم و ارادہ دیکھ کر اور اپنی فوج میں کشت و خون کی زیادتی مشاہدہ کر کے علاء الدین واپس دلی آیا اور دوبارہ حملہ کی تیاری کرنے لگا۔

۱۲۹۷ء میں لاکھوں فوجیوں کو ہمراہ لے کر علاء الدین نے دوبارہ چتوڑ پر حملہ کیا۔ چتوڑ تین سو سال سے جان و مال کی قربانی دے رہا تھا۔ پہلوں کی تلافی بھی ابھی نہ ہوئی تھی کہ یہ معرکہ پھر پیش آگیا۔ بہادر گوجر قلعہ میں محصور ہو گئے۔ مہینوں لڑائی چلتی رہی۔ قلعہ میں خوراک

ختم ہو گئی آخر "جوہر" کی رسم کا وقت آپہنچا۔ ایک دن رات کو قلعہ کے اندر محل میں آگ جلائی گئی شاہی خاندان کی تمام مستورات، سرداروں کی تمام عورتیں اور بچیاں آگ میں کود گئیں اور اپنے وطن پر قربان ہو گئیں۔

صبح سویرے گوجر بہادروں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تلواریں نکال کر آخری لڑائی کیلئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ یہ جوہر کی رسم کہلائی جاتی تھی

چاروں طرف سے دشمن کے سپاہیوں نے گھیرا ڈال لیا تاہم شاہی خاندان کا خون اور نسل بچانے کیلئے بہادروں کے ایک دستہ نے دشمن کی فوجوں میں دراڑ ڈال دی اور شہزادوں کو درمیان سے نکال کر جنگل کی راہ لی۔

آخر کار یہ شہزادے کمبل واڑہ پہنچے ان شہزادوں میں ایک شہزادہ اجے سین تھا۔ جس نے اپنے دودھ پیتے بچے سجن سین کو چند سپاہیوں کے ہمراہ دکن کی طرف روانہ کر دیا اسی کمسن سجن سین کی اولاد میں شیواجی مرہٹہ پیدا ہوا۔

قلعہ کے سامنے بہادر گوجر لڑتے رہے اور شام تک سب مادر وطن کی گود میں ابدی نیند سو گئے۔ رانی پدمنی کے دو بھتیجے سردار گورا اور سردار بادل جن کی عمریں صرف دس اور گیارہ سال تھیں اس معرکہ میں نام پیدا کر گئے آج تک ان کی تلواروں کے قصے گوجروں میں فخریہ سنائے جاتے ہیں۔ یہ بہادر ختم ہو گئے لیکن تا قیامت ان کا نام درخشندہ ستاروں کی طرح تاریخ میں چمکتا رہے گا۔

علاؤالدین فاتح کی حیثیت سے قلعہ میں داخل ہوا اس کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی قلعہ میں سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور با عصمت گوجر عورتیں جل کر خاک سیاہ ہو چکی تھیں ان کی راکھ آگ کے شعلوں کے ساتھ تمام ملک میں پھیل رہی تھی۔

علاؤالدین نے قلعہ کو خضر خان کے سپرد کیا اور واپس دلی چلا آیا۔ رانی پدمنی مر گئی لیکن اس کی شجاعت نے آریہ ورت میں بہادر پیدا کر دیئے۔ چنانچہ بچ کر نکلنے والوں میں شہزادہ ہمیر بھی تھا جس نے بزور شمشیر دوبارہ چتوڑ چند ماہ بعد لے لیا اور اس کی نسل میں فخر گوجر قوم رانا پرتاپ پیدا ہوئے۔ ہمیر کی بہادر اولاد کے حالات آئندہ اسی تاریخ کے حصہ دوم میں مناسب موقعہ پر بیان کئے جائیں گے۔ سندھ، ملتان اور کشمیر کے مسلم گوجر دور کے حالات بھی حصہ دوم میں تحریر ہوں گے

❖ ❖ ❖

اچل گڑھ یا چندراوتی کے پنوار خاندان کے گوجر رانا

کنہڑ دیو پنوار

بادشاہ التمش نے اجین اور دھارا نگری کو تباہ کیا تو پنواروں کے پاس صرف چندراوتی کا علاقہ رہگیا۔

انہلواڑہ کے سولنکی گوجروں کی حمائت میں انل دیو چوہان گوجر نے چندراوتی پر سمبت ۱۲۷۹ لغایتہ ۱۲۸۱ء میں قبضہ کرلیا۔ پنوار خاندان کا بہادر کنہڑ دیو پنواروں کو جمع کرتا پھرنے لگا اور اس نے انہلواڑہ (پاٹن) اور چندراوتی کے درمیانی علاقوں میں لوٹ مار مچادی اور بھیلوں کو اپنے ساتھ ملاکر "ساچور" کے علاقے پر مکمل قبضہ کرلیا۔

آوان دیو

کنہڑ دیو کی موت کے بعد اس کا بڑا لڑکا آوان دیو اپنے علاقہ کو واپس لینے کی جدوجہد کرتا رہا آخرکار سمبت ۱۳۱۹ بکرمی لغائت ۱۲۶۲ء میں اس نے چندراوتی پر حملہ کرکے انل دیو کو قتل کرکے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لیا مگر یہ نتیجہ عارضی ثابت ہوئی کیونکہ انل دیو چوہان کے بیٹے ارجن سنگھ نے اگلی رات کو چھاپہ مار کر آوان دیو کا سر کاٹ لیا۔

تیسرے روز چوہان گوجروں اور پنوار گوجروں میں پھر خانہ جنگی ہوئی جسمیں ہزاروں آدمی تہ تیغ ہوگئے اور قتل عام کا ایک سلسلہ جاری ہوگیا۔

رام دیو و کلیان سنگھ

آوان دیو کی موت کے وقت اس کے یہ دونوں لڑکے نابالغ تھے ان کا ماموں وکیٹر دیو تھا جو چوہانوں کی شاخ "دیورا" سے تعلق رکھتا تھا اس نے اپنے ان بھانجوں کی سرپرستی قبول کرلی۔ آوان دیو کا بھائی بھیم دیو پنوار اس پر کڑی نگرانی رکھتا رہا اور بڑے کشت و خون کے بعد جس کا مفصل تذکرہ اگلے باب میں آئے گا چندراوتی پر پنواروں کا قبضہ ہوگیا۔ بھیم دیو رام دیو مارے گئے اور کلیان حکومت کرنے لگا آئندہ خلجی فوجوں نے اس علاقہ کو تہ وبالا کردیا اور گوجروں کو نفاق کا پھل مل گیا۔

ندول کے چوہان

تھر ریگستان میں جودھپور علاقہ کے موجودہ ضلع جسونت پور کے صدر مقام (جسونت پور) سے دس میل دور بہ جانب شمال "سندھ کی پہاڑیاں" ہیں۔ اس پہاڑی پر واقع مندر اور اس کی چہار دیواری میں چند کتبے ہیں۔ ایک کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ الہن دیو چوہان (جس کا تذکرہ اسی حصہ تاریخ کے سترھویں باب میں ہو چکا ہے) کی ایک بیوی "روڈرا" قوم کی تھی۔ اس کا لڑکا کیرتی پال راجپوت لکھا گیا ہے۔ کھشتری ماں کے بیٹے کلہن دیو چوہان نے اپنے اس سوتیلے بھائی راجپوت اور اس کی ماں کو گذارہ کیلئے بارہ گاؤں دیئے۔ ملاحظہ ہو کتبہ کی اصل نقل بحوالہ ایپی گرافیکا انڈکا جلد نمبر ۹ صفحات نمبر ۷۰ تا ۸۳) یہ راجپوت ہر قوم کے راجہ کا وہ بیٹا ہوتا تھا جو راجہ کی غیر قوم کی بیوی سے ہوتا تھا اور یہ تاج و تخت کے دعویدار نہیں ہوتے تھے۔ صرف یہی فرق تھا سولھویں صدی تک گوجروں کی ایسی اولاد اپنی قوم سے منسلک ہوتی تھی چنانچہ اس کا بین ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ ندول کے یہ چوہان اپنے کتبوں میں سولنکی راجاؤں کو گوجر کہتے ہیں اور یہیں یہ معلوم ہے کہ کیرتی پال کے بیٹے سمر سنگھ کی بیٹی لیلا دیوی انہلواڑہ کے سولنکی گوجر راجہ بھیم کی رانی تھی (ملاحظہ ہو گوجر بھیم کا کتبہ بحوالہ انڈین انٹی کویری جلد نمبر ۶۔ صفحہ نمبر ۱۹۵) یہ بات صرف ندول پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ ناظرین کو تاریخوں سے پتہ چلیگا چوہان، پرمار، سولنکی اور پریہار وغیرہ سب ایک قوم سے تعلق رکھتے تھے اور یہ سب ۱۵۹۷ء (رانا پرتاپ) تک گوجر کہلاتے تھے۔ اس کے بعد آج تک ان کی اولاد گوجر یا گوجری کہلاتی ہے۔ جن راجگان کو میں نے اس تاریخ میں گوجر لکھا ہے انکی تحریریں اور کتبے موجود ہیں جبکہ انہوں نے نسلاً در نسلاً اپنے کو گوجر کہا ہے اور ان کی سلطنتیں مختلف حدود میں گوجراترا (گجرات) کہلائیں۔ انہیں گوجروں کی اولاد اب بھی کروڑوں کی تعداد میں مختلف مذاہب میں اسی نام سے مشہور ہے۔

لفظ راجپوت شہزادے کیلئے کبھی کبھی استعمال میں نہیں آیا۔ بلکہ اس کے لئے لفظ "کمار" آج تک موجود ہے۔ بڑے لڑکے کیلئے لفظ "یو وراج" اور ولیعہد کیلئے لفظ "راجکمار" بھی استعمال میں آتے ہیں۔ گوجر راجاؤں کے ولیعہد، وارثین اور نجیب الطرفین اولادیں پشت در پشت گوجر کہلائیں۔

مثلاً راجہ ناگ بھٹ اس کا بیٹا راجہ وتسراج اس کا بیٹا راجہ ناگ بھٹ دوم اس کا بیٹا مہر بھوج اعظم وغیرہم یکے بعد دیگرے گجر کہلائے۔

علیٰ ہٰذا القیاس بر دیگر خاندان ہائے گجراں

اور

جب ان گجروں کے ہاتھ سے حکومت نکل گئی تب بھی یہ حسب سابقہ گجر ہی کہلائے اور ان کی نجیب الطرفین اولادیں اسی اعزاز (گجر) سے ملقب رہیں اور قدیم کشتریوں کا یہ اعزاز (گجر) اب قومیت کی شکل میں تبدیل ہو چکا ہے۔ جس طرح آل فاطمہؓ کا اعزاز "سید" اب (سید قوم) میں تبدیل ہو چکا ہے اور اب یہ اعزاز نہیں رہا۔

آمدم برسر مطلب

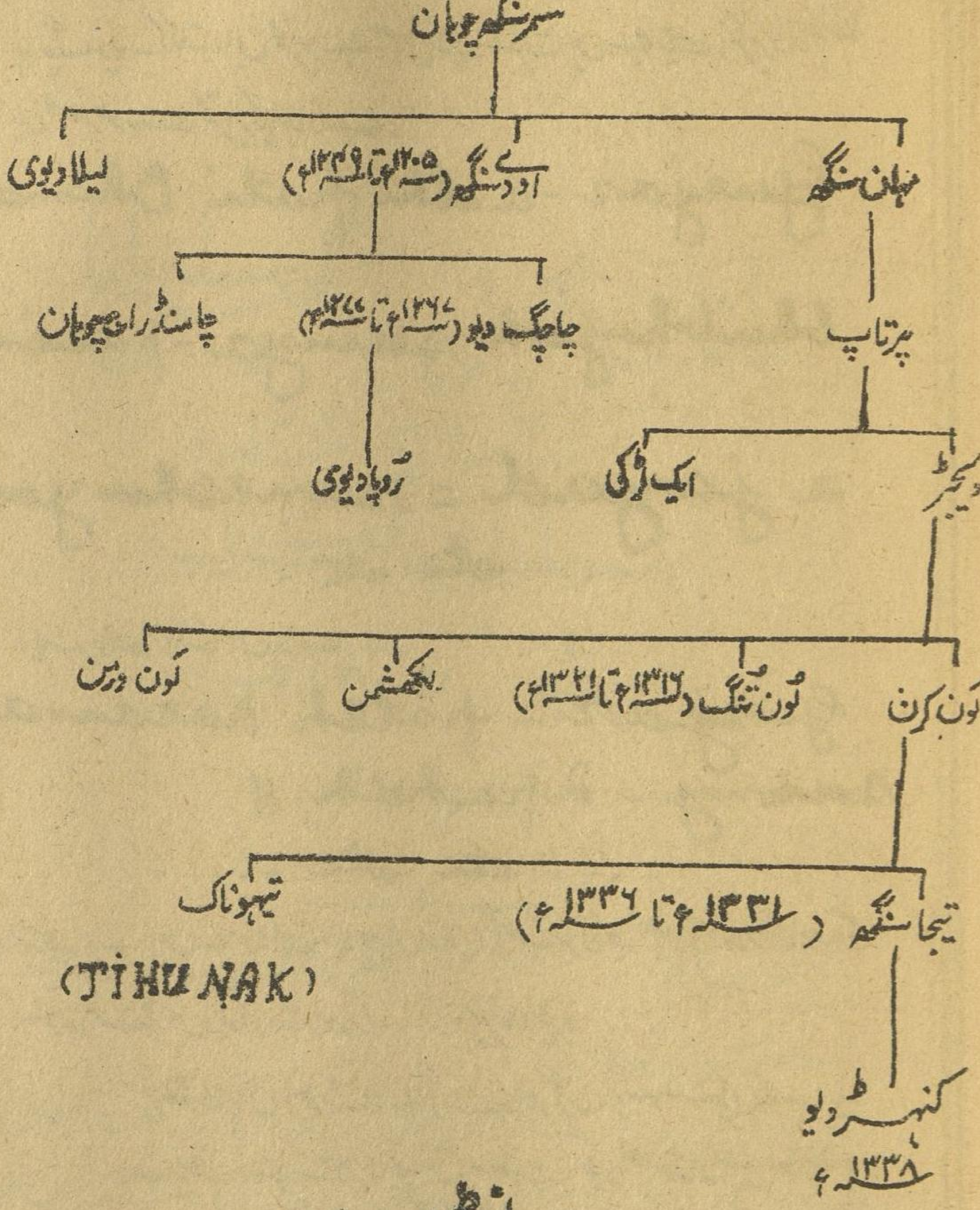
گجر راجہ المہسن دیو چوہان کا بڑا لڑکا کلہن دیو غوریوں کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا۔ اجمیر اور دہلی پر تو بیرونی حملہ آوروں کا قبضہ ہو گیا مگر ندوّل کے چوہان جو صرف مقامی سردار تھے اس کے بعد سولنکی حکومت کے ماتحت ہو گئے۔ اس وقت گجروں کی یہی ایک آزاد و خود مختار حکومت باقی تھی (جس کا تذکرہ صفحہ ۶۱۹ سے تاریخ ہذا میں... شروع ہوگا) کبھی کبھی یہ آپس میں بھی لڑے آخر کار ۱۳۰۲ء میں جب علاؤ الدین خلجی نے اس باقی ماندہ گجرات پر حملہ کیا تو راجہ کرن سولنکی کی مدد میں ندوّل کا ایک بہادر جالندھرا راجہ چوہان جو اودے سنگھ کا بیٹا اور سمر سنگھ کا پوتا تھا جاں بحق ہو گیا۔

اس کے بعد ندوّل کے بچے کھچے چوہان صدیوں داد مردانگی دیتے رہے۔

اس زمانے کا خراب ترین پہلو یہ ہے کہ یہ گجر تباہ حال ہو کر بھی آپس میں نفاق اور جنگ و جدال سے کنارہ کش نہ ہوئے۔

چوہانوں کی مختلف شاخوں نے پورے تاریخی دور میں اپنے ملک کی آزادی کے لئے قابل داد قربانیاں دیں جن کا مفصل تذکرہ اس تاریخ کے حصہ دوم و سوم میں بیان کیا جائے گا۔

سردست ندوّل کے اس مذکورہ بالا خاندانِ چوہان کا تاریخی شجرہ جاچک دیو چوہان کے کتبہ کے مطابق سمر سنگھ سے آگے اس طرح ہے۔



نوٹ:۔

نمبر ۱:۔ پرتاپ کی لڑکی یعنی دیجبڑ کی بہن کی شادی رام دیو پنوار گجر سے ہوئی جو چندراوتی (اچل گڑھ) کا راجہ تھا۔

نمبر ۲:۔ چاچگ دیو کی لڑکی روپا دیوی کی شادی تیجا سنگھ پنوار سے ہوئی تھی۔

نمبر ۳:۔ سمر سنگھ کی لڑکی لیلا دیوی چوہان کی شادی سولنکی گوت کے راجہ بھیم سے ہوئی تھی جس کا پایہ تخت انہلواڑہ تھا اور جس کا زمانہ حکومت سنہ ۱۱۹۴ء تا سنہ ۱۲۳۸ء ہے یہ تمام خاندان ایک ہی قدیم

قوم کھشتری سے تعلق رکھتے تھے اور جو اس زمانہ میں گجر کہلاتے تھے۔ مثلاً چاچگ دیو کے کتبہ میں تحریر ہے۔ اصل کتبہ سنسکرت میں ہے جسے انگریزی رسم الخط میں مختصر طور سے تحریر کیا جاتا ہے۔

Gurjar-adhi pati Bhima

bhubhujah sainya-purain

a jayad = raneshu yah

..... etc etc ....

دوسرا مختصر اقتباس یہ ہے:—

Gurjar-patêh Karanasya

sainy-âpahah II

.... etc etc .....

ترجمہ:— اس نے (الہن دیو چوہان نے) گجر راجہ بھیم کی مدد کی جب کہ سوراشٹر میں بغاوت ہوئی .... وغیرہ وغیرہ ....

پرتھوی پال (چوہان) نے گجر راجہ کرن (سولنکی) کو ہرایا۔

مندرجہ بالا کتبہ میں پچاس سطور ہیں جو راجستھان میں جسونت پور سے دس میل دور بجانب شمال "سندھا" کی پہاڑیوں میں واقع ایک مندر کی دیواروں پر کندہ ہیں اور جو آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

ان کتبوں کا عکس (ایپی گراف) محکمہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان و ہند کے نوشتہ جات میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو ایپی گرافیا انڈکا جلد ۹ ۸-۱۹۰۷ء صفحہ ۷۰ تا ۸۳ مرتبہ از مسٹر ہلٹش۔

خاندانِ بگھیل یا گھیل کے رانا۔!

سنہ ۱۲۰۹ء تا سنہ ۱۳۰۴ء

فرمانروایانِ گجرات۔!

انہلواڑہ اور دھولک پور

بھیم دیو سولنکی

گزشتہ باب میں راجہ بھیم دیو سولنکی کا تذکرہ کیا گیا ہے اس راجہ کا شجرہ اور اس کے حالات بھی بیان ہو چکے ہیں۔

یہ راجہ گجرات پر سنہ ۱۱۷۸ء تا سنہ ۱۲۴۲ء حکمراں رہا اور اس کا پایۂ تخت انہلواڑہ تھا۔ سنہ ۱۱۷۹ء میں اس پر محمد غوری نے حملہ کیا لیکن شکست کھا کر غزنی بھاگ گیا۔ سنہ ۱۱۹۱ء میں محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان پر حملہ کیا اور پھر شکست کھائی۔ سنہ ۱۱۹۲ء میں محمد غوری نے دھوکہ دے کر پرتھوی راج چوہان کو شکست دی اور اس طرح بیرونی قوم اس ملک پر مسلط ہوئی۔

چنانچہ مورخ فرشتہ و نیز طبقات ناصری وغیرہ تاریخوں میں مرقوم ہے۔

"سلطان محمد غوری نے ہندوستان پر تین مرتبہ حملہ کیا دو مرتبہ شکست کھائی اور تیسری مرتبہ کامیاب ہوا"

بھیم نے سندھ کے راجہ پر حملہ کر کے اسے اپنی سلطنت کا باجگزار بنایا اس کی لڑائیاں بھوج پرمار سے بھی ہوئیں۔

جب قطب الدین ایبک نے دِلّی اور اجمیر پر قبضہ کر لیا تو بھیم دیو سولنکی ملک کو آزاد کرا

کے لئے اجمیر کی طرف چلا۔ قطب الدین نے لڑائی میں شکست کھائی اور رنتھمبور کا قلعہ چھوڑ کر اجمیر چلا گیا اور غزنی سے مزید کمک کا انتظار کرتا رہا۔

بھیم دیو سولنکی نے اپنی فوجوں کو ہٹا کر اسی میدان میں پڑاؤ ڈالا جہاں اس نے تقریباً بتیس سال پہلے محمد غوری کو شکست دی تھی۔

قطب الدین ایبک غزنی سے آئی ہوئی نئی فوج کو لے کر بھیم دیو کے مقابلہ کو آیا لیکن اس کی ہمت حملہ کرنے کی نہ ہوئی کئی روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے ڈٹی رہیں۔ آخر بہادر گوجر آگے بڑھے اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ گوجروں نے داد مردانگی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی لیکن فتح نے قطب الدین ایبک کے قدم چومے۔ پچاس ہزار گوجر اس لڑائی میں مارے گئے اور بھیم دیو واپس گجرات چلا آیا۔

بھیم دیو جب گجرات آیا تو اس پر دیوگری کے ابھیر راجہ نے حملہ کیا اور اس کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا اس کے دوسرے ہی سال قطب الدین ایبک نے مزید کمک غزنی سے منگا کر گجرات پر حملہ کیا اور بھیم دیو سولنکی کو ایسی شکست فاش دی کہ وہ انہلواڑہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ قطب الدین ایبک نے انہلواڑہ میں آگ لگا دی پھر آگے بڑھ کر سومنات کو دوبارہ مسمار کیا۔ گجرات کے تمام شہر تباہ و برباد کر دیئے گئے، عوام گھروں کو چھوڑ کر جنگلوں میں جا گھسے ایبک نے اپنا ایک سردار گجرات میں چھوڑ کر دلی کی راہ لی لیکن بھیم دیو نے فوراً حملہ کر کے سردار کو گجرات سے بھگا دیا اور دوبارہ اپنے ملک پر قابض ہو گیا۔

جب یہ خبر ایبک کو پہنچی تو اس نے دوبارہ گجرات پر حملہ کرنے کی ہمت نہ کی اور آئندہ پچاس سال تک یہ علاقہ آزاد و خود مختار رہا۔

بھیم دیو سولنکی ۱۲۴۲ء میں انتقال کر گیا اس کے رشتہ دار اور حاکم دھولکہ پور ورد ھوال نے آزادانہ طور سے گدی سنبھالی۔

راجہ ورد ھوال گھیل

گجرات کے راجگان خاندانِ سولنکی سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی ایک شاخ شہر بگھیل میں

میں جاگیر دار تھی اس لئے بگھیل کے سولنکی سردار بگھیلہ یا گھیلہ کہلاتے تھے اور یہ بہت دنوں سے موروثی جاگیردار چلے آرہے تھے۔ گھیل کی جاگیر کمار پال نے ارن راج کو دی تھی ارن راج کے بعد لون پرشاد اور تربھون پال گھیل کے سردار تھے تربھون پال کے بعد گھیلہ خاندان کا سردار وردھوال سنہ ۱۲۰۹ء میں دھولکا پور (موجودہ دھولک) میں حکومت کرتا تھا۔

راجہ بھیم دیو سولنکی کے بعد یہ گجرات کی حکومت کا مدار المہام ہوا۔ راجہ وردھوال نے سنہ ۱۲۰۹ء میں اپنے علاقہ میں آزادی کا اعلان کیا تھا سنہ ۱۲۲۳ء میں اس نے دستور پال کے بیٹے جے سمھ کو اپنا وزیر بنایا اس کا دوسرا وزیر لون پرشاد تھا۔

سنہ ۱۲۲۶ء میں اس نے کھمبایت پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔ اسی سال التمش نے گجرات پر حملہ کرنے کیلئے راستے کے علاقہ میواڑ پر حملہ کیا تمام چھوٹے چھوٹے راجگان اتحاد کر کے مقابلہ کو آئے جن میں جھالور کے اودے سنگھ چوہان، آبو کے راجہ دھارا ورش پنوار اور اس کے بیٹے سوم سنگھ نے چتوڑ کے راجہ کی مدد کی اور سلطان التمش کو شکست دے کر بھگا دیا۔

اس لڑائی میں نگدہ کے راجہ جیتر سنگھ نے خصہ لیا لہذا وہ بے سہارا رہ گیا التمش نے اپنا سارا غصہ علاقہ نگدہ پر اتارا تمام کھیتوں میں آگ لگا دی گاؤں تک آتش کی نذر کر دیئے عوام کو قتل کر دیا گیا عورتیں اور بچے اپنی عزت بچانے کیلئے کنوؤں میں کود پڑے اس طرح نگدہ کا تمام علاقہ تباہ و برباد ہو گیا۔

اب سلطان التمش نے گجرات کا رخ کیا۔ راجہ وردھوال گھیلہ مقابلہ کو آیا گھمسان کا رن پڑا کشتوں کے پشتے لگ گئے سلطانی فوج سر پر پیر رکھکر بھاگ کھڑی ہوئی۔

سنہ ۱۲۳۸ء میں وردھوال گھیلہ نے لاٹ کے علاقہ کو فتح کیا۔

سنہ ۱۲۴۲ء میں وردھوال گھیلہ بھیم سولنکی کی وفات پر پورے گجرات کا مدار المہام ہوا۔

سنہ ۱۲۴۴ء میں وردھوال گھیلہ نے انتقال کیا۔

(۵)

راجہ وسالدیو گھیلہ

سنہ ۱۲۴۴ء تا سنہ ۱۲۶۲ء

راجہ وردھوال گھیلہ نے سنہ ۱۲۴۴ء میں انتقال کیا اس کی زندگی میں اس کا بڑا لڑکا پرتاپ مل

انتقال کرچکا تھا اس لئے اس کا چھوٹا بیٹا وسالدیو تخت پر بیٹھا۔ اس نے گجرات کے پورے اختیارات سنبھال لیے اور "مہاراجہ" کا لقب اختیار کر کے انہلواڑہ کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔

حالانکہ تمام شمالی ہندوستان اس وقت غیر ملکی قوتوں کے قبضۂ تصرف میں آچکا تھا اور ان کی ٹکر کی کوئی طاقت آریہ ورت میں نہ تھی لیکن وسالدیو نے گجرات کی آزادی کو بچائے رکھا۔

وسالدیو نے مالوہ کے راجہ جیت دیو کو شکست دی اور میدا پت کے راجہ تیجا سنگھ (۱۲۶۰ء–۱۲۶۷ء) کو شکست دے کر باجگزار بنایا۔

وسالدیو کا اقتدار دکن کے بہت بڑے علاقہ پر تھا اس نے دکن بعید میں دوار سمدر کے راجہ سومیشور سے دوستی کی اور اس کی لڑکی سے شادی کی۔

---

(۶)

ارجن دیو گھیلہ

۱۲۶۲ء تا ۱۲۷۴ء

راجہ وسالدیو گھیلہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بھتیجے ارجن دیو گھیلہ کو تخت سونپ دیا۔ یہ راجہ بڑا عالم تھا اور عالموں کی قدر کرتا تھا اس نے سمندر کی بندرگاہوں کو وسعت دی اور غیر ملکی تاجروں کے ساتھ بڑے اخلاق اور رواداری کے ساتھ پیش آتا۔ عرب کے تاجروں کو اس نے مسجدیں بنانے کی اجازت دی اور حکومت کی طرف سے جائیدادوں کو مسجد کے نام وقف کر دیا گیا۔

آخر ۱۲۷۴ء میں اس راجہ کا انتقال ہو گیا۔!

---

(۷)

رام دیو گھیلہ

۱۲۷۴ء

ارجن دیو کی وفات کے بعد اس کا لڑکا رام دیو سریر آرائے تخت ہوا۔ لیکن چند ماہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

(۸)

سارنگ دیو گھیلہ

۱۲۸۴ء تا ۱۲۹۶ء

راجہ رام دیو کی وفات کے بعد اس کا چھوٹا بھائی یعنے ارجن دیو کا چھوٹا لڑکا تخت اہلواڑہ پر متمکن ہوا۔ اس نے آس پاس کے راجگان کو اپنا مطیع و فرمانبردار کیا۔

اس راجہ کی حکومت کی حدود شمال میں ابدر سے جنوب میں لاٹ، سوراشٹر اور کچھ تک تھی۔ بارہ سال حکومت کرنے کے بعد آخر ۱۲۹۶ء میں اس راجہ کا انتقال ہوا۔

---

(۹)

راجہ کرن دیو گھیلہ

۱۲۹۶ء تا ۱۳۰۴ء

راجہ سارنگ دیو گھیلہ کی وفات پر اس کا بھتیجا راجہ کرن دیو گھیلہ تخت نشین ہوا۔ دیوگری کا راجہ رام چندر دیو جس پر علاؤالدین نے حملہ کیا تھا اس کا ہمعصر تھا اس کے زمانہ میں دکن میں وارنگل کے علاقہ پر خاندان کاکتی کی حکومت تھی اور اس وقت وہاں ایک رانی رُدرم دیوی کی فرمانروائی تھی۔

رُدرم دیوی راجہ گن پتی کی لڑکی تھی جس کا لقب رُدر دیو تھا رُدر دیو نے ۱۲۶۱ء تا ۱۲۹۵ء حکومت کی تھی۔

۱۲۹۹ء میں علاؤالدین والی دلّی نے گجرات پر حملہ کیا اور گوجروں کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

گجرات کی سولنکی وگھیلہ حکومت

گوجر میں

علوم وفنون وانتظام سلطنت

انہلواڑہ کے سولنکی خاندان ولبھی اور پرتہار کے جانشین تھے مولراج اس کا بانی اول تھا سولنکی حکومت تین سو ساٹھ سال تک انہلواڑہ میں آب وتاب کے ساتھ قائم رہی اس کے فرمانرواؤں نے فتوحات اور ملک گیری میں بھی کمال حاصل کیا اور بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ انہوں نے پورے تین سو سال تک کیا۔

یہ خاندان نہ صرف بہادر اور شجاع تھا بلکہ علوم وفنون کا مربیّ اور سرپرست بھی تھا۔ حکومت کے تمام کاروبار "دھرم" یعنے قانون آئین داری کے تحت چلائے جاتے تھے

انتظام سلطنت

انہلواڑہ کی حکومت کو مندرجہ ذیل حصّوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن میں سے ہر ایک کو منڈل کہتے تھے اور ہر منڈل کا ایک حاکم ہوتا تھا جسے مہامنڈلیشور کہتے تھے۔

۱:- اشتادششت منڈل	(آبو کا علاقہ)
۲:- اونتی منڈل	(مالوہ)
۳:- بھیل سوالی مہاوداوشک منڈل	
۴:- دوھی پدریا گودہک منڈل	(ضلع پنچ محل، جھبوا، رتلام اور دوسرے اضلاع)
۵:- گرجر منڈل یا گجراترا منڈل	(دوآرکا پوری)
۶:- لاٹ منڈل	(بھڑوچ، صورت اور علاقہ تھانہ)
۷:- کچھ منڈل	(کچھ)
۸:- میدایت منڈل	(سندھ کا جنوبی حصہ بمعہ علاقہ لس بیلہ)
۹:- نرمدا تٹ منڈل	(بھڑوچ کا کچھ حصہ، راج پپلی اور تعلقہ سنکھیڑا)

۱۰:- سینہ پور منڈل (موجودہ جودھپور کا علاقہ)

۱۱:- سرسوت منڈل (مہیسن، رادھن پور اور پٹن پور کے علاقہ جات)

۱۲:- سوراشٹر منڈل (سوراشٹر)

۱۳:- یتوونک منڈل (بھاونگر)

۱۴:- کھرٹ پڑی منڈل (علاقہ راو)

ہر ایک منڈل (صوبہ) کو ضلعوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن کو وشیہ کہتے تھے، ہر وشیہ کو الگ الگ تحصیلوں میں بانٹا گیا تھا جن کو "پٹھک" کہتے تھے۔

پٹھک وہ علاقہ کہلاتا تھا جسمیں چند دیہات اور مواضع ہوتے تھے اور آج کل ان کے حاکم کو "پٹی دار" کہتے ہیں اور اب پٹی دار ایک گوت سمجھا جاتا ہے۔

حکومت کے کاروبار بتیس محکموں کے سپرد تھے ہر محکمہ "کرن" کہلاتا تھا اور محکمے کے افسر اعلیٰ "شری کرن" کہلاتا تھا۔

یہ بتیس محکمہ جات حسب ذیل تھے۔

شعبہ مال (۱)، انصاف (۲)، ٹیکس (۳)، محنت (۴)، نہریں (۵)، سڑکیں (۶)، ٹکسال (۷)، پارچہ بافی (۸)، گودام (۹)، غلات (۱۰)، ہاتھی (۱۱)، گھوڑے (۱۲)، اونٹ (۱۳)، تجارت (۱۴)، ماتحت ریاستیں (۱۵)، خزانہ (۱۶)، وزرا کے امتحانات (۱۷)، اور صفائی (۱۸) وغیرہ وغیرہ پر مشتمل تھے۔ محکمہ خارجہ کا افسر اعلیٰ "مہا سندھی وگرہک" کہلاتا تھا اور محکمہ حسابات.... (جانچ پڑتال) کا افسر اعلیٰ "مہاکشپٹلک" کہلاتا تھا۔

باجگزار ریاستوں کے راجگان سامنت کہلاتے تھے جو اپنے علاقوں میں آزاد ہوتے تھے اور بروقت ضرورت مہاراجہ کی امداد کرتے تھے۔

ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے افسر کے مشیر ہوتے تھے جن کو "پنچ کل" کہتے تھے۔ آدیہ ورت میں گجرات بہ لحاظ تعلیم، ترقی زراعت اسوقت سب علاقوں پر فوقیت رکھتا تھا اس کی آب و ہوا تو تمام ملک سے بہترین ہے ہی اس پر مستزاد یہ کہ تہذیب و تمدن میں بھی یہ علاقہ کبھی پیچھے نہیں رہا۔

یہاں کی رعایا خوشحال تھی۔ ہر سال محصول خزانہ کو بوقت فصل ادا کیا جاتا تھا۔ تاجروں پر ٹیکس عائد کیا ہوا تھا۔

صنعت وحرفت

تیرھویں صدی میں "مارکوپولو" نے اور سنہ ۱۳۴۲ء میں ابوالعباس النوری نے گجرات میں کپڑے کے دستی کارخانوں اور کھڈوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے اور یہاں کے کپڑوں میں "بروجی" اور کمبائتی تھانوں کی بے حد تعریف کی ہے — ملاحظہ ہو "مارکوپولو صفحہ نمبر ۳۴۳ ترجمہ اسٹاپ۔ رکسی سنہ ۱۹۳۱ء وینزو یوں اور ترکوں کے ہند سے تعلقات پر فرانسیسی زبان کی کتاب از مسٹر سسلر صفحہ ۳۹۴/۳۹۵

اسی زمانہ میں "نیل کی تجارت" یعنی رنگ سازی، تیل نکالنے کے کارخانے، شکر روئی وغیرہ کے دستی کارخانے ملک میں عام طور سے رائج تھے، گھریلو صنعتوں سے تو یہ ملک مالا مال ہو رہا تھا۔

مندر اور تیوہار

اس ملک میں بہترین اور عالی شان مندر بنے ہوئے تھے جن میں سومنا تھ کا مندر سب سے مشہور ہے — شری کرشن جی کی دوارکاپوری بھی اسی علاقہ میں ہے۔ جہاں آپ کا انتقال ہو گیا تھا۔

سولنکی راجگان "شیو" کے پجاری تھے "درگا" کی پوجا بھی ہوتی تھی یہ دونوں عبادتیں کھشتریوں کے لئے مخصوص ہیں۔

مہاراجہ کے مندر میں شیر ہوتا تھا جو انسانی قوت کا مظہر تھا بوقت جنگ دروازہ کھولا جاتا تھا مائیں، بہنیں اپنے بیٹوں، اور بھائیوں کے ماتھے پر اپنی انگلی کا خون نکال کر ٹیکا لگاتی تھیں اور یہ بہادر جب قلعوں سے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلتے تھے تو گوجر مائیں اور بہنیں فخر سے سر بلند کرتی تھیں۔

سال میں متعدد میلے لگتے اور تیوہار منائے جاتے تھے جن میں فن حرب کے کمال دکھائے جاتے تھے

علوم وفنون :-

سولنکی راجگان علوم وفنون کے مربی اور سرپرست تھے۔ ان کے وزراء میں قابل ترین اشخاص ہوتے تھے

بہت سی کتابیں اس زمانہ میں شائع ہوئیں۔ زمانہ کے ظالم ہاتھوں نے بہت سی کتابوں کو ہم تک پہنچنے نہیں دیا اس کے باوجود اس زمانہ میں لکھی گئی چھبیس کتابیں آج بھی موجود ہیں جو ڈراموں کی شکل میں ہیں۔

تین "پر بندھ" جو آج ہم تک پہنچے ہیں وہ بھی اسی زمانہ کی یادگار ہیں ان کے حوالہ جات

اسی تاریخ میں راقم الحروف نے متعدد جگہوں پر دیے ہیں جن سے اس زمانہ کے تمام حالات کا پتہ چلتا ہے۔

مولراج سے لے کر راجہ کرن دیو تک۔ تمام راجگان شاعری سے شغف رکھتے تھے ان کے دربار میں "کویتا سمیلن" (مشاعرے) ہوتے تھے جن میں راجہ، وزراء خاص طور سے حصہ لیتے تھے۔ سوائے اجے پال تمام راجہ غیر متعصب تھے ان کے درباروں میں ہر مذہب وملت کے لوگوں کی عزت افزائی ہوتی تھی۔

راجہ وسالدیو علم دوست تھا اس کے دو وزیر وستوپال اور تیج پال جین مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور مہاناگر کنک، کرشن ناگر یہ، کمل آدتیہ اور ولیسل ناگر یہ ونک برہمن مشہور عالم تھے۔

سولنکی دربار کے دو شاعر اور مصنف ہومیشور پوسوال اور سلکھن بھی بہت زیادہ مشہور ہیں، جنہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

ارجن دیو اور راج کرن دیو کے دربار میں عرب کے مسلمان تاجر خاص اعزازات کے مالک تھے بہت سے ہندو تبلیغ سے مسلمان ہو گئے تھے راجہ نے تبلیغ اسلام کی اجازت دی ہوئی تھی مسلمان اپنے فیصلے خود کرتے تھے۔

لیکن جب عوام پر بیرونی مسلم حملہ آوروں کی تلواریں چمکیں تو ان کے دل میں مسلمانوں سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا اور پھر تبلیغ سے کوئی کام نہ نکلا حالانکہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔

✱ ✱ ✱

گرجر راجگان اور اسلام!

ایک عرب مورخ نے لکھا ہے کہ "ہند میں گوجر عربوں کے سب سے زیادہ دشمن ہیں۔"

ملاحظہ ہو آب کوثر صفحہ نمبر ۸۴ ونیز اخبار بلاد الہند والصین وملوکہا۔ وغیرہ

جہاں تک دنیاوی سیاست کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہند کے گوجری تھے جنہوں نے عربوں کو سندھ اور گجرات سے بزور شمشیر باہر نکال دیا۔ سندھ اور ساحل گجرات پر جب بھی عربوں کو سزائیں دی گئیں وہ مذہبی تعصب کی بناء پر نہ تھیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عرب دنیا کے

ہر ملک سے عورتیں اور بچے پکڑ کر لیجاتے تھے اور انھیں فروخت کرتے تھے اور یہ بردہ فروشی کی تجارت۔ آج تک عرب ممالک میں موجود ہے چنانچہ آئے دن ہمارے ملک کے اخبارات میں اس کے خلاف احتجاجات ہوتے ہیں۔

جہاں تک مذہبی رواداری اور غیر مذاہب کی عزت و تکریم کا تعلق ہے گجرات کے گوجروں نے دنیا کی تاریخ میں ایک ریکارڈ قائم کیا ہے جس کی نظیر ہمیں کسی ملک اور حکومت میں نہیں ملتی۔

جس زمانہ میں لشکر ادھر ادھر بھیر رہے تھے اسی زمانہ میں ایک آزاد، مضبوط اور دیر حکومت میں گوجر مذہبی رواداری میں سب سے آگے تھے۔

۸۴۹ء میں سلیمان نے اپنا سفرنامہ ختم کیا اور ۹۱۵ء میں مسعودی گجرات کی بندرگاہ کھمبایت آیا اس وقت اس علاقہ میں گوجر خاندانِ ولبھی کی حکومت تھی دونوں سیاحوں نے لکھا ہے کہ ولبھی راجگان مسلمانوں سے محبت رکھتے ہیں۔

شروع اسلام میں یعنے آٹھویں صدی میں مسلمان تاجروں کی بستیاں گجرات کے ساحل کے ساتھ ساتھ واقع تھیں جنہیں پوری مذہبی آزادی حاصل تھی یہاں تک کہ انہیں تبلیغ اسلام کی بھی اجازت تھی۔

۱۲۱۴ء میں دِلّی پر التمش کی حکومت تھی۔ التمش گجرات پر حملہ آور ہوا لیکن گوجر راجہ دردھوال گھیل نے اسے شکست فاش دی۔ اسی دوران مذہبی رواداری ملاحظہ کیجئے۔

کتاب "لباب الباب" کا مصنف عوفی جو سلطان التمش کے زمانہ میں بطور سیاح آیا تھا پٹن (انہلواڑہ۔ گجرات) کے راجاؤں کی انصاف پسندی کی ایک مثال اپنی کتاب "جامع الحکایات ولامع الروایات" میں تحریر کرتا ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ:-

"مجھے ایک دفعہ کھمبایت (گجرات کی بندرگاہ) جانے کا اتفاق ہوا جو سمندر کے کنارے ایک شہر ہے اور وہاں دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت آباد ہے۔ یہاں میں نے سنا کہ راجو جنک کے زمانہ میں (قبل از حملے) مسجد تھی اس کے ساتھ ایک مینار تھا جس پر چڑھ کر مسلمان اذان دیا کرتے تھے۔ پارسیوں نے ہندوؤں کو بھڑکا کر مسلمانوں سے لڑا دیا ہندوؤں نے مینار توڑ دیا اور مسجد کو مع اسّی مسلمانوں کے شہید کر دیا، مسجد کے امام نے پٹن جا کر راجہ کے درباریوں سے مل کر داد چاہی لیکن کسی نے دھیان نہ دیا۔ امام نے یہ حال دیکھکر خود ایک دن موقعہ پا کر جبکہ

راجہ ہاتھی پر سوار ہو کر باہر جا رہا تھا ایک نظم کی صورت میں سارا واقعہ سنایا راجہ نے اس پر اپنے درباریوں سے تو کچھ نہ کہا اور انہیں اطلاع دیئے بغیر خود بھیس بدل کر کھمبایت گیا اور باتوں کی تحقیق کی۔ واپس آ کر اس نے دربار منعقد کیا۔ اپنی تفتیش کا حال بتایا اور حکم دیا کہ پارسیوں اور ہندوؤں میں سے ان سب کو جو مسلمانوں پر ظلم کے مرتکب ہوئے تھے سزا دی جائے اور مسلمانوں کو ایک لاکھ بالوترا (گجراتی سکّہ) تاوان کے دلئے تاکہ وہ مسجد اور مینار نئے سرے سے تعمیر کریں۔

ان علاقوں میں ایک دستور تھا کہ مسلمانوں کے معاملات ان کا اپنا آدمی فیصل کرتا تھا جسے ہنرمند کہتے تھے اور بڑے بڑے شہروں میں جہاں مسلمانوں کی زیادہ آبادی تھی راجاؤں نے ہنرمند متعین کر رکھے تھے۔"

گجرات کی جن بندرگاہوں پر مسلمان آباد تھے ان میں سے کھمبایت اور صیمور خاص طور پر قابل ذکر ہیں یسعودی کا بیان ہے کہ فقط صیمور میں دس ہزار مسلمان آباد تھے جن میں کچھ ہندوستانی تھے اور کچھ باہر سے آئے ہوئے تھے۔

گجرات کے راجاؤں کی نسبت وہ لکھتا ہے ـــــ "سندھ اور ہندوستان کے تمام راجاؤں میں راجہ ولبھ کی طرح اور کسی حکومت میں عربوں اور مسلمانوں کی اتنی عزت نہیں۔ اسلام اس راجہ کی حکومت میں معزز اور محفوظ ہے اور اس ملک میں مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ہیں جو ہر طرح آباد ہیں۔"

ملاحظہ ہو آب کوثر صفحہ نمبر ۸۹ تا ۵۰ مصنفہ شیخ محمد اکرام۔ ایم۔ اے

گرجر راجہ ارجن دیو گھیلا (۱۲۶۲ء تا ۱۲۷۴ء) کے زمانہ میں ایک مسلمان امیر رکن الدین کو جو بڑا بھاری تاجر تھا سمندر کے کنارے سومناتھ کے باہر زمین خریدنے کی اجازت دی گئی اور سومناتھ کے پاشوپت اچاریہ کی امداد سے ایک مسجد تعمیر ہوئی مسلمانوں نے وہاں اپنی ایک جمعیت قائم کی اور تبلیغ کا کام جاری کیا گرجر راجہ نے اس انجمن اور مسجد کے نام بہت سی دوکانیں اور جائیداد وقف کر دیں۔

ملاحظہ ہو گلوری ویٹ واز گجر دیش صفحہ نمبر ۳۹۔ مصنفہ جناب کے۔ ایم منشی صاحب

ایک اور مورخ تحریر کرتا ہے۔

" ارجن دیو (۱۲۶۲ء تا ۱۲۷۴ء) نے کاٹھیواڑ اور کچھ بھی اپنی حکومت میں شامل

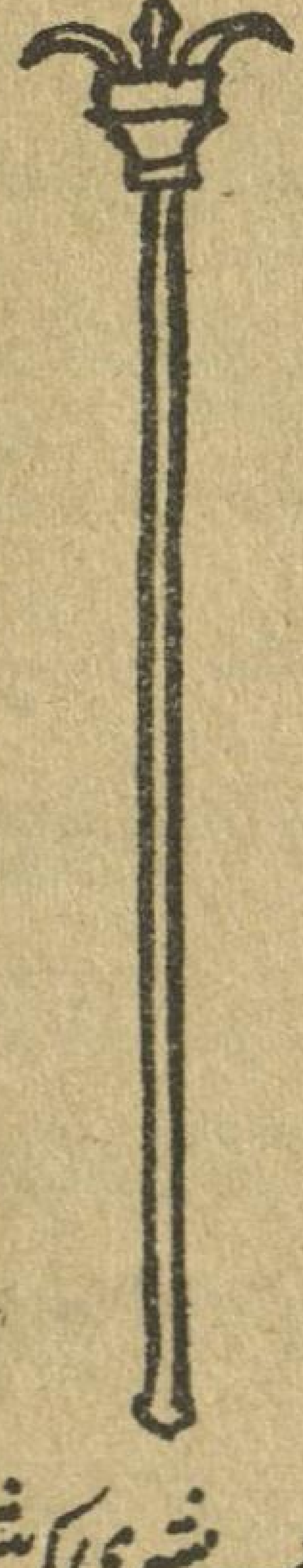
کرلیا۔ اس راجہ نے سومنا تھ پٹن میں مسجد کے اخراجات کیلئے کچھ دوکانوں اور مکانوں کی آمدنی مقرر کردی جسمیں سے سومناتھ کے شیعہ جہاز رانوں کے مذہبی تہواروں اور وہاں کی مسلم آبادی کی نگرانی کیلئے خرچ مہیا کیا جاتا تھا۔ باقی ماندہ رقم مکے اور مدینے کے لئے مخصوص کردی جایا کرتی تھی"

ملاحظہ ہو تاریخ گجر گوبخ صفحہ نمبر ۱۲۹ - از جناب چودھری اکبر خاں صاحب بی۔ اے

* * *

تین شاخوں والا ایک قدیم ہتھیار

ترشول



گجرات وہ علاقہ ہے جس کو گوجر شری کرشن نے آباد کیا تھا اور اپنے ساتھیوں.. یعنی قدیم مشہور کھشتری خاندانوں سورج ونشی، چندر ونشی اور یادو ونشی کو بحیثیت

ایک قوم گوجر میں منسلک کیا تھا اسی وجہ سے اس علاقہ کا نام گوجراتر (گجرات) ہوا تھا اسکا پہلا دارالخلافہ دوآرکا پوری تھا۔
دوآرکا پوری پر متعدد مرتبہ حملے ہوئے۔ہکن کے کھشتری دراوڑ اور کول و بھیلوں نے ۲۵۰۰ ق م اس پر حملے کئے۔ شمال کی طرف سے ۵۰۰ ق م میں شودروں اور برہمنوں کے حملے اس نے برداشت کئے لیکن دوارکا پوری اپنی جگہ ثابت قدم رہی۔
آریہ ورت میں بیدینی کا دور دورہ ہوا، گو کلے اور گوسائیں انسانیت کا جنازہ سر پر لئے پھرتے رہے لیکن دوآرکا پوری نے ۱۰۰ ق م تک علوم و فنون کی شمع جلائے رکھی۔
۵۰۰ ق م میں بدھ مذہب نے تمام آریہ ورت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لیکن آدت پنوار گوجر نے گجرات کو ویدک تعلیم سے منور رکھا۔
تیسری صدی عیسوی میں گپت حکومت اور چھٹی صدی عیسوی میں وردھن حکومت نے گجرات پر یکے بعد دیگرے زور آزمائی کی لیکن گجرات اپنی جگہ ثابت قدم رہا۔
شمال سے آریہ کھشتری ہنوں نے آکر ولبھی پور کو تباہ کر دیا لیکن اس کے پائے ثبات متزلزل نہ ہوئے۔
ساتویں صدی عیسوی میں عربوں نے سمندر کے راستے بھڑوچ اور تھانہ کے مقامات پر حملے کئے اور پھر آٹھویں صدی عیسوی میں براستہ سندھ اس گوجروں کے وطن مالوف پر حملے ہوئے لیکن اس نے مردانہ وار ان کا مقابلہ کر کے اپنی شان و شوکت کو برقرار رکھا اور بیرونی طاقتوں کو ملک سے نکال دیا۔
۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی نے اس پر حملہ کیا اور اس کے شہر تباہ کر دیئے لیکن محمود خود یہاں سے جان بچا کر بھاگا۔
۱۱۷۹ء میں محمد غوری نے سب سے پہلا حملہ گجرات پر کیا لیکن شکست کھا کر واپس چلا گیا قطب الدین ایبک نے گجرات پر حملہ کیا اور کامیاب ہونے کے باوجود وہ اس بہادر ملک کو قابو میں نہ لا سکا گجرات اسی طرح جگمگاتا رہا۔
تیرھویں صدی میں التمش نے اس پر حملہ کیا لیکن التمش نے منہ کی کھائی اور دلّی جا کر دم لیا۔

* * *

۱۳۰۰ء بقول بعض مؤرخین درباری کے دو برہمن نو
وزیر مادھو دلی پہنچے اور علاء الدین کو گجرات

پر حملہ کے لئے اکسایا ـــــ اس تاریخ کا مولف راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ وزیر مادھو کے خلاف اس کے کسی مخالف کا ایجاد کیا ہوا الزام ہے جس کی حقائق سے تائید نہیں ہوتی ـــــ واقعہ یہ ہے کہ علاء الدین ایک بہت بڑا فاتح بننا چاہتا تھا دوسرے مغلوں کے پے در پے حملے روکنے کے لئے اسے خزانہ کی ضرورت تھی انہیں وجوہات نے اسے گجرات پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔

۱۲۹۹ء میں علاء الدین ایک بہت بھاری لشکر لے کر انہلواڑہ پر حملہ آور ہوا کرن بگھیلہ نے میدانِ جنگ میں بڑی ہمت دکھائی لیکن علاء الدین کا لاؤ لشکر اتنا تھا کہ اس کا صرف ... دسواں حصہ لڑ رہا تھا۔ باقی تمام فوج نے گجرات کے دیہات، قصبات اور شہروں میں تباہی مچا دی۔ ان حالات نے کرن بگھیلہ کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ گجر فوج لڑتے ہوئے کام آئی عورتیں ستی ہو گئیں اور راجہ چند جانبازوں کے ساتھ زخمی حالت میں دکن کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان کی فوج نے ان کا پیچھا کر کے بہت سوں کو قتل کر دیا مگر راجہ کرن گھیلہ قسمت آزمائی کے لئے کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔

مؤلف کا قلم گجرات کی تباہی کا منظر تحریر کرتے ہوئے کانپتا ہے اگر کسی کو مفصل حالات سے واقفیت حاصل کرنی ہو تو فارسی تاریخیں مثلاً طبقات اکبری، تاریخ برنی، تاریخ عسائی و تاریخ فرشتہ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

امیر خسرو ایک درباری شاعر علائی حکومت میں تھا اس نے عہد تغلق میں ایک مثنوی "دول رانی اور خضر خاں" کے نام سے شائع کی تھی یہ کتاب اب بھی کتب خانوں میں موجود ہے اس میں لکھا ہے کہ راجہ کرن کی بیوی کملا دیوی اور لڑکی دیولدی دلی لے جائی گئیں، ماں سے بادشاہ نے نکاح کیا اور بیٹی سے شہزادہ خضر خاں نے عشق لڑایا یہ کتاب عشقیہ داستان سے بھری ہے۔

دیولدی کے قصہ کو موجودہ زمانہ میں بہت سے ہندو مورخوں مثلاً جناب اوجھا صاحب، جناب شری رام شرما صاحب اور جناب کے۔ ایم منشی صاحب نے چیلنج کیا ہے کہ یہ قصہ غلط ہے بلکہ امیر خسرو کی مثنوی میں دیولدی کا قصہ ایک عشقیہ فرضی داستان ہے۔

ان تمام صاحبان نے اسی زمانہ کی قدیم گجراتی کتابیں مثلاً کنہار پربندھ از پدم نابھ،

پربندھ چنتامنی اور جن پربھاسوری کی کتاب "تیرتھ کلپترو" وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ شاہی.. مستورات جل کرستی ہو گئی تھیں اور امیر خسرو کی مثنوی ایک بنائی ہوئی فرضی داستان ہے آئین اکبری سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک فرضی داستان ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالفضل نے تحریر کیا ہے کہ:-

"امیر خسرو نے اپنا خمسہ علاء الدین کے نام اور قصہ دول رانی بادشاہ کے فرزند.. خضر خاں کے نام سے معنون کیا ہے۔"

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۰۱۴ اردو ترجمہ از عثمانیہ یونیورسٹی (حیدر آباد دکن)

میں اس کتاب کا مولف کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اگرچہ عورتیں ستی ہو جاتی تھیں اور ان کے اخلاق بے حد بلند تھے اس میں شک نہیں کہ گوجروں کی یہ قدیم حکومت ہر طریقہ سے برباد ہوئی۔ اور نہ ہی اس طویل دور میں کسی نے اس واقعہ کو جھٹلایا قدیم ہندی تاریخیں بھی تردید نہیں کرتیں بلکہ اس واقعہ پر صرف خاموش ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ پر پردہ ڈالنا بزدلوں کا کام ہے

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گجرات سے جو ہزار ہا عورتیں لائی گئیں ان میں سے کوئی دو عورتیں حرم میں داخل کی گئی ہوں کیوں کہ میں نے بیرونی مسلمانوں کے اخلاق و عادات پر متعدد کتابیں دیکھی ہیں۔ جن میں بے کس و مظلوم عورتوں کی گرفتاری کو ان کے اغوا کرنے کو اور ان کی عصمت لوٹنے کو فخریہ انداز میں بیان کیا گیا ہے — (ملاحظہ ہو کوئی بھی فارسی تاریخ)

٭ ٭ ٭ ٭

مذکورہ بالا علاقہ میں اس تباہی سے غریب سے غریب آدمی بھی نہیں بچا تھا۔ یہاں تک کہ بھنگیوں کے لڑکے اور لڑکیاں گرفتار کی گئیں جنہیں خروخاں ملک کافور وغیرہ کے ساتھ علاء الدین کے گھر

بد فعلی کی جاتی تھی (ملاحظہ ہو کوئی بھی فارسی تاریخ)۔

اس آخری گرجر حکومت کے مٹانے میں یہ سفاکیاں کافی دنوں تک جاری رہیں ایک کثیر آبادی اور خلائق عالم ملک کے اطراف میں ادھر ادھر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اسی زمانہ میں مصنف پدم نابھ نے اپنی کتاب "کنہار پربندھ" میں ان واقعات پر آنسو بہائے تھے۔ انسان میں اتنی ہمت کہاں جو ایک ایک ظلم کو دہرائے۔ اس کتاب کا ایک اقتباس مندرجہ ذیل ہے ترجمہ۔

ترجمہ:۔ "اے خدا! تیرے غصہ نے ناہنجار شیطانوں کو خاک سیاہ کر کے زمین پر مذہب اور انسانیت کو پھیلایا تھا۔ تو نے اس طاغوتی طاقت کو چکنا چور کر دیا تھا جو لوگوں کو دکھ دیتی تھی۔ تو نے ترتر کو اس طرح اڑا دیا تھا جس طرح تیز ہوا بھوسہ کو اڑا دیتی ہے۔ اے قہار و جبار خدا! میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ تیری طاقت کا وہ ترشول اب کہاں ہے ہماری بہو بیٹیوں عورتوں اور بچوں کو کوڑے مار مار کر پیروں میں زنجیر ڈال کر قید خانے کی طرف لے جایا جا رہا ہے"۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۲۹۷ء میں بھی اس حکومت پر حملہ ہوا تھا شکست کے باوجود گرجر مفتوح نہ ہو سکے مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ ۶ جون ۱۲۹۹ء میں گرجروں کا یہ آخری سہارا یعنی حکومت انہلواڑہ دردناک نظارے کے ساتھ مٹا دیا گیا۔

اس آخری مسکن کو بچانے میں مشہور گرجر سپہ سالار مل ست، سردار پدیل اور چامنڈ راج چوہان وغیرہ نے اپنی ملک پر قربان کیں۔

راجہ کرن زخمی حالت میں دکن کی طرف روپوش ہو گیا۔ وہ علاقہ جو ۱۲۹۹ء میں راجہ کرن کے پاس تھا صرف وہی آئندہ گجرات کے نام سے آج تک مشہور ہے ورنہ یہ موجودہ گجرات در اصل گرجر دیش کا صرف ایک صوبہ تھا اور گرجر دیش وہ تھا جس کے شمال میں ہمالیہ، مشرق میں گنگا، مغرب میں اٹک اور جنوب میں دریائے نربدا ہے جس کا مرکزی مقام کوہ آبو کا علاقہ تھا اور جس کی موجودہ منتشر نشانیاں شمال میں گجرات پنجاب دگجرات (سہارنپور) اور جنوب میں گوجر دھار (وسط ہند) دگجرات (کاٹھیاواڑ) ہیں

نوٹ:۔ موجودہ اضلاع دہرہ دون، سہارنپور اور مظفر نگر کے علاقے ۱۸۵۷ء تک گجرات کہلاتے تھے۔ ملاحظہ ہو ڈائری دہلی از سر میٹکاف مطبوعہ رین بسیرا۔ الہ آباد۔

بائیسواں باب

گوجروں کے ناکامی کے اسباب

(۱) گوجر اپنے زمانہ کی نہایت طاقتور اور جنگجو قوم تھی جنہوں نے اپنے آخری دور (ساتویں صدی سے بارہویں صدی) تک جارحانہ قوت حاصل کی اور پورے ملک کو... (افغانستان تا برہما) اپنے شمسی جھنڈے کے نیچے یکجا و متحد کر دیا۔

یہ صرف گوجر ہی تھے جن کو نہ صرف ایران وسط ایشیاء جانتا تھا بلکہ ان کا غلغلہ قبل از اسلام ممالک عرب تک پھیلا ہوا تھا اور وہاں ہندی تلوار کی مثال تمثیلاً دی جاتی تھی۔ اور ملک ایران کی لغات اور ادب میں تو "تیغ ہندی" کا محاورہ بکثرت استعمال ہوتا تھا جس کی مثالیں صدہا ہیں مگر بخوف طوالت صرف حضرت کعبؓ کے قصیدہ کا حوالہ یہاں بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جیسے علامہ اقبال نے اس طرح منظوم کیا ہے ؎

پیشِ پیغمبر چو کعبؓ پاک ذات　　ہدیہ آورد از بانت سعاد!
در ثنائش گوہرِ شب تاب سُفت　　سیف مسلول از سُیوف الہند گفت

ترجمہ:۔ پیغمبر کے سامنے جب پاک ذات کعبؓ بانت سعاد کا ہدیہ لایا (یعنی قصیدہ پڑھا تو) ان کی تعریف میں رات کو چمکانے والے موتی پروئے اور ان کو ہند کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار کہا۔

(جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ بھی ایسے ہی شمشیرزن ہیں جیسے کہ ہند کے تیغ زن جس سے مقصود بہادری ہے)

نوٹ:۔ حضرت کعبؓ نبی کریمؐ کو بہت ایذا دیا کرتے تھے۔ فتح مکہؓ کے بعد مکہؓ

سے بھاگ کر طائف چلے گئے وہاں سے قصیدہ "بانت سعاد" لکھ کر حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگی حضور نے ان کو معاف کر دیا اور قصیدے کے صلے میں اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔ اس قصیدے میں کعب نے حضور کو "سیف من سیوف الہند" یعنی ہندوستان کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے الفاظ سے مخاطب کیا۔

مگر یہ "ہندی تلوار" جس کا وطن مغربی آریہ ورت تھا یعنی موجودہ پاکستان دیزز دریائے گنگا تک جنوب میں مہاراشٹر تک کا علاقہ، غلط روش کا شکار ہو گیا، سامنے آگے پیچھے ہٹنے کا نام نہ لینا خاص اعزاز سمجھا گیا، گو بہادری کی یہ معراج ہوتی ہے مگر ضروری سامان و اسباب مہیا نہ ہونے کے باوجود یہ روش مکمل تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے تاریخ عالم میں اس امر پر بہت سی مثالیں ہیں۔

اس روش کا اظہار گوجر آپس میں بھی ذرا سی بات پر کر دیتے تھے معمولی معمولی باتوں پر تلواریں نیام سے نکل جاتی تھیں اور اس وقت تک نہ رکتی تھیں جب تک ٹوٹ نہ جائیں گوجر تاریخ میں اس کی مثالیں ہزاروں ہیں جن میں سے ایک وہ ہے جب کہ ایک گوجر راجہ کے درباری شاعر شنکر نے اپنے راجہ کی تعریف اشعار میں دوسرے گوجر راجہ کے دربار میں منعقدہ مشاعرہ میں کر دی۔ شنکر کے یہ اشعار اس کے آقا کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوئے وغیرہ وغیرہ بہت سی مثالیں ہیں۔

المختصر گوجروں کی تباہی کا ایک سبب یہ تھا کہ وہ دنیا کی طاقتور ترین قوم ہوتے ہوئے بھی اس طاقت کا استعمال غلط طریقہ پر کرنے لگے۔

(۲) صدیوں مسلسل حکومت کرتے رہنے کی وجہ سے گوجروں کی ذہنیت یکسر تبدیل ہو گئی لہذا ان کے رسم و رواج آہستہ آہستہ قواعد و قوانین بن گئے۔ مثلاً قدیم مذہب کی رو سے راجہ یا مہاراجہ کے لڑکے لڑکیوں کی شادیاں بذریعہ سوئمبر ہوتی تھیں اور دیگر سرداروں و صوبیداروں کی شادیاں سن بلوغت کو پہنچ کر باہم رضامندی یا والدین کے انتخاب پر ہوتی تھیں مگر بتدریج گوجروں میں منگنی (سگائی) کا رواج چل نکلا۔ منگنی کی رسم شروع میں ناقابل تنسیخ سمجھی جاتی تھی اور جوان ہو کر شادی ہوتی تھی مگر اب آہستہ آہستہ سگائیوں سے جتھہ بندیاں شروع ہو گئیں۔ آپس کے رشتہ دار گٹھ جوڑ کے بنیاد

کرنے لگے۔

راجاؤں نے سرداروں کے اس گٹھ جوڑ کو توڑنے کیلئے سگائیوں کو منسوخ کرنا۔
شروع کر دیا اور ایسے سرداروں کی شادیاں کرائیں جن کی وفاداری پر انہیں شک ہوتا تھا۔
ناکامیاب سردار تلواریں نکال کر میدان میں کودنے لگے۔ اکثر و بیشتر ایسے سرداروں نے اپنی
اس ہتک کا بدلہ لینے کیلئے اپنے راجاؤں کے مخالفوں کی مدد کرنی شروع کر دی۔

ایسے حالات اس وقت زیادہ خطرناک ہوتے تھے جب ایک راجہ کا کوئی صوبیدار
دوسرے راجہ کا یا دوسرے راجہ کے کسی صوبیدار کا رشتہ دار بنتا تھا تو دونوں راجہ اس۔۔
رشتے کو اپنے لئے خطرے کا باعث سمجھنے لگتے تھے۔

اگر ایک فریق اپنے راجہ کا مکمل اعتماد رکھتا ہے تو اس کا راجہ اس رشتہ کی حمایت میں
دوسرے راجہ کا کٹر دشمن بن جاتا تھا۔

یہی حالات خود راجاؤں کو درپیش تھے۔ اگر کسی راجہ کے رشتہ دار مضبوط ہیں تو وہ
انتہائی مضبوط سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا
اور اگر کہیں دو راجہ باہمی دوست ہوتے تھے اور وہ آپس میں اپنے بچوں کی سگائی کر دیتے
تھے تو دوسرے راجہ اس گٹھ جوڑ کو توڑنے کی تدبیریں سوچنے لگتے تھے اور اس کا انجام۔۔
انتہائی خطرناک صورت اختیار کر لیتا تھا۔

جب شمالی ہند میں مہاراجہ ہرش بر ہمن نمودار ہوا اور اس نے
گوجر سلطنتوں کو ختم کرنا شروع کیا تو دکن کے گوجروں نے شمالی گوجروں کی کوئی مدد نہ
کی۔ اس وقت شمال کے گوجر ایک تھے اور دکن کے گوجر معہ اپنے رشتہ داروں کے
ایک تھے۔

یہ محض گوجروں کی بہادری تھی کہ شمال میں بھی انہوں نے ہرش سے اپنے علاقہ
کو بچا لیا اور دکن کے گوجروں نے اکیلے مہاراجہ ہرش کو دریائے ریوا پر شکست دی اور
پورا ملک گوجروں کے قبضہ میں آگیا۔

قنوج کی گوجر شہنشاہیت کے آخری دور میں یہ بات بھی نہ رہی اور خود شمال
اور دکن کئی جتھوں میں منقسم ہو گیا۔ پوری دسویں صدی میں گوجروں کے لشکر ایک
دوسرے کو فنا کرتے ہوئے ملک میں پھر رہے تھے۔ ہر شہر اور علاقہ آزاد تھا کہ غزنوی حملوں

نے ان کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے اور لاہور و کابل ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ غزنوی حملوں سے پورے ملک میں افراتفری پھیل گئی۔

گیارھویں بارھویں صدی میں گوجروں نے پھر قوت حاصل کی اور منظم ملوکیتیں قائم کر کے امن و اماں قائم کیا اور دوبارہ پشاور تک کے علاقہ کو ۱۱۶۷ء میں بیرونی قوموں کی غلامی سے نجات دلائی۔

اتنا سب کچھ کر چکنے کے بعد اب پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی اور دلی، قنوج، کالنجر کے درمیان ہر روز گوجروں کا آپس میں خون بہنا شروع ہو گیا۔ ۱۱۸۶ء میں جموں کا راجہ غوریوں کو سیالکوٹ لے آیا لیکن گوجروں کی آنکھیں نہ کھلیں آخر سات سال بعد ساڑھے سات سو سال کی غلامی کیلئے اسباب مہیا ہو گئے۔

المختصر گوجروں کی ناکامی کا دوسرا سبب ان کے غلط رسم و رواج تھے جن کی وجہ سے وہ اندرونی جھگڑوں میں پھنس گئے۔

(۳) مذہب کی رو سے تمام لوگوں کو بہ یک وقت ایک بیوی کی اجازت تھی۔ متحارب فرقوں (کھشتریوں) کو ایک سے زیادہ منکوحہ بیوی رکھنے کی اجازت تھی مگر راجہ از روئے قانون مجبور تھا کہ وہ کم از کم ایک شادی اپنی قوم میں کرے تاکہ اس سے نرینہ اولاد وارث تخت پیدا ہو اور یہ بیوی مہارانی کہلاتی تھی۔ اپنی ہی قوم میں دوسری شادی بھی ہو سکتی تھی اگر پہلی سے نرینہ اولاد نہ ہو۔

برخلاف اس کے گوجروں نے اپنی ہی قوم میں تعدد ازدواج کو رواج دے دیا یعنی گوجر راجگان پہلی شادی اپنی قوم میں کر چکنے کے بعد دوسری بیوی دوسرے فرقہ کی لا سکتے تھے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ اس غیر قوم کی بیوی کی اولاد قانوناً تخت پر نہ بیٹھ سکتی تھی اور اگر راجہ بغیر نرینہ اولاد کے بھی مر گیا تو اس کا بھائی یا رشتہ دار یا کوئی بھی گوجر تخت کا وارث ہو سکتا تھا اور دوسری بیوی کی اولاد کو جاگیر یا عہدہ دیا جاتا تھا۔ آئندہ ان کے رشتے بھی اکٹھے ہی ہوتے تھے۔ صرف پہلی پشت سے یہ احتراز برتا جاتا تھا کہ وہ صرف تخت کی دعویدار نہ ہوتی تھیں بقایا حقوق سب کے مساوی تھے اور یہ ایک ہی قوم شمار ہوتے تھے مگر نامعلوم وجوہات کی بنا پر گوجروں نے اپنی ہی قوم میں ہی رسم شادیاں کرنے کا رواج ڈال دیا یعنی تمام رانیاں اپنی قوم کی ہوتی تھیں جس کا نتیجہ یہ برآمد

ہوا تخت کا وارث مضبوط طاقتور خاندان کا بھانجہ ہونے لگا۔ اگر یہ وارث سب.... بھائیوں میں بڑا ہے تو خیر ورنہ دوسرے راجکماروں کے رشتہ دار باقاعدہ فوج کے ساتھ تخت نشینی کے جھگڑے میں حصہ لیتے تھے اور یہ چپقلش دائمی طور سے درباروں میں رہتی تھی۔

المختصر گوجروں کی ناکامی کا تیسرا سبب تعدد ازدواج تھا جس نے اندر ہی اندر.. گوجروں میں رشتہ اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا

(۱۰) گوجر حسب و نسب کے اعتبار سے تمام ملک میں اعلیٰ تسلیم کیے جاتے تھے کیونکہ یہ آریہ اوتاروں کی اولاد تھے۔ گوجر بلحاظِ نظر سے بھی ایک تھے باہم رشتہ دار تھے ان کا ایک خون تھا مگر ہائے رے بدقسمتی! ان گوجروں میں خاندانی برتری کا غلط جذبہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر گوت (خاندان) کے گوجر ملکی سیاسیات میں خاندانی طور سے سوچنے لگے۔

انہوں نے نہ تو مجموعی طور سے ملک کے لئے سوچا اور نہ ہی کم از کم اپنی قوم کی مجموعی بھلائی کے لئے کبھی سوچا ایک خاندان دوسرے خاندان کے خون کا پیاسا ہو گیا جس طرح خود بنی ہاشم۔ اسی زمانہ میں بغداد میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔

مثلاً ایک ہی واقعہ یہاں اس زمانہ کی مشہور حکومت بغداد کا قارئین کی دلچسپی کیلئے درج کیا جاتا ہے۔ بنی امیہ کی حکومت ختم کرنے کیلئے تمام بنی ہاشم ایک تھے جب بنی امیہ کی حکومت ختم ہو گئی تو اقتدار بنی عباس کے قدم چومے مگر چونکہ آلِ علیؓ میں اپنی خاندانی برتری کا جذبہ تھا اس لئے وہ ایک دوسرے کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگے۔

منصور عباسی کے زمانہ میں اس کے مدمقابل محمد مہدی نفس زکیہ الحسنی تھے منصور نے انکو یہ خط لکھا:۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وار جلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الحیوٰۃ الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور الرحیم

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور اس کے رسول کا عہد و میثاق اور ذمہ ہے کہ میں تم کو تمہارے خاندان کو اور تمہارے متبعین کو جان اور مال و اسباب کی امان دیتا ہوں۔ نیز اب تک تم نے جو خونریزی کی ہو یا کسی کا مال لے لیا ہو اس سے بھی درگزر کرتا ہوں اور تم کو ایک لاکھ درہم اور دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ جو تمہاری اور کوئی حاجت ہوگی وہ بھی پوری کر دی جائے گی۔ جس شہر کو تم پسند کرو گے اسی میں مقیم کئے جاؤ گے۔ جو لوگ تمہارے شریک ہیں اس امان دینے کے بعد ان سے کبھی مواخذہ نہ کروں گا۔ اگر تم ان باتوں کے متعلق ... اطمینان کرنا چاہتے ہو تو اپنے معتمد کو میرے پاس بھیج کر مجھ سے عہد نامہ لکھوا لو اور ہر طرح مطمئن ہو جاؤ۔"

یہ خط جب محمد مہدی نفس زکیہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے جواب میں لکھا۔

"طسم۔ تلک آیات الکتاب المبین نتلو علیک من نبا موسیٰ
وفرعون بالحق لقوم یؤمنون ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها
شیعاً یستضعف طائفة منهم یذبح ابناءهم ویستحی نساءهم
انه کان من المفسدین ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا
فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین ونمکن لهم فی
الارض ونری فرعون وهامان وجنودهما منهم ما کانوا ..
یحذرون ....

ترجمہ:۔ ہم تمہارے لئے ویسا ہی امان پیش کرتے ہیں جیسا کہ تم نے ہمارے لئے پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہمارا حق ہے۔ تم ہمارے ہی سبب سے اس کے مدعی ہوئے اور ہمارے ہی گروہ والے بن کر حکومت حاصل کرنے کو نکلے اور اسی لئے کامیاب ہوئے۔ ہمارا باپ علیؑ وصی اور امام تھا تم اس کی ولایت کے وارث کس طرح ہو گئے حالانکہ ان کی اولاد موجود ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم جیسے شریف و صحیح النسب لوگوں نے حکومت کی خواہش نہیں کی۔ ہم ملعونوں اور مردودوں کے بیٹے نہیں ہیں۔ بنو ہاشم میں کوئی قرابت و سابقیت و فضیلت میں ہمارا ہمسر نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ہم فاطمہ بنت عمرو کی اولاد میں سے ہیں اور اسلام میں فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کی اولاد میں ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ہم کو تم سے برتر و بہتر بنایا ہے۔ نبیوں میں ہمارے باپ نبی صلعم ہیں جو سب سے افضل ہیں

سلف میں علیؑ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ۔ لڑکیوں میں جناب حضرت فاطمہ سیدۃ النساءؓ دخترِ رسول اللہ صلعم ہیں جن کو تمام جہاں کی عورتوں پر فضیلت ہے ۔ مولودینِ اسلام میں حسنؓ و حسینؓ ہیں جو اہل جنت کے سردار ہیں ۔ ہاشم سے علیؑ کا دوہرا سلسلہ قرابت ہے اور حسنؓ کا.. عبدالمطلب سے دوہرا سلسلہ قرابت ہے ۔ میں بہ اعتبار نسب بہترین بنی ہاشم ہوں ۔ میرا باپ بنی ہاشم کے مشاہیر میں سے ہے ۔ مجھ میں کسی عجمی کی آمیزش نہیں اور نہ کسی لونڈی یا باندی کا اثر ہے ۔ میں اپنے اور تمہارے درمیان خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر تم.. میری اطاعت اختیار کر لو گے تو میں تمکو تمہاری جان و مال کی امان دیتا ہوں ۔ اور ہر ایک بات سے جس کے تم مرتکب ہو چکے ہو درگذر کرتا ہوں مگر کسی حد کا حدودِ اللہ سے یا کسی مسلمان کے حق یا معاہدے کا میں ذمہ دار نہ ہونگا ۔ کیونکہ اس معاملہ میں جیسا کہ تم جانتے ہو میں مجبور ہوں ۔ یقیناً میں تم سے زیادہ مستحق خلافت اور عہد کا پورا کرنے والا ہوں ۔ تم نے مجھ سے پہلے بھی چند لوگوں کو امان اور قول دیا تھا پس تم مجھے کون سی امان دیتے ہو ۔ امان ابن ہبیرہ کی' یا امان اپنے چچا عبداللہ کی' یا امان ابومسلم کی

منصور کے پاس مہدی نفس زکیہ کا یہ خط پہنچا تو اس نے بہت پیچ و تاب کھایا اور اس کا یہ جواب لکھ کر نفس زکیہ کے پاس روانہ کیا ۔

"میں نے تمہارا خط پڑھا ۔ تمہارے فخر کا دار و مدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس سے بازاری لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں اور دولیوں کی طرح نہیں بنایا ۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا قائمقام بنایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کو قریب ترین ماں پر مقدم کیا ہے ۔ اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی قرابت کا پاس و لحاظ کرتا تو حضرت آمنہ (مادر رسول اللہ صلعم) جنت میں داخل ہونے والوں کی سردار ہوتیں ۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی مرضی کے موافق جس کو چاہا برگزیدہ کیا اور تم نے جو فاطمہ ام ابی طالب کا ذکر کیا ہے تو اس کی حالت یہ ہے کہ خدا نے اس کے کسی لڑکے اور لڑکی کو اسلام نصیب نہیں کیا اگر اللہ تعالیٰ مردوں میں سے کسی کو بوجہ قرابت برگزیدہ کرتا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کو اور بیشک وہ ہر طرح بہتر تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے جس کو چاہا اختیار کیا ۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا تو اس وقت آپ کے چار چچا موجود تھے چنانچہ آپ نے ان..

لوگوں کو عذاب سے ڈرایا اور دین حق کی طرف بلایا۔ ان چاروں میں سے دو نے اس دین کو قبول کیا جن میں سے ایک تو میرا باپ تھا اور دو نے دین حق قبول کرنے سے انکار کیا ان میں سے ایک تمہارا باپ ابوطالب تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا سلسلہ ولایت آپ سے منقطع کر دیا اور آپ میں اور ان دونوں میں کوئی عزیزداری اور میراث قائم نہ کی۔ حسن رضؓ کی بابت جو تم نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب سے ان کا دوہرا سلسلہ قرابت ہے اور پھر تم رسول اللہ سے دوہرا رشتہ قرابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم خیر الاوّلین والآخرین ہیں ان کو ہاشم اور عبدالمطلب سے صرف ایک پدری تعلق تھا۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تم بہترین بنو ہاشم ہو اور تمہارے ماں باپ ان میں زیادہ مشہور تھے اور تم میں عجمیوں کا میل اور کسی لونڈی کا لگاؤ نہیں ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنو ہاشم سے اپنے آپ کو زیادہ مفتخر بنا دیا ہے۔ ذرا غور تو کرو تم پر تف ہے کل خدائے تعالیٰ کو کیا جواب دو گے تم نے حد سے زیادہ تجاوز کیا اور اپنے آپ کو اس سے بہتر بنایا جو تم سے ذات و صفات میں بہتر ہے یعنی ابراہیم بن رسول اللہ۔ بالخصوص تمہارے باپ کی اولاد میں کوئی بہتر و اہلِ فضل سوائے کنیزک زادوں کے نہیں ہے۔ بعد وفات رسول اللہ صلعم تم میں علی بن حسین یعنی حضرت امام زین العابدین سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ کنیزک کے لڑکے ہیں۔ اور وہ بلاشبہ تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد کوئی شخص محمد رضؓ بن علی کے مانند پیدا نہیں ہوا۔ ان کی دادی کنیزک تھیں اور وہ تمہارے باپ سے بہتر ہیں اور ان کی دادی کنیزک تھیں۔ تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ ''ہم محمد رسول اللہ صلعم کے بیٹے ہیں۔ کیوں کہ خدائے تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور ہاں تم ان کی لڑکی کے لڑکے ہو اور بلاشک یہ قرابت قریب ہے مگر اس کو میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی وارث ہو سکتی ہے اور نہ اس کو امارت جائز ہے۔ پس اس قرابت کے ذریعہ تم کس طرح وارث ہو سکتے ہو۔ تمہارے باپ نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی۔ فاطمہ رضؓ کو دن میں نکالا[1] ان کی بیماری کو چھپایا اور رات کے وقت ان کو دفن کیا۔ مگر لوگوں نے سوائے شیخین رضؓ کے کسی کو منظور نہ کیا۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ نانا۔ ماموں اور خالہ مورث

---

[1] ثقیفہ بنی ساعدہ کے موقع پر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ نے لوگوں کو خلافت کے بارے میں کہا کچھ علماء نے اسی کو دوسرے معنی و مطالب میں بیان کیا ہے۔ مولف اکجبر

نہیں ہوتے۔ پھر تم نے علیؓ اور ان کے سابق بہ اسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے وفات کے وقت دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور ان کو منتخب نہ کیا حالانکہ یہ بھی ان چھ شخصوں میں تھے لیکن سبھوں نے ان کو اس امر کے قابل نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس معاملہ میں ان کو حقدار نہ سمجھا۔ عبدالرحمنؓ نے تو ان پر عثمانؓ کو مقدم کر دیا اور وہ اس معاملہ میں متہم بھی ہیں۔ طلحہؓ و زبیرؓ ان سے لڑے سعدؓ نے ان کی بیعت سے انکار کیا۔ بعد ازاں معاویہؓ کی بیعت کی۔ بعد اس کے تمہارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی اور لڑے۔ ان سے ان کے ساتھی جدا ہو گئے۔ حکم مقرر کرنے سے پہلے ان کے ہوا خواہ ان کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہو گئے۔ پھر انہوں نے رضامندی سے دو شخصوں کو حکم مقرر کیا۔ ان دونوں نے ان کی معزولی پر اتفاق کر لیا۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے خلافت کو معاویہ کے ہاتھ کپڑوں اور درہموں کے عوض فروخت کر ڈالا اور اپنے ہوا خواہوں کو ... معاویہ کے سپرد کر دیا اور حکومت نااہل کو سونپ دی۔ پس اگر اس میں تمہارا کوئی حق بھی تھا تو تم اس کو فروخت کر چکے اور قیمت وصول کر لی۔ پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ .. (ابن زیاد) پر خروج کیا۔ لوگوں نے تمہارے چچا کے خلاف اس کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے تمہارے چچا کو قتل کیا اور ان کا سر کاٹ کر اس کے پاس لے آئے۔ پھر تم لوگوں نے بنو امیہ پر خروج کیا۔ انہوں نے تم کو قتل کیا۔ اور ان کو خرمہ کی ڈالی پر سولی دی۔ آگ میں جلا دیا۔ شہر بدر کر دیا۔ یحییٰ بن یزید کو خراسان میں قتل کیا۔ تمہارے ذکور کو قتل کر کے لڑکوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور بغیر پردہ کے اونٹوں پر سوار کر کے تجارتی لونڈیوں کی طرح شام بھیج دیا یہاں تک کہ ہم نے ان پر خروج کیا اور ہم نے تمہارا معاوضہ طلب کیا چنانچہ تمہارے خونوں کا بدلہ ہم نے لیا اور ہم نے تم کو ان کی زمین و جائیداد کا مالک بنایا۔ ہم نے تمہارے بزرگوں کو فضیلت دی اور معزز بنایا۔ کیا تم اس کے ذریعہ ہم کو ملزم بنانا چاہتے ہو۔ شاید تم کو یہ دھوکا لگا ہے کہ تمہارے باپ کا حمزہؓ و عباسؓ و جعفرؓ پر مقدم ہونے کی وجہ سے ہم ذکر کیا کرتے تھے حالانکہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے وہ بات نہیں ہے۔ یہ لوگ تو دنیا سے ایسے صاف گئے کہ سب لوگ ان کے مطیع تھے اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے مگر تمہارا باپ جدال و قتال میں مبتلا کیا گیا۔ بنو امیہ ان پر اس طرح لعنت کرتے تھے جیسے کفار پر نماز فرائض میں کی جاتی ہے۔ پس ہم نے جھگڑا کیا۔ ان کے فضائل بیان کئے بنو امیہ پر سختی کی اور انکو سزا دی

تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں کی بزرگی جاہلیت میں حجاج کے پانی پلانے کی وجہ سے تھی اور یہ بات تمام...
بھائیوں میں صرف عباس ہی کو حاصل تھی۔ تمہارے باپ نے ان کے متعلق ہم سے جھگڑا کیا۔ عمر فاروق رضہ
نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا پس اس کے مالک جاہلیت اور اسلام میں ہم ہی رہے۔ جن دنوں
مدینہ میں قحط پڑا تھا تو عمر فاروقؓ نے اپنے رب سے پانی مانگنے میں ہمارے ہی باپ سے توسل کیا تھا۔
اور اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا تھا۔ حالانکہ تمہارے باپ اس وقت موجود تھے۔ ان کا توسل نہیں کیا۔
تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلعم نے وفات پائی ہے تو بنی عبدالمطلب میں سے کوئی شخص سوائے عباسؓ کے باقی
نہ تھا۔ پس وراثت چچا کی طرف منتقل ہو گئی۔ پھر بنی ہاشم میں سے کئی شخصوں نے خلافت کی خواہش
مگر سوائے عباس کی اولاد کے کوئی کامیاب نہ ہوا۔ سقایت تو ان کی تھی ہی نبی کی میراث بھی ان کی
طرف منتقل ہو گئی اور خلافت انکی اولاد میں آ گئی۔ غرض دنیا و آخرت و جاہلیت و اسلام کا کوئی
شرف باقی نہ رہا جس کے وارث و مورث عباسؓ نہ ہوئے ہوں۔ جب اسلام شائع ہوا ہے تو...
عباسؓ اس وقت ابوطالب اور انکی اولاد کے کفیل تھے اور قحط کی حالت میں انکی دستگیری کرتے تھے
اگر بدر میں عباس کو بالکراہ نہ نکالا جاتا تو طالب بھوکے مر جاتے اور عتبہ و شیبہ کے برتن چاٹتے رہتے
لیکن عباسؓ ان کو کھانا کھلا رہے تھے۔ انھوں نے ہی تمہاری آبرو رکھی غلامی سے بچایا۔ کھانے کپڑے
کی کفالت کرتے رہے۔ پھر جنگ بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر چھڑایا۔ پھر تم ہمارے سامنے کیا...
تفاخر کرتے ہو ہم نے تمہارے عیال کی کفر میں بھی خبرگیری کی تمہارا فدیہ دیا۔ تمہارے بزرگوں کی...
ناموس کو بچایا اور ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ تمہارا بدلہ بھی ہم نے لیا اور جس چیز سے
عاجز ہو گئے تھے اور حاصل نہ کر سکتے تھے اس کو ہم نے حاصل کر لیا۔ والسلام۔"

"یہ تھا ایک ہی قوم میں خاندانی برتری کا جذبہ جس میں بنو ہاشم مبتلا ہوئے"

یہی خاندانی برتری گوجروں میں بھی عود کر آئی اور اسی جذبہ کے تحت انہوں نے ایک دوسرے کے خون سے زمین کو صدیوں رنگین کیا۔ صرف ایک واقعہ ہی گوجر تاریخ سے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

ایک تاریخی واقعہ

کالنجر کا راجہ پرمال دیو تھا جس کا گوت (خاندان) چندیل تھا اس کے دو مشہور سپہ سالار بلکہ دائیں، بائیں ہاتھ آلھا اور اودل تھے جو بناپھل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ پرمال دیو کے لڑکا برہما کی شادی پرتھوی راج چوہان مشہور زمانہ راجہ والی دلّی و اجمیر سے ہو چکی تھی مگر گونہ (رخصتی) ابھی نہ ہوا تھا کہ کالنجر اور دلّی کی حکومتوں میں جنگ واقع ہو گئی اور چوہانوں نے کالنجر سلطنت کے ایک وسیع رقبہ پر قبضہ کر لیا مگر کالنجر بچ گیا۔

کالنجر دربار میں پرتہار خاندان کا ایک وزیر ماھل تھا جو دلی طور سے چندیلوں کی مکمّل تباہی چاہتا تھا کیونکہ کسی زمانہ میں کالنجر میں اس کے خاندان کی حکومت تھی چندیلہ رشتہ داروں نے زبردستی کالنجر پر قبضہ کر لیا تھا چوہانوں اور چندیلوں کی جنگ کے بعد ماہل نے اپنے راجہ کو کہا کہ خود برہما ساتھ مع افواج کثیرہ دلّی میں چوہانوں کے یہاں جائیں تاکہ وہ اپنی بیوی بیلا کو لے آئے۔

چوہانوں نے اس فوج کی آمد کو اور ٹھاٹ باٹ کو اپنا اعزاز سمجھ کر راضی خوشی بیلا کو رخصت کر دیا۔ جب ماھل نے دیکھا کہ اس کا مقصد پورا نہیں ہوا تو اس نے فی البدیہہ اشعار پڑھے جب کہ چوہان اپنی لڑکی کو رخصت کرکے اور مشایعت کرکے واپس لوٹنے لگے۔

ترجمہ اشعار

"چندیلہ خاندان وہ ہے جس کے ایک آدمی کو دیکھ کر جمنا خشک ہو جاتی ہے، دلّی کے مکانات استقبال کے لئے جھک جاتے ہیں اور ہمارے قدموں میں محلوں کے کنگرے سربسجود ہو جاتے ہیں مندروں کے اونچے کلس ہمیں نذرانہ پیش کرتے ہیں، ہماری فوجوں میں آلھا اور اودل بہادری کے آفتاب و مہتاب ہیں جنہوں نے جنگوں میں ہمیشہ اپنے اعلیٰ خاندان ہونے کا ثبوت دیا ہے ہم بہادری

کی شمع بے کرآئے تھے مگر افسوس شمع آنسو بہا کر بجھ گئی مگر اس کا پروانہ کوئی نہ نکلا۔ کیوں نہ ہو کالنجر دراصل کالنجر (کال انجر ۔ موت کا گھر) ہے اور وہاں کے رہنے والے کال دیو (موت کے فرشتے) ہیں جن کی ہیبت سے دنیا کانپتی ہے، جس کی شہادت آج کا دن ہمیشہ یادگار رہے گا۔"

اتنا سنتے ہی وہ چند سو چوہان سردار جو ڈولے کو رخصت کرنے آئے تھے غصہ سے بھر گئے اور انہوں نے ماہل کو گھیر لیا۔ اپنے وزیر کو خطرہ سے دوچار ہوتے دیکھ کر چندیلوں نے تلواریں سونت لیں تمام چوہان مارے گئے مگر اس لڑائی میں چندیلہ راجہ کا لڑکا "برہما" مہلک طور سے زخمی ہوا۔

ادھر شہر دہلی میں چوہانوں کو اپنے آدمیوں کے راستہ میں مارے جانے کا پتہ چلا جنگی نقارہ بجنے لگا، چوہان ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے نکل پڑے اور راستہ میں چندیلوں کو گھیر لیا۔ پرتھوی راج چوہان کو پتہ چلا کہ اس کا داماد مر چکا ہے اور اس کی لڑکی بیلا بھی ستی ہونے کی تیاریاں کر چکی ہے۔ یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ اپنے آپ سے سخت پشیمان ہوا۔ رنج و غم کے عالم میں وہ گھوڑے سے اترا۔ تمام چوہان بھی اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے درمیان میں لکڑیوں کے ڈھیر پر بیلا اپنے خدا کی یاد میں مصروف تھی اور منتر (دعا) پڑھ رہی تھی، چتا پر گھی ڈالا گیا۔ ایک طرف چندیلے کھڑے تھے دوسری طرف چوہان۔ ہر شخص رنج و غم میں ڈوبا ہوا منتر (دعائیں) پڑھ رہا تھا اور ایک عجیب قسم کا عبرتناک نظارہ اس وقت طاری تھا کہ اتنے میں ماہل وزیر نے بہ آواز بلند کہا کہ آلھا اور اودل چتا میں آگ لگائیں۔ چوہانوں نے اپنے وزیر کو اشارہ کیا۔ چند برادائی آگے بڑھا اور ماہل سے کہا کہ چتا میں چندیلہ خاندان کا ہی کوئی شخص آگ لگائے۔

آلھا اور اودل آگے آچکے تھے چند وزیر نے انہیں منع کیا، بہادر سپہ سالاروں نے راجہ پرمال دیو چندیلے کی طرف دیکھا۔ راجہ پرمال دیو نے کہا:-

"آلھا اور اودل ہماری کالنجر حکومت کے سب سے باعزت سردار ہیں اسی لئے ہم نے انہیں یہ اعزاز بخشا ہے"...... یہ سن کر پرتھوی راج بولا:-

"آلھا اور اودل کے خاندان بناپھل کی اصلیت کا کوئی پتہ نہیں ہے اس لئے آپ کے خاندان کا کوئی شخص چتا میں آگ لگائے"...... یہ سن کر راجہ پرمال نے جواب دیا:-

"اگر بیلا آپ کی دھی بیٹی ہے تو میری بہو بیٹی ہے۔ اسکی عزت اور اس کا احترام کرنا میرا

فرض ہے آپ اس بارے میں فکر نہ کریں۔ دنیا جانتی ہے کہ کالنجر حکومت کی شان و شوکت آج آلھا اودل سے ہے اور ان کے آباو اجداد قدیم زمانے سے کالنجر کے مضبوط بازو رہے ہیں"۔۔۔۔ پرتھوی راج نے کہا:۔

"دنیا کو معلوم ہے کہ اکشواکو کی اولاد سوریہ ونش میں چتر بھج پیدا ہوا جسکی۔۔ اولاد میں چاہیار اے نے اپنے باپ دادا کا نام روشن کیا جس کی اولاد آج چاہمان (چوہان) کہلاتی ہے۔ ہماری پاکیزگی و نسلی برتری مسلمہ امر ہے مگر خاندانِ بناپھل کے جدِّ امجد کا نام کوئی نہیں جانتا اور ان کا حسب نسب مشکوک ہے!!

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر آلھا اودل نے چیتا میں آگ لگا دی۔ حسب نسب کے چکر میں بنی عباس وغیرہ اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے اگو وہ پیر فقیر ہیں کہ اب بھی ہم سے خراجِ عقیدت وصول کرتے ہیں مگر گوجروں سے تو یہ بھی نہ ہوسکا۔ گوجروں کی ناکامی کا بہترین سبب اور کیا ہو سکتا تھا کہ:۔

چیتا سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ چاروں طرف جنگ جاری تھی ہم اعلیٰ النسب کو لئے آگ سے کھیل رہے تھے اور چند ہی سال بعد نہ صرف گوجر بلکہ پورا ملک آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا۔

اب کہاں ہیں وہ گوجروں کی خودداری و پاکیزگی؟ آج انہیں خاندانوں کے لوگ لڑکیوں کی شادیاں غیر اقوام میں کر رہے ہیں۔ میں اِن لوگوں کو روؤں یا اپنے جذبات کا ماتم کروں۔

(۵) گوجروں کے ناکامیابی کی جس وجہ کو بھی بیان کیا جائے گا اسی میں سے یہ حقیقت نمایاں بن کر سامنے آئے گی کہ باہمی نفاق گوجروں کی رگ رگ و ریشے ریشے میں پیوست تھا۔ بیرونی حملوں سے پہلے ان میں نفاق اور باہمی دشمنی کی آگ لگی ہوئی تھی۔ موجودہ زمانے کا مشہور مورخ جناب کے۔ ایم منشی صاحب اپنی تاریخ "دی گلوری ویٹ واز گوجر دیش" میں ترادڑی کی جنگ دوم ۱۱۹۲ء کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

"جذباتی راجہ پرتھوی راج چوہان کے دماغ میں یہ خیال بھی نہ آیا کہ وہ مکمل طور سے تیاری کئے ہوئے حملہ آور سے مقابلہ کرنے سے پہلے انہلواڑہ کی

سولنکی حکومت سے مدد کا طالب ہوتا حالانکہ اس وقت گرجروں کی سولنکی حکومت ہر طریقہ سے گرجروں کی اس چوہان حکومت سے مضبوط تھی اور انہوں نے ۱۱۷۶ء میں محمد غوری کو شکست دی تھی۔"

مگر پرتھوی راج تو کسی سے مدد مانگنا اپنی توہین سمجھتا ہوگا۔ آج بھی یہ ذہنیت گرجروں میں موجود ہے کہ گرجر ایک دوسرے سے بغض و حسد رکھتے ہیں اور غیر گرجروں کو بھائی کہتے ہیں۔ رہی وجہ اور دلیل یہ تو ہر زمانہ اور موقع پر مل ہی جاتی ہیں چنانچہ آج کا "گرجر" بھی باہمی نفاق کے جواز میں ایک نہ ایک دلیل رکھتا ہی ہے، مطلب تو ہمارا اتفاق قائم رکھنے کی

۱۱۵۴ء اور ۱۱۶۴ء کے درمیان پنجاب میں جب غزنویوں سے آزادی حاصل کرنے کیلئے ویسل دیو چوہان نے کامیاب تحریک چلائی تھی تو اس کا ساتھ عوام نے دیا تھا مگر انہلواڑہ کے سولنکیوں نے مدعو ہونے کے باوجود اس طرف دھیان بھی نہ دیا تھا اور اس سے پہلے جیپال اور انند پال جب ملک کو بچانے میں جان بچتی ہوئے لوگوں سے راجہ نے ان کی مدد کی تھی؟۔

یہ باتیں اور مثالیں تو پھر بھی کچھ اچھے زمانے کی ہیں حیرت تو اس امر پر ہے کہ جب گرجروں کی حکومتیں مثلاً لاہور و کابل ۔ اجمیر و دلی ۔ قنوج ۔ اجین و دھارانگری وغیرہ صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکیں اور گرجر تباہ ہو گئے اس وقت بھی یہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ ذرا سن ۱۲۰۰ء اور سن ۱۳۰۰ء کے درمیان کا صرف ایک ہی واقعہ سنئے:

سردار یا راجہ ویگھر دیو (ا) (گوت چوہانوں کی شاخ ہے) ایک روز کوہ اراولی کے اطراف میں علاقہ چندراوتی کے صدر مقام اچل گڑھ کے دربار میں کڑک دار آواز میں بولا "بھیم دیو! جانتے ہو نہ؟ کہ چندراوتی کے راجہ تو تمہارے بھتیجے رام دیو ہیں گو یہ ٹھیک ہے کہ آج چندراوتی کے علاقہ اُن کا اقتدار نہیں رہا پھر بھی وہ اپنے اس علاقے میں جو چاہیں کر سکتے ہیں انہیں کوئی روک نہیں سکتا..." ویگھر چوہان نے بھیم پنوار کی آنکھوں میں جلال دیکھ کر نظریں تو نیچی کر لیں مگر سلسلہ کلام کو جاری رکھا۔

"راجہ صاحب ابھی بچے ہیں۔ وہ امور مملکت کی الجھنوں کو نہیں سمجھ سکتے اس لئے اُن کی طرف سے ان کی ماں یعنی میری بہن کا حکم میرے ذریعہ چلتا ہے۔ راجہ صاحب کے ساتھ تمہارا لغزت بھرا رویہ اچھا نہیں لگتا۔ راج پاٹ کے معاملوں میں

تمہارا دخل دینا نامناسب ہے شاید تم یہ بھول گئے ہو کہ تم راجہ نہیں ہو بلکہ صرف راجہ کے رشتہ دار ہو تمہارے حقوق محدود ہیں!!"

یہ کہتے ہوئے وجے ڑچوہان نے پل بھر کیلئے راج ماتا کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھیم دیو سے کہا:۔

"اگر تم اپنی حدود سے تجاوز کرنا نہیں چھوڑ سکتے تو راستہ کھلا ہے تم کہیں بھی جانے کے لئے آزاد ہو۔ حکومت تمہیں اس کا موقع دے رہی ہے!!"

یہ سن کر بھیم دیو شوار کی آنکھیں غصہ سے لال ہو گئیں اور اس کا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر پڑا۔ لیکن وہ ایک ہی لمحہ میں حالات کو بھانپ گیا اور بردباری و متانت کے لہجہ میں بولا:۔

"وجے ڑ! میں اپنے حقوق کو اچھی طرح جانتا ہوں اور ان کی حدود بھی مجھے ہر وقت یاد رہتی ہیں۔ میں بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں سے عزت کرانا بھی جانتا ہوں۔ انصاف۔ بے انصافی صفائی و پیچیدگی کو پرکھنے کی سمجھ بھی مجھ میں ہے۔ تمہاری سازش اور ریشہ دوانیاں بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے ہر کام کی چھان بین بھی کرتا ہوں اپنے بھتیجے کی بھلائی کیلئے تمہارے کاموں میں دخل دینا میرا حق ہے اور حکومت کے کاموں میں راج ماتا کا ہاتھ بٹانا ان کے حسب حکم میرا فرض ہے۔

وجے ڑ! کان کھول کر سن لو۔ جنگ میں تم نے اپنے خون نہیں بہائے ہیں پرمار (دیو ار) ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے تھے یا انہوں نے ہتھیلی پر دہی نہیں جمائی تھی وہ ہمیشہ جنگوں سے پیار کرتے ہیں۔

وجے ڑ! بھول مت کہ تم راجہ کے ماموں ہو تو میں اس کا چچا ہوں تم سے میرا حق کم نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرا بھتیجہ رام دیو راجہ ہے اور میری بھابی راج ماتا ہیں وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں مگر ان میں سے ایک بچہ ہے اور دوسری ایک عورت۔ دونوں کے دونوں پختہ عقل کے مالک نہیں ہیں جو تم کہو گے وہ وہی کریں گے اس لئے یہاں یہ سوال اٹھانا ہی فضول ہے کہ راج ماتا تم سے مطمئن ہیں یا نہیں اور اس حالت میں میرا کچھ کہنا سننا بھی بیکار ہے لیکن:۔

وجے ڑ! یاد رکھنا۔ اگر مہاراج رام دیو اور کمار کلیان دیو کا بال بھی بیکا ہوا تو اس کے بدلے میں میں تمہارے بیٹے "تونا" کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ہی چین سے بیٹھونگا

اور یہ میرا عہد ہے!!
یہ کہتے کہتے بھیم دیو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے راج ماتا یعنی اپنی بڑی بھابی کو ادب سے سلام کیا اور اپنے دونوں بھتیجوں کو گلے سے لگا کر ان کی پیشانی کو چوما اور چپ چاپ دربار سے نکل گیا۔۔۔ تھوڑی دیر لب وہ ہرے بھرے کھیتوں کی پگڈنڈی پر چلا جا رہا تھا

❊ ❊ ❊

سمبت ۱۳۱۹ بکرمی یعنی ۱۲۶۲ء کے اس مذکورہ بالا واقعہ کی جڑیں ہمیں سمبت ۱۲۹۷ بکرمی یعنی ۱۲۴۰ء کے باہمی نفاق اور جھگڑوں کی یاد دلاتی ہیں جبکہ:۔
چندراوتی علاقہ کے پنوار راجہ کہنڑ دیو پر انہلواڑہ کے سولنکی راجہ کے صوبیدار انل دیو چوہان نے حملہ کر کے اسے شکست دی۔ پوار راجہ نے اپنے سرداروں کا ایک جتھہ بنا کر انہلواڑہ (پاٹن) اور اچل گڑھ (چندراوتی) کے درمیانی علاقوں میں گڑبڑ پھیلا دی اور اچل گڑھ پر چوہانوں کا قبضہ ہو گیا۔
تھوڑے ہی عرصہ میں کہنڑ دیو پوار کی جماعت میں بہت سے لوگ چندراوتی سے آ آ کر ملتے رہے۔ ہزاروں بھیل بھی اس کے حامی ہو گئے اور کچھ ہی دنوں بعد ان سب نے سولنکیوں اور چوہانوں کے خلاف ایک زبردست محاذ جنگ قائم کر لیا اور بزور شمشیر پواروں نے "ساچور" کے علاقہ پر مستقل قبضہ جما لیا۔ اس کے بعد راجہ کہنڑ دیو پوار کی موت چوہانوں کے ساتھ جنگ میں ہوئی۔
اپنے باپ کے انتقال پر اودان دیو نے ساچور کی سرداری سنبھال لی اور وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ دلیر نکلا۔ اس کی بہادری کا ڈنکا ہر چہار طرف بجنے لگا۔ سمبت ۱۳۱۹ بکرمی (۱۲۶۲ء) کے شروع میں اس نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ چندراوتی پر حملہ کیا اور انل دیو چوہان کا سر کاٹ کر اپنے باپ کا بدلہ لے لیا۔
اب انل دیو چوہان کے بیٹے ارجن سنگھ چوہان نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی قسم کھائی اور ایک عظیم لشکر لے کر چندراوتی پر حملہ کر کے اودان دیو کا سر کاٹ لیا۔ اس طرح پھر چندراوتی کے علاقہ پر چوہانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مگر پوار ایسے کمزور نہیں تھے انہوں نے لڑائی کو جاری رکھا۔ ہر طرف گوجروں کے سر آپس باہمی خانہ جنگی میں کٹ رہے تھے۔
آخر کار بڑے بوڑھوں اور سمجھدار گوجر بزرگوں نے اس کشت و خون کو بند کرانے کیلئے فیصلہ

دیا کہ اوان دیوپنوار کے بچوں کو چندر اوتی کا علاقہ سونپ دیا جائے اور چوہان واپس سندھور پر چلے گئے چندر اوتی کے علاقہ پر اوان دیوپنوار کی بیوی حکومت کرنے لگی۔

حسن اتفاق یا سوئے اتفاق مرحوم راجہ اوان دیوپنوار کی یہ رانی چوہانوں کی ایک دوسری شاخ "دیورا خاندان" سے تعلق رکھتی تھی آہستہ آہستہ پرانے زخم بھرنے لگے کچھ ہی مہینہ کے بعد رانی کے بھائی ویجڑ دیو چوہان نے اپنے بھانجوں کو نابالغ پاکر اپنی بہن کو بہکا کر تمام انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ اپنے مقصد کی تکمیل چاہتا تھا مگر شہزادوں کا چچا بھیم دیوپوار اس پر کڑی نگرانی رکھنے لگا۔

ویجڑ چوہان جانتا تھا کہ ایک عورت (اپنی بہن) اور اس کے بچوں کو سلطنت سے الگ کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے مگر ان کا سب سے بڑا حمایتی بھیم دیوپوار یعنی شہزادوں کا چچا تھا جس سے نمٹنا مشکل تھا۔ اس لئے ویجڑ دیو چوہان نے اپنی بہن کو الٹی سیدھی باتیں بتا کر اسے بھیم کے خلاف کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ بھیم دیوپوار (جیسا کہ ابھی ذکر ہوا) دربار سے نکال دیا گیا۔

⁂ ⁂ ⁂

راستہ بڑی آسانی کے ساتھ صاف ہو گیا اور کچھ ہی دنوں بعد ویجڑ چوہان اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہونے لگا۔ وہ راج ماتا کے احکام کی مطلق پرواہ نہ کرتا تھا یہاں تک کہ اب اس کی بیوی اپنے کو ملکہ سمجھنے لگی اور ان کا بیٹا لونا بھی رام دیو اور کلیان دیو کو اپنے باپ کی سرپرستی میں دیکھ کر خود کو وارث تخت سمجھنے لگا۔

اب راج ماتا کو اپنی بھول اور غلطی کا احساس ہوا۔ مگر اب کافی دیر ہو چکی تھی اس وقت تک ویجڑ چوہان نے پرماروں کی قوت کو عہدوں سے ہٹا کر توڑ دیا تھا۔ اب تو راج ماتا، راجہ رام دیو اور کمار کلیان دیو در اصل ویجڑ کے ہاتھ میں مکمل طور سے آچکے تھے۔ ان کی اب کوئی رائے نہ تھی۔ لمحہ لمحہ پل پل ان کی زندگیاں خطروں سے گھر رہی تھیں اور ...

ایک دن مہاراجہ رام دیو رات کو سوتے وقت دودھ پی کر سوئے لیکن صبح کا سورج نہ دیکھ سکے۔ سورج نے انہیں دیکھا تو ان کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اور ان کا تمام جسم سیاہی مائل ہو چکا تھا۔ تمام علاقہ میں مہاراجہ کی موت کا اعلان کر دیا گیا ہر کس و ناکس سینہ پیٹتا تھا۔ دربار میں بڑے زور سے سوگ منایا گیا مگر راج ماتا کی آنکھوں سے نہ ایک آنسو نکلا اور نہ منہ سے آہ نکلی۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کے بیٹے کو زہر دیا گیا ہے۔

ادھر ویجڑ نے رعایا اور عوام کے دلوں میں شک تک نہ ہونے دیا اور مشہور کر دیا کہ راجہ کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہوئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مہاراجہ کے چھوٹے کمسن بھائی کلیان دیو کی تاجپوشی

گروی گئی اور بطور وفاداری اس نے شہزادے کی خدمت میں تلوار کا نذرانہ بھی پیش کیا دربار میں زندہ باد کے نعرے بھی لگائے گئے۔

٭ ٭ ٭

راج ماتا کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ لڑکا بھی چند دنوں کا مہمان ہوگا۔ چنانچہ ایک روز اندھیری رات میں اپنے بیٹے کلیان دیو کو گود میں اٹھایا اور خفیہ طور سے ایک نوکرانی کے ہمراہ محل سے باہر نکل گئی اور بھیس بدل کر روپوش ہوگئی۔

وجے چوہان نے ہر چہار طرف گھوڑے دوڑائے اور اپنے آدمیوں کو خفیہ حکم دیا کہ اگر راستے میں کہیں وہ دونوں ماں بیٹے مل جائیں تو ان کو وہیں ختم کر دیا جائے لیکن عام طریقہ سے یہ اعلان کرا دیا گیا کہ راج ماتا اور شہزادے کو شیر نے پھاڑ کھایا ہے ان کے پھٹے پرانے کپڑوں کو لپیٹ کر چتا پر رکھ دیا گیا اور خود چندراولی کا راجہ بن بیٹھا۔

ادھر راج ماتا راہبانہ لباس میں کوٹیشور پہنچی۔ اس کے اور اس کے بیٹے کی زندگی کے چاروں طرف خطرات منڈلا رہے تھے۔ ہر چہار طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ صرف اس اندھیرے میں بھیم دیو بگھیار کے وہ الفاظ کرن بن کر چمک رہے تھے جو اس نے دربار چھوڑتے وقت وجے چوہان سے کہے تھے:۔

"وجے سنگھ! یاد رکھنا اگر مہاراج راملدیو اور کمار کلیان دیو کا بال بھی بیکا ہوا تو اس کے بدلے میں تمہارے بیٹے لونا کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ہی میں چین سے بیٹھوں گا اور یہ میرا عہد ہے"

مگر ساتھ ہی ساتھ اسے اپنا برتاؤ بھی یاد آیا اور وہ شش و پنج میں پڑ گئی کہ نہ معلوم بھیم دیو اس کی مدد کرے یا نہ کرے۔ آخر بڑی سوچ و بچار کے بعد اس نے ایک خط اس کے نام لکھا اور اپنے وفادار بوڑھے نوکر بھیلو کے سپرد کیا۔

بھیلو خط لے کر ساچور پہنچا لیکن وہ سیدھا بھیم دیو کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا بلکہ موقعہ کی تاک میں لگا رہا۔ آخر ایک دن شام کو بھیم دیو جب شکار سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں وہ اس کے گھوڑے کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا:۔

"جے مہاراج! یہاں سے ساچور کتنی دور ہے؟"

بھیم دیو نے گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور کہا:۔
"بجے مہاراج! یہاں سے ساچور تھوڑی ہی دور ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور ساچور میں کس کے پاس جانا چاہتے ہو؟"
"ساچور جانے کا میرا کوئی خاص مقصد تو نہیں ہے ادھر سے نکل رہا تھا سوچا اپنے رانا جی سے ملتا چلوں!"
"تمہارے رانا جی کون ہیں؟"
"ہمارے رانا جی چندراوتی کے مہاراجہ کہنڑ دیو پنوار کے چھوٹے بیٹے بھیم دیو ہیں اور آجکل ساچور میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں روٹیاں کھا رہے ہیں!"
یہ الفاظ بھیم دیو کے دل پر ہتھوڑا بن کر پڑے لیکن انہوں نے اپنے کو سنبھالتے ہوئے کہا:
"کیا تم بھیم دیو کو پہچانتے ہو ــــ کیا تم ان کے سامنے ایسی بات کہہ سکتے ہو؟"
بھیلو مسکرایا اور کہنے لگا:۔
"حضور! میں بھیم دیو کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ وہ میری گود میں کھیلا ہے۔ مگر وہ مجھے نہیں پہچانتا۔ میں موت کے سامنے بھی سچ بول سکتا ہوں!"
"مگر یہ کیسی انوکھی بات ہے کہ تم بھیم کو پہچانتے ہو اور وہ تمہیں نہیں پہچانتا!" بھیم بولا
"نہ صرف بھیم بلکہ اس کا باپ بھی میری گود میں کھیلا ہے۔ بھیم مجھے محض اس وجہ سے نہیں پہچانتا کیونکہ وہ اپنے حقیقی خاندان کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو بیٹھا ہے اور جو شخص اپنے خاندان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اسے اپنے خاندان کے وفادار بھی نظر نہیں آتے۔ بھیلو نے برجستہ جواب دیا۔
"مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی بھیم کو نہیں پہچانتے۔ بھلا بتاؤ تو تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟ بھیم نے جواباً پوچھا۔
بھیلو نے دوڑ کر رکابوں میں بھیم کی ٹانگیں تھام لیں اور محبت بھرے لہجہ میں بولا:۔
"رانا جی! میں اپنے آقا کہنڑ دیو پوار کے چھوٹے لڑکے سے باتیں کر رہا ہوں۔ آج بڑے دنوں کے بعد آپ کی شکل دیکھنی نصیب ہوئی!"
بھیم دیو گھوڑے سے اتر پڑا اور بھیلو کے ہاتھ چوم لئے اور پوچھا:۔
"کہیے! گھر پر تو خیریت ہے؟"

بھیلو نے راج ماتا کا خط دیا۔ خط پڑھتے ہی بھیم کی گرجدار آواز آئی:۔

"بھیلو! فوراً راج ماتا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ بھیم دیو ابھی زندہ ہے اور اس کی تلوار کو زنگ نہیں لگا ہے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد رام دیو کے بدلہ میں لونا چوہان کا سر ان کے حضور پیش ہوگا۔"

یہ پیغام لے کر بھیلو کوٹیشور کی طرف روانہ ہوا اور بھیم دیو نے تمام پواروں میں انتقام کی آگ بھڑکا دی چوہانوں نے بھی مقابلہ کی تیاریاں تیز تر کردیں۔

پرمار (پوار) جوشِ انتقام میں چندراوتی کی حدود میں داخل ہوئے چوہانوں نے ان کے حملے کو روکا۔ چوہانوں کی تعداد گو زیادہ تھی مگر جوشیلے پواروں نے شکست کے باوجود پیشقدمی نہ روکی۔

آخرکار چند جوشیلے پوار بھیم دیو کی سرکردگی میں کسی نہ کسی طرح محل میں داخل ہوئے۔ بھیم دیو نے جاتے ہی لونا چوہان کا سر کاٹ لیا اور بھیلو سے کہا:۔

"تم فوراً اس سر کو راج ماتا کے پاس لے جاؤ میں نے اپنا عہد پورا کردیا ہے۔"

بھیلو سر لے کر محل سے چپکے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ مگر بھیم دیو پوار کو دیگر چوہان نے بھالے کے پانچ زخم کاری لگائے جس کی وجہ سے وہیں اس نے فرش پر گر کر جان دے دی۔ اس کے چہرے پر خوشی و انبساط کھیل رہی تھی وہ اپنے عہد کو پورا کرچکا تھا۔

❊ ❊ ❊

آپ نے باہمی نفاق و دشمنی کی ایک جھلک دیکھ لی۔ یہ واقعات ۱۲۴۲ء تا ۱۲۶۲ء کے ہیں جبکہ پورا شمالی ہندوستان (موجودہ بھارت و پاکستان) بیرونی حملہ آوروں کے قبضہ میں آچکا تھا اس وقت دلّی پر ناصر الدین اور غیاث الدین بلبن حکومت کررہے تھے اور منڈور (موجودہ جودھ پور)... چندراوتی، چتوڑ اور انہلواڑہ کے یہ بچے کھچے گرجر بجائے اس کے کہ اتحاد کرکے ملک کو آزاد کراتے خود ایک دوسرے کو تہِ تیغ کررہے تھے۔ یہی نفاق ان کی تباہی کی سب سے بڑی وجہ تھی جو آئندہ بھی اور تاریخی دور میں جاری رہی۔ (اور جو اب بھی خاندانی طور سے نہ سہی فرقوں کی شکل میں موجود ہے)۔

(۶) گرجروں کی بہادری اور دلیری سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا مگر ان میں ایک زبردست خامی ان کا مذہب بھی تھا۔ ان کا مذہب دوسرے ملکوں پر حملے کرنا، لوٹ مار مچانا اور عورتوں کے اغوا کو پاپ سمجھتا تھا ان کے یہاں کوئی مزہ داری ایسی نہ تھی جس کے لالچ میں اگر وہ دور دراز غیر ممالک پر حملے کرکے اپنی بہادری کا استعمال کرتے برخلاف اس کے جانبازانہ آپس ہی میں اپنی دلیری کی دھاک بٹھلاتے تھے اور بڑے بڑے راجہ مہاراجہ تو اکثر و بیشتر دنیا کے کاموں کو تیاگ دیتے تھے (تارک الدنیا ہوجاتے تھے

کمار پال سولنکی وغیرہم نے ایسے زمانہ میں جین مذہب کو قبول کیا جب کہ ملک پر حملے ہو رہے تھے
جین مذہب کیا ہے؟ جیو کو نہ مارو۔ گوشت کھانا حرام ہے۔ کسی کو ذرا سی تکلیف دینا گناہ
عظیم ہے۔ شام سے پہلے کھانا کھاؤ ایسا نہ ہو مکھی یا مچھر کھانے میں مر جائے۔ ننگے پیر رہو۔ ایسا نہ ہو
پیر کے نیچے چیونٹی آکر مر جائے۔ جو شخص قول فعل یا اشارے سے بھی کسی کے دل کو رنجیدہ یا ملول
کرے گا وہ نرک (دوزخ) میں جائے گا"

بھلا بتایئے! کیا بارھویں صدی عیسوی میں ایسے مذاہب کی ضرورت تھی؟
مجھے تسلیم ہے دنیا میں ایسی ہستیاں بھی ہوئی ہیں جنہوں نے ہل چلانا چھوڑ دیا کہیں...
ایسا نہ ہو کہ جاندار کیڑے مکوڑے زمین الٹنے سے مر جائیں۔
ایسے بھی لوگ ہو سکتے ہیں جو اپنے زخم تک کے کیڑوں کو نہ ماریں بلکہ ان کو اپنا گوشت ازراہ ثواب کھلاتے رہیں
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص جانوروں کا دودھ پینا ہی چھوڑ دے کہ اس طرح سے مویشیوں
کے بے زبان بچوں کی بڑی بھاری حق تلفی ہوتی ہے اور...
یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص سانس لینا ہی چھوڑ دے کہ اس سے ہوا کے جراثیم مر جاتے ہیں
.... مگر کیا یہ قانون قدرت نہیں ہے کہ:-
"زمین سب چیزوں کو کھا جاتی ہے۔ زمین کو پودے اپنی خوراک سمجھ کر کھاتے ہیں۔ پودوں کو
مویشی، جانور و انسان کھا جاتے ہیں۔ جانوروں کو جانور کھاتے ہیں اور جانوروں کو انسان کھا جاتا ہے،
مگر غور طلب بات یہ ہے کہ ایک جانور بکری وغیرہ تو قدرتاً دوسرے جانور شیر وغیرہ کی خوراک بننے سے
نہیں بچ سکتی لیکن انسان کو انسان پر کیا فوقیت قدرت نے دی ہے؟ کچھ بھی نہیں۔
یہ صرف ہمارے خیالات، جذبات اور اعمال ہیں جو ہمیں ایک دوسری قوم کا معتقد و محکوم و خوراک
بنا دیتے ہیں اور ہم اپنی قومی عزت کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیتے ہیں۔
گرجر اخلاق و عادات و شرافت میں بھی اس زمانہ میں بام عروج پر تھے چنانچہ ابھی اپنے زمانے میں...
ابوریحان البیرونی سیاح اپنی کتاب "تحقیق ہند" میں جے پال کے خاندان (ٹھکریہ) کی بابت لکھتا ہے۔
"آج یہ شاہی خاندان صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے اور اس گھر کی ایک معمولی سی نشانی کا
پتہ بھی نہیں ملتا۔ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ یہ لوگ شریف جذبات کے حامل تھے انہوں نے اپنی
ترقی و عروج کے زمانے میں ان کاموں کے کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی جنہیں اچھا اور جائز...
کہا جاتا ہے"

ایک عرب سیاح اپنی کتاب "کتاب الاعلاق النفیسہ۔ جلد نمبر ۷ کے صفحہ نمبر ۱۳۵) پر رقمطراز ہے۔

ترجمہ :- "... اس کے ملحق الحدود ایک اور بادشاہ ہے جس کو گجر بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اس کے ملک میں عدل و انصاف اس قدر عام ہے کہ اگر سونا راستے میں ڈال جائے تو اس کے عدل کی وجہ سے لوگوں کو یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ کوئی اس سونے کو اٹھالے گا اس کی حکومت بہت وسیع ہے۔ عرب لوگ تجارت کیلئے اس کے پاس جاتے ہیں وہ ان پر احسان کرتا ہے اور ان سے مال خریدتا ہے اس کے عوام اور عرب لوگ سونے کے ٹکڑوں اور دراہم سے جنکو تاتری ([illegible]) کہا جاتا ہے اور جن پر گجر بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے سے لین دین کرتے ہیں ان کا وزن مثقال (کے برابر) ہے جب عرب ان سے خرید و فروخت کر چکتے ہیں تو گجر بادشاہ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوئی بدرقہ (محافظ دستہ) بھیجیں جو آپ کی سرحد تک پہنچا دے اور ہمارے مال کی حفاظت کرے۔ بادشاہ کہتا ہے میرے ملک میں کوئی چور نہیں ہے آپ (بلا خوف و خطر) چلے جائیں اگر آپ کے مال و متاع کو کوئی حادثہ پہنچے تو آپ مجھ سے لیں میں آپ کا ضامن ہوں ...." وغیرہ وغیرہ۔

سولھویں صدی عیسوی میں علامہ ابو الفضل "آئینِ اکبری" میں لکھتا ہے :-

ترجمہ :- "متعصب پیشہ افراد نے ہند (موجودہ بھارت و پاکستان) کو دار الحرب قرار دے کر اس سادہ لوح (محمود) کو شریف و نیک لوگوں کے مال و دولت لوٹنے کو ابھار دیا۔"

المختصر یہ گوجر شریف تھے یا بالفرض محال نہ بھی تھے مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ قومی دشمنوں کو مٹانے کی حکمت سے عاری تھے اور ملکی سیاسیات سے تو یہ بالکل ہی کورے تھے۔ اور آج بھی یہ خامیاں ان کی اولاد میں موجود ہیں۔

———— * ————

وضاحت طلب امور

وجہ تالیف:-

اس تاریخ گرجر کا مسودہ تیار کرنا میری ۲۰ بیس سالہ محنت کا نتیجہ ہے جسے میں نے شوقیہ ۱۹۳۳ء سے اکٹھا کرنا... شروع کیا تھا جبکہ میری عمر دس، گیارہ سال کی تھی۔ میرے وہم و گمان میں بھی کبھی زندگی میں یہ خیال نہ آیا تھا کہ میں اس مسودہ کو کتابی شکل دونگا۔ کیوں کہ مجھ سے پہلے کئی کتابیں گرجروں کے ضمن میں تاریخی حیثیت سے لکھی جا چکی تھیں اور لکھی جا رہی تھیں اور میں "پدرم سلطان بود" کہنے کے بجائے اپنی قوم کی ترقی و ترویج کیلئے عملاً کچھ کرنا چاہتا تھا اور اس کی خاص وجہ ناظرین کی سمجھ میں بخوبی آ سکتی ہے کہ جو شخص اپنی قوم کے شاندار ماضی سے واقف ہو چکا ہو کبھی بھی عملی میدان میں آنے کے خیال سے درگذر نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں اس کا صحیح طریقہ قوم میں مروجہ تعلیم کو جاری کرنا تھا مگر حالات نے خیالات و عمل کا راستہ ہی تبدیل کر دیا کیوں کہ ۱۹۴۷ء کے بعد اردو لغت مطبوعہ فیروز سنز میں لفظ گوجر کے معنی گوالا اور دشمن مورخین اس قوم کو گھٹیا ذات لکھنے لگے اور کسی طرف سے بھی اس کا تدارک نہیں کیا گیا۔ جذبات کی رو میں بہنے کے بجائے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ قوم کی اس سوئی ہوئی قومی غیرت و حمیت کو بیدار کروں جو ہمیں بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے۔ اور مجھے اپنی زندگی کے واقعات ایک ایک کر کے یاد آنے لگے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس قوم میں میرے پردادا چودھری نادر علی چوہان (جنکی گود میں میں نے پرورش پائی) جیسے غیور اور خوددار سردار ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے جو ملک کے کسی کونے میں بھی اپنی قوم کی بے عزتی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حالانکہ وہ زمانہ ایک غیر ملکی قوم کی حکومت کا دور تھا۔ مگر ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر گوجر قومی جذبات میں سرشار تھا۔ ان بزرگوں کی داستانیں مجھے یاد آنے لگیں۔ ۱۹۳۷ء میں شہر سہارنپور میں ماسٹر روپی ایکٹر نے رانا پرتاپ کا ڈرامہ اسٹیج پر کھیلا۔ جب یہ منظر آیا کہ رانا نے اکبر کو صلح کا خط لکھا تو دو گوجر سردار (ایک ہندو دوسرا مسلمان) پستول نکال کر کھڑے ہو گئے اور بآواز بلند کہا "رانا نے کوئی خط نہیں لکھا تھا بکواس بند کرو" تو سامعین بمعہ انگریز کمشنر ہال چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ واقعہ بھی مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ

سینکڑوں میل سے ایک گوجر تنِ تنہا چل کر ایک دوسرے گوجر کی بے عزتی کا بدلہ لے کر کے واپس چلا گیا تھا مگر ہمارے اور دادوں کے درمیان کی پیڑھی (ولیشت) اپنی قومی دلیری کو چھوڑ کر اپنی ثقافت بھی بھول گئی۔ بزرگوں پر مذہب کی آڑ میں اعتراض کرتے ہیں قومی قاتل کو دوست کہتے ہیں اور دوست کو دشمن۔ ذرا سے لالچ میں اپنی حقیقی بھائی کا گلا کاٹ دیتے ہیں۔ دو پیسے والے اور دو حروف والے غیر قوم کے آدمی کے ساتھ ہماری قومی بہنوں کی شادیاں کر رہے ہیں۔ قوم کے رہبر بنتے ہیں مگر قوم کو ایسے زوال کی طرف دھکیل دیا جہاں ہماری قوم صدیوں کی غلامی میں بھی نہیں پہنچی تھی۔ اس تاریخ کو مرتب کرنے سے پیشتر میں بہت سے علاقوں میں گھوما اور میرا سر فخر سے اونچا ہو گیا کہ گوجر خون ابھی زندہ ہے۔ بہت سوں نے مجھے اعلانیہ کہا "میاں... ہم تو ایسے لوگوں میں بھی رشتہ داری کو پسند نہیں کرتے جو گوجر قوم سے ہوتے ہوئے قومی غیرت سے خالی ہیں کجا دوسری قوم —— کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں "ہم پہلے مسلمان ہیں بعد میں گوجر"۔ یہ جملہ بندر کے ہاتھ میں آگ دی گئی ہے ورنہ جو شخص اپنے باپ کے خون سے پیدا شدہ اپنے بھائی کیلئے کچھ نہیں کر سکتا وہ کسی مذہب کی کیا خدمت کرے گا۔

گذشتہ سطور میں یہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ میری ابتدائی پرورش کن ہاتھوں میں ہوئی لہٰذا ان مندرجہ بالا موجودہ حالات نے مجھے بے چین کیا کہ ان لوگوں کو جو قومی غیرت و حمیت رکھتے ہیں مگر موجودہ مادیت پرستی اور مروجہ غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔ تاریخ گوجر لکھ کر نوکِ شمشیر نہ سہی نوکِ زبان تو عطا کر دوں کہ زبان ہی دراصل خیالات کی ترجمان ہوتی ہے اور دوسروں کی ہمدردی و جماعت بندی حاصل کرتی ہے اور خیالات ہی زندگی کی جدوجہد میں عمل کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

علاّمہ اقبال کا فرمانا ہے کہ:- بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

ملت میں اپنے کو گم کرنا بُرا نہیں بشرطیکہ ہمارا اعزاز ختم نہ ہو بلکہ ہم آسمانِ ملل میں.... سورج بن کر چمکیں اور یہی سورج دنشی ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

یہ تاریخ میں نے آزادی کے دور میں آزادانہ ماحول میں تحریر کی ہے۔ میں قدرتاً اس نہج سے سوچنے پر مجبور ہوں جس طرح عرب، ترک یا دوسری مسلم زندہ قومیں۔ لہٰذا میں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تاریخ سابقہ گوجر تواریخ (جو انگریزوں کے عہدِ حکومت میں لکھی گئیں) سے طرزِ تحریر

نوٹ:- تضاد و اختلاف کی صورت میں اسی تاریخ کے حصص سے استفادہ کیجئے۔

میں اپنی نوعیت بالکل جداگانہ رکھتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ ہم چنیں دیگرے نیست میں نے گرجر تاریخ کے عظیم سمندر میں غوطہ لگا کر صرف چند موتی تحریر میں پروئے ہیں۔ چنانچہ مجھے اپنی عاجزی و کم مائیگی کا اعتراف ہے۔ (حصہ سوم صفحہ ۶۹ سطور ۱۳ تا ۱۶ منسوخ ہیں۔

یہ تاریخ پانچ حصوں میں شائع کی گئی ہے۔ یہ وضاحت طلب امور دراصل حصہ چہارم کے جز ہیں۔ تاریخی مضامین کی ترتیب و تدوین بیک وقت عمل میں آئی تھی اور الگ الگ خطاط کو یہ حصے بغرض کتابت ایک دم دیئے گئے تھے جس کاتب کو پہلا حصہ کتابت کرنے کیلئے دیا گیا تھا وہ چند ماہ بعد بیمار ہو گئے اس لئے یہ حصہ دوسرے حصوں سے چند ماہ بعد انہیں کاتب صاحب کے ہاتھوں مکمل ہوا۔ میں نے اس تاریخ کے شروع کرنے سے پہلے بذریعہ قومی اخبار "گوجر گزٹ" اعلان کیا تھا کہ قومی حضرات اپنے شجرہ ہائے نسب اور دیگر حالات راقم کو بھیجیں۔ جن صاحبان نے بھی... مجھے اپنے طویل یا مختصر شجرے بھیجے ان کو میں نے ازخود تاریخی تحقیق کر کے چوتھے حصے میں شامل کر لئے ہیں۔ تھوڑے دن ہوئے لاہور میں قیام کے دوران مجھے ایک قبلہ معزز حافظ صاحب نے... شکایت کی کہ آپ نے انگریزی تعلیمیافتہ اور سرکاری ملازمین کے نام دیتہ جات و شجرہ جات وغیرہ اپنی تاریخ میں زیب قلم فرمائے ہیں مگر مذہبی لوگوں کا تذکرہ نہایت مختصر ہے!! سو اس بارے میں عرض ہے کہ بھارت و پاکستان کا کوئی گرجر اس ضمن میں بفضل خدا مجھ سے شاکی نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ میں نے ہر شخص کا تعاون بلا لحاظ مذہب و ملت و ملک اپنے لئے قابل فخر سمجھا اور جن لوگوں نے مجھے معلومات بہم پہنچائیں یا تاریخی دستاویزات میرے حوالے کیں میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ اگر کوئی مشہور ہستی یا خاندان رہ گیا ہو۔ تو اپنی عدم واقفیت کی بناء پر معذرت خواہ ہوں اور ان لوگوں سے بری الذمہ ہوں جنہوں نے بذات خود کوئی دلچسپی نہ لی۔ ہمارے مذہبی بزرگوں کو چاہیئے کہ وہ قوم کو اپنے سے جدا نہ سمجھیں پھر دیکھیئے قوم ان سے کس قدر عقیدت کا ثبوت دیتی ہے اور میرے جیسا شخص تو متمنی ہی اس بات کا ہے کہ اپنی قوم کی امامت میں نماز پڑھے۔

چوتھے حصے میں "حالاتِ حاضرہ" کے تحت موجودہ ہستیوں کے اسمائے گرامی کے ساتھ اعزاز "رانا" تحریر کیا گیا ہے یہ میری اپنی ایجاد نہیں ہے بلکہ یہ اعزاز قدیم گرجر دیش یعنی موجودہ راجستھان اینڈیل کھنڈ اور وسط ہند میں عموماً گرجروں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ مجھے تسلیم ہے کہ اُتر پردیش (یو-پی) اور پنجاب میں گرجر حضرات اپنے ناموں میں

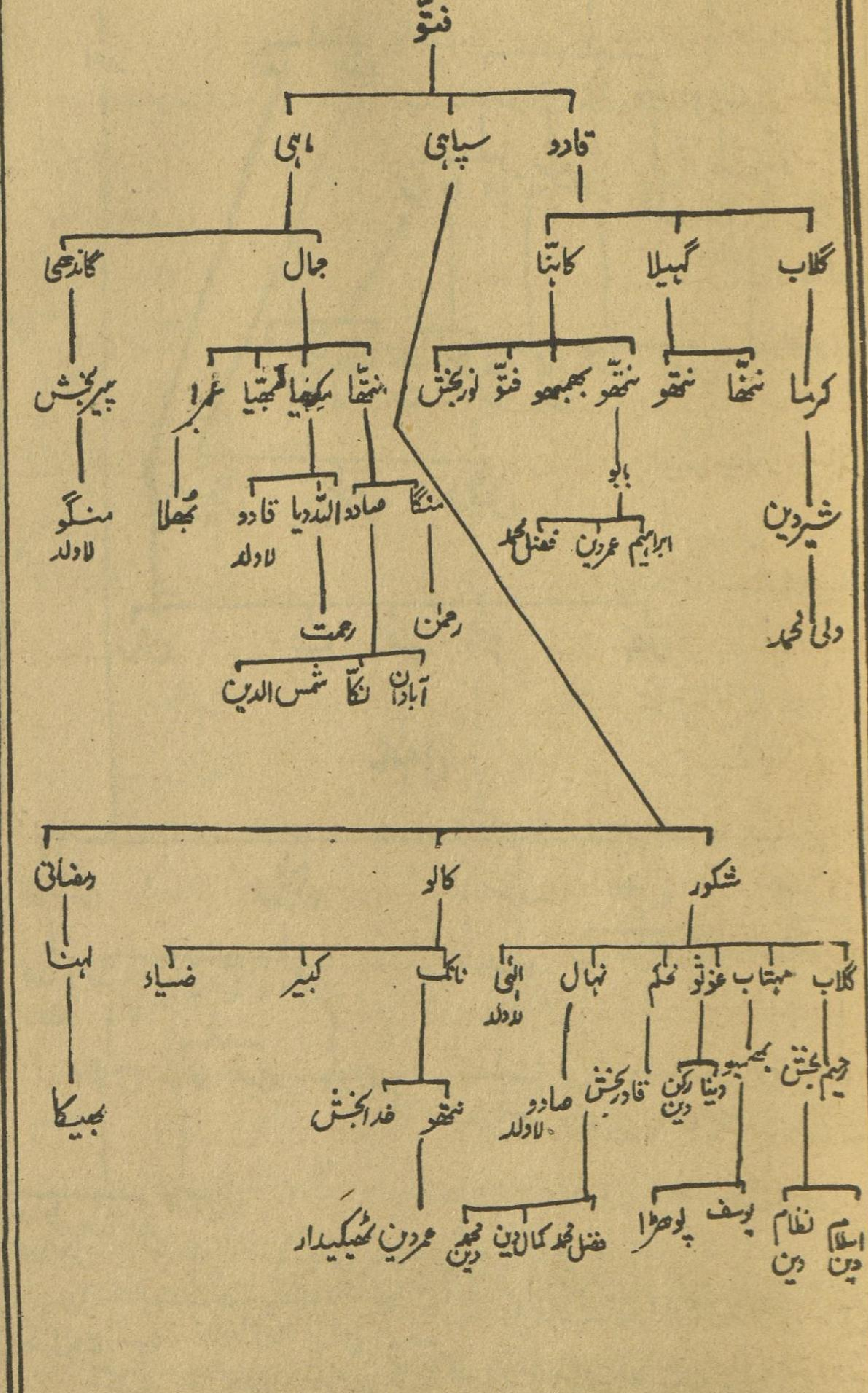
(۱) حصہ دوم و پنجم سے اس ضمن میں استفادہ حاصل کیجئے۔

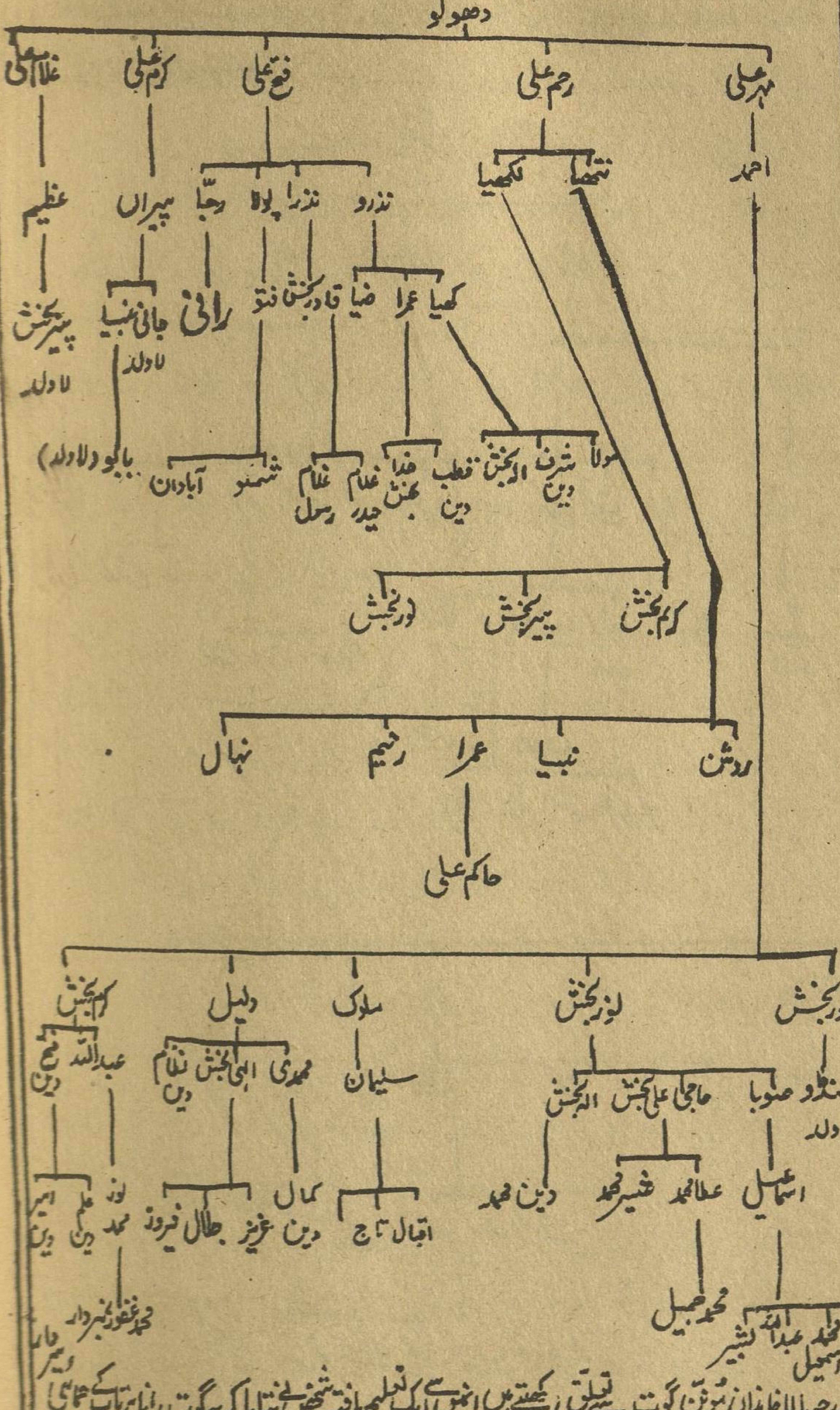
عموماً لفظ چودھری استعمال کرتے ہیں۔ مگر لفظ چودھری بہت سی قوموں کا لقب ہے۔ اور ہر محلہ وگلی وگاؤں کا چودھری ہوسکتا ہے۔ مگر لفظ رانا بلا شرکت غیرے صرف گوجر قوم کا لقب ہے۔ اور ملکی تواریخ میں یہ اعزاز صرف گوجروں کے لئے مخصوص رہا ہے۔ جن کے حوالے جات، اصلی عبارات بمع قدیم رسم الخطی حصّہ پنجم میں دیئے جا چکے ہیں جن کا اعادہ یہاں کرنا بے محل ہے۔ اس نکتہ کی طرف میری توجہ معزز وکیل مشہور ہستی عالیجناب رانا ولی محمد صاحب گوجر نے مبذول کرائی جب کہ میں عالیجناب رانا بشیر احمد صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل بی (سابق ساکن ڈیرہ بسی ضلع انبالہ) کی صاحبزادی کی شادی میں لائل پور گیا ہوا تھا۔ وکیل صاحب موصوف نے فرمایا کہ راجپوت بھی اپنے کو رانا کہتے ہیں، سو اس بارہ میں عرض ہے کہ "سید" تو اولاد فاطمہؓ ہی کو دنیا جانتی ہے ویسے آجکل قادیانی فرقہ کے پیشوا اور ان کی اولاد بھی سید کہلانے لگی ہے۔ سابقہ سیدوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے کو سید نہ کہیں۔ اسی طرح اگر کوئی غیر گوجر اپنے کو رانا کہتا ہے تو کہنے دو ہم اپنے قومی لقب کو کیوں چھوڑیں۔

ہماری بہت سی قومی روایات اب تک کم از کم مستورات بچائے ہوئے ہیں جب گوجری ماں اپنے بیٹے کو بچپن میں مخاطب کرکے کہانی سناتی ہے تو کہتی ہے مثلاً "او بیٹے رانے! ایک چڑیا کے دو بچے تھے جب وہ مرنے لگی تو اس نے اپنے شوہر سے قسم لی کہ وہ دوسری شادی نہ کرے۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ"۔۔۔ اسی طرح گوجری بہن اپنے کمسن چھوٹے بھائی کو۔۔ کہانی سناتی ہوئی کہتی ہے "او بھائی رانے! خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ادھر سے ایک جوگی آیا اور اس نے راجا کو دعا دی کہ جا تو دودھوں نہلائے گا اور پوتوں کھیلے گا۔۔۔" وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح باپ اور بھائی بھی اپنی بیٹی یا بہن کو آجتک گوجروں میں "بی بی رانی" کہتے ہیں یو۔پی اور پنجاب کے کئی گوجر حضرات کو میں جانتا ہوں۔ وہ میری پیدائش سے بھی پہلے سے رانا کہلاتے ہیں۔ مثلاً رانا محمد یوسف صاحب (ساکن کوٹ ننکے ہوٹلکیانہ خاص گوجرانوالہ) ان صاحب کا نام بہت کم لوگ جانتے ہیں اور یہ صرف رانا کے لقب سے ہی زیادہ مشہور ہیں۔ اسی طرح پنجاب میں کئی گوجر مستورات کے نام ہی رانی ہیں (اصلی نام کا خود ان کو بھی پتہ نہیں ہے) جن میں سے دو کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

یہ دو شجرے اور مثالیں محض اختصار کی وجہ سے دیئے جا رہے ہیں ورنہ ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ سابقہ موضع فتح پور تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور میں دو حقیقی بھائی نتو اور

دھونو آج سے تقریباً پونے دوسو سال پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کی اولاد کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

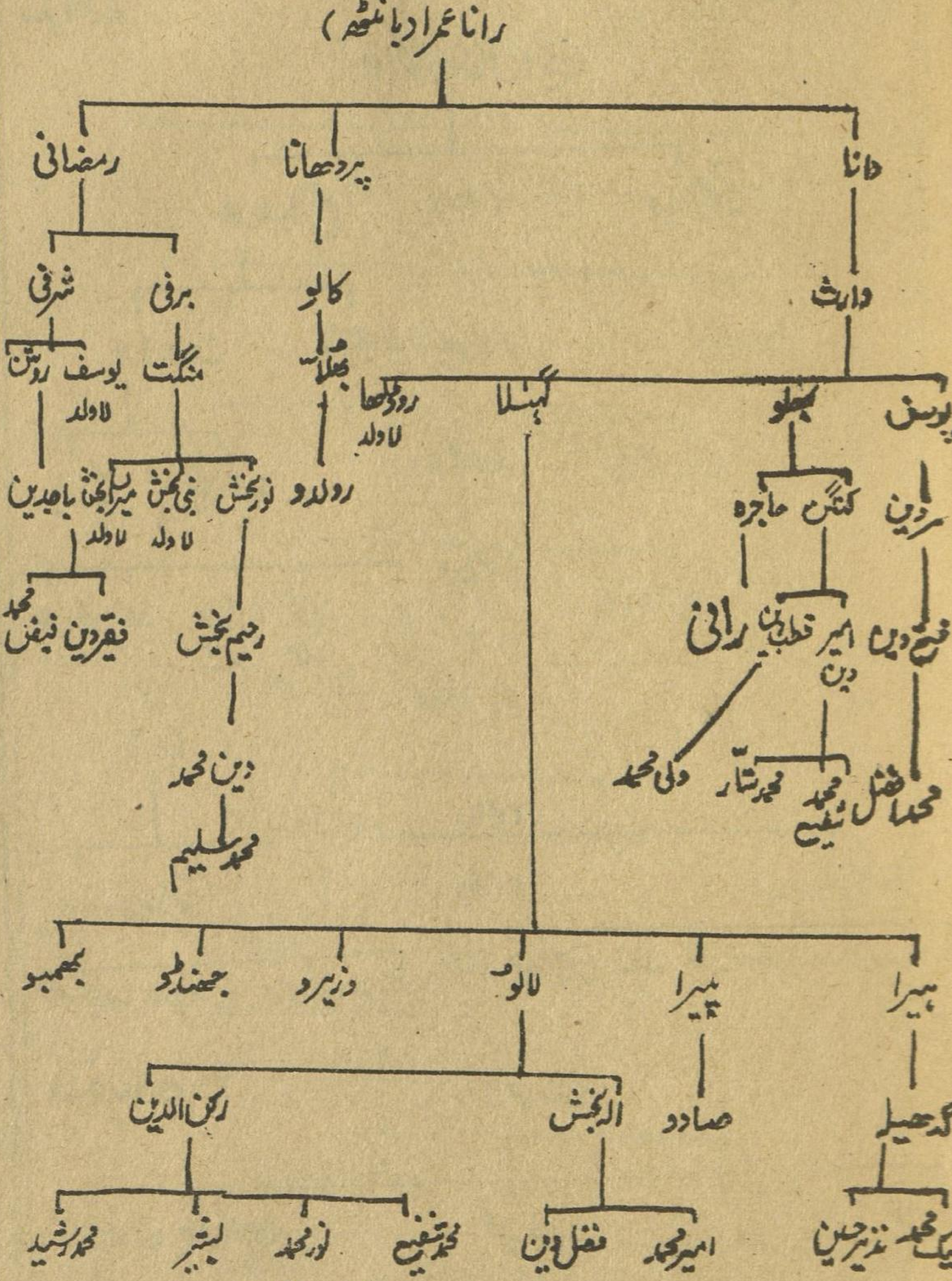




مندرجہ بالا خاندان مُونّن گوت سے تعلق رکھتے ہیں انمیں سے ایک تعلیم یافتہ شخص نے بتایا کہ یہ گوت راناپرتاپ کے کماسی متا کی اولاد ہے۔ رجّا کی لڑکی کا نام رانی ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد سے دھولو اور فتو کی اولاد چک نمبر ۱۳۵ جنوبی ضلع سرگودھا میں آباد ہے۔

موضع سرتھلی ضلع ہوشیارپور میں بانٹھ گوت کے گرجر سردار رہتے تھے ان کے ایک جدامجد رانا عمرا کی اولاد کا شجرہ حسب ذیل ہے۔



محترمہ حاجرہ بی بی کی شادی موضع صدرپور تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور میں بجاڑ گوت کے چودھری منگتو سے ہوئی تھی جن کی صاحبزادی کا نام رانی ہے۔ رانی کا شوہر.. محمد اقبال محکمہ ریشم حکومت پاکستان میں ملازم ہے اور محمد اقبال کا بھائی اسی محکمہ میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہے۔ یہ لوگ چک ۲۷۹ ای۔بی تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری میں آباد ہیں۔ چودھری رولدو ایک مخیر و نیک دل انسان ہیں انکی اولاد فوت ہو گئی ہے۔ شفیع پسر امیر دین چک ۲۷۹ ای۔بی میں اصلاحی کمیٹی کے سکرٹری ہیں۔

بقیہ جات تاریخ گرجر حصہ پنجم - !

صفحہ ۵۴۶

(۴۱) ملّاں کمال الدین
- ملاں عبدالرحیم (۴۲)
  - جمال الدین (۴۳)
    - بارو خاں (۴۴)
      - خان محمد (۴۵)
      - محمد دین المعروف امام دین
        - سردار بلند علیخاں (۴۶)
          - محمد ایوب (۴۷)
          - محمد یونس
          - محمد یوسف
          - محمد فرید
        - سردار محمد یان خاں
          - زین محمد
          - عبدالرحمٰن
          - دریمن
          - محمد نعمان
          - ملک امان
          - عالیشان
      - نظام دین
      - کرم دین
      - رام دین
    - جیون خاں
  - امام جی
- عبدالرحمٰن

صفحہ ۵۴۷

راج محمد خاں
- کمال الدین
- جمال الدین
  لاولد
- فقیر محمد
  - دین محمد
    - غلام رسول
    - فضل الرحمٰن
    - محمد اشرف
    - محمد یعقوب
      - داؤد
      - مسعود
      - محمود
      - جاوید
      - طارق
  - اللہ دین
    - محمد ایوب
      - یوسف
    - عبدالقیوم
    - محمد یوسف
    - یونس
    - اسحٰق
    - اسمٰعیل
    - امین
    - خالد
- کالو خاں

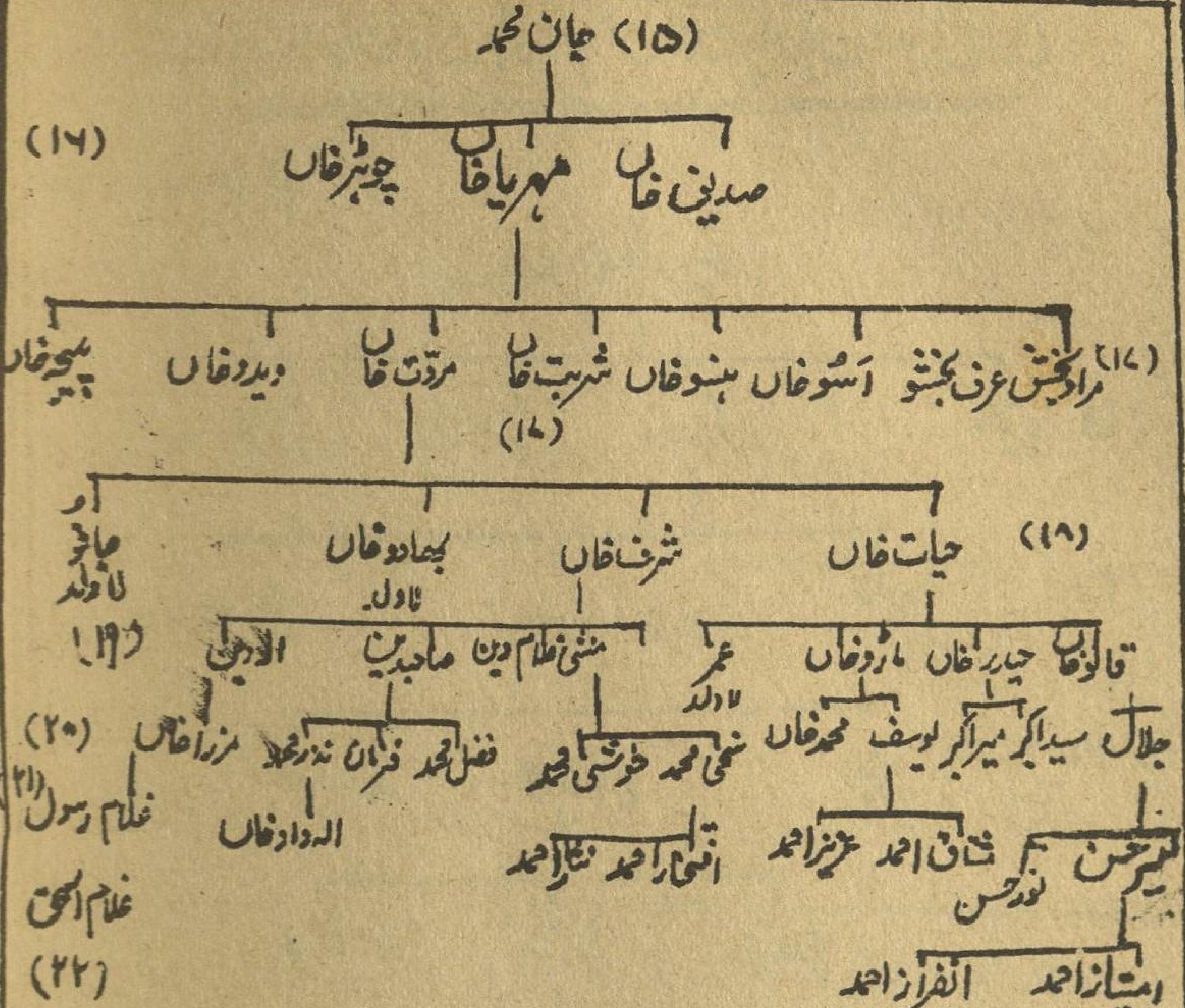
نسب نامہ خاندان بوکن پنوار ساکن موضع چارہان تحصیل مری

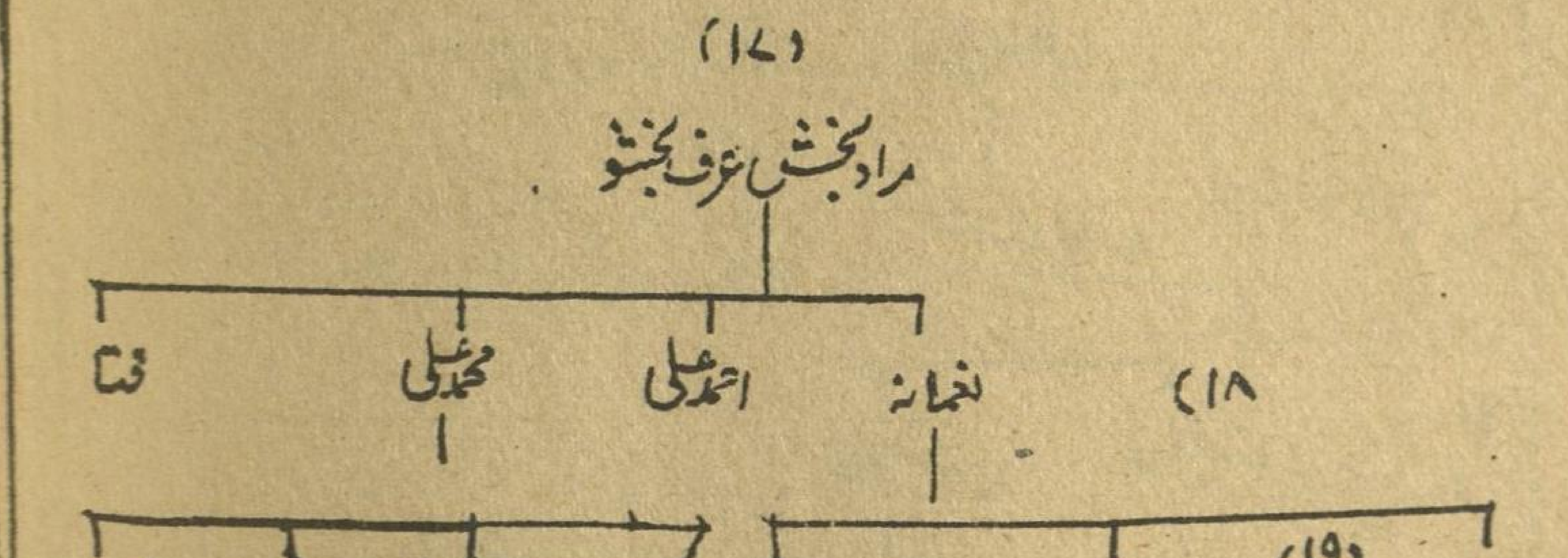
بقیہ صفحہ ۵۲۸ حصہ پنجم

(۱) راجہ جگدیو پنوار

(۲) رانا ہیکل رائے — رانا ناہر رائے — راجہ بوکن — وغیرہ

- راجہ بوکن:
  (۳) راو بھوردیو — ہنس راج — وغیرہ
  - ہنس راج:
    (۴) بھاگ راج — راجہ رامدیو — وغیرہ
    - راجہ رامدیو:
      (۵) راجہ گنام دیو — منام دیو — ویسلدیو
      - منام دیو:
        (۶) راجہ جوان (یہ راجہ مسلمان ہوا)
        - راجہ جوان:
          (۷) حسن خاں — مصری خاں
          - مصری خاں:
            (۸) شمشیر خاں
            - شمشیر خاں:
              (۹) قادر بخش — خدا بخش
              - قادر بخش:
                (۱۰) وغیرہ — پاکرا خان — فقیر احمد مصری
                - پاکرا خان:
                  (۱۱) ایوب خاں — تیو پہنخاں
                  ننکوٹ چلے گئے جہاں انکی اولاد موجود ہے
                - فقیر احمد مصری:
                  (۱۱) جبو خاں — ×
                  - جبو خاں:
                    (۱۲) سلو خاں
                    - سلو خاں:
                      (۱۳) لدو خاں — گجر خاں
                      - لدو خاں:
                        (۱۴) درگاہی خاں — وغیرہ
                        - درگاہی خاں:
                          (۱۵) جہاں محمد — بانی — وغیرہ

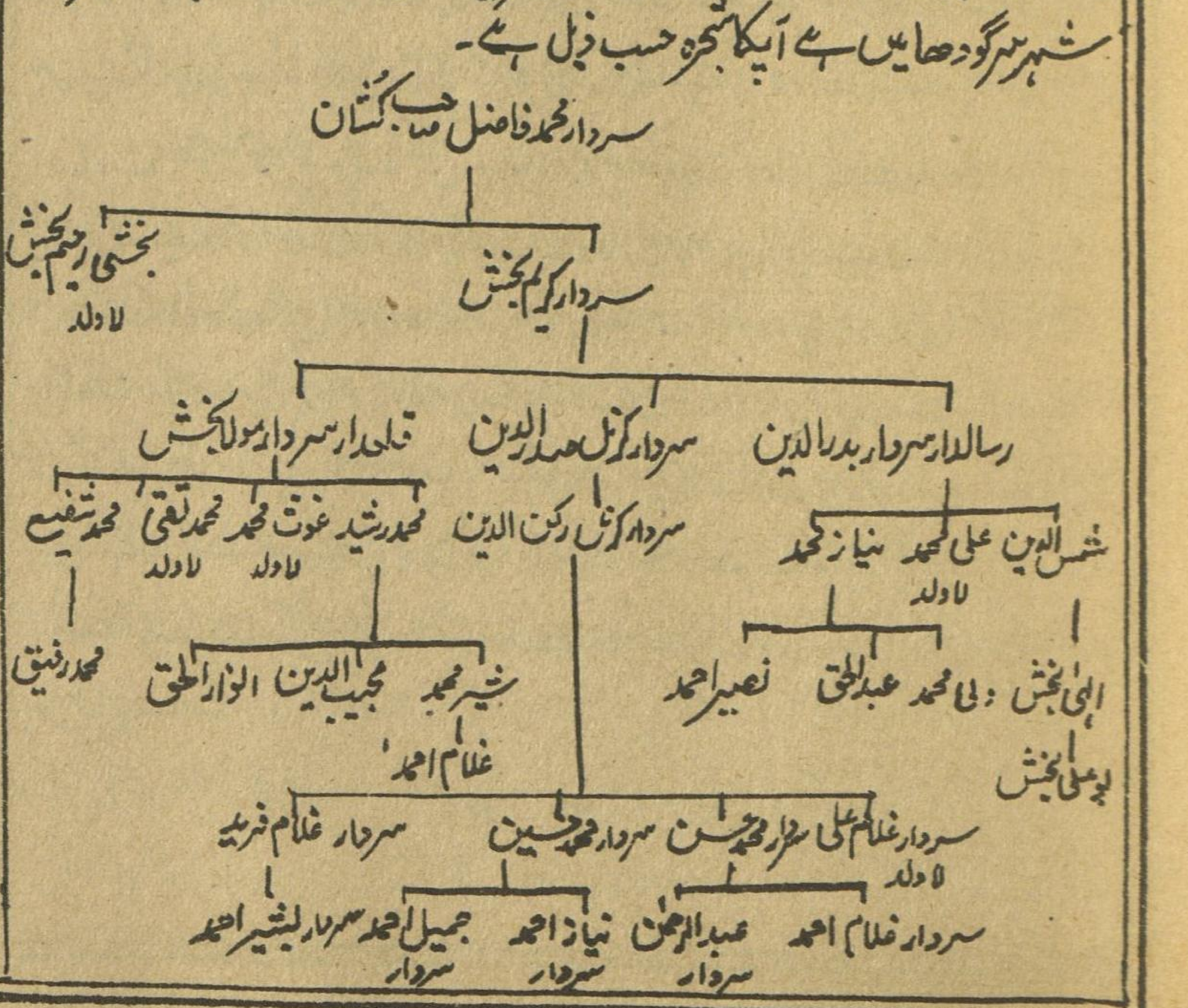




نوٹ:- مہریا خاں کی اولاد اب مہریال بھی کہلاتی ہے۔ مارڑو خاں کے صاحبزادے چودھری محمد یوسف صاحب کنٹریکٹر کے لڑکے رانا مشتاق احمد صاحب "مشتاق ٹرانسپورٹ" کے مالک ہیں۔ منشی غلام دین کے صاحبزادے سخی محمد صاحب محکمہ تعلیم میں مدرس ہیں۔ غلام قادر صاحب کے بیٹے چودھری برکت اللہ صاحب معزز ہستی ہیں آپ موضع مذکور میں "سواگیالے" گوت کے گوجر بھی زمانہ قدیم سے آباد ہیں۔

گھبیل کے گوجر سرداران

علاقہ پٹیالہ میں گوجروں کا ایک خاندان کئی پشتوں سے صاحب عزت تھا ان کی سکونت کی جگہ اس ریاست میں گھبیل کہلاتی تھی۔ اسی مناسبت سے یہ "سرداران گھبیل کہلاتے تھے ورنہ یہ خاندان دراصل گُستان گوت سے تعلق رکھتا ہے۔ ضلع رہتک میں اس گوت کے پانچ گاؤں تحصیل سونی پت میں آباد تھے جو کستالوں کی گرھیا کہلاتے تھے۔ ان میں سے ایک گرھی گلاموں سے اٹھارویں صدی میں ایک سردار بمقام محلاں ضلع برنالہ میں وسیع.. اراضی پر قابض ہوئے اُن کا نام سردار نگاھیسہ گُستان تھا۔ ان کے لڑکے سردار محمد فاضل ہوئے جنہوں نے بہادری میں بڑا نام پیدا کیا اور محلاں کی سکونت ناپسند کر کے گھبیل کے علاقہ میں سرداری قائم کر لی جہاں ان کی اولاد ۱۹۴۷ء تک صاحب اقتدار رہی اور وہاں یہ اوّل درجہ کے ریاستی رؤساء میں شمار ہوتے تھے اور ان کے قبضے میں سوا لاکھ بیگہ زمین بطور ذاتی ملکیت تھی۔ یوں تو آجکل اس خاندان کو مختلف جگہوں پر پاکستان میں زرعی زمین الاٹ ہوئی ہے لیکن اس خاندان کے سردار غلام فرید صاحب کی رہائش بلاک نمبر ۳... شہر سرگودھا میں ہے آپکا شجرہ حسب ذیل ہے۔



تاریخ کی اہمیت

دنیا کے علوم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
(۱) اظہر (۲) غیر اظہر DIVINE AND UNDIVINE

اظہر وہ علوم ہیں جن پر کسی کا اختلاف نہیں ہے اور ان کی افادیت سب کے لئے یکساں ہے مثلاً ریاضی و سائنس یعنی علوم تجربہ وغیرہ۔ غیر اظہر وہ علوم ہیں جن پر ہر شخص الگ الگ رائے رکھتا ہے مثلاً سیاست فنونِ لطیفہ، رقص و سرود موسیقی وغیرہ۔۔ علم التاریخ کا استعمال ہر زمانے میں اپنے مفاد میں کیا گیا ہے اس ذہنیت نے علم التاریخ کو غیر اظہر کے زمرے میں شامل کر دیا ہے مگر جس طرح علم جغرافیہ کی ایک شاخ یعنی طبعی جغرافیہ اظہر ہے اسی طرح تاریخی واقعات جو کسی ایماندارانہ لکھے ہوں وہ اظہر ہیں۔ تاریخ کی افادیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تمام۔۔۔ علوم کی ابتداء و انتہا کی داستانوں کو یہ محفوظ رکھتی ہے چونکہ انسانوں کا طبعی رجحان جدا جدا ہے اس لئے تواریخ میں مختلف جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ صوفی منش مورخ اپنی قومی تاریخ میں صوفیاء متصوفین کے حالات پر زور دیتا ہے۔ سچے مذہبی مورخ اپنی قومی تاریخ میں اپنی قوم کے تمام مذاہب سے دلچسپی لیتا ہے جوشیلا مورخ جنگی کارناموں کو شد و مد سے بیان کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس تاریخ کے ضمن میں ایک بات خالی از دلچسپی نہیں ہے کہ اس کا طرز تحریر زمانہ کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ کبھی یہ سرفروشانہ جذبہ میں لکھی جاتی ہے اور کبھی اس میں دوسری مفتوح قوموں کی تذلیل و اہانت فخریہ انداز میں بیان کی جاتی ہے اور جب فاتح قوم کا زوال ہوتا ہے تو وہ انتقام سے بچنے کیلئے فرضی احسانات مفتوح قوم پر جتانے لگتی ہے۔ اس قسم کے جذبات و حالات سے تواریخ عالم بھری پڑی ہیں۔ ایک قومی مورخ کو قومی جذبات سے عاری نہیں ہونا چاہیئے ورنہ اس کی تاریخ نویسی سے کوئی فائدہ نہیں اور وہ دوسری قوم کا تقدس و غلبہ اپنے ذہن میں بٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ صحیح تواریخ میں عوام و خواص کے حالات، غریبوں کی جھونپڑیوں سے لے کر اونچے محلوں تک کی داستانیں رہبروں کی نصیحتیں، جنگوں میں دلیری کے نقشے اور تہذیب و تمدن کی روشنی ہوتی ہے جن سے گھر بیٹھے ہم عبرت حاصل کر سکتے ہیں اور دنیا کے سابقہ تجربات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی لئے اکثر اہلِ علم نے گذشتہ حالات لکھ کر انسانوں کو ترقی اور تہذیب کے بامِ عروج پر پہنچایا ہے۔

* * *

قومی تاریخ

مورخوں سے قطع نظر مذہبی کتب بھی تاریخ کی آئینہ دار ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ افلم یسیروا فی الارض

فینظروا کیف عاقبۃ الذین من قبلھم یعنی کیا تم نے دنیا کی سیر نہ کی تاکہ ان آثار تاریخی نشانات سے تمہیں پتہ چلتا کہ تمہارے اسلاف کا کیا انجام ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا یعنی انہوں نے اطراف عالم میں سیاحت کیوں نہ کی تاکہ ان کے دلوں کو دانائی اور کانوں کو شنوائی نصیب ہوتی۔ تیسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدء الخلق ثم اللہ ینشی النشاۃ الاخیرہ الخ

یعنی اے نبی ﷺ ان سے کہہ دو کہ دنیا کی سیر کرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی پیدائش کس طرح شروع کی پھر آئندہ بھی اللہ ہی تمہاری نسل کو پیدا کرے گا" قومی تاریخ نہ صرف جاننے کا حکم ہے بلکہ اپنے کلام مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی قوموں کے حالات بیان فرما کر انسانوں کو ان کے تجربات بھی بیان کئے ہیں۔

المختصر ہر قوم و فرد کے لئے تاریخ کا جاننا ضروری ہے بجز اس بدبخت قوم کے جس کی آنکھیں ہوں مگر بینائی سے محروم، کان بھی ہوں مگر سماعت سے عاری۔

نسبی شرافت

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

یعنی ہم نے تمہیں شعوب (گوتوں) اور قبائل (ذاتوں) میں تقسیم کر دیا تاکہ تم باہم آشنا ہو جاؤ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے" اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قوموں اور قبائل کا وجود عین خدا کی مرضی کے مطابق ہے اور کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں ہے اس کے نزدیک ہمارا تقویٰ ہی قابل قبول ہے اور یہ قوموں کی تقسیم محض اس وجہ سے ہے کہ ہم یگانہ و بیگانہ یعنی دوست و دشمن میں تمیز کر سکیں۔ قوموں کے وجود قائم رکھنے میں۔۔۔ قدرت کا منشاء تقویٰ کا بھی بہت بڑی حد تک پورا ہوتا ہے چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس اس دنیا میں بسنے والی قومیں اور قبیلے ذہنی، روحانی اور جسمانی نشو و نما۔ تمدنی۔ اخلاقی اور مذہبی خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے سے شانِ امتیاز رکھتے ہیں۔ تجربہ بھی امر واقعہ ہے کہ ان خاندانوں، قبیلوں اور قوموں کی اولادیں جن کے اجداد و اسلاف علم و فضل۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ دیانت و امانت۔ عصمت و عصبیت۔ غیرت و حمیت۔ شجاعت و وجاہت

حکومت و سلطنت۔ اثر و اقتدار اور دیگر فضائل سے متصف رہے ہوں ان قوموں سے فوقیت رکھتے ہیں جن کے آباد اجداد جہالت و جاہلیت میں رہے ہوں بلکہ جیسا کہ ماہرین... نفسیات نے بہ دلائل ثابت کیا ہے کہ اجداد کے کیریکٹر اوصاف و فضائل نیز اپنے بزرگوں کے اخلاق و اطوار کا کچھ نہ کچھ حصہ ان کی اولادوں میں نسلاً بعد نسلاً بطور ورثہ کے پہنچتا ہے اور اسی طرح باپ دادا اور اپنے بزرگوں کی شکل و جسمانی ساخت کی مشابہت ان کی اولاد میں عام طور سے پائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الناس معادن کمعادن الذھب والفضة خیارھم فی الجاھلیة وخیارھم فی الاسلام یعنی سونے اور چاندی کی طرح انسانوں کے بھی معادن (کانیں) ہوتے ہیں۔ جو شخص (بہ لحاظ شرافت نسبی) زمانہ جاہلیت میں بہتر ہے وہ عہد اسلام میں بھی بہتر ہے (یہ حصہ اوّل تاریخ ہذا ہمارے قبل از اسلام عہد کی آئینہ دار ہے اور ہر گوجر بجا طور سے بغرض اصلاح اس پر فخر کر سکتا ہے) اور یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ جو فرق سونے چاندی، پیتل اور لوہے وغیرہ میں ہے بلکہ جو... فرق ایک ہی دھات میں مختلف کانوں میں سے نکلنے کی وجہ سے ہوتا ہے وہی فرق اقوام عالم میں بھی ہوتا ہے۔

نسلی اختلاط نسلی اختلاط کے معنی دو مختلف قوموں کے درمیان ازدواجی تعلقات (شادی بیاہ) کو کہتے ہیں۔ نسلی اختلاط کا اثر جسمانی خصوصیات کے علاوہ افرادِ قوم کے عادات و خصائل پر خاص طور سے پڑتا ہے۔ جس طرح جانوروں اور پرندوں کی مختلف اقسام کا میل کر کے نئی نسلیں پیدا کی جاتی ہیں یا پھل دار درختوں اور پودوں میں جوڑ (قلمیں) باندھ کر ان کی جدید قسمیں تیار ہوتی ہیں اور اس وجہ سے نہ صرف پھلوں کی جسامت اور رنگ و بو ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے بلکہ... خصوصیات بھی بدل جاتی ہیں اسی طرح دوسری قوموں میں شادی بیاہ کرنے سے آئندہ نسلوں کی خصلتیں بدل جاتی ہیں اور وہ قوم ہی رفتہ رفتہ تاریخ سے معدوم ہو جاتی ہے

مسئلہ کفو اس بنا پر اسلام میں کفو کا مسئلہ بقائے شرافت اور اور حسنِ معاشرت کیلئے مفید مسئلہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کفو میں شادی بیاہ کرو چنانچہ اس مسئلہ پر حدیثیں شاہد و ناطق ہیں اور علمائے اسلام ہمیشہ اسی بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ وہ خاندان آپس میں شادی

بیاہ کریں جو تمدنی و معاشرتی و قومی لحاظ سے ایک ہوں۔

فخر نسب فخر نسب کے متعلق بھی اجمالاً یہاں کچھ بیان ہوجانا ضروری ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ دنیا کے تمام انسان تخلیق کے لحاظ سے اعضائے یکدیگر اور آفرنیش کے اعتبار سے "یک جوہر" ہیں۔ خدا کے نزدیک تمام آدمی اس کے بندے ہیں اور ارشاد نبوی ہے الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب یعنی تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے۔ اب رہا خاص فخر نسب کا مسئلہ۔ یہ بھی مثل دیگر معاملات کے نسبتی ہے یعنی یہ کہ اس میں سوال نیت اور موقع و محل کا ہے۔ اگر نیت بخیر اور فخر برمحل ہو تو عین صواب اور خیر محض، ورنہ بزرگوں کی استخواں فروشی اور پدرم سلطان بود کی رٹ ہے۔ مثال کیلئے خود آنحضرت صلعم کا عمل شریف ہمارے سامنے ہے۔ حضور نے اپنے نسب شریف پر بار بار مختلف عنوان سے مختلف مقامات پر فخر فرمایا ہے چنانچہ جنگ حنین میں آپ کے اس ایک جملے نے لشکر اسلام کے انتشار و انہزام کو جمعیت و قوت سے بدل دیا۔ وہ یہ صدا تھی انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ اگر فخر نسب کا آخری نتیجہ نکلتا ہو کہ خود کو یا دوسروں کو بہادری و نیک کاموں کی رغبت ہو تو یہ عمل بلاشبہ ایک پیغمبرانہ عمل ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ قومیں جن کو اپنے آباء و اجداد کے قصے مطالعہ کرنے کے بعد نیک کاموں اور قومی بھلائی کی توفیق ملے۔ اگر کسی ایک فرد واحد کی رگ حمیت میں حرکت پیدا ہو اور اس تاریخ کو پڑھ کر اس میں قومی جذبہ اور جوش عمل پیدا ہوجائے، تو ہم بے اختیار کہیں گے نازم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم وما توفیقی الا باللہ۔ بزرگوں کے حالات بیان کرنے سے ہمارا مقصد فخر بیجا و تعلی ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں عمل پیرا ہونا ہے بقول مولانا نظامیؒ ؎ بلندی نمودن در افگندگی

فراہم شدن در پراگندگی

اور نسب کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ اور وہی ذات اللہ ہے جس نے بشر کو پانی سے پیدا کیا پھر اس نے اس کیلئے نسب اور سسرال بنائے اور تیرا رب قدیر ہے (سورہ فرقان آیہ ۵۵)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنی اصلیت کو چھپائے اس کیلئے سخت سزا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا تم اپنے باپ دادوں سے نہ پھرو پس جو کوئی اپنے باپ دادوں سے پھرا اس نے کفر کیا۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہاے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

جملہ حقوق محفوظ

حصہ دوم

تاریخ گرجر

مولف

علی حسن چوہان گرجر (گرجر رانا)

فہرست مضامین حصہ دوم

بار اوّل ایک ہزار (مطبوعہ انٹرنیشنل پریس میکلوڈ روڈ کراچی) قیمت نو روپیہ

پہلا باب

فرمانروایانِ دہلی

(۱) خاندانہائے غلاماں سنہ ۱۲۰۶ء تا ۱۴۵۰ء

لقب غلاماں کی وجہ تسمیہ

سنہ ۱۲۰۶ء سے لے کر سنہ ۱۴۵۰ء تک غلاموں کی چار ٹولیوں نے دلی پر حکومت کی ہے واقعتاً ان چاروں ٹولیوں کے بانی غلام تھے یا غلاموں کی اولاد تھے پہلی ٹولی کو تو سب مورخ غلام ہی کہتے ہیں چونکہ ان میں اکثر یکے بعد سابقہ بادشاہوں کے غلام برسر اقتدار آتے رہے مگر یہ حقیقت ہے کہ خلجی خاندان کا بانی جلال الدین بھی اصلی ترک نہ تھا اسی طرح تغلق خاندان کا بانی غیاث الدین بھی کسی زمانہ میں غلام رہ چکا تھا خضر خاں کا باپ بھی ملتان کے حاکم کا غلام تھا اور آفتابہ اور سلفچی اٹھانے پر مامور تھا مگر اس کے پوتوں اور پرپوتوں کے زمانے میں درباری مورخوں نے اس خاندان کے بارے میں یہ الفاظ درج کیے ہیں "خیال ہے وہ سید ہوگا" حالانکہ خضر خاں اور اس کے باپ نے کبھی بھی دعویٰ سیادت نہ کیا تھا

پہلا خاندان سنہ ۱۲۰۶ء تا ۱۲۹۰ء

قطب الدین ایبک سنہ ۱۲۰۶ء تا ۱۲۱۰ء سلطان محمد غوری کا غلام قطب الدین ایبک ایک

بہادر سپہ سالار تھا ۱۱۹۲ء میں بمقام تراوڑی پر تھوی راج چوہان کو محمد غوری نے شکست دی اور چندواڑ کے مقام پر دوسری بڑی سلطنت قنوج کے راجہ جے چند کے شکست کھا جانے کے بعد تمام شمالی ہندوستان بنگال سے افغانستان تک ایک حکومت میں آ گیا شمالی ہندوستان کو فتح کرنے میں محمد غوری کے چار غلام سپہ سالاروں کے نام مشہور ہیں جونہی غوری کا انتقال غزنی میں ہوا غوری خاندان تاریخ سے محو ہو گیا مگر ہندوستان کے تمام مقبوضات پر اس کے غلام قطب الدین ایبک نے قبضہ کر لیا

اس ملک میں قطب الدین کی تمام زندگی جنگ و جدال میں گزری اس نے راجستھان، گجرات سندھ اور بلوچستان کے حکمرانوں کو شکست دیں مگر ان علاقوں پر کبھی مستقلاً قبضہ نہ کر سکا آخر ۱۲۱۰ء میں بمقام لاہور چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر مر گیا

آرام شاہ ۱۲۱۰ء تا ۱۲۱۱ء قطب الدین کی موت پر اس کا بیٹا آرام شاہ تخت نشین ہوا مگر تھوڑے دنوں بعد اس کے باپ کے ایک غلام التمش نے تخت سے اتار کر سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ التمش پہلے صوبہ بہار کا حاکم تھا

التمش ۱۲۱۱ء تا ۱۲۳۶ء التمش ایک جری حکمران تھا اس نے پنجاب میں تاج الدین کو بنگال میں خلجیوں کو اور سندھ میں ناصر الدین قباچہ وغیرہ صوبیداروں کو مغلوب کیا، رنتھمبور، مانڈو، گوالیار اور اجین بھی راکھ کے ڈھیر کر دیئے گئے مگر سوائے اجین کے تمام علاقے دلی کی فوجیں نکلتے ہی پھر طاقت پکڑ گئے اس کے زمانے یعنی ۱۲۲۱ء میں مغل سردار چنگیز خاں خوارزم کے بادشاہ کا پیچھا کرتا ہوا دریائے سندھ تک آ پہنچا مگر وہ صرف سندھ پار کے علاقہ کو تباہ و برباد کر کے واپس چلا گیا لیکن باقی ملک اس تباہی سے بچ گیا کچھ مغل سندھ پار آباد ہو گئے اور انہوں نے پنجاب پر حملے کرنے اور ڈاکے مارنے کا وطیرہ اختیار کر لیا التمش نے قطب مینار اور قطبی مسجد کو مکمل کیا

رکن الدین التمش نے ۱۲۳۶ء میں انتقال کیا اس کی موت پر اس کا بیٹا رکن الدین تخت پر بیٹھا مگر وہ نا اہل تھا اس لئے وزرای امرا نے اسے تخت سے اتار کر اس کی بہن رضیہ کو تخت پر بٹھایا

سلطانہ رضیہ ۱۲۳۶ء تا ۱۲۴۰ء سلطانہ رضیہ ایک ہونہار لڑکی تھی وہ بغیر پردہ دربار کرتی تھی بہادری میں بھی اس کا کافی شہرہ تھا

کچھ عرصہ بعد اسے اپنے سائیس جمال الدین یاقوت حبشی سے محبت ہو گئی جسے اس نے پہلے تو داروغہ اصطبل بنایا اور پھر دلی کا امیر الامرا مقرر کر دیا تمام سردار اس کے مخالف ہو گئے ایک مرتبہ جب وہ بھٹنڈہ کے سردار التونیہ کی بغاوت فرو کرنے گئی تو اس نے اسے قید کر کے نکاح کر لیا ادھر بیچارہ یاقوت حبشی قتل کر دیا گیا اور وہاں تخت پر درباریوں نے بہرام کو بٹھا دیا۔ التونیہ اور رضیہ نے پھر دلی کو حاصل کرنے کی کوشش کی مگر شکست کھا کر گرفتار ہوئے اور دونوں کو قتل کر دیا گیا

بہرام ۱۲۳۹ء تا ۱۲۴۲ء بہرام رضیہ کا بھائی تھا یہ ایک ناقابل ذکر حکمران نکلا کچھ عرصہ بعد سے تخت سے اتار دیا گیا

علاء الدین ۱۲۴۲ء تا ۱۲۴۶ء بہرام کے بعد رضیہ کے بھتیجے علاء الدین کو تخت پر بٹھایا گیا مگر اسے بھی معزول کر دیا گیا

ناصر الدین محمود ۱۲۴۶ء تا ۱۲۶۶ء التمش کا بیٹا تھا اور مطالعہ کا شوقین تھا بذات خود ناصر الدین محمود برائے نام بادشاہ رہا مگر اسے ایک قابل سپہ سالار بلبن نے تمام زندگی اطمینان سے گزارنے کے مواقع فراہم کر دیئے ناصر الدین علم دوست تھا اس کی بیوی بھی بے حد نیک مزاج عورت تھی اس کے اپنے زمانے میں ایک کتاب لکھی گئی جس کا نام طبقات ناصری تھا جو آج تک موجود ہے ناصر الدین کے زمانے میں دلی کے پاس ہی میوات کے بہادروں نے اپنے علاقہ کو غلامی سے نکالنے کے لئے کوشش کی مگر بلبن نے اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا بلبن نے مغل حملہ آوروں کی بھی سرکوبی کی آخر ۱۲۶۶ء میں ناصر الدین محمود کا انتقال ہو گیا اور تخت پر اس کے وفادار سپہ سالار بلبن نے قبضہ کر لیا

غیاث الدین بلبن ۱۲۶۶ء تا ۱۲۸۶ء غیاث الدین بلبن بیس سال تک وزارت اور سپہ سالاری کے عہدہ پر رہنے کے بعد اپنے آقا کی موت پر خود مختار حکمران ہو گیا غیاث الدین ایک سخت گیر بادشاہ تھا اس نے بنگال میں طغرل بیگ اور اس کے ساتھیوں کو اور الور میں میواتیوں کو تہ تیغ کیا غیاث الدین نے انتظام سلطنت کی طرف بھی توجہ دی بڑے بڑے امرار کی طاقت سلب کر لی۔ شراب اور عیاشی کو بند کر دیا اور جاسوس مقرر کئے مغلوں کی روک تھام کے لئے پرانے قلعوں کی مرمت کرا کے فوج متعین کی مغلوں کے ساتھ لڑائی میں اس کا لڑکا محمد شاہ پنجاب میں مارا گیا جس کا اسے بے حد صدمہ ہوا اور اسی غم میں اس کا انتقال بھی اسی سال ۱۲۸۶ء

میں ہو گیا۔ غیاث الدین بلبن کا دربار دور دور تک مشہور تھا اس کے دربار میں مغلوں کے ستائے ہوئے بہت سے امراء بیرونی ممالک سے آئے تھے

کیقباد ۱۲۸۶ء تا ۱۲۹۰ء

بلبن کی وفات پر اس کا پوتا کیقباد تخت حکومت پر بیٹھا کیقباد حاکم بنگال بغرا خاں کا بیٹا تھا کیقباد چار سال حکومت کرنے پایا تھا کہ اسے اس کے ایک ملازم جلال الدین نے قتل کرا دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا جلال الدین ایک بوڑھا شخص تھا اور اس وقت پنجاب میں ایک مختصر سے علاقہ کا سردار تھا مگر جلال الدین کی زندگی تمام عمر پنجاب میں مغلوں کے خلاف لڑنے میں بسر ہوئی تھی اور اس نے تمام زندگی پنجاب کے زمینداروں کی سرکوبی کی تھی پنجاب کے ایک زمیندار نے ایک مرتبہ اس کے منہ پر ایسی ضرب پہنچائی کہ تمام زندگی اس کا نشان باقی رہا۔

دوسرا خاندان ۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۰ء

جلال الدین خلجی ۱۲۹۰ء تا ۱۲۹۶ء

جلال الدین جب تخت نشین ہوا تو اس وقت اس کی عمر ستر سال تھی ایک مرتبہ بہت سے مغل بڑھتے بڑھتے دلی تک پہنچ گئے جلال الدین نے انہیں معافی دے کر دلی کے پاس ہی آباد کیا اور یہ جگہ مغل پورہ کہلائی ۱۲۹۵ء میں جلال الدین کے بھتیجے علاء الدین نے دیوگری (دکن) پر حملہ کیا اور بہت سا مال و دولت لوٹ کر واپس اپنی جاگیر کڑہ (موجودہ الہ آباد کا علاقہ) میں پہنچ گیا جلال الدین مبارکباد دینے پہنچا بوقت ملاقات علاؤ الدین نے جو نہ صرف جلال الدین کا بھتیجا تھا بلکہ داماد بھی تھا اپنے امیروں کو اشارہ کیا جنہوں نے جلال الدین کا سر قلم کر کے تمام امراء کو دکھایا اس طرح علاؤ الدین خلجی کو بادشاہت مل گئی اور امراء کا منہ اس نے مال و دولت سے بند کر دیا

علاء الدین خلجی ۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۶ء

علاء الدین خلجی ایک جابر اور بارعب حکمران تھا اس کے زمانے تک قدیمی راجگان مغلوب نہ ہوئے تھے اس نے از سر نو فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ راجستھان۔ دکن، سندھ وغیرہ سب کے سب فتح کر گئے گوجروں کی آخری سلطنت انہلواڑہ ۱۲۹۹ء میں علاؤ الدین کے ہاتھوں

ختم ہوئی۔ چتوڑ، رنتھمبور، جیسلمیر، مالوہ وغیرہ کے قدیمی گوجر راجگان تباہ و برباد کر دیئے گئے ان فتوحات کے دوران مال و دولت لونڈی، باندی اور غلاموں کی کثیر تعداد دلّی لائی گئی عوام کی عزت و آبرو خاک میں ملا دی گئی علاء الدین نے اپنی حکومت میں بڑا سخت نظام قائم کیا کسی امیر کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی علاء الدین امرد پرست تھا آخر اس کے ایک غیور کھمباتی غلام ملک کافور نے اسے زہر دے کر مار ڈالا اور اس کی چھوٹی بیوی سے نکاح کر لیا علاء الدین کے مرتے ہی قدیم باشندوں نے خواہ مسلم خواہ غیر مسلم غلامی کا جوا گردن سے اتار پھینکا جس کا تفصیلی تذکرہ اگلے باب میں آئے گا جب کہ یہ لوگ بہت سے علاقوں میں دو صدی تک آزاد رہے

شہاب الدین

شہاب الدین علاء الدین خلجی کا وہ بیٹا تھا جس کی ماں سے ملک کافور نے نکاح کیا تھا دراصل علاء الدین کی بہت سی بیویاں تھیں اور کمسن شہاب الدین ملک کافور کی طاقت کے سہارے بادشاہ بنا مگر علاء الدین کی دوسری بیوی کے بیٹے مبارک شاہ نے شہاب الدین کی آنکھیں پھڑوا کر اسے قلعہ گوالیار میں بھیج دیا اور اس کی ماں اور ملک کافور کو قتل کرا دیا

مبارک شاہ

مبارک شاہ بھی اخلاق و عادات میں اپنے خاندان سے کم نہ تھا اس کا چہیتا غلام خسرو خاں تھا جو ذات کا بھنگی تھا اور جسے علاء الدین فتوحات کے دوران پکڑ کر غلام بنا کر لایا تھا ایک روز خسرو کی غیرت جاگ اٹھی اور اس نے اپنی قوم کے آدمی بلا کر مبارک شاہ کا سر تن سے جدا کر کے محل سے باہر پھینک دیا اور علاء الدین کے خاندان میں اپنا نکاح کر کے تخت سلطنت پر قابض ہو گیا اور اپنا نام خسرو شاہ رکھا

خسرو شاہ

خسرو شاہ نے ایک سال پانچ ماہ حکومت کی وہ حضرت شیخ نظام الدینؒ کا معتقد تھا دلی دربار اس کا وفادار تھا مگر پنجاب کے صوبیدار ملک تغلق نے دلی پر قبضہ کرنے کے لئے اس پر چڑھائی کی معرکہ کانڈار میں خسرو شاہ گرفتار ہو کر مارا گیا[1]

تیسرا خاندان سنہ ۱۳۲۰ء تا سنہ ۱۴۱۴ء

غیاث الدین تغلق
سنہ ۱۳۲۰ء تا ۱۳۲۵ء

ملک تغلق نے دلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق کے نام سے قدم رکھا

---

[1]:۔ خسرو شاہ پر جو الزامات مابعد زمانہ میں تغلقوں نے اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لئے لگائے وہ غلط ہیں جن کا مفصل تذکرہ راقم حصہ سوم میں کرے گا۔ مؤلف

اس کے زمانے میں تمام ملک میں آزادی کی جنگ عوام نے لڑی غیاث الدین نے پنجاب تا بنگال از سر نو دبدبہ قائم کیا مگر بلوچستان، سندھ، راجستھان کلہم آزاد رہے پانچ سال بعد اس کے بیٹے جونا خاں نے ایک نئے تعمیر کردہ مکان میں اس کی دعوت کی جب یہ کھانے میں مشغول ہو گیا تو جونا خاں باہر نکل آیا اور مکان کی چھت گرا دی گئی غیاث الدین وہیں دب کر جاں بحق ہو گیا جونا خاں تخت پر بیٹھا اور اپنا نام محمد تغلق رکھا

محمد تغلق ۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۱ء

محمد تغلق ایک عالم فاضل اور فلسفی شخص تھا اور رموز مملکت میں اس کی حیثیت پاگل کی تھی اس نے سونے کی بجائے تانبہ کا سکہ رائج کیا دلی سے دار الخلافہ اٹھا کر دیوگری (دکن) میں لے گیا، رعایا پر چار گنا محصول لگایا عوام سے جب محصول ادا نہ ہوا تو انہیں جنگلوں میں گھیر کر تیروں سے ان کا شکار کھیلا بادشاہ کی عقل جب ٹھکانے پر ہوتی تو ڈھیروں خیرات بھی کر دیتا تھا اور رحم بھی کر دیتا تھا اس لئے مورخ اسے "متضاد صفت بادشاہ" کہتے ہیں اور بعض پاگل بھی کہتے ہیں محمد تغلق کا کوئی منصوبہ کامیاب نہ ہوا ایک مرتبہ اس نے حکم دیا کہ ہمالیہ کو پار کر کے چین فتح کیا جائے فوج پہاڑوں میں برساتی نالوں میں گھر کر مر گئی جو بچا یا سپاہی دلی آ گئے انہیں محمد تغلق نے مروا دیا محمد تغلق کبھی راجستھان میں داخل نہیں ہوا مگر راجستھان کے ہر چہار طرف پورے ملک میں وہ لشکر لئے مسلمان سرداروں کی سرکوبی کرتا پھرا آخر سندھ میں بمقام ٹھٹھہ اس کا انتقال ۱۳۵۱ء میں ہوا

فیروز شاہ تغلق ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء

محمد تغلق کی موت سندھ میں واقع ہوئی یہیں فوج نے اس کے چچا زاد بھائی فیروز تغلق کی بادشاہت کا اعلان ہوا دلی میں ایک وزیر نے محمد تغلق کے کمسن بچہ کو تخت نشین کر دیا مگر صلح صفائی سے تمام امراء نے فیروز شاہ کو ہی بادشاہ تسلیم کر لیا فیروز شاہ تغلق کی پالیسی اپنی بساط کے مطابق اچھی رہی اس نے سمجھ لیا کہ تمام ملک پر قابو رکھنا تو محال ہے اس لیے اس نے صرف پنجاب اور یوپی کا بادشاہ ہی بنے رہنے پر اکتفا کی اور اس علاقہ کا انتظام بخیر و خوبی چلایا اس کے پاس ایک لاکھ غلام تھے کافی خزانہ تھا اس نے اپنے زمانے میں سنسکرت کی ایک کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا جس کا نام "دلائل فیروز شاہی" ہے فیروز شاہ کو بیرونی مسلمانوں سے بڑی محبت تھی چنانچہ اس نے ان سب کو بڑی جاگیریں دیں اور بہت سے مقامی زمیندار ختم کر دیے دریائے جمنا سے اس نے دونوں کناروں پر دو نہریں ۱۔ نہر جمن شرقی (۲) نہر جمن غربی کھدوائیں مگر اس زمانہ میں آلات مساحت و نادیہ اچھے قسم کے نہ تھے لہذا ان نہروں میں کبھی پانی جاری نہ ہو سکا[1]

[1] انگریزی دور کی موجودہ نہریں وہ پرانی نہریں نہیں ہیں۔ — مولف

محمد شاہ دوم شہزادہ محمد خاں فیروز شاہ کے بعد سریر آرائے تخت ہوا اس نے گجرات پر سکندر خاں کو وہاں کا صوبیدار بنا کر بھیجا مگر وہاں جاتے ہی کوکا چوہان (مسلم نیو مائی) کے قتل کے انتقام میں گوجروں نے مار دیا اور وہاں امیران صدہ جو افغان تھے وہ بھی خود مختار ہو گئے۔

ابوبکر شاہ محمد شاہ نے نگرکوٹ پر قبضہ کیا تھا کہ اسی دوران دلی پر فیروز تغلق کے ایک پوتے نے ملقب غیاث الدین دلی پر قبضہ کیا جب محمد شاہ اور غیاث کی لڑائی جاری تھی غیاث کے چچازاد بھائی ابوبکر شاہ نے اسے مروا کر تخت پر قبضہ کر لیا

سکندر شاہ ایک اور شاہزادہ کی تخت کا دعویدار ہوا اور اس دوران میں سوائے دلی کے اطراف سے تمام ملک آزاد تھا۔

محمود شاہ ۱۳۹۵ء تا ۱۴۱۲ء آخر تمام جھگڑوں سے فارغ ہو کر اور بقایا دعویداروں کا صفایا ہو کر حکومت محمود شاہ تغلق کو ملی اس کے زمانہ میں تیمور نے حملہ کر کے اس خاندان کو اور کمزور کر دیا

چوتھا خاندان ۱۴۱۴ء تا ۱۴۵۱ء

تیمور کا حملہ تیمور نے ۱۳۹۸ء میں ملک پر حملہ کیا سرحد، پنجاب کو لوٹتا، تباہ و برباد کرتا اور ان علاقوں سے زن و فرزند گرفتار کرتا ہوا تیمور دلی پہنچا تو قیدی غلام اور لونڈیوں کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر اس کے ساتھ تھی تیمور نے ان سب کو تہ تیغ کیا صرف تھوڑے آدمی زندہ بچے اسی طرح کا قتل عام پھر دلی میں ہوا محمود شاہ تغلق گجرات بھاگ گیا پھر مالوہ چلا آیا جب تیمور ملک سے واپس چلا گیا تو پھر واپس دلی آیا مگر ملتان کے حاکم کے ایک ملازم خضر خاں نے دلی پر قبضہ کر لیا جسے تیمور پنجاب کا صوبیدار بنا گیا تھا آیندہ خضر خاں کی اولاد تھوڑے عرصہ دلی پر قابض رہی

مبارک شاہ خضر خاں کے بعد مبارک شاہ تخت پر بیٹھا مگر یہ بہت جلد پنجاب کی ایک جماعت کے ہاتھ سے مارا گیا جس میں میراں صدر، قاضی عبدالصمد، سدارن کھتری اور سدپال کھتری شامل تھے جنہیں پنجاب سے سرور الملک نے دلی بھیجا تھا

محمد شاہ سرور الملک کے لاہور کے جاگیردار نے پھر مبارک شاہ کے چچازاد بھائی محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا مگر دلی کے جاگیرداروں ملک چمن ملک الہداد امیر علی وغیرہ نے

اسمرورالملک کے تمام ساتھیوں کو مار ڈالا اس افراتفری میں بہلول لودھی جو سرہند کا جاگیر دار تھا سرحدی پٹھانوں کو بالکمرجمع کرتا رہا اور پھر کمال عقلمندی سے اس نے دلی پر قبضہ کر لیا اس منتقلی اقتدار کا مفصل حال اس تاریخ کے حصہ سوم میں درج ہے

(ب) پٹھانوں کا پہلا خاندان لودھی

بہلول لودھی ۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۸ء بہلول لودھی ایک بہترین سپاہی تھا اس نے تمام عمر سپاہیانہ زندگی بسر کی جب اسے دلی کی سلطنت ملی تو شاہان شرقی والئ جونپور نے اسے بے حد تنگ کیا آخر اپنی تندہی سے بہلول لودھی پٹھانوں کی حکومت دلی میں قائم کرنے میں کامیاب ہوا اور اس نے پورے سنتیس ۳۷ سال کامیاب حکومت کی ڈھائی سو سال بعد یہ پہلی حکومت تھی جسے مقامی قوموں نے حاصل کیا۔

سکندر لودھی ۱۴۸۸ء تا ۱۵۱۷ء بہلول لودھی کی وفات کے بعد حکومت سکندر لودھی کو ملی یہ بھی اپنے باپ کی طرح بڑا دلیر اور بہادر شخص تھا اس نے بہار ترہٹ تک کا علاقہ اپنی حکومت میں شامل کیا گوالیار کے راجاؤں اور منڈو کے خلجیوں پر بھی اس نے چڑھائی کر کے انہیں شکست دی مگر جونہی اس کی فوجیں ان علاقوں سے نکلیں وہ دونوں آزاد ہو گئے پٹھانوں کی دونوں حکومتوں (لودھی، سوری) کے تمام حکمرانوں میں صرف سکندر لودھی ہی متعصب نکلا اسے خود مسئلہ مسائل کا پتہ نہ تھا لوگوں کے بہکانے سے اس نے کئی بڑے غیر ذمہ دارانہ کام کئے سکندر کانوں کا بھی کچا تھا لوگوں کی جھوٹی شکایت پر اس نے کئی مسلمان سرداروں کو تہس نہس کر دیا سکندر لودھی نے آگرہ کو اپنی راجدھانی بنایا اور سکندرہ گاؤں بھی اس کی یادگار ہے

ابراہیم لودھی ۱۵۱۷ء تا ۱۵۲۶ء سکندر لودھی کی وفات پر ابراہیم لودھی تخت سلطنت پر متمکن ہوا یہ صرف نو سال حکمرانی کرنے پایا تھا کہ ملک کے غداروں نے بابر والئ کابل کو ملک پر حملہ کرنے کی دعوت دی جو کئی سال سے سرحدی علاقوں کو ملیا میٹ کر رہا تھا

مغل بابر ایک بہترین فوج لے کر ۱۵۲۶ء میں ملک میں آدھمکا

پانی پت کی پہلی لڑائی ۱۵۲۶ء پانی پت کے مقام پر ابراہیم لودھی نے اس کا مقابلہ کر کے لڑائی میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور حکومت مغلوں میں منتقل ہو گئی

مغل حکومت ۱۵۲۶ء تا ۱۵۴۰ء

بابر شاہ ۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء بابر نے دلی و آگرہ پر قبضہ کر لیا کانوہ کی لڑائی میں اس نے پٹھانوں اور گوجروں کے مشترکہ لشکر کو شکست فاش دی اور ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا مگر مشرق میں جونپور اور بہار اور بنگال اس کے قبضہ میں نہ آئے تھے کہ ۱۵۳۰ء میں یعنی صرف چار سال بعد قضائے الہیٰ سے انتقال کر گیا اس کی لاش کابل لے جائی گئی

ہمایوں ۱۵۳۰ء تا ۱۵۴۰ء ہمایوں کی زندگی جنگ و جدال میں گذری اس کے بھائیوں نے سلطنت کو تقسیم کر کے اسے سب سے زیادہ دھوکہ دیا بنگال بہار میں پٹھانوں نے اتحاد کر کے چوساگھاٹ اور بلگرام کی لڑائیوں میں اسے شکست دے کر مغلوں کو ملک سے نکال دیا ہمایوں ایران بھاگ گیا اور اس کے بیوی بچے اس کے بھائی کامران والی کابل کے ہاتھ پڑ گئے (باقی حالات آئندہ آئیں گے)

(س) پٹھانوں کا دوسرا خاندان سوری

شیر شاہ سوری ۱۵۴۰ء تا ۱۵۴۵ء شیر شاہ کا اصلی نام فرید خاں تھا شیر شاہ خانگی جھگڑے کی وجہ سے اپنے باپ حسن کی جاگیر سہسرام سے جونپور آ گیا تھا۔ شیر شاہ اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھا۔ شیر شاہ کے مفصل حالات ہم آگے بیان کریں گے اس نے پانچ سال کے قلیل عرصہ میں سرحد تا بنگال عظیم الشان حکومت کی اور اس کا عدل و انصاف تاریخ میں مشہور ہوا کالنجر کے حملہ کے دوران بارود میں آگ لگ جانے کی وجہ سے ۱۵۴۵ء میں اس کا انتقال ہوا

سلیم شاہ ۱۵۴۵ء تا ۱۵۵۳ء

شیر شاہ کے انتقال پر اس کا چھوٹا بیٹا جلال خاں تخت پر بیٹھایا گیا جو سلیم شاہ کے لقب سے مشہور ہوا شیر شاہ کا لڑکا عادل خاں جو اس وقت آگرہ میں نہ تھا اس کے خلاف ہوا کئی لڑائیوں کے بعد آخر سلیم شاہ کو اطمینان نصیب ہوا اس نے آٹھ سال حکومت کی مگر حکومت میں ضعف آنا شروع ہو گیا

عادل شاہ ۱۵۵۳ء تا ۱۵۵۵ء

سلیم شاہ کی موت کے بعد اس کا لڑکا فیروز شاہ تخت پر بیٹھا مگر وہ بہت جلد مبارز خاں اپنے چچا جو اس کا ماموں بھی تھا کے ہاتھ سے مارا گیا مبارز خاں نے تخت سلطنت بیٹھتے ہی اپنا لقب عادل شاہ رکھا اور اپنے زعم میں یہ خود کو بڑا منصف مزاج یعنی عدلی کہتا تھا مگر پٹھان اسے بجائے عدلی کے اندھلی کہنے لگے آخر پٹھانوں میں نفاق پڑ گیا اور اس سلطنت کے چار حصے ہو گئے

(۱) سکندر شاہ سوری نے آگرہ سے پشاور تک علاقہ کو اپنے قبضہ میں کیا ۲۔ محمد خاں سوری بنگال میں خود مختار ہوا ۳۔ ابراہیم شاہ کالپی میں خود مختار بن بیٹھا رہا عادل شاہ کے پاس صرف آگرہ و جونپور کا درمیانی علاقہ رہ گیا مگر اس کے وفادار سپہ سالار ہیموں بقال نے آخری دم تک اس کا ساتھ دیا آخر مغلوں نے پٹھانوں کی ان حکومتوں کو دوبارہ ہمایوں کی معیت میں ختم کر دیا مغلوں نے نہ صرف پٹھانوں کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا بلکہ گوجروں کا بھی نام و نشان تاریخ کے صفحات سے محو کر دیا۔ ورنہ اس وقت تک گوجروں کی حکومتیں ملک کے طول و عرض میں سوائے دلی کے یکے بعد دیگرے مختلف علاقوں میں چلی آ رہی تھیں جن کا تذکرہ ابھی آتا ہے

باب دوم

گرجر قوم کا مدافعتی زمانہ

AGE OF RESISTANCE

۱۲۰۰ء تا ۱۶۰۰ء

اس تاریخ کے پہلے حصّے کے آخری باب میں مفصل تحریر کیا جا چکا ہے کہ ۱۲۰۰ء تک تمام ملکی حکومتیں حملہ آوروں نے ختم کر دیں پشاور تا بنگال تمام علاقہ جات پر حملہ آوروں کا قبضہ ہو گیا مگر خوددار اور بہادر عوام نے اپنے گھر بار چھوڑ کر کشمیر، چمبہ، دریاؤں کے کھادر، تھر ریگستان اور وندھیاچل کے پہاڑوں میں آزادی کا جھنڈا بلند رکھا۔ سو سال بعد گوجروں کے آخری چراغ رنتھمبور، چتوڑ اور انہلواڑہ بھی علاءالدین خلجی نے گل کر دیے مگر کشمیر میں گوجروں کی شمع حریت جلتی رہی۔ رنتھمبور، اسیر اور گجرات کے خاندان پہلے بوندی میں پھر کوٹہ میں صدہا سال لڑتے رہے اسی طرح دیگر خاندان بھی اکبر کے زمانے تک سر بکف رہے جن کے مفصل حالات یہاں بیان کئے جائیں گے

واضح رہے کہ مغل حکومت کے قیام تک برصغیر کا بیشتر حصّہ مسلم گوجروں اور ویدک گوجروں کے قبضہ میں تھا مگر حملہ آوروں کے مورخ ان سلطنتوں اور حکومتوں کا تذکرہ ارادۃً نہیں کرتے لہذا برصغیر کی تمام حکومتوں کا تذکرہ اس باب میں کیا جائے گا۔ پہلے حصہ میں رنتھمبور اور انہلوارہ میں گمیں خاندان کے گوجروں کا تذکرہ آچکا ہے لہٰذا یا خاندان کا تذکرہ یہاں بیان کیا جاتا ہے جو علاءالدین خلجی کی موت کے بعد پھر آزاد ہو [illegible] رہے۔

بوندی کے گرجر

بوندی کے گرجر ہرا یا ہاریا یا ہار کہلاتے تھے جو چوہانوں کی شاخ ہے یہ چوہان امیر کے تھے جب تک انہوں نے امیر پر حکمرانی کی تب تک یہ صرف چوہان کہلاتے تھے ان کی بابت یہ مشہور ہے کہ امیر کے علاقہ کو انہوں نے ہار سان کر چھوڑ تھا اسلئے انہیں ہرا یا ہارا کہنے لگے۔ مگر یہ غلط ہے بلکہ صحیح لفظ ہاڑا ہے۔ اشتپال ۱۰۲۵ء سے کر راؤ چندر تک یہ پورے امیر کے مالک رہے ہے راؤ چندر کے بیٹے دیوا نے بوندی آباد کی امیر کے راجگان کا تذکرہ گرجر بہادروں کے ضمن میں پہلے ہو چکا ہے (ملاحظہ ہو حصہ اول)

(۱) راجہ دیوا

یوں تو اس خاندان کا بانی استپال ہے۔ پہلا ہرا دیوا مشہور ہے جس نے خلجیوں سے شکست کھا کر اپنا علاقہ چھوڑ دیا اور بوندی لبائی۔

(۲) راجہ بیر سنگھ ۱۳۴۳ء تا ۱۴۱۵ء

دیوا کی نسل میں بیر سنگھ نے سب سے پہلے بوندی کا نام چمکایا اور طاقت حاصل کر کے دوبارہ تغلق خاندان سے نبرد آزمائی کی اور پھر خضر خاں والی دہلی کے زمانہ میں مکمل طور سے خود مختار ہو گیا

(۳) راجہ بیرو ۱۴۱۵ء تا ۱۴۷۰ء

بیرو کے زمانے میں دہلی کا تخت پانچویں غلام خاندان سے نکل کر لودھی پٹھانوں کو مل گیا لیکن انہیں بوندی کی طرف توجہ کرنے کا موقعہ نہ ملا اور بیرو اطمینان کے ساتھ پچپن سال حکومت کر کے فوت ہوا

(۴) راجہ بندھو سنگھ (۱۴۷۷ء تا ۱۴۹۱ء)

اس کے زمانہ میں بڑا زبردست قحط پڑا۔ اس نے دور دراز سے غلہ خرید کر رعایا میں مفت تقسیم کیا تمام راجاؤں نے اس کارِ خیر میں اس کی بڑی مدد کی اور رعایا کو تباہ ہونے سے بچا لیا گیا۔ اس کے دو چھوٹے بھائی دلی پہنچے اور وہاں سے شاہی فوج اپنے ساتھ لے آئے اور بلندی پر آکر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے گیارہ سال حکومت کی لوگوں نے انہیں چھیٹے چوہان کے نام سے مشہور کر دیا۔ اس خاندان کی دوسری مرتبہ یہ بزدلی سمجھی گئی آخر سابقہ راجہ بندھو سنگھ کے لڑکے نارائن داس نے ان دونوں غدار ہیروں کو قتل کر دیا اور ان کی اولاد اور کنبہ اپنے حمایتوں کے ساتھ دلی بھاگ گیا۔ سکندر لودھی نے انہیں اپنے یہاں ملازم رکھ لیا۔ ان ہیروں کی مسلمان اولاد اضلاع بلند شہر وغیرہ میں آباد ہے اور ہمارے راجپوت کہلاتی ہے۔ نہ معلوم کیوں بلند شہر کے دیگر مسلمان راجپوت انہیں آج تک اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں مسلمان گوجر بھی انہیں اپنے میں سے نہیں سمجھتے

(۵) راجہ نارائن داس ۱۴۹۱ء تا ۱۵۲۷ء

جیسا کہ مذکور ہوا نارائن داس نے ۱۴۹۱ء میں بزور شمشیر بلندی دوبارہ حاصل کی یہ نہایت جانباز اور دلیر شخص تھا۔ اس کے زمانہ میں مانڈو کے پٹھانوں نے چتوڑ کا محاصرہ کر لیا۔ صفحہ ۱۶ پر پڑھئے

بقایا صفحہ ۱۷ نے اسے تخت سے اتار کر ارجن کو تخت پر بٹھایا

(۸) راجہ ارجن ۱۵۳۶ء تا ۱۵۳۸ء

ارجن بھی قابل راجہ نہ نکلا اور صرف دو سال حکومت کی

(صفحہ ۱۷ پر پڑھئے)

نارائن داس چتوڑ کے راجہ کی مدد کو چل پڑا اور اس نے سکندر لودھی کے لشکر پر اس زور سے دفعتہً حملہ کیا کہ پٹھانوں کے پیر اکھڑ گئے۔ نارائن داس سیدھا شاہی سپہ سالار کے خیمہ کی طرف بڑھا۔ راستے میں جو آیا اُسے تہ تیغ کر دیا۔ تمام مخالف فوج میں کھلبلی مچ گئی مخالفوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

نارائن داس کی تمام زندگی لڑائیوں میں گزری وہ ایسا شخص تھا جو خوف کے نام سے ناواقف تھا دیوا کا عرف "ہاما" اس نے مٹی میں ملا دیا اور گوجروں میں خاص اعزازات کا مالک سمجھا گیا

(۶) راجہ سورج مل ۱۵۲۷ء تا ۱۵۳۵ء

راجہ سورج مل ایک بہادر اور جری سردار تھا اس نے اپنی طاقت کا لوہا تمام راجاؤں سے منوایا چتوڑ کے قابل فخر گرجر خاندان گہلوٹ میں سے اس نے شادی کی اور پھر رانا چتوڑ کو اپنی بہن کا رشتہ دیا۔ اس طرح یہ دونوں خاندان ایک دوسرے کے حلیف ہو گئے۔ ایک روز سورج مل رانا چتوڑ کے دربار میں بیٹھا تھا کہ اُسے غنودگی آ گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں ایک پوربیا سردار نے از راہ مذاق اس کے کان کو تنکے سے کھیلا دیا۔ سورج مل کو اس حرکت پر اس قدر غصہ آیا کہ اس نے فوراً تلوار سے پوربیہ کا سر قلم کر دیا

کھانے کے وقت سورج بائی اور سورج مل نے رانا کے متعلق کچھ نازیبا کلمات کہے جو رانا کو ناگوار گزرے۔ جب رکھ شکار کھیلنے گئے تو رانا نے مقتول پوربیہ رئیس کے بیٹے کو اپنے باپ کا بدلہ لینے کی خاطر سورج مل کو قتل کرنے پر ابھارا۔ مقتول پوربیہ رئیس کے لڑکے نے سورج مل پر دھوکے سے وار کر دیا۔ سورج مل زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ وہ زخم باندھنے لگا تو رانا نے اسے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن سورج مل نے پھرتی سے رانا کی ٹانگیں کھینچ کر گھوڑے پر سے نیچے گرا دیا اور اسے قتل کر دیا اور خود بھی جاں بحق ہو گیا

(۷) راجہ سورتن ۱۵۳۵ء تا ۱۵۳۶ء

سورتن نہایت بے رحم راجہ تھا اس لئے چند ہی مہینہ بعد امراء نے دربار میں ادو دو سا سلطنت

(صفحہ ۱۸ کے نیچے پڑھیے)

راجگان امبر

ہم گذشتہ الاباب میں ذکر کر آئے ہیں کہ گوجروں کی پہلی سلطنت سنہ ۹۹۷ء میں محمود غزنوی نے ختم کی تھی اور آخری گوجر حکومت سنہ ۱۳۰۱ء میں علاء الدین خلجی نے ختم کی حالانکہ گوجروں میں پھر کوئی مہاراجہ نہیں ہوا لیکن شاہی خاندانوں سے پسماندگان نے ہتھیار نہیں ڈالے سنہ ۱۳۰۱ء سے سنہ ۱۵۲۶ء تک کا زمانہ راناہیت کا دور ہے۔

خاندانِ راٹھور گوجر

سنہ ۱۱۹۳ء میں قنوج کی سلطنت ختم ہو گئی مہاراجہ جے چند کے خاندان کے بہادر افراد تلوار ہاتھ میں پکڑے تھر ریگستان میں ہجرت کر گئے اور ایک مختصر علاقہ میں اپنا اقتدار جما لیا یہ بہادر خاندان گرھوال سے تعلق رکھتے تھے لیکن ابھی گرھوال تھر ریگستان میں نہیں آئے تھے آنیوالوں میں اکثریت اور انہیں کا اقتدار تھا جو علاقہ راٹھ سے آئے تھے لہذا یہ لوگ راٹھور (راٹھوال) کہلانے لگے آئیندہ یہی لفظ راٹھور ہو گیا راٹھوروں کی سرفہرست۔ (۱) سٹنک (۲) اشوتھی (۳) اور اچ (۴) شیوجی کا نام آتا ہے شیوجی نے ایک گرحبر راجہ خاندان سولنکی کی لڑکی سے شادی کی تھی اس خاندان میں گیارھواں راجہ چونڈا تھا

(۱۱) راجہ چونڈا

اسی خاندان میں راجہ چونڈا پہلا شخص تھا جس نے ایک وسیع علاقہ پر اقتدار جمایا اور ایک چھوٹی سی سلطنت کی بنیاد مضبوط کی اس کے زمانے میں منڈور پر ایک گوجر خاندان پرہار (پرتہار) حکومت کرتا تھا۔ راجہ چونڈا نے منڈور پر حملہ کر کے پرتہار راجہ کو شکست دی اور اسے اپنا باجگزار بنایا لیکن ماتحت راجہ نے سرکشی کی تو اسے لڑائی میں قتل کر دیا گیا راجہ چونڈا کو چتوڑ کے راجگان نے اپنا ماتحت بنا لیا تھا

(۱۲) راجہ رن مل (۱۴۰۹ء تا ۱۴۵۹ء)

چتوڑ کے گوجر خاندان گہلوٹ کی طرف سے اس نے اجمیر پر حملہ کیا اجمیر پر اس وقت دلی کے بادشاہوں کی حکومت تھی لیکن تیمور کے حملے اور پانچویں خاندان غلاماں کی نااہلیت کی وجہ سے اجمیر کا مسلمان سردار اپنے کو آزاد سمجھنے لگا دلی کی افراتفری سے فائدہ اٹھا کر راجہ رن مل نے اجمیر پر حملہ کیا اور اجمیر کے محافظ دستہ کو تہ تیغ کر کے اس علاقہ کو میواڑ (چتوڑ) کے ساتھ ملحق کر دیا راجہ رن مل ایک بہادر اور قوی الجثہ شخص تھا جس کی بہادری کی داستانوں پر آج تک لوگ جھومتے ہیں آخر اس بہادر راجہ کا انتقال ۱۴۵۹ء میں ہو گیا

(۱۳) راجہ جودھامل (۱۴۵۹ء تا ۱۴۸۹ء)

راجہ رن مل کے انتقال پر راجہ جودھامل تخت نشین ہوا اس نے اپنے علاقے میں ایک نئے شہر کی بنا ڈالی اور اپنے نام پر اس کا نام "جودھپور" رکھا

راجہ جودھا جی کا بیٹا بیکا رائے نہایت شجاع اور بہادر نوجوان تھا۔ اس نے جٹواں راجہ کی نسل کے ایک راجہ مسمی سانکلا جاٹ سے اس کا علاقہ لے کر جودھپور میں شامل کیا اور اپنے نام پر ایک شہر بیکانیر آباد کیا

راجہ جودھا جی کے بیٹے اور پوتے بڑے بہادر نکلے جنہوں نے تمام مارواڑ کو فتح کر کے جودھپور کے ماتحت کر دیا آخر اس بہادر اور جری راجہ کا انتقال ۱۴۸۹ء میں ہوا

(۱۴) راجہ سورج مل (۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۶ء)

راجہ جودھا جی کے انتقال پر بیکا رائے تو بیکانیر کا راجہ بنا اور جودھپور کے تخت نے راجہ سورج مل کے قدم چومے راجہ سورج مل نے آس پاس کے راجگان سے دوستی کے تعلقات قائم کئے اور اپنی سلطنت کا انتظام بخوبی انجام دیا

برسات کے دنوں میں ساون کے مہینہ میں ایک تیوہار منایا جاتا ہے جسے "تیج" کہتے ہیں اس تہوار پر لڑکیاں درختوں کی شاخوں میں جھولا ڈال کر جھولتی ہیں علاقہ کچھ کے بیرونی غنڈے چپکے سے ایک سال (۱۵۱۶ء میں) قصبہ منڈو سے تیج کے موقعہ پر لڑکیوں کو اغوا کر کے چلتے بنے یہ خبر "نانا" میں راجہ سورج مل کو ملی اس نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اور ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر ان بدمعاشوں کا راستہ روک لیا معدودے چند سپاہیوں اور بہادروں نے بھی اس کی امداد کے لئے گھوڑے سرپٹ دوڑا دیئے

بدمعاشو! ٹھہر جاؤ۔ غنڈو! تمہاری موت آ پہنچی ہے جب تک روئے زمین پر ایک بھی گرجر کھشتری زندہ ہے وہ دنیا کی بہو بیٹیوں کی عزت کا محافظ رہے گا اس کے بزرگوں کو اسی وجہ سے کھشتری (محافظ ملک) اور گرجر (محافظ دین و ملک) کہا گیا تھا خدا کی اس امانت (کھشتر انت) سے ہم کبھی روگردانی نہیں کریں گے انسانیت کے دشمنو! تیار ہو جاؤ۔

لڑائی چھڑ گئی حالانکہ غنڈے تعداد میں زیادہ تھے لیکن ان کے پاپ (گناہ) نے ان کے ہاتھوں اور پیروں پر لرزہ طاری کر دیا۔ انہیں ہر گرجر موت کا فرشتہ نظر آنے لگا۔ لڑکیوں کو چھوڑ کر یہ غنڈے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن بہادر سورج مل نے گھوڑا ان کے تعاقب میں ان کے پیچھے ڈال

دیا۔ کئی کوس تک انہیں کاٹتا مارتا ہوا چلا گیا

جانثار راجہ کی مدد کے لئے اس کے پیچھے ہوئے۔ لیکن وہ انہیں جوشِ انسانیت میں بہت پیچھے چھوڑ گیا اس نے بھگوڑوں کو گھیر رکھا تھا دوبارہ پھر جم کر لڑائی ہوئی اور چند ہی غنڈے جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکے ورنہ سب دہیں تہ تیغ کر دیئے گئے

راجہ سورج مل ہنسی خوشی واپس اپنی رعایا کی بیٹیوں کے پاس آیا اور ایک باپ کی طرح ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی

راجہ سورج مل کے جسم پر کافی زخم آئے تھے اور خون رکنے میں نہ آتا تھا چند ہی گھنٹے بعد وہ نڈھال ہو گیا اس کے لئے سواری فراہم کی گئی خون بہتا جا رہا تھا آریہ ورت کی زمین کا ذرہ ذرہ فخر محسوس کر رہا تھا لیکن وہ ذرے جن پر راجہ کا خون گرتا تھا پکار پکار کر کہہ رہے تھے

"ہم کھشتری خون سے کبھی مایوس نہیں ہوئے جو ہمیں ہزارہا سال سے سیر خون کرتا آ رہا ہے لیکن ہم ذرے بھی آریہ ورت کی سرزمین ہیں یہ دھرتی۔ یہ پاک سرزمین یہ ارض مقدس تا ابد ایسے ہی جوان پیدا کرتی چلی جائے گی جن پر انسانیت ہمیشہ فخر کرے گی"

آخر راستہ ہی میں یہ گرجر راجہ اور آریہ ورت کا سپوت اپنے خالق سے جا ملا اس کے مردہ چہرے پر رونق تھی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ جو دھیرے دھیرے جھنڈے سرنگوں کر دئے گئے سورج مل کی روح پکار پکار کر کہہ رہی تھی

"اے کھشتریو! دنیا رونے والوں کو رلاتی ہے۔ بہادروں کو اپنی آغوش میں لیتی ہے اگر تمہیں اس آریہ ورت میں زندہ رہنا ہے تو بہادری میں ارجن بنو۔ بھیم بنو۔ سخاوت میں کرن بنو۔ علوم و فنون میں بکرماجیت بنو۔

"اور اے آریہ ورت کی بیٹیو! رانی نیکا دیوی بن جاؤ اور تلواریں سونت لو۔ فوراً رانی پدمنی بن جاؤ اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینا سیکھو دنیا طاقت کی پجاری ہے۔ آنسوؤں اور رحم کی نہیں جو قوم دوسرے کے سہارے زندہ رہنا چاہتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ شیر کسی کا سہارا نہیں تاکتا اسی لئے بادشاہ کہلاتا ہے"

(۱۵) راجہ گنگا (۱۵۱۶ء تا ۱۵۳۲ء)

راجہ گنگا اپنے دادا بہادر سورج مل کے انتقال پر سریر آرائے تخت ہوا۔ لیکن اس کے چچا ماگا رائے

نے تخت حاصل کرنے کے لیے لاہور کے حاکم دولت خاں لودھی سے سازباز کی لودھی نے حال ہی میں راٹھوڑوں سے ناگور چھین لیا تھا

راجہ گنگا نے حملہ کر کے ناگور لودھی سے چھین لیا اسی لڑائی میں ساگا راجہ مارا گیا جو لودھی کی طرف سے لڑ رہا تھا دولت خاں لودھی ذلت آمیز شکست کھا کر لاہور بھاگ گیا

راجہ گنگا کے زمانے میں مغل بابر نے دلی کو پٹھانوں سے چھین لیا۔ پٹھانوں کے شاہی خاندان رانا سانگا والئی چتوڑ کے یہاں مدد کے طلبگار ہوئے چنانچہ یہ لڑائی کانوہ کے مقام پر لڑی گئی اس لڑائی میں راجہ گنگا راٹھور بھی شریک تھا لیکن شکست کھا کر واپس جودھپور آ گیا اس لڑائی کے چھ سال بعد ۱۵۳۲ء میں راجہ گنگا کا انتقال ہوا

(۱۶) راجہ مالدیو (۱۵۳۲ء تا ۱۵۶۹ء)

راجہ گنگا کے انتقال پر راجہ مالدیو ۱۵۳۲ء میں جودھپور کا حکمران بنا جب مہارانا سانگا والئی چتوڑ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد تمام راجاؤں میں راجہ مالدیو کی شخصیت اول نمبر پر تھی اس نے بہت سے قلعے فتح کیے اور ڈھونڈار علاقہ کے عین وسط میں فوجی چھاؤنی قائم کی

اس نے ناگور کو دوبارہ فتح کیا اور اجمیر کو بھی فتح کیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی کے زمانہ میں شیر شاہ پٹھان نے ہمایوں مغل کو شکست دی ہمایوں نے راجہ مالدیو سے مدد مانگی لیکن اس نے آریہ پٹھان کے مقابلہ میں ایک مغل کو مدد دینا تو کجا پناہ دینا بھی مناسب نہ سمجھا۔ (بقول بعض ہمایوں خود امرکوٹ چلا گیا) جب ہمایوں مغل ایران بھاگ گیا تو شیر شاہ سوری نے تمام شمالی ہندوستان پر قبضہ کر کے راجستھان کا رخ کیا اور اسی ہزار بہادر سپاہیوں کا ایک عظیم لشکر لے کر مارواڑ میں داخل ہوا راجہ مالدیو والئی جودھپور پچاس ہزار بہادروں کے ساتھ اس کے مقابلہ کو نکلا مخالفین پورے ایک مہینہ تک ایک دوسرے کے مقابلہ پر پڑے رہے سوری کی حالت روز بروز نازک ہوتی گئی

آئین اکبری باب مارواڑ میں درج ہے :۔

" اشوتھی کی اولاد جو مارواڑ میں قیام پذیر تھی بعد صاحب شوکت و حشمت ہوئی چنانچہ اس کی نسل کا سولہواں راجہ مسمی مالدیو عظیم الجاہ فرمانروا تھا اس راجہ کی طاقت اس قدر زبردست تھی کہ شیر خاں

"مارواڑ کی مہم میں بمشکل جان سلامت لے گیا اور یہاں بچ گیا۔"

تاریخ فرشتہ نے شیر شاہ کے ضمن میں جلد اوّل میں تحریر کیا ہے:۔

"مالدیو کی فوج پچاس ہزار تھی اور شیر شاہ کا لشکر اسی ہزار سے کسی طرح کم نہ تھا فوجیں ایک ماہ تک آمنے سامنے پڑی رہیں۔ شیر شاہ کے دل میں وہم نے جگہ پائی اور وہ اپنے آنے سے پشیمان ہوا راجہ مالدیو نے اس علاقہ پر عنقریب قبضہ کیا تھا اور سابقہ راجہ مالدیو سے ناراض تھے شیر شاہ نے ان راجاؤں کو اپنی طرف ملایا اور ان سے ہندی زبان میں ایسے خطوط تحریر کرا کر راجہ مالدیو تک پہنچا دئے کہ اسے اپنی فوج کے سرداروں پر شک ہو گیا اور وہ واپس چلا گیا سرداروں کو جب پتہ چلا کہ راجہ ان پر شک کر کے واپس گیا ہے تو انہوں نے لڑ کر جان دینا اپنی وفاداری کا سب سے اچھا ثبوت سمجھا چنانچہ وہ اگلے روز شیر شاہ پر جا پڑے اور شیر شاہ کے پاؤں اکھڑ گئے کہ اتنے میں اسے نئی کمک مل گئی اور تمام سردار مثلاً سردار کوبھٹیہ وغیرہ مارے گئے شیر شاہ نے پہلے شکست کا یقین کر لیا تھا اب فتح سے شاد ہو کر شکر کیا اور کہا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی تھی کہ ایک مٹھی بھر جوار باجرہ کے پیچھے میں نے ہندوستان کی سلطنت کھوئی ہوتی۔ بات یہ تھی کہ اس علاقہ میں جوار باجرہ ہی زیادہ اگتا ہے۔"

الغرض اس طرح شیر شاہ اپنا پیچھا چھڑا کر نکل گیا لیکن اس نے جودھپور میں جا کر پھر مالدیو پر حملہ کرنے کی ہمت نہ کی

مالدیو کو اس سازش کا بعد میں پتہ چلا وہ اپنے جان نثار سرداروں کی موت پر کف افسوس ملتا تھا اس واقعہ کے بیس سال بعد دلی کے تخت پر شہنشاہ اکبر بیٹھا اس نے ۱۵۶۱ء میں مارواڑ پر حملہ کیا راجہ مالدیو نے اکبری فوجوں میں کشت و خون کے دریا بہا دئے لیکن اکبر کے اقبال نے اسے شکست دی اور ناگور پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔

۱۵۶۹ء میں مالدیو نے اپنے چھوٹے بیٹے چندر سین کو دربار اکبری میں بھیجا شہنشاہ اکبر راجہ مالدیو کے بذات خود نہ آنے سے ناراض ہوا اور جودھپور کا محاصرہ کر لیا راجہ مالدیو نے دسیا دمیں جانے پر مرنے کو ترجیح دی۔ اور پھر گوجر نام جودھپور سے نکل گیا۔

خاندان لون (بیکانیر)

(۱) راجہ بیکا۔ ۱۴۸۹ء تا ۱۴۹۵ء

بیکانیر کا شاہی گھرانہ جودھپور کے خاندان راٹھور کی شاخ ہے اور یہ بھی راٹھور ہی کہلاتے ہیں جیسا کہ جودھپور کے حالات میں مذکور ہوا راجہ جودھا مل ۱۴۵۹ء تا ۱۴۸۹ء کے کئی فرزند تھے جن میں سے اس کی وفات کے بعد راجہ سورج مل جودھپور کا راجہ ہوا اور بیکا نے راجہ جودھا کی زندگی ہی میں جاٹ راجہ سانکلا سے اس کا علاقہ لے کر وہاں اپنے نام پر شہر بیکانیر آباد کیا اسی علاقہ میں راجہ بیکا کی اولاد آئندہ حکمراں ہوئی۔

(۲) راجہ لون کرن المعروف بہ راجہ لون
۱۴۹۵ء تا ۱۵۱۳ء

راجہ لون نے جیسلمیر کے بھٹی خاندان سے بہت سا علاقہ چھین کر اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ راجہ لون نے اٹھارہ سال تک حکمرانی کی اور ۱۵۱۳ء میں انتقال کیا

راجہ لون کی اولاد کا آئندہ گوت لون ہی ہوا۔ یعنی لون گوت راٹھور کی شاخ ہے اور راٹھور گرھواں کی شاخ ہے اور گرھواں چندر ونشی خاندان پرمار کے گوجر کھشتری ہیں۔

(۳) راجہ جیت لون (۱۵۱۳ء تا ۱۵۴۷ء)

راجہ جیت لون ۱۵۱۳ء میں سریر آرائے تخت ہوا یہ بڑا بہادر راجہ تھا۔ اس کے عہد میں بیکانیر ایک وسیع علاقہ تھا اس نے اپنے قوت بازو سے خاندان گراہیہ دگورسی سے نارنول کا ضلع چھین کر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا آخر چونتیس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۵۴۷ء میں اس راجہ کا انتقال ہو گیا اس کی موت پر خانہ جنگی ہوئی تو اکبر نے بیکانیر پر قبضہ کر کے یہاں ایک راجپوت مقرر کر دیا جس کا تذکرہ آئندہ آئے گا اس طرح بیکانیر سے شاہی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

کشمیر کی آخری گوجر حکومت ۱۳۲۶ء تا ۱۵۸۶ء

راجہ شمش الدین شاہ ۱۳۲۶ء تا ۱۳۴۲ء

پہلے حصہ میں ہم نے کشمیر کی تاریخ ۱۳۲۶ء تک تحریر کی تھی۔ اسی چودھویں صدی میں کشمیر کی حکومت خاندان لوہر سے نکل کر گوجروں کے دوسرے خاندان میں منتقل ہوئی۔ اس انتقالِ اقتدار کا اجمال یہ ہے۔

لوہر راجہ سینہ دیو (SINH DEVA.) کا زمانہ ۱۲۷۸ء تا ۱۲۹۹ء تھا اس کا ایک ملازم شاہ میر تھا (۱۳۲۰ء تا ۱۳۲۳ء) رنچن تبتی نے کشمیر پر قبضہ کرکے شاہ میر کو وزیر مقرر کیا (۱۳۱۱ء تا ۱۳۲۶ء) رنچن کے انتقال پر سابق راجہ سینہ دیو کا رشتہ دار اودھن دیو کشمیر کا فرمانروا ہوا اس نے بھی شاہ میر کو اپنا وزیر رکھا۔ اسکے بعد آدن (AUAN) خاندان نے بغاوت کی یہ آدانہ گوجر، رانی کے رشتہ دار تھے۔

اقتدار کی جنگ

لوہر خاندان کے گوجر اور اوان خاندان کے گوجر آپس میں رشتہ دار تھے اور یہ دونوں متحد ہو کر سلطنت حاصل کرنے کی کوشش میں تھے۔ مگر رانی کوٹا دیوی بذات خود تخت کی دعویدار تھی اس کا ایک کمسن لڑکا کانت موجود تھا اور اس کی حمایت میں وزیر شاہ میر تھا جو لوہر خاندان کا نمکخوار وزیر تھا حالانکہ لوہر اور اوانوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی مگر انھوں نے سیاسی داؤ کھیل کر رانی کو اس جرم میں قتل کردیا کہ اس نے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے ایک وزیر سے کیوں شادی کی۔ شادی کا یہ پروپیگنڈہ سیاسی تھا اور مخالفین کی افترا پردازی اور تہمت تھی۔ شاہ میر ایک بزرگ ہستی تھی جس نے پورے اڑتالیس (۴۸) سال بحیثیت وزیر گزارے تھے کم از کم اس کی عمر اس وقت پچہتر سال تھی نہ تو بوڑھاپے میں اسے شادی کی تمنا تھی اور نہ ہی اس زمانہ میں شاہی گجر مستورات کے اخلاق اس قدر پست تھے کہ وہ بوڑھاپے میں شادی کریں۔ مولف گرجر کے زمانہ میں جبکہ زمانہ میں اخلاقی

پستی گھر چکی ہے اب بھی خاص طور سے گوجر قوم میں ایسی مستورات کی کمی نہیں ہے جو اولاد ہوتے ہوئے بیوگی میں دوسری شادی پر لعنت بھیجتی ہیں۔ کجا۔ وہ زمانہ جبکہ گوجر مستورات اپنی عزت و آبرو کے لئے آگ میں کود پڑتی تھیں۔

رانی کے قتل ہو جانے پر شاہ میر نے مخالفوں کو شکست دینے کی ٹھانی اس کی مدد پر باگڑی خاندان کے گوجر کمر بستہ ہوئے۔ باگڑیوں نے قوم چک کو بھی اپنی طرف لے لیا۔ آخر کار شاہ میر کامیاب ہوا اور اس نے "سری نگر" کے تخت پر متمکن ہو کر اپنا لقب شمس الدین رکھا۔

راجہ شمس الدین گوجروں کے کس خاندان سے تھا

آئین اکبری باب "کشمیر" میں درج ہے :۔ ترجمہ

" سہنہ دیو کے عہد حکومت میں ایک شخص شاہ میر جو اس زمانہ میں مسلمان ہوا اور جو اپنے کو راجہ ارجن پانڈو کی اولاد ظاہر کرتا تھا راجہ کے دربار میں ملازم ہوا " وغیرہ۔

" فرشتہ اپنی تاریخ حصہ دوم مقالہ دہم " میں یوں لکھتا ہے :۔ ترجمہ

" (اب) سلاطین اسلام کا تذکرہ کرتا ہوں جو کشمیر میں فرمانروا رہے واضح ہو کہ اسلام اس حدود (کشمیر) میں قریب العہد ہے اس ملک کے حکام قدیم سب ہنود تھے اور اکثر دین براہمہ رکھتے تھے ۷۱۵ھ تک سہنہ دیو کی حکمرانی تھی شاہ میر نامی ایک شخص بہ لباس قلندری کشمیر میں آکر راجہ کا نوکر ہوا وہ اپنا نسب یوں بیان کرتا تھا شاہ مرزا بن طاہر بن آل بن گرشاسپ بن نیکودر۔ نیکودر کی نسبت ارجن پانڈو تک پہنچاتا تھا اور پانڈوں کا احوال کتاب مہابھارت میں ہے۔

تاریخ آئین اکبری اور تاریخ فرشتہ کی عبارتوں کا انحصار ایک دوسرے پر نہیں ہے کیونکہ دونوں کی عبارتیں مختلف ہیں۔ آئین اکبری صرف اسی کو ارجن پانڈو کی اولاد ظاہر کر کے خاموش ہو جاتی ہے اور تاریخ فرشتہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ میر کا دادا یا پردادا مسلمان ہوا تھا۔

دونوں تاریخوں میں نام میں بھی اختلاف ہے۔ آئین اکبری میں اُسے شاہ میر لکھا ہے اور تاریخ فرشتہ میں اسے شاہ میرزا لکھا ہے۔ بحرحال نام کا یہ اختلاف معمولی ہے اور مابعد واقعات سے اس خاندان کی علمی قابلیت بھی ظاہر ہے لہذا صحیح نام "شاہ میر" ہے۔ کیونکہ اس زمانے تک لفظ مرزا اس ملک میں داخل نہ ہوا تھا

گوجروں کے نوشتہ جات اور گوجر مؤرخوں سے قطع نظر (جو اس خاندان کو گوجر لکھتے ہیں) مولف گرجر کہتا ہے کہ فارسی تواریخ سے بھی شاہ میر کا گوجر ہونا ثابت ہے۔ فارسی تاریخوں میں صاف طور سے اُسے مہاراجہ ارجن پانڈو کی اولاد تحریر کیا ہے۔ پانڈوں کی اولاد اس عظیم ملک آریہ ورت میں سوائے گوجروں اور راجپوتوں کے خاندانوں کے اور کوئی نہیں کہلاتی۔ راجپوت فرقہ بذات خود کوئی قوم نہیں ہے اس زمانہ میں تمام تاریخی کھشتری خاندان، گرجر کہلاتے تھے، اور نہ اُسی زمانہ میں راجپوت قوم کا وجود تھا۔[1]

دوسرے کشمیر میں مسلمان راجپوت سرے سے نہیں ہیں۔ آس پاس کی ریاست بھمبر، جبرال وغیرہ کے جو لوگ آج کل راجپوت کہلاتے ہیں، ان کا مکمل شجرہ ان کے اپنے نوشتہ جات کے مطابق اس تاریخ کے مولف گرجر کے پاس ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ اکبر کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے مگر شمس الدین کا پردادا انکو دادا یا دادا گرشاسپ تو اکبر کے زمانہ سے تین سو سال پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ تیسرے یہ تمام کشمیری راجپوت اپنا جد امجد مہاراجہ سوشرمچند کو مانتے ہیں جو پانڈو کے ہاتھ سے مہابھارت میں مارا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو کتاب مہابھارت و نیز تاریخ چھبال صد و صد ۱۰۱) مونہ ٹھاکر مہیر سنگھ مطبوعہ ۱۹۲۵ء

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ شاہ میر (یا شمس الدین) گوجروں کے کس خاندان سے تعلق رکھتا تھا تاریخ راج ترنگنی جو ۱۱۲۲ء کے قریب کشمیری پنڈت کلہن نے لکھی تھی اور برہم سدھانت جو برہم گپت نے بھنمال میں لکھی تھی دونوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشان

---

[1] قدیم راجاؤں اور مہاراجاؤں کے کتبہ جات و دیگر عبارات حصہ پنجم میں تحریر ہیں وہاں ملاحظہ کرنی چاہئیں مولف۔

خاندان پانڈو کی اولاد ہے۔ موجودہ تمام کشانہ گوجروں کا یہی دعویٰ ہے۔ وہ پانڈو کی نسل سے سورج ونشی ہیں اس لئے بلاشک و شبہ شاہ شمس الدین کشان گوجر تھا۔

انتظام سلطنت

شاہ شمش الدین ایک بہترین گوجر تھا اس نے اپنی قوم کی سربلندی کے لئے اپنی وزارت کے عہد میں بھی اور اپنی بادشاہت کے دور میں بھی بڑی خدمت کی۔ اس نے تمام امور مملکت کو گوجروں کے سپرد کیا۔ فوج میں تمام گوجر بھرتی کئے گئے۔ قوم چک کو بھی اس نے عہدے دئے۔ گوجروں کا خاندان باگڑی جو گوت گہلوٹ کی شاخ ہے اس زمانہ میں اپنی قابلیت سے عروج پر پہنچا۔

شاہ شمش الدین ایک بزرگ ہستی تھی وہ بڑا عابد و زاہد شخص تھا اس نے تمام مملکت میں اعلان کیا کہ کسی شخص سے بھی محصول کی رقم اس کی درآمد کے چھٹے حصہ سے زیادہ وصول نہ کی جاوے۔ شاہ شمش الدین ایک رحمدل فرمانروا اور رعایا کے لئے مشفق باپ تھا، وہ تمام مذاہب والوں کی عزت کرتا تھا وہ بذات خود سنّی المذہب تھا مگر ہندو اور شیعہ وغیرہ مختلف فرقے اور مذہبوں پر کوئی پابندی نہ تھی۔

شاہ شمس الدین جس وقت تخت نشین ہوا وہ نہایت ضعیف تھا، انتظام سلطنت زیادہ تر اس کا وزیر سراج الدین باگڑی سرانجام دیتا تھا، دو ڈھائی سال بعد وہ بالکل کمزور ہو گیا اور بہت جلد انتقال کر گیا۔

راجہ جمشید شاہ ۱۳۲۸ء تا ۱۳۲۹ء

شاہ شمش الدین کے چار بیٹے جمشید، علی شیر، اشامک شیر اور ہندال تھے جن میں جمشید بڑا تھا اس لئے اعیان مملکت نے گوجر کھشتریوں کے قانون کے مطابق بڑے لڑکے جمشید کو تخت نشین کیا، مگر علی شیر نے مسلمان بادشاہوں کی طرح

سلہ یہ بات یوں بھی قرین ہے کہ گوجروں کا اوانہ خاندان جو بیوار گوت کی شاخ ہے شمش الدین کا مخالف تھا کیونکہ بیوار خاندان کشمیر کو زمانہ قدیم سے اپنا گھر سمجھتے ہیں اور کشمیر کے بانی کشیب رشی سے مامت کے دعویدار رہے ہیں اور بوہر خاندان بھی بیوار گوت کی شاخ ہے۔

قوت کو وراثت کا معیار مقرر کیا۔ چنانچہ اس نے آہستہ آہستہ اپنے بھائی کے خلاف سازش کرنی شروع کی جب اس کے کافی حامی بن گئے تو وہ سری نگر سے مدن پور چلا گیا اسی جگہ اس کے مددگار پہنچ گئے، علی شیر نے متوازی حکومت قائم کر لی۔ جمشید شاہ اس کی سرکوبی کو روانہ ہوا اور راستہ میں سے ہی صلح کا پیغام بھیجا مگر علی شیر نے صلحنامہ کا جواب نہ دے کر اپنے بڑے بھائی کی فوج پر کامیاب شبخون مارا۔ جمشید شاہ کی فراری براستہ مدن پور ہوئی جسے اس نے علی شیر کے محافظ دستوں سے چھین لیا، مگر علی شیر اس کے تعاقب میں آپہنچا۔ جمشید شاہ لاچار ہو کر کمراج کی طرف چلا گیا اور جلد ہی اس کا انتقال ہو گیا اس کے بعد سری نگر میں مقیم سراج الدین وزیر نے علی شیر کو بلا کر صلح و آشتی کے ساتھ حکومت سونپ دی۔

جمشید شاہ کی مدت سلطنت ایک سال چند ماہ تھی۔

راجہ علاء الدین شاہ ۱۳۲۹ء تا ۱۳۴۱ء

جمشید شاہ کے انتقال پر کشمیر میں اس کے بھائی علی شیر نے اپنا لقب شاہ علاء الدین اختیار کیا اور اپنے چھوٹے بھائی اشنا مک شیر کو وزیر اعظم مقرر کیا۔

انتظام سلطنت

شاہ علاء الدین نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حکومت کی ہر شہر میں گوجروں کے محافظ دستے مقرر کئے جن کا کام یہ بھی تھا کہ وہ غریبوں، اپاہجوں اور بیماروں کی دیکھ بھال کریں۔ شاہ نے کاشتکاروں کو کشت وزراعت کی فراوانی کے لئے رعایتیں دیں۔ کشمیر کو جنت نظیر سے رشک ارم بنایا۔ اپنے نام پر متعدد شہر آباد کئے۔ شاہ علاء الدین نے تاریخ میں ایک نیا قانون رائج کیا وہ یہ تھا کہ بدکار عورت کو شوہر کے مال سے میراث نہ ملتی تھی۔

شاہ کے ابتدائی ایام میں کشمیر میں پیداوار کی بڑی فراوانی اور کثرت ہوئی تمام رعایا خوشحال رہی مگر آخر سال کشمیر میں زبردست قحط پڑا لوگوں نے لوٹ مار مچانی شروع کی۔ شاہ علاء الدین نے سماج دشمن عناصر کو کشتواڑ میں شکست دی اور انہیں گرفتار کر کے قید کیا غربا اور قحط زدہ لوگوں میں حتی المقدور غلہ ز

اناج تقسیم کیا اس کے باوجود کافی آدمی قحط کی نذر ہو گئے۔ آخر بارہ سال حکمرانی کر کے سنہ ۱۳۴۲ء میں شاہ علاء الدین کا انتقال ہو گیا۔

راجہ شہاب الدین شاہ سنہ ۱۳۴۲ء تا سنہ ۱۳۶۱ء

راجہ علاء الدین شاہ کے انتقال پر اس کا بھائی شیر اشامک سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور اپنا لقب شہاب الدین شاہ رکھا۔

سرحد و کابل کی فتح شہاب الدین شاہ ایک بہادر جرنیل اور قوی سپہ سالار تھا اس نے تخت نشین ہوتے ہی وسعت سلطنت کے لیے ہر چہار طرف گوجروں کے گھوڑے زین بستہ کر دیے۔ اس زمانہ میں دلی پہ تغلق خاندان کی حکومت تھی اور شمالی مغربی ہندوستان اُن کے پنجۂ اقتدار سے آزاد تھا۔ شاہ نے کشمیر سے نکل کر مغرب کا رُخ کیا۔ باسپ نگر کے راستہ سے پشاور پہنچا اور درمیان کا تمام علاقہ پشاور تک فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا پھر درۂ خیبر کے راستہ پہاڑوں کو عبور کیا اور افغانستان تک فتوحات کے جھنڈے گاڑے اور کابل کو کشمیر کی حکومت میں شامل کیا۔ فارسی تواریخ میں مذکور ہے کہ قندھار اور غزنی کے باشندے اور حکمران اس سے ہمیشہ ڈرتے تھے۔

شمالی پنجاب کی فتح کابل سے روانگی پر راجہ شہاب الدین شاہ نے پنجاب کا رُخ کیا تمام علاقہ کو فتح کرتا ہوا دریائے ستلج تک پہنچا۔ اس سے تھوڑے دن پیشتر اسی علاقہ ستلج پر نگر کوٹ کے راجہ نے حملہ کر کے بادشاہ دلی کے حاکموں کو شکست دے کر ان کا بہت سا مال و اسباب لوٹ لیا تھا۔ اس فتح کے باوجود نگر کوٹ کا راجہ شہاب الدین شاہ کے پاس ازراہ دوستی و مراسم ملکی پہنچا اور اپنے ہمراہ بہت سے تحائف لایا اور وفاداری و ماتحتی قبول کی۔

شمالی سندھ کی فتح سندھ پر سمہ خاندان کے مُسلم گوجر حکومت کرتے تھے اور ان کے ماتحت دریائے سندھ کے مغرب کا علاقہ موجودہ پنجاب

تک تھا شہاب الدین شاہ نے دریائے سندھ پار کیا اور اس سلطنت میں فوج کشی کی جام دائی سندھ مقابلہ کو آیا مگر شکست کھائی۔

تبّت کوچک کی فتح

مغرب اور جنوب میں فتوحات حاصل کر کے شہاب الدین شاہ نے مشرق کا رُخ کیا۔ تبّت کوچک کا حکمراں خدمت میں حاضر ہوا اور تحفہ و نفائس پیش کر کے وفاداروں میں شامل ہوا۔

شانِ گُرجر

حالانکہ شہاب الدین شاہ نے مشرق میں دریائے ستلج سے لے کر مغرب میں شمالی بلوچستان تک فتوحات کے جھنڈے گاڑے اور شمال میں کابل سے لے کر جنوب میں علاقہ سندھ کی شمالی حد تک کے حکمرانوں کو شکستیں دیں مگر اس نے کھشتریوں کی طرح کسی علاقہ کے حکمراں کو معزول نہیں کیا بلکہ ان کو ماتحت و باجگزار بنا کر چھوڑ دیا اور ان کے علاقوں پر ان کا ہی اقتدار تسلیم کیا۔

تعمیرات (۱) لکشمی نگر

شہاب الدین شاہ کی ماتحتی میں بہت سا وسیع علاقہ آجانے سے سلطنت کشمیر کی آمدنی میں بیحد اضافہ ہوا اس رقم (یعنی لکشمی) سے اس نے ایک نئے شہر کی تعمیر شروع کی اور اس کا نام لکشمی نگر رکھا جسے لچھمی نگر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر تمام تر تاجر پیشہ افراد کے لئے مخصوص کیا گیا۔

(۲) شہاب پور

لکشمی نگر آباد کرنے کے بعد راجہ شہاب الدین شاہ نے اپنے نام پر ایک شہر آباد کیا جس میں بہترین عمارتیں تعمیر کی گئیں اور تالاب کھدوائے گئے یہ شہر شہاب پور کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔

تمام تواریخ شاہد ہیں کہ شہاب الدین شاہ نہایت شجاع اور بہادر تو تھا ہی مگر ساتھ ہی ساتھ اخلاق و اطوار کا مالک تھا اور اوصاف سے بزدہ متصف تھا۔ اس نے علم و کمال کی سرپرستی کی اور انصاف و عدل کے ساتھ حکمرانی کی۔

شاہ کی اولاد شاہ کی دو بیویاں تھیں پہلی سے دو لڑکے حسن خاں اور علی خاں تھے، دوسری بیوی اور پہلی بیوی کی ناچاقی سے تنگ آ کر شاہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو دلی کی طرف نکال دیا اور اپنے چھوٹے بھائی ہندال کو ولی عہد کیا، بعد میں اسے اپنے بیٹوں کی یاد آنے لگی چنانچہ اس نے اُن کو بلانے کا انتظام کیا۔ یہ یاد ولیعہدی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ شفقت پدری کی وجہ سے تھی۔ کشمیر کے گوجر راجاؤں کا یہ اعزاز قابل تعریف ہے کہ وہ کھشتریوں کے شاہی رواج پر چلتے رہے اور سوچ سمجھ کر انھوں نے اپنے بھائی اور اپنی اولاد میں فرق نہ کیا یہی وجہ تھی کہ مذکورہ بالا تمام بھائی... (سوائے علاء الدین شاہ) برضا و رغبت یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ المختصر راجہ شہاب الدین شاہ کا کوئی بھی بیٹا ابھی کشمیر نہیں آیا تھا کہ وہ راہی عالم بقا ہوا۔

راجہ قطب الدین شاہ ۱۳۶۱ء تا ۱۳۷۶ء

راجہ جمشید شاہ کا چوتھا بھائی ہندال اپنے بھائی شہاب الدین کے انتقال پر سری نگر کے تخت پر بیٹھا اور اپنا لقب قطب الدین شاہ اختیار کیا اس نے اپنے بھتیجوں کو دلی سے کشمیر اپنے پاس بلایا صرف حسن خاں واپس آیا۔

لوہر کوٹ کی فتح لوہر کوٹ کا علاقہ حدود کشمیر میں ہی تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد وہاں کے حاکموں نے بغاوت پر باندھی یہ امرائے سلطنت شہاب الدین شاہ کے نامزد کردہ تھے مگر انھوں نے اس کی وفات کے بعد اس کے ولی عہد اور وصی سے بنائے مخاصمت ڈالی۔ راجہ قطب الدین شاہ فوج لے کر لوہر کوٹ کی طرف بڑھا گوجر دل کے درمیان جنگ واقع ہوئی۔ دونوں طرف سے ہزارہا آدمی مارے گئے کامیابی کا سہرا قطب الدین شاہ کے سر رہا۔ باغی معرکۂ کارزار میں کام آئے۔

حسن خاں کی بغاوت

باغی امرائے سلطنت کو جب بمقام لوہر کوٹ شکست ہوئی تو انھوں نے شاہ اور اس کے بھتیجے حسن خاں کے درمیان سازش کر کے نفاق کا بیج بو دیا حسن خاں اپنے باپ کے تخت کا دعویدار ہوا۔ اُس زمانہ میں مسلم گوجر اور ہندو گوجر ایک ہی رشتۂ اتحاد میں منسلک تھے چنانچہ شہاب الدین شاہ مرحوم کا وفادار رائے دل سینہ (RAI DEL SINH) جو امرائے سلطنت میں سے تھا شہزادہ حسن خاں کی حمایت میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے کھشتریوں میں راج پاٹ کا حق بھائی کو نہیں ملتا۔.....

قطب الدین شاہ نے جواب دیا کہ مجھے میرے بھائی نے ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اس پر شہزادہ کے حمایتی سرداروں نے کہا کہ اُس وقت دارالخلافہ میں کوئی شہزادہ نہ تھا اس لئے تمہیں ولیعہد بنایا گیا تھا۔ اب جبکہ شہزادہ واپس آچکا ہے تمہیں تخت سے دستبردار ہوجانا چاہیئے۔ قطب الدین شاہ کو اپنے بھتیجے سے ایسی امید نہ تھی وہ اس سے محبت کرتا تھا اس نے ہی اُسے جلاوطنی سے بلایا تھا مگر شاہ کو اب تخت سے دستبرداری اپنی توہین محسوس ہوئی۔ اس لئے دونوں فریقوں نے جنگ آزمائی پر کمر باندھی۔

کشمیر کے تمام گوجروں اور زمینداروں نے شہزادہ کی حمایت میں تلواریں میان سے باہر کیں۔ قوم چک اور خاندان باگڑی حالانکہ حکومت میں افسران تھے مگر انھوں نے تخت نشینی کے جھگڑے میں اپنے کو ملوث نہ کیا اور غیر جانبدار رہے شاہ نے شہزادہ کے حمائتوں کو یکجا متحد ہونے کا موقعہ نہ دیا اس نے سب سے پہلے رائے دل سینہ پر حملہ کیا۔ رائے معرکہ کارزار میں کام آیا۔ شہزادہ کی ہمت پست ہوگئی اور وہ بھاگ نکلا مگر راستہ میں گرفتار ہوگیا اسے مقید کر دیا گیا

ہمدانیؒ کی کشمیر میں آمد

راجہ قطب الدین شاہ کے زمانہ میں ہمدان سے میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ العزیز کشمیر میں آئے شاہ نے ان کو گوجر دربار میں بلایا اور ان کی عزت وتکریم کی۔ ہمدانیؒ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے اور کشمیر کے گوجر صحیح معنوں میں مسلمان تھے انھوں نے مذہبی

تعصب کو بالائے طاق رکھ کر کشمیر میں علوم و فنون کے دریا جاری کئے تھے ان بزرگ کی آمد پر ایک خانقاہ تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا۔ ہمدانی صرف چالیس روز کشمیر رہے پھر واپس اپنے وطن چلے گئے ان کے جانے کے بعد یہ خانقاہ معلی پایہ تکمیل کو پہنچی جو آج تک گوجروں کی عظمت پارینہ کو یاد دلاتی ہے

قطب الدین شاہ کی اولاد

قطب الدین شاہ ایک سے زیادہ شادی کے قائل نہ تھے حالانکہ مدتوں ان کی بیوی سے کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی مگر شاہ کے دل میں کبھی تشویش نہ ہوئی۔ آخر پروردگار عالم نے انھیں صبر کا پھل عطا کیا اور آخر عمر میں ان کے دو لڑکے (۱) آسشاکر (۲) ہیبت خاں تولد ہوئے۔

شاہ نے پندرہ سال پانچ مہینہ حکومت کر کے ۱۳۷۶ء میں انتقال کیا اس نے اپنے نام پر شہر قطب الدین پور کو آباد کیا۔ جو آج تک موجود ہے

راجہ سکندر شاہ ۱۳۷۶ء تا ۱۳۹۹ء

قطب الدین شاہ کے انتقال بعد اس کے بڑے بیٹے آسشاکر کو سکندر شاہ لقب دے کر تخت نشین کیا گیا۔ سکندر شاہ تخت نشینی کے وقت کم سن تھا۔ امور سلطنت اس کی ماں سورہ سر انجام دیتی تھی۔ سورہ ایک عاقل و فرزانہ عورت تھی جس نے حکومت کے کاموں کو خوش اسلوبی سے انجام دیا

محمد شاہ کی بغاوت

محمد شاہ، سکندر شاہ کا بہنوئی تھا اس نے اپنے سالے کو کمسن خیال کر کے تخت پر قبضہ کرنا چاہا۔ وہ دن رات اپنی بیوی کی مدد سے سازش میں لگا رہا۔ جب سورہ کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اپنے دوسرے بیٹے ہیبت خاں کی مدد سے اپنی بیٹی اور اپنے داماد کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

راجہ مادری رائے کی بغاوت

محمد شاہ مقتول راجہ مادری رائے[۱] کا بیٹا تھا جو امرائے سلطنت میں سے تھا اس نے

---

[۱] لفظ مادری سنسکرت کا لفظ माद्री ہے۔ راجہ مادری رائے ہندو گوجر تھا کشمیر کی یہ حکومت گوجر قوم سے تعلق رکھتی تھی۔ گوجر بلا لحاظ مذہب اپنے کو ایک سمجھتے تھے اسی وجہ سے تمام گوجر مشرف بہ اسلام ہو گئے مولف

اپنے بیٹے کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے ایک روز محل میں سازش کر کے ہیبت خاں کا کام تمام کر دیا۔ سورہ ایک سیاست داں عورت تھی وہ رائے کی قوت وطاقت سے واقف تھی اس نے اپنے بیٹے سکندر شاہ کو تلقین کی کہ وہ اس بارے میں فی الحال زبان بند رکھے دونوں ماں بیٹا موقعہ کی تاک میں رہے۔ رائے بھی سورہ کی قابلیت کو جانتا تھا چنانچہ اس نے کسی بہانہ سے اپنے کو دارالخلافہ سے دور رکھنا مناسب سمجھا اور اجازت لے کر تبت کو چک کو فتح کرنے کے لئے چلا گیا۔ جب اس نے تبت کو چک فتح کر لیا تو اسی دوران مقید شہزادہ حسن خاں جو سکندر شاہ کا چچا تھا کسی طرح نکل کر رائے کی خدمت میں پہنچا اور دونوں نے تبت کو چک میں متوازی حکومت قائم کر لی۔ جب راجہ سکندر شاہ کو اس امر پر آگاہی ہوئی وہ ایک عظیم فوج لے کر تبت کو چک پہنچا۔ حسن خاں معرکۂ کارزار میں قتل ہو گیا اور رائے زخمی حالت میں گرفتار ہوا۔ اسے سرینگر میں قید کر دیا گیا جہاں اس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

وزیر الوزراء راجہ سکندر شاہ کے عہد حکومت میں ایک برہمن سامنت نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر کے اسلام قبول کر لیا۔ برہمنوں نے بیوہ سے شادی کرنے کے جرم میں اسے قوم سے نکال دیا تھا کھشتریوں میں ایک سے زیادہ شادی کرنے کا رواج زمانہ قدیم سے تھا اور لاولد بیوہ بھی شادیاں کرتی تھیں۔ کھشتریوں میں تبدیلئ مذہب بھی تعصب سے نہ دیکھا جاتا تھا بہت سے گوجر کھشتری راجہ جین مذہب، بدھ مذہب اور اسلام مذہب کے پیروکار رہے ہیں اس کے باوجود گوجر کہلائے مگر برہمنوں میں آج تک ایسا نہیں ہے جن برہمنوں نے جین مذہب یا بدھ مذہب قبول کیا وہ آج تک برہمن نہیں کہلاتے اسی طرح جن برہمنوں نے اسلام قبول کیا وہ بھی اب برہمن نہیں کہلاتے مگر گوجروں میں آج تک جینی گوجر، سکھ گوجر، ہندو گوجر اور مسلمان گوجر موجود ہیں) الغرض قومیت سے خارج ہو جانے کی وجہ سے سامنت کے دل میں برہمنوں کی طرف سے کینہ پیدا ہو گیا۔

سامنت آخر برہمن کا بچہ تھا، عالم فاضل تھا تھوڑے ہی عرصہ میں گوجروں

کے دربار میں "وزیرالوزراء" (وزیراعظم) ہو گیا۔ وزیراعظم ہوتے ہی اس نے غیر مسلموں کے مذہب میں مداخلت شروع کر دی۔ اس نے اعلان کیا۔

(۱) کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ ستی نہ ہو

(۲) کوئی مرد اپنے ماتھے پر ٹیکا (قشقہ) نہ لگائے۔

(۳) سونے چاندی کے بت سرکاری خزانہ میں داخل کئے جائیں

(۴) تمام ہندو مسلمان ہو جائیں ورنہ کشمیر سے نکل جائیں۔

سامنت برہمن ایک ظالم شخص تھا اس نے اپنا ذاتی بدلہ لینے کے لئے ہزار ہا ہندوؤں کے گھر اجاڑ دئے تواریخ سے واضح ہے کہ کسی بھی شخص نے ان احکام پر عمل نہ کیا بہت سے لوگ خودکشی کر کے مر گئے۔ ایک فارسی مؤرخ نے سکندرشاہ کو "بت شکن" محض اس وجہ سے لکھ مارا ہے کہ اس کے برہمن وزیراعظم نے اسے یہ لقب دیا تھا۔ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ جب سکندرشاہ کو ان حالات سے واقفیت حاصل ہوئی تو اس نے سامنت کو معزول کر دیا اور احکام کو منسوخ کر کے مندرجہ ذیل ہدایات جاری کیں۔

(۱) کوئی مسلمان عورت اپنے خاوند کے ساتھ ستی نہ ہو۔ ؎۱

(۲) ہر ہندو اپنے ماتھے پر ٹیکا (قشقہ) لگائے۔

(۳) حلفنامہ داخل کر کے ان بتوں کے برابر سونا سرکاری خزانہ سے لے لیا جائے جن کو وزیراعظم نے گلا کر مسکوک کرایا تھا۔

(۴) مہادیو اور جگدیو کے مندر بحال کئے جائیں۔

سکندرشاہ کا یہ حکمنامہ برہمنوں کے لئے فائدہ مند ہوا لیکن گوجروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا۔ اس حکم کی دفعہ ۲ کی رو سے ہندو گوجر بھی ماتھے پر قشقہ لگانے لگے اور بجائے تلواریں لٹکانے کے ان کے گلوں میں جنیو (زنار) لٹکنے لگے

؎۱ یہ رواج مسلمان گوجروں میں بھی اس وقت موجود تھا۔ آج تک گوجر مستورات عزت قومی میں خصوصی امتیاز رکھتی ہیں، میرے زمانہ میں ایک ایسی مسلم گوجر خاتون نے اپنے خاوند کی موت پر اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی جس کا گھرانہ سات سو سال سے مسلمان ہے۔ مولف گوجر۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی برہمنوں میں شمار ہونے لگے کشمیر میں مجموعی طور سے آج بھی مُسلمان گوجروں کی تعداد سب مسلم وہندو قوموں سے زیادہ ہے مگر ہندو گوجر کوئی نہیں ہے۔ گوجروں کے بعد برہمنوں کی ہی تعداد آتی ہے۔ اگر یہ حکم نافذ نہ ہوتا تو اولاً تمام گوجر مُسلمان ہی ہوتے ورنہ کم از کم ہندو نام سے گوجر ضرور رہتے۔ اس طرح خواہ نخواہ کھشتریوں کو کمزور کر دیا گیا (اس کی کمی کو پورا کرنے کے لئے آئندہ قوم چک اور قوم مغل کو فوجی ملازمتیں دی گئیں اور ان قوموں نے اس گوجر حکومت کو صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ جس کا ذکر اسی بیان کے آخر میں آئے گا)

تیمور کا حملہ

تیمور ۱۳۹۷ء میں براستہ پنجاب سیدھا دلی گیا واپسی پر اس نے ہردوار سے پہاڑی راستہ اختیار کیا اور جموں ۱۳۹۸ء میں پہنچا۔ تیمور کے مظالم کی داستانیں ملک کے طول و عرض میں ہر مُسلمان، ہندو کے ذہن میں خوف و لرزہ پیدا کر رہی تھیں۔ جموں سے تیمور نے اپنا سفیر کشمیر بھیجا۔ سکندر شاہ نے مصلحتِ وقت دیکھ کر اُسے تحائف بھیجے چاہے، مگر تیمور کے درباریوں نے تیمور کو کہا کہ شاہ تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی پیشکش میں دے گا یہ خبر سن کر سکندر شاہ نے عرضی بھیجی کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ حضور کے لائق پیشکش گزار سکوں۔ تیمور پر پنجاب کے گوجر حملہ آور ہو رہے تھے اور وہ جلدی میں تھا اس نے کہلا بھیجا کہ شاہ ان باتوں کا خیال نہ کرے۔ سکندر شاہ اپنی استطاعت کے مطابق تحائف لے کر روانہ ہوا مگر جب بارہمولہ پہنچا تو پتہ چلا کہ تیمور سمرقند جا چکا ہے[1]

اخلاق و عادات

سکندر شاہ ایک رعایا پرور راجہ تھا۔ اس نے کشمیر میں مذہبی و دینی مدارس قائم کئے۔ ہندوؤں کے مندروں اور پاٹھ شالوں کے لئے الگ رقم مقرر کی گئی۔ وہ برہمنوں کی بڑی عزت و تکریم

[1] یہ واقعہ مغلوں کے اپنے نوشتہ جات و تواریخ پر مبنی ہے جس میں تیمور کی فتوحات اور غلبہ کو نمایاں کیا گیا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ سکندر شاہ نے تحائف بھیجے تھے اور نہ ہی تیمور کا ارادہ کشمیر پر غلبہ حاصل کرنے کا تھا، یہ قصہ تیمور کی فتوحات میں مستزاد کیا گیا ہے، مؤلف گوجر۔

کرتا تھا اس کی نرم دہر دلعزیز پالیسی کی وجہ سے ہر چہار طرف امن و امان کا دور دورہ تھا۔ اس راج کی بابت یہ کہاوت مشہور ہے ؎

راج ماں راج توں سکندر ۔ باقی توں ہاں مچھندر یعنی راجوں (حکومتوں) میں حکومت تو سکندر کی ہے ورنہ باقی سب مچھندر (دوسروں کو لوٹنے والے) ہیں۔

سکندر شاہ کو مذہب اسلام سے محبت تھی وہ ایسی اسلامی باتوں کی تکرار کا قائل نہ تھا جو ایک دوسرے کے خیالات میں حائل ہوں۔ اس کی حکومت کے دوران کشمیر کے علوم و فنون کا چرچا دور دراز ملکوں تک پہنچا۔ سکندر شاہ نہایت سخی و مخیر تھا۔ عراق و خراساں سے بہت سے غریب علماء اس کے دربار میں پہنچے سکندر شاہ نے سب کی آؤ بھگت کی ان علماء میں سید محمد عالم کو گوجر دربار میں رہنے کے سب سے زیادہ مواقع میسر تھے۔ سکندر شاہ کو علم فقہ سے خاص رغبت تھی۔

انتظام سلطنت میں بھی سکندر شاہ کا نام گوجر تاریخ میں عالی مقام رکھتا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل احکام قابل ذکر ہیں۔

(۱) سکندر شاہ نے اپنی تمام حکومت میں شراب بیچنے پر سخت پابندی لگائی۔

(۲) اس نے تمام سرکاری عہدیداران کو حکم دیا کہ کسی بھی شخص خواہ ہندو ہو یا مسلمان سے کوئی سوغات یا پیشکش نہ لیں۔ اس طرح اس نے عوام میں منادی کرائی کہ کوئی شخص بلا لحاظ مذہب کسی بھی سرکاری عہدیدار کو کسی قسم کی سوغات تحفہ جات یا پیشکش نہ دے۔ یہ ایک ایسا حکمنامہ ہے جس سے گوجر قوم کا سر آج بھی فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ ورنہ بیرونی مسلمانوں کے تمام عہد حکومت میں ہندو تو ذمی کافر سمجھے ہی جاتے تھے مگر مسلمان عوام کو بھی تعلقہ دار، نواب، سرکاری عہدیداران کسی طرح نہ بخشتے تھے۔

سکندر شاہ کی وفات

سکندر شاہ اپنے آخری ایام میں تپ محرقہ میں مبتلا ہوا وہ بیماری کی حالت میں اپنے تینوں بیٹوں

میر خاں، شاہی خاں اور محمد خاں کو اتفاق و اتحاد کی نصیحتیں کرتا رہتا تھا، مرنے سے پہلے اس نے کھشتری قانون کے تحت اپنے بڑے بیٹے میر خاں کو علی شاہ کا خطاب دے کر تختِ سلطنت سپرد کیا۔ آخر بائیس سال نو ماہ حکمرانی کر کے اس گوجر شاہ کا انتقال ۱۳۹۹ء میں ہوا۔

سکندر شاہ نے اپنے نام پر ایک شہر آباد کیا تھا جو آج بھی سکندر پور کے نام سے مشہور ہے۔

راجہ علی شاہ ۱۳۹۹ء تا ۱۴۰۶ء

راجہ علی شاہ تخت نشینی کے وقت جواں سال تھا۔ اس نے دوسرے راجاؤں کو اپنا رشتہ دار بنایا۔ راجہ جموں اس کا خسر تھا اور راجوری کا راجہ اس کا بہنوئی تھا۔ علی شاہ کے زمانہ میں سامنت برہمن بھر وزیر اعظم بن بیٹھا مگر چند ماہ بعد ہی تپِ دق کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس کی موت کے بعد راجہ علی شاہ نے اپنے بھائی شاہی خاں کو وزیر اعظم مقرر کیا۔

شاہ کا شوق

جب امور سلطنت شاہی خاں نے بخوبی سرانجام دئے اور رعایا خوشحال و مطمئن ہوئی شاہ علی شاہ کو دنیا کی سیر کرنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ اس نے اپنے بھائی وزیر اعظم شاہی خاں کو اپنا جانشین مقرر کیا اور چھوٹے بھائی محمد خاں کو وزیر اعظم مقرر کیا اس کے بعد شاہ نے دونوں بھائیوں کو اتحاد و اتفاق کی نصیحت کی۔ اس کے بعد کشمیر سے رخصت ہونے سے پہلے وہ راجوری اور جموں کے راجاؤں کے یہاں مہمان رہا۔

شوق کی قیمت

جموں کے راجہ اور راجوری کے راجہ دونوں نے علی شاہ کو اس عجیب شوق پر شرمندہ کیا۔ چند ماہ کے ادھر اُدھر کے سفر نے اس کا شوق پورا کر دیا اور اب اسے خود بخود محسوس ہونے لگا کہ اس نے خواہ مخواہ سلطنت کو لات ماری، اب کون حکومت واپس کرے گا۔ لہٰذا وہ اپنے خسر راجہ جموں اور رانا جچھ[1] اور اپنے بہنوئی راجہ راجوری سے مدد کا

[1] رانا جچھ کی اولاد کا گوت جھان ہے جو گوجروں میں ایک مشہور و ممتاز قبیلہ ہے ان کے نام پر متعدد مقامات کشمیر، جموں اور پنجاب میں واقع ہیں۔ اس خاندان کے ایک سردار نے ضلع مظفر گڑھ لی تھی، ۱۷ ویں صدی میں ان کے نام پر جھان پور آباد کیا مگر اب وہاں کوئی جھان آباد نہیں ہے۔

طالب ہوا۔ راناجھ کی بہادری سے آخر علی شاہ نے کشمیر کے ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ (جھ کی اولاد ہی نے کشمیر کے ایک دریا کا نام جہلم رکھا تھا)

اسی زمانہ میں پنجاب میں راجہ جسرت کھوکھر نے تمام علاقہ پر قبضہ کر کے قوت حاصل کی تھی اور وہ دلی کی بادشاہت کے لئے کوشش میں تھا، چنانچہ شاہی خاں نے سری نگر سے اُسے خط بھیجا۔ بقول بعض مورخین وہ خود پنجاب آکر مدد کا طالب ہوا راجہ جسرت سنہ ۱۴۲۰ء میں کشمیر میں داخل ہوا۔ ادھر سے علی شاہ نے راجہ جموں اور راجہ راجوری کو ہمراہ لیا۔ دونوں فوجوں میں سخت معرکہ آرائی ہوئی علی شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔ شاہی خاں اور جسرت کی فوجیں پہاڑی دروں میں جان بچانے کے لیے گھس گئیں۔ علی شاہ نے ان کا تعاقب کیا، مگر ایک درّے میں وہ خود گھر گیا۔ شاہی خاں اور جسرت کی بھاگتی فوج رُک گئی۔ علی شاہ کی فوج کا کثیر حصہ تہ تیغ ہو گیا اب علی شاہ نے بھاگنے میں مصلحت سمجھی اور وہ نہ معلوم کہاں غائب ہو گیا۔

چونکہ کشمیر پر شاہی خاں کا اقتدار پہلے سے تھا اس لئے وہ اطمینان کے ساتھ سرینگر آیا اور اپنا لقب زین العابدین شاہ اختیار کر کے کشمیر کا بلا شرکت غیرے حکمراں ہوا اور اس جنگ سے اُسے یہ فائدہ بھی ہوا کہ ایک دلیر ہم قوم دوست گوجر راجہ جسرت کھوکھر اُسے مل گیا۔

مہاراجہ ادھیراج زین العابدین شاہ سنہ ۱۴۲۰ء تا سنہ ۱۴۵۸ء

دریائے علوم و فنون کا گوہر نایاب گُرجرِ اعظم زین العابدین شاہ

گُرجرِ اعظم زین العابدین شاہ سنہ ۱۴۲۰ء میں سرینگر کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے انھوں نے تخت نشین ہوتے ہی اعلان کیا کہ کشمیر کے ہندو اور مُسلمان شاہی قانون کی نظر میں ایک ہیں۔ اس نے برہمنوں کو بلا کر یہ بات کہی کہ ہمارے باپ دادا اسی دین کے بانی تھے تم پر آج تک تم کاربند ہو اس لئے، مذہب کے اختلافات کو ایک ہی قوم کے درمیان وجہُ نزاع نہ ہونا چاہیئے چنانچہ ہندوؤں کو سرکاری ملازمتوں میں اس حساب سے رکھا گیا کہ لوگ سامنت برہمن کے مظالم بھول گئے۔ دوسرا

اعلان اس نے یہ کیا کہ کسی مذہب پر کسی قوم کی اجارہ داری نہیں ہے عوام چاہے جس مذہب کو قبول کریں حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان مذہب تبدیل کرے گا تو اس پر ارتداد کا الزام عائد نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص کوئی مذہب تبدیل کرے گا تو وراثت کا حق سابقہ مذہب کے مطابق ہوگا

جسرت کی مدد ملک کے اندرونی حالات درست کرتے ہی گرجر اعظم نے فتوحات کا سلسلہ جاری کیا۔ سب سے پہلے اس نے جسرت کھوکھر کو تلقین کی کہ اب جبکہ سرحد، پنجاب اور کشمیر پر گوجروں کا از سر نو قبضہ ہو چکا ہے تمہیں چاہیئے کہ آگے بڑھ کر دلی پر قبضہ کر لو۔ جسرت ایک بہادر شخص تھا چنانچہ اس نے کشمیر کے گوجروں کی فوج کی مدد سے دریائے ستلج تک کا علاقہ فتح کیا۔ مگر اسے پنجاب کے گوجروں کے نفاق کی وجہ سے دلی کی فوجوں سے ہزیمت کھانی پڑی۔ اس کے بعد جسرت نے شمالی سندھ اور شمالی بلوچستان فتح کیا اور دریائے سندھ کا تمام مغربی علاقہ گوجر سلطنت میں شامل ہوا اور زین العابدین شاہ نے پشاور تک کا علاقہ کشمیر میں شامل کیا۔

تبت کی فتح مغرب کی طرف درہ خیبر تک فتوحات حاصل کر کے گرجر اعظم نے مشرق کا رخ کیا۔ گوجروں کا ایک عظیم لشکر لے کر وہ تبت میں داخل ہوا۔ تبت کے حکمراں نے میدان جنگ میں شکست کھائی اور ماتحتی کا طوق اپنی گردن میں ڈالا جب شاہ اعظم واپس آ رہا تھا تو دریائے کرشنا کے کنارے باغیوں نے گرجر فوج کا راستہ روک لیا۔ معرکہ کارزار میں شاہی فوجوں کو فتح حاصل ہوئی۔ دریائے کرشنا کے علاقہ میں کشمیری قوم چک کو آباد کیا گیا۔

انتظام سلطنت (۱) گرجر اعظم نے اپنی حکومت کے ابتدائی ایام سے ہی محکمہ مال اور وزارت عظمیٰ اپنے چھوٹے بھائی محمد خاں کو سونپ دی تھی وزیر اعظم نے تمام محکموں کو اپنے ماتحت وزیروں پر تقسیم کیا۔ فتوحات ملکی، فوج اور محکمہ خارجہ شاہ اعظم کے پاس تھا۔ محکمہ انصاف (قضا یا) تشخیص اور فیصل کا کام بھی شاہ کی ماتحتی میں تھا ان تمام امور پر الگ

الگ وزیر مقرر تھے فیصلہ تمام وزیر، وزیر اعظم اور شاہ اعظم باہم مشورہ سے کرتے تھے۔

(۲) پیداوار کا چھٹا حصہ بطور محصول وصول کیا جاتا تھا۔

(۳) ہر بستی میں چوری، ڈاکہ زنی کی واردات کا ذمہ دار چودھریوں کو ٹھہرایا جاتا تھا یعنی گاؤں کے زمیندار اور چودھری صاحبان ان جرائم کی روک تھام خود کرتے تھے اور مجرم کو سرکار عالیہ کے سپرد کر دیتے تھے۔

(۴) ہر شخص کو آزادی دی گئی کہ موجودہ مذاہب کے مطابق چاہے جس طرح عمل کرے چنانچہ ہندو عورتیں ستی ہونا چاہتی تھیں وہ ہو سکتی تھیں مگر مسلمان عورت ایسا نہ کر سکتی تھی۔

(۵) تمام کشمیر میں دریاؤں سے نہریں نکالی گئیں۔ داغ بیل کا کام سرکاری آدمی کرتے تھے مگر کھدائی کا کام متعلقہ زمینداروں کے سپرد کیا گیا کشمیر میں ایک انچ زمین ایسی نہ بچی جہاں کاشت نہ ہوتی ہو۔

(۶) گائے کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ ہندو علماء کو بلا کر تنبیہ کی گئی کہ وہ ایمانداری سے صرف ان کاموں کو رواج دیں جو مذہباً جائز ہیں۔ نئی باتیں اور مسئلے نکالنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ یہی حکم مسلم علماء کو دیا گیا۔

(۷) عامل اور تحصیلداروں پر پابندی عائد کی گئی کہ وہ کسی سے نذر بھینٹ اور جرمانہ نہیں لے سکتے

(۸) سوداگروں پر پابندی لگائی گئی کہ وہ مال کی پوشیدہ طور سے خرید وفروخت نہ کریں بلکہ مناسب منافع کے ساتھ بر سر عام بیوپار کریں۔

(۹) جو گوجر فوج کسی علاقہ کو فتح کرتی تھی اس کا خراج اسی فوج پر سالانہ خرچ ہوتا تھا۔

(۱۰) پیمائش کے سابقہ پیمانے گز اور جریب بڑھائے گئے تاکہ عوام کو فائدہ پہنچے۔

(۱۱) جو قیدی پہلے شاہوں کے زمانہ سے قیدخانوں میں تھے ان سے حلف نامہ لے کر آزاد کر دیا گیا۔

(۱۲) ہر آدمی کا مجلسی معاملہ اس کے مذہب کے مطابق طے ہوتا تھا۔ اگر کسی ہندو اور مسلمان میں باہم فوجداری یا مال کا مقدمہ ہوتا تھا تو اس کا فیصلہ شاہ خود کرتا تھا

(۱۳) مذہبی مباحثہ اور معترضین پر پابندی عائد کی گئی (جیسا کہ شروع میں مذکور ہوا ہر شخص مذہب کے بارے میں آزاد تھا چاہے کوئی مذہب اختیار کرے۔

(۱۴) مملکت میں ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں محتاج خانہ کھولے گئے، جہاں یتیموں، اپاہجوں اور ضعیفوں کے قیام و طعام کا خرچہ مقامی تاجروں اور زمینداروں کے ذمہ ہوتا تھا۔

(۱۵) اگر چور پکڑا جائے تو اس کے اعضا نہ کاٹے جاتے تھے بلکہ حکم تھا اس کے پیروں میں زنجیر ڈال کر قید کرو اور ہر روز اس سے مشقت لو مثلاً عمارتوں کی تعمیر کے واسطے پتھر مٹی وغیرہ اٹھوانے کا کام لو۔

(۱۶) حکومت کی طرف سے تمام خاص خاص قوانین تانبے کی تختیوں پر کندہ کر کے ہر بستی میں لگائے گئے تاکہ عوام قانون کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

(۱۷) سوائے درندہ جانوروں کے جنگل کے تمام جانوروں کا شکار ممنوع قرار دیا گیا۔

علوم و فنون

علم طب حکومت کی طرف سے علوم و فنون کی سرپرستی کی گئی۔ علم طب کے ماہرین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں اطباء و حکما میں سب سے مشہور ہستی میر و بھٹ برہمن تھا جو اعلیٰ درجہ کا طبیب حاذق تھا اور جڑی بوٹیوں، دواؤں اور تشخیص مرض میں یکتائے زمانہ تھا۔

علم موسیقی زین العابدین شاہ بذات خود علوم موسیقی میں طاق تھا۔ نہ صرف موسیقی کے ہندو ماہرین دربار میں تھے بلکہ دور دور ممالک سے اس فن کے مسلمان ماہرین سرینگر آئے۔

عبد القادر ایک صاحب تصنیف شخص اہل خراساں میں سے تھے ان کا شاگرد ملا عودی کشمیر آیا اور عود بجا کر انعام کا مستحق ہوا۔ سب نے اس کے کمال کی تعریف کی۔ شاہ اعظم کی مجلس میں اہل نغمہ ارباب طرب قوالی اور خوش آوازی میں یکتائے

روز گار تھے۔ عود، طنبور اور رباب کو سنہری تختوں سے مڑھکر جواہر سے مرصع کیا گیا تھا۔ ہندی گویئے یہ کمال رکھتے تھے کہ ایک نقش کو بارہ مقام یعنی بارہ پردہ میں ادا کرتے تھے۔

علم رقص ہندوستان، خراسان، ایران اور سمرقند کے ماہرین رقص جوق درجوق سرینگر پہنچے۔

تواریخ میں مذکور ہے کہ ماہر سازندے اور رقاص نہ تو پہلے کسی حکمران کے دربار میں اس قدر جمع ہوئے تھے اور نہ ہوں گے یہ ماہرین حرکات وسکنات میں دنیا میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ کشمیر ان کے وجود سے رشک بہشت ہوگیا۔

علم شعر وسخن (۱) ملا محمد:۔ ملا محمد فارسی زبان کا ایک بہترین شاعر دانشمند تھا۔ ہر مجلس میں جس بحر اور قافیہ میں چاہتا تھا فی البدیہہ اشعار بر صدہا مضمون کہتا تھا۔

(۲) ملا جمیل:۔ ملا جمیل شعر گوئی اور خوش خوانی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا سلطانی مجلس میں حاضر ہوکر اس خوش الحانی سے غزلیں اور معرفتیں سناتا تھا کہ شاہ کو حالت وجد میں کبھی رقت حاصل ہوتی تھی اور کبھی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ ہر سال ملا جمیل کو ایک بھاری رقم دی جاتی تھی۔ آج تک کشمیر میں جس قدر نام شاہ زین العابدین شاہ کا مشہور ہے اسی طرح ملا جمیل کے نام کی بھی شہرت ہے ملا جمیل کا تخلص حافظی تھا۔

(۳) بدھ بھٹ:۔ بدھ بھٹ بھی فارسی کا شاعر تھا اسے فردوسی طوسی کا شاہنامہ آغاز سے انجام تک زبانی یاد تھا۔ وہ ہندی، کشمیری، سنسکرت، فارسی اور تبتی زبانوں کا ماہر تھا۔

(۴) سوم دت:۔ سوم دت کشمیری زبان کا بہترین شاعر تھا اور ہندی علوم میں یکتائے روز گار تھا۔

تصانیف (۱) "کتاب زین حرب":۔ یہ کتاب سوم دت کی تصنیف ہے جس میں گرجر اعظم کے تمام وکمال حالات تشریح کے ساتھ درج ہیں

(۲) کتاب "زین" یہ کتاب بدھ بھٹ کی تصنیف ہے جو اس نے علم موسیقی پر

لکھ کر شاہ کے نام سے معنون کی۔

(۳) لغات :۔ بدھ بھٹ نے ایک لغت تیار کی جس میں کشمیری، تبتی اور فارسی الفاظ درج تھے، شاہ زین العابدین شاہ کو بذات خود ان زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

(۴) ترجمے :۔ بہت سی ہندی، کشمیری اور سنسکرت زبان کی کتابوں کے ترجمے عربی اور فارسی میں کئے گئے اور بہت سی عربی و فارسی کتابوں کے ترجمے مقامی زبانوں میں کئے گئے۔

علمِ حرب کشمیر پہلا علاقہ آریہ ورت میں ہے جہاں سب سے پہلے ازمنہ وسطیٰ میں بندوق کا استعمال ہوا۔ شاہ زین العابدین شاہ کے زمانہ میں ایک کشمیری نژاد آتشباز نے بندوق ایجاد کی۔ اس آتشباز کا نام حبیب تھا۔ اس نے آتشبازی کے دیگر کمالات ایسے دکھلائے کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ اور ایسی ایسی ایجادات و اختراعات پیدا کیں کہ زمانہ کی آنکھ نے چاند سورج کی عینک سے اس سے پیشتر مشاہدہ نہ کیا تھا۔

مذہبی علوم و فنون شاہ زین العابدین شاہ مذہبی علماء و فضلا کی صحبت میں بیٹھتا تھا وہ معرفت کی باتیں دلچسپی سے سنتا تھا۔ ملا محمد جو فارسی زبان کے شاعر بھی تھے بڑے پایہ کے عالم تھے وہ پیچیدہ مذہبی مسائل میں دسترس رکھتے تھے۔ شاہ اعظم مذہبی علماء کی بے حد قدر کرتا تھا اس کا کہنا تھا کہ علماء ہی بدولت دنیا میں علوم کی روشنی ہے۔ جتنی خانقاہیں اور دینی مدارس ملک میں تھے سب کے مدرسین معلمین اور منتظمین کی امداد حکومت کرتی تھی۔ مجاوروں کو عوام سے نذرین لینا ممنوع تھا۔

اسی طرح شاہ، ہندو جوگیوں کی عزت و احترام کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ یہ عابد و زاہد ہیں وہ کسی فرقہ کے عیوب کا جویا نہ تھا بلکہ ہر فرقہ کی اچھی باتوں پر غور کرتا تھا۔

وزرا میں سب سے مشہور وزیر زین بدر تھا جو کشمیری نژاد تھا اور علمی قابلیت میں اس کا شہرہ دور دور تھا علماء اسلام میں شاہ اعظم سب سے زیادہ عزت و تکریم سید ناصر کی کرتے تھے

علومِ تعمیرات (انجینیرنگ)

(۱) محکمہ انہار:۔ مملکت کشمیر میں تمام دریاؤں سے نہریں نکالی گئیں سب سے مشہور نہر کوہ باراں سے نکالی گئی دوسری مشہور نہر کاپور کے مقام سے نکالی گئی۔ ان نہروں پر پل تعمیر کئے گئے۔ کشمیر میں غلہ کی اس قدر فراوانی ہوئی کہ دُور دُور سے غربا و مساکین محتاج خانوں میں آکر مستقل طور سے رہائش کرتے تھے جہاں انھیں مُفت کھانا دیا جاتا تھا۔

(۲) شہر:۔ کوہ باراں سے نکالی ہوئی نہر کے کنارے ایک شہر آباد کیا گیا۔

(۳) "زین لنکا":۔ وُلری ناگ ایک وسیع جھیل ہے شاہ کو خیال ہوا کہ اپنے بزرگوں کی کتاب رامائن میں بیان کردہ لنکا کے محل کے طرز پر ایک عمارت اس جھیل کے درمیان تعمیر کرائے۔ چنانچہ اس نے ماہرین تعمیرات سے مشورہ لیا۔ سب نے متفقہ فیصلہ دیا کہ پہلے لکڑی کے تختوں کی خالی دیواریں بنا کر کھڑی کی جائیں چنانچہ اسی رائے پر عمل کیا گیا جب لکڑی کی دیواریں پانی میں غرق کی گئیں تو پھر ان کو پتھروں سے بھر دیا گیا۔ جب یہ دیواریں سطح آب تک آگئیں تو ان کے اوپر عمارات تعمیر کی گئیں یہ دراصل پتھر کا ایک وسیع عریض چبوترہ تھا جس کے اوپر محلات اور مسجدیں تعمیر کی گئیں پھر مٹی ڈال کر باغات لگائے گئے۔ دنیا میں ایسا عجوبہ کسی ملک میں دیکھنے میں نہ آیا۔ اس عجوبہ روزگار کا نام "زین لنکا" رکھا گیا۔

"زین لنکا" کی مسجدوں اور عمارتوں کے سالانہ مصارف کیلئے چند مواضع کی آمدنی وقف کی گئی۔

شاہ زین العابدین شاہ کی چہار دانگ عالم میں شہرت

شاہ اعظم کے کمالات کی شہرت اس کی زندگی ہی میں ہر سو ممالک میں پھیل گئی۔ ہمعصر بادشاہ اس کی خوبیوں کو سن کر اشتیاق ملاقات کا اظہار کرتے تھے، چنانچہ خراساں کے بادشاہ خاقان سعید ابوسعید شاہ نے شائستہ تازی گھوڑے، راہوار خچر اور قوی ہیکل اونٹ اس کے واسطے ہدیہ بھیجے۔ شاہ اعظم کو اس امر سے نہایت خوشی ہوئی اُنھوں نے اپنی طرف سے

زعفران، کشمیری کاغذ، مشک، عطر، گلاب، سرکہ، اعمدہ دوشالے، بلور کے برتن اور دوسری نادر اشیا خاقان سعید کو بھیجیں۔

تبت کے راجہ نے جھیل مانسرور کا پانی بھیجا جو کبھی موسم کی تبدیلی و تغیر سے خراب نہیں ہوتا۔ اسی جھیل کے دو "راج ہنس" بھی راجہ نے بھیجے، یہ راج ہنس دُنیا میں کمیاب ہیں، شاہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، ان جانوروں (پرندوں) کی خاصیت یہ تھی کہ اگر پانی ملا ہوا دودھ ان کے سامنے رکھو تو وہ اپنی چونچ سے دودھ کے اجزا الگ کر کے پی لیتے تھے اور برتن میں صرف خالص پانی رہ جاتا تھا شاہ اعظم نے یہ امر مشاہدہ کر کے یقین کیا کہ جو کچھ ان کی خاصیت سنتے تھے وہ سچ ہے۔

گجر شاہ اعظم کے اخلاق و عادات

دُنیا میں ان اخلاق و عادات کے حکمران بہت ہی کم ہوئے ہیں جن کے شاہ زین العابدین شاہ حامل تھے، شاہ روزہ نماز کے بیحد پابند تھے۔ رمضان کے مہینہ میں وہ گوشت بالکل نہ کھاتے تھے۔

باوجود حشمت و شوکت کے ہرگز اسباب سلطنت سے تعلق نہ رکھتے تھے وہ دیگر مسلمان بادشاہوں کی طرح غلام و باندی رکھنے کے سخت مخالف تھے خزانوں کی فراہمی کے باوجود وہ سرکاری خزانہ سے ایک پائی اپنے اخراجات کے لیے نہ لیتے تھے۔ شاہ کے ذاتی اخراجات تانبہ کی ایک کان سے پورے ہوتے تھے جس کی کھدائی کرانے کا کام دوسرے اشخاص کی طرف سے شاہ نے اپنے ذمہ لیا ہوا تھا اس کان میں مزدور کام کرتے تھے۔ تانبہ سرکاری ملکیت ہوتی تھی اور سرکاری خزانہ سے کھدائی کی قیمت دی جاتی تھی مزدوروں کی تنخواہ دے کر کھدائی کی جو رقم بچتی تھی وہی شاہ کی آمدنی تھی۔

شاہ کی پارسائی اس قدر تھی کہ بیگانہ عورت کو اپنی ماں بہن کی جگہ تصور کرتے تھے انھیں ہر وقت اس امر کا خیال رہتا تھا کہ ان کی نظر کسی نامحرم عورت کے مُنہ پر نہ پڑے۔ شاہ نے عورتوں کا خانقاہوں اور مزاروں پر جانا قطعی ممنوع کر دیا۔ اگر کوئی شخص مذہبی لبادہ اوڑھ کر گناہ کا مرتکب ہوتا تھا تو اسے کبھی معافی

نہ دی جاتی تھی۔

× × ×

شاہ نہایت رحمدل تھے ایک مرتبہ ایک شکاری مور کا شکار کر کے اسے لٹکائے لا رہا تھا اس کے خوبصورت بال و پر خاک و خون میں لت پت تھے۔ شاہ نے شکاری سے پوچھا کہ کس لئے اس نے اس پرندہ کا شکار کیا وہ بولا کہ میں اس کے پر دیوار میں لگاؤں گا۔ شاہ نے کہا جس طرح پھول پودے کی کونپل میں اچھا لگتا ہے اسی طرح مور جنگل میں اچھا لگتا ہے یہ ٹھیک ہے مور جنگل میں ناچا کس نے دیکھا؟ مگر یہ مردہ مور نہ تو اب تمہارے گھر میں ناچ سکتا ہے اور نہ ہی جنگل میں ناچ سکتا ہے۔ شاہ نے واپس آتے ہی اپنے وزراء سے کہا "حیرت ہے لوگ قدرت کے شاہکار مٹانے میں بھی دریغ نہیں کرتے" چنانچہ شاہی احکام جاری کر دیئے گئے کہ آئندہ کوئی شکاری بلا اجازت سوائے درندوں کے کسی جانور کا شکار نہ کھیلے۔

شاہ پھانسی اور سولی دینے کی سزا سے بھی حتی المقدور اجتناب برتتے تھے اکثر مجرم اشخاص کی سزا یہ تھی کہ اُسے کشمیر جنت نظیر سے اسی طرح نکال دیا جاتا تھا جس طرح حضرت آدم کو جنت عرشی سے نکالا گیا تھا۔

× × ×

شاہ اعظم فراست و عقل میں ایسے تیز تھے کہ ہر قسم کے قضیہ اور مشکل امر کو جو عاقلوں سے حل نہ ہوتا تھا دم بھر میں فیصل کر دیتے تھے، چنانچہ ایسے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے:۔

ایک عورت اپنی سوت سے دلی عداوت و دشمنی رکھتی تھی اور اُسے کسی حیلہ سے دفع بھی نہ کر سکتی تھی، ایک رات کو اس بے وقوف نے اپنے چھوٹے بیٹے کو ہلاک کیا اور صبح سویرے اس کے خون کی تہمت اپنی سوت پر لگا دی پھر انصاف کے لئے شاہ کے پاس آئی۔ شاہ نے اس کا مقدمہ منصفوں کے سپرد کیا منصف حیران تھے کہ کیا فیصلہ کریں۔ دوسری عورت جرم سے قطعاً انکار کرتی تھی اور دادخواہ عورت اس پر الزام رکھتی تھی۔ آخر مقدمہ شاہ کے روبرو پیش ہوا

شاہ نے ملزمہ سے علیحدگی میں پوچھا کہ اگر تم نے واقعی لڑکے کو ہلاک کیا ہے تو صاف صاف کہدو میں تمہیں معاف کر دوں گا اگر جھوٹ بولو گی تو قتل کا حکم جاری کروں گا۔ ملزمہ نے جواب دیا آپ جو چاہیں فرمائیں۔ خدا گواہ ہے کہ میں اس لڑکے کے قتل سے ہرگز واقفیت نہیں رکھتی۔ شاہ نے جواب دیا کہ اگر تم نے یہ کام نہیں کیا تو ایک کام کرو کہ دربار میں حاضرین کے سامنے مادر زاد ننگی ہو کر اپنے گھر جاؤ تو تم اس خون کی تہمت سے پاک ہو اور بری ہو۔ وہ عورت اپنا سر گریبان فکر میں لے گئی۔ تھوڑی دیر بعد بولی کہ بے شک آپ مجھے قتل کرا دیں مگر میں کبھی بھی یہ بے شرمی اور بے حیائی نہیں کر سکتی۔ میرے لئے خون کی تہمت ہی کافی ہے۔

اس کے بعد شاہ نے پہلی عورت کو بلایا اور کہا کہ سچ سچ بتاؤ اس لڑکے کو کس نے قتل کیا ہے۔ وہ بولی اگر اسے میری سوت نے قتل نہ کیا ہو تو مجھے بیشک قتل کرا دیجئے۔ شاہ نے کہا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچی ہو تو دربار میں ننگی ہو کر اپنی سچائی کا ثبوت دو۔ وہ بے حیا فوراً تیار ہو گئی اور مجلس میں اپنے آزار بند پر ہاتھ ڈالا۔ شاہ نے فوراً اُسے منع کیا اور کہا کہ یہی اس معصوم لڑکے کی قاتل ہے اس نے اپنی سوت کو نکالنے کے واسطے اپنے لختِ جگر کو قتل کیا ہے پھر حکم دیا کہ اسے چند تازیانہ مارو جب مار پڑنے لگی تو اس نے تمام واقعات صحیح صحیح بتائے اور قتل کے جرم کا اقرار کیا شاہ نے فرمایا کہ اگر یہ عورت پہلے میرے سامنے اپنے جرم کا اقرار کر لیتی تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اپنے کئے پر شرمندہ ہے اور میں اسے کشمیر سے باہر نکال دیتا مگر اب اس بے حیا کا زندہ رکھنا کسی حالت میں ٹھیک نہیں ہے چنانچہ اس کے قتل کا حکم صادر کیا گیا۔

× × ×

جب شاہ کا بھائی وزیر اعظم محمد خاں انتقال کر گیا تو اس نے اس کے بیٹے حیدر کو وزیر اعظم کیا۔ وہ حیدر کی مامتا اپنی اولاد کی طرح کرتا تھا۔ شاہ کے دو کوکہ تھے ایک کا نام مسعود تھا دوسرے کا نام شیر و تھا یہ دونوں حقیقی بھائی

تھے مسعود ان میں بڑا تھا۔ ان دونوں پر بھی شاہ کو بے حد اعتبار تھا۔ کسی وجہ سے ان دونوں بھائیوں میں دشمنی ہو گئی۔ شیرو نے اپنے بڑے بھائی مسعود کو مار دیا۔ شاہ نے ازروئے انصاف اس کے قصاص میں شیرو کو قتل کرا دیا مگر اسے شیرو کے انتقال پر بیحد رنج ہوا۔ شاہ نے اس کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے ایک کروڑ کشمیری اشرفیاں بچوں میں تقسیم کیں۔

× × ×

شاہ عاقل و فرزانہ شخص کی بے حد عزت کرتا تھا ایک مرتبہ ایک شخص "ملا دریا" کی گفتگو سے ظاہر ہوا کہ وہ ایک مرد عاقل ہے۔ حالانکہ اس کا پیشہ "پاچی گری" تھا مگر شاہ نے اسے اہم عہدہ پر مامور کیا۔ شاہ کا قیافہ صحیح نکلا۔ ملّا دریا نے اس عہدہ پر خوش اسلوبی سے کام کیا اُسے بہت جلد "دریا خاں" خطاب دیا گیا۔ شاہ کو دریا خاں پر بے حد اعتماد تھا۔

× × ×

مورخین کی رائے

علامہ ابو الفضل "تاریخ آئین اکبری" میں تحریر کرتے ہیں۔ ترجمہ یہ بادشاہ بے حد عاقل و حکیم و صلح کل، سیاست کا بہترین ماہر تھا۔ عوام و خواص تمام اشخاص اس کو خدا کا مقبول ترین بندہ خیال کرتے تھے اور بادشاہ کو اولیاء اللہ کے گروہ میں داخل سمجھتے ہیں۔ بادشاہ کی بابت مشہور ہے کہ وہ اپنی روح کو قیود بدن سے آزاد کر سکتا تھا۔ زین العابدین نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا کہ قوم چک کے عہد حکمرانی میں اس ملک کی حکومت منتقل ہو کر فرمانروایان دہلی کے قبضہ و اقتدار میں چلی جائے گی چند سال بعد شاہ کی یہ پیشنگوئی پوری ہوئی۔ اس بادشاہ نے اپنی خوبیٔ فطرت و رعایا پروری کی وجہ سے جزیہ اور گاؤکشی کے مراسم مٹا دیئے اور جزیہ و پیشکش وغیرہ کے قواعد یکقلم منسوخ کئے جریب ناپنے کا پیمانہ پر قدرے اضافہ کیا اپنے اخراجات کو تانبے کی ایک کان کی آمدنی پر محدود کر دیا۔ بادشاہ مریضوں کا خود علاج کرتا اور مشکل امراض کی نہایت آسانی کے ساتھ معقول تشخیص کرتا تھا اس عہد میں چوروں کو بھی کام پر لگایا گیا ان کو پابہ زنجیر کر کے عمارات کی تعمیر میں لگایا گیا، بادشاہ کی مہربانی سے شکار کھیلنے کا مشغلہ بالکل ناجائز قرار پایا خود بادشاہ نے بھی گوشت خوری سے کنارہ کشی اختیار کی۔ سلطان زین العابدین نے بیشمار

عربی و فارسی و کشمیری و ہندی کتابوں کے ترجمے کرائے اس بادشاہ کے عہد میں ایران و توران کے مشہور اہل موسیقی کشمیری دربار میں جمع ہوئے جن میں میاں ملّا عود خراسانی جو خواجہ عبدالقادر کے بیواسطہ شاگرد تھے اور ملّا جمیل جو فن نغمہ و مصوری کے بے مثل استاد تھے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سلطان ابو سعید نے تازی گھوڑے اور بختی اونٹ بطور تحفہ سلطان زین العابدین کے دربار میں روانہ کئے اور سلطان بہلول لودھی (بادشاہ دہلی) اور سلطان محمود گجراتی (بادشاہ انہلواڑہ گجرات) نے اس بادشاہ سے مراسم دوستی جاری کئے۔

مؤلف گوجر کہتا ہے کہ شاہ زین العابدین کا رتبہ جمیع بادشاہانِ عالم میں ایسا ہی ہے جو سیاروں میں سورج کا ہے کشمیر کے تمام لوگ بلا لحاظ مذہب ملّت اس بادشاہ والا صفات کے مزار و مقبرہ میں آج تک اس کے آستانہ پر پیشانی جھکانا باعث فخر نجات اخروی جانتے ہیں۔

× × ×

شاہ زین العابدین کے زمانہ کا خلائق عالم میں ایک عجیب و غریب واقعہ تواریخ میں درج ہے۔ ایک مرتبہ شاہ کو ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ زندگی کی امید جاتی رہی۔ اتفاقیہ انہیں دنوں ایک ہندو جوگی کشمیر میں وارد ہوا۔ جب اس نے شاہ کی بیماری کا حال سنا تو وہ سیدھا شاہ کے یہاں پہنچا اور حاضرین کے سامنے کہا کہ تم لوگ شاہ کی صحت سے مایوس ہو لیکن میں ایسا علم جانتا ہوں کہ بادشاہ کی بیماری اپنی طرف کھینچ لوں اور شاہ شفائے کامل پاوے وہ اسے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ جوگی نے بادشاہ کی حالت دیکھ کر کہا کہ ان کا مرض نہایت سخت ہے۔ مجھے مع میرے ایک شاگرد کے یہاں چھوڑ کر تم چلے جاؤ تاکہ میں علم کے زور سے بادشاہ کی بیماری اپنی طرف کھینچوں انھوں نے ایسا ہی کیا اور باہر چلے گئے جوگی نے علم کے زور سے اپنی روح بادشاہ کے جسم میں داخل کی اور بادشاہ کی روح اپنے قالب میں منتقل کی اور شاگرد سے یہ بات کہی کہ میرے قالب کو کٹیا (جھونپڑی) میں لے جا کر میری حفاظت کریں بادشاہ کی روح کو صحیح و تندرست کر کے اپنی اصلی حالت پر آؤں گا۔ الغرض شاگرد جوگی کے کمزور جسم کو حجرے سے نکال لایا اور وزراء سے کہا کہ میرے استاد نے بادشاہ کی بیماری اپنے

اوپر لی۔ میں اس کا بدن علاج کے واسطے لئے جاتا ہوں۔ تم سب صاحبان اپنے مالک بادشاہ کو دیکھو ارکان دولت و امرائے سلطنت جب حجرے میں آئے بادشاہ کو صحیح و تندرست پایا سب حیران ہوئے۔ شکریہ میں چند روز جشن کیا۔ صدقے اور نذریں آدمیوں کو دیں اس واقعہ کے بعد مدت مدید تک شاہ زندہ رہے۔

مورخین نے اس واقعہ کو نہیں جھٹلایا۔ محمد قاسم مورخ تاریخ فرشتہ نے یہ عبارت تحریر کی ہے۔ ترجمہ :- جو جوگی ریاضت کش اور صاحب کشف و کرامات اور مستجاب الدعوات ہوتے ہیں جس شخص پر کہ نظر التفات مبذول رکھتے ہیں اس کے مرض کو بطریق نقل مرض اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں یعنی نقل مرض اپنے بدن پر کرتے ہیں نہ کہ نقل روح۔ اور یا ان کی دعا کی تاثیر سے وہ مرض ان کے مطلوب سے ان کی طرف رجوع کر جاتا ہے۔"

اس کے بعد فرشتہ نے کتاب "رشحات مولفہ ملا علی بن ملا حسین کاشفی" سے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن پارسا قدس اللہ سرہ العزیز جب سبزوار پہنچے تو ایک سیدان سے ملاقات کو ہر روز آتا تھا ایک دن جب وہ نہ آیا تو وہ مزاج پرسی کو گئے دیکھا ان کے دانت میں درد ہے اور منہ پر ورم ہے۔ شیخ رح نے مرض کی طرف دیکھا۔ سید اچھا ہو گیا اور شیخ رح کے چہرہ پر ورم آگیا یعنی شیخ رح نے وہ مرض اپنے اوپر لے لیا اور پندرہ دن بعد آرام پایا۔

فرشتہ نے یہ دوسرا قصہ محض اس وجہ سے لکھا ہے کہ ایسا واقعی ہو سکتا ہے اس نے جوگی کے واقعہ کو جھٹلایا نہیں ہے صرف اس نے یہ ترمیم کی ہے کہ جوگی نے روح منتقل کر کے نہیں بلکہ مرض منتقل کر کے شاہ کو اچھا کیا کیونکہ روح کی منتقلی نہیں ہو سکتی۔

مولف گرجر کہتا ہے کہ موجودہ علم سائنس نے روح کو بھی وقتی طور سے منتقل کرنے کا تجربہ کر لیا ہے۔ جوگی نے بھی یہی کہا تھا کہ میں شاہ کو صحیح و تندرست کر کے اصلی حالت پر آؤں گا۔

المختصر طریقہ کچھ ہی استعمال کیا گیا ہو خواہ جوگی نے روح منتقل کی خواہ بیماری منتقل کی اور خواہ دعا کی ، بہر حال زین العابدین شاہ "لاعلاج بیماری" سے ایک دم شفا پا گئے۔

گُرجر شاہ اعظم کے آخری ایام

شاہ زین العابدین شاہ نے کافی عمر پائی اور اپنی تمام عمر اطمینان قلبی کے ساتھ حکومت کی مگر آخری عمر میں ان کو پریشانی اٹھانی پڑی۔ ان کے تین بیٹے تھے (۱) آدم خاں (۲) حاجی خاں (۳) بہرام خاں۔ جن میں آدم خاں سب سے بڑا تھا۔ اور بہرام خاں سب سے چھوٹا تھا۔

ایک مرتبہ جب شاہ بیمار ہوئے تو آدم خاں اور حاجی خاں میں مخالفت کے آثار نمودار ہوئے۔ شاہ نے آدم خاں کو تبت کی طرف فتوحات کرنے بھیجا اور حاجی خاں کو لوہر کوٹ میں حاکم مقرر کر دیا۔ پھر آدم خاں کو تبت کی مہم کے بعد اپنے پاس رکھ لیا۔ حاجی خاں بغیر اجازت (حواریوں کے بہکانے سے) سرینگر کی طرف فوج لے کر چلا۔ اس نے بمقام بلپل ڈیرے ڈالے۔ شاہ اس کی بغاوت فرد کرنے کے لئے خود آیا۔ حاجی خاں چاہتا تھا کہ شاہ کی ملازمت میں چلا جاؤں مگر اس کے سپاہیوں نے نہ مانا آخر معرکہ کارزار واقع ہوا۔ حاجی خاں کو شکست ہوئی اس کی فوج ہیرا پور کی طرف بھاگی۔

آدم خاں نے حاجی خاں کی فوج کا تعاقب کیا۔ بہت سے مفرورین مارے گئے۔ مگر آدم خاں برابر تعاقب میں لگا رہا تاکہ حاجی خاں کو کسی طرح گرفتار کرے مگر حاجی خاں ہاتھ نہ آیا اور بنیر کے علاقہ میں بھاگ گیا اور وہیں اس کی سپاہ گرتی پڑتی پہنچی جہاں زخمیوں نے اپنا علاج معالجہ کیا۔

شاہ نے آدم خاں کو کامراج کا علاقہ دے دیا جہاں اس نے چھ سال حکومت کی اور حاجی خاں کے حمائیتوں کو تکلیفیں پہنچائیں آہستہ آہستہ بہت سے آدمی اس کی حمایت و جماعت میں آگئے اور اسے ولی عہد کر دیا گیا۔ اس نے اپنے علاقہ میں بڑی سختیاں کیں کسی سے پیداوار کا چوتھائی اور کسی سے ساتواں حصہ مالگزاری لیتا تھا۔

شاہ کی آخر عمر میں قحط پڑا وہ ملک جہاں چالیس پینتالیس سال اناج کی بجید فراوانی ہوئی تھی ایک دم اناج سے کنگال ہو گیا، لوگ سونے چاندی اور ہیرے جواہرات تک کی کوئی پرواہ نہ کرکے ایک مٹھی بھر اناج کے لئے مارے مارے پھرتے

تھے۔ بہت سے فقیر اور غریب کچے پھل کھا کھا کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔۔۔ لوگوں نے آٹے کی بھوسی اور گودے دار جڑیں کھا کھا کر اپنی جانیں بچائیں۔ شاہ قحط کے زمانہ میں نہایت کمزور تھے اور بستر علالت پر تھے۔ وہ عوام کی حالت سن سن کر خدا سے دعا مانگتے تھے۔ انھوں نے بہت سے فوجی سپاہیوں اور دوسرے لوگوں کو تلقین کی کہ وہ اپنا غلّہ کمزوروں، ضعیفوں اور عورتوں اور بچوں کو دے کر باہر چلے جائیں اور قحط ختم ہونے پر آجائیں تاکہ اس طرح غلہ کی بچت ہو۔ قحط کے زمانہ میں شاہ بذاتِ خود کئی کئی روز کھانا نہ کھاتے تھے آخر خدا خدا کر کے قحط ختم ہوا اور اگلی فصل میں غلہ کافی بہم پہنچ گیا۔

× × ×

قحط ابھی اچھی طرح ختم نہ ہونے پایا تھا کہ اسی دوران آدم خاں کے دماغ میں آزادی کی بو سما گئی وہ اپنے بوڑھے باپ کے احکام کی مطلق پرواہ نہ کرتا تھا۔ لوگوں پر بے حد سختی کرتا تھا اگر کوئی اس کی شکایت بادشاہ سے کرتا تھا اور بادشاہ اسے نصیحت کرتے تو وہ بالکل دھیان نہ دیتا تھا۔ بوڑھے شاہ کو عوام پر سختی دیکھ کر بڑا قلق ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آدم خاں اپنے بوڑھے باپ کو درمیان سے نکالنے کے لئے اپنی جاگیر کامراج سے فوج لے کر آیا اور۔۔۔ قطب الدین پور میں قیام پذیر ہوا۔ شاہ نے اُسے کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس کامراج کی طرف بھیجا اور پھر اپنے دوسرے بیٹے حاجی خاں کو طلب کیا۔ حاجی خاں اتفاقاً ان دِنوں اسی نواح میں تھا۔ آخر دونوں بھائیوں کی افواج نے بمقام سوپور جنگ کا بازار گرم کیا۔ حاجی خاں کو شکست ہوئی آدم خاں نے سوپور کو تباہ و برباد کر دیا اور حاجی خاں کے آدمیوں اور وفاداروں کو تہ تیغ کیا۔

حاجی خاں کی شکست کی خبر سن کر شاہ نے ایک فوج آدم خاں کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ معرکۂ کارزار میں شاہی فوجوں کو فتح نصیب ہوئی۔ آدم خاں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور لقایا نے راہ فرار نانی۔ جب اس کی سپاہ دریائے بھٹ (جہلم) کو پار کر رہی تھی تو "سوپور کا پُل" ٹوٹ گیا جس کے اوپر سے سپاہی گذر رہے تھے آدم خاں کے تین سو بہادر اور نبرد آزما سپاہی دریا میں گر کر غرق ہوگئے

شاہ بذات خود سوپور آئے اور عوام کو تسلی و دلاسا دیا اور جن لوگوں کا نقصان ہوا تھا اس کی تلافی کی گئی۔

شاہ نے حاجی خاں کو پونچھ آنے کا حکم دیا اور اس کے استقبال کے لئے اپنے چھوٹے بیٹے بہرام خاں کو بھیجا دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے سے دوستی کا عہد و پیمان کیا پھر دارالخلافہ آئے۔ شاہ نے حاجی خاں کو ولیعہد کیا۔ آدم خاں دریائے سندھ کی گھاٹیوں میں بھاگ گیا۔ حاجی خاں نے شاہ سے سابقہ غلطیوں کی معافی مانگی اور ایسی خدمات سرانجام دیں کہ شاہ کے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی شاہ نے خوش ہو کر کھشتریوں کے رواج کے مطابق حاجی خاں کی کمر میں پٹکا باندھا اور جواہر سے مرصع تلوار مرحمت کی۔

حاجی خاں اس کے بعد شراب نوشی کی عادت میں مبتلا ہوا۔ شاہ نے اس کو اس گناہ عظیم سے منع کیا مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اسی دوران شاہ پر دوبارہ اسہال دموی کا حملہ ہوا یعنی اُسے خون کے دست آنے شروع ہوئے ان امرائے سلطنت نے جو آدم خاں کے وفادار تھے اُسے پوشیدہ طور سے بلا کر شاہ کے سامنے پیش کیا مگر شاہ نے آدم خاں کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آدم خاں نے اپنے دونوں بھائیوں سے دوستی کا عہد و پیمان کیا اور تمام امراء سے صلح کی۔

امرائے دربار و اعیانِ مملکت شاہ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ ملکی امور میں خلل واقع ہوا ہے آپ کسی شہزادہ کو حکومت سونپ دیں مگر شاہ کو اپنے کسی بیٹے پر اعتماد نہ تھا اس لئے انھوں نے یہ کام تقدیر الٰہی پر چھوڑا۔

چھوٹے بھائی بہرام خاں نے اپنے دونوں بڑے بھائیوں آدم خاں اور حاجی خاں کے درمیان نفاق و دشمنی کا بیج بو دیا۔ آدم خاں نے شاہ سے رخصت لی اور قطب الدین پور کی طرف روانہ ہوا۔ امرائے سلطنت نے لگایا دونوں شہزادوں کو بھی شاہ سے الگ کر دیا۔ شاہ کا مرض بڑھتا گیا۔ اعیان سلطنت حکومت میں خلل کو روکنے کے لئے بمشکل تمام شاہ کا پلنگ روزانہ اونچی جگہ پر رکھتے لوگوں کو شاہ کی تندرستی کی خبر پہنچاتے اور خوشی کے شادیانے بجاتے اور کسی شہزادہ کو شاہ کے پاس نہ آنے دیتے۔

حاجی خاں اور بہرام خاں نے آدم خاں کو راستہ سے ہٹانے کے لئے فوج فراہم کرنی شروع کی۔ شاہ ان خبروں کو سن کر غمگین ہوتے تھے اور ان کا مرض بڑھتا جاتا تھا ایک رات کو آدم خاں اپنی فوج کو سرینگر کے پاس چھوڑ کر شاہ کو دیکھنے کے لئے پوشیدہ طور سے آیا۔ اس رات حسن خاں کچھی نے لوگوں اور امرائے سلطنت سے حاجی خان کے نام کی بیعت لی اور آدم خاں کو کسی بہانہ سے بہکا کر دارالخلافہ سے باہر جانے پر رضامند کر لیا۔ جب آدم خاں چلا گیا تو حسن خاں کچھی سردار نے چپکے سے حاجی خاں کو بلایا اور تمام شاہی فوج، اصطبل، گھوڑوں اور خزانوں پر قبضہ کرا دیا حاجی خاں دیوان خانہ میں داخل نہ ہو سکا مبادا کسی سازش کے تحت اُسے قتل نہ کر دیا جائے۔

جب آدم خاں کو اپنی ناکامیابی اور حاجی خاں کی کامیابی کا یقین ہو گیا تو اس نے بارہ مولہ کے راستے ہندوستان کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ اس کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے لوذوگیارہ ہونے لگے۔ حاجی خاں نے اپنے ایک وفادار سردار زین لارک کو آدم خاں کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ زین لارک نے آدم خاں کا پیچھا کیا۔ آدم خاں نے ایک جگہ اپنے لقایا سپاہیوں کے ساتھ زین لارک کا مقابلہ کیا معرکۂ کارزار میں زین لارک مارا گیا۔ آدم خاں اس کے تمام بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کر کے کشمیر سے نکل گیا۔

آدم خاں کے کشمیر سے نکل جانے کے بعد حاجی خاں کا بیٹا حسن خاں پونچھ سے آیا اور اپنے ساتھ کثیر فوج لایا۔ اس کے آنے سے حاجی خاں کی قوت و طاقت دوبالا ہو گئی اور وہ سے اب کسی سازش کا خطرہ نہ رہا اس نے استقلال حاصل کر کے کشمیر کی حکومت سنبھال لی۔

چند دن بعد گرجر اعظم شاہ زین العابدین شاہ انہتر (۶۹) سال کی عمر میں باون سال حکمرانی کر کے ۱۴۵۸ء میں اس دنیائے ناپائدار اور دارالمحن سے انتقال کر گئے۔

راجہ حیدر شاہ ۱۴۵۸ء تا ۱۴۵۹ء

گرجر اعظم شاہ زین العابدین شاہ کی وفات کے تیسرے دن ان کے منجھلے بیٹے حاجی خاں

نے حیدر شاہ لقب اختیار کر کے عنان حکومت کو بلا شرکت غیرے اپنے ہاتھوں میں سنبھالا اپنے چھوٹے بھائی بہرام خاں کو "ناگام" کی جاگیر مرحمت فرمائی اور اپنے بیٹے حسن خاں کو کامرج کا علاقہ دیا۔ اس کے بعد تمام سرداروں، امیروں اور راجاؤں کو جو سابقہ شاہ کی تعزیت اور نئے شاہ کی تہنیت کے لئے آئے تھے خلعت اور گھوڑے دے کر خوش کیا۔

فتح خاں حیدر شاہ کا بھتیجا یعنی آدم خاں کا بیٹا فتح خاں اپنے چچا کا سپہ سالار تھا اس نے حیدر شاہ کے حکم سے سرحد کے بہت سے مقامات فتح کئے جب فتح خاں دارالخلافہ سے باہر تھا تو امرائے سلطنت نے مشورہ کیا کہ چونکہ حیدر شاہ شرابی ہے اس لئے بہرام خاں کو تخت نشین کرنا چاہیئے اس خبر کے سنتے ہی وفادار بھتیجا خود آ دارالخلافہ پہنچا مگر وارری سیاست ان ہی سازشیوں نے حیدر شاہ کو بہکا کر بغیر اجازت آنے پر جواب طلب کرالیا۔ آخر معافی مانگ کر اسے چھٹکارا ملا۔ مگر اس کی وفاداری نے اپنا کام کیا اور حیدر شاہ کو کوئی تخت سے نہ اتار سکا اور فتح خاں کشمیر سے نکل گیا۔ جیسا کہ مذکور ہوا حیدر شاہ کو شراب نوشی کی عادت تھی۔ بادشاہ ہو جانے سے اس عادت میں اور اضافہ ہو گیا۔ شاہ دن رات شراب کے نشہ میں بدہوش رہتا تھا۔ اسی دوران شاہ نے ایک حجام کو عہدیدار بنایا اس حجام کا نام "بولا"[1] تھا۔ عہدیدار ہوتے ہی بولا حجام رشوت خور بن گیا۔ خوشامدانہ باتوں سے اس نے شاہ کے دل میں راہ پائی۔ حسن خاں کچھی شاہ کا وفادار سردار تھا جس نے شاہ کی بیعت اس وقت لوگوں سے لی تھی جبکہ شاہ دارالخلافہ میں بھی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ کچھی سردار کا شاہ کے پاس آنا جانا بولے حجام کو بُرا لگتا تھا۔ اس نے ایک روز شاہ کو ورغلا کر اس کے قتل کے احکام صادر کرائے اور حسن خاں کچھی بیچارہ ناکردہ گناہ مارا گیا۔ اس واقعہ سے تمام سردار حیدر شاہ کے مخالف ہو گئے۔

بھائی کی محبت حیدر شاہ کا بڑا بھائی آدم خاں اس سے شکست کھا کر بھاگ گیا

---

[1] کشمیری اور گوجری زبانوں میں جو لفظ اس لفظ کا ہے اسے اُردو میں لکھنا ناممکن ہے۔ گوجری گجراتی، راجستھانی اور سواتی زبانوں میں بہرے شخص کو بھی "بولا" کہتے ہیں۔ مؤلف گوجر۔

تھا اور اسنے دریائے سندھ کے اطراف میں قبضہ کر لیا تھا اس نے راجہ جموں سے دوستی کا عہد و پیماں کیا۔ اس زمانہ میں مغلوں کے جتھے پنجاب پر گاہے گاہے حملہ آور ہوتے تھے اور بستیوں کو لوٹ لے جاتے تھے۔ ملک کو اس آفت سے بچانے کے لئے جموں کا راجہ اور آدم خاں متحدہ طور سے فوجیں لے کر مغلوں سے لڑ پڑے اور فتح حاصل کی مگر سوئے قسمت معرکہ کارزار میں ایک تیر آدم خاں کے منہ پر ایسا لگا کہ وہ زخم کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ جب اس کی موت کی خبر حیدر شاہ کو کشمیر میں ملی تو وہ اس صدمہ سے نہایت غمگین ہوا۔ اس نے اپنے بڑے بھائی کی لاش کو کشمیر منگایا اور اُسے باپ کے مقبرہ کے نزدیک دفن کیا کئی روز تک تمام سلطنت میں سوگ منایا گیا۔

حیدر شاہ کی موت

حیدر شاہ پر بھائی کی موت کا غم پہاڑ بن کر گرا اور وہ بستر علالت پر دراز ہو گیا مگر اس کے باوجود وہ بجائے دوا کے شراب پیتا تھا آخر شراب نے اس کی جان لے لی ایک دن بیماری کی حالت میں حیدر شاہ نے کثرت سے شراب استعمال کی اور نشہ کی حالت میں لڑکھڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ محل کے کنگرہ سے اس کا پاؤں پھسلا اور نیچے زمین پر گرتے ہی اس کی روح نے جسد خاکی کو چھوڑ دیا۔

حیدر شاہ نے صرف ایک سال دو ماہ حکومت کی۔

راجہ حسن شاہ ۱۴۵۹ء تا ۱۴۷۱ء

راجہ حیدر شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ایک دن ایک رات کی کوششوں کے بعد تخت نشین ہوا، سرداروں میں سے اس کا زبردست حمائتی احمد اسود تھا۔ عنانِ حکومت سنبھالتے ہی راجہ حسن شاہ نے اپنے مخالفین کو قید کیا اس کا چچا بہرام خاں کشمیر سے نکل گیا راجہ نے اپنے وفاداروں پر اپنے باپ دادا کے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ اس کے بعد حسن شاہ نے سکندر پور شہر کو چھوڑ کر نئے شہر میں اقامت اختیار کی اور اپنے چچازاد بھائی یوسف خاں ابن بہرام خاں کو قید میں ڈال دیا۔

انتظام سلطنت احمد اسود کو وزیر اعظم بنایا گیا اور تمام مہمات ملکی اُسے تفویض کی گئیں اس کو "ملک احمد" خطاب بھی عطا کیا گیا۔ زین العابدین شاہ کے زمانہ کے زین بدر کو وزیر بنایا گیا۔

احمد اسود کے بیٹے نوروز کو دروازہ کا حاجب مقرر کیا گیا۔

حیدر شاہ کے زمانہ میں آپس کی چپقلش کی وجہ سے ملک کے انتظام و انصرام میں خلل واقع ہو چکا تھا اور شاہ زین العابدین شاہ کے وضع کردہ قوانین کا اطلاق بند ہو چکا تھا حسن شاہ نے انھیں قوانین کو اپنایا اور ان پر سختی سے عمل کرنے کا حکم نامہ صادر کیا۔

نولہ پور کی جنگ حسن شاہ کا چچا بہرام خاں علاقہ کرمار میں گیا ہوا تھا۔ ان سرداروں نے جو ملک احمد کے خلاف تھے اسے کشمیر پر قبضہ کی تحریص و ترغیب دی بہرام خاں ایک معمولی لشکر لے کر علاقۂ کامراج میں پہونچکر وہاں قابض ہو گیا ان دنوں شاہ حسن شاہ سیر کرنے کی غرض سے دنیا پور میں گیا ہوا تھا جب اُسے بہرام خاں کے قبضہ و غلبہ کی خبریں ملیں تو وہ مایوس ہو گیا۔ سازشی سرداروں نے اسے ورغلایا کہ بہتر یہی ہو گا کہ شاہ کشمیر چھوڑ دے مگر ملک احمد نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور ایک فوج کثیر لے کر بہرام خاں سے ٹکر لینے کے لئے بڑھا بمقام نولہ پور جنگ واقع ہوئی۔ بہرام خاں کو امید تھی کہ شاہی لشکر میں سے اس کے وفادار اس کی حمایت میں نکلیں گے، مگر ایسا نہ ہوا۔ معرکۂ کارزار میں اُسے شکست فاش ہوئی اور وہ زخمی حالت میں گرفتار ہوا اور اس کا بیٹا بھی قید ہو گیا۔ زین بدر کے حکم سے بہرام خاں کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی اور تیسرے روز وہ شدت کرب سے انتقال کر گیا۔ ملک احمد نے زین بدر کی اس حرکت کو حقارت سے دیکھا اور اس نے شاہ سے حکم نامہ حاصل کر کے اس جرم میں زین بدر کی آنکھوں میں بھی سلائی پھروا کر اُسے اندھا کر کے قید میں ڈال دیا۔ تین سال کے بعد قید خانہ میں زین بدر نے وفات پائی۔

سیالکوٹ کی فتح زین بدر کے مرنے پر ملک احمد نے عروج حاصل کیا

راجہ حسن شاہ کے زمانہ میں اسی گوجر خاندان کا ایک ہندو راجہ عجب دیو حکمران تھا سرینگر کے مسلمان گوجر اور جموں کے ہندو گوجر حکمراں ہمیشہ ایک دوسرے کے حلیف رہے اور اکثر و بیشتر ان میں باہم شادیاں بھی ہوتی تھیں۔ حکومت دہلی کی طرف سے پنجاب کا حاکم تاتار خاں تھا اور وہ جموں کے راجگان کو تنگ کیا کرتا تھا۔ تاتار خاں کو سبق دینے کے لئے راجہ حسن شاہ نے راجوری کے حاکم ملک باری بھٹ کو حکم دیا کہ وہ جموں جاکر راجہ سے ملاقات کرے۔ راجہ ملک باری بھٹ نے راجہ عجب دیو سے ملاقات کی۔ طے پایا کہ سیالکوٹ پر حملہ کرکے اُسے مفتوح کر لیا جائے چنانچہ جموں سے راجہ عجب دیو کی فوجیں اور راجوری سے راجہ باری بھٹ کی فوجیں روانہ ہوئیں اور انھوں نے متحدہ طور سے پنجاب پر حملہ کیا۔ تاتار خاں نے معرکۂ کارزار میں سخت ہزیمت اٹھائی اور فوجیں اس کے تعاقب میں روانہ کی گئیں مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ فاتح فوجوں نے واپسی پر شہر سیالکوٹ کا محاصرہ کرکے تاتار خاں کے رشتہ داروں کو تہ تیغ کیا اور سیالکوٹ کو جموں کی سلطنت میں شامل کر لیا۔

خانہ جنگی

کشمیر پر اس وقت تک بیرونی حملہ آوروں کا قبضہ نہ ہو سکا تھا حالانکہ باقی تمام ملک تقریباً چھ سو سال سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑا آرہا تھا۔ کشمیر کی آزادی برقرار رہنے کی خاص یہ وجہ تھی کہ کشمیر کے مسلمان گوجر حکمراں ہمیشہ کھشتر اننت پر عمل کرتے رہے انھوں نے ہمیشہ فوج اور دربار میں اہم عہدے کشمیریوں کو ہی دئے جبکہ گجرات (انہلواڑہ) کا تانک خاندان بیرونی قوموں سے راہ و رسم پیدا کرکے کٹھ پتلی بن گیا۔ مگر کشمیر نے بھی آخر زوال کی طرف چلنا شروع کیا اس کی تفصیل ابھی آگے آئے گی، یہاں صرف اتنا تحریر کرنا ہے۔ شاہ حسن نے سید ناصر کی پوتی سے شادی کر لی۔ یہ سید ناصر وہی ہے جو راجہ زین العابدین شاہ کے زمانہ میں گوجر دربار میں وزیر تھا۔ یہ شادی آخر کار کشمیر کے گوجروں کے زوال کا سبب بنی۔

گوجر دربار میں تین جماعتیں بن گئیں ان کے سردار (۱) راجہ ملک باری (۲) راجہ ملک احمد (۳) سید ناصر تھے۔

سید ناصر نے راجہ ملک باری اور راجہ ملک احمد میں نفاق کا بیج بو دیا اور پھر راجہ کو دونوں کے خلاف کر دیا۔ ہر روز دونوں طرف کے وفادار جنگیں لڑنے لگے۔

راجہ ملک باری اور راجہ ملک احمد میں عداوت اس انتہا کو پہنچی کہ وہ دربار میں شاذونادر ہی آتے تھے بلکہ اپنی اپنی فوجیں تیار کرتے رہتے تھے۔

آخر اس افراتفری میں جس کا مفصل تذکرہ ابھی آتا ہے حسن شاہ نے انتقال کیا۔ کشمیر میں گوجروں کو کبھی پھر استقلال حاصل نہ ہو سکا اور آج تک کشمیر کے گوجر جو بیں ڈھائی لاکھ گوجر خانہ بدوش ہیں اور لغایا بھی کوئی سیاسی اہمیت نہیں رکھتے اس زوال کے واقعات ہم مفصل تحریر کرتے ہیں۔

کشمیر کے گوجروں کا زوال

جیسا کہ گزشتہ ابواب میں مذکور ہو چکا تمام ملک کابل سے بنگال اور ہمالیہ سے راس کماری تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا تھا مگر کشمیر وہ واحد خطہ تھا۔ جہاں نہ تو محمود غزنوی کامیاب ہو سکا اور نہ علاء الدین خلجی جیسا عظیم فاتح کشمیر میں داخل ہو سکا۔ یہاں تک کہ تیموری فوجیں بھی کشمیر کا کچھ نہ بگاڑ سکیں المختصر کوئی فاتح کشمیر میں داخل نہ ہو سکا البتہ مبلغین اسلام، صوفیائے کرام اور علمائے محترم کشمیر میں پہنچے اور ان کی تعلیمات کا اثر غیر مسلموں خصوصاً گوجر کھشتریوں پر سب سے زیادہ ہوا کوئی بھی گوجر غیر مسلم نہ رہا۔ مسلم گوجروں کی سلطنت بھی قائم ہو گئی کیونکہ قبل از اسلام بھی انھیں کی حکومت تھی مگر سیاست اور مذہب میں بہت بڑا فرق ہے اس بات کو کوئی ملنے یا نہ مانے۔ مذہب انسانیت کی معراج ہے اور سیاست خود غرضی کا اکھاڑہ ہے۔ ہمارے ملک میں تمام مسلم بادشاہوں کا سیاسی پہلو یہ ہے کہ انھوں نے اپنے سگے بھائیوں اور رشتہ داروں کو تہ تیغ کیا۔ اس قتل و غارتگری کا ذمہ دار مذہب تو نہیں ہو سکتا تیمور نے دلی کے مسلمان بادشاہ اور بغداد کے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ علاء الدین نے لاکھوں نومسلم مغل تہ تیغ کرائے اقتدار سب کچھ کرا دیتا ہے وہ قوم خوش قسمت ہوتی ہے جو اپنے مستقبل پر نظر رکھتی ہے اس میں شک نہیں کہ کشمیر کے گوجر حکمران لاثانی تھے۔ انھوں نے کشمیر میں اسلامی تعلیم کو چار چاند لگا دئے دور دور ملکوں سے علماء کرام کشمیر میں پہنچتے تھے، مگر اقتدار کے لئے کیا مسلمانوں میں جنگ نہیں ہوئیں۔ آئی اقتدار

(۱) یہ واقعات فارسی تاریخوں، اکبر نامہ، تاریخ فرشتہ گلدستہ جنگ وغیرہ وغیرہ تاریخی کے عین مطابق ہیں۔

پرستی کا نشانہ آخر کشمیر کے گوجر بن کے رہے اور اس کی تمام تر ذمہ داری اقتدار پرست سیّدوں کے سر ہے

سیّدوں میں رشتہ داری اور اس کا نتیجہ

گوجر اعظم شاہ زین العابدین شاہ کے دربار میں کئی سید وزارت کے عہدے پر مامور تھے۔ جن میں سید ناصر قابل ذکر ہے۔

کشمیر کے گوجر حکمرانوں کا یہ اعزاز تھا کہ وہ غیر قوموں میں شادی بیاہ ہرگز نہ کرتے تھے اور اسے معیوب سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ شاہ زین العابدین شاہ نے بھی غیر قوم میں شادی کرنا بنظر استحسان نہ دیکھا۔ یہ حکمران اس قدر پکے کھشتری تھے کہ انھوں نے ہمیشہ بڑے بیٹوں کو ولی عہد کیا اور نجیب الطرفین کے قائل رہے۔ مگر راجہ حسن شاہ نے سیّد ناصر کی پوتی حیات خاتون سے شادی کر لی اس رشتہ داری کی آڑ میں سیدوں نے کلیدی آسامیوں پر قبضہ کر لیا۔

یہ ایسی بات تھی جو اس سے پہلے مسلمان گوجروں میں کبھی نہ ہوئی تھی اس لئے درباری گوجر وزراء اور سرداروں نے اسے مستحسن نظروں سے نہ دیکھا۔ ان سرداروں کی نظریں اور خیالات سید حسن اور سید ناصر سے پوشیدہ نہ تھے۔ راجہ حسن شاہ بھی اس شادی کو باعث فخر نہ سمجھتا تھا۔ اس لئے سادات نے آہستہ آہستہ اپنی قوم کی کافی جماعت بہم پہنچا لی۔ (علوم رجھڑوال) لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام محمد شاہ تھا اور دوسرے کا نام حسین شاہ تھا (خدا بہتر جانتا ہے کہ ان لڑکوں کو محلسرا سے کیوں نکالا گیا) راجہ حسن شاہ نے محمد شاہ کو راجوری کے گوجر راجہ ملک باری بھٹ کے حوالہ کیا اور حسین کو ملک احمد گوجر وزیر کے بیٹے نوروز کے سپرد کیا۔ انھیں تاکید کی گئی کہ ان کی پرورش و تربیت میں کوتاہی نہ کریں (یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ان لڑکوں کی پرورش شاہی محل میں کیوں نہ ہو سکتی تھی) وزراء، سرداروں اور درباریوں میں ناچاقی پیدا ہوئی۔ ملک باری بھٹ اور ملک احمد بھی ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ فارسی تاریخوں سے واضح ہے کہ راجہ حسن شاہ عیاش تھا۔ ایک روز رات کے وقت امراء سلطنت یلغار کر کے دیوانخانہ پر حملہ آور ہوئے اور دیوانخانہ کو آگ لگا دی اگلے روز ملک احمد اسود اور اس کے تمام عزیز رشتہ دار اور حمائتی گرفتار کئے گئے ان کا مال اسباب ضبط کیا گیا اور انھیں قید

کر دیا گیا۔ ملک احمد قید خانہ میں مر گیا۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ کیا وجہ ہوئی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نفاق کی آگ راجہ کے خسر کے باپ سید ناصر کی لگائی ہوئی تھی۱ اس لئے تھوڑے عرصہ بعد اپنی قوم کے سردار ملک باری اور جہانگیر ماگرے کے دباؤ سے راجہ نے سید ناصر کو کشمیر سے نکل جانے کا حکم صادر کیا۔ وہ دلی چلا گیا، مگر اس کی پوتی حیات خاتون نے جس پر راجہ فریفتہ تھا راجہ کو مجبور کیا کہ وہ اس کے باپ دادا کو واپس کشمیر بلائے، چنانچہ راجہ نے خفیہ طور سے سید ناصر کو دلی سے بلانے کا پیغام بھیجا اور اس دوران تمام ملک کی باگ ڈور اپنے خسر سید حسن کو سونپ دی۔ سید ناصر کشمیر نہ پہنچ سکا وہ کوہ پیر پنچال کے درہ کے قریب پہنچا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی مگر اس کا بیٹا سید حسن یعنی حیات خاتون کا باپ کشمیر میں زور پکڑ گیا۔ اس نے تمام گوجر وزراء کو یکے بعد دیگرے قتل کرا دیا اور ملک باری بھٹ کو قید میں ڈال دیا تمام گوجر سردار سرینگر سے نکل گئے۔ جہانگیر ماگرے نے بھی بھاگ کر قلعہ لوہر کوٹ میں پناہ لی۔

راجہ حسن شاہ کثرتِ جماع کی وجہ سے مرض اسہال میں مبتلا ہوا۔ ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے وہ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اس نے ارکان سلطنت کو بلا کر کہا کہ میری موت کے بعد میرے چچا بہرام خاں کے بیٹے یوسف خاں کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھانا یا میرے تایا زاد بھائی فتح خاں (آدم خاں کے بیٹے) کو بلا کر تخت نشین کرنا۔ اس کے بعد حسن شاہ نے اپنے بیٹوں کے نام جاگیر کر دی۔

سید حسن کو یہ امر ناگوار گزرا کہ کیوں اس کے نواسوں میں سے کوئی بھی قابل تخت و تاج نہیں سمجھا جاتا اگر وہ کم سن ہیں تو بھی یہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ اسی خاندان میں سکندر شاہ کو کم سنی میں تخت نشین کیا گیا تھا اور باقی دنیا میں حکمراں کی کمسن اولاد کے مدار المہام مقرر ہوتے ہیں لہٰذا اس اونچ نیچ سے سید حسن ناواقف نہ تھا۔ مگر وہ اس وقت خاموش رہا کیونکہ تمام اہم عہدوں پر سید قابض ہو چکے تھے اور اس رشتہ داری کا یہی فائدہ

---

۱ کیونکہ کھشتریوں میں صرف نجیب الطرفین اولاد ہی تخت کی حقدار ہوتی تھی راجہ حسن شاہ کے خیالات کو اس کا خسر ہی سمجھتا تھا۔ جیسا کہ اگلی عبارت سے ظاہر ہے۔ موئلف گوجر

تھا۔ چند دن بعد راجہ حسن شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس دوران سید حسن اپنے نواسوں کو سرینگر بلا چکا تھا

محمد شاہ کی تخت نشینی

راجہ کے انتقال کے فوراً بعد سید حسن نے اپنے نواسہ یعنی راجہ کے لڑکے محمد شاہ کے حکمراں ہونے کا اعلان کر دیا۔

مجلس میں جب سونے وزر و جواہر سے لبیس سامان ملبوسات آئے تو محمد شاہ دو غلہ نے کھلونوں کی طرح انہیں کھیلنا شروع کر دیا۔ سب نے کہا کہ سید حسن کا نواسہ بہادر نکلے گا۔

تخت نشینی کے خلاف تلواریں ۱۴۸۴ء تا ۱۴۸۶ء

غیر قوم کی لڑکی کے بطن سے پیدا شدہ لڑکے کی تخت نشینی پر گوجروں میں ہیجان پھیل گیا۔ انھوں نے بہ بلند آواز کہنا شروع کر دیا کہ جس طرح گجرات (انہلواڑہ) کے مسلم گوجروں کا خاندان ناک اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اسی طرح کشمیر کے گوجر بھی فنا ہو جائیں گے[1]

چنانچہ تمام اعیان مملکت اس تخت نشینی کے تدارک کی بابت سوچنے لگے۔

اتفاق سے جموں کا ہندو گوجر راجہ پنجاب کے حکمراں کے خوف سے کشمیر آگیا۔ کشمیری مسلم گوجر سردار اس کے پاس پہنچے۔ سب نے متحدہ طور سے سرینگر کا رُخ کیا۔ نوشہرہ کے باغ میں سیدوں کا مجمع تھا۔ گوجروں نے باغ کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔ سادات بھاگ نکلے مگر تیس سید اسی جگہ قتل ہوئے ان مقتولین میں سید حسن بھی شامل تھا۔

عبد زینا نے یوسف خاں کو قید سے نکالنے کے لئے قید خانہ جانے کی کوشش کی مگر ایک سید علی نے اس کا ارادہ بھانپ کر اُسے قتل کر دیا۔ نجے بھٹ کو جب عبد زینا کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ بہت غمگین ہوا اس کا ارادہ ظاہر ہوتے ہی اس کو بھی سیدوں نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد قید خانہ میں یوسف خاں[2] کو بھی سیدوں نے تہ تیغ کر دیا۔

یوسف خاں کی ماں جب سے جوانی میں بیوہ ہوئی تھی تب ہی سے خدا کی عبادت میں مصروف

۱ء بعد کے واقعات نے اس خیال کو سچا ثابت کر دکھایا جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا مولف گوجر

۲ء یوسف خاں وہی ہے جسے گوجر سردار اپنے مرحوم راجہ حسن شاہ کی وصیت کے مطابق تخت نشین کرنا چاہتے تھے۔ گوجر

رہتی تھی۔ ہر روز روزہ رکھتی تھی اور صرف جو کی روٹی کے تین لقمہ کھاتی تھی[1] اس پارسا نیک بی بی کو جب اپنے فرزند کے سیدوں کے ہاتھوں مارے جانے کی اطلاع ملی تو غش کھا کر گر پڑی اس نے تین دن تک بیٹے کی لاش کو دفن نہ کرنے دیا۔ پھر اس کی قبر پر مقبرہ بنا کر باقی تمام زندگی اس مقبرہ میں خدا کی عبادت کرتے کرتے بسر کی[2]

اندر دارالخلافہ میں یہ حادثات رونما ہوئے ادھر گوجروں نے آکر حیات خاتون کا محل گھیر لیا مگر حیات خاتون کے بھائی سید محمد ولد سید حسن نے اپنے بھانجے یعنی محمد شاہ اور اپنی بہن کی حفاظت کے لئے تمام سیدوں کو یکجا کر لیا۔ تمام رات دیوانخانے کے باہر تلواریں چلتی رہیں۔ گوجر شہر میں گھس پڑے ادھر چوروں اور ڈاکوؤں نے لوگوں کے مکانات صاف کرنے شروع کر دئے۔ بالآخر اس رات کی لڑائی کا انجام یہ تھا کہ گوجروں کی پسند کا حکمراں یوسف خاں تو شہر کے اندر قید خانہ میں سیدوں نے قتل کر دیا۔ (جیسا کہ مذکور ہوا) مگر گوجر سردار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے صبح سویرے سیدوں نے شہر کے چاروں طرف خندق کھود دی تاکہ گوجر فوج شہر میں داخل نہ ہو سکے۔

تیسرے روز گوجر پسپا ہوئے۔ سیدوں نے گوجروں کے تمام دیہات جو شہر کے نزدیک تھے آگ دے کر جلا دیئے شہر میں سیدوں نے خوشی کے شادیانے بجائے نہایت غرور و تکبر سے شہر میں چراغاں کیا اور گوجروں کے سروں کا مینار بنایا۔

باگڑی گوجروں کی آمد

جب گوجروں کی پسپائی کی خبریں پھیلیں جہانگیر باگڑی کا بیٹا داؤد خاں باگڑی اور ایک دوسرا سردار سمک باگڑی دونوں لوہر کوٹ سے گوجروں کا لشکر لے کر چلے سب نے مادرِ وطن کی آزادی کے لئے مارنے مرنے کی قسم کھائیں۔ جب اس لشکر کی خبر سیدوں کو ملیں تو انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا مگر داؤد خاں باگڑی نے اسے قبول نہ کیا سید بھی لشکر لے کر اس

[1] مولف کو فخر ہے کہ آج تک گوجر مستورات اولاد والی بیوگی میں شادی رچانے کی بجائے خدا کی عبادت میں مصروف رہنے کو ترجیح دیتی ہیں۔

[2] گوجر مستورات زندہ باد۔

آنے والی فوج کا راستہ روکنے کے لئے بڑھے۔ انھوں نے چاہا کہ دریا کا پل پار کر جائیں باگڑیوں نے راستہ روک لیا۔ پل کے اوپر لڑائی شروع ہوگئی۔ بوجھ سے پل ٹوٹ گیا دونوں طرف کے کافی آدمی ڈوب کر مر گئے۔ دریا دونوں فوجوں کے درمیان حائل ہوگیا لڑائی میں داؤد خاں باگڑی مارا گیا، مگر لڑائی کا فیصلہ نہ ہوسکا۔

مدد کی پکار

جب سیدوں نے دیکھا کہ تمام کشمیری ان کے خلاف ہو چکے ہیں تو انھوں نے پنجاب کے حاکم تاتار خاں کے پاس اپنی مدد کے لیے خط لکھا۔ چنانچہ اس نے ایک لشکر جرار ان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

گوجر راجہ دھنش

سیدوں اور گوجروں کی لڑائی کو دو ماہ ہو چکے تھے ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ کشمیر پر کس کا اقتدار قائم ہوگا۔ تاتار خاں کی بھیجی ہوئی فوج کشمیر میں داخل ہوئی۔ راستہ میں ایک ہندو گوجر راجہ دھنش کی جاگیر تھی اس نے تاتار خاں کی فوج کو روک لیا اس زور کی لڑائی ہوئی کہ طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ بیرونی فوج کے تمام سردار مارے گئے لقایا فوج نے کشمیر سے نکل کر جان بچائی۔

جب کشمیریوں کو تاتار خاں حاکم پنجاب کی فوجوں کی پسپائی کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے انھوں نے راجہ دھنش کو تہنیتی پیغامات بھیجے اور دارالخلافہ پر حملہ کے لیے اس کی مدد کے طالب ہوئے۔ راجہ نے اپنے بہادر سپہ سالار پرسرام[1] کو فوج دے کر بھیجا۔ متحدہ فوج نے دریا کو تین مختلف جگہوں سے عبور کر کے دارالخلافہ کو گھیر لیا۔ سیدوں کو میدان جنگ میں شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ کر شہر میں گھس گئے۔ داؤد خاں باگڑی مقتول کے باپ جہانگیر باگڑی نے اپنے بیٹے کا بدلہ لینے کے لئے، شہر میں گھس کر سیدوں کا قتل عام کرنا شروع کیا۔ سیدوں نے چونکہ گوجروں کے گھروں کو آگ دیدی تھی لہذا اس کے عوض اب سیدوں کے گھروں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ سید محمد بن سید حسن (حیات خاتون کے بھائی) کو ایک ہندو مسمی گو

---

[1] بعض کے نزدیک پرسرام، جموں کا ہندو گوجر راجہ تھا جو کشمیر میں آیا ہوا تھا بولف یہ سب راجہ سرینگر کی حکومت کے ماتحت تھے اور وفاداری کا دم بھرتے تھے۔

نے اپنے گھر میں پناہ دے کر بچا لیا۔

جہاں گیر باگڑی محلسرا میں داخل ہوا۔ حیات خاتون قدموں پر گر پڑی پرسرام نے عورت پر ہاتھ چلانے سے جہانگیر کو منع کیا۔ اس کے بعد حیات خاتون نے اپنے بیٹے محمد شاہ کی بھی جان کی امان حاصل کر لی۔ سری نگر پر مکمل طور سے گوجروں کا قبضہ ہو گیا۔ پرسرام کو اس کی خدمت کے عوض کثیر رقم دے کر واپس کر دیا گیا سید علی اور تمام دیگر سیدوں کی جان بخشی کر کے کشمیر سے نکال دیا گیا۔

زمانہ رنگ بدلتا ہے کیسے کیسے

گوجر کئی سال تک محض اس وجہ سے لڑے تھے کہ حیات خاتون کے بیٹے محمد شاہ کو تخت سے اُتار کر کسی نجیب الطرفین گوجر شہزادہ (یوسف خاں یا فتح خاں) کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ سیدوں کا زور کم کر دیا جائے۔ گوجروں کو جب فتح حاصل ہوئی تو ان کا سردار جہانگیر باگڑی اسی حیات خاتون کے توسط سے محمد شاہ کا طرفدار بن گیا۔ ایک ولیعہد یعنی یوسف خاں قتل ہو چکا تھا مگر دوسرا وصی ولیعہد فتح خاں پنجاب میں مارا مارا پھر رہا تھا — جہانگیر کے ہاتھ میں محمد شاہ دوغلا آ چکا تھا۔ لہذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اب کوئی فتح خاں آ کر کشمیر فتح کرے۔ مگر جہانگیر باگڑی یہ بھی جانتا تھا کہ تمام گوجر، فتح خاں کا ساتھ دیں گے۔ اس لئے اس نے کشمیر سے نکالے ہوئے حیات خاتون کے رشتہ دار سیدوں اور ان کے حمائیتوں کو اپنی مدد کے لئے کشمیر بلانا شروع کیا۔

گوجر راجکمار فتح شاہ کی آمد

حیدر شاہ کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے کہ آدم خاں کا بیٹا فتح خاں (فتح شاہ) کشمیر سے نکل گیا تھا۔ ان جھگڑوں کے دوران وہ تاتار خاں لودھی حاکم پنجاب کے پاس تھا وہ کشمیر میں واپس نہیں آ سکا حسن شاہ کی وصیت کے مطابق حکومت کا پہلا حق

ل کھشتریوں میں نجیب الطرفین شہزادے کو بزبان سنسکرت کمار کہا جاتا ہے اور جو کمار ولیعہد ہو اُسے راجکمار کہا جاتا ہے اسی لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مؤلف گوجر۔

یوسف خاں کا تھا، یوسف خاں کو سیدوں نے قتل کر دیا اور اس کے بعد حکومت پر پھر گوجروں کا قبضہ ہوا تو اس دوران پنجاب میں فتح شاہ اور تاتار خاں لودھی کے تعلقات کشیدہ ہو گئے کشمیر آنے کا اب موقعہ بھی تھا لہٰذا فتح شاہ نے کشمیر کا رخ کیا۔

ولیعہد فتح شاہ کی آمد پر گوجر جوق در جوق اس کی خدمت میں پہونچے، جہانگیر ماگرے نے بھی مناسب سمجھا کہ وہ بھی جا کر فتح شاہ سے ملاقات کرے مگر اسکے مخالفین سردار پہلے جا چکے تھے لہٰذا وہ پس و پیش میں پڑ گیا۔ اسی کشمکش میں دونوں طرف شکوک پیدا ہوئے، اب جہانگیر ماگرے۔ محمد شاہ کی حمایت میں لڑنے مرنے پر کمر بستہ ہو گیا۔ وہ محمد شاہ کو لے کر ایک فوج کثیر کے ساتھ "کرے سوار" کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ ادھر فتح شاہ نے اپنے وفاداروں کے ساتھ ہیرہ پورہ کے راستہ سے اودھن کے پاس دریا پر قبضہ جما لیا۔ آخر دونوں فوجوں میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ پہلے تو آثار فتح شاہ کے موافق تھے مگر جہانگیر ماگرے نے ہمت مردانہ سے کام لے کر مخالف فوج کے سردار قتل کر دئے۔ فتح شاہ شکست کھا کر بھاگا۔ جہانگیر ماگرے نے جانثاروں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا قریب تھا کہ فتح شاہ گرفتار ہو جائے لیکن اس کی فوج کے ایک آدمی نے جو بہ باطن فتح شاہ کا طرفدار تھا اُسے جا لسنہ دیا کہ پیچھے محمد شاہ گرفتار ہو چکا ہے۔ جہانگیر ماگرے تعاقب چھوڑ کر اس طرف روانہ ہوا۔

لڑائی میں کامیابی کے بعد جہانگیر ماگرے نے ملک باری بھٹ کو حکم دیا کہ وہ اُن زمینداروں کو نیست و نابود کرے جنھوں نے فتح شاہ کو اپنے یہاں جگہ دی تھی۔

دوسرا معرکہ

تھوڑے دن بعد فتح شاہ نے پھر لشکر فراہم کیا اور کشمیر کے وسیع رقبہ پر قابض ہو گیا اور بہرام کلہ میں آکر متمکن ہوا۔ جہانگیر ماگرے شہر سے نکلا اور پرگنہ لوگاؤں (رنگام) کے موضع کہوا کے میدان میں فروکش ہوا اور قید خانہ پر حملہ کر کے سیفی اور دانک رائے کو قید سے نکال لایا جنھیں جہانگیر ماگرے نے قید کر دیا تھا۔ جہانگیر ماگرے کو اس امر کا پتہ چلا تو وہ نہایت غمگیں ہوا اور اس نے فتح شاہ کو صلح کا پیغام بھیجا۔ پیامبر نے ہدایت کے بموجب صلح کے پردے میں فتح شاہ اور اس کے مددگار راجہ راجوری کے درمیان تفرقہ ڈال دیا۔ راجوری کا راجہ جہانگیر ماگرے

فتح شاہ کی دوسری سلطنت ۹۲۲ھ ۱۵۱۶ء

تے ان کا اور دونوں نے فتح شاہ کو شکست دی اور ہیرہ پور تک اس کا تعاقب کیا۔

تیسرا معرکہ

فتح شاہ بھاگ کر جموں پہنچا اور لشکر کی فراہمی میں مشغول ہوا۔ ادھر فتح حاصل کرتے ہی جہانگیر ماگڑی نے پنجاب کے اطراف سے سیّدوں کو بلا کر اپنے یہاں ملازم رکھ لیا کچھ عرصہ بعد قوت حاصل کر کے فتح شاہ پھر حملہ آور ہوا اس کے وفادار سیفی اور وانگ رائے نے جنگ میں بھیم اور دریودھن کی لڑائی کو مات کر دیا قریب تھا کہ فتح شاہ کو فتح حاصل ہو کہ اتنے میں سیّدوں کے ایک دستہ نے عقب سے حملہ کر کے ان کی فوج کو تتر بتر کر دیا۔

چوتھا معرکہ حق بحقدار رسید

فتح شاہ نے تین مرتبہ شکست کھانے کے باوجود ہمت نہ ہاری آخر ارجن پانڈو کی اولاد سے تھا پھر ہمت کیسے ہارتا چنانچہ چوتھی مرتبہ پھر لشکر فراہم کر کے سرینگر کی طرف بڑھا، گوجروں کو اس کے عزم و ارادہ نے پھر اس کا حمائتی بنا دیا آخر کار معرکہ کارزار میں اس نے فتح حاصل کی جہانگیر ماگڑی زخمی حالت میں بھاگ گیا ؎

گل شادی اگر خواہی ز خار مکش دامن ،، قدم گر طالب گنجے بکام اژدہا دانہ

راجکمار فتح شاہ کے شادیانے بجاتا ہوا دارالخلافہ میں داخل ہوا۔ سید میر بن سیّد حسن یعنی حیات خاتون کا بھائی فتح شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ فتح شاہ نے سید میر اور حیات خاتون کو کوئی گزند نہ پہنچائی فتح شاہ نے حیات خاتون کی ہمیشہ عزت و تکریم اسی طرح کی جس طرح ایک شریف النسان ایک عورت کی عزّت کرتا ہے۔ محمد شاہ بھاگ گیا تھا۔ مگر زمینداروں نے پکڑ کر اُسے فتح شاہ کے حوالہ کیا۔ فتح شاہ نے اُسکو اپنی ماں کے ساتھ رہنے کی اجازت دیدی۔

راجکمار فتح شاہ کی حکومت ۱۴۷۶ء تا ۱۴۸۶ء

فتح شاہ نے اندرونی جھگڑوں سے نجات پاتے ہی حکومت کا انتظام سنبھالا اور ملک کی بہبودی کی طرف توجہ دی، سیفی کو وزیر اعظم بنایا گیا جس نے عوام کی بہتری اور بھلائی کے لئے کارہائے نمایاں انجام دئے، خلائق عالم فتح شاہ کے انتظام سے خوش و خرم ہوئی جو نقصان مملکت کو باہمی جنگوں سے پہنچا تھا اس کا تدارک بہت جلد ہو گیا۔

فتح شاہ کے زمانہ میں شاہ قاسم انوار بن سید محمد نور بخش کا مرید میر شمس عراق سے کشمیر آیا۔ یہ مذہباً شیعہ تھا۔ اس نے صوفیانہ رنگ اختیار کر کے بہت سے لوگوں کو اپنا مرید بنا لیا۔ خاص طور سے کشمیر کی قوم چک کثرت سے شیعہ ہو گئی ان مریدوں نے نہ صرف ہندوؤں کے مندروں اور معابد کی بے حرمتی کی بلکہ سنیوں کے خلاف بھی نفرت پھیلائی درباریوں میں سے کئی شخص پوشیدہ طور سے شیعہ ہو گئے۔ اور ایک دن خاص دیوانخانہ میں کئی ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔

ملک جہانؔ اور ملک زینا نے جبکہ فتح شاہ کی حکومت کو سات سال گزر چکے تھے سازش کر کے محمد شاہ کو از سر نو ابھارنا شروع کیا اور اسے محل سے نکال کر ارہ سولہ کی طرف چمپت ہو گئے مگر محمد شاہ دوغلہ ان کے معیار پر پورا نکلا اس لئے ملک زینا نے سوچا کہ اسے دوبارہ فتح شاہ کے حوالہ کر دیا جائے۔ محمد شاہ اُن کا ارادہ بھانپ گیا اور اپنی آبائی جاگیر میں چلا گیا جو اس کے نام مرتے وقت حسن شاہ نے کی تھی۔ یہاں اس نے جاگیر کا انتظام اس طرح کیا کہ ملک جہان کو منتظم کیا اور شنکر کو دیوان کل بنایا اور بذاتِ خود فتح شاہ کے ڈر سے ہندوستان کی طرف بھاگ گیا اسکے بعد جہان فتح شاہ کا حامی ہو گیا

فتح شاہ نے کشمیر کا انتظام بہترین طریقہ سے چلایا مگر اس نے غلطی یہ کی کہ اپنے تمام مخالفین کو معاف کر کے آزاد چھوڑ دیا۔ محمد شاہ تو ہندوستان کی طرف نکل گیا۔ فتح شاہ نے دوسری غلطی یہ کی کہ اپنے قدیمی حلیف جہانگیر باگڑی کے بیٹے کو منصف دار کر دیا۔ ابراہیم باگڑی نے قوت حاصل کر کے اپنے باپ کے پروردہ محمد شاہ کو کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے بلایا اور بذات خود فوج لے کر اس کا استقبال کیا۔ کھوہاسولہ کے مقام پر جنگ واقع ہوئی جس میں فتح شاہ نے شکست کھائی اور وہ ہیرا پور کے راستہ سے کشمیر سے نکل گیا محمد شاہ دوسری مرتبہ حکمران ہوا اس نے ابراہیم باگڑی کو وزیر اعظم بنایا۔ ابراہیم کے بیٹوں نے ملک جہان کو قید کر کے اسے قتل کر دیا۔

چند ہی ماہ بعد فتح شاہ فوج لے کر دوبارہ لخلافہ آیا اور محمد شاہ دوغلہ کو کشمیر چھوڑنا پڑا۔

لے یہ نام نہیں ہے بلکہ رانا جو کی اولاد جہان کہلانے لگی۔ آج کل جہان ایک گوت ہے جو گوجروں میں ممتاز قبیلہ ہے۔

اور وہ سیدھا دلی پہنچ گیا۔

وزیر جہانگیر براہ

فتح شاہ نے اب کی مرتبہ شنکر کو دیوان کل بنایا اور براہ گوت[1] کے ایک سردار جہانگیر کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ فتح شاہ ایک نہایت قابل حکمراں تھا اس نے کشمیر کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔ مگر اسے قابل اعتماد وزیر نہ مل سکے۔ محمد شاہ دوغلہ کے وجود کا اثر ہر سردار پر یہ ہوتا تھا کہ جوں ہی شاہ کسی سے ناراض ہوا اور وہ جھٹ سے محمد شاہ دوغلہ کا حمایتی بن گیا۔ اس میں شک نہیں فتح شاہ منصف مزاج اور عادل حکمراں ضرور تھا۔ مگر ملکی سیاست سے کورا تھا جیسا کہ اسکی نرم پالیسی سے ظاہر ہے۔

فتح شاہ نے معافی دے کر پھر اپنے قدیمی مخالف جہانگیر باگڑی کو وزیر مقرر کیا۔ جہانگیر براہ اس بات پر ناراض ہوا کہ شاہ کی نظر میں دوست و مخالف ایک ہی طرح سے نوازے جاتے ہیں۔ شاہ کو دوستی کا پاس نہیں ہے۔ اس لیے جہانگیر براہ دربار چھوڑ کر محمد شاہ دوغلہ کو راجوری کے راستے سے کشمیر لے آیا۔ معرکہ کارزار میں فتح شاہ کو شکست ہوئی۔ جہانگیر باگڑی اور اس کا بیٹا اس لڑائی میں مارا گیا۔

فتح شاہ نے تمام عمر خانہ جنگی میں بسر کی اس نے بیسیوں لڑائیوں میں فتح و شکست کے نظارے کئے مگر اس شکست کے بعد اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا جب وہ شکست کھا کر مغرب کی طرف آ رہا تھا تو راستہ میں بیمار ہو کر اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے گیارہ سال حکمرانی کی۔ محمد شاہ نے اس کی لاش منگا کر شاہ اعظم زین العابدین کے مقبرہ کے پاس دفن کرائی۔

تیسری مرتبہ محمد شاہ دوغلہ کی حکومت ۱۴۸۴ء تا ۱۴۹۶ء

محمد شاہ دوغلہ نے

---

[1] براہ گوت کے گوجر نہ صرف کشمیر میں آباد ہیں بلکہ ملک میں منتشر طور سے دوسرے رقبوں میں بھی ہیں۔ بھمال کے برہار گوجروں کا لقب براہ تھا۔ ان کی اولاد میں سے پسند کا... اعزاز ہی ان کا گوت ہو گیا۔ بعض علاقوں میں براہ کا تلفظ برہ بھی ہے۔ تمام مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ برہ دراصل برہار ہی ہیں۔ مولف۔

تخت نشین ہوتے ہی سابق دیوان کو قید کیا۔ حکومت میں قوم چک کو اہمیت دی۔ ملک کاجی چک کو وزارت سونپی، کاجی چک اور محمد شاہ دوغلہ نے گوجروں کی جائیدادیں ضبط کرنی شروع کیں اور انھیں عہدوں سے ہٹایا جانے لگا۔ ابراہیم باگڑی کو قید کر لیا گیا ابراہیم باگڑی کا بیٹا ابدال باگڑی فتح شاہ مرحوم کے بیٹے سکندر خاں کو شاہ بنا کر کشمیریں لوگوں کی وفاداری حاصل کرنے کے لئے پھرنے لگا اور انھوں نے قلعہ ناگام پر قبضہ کر لیا۔ چکوں اور گوجروں میں زبردست لڑائی ہوئی۔ کاجی چک کا بیٹا مسعود چک لڑائی میں مارا گیا مگر قلعہ ناگام پر گوجروں کا قبضہ نہ رہ سکا۔

سکندر خاں قلعہ ناگام سے ناامید ہو کر قلعہ لوہر کوٹ پر قابض ہوا مگر ملک کاجی چک کے بھائی ملک باری چک نے اسے شکست دے کر گرفتار کیا اور محمد شاہ دوغلہ کے پاس بھیجدیا جس نے راجکمار سکندر خاں کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اس ظلم سے کاجی چک جو سالما کشمیری خون سے تعلق رکھتا تھا دوغلہ شاہ کے خلاف ہو گیا اور اس نے شاہ کے بیٹے ابراہیم خاں کو ابراہیم شاہ لقب دے کر تخت پر بٹھایا۔ ابراہیم خاں کو دلی سے بلایا گیا تھا جہاں وہ اس وقت بھی تھا جبکہ اس کا باپ کشمیر سے نکالا گیا تھا۔ المختصر ابراہیم شاہ تخت نشین ہو گیا اور اس کا باپ مقید کر دیا گیا۔

محمد شاہ دوغلہ نے اس مرتبہ نو مہینے نو دن حکمرانی کی۔

ابراہیم شاہ کی حکومت ۱۴۹۶ء تا ۱۴۹۷ء

ابراہیم شاہ نے لقبایا گوجروں کو عہدوں سے ہٹایا سب

عہدوں پر قوم چک کی حکمرانی قائم ہوئی۔ ابدال باگڑی گوجروں کا لشکر لے کر بڑھا۔ فارسی مورخین نے تحریر کیا ہے کہ اس فوج میں مغل بھی تھے جنھیں بابر[1] نے ابدال باگڑی کی درخواست پر بھیجا تھا مگر ابدال باگڑی کو خدشہ تھا کہ تمام کشمیری بلا لحاظ مذہب و ملت مغلوں سے نفرت کریں گے اس لئے اس نے ابراہیم شاہ کے بیٹے نازک شاہ کی حکمرانی کا اعلان کیا۔ معرکہ کارزار

---

[1] مگر سنین اور مدت سلطنت کی رُو سے یہ بات بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان مورخوں نے نازک شاہ کی مدت سلطنت بیس سال تحریر کی ہے لہذا اگر بابر نے اس حملہ میں مدد کی تھی تو نازک شاہ کی مدت عمر صرف ۲ سال ٹھہرتی ہے۔ مولف گوجر۔

میں ابراہیم شاہ کو شکست ہوئی۔ چکوں کے نامور سردار ملک تازی چک اور شیر ملک چک مارے گئے۔ اس طرح آٹھ ماہ ۲ روز حکومت کر کے ابراہیم شاہ روپوش ہوگیا۔ کسی کو پتہ نہ چلا کہ اس کے بعد وہ کہاں رہا۔

نازک شاہ کی حکومت ۱۴۹۷ء تا ۱۴۹۸ء

نازک شاہ نے ابدال ماگری کو وزیر مقرر کیا۔ اس نے چکوں کو عہدوں سے ہٹا دیا اور گوجروں کو برسر اقتدار لایا ملک کاجی چک کا تعاقب کیا گیا مگر وہ گرفتار نہ ہو سکا۔ محمد شاہ نے، جو قید میں تھا ابدال ماگری سے معافی مانگی اور چکوں کا ساتھ چھوڑ دینے کی ہاں کر لی اس لئے اُسے قید سے نکال کر پھر سرینگر کا تخت سونپا گیا۔

محمد شاہ دوغلہ کی حکومت چوتھی مرتبہ ۱۴۹۸ء تا ۱۵۳۱ء

محمد شاہ دوغلہ نے تخت نشین ہو کر نازک شاہ کو ولیعہد کیا۔

کشمیریوں کی اوّل مرتبہ تباہی

ملک کاجی چک مغلوں کو کشمیر پر چڑھا لایا مگر گوجروں اور چکوں نے آپس میں مغلوں کے خلاف اتحاد کر لیا ملک کاجی چک نے بھی مغلوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ معرکہ کارزار میں مغلوں کو شکست فاش ہوئی، مغلوں کا سپہ سالار محرم بیگ کشمیر سے بھاگ نکلا مغل کشمیر میں داخل ہو کر راہ گھاٹ دیکھ چکے تھے اس لئے تیسری مرتبہ کاشغر سے شاہ سعید مغل نے اپنے بیٹے سکندر خاں کو مرزا حیدر کے ہمراہ خونخوار لشکر دے کر تبت اور لار کے راستہ بھیجا۔ ان دشوار گزار راستوں کو طے کر کے مغل جونہی کشمیر میں داخل ہوئے گاؤں اور بستیاں خالی ہونا شروع ہو گئیں۔ کشمیر کی تمام آبادیوں میں مغلوں نے آگ لگا دی۔ جو مقابلہ پر آیا تہ تیغ کر دیا۔ سرینگر اور نوشہرہ کی تمام گوجر شاہی عمارتیں مسمار کر دی گئیں۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر دفینہ نکالے گئے۔

اپنے وطن کی تباہی دیکھ کر گوجر اور چک پھر متحد ہوئے۔ معرکہ کارزار میں کشمیریوں میں سے ملک علی، میر حسن، شیخ میر علی اور میر کمال مارے گئے۔ ملک کاجی چک اور ابدال ماگری نے میدان جنگ نہ چھوڑا۔ دوسری مرتبہ دونوں طرف کے اتنے آدمی مارے گئے

کہ طرفین کے جوش ٹھنڈے ہو گئے اور آخر کار اسوغات اور تحائف کا تبادلہ ہوا۔ محمد شاہ دوغلے نے اپنی لڑکی کی شادی مغل شہزادہ سکندر خاں سے کی مغل کئی ماہ بعد واپس چلے گئے۔ کشمیر تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد ایسا قحط پڑا جو دس ماہ تک رہا۔ کشمیریوں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ گوجر اس تباہی سے پھر نہ نکل سکے۔ آخر کار محمد شاہ دوغلہ مر گیا محمد شاہ کی شادی قوم چک میں ہوئی تھی اس لئے قوم چک اس کے زمانہ میں ہی برسر اقتدار آ گئی تھی۔

شمش الدین کی حکومت ۱۵۳۱ء تا ۱۵۳۲ء

امرا نے محمد شاہ دوغلہ کے لڑکے شمس الدین کو تخت نشین کیا۔ گوجر اس دوغلی نسل سے چھٹکارا حاصل کر کے چاہتے تھے کہ قدیم خاندان کا کوئی شہزادہ تخت نشین کیا جائے مگر شمش الدین قوم چک کا بھانجا تھا اس لیے چکوں اور گوجروں میں پھر نبرد آزمائی ہوئی ابدال باگڑی نے شکست کھا کر اپنی جاگیر علاقہ کامراج میں جا پکڑا۔ کشمیر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر جگہ جاگیردار خود مختار ہو بیٹھے

نازک شاہ کی حکومت ۱۵۳۲ء تا ۱۵۳۳ء

نازک شاہ پھر نمودار ہو گیا اس نے اپنی سسرالیوں (قوم چک) کی مدد سے پھر سرینگر پر قبضہ کر لیا مگر چند ماہ بعد مرزا حیدر نے کشمیر میں آ کر قبضہ کر لیا اور کاجی چک کو شکست دی۔ کاجی چک نازک شاہ کا خسر تھا۔

مرزا حیدر ۱۵۳۳ء تا ۱۵۴۲ء

مرزا حیدر کا زمانہ وہ ہے جبکہ ہمایوں شیر شاہ سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ مرزا حیدر نے زنگی چک اور ابدال باگڑی کو وزیر بنایا مگر کچھ دنوں بعد زنگی چک ناراض ہو گیا اور کاجی چک سے جا ملا۔ مرزا حیدر نے زنگی چک کے بیٹے بہرام چک، زنگی چک اور کاجی چک کو شکست دی۔ کچھ دن بعد کاجی چک اور اس کا بیٹا محمد چک مرض تپ لرزہ سے انتقال کر گئے۔ اور مرزا حیدر کو اطمینان نصیب ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد زنگی چک اور اس کا بیٹا غازی چک بھی مارے گئے۔

پورے دس سال تک کشمیر میں خون کے دریا بہے جن کی تفصیل بخوف طوالت چھوڑ دی گئی ہے اختصار یہ ہے کہ کشمیریوں نے مرزا حیدر کا تعمیر کردہ محل جلا دیا اور مغلوں نے شاہ اعظم زین العابدین کی وہ املاک جو مقام سوپہ میں تھی جلا کر بدلہ لیا اس طرح تمام کشمیر

کئی سال تک جلتا رہا آخر ایک غیور کشمیری نے جو مرزا حیدر کی فوج میں ملازم ہو گیا تھا ایک روز رات کو موقعہ پا کر تیر سے مرزا حیدر کو ختم کر دیا۔ مرزا حیدر کی بیوی مسماۃ خانمی اور اس کی بہن مسماۃ خانجی نے مغلوں کو کہا کہ وہ اب جنگ وجدال چھوڑ دیں آخر صلحنامہ ہو گیا مغل کشمیر میں مارے مارے پھرنے لگے اور سلطنت پھر نازک شاہ (دوغلی نسل کو ملی)۔

نازک شاہ ۱۵۴۲ء تا ۱۵۴۳ء

نازک شاہ نے مرزا حیدر کی بیوی اور بہن وغیرہ کو سر ہنگہ بلا لیا اور انہیں ایک شخص حسن سوجی کے گھر میں جگہ دیدی۔ کشمیر میں چکوں کا زور بڑھ گیا۔ شاہ اب اپنی قوم سے نکالے جا چکے تھے اُن کو چکوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا، گوجروں پر جیسا کہ مفصل مذکور ہوا تباہی نازل ہو گئی۔ نازک شاہ برائے نام حکمراں تھا اصل حکمرانی قوم چک کی تھی، گوجروں میں صرف محمد باگڑی بن ابدال باگڑی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ چکوں نے اُسے بھی چک بنا لیا۔ دولت چک کی بیٹی سے اس کا نکاح بدیں غرض کیا گیا کہ آئندہ اس کی اولاد مخالفت نہ کر سکے۔ اس کے بعد کشمیر تقسیم کیا گیا۔ مغلوں نے جب دیکھا کہ ہمایوں اور بقایا مغل ہندوستان سے بھاگ گئے ہیں اس لئے انھوں نے بھی کشمیر سے چلے جانے کی اجازت لی اور کاشغر چلے گئے مغلوں کے نکلنے پر افغانوں کا زور ہندوستان میں ہوا۔ نیازی افغان اپنے سرداروں ہیبت خاں، اشہد خاں وغیرہ کی سرکردگی میں کشمیر پر حملہ آور ہوئے کشمیریوں نے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ یہاں تک کہ ہیبت خاں کی بیوی بی بی رابعہ بھی میدان جنگ میں ماری گئی، کوئی سردار باقی نہ بچا۔ بچی کھچی فوج کشمیر سے نکل گئی۔

اس کے بعد چکوں میں آپس میں دو گروہ ہو گئے۔ نازک شاہ کو تخت سے اتار دیا گیا۔

ابراہیم شاہ ۱۵۴۳ء تا ۱۵۴۵ء

ابراہیم شاہ بھی برائے نام حکمراں تھا اصل حکمرانی چکوں کی تھی۔ تبتیوں نے حملہ کر کے کشمیر کو لوٹا اور ان کا بدلہ چکوں نے لیا۔ اسی دوران کشمیر میں

زلزلہ آیا اکثر مکانات گر کر تباہ ہو گئے۔ چکوں کے ایک گروہ نے ابراہیم شاہ کو تخت سے اُتار دیا اور اس کے بھائی اسمٰعیل شاہ کو تخت نشین کیا۔

اسمٰعیل شاہ ۱۵۴۵ء تا ۱۵۴۷ء

اسمٰعیل شاہ، ابراہیم شاہ کا بھائی تھا۔ یہ بھی برائے نام بادشاہ تھا اصل حکمرانی چکوں کی جن کا سردار غازی خاں چک تھا دو سال حکمرانی کر کے اسمٰعیل شاہ کا انتقال ہو گیا۔

حبیب شاہ ۱۵۴۷ء تا ۱۵۵۲ء

غازی خاں چک نے اسمٰعیل شاہ کے انتقال پر اس کے بیٹے حبیب شاہ کو تخت پر بٹھایا۔

شاہ ابوالمعالی کا کشمیر پر حملہ

شاہ ابوالمعالی کو پنجاب کے کھوکھروں نے اس جرم میں قید کر رکھا تھا کیونکہ وہ پنجاب پر اقتدار قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے پیروں میں ہر وقت زنجیر رہتی تھی۔ ایک روز اس کا وفادار مسمی یوسف اسے قید خانہ سے نکال کر اپنے کندھے پر بٹھا کر لے بھاگا۔ شاہ ابوالمعالی نے کمال کھوکھر[۱] کو اپنی طرف ملا لیا۔ کمال کھوکھر کو اس کے چچا آدم کھوکھر نے گجرات (پنجاب) سے نکال دیا تھا۔ دونوں یعنی شاہ ابوالمعالی اور کمال کھوکھر کشمیر فتح کرنے کے لالچ میں مرزا حیدر کی طرح بڑھے۔ موضع یا دوکھی علاقہ بارہمولہ میں حیدر چک اور فتح خاں چک کو شکست ہوئی۔ بہت سے کشمیریوں کو شاہ ابوالمعالی نے اپنا وفادار بنا لیا۔ غازی خاں چک اپنے بھائی حسین خاں چک کو لے کر موضع اکھنور میں آیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کمال خاں بھاگ گیا۔ شاہ ابوالمعالی مرتے مرتے بچا۔ اس فتح کے بعد غازی خاں چک نے حکم دیا کہ سب مغلوں کو کشمیر سے نکال دیا جائے۔ چکوں نے پھر غازی خاں کے خلاف سازشیں شروع کیں آخر غازی خاں چک نے حبیب شاہ کو تخت سے اتار کر گوشۂ گمنامی میں بٹھایا اور بذات خود بلا شرکت غیرے کشمیر کا حکمراں ہوا۔

یہ تھی کشمیری گوجروں کے زوال کی تفصیل۔ غیر قوم کی لڑکی سے شادی کر کے گوجر شاہوں نے بیرونی قوموں کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ یہی حال گجرات (کاٹھیاواڑ) کے تاک ذیلشک

---

[۱] کمال کھوکھر کے مفصل حالات حصہ سوم میں مذکور ہیں۔ کھوکھروں میں یہ شخص غدار تھا جس نے اپنے چچا آدم کھوکھر کے خلاف مغلوں سے ساز باز کی تھی۔ مؤلف گوجر۔

خاندان کا ہوا جس کی تفصیل گزر چکی۔ مگر کشمیر کے گوجر حکمراں صحیح معنوں میں کھشتری تھے اور سلطان تھے جبکہ ناگ خاندان کے اس زمانہ کے گوجر حکمراں اپنی ہی قوم کے جانی دشمن نکلے ان کو گوجر لکھتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے۔

کشمیر پر قوم چک کی حکمرانی

چک کشمیر کی ایک قدیمی قوم ہے اور آریہ کی شاخ ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ آریوں کے کون سے ورن^۵ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لوہر خاندان کے بعد جب کشمیر کی حکمرانی کشتان خاندان میں منتقل ہوئی تو اس نئی حکومت کے وفاداروں، مددگاروں اور حلیفوں میں قوم چک نے نمایاں حصہ لیا۔ جب گوجروں میں خانہ جنگی ہوئی تو حیات خاتون کی اولاد گوجروں سے نکل کر چکوں کی چکی کے دو پاٹوں میں آگئی۔ آخر غازی خاں چک نے سرینگر پر آزادانہ قبضہ کرلیا۔ اس خاندان میں مندرجہ ذیل حکمراں ہوئے۔ ان سب کی مدت سلطنت چونتیس سال تھی۔

(۱) غازی خاں چک بن کاجی چک — ۱۵۵۲ء تا ۱۵۶۲ء

(۲) حسین چک (برادر غازی خاں چک) — ۱۵۶۲ء تا ۱۵۶۹ء

(۳) علی چک (" " ") — ۱۵۶۹ء تا ۱۵۷۹ء

(۴) یوسف شاہ بن علی چک — ۱۵۷۹ء تا ۱۵۷۹ء

(۵) سید مبارک شاہ اس نے ایک ماہ چھبیس دن حکمرانی کی (یوسف شاہ کا رشتہ دار اور ہمدرد تھا آخر چک بھی چکر میں آگئے)

(۶) لوہر چک بن سکندر چک بن کاجی چک — ۱۵۷۹ء تا ۱۵۸۰ء

(۷) یوسف شاہ (دوسری مرتبہ) — ۱۵۸۰ء تا ۱۵۸۵ء

(۸) یعقوب خاں بن یوسف شاہ — ۱۵۸۵ء تا ۱۵۸۶ء

۱۵۸۶ء میں شہنشاہ اکبر نے کشمیر کو سیدوں کی مدد سے فتح کرلیا اور شاہ اعظم... زین العابدین شاہ کی پیشین گوئی سچی ہوئی کہ :-

"جب چک قوم کی حکمرانی ہوگی تو کشمیر پر غیر کشمیریوں کا قبضہ ہو جائے گا۔"

۵ طبقاتی تقسیم (شودر، ویش، برہمن اور کھشتری)

کشمیر کی آخری شمع

احمد سلطان اوانہ

کشمیر پر ۱۵۸۶ء میں شہنشاہ اکبر کا قبضہ ہوا اس کے بعد شہنشاہ جہانگیر کو حکمرانی ملی اور کشمیر بھی سلطنت مغلیہ کا جزو لاینفک بن گیا۔ مغلوں نے کشمیر کو تفریح گاہ بنایا۔ ہر موسم گرما میں مغل شہنشاہ کشمیر آتے تھے اور شراب کے خم خالی کرتے تھے۔ کشمیریوں کو زمانۂ قدیم سے اپنی پارسائی اور شرافت پر ناز رہا ہے۔

کشمیر کا ایک فرقہ تو اپنے کو "رشی" (صوفیائے کرام) کہلاتا تھا[1] گوجروں کا پرمار (ریوار) خاندان تو آج تک کشپ رشی بانیٔ کشمیر کے زمانہ سے رحانی امامت کا دعویدار ہے[2] اسی لیے یہ "کشپ نسل" (KASHYAP DYNASTY) کہلاتے ہیں[3] گوجروں کی ایک شاخ جو راجہ اُدُن پنوار کی اولاد ہے اوانہ کہلاتی ہے راجہ اُدُن اور اس کی اولاد کے تحت موجودہ مالوہ کا شمالی حصہ رہا اور اس علاقہ کا نام قبل مسیح میں اسی لئے اَونتی (AVANTI) تھا۔ کشمیر کے مسلم گوجر شاہوں نے کشمیر کو حسب سابق ایک پاکیزہ علاقہ ہی بنائے رکھا۔ وہ نسل جو آریہ مذہب میں رشی کہلاتی تھی اسلام میں بھی اس نے اعلیٰ ترین پایہ کے علماء عظام اور صوفیائے محترم اور اولیائے کرام پیدا کیے[4] ان کے دور حکومت میں کشمیر میں شراب و کباب پر سخت پابندی رہی۔ کشمیر وہ جنت تھی جہاں شراب کا نام لینا گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ مگر مغلوں نے کشمیر کے تقدس

---

[1] "تاریخ فرشتہ حصہ دوم باب کشمیر ذکر حبیب شاہ بن اسمٰعیل میں تحریر ہے کہ "ہمہ کوب" "مسکین لبشیان" یعنی صوفیوں کا تھا۔

[2] ملاحظہ ہو تاریخ "گوجر اتہاس پانچواں باب" از جناب تمیندر کمار صاحب۔

[3] ملاحظہ ہو "گزٹ ایر آف دی بمبئی پریسیڈنسی حصہ ۱۲، خاندیش"

[4] ان کے اسمائے گرامی حصہ پنجم میں تحریر کیے گئے ہیں۔

تقدس کے پاش پاش کر دیا۔

ہزار ہا عیاش لوگ شہنشاہ کے ساتھ کشمیر جاتے تھے ان کے ساتھ طوائفیں، کسبیاں اور ناچنے گانے والیاں ہوتی تھیں خود شہنشاہ رات دن شراب میں مدہوش رہتا تھا۔ کشمیر کے پیر گناہوں کے بوجھ سے لرز اُٹھے، تجار، عبادت گذار بیچارے کیا کر سکتے تھے، شمشیر زنی تو کھشتریوں کو ودیعت ہوئی ہے۔ مگر کھشتری گرجر تباہ حال ہو چکا تھا۔ اُن کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی اب وہ صرف زمیندار رہ گئے تھے، حکومت میں تمام کے تمام بیرونی لوگ تھے۔ حکمراں قوم کا سب سے پہلا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ تلوار کا قبضہ پکڑنے والوں کے ہاتھ کاٹ دے اس لئے بہادر اقوام چک، کاچھی حتیٰ کہ باگڑی خاندان بھی تباہ حال تھا جو چکوں کی حکومت میں جاگیر دار تھے مغلوں کے دور میں یہ جاگیر بھی جا چکی تھی، اس تباہ حالی کے باوجود کشمیر کے کھشتریوں میں ایک بہادر شخص احمد سلطان ادانہ نمودار ہوا اس نے موسم سرما ۱۶۱۸ء میں گوجروں کو غیرت دلائی "بہادرو! ازل سے کشمیر کے محافظ ہم کھشتری ہیں۔ کشمیر ہمارا آباد کردہ ہے اس کا نام ہمارے بزرگ کا نام لیوا ہے۔ آریہ ورت میں یہ جگہ شرفا، صلحاء اور اولیائے کرام کے رہنے کے لئے ہے کیا ہم یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ کشمیر کے باغوں میں شراب سے آبیاری ہو کیا زعفران کے کھیتوں کی عصمت یونہی لٹتی رہے گی۔ دُنیا کے بڑے بڑے فاتح کشمیر کو فتح نہ کر سکے گیا آج کشمیریوں میں سے کس بل نکل گیا ہے" بہادر ادانہ نے سوالیہ نظروں سے لوگوں کی طرف دیکھا۔

بہادر کشمیریوں نے بہ آواز بلند کہا: "ہم کشمیر کی آزادی و پاکیزگی کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ ۱۶۱۸ء کے تمام برفیلے اور یخ بستہ جاڑوں میں لوہا گرم ہوتا رہا... بندوقیں بنتی رہیں بارود تیار ہوتا رہا ۱۶۱۹ء میں جب شہنشاہ جہانگیر اور اس کی جماعت معہ فوجی دستوں کے رنگ رلیاں مناتی ہوئی کشمیر میں داخل ہوئی چالیس ہزار کشمیری احمد سلطان کی سرکردگی میں راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ ملکہ نورجہاں اپنے شرابی عاشق کو ہاتھی پر بٹھا کر واپس چلدی۔ فوجی دستوں کو کشمیریوں نے میدان کارزار میں شکست دی۔ وہ بھی بھاگ کر کشمیر سے نکل گئے۔

نوٹ:۔ حیرت ہے بمبئی گزٹ ڈبر جلد ۹ پہلا حصہ صہ ۸۸ ڈینز ایلیٹ نے اپنی تاریخ کے صہ ۳۱۳ پر اس آزادی کی جنگ کو بغاوت کا نام دیا ہے۔ مگر ہر حکومت آزادی پسندوں کو یہی خطاب دیتی رہی ہے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو بھی انگریزوں نے بغاوت کا نام دیا تھا۔

شہنشاہ جہانگیر واپس لاہور آیا۔ شہنشاہ اور اس کے ساتھیوں کا مزہ کرکرا ہو گیا جہانگیر کے زیر نگیں افغانستان سے بنگال تک کا علاقہ تھا۔ اس کا باپ تمام ملک میں کھشتری خون کو دبا چکا تھا۔ جہانگیر کو ایک وسیع سلطنت، وسیع فوج اور وسیع خزانے ورثہ میں ملے تھے۔ بھلا کشمیر اس شہنشاہ کے آگے کیا حقیقت رکھتا تھا۔ اس نے مغربی ہند (افغانستان تا آگرہ و گوالیار) کی تمام افواج کو کشمیر کی جنگ آزادی دبانے کے لئے بھیجا و متحد کیں۔ اس سال یعنی ۱۶۱۹ء کی گرمیوں میں کشمیریوں نے جشن آزادی منایا۔ مغل عہدیداروں نے شہنشاہ کا مقابلہ کرنے کے التزام میں یکے بعد دیگرے ان خودداروں پر حملے کئے مگر کشمیریوں نے انھیں خس و خاشاک کی طرح اڑا دیا۔

۱۶۲۰ء کی گرمیوں میں مغل افواج اور لاؤ لشکر کثیر تعداد میں لے کر کشمیر میں داخل ہوئے۔ مغلوں کی آمد کی خبر سنتے ہی کشمیری گھر چھوڑ کر جنگلوں میں جا چھپے۔ مگر بہادر احمد سلطان بیس ہزار گوجروں کا لشکر لے کر مقابلہ کو آیا۔ "بادیی" کے مقام پر خونریز جنگ واقع ہوئی تمام گوجر تہ تیغ ہو گئے مگر انھوں نے میدان جنگ سے راہ فرار اختیار نہ کی۔ لڑائی کے اختتام پر گوجروں کو اسی طرح اجاڑا گیا جس طرح ۱۵۶۷ء میں اکبر نے میواڑ کے گوجر راناؤں کو اجاڑا تھا۔ گوجروں کی تمام املاک ضبط کر لی گئیں۔ بہت سے غیور گوجر دشوار گزار پہاڑیوں کو عبور کر کے تبت اور سنکیانگ چلے گئے۔ جہاں وہ آج تک مارے مارے پھرتے ہیں اور مویشیوں پر سامان لاد کر گلگت اور چترال سے تجارت کرتے پھرتے ہیں کچھ لوگ آس پاس کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے تھے ان کا نام آج "بکروال" اور بن گوجر ہے ان کی تعداد چار لاکھ ہے اور یہ ۱۶۲۰ء سے اسی طرح خانہ بدوش ہیں جس طرح ۱۵۶۷ء سے ۱۹۵۶ء تک میواڑ کے باگڑی خانہ بدوش رہے۔ میواڑ کے باگڑی ۲۶ جنوری ۱۹۵۶ء کو دلی حکومت نے قلعہ چتوڑ میں داخل کئے اور پھر انھیں آباد کر دیا ہے۔ کشمیری گوجروں میں آج کئی ایک مقتدر ہستیاں ہیں مگر عموماً گوجروں کی کثیر تعداد کی حالت وہی ہے جو مغلوں کے دور میں کی گئی تھی۔

حکومت ملتان

خاندانِ لنگاہ"

سنہ ۱۴۵۰ء تک شمالی ہندوستان میں کسی جگہ بیرونی حملہ آوروں کی اولاد صاحب قوت نہ رہی تھی۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں آزادی کی تڑپ موجود تھی۔ دلّی کی حکومت پر آریہ پٹھان قابض ہو گئے۔ جون پور میں باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کی ایک ٹولی حکومت کرتی تھی۔ یہ بیرونی مسلمان پٹھانوں کی حکومت سے ناراض تھے۔ کیونکہ "پٹھان ان کے غلام رہ چکے تھے۔ اس لئے بیرونی مسلمانوں نے پٹھانوں کو جنگوں میں الجھالیا۔ بہلول لودھی کی تمام عمر دلّی اور جون پور کے درمیان بسر ہوئی۔

مغربی حصہ میں بمقام ملتان ایک شیخ جی یوسف کے دماغ میں حکومت کی خواہش پیدا ہوئی۔ یوسف شیخ جی ملتان میں ایک مزار کے مجاور تھے۔ ناخواندہ مریدوں کے بل بوتے پر آپ نے ملتان میں اپنی حکومت کا اعلان کیا۔ ملتان اور اوچ کے علاقوں میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور مجاوری کی مخملی مسند چھوڑ کر تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے۔

قصبہ سوہی میں ایک مسلم گوجر[1] سردار سہی رائے نے بہادر گوجروں کو جمع کر کے ملتان کیطرف

---

[1] نوٹ: سہی رائے قوم سے گوجر تھا۔ اس کا نام [illegible] کے سمتہ خاندان کی طرح اپنی قدیمی زبان میں تھا۔ تاریخ فرشتہ نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ سہی رائے کی لڑکی شیخ کی بیوی تھی [illegible] غلط ہے۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

کوچ کیا۔ اور قریشی جی کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنا لقب قطب الدین لنگاہ رکھا۔

راجہ قطب الدین لنگاہ ۱۴۶۹ء تا ۱۴۸۵ء

بہادر و شجاع گوجر قطب الدین لنگاہ نے تخت نشین ہوتے ہی یوسف قریشی کو طلب کیا اور اُسے حکم دیا۔ کہ وہ شہر چھوڑ کر چلا جائے۔ یوسف قریشی بلاچون و چرا ملتان سے باہر آیا۔ اور سیدھا بہلول لودھی کے پاس پہونچا۔ اور اُسے ملتان پر فوج کشی کے لئے اُبھارا۔ مگر بہلول لودھی کو اپنی سلطنت کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ اُس کے پیچھے بھی جونپور کے بیرونی مسلمان لگے ہوئے تھے۔ اس لئے قطب الدین لنگاہ نے اطمینان کے ساتھ سولہ سال حکومت کی۔

راجہ شاہ حسین لنگاہ ۱۴۸۵ء تا ۱۵۱۹ء

قطب الدین لنگاہ کے انتقال پر اس کا بیٹا شاہ حسین لنگاہ ملتان کے تخت پر بیٹھا۔ اُس نے گوجروں کا ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا۔ اور ہر چہار طرف فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔

قلعہ سورنہ کی فتح

سورنہ کا قلعہ اور ملحقہ علاقہ اُس زمانہ میں غازی خاں کے پاس تھا۔ بہادر گوجروں کا لشکر جب سورنہ کی طرف بڑھا تو افغانوں نے آگے بڑھ کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا۔ فتح نے گوجروں کے قدم چومے۔ غازی خاں بھاگ کر قلعہ سورنا میں داخل ہوا۔ لنگوں نے اُس کا تعاقب کیا۔ وہ ڈر کے مارے قلعہ میں اپنے اہل و عیال کو

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ)۔ اور گوجروں کی خودداری یا ناواقفیت یا تعصب پر مبنی ہے۔ اسی زمانہ میں باہر ملکو بھی مسلمانوں میں شادی کی تقدیس تھی۔ وہ غیر قوم میں اپنی لڑکیاں دیتے تھے اور آج تک ایسا ہی ہو رہا ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہی لنگاہ کے نوشتہ جات سے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ یوسف کی لڑکی سہی رائے کے گھر میں تھی۔ اس لڑکی کی اولاد آج تک لنگاہ راجپوت کہلاتی ہے۔ باقی تمام ملک میں لنگاہ خاندان کے افراد اپنے کو گوجر کہتے ہیں۔ لنگاہ دراصل چلوکیہ کی شاخ ہے۔ چلوکیہ گوجر تھے۔ ملاحظہ ہو شاہان گوجر صفحہ ۴۷۸ مولفہ ابوالبرکات رح و نیز مقام مندھت کا کتبہ بحوالہ ایپی گرافیکا انڈیکا ۹ صفحہ ۱۲۱ جلد ۱۵ چلوکیہ کو سولنکی بھی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا فرشتہ کا یہ لکھنا۔ کہ لنگاہ افغان تھے۔ سراسر غلط ہے۔ افغانوں میں کوئی خاندان لنگاہ نہیں ہے۔ مولف گوجر۔

چھوڑ کر تن تنہا بھیرہ کی طرف بھاگ گیا۔

قلعہ میں غازی خاں کے اہل و عیال اور بقایا فوج موجود تھی۔ لنگوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ اس امید میں کئی روز تک رہے۔ کہ غازی خاں کمک لے کر آئے گا۔ مگر اسے واپسی کی فرصت ہی نہ ملی۔ مجبور ہو کر اہل قلعہ نے جان کی امان مانگی۔ گوجروں نے امان دے دی اور حکم دیا۔ کہ قلعہ خالی کر کے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ اہل قلعہ نکل کر کے بھیرہ کی طرف چلے گئے اور قلعہ پر گوجروں کا قبضہ ہو گیا۔

چنیوٹ کی فتح چنیوٹ کا سردار ایک گوجر تھا جو کھوکھر خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا نام ملک یا جھی تھا۔ اور وہ غازی خان کی طرف سے چنیوٹ کا حاکم تھا۔ کھوکھروں نے لنگوں کی بہادری مشاہدہ کر کے قلعہ چنیوٹ میں پناہ لی۔ لنگوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند دن بعد کھوکھروں نے مجبور ہو کر جان کی امان چاہی۔ لنگوں نے قلعہ خالی کرا کے انہیں باہر جانے کی اجازت دے دی۔ کھوکھر بھی بھیرہ کی طرف راہی ہوئے۔

دھنکوٹ اور کوٹ گڑھ کی فتوحات چنیوٹ میں کچھ دن آرام کر کے لنگوں نے کوٹ گڑھ کا رخ کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں تمام علاقہ کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ اور قلعہ دھنکوٹ کو فتح کر کے اس نواح کا صدر مقام قرار دیا۔ اور وہاں ایک حاکم مقرر کر کے حسین لنگاہ واپس ملتان آیا۔

بھائی کی بغاوت جب حسین لنگاہ ہر چہار طرف فتوحات حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ اسی زمانہ میں اسی کے بھائی دلسیرائے (دلیش راج) نے کہروڑ میں بغاوت کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ اور اپنا لقب شہاب الدین لنگاہ رکھ کر کہروڑ کے تمام علاقہ پر قابض ہو گیا۔

شیخ یوسف قریشی کی کارگزاری ملتان کا مجاور شیخ یوسف قریشی دلی دربار میں بہلول لودھی کو لنگوں کے خلاف بھڑکاتا رہا جب حسین لنگاہ دھنکوٹ کی طرف گیا۔ تو بہلول لودھی نے اپنے لڑکے باربک شاہ کو فوج دے کر دلی سے روانہ کیا۔ اور پنجاب کے حاکم تاتار خان کو ہدایت کی۔ کہ وہ باربک شاہ کی مدد کرے۔

لنگاہ کا استقلال راجہ لنگاہ ان دو طرفہ مصائب سے بالکل نہ گھبرایا۔ اس نے دلی کی فوجوں سے ٹکر لینے سے پہلے اور ان کی آمد سے پہلے اپنے بھائی

شہاب الدین لنگاہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے کہروڑ کا رخ کیا۔ سے گرفتار کرکے خانہ جنگی کا خاتمہ کر دیا۔

لودھیوں کو شکست فاش

جب حسین لنگاہ کہروڑ کی مہم میں مشغول تھا۔ اسی دوران باربک شاہ لودھی اور تاتار خاں ملتان پہونچ گئے۔ اور اور انہوں نے عیدگاہ کے پاس ڈیرے ڈال دیئے حسین لنگاہ راتوں رات دریاؤں، ندیوں اور نالوں کو عبور کرتا ہوا۔ دوسری طرف سے ملتان میں داخل ہوا۔ بہادر گوجر نے تمام رات آرام نہ کیا۔ اور اگلے دن صبح کی لڑائی کے لئے ہدایت دیتا رہا اور انتظامات میں مصروف رہا۔ اس نے اعلان کیا۔ کہ جو لوگ قوم کی آن پر مر مٹنے کو تیار ہوں۔ اور میدانِ کارزار میں دادِ مردانگی دینا چاہتے ہوں۔ وہ سامنے آئیں۔ بارہ ہزار بہادر گوجر ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے اپنے راجہ کے روبرو آئے۔ اور جانیں اپنے راجہ کو سپرد کیں۔ راجہ نے ان جان نثاروں کو لڑائی لڑنے کا طریقہ بتایا۔ پھر راجہ حسین لنگاہ نے بقایا فوج کو کہا۔ کہ وہ قلعہ اور شہر کی حفاظت کریں گے۔ اور بوقتِ ضرورت جنگی فوج کو سامان حرب وغیرہ فراہم کریں گے۔ اس طرح بقایا فوج شہر کے تمام ناکوں پر تعینات ہو گئی۔ تاکہ حملہ آوروں سے شہریوں کو بچایا جا سکے۔

صبح سویرے بارہ ہزار جاں بازوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کر ملتان سے نکلا۔ سامنے سے لودھیوں کا لشکر گھوڑوں کو بڑھائے۔ ان کی طرف چلا۔ بہادر لنگاہ سب کے سب ایکدم گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ اور ترکش سنبھال کر سبھوں نے ایک دم بارہ ہزار تیر چھوڑے۔ سینکڑوں مخالف آدمی اور گھوڑے زخمی ہو کر گر پڑے۔ لودھی اور نزدیک پہونچے۔ تیسری مرتبہ جوں ہی پھر بارہ ہزار تیر ایک ساتھ مخالف فوج پر برسے۔ کہ اگلی صفیں تمام کی تمام زمین پر اوندھے منہ گر گئیں لودھیوں کی پچھلی صفوں نے جب اگلی صفوں کا صفایا دیکھا۔ تو وہ سراسیمہ ہو گئے۔ لنگوں نے تلواریں سونت لیں۔ اُن کو اپنی طرف آتا دیکھ کر لودھیوں کی بقایا فوج سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

باربک شاہ لودھی اور تاتار خاں گرتے پڑتے قلعہ سور کی طرف گئے۔ مگر لنگوں کے قلعدار نے اُنہیں آتے ہی آڑے ہاتھوں لیا۔ لودھی فوج قلعہ سور سے بھی بھاگ کھڑی ہو گئی۔

اب چنیوٹ کا رخ لودھیوں نے کیا۔ اور اس بستی کو گھیر لیا۔ اس بستی کا حاکم اپنے پاس صرف تین سو جوان گوجر رکھتا تھا۔ یہ حاکم سنخانیدار کہلاتا تھا۔ لودھیوں نے اس مختصر جماعت سے جان کی امان دے کر ہتھیار کھلوائے۔ جب بہادر گوجروں نے ہتھیار رکھ دیئے۔ تو لودھیوں نے ملتان

کی شکست کا بدلہ ان نہتے سپاہیوں کے خون سے لے لیا۔

راجہ حسین لنگاہ کا انتظام سلطنت

راجہ حسین لنگاہ بہادروں کی بہت بڑی قدر کرتا تھا۔ عوام کو اپنی اولاد کے برابر سمجھتا تھا۔ اس نے کاشتکاروں، زمینداروں، تاجروں اور دکانداروں پر معمولی قسم کا محصول عائد کیا۔ راجہ صاحب کو علماء و فضلاء کی صحبت میں بیٹھنے کا بیحد شوق تھا۔ راجہ حسین لنگاہ اور راجہ مظفر شاہ ٹانک (والی گجرات کاٹھیاواڑ) میں گہری دوستی تھی۔ اور یہ دوستی باہمی قومیت کی بنا پر تھی۔ ایک دفعہ راجہ حسین لنگاہ نے قاضی محمد کو گجرات بھیجا، تاکہ وہاں کی عمارتوں کا طرز تعمیر دیکھ کر آئے۔ واپسی پر قاضی محمد نے بتایا کہ گجرات جیسی ایک عمارت بنانے میں ملتان کی تمام سلطنت کی تمام آمدنی سے بھی کام نہیں چلے گا۔ راجہ صاحب اس بات کو سن کر بیحد غمگین ہوئے۔ اُن کا وزیر عماد الملک آگے بڑھا۔ اور عرض کیا۔ کہ "بادشاہ سلامت! خدا نے ہر ملک کو خوبیاں دی ہیں۔ گجرات کاٹھیاواڑ، بنگال، بہار اگر زرخیز ہیں۔ تو ملتان کی سرزمین مردم خیز ہے۔ یہاں بڑے بڑے صلحاؤ اصفیا ہو گزرے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں" یہ سُن کر راجہ صاحب بڑے مطمئن ہوئے۔

علاقہ مکران سے ملک سہراب بلوچ اپنے دونوں بیٹوں اسمٰعیل خاں اور فتح خاں کو لے کر گوجر دربار میں حاضر ہوا۔ اور ملازمت کی درخواست کی۔ راجہ حسین شاہ لنگاہ نے اُنہیں ایک دستہ کی سپہ سالاری دی اور کہروڑ و دھنکوٹ کے درمیان کا علاقہ انہیں جاگیر میں دیا۔ بہت سی بلوچ مکران سے آکر آباد ہو گئے۔ اور فوج میں بھرتی ہوئے۔ راجہ لنگاہ کو ان کے آنے سے بیحد خوشی ہوئی۔

راجہ حسین لنگاہ کے زمانے میں تمام مغربی ہندوستان پر مسلم گوجروں کی حکومت تھی۔ گجرات کاٹھیاواڑ میں ٹانک خاندان حکومت کرتا تھا۔ کشمیر میں مہاراجہ پانڈوں کی نسل حکمران تھی۔ ملتان میں لنگاہ حکومت کرتے تھے۔ اور سندھ میں خاندان سمہ[1] حکومت کرتا تھا جس کا راجہ جام نندا تھا۔ اس زمانہ میں مسلم گوجروں کے تمام نام اپنی مقامی و مادری زبان میں ہوتے تھے جس طرح آج تک ایران، ترکی، انڈونیشیا وغیرہ مسلم ممالک میں وہیں کی مقامی زبانوں میں نام رکھے جاتے تھے۔ جام نندا کا لقب جام نظام الدین تھا۔ بھکر اور ٹھٹھہ کے درمیانی علاقہ میں دو سردار جام بایزید اور جام ابراہیم

نوٹ: موجودہ لفظ سمہ کا صحیح تلفظ سمبہ ہے بعض فارسی تاریخوں میں بھی اسے سمبہ ہی تحریر کیا گیا ہے۔ شری کرشن کے بیٹے حضرت سمب کی اولاد کا گوت آج تک سمبہ ہی ہے جسے عرف عام میں سمہ بھی کہتے ہیں۔ مؤلف گوجر

ہمیشہ جام نظام الدین المعروف بہ جام نندا کے لئے دردسر بنے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن دونوں کے خلاف دوسرے مقامی سرداروں نے بغاوت کردی۔ جام نندا نے باغی سرداروں کی مدد کی مجبوراً جام بایزید اور جام ابراہیم راجہ حسین لنگاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راجہ صاحب نے بایزید کو علاقہ سور میں اور جام ابراہیم کو علاقہ اوچ میں جاگیریں دے کر وہاں کا حاکم مقرر کردیا۔

جب بہلول لودھی نے دلّی میں انتقال کیا۔ تو راجہ حسین لنگاہ نے تعزیت نامہ بھیجا بہلول لودھی کے لڑکے سکندر لودھی نے تخت نشین ہوکر راجہ حسین لنگاہ سے تحریری طور پر معاہدہ کرلیا۔ اور طے پایا۔ کہ دونوں حکومتیں ایک دوسرے کی حدود میں دست درازی نہ کریں گی۔ اور وقت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ راجہ حسین لنگاہ کی عظمت، شان و شوکت اس معاہدہ سے عیاں ہے۔

راجہ صاحب کے آخری ایام

راجہ حسین لنگاہ جب نہایت لاغر و کمزور اور بوڑھا ہوگیا۔ تو اُس نے راج پاٹ کا کام چھوڑ دیا۔ اور اپنے بیٹے فیروز شاہ لنگاہ کو مہماتِ ملکی اور امورِ سلطنت سونپ کر خود اپنے خالق کی عبادت و اطاعت میں مصروف ہوگیا۔ حکومت کا وزیر اعظم بدستور عماد الملک ہی رہا۔

راجہ فیروز شاہ لنگاہ

راجہ حسین شاہ لنگاہ نے اپنے بیٹے فیروز کو تخت سونپ دیا اور وزیر اعظم عماد الملک ہی رہا۔ عماد الملک کا بیٹا بلال اپنے دماغ میں ملتان کی حکومت کا سودا رکھتا تھا۔ فیروز شاہ لنگاہ نے ایک روز اپنے غلام سے کہا۔ کہ وہ بلال کی سازش سے پہلے ہی اُسے ختم کردے۔ ایک روز بلال کشتی میں سوار ہوکر دریا کی سیر کرکے واپس آرہا تھا۔ راستہ میں غلام نے ایک آڑ سے اُس پر تیر چلایا۔ تیر بلال کے سینہ میں لگا۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔

جب بلال کے باپ عماد الملک وزیر کو صورت حال سے واقفیت ہوئی۔ تو اس نے بھی اپنے بیٹے کا انتقام لینے کے لئے اپنے راجہ فیروز شاہ لنگاہ کو زہر دے کر مار ڈالا۔

بوڑھے راجہ حسین شاہ لنگاہ کو اپنے نمک حرام وزیر کے ہاتھوں اپنے بیٹے کا قتل دیکھ کر بحید رنج ہوا۔ بوڑھا راجہ نحیف و کمزور تھا وہ تارک الدنیا ہوچکا تھا۔ رات دن خدا کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ وہ کچھ نہ کرسکتا تھا۔ مگر اپنے جوان بیٹے کی موت بھی نہ بھلائی جاسکتی تھی آخر اس نے اپنے ہم قوم جام بایزید سمہ کو بلا کر کہا کہ کسی ترکیب سے اس نمک حرام وزیر کا کام تمام کردو کیونکہ میرا رات دن کا سکون جاتا رہا ہے۔

جام بایزید سمبہ رات کو فوجی چھاؤنی میں پہونچا۔ اور نقیب سے منادی کرادی۔ کہ تمام فوج سازو سامان سے چاق وچوبند ہو جائے۔ صبح سویرے لشکر چھاونی سے شہر ملتان کی طرف چلا۔ بوڑھے راجہ حسین شاہ نے عمادالملک وزیر سے کہا۔ کہ وہ جاکر فوج کا معائنہ کرے۔ جب عمادالملک وزیر فوج کا معائنہ کرنے آیا۔ جام بایزید سمبہ نے اُسے آتے ہی گرفتار کر لیا۔ اور تمام زندگی کے لئے قید خانہ میں محبوس کردیا۔

بوڑھے راجہ نے فیروز کے بیٹے یعنی اپنے پوتے محمود لنگاہ کو تخت پر بٹھایا۔ اور اس کا وزیر جام بایزید سمبہ کو مقرر کیا۔ آخر کچھ دن اور خدا کی عبادت میں مشغول رہ کر اس راجہ والاصفات کا انتقال سنہ ۱۵۱۹ء میں ہوا۔

راجہ محمود شاہ لنگاہ

سنہ ۱۵۱۹ء تا سنہ ۱۵۴۶ء

راجہ محمود شاہ جب تخت پر بیٹھا۔ تو نوجوان بلکہ خورد سال تھا۔ نامناسب لوگوں کی صحبت نے اس کے اخلاق وعادات پر بڑا خراب اثر ڈالا۔ وزیر جام بایزید سمبہ اس سلطنت کا بیحد خیر خواہ تھا۔ وہ اپنے راجہ کو موقعہ بموقعہ نصیحت کرتا تھا۔ اوباش لوگ اس عاقل وزیر کو اپنے لئے اچھا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نوجوان راجہ کو اپنے وزیر کے خلاف کردیا۔ سمبہ ان درباری سازشوں سے بچنے کے لئے اپنے رہائشی مکان میں چلا گیا۔ جو دریائے چناب کے کنارے واقع تھا۔ جب راجہ اُسے بلاتا تھا۔ تو وہ اپنے بیٹے عالم خاں سمبہ کو بھیج دیتا تھا۔

گوجروں میں خانہ جنگی ایک دفعہ جام نے کچھ نادہند زمینداروں اور چودہریوں کو بلاکر محصول نہ دینے کے جرم میں توہین وتذلیل کردی۔ اُس کے مخالفوں نے راجہ کے کان میں یہ بات گزرانی۔ کہ جام خودسر ہو گیا ہے۔ جب جام کا بیٹا عالم خاں دربار میں آیا۔ تو درباریوں نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ کہ تیرے باپ نے اس حکومت کے وفادار زمینداروں کے بال ترشوائے ہیں۔ اگر تیرے بال بھی ترشوا دیئے جائیں۔ تو تمہیں پتہ چلے۔ کہ توہین کیسی ہوتی ہے۔ یہ سُن کر عالم خاں غصہ میں بھر گیا۔ درباریوں نے اُسے پکڑ کر مارنا اور پیٹنا شروع کردیا۔ اس نے زمین پر گرے ہوئے اپنا خنجر کسی نہ کسی طرح غلاف میں سے نکال لیا اور اپنے بچاؤ کے لئے اِدھر اُدھر گھمانا شروع کردیا۔ سوئے اتفاق کہ خنجر کی نوک راجہ محمود شاہ لنگاہ کی

پیشانی پر لگی۔ خون زور سے بہنے لگا۔ راجہ زمین پر گر گیا۔ درباری تو راجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور عالم خاں وہاں سے بھاگا۔ باہر کا پھاٹک (دروازہ بند تھا۔ عالم خاں نے خنجر سے ایک تختہ نکالا۔ اور اپنے نوکر سے پٹکہ لے کر سر سے باندھ کر سیدھا اپنی باپ کی خدمت میں پہونچا۔

جام سمبہ نے جب یہ سرگزشت سنی۔ تو اپنے بیٹے کو کہا۔ کہ تم نے ایک ناشائستہ اور نازیبا حرکت کی ہے۔ مگر اب اس کا علاج ضروری ہے۔ ہم دونوں مارے جائیں گے۔ لہذا تم جاگیر میں سور میں پہونچو۔ اور وہاں سے فوج لے آؤ۔ جام سمبہ کی فوج آگئی۔ اور دونوں باپ بیٹا وہاں سے چلدیئے۔ راستہ میں راج شاہی سپاہ آٹکرائی۔ مگر جام کے آدمیوں نے اُسے تتر بتر کر دیا۔

جام سمبہ اپنی جاگیر میں قلعہ سور میں پہونچا۔ اور دلی کے بادشاہ ابراہیم لودھی کا خطبہ اپنی جاگیر میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور تمام احوال بھی دلی لکھ بھیجا۔ سکندر لودھی نے پنجاب کے حاکم دولت خان لودھی کو حکم دیا۔ کہ وہ جام بایزید سمبہ کی مدد کرے۔

راجہ محمود شاہ لنگاہ نے اس باغی وزیر کو سزا دینے کے لئے قلعہ سور کا رُخ کیا۔ جام نے اپنی مدد کے۔ لئے دولت خاں لودھی کے پاس لاہور خط بھیجا۔ دولت خاں فوج لے کر اُسی وقت پہونچا۔ جبکہ جام اور لنگاہ صفیں درست کر کے لڑنے پر آمادہ تھے۔ اس نے آتے ہی محمود لنگاہ کے پاس صلحنامہ بھیجا۔ دونوں طرف سے صلح ہو گئی۔ دریائے راوی دونوں حکومتوں کی حدِ فاصل قرار پائی۔ جام دلی کی حکومت کا ماتحت سمجھا گیا۔ اس کے بعد محمود لنگاہ ملتان آیا۔ جام علاقہ سور میں چلا گیا۔ اور دولت خاں لاہور واپس ہوا۔

عماد گردیزی

محمود لنگاہ کے عہد میں ایران سے براستہ سوبلی ایک شخص عماد گردیزی آیا جس کے ہمراہ اس کے دو بیٹے میر شہید اور میر شہداء تھے۔ محمود لنگاہ نے ان کو عالم فاضل سمجھ کر کچھ جاگیر دے دی۔ یہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ موجودہ جنوبی پنجاب میں انہوں نے شیعہ مذہب کو رواج دیا۔

بابر کا حملہ اور میرزا حسین شاہ ارغون

بابر نے جب ہندوستان پر حملے شروع کئے۔ تو اُس نے سب سے پہلے مرزا حسین ارغون کو غزنی کے راستہ بلوچستان بھیجا تھا جس نے بلوچستان پر اقتدار جمایا۔ پھر سندھ کے سمبہ خاندان کے راجہ فیروز جام سے حکومت چھین کر سندھ کو غلامی میں جکڑ لیا تھا۔ ۱۵۲۶ء میں بابر کا قبضہ دلی پر ہو گیا۔ اُس نے ارغون کو حکم دیا تھا کہ وہ ملتان کو بھی اپنی تصرف میں لے آئے

شاہ ارغون ایک لشکر جرار لے کر سن ۱۵۲۴ء کے اوائل میں ملتان کی طرف بڑھا۔

گوجروں کے سفارشی

بابر کا دبدبہ تمام ہندوستان پر ہو چکا تھا۔ ارغون ملتان کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ ملتان کی یہ مختصر حکومت جو پہلے ہی دو حصوں میں ہو چکی تھی۔ بھلا اس عظیم حملہ کا مقابلہ کیسے کر سکتی تھی۔ دوسرے ملتان کے شیخ صاحبان لڑائی کے خلاف تھے۔ لہذا بہاء الدین قریشی[1] اور مولانا بہلول مرزا صاحب کے پاس گئے۔ تاکہ وہ ملتان پر حملہ نہ کرے۔ مرزا نے کہا میں تو راجہ محمود لنگاہ کی تربیت کرنے آیا ہوں۔ قریشی صاحب نے کہا۔

"آپ اس کی تربیت اس طرح کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنی کی کی تھی۔" اور "دوسرے ہم بذات خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب ملتان پر چڑھائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

مغل ہندوستان میں حکومت کرنے آئے تھے۔ نہ کہ مسلمانوں کی تربیت کرنے۔ اگر انہیں مسلمانوں کے خون سے اتنا ہی پیار ہوتا۔ جتنا کہ شیخ صاحبان سمجھتے تھے۔ تو وہ ہندوستان میں آتے ہی کیوں؟۔

(مغلوں نے تمام حکومت پٹھانوں اور مسلم گوجروں سے چھینی تھی[2])

اس لئے مرزا ارغون نے ان سفارشیوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا۔ چاروناچار قریشی صاحب واپس شہر میں آ گئے۔

مغلوں کی موجودگی نے شہر میں غدار پیدا کر دیئے۔ چنانچہ راجہ محمود شاہ لنگاہ کے ایک نمک حرام ملازم لنگر خاں[3] نے اپنے آقا کو اسی رات زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

راجہ حسین لنگاہ دوم

شاہ ارغون کے لشکر حدود سلطنت ملتان کے باہر ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اپنے

نوٹ ۱: یہ بہاء الدین ملتان میں شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ کے مزار کے مجاور تھے۔

نوٹ ۲: کشمیر، ملتان، سندھ اور گجرات (کاٹھیاواڑ) پر تمام حکمران اس وقت مسلم گوجر تھے۔

نوٹ ۳: اسی لنگر خاں کے نام پر لاہور میں آج تک ایک جگہ ہے۔ مؤلف گوجر

آقا کو جان سے مار کر لنگر خان اور تمام غدار شاہ ارغون سے جا ملے۔ اب یہ لشکر ملتان کی سلطنت میں داخل ہونا شروع ہوا۔ اُدھر ملتان میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

لنگاہ خاندان کے یہ گوجر جو کھتریوں کے بجائے اب شیخوں پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے اور آخر خود انہیں کی سیاست سے صفحۂ تاریخ سے محو ہو گئے۔ سلطنت کے کاروبار میں اپنی قوم کے بہادروں کی قدر بہت ہی کم کرتے تھے۔ اس لئے گوجر دربار میں شیخ صاحبان کا خوب زور تھا۔ ان لوگوں نے محمود لنگاہ کے کم سن بیٹے راجہ حسین لنگاہ دوم کو تخت پر برائے نام بٹھایا اور شیخ شجاع الملک بخاری نے بظاہر وزارت کا عہدہ سنبھال کر تمام امور ملکی پر قبضہ کر لیا آخران بخارا، بلخ، بدخشاں کے رہنے والوں کی سیاست گوجر حکومت کے زوال کا سبب بن کر رہی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مرزا ارغون تمام علاقہ کو فتح کرتا ہوا ملتان پہونچ گیا۔ شیخ وزیر نے لڑائی کی ٹھانی۔ اور حکم دیا۔ کہ قلعہ بند ہو کر لڑا جائے۔ حالانکہ ملتان میں لوگوں کے کھانے کے لئے اتنا غلہ نہ تھا اور نہ ہی باہر سے کسی قسم کی کمک آنے کی امید تھی۔ مگر وزیر صاحب کی بات رد کرنا۔ جبکہ سب اسی قسم کے لوگ ہوں۔ ایک دو آدمیوں کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ تمام شہر میں اعلان جنگ ہو گیا حالانکہ کئی ہفتہ تک کوئی بھی لڑنے باہر نہ نکلا۔

ایک روز تنگ آکر لوگوں نے شیخ جی کو کہا۔

"شیخ جی! شہر میں غلہ نہیں رہا۔ اور نہ ہی باہر سے امید ہے تو پھر اس محصوری سے کیا فائدہ؟ ۔۔ چلو میدان میں چل کر لڑ مریں۔ ورنہ یہاں بھوکوں مر جائیں گے۔"

بھلا شیخ وزیر سے کوئی بحث میں جیت سکتا تھا۔ اُس نے جواب دیا:۔

"بھائیو! تمہیں معلوم ہے۔ کہ اپنے بادشاہ کی حکومت کو ابھی استقلال حاصل نہیں ہوا ہے۔ اگر ہم لڑنے جائیں گے۔ تو پیچھے باغی اور بدخواہ ہمارے حکمران کو قتل کر دیں گے۔ اور جان نثار جنگ میں مارے جائیں گے۔"

لوگ خاموش ہو کر چلے گئے۔

اس محاصرہ کا چشم دید حال سعد اللہ لاہوری نے اس طرح ہے۔ ترجمہ:۔

"میں ان دنوں ملتان کے قلعہ میں تھا۔ جب محاصرہ نے چند ماہ طول کھینچا۔ مرزا شاہ حسین نے قلعہ میں داخلہ کو اور قلعہ سے اخراج کو اس طریقہ سے مسدود کیا۔ کہ قلعہ کے باہر سے کوئی شخص

قلعہ والوں کو مدد نہ پہونچا سکتا تھا۔ اور نہ کوئی شخص قلعہ میں سے نکل کر باہر جا سکتا تھا۔ آخر کار آہستہ آہستہ فاقہ کشی کی نوبت پہونچ گئی۔ اور یہ حالت ہوگئی۔ کہ اگر ایک بلی یا کتا لوگوں کے ہاتھ آجاتا تھا۔ تو اُسے ہرن کے مانند کھاتے تھے۔

سب سے عجیب ترین بات یہ ہے۔ کہ شیخ شجاع الملک نے "جاوا" نام کے ایک پاجی شخص کو قصبہ کے تین ہزار پیادوں کی سرداری پر نامزد کر کے قلعہ کا انتظام سپرد کیا جس شخص کے مکان میں اس کو غلہ کا گمان ہوتا۔ وہ کم بخت اُسی کے مکان پر دھاوا بولتا تھا۔ اس کے بد عمال اور مظالم سے تنگ آکر لوگ خدا سے دعا مانگتے تھے۔ اور

"نعم الانقلاب ولو علینا"

کے مضمون کے موافق شجاع الملک شیخ کی حکومت کے زوال کی دعا مانگتے تھے[1]۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص قلعہ سے باہر جانا چاہتا تھا۔ تو اُسے تیغ سے ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ پھر تو یہ نوبت پہونچی۔ کہ قلعہ والوں نے بھوک سے) پریشان ہو کر اپنے آپ کو قلعہ پر سے خندق میں گرانا شروع کر دیا۔ (پہلے تو یہ قتل ہوئے مگر) جب ارغون مغل کو ان کی پریشانی کا پتہ چلا۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو ان کے مارنے سے منع کر دیا۔

جب محاصرہ نے ایک سال اور چند ماہ[2] کا عرصہ کھینچا۔ ایک رات کو صبح کے وقت کہ سنہ ۹۳۲ ہجری تھا مرزا شاہ حسین (ارغون) کا لشکر قلعہ میں داخل ہوا۔ اور ظلم کی آستین سے ہاتھ باہر نکال کر قتل و غارت شروع کیا۔ اس کے بعد شاہ حسین کے حکم سے سات برس کے لڑکے سے لے کر ستر برس کے بوڑھے تک سب کو قید کیا۔ اور جس شخص پر روپیہ پیسہ کا شک ہوتا تھا۔ اُسے تکلیف دیتے تھے۔

سعد اللہ لاہوری اپنی بیتی یوں بیان کرتے ہیں۔

خود اپنی داستان

"جب لشکر ارغونیہ نے قلعہ کو فتح کیا۔ تو اُس میں سے آدمیوں کا ایک گروہ میرے مکان میں داخل ہوا۔ میرے والد ماجد مولانا ابراہیم نے پینٹھ

نوٹ ع۱:- یہ عبارت اس دوسرے شیخ نے مغلوں کے زمانہ میں تحریر کی۔ جبکہ اُسے مغلوں نے اس کے محل اور جاگیر واپس کر دیئے۔ نوٹ ع۲:- شیخ صاحبان کا کمال ہے کہ یہ ہر نئے آقا کی خوشنودی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور غداری کے الزام سے بھی بچ نکلتے ہیں۔ مؤلف گوجر

سال تک طلباء کو علوم کی تعلیم دی تھی۔ اور وہ دنیا کے کارخانہ کو ہیچ سمجھ کر پارسا ہو گئے تھے اس گروہ نے اُن کو گرفتار کر لیا۔ اور اُن کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ ان کی ریاست اور عمارت دیکھ کر انہیں مالدار سمجھا۔ اور (مال حاصل کرنے کے لیے) ان کی بے عزتی کی۔ پھر مجھے بھی گرفتار کر کے وزیر کے حوالہ کیا۔

اتفاقاتِ حسنہ سے اُس وقت وزیر صحن میں لکڑی کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے حکم سے میرے پاؤں میں زنجیر ڈال کر اس کا ایک سرا تخت کے پایہ سے مضبوط باندھ دیا۔ اُس وقت میرا حال یہ تھا کہ میں اپنے باپ کو یاد کر کے زار زار روتا تھا۔ اور زیادہ رونے کی وجہ سے آنسو مسلسل آنکھوں سے جاری تھے۔ تھوڑی دیر بعد وزیر نے قلمدان طلب کیا۔ اور قلم درست کر کے کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خیال گذرا۔ کہ یہ وزیر اگر (تجدید) وضو کر کے لکھے۔ تو بہتر ہے۔ خدا کی قدرت وہ اُٹھ کر پائخانہ میں داخل ہوا۔ اس وقت کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا میں تخت کے قریب پہونچا اور وزیر نے جو کاغذ لکھنے کے لیے نکالا تھا۔ اُس پر یہ بیت تحریر کی ہے

فما لعینیک ان قلت اکففا ھمتا وما لقلبک ان قلت استفق یھیم

(یہ لکھ کر) میں پھر اپنے مقام پر آ گیا۔ اور آنسو کے قطرے رواں تھے۔ ایک ساعت بعد وزیر پھر اپنی جگہ آ کر بیٹھا۔ اور اُس کاغذ پر کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔ جب یہ (مندرجہ بالا) بیت دیکھی۔ تو مکان کے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جب میرے سوا کسی کو نہ دیکھا۔ مجھ سے پوچھا

"یہ بیت تو نے لکھی ہے؟"

"ہاں!" میں نے کہا

اُس وقت میرا (تمام) حال پوچھا۔ میں نے اپنی اور اپنے باپ کی سرگزشت بیان کی جونہی اس نے میرے باپ کا نام سُنا۔ فوراً اُٹھا۔ اور اپنے ہاتھ سے میرے پاؤں سے زنجیر

نوٹ ۱: حیرت ہے۔ کہ یہ لوگ رو دھو کر کام نکال لیتے تھے۔ اور ہمیشہ برسرِ اقتدار رہے میرے زمانہ میں تو تمام شہر، عمارات اور تجارت وغیرہ میں ان ہی لوگوں کا حصہ ہے۔ جن لوگوں کی حکومت عزت اور دبدبہ جاتا رہا۔ اور عظمت چھن گئی۔ وہ آج کل کھیتی باڑی اور مزدوری کرتے ہیں۔ مؤلف کوبر

کھولی۔ اور اپنا پیراہن مجھے پہنایا۔ اُسی وقت سوار ہو کر اور مجھے اپنے ساتھ لے کر مرزا حسن شاہ ارغون (مغل) کے دیوان خانہ میں لے گیا۔ مجھے مرزا کے سامنے لے جا کر میرے باپ کا حال عرض کیا۔ مرزا نے فوراً میرے باپ کو طلب کیا۔ جب میرے والد مرزا کے سامنے آئے۔ اس وقت مرزا کی مجلس میں ہدایہ فقہ کا مذکور ہو رہا تھا[۱] مرزا کے حکم سے اُسی وقت ایک خلعت مجھے اور دوسرا میرے والد کو مرحمت ہوا[۲] باوجود پریشانی کے میرے والد نے فقہ پر ایسی تقریر کی۔ کہ حاضرینِ مجلس شیفتہ ہو گئے۔ اور چاروں طرف سے تعریفوں کا شور بلند ہوا۔ مرزا نے پھر اسی مجلس میں خزانچی کو حکم دیا۔ کہ جو کچھ مولانا کا سامان لوٹا گیا ہے اُسے واپس کر دو۔ اور جس قدر سامان نہ ملے اس کے عوض خزانہ میں سے رقم دے دو۔ یہ کہہ کر میرے باپ کو اپنے ساتھ رہنے کی تکلیف دی۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میری عمر کا زمانہ آخر ہے۔ اب تو آخرت کے سفر کا زمانہ ہے۔ نہ کہ ہمراہی کا وقت۔ آخر کو جو فرمایا تھا۔ وہی ہوا[۳] یعنی دو مہینے بعد حق کے جوارِ رحمت میں واصل ہوئے"۔

القصہ رونے دھونے کے عادی چھوٹ گئے۔ خلعت بھی ملیں اور جاگیریں بھی بحال ہوئیں۔ مگر جن کی سلطنت تھی۔ ان کا حال سنیئے۔

وزیر کا تمام گھر لوٹ لیا گیا۔ اور راجہ حسین شاہ لنگاہ کو گرفتار کر کے عمر بھر کے لئے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اس کا مال و اسباب تمام اور محل مغلوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے بعد گوجروں کو آج تک وہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوئے۔

مغلوں نے ان سے وقار چھین لیا۔ اور انگریزوں نے ان کو جاں بلب کر دیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

نوٹ ۱:۔ تعجب خیز امر ہے۔ کہ قید خانوں میں ہزارہا مسلمان بھی پڑے سڑ رہے ہوں اور دینیات کا لبادہ بھی ساتھ ہو۔ مولف کی سمجھ میں ان حملہ آوروں کی یہ متضاد باتیں نہ آسکیں۔

نوٹ ۲:۔ یہ غالباً اس وجہ سے تھا۔ تاکہ شیخ جی ان حکومتوں پر اسلامی لیبل چسپاں کر دیں۔ چنانچہ ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوا۔

نوٹ ۳:۔ پیراں نمی پرند	مریداں می پرانند

"حکومت سندھ"

خاندانِ سمہ —

سنہ ۱۳۲۵ء تا سنہ ۱۵۴۹ء

جس خاندان نے چودھویں صدی عیسوی میں سندھ میں حکومت کی داغ بیل ڈالی وہ سندھ کے جنوبی حصہ "علاقہ کچھ" سے تعلق رکھتا تھا۔ جسے اس زمانے میں "کچھ بھوج" کہتے تھے۔ خاندان سمہ کے بارے میں ہم پیچھے بھی تحریر کر چکے ہیں۔ کہ یہ خاندان شری کرشن جی کے بیٹے حضرت سمبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے سمبہ یا سمہ کہلاتا تھا۔ اس خاندان کا اعزازی لقب "جام" تھا۔ جھارنہ، کنکوٹ، بھاؤنگر، اور کچھ کے سردار آج تک جام کہلاتے ہیں۔ اور "یادو ونشی" خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آئینِ اکبری حصہ ۱ جلد دوم صفحہ ۹۴۳ کی عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ جاریجہ اور جام یادو ونشی ہیں۔

محمود غزنوی کے حملوں کے وقت سندھ پر اہیروں کے ایک خاندان سومرہ کی حکومت قائم تھی جنہوں نے پورے پانچ سو سال سندھ پر حکمرانی کی۔ خاندانِ سومرہ کے اختتام پر جنوبی سندھ سے خاندان سمہ کا ایک سردار جام انڑ دیو یادو نمودار ہوا۔ اور اس نے شمالی سندھ کے علاقہ کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔

(۱) جام انر دیو یا دو ۱۳۲۵ء تا ۱۳۲۸ء

جام انر دیو نے سومرہ خاندان کے راجہ ارمیل کے آدمیوں سے مل کر اُس کا کام تمام کر دیا اور سومرہ خاندان کے دارالخلافہ "ٹھٹھری" پر قابض ہو گیا۔

انر دیو ایک بہادر شخص تھا۔ اُس نے چند ہی سال بعد سیوستان پر حملہ کیا جہاں راجہ رتن دیو حکمران تھا۔ میدانِ کارزار میں راجہ رتن دیو مارا گیا۔ راجہ رتن دیو دراصل بلوچستان پر قابض ترکوں کا دوست یا ماتحت راجہ تھا۔ اس لئے ترکوں نے راجہ انر دیو پر حملہ کر دیا۔ راجہ نے اپنے سپہ سالار گاہر بن تماچی کو دشمن کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مگر وہ ترکوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اور بمشکل تمام اپنی جان بچا کر ٹھٹھری آیا۔ اس دوران راجہ انر دیو بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ راجہ انر دیو نے صرف ساڑھے تین سال حکمرانی کی۔

(۲) راجہ جُونا ۱۳۲۸ء تا ۱۳۳۲ء

راجہ انر دیو کی وفات کے بعد جام جونا نے اپنے بھائی کی وصیت کے موافق تخت نشین ہو کر زمام حکومت سنبھالی۔ یہ والی عدالت شعار تھا اور صفتِ حلم اور دانائی سے متصف تھا۔ اس نے قصبات بھکر سے تمام ترکوں کو نکال دیا۔ اور وہ علاقہ چھوڑ کر اوترچ کی طرف چلے گئے فیروز شاہ تغلق نے سندھ پر حملہ کیا۔ مگر وہ ناکامیاب ہو کر لوٹا۔ جام جونا نے اپنے خاندان اور اپنی قوم کے لوگوں کو یکجا کر کے حکومت کو تقویت دی اور چودہ سال حکمرانی کر کے مرضِ خناق میں مبتلا ہو کر راہیٔ عالم بقا ہوا۔

(۳) آنماچی بن انر ۱۳۳۲ء تا ۱۳۶۱ء۔

دلی کا سلطان اسے گرفتار کر کے دلی لے گیا۔ اور وہ وہیں مر گیا۔

نوٹ ملاحظہ کیجئے۔

نوٹ ــــــ بعض تاریخوں میں آیا ہے۔ کہ آنماچی کا لڑکا سندھ آیا اور اس نے حکمرانی کی معلوم ہوتا ہے اس نے کسی علاقہ میں سرداری کی تھی جس کا مختصر تذکرہ درج ہے۔ ٹھٹھری کے راجاؤں میں اس کا نام نہیں آتا۔

(۴) خیر الدین ۱۳۵۱ء تا ۱۳۶۱ء

آنتاجی کا بیٹا خیر الدین دلی سے بھاگ نکلا۔ اور اس نے آتے ہی دوبارہ سندھ کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ بڑا عادل راجہ تھا۔ اس کے انصاف کی بابت بہت سی روائتیں مشہور ہیں ۱۳۶۱ء میں اس نے انتقال کیا۔ ایک دفعہ اس کی سلطنت میں چند باشوں نے گجرات کے تاجروں کا مال لوٹ کر انہیں قتل کر دیا۔ جب خیر الدین کو اس امر پر اطلاع ہوئی۔ تو تمام سامان برآمد کر کے مقتولین کے وارثوں کو گجرات میں پہونچایا۔

(۵) جام بابنیہ ۱۳۶۱ء تا ۱۳۷۶ء

جام بابنیہ (یا جام مانی) ۱۳۶۱ء میں جب راجہ آنتما گرفتار ہو کر دلی چلا گیا۔ تو جام بابنیہ تخت پر بیٹھا۔ آزادی کا اعلان کر کے اس نے دہلی کے ساتھ علم مخالفت بلند کیا۔ تمام ولایت کو اپنے تصرف میں لایا اور باج وخراج دینا بالکل موقوف کیا۔ اس واسطے سلطان فیروز شاہ نے مدد لشکر ۷۶۳ھ مطابق ۱۳۷۲ء میں ولایت سندھ پر چڑھائی کی۔ راجہ دشوار گذار مقامات میں پناہ گزیں ہوا۔ اور اس قدر چارہ کہ حیوانات لشکر سندھ کفایت کرے۔ اپنے پاس جمع کر لیا۔ اور باقی جو پہاڑ اور جنگل میں تھا۔ اُسے آگ دے کر جلا دیا۔ فیروز شاہ حملے سے عاجز آ کر بہ مشقت تمام براہ گجرات کی سمت کوچ کر گیا۔ اور موسم برسات وہاں بسر کر کے شروع جاڑے میں جبکہ چارہ سبز تھا۔ اور قابل جلانے کے نہ تھا۔ ولایت سندھ کی طرف مراجعت فرمائی اس مرتبہ جام نے گردش فلکی سے مضطر اور سراسیمہ ہو کر امان چاہی۔ اور سلطان فیروز شاہ کی ملاقات کی۔ اور مملکت سندھ اُس شاہ دلی کے تصرف میں آئی۔ پھر اس حدود کا انتظام کر کے دہلی کی طرف عازم ہوا۔ اور جام مانی اور تمام مقدموں کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ دلی لے گیا۔ بعد چند روز کے جب جام مانی سے خدمت شائستہ اور کار نمایاں وقوع میں آئے۔ سلطان فیروز شاہ نے لطف وعنایت سے ولایت سندھ کی سرداری جام مانی کو سپرد کر دی۔ اور چھتر دے کر رخصت کیا۔ پھر اس نے سندھ میں جا کر دوبارہ علم حکومت اور نشان دولت آزادی کے ساتھ بلند کیا۔ اور جب جام کا جام حیات بادۂ بقا سے لبریز ہو کر دست قضا سے شکست ہوا۔ خوابگاہ لحد میں استراحت کر کے دار الحکومت اوروں کے سپرد کی۔ جام کی مدت حکومت پندرہ برس تھی۔

(۶) جام آتماچی دوم ۱۳۷۶ء تا ۱۳۷۸ء

جام آتماچی اپنے باپ کے انتقال کے بعد تختِ حکومت پر جلوہ گر ہو کر جہانداری کے شغل میں مشغول ہوا اور دو برس اور چند ماہ بلا نزع بسر کر کے اس جہانِ فانی سے کوچ کیا۔ یہ راجہ لاولد حکمران تھا۔ اس کے زمانہ میں ترکوں نے سندھ میں ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور عوام کو بے حد تنگ کیا۔

(۷) جام صلاح الدین ۱۳۷۸ء تا ۱۳۸۹ء

جام صلاح الدین سابقہ راجہ آتماچی دوم کا بیٹا تھا۔ اس نے علاقہ کچھ کے لوگوں کی سرکوبی کی۔

(۸) جام نظام الدین ۱۳۸۹ء تا ۱۳۹۱ء

اس کے چچاؤں کے نام یہ تھے۔ ۱۔ راجہ اسکند ۲۔ راجہ کرن ۳۔ راجہ بہار الدین۔ جنہیں صلاح الدین نے قید کر رکھا تھا۔ ان تینوں کو رہا کر کے جام نظام الدین نے الگ الگ علاقوں کی صوبیداری بخش دی۔ تھوڑے عرصہ بعد جام نظام الدین عیاش بن گیا۔ اُسے ترک لڑکیاں بےحد پسند تھیں۔ اس لیئے اس کے چچاؤں نے اسے تخت چھوڑ کر گجرات جانے پر مجبور کر دیا۔

جب نظام الدین گجرات کی طرف چلا۔ تو لوگوں نے اس کا تعاقب کیا۔ مگر وہ اپنے ہم قوم اور رشتہ دار ظفر خاں بلقب مظفر شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور تھوڑے عرصہ بعد ہی انتقال کر گیا۔ مظفر شاہ گوجر تانک کی بیگم بی بی، جام نظام الدین کی چچا زاد بہن تھی۔

(۹) جام علی شیر آتماچی ۱۳۹۱ء تا ۱۳۹۷ء

گوجروں نے صلاح مشورہ کر کے جام علی شیر آتماچی کو تخت نشین کیا۔ یہ شخص عابد و زاہد تھا۔

نوٹ! گجرات کا بادشاہ مظفر شاہ تانک خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ جسے فیروز شاہ تغلق نے صوبیدار بنا کر بھیجا تھا۔ تانک یوں تو گوجروں کا خاندان ابھی ہے مگر مورخ اسے صاف طور پر گوجر کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ اخبار نا قد کراچی ماہ ستمبر ۵۸ء یہ خاندان اپنے آپ کو شری رامچندر جی کی اولاد کہتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ نیز تاریخ شاہان گوجر وغیرہ

اس نے اعیانِ سلطنت اور عوام کے ساتھ نہایت مروت و محبت کا سلوک کیا۔ اسے شکار کھیلنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ اکثر آدھی رات گئے شکار سے واپس محل میں آتا تھا۔ اس کے باپ کے چچا راجہ سکندر یا سکندر، راجہ کرن اور راجہ بہاء الدین ایک روز شکار گاہ میں اس کے قتل کے درپے ہو گئے محافظ دستہ نے مقابلہ کیا۔ مگر راجہ علی شیر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ عوام کو اس فرشتہ خصلت راجہ کی موت کا بیحد رنج ہوا۔

(۱۰) راجہ کرن جام ۱۳۹۷ء تا ۱۳۹۷ء

راجہ جام کرن نے تخت نشین ہوتے ہی فیصلہ کیا۔ کہ تمام رشتہ داروں کو ٹھکانے لگانا چاہیئے۔ ورنہ وہ حسب سابقہ جیسا کہ دستور چلا آرہا تھا۔ اسے بھی چین نہ لینے دیں گے۔ اس نے تو صرف ارادہ ہی کیا تھا۔ مگر اس کے رشتہ داروں نے پہلے ہی دن کے بعد رات کو جلوس کی محفل میں اسی قتل کر دیا۔ اس نے صرف ایک دن ایک پہر حکومت کی۔

(۱۱) راجہ فتح خاں ۱۳۹۷ء تا ۱۴۱۲ء

راجہ فتح خاں کے باپ کا نام سکندر خان تھا۔ یہ وہی سکندر ہے جس نے اپنے بھائیوں کرن اور بہاء الدین کے ساتھ مل کر علی شیر کو مارا۔ اور پھر کرن کو مارا۔ آخر اس کا بیٹا فتح خاں سلطنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے زمانے میں ملتان اور اُچ پر امیر تیمور کے پوتے پیر محمد نے حملہ کیا۔ تیمور کی واپسی کے بعد اس نے اطمینان سے حکومت کی۔

(۱۲) جام تغلق ۱۴۱۲ء تا ۱۴۴۱ء

جام تغلق جو فتح خان کا چھوٹا بھائی تھا۔ اُس کے انتقال کے بعد ملک و سلطنت کے مہمات میں مشغول ہوا۔ اور اس منصب بزرگ کو بخوبی انجام دیا۔ اس وقت دہلی کی سلطنت میں طاقت و رونق نہ رہی تھی۔ اُس طرف سے خاطر جمع کر کے گجرات کے مسلم گوجروں سے رشتہ داریاں کر کے حکومت کو تقویت بخشی۔ بلکہ اُس کے بعد جو بھی شخص سمہ خاندان سے تخت پر بیٹھا۔ اس نے حکام گجرات کے ساتھ دوستی اور اتحاد کا طریق مروج رکھا۔ یعنی پیوند رشتہ سے اپنی دولت کی حفاظت کی اور اٹھائیس برس اور چند روز کے بعد جب پیمانہ اس کی زندگی کا لبریز ہوا۔ تو گوشہ

تحد اختیار کیا۔

(۱۳) جام مبارک سنہ ۱۴۴۰ء

یہ بادشاہ جام تغلق کا قرابتی اور سرا پردہ دار تھا۔ بعد وفاتِ تغلق اس نے اپنی ذاتِ خاص کو سلطنت کا اہل قرار دیا۔ مگر لوگوں نے فتح خان کے بیٹے سکندر کو تخت پر بیٹھایا۔ اور جام مبارک کے سر سے حکومت کا سودا نکال دیا۔ اس نے صرف تین دن حکمرانی کی۔ اس کے بعد وہی پرانی ملازمت سنبھال لی۔

(۱۴) جام سکندر فتح خاں سنہ ۱۴۴۰ تا سنہ ۱۴۴۲

جب اشراف و اعیان سند نے جام مبارک کی بادشاہی سے نجات پائی۔ جام اسکندر کو کہ باوجود نسبتِ ارث کے اِس امرِ خطیر کا بھی استحقاق رکھتا تھا۔ اس کی سرداری کو قبول کیا۔ اور اس نے بھی ڈیڑھ برس مسندِ سلاطینِ سلف کو گرم رکھ کر سر گریبانِ عدم کو کھینچا۔

(۱۵) جام سنجر سنہ ۱۴۴۲ تا سنہ ۱۴۵۰ء

جام سنجر کے باپ کا نام رادھن تھا۔ جو خاندانِ جام سے ہی تعلق رکھتا تھا۔

یہ شخص خاندانِ سلاطین سے تھا۔ چند سال ملوکِ ماضیہ کے عہد میں اس نے امورِ مملکت کو انجام دے کر مہماتِ دنیوی میں خوب مہارت پیدا کی تھی۔ جام اسکندر کی موت کے بعد امرا اور اعیانِ ملک نے اتفاق کر کے اُسے بادشاہی میں قبول کیا۔ اُس نے آٹھ سال کامیاب حکمرانی کی۔ آخر سنہ ۱۴۵۰ء میں انتقال کیا۔ واس کے زمانے میں قندھار سے آکر ارغون نے قلعہ سوئی فتح کر کے اپنی جاگیر بنا لیا

(۱۶) جام نندا سنہ ۱۴۵۰ء تا سنہ ۱۵۱۲ء

جام نندا کا دوسرا نام نظام الدین تھا۔

جام سنجر کے بعد یہ بادشاہ امورِ سلطنتِ سندھ کا بلافصل بہ ساعتِ نیک متکفل ہوا۔ کہ مملکت میں اُس کے زمانہ میں رواق اور رونق ظہور میں آئے۔ اور جام سنجر سلطان حسین لنگاہ والئ ملتان کا معاصر تھا۔ اور اس کے عہد سنہ ۸۹۰ھ میں شاہ بیگ ارغون قندھار سے آیا۔ اور قلعہ

سوئی پھر جام نظام الدین المشہور بہ نام جام نندا کے تصرف میں آیا۔ شاہ بیگ نے یہ سانحہ سن کر مرزا عیسیٰ ترخان کو اپنے بھائی کے انتقام کے واسطے روانہ کیا۔ اور جام نظام الدین بھی لشکر جرار فراہم لایا۔ اور مبارک خان کو سپہ سالار کرکے اس کے مقابلے کو بھیجا اور سرحد پر دونوں کے درمیان جنگ شدید واقع ہوئی۔ اور جام نظام الدین کے بہت امرار کارگذار قدیم مقتول ہوئے اور مبارک خان زخمی و بدحال ہو کر بھاگا۔ اور قلعہ بھکر تک کسی مقام میں دم نہ لیا۔ اور حبیب علیبی ترخان کی لوندی فتح شاہ بیگ ارغون کو پہونچی۔ طمع ملک سندھ کی کرکے قندھار سے مع لشکر جرار بھکر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس ملک کو محاصرہ کیا۔ اور قاضی قادن جو نظام الدین المشہور بہ جام نندا کی طرف سے اس قلعہ کا حاکم تھا۔ اس نے نشان مدافعہ کا بلند کرکے چند روز جنگ و جدل میں بسر کئے۔ لیکن جب کام قبضہ سے نکل گیا۔ اور لشکر سندھ سے کوئی اس کی اعانت اور فریاد کو نہ پہونچا۔ قلعہ بھکر کی اپنی حالت مدافعت و استحکام کے قابل نہ تھی۔ لہذا قاضی تنگ آکر اماں خواہ ہوا۔ اور قلعہ دشمن کے سپرد کیا۔ اور شاہ بیگ کو سونپا۔ اور اس سال میں اس قدر پر کفایت کرکے قندھار کی طرف مراجعت کی۔ جام نندا نے پھر بصرف زر خطیر لشکر فراہم کرکے ہر چند سعی کی۔ کہ قلعہ سوئی کو فتح کرکے پھر تصرف میں لائے۔ میسر نہ ہوا۔ اس لئے کہ سپاہ سندھ نے ترکان خونخوار لشکر مرزا عیسیٰ خان کو دیکھا تھا۔ وہ ایسے ہراساں تھے۔ کہ کسی طور ان کا مقابلہ اور مقاطعہ اختیار نہ کیا۔ ایک دن کا مذکور ہے کہ ایک ترکان کے گھوڑے کا تنگ کھل کر گھوڑے کی پشت سے جدا ہوا۔ اور ترکان گھوڑے سے اتر اسے کھینچنے لگا۔ اس درمیان میں ایک فوج سپاہ سندھ سے وہاں آپہونچی اور اس کو اس حال میں دیکھ کر چالیس سواروں نے اس پر حملہ کیا۔ ترکان نے بہ نیت فرار گھوڑے پر سوار ہو کر قدم اپنا رکاب میں جمایا اور وہ سب سوار سندھی اس کے خوف سے ایسا بھاگے۔ کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ جام نندا کہ جس نے باسٹھ برس بادشاہی کی تھی۔ اپنی فوج کی بزدلی مشاہدہ کرکے شدت غضب سے ایسا بیمار ہوا۔ کہ پھر جانبر نہ ہوا۔ اور یہی صدمہ اس کی جان لے کر ٹلا۔

(۱۷) جام السمر سنہ ۱۵۱۲ء تا سنہ ۱۵۲۶ء

جام السر کا دوسرا نام جام فیروز تھا۔ جو جام نندا کا بیٹا تھا۔ باپ کا جانشین ہوا۔ رشید دریا خان کو کہ ایک الھان ملک اس سے قرابت بھی رکھتا تھا منصب امیر جملگی پر منسوب کرکے ملک کا صاحب اختیار کیا۔ اور جام صلاح الدین کہ وہ بھی جام فیروز کے اقربا

سے تھا۔ اور خود کو وارثِ ملک جانتا تھا۔ جنگ و خصومت پر آمادہ ہوا۔ اور جب بعد محارباتِ بسیار اور کوشش شزادان مقصد اُس کا حاصل نہ ہوا۔ گجرات کی سمت بھاگ گیا۔ اور جو بی بی سلطان مظفر بادشاہ گجرات کی جام صلاح الدین کی چچیری بہن ہوتی تھی کی وجہ سے سلطان مظفر نے لشکر بے شمار اس کے ساتھ کر کے ٹھٹھ کی طرف رخصت فرمایا۔ اور اس نے سندھ کی سرحد پر پہنچکر دریا خان کو جو صاحب داعیہ اور ملک کا اختیار رکھتا تھا۔ موافق کر کے وہ ملک بے جنگ و جدل اپنے تصرف میں لیا۔ اور جام فیروز طلاع کوکب سعادت اور نسیم دولت کے چلنے کا امیدوار رہتا تھا۔ کیونکہ جام فیروز کے عہد میں دریا خان مملکت کا صاحبِ اختیار تھا آخر الامر جام فیروز کو طلب کر کے پھر منصبِ سرداری پر مقرر کیا۔ اور جام صلاح الدین اپنا سر چھپا کر دوبارہ گجرات کی طرف راہی ہوا۔ سلطان مظفر نے از سر نو سامان جنگ درست کر کے سنہ ۹۲۶ھ میں اُسے سندھ کی طرف رخصت کیا۔ اور جام فیروز کو سندھ سے خارج کر کے خود امورِ سلطنت کا متکفل ہوا۔ جام فیروز بالضرورت شاہ بیگ ارغون کے پاس التجا لے گیا۔ اس نے اپنے غلام کو کہ سنبل خان نام رکھتا تھا مع لشکر جرار جام فیروز کی امداد کو مقرر فرمایا۔ جام فیروز لشکر ہمراہ لے کر سندھ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ساہوان کے نواحی علاقہ میں جام صلاح الدین کے مقابل آیا۔ اور طرفین صف آرائی کر کے آپس میں نہایت سے لڑے۔ جام صلاح الدین اور اس کا بیٹا ہیبت خان مارا گیا۔ اور مملکت سندھ بدستورِ سابق جام فیروز کے قبضہ میں آئی۔ اور شاہ بیگ جو ہمیشہ سندھ کی تسخیر کا داعی تھا۔ اور فرصتِ وقت کا جویا تھا۔ اس وقت قندھار سے آن کر سنہ ۹۲۷ھ میں ٹھٹھہ پر مع مضافات متصرف ہوا۔ اور خرابیٔ سندھ فتح ٹھٹھہ کی تاریخ ہوئی اور ان دنوں میں دریا خان کہ جام فیروز کا پھر مدار المہام تھا۔ شاہ بیگ کی فوج کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جام فیروز نے دو تین برس اِس ملک میں رہ کر بہت کوشش کی۔ جب مقصود اس کا حاصل نہ ہوا۔ گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ اور جو اُن ہی دنوں میں شاہ مظفر شاہ گجراتی قضائے الٰہی سے فوت ہوا تھا کمک سے مایوس ہو کر سندھ کی طرف مراجعت کی۔ اور جب دیکھا۔ کہ ارغونیہ ملک سندھ کے لینے میں مستعد ہیں اور مجھے اُن کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ ناچار ممالک سندھ سے برداشتہ و برخواشتہ خاطر ہو کر اپنے اہل و عیال کو لے کر گجرات کی طرف راہی ہوا۔ اور امرائے سلطنت بہادر کے سلک میں منتظم ہوا۔ دولتِ خاندان سمہ کو زوال ہوا۔ اور مملکت سندھ شاہ بیگ ارغوان کے قبضۂ اقتدار میں آئی۔ اور چند روز نشان اس کی شوکت کا اس ملک میں بلند رہا۔ منقول ہے بسنہ ۹۲۸ھ

میں شہزادہ بدیع الزمان مرزا یعنی سلطان حسین بادشاہ ہرات، کے فرزند نے حب شاہ اسمعیل صفوی کے پاس سے بازگشت کی۔ اور استر آباد میں مقام میسر نہ ہوا۔ تو سندھ میں تشریف لایا۔ جام نیروز حاکم اور ٹھٹھ استقبال کرکے مراسم تعظیم اور لوازم تکریم بجالایا۔ اور اپنی ہمت اور سلطنت کے لائق پیش کش تقیمہ بھیجی۔ اور مرزا بدیع الزمان نے ایک سال سے زیادہ سندھ میں استقامت نہ فرمائی۔ پھر شاہ اسمعیل صفوی کی طرف عزیمت فرمائی۔

حکومت گجرات (کاٹھیاواڑ)

خاندانِ تانک

چودھویں صدی میں بالاتفاق مورخین جس خاندان نے گجرات میں آزاد سلطنت قائم کی۔ وہ "تانک" یا "تنک" تھا۔ اس سلطنت کا بانی ظفر خاں بلقب مظفر شاہ تھا!

آئین اکبری میں ظفر خاں بلقب مظفر شاہ کا خاندان تانک تحریر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ظفر خاں کا باپ وجیہہ الملک حلقۂ اسلام میں داخل کیا گیا تھا۔ اور وہ برہمن تھا۔

لیکن :-

مورخ ابوالفازی نے تحریر کیا ہے۔ کہ "لفظ تونک، ترک کا عرف ہے" مولف گوجر کہتا ہے۔ کہ ابوالفازی کی تحریر سرے سے غلط ہے۔ ترکوں کا ایک قبیلہ "تولک" کہلاتا تھا۔ نہ کہ تونک۔ الفاظ تولک اور تونک فارسی رسم الخط میں ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ مگر بولنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ علم التاریخ ہے۔ نہ کہ جیومیٹری۔ گوجروں کے باپ دادا جو ترکوں اور ابوالفازی سے زیادہ عالم وفاضل تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو آریہ کھشتری کہا ہے (حصہ پنجم میں سنسکرت کے کتبے اور عبارات ملاحظہ کیجئے۔) مگر............

(۱) خاندانِ تانک کے لوگ آج تک اپنے کو صرف گوجر کہتے ہیں۔

(۲) تک یا تانک گوجروں کا گوت ہے۔ ملاحظہ ہو:۔"تاریخ" شاہانِ گوجر" ص ۱۳۰ از مولانا ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب مرحوم۔

(۳) خاندان تک اس راجہ تکشک کی اولاد ہے جس کی لڑائی راجہ جنمے جی سے ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو" کتاب مہابھارت" شہر تکشیلا اسی خاندان کا آباد کردہ ہے۔

(۴) عرب سیاحوں نے تانک خاندان کی حکومت کا تذکرہ جبکہ انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا گجرات کے علاقہ میں تحریر کیا ہے۔ اور اس لفظ کا تلفظ "طاقن" کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ عربی تاریخ المسالک والممالک ص ۶۶" مصنفہ ابن خردادبہ

(۵) اس خاندان کی حکومت "مشرقی پنجاب" پر تھی اور موجودہ اضلاع ہوشیارپور وغیرہ علاقہ تکدیش" کہلاتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔"کھشتریہ دنش پردیپ"

(۶) پنڈت کلہن قدیم کشمیری مورخ نے اپنی تاریخ "راج ترنگنی" کے ص۵۵ پر اس خاندان کے نام کو "ٹھکیہ" لکھا ہے۔ اور محولہ بالا علاقہ کو "تک دیش" تحریر کیا ہے۔ اس خاندان کا راجہ الکھان تھا۔ جسے مورخ نے گرجر لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو وہی تاریخ وہی صفحہ۔

(۷) گجرات کی فارسی تاریخیں مرأتِ احمدی

(۸) مرأت محمدی۔

(۹) مرأت سکندری وغیرہ

(۱۰) تاریخ بہادر شاہی سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ

ظفر خاں کا باپ سہارن بلقب وجیہہ الملک کا شجرہ شری رامچندر جی پیغمبرِ ہندسے ملتا ہے۔

(۱۱) آئین اکبری وغیرہ تاریخ فرشتہ سے بھی ہمیں اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔

(ا) منظفر شاہ (ظفر خاں) اور سندھ کے جام خاندان کی رشتہ داریاں آپس میں ہوتی تھیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ حصہ دوم "احوال سندھ"

(ب) آئین اکبری میں خاندانِ جاریجہ و جام کو ہم قوم لکھا ہے۔ پھر خاندانِ جاریجہ کو۔۔ "یادو وشی تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آئین اکبری جلد اول حصہ دوم "بابِ گجرات"، لہذا تانک جاریجہ و جام ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱۲) شاہانِ گوجر ص ۳۳ پر مورخ نے اس خاندان کو گوجر سلاطین میں شمار کیا ہے۔

(۱۲) اخبار "ناقد" کراچی ماہ دسمبر ۱۹۵۸ء میں بھی اس ظفر خان کو گوجر اور اس کے خاندان تانک کو گوجر خاندان تحریر کیا ہے۔

راجہ سہارن سُوریہ ونشی

فیروز شاہ تغلق کے زمانہ (۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء) میں ایک گوجر نے قید سے نکل کر اسلام قبول کیا۔ سدھارن اس گوجر کا نام تھا۔ جسے مورخوں نے سہارن تحریر کیا ہے۔ سدھارن گجرات کا خود مختار راجہ تھا۔ جسے محمد تغلق دوآبہ گنگا جمنا کو لوٹتے وقت (جبکہ محمد تغلق نے انسانوں کا شکار کھیلا تھا) پکڑ کر دہلی لے آیا۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں اُس نے اسلام قبول کیا۔ اور اُسے ایک خطاب "وجیہہ الملک" دے دیا۔ یہیں اس کا انتقال ہوا۔

راجہ مظفر شاہ

۱۳۹۰ء تا ۱۴۱۰ء

وجیہہ الملک واپس گجرات نہیں گیا۔ بلکہ دلی میں رہنے لگا۔ اس کے بیٹے کا نام ظفر خاں ہوا۔ ظفر خان کو فیروز شاہ نے اعظم ہمایوں خطاب دیا۔ محمود تغلق نے ظفر خاں کی قابلیت مشاہدہ کر کے اس کو ملازمت میں جگہ دی۔ محمود تغلق ایک کمزور بادشاہ تھا۔ اپنی قوت بازو اور قابلیت سے ظفر خان نے بادشاہ محمود تغلق کو اپنے قابو میں لے لیا۔ جب گجرات کاٹھیاواڑ میں مسلمان حاکموں نے دلی کے خلاف آزادی کا اعلان کیا۔ تو ظفر خان نے وہاں پہنچ کر ان باغیوں کی پورے طور سے گوجری تلوار سے سرکوبی کر دی۔ اس طرح گجرات میں ظفر خاں کا نام روشن ہو گیا

نوٹ:۔ ۱۔ یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ گجرات سے کون سا علاقہ مراد ہے۔ گجرات کاٹھیاوار تو اس زمانہ میں شاہان دلی کے ماتحت تھا۔ البتہ گنگا جمنا کے شمالی دوآبہ کا گجرات اس وقت تک نیم خود مختار تھا اس گجرات کو ۱۸۵۷ء تک گجرات کہا گیا۔ مگر آج کل اسے سہارنپور کہتے ہیں۔
اغلب یہی ہے۔ کہ راجہ سہارن اسی علاقہ کا راجہ تھا جس کے نام پر آج تک شہر سہارنپور موجود ہے۔

مفتوح سردار اس کے حمایتی و مددگار بن گئے۔

ظفر خاں کے لڑکے تاتار خاں کی بھی تعظیم و تکریم بڑھ گئی۔ محمد تغلق کے بعد محمود شاہ تغلق تخت پر بیٹھا۔ ایک بیرونی النسل مسلمان درباری ملو اقبال خاں تاتار خاں کی عزت دیکھ کر اس کا جانی دشمن بن گیا جب ہیں تمام بیرونی النسل مسلمانوں نے ملو اقبال کا ساتھ دیا۔ اور نوبت معرکہ آرائی تک پہنچی۔ یہ معرکہ ضلع کرنال میں ہوا ملو اقبال کو فتح حاصل ہوئی۔ اور گوجر صاحب شکست کھا کر بھی نا امید نہ ہوئے۔ بلکہ اُس نے اپنے حمائیتوں کو ساتھ لے کر گجرات (کاٹھیاواڑ) کا رخ کیا۔ اور اپنے باپ کے پاس پہونچ گیا۔ دونوں باپ بیٹے بزور شمشیر اس علاقہ پر آزادانہ قابض ہو گئے۔ اور بادشاہ محمود شاہ تغلق اس طرف توجہ بھی نہ دینے پایا تھا۔ کہ دلّی پر تیمور کا حملہ ہو گیا۔ اور محمود شاہ بھاگ کر گجرات آیا۔ نوجوان تاتار خاں تو بادشاہ کی شکل بھی دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا۔ مگر اس کا باپ ظفر خاں ایک جہاندیدہ شخص تھا۔ اُس نے بادشاہ کی بڑی خاطر تواضع کی۔ کئی ماہ تک بادشاہ بطور مہمان گجرات میں رہا۔ اس کے بعد مالوہ چلا گیا۔[1]

تیمور کی واپسی پر دلّی کے تخت پر ملو اقبال خاں قابض ہو گیا۔ بہادر گوجر تاتار خاں تو اقبال خان کا حریف تھا ہی۔ اس نے جوشِ انتقام میں اپنے باپ کو کہا۔ کہ اقبال خاں پر چڑھائی کر کے اُسے ختم کر دینا چاہیئے۔ مگر اس کے باپ نے اس رائے کو تسلیم نہ کیا۔ تاتار خاں جوشِ انتقام میں اندھا ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنے باپ کو قید کیا۔ اور ایک لشکر لے کر دلّی کی طرف بڑھا۔ ظفر خاں کے نمک خوار ملازم اپنے آقا کے وفادار تھے۔ وہ اُسے قید میں نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ لہذا راستہ ہی میں انہوں نے تاتار خاں کو زہر دے کر مار دیا۔

جب تاتار خاں کے مرنے کی خبر انہلواڑہ پہونچی۔ تو امرائے سلطنت نے راجہ کو قید سے رہا کیا اور راجہ ظفر خاں نے اسیر قت (۱۴۰۷ء) اپنے سلطان ہونے کا اعلان کیا۔ اور اپنا لقب مظفر شاہ[2]

نوٹ ۱:۔ فارسی مورخین نے تحریر کیا ہے۔ کہ مظفر شاہ نے ایسی خاطر تواضع نہ کی جیسے کہ چاہیئے تھی۔ اس لئے بادشاہ وہاں سے چلا گیا۔ یہ بات بظاہر ناممکن ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو گا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بادشاہ تاتار خاں کے خوف سے وہاں سے چلا گیا ہو۔

نوٹ ۲:۔ مولف کو خوشی ہے۔ کہ تمام مسلم گوجر راجاؤں نے قبل از اسلام کے منگولوں کے "خان" کو ترک کیا۔ دراصل یہ لفظ صرف منگولوں کے لئے ہے۔

رکھا۔ اور تب ہی اپنا ولی عہد اپنے پوتے (تاتار خان کے بیٹے) احمد خاں کو بنایا۔

مالوہ کی فتح

مالوہ پر خود مختار بیرونی النسل مسلمان قابض تھے۔ وہاں کے حکمران۔ دلاور خاں کو اس کے لڑکے الف خاں نے زہر دے کر مار دیا۔ اور خود تختِ سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اور اپنا لقب ہوشنگ رکھا۔ بہادر گوجر نے موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مالوہ کے سرداروں کو اپنی طرف ملا کر مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ہوشنگ کو گرفتار کر لیا۔ اس نے انہلواڑہ میں پہونچ کر معافی مانگی۔ اور گوجر راجہ کے ماتحت رہنے کا وعدہ کیا۔ اس لئے اُسے مالوہ کی حکومت بطور صوبیدار واپس دے دی گئی۔

کولی سردار

گجرات کے کولی سردار گوجر ہر زمانہ میں اپنے علاقہ کو آزاد کرانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت بھی اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ مظفر شاہ نے اُن کو شکست دے کر ان کے علاقہ کنٹھ کوٹ پر قبضہ کر لیا۔

ایدر

ایدر کے رانا اور مالوہ کے بیرونی مسلمان سردار ہمیشہ آپس میں دست و گریبان رہتے تھے۔ ہوشنگ والیٔ مالوہ نے ایدر پر چڑھائی کی مگر شکست کھا کر واپس پھرا۔ چونکہ ہوشنگ مظفر شاہ کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے مظفر شاہ نے ایدر پر حملہ کیا۔ مگر صلح نامہ ہو جانے سے دونوں فوجیں واپس آئیں اور قدیم حدود سابق ہیں

فتویٰ

مظفر شاہ کو آزاد حکمرانی کرتے ہوئے صرف تین سال نو ماہ اور سولہ دن ہوئے تھے۔ کہ شیخ صاحبان نے اُس کے پوتے کو اس کے خلاف بھڑکا کر اُسے شہ دی۔ کہ وہ اپنے دادا کو قتل کر دے یا زہر دیدے۔ مظفر شاہ کا پوتا احمد خان جو اب نئی تہذیب سے لیس تھا۔ ہاتھ میں زہر کا پیالہ لے کر اپنے دادا کے پاس پہونچا۔ اور کہا۔ کہ اس زہر کے پیالہ کو پی لیجیئے۔ ستر سالہ بوڑھے نے لختِ جگر کو سمجھایا۔ کہ وہ اس گناہِ عظیم کا مرتکب نہ ہو۔ پوتے نے فوراً شیخوں کا صادر کیا ہوا فتویٰ پیش کیا جس میں تحریر تھا۔ کہ احمد خاں اپنے باپ کے خون کا قصاص اپنے دادا سے لے سکتا ہے۔ مظفر شاہ نے

ع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

کہتے ہوئے زہر کا پیالہ ہاتھ میں لے کر پی لیا۔ اور تڑپ تڑپ کر اپنی جان خدا کو سپرد کی۔ احمد خاں نے نہ صرف اپنے دادا کو ختم کیا۔ بلکہ اپنے بارہ چچاؤں کو بھی قتل کیا۔ اور پھر احمد شاہ لقب اختیار کر کے گجرات کا حکمران بن گیا۔

راجہ احمد شاہ

سنہ ۱۴۱۱ء تا سنہ ۱۴۴۲ء

راجہ احمد شاہ ایک بہترین سیاست داں نکلا۔ عام طور سے ایسے سب ہی اشخاص جن کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگین ہوں۔ اپنے مداحوں کو خوب نوازتے ہیں۔ تاکہ کتابوں میں اُن کو بہترین ناموں سے یاد کیا جائے۔ چنانچہ احمد شاہ نے بھی حکمران ہوتے ہی "غلط بیانی میراثیوں" کو خوب نوازا۔ انہوں نے اُس کے بعد خوشامد میں زائچہ تیار کر کے اُس کے تمام عیوب پر پردہ ڈالدیا۔ جب اس نے اپنے نام پر قدیم شہر کرناوتی کا نام احمد آباد رکھدیا اور اس شہر میں بہترین عمارتوں کا اضافہ کیا۔ اور بازار بنوائے۔ تو مداحوں نے یہ بات بھی بعد میں زائچہ میں تحریر کرلی۔ احمد شاہ بیرونی مسلمانوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ اور اپنے ملک کے مسلمانوں بلکہ اپنے رشتہ داروں اور قوم کے لئے قاتل تھا جس کی شادی بھی باہر والوں میں ہوئی

فیروز خاں کی بغاوت

راجہ مظفر شاہ کا بیٹا فیروز خاں تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے خون کا قصاص لینے کے لئے احمد شاہ پر چڑھائی کی۔ اُس کے حمایتی حسام الملک، ملک شبیر، ملک کریم، جیون اور پیاگداس (کھتری) تھے۔ اُس کا دوسرا بھائی ہیبت خاں بھی اُس سے آکر مل گیا۔ اور انہوں نے شہر کھمبات، بھڑوچ اور سورت پر قبضہ کرلیا۔ مالوہ کا حکمران ہوشنگ بھی اس شرط پر اُن کا ساتھی بنا۔ کہ پیاگداس تمام ہی زمینداروں کو کہہ کر مالوہ کے حکمران کی ماتحتی قبول کرنے پر رضامند کرلیں

احمد شاہ نے آدم بھنگر کو فوج دے کر بھیجا۔ مگر اتحادیوں نے اُسے شکستِ فاش دی۔ احمد شاہ نے موقعہ کی نزاکت سمجھتے ہوئے اپنے تمام ان باغی رشتہ داروں کو جاگیریں دینے کا وعدہ کر کے اپنی طرف بلالیا۔ اور اس کے بعد سب کو ایک ایک کر کے ختم کردیا۔ مگر فیروز خاں بچ گیا۔

ہوشنگ سے جنگ

مالوہ کا حکمران ہوشنگ مقامی زمینداروں کو ہمراہ لے کر باغی فیروز خاں کی مدد کو آرہا تھا۔ جب اُسے اُس مذکورہ صلح کا پتہ چلا۔ تو وہ نہایت ہی شرمندہ ہوا۔ جب وہ واپس جارہا تھا۔ تو احمد شاہ کے سپہ سالار موسوم بہ عماد الملک نے اس کا پیچھا کیا۔ ہوشنگ تو بھاگ گیا۔ مگر اس کے حمایتی زمیندار گرفتار ہو گئے اور ان سب نے احمد شاہ کی ماتحتی قبول کر کے رہائی پائی۔

فیروز خاں کی موت

احمد خاں کے چچا فیروز خاں نے سید ابراہیم جاگیردار اور ایدر کے راجہ بیل رائے کو اپنی طرف ملا لیا۔ اور دوبارہ ہوشنگ کو بھی مدد کی درخواست کی۔ جب سب نے مدد کا یقین دلایا۔ تو فیروز نے قلعہ مہراسہ پر قبضہ کیا۔ اس جگہ سے راجہ شمل پانچ کوس کے فاصلہ پر موضع انکھور میں پہونچا تھا۔ کہ احمد شاہ نے اسی کو مضبوط تر سمجھ کر شکست دی پھر قلعہ کی طرف متوجہ ہوا۔ مہراسہ کا قلعہ فتح ہو گیا۔ ایک ایک رشتہ دار کو پکڑ کر احمد شاہ نے قتل کرا دیا۔ اور پھر تمام باغیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ فیروز خاں جان بچا کر ناگور کے مسلمان حاکم کے پاس پہونچا۔ مگر اُس نے پناہ دیکر قتل کر دیا۔

جھالاوار پر چڑھائی

راجہ احمد شاہ نے جھالاوار کے ہندو راجہ پر لشکر کشی کی۔ اس نے مالوہ کے حکمران ہوشنگ کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ جب راجہ احمد شاہ جھالا کے محاصرہ میں مصروف تھا۔ تو اُدھر سلطان ہوشنگ نے گجرات پر چڑھائی کر کے تمام علاقہ کو تہ وبالا کر دیا۔ اور اُسے تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ان خبروں نے احمد شاہ کی فوج میں انتشار پھیلا دیا۔ جوں ہی انہوں نے محاصرہ اُٹھایا۔ اور محصورین کو گجرات کی تباہی کا علم ہوا۔ انہوں نے قلعہ سے نکل کر حملہ آوروں کو پسپا کیا۔ احمد شاہ نے چنپانیر کے قلعہ میں بھاگ کر اطمینان کا سانس لیا۔

بیرونی النسل مسلمانوں کی بہترین سیاست

تعجب خیز امر یہ ہے۔ کہ سلطان ہوشنگ والی مالوہ بیرونی النسل مسلمان تھا۔ اور احمد شاہ مقامی مسلمان تھا۔ مگر احمد شاہ کے تمام حمایتی بیرونی مسلمان تھے۔ اور سلطان ہوشنگ نے تمام مقامی زمینداروں، ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنی طرف ملایا ہوا تھا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ کھشتریوں کو ہمیشہ اپنے لوگوں سے بغض و حسد رہا ہے۔ اس باہمی بغض و حسد سے بیرونی قوموں نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا۔ المختصر راجہ احمد شاہ گوجر نے قلعہ چنپانیر سے عماد الملک سمرقندی کو معہ اپنے بھائی کے سلطان ہوشنگ کے مقابلہ کو بھیجا۔ اس وقت تک ہوشنگ گجرات کو لوٹ کر واپس جا رہا تھا سمرقندی نے ان کا پیچھا کیا۔ سلطان تو مرنے میں اپنے دار الخلافہ دھار شہر میں چلا گیا۔ مگر اُس کے حمایتی شاہ ملک اور احمد سرگنجی نے بھاگ کر راجہ کرنال[1] کے یہاں پناہ لی سمرقندی نے راجہ کرنال پر چڑھائی کی جس نے شکست

نوٹ [1]: گجرات میں ایک مقام کا نام ہے۔

کھا کر جونا گڑھ کا علاقہ احمد شاہ کے حوالہ کیا۔ احمد خان نے اس علاقہ کو مالگزاری وصول کرنے پر دو سیدوں کو مامور کیا جن میں سے ایک کا نام سید ابوالخیر اور دوسرے کا نام سید ابوالقاسم تھا۔

احمد شاہ کا تعصب

احمد شاہ روز بروز متعصب ہوتا چلا گیا۔ اُسے ہندو رعایا پر ظلم کرنے میں اپنی عاقبت سنورتی نظر آنے لگی۔ اُس نے گجرات میں مندروں کو توڑنے کا حکم دیا۔ سیدوں نے ہندو رعایا پر کفر کا فتوی لگا کر اُن کے جان و مال کو لوٹنے کا جواز پیش کر دیا۔ تمام فوج اور محکموں میں بیرونی النسل مسلمان تھے۔ انہوں نے ہندوؤں کی جائدادوں پر قبضہ کر لئے۔ جہاد کا فتوٰی لگا کر عوام کی بہو بیٹیوں کو اغوا کر لیا گیا۔ یہ حالات دیکھ کر ہندو گوجروں نے تلواریں سنبھال لیں۔ انہوں نے بے عزتی کرانے سے یہ بہتر سمجھا۔ کہ لڑ کر ختم ہو جائیں۔ چنانچہ ایدر، چنپانیر، مندل، ناڈوت اور سورت وغیرہ کے غیور اور غیرت مند ہندو گوجر اٹھ کھڑے ہوئے۔ شیخ، سیدوں نے ہندو گوجروں اور مسلمان گوجروں میں مذہبی منافرت پھیلا دی۔ کمال یہ ہے۔ کہ مالوہ کے سلطان ہوشنگ نے تمام ہندوؤں کو دلاسا دیا۔ اور اُن کی مدد کے لئے مالوہ سے روانہ ہوا[1]

احمد شاہ نے ناگور کی مہم ملتوی کر کے اِن باغی (مظلوم) ہندوؤں کی سرکوبی کے لئے اپنے سپہ سالار روانہ کئے۔ ملک محمود ترک نے سورت میں قتل و غارت کیا۔

مخلص الملک اور محمد ترک نے ناڈوت علاقہ کو تباہ و برباد کیا۔

عماد الملک سمرقندی نے دوسری تمام جگہ کے ہندوؤں کو ٹھنڈا کر دیا۔

نظام الملک ایرانی نے مندل کے ہندوؤں کو مارنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔

سلطان ہوشنگ کا حملہ

سلطان ہوشنگ جلدی جلدی گجرات کی طرف ہندو گوجروں کی مدد کو بڑھا۔ اُس نے علاقہ ناڈوت سے محمد ترک کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اور چنپانیر کے گوجر زمیندار سے بہادر سپاہی لے کر مقام "کالباوہ"

نوٹ[1]:۔ خدا اپنی ہی قوم کے دشمن سے بچائے۔ سلطان ہوشنگ ترکی النسل تھا۔ دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو اپنی قوم کے نفع و نقصان کو سمجھتے ہیں۔ انسان خودغرضی کیلئے مختلف بہانہ اور جواز تلاش کرتا ہے۔ گجرات کے مسلمان گوجر آئندہ انہیں شیخوں اور سیدوں میں مل کر ختم ہو گئے۔ آج احمد شاہ وغیرہ کی اولاد کا کہیں دُور دُور وجود نہیں ملتا۔ مؤلف گوجر

میں ڈیرے ڈالے۔ اسی جگہ احمد شاہ اپنا لشکر لے کر نمودار ہوا۔ احمد شاہ کی فوج میں میمنہ کا سردار احمد ترک تھا۔ میسرہ کا سردار ملک فرید عماد الملک سمرقندی تھے۔ سلطان ہوشنگ نے اپنے بیٹے غزنین خاں کو گجراتی فوج کا محاصرہ کرنے پر مامور کیا۔ غزنین خاں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ احمد شاہ کی فوج کے آگے چلنے والے ہاتھی پر تیروں سے حملہ کریں۔ تیروں کی بارش سے ہاتھی پلٹا۔ اور اپنی ہی فوج کو پامال کرتا ہوا میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ گجراتی فوج پر ہر چہار طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اور اُن کا پائے استقلال لرز گیا۔ مگر ملک فرید نے گھیرا توڑ کر مالوی فوجوں پر پشت سے حملہ کیا۔ مالوی گھبرا گئے۔ اور انہوں نے پسپائی میں ہی غنیمت سمجھی[ع۱]۔ اس لڑائی کے بعد سلطان ہوشنگ منڈو آیا۔ اور کچھ عرصہ بعد انتقال کر گیا۔ اور احمد شاہ نے واپسی پر چنپانیر اور ناندوت کے (اپنے) علاقہ کو (ہندوؤں کی وجہ سے) پامال کر دیا۔ اس طرح ہوشنگ کا بدلہ اُس نے اپنی رعایا سے لے لیا۔ اور اس مالِ غنیمت کو شیخوں اور سیدوں میں تقسیم کر دیا۔)

احمد شاہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے۔ کہ اُس نے کسی مقامی شخص کو نہ تو فوج میں ملازم رکھا۔ اور نہ ہی حکومت کے کسی محکمہ میں کوئی مقامی شخص عہدیدار تھا۔ آخر تیس سال چھ ماہ بائیس روز حکمرانی کر کے اس والاصفات گوجر راجہ کا انتقال ۱۴۴۲ء میں ہوا۔ جبکہ صرف گجرات میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ احمد شاہ کا خیال تھا۔ کہ یہ وبا مالوہ کے حکمران ہوشنگ کے بیٹے سلطان محمود کے اقبال کی وجہ سے ہوئی ہے۔ گجرات میں یہ وبا اس زور سے پھیلی تھی۔ کہ لوگوں کو تجہیز و تکفین کی فرصت نہ ہوتی تھی۔

راجہ محمد شاہ

۱۴۴۲ء تا ۱۴۵۱ء

راجہ محمد شاہ ایک سخی بادشاہ تھا۔ اس لیے جن لوگوں کو اُس نے مال و دولت سے نوازا۔ انہوں نے اُسے زربخش کا خطاب دے دیا۔ اور ایک سید راحت الملک نے اپنی بیٹی اُسے پیش کی۔ اس لڑکی نے اپنے باپ کے نام ایدر کی مفتوحہ جاگیر کا حکمنامہ لے لیا

نوٹ ع۱:۔ گجرات کی تاریخیں احمد شاہ کی فتح بیان کرتی ہیں۔ اور مالوہ کی تاریخیں سلطان ہوشنگ کی فتح بیان کرتی ہیں۔ مؤلف گوجر کا خیال ہے کہ یہ جنگ فیصلہ کُن نہ ہو سکی۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد شاہ کے زمانہ میں حضرت شیخ احمد کھٹو المعروف بہ گنج بخش قدس اللہ سرہٗ العزیز کا انتقال ہوا۔ ان کا موجودہ مقبرہ راجہ محمد شاہ نے ہی بنوایا تھا

راجہ محمد شاہ کا زمانہ بڑے اطمینان و سکون سے گذرا۔ اس نے ایدر کے راجہ اودھبان سے صلح کر لی۔ جو علاقہ ایدر کا احمد شاہ نے چھینا تھا۔ اُسے اس نے اپنے خسر راحت الملک کو سونپ دیا۔ راحت الملک اس طرح دونوں کے درمیان صلح کا باعث ہو گیا۔ کیونکہ دو حکومتوں کے درمیان یہ جاگیر قائم ہو گئی۔ جو دونوں حکومتوں کی دوست رہی۔ اور تمام ہی علاقہ کے زمینداروں سے اس کے تعلقات نہایت اچھے رہے۔

آخر عمر میں اُس نے چنپانیر کے گوجر راجہ گنگاداس پر حملہ کیا۔ کیونکہ وہ سلطان محمود والئی مالوہ کا طرفدار تھا۔ مگر اس حملہ میں محمد شاہ کو شکست فاش ہوئی۔ جب یہ شکست کھا کر واپس آ رہا تھا۔ تو راستہ میں بمقام گوہرہ پرگنہ سالونی میں اس کی طبیعت خراب ہوئی۔ اور دارالخلافہ میں ۱۴۵۱ء میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کی موت کا واقعہ اس طرح ہے۔

جب محمد شاہ نے چنپانیر پر حملہ کر کے شکست کھائی۔ تو اسی دوران سلطان محمود والئی مالوہ راجہ گنگداس کی مدد کے لئے روانہ ہوا تھا۔ سلطان محمود کی فوج ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ اس نے محمد شاہ کا تعاقب کر کے گجرات پر ہلہ بول دیا۔ سلطان محمد شاہ نے اس کی آمد کی خبر سن کر احمد نگر کا رخ کیا۔ درباریوں نے محمد شاہ کی بیوی یعنی سید راحت الملک کی بیٹی سے ساز باز کر کے اُسے کھانے میں زہر دلوا دیا۔ اپنے خاوند کو مار کر سید راحت الملک کی بیٹی نے اپنے بیٹے جلال شاہ کو تخت نشین کر دیا۔

راجہ جلال شاہ

۱۴۵۱ء تا ۱۴۵۹ء

راجہ جلال شاہ کے زمانہ میں مالوہ کا حکمران سلطان محمود خلجی تھا۔ جو دلی کے ماتحت

نوٹ ۱:۔ محمد شاہ کے تمام درباری بیرونی النسل مسلمان تھے۔ مسلم گوجروں کا یہ خاندان اپنے اندر سے کھشتری جوہر کھو چکا تھا۔ ان کے گھروں میں تمام عورتیں بیرونی مسلمانوں کی تھیں۔ لہذا یہ گوجر کم تھے اور شاہ صاحب زیادہ تھے۔ اسی لئے اس نسل سے آج کوئی گوجر موجود نہیں ہے۔ دوسری قوموں میں خلط ملط ہو گئی

نہ تھا۔ بلکہ جس طرح راجہ جلال شاہ آزاد و مختارِ خود تھا۔ اسی طرح محمود خلجی بھی اپنے علاقہ میں آزاد و مختارِ خود تھا۔ محمود خلجی نے گجرات کی سرحدوں پر حملہ کر کے سلطان پور پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں کے سردار سہراب محلائی کو گرفتار کر لیا۔ راجہ جلال شاہ مقابلہ کو نکلا۔ مگر شکست کھائی۔ آخر دونوں میں صلح ہو گئی۔ یہ صلح بامر مجبوری تھی۔ کیونکہ اسی زمانہ میں چتوڑ نمودار ہو رہا تھا۔ اور وہاں مشہور رانا کُمبھا حکومت کرتا تھا۔ جو مالوہ کے ساتھ برسرِ پیکار تھا۔ رانا کھمبا نے مالوہ پر چڑھائی کر کے بہت سا علاقہ فتح کر لیا۔ محمود خلجی نے راجہ جلال شاہ سے مدد مانگی۔ متحدہ فوجوں نے رانا کھمبا سے متحدہ معرکے سر کیے۔ مگر لڑائی فیصلہ کُن نہ ہو سکی۔ آخر محمود خلجی نے از سرِ نو تیاری کر کے میواڑ پر حملہ کیا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے رانا بھی سرِ میدان پر آیا۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ رانا کھمبا نے دونوں فوجوں کو شکست دی۔ بعد اس فتح کی خوشی میں اُس نے چتوڑ پہونچ کر ایک بہت بلند مینار تعمیر کرایا۔ جو آجتک موجود ہے۔

جلال شاہ اور محمود خلجی پسپا ہو کر سرحد کو لوٹتے ہوئے اپنے اپنے دارالخلافوں میں آ گئے۔

راجہ جلال شاہ ایک بہترین حکمران تھا۔ اُس نے حکومت کے انتظام میں بذاتِ خود دلچسپی لی۔ اُس کی تعمیر کرائی ہوئی عمارتیں آجتک موجود ہیں۔ جو گوجر راجہ کے ذوق کا پتہ دیتی ہیں۔ ان میں سے کانکریہ کا تالاب بے حد مشہور ہے۔ جسے محکمہ آثارِ قدیمہ نے اپنی حفاظت میں لیا ہوا ہے۔ راجہ جلال کو باغات لگوانے کا بھی شوق تھا۔ اس نے دریائے "ماہی" سے نہریں نکلوائی تھی۔ آٹھ سال حکمرانی کر کے اس راجہ کا انتقال ۱۴۵۹ء میں ہوا۔ اس راجہ کا لقب قطب الدین تھا۔ اور اس کی بیوی تغلق خاں کی بہن تھی۔ تغلق خاں ایک بیرونی النسل مسلمان تھا۔

راجہ داؤد شاہ
۱۴۵۹ء

راجہ داؤد شاہ مشہور راجہ احمد شاہ کا بیٹا تھا۔ جو اپنے بھتیجے جلال شاہ کے بعد تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ غیور شخص تھا۔ اُس نے درباری امراء کا زور ختم کرنے کے لیے انہیں تنزل کرنا شروع کر دیا۔ اپنے ایک ہم قوم گوجر کو اُس نے وزیرِ اعظم بنا لیا۔ اور اُسے عماد الملک کا خطاب دیا۔ مگر در اصل گجرات کے یہ راجہ جنہیں مورخ سلطان لکھتے ہیں۔ برائے نام حکمران تھے ان سے ان کی قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ یہ بیرونی مسلمانوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھے ان

گوجر راجاؤں کی تمام عورتیں بیرونی النسل مسلمانوں کی صاحبزادیاں تھیں۔ اس طرح نہ تو فوج میں گوجر قوم تھی۔ نہ ہی کسی عہدہ پر کوئی گوجر تھا۔ چنانچہ نئے عماد الملک کا تقرر ان بیرونی مسلمانوں کو بُرا لگا۔ اور انہوں نے داؤد شاہ کے چھوٹے بھائی کو جس کی عمر صرف چودہ سال تھی۔ آڑ بنا کر داؤد شاہ کو معزول کر دیا۔ داؤد شاہ نے صرف ایک ماہ سات روز حکمرانی کی۔

محمود شاہ بیگڑھ

۱۴۵۹ء تا ۱۵۱۳ء

درباریوں نے محمود شاہ کو تخت پر بٹھا کر پہلے وزیر کو برطرف کیا اور ایک شخص بلقب عماد الملک وزیر مقرر ہوا۔ اس عماد الملک نے محمود شاہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مگر محمود شاہ کے رشتہ دار عضد الملک، حسام الملک اور صفی الملک تھے۔ دربار میں یہ لوگ اپنا اقتدار چاہتے تھے۔ دراصل گوجروں کے دربار میں بیرونی مسلمان ہی آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ اور گوجر شاہ صاحب صرف تماشائی تھے۔ ان مذکورہ تینوں اشخاص نے محمود شاہ کو کہا۔ کہ عماد الملک خلجی چاہتا ہے۔ کہ بادشاہ کو معزول کر کے اپنے بیٹے موسوم بہ شہاب الدین خلجی کو تخت نشین کرے یا تو بادشاہ عماد الملک خلجی کو معزول کر دے ورنہ ہم بادشاہ کے بھائی حسن خاں کو حکمرانی سونپ دیں گے۔ محمود شاہ نے جبراً و قہراً عماد الملک کو گرفتار کرا لیا۔ اور اعلان کیا۔ کہ وہ اُسے قتل کرائے گا۔ مگر دل سے وہ عماد الملک کا طرفدار تھا۔ جب عماد الملک کے تمام دشمن حاضر دربار ہوئے۔ محمود شاہ نے عماد الملک کو اپنے سامنے بلا کر رہا کر دیا۔ اور اس کے دشمنوں پر حملہ کرا دیا۔ تمام دشمن پکڑ لئے گئے۔ برہان الملک نہر چاردمتی کے بیہڑ اور کچھار میں پکڑا گیا۔ عضد الملک اور صفی الملک بھی بھاگتے ہوئے پکڑے گئے۔ سب کو ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلوا کر مروا دیا گیا۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر عماد الملک نے بھی وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کا بیٹا شہاب الدین درباری بنایا گیا۔ اور اُسے ملک الشرف کا خطاب دیا گیا۔

کرنال اور گری نار کی فتح محمود شاہ نے تھوڑے عرصہ بعد علاقہ کرنال کو فتح کیا جہاں ایک مقامی سردار رائے منڈلیک حکمرانی کرتا تھا۔ بہت سے برہمن اور برہے (برۃ) خاندان کے ہندو تہ تیغ کئے گئے۔ گری نار اور جونا گڑھ

یہ بھی رائے منڈلیک حکومت کرتا تھا۔ محمود شاہ نے اپنے ایرانی ماموں تغلق خاں کی لڑائی سے ایک ہزار سات سو جوان منتخب کیئے۔ اور ناقابل عبور درّہ عبور کر کے رائے منڈلیک کو شکست دی۔ اس درہ سے ہزاروں عورتیں اور لڑکیاں اغوا کی گئیں۔ بہت سے غلام بھی ہاتھ آئے۔ جنہیں لے کر محمود شاہ کی فوج احمد نگر میں آ گئی۔

تھوڑے عرصہ بعد محمود شاہ کو پھر گری نار پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ وجہ یہ تھی کہ رائے منڈلیک تخت پر بیٹھا تھا۔ اور چھتر بھی رکھتا تھا۔ محمود شاہ سے اُس کا یہ رہن سہن نہ دیکھا گیا۔ چنانچہ چالیس ہزار ایرانی و ترک غلام زادوں کا لشکر لے کر محمود شاہ نے دوبارہ رائے منڈلیک پر حملہ کیا۔ وہ تو پہلے ہی شکست کھا چکا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا۔ کہ اب دوسری مرتبہ یہ کیوں حملہ ہوا۔

قوّال اور قوّالیاں

رائے منڈلیک کا ارادہ لڑنے کا نہیں تھا۔ اور نہ ہی اس نے شاہ صاحب کے حضور میں کوئی غلطی کی تھی۔ لہٰذا وہ محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمود شاہ نے اُس سے زر و جواہر اور دیگر اثاثہ طلب کیا۔ رائے منڈلیک نے اپنے گھر میں جھاڑو دے کر تمام مال و دولت لا کر شاہ صاحب کے حضور پیش کر دیا۔ شاہ صاحب نے احمد نگر میں واپس جا کر مجلس آراستہ کی۔ اور قوّال بلائے۔ قوّال صاحبان نے ڈھولک کی تھاپ پر فارسی زبان کی بہترین قوالیاں سنائیں۔ محمود شاہ نے خوش ہو کر وہ تمام مال و اسباب جو اُس نے رائے منڈلیک سے لیا تھا۔ تمام کا تمام قوالوں کو دے دیا۔[1]

تھوڑے عرصہ بعد محمود شاہ نے پھر رائے منڈلیک پر حملہ کیا۔ رائے منڈلیک نے آ کر عرض کی۔

"حضور! شاہ صاحب!! میں آپ کا ماتحت ہوں۔ اور ایک مدت سے حضرت کی فرمانبرداری میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ میرے خیال میں مجھ سے کوئی امر خلاف بھی صادر نہیں ہوا ہے۔ اب بھی جس قدر مال و متاع میرے پاس ہے۔ آپ کو پیش کرتا ہوں۔"

محمود شاہ نے کہا۔ "میرا نام محمود ہے۔ میں محمود غزنوی بننا چاہتا ہوں[2]۔ میرا ارادہ تمام مندر گرانے کا ہے۔"

نوٹ ۱:۔ ماخوذ از فارسی تاریخ نظام الدین احمد۔

نوٹ ۲:۔ جس طرح محمود غزنوی زلفِ ایاز میں محو تھا۔ اسی طرح محمود شاہ کا بھی ایک غلام منظورِ نظر تھا۔ جس کا نام ایاز ہی تھا۔ (ملاحظہ ہو۔ کوئی بھی فارسی تاریخ)

یہ سن کر رائے منڈلیک رات کو بھاگ کھڑا ہوا۔ اور جونا گڑھ پہونچا۔ محمود شاہ نے محمود غزنوی کی طرح تمام آبادیاں ویران کردیں۔ قصبوں میں آگ دے دی اور مندروں کو جلا کر خاکستر کردیا۔ پھر جونا گڑھ کی طرف بڑھا۔ جونا گڑھ میں رائے منڈلیک کے ساتھ ہزارہا ہندو کیسری لباس پہن کر مرنے کے لئے نکلے۔ کئی ہفتہ کی مسلسل لڑائی میں دونوں طرف کے ہزاروں آدمی مارے گئے۔ آخر رائے منڈلیک نے جونا گڑھ چھوڑ کر قلعہ کرناں کا رخ کیا۔ محمود شاہ کی فوج نے جونا گڑھ کے تمام علاقہ کو خون سے رنگین کیا۔ پھر سپاہ نے قلعہ کرناں کا محاصرہ کر لیا۔ رائے منڈلیک کے گھر کی تمام عورتیں اپنی عزت و آبرو بچانے کے لئے آگ میں جل کر مر گئیں صبح سویرے رائے منڈلیک اہیر آخری مرتبہ اپنی جان کی بازی لگا کر قلعہ سے باہر نکلا۔ اور لڑائی میں شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ محمود شاہ اُسے گرفتار کرکے احمد نگر لایا۔ جہاں رائے منڈلیک کا ختنہ کرکے اُسے مسلمان بنایا گیا۔ باقی تمام علاقہ کی آبادی نے اپنے گھر بار لٹ جانے کے بعد نان و نفقہ سے مجبور ہوکر مستقل طور پر ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کرلیا۔ بقایا نے علاقہ چھوڑ دیا

محمود شاہ کو بہترین گھوڑے رکھنے کا شوق تھا۔ وہ پیروں اور فقیروں کا بیحد معتقد تھا۔ اپنے ماتحت ہندوؤں پر اُس نے خوب جبر کئے۔ اور تاریخ میں اپنا نام روشن کیا۔ جب بیدر کے نظام شاہ اور مالوہ کے محمود خلجی میں جنگ واقع ہوئی۔ تو نظام شاہ نے محمود شاہ سے معافی مانگی۔ نظام شاہ اور محمود شاہ کی مسلمان سپاہ نے محمود خلجی کی مسلمان سپاہ کا قتال و جدال کرکے خلجی کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ محمود شاہ نے اپنے نام پر ایک شہر محمود آباد بسایا۔ جو آج ایک معمولی قصبہ کی صورت میں موجود ہے۔ اس شہر میں ایک باؤلی بھی تعمیر کرائی گئی۔ جس کے چاروں طرف وزیروں کے خوشنما رنگ محل تھے جن میں بہترین تہ خانے بھی تھے۔

محمود شاہ کا دربار باہر ملکوں سے آئے ہوئے علماء و فضلا اور شعراء کا مسکن تھا۔ جو سب کے سب حکومت کے وظیفہ خوار تھے۔ جونپور سے ملا سید محمد جونپوری بھی گجرات آیا۔ یہ سید مہدی آخر الزماں ہونے کا دعویدار تھا۔ علماء نے اس کے قتل کرنے کا فتویٰ صادر کیا۔ ملا سید محمد پٹن گیا۔ جب وہاں بھی یہی صورت پیش آئی۔ اور پہلے پیروں اور فقیروں نے اپنے مریدوں میں سے ایک کو بھی اس طرف نہ جانے دیا۔ تو وہ بالن پور چلا گیا۔ جہاں اُس نے سابقہ پیروں کے چند مرید اپنی جماعت میں شامل کرلئے۔ اب تک یہ جماعت اس کی معتقد ہے۔ جو اس کو

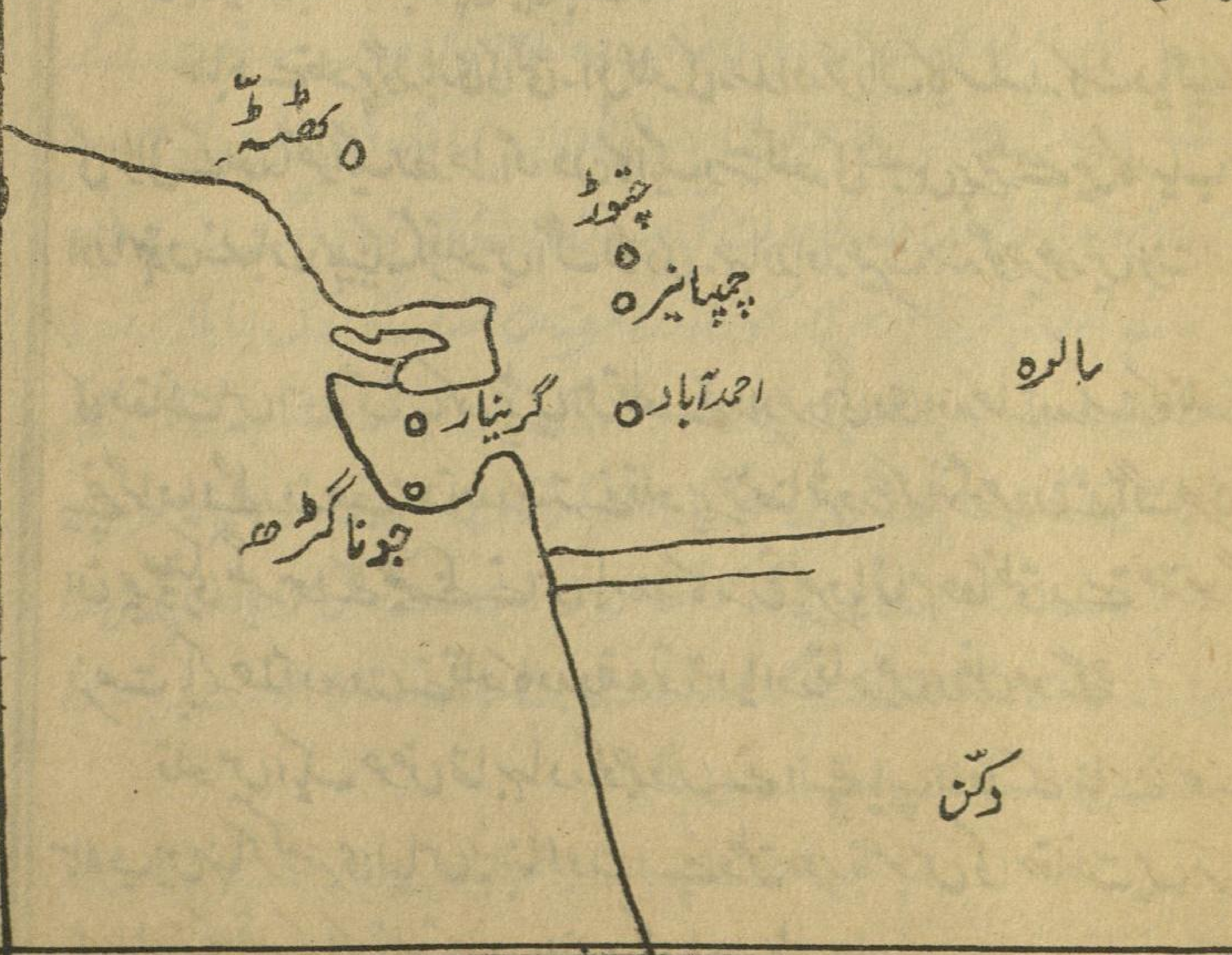
مہدی آخر الزماں مانتی ہے۔ یہ لوگ لس بیلہ وغیرہ میں اب بھی آباد ہیں
شاہ محمود شاہ متعصب سنی تھا۔ ایک دفعہ شاہ اسمعیل صفوی والئی ایران نے اپنا سفیر یادگار بیگ قزلباش اس کے دربار میں تحفہ ونفائس دیکر بھیجا۔ جب محمود شاہ کو اس بات کا پتہ چلا۔ تو اُس نے دعا کی۔

"خدا مجھے قزلباشوں کی صورت نہ دکھادے"

متعصب مورخ لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے اُس کی دعا قبول کی۔ اور اُس کا انتقال قزلباش کے آنے سے پہلے ہی ہوگیا۔

محمود شاہ کو محمود بیگڑھ کہا جاتا ہے۔ بیگڑھا ایسا بیل ہوتا ہے۔ جس کے سینگ پیچھے کو مُڑے ہوتے ہیں۔ محمود شاہ صاحب کی مونچھیں بھی اسی شکل کی تھیں۔ اس لئے تاریخ میں اُسے شاہ محمود شاہ بیگڑھ کہتے ہیں۔ محمود شاہ کی ایک بیوی سندھ کے خاندان سمہ کی شہزادی ملکہ سلطانہ بیگم مخدومہ جہاں تھی۔ حیرت ہے۔ عزت مند سمہ خاندان نے اپنی لڑکی ان کو کیسے بیاہ دی۔ کیونکہ سمہ خاندان تو آج تک اپنے کو گوجر یا راجپوت کہتے ہیں۔ مگر راجہ سدھارن کی دوغلی اولاد یعنی گجرات کے

ان مذکورہ شاہ صاحبان نے کبھی بھی اپنے کو اس ملک کے باشندوں میں شمار نہیں کیا۔ بلکہ اس خاندان نے اس ملک کو بیرونی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے لئے بیرونی قوموں کی ہمیشہ حمایت کی۔



چنپانیر کی فتح

گجرات کی حکومت سے ملحق چنپانیر کی مختصر حکومت تھی۔ جہاں ہزار ہا سال سے گرجر راجگان حکومت کرتے چلے آرہے تھے۔ محمود شاہ کو ایک مرتبہ اپنے آدمیوں کی وفاداری کا امتحان کرنے کا خیال ہوا اور اس نے کہا۔ کہ میں حج کو جانا چاہتا ہوں شیخ سیدوں نے اُسے کہا۔ کہ حج کے اخراجات اور اہلِ حرم کی حفاظت کے لئے چنپانیر سے مال و متاع حاصل کیا جائے۔ چنانچہ اُس نے چنپانیر کو خاک میں ملانے کے لیے اُس علاقہ کا رخ کیا۔ چنپانیر کے راجہ پتاہی رائے نے اپنی درد انگیز حالت مالوہ کے سلطان غیاث الدین خلجی کے پاس لکھ کر بھیجی۔ سلطان غیاث الدین لشکر لے کر چلا۔ اور موضع نالچہ میں فروکش ہوا۔ اس کے درباری شیخ سیدوں نے غیاث الدین کو کہا۔ کہ ہندوؤں کو خدا کی اس سرزمین پر بھی رہنے کا حق نہیں ہے۔ ان کو مارو اور قتل کردو۔ چنانچہ سلطان غیاث الدین واپس اپنے دارالخلافہ منڈو میں چلا گیا۔ اور محمود شاہ نے بھی اس کی روانگی سُن کر قصبہ دھور سے پھر چنپانیر کا رخ کیا۔

چنپانیر کا محاصرہ کر لیا گیا شہر کی تمام آبادی کا قتلِ عام کیا گیا۔ راجہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ اُسے خیال تھا۔ کہ غیاث الدین ضرور اس کی مدد کو آئے گا۔ مگر اُسے یہ پتہ نہ تھا۔ کہ انسانیت کے دشمن بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اس لئے اُس کا ہمدرد اس کی مدد کو نہ آسکا قلعہ مضبوط تھا۔ اس کے فتح ہونے کی جب امید نہ رہی۔ تو محمود شاہ نے شہر کے مندر گرا کر جامع مسجد بنانے کا حکم دیا۔ اب سپاہیوں کو یقین ہو گیا۔ کہ بادشاہ اب واپس نہیں جائے گا۔

سا باط سے قلعہ پر گولہ باری کی گئی۔ اہلِ قلعہ کی رسد اور خوراک کا سلسلہ کاٹ دیا گیا مہینوں کی لڑائی کے بعد آخر ایک روز حملہ آوروں کا ایک دستہ قلعہ کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور انہوں نے بارود پھینک کر قلعہ میں آگ لگا دی۔ بہادر اور غیرت مند گوجر عورتیں عزت اور ناموس کی حفاظت میں اسی آگ میں کود پڑیں اہلِ قلعہ نے دادِ مردانگی دی اور حملہ آور دستہ کو قلعہ سے نیچے گرا دیا۔ اگلے روز جب حملہ آور دستہ نے قلعہ پر چڑھنا شروع کیا تو گوجروں نے آگ بھری بارود ان پر پھینکی مگر ہوا کے جھونکے نے اس بارود کا رخ پھیر دیا تمام حفاظتی دستے ختم ہو گئے ادھر فرصت پا کر حملہ آوروں نے قلعہ کا دروازہ توڑ دیا اور قلعہ میں داخل ہو گئے

قلعہ میں ایک حوض تھا بہادر گوجروں نے اپنے باپ دادا کے بنائے ہوئے اس تالاب میں نہا کر کیسری لباس پہنا اور اپنے وطن اور ناموس کی حفاظت میں مرتے دم تک لڑنے کی قسم کھا کر قلعہ کے دروازے کی طرف بڑھے ....

پہلے ہی ہلہ میں حملہ آوروں کو قلعہ سے باہر دھکیل دیا بہادر گرجر لڑتے لڑتے قلعہ سے باہر نکل پڑے قلعہ میں بقایا عورتیں بھی اپنی عزت و آبرو کے لئے آگ میں جل مریں اور باہر ان کے بھائی خاوند اور بیٹے قلعہ کے سامنے خاک و خون میں جا ملے

زخمی گرجر

اہل قلعہ میں سے تمام کے تمام افراد مارے گئے چند زخمی جو زمین پر پڑے تھے ان کو اب خنجر سے زخمی کر دیا گیا لیکن راجہ پناہی رائے ایک سپہ سالار ڈونگرسی اور ایک وزیر سمرگا کو پہچان لیا گیا انہیں زخمیوں سے نکالا گیا محمود شاہ نے انہیں بغرض علاج عماد الملک کے سپرد کیا پانچ ماہ بعد جب وہ اچھے ہو گئے تو ان کو کہا گیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں انہوں نے انکار کیا سپہ سالار ڈونگرسی کو فوراً قتل کر دیا گیا اور راجہ اور وزیر کو الگ الگ مکانات میں بند کر دیا گیا چند ماہ بعد چند خون کے دعویدار پیدا کئے گئے راجہ کو بلا کر کہا گیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرے ورنہ جن لوگوں کو اس نے قتل کیا ہے ان کے خون کے قصاص میں اسے اور وزیر کو جان سے مار دیا جائے گا۔ راجہ نے انکار کیا۔

یہ نازیبا کلمات سن کر عماد الملک نے دونوں کو تہ تیغ کر دیا

ملّا سمرقندی

ایک سمرقندی دکن میں درباری تھا جب وہ نظام شاہی دربار سے رخصت لے کر اپنے وطن چلا تو اس کی لونڈیاں اور باندیوں میں اس ملک کی بہو بیٹیاں بھی تھیں ساتھ ہی وہ خزانہ بھی لے کر جا رہا تھا جو اس ملک کی دولت تھی جب ان حالات کا پتہ بندرگاہ جگت پور کے راجہ بھیم کو چلا تو اس نے آدمی بھیجکر تمام رقم بھی رکھوا لی اور نہ صرف ان عورتوں کو روک لیا بلکہ سمرقندی کی بیوی کو بھی قصاص میں اپنے یہاں رکھ لیا سمرقندی محمود شاہ کے پاس آیا۔ شاہ صاحب نے فوج بھیجکر جگت پور پر حملہ کیا بھیم کے گھر کی تمام عورتیں جل کر مر گئیں۔ بھیم گرفتار ہوا۔ محمود شاہ نے بھیم کو سمرقندی کے حوالہ کیا ملّا سمرقندی نے احمد آباد کے شہر میں گھما کر قصاص میں اذیت دے کر قتل کر دیا اور اپنی بیوی کو لے کر بندرگاہ سے ایران ہوتا ہوا سمرقند چلا گیا محمود شاہ نے بہت سا مال و متاع بھی اسے دیا اور وہ خوش خوش ہندوستان میں افسری کر کے اپنے ملک میں چلا گیا

خلیل شاہ سنہ ۱۵۱۳ء تا ۱۵۲۶ء

جب محمود شاہ کا انتقال محمد آباد میں ہوا اس وقت اس کا ولی عہد خلیل شاہ بڑودہ میں تھا وہ اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر دارالخلافہ

میں آیا امرائے سلطنت نے اسے تخت پر متمکن کیا

مالوہ کی ثالثی

مالوہ پر خلجی سردار حکومت کرتے تھے خلیل شاہ کے زمانے میں وہاں تخت کے دعویداروں میں جھگڑا ہو گیا ایک شاہزادہ بھاگ کر گجرات آیا خلیل شاہ نے دونوں بھائیوں کا تصفیہ کرا دیا

رانا سانگا سے جنگ

اس زمانہ میں میواڑ عروج حاصل کر چکا تھا وہاں کا حکمران رانا سانگا اس قدر قوی ہو چکا تھا کہ اس نے مالوہ کے حاکم محمود خلجی کو شکست دے کر گرفتار کیا اور پھر کشتریوں کی شان کے مطابق اسے رہا کر دیا اور اس کے لڑکے کو بطور یرغمال رکھ لیا چند ماہ بعد لڑکے کو بھی اپنے ماں باپ کے پاس جانے کی اجازت دے دی

رانا سانگا نے پھر ایدر پر حملہ کیا۔ وجہ یہ تھی کہ ایدر کا ایک راجکمار رائے مل رانا سانگا کا داماد تھا اصلی حقدار بھارامل تھا مگر رانا سانگا نے اپنے داماد کو تخت پر بٹھایا ایدر کی ریاست خلیل شاہ کے ماتحت تھی خلیل شاہ تیں اسے اپنی توہین سمجھا اور حملہ کر کے میواڑ پر حملہ آور ہوا وہ خلجی بادشاہ جسے رانا سانگا نے قید کر کے چھوڑ دیا تھا وہ خلیل شاہ کے ساتھ ہوا تاکہ رانا سے پہلی شکست کا بدلہ لے سکے رانا سانگا نے مشترکہ فوجوں کو شکست فاش دی اور انہیں میواڑ سے نکال دیا خلیل شاہ کا سپہ سالار ایاز اپنے بادشاہ کے سامنے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے صلح کا طالب ہوا رانا سانگا نے صلح کی پیش کش قبول کر لی اور ایدر پر بھارامل کا حق تسلیم کر لیا رائے مل وزیر اعظم بنا یا گیا کچھ علاقہ سانگا کو ملا۔

ایاز سپہ سالار نے جب یہ صلحنامہ خلیل شاہ کے پاس بھیجا تو وہ تذبذب میں پڑ گیا کیونکہ واقعات سے شکست کے آثار ظاہر تھے اس لیے خلیل شاہ کو ڈر تھا کہ کہیں رانا اب کی مرتبہ گجرات پر حملہ نہ کر دے چنانچہ ایاز کے ذریعہ دوبارہ چتوڑ سے اس دوستی کی تصدیق کرائی گئی جب رانا سانگا کا بیٹا ایک مرتبہ گجرات آیا تو خلیل شاہ نے اسے دو مرتبہ خلعت پیش کی دربار میں کسی شیخ سید نے بھی کفر کا فتوی نہ لگایا جیسا کہ پہلے دستور چلا آ رہا تھا کہ جہاں کسی ہندو کو کھاتا پیتا دیکھا اسی پر حملہ کرا دیا رانا سانگا کا وجود گوجروں کی تاریخ میں وہ پہلی مقتدر ہستی ہے کہ جس نے گوجروں کے آباؤ اجداد کو "اہل کتاب" میں شامل کرا دیا ورنہ اس سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد کے لیے صرف ایک ہی حکم تھا "قتل کر دو، تباہ کر دو ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں" اس میں شک نہیں کہ گوجروں نے جزیہ کبھی نہیں دیا۔ بیچارے غریب عوام کی جیبیں صدیوں تک کٹتی رہیں ساتھ ہی گوجروں کی گردن کٹتی رہیں (رانا کو مورخین نے اہل کتاب لکھا ہے)

شہزادہ بہادر خاں

خلیل شاہ کا ایک بیٹا بہادر خاں اپنے باپ سے ناراض ہو گیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ولیعہدی کا دعویدار تھا مگر سکندر خاں کو ولی عہد بنایا گیا بہادر خاں

رانا سانگا کے پاس پہنچا اور مدد کا طالب ہوا اور کہا کہ اگر آپ میری مدد کریں تو ایدر کا راجہ بھی میری حمایت کریگا اور شاہی دربار اور فوج میں بھی میرے حمایتی موجود ہیں آپ کی حمایت سے میری کامیابی یقینی ہے " رانا نے اسے کہا کہ گوجر ایک دفعہ قول و قرار کرتے ہیں اور پھر زبان کا پاس کرتے ہیں تمہارے باپ سے ہمارا صلحنامہ ہے لہٰذا ہم مدد نہیں کر سکتے چونکہ تم نے ہمارے ہاں پناہ لی ہے لہٰذا جتنے دن چاہو قیام کرو بہادر خاں کچھ دن چوڑ رہا پھر دلی چلا گیا وہاں کے بادشاہ ابراہیم لودھی نے اُسے شک کی نگاہوں سے دیکھا اس لیے بہادر خاں جونپور چلا گیا

اخلاق و عادات

خلیل شاہ پرہیز گار شخص تھا دور دور سے وظیفہ خوار اس کے دربار میں آکر رہتے تھے بادشاہ بذات خود بہترین اخلاق و عادات کا مالک تھا وہ خود لکھا پڑھا شخص تھا اور عالموں کی قدر کرتا تھا قرآن شریف کا حافظ تھا جب بھی کوئی مصیبت پیش آتی وہ قرآن شریف پڑھوا تا تھا ملازمین کے ساتھ اس کا برتاؤ مشفقانہ تھا وہ کبھی کسی پر غصہ ہوتا تھا اس لیے اسے "حلیم" کہا جاتا تھا اس کا لقب مظفر شاہ ثانی تھا

سکندر شاہ ۱۵۲۸ء

سکندر خاں بلقب سکندر شاہ، خلیل شاہ کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا اس نے درباری امراء کا زور ختم کرنے کے لیے اپنی مرضی کے مطابق نئے عہدیدار مقرر کئے اس پر قدیمی وظیفہ خواروں میں سے ایک روز عماد الملک، بہار الملک، داور الملک سیف خاں، دو ترک غلام اور ایک حبشی غلام اس کی خوابگاہ میں گھس گئے سید علم الدین پلنگ پر پہرہ دیتا تھا حملہ آوروں نے پہلے تو علم الدین کو ختم کیا اور پھر تمام کے سکندر کو تہ تیغ کر دیا۔ سکندر کے تمام حمایتی سرداروں کے مکانات لوٹ لئے گئے اور وہ خوف وہراس میں ادھر ادھر بھاگ گئے پھر سکندر شاہ کی لاش کو چنپا نیر کے علاقہ میں بھیجکر "موضع ہالول" کے کہیں آس پاس دفن کرادی سکندر شاہ نے کل تین مہینے سترہ دن حکومت کی

محمود شاہ ۱۵۲۸ء

عماد الملک نے محل سے نکال کر نصیر خاں کو تخت پر محمود شاہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا محمود شاہ سابقہ حکمران خلیل شاہ کا بیٹا اور سکندر شاہ مقتول کا بھائی تھا جو لوگ عماد الملک کے مخالف تھے انہوں نے شہزادہ بہادر خاں کے پاس آدمی بھیجے بہادر خاں گجرات کی سمت چلا عماد الملک نے دلی کے نئے بادشاہ مغل بابر سے مدد مانگی مگر وہ پٹھانوں کے ساتھ بر سر پیکار تھا۔ المختصر بہادر خاں کے حمایتی زور پکڑ گئے اور انہوں نے احمد آباد میں بہادر خاں کو بہادر شاہ کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا کچھ دنوں بعد انہوں نے محمد آباد چنپانیر دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا محمود شاہ

کی مدت سلطنت چار ماہ تھی بہادر خان نے بہادر شاہ لقب اختیار کیا۔

بہادر شاہ ۹۲۹ھ تا ۱۵۴۳ء

بہادر شاہ نے احمد آباد سے فرمان جاری کر کے سکندر شاہ کے تمام قاتلوں کو قصاص میں قتل کرایا اور محمود شاہ کے حمایتی سرداروں میں عضد الملک کا بیٹا شاہ جیو صدیقی وغیرہم قتل ہوئے بہا۔ الملک چینا پنر سے بھاگ گیا مگر راستہ میں گرفتار ہوا اس کی کھال کھینچکر سولی پر چڑھایا گیا تین اشخاص کو جو دکن کی طرف بھاگ رہے تھے انہیں پکڑ کر توپ کے منہ میں رکھ کر اڑا دیا گیا اس کے بعد بہادر شاہ نے اپنے تمام ملازموں کی تنخواہ دوگنی کر دی اور ایک سال کی تنخواہ پیشگی دیدی شیوخ و سادات کے وظیفہ بڑھا دئے گئے ان سب نے کتابوں میں اس کا درجہ بلند سے بلند تر کر دیا

شہزادہ لطیف خان کی بغاوت

بہادر شاہ کا بیٹا لطیف خاں مایوس ہو کر پال پور چلا گیا وہیں اس کے ہمدرد جمع ہوئے راجہ بھیم بھی اس کا حمایتی تھا اس باغی فوج نے سلطانپور میں آکر بادشاہت کا اعلان کیا۔ بہادر شاہ کے سپہ سالار غازی خاں نے ان لوگوں کو شکست دی عضد الملک اور محافظ خاں بھاگ گئے شہزادہ لطیف خاں زخمی حالت میں گرفتار ہوا رائے بھیم اپنے وعدہ پر رہا اور اس کی جماعت کا ایک بھی آدمی فرار نہ ہوا سب کے سب مارے گئے لطیف خاں کو جب احمد آباد لے جا رہے تھے تو وہ زخموں کی تاب نہ لا کر راستہ ہی میں مر گیا اسے سکندر شاہ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا اس کے بعد بہادر شاہ نے سابقہ شاہ صاحب نصیر خاں (محمود شاہ) کو بھی گرفتار کرایا اور اسے زہر دے کر مروا ڈالا اس کا حمایتی عماد الملک بھی لڑائی میں ختم ہوا

فتوحات

بہادر شاہ نے رائے سنگھ کی جاگیر کو پامال کیا کیونکہ اس نے تاج خاں جاگیردار کو شکست دیدی تھی اسی دوران قوام الملک نے بندر دیپ کے انگریزوں کا جہاز چھین لیا اور انہیں محکوم و مطیع بنایا بادشاہ اس فتح سے بے حد خوش ہوا

دکن کی فتح

آسیر علاقہ میں ایک جاگیردار فاروقی تھا جو شاہ صاحب بہادر شاہ کا بہنوئی تھا اس کا بیٹا میراں محمد شاہ فاروقی ایک مرتبہ علاء الدین عماد شاہ کی حمایت میں برہان نظام شاہ سے لڑ کر شکست کھا گیا پھر اس نے اپنے ماموں بہادر شاہ کو اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے بلایا بہادر شاہ نے اپنے جلانچے کے لئے لشکر فراہم کرنا شروع کیا اسی دوران سندھ کا راجہ جام فیروز سمبہ اپنی حکومت مغلوں سے چھنوا کر گجرات پہنچا اس کی حمایت کا وعدہ کیا گیا تھوڑے دن بعد بہادر شاہ دکن کی طرف چلا راستہ میں بہت سے جاگیرداروں اور راجگان نے سر اطاعت خم کیا راستہ میں برہان کے

حاکم عماد الملک مقیم جالنہ پور نے خطبہ میں بہادر شاہ کا نام پڑھا گجراتی لشکر بالاگھاٹ پہونچا یہ لشکر علاء الدین عماد شاہ کی حمایت میں گیا تھا مگر اس نے اس فوج کی آمد کو دکن پر فوج کشی تصور کر کے اپنے دشمن نظام شاہ بحری سے دوستی کا ہاتھ ملایا دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے مگر نظام شاہ بحری نے میراں محمد شاہ فاروقی کے چھینے ہوئے ہاتھی واپس کر دیے اور احمد نگر میں بہادر شاہ کا خطبہ پڑھوا دیا لہذا چند ماہ قیام کر کے واپس گجرات آگیا اور دکن پر پھر دکنیوں کا قبضہ ہوگیا

پناہ گزین

جب بابر نے دلی پر قبضہ کر لیا اور وہاں مغل حکومت قائم ہوگئی تو بہت سے سابقہ سرکاری ملازمین مثلاً عمر خاں، قطب خاں وغیرہ گجرات پہنچے بہادر شاہ نے ان لوگوں کو انعامات وغیرہ سے نوازا۔

باگڑ کی فتح

باگڑ میں گہلوٹ خاندان حکومت کرتا تھا جو باگڑی کہلاتے تھے ان کا راجہ پرشرام تھا جس پر بہادر شاہ نے حملہ کیا اور وہ گرفتار کر کے دارالخلافہ لایا گیا جہاں اس نے اسلام قبول کر کے اپنی جان بچائی پرشرام کا بھائی جگا رائے اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ ادھر ادھر لوٹ مار کرتا ہوا پھرنے لگا آخر کار جیت پور پہنچا رانا سانگا کے بیٹے رتن سی کی سفارش پر بہادر شاہ نے اسے نصف علاقہ واپس کر دیا

گوجر راجہ پال رائے کولی

بہادر شاہ اور مالوہ کے حکمراں محمود خلجی کی جنگ واقع ہوئی جس میں گجرات کی سپاہ کو فتح حاصل ہو کر محمود خلجی گرفتار ہوا بہادر شاہ نے محمود خلجی کو معہ اس کے زن و فرزند گجرات روانہ کیا محمود خلجی کا دوست کولی خاندان کا گوجر راجہ پال رائے تھا جو ایک معمولی حکمراں تھا مگر اس نے دوستی کا پاس کر کے اپنے دوست محمود کو چھڑانا چاہا اور گجرات کے سپہ سالاروں الف خاں، آصف خاں اور اقبال خاں پر راستہ میں بمقام دھوکد (WAHWAD) حملہ کیا گجرات کے حفاظتی دستہ کو شکست فاش ہوئی مگر ان ظالموں نے گرفتار شدہ محمود خلجی کو اپنے بھاگنے سے پہلے قتل کر دیا کولی راجہ اپنے دوست محمود کے مارے جانے پر بے حد غمگین ہوا اس کی لاش کو اعزاز سے دفن کرا دیا۔

چتوڑ پر حملہ اور شکست

بہادر رانا سانگا انتقال کر چکا تھا اس کے مرنے کے بعد چتوڑ میں تخت نشینی کے جھگڑوں کی وجہ سے ضعف کے آثار نمودار ہوئے بہادر شاہ کو چتوڑ فتح کرنے کی دھن سمائی وہ افواج جمع کرنے میں لگا ہوا تھا کہ سلطان حسین مرزا کا پوتا محمد زماں مرزا مغل اپنے رشتہ دار بادشاہ ہمایوں سے ناراض ہو کر گجرات آگیا دلی کے بادشاہ

ہمایوں نے مرزا کو واپس مانگا مگر بہادر شاہ نے انکار کر دیا

رانا سانگا نے بابر سے شکست ضرور کھائی تھی مگر بابر نے اس کی بہادری کی تعریف زبان زد عام کر دی اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر یکطرفہ معاہدہ کر لیا یہی وجہ تھی کہ بابر مغرب سے اطمینان کر کے مشرق کی طرف چلا اور رانا سانگا مشرق کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے مغرب کی طرف بڑھا تھا اور اس نے مالوہ فتح کر کے وہاں کے حکمران کو قید کر کے مجبور کر دیا تھا اور حکومت گجرات کو بھی شکست دی تھی اور اپنی حدود کو بے حد وسیع کیا تھا اس کے مرنے کے بعد اور پھر فوراً ہی بابر کی موت پر ہمایوں نے رانا کی رانی کرناوتی کو اپنی بہن قرار دے کر چتوڑ سے دوستی کا عہد نامہ کر لیا تھا جب بہادر شاہ نے محمد زماں مرزا کے دینے سے انکار کیا تو ہمایوں نے یہ لکھ کر بھیجا

اے کہ لشکر کشی بسوئے چتوڑ ۔۔ بنیم آں را چہ طور مے گیری
بر سر دست می رسم چو برق قضا ۔۔ تو چگونہ چتوڑ مے گیری [1]

بہادر شاہ نے جواب میں لکھا:-

تیغ نصرت کشم بہ شہر چتوڑ ۔۔ بنگر آں را چہ طور مے گیرم
زور توفیق حق بہمراہ من ۔۔ کافراں بزور مے گیرم [2]

بہادر شاہ نے "کافروں" کے شہر کو اپنی خود ساختہ توفیق کے بل پر جا گھیرا مگر ہر حملہ میں ناکام ہوا اتنے میں ہمایوں لشکر لے کر چتوڑ پہنچا بہادر شاہ بھاگ گیا ہمایوں نے آگے بڑھ کر منڈو کو فتح کیا اور رانا مگر مہیت کو بلا کر اس کی کمر میں تلوار باندھی جو دوستی اور وفاداری کا پختہ عہد نامہ تھا

گجرات کی تباہی

بہادر شاہ کی بہادری کا پانسہ پلٹا دیکھ کر اس کے ایک درباری رومی خاں نے ہمایوں کو گجرات پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تبد علی خاں خراسانی بھی ہمایوں سے مل گیا ہمایوں سیدھا گجرات پہنچا بہادر شاہ چنپانیر بھاگ گیا تمام گجرات

---

[1] ترجمہ اے (بہادر شاہ) تو چتوڑ پر لشکر کشی کرتا ہے میں دیکھوں گا تو کس طرح اسے فتح کرتا ہے میں تیرے سر پر موت کی بجلی کی طرح آرہا ہوں دیکھوں گا، تو کس طرح چتوڑ فتح کرے گا۔

[2] ترجمہ :- میں فتح کی تلوار چتوڑ کے شہر پر کھینچتا ہوں دیکھ لینا میں کس طرح اس کو فتح کرتا ہوں خدا کی توفیق کا زور مجھے حاصل ہے میں کافروں کو زور سے مغلوب کرتا ہوں۔

کو مغلوں نے فتح کر لیا احمد آباد میں مرزا عسکری۔ بھڑوچ میں قاسم بیگ، پٹن میں مرزا یادگار ناصر اور خاص چنپانیر کو فتح کر کے وہاں بابا بیگ مرزا کو حاکم مقرر کیا گیا بڑودہ میں ہندو بیگ حاکم ہوا۔ کچھ عرصہ بعد شیر شاہ اور ہمایوں میں معرکے شروع ہو گئے چنانچہ گجرات کو مغلوں نے خالی کر کے دلی کا رخ کیا اور بہادر شاہ برسر اقتدار آ گیا مگر ان حملوں نے بہادر شاہ کی بہادری خاک میں ملا دی

اخلاق و عادات

بہادر شاہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا اس نے تمام شہروں میں بھیک مانگنے والوں پر پابندی لگا دی، محتاجوں، غریبوں اور اپاہجوں کے لئے لنگر خانے جاری کئے بہادر شاہ کی طاقت اگرچہ آخری معرکوں میں ماند پڑ گئی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ دلاور تھا اس کے کارناموں کا اختصار یہ ہے کہ اس نے پرتگیزیوں کو شکست دی دکن کے نظام شاہیہ کو ہرایا مختلف راجاؤں کو مطیع کیا اور ہندوستان کے شہنشاہ ہمایوں سے جنگ کرنے سے گریز نہ کیا حالانکہ یہ جنگ معمولی بات پر وقوع پذیر ہوئی تھی

بہادر شاہ کی موت

بندر دیپ پر پرتگیزیوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا تھا ان کی سرکوبی کرنے کے لئے بہادر شاہ ۱۵۳۷ء میں راہی ہوا جب وہ ایک کشتی سے دوسری کشتی میں سوار ہونے لگا تو پرتگیزیوں نے حملہ کر کے اسے سمندر میں گرا دیا جب اس نے پانی سے سر نکالا تو ایک پرتگیزی نے آگے بڑھ کر شاہ کے سر پر ایسا نیزہ مارا کہ وہ ہمیشہ کے لئے سمندر کی تہ میں ڈوب گیا گجرات کی فوج واپس چانپانیر آ گئی اور بندر دیپ پر مستقل طور سے پرتگیزیوں ہی کا قبضہ ہو گیا

محمد شاہ فاروقی

جب بہادر شاہ کی موت سمندر میں ڈوب کر ہوئی تو اس مرزا محمد نے جسے گجراتیوں نے پناہ دی تھی بارہ ہزار مغل اور ہندوستانی جمع کر کے گجرات کے خزانہ پر حملہ کر کے سونے کے سات سو صندوق اڑا لئے اعیان مملکت نے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے جلدی میں بہادر شاہ کے بھانجے محمد شاہ فاروقی کو تخت نشین کیا جب وہ مرزا کی سرکوبی کے لئے اس کے تعاقب میں روانہ ہوا تو راستہ میں ہی اس کا انتقال ہو گیا اس کی مدت سلطنت صرف ڈیڑھ ماہ تھی

محمود شاہ سوم

۱۵۳۷ء تا ۱۵۵۴ء

محمود شاہ، بہادر شاہ کا پوتا اور باغی شہزادہ لطیف خاں کا بیٹا تھا تخت نشینی کے وقت اس کی عمر گیارہ سال تھی اور دریا خاں اس کا مدار المہام تھا دریا خاں اس قدر مغرور ہوا کہ ایک روز اس نے سر دربار ایک رنڈی کو اپنے ہمراہ لیا اور خلوت میں چلا گیا عالم خاں

نے بادشاہ کو دریا خاں کے خلاف ابھارا۔ ایک چڑی مار جرجی خاں بادشاہ کا رازداں تھا اس نے بھی عالم خاں کی موافقت کی یہ دونوں بادشاہ کو عالم خاں کی جاگیر میں لے گئے تاکہ وہاں سے دریا خاں کے خلاف مہم چلی جائے۔

مظفر شاہ محمود شاہ کے چلے جانے کے بعد دریا خاں نے ایک شہزادہ کو بلقب مظفر شاہ تخت نشین کیا اور فوج فراہم کر کے محمود شاہ پر حملہ کیا اور فتح حاصل کی مگر بادشاہ کے حامی دریا خاں نے ہمت نہ ہاری۔ سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے دریا خاں کو شکست دی اور اس کا گھر بار لوٹ لیا

جرجی خاں چڑیمار گجرات کے دربار میں سکندر لودھی (والی دلی) کا بھائی علاء الدین رہتا تھا۔ شاہ صاحب کے رازدار جرجی خاں چڑیمار نے بادشاہ کو کہا کہ لودھی اس حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں بادشاہ نے علاء الدین کی موت کا حکم دیدیا چنانچہ اسے سولی پر لٹکا دیا گیا جب یہ خبر دوسرے امرا کو پہنچی تو انہیں خوف ہوا کہ کہیں چڑیمار کسی دن ہمیں بھی اسی طرح نہ ختم کرا دے اس لئے انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ وہ یا تو چڑیمار کو دربار سے نکال دے یا اسے ہمارے حوالہ کرے بادشاہ نے کوئی توجہ نہ دی ایک روز عماد الملک اور عالم خاں نے دربار میں ایک سپاہی کو اشارہ کر کے چڑیمار کا کام تمام کرا دیا جبکہ وہ بادشاہ کے پیچھے کھڑا چنور ہلا رہا تھا بادشاہ کو یہ دیکھ کر طیش آگیا مگر ایک تلوار اس کے پیٹ میں بھی جا لگی اسے زخمی حالت میں محل کے اندر پہنچا دیا گیا

عالم خاں، وجیہہ الملک، مجاہد خاں اور عماد الملک نے منصوبہ بنایا کہ بادشاہ کو اندھا کر دیا جائے ورنہ وہ ان سے انتقام لے گا جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو اس نے بھی ان کی گرفتاری کا منصوبہ بنایا اس خبر کے سنتے ہی چاروں کے چاروں دارالخلافہ سے اپنی جاگیروں میں بھاگے بادشاہ کو ڈر ہوا کہ کہیں یہ سردار شیر شاہ سوری کے پاس پہونچکر کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں اس لئے ان کے گناہ معاف کر دئے پھر معافی دے کر دو کا توڑ دیا اور دریا خاں اور عالم خاں لودھی شیر شاہ کی ملازمت میں چلے گئے اور محمود شاہ نے دوبارہ گجرات پر قبضہ کر لیا۔

پرتگیزوں سے جنگ پرتگیزی تاجروں نے سورت کی بندرگاہ پر قبضہ کر لیا بادشاہ نے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی اور وہاں ایک مستحکم اور مضبوط قلعہ تعمیر کرایا یہ قلعہ غضنفر بیگ ترک کی نگرانی میں قائم ہوا تھا۔

گوجروں کا قتل عام

گجرات کے علاقہ میں کوئی اور گورسی گوجروں کا خاص مقام رہا ہے محمود شاہ کو خیال آیا کہ حکومت میں دوسری قومیں تو قیامت تک کے لئے ماتحت ہی رہیں گی مگر یہ گوجر اب تک شکار کھیلتے ہیں۔ تلوار چلانا جانتے ہیں اور نیزہ بازی کرتے ہیں لہذا گوجر زمینداروں پر محصول بڑھایا گیا گوجروں کو یہ محاصل ادا کرنے سے انکار تھا محمود بھی گوجروں کے لئے اپنے وقت کا محمود تھا اس نے گوجروں کی تمام اراضی ضبط کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ علاقہ "مانٹہ" کے تمام گوجر بے گھر اور بے در کر دیے گئے

یہ حالات دیکھ کر ایدر۔ سروہی، ڈونگر پور، بالنواڑہ، لناواڑہ، مہی کنٹھ، ہلوحال کے تمام کولی اور گورسی اور دیگر گوجروں نے مرنے مارنے پر کمر باندھی، جنگ واقع ہوئی گوجر عوام ہار گئے مگر دنیا میں اپنا نام روشن کر گئے محمود شاہ نے حکم جاری کیا کہ جہاں کولی اور گورسی ملیں انہیں بلا فرد جرم قتل کر دیا جائے تمام گوجر اس علاقہ سے نکل گئے گجرات میں گوجروں کا قتل عام کئی مرتبہ ہوا ہے اس لئے گجرات میں آج گوجر بہت کم ہیں پنجاب اور دیگر علاقوں کے موجودہ گوجروں میں ان لوگوں کی کافی تعداد موجود ہے جو مسلمانوں کے دور میں گجرات سے نکلے تھے

محمود شاہ کا قتل

آخر اس قاتل شاہ صاحب کا وقت آخر آپہنچا اس نے کسی زمانے میں ایک شخص برہان کو دیوار میں چن جانے کا حکم دیا تھا وہ تین دن دیوار میں رہا تھا اس کی صرف ناک اور آنکھیں دیوار میں سوراخ کے پاس تھیں تین دن بعد بادشاہ اس طرف سے نکلا اور اس کی خطا معاف کر کے اسے اپنا ملازم بنا لیا تھا محمود شاہ میں تمام عیب تھے جن میں سے ایک کثرت شراب خوری بھی تھی ایک دن شراب پی کر شاہ پلنگ پر لیٹا۔ برہان کے بھانجے دولت نے بال پکڑ کر پلنگ سے باندھ دیے اور پھر شاہ کی تلوار کو غلاف سے نکال کر حلق پر وار کیا شاہ صاحب نے ہاتھ کو آڑ بنایا مگر ہاتھ اور حلق دونوں کٹ گئے اور شاہ صاحب راہی ملک عدم ہوئے محمود شاہ کا ایک آہو خانہ مشہور ہے جس میں وہ عورتوں کو لے کر گھوما کرتا تھا اس کے زمانے میں خانقاہوں اور زیارت گاہوں پر عورتیں بہت جاتی تھیں اور عیاشی عام تھی۔ محمود شاہ اپنی ہر حاملہ بیوی کا حمل ساقط کرا تا تھا

درباریوں کا قتل عام

محمود شاہ کے قتل کے بعد برہان اور اس کے بھانجے دولت نے اپنی حکمرانی کا منصوبہ بنایا اور اسی وقت رات کو درباریوں اور وزراء کو ایک ایک کر کے محل میں بلایا کہ شاہ انہیں یاد کرتا ہے غضنفر بیگ ترک، آصف خاں ترمال

عبد الصمد شیرازی وغیرہ سب قتل ہوئے اعتماد خاں بال بال بچ گیا

قاتلوں کا قتل صبح سویرے دوسرے سردار عماد الملک، الغ خاں حبشی اور شیر داں خاں اور اعتماد وغیرہ نے صورت حال سے واقف ہو کر ایک جمیعت فراہم کی اور ان قاتلوں کو قتل کر کے ان کی لاش شہر کے گلی کوچوں میں گھسیٹی گئی۔

احمد شاہ دوم ۱۵۶۲ء تا ۱۵۷۰ء محمود شاہ کثیر ازدواج رکھنے کے باوجود بھی لاولد نفاد سار کے وزیرا اعتماد خاں نے دوسرے وزراء کی رائے سے ایک شہزادہ رضی الملک کو تخت نشین کیا پانچ سال تک اعتماد خاں مدار المہام رہا اس کے بعد دو جماعتیں بنیں ایک جماعت میں بادشاہ سید مبارک بخاری، اعظم خاں مالوی وغیرہ تھے اعتماد خاں کی جماعت میں عماد الملک، الغ خاں، جہاز خاں اور اختیار الملک وغیرہ تھے باہم لڑائی ہو کر صلح ہوئی اور سب کو جاگیریں ملیں احمد شاہ سب کے سامنے کہا کرتا تھا کہ میں اعتماد خاں کے دو ٹکڑے کروں گا اعتماد خاں نے ایک روز پیش دستی کر کے اسے مروا دیا اور وجیہہ الملک کے مکان کی طرف سے دریا میں پھنکوا دیا اور مشہور کر دیا کہ احمد شاہ بد معاشی کی نیت سے اس طرف آیا تھا اس لئے نادانستہ مارا گیا

مظفر شاہ سوم عرف نتھو خاں آخری شاہ گجرات ۱۵۷۰ء تا ۱۵۸۳ء

جیسا کہ مذکورہ بالا تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ گجرات کا یہ تانک خاندان بیرونی قوموں کا حاشیہ بردار تھا ان کی خصلتیں ہر گز گوجروں جیسی نہ تھیں۔ گوجروں کی دلیری۔ گوجروں کے اخلاق و عادات اس خاندان سے نکل چکے تھے وجہ صرف یہ تھی کہ یہ خاندان اپنے کو بجائے گوجر کہنے کے صرف شاہ کہتے تھے اور ان کے گھروں میں تمام تر عورتیں بیرونی مسلم اقوام کی تھیں چنانچہ دربار میں انہیں عورتوں کے رشتہ دار جتھہ دار تھے یہی جاگیر دار تھے ہندو گوجر تو مذہبی آڑ میں ذبح کئے گئے اور مسلم گوجر کمتر سمجھے گئے وجیہہ الملک کے بعد کسی بھی شاہ نے اپنی گوجر قومیت پر ناز نہیں کیا جو خواص بیرونی مسلم بادشاہوں میں تھے وہی تمام خاصیتیں اس خاندان میں آ چکی تھیں اور ان کا کوئی تعلق گوجروں سے نہ رہا اس خاندان کو گوجر صرف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ راجہ سہارن جو گوجر تھا وہ دلی لایا گیا جہاں اس نے اسلام قبول کر لیا اس کے ساتھ اس کی بیوی اور بال بچے نہ تھے دلی میں ہی اس کی شادی بیرونی مسلمانوں میں ہوئی اور اس کی اولاد چلی ایسی اولاد اگر گوجر کہلا سکتی ہے تو یہ خاندان گوجر تھا ورنہ یہ اولاد ہر گز گوجر نہ تھی ویسے اب اس اولاد میں سے کوئی نشان باقی نہیں ہے

جب احمد شاہ کو قتل کیا گیا تو شاہی خاندان میں دوسدور تک کوئی شہزادہ نہ تھا اعتماد خاں نے ایک لڑکا امرار کے سامنے پیش کیا اور قسم کھائی کہ جس وقت اس کی ماں حاملہ تھی محمود شاہ نے اس کا اسقاط حمل میرے سپرد کیا تھا حمل کو پانچ ماہ گزر چکے تھے اس لیے میں نے اس کا اسقاط حمل مناسب نہ سمجھا اور بچے کی تربیت شاہی طریقے کی درباریوں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا اس لیے اس لڑکے کو مظفر شاہ لقب دے کر تخت پر بٹھا یا گیا۔ مظفر شاہ کبھی اکیلا دربار نہ کرتا تھا بلکہ ہمیشہ اس کی پشت پر اعتماد خاں رہتا تھا اس لڑکے کو تخت نشین کر کے تمام سرداروں نے سلطنت کو آپس میں بانٹ لیا

پٹن کا علاقہ گردنی تک موسیٰ خاں اور شیر خاں افغاناں کے قبضہ میں آیا۔ رادھن پور، ٹڑ نداڈہ، مورد چھور اور دیگر علاقے فتح خاں بلوچ کے تصرف میں آئے

دریائے سابرمتی اور دریائے مہندری کے درمیان کا علاقہ اعتماد خاں نے اپنے قبضہ میں کیا (اعتماد خاں کسی مقام قوم سے تعلق رکھتا تھا اور غلام رہ چکا تھا)

بندرگاہ سورت، نادوت، محمد آباد چنپانیر پر عماد الملک غلام ترک کے بیٹے چنگیز خاں نے قبضہ کر لیا بھڑوچ پر عماد الملک ترک کا نواسہ رستم خاں قابض ہوا

دولقہ دھندکی اور دندوقہ دھندوک کے علاقے سید مبارک بخاری کے بیٹے سید میراں کی جاگیر بنا دیے گئے

قلعہ جوناگڑھ اور بقایا حصہ سورت پر ابہت خاں غوری متصرف ہوا

چند سال بعد شاہ مظفر شاہ کو افغان پارٹی نے اپنی حمایت میں لے لیا آپس میں تمام سرداروں میں ناچاقی پیدا ہوئی اب اعتماد خاں نے اعلان کیا کہ مظفر شاہ دراصل محمود شاہ کا بیٹا ہی نہیں ہے مگر سید حامد اور دیگر سادات نے کہا کہ اعتماد خاں نے ہمارے سامنے قرآن شریف کی قسم کھا کر اسے محمود شاہ کا بیٹا بتایا تھا

ان سیدوں نے مظفر شاہ کو محمود شاہ کا بیٹا محض اس وجہ سے کہا کیونکہ اس نے ؛ سادات کو جاگیریں دی تھیں جب تصدیق کرنے والا خود اپنی پہلی بات کو جھٹلا رہا تھا تو ان سیدوں کو مظفر شاہ کی اصل پر اصرار کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ محمد قاسم اپنی تاریخ فرشتہ حصہ دوم مقالہ چھٹا سلاطینہ فاروقیہ برہانپور ذکر میراں شاہ فاروقی" میں تحریر کرتا ہے۔ ترجمہ :-

"خلائق گجرات کو عموماً معلوم ہوا کہ شاہ مظفر گجراتی سلاطین گجرات کے خاندان سے نہیں ہے اس واسطے میراں محمد شاہ فاروقی نے ولایت گجرات کو اپنے واسطے مناسب جان کر بھاری رقم خرچ کر کے فتح الکھی کی اور گجرات کے سرداروں کی بھی ایک جماعت شاملہ اس کے شریک ہوئی"

المختصر خلائق جانتی تھی کہ مظفر شاہ سوم سلاطین گجرات یعنی راجہ سہارن وجیہہ الملک کی اولاد میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس خاندان کا کوئی شخص زندہ بچا تھا کیونکہ بغداد کے ڈنگلی کہاں کسی خاندان کو اس قابل چھوڑتے ہیں کہ ان کی نسل میں آئندہ کوئی پانی پلانے والا رہ جائے

جب اس طرح مخالفت اور منازعت نے طول کھینچا تو اعتماد خاں اور دوسرے امرا نے بادشاہ اکبروالی آگرہ دلی کو خطوط بھیجے کہ وہ گجرات پر قبضہ کرے۔ اکبر ناگور آیا ہوا تھا اس نے پیر محمد خاں کو سروہی پر لشکر کشی کا حکم دیا مگر راجہ سروہی نے اس کو زخمی کر دیا اور شکست دی اس کے بعد اکبر بذات خود سروہی آیا اور ساتھ ہی گجرات کو بھی فتح کیا۔ اعتماد خاں، مرزا ابو تراب شیرازی، الغ خاں حبشی، جھاز خاں اور اختیار الملک، اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دولت خواہوں میں شامل ہو گئے

مظفر شاہ بھی افغان پارٹی سے جدا ہو کر اکبر کی خدمت میں پہنچا ۱۴ رجب المرجب ۹۸۰ھ ہجری کو حکومت گجرات ختم ہوئی۔ اکبر نے مظفر شاہ کو ساتھ لے کر آگرہ کا رخ کیا اور اسے منعم خاں خانخاناں کی ہمراہی میں دے دیا منعم خاں نے اپنی لڑکی شہزادی خانم کی شادی مظفر شاہ سے کر دی۔ منعم خاں اور اس کا داماد مظفر شاہ بنگالہ میں تھے۔ یہاں چند سال بعد دونوں میں ناچاقی ہوئی اور منعم خاں نے اپنے داماد کو قید کر دیا مظفر شاہ قید سے نکل بھاگا اور واپس گجرات آ کر احمد آباد پر قابض ہو گیا اکبر نے بیرم خاں کے بیٹے عبدالرحیم خانخاناں کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ مظفر شاہ جوناگڑھ کی طرف بھاگا اور گجرات پر مغلوں کا از سر نو مستقل طور سے قبضہ ہو گیا

اس طرح ۱۶۰۳ء میں اس خاندان کا نام و نشان تاریخ سے محو ہو گیا آج کوئی شخص اس دور علی نسل سے تعلق رکھنے کا دعویدار نہیں ہے سب کے سب دوسری قوموں میں خلط ملط ہو گئے ہیں خس کم گوجر پاک۔ گوجروں کی اس خاندان کی طرف سے نفرت اس امر سے عیاں ہے کہ بہت سے گوجر آج تک برہان الدین کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں جس نے شاہ محمود شاہ کو قتل کر کے اس خاندان کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی تھی برہان الدین ایک گوجر تھا جب اس نے دیکھا کہ شاہ صاحبان ان کی نسل کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو اس نے اس خاندان کو ختم کر دیا۔ کولی خاندان کے گوجر خاص طور سے اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ برہان الدین ہمارا نجات دہندہ ہے جس نے ہماری نسل کو بچایا ورنہ ستمگار و جفاکار بادشاہ کا حکم تھا کہ کولی خاندان کا بیج دنیا میں باقی نہ چھوڑا جائے۔"

(نوٹ) کولی خاندان کے وہ گوجر جو گجرات سے پنجاب آئے ان میں میرے زمانے میں مولوی قطب الدین صاحب ایک بزرگ ہستی ہیں جو حکومت کراچی میں سرکاری ملازم ہیں

چوہان رنتھمبور کی نئی حکومت (کرانہ)

رنتھمبور کے راجہ ویر نرائن راج چوہان کو ۱۲۹۵ء جلال الدین خلجی نے صلح کے بہانے دلی بلا کر قتل کر دیا بعد ۱۲۹۹ء میں علاؤالدین خلجی نے رنتھمبور کو تباہ کر دیا۔ گوجر ہاتھوں میں تلواریں لئے نکل پڑے۔ چوہان گوجروں کی شاخ کھنیچی کا سردار کٹار وراج ایک جمعیت کے ساتھ پنجاب میں آیا اور شوالک کی پہاڑیوں کو پناہ گاہ بنا کر اس کی اولاد صدیوں بیرونی حکومتوں پر حملے کرتی رہی ویر نرائن کا چھوٹا بیٹا دیپہ راج گنگا کے کھادر میں پناہ گزیں ہوا اور ایک وسیع رقبہ پر قبضہ کر کے منڈاوشتلام کو مرکز بنایا جہاں اس کی اولاد آج تک خاص اعزازات کی مالک ہے۔ چوہانوں کی ایک شاخ دیورا کے ایک سردار نے ایک گروہ کے ساتھ پناہ لی اور "ٹپرانا" آباد کر کے اسے فوجی مرکز بنا لیا جہاں سے اس کی اولاد اکبر کے زمانہ تک دلی کے حکمرانوں کے لئے دردسر بنی رہی۔ ویر نرائن راج کا بڑا لڑکا۔۔۔ کلشہ راج پنجاب کے جنوبی علاقہ (نردک بانگر) سے گذرتا ہوا پانی پت سے دس میل دور جمنا کے بائیں کنارے کے شہر "کرانہ" پر قابض ہوا۔ سرفروشوں کی یہ جماعتیں سب جگہ "رانا" کہلائیں (رانا کے معنی رن کا متلاشی۔ جنگجو۔

کلشہ راج چوہان

کلشہ راج نے ڈنڈوکھیرہ سے لیکر شمال میں بڈولی تک اور مشرق میں کرشنا ندی، مغرب میں جمنا تک کے تمام علاقہ کو اپنے زیر نگیں کر لیا، اس علاقہ میں جتنے بھی لوگ بیرونی آباد تھے سب کو نکال دیا گیا۔ کلشہ راج چوہان کے ایک لڑکے رانا تیج راؤ چوہان کی شادی "دیوبن" (موجودہ دیوبند) کے پرمار (پنوار) راجہ رام کی لڑکی ہنبرد سے ہوئی۔ یہ دونوں خاندان مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے۔ دیوبن کا یہ خاندان بھی التمش کے زمانہ میں دھارا نگری اور اُجین سے یہاں آ کر ایک سلطنت کا بانی ہوا تھا جسمیں موجودہ روہیلکھنڈ بھی شامل تھا۔ کلشہ راج چوہان کی اولاد کلشان یا کلشانہ چوہان بھی کہلاتی ہے۔

رانا شہزا

راجہ کلشہ راج چوہان کی وفات پر اس کا بڑا بیٹا رانا شہزا علاقہ کا سردار ہوا۔ کلشہ راج کی بابت یہ مشہور ہے کہ اس نے ہمیشہ زمین پر بستر لگایا اور بجائے شہر کرانہ اس نے پنجیٹ کی بستی میں درویشانہ حالت میں دن گذارے یہ رنتھمبور واپس جانے کا عہدنامہ تھا جو کبھی پورا نہ ہوا اس کے لڑکے نے کرانہ کو ہی پایۂ تخت بنایا اور بقایا۔۔۔ بھائیوں کو تیترواڑہ اور بڈولی کی جاگیریں دے دیں۔ رانا شہزا کا ایک بھائی رانا بلج عرف

باجا قسمت آزمائی کے لئے ایک کثیر جمعیت کے ساتھ پنجاب کی طرف روانہ ہوا

رانا کمبھا رانا شہزا کے لبی اس کا لڑکا "رانا کمبھا" کرانہ کا رانا تسلیم کیا گیا۔ پنجاب کے علاقہ کوہنڈ، باپانلی اور نامنڈ کے راناؤں سے اس کے تعلقات از قسم رشتہ داری مضبوط تھے۔ ان راناؤں نے محمد تغلق کے زمانے میں دلی کی جاگیروں پر حملے شروع کئے۔ ہر چہار طرف سے دلی کی فوجوں نے ان پر یلغار کی۔ اکثر کو مطیع و زیر و زبر کیا گیا اور کرانہ کو تباہ کر دیا گیا۔

کھنڈراولی کی تعمیر کرانہ کی تباہی کے بعد رانا کمبھا نے ۱۰ اسدی پھاگن سمبت ۱۴۲۱ء دن اتوار (مطابق ۱۳۶۴ء) پرتھوی راج چوہان کے بہادر بھائی سپہ سالار کھانڈے راؤ کے نام پر "کھانڈے راؤ والی" کو آباد کیا جسے آج کھنڈراولی یا کھندراولی کہتے ہیں۔ رانا کمبھا کی وفات پر رانائی خاندان کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور اس خاندان کے لوگ ہر جگہ الگ الگ ہو کر گوریلہ لڑائی لڑنے لگے۔ رانا کے بیٹے بیبا راؤ نے بلواہ کو آباد کیا اور ٹیرا لڑکا رانا شری پال کھندراولی پر قابض رہا شری پال کا بیٹا جیند رپال تھا جس کے دو بیٹے ارسال اور ویرسال تھے۔ ویرسال از خود مسلمان ہو گیا اس کے بڑے بھائی ارسال نے اس کیلئے مسجد بنوائی یہ مسجد ۱۴۹۵ء میں تعمیر کی گئی اور آج تک موجود ہے۔

رانا دلیپ رانا دلیپ رانا ویرسال کا پوتا اور ہردیو کا بیٹا تھا یہ بھی مسلمان تھا اس نے ۱۵۲۷ء میں کانوہ کے میدان میں بابر کی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ کانوہ کی لڑائی میں پٹھان اور گوجر متحد ہو کر مغلوں سے لڑے تھے اس متحدہ فوج کا سردار رانا سانگا والئی چتوڑ تھا۔ جو گوجروں کے خاندان "سسودیہ گہلوٹ" سے تعلق رکھتا تھا۔

رانا مالھاراؤ رانا مالھاراؤ رانا دلیپ کا پوتا اور رانا کنور علی کا بیٹا تھا جس نے اپنے علاقہ سے خلجیوں کو نکال کر اپنے نام پر موضع مالھی پور آباد کیا اس کے بعد اس خاندان کے لوگ مقامی سرداروں کی حیثیت سے مغلیہ دور میں زندگی بسر کرتے رہے۔

گجرات (پنجاب) کے گوجر

پنجاب کے گوجروں کا تاریخ میں خاص مقام رہا محمد غوری کے حملہ سے لیکر اکبر کے زمانہ تک پنجاب کے بہادروں نے دادِ مردانگی دی تغلق دور میں گوجروں کا کھوکھر خاندان سوات سے بیاس تک حکومت کا بانی ہوا۔ جسمیں ۱۔ شیر کا ۲۔ شکھا (دشیخا) آدم، جسرت اور کمال کھوکھر وغیرہ ہوئے کھوکھر خاندان کا مفصل تذکرہ اس تاریخ کے حصہ سوم میں تحریر کیا جائے گا۔

مہارانا ئے چتوڑ

خاندان سیسودیہ

۱۳۰۱ء تا ۱۵۹۷ء

چتوڑ کے گہلوٹ خاندان کو علاؤالدین خلجی نے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ تباہ و برباد کر دیا تھا ہزارہا عورتیں آگ میں جل مری تھیں۔ اور معدودے چند افراد چتوڑ کا نام لیوا رہ گئے تھے۔ ان پسماندگان میں رانا کا ایک بیٹا اجے سین بھی تھا جس نے اپنے بیٹے سجن سین کو دکن کی طرف روانہ کر دیا۔ اسی سجن سین کی اولاد میں ساڑھے تین سو سال بعد شیواجی مرہٹہ پیدا ہوا چتوڑ کی تباہی و بربادی کے بعد قلعہ چتوڑ کی نگرانی علاؤالدین خلجی نے اپنے بیٹے خضر خاں کے سپرد کی۔ اہل میواڑ کی ہمتیں پست نہ ہوئی تھیں۔ انہوں نے شکست فاش کھا جانے کے باوجود کیسری لباس زیب تن کئے رکھے۔ ہر کہ و مہ اپنے وطن کی آزادی کے لئے سر بکف ہو گیا مجبور ہو کر علاؤالدین نے اپنے بیٹے خضر خاں کو واپس بلا لیا۔ اور چتوڑ کو جالور کے سردار مالدیو سونی گرا[۱] کے حوالہ کر دیا۔

---

[۱] سونی گرا خاندانِ چوہان کی ایک شاخ ہے۔

(۱) ہمیر دیو سیسودیہ

سنہ ۱۳۰۱ء تا ۱۳۶۴ء

مالدیو سلطنتِ دہلی کا ماتحت تھا۔ حالانکہ شہر چتوڑ میں ایک بھی گوجر خاندانِ گہلوٹ سے موجود نہ تھا۔ مگر گہلوٹ خاندان کے دو علاقے (۱) باگڑ (۲) سیسود ابھی تک زندہ تھے۔ علاقہ سیسود میں سیسود نام کا ایک شہر بھی تھا۔ اسی شہر میں سے ایک بہادر نوجوان نمودار ہوا جس کا نام ہمیر دیو تھا۔ ہمیر دیو گوجروں کے خاندانِ گہلوٹ سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ مگر چونکہ ان کا تعلق شہر سیسود سے تھا۔ اس لئے آئندہ اس کی اولاد چتوڑ پر قابض ہوکر سیسودیہ کہلائی

ہمیر دیو نے پے درپے مالدیو پر حملے کئے اور میواڑ کا کافی علاقہ چھین لیا۔ مگر مالدیو نے کئی سال چتوڑ کا قلعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اسی دوران اس کا انتقال ہوگیا۔ اور چتوڑ کا نگران اس کا بیٹا جے ساہ (جے سہلاتے) مقرر ہوا۔ ایک روز جب جے ساہ قلعہ سے باہر بغاوت فرو کرنے گیا ہوا تھا۔ ہمیر دیو نے چتوڑ پر ہلہ بول کر قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اور جے ساہ کو دلّی بھاگنے پر مجبور کردیا۔ اس سے پہلے کہ دلّی سے نئی افواج آئیں۔ ہمیر دیو نے آس پاس کے تمام راجاؤں کو مغلوب کرلیا۔ بھیل راجہ سے حلوار کا علاقہ فتح کیا گیا۔ گوالیار، چندیری، رائے سین اور کالپی وغیرہ کے تمام سرداروں کو چتوڑ کے ماتحت کرلیا گیا۔ پہلے یہ تمام راجگان دلّی کے ماتحت تھے۔

علاؤالدین خلجی نے ایک لاتعداد لشکر چتوڑ بھیجا۔ مگر بہادر گوجروں نے چتوڑ کی تباہی کا انتقام اس لشکر سے لڑکر کھلے میدان میں لیا۔ شاہی فوج کو شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ تمام میواڑ اُن کے تعاقب میں لگ گیا۔ صرف چند نفوس اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے اسی دوران علاؤالدین کا انتقال ہوگیا۔ دلّی میں خانگی غلاموں کے ہاتھوں علاؤالدین کا گھر تباہ ہوا اور ہمیر دیو نے اپنی طاقت کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ جب محمود خلجی بذاتِ خود لشکر لے کر آیا۔ تو ہمیر نے اُسے شکست دے کر قید کرلیا۔ بادشاہ دلّی نے رنتھمبورہ ناگور، سولساپور کے علاقے۔ ایک سو ہاتھی، اور پچاس لاکھ روپیہ کی رقم دے کر رہائی پائی۔

ہمیر دیو نے قلعہ چتوڑ کی مرمت کرائی۔ تمام عوام کو سربکف رہنے کی تلقین کی گئی۔ تمام علاقہ میں متعدد قلعہ جات تعمیر کئے گئے۔ ہمیر دیو نے پورے چونسٹھ سال لڑائیوں میں گزارے۔ مگر جب اس کا انتقال ۱۳۶۴ء میں ہوا۔ میواڑ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن چکا تھا۔ چونکہ چتوڑ کا قدیم

شاہی خاندان نیست و نابود ہو چکا تھا۔ اس لئے بوندی، چندیری اور گوالیار دسیکری کے راجگان نے اب سیسودیہ خاندان کو ہی اپنا رہبر تسلیم کر لیا۔

رانا کشیتر سین

۱۳۶۴ء تا ۱۳۸۲ء

ہمیر دیو کے بعد اس کا بیٹا کشیتر سین چتوڑ کے تخت پر بیٹھا۔ کشیتر سین اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلا۔ اس نے تمام دیہات میں تلوار کی لڑائی کے فن کو رواج دیا۔ گڈریے، تیلی تنبولی وغیرہ بہادر سپاہی بن گئے۔ ہر شہر میں قلعہ تعمیر کیا گیا۔ راجہ نے اپنے قوتِ بازو سے اجمیر، جہاج پور، اور منڈل گڑھ فتح کئے۔ اٹھارہ سال کامیاب حکمرانی کر کے راجہ کشیتر سین پال کا انتقال ۱۳۸۲ء میں ہوا۔

رانا لاکھا سین

۱۳۸۲ء تا ۱۳۹۷ء

رانا لاکھا سین نے میواڑ کی صنعت و حرفت کو ترقی دی۔ ٹین اور چاندی کی کانوں کی تلاش کی گئی۔ اور ان معدنیات سے کماحقہ، فائدہ اُٹھایا گیا۔ میواڑ میں خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔ مگر دلی کے بادشاہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ اس ملک کے باشندے خوشحالی میں زندگی بسر کریں۔ اس لئے میواڑ پر تغلق شاہی فوجوں نے حملہ کیا۔ بید نور کے مقام پر خونریز لڑائی ہوئی۔ شاہی فوجیں شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ شہر "گیا" ایک متبرک مقام سمجھا جاتا تھا۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں اس شہر کے مندروں کو مسمار کیا گیا تھا۔ قدیم عمارتیں تہ و بالا کر دی گئیں تھیں۔ حالانکہ یہ شہر میواڑ سے صدہا میل کے فاصلہ پر تھا۔ مگر لاکھا سین نے اُسے انسانیت کے لئے چیلنج تصور کیا۔ وہ چیدہ چیدہ بہادروں کو لے کر "گیا" پہنچا۔ معرکہ کارزار میں اپنی جان، جانِ آفرین کے سپرد کی۔

رانا موکل

۱۳۹۸ء تا ۱۴۳۳ء

رانا موکل سابق رانا لاکھا سین کا بیٹا اور رانا کشیتر سین کا پوتا تھا۔ یہ بھی اپنے آبا و اجداد

کی طرح بہادر اور نہ لیڈر نکلا۔ اس کے ابتدائی ایام میں تیمور نے دلی کو تہ وبالا کیا۔ خلجی بادشاہ دلی سے بھاگ نکلا۔ اس نے دلی کی حکومت کھو کر چاہا کہ میواڑ پر قبضہ کر لے۔ مگر رانا موکل نے نہ صرف اُسے شکست دے کر میواڑ سے نکال دیا۔ بلکہ آگے بڑھ کر اجمیر کا علاقہ بھی خلجیوں سے چھین کر میواڑ میں شامل کر لیا۔

رانا کُمبھا

۱۴۳۳ تا ۱۴۶۹ء

رانا کمبھا کے زمانے میں گجرات اور مالوہ کی دو مسلم حکومتیں زبردست طاقت کی مالک تھیں۔ مالوہ پر ایک وزیر محمود خلجی نے اپنے آقا غزنین خاں غوری کو قتل کر کے قبضہ کر لیا۔ محمود خلجی ایک نہایت جری و بہادر حکمران تھا۔ اس نے گجرات کے مسلم سلاطین کو ان کے علاقہ میں محدود کر دیا۔ مشرق کی طرف اس نے بندھیل کھنڈ تک علاقہ کو وسعت دی۔ جنوب میں اس کی حدود کوہ ست پڑا تک تھیں۔ دکن کی بہمنی مسلم حکومتیں اُس سے خائف تھیں۔ اتنی بڑی طاقت کا مالک ہو چکنے کے بعد اب اس نے اپنا رخ شمال کی طرف کیا۔ فارسی تواریخ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اُس نے چتوڑ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے تمام زندگی وقف کر دی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

خلجی کا پہلا حملہ:۔ محمود خلجی نے کوملمیر پر حملہ کیا۔ راستہ میں جو شخص ملا۔ اُسے گرفتار کیا گیا۔ اور قتل کر دیا گیا۔ قلعہ کا نگراں کا محافظ رانا کمبھا کی طرف سے دیپا رائے تھا۔ جو اس عظیم لشکر کو دیکھ کر قلعہ بند ہو گیا۔ مالوہ کی فوجوں نے تمام شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ تمام مندر توڑ دیئے گئے۔ پورے ایک ہفتہ کی غارت گری کے بعد شہر میں ایک شخص نہ بچا۔ ایک مندر جو سب سے مشہور تھا۔ اُسے آگ دے دی گئی۔ پھر پانی چھڑکا گیا جس کی وجہ سے عمارت پاش پاش ہو کر منہدم ہو گئی۔ مورتیوں کو قصابوں کے حوالے کیا گیا۔ تاکہ انہیں توڑ کر اُن کے پتھروں کے باٹ (وزن) بنائیں۔ اور ترازو میں رکھ کر ان سے گوشت تولا کریں۔ جو لوگ قید ہوئے اُن کے منہ میں مورتیوں کا چونہ بھر دیا گیا۔ تاکہ وہ اپنے معبودوں کو کھائیں۔ آخر قلعہ فتح ہو گیا۔ اہل قلعہ کو تہ تیغ کر کے محمود خلجی نے واپس اپنے دارالخلافہ مانڈو کا رخ کیا۔

خلجی کا دوسرا حملہ:۔ اگلے سال برسات ختم ہوتے ہی خلجی نے پھر میواڑ کا رخ کیا۔ اور سیدھا چتوڑ کی طرف چلا۔ رانا کمبھا دس ہزار سوار اور چھ ہزار پیادے لے کر راستہ میں ہی آٹکرایا۔

سیدانِ کارزار میں خلجی کو شکست ہوئی۔ اور اس نے مالوہ کی طرف کوچ کیا۔ جوں ہی شام ہوئی اور اندھیرا ہوا۔ محمود خلجی نے چپکے سے آ کر رانا کمبھا کی فوج پر حملہ کر دیا۔ جو زخمیوں کی مرہم پٹی میں لگے ہوئے تھے۔ رانا کی فوج بھاگ نکلی۔ خلجی فتح کے شادیانے بجاتا ہوا واپس مالوہ کی طرف چلا۔ اور میدان جنگ سے بیس میل دور آ کر قیام کیا۔ اُسی رات رانا کمبھا نے اپنی فوج کو حملہ آور فوج کے پیچھے لگایا۔ آدھی رات ڈھل چکی تھی۔ کہ مالوی فوج پر میواڑی فوج ٹوٹ پڑی محمود خلجی بمشکل تمام اپنی جان بچا کر بھاگا۔

خلجی کا تیسرا حملہ :- محمود خلجی ایک جنگجو شخص تھا۔ وہ اپنے زمانے میں ہندوستان میں سب سے طاقتور بادشاہ تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سلطان الشرق محمود شرقی کو مجبور کیا کہ وہ اس کے ایک ماتحت نصیر خاں کو راٹھ اور مہوبہ کے علاقے سونپ دے۔ مشرق میں اتنی دور تک فتوحات حاصل کر کے دو سال بعد اس نے پھر میواڑ کے شہر منڈل گڑھ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ جب اس حملہ کی خبر چتوڑ پہنچی۔ رانا کمبھا لشکر لے کر منڈل گڑھ پہونچا۔ تمام دن لڑائی ہوئی مگر جنگ کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ تمام رات دونوں فوجیں جاگتی رہیں۔ کیونکہ ہر فریق کو شبخون کا خدشہ تھا۔ اگلے روز صلح ہو گئی۔ ہر فریق اپنی فتح کے شادیانہ بجاتا ہوا اپنے اپنے گھر کی طرف چلا۔

محمود خلجی نے واپسی پر قلعہ کوٹھ اور بیانہ کے راجاؤں کو شکست دے کر تحائف وصول کئے۔ پھر چینپانیر کے راجہ گنگ داس کی مدد کے واسطے گجرات پر حملہ کیا۔ محمد شاہ والئی گجرات نے لشکر کشی کی۔ جب تک گجراتی لشکر مقابلہ کو آیا۔ محمود خلجی نے گجرات کو جی بھر کر لوٹا۔ مگر قطب الدین بن محمد شاہ نے بھیلوں کی مدد سے اُسے شکست دے کر گجرات سے نکال دیا۔

خلجی کا میواڑ پر چوتھا حملہ :- محمود خلجی نے اب قطب شاہ والئی گجرات سے اس امر پر صلح کی۔ کہ دونوں مل کر میواڑ کو ختم کر دیں۔ طے پایا۔ کہ محمود خلجی میوات اور اجمیر پر حملہ کرے۔ اُسی وقت قطب شاہ مغرب کی طرف سے میواڑ پر حملہ آور ہو۔

رانا کمبھا نے ایدر کے علاقہ پر گجرات کا حق تسلیم کر کے محمود خلجی سے مقابلہ کی ٹھانی۔ جب تک اُس کا لشکر مشرق کی طرف بڑھے۔ تب تک خلجی نے مہوتی، ہروتی اور اجمیر پر قبضہ کر لیا علاقہ کو تباہ و برباد کر کے اور لوٹ کا مال لے کر منڈو چلا گیا۔ اور تینوں جگہ اپنے صوبیدار مقرر کر گیا۔ واپسی پر ہزارہا عورت اور بچے لونڈی غلام بنا کر ہمراہ لے گیا۔ رانا کمبھا نے سر دو شہ

ہرنوتی، مہوتی اور اجمیر وغیرہ مقامات کو دوبارہ فتح کر لیا۔

پانچواں حملہ محمود خلجی نے کچھ عرصہ بعد شہزادہ غیاث الدین کو رنتھمبور پر حملہ کے لئے بھیجا۔ اور بذاتِ خود مندور پر حملہ آور ہوا۔ رانا کمبھا نے بیک وقت دونوں مقامات پر فتوحات حاصل کیں۔

چھٹا حملہ

۔ اجمیر کا حاکم گجادھر تھا۔ گجادھر کو اس سازش کا پتہ نہ چل سکا۔ کہ وہ لوگ جو اس کی حکومت میں رہ رہے ہیں۔ غداری کر رہے ہیں۔ اور ان کی نظریں دور دور علاقوں کے حکمرانوں کو اپنا ملجا و ماوی سمجھتی ہیں۔ عالم بےخبری میں اُس پر حملہ ہوا۔ گجادھر معرکۂ کارزار میں مارا گیا۔ اجمیر میں ہندوؤں کا قتلِ عام کیا گیا۔ اُن کے مکانات اور محلات مسمار کر دیئے گئے۔

ساتواں حملہ اجمیر سے واپسی پر محمود خلجی نے منڈل گڑھ پر حملہ کر کے آناً فاناً میں آبادی کا نام و نشان مٹا دیا۔ یہاں تک کہ تمام باغات اور درخت اُجاڑ دیئے گئے۔ کھیتوں میں آگ لگا دی گئی۔ عوام بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ جب پیاس سے مرنے لگے۔ تو دس لاکھ تنکہ (سکہ) دے کر جان کی امان مانگ لی۔

فیصلہ کن جنگ

المختصر ہر سال، ہر ماہ اور ہر ہفتہ محمود خلجی میواڑ کے کسی نہ کسی علاقہ اور شہر پر حملے کرتا رہا۔ اُس نے بوندی کے راجہ، ڈونگر پور کے راجہ شیام داس، جاج نگر کے حکمران وغیرہ وغیرہ پر اچانک حملے کر کے خوب رقم اکٹھی کی۔ یہ سب راجگان دراصل میواڑ کی حکومت کے صوبیدار تھے آخر لٹ پٹ کر رانا کمبھا کی سمجھ میں بڑی مدت کے بعد یہ بات آئی۔ کہ جو شخص اپنے گھر کو اُجاڑنے آتے رہتے ہیں۔ اُس کا گھر بھی ساتھ ہی اجاڑ دیا جائے چنانچہ اُس نے تمام قلعوں کو خالی کرا لیا۔ اور قلعداروں کو حکم دیا کہ سب کے سب مالوہ پر چڑھ دوڑو۔ دیا دھرم (رحم اور مذہب) کی پرواہ نہ کرو۔ دیا دھرم نے ہمارا بیڑہ غرق کرایا ہے۔ ہم دھرم مانتے ہیں۔ لوگ ہمارے ملک کو لوٹتے ہیں۔ چنانچہ میواڑ کے تمام بہادر مالوہ پر حملہ آور ہوئے۔ خلجی سردار

نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کہیں فتح ہوئی۔ کہیں شکست، مگر مالوہ کے حکمران کو تباہی کا پتہ چل گیا۔ آخر میواڑیوں نے مالوہ کے دارالخلافہ منڈو پر آخری حملہ کیا محمود خلجی قلعہ میں محصور ہو گیا میواڑیوں نے مالوہ کے سرداروں سے اپنی سابقہ رقم واپس وصول کیں۔ اور محمود خلجی کو اسی طرح قلعہ بند چھوڑ کر واپس آ گئے۔ رانا کمبھا نے اس فتح کی یاد میں ایک اسٹمبھ (فتح کا مینار) تعمیر کرایا۔ جو آج تک چتوڑ کے قلعہ میں پہاڑی کے اوپر تیس چالیس میل دور سے نظر آتا ہے۔

محمود خلجی نے بھی اس خوشی میں کہ "جان بچی لاکھوں پائے" منڈو میں ایک مینار تعمیر کرایا۔ مگر پھر محمود کو تمام زندگی میواڑ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔[1]

اس میں شک نہیں۔ کہ رانا کمبھا نے جن حالات میں اپنی حکومت کو آنچ نہ آنے دی۔ اس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے مغرب اور شمال مغرب میں سلاطینِ گجرات اس کے جانی دشمن تھے۔ رکن کی طرف مالوہ کا زبردست حکمران اس کا حریف تھا۔ اور مشرقی و شمال میں اس کی حکومت بادشاہانِ دلی کے علاقوں سے ملتی تھی۔ اس کے دشمنوں نے ہمیشہ میواڑ کو مٹانے کے لیے ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔ مگر رانا کمبھا ایک مضبوط چٹان ثابت ہوا جسے کوئی جنبش نہ دے سکا۔

رانا کمبھا نے ہر طرف کے دشمنوں کو مغلوب کر کے میواڑ کو مزید استحکام بخشا۔ اس نے اپنے دور میں بتیس ۳۲ قلعے تعمیر کرائے۔ رانا نے میواڑ میں اضافہ تو کیا۔ مگر ایک انچ زمین پر کسی غیر کا قبضہ نہ ہونے دیا۔

رانا کمبھا مشہور شاعر تھا۔ وہ علماً و فضلا کا قدردان تھا۔ اس نے فارسی زبان میں شاعری کی کوشش میں اپنے یہاں فارسی داں وظیفہ خوار رکھے۔ رانا کمبھا کی خدا رسیدہ رانی میرا بائی وہ مشہور ہستی ہے۔ جو اپنے زمانہ کی قابل عورت تھی۔ رانی اعلیٰ درجہ کی شاعرہ تھی اس کا دیوان آج تک موجود ہے۔ اس کے اشعار آج تک ہندی شاعروں سے خراجِ تحسین لیتے ہیں۔

---

[1] نوٹ نمبر! تاریخ گجر گوجر صفحہ ۱۵۶ پر جناب چودھری اکبر خان صاحب نے تحریر کیا ہے۔ کہ رانا کمبھا نے محمود خلجی اور والئی گجرات کو مشترکہ طور پر بمقام جھنجنو شکست دی اور محمود خلجی کو گرفتار کر کے چتوڑ لے گیا۔ اور کشتریوں کی شان کے مطابق اسے دوست بنا کر چھوڑ دیا۔ مگر اس کی تصدیق فارسی تواریخ سے نہیں ہوتی۔ مولف اس ضمن میں خیال ہے۔ چودھری صاحب مذکور نے محمود خلجی بانی خلجی حکومت مالوہ کو محمود بن ناصر الدین خلجی سمجھ لیا ہے جسے رانا سانگا نے گرفتار کیا تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔ یہ واقعہ بمطابق فارسی مورخین ہے۔ (مولف)

رانا کمبھا کو اس کے بڑے لڑکے اودے نے قتل کر دیا۔ تاکہ میواڑ کی حکومت اُسے جلد سے جلد مل جائے۔

رانا اودے

۱۴۶۹ء تا ۱۴۷۴ء

رانا اودے سے اس کے ناقابلِ معافی جرم کی وجہ سے تمام درباری اور ارکینِ سلطنت نفرت کرتے تھے۔ عوام وخواص اُسے تخت سے اُتارنے کے درپے تھے۔ رانا اودے نے سرداروں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے آبو، اجمیر، سانبھر اور دیگر علاقہ جات کو آزاد و خود مختار تسلیم کر لیا مگر یہ آزاد سردار بھی اُس کے کچھ کام نہ آسکے۔ پانچ سال بعد اُس کے چھوٹے بھائی رائے مل نے سلطنت کی گدی پر قبضہ کر لیا۔ اور رانا اودے کو ایک بھی ہمدرد میسر نہ آسکا۔ انہیں دنوں ایک بعد وہ دیوان خانہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ بجلی گرنے سے ہلاک ہو گیا۔

رانا رائے مل

۱۴۷۸ء تا ۱۵۰۹ء

رانا رائے مل نے تختِ سلطنت پر متمکن ہوتے ہی دلّی کی لودھی حکومت کی طرف توجہ دی۔ کیونکہ افغان میوات کی طرف سے میواڑ میں داخلہ کی کوشش کرتے تھے۔ مشرقی حدود کو مضبوط کر کے اُس نے مالوہ کی طرف دھیان دیا۔ اس کے زمانہ میں منڈو کا حکمران غیاث الدین خلجی تھا جسے رائے مل نے متعدد معرکوں میں شکست دی۔ آخر کار خلجی نے رائے مل سے صلح کر لی۔ اکتیس سال کامیاب حکمرانی کر کے آخر رانا رائے مل کا انتقال ۱۵۰۹ء میں ہوا۔

مہارانا سنگرام سنگھ المعروف بہ مہارانا سانگا

۱۵۰۹ء تا ۱۵۳۰ء

۱۵۰۹ء میں جب رانا رائے مل کا انتقال ہوا۔ تو اس کا چھوٹا بیٹا سنگرام سنگھ تخت نشین ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ قابل اور دلیر تھا۔ اس تخت نشینی پر بعد میں رانا سانگا کے بھائی پرتھی راج نے اعتراض اُٹھایا تھا جھگڑے کے بعد طے پایا۔ کہ پرتھی راج کو علیحدہ جاگیر دے دی جائے۔ مہارانا

سانگا نے میواڑ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا اور میواڑیوں کی آزادی کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کا سبق دیا۔

مہارانا سانگا نے اپنے ابتدائی ایام میں تمام چھوٹے چھوٹے خود سر راجگان کو مطیع و فرمانبردار کر کے شمشی جھنڈے کے نیچے یکجا و متحد کیا۔ میواڑ کی حدود مغرب میں سندھ تک جا پہونچیں اور شرق میں میوات کے حکمران اس سے خائف رہنے لگے۔ میواڑ کے قدیمی دشمن گجرات اور مالوہ کے بادشاہ تھے۔ مشرق و شمال اور مغرب کی طرف سے فارغ ہوتے ہی مہارانا سانگا نے مالوہ کا رخ کیا۔

مالوہ پر ان دنوں محمود خلجی بن ناصر الدین خلجی کی حکومت تھی۔ چندیری، کاکرون، بھیلسہ آسیر وغیرہ کے راجگان اُس کے ماتحت تھے۔ محمود خلجی کے خلاف جب مسلمان سرداروں نے شورش برپا کی۔ تو اُس نے چندیری کے راجہ میدنی رائے کو وزارت کے عہدے پر مامور کر کے ان تمام سرداروں کی سرکوبی کرائی۔ یہ تمام سردار دلی اور احمد آباد پہونچے اور وہاں کے مسلمان بادشاہوں کو مذہب کے نام پر یہ کہہ کر اُبھارا کہ محمود خلجی مسلمان سرداروں کو ہندو سپاہیوں سے تہ تیغ کراتا ہے۔ دلی کا حاکم سکندر لودھی گوجروں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے میدنی رائے کی جاگیر چندیری کو تہ و بالا کر دیا۔ میدنی رائے نے بھاگ کر رانا سانگا کے یہاں پناہ لی۔

سکندر لودھی نے اب مالوہ کو فتح کرنے کی ٹھانی۔ حالانکہ مالوہ کا حکمران مسلمان تھا۔ (مگر یہ تو ملک گیری ہے) جب محمود خلجی کو یقین ہو گیا۔ کہ مالوہ مفتوح ہو جائے گا۔ تو اُس نے اپنے وفادار رانا میدنی رائے کو چتوڑ سے بلایا۔ میدنی رائے رانا سانگا کی فوجوں کو لے کر پہونچا۔ معرکہ کارزار میں میدنی رائے، مہارانا سانگا اور محمود خلجی نے مشترکہ طور سے سکندر لودھی کو شکست دے کر مالوہ سے نکال دیا۔ مہارانا سانگا تو واپس چتوڑ چلا آیا۔ مگر محمود خلجی کے سر پر میدنی رائے کے احسان کا بوجھ بھاری ہو گیا۔ اور وہ دن رات اُس کی قوت کچلنے کی فکر میں رہنے لگا۔ ایک روز جب محمود اور میدنی رائے دونوں ایک ساتھ شکار کھیل کر ایک دوسرے سے جُدا ہوئے۔ تو محمود خلجی نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ کہ راستے میں میدنی رائے کو قتل کر دیں۔ خلجی سردار آگے بڑھ کر جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جوں ہی میدنی رائے ان کے نزدیک سے گذرا۔ سب نے مل کر اس پر حملہ کر دیا۔ میدنی رائے کا ساتھی سالباہن مارا گیا۔ میدنی رائے کو بھی مہلک زخم آئے۔ مگر چونکہ ابھی سانس چل رہا تھا۔ اُس کے ساتھی اس کی لاش اُٹھا کر شہر میں لائے

اور اُسے دوا پلا کر اس کے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ خوش قسمتی سے اس کی جان بچ گئی۔ سالباہن کے رشتہ داروں نے محمود کے محل پر حملہ کیا۔ مگر پسپا ہو کر واپس آئے جب میدنی رائے کو صحیح واقعات کا علم ہوا۔ تو اُس نے بادشاہ کو کہلا کر بھیجا۔ کہ میں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا۔ کہ آپ سے غداری کر کے آپ کے خلاف کھڑا ہوں۔ حالانکہ بادشاہ کو علم ہے کہ میرے لئے منڈو پر قبضہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ میری جان محض اس وجہ سے بچ گئی ہے۔ کہ میرے دل میں اپنے ولی نعمت کی وفاداری کبھی کم نہ ہوئی تھی۔[۱]

میدنی رائے کی طرف سے محمود خلجی کا دل صاف ہو گیا۔ اور اس نے حسب سابق اُسے دربار میں وزارت کا عہدہ دے دیا۔ میدنی رائے نے بادشاہ کے پاس اس مضمون کی چٹھی بھیجی۔ کہ بہت سے درباری میری جان کے مخالف ہیں۔ میں دربار میں اُسی وقت آسکتا ہوں۔ جبکہ میرے محافظوں کو بھی دربار میں آنے کی اجازت ہو۔ محمود خلجی نے اس امر پر رضامندی ظاہر کر دی۔ چنانچہ میدنی رائے ہمیشہ اپنے ہمراہ پانچ سو بہادر اور کڑیل گوجر نوجوان رکھنے لگا۔

جب ان جوانوں کا آنا جانا شروع ہوا۔ تو حرم کی بہت سی عورتیں ان کے دام محبت میں گرفتار ہو گئیں۔ خلجیوں کو ان مستورات پر غصہ آیا۔ مگر بہت سی عورتیں اعلانیہ گوجروں کے گھروں میں آگئیں۔ محمود خلجی نے میدنی رائے کو کہلا بھیجا۔ کہ وہ منڈو چھوڑ کر چلا جائے۔ جو شخص پرچہ لے کر میدنی رائے کے پاس آیا تھا۔ اُس نے واپس جا کر بادشاہ کو بھڑکایا۔ کہ تمام گوجر آج ہی رات کو شہر پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ خبر سُن کر محمود خلجی کانپ گیا۔ اپنے گھر کی تمام مسلم عورتوں کو تو منڈو میں چھوڑ دیا۔ مگر اپنی ایک ہندو محبوبہ رانی کنیا کو لے کر گجرات کے بادشاہ مظفر شاہ کے پاس احمد آباد راتوں رات چلا گیا۔ صبح سویرے میدنی رائے نے قلعہ اور محلسرا پر قبضہ کر کے عورتوں کو کہا۔ کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں چلی جائیں۔

---

[۱] محمد قاسم مورخ لکھتا ہے کہ میدنی رائے نے یہ بات اس لئے کہی تھی۔ کہ وہ جانتا تھا۔ مالوہ پر قبضہ کرنا آسان تو ہے مگر اس پر قابو رکھنا محال ہے کیونکہ اس پاس کے مسلمان حکمران محمود خلجی کی مدد کرتے۔

[۲] منڈو کے محل سرا میں اُس وقت صرف نچنے گانے والی ترک لونڈیوں کی تعداد پانچ سو تھی جنہیں غیاث الدین خلجی نے اکٹھا کیا تھا۔ واضح ہے۔ منڈو کے بادشاہ ہزاروں عورتیں حرم سرا میں رکھتے تھے۔

میدنی رائے نے منڈو پر قبضہ کر کے اُسے اپنے بیٹے سنھو رائے کے سپرد کیا۔ اور خود منظور شاہ کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے مہارانا سانگا کے پاس کمک حاصل کرنے کے لئے پہنچا مگر رانا سانگا نے مالوہ کے معاملات میں دخل دینا مناسب نہ سمجھا۔ اُدھر سلطان مظفر شاہ والئی گجرات ایک عظیم لشکر کے ساتھ مالوہ پر حملہ آور ہوا۔ مالوہ کی منتشر فوجیں بھی اُس سے آ کر مل گئیں۔ اب گجرات اور مالوہ کی متحدہ فوجیں دھار کی طرف بڑھیں۔ آناً فاناً میں شہر کو فتح کیا۔ اس کے بعد فوجیں منڈو کے اطراف میں پہنچیں۔ سنھو رائے نے کھلے میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر چندیری کی طرف بھاگ گیا۔ دونوں فوجوں نے کاکردن اوراتی بھیلہ اور سارنگ پور کے گوجروں کو تہ و بالا کر دیا۔ حالانکہ یہ تمام جاگیر دار میدنی رائے کے مخالف تھے۔ لیکن ان کو محض اس بنا پر قتل کیا گیا۔ کہ یہ "کافر" تھے۔ اور گجرات کے سلاطین نے کافروں کو تہ تیغ کرنے میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔

اپنی قوم کا قتل عام دیکھ کر رانا سانگا نے اب یہی مناسب سمجھا۔ کہ فتح ہو یا شکست، مگر خاموش بیٹھنا ٹھیک نہیں۔

منڈو کی جنگ

مہارانا سانگا پچاس ہزار بہادروں کا لشکر ہمراہ لے کر مالوہ میں داخل ہوا۔ اُس کی آمد کی خبر پاکے ہی گجرات اور مالوہ کی فوجوں نے بھی نقارۂ جنگ پر چوب لگائی۔ دونوں فوجوں نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر آمنے سامنے ہوتے ہی تلواریں نیام سے نکال لیں۔ تھوڑی ہی دیر میں مہارانا سانگا کی فوجوں نے اتحادیوں کے بتیس ہزار آدمی تہ تیغ کر دیئے۔ دشمنوں کی فوجیں شکست کھا کر گجرات احمد آباد کا رخ کیا۔ اور مالوی فوجوں نے منڈو کے قلعہ میں بھاگ کر پناہ لینی چاہی۔ مگر بہادر گوجروں نے اُن کا تعاقب کر کے اُن کا راستہ روک لیا۔ دوبارہ پھر لڑائی شروع ہوئی۔ مگر شکست خوردہ مالوی فوج کے پیر نہ جم سکے۔ محمود خلجی زندہ گرفتار ہوا۔

کھشتریوں کی شان

مہارانا سانگا نے حکم دیا۔ کہ محمود خلجی کو زخمی ہونے کی وجہ سے پالکی میں سوار کیا جائے۔ محمود خلجی کو پالکی میں سوار کرا کے اپنے ہمراہ لے کر مہارانا سانگا قلعہ منڈو میں داخل ہوا۔ بادشاہ کے زخموں کی مرہم پٹی کرائی گئی۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ محمود خلجی تندرست ہو گیا۔ ایک روز دربارِ عام منعقد کیا گیا۔ مہارانا سانگا

نے اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے سر پر مالوہ کا تاج رکھا۔ بادشاہ نے وہ تاج خود مہارانا سانگا کے قدموں میں پیش کیا۔ مگر مہارانا سانگا نے اُسے قبول نہ کرکے بادشاہ کی کمر میں اپنے ہاتھ سے تلوار باندھی۔ اور مالوہ کی حکومت اُسے سپرد کرکے واپس چتوڑ چلا آیا۔

گجرات سے جنگ ایدر کا علاقہ گجرات کے ماتحت تھا۔ جب ایدر کا راجہ انتقال کر گیا۔ تو تخت نشینی پر جھگڑا ہوا۔ تخت کے دعویدار بھارا مل اور رائے مل تھے رائے مل رانا سانگا کا داماد تھا۔ اس لئے اُس نے رانا سانگا کے بل بوتے پر تخت نشینی کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ اصلی حقدار بھارا مل تھا۔ گجرات کا بادشاہ خلیل شاہ المعروف بہ مظفر شاہ تھا۔ اُس نے اپنے سپہ سالار ایاز کو فوج دے کر بھیجا۔ میواڑ سے رانا سانگا کی فوجیں روانہ ہوئیں۔ مالوہ کا ایک شہزادہ بھی گجراتی فوجوں میں آملا۔ مہارانا نے دونوں مشترکہ فوجوں کو شکست دی۔ ایاز نے عاجزی سے صلحنامہ پیش کیا۔ آخر اس امر پر صلح ہوئی۔ کہ ایدر کا حق بھارا مل کو دیا جائے۔ مگر رائے مل کو وزیر اعظم بنا کر دو لاکھ روپیہ سال دیئے جائیں۔ مہارانا نے تاوانِ جنگ کے طور پر میواڑ سے ملحقہ چند پرگنے حاصل کئے۔

اس صلح نامہ کو پہلے تو مظفر شاہ نے اپنی توہین سمجھا۔ مگر ایاز کے سمجھانے بجھانے سے دوبارہ جنگ نہ ہوئی۔ جب مہارانا سانگا کا بیٹا حدود کے تعین کے لئے آیا۔ تو مظفر شاہ نے دو مرتبہ خلعت دی اور نہایت ہی عزت و احترام سے پیش آیا۔

والئی دہلی سے جنگ مہارانا سانگا نے امبر، گوالیار اور کالپی وغیرہ کو فتح کیا۔ یہ سب راجگان دلی کی ماتحتی کا دم بھرتے تھے۔ دلی کے بادشاہ ابراہیم لودھی نے ایک عظیم لشکر مہارانا کے مقابلہ کو بھیجا۔

(۱) بکرول کی لڑائی بمقام بکرول دلی کی فوجیں اور میواڑ کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ دونوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

شاہی فوجیں شکست کھا کر میدان سے بھاگ نکلیں۔ رانا نے آگے بڑھ کر میوات کے ایک وسیع رقبہ پر قبضہ کر لیا۔

(۲) گھٹولی کا معرکہ

اگلے سال ابراہیم لودھی بذاتِ خود ایک لشکر جرار لے کر میوات کی طرف سے سلطنتِ میواڑ پر حملہ آور ہوا۔ مہارانا سانگا بہادروں کا لشکر لے کر مقابلہ کو آیا۔ گھٹولی کے مقام پر خونریز لڑائی ہوئی۔ جس میں ابراہیم لودھی کو شکست فاش ہوئی۔ دلّی کی فوجوں کے بہت سے سپہ سالار مارے گئے۔ اور ایک شہزادہ بھی گرفتار ہو گیا۔ جسے رانا نے کچھ دن بعد رہا کر کے شجاعت کا ثبوت دیا۔

بابر سے مقابلہ

کانوہ کی جنگ

۲۱ اپریل ۱۵۲۶ء کو بابر نے پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی والئ دہلی کو شکست دی۔ اور پٹھان حکومت کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ تمام ملک میں نئے حملہ آوروں کے آنے سے خوف و ہراس پھیل گیا۔ سابقہ شاہزادے، سردار، جاگیردار اور راجے اِدھر اُدھر جتھے بنانے میں مشغول ہوئے۔ شاہ سکندر لودھی کا بیٹا محمود خاں لودھی دس ہزار پٹھانوں کو لے کر رانا سانگا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس زمانہ میں دلّی کی حکومت کے بعد رانا سانگا کی ہی طاقت اس قابل تھی۔ جو مغلوں کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ حسن خاں میواتی بھی ایک لاؤ لشکر کے ساتھ رانا سانگا سے آ کر مل گیا۔ اپنے ملک کو نئے حملہ آوروں سے بچانے کے لئے بہادروں نے آگرہ کا رخ کیا۔ رانا کی فوج میں چندیری کا راجہ میدنی رائے، ڈونگر پور کا راجہ راول اُدے سنگھ نیز بھیلسہ اور گوالیار وغیرہ کے راول اور راوت شامل تھے۔

تو زکِ بابری میں بابر نے مخالف فوج کی تعداد دو لاکھ ایک ہزار لکھی ہے مگر طبقاتِ اکبری میں اسی تعداد کو ایک لاکھ بیس ہزار سوار تحریر کیا ہے۔ بابر نے اپنی فوج کو پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کے مقابلہ میں صرف بارہ ہزار تحریر کیا ہے

فارسی مورخوں نے کانوہ کے میدان میں بابر کی فوج کو بیس ہزار تحریر کیا ہے۔

راقم گوجر کہتا ہے۔ کہ

"یہ اعداد و شمار بالکل غلط ہیں۔ ان میں مخالف فوج کی تعداد زیادہ بتا کر اور اپنی تعداد کم دکھا کر اپنی بہادری کا راگ الاپا گیا ہے۔ جب تیمور صرف لوٹ مار کرنے ہندوستان آیا تھا۔ تو اس کے ساتھ اسی ہزار آدمیوں کا لشکر تھا۔ جب بابر ہندوستان میں حکومت قائم کرنے آیا۔ تو اس کی فوج کی تعداد کسی طرح بھی لاکھ سوا لاکھ سے کم نہیں ہو سکتی۔ ہو سکتا ہے۔ بابر کی فوج میں اس کے خاندانی مغلوں کی تعداد بارہ ہزار ہو۔ مگر اس کے علاوہ دولت خاں لودھی کا بیٹا بھی معہ فوج اس کے ساتھ پانی پت کی لڑائی میں شامل تھا۔ اور جب کانوہ کی لڑائی ہوئی۔ اس لکھوکھا کی فوج میں بہت سے لالچی، قدیمی سردار مثلاً علاؤالدین کے بیٹے کمال خاں اور جلال خاں وشیر علی خاں قرلی و نیز بیانہ کا حاکم نظام خاں، بدایوں کے علاقہ کے تمام شیخ و سید مثلاً شیخ جی گھورن وغیرہم شامل ہو چکے تھے جنہیں بابر نے پانی پت کی لڑائی کے بعد ان کی جاگیروں پر حسب سابقہ قائم رکھا تھا۔"

جب بابر نے رانا سانگا، محمود خاں لودھی اور حسن خاں میواتی کی متحدہ فوجوں کی آمد کا حال سنا۔ تو اس نے اپنے اتحادیوں کو لے کر آگرہ سے مغرب کا رخ کیا۔ ایک منجم محمد شریف نے پیش گوئی کی۔ کہ اس جنگ میں بابر کو شکست ہوگی۔ مگر بابر نے اس منجم کی باتوں پر دھیان نہ دیا۔ اور بیس بیس ہزار کے دو لشکر بیانہ کی طرف روانہ کئے۔

پہلا معرکہ

نظام خاں کو بابر نے ایک فوج دے کر ہراول کے طور پر روانہ کیا۔ رانا سانگا کی فوجوں نے پل بھر میں اسے تنکوں کی طرح ہوا میں اڑا دیا۔ نظام خاں نے بھاگ کر قلعہ بیانہ میں پناہ لی۔ مگر رانا نے ایک دستہ اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ نظام خاں معہ باقیماندہ فوج کے قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا۔

دوسرا معرکہ

دوسری مرتبہ ہیبت خاں نیازی رانا کا راستہ روکنے پہونچا۔ لیکن ایسی شکست کھائی۔ کہ بابر کے پاس واپس پہنچنے کی بجائے جان بچا کر سنبھل بھاگ گیا۔ مہارانا نے فتحپور سیکری کے پاس بمقام کانوہ ڈیرے ڈالے جہاں بابر کی فوجیں جمع ہو رہی تھیں۔

آخری معرکہ

دونوں فوجیں ایک ہفتہ یا پندرہ دن آمنے سامنے جمی رہیں اور اپنے اپنے انتظامات میں مصروف رہیں بابر نے اپنی فوجوں کو اسی طرح ترتیب دیا جس طرح پانی پت کے میدان میں صف آرائی کی گئی تھی بابر کی فوج میں خوف وہراس اس قدر تھا کہ کہ مغل سپاہ کھلم کھلا واپسی کا مطالبہ کرنے لگی مگر جوں جوں لڑائی کا انتظار زیادہ ہوتا گیا توں توں بابر کو پٹھان حکومت کے مخالف ملتے گئے وہ بابر جس نے ایک مسلمان بادشاہ ابراہیم لودھی کو مار کر اور لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کر کے حکومت حاصل کی تھی اب اس لڑائی کو جہاد کا نام دینے لگا اس نعرے سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ پٹھان جو بابر کے ہمراہ پنجاب اور سرحد سے آئے تھے وہ اس کی فوج سے نکل کر محمود خان لودھی کی طرف نہ جا سکے کیونکہ محمود خاں لودھی معہ دس ہزار پٹھانوں کے رانا سانگا کی طرف تھا اور بار بار پٹھانوں کو اپنی طرف بلا رہا تھا بابر نے شراب کے وہ مٹکے توڑ ڈالے جن میں سے اس نے تمام زندگی شراب پی تھی اب تو لوگوں کے دل میں اور بھی بابر کا تقدس ہو گیا دوسری طرف بابر نے ہندوؤں کو یہ بات کہی کہ یہ لڑائی کوئی مذہب کے نام پر نہیں ہے میں عرصہ پانچ سال سے ہندوستان پر حملہ آور ہوتا رہا ہوں مگر میں نے آج تک کسی مندر کو نہیں توڑا اور نہ کسی ہندو کو قتل کیا لہذا اپنا اپنا فائدہ دیکھنا چاہئے محمود خاں اور حسن خاں رانا سانگا کو محض اپنے فائدہ کے لئے لائے ہیں اسی طرح جو بھی ہندو سردار میری جانب سے لڑیں گے میں ان کو فتح مند ہو کر انعامات سے مالا مال کر دوں گا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس روز لڑائی شروع ہوئی اور فوجیں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں رائسین کا تومر راجہ معہ اپنی فوجوں کے بابر سے آملا اور تھوڑی دیر بعد ایدر کا راجہ بھارامل بھی رانا سانگا کا ساتھ چھوڑ کر بابر سے آملا کیونکہ جیسا کہ مذکور ہوا رانا نے اپنے داماد رائے مل کی حمایت کر کے کسی زمانہ میں بھارامل کو زک پہنچائی تھی

۱۶ مارچ ۱۵۲۷ء بروز ہفتہ صبح ۹ یا ساڑھے نو بجے لڑائی شروع ہوئی دونوں طرف کے بہادروں نے داد مردانگی دی جب بھی رانا کی طرف سے عام ہلہ بولا جاتا بابر کی توپیں چشم زدن میں انہیں ڈھیر کر دیتیں رانا کی طرف ایک بھی توپ نہ تھی جبکہ بابر کے پاس بہت سی توپیں تھیں شام تک لڑائی جاری رہی۔ کانوہ کا میدان لاشوں سے بھر گیا رانا سانگا اور اس کے اتحادیوں کو شکست ہوئی اس کے حمایتی سردار ڈونگر پور کا راول اودے سنگھ اور میوات کا بادشاہ حسن خاں مارے گئے بابر نے فتحمند ہو کر غازی لقب اختیار

گیا اور لاشوں کا ایک مینار کانوہ کے میدان میں کھڑا کیا شکست کھا کر محمود خاں لودھی کالپی اور پھر بنگال کی طرف بھاگ گیا اور رانا سانگا اپنی باقیماندہ فوج کے ساتھ چتوڑ آیا مگر اس کا تعاقب کرنے کی بابر کو ہمت نہ ہوئی"

کانوہ کی فتح کے بعد بابر نے چندیری کے راجہ میدنی رائے پر حملہ کیا اور اسے مفتوح کر کے واپس چلا گیا اس نے کانوہ میں رانا سانگا کی بہادری کا مشاہدہ کر لیا تھا اس لیے اسے دوبارہ میواڑ پر حملہ کر کے رانا سے جنگ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چندیری کی فتح کے بعد بابر نے اپنے سفیر چتوڑ بھیجے اور رانا کو کہا کہ اگر وہ مشرق کی طرف پیشقدمی نہ کرے تو میں مغرب کی طرف کا علاقہ رانا کے لئے چھوڑتا ہوں اس کے بعد بابر نے پٹھانوں کو مغلوب کرنے کے لئے مشرق کا رخ کیا بنگال کے پٹھان حکمران نصرت خاں اور محمود خاں لودھی کو بمقام بوگرا شکست دے کر بابر واپس آگرہ آیا اور انتقال کر گیا

رانا سانگا نے اسی دوران جنوب اور مغرب کی طرف مالوہ اور گجرات پر بار بار حملے کر کے بہت سا علاقہ فتح کیا اور اسی سال جس سال بابر نے انتقال کیا یعنی ۱۵۳۰ء میں رانا سانگا بھی وفات پا گیا

مہارانا سانگا کے اخلاق و عادات

مہارانا سانگا نے تاریخ میں اپنے آباؤ اجداد ہمیر اور باپا راول کا نام زندہ کر دیا وہ صحیح معنوں میں کھشتری تھا اس کی تمام عمر جنگ و جدال میں گزری مگر اس نے ہمیشہ مفتوح راجاؤں اور بادشاہوں کو معاف کیا میواڑ کے جانی دشمن مالوہ کے خلجی حکمران تھے مگر جب سانگا نے محمود خلجی کو شکست دے کر گرفتار کیا تو اسے اس کی سلطنت واپس کر کے رہا کر دیا اگر کہیں اس معرکہ میں محمود خلجی کامیاب ہو جاتا اور اسی طرح سانگا گرفتار ہوتا تو یقیناً محمود خلجی سانگا کو قتل کرتا جیسا کہ عموماً تمام بیرونی مسلمان بادشاہ کرتے آئے ہیں مہارانا نے اپنی عمر میں اٹھارہ لڑائیاں لڑیں مگر کسی ایک میں بھی کسی عورت کو گرفتار کر کے لونڈی باندی نہیں بنایا گیا کسی سپاہی کی مجال نہ تھی کہ وہ ضعیف یا بچے یا عورت پر ہاتھ اٹھائے

مہارانا سانگا کی بہادری کی داستانیں اظہر من الشمس ہیں اس نے لڑائیوں میں ایک ٹانگ، ایک ہاتھ ضائع کرائے تھے اور اسی حالت میں یعنی صرف ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ سے وہ بابر کے مقابلہ کیلئے نکلا تھا۔ بابر نے تزک بابری میں رانا سانگا کی بے حد تعریف کی ہے

وہ لکھتا ہے
"مہارانا سانگا ہمہ اوصاف کا حامل ہے اُنھوں نے اپنی بہادری، دلاوری اور تلوار کے زور سے اعلیٰ رتبہ حاصل کیا ہے۔ سانگا میانہ قد مگر تنومند ہے اس کا رنگ گورا اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں اس نے متعدد معرکے سر کیے دلی کے لودھی بادشاہ سے مقابلہ میں اس کا ایک بازو بیکار ہوگیا، اپنے بھائی پرتھی راج کے ساتھ جھگڑے میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی اور کسی اور معرکہ میں اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی رانا کے جسم پر صرف تلوار کے اسی زخموں کے نشانات تھے ان تمام معرکوں میں رانا سانگا نے ہمیشہ فتح حاصل کی تھی"

رانا رتن سنہ ۱۵۳۰ء تا سنہ ۱۵۳۳ء

مہارانا سانگا کے انتقال پر اس کا سب سے بڑا بیٹا رانا رتن تخت نشین ہوا اپنے باپ کی طرح یہ بھی بڑا دلیر اور جانباز نکلا منڈو کے بادشاہ محمود خلجی نے رانا سانگا کا احسان بھلا دیا مگر اسے کبھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ میواڑ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے ہمایوں مغل نے حالانکہ ابتدائی ایام میں پٹھانوں کو ہر مقام پر شکست دی مگر اس نے بھی رانا رتن کی طاقت کو تسلیم کیا مہارانا سانگا کی وفات پر اس نے اس کی بیوہ رانی کرناوتی کو ہندوؤں کے رواج کے مطابق راکھی بھیج کر بہن بنایا رانا رتن کو اپنی طاقت پر اس قدر ناز تھا کہ اس نے حکم دیا چتوڑ کے دروازے دن رات کھلے رکھے جائیں وہ کہا کرتا تھا "چتوڑ کے دروازے دہلی اور منڈو ہیں"

آبو اور رنتھمبور کے راجاؤں نے کوشش کی کہ آزادانہ حیثیت اختیار کرلیں مگر رانا رتن نے میواڑ کی حکومت میں شگاف نہ پڑنے دیا اسی طرح اس نے اپنے تایازاد بھائی رانا بن بیر کی بغاوت کو کچل دیا جو میواڑ کے تخت کا دعویدار تھا صرف تین سال حکمرانی کرکے رانا رتن کی موت واقع ہوگئی

رانا بکرم جیت سنہ ۱۵۳۳ء تا سنہ ۱۵۳۶ء

رانا رتن کے بعد اس کا دوسرا بھائی بکرم جیت میواڑ کا حکمران ہوا اس راجہ کو پہلوانی اور تلوار بازی سے بے حد شوق تھا اس کا تمام وقت انہیں مشغلوں میں صرف ہوتا تھا وہ پیادہ فوج کا دلدادہ تھا انہیں کو انعامات بخشتا تھا اس لئے گھوڑے سوار فوج کے سپاہی دل شکستہ ہوں

پہنے لگے بہت سوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور رانا میں بیر سے مل کر ساز باز کر کے خانہ جنگی کی بنیاد ڈال دی

مظفر شاہ والئ گجرات و محمود خلجی والئ مالوہ کا متحدہ حملہ

راناؤں میں جب نفاق و افتراق کی آگ زوروں سے بھڑک اٹھی تو وہ محمود خلجی جسے رانا سانگا نے گرفتار کر کے اور علاج معالجہ کرا کے منڈو کے تخت پر بٹھایا اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے میواڑ پر حملہ کرنے کے خواب دیکھنے لگا مگر اکیلے حملہ کرنے کی اس میں ہمت نہ ہوئی چنانچہ اس نے گجرات کے بادشاہ مظفر شاہ کو کہلا کر بھیجا "مجھے رات دن یہ غم ستاتا ہے کہ میں نے میواڑ سے شکست کھائی تھی میں اس شکست کا بدلہ لینا چاہتا ہوں کاش آپ میری مدد کریں"

مغرب سے گجرات کی فوجیں اور جنوب سے مالوہ کی فوجیں میواڑ میں داخل ہوئیں رانا کے مخالف سرداروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا رانی چتوڑ نے ہمایوں کو خط لکھا کہ وہ اس مصیبت میں صلحنامہ کی رو سے میواڑ کی مدد کرے ہمایوں نے سچائی کا بہترین ثبوت دیا وہ بنگال کی مہم پر جا رہا تھا مگر جب راستہ میں میواڑ کا سفیر ملا تو اس نے یہ مہم ملتوی کر دی اور میواڑ کا رخ کیا اس نے حملہ آور مظفر شاہ کو لکھا۔

اے کہ لشکر کشی بسوئے چتوڑ   بلیغم آں را چہ طور مے گیری
بر سرت رسم چو برق فنا   تو چگونہ چتور مے گیری

ہمایوں کے آنے سے پہلے رانا بکرم جیت نے محمود خلجی کو شکست دی مگر ادھر مظفر شاہ والئ گجرات نے چتوڑ کا محاصرہ کر لیا۔ چتوڑ میں اس وقت کوئی قابل سپہ سالار موجود نہ تھا اس لئے رانا بکرم جیت کی رانی جواہر بائی نے فوجوں کی کمان سنبھالی۔ جواہر بائی نے کھلے میدان میں مقابلہ کیا شام تک لڑائی جاری رہی فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا رات کو فوج قلعہ میں داخل ہوئی شمار سے پتہ چلا کہ لگے روز کی جنگ میں بقایا فوج بھی ختم ہو گی اس لئے اسی رات کو "جوہر کی رسم" کا اعلان کیا گیا۔ رانا بکرم جیت کی ماں رانی کرناوتی کی گود میں بکرم کا بھائی اودے سنگھ تھا جس کی عمر اس وقت صرف تین سال تھی رانی کرناوتی نے بچہ کو پنا کے سپرد کیا اور اسے رات کے اندھیرے میں محافظ دستے کے ساتھ قلعہ سے باہر نکال دیا اور خود تیرہ ہزار عورتوں کے ساتھ جل کر مر گئی۔ صبح سویرے رانی جواہر بائی نے زرہ پہن کر اور ہتھیار لگا کر اپنی فوجوں کے ساتھ

قلعہ کا دروازہ کھول کر دشمن پر ٹوٹ پڑی اور اپنے ملک پر قربان ہو گئی

جب مظفر شاہ کی فوجیں قلعہ میں داخل ہو رہی تھیں رانا بکرم جیت کو چھوڑ کر جو بہت سے سہاہی مع فوج کے چتوڑ کی طرف بڑھے تھے چتوڑ پہنچ گئے گھسان کا رن پڑا مظفر شاہ کی فوجیں قلعہ سے نکل کر بھاگیں انہوں نے چتوڑ سے پچیس تیس میل کے فاصلہ پر محمود خلجی کی فوجوں کا انتظار ہفتہ تک کیا اس دوران چتوڑ کے سردار قلعہ چتوڑ کی منہدم شدہ دیواروں کی مرمت میں لگے رہے اور بکرم جیت کی آمد کا انتظار کرتے رہے کہ اتنے میں ہمایوں کی فوجیں آ پہنچیں جب مظفر شاہ کو محمود خلجی کی پسپائی اور ہمایوں کی آمد کا پتہ چلا تو اس نے گجرات کو واپسی کی ٹھان لی۔ ہمایوں نے اس کا تعاقب کیا اور آگے بڑھ کر گجرات کو فتح کر لیا مظفر شاہ گجرات چھوڑ کر کہیں روپوش ہو گیا۔

گجرات میں صوبیدار جاگیردار اور مغل حاکم مقرر کر کے ہمایوں واپس چتوڑ آیا اور اپنے ہاتھ سے رانا بکرم جیت کی کمر میں تلوار باندھی اس کے بعد ہمایوں نے منڈور مالوہ کو فتح کیا اور وہاں مغل حاکم مقرر کر کے آگرہ کی طرف واپس چلا گیا

راناؤں میں دوبارہ خانہ جنگی

رانا بکرم جیت کے زمانہ میں چتوڑ کی شان میں رخنہ پڑ چکا تھا۔ مگر اس کے باوجود بکرم جیت نے اس رخنہ کو بند کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ اس نے دوبارہ خاندانی نفاق کو ہوا دیدی۔ اجمیر اس وقت میواڑ کی حکومت میں شامل تھا وہاں کا حاکم کرم چند تھا جس نے کسی زمانہ میں رانا سانگا کی مدد عین خانہ جنگی اور مصیبت کے دوران کی تھی اس وفادار لوئے بہادر سپہ سالار کو داعلیا ئبنا بیر کی حمایت کی وجہ سے، رانا بکرم جیت نے بھرے دربار مارا۔ تمام حاضرین دربار یک دم اچھل کر کھڑے ہو گئے تلواریں نیام سے باہر نکل آئیں بڑے بوڑھے سرداروں نے بیچ بچاؤ کرا دیا اس لئے دربار میں خونریزی ہوتے ہوتے رہ گئی

رانا بن بیر ۱۵۳۶ء تا ۱۵۴۲ء

رانا بکرم جیت کے مخالف سرداروں کرم چند کے حامی بن بیر جو پرتھی راج یعنی مہارانا سانگا کے بھتیجے کو چتوڑ لے آئے اور اس کا حق تخت پر تسلیم کیا۔ رانا بن بیر نے رانا بکرم جیت کو راستہ سے ہٹا دیا۔ رانا سانگا کی اولاد کو ختم کرنے کے لئے ملانا بن بیر نے اس کے سب سے

چھوٹے ۵ سالہ بیٹے اودے سنگھ کو بھی ختم کرانا چاہا۔

کھیچی خاندان کی رانی پنّا دیوی کا بے مثال ایثار

رانی کرنا دیوی چتوڑ کے محاصرہ میں ستی ہو گئی تھی رانا سانگا کا بیٹا اودے سنگھ اس وقت شیر خوار بچہ تھا اس بچہ کی پرورش کھیچی خاندان کی ایک شہزادی پنا دیوی کے سپرد کی گئی تھی پنّا کی گود میں اس کا اپنا بھی ایک بیٹا تھا پنّا نے اپنے بیٹے سے زیادہ اودے سنگھ کی طرف توجہ دی تھی ایک روز موقع پاکر بن بیر ننگی تلوار لے کر راؤ دے دمحلسرا میں داخل ہوا خادماؤں نے اس کے ارادہ سے واقف ہو کر بہادر پنا کو خبردار کر دیا بہادر گوجری فوراً اٹھی دونوں بچے سوئے پڑے تھے اس نے جھٹ سے اودے سنگھ کو گود میں اٹھایا اور ایک نائی کو دے کر کہا کہ وہ فوراً چتوڑ سے دور نکل جائے پنّا نے فوراً اپنے بیٹے کو اٹھا کر اودے سنگھ کے شاہی مہد پلنے میں لٹا کر اوپر سے کپڑا ڈھانک دیا وہ صرف اتنا ہی کرنے پائی تھی کہ سنگدل بن بیر کمرے میں داخل ہوا اور تلوار چمکا کر پوچھا بتاؤ اودے سنگھ کہاں ہے؟ ایثار کے مجسمہ پنا نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر پنگوڑے ویا پلنے کی طرف اشارہ کر دیا اس کا اشارہ کرنا تھا کہ اس کا معصوم لخت جگر تلوار کے وار سے شہید کر دیا گیا پنّا راز افشا ہونے کے ڈر سے خاموش رہی اور اپنی وفاداری کا ریکارڈ تاریخ عالم میں قائم کر گئی

باہمی خانہ جنگی نے پورے پانچ سال لئے بڑے بڑے بہادر نہ تیغ ہو گئے۔ میواڑ کی طاقت خاک میں مل گئی ادھر ہمایوں نے شیر شاہ کے ہاتھوں شکست کھا کر ہندوستان چھوڑ دیا اور ادھر میواڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف آزاد راجاؤں میں تقسیم ہو گیا تھوڑے عرصہ بعد پتہ چلا کہ اودے سنگھ کومل میر کے سیٹھ آسا ساہ کے پاس بحفاظت ہے بن بیر کو مخالفوں نے ختم کر کے اودے سنگھ کو کم سنی میں چتوڑ کے تخت پر بٹھایا

رانا اودے سنگھ ۳۷ھ تا ۱۵۷۲ء

رانا اودے سنگھ کو تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین کیا گیا اسے قدرت نے وفادار سردار اور بہادر سپہ سالار عطا کئے جنہوں نے اپنی قوت بازو سے دلی کے سوری خاندان کے بادشاہوں سے چتوڑ کو بچایا اور خود سرراجاؤں کو مغلوب کر کے میواڑ کے ماتحت کیا

ان بہادروں میں جے مل اور فتح کا نام تاقیامت زندہ رہے گا تمام چندر بنسی خاندان دوسرے بہت سے خاندانوں کی طرح تاریخی دور میں راناؤں کا وفادار اور جاں نثار رہا مگر اودے سنگھ بذات خود نہ بہادر تھا نہ دلیر وہ جسمانی طور سے نحیف البدن تھا اس میں جنگجوئی کی خاصیتیں نہ تھیں

اکبر کا چتوڑ پر پہلا حملہ

۱۵۵۶ء میں دلی و آگرہ پر مغلوں کا دوبارہ اقتدار قائم ہوا اور شہنشاہ اکبر کا زمانہ شروع ہوا اکبر نے یکے بعد دیگرے تمام راجاؤں، سرداروں، بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ ہر خاندان کے غدار اس کے دربار میں موجود تھے اور یہی وجہ اس کی کامیابی کی تھی اکبر نے مغرب کی طرف مالوہ اور گجرات کی دو مسلم حکومتوں کو ختم کر دیا تھا مظفر شاہ والی گجرات کو مغل دربار میں نوکری مل گئی تھی اور مالوہ کا بادشاہ باز بہادر پٹھان جس کے باپ کو شیر شاہ نے خلجیوں سے مالوہ چھین کر صوبیدار بنایا تھا شکست کھا کر چتوڑ میں پناہ گزین تھا اکبر نے کبھی اس طرف توجہ نہ دی تھی مگر ایک واقعہ کی بنا پر چتوڑ پر حملہ کرنے کا یہی بہانہ بن گیا

رانا اودے سنگھ کا ایک غدار خاندانی بھائی شکتی سنگھ تھا — جو خانگی چپقلس کی بنا پر اکبر کے پاس بمقام دھولپور پہنچا جہاں شہنشاہ نے مالوہ کو فتح کرنے کے بعد کیمپ ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔

ایک روز اکبر نے اس کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ ہندوستان کے تمام راجہ اور بادشاہ میرے ماتحت ہو چکے ہیں صرف میواڑ باقی ہے جس نے آج تک میری طرف سرجھکانا تو درکنار دست تعاون بھی نہیں بڑھایا ہے کہو رانا اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ مگر وہ یکدم خاموش ہو گیا اور اکبر نے بات ہنسی میں ٹال دی مگر ان الفاظ کا رانا کے دل پہ اثر ہو گیا

چنانچہ وہ چپکے سے اسی رات اکبری چھاؤنی سے نکل گیا اور سیدھا اودے سنگھ کے پاس چتوڑ پہنچا وہاں جا کر اس نے اطلاع دی کہ اکبر سیدھا چتوڑ آ رہا ہے میواڑ میں اس خبر کے سنتے ہی تلواروں میں لوگ آب دینے لگے اور جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں

خادمہ کی بہادری

اکبر کو شکتی سنگھ کے اس طرح بغیر اجازت جانے کا ملال ہوا اور اس نے غصہ میں بھر کر دھولپور سے ہی چتوڑ کا

رخ کیا اس سے پہلے کہ تمام سردار چتوڑ میں جمع ہوتے اکبر نے چتوڑ کا محاصرہ کر لیا رانا ادے سنگھ کی ایک خادمہ فنونِ حرب میں مہارت رکھتی تھی ایک روز اس نے دوسرے سرداروں کے ساتھ قلعہ کا دروازہ کھول کر اکبری سپاہ پر اچانک حملہ کر دیا اکبر گولی کا نشانہ بنتے بنتے بچا کشت و خون کا بازار گرم ہوا اکبری سپاہ کے پیر اکھڑ گئے اکبر محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گیا اور آگرہ چلا گیا

خادمہ کا قتل

رانا ادے سنگھ خادمہ کی بہادری پر فریفتہ ہو گیا اور اس نے اس سے شادی کر لی سرداروں تو اس شادی کے مخالف تھے دوسرے رانا ادے سنگھ اعلانیہ یہ بات کہنے لگا کہ اس کی جان اسی خادمہ نے بچائی ہے سپہ سالاروں کو اپنی بے عزتی اور سبکی محسوس ہونے لگی ایک دن انہوں نے اس رانی کا کام تمام کر دیا اس طرح دربار میں نفاق کا بیج بویا گیا

چتوڑ پر دوسرا حملہ

اکبر کو چتوڑ کے نفاق کی خبریں پہنچیں اس نے چتوڑ پر حملہ کی تیاری کر کے اپنا سفیر چتوڑ بھیجا اور کہلا بھیجا کہ یا تو باز بہادر پٹھان کا سر اسے بھیجا جائے یا اسے گرفتار کر کے آگرہ بھیجا جائے دربار چتوڑ نے دونوں باتوں سے کورا جواب دے دیا اور کہا کہ گرجر دوں کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنی شرن (پناہ) میں آئے ہوئے پناہ گزین کو اس کے دشمن کے حوالہ کر دیں

رانا کی چتوڑ سے روانگی

اکبر جنگی نقارے بجاتا ہوا مع کثیر سپاہ کے میواڑ میں داخل ہوا چتوڑ میں دربارِ عام منعقد کیا گیا چتوڑ کی موجودہ حالت کا جائزہ لیا گیا سبھوں نے اقرار کیا کہ میواڑ کی طاقت گجرات، مالوہ اور شاہِ دہلی سے مقابلہ کرتے ہوئے اس قابل نہیں رہی ہے کہ اب دوبارہ وہ شہنشاہ اکبر کا مقابلہ کر سکے لہذا رائے قرار پائی کہ رانا کو چاہیئے کہ شاہی نسل کو بچانے کے لئے مع ایک فوجی دستہ کے چتوڑ سے چلا جائے چنانچہ اسی رائے پر عمل ہوا رانا نے چتوڑ چھوڑ کر کوہلمیر کی راہ لی اور باز بہادر پٹھان نے بھی چتوڑ چھوڑ کر پنجاب کا رخ کیا۔

جے مل اور فتح

اکبر نے شہر کا محاصرہ کر لیا دو سردار جے مل اور فتح نے چتوڑ کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا شروع میں کچھ دن بہادر قلعہ سے نکلتے رہے اور دادِ مردانگی دے کر شام کو قلعہ میں آتے رہے آہستہ آہستہ آدمیوں کی

ع۱ بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ پہلی لڑائی کے بعد باز بہادر مالوہ سے چتوڑ آیا تھا۔ یہ صحیح ہے۔ مولف

تعداد کم ہوتی گئی مستند طور سے چتوڑ میں لڑنے والے سپاہی صرف آٹھ ہزار تھے سردار کے بعد سردار ختم ہوتے گئے عورتوں نے بھی زرہ پہن کر دستوں کی کمان سنبھالی لیں مقابلہ اس شدت سے جاری رہا کہ اکبر نے دعا مانگی کہ اگر اسے فتح حاصل ہوئی تو وہ رعایا کی بھلائی کا خیال رکھے گا۔

کئی ماہ محاصرہ جاری رہا ایک روز جے مل کی ٹانگ میں گولی لگی۔ قلعہ کی کمان سولہ سالہ نوجوان فتح کو سونپی گئی فتح کی ماں نے اُسے کیسری لباس پہنایا اور ہتھیار زیب تن کئے اور اسے حکم دیا کہ وہ ملک کی خاطر اپنی جان کی قربانی دے فتح سے میدان جنگ میں کودنے سے پہلے اس کی بہادر ماں نے خود ہتھیار لگا کر دستوں کی کمان سنبھالی اہل چتوڑ نے اسے دادِ مردانگی دے کر قلعہ کے سامنے قتل ہوتے دیکھا آخر "جوہر کی رسم" کا اعلان کر دیا گیا ہزارہا عورتیں عزت و ناموس کی حفاظت میں آگ میں جل کر مر گئیں بہادروں نے کیسری لباس پہن کر قلعہ کے دروازے کھول دئے زخمی جے مل ہاتھ میں تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑا انہوں نے کشت و خون کے دریا بہا دئے آخر ایک ایک کر کے تمام بہادر مارے گئے

قتل و غارتگری

جب ایک بھی ہتھیار بند بہادر زندہ نہ بچا تو اکبر کو شہر میں داخل ہونے کا موقعہ ملا۔ قتل عام کا حکم دیا گیا علامہ ابوالفضل لکھتا ہے کہ تیس ہزار آدمی قتل کئے گئے شہر کے تمام مکانات اور محلات گرا دئے گئے محلوں کو مسمار کر دیا گیا جس پہاڑی پر قلعہ واقع تھا اس پہاڑی کو غارت کیا گیا چتوڑ میں اپنی فوج چھوڑ کر اکبر آگرہ آ گیا

۲۰ر اکتوبر ۱۵۶۷ء کو چتوڑ پر حملہ ہوا تھا اور جب اکبری فوج شہر میں داخل ہوئی اس روز ۲۳ر فروری ۱۵۶۸ء کا دن تھا یعنی ۱۲۸ اٹھتر دن (دو ماہ اٹھارہ روز) تک جنگ جاری رہی میواڑ کی طاقت چکنا چور ہو گئی

رانا کے آخری ایام

رانا اودے سنگھ جیسا کہ مذکور ہوا چتوڑ چھوڑ کر چلا گیا تھا اس نے کومل میر کے پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر کے پہاڑی کے دامن میں اپنے نام پر شہر اودے پور بسایا ان پہاڑی جنگلوں اور تراٹی کے مختصر علاقہ میں اپنی زندگی کے بقایا دن گذار کر رانا اودے سنگھ کا انتقال ۱۵۷۲ء میں ہوا

آخری گُرجر فخرِ قوم مہارانا پرتاپ ۱۵۷۲ء تا ۱۵۹۷ء

رانا اودے سنگھ کے کئی اولادیں تھیں جن میں رانا پرتاپ سب سے ہونہار اور جوشیلا تھا وہ اپنے باپ کی زندگی میں چتوڑ سے آنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا کرتا تھا:-

"اگر میرے اور رانا سانگا کے درمیان میرا باپ نہ ہوتا تو میں ملک سے بیرونی حملہ آوروں کو نکال دیتا"

یہ جملے پرتاپ نے اس لب و لہجہ میں کبھی کبھی ادا کئے تھے کہ رانا اودے سنگھ نے اُسے ولیعہدی سے محروم کر دیا تھا مگر اس کی موت کے بعد سرداروں نے مہارانا پرتاپ کو ہی تخت نشین کیا مہارانا پرتاپ نے سرداروں اور فوجیوں سے قسم لی کہ جب تک تمام میواڑ اور چتوڑ فتح نہ ہوگا تب تک چارپائی پر سونا۔ برتنوں میں کھانا۔ داڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے

مہارانا کا کوئی دارالخلافہ نہ تھا وہ مفلسی اور غریب الوطنی میں جانشین ہوا اس کے رشتہ دار اور جاگیردار رئیس شکست کھانے کی وجہ سے حوصلہ ہار چکے تھے مگر پرتاپ بلند حوصلہ اور دلاور تھا تمام ملک اکبر کا حامی بن چکا تھا خاص طور سے ایک نیا فرقہ راجپوت نمودار ہو چکا تھا جو بلحاظ خون و مذہب رانا کے بھائی ہوتے تھے مگر ان سبھوں نے رانا کو مٹی میں ملا دینے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ستم ظریفی کی کوئی حد ہے کہ خود رانا کے بھائی اور بھتیجے اکبر سے جا ملے اکبر نے مہارانا کے بھائی ساگر کو چتوڑ کی حکومت سونپی۔ ہلدی گھاٹ کے دو معرکوں میں اس کی رہی سہی طاقت کو ملیا میٹ کر دیا مگر مہارانا کے عزم و استقلال میں ضعف نہ آیا

مہارانا پرتاپ نے پچیس سال تک دنیا کی عظیم الشان اکبری سلطنت کا مقابلہ کیا۔ وہ کبھی میدان میں جم کر لڑتا تھا اور کبھی پہاڑی دروں میں شاہی فوجوں کا مقابلہ کرتا تھا اکبر نے تمام میواڑ کو فوجوں سے بھر دیا چپہ چپہ پر جاسوس مقرر کر دئے تاکہ کسی نہ کسی طرح مہارانا کو زندہ یا مردہ لایا جائے مہارانا کے لئے یہ ایام مصیبت کا پہاڑ بن گئے مگر وہ ان پہاڑوں پر شیر نر کی طرح دہاڑتا رہا اور بیل پھول اور پودوں کی جڑیں کھا کر لڑتا رہا۔

سوائے کومل میر کی پہاڑیوں کے پورے ملک کا شہنشاہ اور خصوصاً مان سنگھ اور اس کے حواری راجپوت مہارانا کے لئے جان لیوا ثابت ہوئے مہارانا کو کئی کئی روز کھانا میسر نہ ہوا بارہا ہفتوں تک راتیں آنکھوں میں جاگتے گذاریں مگر اس کا ارادہ متزلزل نہ ہوا اس کو طرح طرح کے لالچ دئے گئے مگر جس صلح سے غلامی کی بو آتی تھی وہ اس کو ٹھکرا دیتا تھا ایک دفعہ مان سنگھ بذات خود اس سے ملنے آیا مہارانا نے اس کی شاندار دعوت کی مگر اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اپنی توہین سمجھی مان سنگھ نے بغیر کھانا کھائے غصہ میں بھر کر کہا "اگر میں نے رانا کا غرور نہ مٹا دیا اور اس کا سر اکبر کے آستانہ پر نہ جھکا دیا تو میرا نام "مان[1]" نہیں ہے" مہارانا نے کہا "کھتری خون کو کلنک کا ٹیکہ لگانے والے! میرا نام بھی "پرتاپ[2]" ہے جب تک سانس ہے اس پرتاپ میں کمی نہ آئے گی" مان سنگھ چل دیا۔ مہارانا کے ایک سردار نے بلند آواز میں کہا "مان سنگھ آئندہ جب بھی آؤ تو اپنے پھوپھا اکبر کو بھی ساتھ لانا"

دن رات اسی طرح مہارانا کو نرغے میں لینے کے لئے لشکر پر لشکر بھیجے جاتے رہے مہارانا کا جنگی باجہ ہمیشہ فوج کے پیچھے رہتا تھا جو قسمت کے ستارہ کے ڈوب جانے کی نشانی تھی۔ وہ پہاڑوں پر اشاروں کے ذریعہ اپنے جانثاروں کو اکٹھا کر کے دشمن پر جا پڑتا ایک مغل سردار فرید تو اس کا ایسا جانی دشمن بنا کہ دن رات اسے لڑنے بھڑنے ہی میں مزہ آتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح مہارانا کو یا تو گرفتار کرے یا جان سے مار کر ختم کر دے مہارانا نے ایک روز اس کی سپاہ کو پہاڑ کی گھاٹی میں گھیر لیا تمام سپاہ ختم کر دی گئی اور فرید کو بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا

مہارانا پرتاپ کے لئے سال بسال آلام و مصائب بڑھتے چلے گئے اسے اہل و عیال کا فکر دامن گیر تھا جنہیں ایک دفعہ وفادار بھیلوں نے ٹوکروں میں بٹھا کر ٹین کی کانوں میں چھپا کر گرفتار ہونے سے بچا لیا تھا رانا کی بیوی جنگل و بیابان میں غیر محفوظ تھی اور بچے خوراک کے لئے بلکتے تھے ٹڈی دل مغل لشکر نے اس ہٹ کے ساتھ رانا کا پیچھا کیا کہ پانچ وقت کا کھانا تیار کیا جاتا مگر کھانے کے لئے موقع نہ ملتا تھا اور وہیں چھوڑ کر بھاگنا پڑتا تھا

[1] مان ــ غرور [2] پرتاپ کے معنی نور ـ

مہارانا پرتاپ نے اپنے اعزہ داقربا بغیر کسی احساس کے میدان میں قتل ہوتے دیکھے کیونکہ بہادر سپاہی لڑنے اور مرنے کیلئے ہوا تھا مگر بچوں کو بھوک سے سسکتے ہوئے نہ دیکھ سکا اس نے ساتھیوں کے ہمراہ امرکوٹ چلے جانے کا ارادہ کیا مگر اس کے پردھان نے اپنی ساری دولت کا ذخیرہ لاکر رانا کے سامنے رکھ دیا جو پچیس ہزار سپاہیوں کے لئے بارہ سال کے لئے کافی تھا

میواڑ کی دوبارہ فتح

پردھان (دیوان) کا نام بھاماساہ تھا جو مذہباً جینی تھا اس کے آباو اجداد میواڑ دربار میں بعہدہ وزارت و دیوانی متعین رہتے آئے تھے جب اس نے کافی دولت لاکر مہارانا کے حوالہ کردی تو مہارانا نے نئی فوج بھرتی کرنی شروع کی نئے ہتھیار خریدے گئے مہارانا کو پورے بیس سال لڑتے لڑتے ہو چکے تھے تمام ملک میں اس کی قربانی نے بیداری پیدا کردی تھی اس لئے بہت سے خود دار اور غیور بہادر اس کی فوج میں شامل ہوگئے

مہارانا نے حکم دیا کہ جوش وجذبہ کے ساتھ لڑائی کو ہوا نہ دی جائے جب فتح کا یقین ہو تب ہی کسی مقام پر حملہ کیا جائے یکے بعد دیگرے قلعے دوبارہ فتح ہونے لگے مغل سپہ سالار شہباز خان لڑائی میں مارا گیا اس کی سپاہ تباہ کردی گئی مہارانا نے کومل میر کے آس پاس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا

بھینسرور، کاکرولی، سلومبر، منڈل گڑھ، اودے پور، جہیرہ وغیرہ تمام شہر قلعے اور علاقے دوبارہ حاصل کر لئے گئے مغل فوج کا سپہ سالار عبداللہ اور اسی کی فوج موت کے گھاٹ اتار دی گئی مہارانا نے عرصہ چار سال میں بتیس قلعے فتح کئے اور صدہا لڑائیاں لڑیں تمام میواڑ ازسر نو آزاد ہو گیا مگر چتوڑ کا قلعہ فتح نہ ہو سکا

امبر پر حملہ

مہارانا کی مصیبتوں کی جڑ راجپوت تھے جن کا سرغنہ مان سنگھ والئی امبر تھا مہارانا مصائب برداشت کرتے کرتے قبل از وقت بوڑھا ہو چکا تھا ایک روز اس نے اپنے سرداروں سے کہا میں چاہتا ہوں کہ کوئی غدار مان سنگھ کو بھی سزا دی جائے چنانچہ بہادروں نے امبر پر حملہ کیا شہر کی مشہور منڈی مالپرا لوٹ لی گئی مان سنگھ بھاگ گیا اس کے محلات مسمار کردئے گئے (امبر کو مان سنگھ کی اولاد میں سے ایک راجہ نے دوبارہ آباد کر کے اس کا نام جے پور رکھا)

مہارانا کے اخلاق وعادات

مہارانا نہایت صحیح معنوں میں کھشتری تھا اس نے کبھی نہتے اشخاص پر حملہ نہ کیا اور اپنے ہمراہ لوگوں کو بھی اس کی سخت تاکید کردی مہارانا نے جب دوبارہ میواڑ فتح کیا اور قلعے پر قلعے فتح ہونے لگے تو تمام قلعوں میں مغل مستورات موجود تھیں مگر مہارانا نے ان سب کو محافظ دستوں کی نگرانی میں چتوڑ بھیج دیا جہاں اکبر کی فوجیں رہتی تھیں مہارانا نے جب سے عہد کیا تھا کبھی بھی چارپائی پر لیٹ کر آرام نہ کیا وہ آخری عمر میں قلعوں کا مالک ہو چکا تھا مگر اس نے ہمیشہ زمین پر بستر لگایا اس کا لباس اور وضع قطع درویشانہ ہو چکی تھی اس نے تمام عمر جوار اور باجرہ کی روکھی سوکھی روٹی کھائی اسی کی تلقین اس نے اپنے بہادروں اور اپنی اولاد کو کی مہارانا نے تمام سرداروں سے عہد لیا کہ وہ غدار راجپوتوں میں شادی بیاہ نہ کریں گے خود مہارانا نے اپنی زندگی میں اپنے خاندان کے تسلسل کے لئے دتی - پاٹن، مارواڑ اور دھار کے قدیمی شاہی خاندان کو دیکھ بھال کے اپنے خون کے اعلیٰ رؤسا کے ہم پایہ بنایا مہارانا کے خاندان نے آئندہ بھی مغل حکومت کے تمام دور میں درباری راجپوتوں سے کنارہ کشی اختیار کئے رکھی۔ پرتاپ کا خاندان بھی اب دو حصّوں میں منقسم ہے گرجر اور راجپوت۔

مہارانا کا انتقال

مہارانا ۱۵۹۶ء میں بستر مرگ پر لیٹا وہ سوائے شہر چتوڑ کے تمام میواڑ کا مالک تھا شہنشاہ اکبر کو دوبارہ اس پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی ایک روز وہ شیر کی طرح جھونپڑی میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اس نے تمام سرداروں اور اپنے ولی عہد رانا عمر کو بلایا جب عمر جھونپڑی میں داخل ہوا تو جھونپڑی کے بانس سے الجھ کر اس کی پگڑی اتر گئی مہارانا نے کہا "عمر! مجھے خدشہ ہے تم ان جھونپڑیوں کو محلوں میں تبدیل کردو گے مجھے ڈر ہے کہ تم عیش کوش اور آرام طلب بن جاؤ گے مجھے آج بشارت ہوئی ہے کہ چتوڑ کی فتح میرے فرائض میں داخل نہیں ہے تم سب عہد کرو کہ سادہ زندگی بسر کرو گے اور چتوڑ کو دشمن سے خالی کراؤ گے" تمام حاضرین نے عہد کیا کہ وہ ان نصیحتوں پر عمل کریں گے اس کے بعد مہارانا نے عمر سنگھ کا ہاتھ چندراوت سردار کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

رامائڻ ۽ مها ڀارت جي وقت کان وٺي، چيني ياتري
هوئن نشانگ (۶۲۹ - ۶۴۵ع) جي هندستان ۾ اچڻ تائين
راجپوت اکر ڪم نه ايندو هو. پراڻن ۽ ٻين اتهاسن ۾ راجپوت
بدران کتري لفظ ڪم ايندو هو ويدن ۽ اپنشدن ۾ راجنيه لفظ
ڪم ايندو هو. سوترڪال ۾ ڪٿي ڪٿي "اگر" اکر ڪم آندل
آهي. جين گرنٿن ۾ به ۶۰۰ع کان ۱۲۰۰ع تائين راجپوت لفظ ڪم
آندل نه آهي "پرٿوي راج راسا" ڪتاب (جو چاند برداِئي
چارڻ لکيو آهي) ۾ به راجپوت لفظ ڪم آندل ڪونهي -
مسلمانن جي اچڻ تائين راجائون پاڻ کي کتري چوائيند
هئا ۽ پوءِ راجپوت اکر ڪم اچڻ لڳو. راجپوت لفظ جي
معني آهي "راجه پتر" يعني راجا جو پٽ. (ماخوذ از سندھی زبان میں
تاریخ ریگستان از رائے چند پاکستانی)

ترجمہ

رامائن اور مہابھارت کے زمانہ سے لیکر چینی یاتری ہیون سانگ (سنہ ۶۲۹ء تا سنہ ۶۴۵ء)
کے ہندوستان میں آنے تک راجپوت لفظ استعمال نہیں ہوا۔ پورانوں اور دوسری اتہاسوں
میں راجپوت لفظ کے بجائے کھتری (کھشتری) لفظ استعمال ہوا ہے وید اور اپنشد میں
راجنیہ لفظ کا استعمال ہوا ہے، سوتر کال میں کہیں کہیں اگر لفظ کام آیا ہے. جین گرنتھوں
میں بھی سنہ ۶۰۰ء سے لیکر سنہ ۱۲۰۰ء تک راجپوت لفظ کا استعمال نہیں ملتا پرتھوی راج راسا کتاب
(جو چاند بردائی چارن نے لکھی ہے) میں بھی راجپوت لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے مسلمانوں کے آنے تک
راجہ اپنے آپکو کھتری (کھشتری) کہلاتے تھے اور اس کے بعد راجپوت لفظ مروج ہونا شروع ہو گیا۔
راجپوت لفظ کے معنی ہیں راجہ پتر یعنی راجہ کا لڑکا

(۱) مدھسٹ ریکارڈس آف دی ویسٹرن انڈیا حصہ دوم صفحہ ۲۵۶ (۲) راجپوتانہ اتہاس ہندی حصہ اول صفحہ ۵

جناب کے ۔ ایم ۔ منشی صاحب کی تاریخ کی اصلی عبارت بزبان انگریزی ملاحظہ کیجئے جسکا ترجمہ
حسب ذیل ہے :- موجودہ مورخین اس زمانہ (سنہ ۵۵۰ء تا سنہ ۱۲۰۰ء) کو راجپوتی دور کہکر
اب بھی اس غلط نظریہ پر کار فرما ہیں جس کو ڈیڑھ سو سال پہلے کرنل ٹاڈ نے "اگنی کل" کی روایت سے
اخذ کیا تھا" ہمیں نے اپنی اس تاریخ کا نام بہت غور و تحقیق کے بعد "امپریل گرجرس" (گرجر شہنشاہان)
رکھا ہے، اسمیں جن حکمرانوں کا تذکرہ ہے وہ مختلف خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ان کے دار الخلاف

"Glory that was Gurjaradesa"

By K. M. Munshi Esq.

Part I Foreword (note) P. XIV

Modern histories by calling this period the Rajput period still perpetuate the faulty outlook which col Todd constructed out of the Agnikala legend a century and a half ago.

Foreword To The First Edition

Page XII and XIII

Glory that was Gurjaradesa by K. M. Munshi Esq.

I have named the work "Imperial Gurjaras" advisedly. The rulers dealt with belonged to different dynasties. They had different capitals The boundaries of their kindoms varied. But they had many things in Common. They all came from the warrior clans who started their career between 550 and 700 A. C. in Gurjardesa, of which the pivot was the region of Mount Abu. They were Closely allied in blood and adventure. Each of their dynasties, Pratihara, Paramara and Chaulukya, successively rose to imperial power only as a result of the decline of its predecessor; and the ultimate source of their greatness can be traced to the upsurgence of Gurjardesa, modern Marwar.

These Kshatriyas had the self same political and cultural traditions. Their decline began with the cataclysmic raids of Aibak; their fall, when Alauddin Khilji devastated the land and their tragic but immortal glory, when, unvanquished in spirit they laid down their big for their land and faith during the Era of Resistance between 1199 and 1526 A. C. the people on whose strength they founded emrires were the-self-same people who were one at least from the days when Hiuen Tsang visited India in 641 A. C., who language Gauyjari Apabhramsa

مختلف رہے تھے، انکی حدود سلطنت مختلف تھیں، لیکن ان میں بہت سی باتیں مشترک تھیں وہ سب جنگجو خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے ان سب کا عروج ۵۵۰ء اور ۱۰۰۰ء کے درمیان گرجر دیش سے ہوا جسکا مرکزی مقام کوہ آبو کا علاقہ تھا، انکا مطمع نظر اور خون ایک تھا، ان سب خاندانوں پرتہار، پرمار اور چلوکیہ میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے کے زوال پر عروج حاصل کیا انکی عظمت اور عروج گرجر دیش یعنی موجودہ مارواڑ کی رہون منت تھی۔ "یہ کھشتری اپنی سیاسی اور ادبی روایات رکھتے تھے انکا تنزل ایبک کے حملوں سے شروع ہوا اور انکا زوال علاء الدین خلجی کے ہاتھوں ہوا جبکہ اس نے ملک کو تباہ و برباد کر دیا انکی درد انگیز مگر لافانی شان و شوکت کا مرافعتی زمانہ ۱۱۹۹ء اور ۱۵۲۶ء کے درمیان ختم ہوئی جبکہ انہوں نے اپنے ناقابل جنبش جذبہ کے تحت اپنا سب کچھ اپنے اصول اور ملک کے لئے قربان کر دیا انکی حکومتوں کی بنیاد ان لوگوں کی طاقت و قوت پر تھی جو کم از کم ہیون سانگ کے دورہ ہندوستان ۶۴۱ء سے ایک تھے اور جنکی زبان گرجری اپبھرانشا دیراکرت تھی۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا دونوں محقق اس بات پر متفق ہیں کہ راجپوتوں کی حکومت تو کجا راجپوت نام کی کوئی قوم کبھی بھی اس ملک میں ۱۵۲۶ء تک قائم نہیں ہوئی ۱۵۲۶ء میں مغل اس ملک میں آئے اس وقت رانا سانگا چتوڑ میں حکومت کرتا تھا رانا سانگا کا پوتا ہی رانا پرتاپ تھا جسکا تذکرہ ابھی گذرا ہے یہی وہ شخص ہے جس نے قدیمی خاندانی ہیئت کو برقرار رکھا رانا پرتاپ گرجر خون کی آخری نشانی تھی ۱۶۰۰ء تک یہی جن راجاؤں کو گرجر تحریر کیا ہے وہ اپنے کو گوجر کہتے تھے۔ علاوہ اور کتبوں کے مندرجہ حصہ پنجم کے ایک کتبہ یہاں بھی پیش کر رہا ہوں جسمیں پرتاپ کے جد امجد کو گرجر تحریر کیا گیا ہے۔ مولف

اودے پور کا کتبہ راپر ستی ۱۱۳۹ء

یعنی گہلوٹ خاندان کا کتبہ

चेदी इवरेंद्ररथतोगगाल्लभीम मरव्यानक
ाटिलाटपति - गज्जेरराढ तुरुक्कान ।
मदमृत्यमात्र बिनितान बल्लीक्या मोल्ला
दोष्णा बल्लानि कलयंति न योद्धृ लोकान

ترجمہ بھیم (سولنکی) چیدی، اور لاٹ کا مالک ہے۔ گرجر راٹھ (رانائے میواڑ) ناقابل فتح ہیں جنہوں نے جنگوں میں ہمیشہ بہادری دکھائی

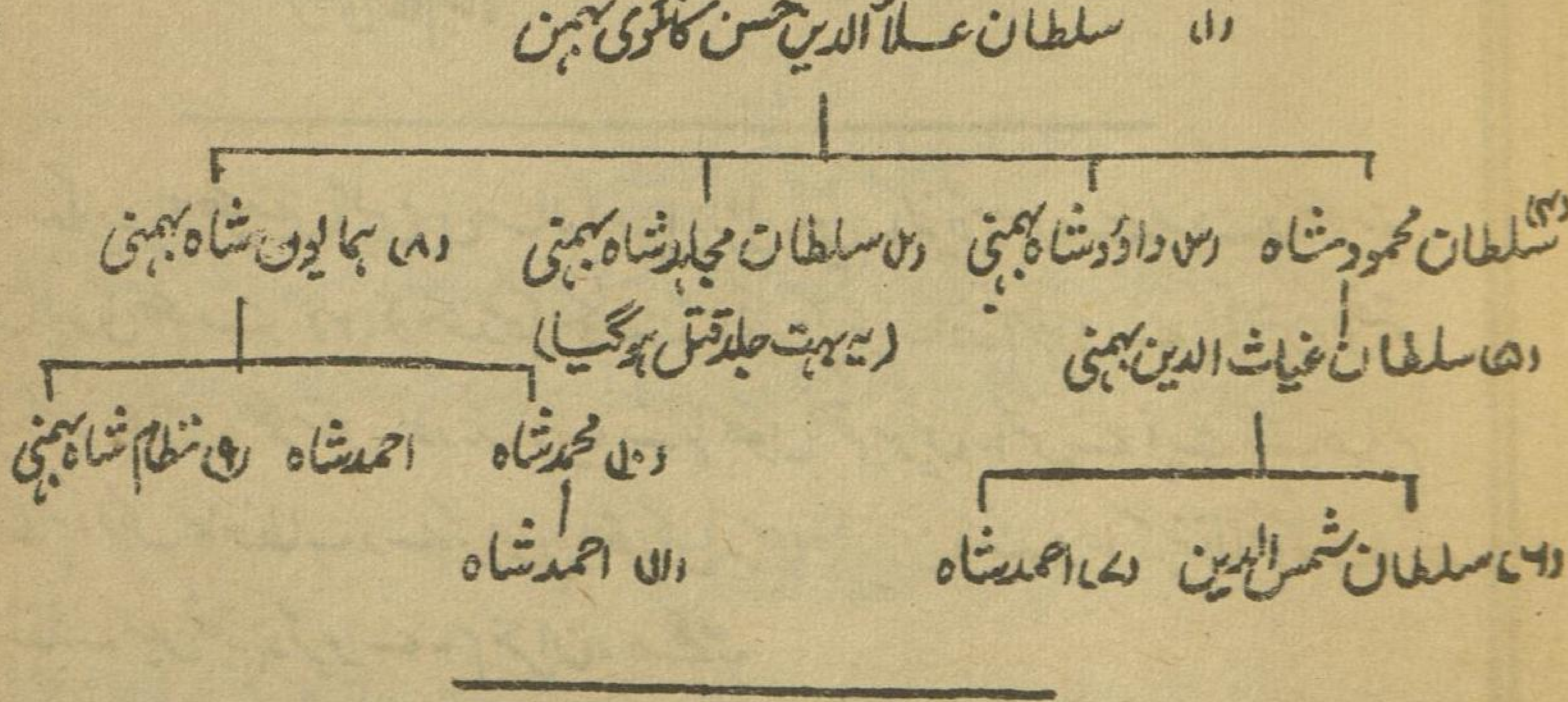
پرتاپ کے راجپوت نہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت وہ تاریخی خط ہے[1] جسکو پرتھوی راج بیکانیری نے آگرہ سے اس کے پاس بھیجا تھا اور جسمیں کھشتری کے لفظ ہی سے مخاطب ہوا ہے تذکرہ اسی تاریخ کے حصہ سوم میں آئیگا۔

[1] کھشتری، گوجر اور رانا ہم معنی ہیں ملاحظہ ہو سنسکرت لغت شبد ۱۸۱ حصہ ۲ صفحہ ۳۲۱ اور یہ الفاظ ایک ہی قوم کے نام ہیں۔ مولف

تیسرا باب دکن اور مشرق

(۱) فرمانروایانِ دکن

بہمنی سلطنت مغلوں سے پہلے دکن میں قائم تھی۔ اس کا بانی سلطان علاؤ الدین حسن کانگوی بہمن تھا۔ اس کو ایک کانگوی برہمن منجم نے غریبی کی حالت میں زمین کاشت کے لئے دی تھی۔ اس لئے بادشاہ ہو کر اس کا نام اپنے خاندان میں رائج کیا۔ یہ غلط ہے کہ حسن کا شجرہ بہمن بن اسفندیار سے ملتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (۱) برہان معاصر (۲) طبقات اکبری ہروی نظام الدین احمد (۳) ہفت اقلیم از احمد امین رضی (۴) عربی تاریخ گجرات از حاجی الدبیر اس کے علاوہ اس کے سکے شاہد ہیں۔ بہمن سلطنت کے فرمانرواؤں کی تاریخ یوں ظاہر کرتی



بہمنی سلطنت کے زوال پر اس کے صوبیدار خود مختار ہو گئے۔ اس طرح دکن میں بیجاپور، گولکنڈہ، بیدر، برار اور احمد نگر پانچ حکومتیں قائم ہوئیں۔ دکن میں بیجاپور گولکنڈہ، بیدر اور برار مسلمانوں کی حکومتوں کے درمیان وجے نگر نام کی ایک ہندو ریاست تھی، جسے ان چاروں نے مل کر سنہ ۱۵۵۶ء میں بمقام "تالی کوٹہ" ختم کر دیا۔ بہمنی سلطنت آگے چل کر جن مذکورہ

پانچ حصوں میں منقسم ہوئی۔ ان کے حکمران حسب ذیل ہیں۔

بیجاپور عادل شاہیہ	احمد نگر نظام شاہیہ	گولکنڈہ قطب شاہیہ	برار عماد شاہیہ	بیدر برید شاہیہ
یوسف عادل شاہ	برہان نظام شاہ	قطب شاہ	علاء الدین عماد الملک	قاسم
اسمعیل شاہ	حسین نظام شاہ	جمشید	علاء الدین دریا عماد شاہ	امیر علی برید شاہ
ملو عادل شاہ	مرتضیٰ نظام شاہ	سلطان ابراہیم	تفال شاہ	علی برید شاہ
ابراہیم عادل شاہ	میراں حسین	محمد قلی		
ابوالمظفر عادل شاہ	اسمٰعیل			
ابراہیم عادل شاہ ثانی	برہان شاہ			
	ابراہیم نظام شاہ			
	احمد شاہ بن طاہر			
	بہادر شاہ			
	مرتضیٰ نظام شاہ			

مذکورہ بالا حکومتیں آپس میں سالہا سال لڑتی رہیں۔ آخر ان میں سے صرف دو حکومتیں (۱) بیجاپور کی حکومت (۲) گولکنڈہ کی حکومت باقی رہ گئیں۔ اور انہوں نے باقی تین کو ختم کر دیا۔ پھر دونوں حکومتیں اورنگ زیب کے ہاتھوں ختم ہوئیں۔ اس نے اپنے ایک حاکم کو نظام الملک کا خطاب دے کر ان پر مقرر کیا۔ یہی خاندان آئندہ چل کر نظام کہلائے جو ۱۹۴۸ء میں ختم ہو کر برائے نام نگران رہ گئے۔

(۳) سلاطینِ بنگال و بہار

(۱) خاندانِ بہنکرہ

بنگال و بہار کو محمد بختیار خلجی نے فتح کیا۔ اور اپنا پایۂ تخت لکھنوتی قرار دیا تھا۔ ۱۲۰۶ء میں علی مردان خلیج نے اُس کے مکان میں گھس کر اُسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد بنگال علاؤ الدین کی وفات ۱۳۱۶ء تک دلی کے ماتحت رہا۔ خلجی حکومت کمزور ہوتے ہی بنگال کے سردار آزاد ہو گئے۔

(۱) قدر خاں

پہلا آزاد حاکم تھا۔

(۲) سلطان فخر الدین

بنگالہ کا حاکم قدر خان تھا جس کی موت پر اس کے سلاحدار ملک فخر الدین نے ۱۳۳۶ء میں اس کے اثاثہ پر قبضہ کر کے سلطان فخر الدین لقب اختیار کیا۔ یہ ایک سردار علاؤ الدین کے ہاتھوں مارا گیا۔

(۳) علاؤ الدین

علاؤ الدین ۱۳۳۹ء میں بنگال کے تخت پر بیٹھا۔ لیکن ایک سال ۵ ماہ بعد اس کو حاجی الیاس نے مار دیا۔ اور اپنا نام شاہ شمس الدین رکھا۔

(۴) سلطان شمس الدین بہنکرہ

اس پر سلطان فیروز شاہ تغلق نے حملہ کیا۔ اور یہ اس کا باجگزار بن گیا۔ اس کی مدتِ سلطنت سولہ برس تھی۔

(۵) سلطان شاہ سکندر بن شاہ شمس الدین

سلطان شمس الدین کے بعد اس کا بڑا بیٹا سکندر تخت پر بیٹھا۔ اور نو سال حکومت کر کے انتقال کر گیا۔

(۶) سلطان غیاث الدین بن شاہ سکندر

اس نے تمام عمر عیش میں گذاری۔ اور سات سال حکومت کر کے انتقال کر گیا۔

(۷) سلطان السلاطین بن غیاث الدین

غیاث الدین کے بعد امرائے اس کے بیٹے کا لقب سلطان السلاطین رکھ کر تخت نشین کیا۔ یہ دس سال تک حکومت کر کے راہی عدم ہو گیا۔

(۸) شمس الدین ثانی،

شمس الدین، سلطان السلاطین کا بیٹا تھا۔ تین سال چند ماہ شمس الدین ثانی کے نام سے حکومت کرنے کے بعد طبعی موت مر گیا۔

(ب) راجہ کالس ۱۴۱۰ء تا ۱۴۱۷ء

شمس الدین ثانی کے امرا میں ایک سردار راجہ کالس تھا۔ یہ صاحب جاہ و حشم امیر تھا۔ اور دربار میں خاصی قوت کا مالک تھا۔ بقول بعض یہ مسلمان تھا۔ اور بعض مورخ کا خیال ہے۔ کہ یہ مسلمان نہیں تھا۔ اس نے سات سال بڑے اطمینان سے حکمرانی کی۔ اور اپنے درباریوں کو وصیت کی۔ کہ اس کی لاش کو اسلامی طریقہ سے دفن کیا جائے۔ جو اس بات کی صریح و صاف دلیل ہے۔ کہ اسکی طبیعت کا میلان مذہب اسلام کی طرف تھا۔

(۲) راجہ جبن مل
سنہ ۱۴۱۷ء تا ۱۴۳۴ء

راجہ کالس کی موت کے بعد اس کا بیٹا راجہ جبل سریر آرائے حکومت ہوا۔ اور اس نے اپنا لقب سلطان جلال الدین رکھا۔ یہ بادشاہ عدل و انصاف میں بنگال اور بہار میں نام پیدا کر گیا۔ اور سنہ ۱۴۳۴ء میں سترہ سال حکومت کر کے روضۂ رضوان کی طرف خراماں ہوا۔

(۳) سلطان احمد
سنہ ۱۴۳۴ء تا سنہ ۱۴۵۰ء

اپنے باپ راجہ جبل یعنی سلطان جلال الدین کی وفات کے بعد امراء کی مدد سے تخت پر بیٹھا۔ اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلا۔ خلائق کثیر کو بحر الغام و احسان میں غرق کیا۔ آخر سولہ سال حکمرانی کر کے قضائے الہی سے فوت ہوا۔

سلطان احمد کالس کے انتقال پر اس کے ایک غلام ناصر الدین نے خروج کیا۔ اور کالس خاندان کے شہزادوں کو قتل کر دیا۔ لیکن سات ہی روز بعد خاندانِ بھنگرہ کے امرا نے اُسے ٹھکانے لگا دیا۔ چونکہ خاندانِ کالس میں کوئی قابل شہزادہ باقی نہ بچا تھا۔ لہذا حکومت دوبارہ خاندانِ بھنگرہ میں منتقل ہوئی۔ اور خاندانِ کالس کی چالیس سال اور چند ماہ کی حکومت کا دور ختم ہو گیا۔ مولف گوجر برہا دقیق تحقیقات سے کامل وثوق کے ساتھ کہتا ہے مذکورہ بالا خاندان گوجر ہے پٹھانوں کے ساتھ مغربی پنجاب کے گوجر بنگال پہنچے تھے راجہ کالس خاندانی نام ہے یعنی وہ راجہ جو کالس خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ بنگال کا مقامی خاندان ہرگز نہیں تھا سلیمان کرانی کا سپہ سالار بھی گوجر تھا جس کا تذکرہ حصہ سوم میں آئے گا فرشتہ نے اس بہادر کو اور نیز ملتان کے لنگاہ خاندان کو جو افغان لکھا ہے وہ سراسر غلط ہے لنگاہ اور گوجر بھلا کہیں افغان یا پٹھان ہوتے بھی ہیں۔

(ج) خاندانِ بھنگرہ دوسری مرتبہ

(۱) ناصر الدین سنہ ۱۴۵۰ء تا سنہ ۱۴۸۲ء

خاندانِ کالس میں کوئی قابل شہزادہ نہ بچا۔ لہذا امرا خاندانِ بھنگرہ کے شاہی خاندان میں سے ایک شخص ناصر الدین کو جو کشت و زراعت میں مشغول تھا، لائے اور لکھنوتی کے تخت پر بٹھایا۔

جس نے تقریباً ۳۳ سال حکومت کی اور آخر ۱۴۸۲ء میں انتقال کر گیا۔

(۲) باربک شاہ

اپنے باپ ناصر الدین کے انتقال پر تخت پر بیٹھا۔ اور سترہ سال حکومت کر کے انتقال کر گیا۔

(۳) یوسف شاہ بن باربک شاہ

یوسف شاہ بن باربک شاہ نے سات سال چھ ماہ حکومت کی۔

(۴) سکندر شاہ

سکندر شاہ نے شاہی خاندان کا فرد ہونے کا دعویٰ کیا لیکن تحقیق پر چند ہی دن بعد تخت سے اتار دیا گیا۔

(۵) فتح شاہ

فتح شاہ باربک شاہ کی اولاد تھا۔ تخت نشین ہونے کے سات سال اور پانچ ماہ کے بعد اس کے حبشی غلاموں نے سلطان شہزادہ کے اشارہ پر مار دیا

(۶) سلطان باربک

سلطان باربک کو اُس کے غلام اندیل حبشی نے اپنے سابق آقا فتح شاہ کے انتقام میں قتل کر دیا۔ اور میدان صاف دیکھ کر خود بادشاہ بن بیٹھا۔

(د) حبشی خاندان

(۱) ملک اندیل حبشی

اپنے سابق آقا فتح شاہ کا انتقام سلطان باربک سے لے کر تخت نشین ہوا۔ اپنا لقب فیروز شاہ رکھا۔ تین سال حکومت کر کے ۱۵۱۸ء میں انتقال کر گیا۔

(۲) محمود شاہ بن فیروز شاہ حبشی

محمود شاہ اپنے باپ کے انتقال پر تخت پر بیٹھا۔ اور اپنا مصاحب حبش خاں حبشی کو بنایا۔ لیکن ایک شخص (جو غلام ہی تھا) شیدی بدر دیوانہ نے مصاحب کو قتل کرنے کے بعد محمود شاہ کو بھی ختم کر دیا۔ اور پھر خود تخت پر قبضہ کر لیا۔

(۳) شیدی بدر حبشی

شیدی بدر حبشی نے اپنا لقب مظفر شاہ رکھا۔ یہ بڑا ظالم اور سفاک تھا۔ اس نے لاکھوں آدمیوں کو تہِ تیغ کیا۔ آخر خود اپنے وزیر سید شریف مکی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(۷) خاندانِ مکی

(۱) سلطان شریف مکی

سلطان شریف مکی نے اپنا لقب سلطان علاؤ الدین رکھا اور ستائیس ۲۷ سال حکمرانی کر کے ۱۵۴۷ء میں انتقال کر گیا۔

(۲) نصیب شاہ بن علاؤ الدین شاہ

اس کے زمانہ میں ابراہیم لودھی بادشاہ دہلی نے بیرونی حملہ آور بابر سے شکست کھائی۔ اور پٹھانوں نے بنگال کا رخ کیا۔ انہیں میں ابراہیم لودھی کی بیٹی تھی جس سے نصیب شاہ نے عقد کیا۔ نصیب شاہ نے ہمایوں کی ماتحتی قبول کی۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد شیر شاہ سوری نے بنگال کی طرف پیشقدمی کر دی۔

(۳) محمود شاہ

نصیب شاہ کے بعد ایک امیر محمود شاہ تخت پر بیٹھا۔ لیکن اُسے شیر شاہ نے بھگا دیا۔ بعد وہ بنگال سے بھاگ کر دلی میں ہمایوں کے پاس چلا گیا۔

(۹) خاندانِ پٹھان

(۱) محمد خان

بادشاہ دہلی ہمایوں نے بنگال پر حملہ کیا۔ اور شہر گور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور اس کا نام جنت آباد رکھا۔ لیکن شیر شاہ سوری نے مغلوں کو بنگال سے نکال دیا۔ اور سلیم شاہ لودھی کے امراء میں سے ایک شخص محمد خاں کو بنگال کا حاکم مقرر کیا۔

(۲) سلیم خاں

سلیم خاں نے اپنے باپ محمد خاں کے انتقال پر تخت بنگال پر قدم رنجہ فرمایا۔ اور اپنا لقب سلطان بہادر شاہ رکھا۔ لیکن سلیم شاہ (سابق بادشاہ دہلی) کے ایک دوسرے سردار سلیمان کرانی نے بنگال پر قبضہ کر لیا۔

(۳) سلیمان کرانی

اس کے آخر زمانہ میں دلی پر شہنشاہ اکبر کی حکمرانی تھی۔ اور یہ مغلیہ حکومت کا ماتحت تھا۔ ۲۵ سال حکومت کر کے مر گیا۔

(۴) بایزید بن سلیمان

سلیمان کرانی کا لڑکا بایزید صرف چند دن تخت نشین رہ کر اپنے چچیرے بھائی ہانسو کے ہاتھوں دیوان خانہ میں قتل ہوا۔ لیکن ہانسو خود بھی وہیں مارا گیا۔

(۵) داؤد خاں بن سلیمان

اپنے بھائی بایزید کے بعد داؤد خاں تخت پر بیٹھا۔ شہنشاہ اکبر نے اس کو تخت سے اتار کر پٹھانوں کو بنگال سے نکال دیا۔ ہزارہا پٹھان جنگلوں اور پہاڑوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ مسکا سپہ سالار گوجر تھا جس کا تذکرہ حصہ سوم میں دیکھے

(۳) بادشاہانِ شرقی

والیانِ جونپور

جونپور اور ترہت یعنی موجودہ اُتر پردیش (یوپی) کے مشرق میں بھی تغلق خاندان والیانِ دہلی کے زوال پر ایک آزاد و خود مختار حکومت قائم ہوئی تھی۔ جو سلطنتِ شرقی کہلاتی تھی۔ اس کا دارالخلافہ جون پور تھا۔ اور اس میں اودھ، الٰہ آباد و بنارس وغیرہ کے علاقے شامل تھے۔

(۱) خواجہ جہاں شرقی

فیروز شاہ تغلق کے چھوٹے بیٹے شاہزادہ محمد شاہ نے اپنے ایک خواجہ سرا ملک سرور کو جونپور کی سلطنت عطا کی اور پھر محمود شاہ تغلق نے اُسے ملک الشرق خطاب دیا۔ اُس نے چھ سال تک اس علاقے پر سرداری کی۔

(۲) سلطان مبارک شاہ شرقی

اس نے دہلی سے قطع تعلق کیا اور خود مختار ہو گیا۔ اسی کے زمانہ میں تیمور نے دلّی پر چڑھائی کی۔ اس آفت سے تو بچ گیا لیکن موت نے اسے صرف ایک سال چند ماہ حکومت کرنے کی مہلت دی۔

(۳) ابراہیم شرقی:۔ یہ سلطان مبارک شاہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس نے تمام علاقے جون پور، قنوج بلکہ آگرہ تک فتح کیے۔ اور

دلی کی طرف بڑھا۔ جمنا پار کرتے وقت اُسے پتہ چلا۔ کہ سلطان مظفر گجراتی والئی دلی کی امداد کو آرہا ہے۔ اس لئے یہ ارادہ فسخ کر کے واپس جونپور چلا گیا۔ لیکن پھر چند سال بعد اس نے دلی پر حملہ کی سوچی لیکن چند وجوہ کی بنا پر پھر واپس چلا آیا۔ آخر اڑتیس ۳۸ سال حکومت کر کے طبعی موت مر گیا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ابراہیم شرقی اپنے زمانہ میں زبردست بادشاہ گزرا ہے۔

(۴) محمود بن ابراہیم

اس نے کالپی اور چندیری کے راجاؤں کو شکست دی۔ بیس سال حکومت کے بعد انتقال کر گیا۔

(۵) محمد شاہ بن محمود

اس نے صرف پانچ ماہ حکومت کی۔

(۶) شاہ حسین شاہ

اپنے بھائی محمد شاہ کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اُس نے اٹھارہ سال حکومت کی۔ اس سے دلی کے بادشاہ بہلول لودھی نے جون پور لے لیا۔ اور یہ بنگالہ کی طرف بھاگ گیا۔ وہیں انتقال کر گیا۔
اس علاقہ پر لودھی خاندان کے بعد مغل بادشاہ ہمایوں کی سلطنت ہوئی۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد شیر شاہ سوری جونپور سے نمودار ہو کر تمام شمالی ہندوستان پر چھا گیا۔ لیکن پچیس سال بعد اس کے خاندان سے حکومت نکل گئی۔ اور شہنشاہ اکبر اس علاقہ کا حکمران ہوا۔ اسی کی حکمت عملی تھی کہ پٹھانوں کو مغلوں نے اس علاقہ سے بالکل نکال دیا۔

(۴) حکمرانِ مالوہ

دلاور خاں :۔ تغلق خاندان کے آخری ایام میں مالوہ کے صوبیدار دلاور خاں نے دھار کو دارالخلافہ بنا کر آزادی اختیار کر لی اور محمد غوری کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کیا، یہ ۱۴۰۱ء تا ۱۴۰۵ء آزاد حکمراں رہ کر انتقال کر گیا۔

الپ خاں :۔ ۱۴۰۵ء تا ۱۴۳۲ء اس نے اپنا لقب ہوشنگ شاہ رکھا اور مانڈو کو دارالخلافہ قرار دیا۔ یہ دلاور خاں کا بیٹا تھا۔

غزنی خاں :۔ اس کے دو وزیر محمود خاں خلجی اور اس کا باپ ملک مغیث خلجی تھے محمود خلجی نے اسے ۱۴۳۶ء میں قتل کر دیا اور خود مانڈو کے تخت پر قابض ہو گیا۔

محمود خلجی :۔ اس نے ۱۴۳۶ء تا ۱۴۶۹ء حکمرانی کی۔ رانا سانگا سے جنگ کے بعد ۱۴۴۰ء صلح ہوئی۔

غیاث الدین :۔ ۱۴۶۹ء تا ۱۵۰۰ء اسے اس کے بیٹے ناصر الدین نے زہر دے کر ختم کر دیا

ناصر الدین ۱۵۰۰ء تا ۱۵۱۰ء :۔ یہ ایک عیّاش حکمراں تھا جس کے محل میں پندرہ ہزار عورتیں تھیں حالتِ نشہ میں کلیادہ جھیل میں ڈوب کر مر گیا۔

محمود دوم ۱۵۱۰ء تا ۱۵۳۱ء :۔ اس کا وزیر میدنی رائے چوہان تھا۔ محمود بھی اپنے باپ کی طرح کمزور نکلا بہادر شاہ گجراتی نے حملہ کر کے اس خاندان کو ختم کر دیا۔

۱۵۳۵ء میں ہمایوں نے گجرات کے بادشاہ کو شکست دے کر مالوہ پر قبضہ کر لیا۔

شجاعت خاں :۔ ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ نے مغلوں کو ہندوستان سے نکال دیا اور مالوہ پر شجاعت خاں کو صوبیدار بنا کر تعینات کیا۔

بایزید المعروف باز بہادر :۔ باز بہادر شجاعت خاں کا بیٹا تھا جو سارنگ پور کی ایک گانے والی طوائف روپ متی پر فریفتہ تھا۔ باز بہادر نے اکبر کے زمانہ تک حکومت کی ۱۵۶۷ء میں مالوہ اکبری سلطنت میں ملا دیا گیا۔

⁂

چوتھا باب

مغل یا منگول، یا اہل تاتار، یا تاتاری

مغلوں کا تھوڑا تھوڑا حال گذشتہ ابواب میں ہو چکا ہے جب کہ ان کے مختلف گروہ شمالی مغربی آریہ ورت پر حملہ آور ہوتے رہے ۱۵۲۶ء میں بابر مرزا حملہ آور ہوا اور ایک نئی حکومت کی داغ بیل ڈالی جس نے آریہ ورت کی سیاسی حالت کو یکدم بدل دیا آریہ ورت میں مغلوں کے حالات حکومت بیان کرنے سے پیشتر ہم مغلوں کے عروج اور تاریخ ابتدائی معلومات کے لیے درج کرتے ہیں

وسط ایشیا کے شمال اور چین کے مغرب میں ایک علاقہ کا نام منگولیا ہے یہاں کے باشندے منگول، یا مغل کہلاتے ہیں عرب اس علاقہ کو تاتار کہتے تھے لہٰذا انہوں نے یہاں کے باشندوں کو اہل تاتار نام دیا اور اس مناسبت سے انہیں تاتاری بھی کہتے ہیں

اہل تاتار یا منگول (مغل)، بڑے بہادر اور جانباز تھے جب غوری خاندان افغانستان میں عروج پر تھا ترک زوال پذیر تھے اور مغل ترقی پذیر تھے مغلوں نے تاریخ عالم میں تیرھویں صدی کے ابتدا میں نام پیدا کیا جب کہ ان کے ایک مشہور سردار چنگیز خاں نے بہت سے ممالک کو تہ وبالا کر دیا کہتے ہیں کہ چنگیز خاں پیدا ہوا تو اس کے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے تھے ابتدائی تاریخ الخلفاء وغیرہ سے ہم ان کے حالات قلمبند کرتے ہیں:۔

"موفق عبداللطیف اہل تاتار کے حالات میں لکھتے ہیں کہ اس کا اختصار یہ ہے کہ اس قوم کی زبان اہل ہند کی زبان سے بہت مشابہ تھی کیونکہ ان کا ملک ہندوستان سے ملا ہوا ہے تاتار اور مکہ معظمہ کے درمیان چار ماہ کا راستہ ہے یہ لوگ ترکوں سے مشابہ ہیں ان کے چہرے چوڑے سینے چکلے اور چوتڑ گندمی رنگ ہوتا ہے یہ قوم تیز حرکت اور تیز رائے ہوتی ہے ان کو غیر ممالک

کی خبریں پہنچ جاتی ہیں مگر ان کے ملک کی خبریں کسی کو معلوم نہیں ہوتیں کیونکہ بہت کم کوئی شخص ان کے ملک میں جا کر جاسوسی کر سکتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ملک میں جا کر اجنبی شخص فوراً پہچانا جاتا ہے جس وقت یہ کسی جگہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنے مقصود کو چھپائے رکھتے ہیں اور اچانک بحالت بے خبری فوراً حملہ کر دیتے ہیں اہل شہر کو اس وقت خبر ہوتی ہے جب وہ اس میں داخل بھی ہو جاتے ہیں اس لئے لوگوں کو وہ کہیں بھاگنے کا موقعہ نہیں دیتے کہ ان کا راستہ بند کر دیتے ہیں بہت حیلے جانتے ہیں ان کے مردوں کے دوش بدوش ان کی عورتیں بھی جنگ میں لڑتی ہیں شمشیر زنی اور تیر اندازی میں وہ مردوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتیں جس چیز کا انہیں گوشت مل جاتا ہے فوراً کھا لیتے ہیں کسی چیز کا ان میں پرہیز نہیں، مردوں، عورتوں، اور بچوں کو بیدریغ قتل کر دیتے ہیں ان کے قتل میں کوئی استثنا نہیں ان کا مقصود نسل کشی ہوتا ہے اس لئے وہ عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑتے ان کا ارادہ دنیا کو تباہ کرنا ہے نہ ملک و مال حاصل کرنا" یہاں تک موفق عبداللطیف کا بیان ہے ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ:۔

" زمین تاتار ملک چین سے ملحق ہے یہ لوگ صحرانشین اور شر و غدر میں مشہور زمانہ ہیں ان کے ظہور اور خروج کا یہ سبب ہے کہ ملک چین اتنا وسیع ملک ہے کہ چند مہینے میں بھی آدمی اس میں پوری طرح دورہ نہیں کر سکتا اس میں چھ ممالک شامل ہیں اور ان چھ ملکوں کا ایک ہی بادشاہ ہوتا ہے اس کو القان اکبر کہتے ہیں جو طمغاج میں رہتا ہے اس کی یہی حیثیت ہوتی ہے جو اسلام میں خلیفۃ المسلمین کی ان چھ ممالک میں سے ایک کا نائب السلطنت دوشی خاں تھا جس کا نکاح چنگیز خاں کی پھوپی سے ہوا تھا دوشی خاں مر چکا تھا کہ ایک مرتبہ چنگیز خاں اپنی پھوپی سے ملنے آیا اس کے ساتھ کشلو خاں بھی تھا اس کی پھوپی نے کشلو خاں سے بیان کیا کہ دوشی خاں چونکہ لاولد مر گیا ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ چنگیز خاں اس تخت کو سنبھالے چنانچہ چنگیز خاں تخت پر بیٹھ گیا اور مغلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا پھر القان اکبر کے پاس حسب دستور قدیم تحائف بھیجے مگر القان اکبر کو یہ ناگوار معلوم ہوا کہ وہ میری منظوری کے بغیر تخت پر بیٹھ گیا حالانکہ تاتار میں آج تک کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا یہ محض چین کے بادیہ نشین دہقانی تھے یہ سوچ کر القان اکبر نے جو گھوڑے چنگیز خاں نے تحائف میں روانہ کیے تھے کٹوا دیئے اور ایلچیوں کو قتل کر ڈالا جب اس کی خبر چنگیز خاں اور کشلو خاں کو پہنچی تو انہوں نے آپس میں حلف اٹھایا اور القان اکبر کے خلاف ہتھیار اٹھا دیئے تمام تاتاری ان کے ساتھ آ ملے اور ان کی قوت و جمعیت بہت زیادہ بڑھ گئی القان اکبر جب ان کی قوت اور شر سے

واقف ہوا تو بہت گھبرایا لوگوں کو بھیج کر ان کی دلجمعی کی کچھ ڈرایا دھمکایا مگر ان باتوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا آخر دونوں کا مقابلہ ہوا اور ایک سخت فتح کشتی۔ مقابلہ آرائی اور کشت وخون کے بعد الغان اکبر کو شکست فاش ہوئی اس کے مقبوضات اور ممالک پر چنگیز خاں اور کشلو خاں قابض ہوگئے اور ان کا شہرا دور بڑھ گیا

چنگیز خاں اور کشلو خاں ان ممالک مشترکہ پر حکومت کرتے رہے پھر چین کے شہروں میں شہانوش پر فوجکشی کردی اور اس کو بھی فتح کر لیا اس دوران میں کشلو خاں مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا قائم ہوا مگر چنگیز خاں نے اول تو اپنی تدبیر سے اس کی قوت کو کمزور کر دیا اور پھر حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا اور اب چنگیز خان مستقل بادشاہ ہوگیا تاتاری اول ہی سے اس کے ساتھ تھے اب اور بھی زیادہ مطیع ہوگئے اور چنگیز خاں کو بمنزلہ خدا سمجھنے لگے اور اس کی اطاعت میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگے

پھر سب سے پہلے ان کا حملہ سنہ ۶۰۶ھ لغایتہ ۱۲۲۸ء میں اپنے ملک سے ممالک ترک اور فرغانہ کی طرف ہوا اور خوارزم شاہ محمد بن تکش والی خراسان پر حملہ کیا خوارزم شاہ محمد بن تکش بہت سے بادشاہوں سے جنگ کرتا اور ان کے ممالک فتح کرتا ہوا خلیفہ کی طرف چلا تھا مگر بوجہ برف باری اپنے ارادہ میں ناکام رہا تھا جب اس نے تاتاریوں کا رخ اپنی طرف دیکھا تو فرغانہ شاش کاسان، اور اکثر دوسرے شہروں کو تباہ کر کے ان کے باشندوں کو لے کر سمرقند کی طرف چلا گیا پھر اپنے میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر کہیں اور نکل بھاگا تاتاریوں نے سنہ ۵۱۱ھ تک مختلف مقامات میں خوب لوٹ مار کی آخر چنگیز خاں نے سلطان شاہ خوارزم کو ایک ایلچی معہ تحائف کے روانہ کیا اس ایلچی نے خوارزم شاہ سے کہا کہ القان اعظم چنگیز خاں نے تم کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ تمہیں میری عظمت، شان اور جلالت پوری طرح معلوم ہے اور اپنی حیثیت اور حکومت بھی پوشیدہ نہیں میں اپنی اور تمہاری مصالحت میں بہت مصلحتیں دیکھتا ہوں اور اس صلح کو ضروری سمجھتا ہوں تم میرے نزدیک میری اولاد سے زیادہ عزیز ہو تم بے فکر رہو تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام چین پر قابض ہوں جہاں لشکر اور گھوڑوں کی کمی نہیں اس میں چاندی اور سونے کی کانیں بھی موجود ہیں اہل چین کو سب کچھ میسر ہونے کے باعث کسی دوسرے ملک کا دست نگر بھی نہیں ہونا پڑتا اب تم اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے عہد دوستی کر لو اور تاجروں کو اپنے مقبوضات میں آمد ورفت کی اجازت دیدو خوارزم شاہ نے اس کو تسلیم کر لیا جس سے چنگیز خاں کو بے حد

خوشی ہوئی۔

عہدنامہ کے بموجب سوداگروں کو آزادی مل گئی بہت دنوں تک یہ دوستی اور عہدنامہ قائم رہا خوارزم شاہ کا ماموں ماوراء النہر کا حاکم تھا جس کے پاس دس ہزار سوار رہا کرتے تھے اس کے ملک سے جب چین کے سوداگر گزرے تو اس کی نیت بدل گئی اس نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ جو سوداگر چنگیز خاں کے یہاں سے آئے ہیں وہ اگرچہ تاجرانہ لباس میں ہوتے ہیں مگر ان کا مقصد جاسوسی کرنا ہوتا ہے اگر تم مجھے اجازت دو تو ان کی نگرانی کی جایا کرے خوارزم شاہ نے لطیفہ احتیاطاً اس کو لکھ دیا مگر اس نے ان کو گرفتار کر کے ان کا مال چھین لیا جب چنگیز خاں کو اس کی اطلاع ملی تو فوراً چنگیز خاں کا ایلچی خوارزم شاہ کے پاس یہ خبر لایا کہ تو نے اول تاجروں کو آزادی دی اور پھر غدر کر دیا غدر ہر حال میں برا ہے اور جبکہ مسلمانوں کے بادشاہ سے صادر ہو تو بہت ہی زیادہ قبیح ہے اگر تجھے اس فعل کی جو تیرے ہاتھوں نے کیا ہے کوئی اطلاع نہیں اور اس نے یہ سب تیری مرضی کے بغیر کیا ہے تو اس کو میرے سپرد کر دے ورنہ میری تلواریں تجھے وہ کچھ دکھلا دیں گی جس کو تو اچھی طرح جانتا ہے یہ سن کر خوارزم شاہ کے ہوش اڑ گئے اور ایسا رعب چھایا کہ عقل جاتی رہی مگر خود کو بہ تکلف دلیر بنا کر جلدی میں ایلچیوں کو قتل کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ایک قطرہ خون کے عوض میں مسلمانوں کے خون کے ہر طرف دریا بہا دیے گئے پھر چنگیز خاں اس کی طرف بڑھا اور یہ سراسیمہ دریائے جیحوں عبور کر کے نیشاپور پہنچا وہاں سے تاتاریوں کے رعب سے خوف کھا کر پھر بہ رخ ہمدان میں چلا گیا آخر تاتاریوں نے اسے گھیر لیا اور اس کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے مارے گئے خوارزم شاہ تن تنہا کسی طرح جان بچا کر نکل گیا اور دریا عبور کر کے جزیرہ میں پہنچا وہاں اسے ذات الجنب کا مرض ہو گیا اور بیچارہ تن تنہا بے یار و مددگار وہیں مر گیا جو بستر وغیرہ اس کے ساتھ تھا وہی اس کا کفن ہوا اور اسی کفن میں ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء میں دفن کر دیا گیا اس کے تمام ممالک محروسہ تاتاریوں کے قبضہ میں آ گئے سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ "تاتاریوں کا سب سے اول ظہور ۶۱۵ھ ۱۲۱۸ء میں ماوراء النہر میں ہوا۔ بخارا اور سمرقند پر قبضہ کیا اور ان شہروں کے رہنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے بعد خوارزم شاہ پہلے ہی تباہ و برباد ہو چکا تھا رہا سہا چنگیز خاں نے لوٹ لیا جب اہل خراسان کے پاس کچھ نہ رہا تو انہیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا آخر چنگیز خاں یہ قتل و غارت کرتا ہوا اسی سال ہمدان اور قزوین تک پہنچ گیا۔"

ابن اثیر اپنی تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ "حادثہ تاتار حوادث عظمیٰ اور مصائب کبریٰ میں

سے ہے جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی خلائق کو ایسا مصیبت کا سامنا کبھی نہ ہوا خاص کر مسلمانوں کو تو ایسے حادثہ جانکاہ سے کبھی سروکار نہیں ہوا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب سے خداوند تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے اب تک ایسی بلا میں خلق اللہ گرفتار نہیں ہوئی تو یہ بالکل صحیح ہے تواریخ اس کی مثال دکھلانے سے بالکل عاری ہے ۔"

اہل تواریخ بخت نصر کے ظلم کو جو اس نے بیت المقدس میں بنی اسرائیل کے ساتھ روا رکھا تھا سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں مگر اس ملعون (چنگیز خاں) نے جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کیا اس کے مقابلہ میں بخت نصر کا ظلم عشر عشیر بھی نہیں ہے بیت المقدس کے واقعہ اور بنی اسرائیل کے قتل کو ان واقعات سے نسبت نہیں ہے جو مسلمانوں پر انہیں کے ممالک میں اس ملعون کے ہاتھ سے پیش آئے نہ بنی اسرائیل اس وقت اتنے قتل ہوئے تھے جتنے مسلمان اس کے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ حادثہ ایک آگ تھی جس کے شرارے بھڑک رہے تھے اور جس کا ضرر عام تھا۔ اہل تاتار ایک ایسے بادل تھے جن کو ہوا بہت تیزی کے ساتھ اڑائے پھرتی تھی۔ یہ چین سے نکلے ترکستان کے شہروں کاشغر، شاغرق کو تباہ کیا بخارا، سمرقند پہنچے انہیں لوٹا ظلم کیا ان میں سے کچھ پھر خراسان گئے وہاں کی ہلاکت تخریب قتل بربادی سے فارغ ہوتے ہوئے اور ہمدان سے بھی یہی سلوک کرتے حدود عراق پر پہنچے یہاں سے آذربائیجان کا قصد کیا اُسے اور اس کے نواحی کو خراب کر ڈالا۔ ان تمام ملکوں کو ایک ہی سال میں خاک سیاہ کیا اور ساری آفات ایک ہی سال میں توڑ دیں جس کی مثال بہت کم ملتی ہے کہ ایک ہی سال میں کسی قوم نے اتنی فتوحات کی ہوں آذربائیجان سے نکلے تو دربند شیرواں جا نکلے اور اس کو برباد کر دیا پھر وہاں سے لان اور لکز گئے اور ان کو خاک سیاہ کر دیا بہت سوں کو قتل اور اکثر کو قید کر دیا یہاں سے قفچاق کی طرف رخ کیا تو وہاں کے باشندوں کو جو اکثر ترک تھے قتل کر ڈالا یہاں جو رہ گئے تھے وہ قتل ہو گئے اور جو بھاگ نکلے تھے وہ بچ گئے اور اہل تاتار ان کے ملک پر قابض ہو گئے اہل تاتار کا ایک حصہ ان کے علاوہ غزنی۔ سجستان اور کرمان کی طرف بھاگ گیا اور وہاں اس سے بھی زیادہ ظلم ڈھایا جس کی نظیر صفحۂ تاریخ پر نہیں مل سکتی اسکندر رومی جو دنیا کے اکثر حصہ پر قابض و متصرف ہو گیا تھا وہ بھی اس تیزی کے ساتھ ترقی نہیں کر سکا تھا کیونکہ اس کی فتوحات میں لے سے کم از کم دس سال کا عرصہ لگا تھا اور اس فتوحات کے باوجود اس نے قتل و غارت اپنا مقصود نہیں بنایا تھا نہ اس نے کسی بے گناہ کو قتل کیا تھا اور جہاں سختی کے بغیر کام نکلا اس نے وہاں میان سے تلوار تک نہ نکالی تھی برخلاف اس کے ان ملعونوں نے اکثر معمورۂ زمین کو ایک سال میں فتح کیا اور ان میں اپنا رعب

و تاب قائم کر دیا۔

ایسا کوئی شہر نہیں بچا کہ جس میں ہر شخص ان کے خوف سے نہ کانپتا ہو سب سے زیادہ لطف یہ ہے کہ ان کو نہ مدد کی ضرورت تھی محض قوت لا یموت اور بہت کم خوراک کے محتاج تھے اور وہ خود ان کے پاس موجود ہوتی تھی کیونکہ بھیڑ بکریاں بیل گھوڑے ان کے ساتھ تھے جو ان کی خوراک کے لئے کافی ذخیرہ تھا انہیں کا گوشت کھا کر پیٹ بھر لیتے تھے ان کے گھوڑے اپنی ٹاپوں اور سموں سے زمین کھود کر گھاس کی جڑیں نکال کر اپنا پیٹ بھر لیتے تھے دانہ کا تو ان گھوڑوں نے نام بھی نہیں سنا تھا۔

باقی رہا ان لوگوں کا مذہب اس کا یہ حال تھا کہ آفتاب کو اس کے طلوع کے وقت سجدہ کر لیتے تھے اور بس، ان کے یہاں کوئی چیز حرام نہیں تھی تمام جانور بلکہ انسان تک بھی ان کے یہاں حلال تھے نکاح کا جھگڑا بھی ان کے یہاں بالکل نہیں تھا ایک عورت کئی کئی مردوں کے لئے کافی ہوتی تھی ۶۵۶ھ رمطابق ۱۲۵۸ء میں دو لاکھ فوج ان لٹیروں کی بسر کردگی ہلاکو خاں بغداد پر چڑھ آئی (اسی زمانہ میں ہمارے ملک میں علاؤالدین خلجی نے یہی حالات پیدا کر رکھے تھے۔ مولف)

خلیفہ کی افواج نے ان کا مقابلہ کیا مگر افسوس شکست کھائی اور کم بخت، غارتگر تاتاری دس محرم کو بغداد میں داخل ہو گئے لعنتی وزیر نے خلیفہ معتصم کو ان سے صلح کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ آپ سپہ سالار افواج تاتار سے مل کر ملئے میں اس سے صلح کے متعلق گفت و شنید کر رہا ہوں نمک حرام وزیر یہ کہہ کر اول خود گیا اور اپنے لئے امان لے کر اور عہد و پیمان کر کے پھر خلیفہ معتصم کے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ تاتار اپنی بیٹی کی شادی آپ کے بیٹے امیر ابو بکر کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ آپ کو اسی طرح منصب خلافت پر قائم رکھے جس طرح آنجناب کے بزرگوں کو سلاطین سلجوق نے رکھا تھا اور وہ خود بحیثیت نائب السلطنت سلجوقیوں کی طرح بننا چاہتا ہے کہ سیاہ و سفید کا مالک خود ہو اس کے بعد وہ اپنی تمام فوج لے کر واپس چلا جائے گا بہتر ہے اگر آپ اس کو بخوشی بہ طیب خاطر منظور کر لیں کیونکہ اس کے علاوہ کوئی تدبیر مسلمانوں کے خون بچانے کی نہیں ہے اس کے بعد آپ کو اختیار ہے کہ آپ جو کچھ چاہیں گے کر سکیں گے مگر اب یہی مصلحت ہے کہ آپ ہلاکو خاں کے پاس تشریف لے چلیں۔ یہ سن کر خلیفہ معتصم تمام اعیان کو لے کر ہلاکو خاں کے پاس چلا اور ایک خیمہ میں جا کر سب کے ساتھ بیٹھ گیا سب سے پہلے وزیر ہلاکو خاں کے پاس پہنچا اور اس نے وہاں جا کر سب سے اول علماء و فقہا کو شرائط صلح طے کرنے کے حیلے سے بلوایا جس وقت یہ حضرات وہاں پہنچے فوراً ان کی گردنیں ماردی گئیں اس کے بعد اسی طرح ایک ایک طائفہ اور جماعت کو بلوا کر قتل کراتا رہا جب تمام علماء امراء حجاب اور اعیان سلطنت ختم

ہو چکے تو راستہ صاف ہو گیا
تلواریں میان سے نکلیں اور خون کا دریا لہریں مارنے لگا۔ چالیس روز متواتر تاتاریوں کی تلوار میان سے باہر رہی کئی لاکھ آدمی قتل ہوئے جو لوگ کنوئیں یا نامعلوم جگہوں میں چھپ گئے وہ بچ گئے ورنہ تمام تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔
بیچارہ معصیت زدہ خلیفہ ٹھوکریں اور لاتیں کھاتا کھاتا مر گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ذہبی کہتے ہیں کہ بیچارے معتصم کو دفن ہونا بھی نصیب نہیں ہوا اس کے ساتھ اس کی بہت سی اولاد اور رشتہ دار جیسے چچا ملے وغیرہ بھی قتل ہوئے اور بعض قید کر لئے تاتاریوں (مغلوں) کی مسلمانوں کے لئے یہ ایسی بلا تھی کہ اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کو دیکھنا نصیب نہیں ہوئی تھی نامراد وزیر بھی اپنی مرادوں میں کامیاب نہ ہوا اس نے بھی تاتاریوں کے ہاتھ خوب ذلت اٹھائی اس واقعہ کے بعد زیادہ دنوں تک وہ زندہ بھی نہ رہا بلکہ حق نے اس کی بھی جلد خبر لے لی
شعراء نے بغداد کے بہت سے مرثیے لکھے ہیں سبط تعاویدی کا یہ شعر لوگوں کی زبان پر بطور تمثیل کے تمام زد عام ہو گیا۔ ترجمہ شعر:۔
"بغداد اور اہل بغداد تباہ ہو گئے۔ ان کے گھروں کو وزیر نے تباہ کر دیا"
ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔ ترجمہ شعر:۔
"اے اسلامی قوت! نوحہ کر اور رو معتصم پر جو گزرا ہے اس کی غمگینی کر کے۔ وزارت نے بغداد تباہ کر دیا اسی وزارت نے جو پہلے ابن فرات کے ہاتھ میں تھی اور اب ابن علقمی کے ہاتھ میں ہے"
آخری جو خطبہ بغداد میں پڑھا گیا اس کو خطیب نے ان الفاظ میں شروع کیا:۔
"تمام تعریفیں اس خدا کو ہیں جس نے مضبوط عمارتوں کو منہدم کر دیا اور اس کے شہر کے رہنے والوں کے واسطے فنا کا حکم جاری کر دیا اور اب تک بھی تلوار میان میں نہیں پہنچی"
تقی الدین ابن البسرہ کا بغداد کی تباہی کے متعلق ایک مشہور قصیدہ ہے وہ کہتا ہے۔

ترجمہ:۔
"جو شخص بغداد کی خبر دل پر آنسو بہاتا ہے اس سے کہہ دو کہ تو کیوں گھبراتا ہے احباب تو سب چلے گئے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والوں سے کہہ دو کہ یہ نہ دعوے کریں کہ ہم تم پر فدا ہوں اس اجڑے ہوئے گھر کے مقابلہ میں جنگل کی کیا حقیقت ہے۔ تاج خلافت اور بڑے گھر کی نشانیاں مٹ گئی ہیں تباہی نے ان کو کیا جنگل بنا دیا ہے بلا کے آنے سے حسین گھروں کے نشان باقی رہ گئے ہیں اور

آنسوؤں سے گھروں کے آثار پر آثار باقی ہیں اے میرے دل کی آگ جو لڑائی سے مشتعل ہوئی ہے بھڑک ۔ تباہی کی ہوا نے تجھے اور بھی بھڑکا دیا ہے ۔ بغداد کے اونچے اونچے میروں پر صلیب ملبند ہو گئی ہے اور ماں پر وہ قابض ہیں جو زنار کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اکثر شہروں پر ترکوں نے قبضہ جما لیا ہے حالانکہ اس سے پہلے ان کے واسطے پردوں پر پردے پڑے ہوئے تھے ۔

(نوٹ ۔ ان ترکوں کے غلاموں نے ہمارے ملک میں جو تباہی مچائی آج ہم اس سے چشم پوشی کر کے اس کے جواز میں دلائل لا رہے ہیں (افسوس) مؤلف

بہت سے بدر منیر (بغداد کے محلے) کے گھروں میں گھس لگ گیا ان میں ایک بھی نہیں آیا بہت سے خزانے لوٹ کی وجہ سے بکھر گئے اور ان میں کفار نے قبضہ کر لیا میں نے آواز دی تو معلوم ہوا کہ قیدیوں کو جلاد کھینچتے ہیں اور ذلیل کرنے والوں کی طرف لئے جا رہے ہیں "

" جب ہلاکو (چنگیز خاں کا پوتا) خلیفہ اور اہل بغداد کے قتل سے فارغ ہوا تو عراق میں اپنے نائب قائم کئے ابن علقمی نے بہت منت سماجت کی کہ کوئی علوی خلیفہ مقرر کیا جائے مگر ایک نہ چلی بلکہ تاتاریوں نے اسے کتے کی طرح دھتکار دیا یہ ایک ادنیٰ غلام کی طرح ان کے ساتھ رہا اور مر گیا خداوند جل جلالہ نہ اس کمبخت پر رحم کریں اور نہ اس کے گناہ معاف فرمائیں ۔

اس کے بعد ہلاکو نے ناصر صاحب دمشق کو یہ خط لکھا ۔

" سلطان ملک ناصر طال بقاءہ کو معلوم ہو جانا چاہیے جب ہم عراق کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کی فوجوں نے ہمارا مقابلہ کیا مگر ہم نے ان سب کو خدائی تلوار کے گھاٹ اتار دیا پھر ہمارے پاس شہر کے رئیس آئے مگر بہ سبب دو نفسوں کی ہلاکت کے نہ بول سکے اس لئے وہ بھی سزائے موت کے مستحق ہوئے پھر اہل شہر ہماری خدمت میں حاضر ہوئے اور ہماری عبودیت کا دم بھرا مگر ہم نے ان سے کچھ سوالات کئے تو انہوں نے جھوٹ بولا ۔ لہٰذا وہ عدم آباد پہنچا دیئے گئے ان کا جھوٹ ہم پر ظاہر ہو گیا تھا انہوں نے اپنے کئے کی سزا پائی ۔ اے بادشاہ ! تو بھی ہماری اطاعت کر اور اس بات کا دل میں خیال تک نہ لا کہ ہمارے قبضہ میں بچانے والے قلعے اور شمشیر زن آدمی ہیں ہمیں معتبر ذریعے سے خبر ملی ہے کہ بقیۃ السیف لوگوں نے تیرے یہاں جا کر پناہ لی ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ وہ ہم سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں ہم بحر و بر کے مالک ہیں یہی بہتر ہے کہ اس خط کے دیکھتے ہی شام کے ملک کے تمام قلعے مسمار کر دیئے جائیں ۔ والسلام ۔

اس کے بعد پھر ایک دوسرا خط لکھا :-

بخدمت ملک الناصر طال عمرہٗ۔ امابعد واضح ہو کہ ہم نے بغداد کو فتح کر لیا ہے اس ملک کی بیخ کنی کر دی ہے وہاں کے رہنے والوں نے مال دینے میں بخل کیا اور یہ سمجھا تھا کہ ہمارا ملک اسی طرح اسی حال میں رہے گا اب ہر جگہ اسی کا ذکر ہے۔ اور اس بد اعمال کو گھن لگ گیا ہے ترجمہ شعر:۔

جب کوئی کام کمال کو پہنچ جاتا ہے تو زوال شروع ہو جاتا ہے جب لوگ یہ کہیں کہ یہ پورا ہو گیا تو زوال کی توقع رکھنی چاہیئے

اب ہم ہلاکت اور بربادی کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھنے والے ہیں لہٰذا تم کو چاہیئے کہ تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے نفسوں کو بھلا دیا اور دین نے بھی ان کو بھلا دیا جو کچھ تمہارا ارادہ ہے فوراً ظاہر کر دو خواہ وہ نرمی سے ہو یا سختی سے۔ تم تمام دنیا کے بادشاہ کی دعوت قبول کرو تاکہ ہمارے شر سے امن پاجاؤ اور ہمارے انعام و احسان سے مالا مال ہو جاؤ تم اپنے مال اور آدمیوں سے بخل نہ کرو ہمارے ایلچیوں کو جلدی رخصت کرو ورنہ نتائج بھگتو۔ والسلام"

پھر ایک تیسرا خط لکھا

"تمہیں معلوم ہو کہ ہم اللہ کے لشکر ہیں اور وہ ہمارے ہی ذریعہ سے گنہگاروں، ظالموں اور متکبروں سے انتقام لیتا ہے ہم جو کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں"

(نوٹ۔ یہی خیال محمود غزنوی کا تھا۔ مؤلف)

"اگر کبھی ہمیں غصہ آجاتا ہے تو ہم لوگوں کی حالتیں دگرگوں کر دیتے ہیں اگر ہم سے کوئی سیدھی طرح پیش آتا ہے تو اس کو اسی حالت پر قائم رکھتے ہیں ہم نے شہروں کو برباد اور خدا کے بندوں کو قتل و غارت کر ڈالا ہم نے عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہیں کھایا'

اے باقیماندہ لوگو تمہارے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے اور اے غافلو! تم بھی اس راستے پر چلنے والے ہو ہمارا لشکر یلغار کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے ہمارا مقصود انتقام ہے ملک گیری ہمارے مہمان پر ظلم نہیں کیا جا سکتا ہمارا عدل و انصاف ہمارے ملک میں مشہور ہے ہماری تلوار کے سامنے سے کوئی نہیں بھاگ سکتا" ترجمہ شعر:۔

"ہم سے کوئی بھاگ کر کہاں جائے گا کیونکہ بحر و بر میں ہماری سلطنت ہے ہماری ہیبت سے سبا کانپ اٹھی ہے ہمارے قبضہ میں امراء اور خلفاء آگئے ہیں اب ہم تمہاری طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں تم بھاگو ہم تمہارا تعاقب کریں گے" ترجمہ شعر:۔

"میری بات عنقریب جان لے گی کہ کون ہے دین کے ساتھ معاملہ کرنے والا ہے اور کون ساحر خواہ

اپنے فرض کا فاقہ کرتا ہے؟

ہم نے شہروں کو برباد، بچوں کو یتیم اور بڑوں کو قتل کر دیا ہے اور انہیں عذاب کا مزہ چکھا دیا ہے۔ ہم نے ان کے بڑوں کو ذلیل اور امیروں کو قید کر دیا ہے کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ ہم سے بچ کر بھاگ نکلو گے یا چھوٹ جاؤ گے اور تھوڑی ہی مدت میں تم یہ سب پہچان لو گے اور جو تم کو مارا ہے وہ بہت جلد تم پر ظاہر ہو جائے گا۔"

۶۵۷ھ (۱۲۵۹ء) شروع ہوا اور اس وقت دنیا خلیفہ سے خالی تھی اب اہل تاتار (مغل) شہر شام کی طرف بڑھے ان دنوں میں والئ مصر المنصور علی بن معز جو لڑکا ہی تھا اس کا اتابک امیر سیف الدین قطز المعزی تھا جو اس کے باپ کا غلام تھا اس سے صاحب کمال الدین عدیمی نے اہل تاتار کے مقابلہ میں مدد مانگی امیر سیف الدین نے امرا اور اعیان سلطنت کو جمع کیا شیخ عزالدین بن عبدالسلام بھی تشریف لائے آپ سے فتویٰ دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا کہ جب کوئی حملہ آور ہو تو تمام دنیا پر اس کا مقابلہ واجب ہو جاتا ہے ایسے موقع پر رعایا سے جنگ کی تیاری کے لیے بشرطیکہ بیت المال خالی ہو جائے تو کچھ لے لینا جائز ہے اس کام کے لئے اعلیٰ درجہ کی اور عمدہ چیزوں کو صرف گھوڑوں اور ہتھیاروں کے لئے وقف کر دیا جائے اس میں تمام لوگ اور رعایا برابر ہے اور بشرطیکہ فوج کے پاس اموال و آلات فاخرہ نہ موجود ہوں تو عام لوگوں سے مال لینے میں کچھ ہرج نہیں چند روز کے بعد امیر سیف الدین قطز نے علماء سے یہ بیان کیا کہ بادشاہ وقت بچہ ہے اور وقت نہایت نازک ہے اس کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ کوئی شجاع اور جری بادشاہ جو جہاد کر سکے تخت نشین ہو۔ چنانچہ امیر سیف الدین قطز بادشاہ ہوا اور اس کا لقب "الملک المظفر" ہوا۔

جب ۶۵۸ھ (۱۲۶۰ء) شروع ہوا اور اب تک کوئی خلیفہ مقرر نہیں ہوا تاتاری (مغل) فرات عبور کر آئے اور انہوں نے حلب میں خوب قتل و غارت کیا پھر دمشق پہنچے اور ماہ شعبان میں اہل تاتار کے مقابلہ کے لئے مصری لشکر بڑھا اور فوج کے ہمراہ خود الملک المظفر بھی چلا سپہ سالار فوج رکن الدین بیبرس بندقداری تھا تاتاری اس وقت عین جالوت پر تھے جمعہ ۲۵ رمضان المبارک ۶۵۸ھ کو یہ لشکر بھی یلغار کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا اور ایک گھمسان کی لڑائی کے بعد تاتاریوں کو شکست فاش اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

بحمد اللہ بہت سے تاتاری (مغل) قتل ہوئے اور جو باقی بچے وہ دم دبا کر بھاگ گئے اور لوٹ لئے گئے۔ المظفر دمشق رہ گیا تھا اس فتح کی خوشخبری اس کے پاس پہنچائی گئی لوگ خوشی کے مارے

اچھلنے لگے اور مظفر کو بے حد دعائیں دیں اور اس سے بہت محبت کرنے لگے رکن الدین بیبرس
نے تاتاریوں کا تعاقب کیا اور جب تک وہ حلب وغیرہ سے نہیں نکال دئے گئے پیچھا نہیں چھوڑا (دینی و

نوٹ :- اس لڑائی میں ہلاکو خاں شامل نہیں تھا وہ اس سے قبل ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا اس
فوج کو مصریوں نے نکال دیا لیکن مغلوں کا قبضہ ایران پر بدستور رہا۔

مغلوں نے نہ صرف ایران، ترکستان، افغانستان اور عرب ممالک کو تباہ کیا بلکہ چنگیز خان اور
اس کا بیٹا تولائی خاں اور دوسرے مغل سردار یورپ پر بھی حملہ آور ہوئے انہوں نے عیسائی یورپین
اور اسلامی تہذیب کو ملیا میٹ کر دیا ان کا ایک سردار تیمور ہمارے ملک پر بھی حملہ آور ہوا جس نے
صرف ایک مقام پر ایک لاکھ آدمیوں کے سر اڑا دیئے اس کے حالات تو ہم مناسب جگہ پر بیان
کریں گے لیکن دنیا کی نیرنگی ملاحظہ ہو کہ ان تہذیب و تمدن اور انسانیت کے دشمنوں کو بھی مورخین
نے مذہبی تعصب کی بنا پر اخلاقی و مذہبی جواز مہیا کر دیئے ہیں چنانچہ کچھ لوگ ان حملوں کو عین اسلام
سمجھتے ہیں ہفت روزہ "ناقد" کراچی ۲۲ اپریل ۱۹۶۵ء کے صفحہ ۷ پر ملا محمد صاحب نے تحریر
کیا ہے :-

"بنو عباسیہ کے دور میں بھی اسی طرح سادات بنو فاطمیہ کے ساتھ ناجائز سلوک ہوتا رہا وہ اپنی
صداقت اور ظلم کی کہانی آپ بیتی ظاہر کرتے رہے وہ اپنے گناہوں کو سن کر بجائے شرمندہ ہونے
کے مقہور ہو کر اور زیادہ مظلوموں کو پیستے رہے اور حاکم ظالم کے سامنے مظلوم بیکس کی پکار فریاد
چہ معنی دارد۔

آخر کار قدرت کاملہ نے مدت ظلم اور ناجائز زیادتیوں کو دیکھ کر انشاء الٰہی کو بدل دیا
کہ الناصر خلیفہ عباسیہ کو سادات کا معتقد بنا دیا اور اپنی ماں بے باک بہترین فوج کو دیوار سکندری
سے اس طرف نکال دیا۔ (مراد مغلوں سے ہے یعنی قدرت کاملہ نے مغل پیدا کر دیئے) اور ان میں آخر
مجبوب محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کے انتقام لینے کے لئے چنگیز خاں کو خون آلود ہاتھوں
سے پیدا کیا اس کے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے تھے کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم سے ہی سادات بنو
فاطمیہ کے دشمنوں سے ٹکر لیتا ہوا باہر آیا۔ خلیفہ الناصر علماء دین کی جماعت اور مرادینی علماء مولویوں
سے ڈرتا ہوا اپنے کو ظاہر نہ کرتا تھا ......"

چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں اپنی ٹڈی دل فوج لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ
پر بنو فاطمہ کے انتقام کی خاطر بھوکا پیاسا آنکھیں سرخ کئے ہوئے تلوار برہنہ کئے کر داخل ہوا بغداد

"امیر تیمور (مراد امیر تیمور سے ہے مؤلف) نے بغداد کو گھیرا اور ہر ایک سپاہی کو حکم دیا کہ وہ دو سر لادیں جس پر غدر ہوا کہ اب تو کوئی آدمی نہیں رہا تو حکم ہوا کہ بچوں اور بوڑھوں کے سر لاؤ جب بچے اور بوڑھے بھی تہ تیغ بے دریغ ہوئے تو حکم ہوا کہ جو سپاہی رہ گئے ہیں وہ عورتوں کے سر پیش کریں اسی طرح جب کوئی بھی مرد، عورت، بچہ، بوڑھا نہ رہا تو حسب معمول امیر تیمور نے ان سروں کو ڈھیر پر چڑھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کا خطبہ پڑھا اور خوشنودی حاصل کی سروں کا مینار سا اور بغداد کو اس طرح جس طرح ابو جعفر منصور عباسی نے سادات بنو فاطمیہ کے گھروں کو اکھاڑ دیا تھا اور مرد، بچوں، بوڑھوں، عورتوں کو مست ہاتھیوں کے حوالے روندا تھا اور مستعصم باللہ نے روضہ امام حسین علیہ السلام اور سادات کے گھروں کو اکھاڑ کر جلایا تھا بغداد کا بالکل اکھاڑ کر ویران کر دیا اور اسی طرح بے شمار شہروں کو پامال کیا۔

پروردگار عالم نے اپنی خوشنما سرخ و سفید فوج جو مراد مغل۔ مؤلف کو ایسے انعام سے سرخرو کیا کہ دنیا آخر تک اسے فراموش نہ کر سکے گی اس کی اولاد کو ایران و طہران، ترکستان، زابلستان اور ہندوستان عطا کیا جہاں ان کی اولاد بہشت بریں میں ناز کرتی رہی جس کی مثال اب تک قائم نہ ہوئی اور نہ ہو گی۔"

اے لوگو! دنیا پر رحم کرو اور نفس پرستوں کی حمایت سے دستبردار ہو جاؤ!

چنگیز خاں اور ہلاکو خاں مسلمان نہیں تھے ہاں البتہ آئندہ ان کی اولاد نے اسلام قبول کر لیا تھا امیر تیمور نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن امیر تیمور کا باپ قراچار نوئیاں مسلمان نہیں تھا مغلوں نے چودھویں صدی میں اسلام قبول کیا جبکہ ہمارے ملک میں افغانستان، سرحد، پنجاب کے بیشتر لوگوں نے گیارھویں صدی میں اور باقی آریہ ورت کے بیشتر مسلمان تیرھویں صدی میں مشرف با اسلام ہو چکے تھے یعنی مغلوں سے دو سو سال پہلے آریہ ورت میں اسلام آ چکا تھا اور بذریعہ تبلیغ گجرات دکن، کاٹھیاواڑ، مالابار وغیرہ میں آٹھویں، ساتویں صدی میں ہی کافی لوگ مسلمان ہو گئے تھے لفظ "خان" مغلوں کا نسلی امتیاز تھا کسی غیر مغل کو "خان" لفظ اپنے نام میں لگانا بالکل غلط ہے۔

آریہ ورت میں مغلوں کی آمد

۱۲۰۶ء میں پہلی بیرونی مسلم حکومت آریہ ورت میں قطب الدین ایبک نے قائم کی اس کے پندرہ ہی سال بعد ۱۲۲۱ء میں مغل سردار چنگیز خان خراسان کے بادشاہ جلال الدین خوارزم کا تعاقب کرتے کرتے سندھ تک آ پہنچا لیکن سندھ کے مغربی علاقے کو تباہ و برباد کر کے واپس چلا گیا اور ملک اس خوفناک آفت سے بچ گیا کچھ مغل سندھ پار آباد ہو گئے اور گاہے بگاہے پنجاب پر حملے کرتے رہے یہ زمانہ التمش والئی دہلی کا تھا۔

سلطانہ رضیہ کے بعد اس کا بھائی معز الدین بہرام تخت دہلی پر بیٹھا اس کے زمانے میں چنگیز خانی لشکر نے لاہور ۱۲۴۱ء میں تاراج و تباہ کیا پھر تھوڑے ہی دنوں بعد مغل سپاہ براستہ تبت بنگال پر حملہ کر کے واپس چلی گئی

غیاث الدین بلبن جو پہلے دہلی کی سلطنت کا وزیر اور پھر بادشاہ تھا اس کے زمانہ (۱۲۶۶ء تا ۱۲۸۶ء) میں مغلوں نے دو مرتبہ حملہ کیا پہلی مرتبہ ان مغلوں نے حملہ کیا جو سندھ پار آباد ہو گئے تھے یہ مغل پنجاب میں گھس گئے بلبن نے انہیں نکال کر بھگا دیا اور سرحدوں پر فوج تعینات کر دی پھر دوسری مرتبہ مغلوں کے ایک بڑے گروہ نے پنجاب پر حملہ کیا اس حملہ میں غیاث الدین بلبن کا بیٹا محمد لاہور اور دریائے بیاس کے درمیان مارا گیا۔

جلال الدین خلجی کے زمانہ (۱۲۹۰ء تا ۱۲۹۶ء) کے زمانے میں مغلوں کے کئی جتھے دہلی کے پاس پہنچ گئے۔ جلال الدین نے انہیں شکست دی اور انہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دیا لیکن یہ تمام مسلمان

ہوگئے ان کے سردار الغ بیگ کو بادشاہ نے اپنا داماد بنا لیا اور تمام مغلوں کو سرکاری ملازمتیں دے دی گئیں انھوں نے دہلی کے نزدیک مغلپورہ آباد کیا۔

علاءالدین خلجی کے زمانہ (۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۶ء) میں مغل اپنے ایک سردار قتلغ خواجہ کی سرکردگی میں دو لاکھ آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ پھر دہلی آپہنچے لیکن علاءالدین نے ان کو شکست دے کر ان کا قتل عام کرا دیا اور جو مغلپورہ میں آباد تھے ان سب کو بھی قتل کرا دیا ان واقعات سے مغلوں کے دل پر ایسا رعب چھایا کہ انھوں نے تمام پنجاب خالی کر دیا۔

محمد تغلق (۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۱ء) کے زمانے میں مغلوں کے جتھے پھر دہلی کے سامنے آکھڑے ہوئے بادشاہ نے ان کو رشوت دے کر لوٹا دیا اس سے مغلوں کے حوصلے بلند ہو گئے انھوں نے سرحد پر قبضہ جما لیا اور پنجاب کو جی بھر کر لوٹتے رہے۔

تیمور کا حملہ ۱۳۹۸ء

محمود شاہ تغلق کے زمانے میں ۱۳۹۸ء میں مغلوں کا ایک سردار امیر تیمور مرزا نے آریہ ورت پر حملہ کیا کہتے ہیں کہ مغلوں میں یہ پہلا حملہ آور مسلمان ہو کر پہلا آیا تھا (واللہ اعلم بالصواب)، تیمور نے سرحد اور پنجاب کو خوب لوٹا اور پھر ایک لاکھ قیدی عورتیں، بچے جوان پکڑے اور دلی کے شمال میں جمنا کو عبور کیا اور مقام پانی پت دلی کی فوجیں سامنے آئیں تیمور نے لڑائی سے پہلے ان ایک لاکھ قیدی عورتوں بچوں اور جوانوں کو قتل عام کرا دیا جنہیں وہ سرحد اور پنجاب سے پکڑ کر لایا تھا اور پھر دلی کی فوجوں کو شکست دی بادشاہ محمود تغلق گجرات کی طرف بھاگ گیا تیمور نے دلی میں خون کی ندیاں بہا دیں پھر میرٹھ کے علاقہ میں تباہی مچائی لیکن گوجروں نے اپنے گاؤں خالی کر دیے اور تمام علاقہ کی آبادی نے دو مرتبہ شکست کھا کر تیسری مرتبہ لت ہردوار کے پاس شکست فاش دی تیمور شوالک پہاڑ کے پاس سے گذرتا ہوا واپس چلا گیا (مفصل حالات گوجروں کے ضمن میں مذکور ہوں گے)

مغل بابر کا حملہ ١٥٢٥ء

تیمور کی پانچویں پشت میں بابر پیدا ہوا جس نے کابل پر مستقل قبضہ کیا اس وقت دلی کے تخت پر ابراہیم لودھی پٹھان کی حکومت تھی جس کا ایک سردار دولت خاں لودھی لاہور کا حاکم تھا اس غدار نے بابر کو دلی پر حملہ کرنے کے لئے چٹھی بھیجی بابر کابل سے روانہ ہوا اور ١٥٢٦ء میں پانی پت کے مقام پر ابراہیم لودھی کو شکست دی اور دلی پر قبضہ کر لیا لودھی پٹھان بھاگ کر چتوڑ کے رانا سانگا گوجر راجہ کے پاس پناہ گزیں ہوئے اور رانا سانگا گوجر اور پٹھانوں کی فوج لے کر کانوہ کے مقام پر آیا لیکن شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ فتح کے بعد بابر رانا سانگا کی بہادری کا قائل ہو گیا اس نے رانا سانگا کو اس کے حال پر چھوڑ کر پٹھانوں کی سرکوبی کرنے کے لئے مشرق کا رخ کیا لیکن چار سال بعد فوت ہو گیا

ہمایوں مرزا

١٥٣٠ء میں ہمایوں مرزا دلی کے تخت پر بیٹھا پٹھان مغلوں کے کٹر دشمن تھے اس لئے ہمایوں نے میواڑ کے رانا سانگا کے دربار میں دوستی کا عہد نامہ بھیجا اور رانی کے لئے "راکھی" بھی اس طرف سے اطمینان کر کے ہمایوں نے پٹھانوں کا مقابلہ کیا لیکن شیر شاہ سوری والی جونپور و بنگال نے اسے دو مرتبہ شکست دے کر ملک سے نکال دیا یہ ایران پہنچا اور وہاں شیعہ مذہب اختیار کیا پھر والی ایران کی مدد سے کابل فتح کیا پھر ١٥٥٥ء میں دوبارہ دلی پر حملہ کیا اس وقت شیر شاہ کے خاندان کا ایک شخص عادل شاہ حکمران تھا جس نے شکست کھائی اور دلی پر دوبارہ مغلوں کا قبضہ ہو گیا عادل شاہ کا سپہ سالار ہیموں بقال مارا گیا لیکن چھ مہینے بعد ہی ہمایوں زینے سے گر کر مر گیا

شہنشاہِ اکبر ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء

ہمایوں کے انتقال پر اس کا لڑکا اکبر تخت پر بیٹھا لیکن چونکہ وہ ابھی نوجوان تھا اس لئے اس کا پھوپھا بیرم خاں مدار المہام مقرر ہوا تھوڑے عرصہ بعد بیرم خاں نے اپنی من مانی کا رروائیاں شروع کر دیں جس کی بنا پر اکبر نے خود انتظام سلطنت سنبھال لیا اور بیرم خاں کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت دے دی لیکن راستے میں اسے ایک پٹھان نے مار دیا کیونکہ اس پٹھان کے عزیزوں کو بیرم خاں نے لڑائی میں مار دیا تھا

راجپوتوں سے اکبر نے اتحاد کیوں کیا۔؟

اکبر کو شروع ایام سے مشکلات درپیش آئیں جس وقت ہمایوں نے انتقال کیا تمام آریہ ورت مغلوں کا دشمن تھا۔ پٹھانوں کی قوت جونپور سے لے کر بنگال تک اتنی زبردست تھی کہ مغلوں کو دوبارہ بھاگنے کے آثار نظر آ رہے تھے جیسے مفصل تحریر ہو چکا ہے کہ آریہ ورت میں مقامی مسلمان اپنے پیروں پر کھڑے ہو چکے تھے۔ تمام شمالی ہندوستان اس وقت آریہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھا اب ان کو لوٹنے کے لئے کوئی مذہبی جواز بھی نہ تھا دکن میں البتہ بیرونی مسلمان قابض رہے تھے۔ گوجروں کا ایک طبقہ درباروں کی سرپرستی قبول کر چکا تھا یہ درباری گوجر جو راجپوت کہلاتے تھے ان پر چڑھنے کو تیار تھے لیکن پورے پانچسو سال تک لڑنے کے بعد ان میں اتحاد پارہ پارہ ہو چکا تھا بابر نے آزاد مجاہدوں کی بہادری کانوہ کے میدان میں دیکھ لی تھی۔ کانوہ کی لڑائی پٹھانوں کی حمایت میں لڑی گئی تھی جس کا راجہ یا سپہ سالار رانا سانگا تھا لیکن فوج میں سلطان سکندر لودھی کا بیٹا محمد خاں لودھی معہ مع جرار فوج اس کے ساتھ تھا۔

میوات کے تمام مسلمان گوجر سردار پٹھانوں کے ساتھی تھے چنانچہ حسن خاں میواتی رانا

سانگا کی فوج کے ساتھ مل کر بابر سے لڑا تھا اور اس کے بھی دس ہزار جانثار فوجی تھے اسی لڑائی میں ایک اور مسلمان گوجر سردار دیپ چوہان بھی تھا ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۲۱

جو جو بھی بابر کی فوج ملک میں گزرتی تھی گوجر اس طرف ہی یلغار کر کے ان کے گھوڑے وسامان چھین کر بھاگ جاتے تھے" ملاحظہ ہو "تزک بابری" ونیز دیگر تاریخی کتابیں

کانوہ کی لڑائی کے شروع ایام میں ہر دفعہ بابر کو شکست ہوتی رہی یہاں تک کہ مغل سرداروں نے کہا کہ ہمیں تیمور کی طرح واپس چلنا چاہیے۔ بابر نے جواب دیا کہ اگر واپس ہی چلنا ہے تو شکست کھا بھی جا سکتے ہیں لڑائی سے منہ موڑ کر جانا بہادروں کا کام نہیں ہے مصیبت کے وقت بابر کو خدا یاد آیا اور اس نے شراب سے توبہ کی اور آخری دن لڑائی میں کامیاب ہوا حسن خاں میواتی مارا گیا اور محمود خاں لودھی نے کالنجر پر جا کر قبضہ کر لیا رانا سانگا اپنی حکومت میں واپس چلا آیا

یہ لڑائی ختم ہی ہوئی تھی کہ حسین خاں پٹھان فانی چندوار اور دریا خاں حاکم رابری نے سر اٹھایا اسی دوران پٹھانان مشرقی (حکومت جونپور) نے مغلوں کو مشرق میں شکست دی ادھر قلعہ ارک کا راجہ میدنی رائے اٹھ کھڑا ہوا ان حالات سے مجبور ہو کر بابر نے اپنے سفیر رانا سانگا کے پاس بھیجے خطوط میں رانا سانگا کی بہادری کی تعریف تحریر کی گئیں اور دوبارہ وعدہ کیا کہ بابر اسے لڑائی کے باوجود اپنا دوست سمجھتا ہے بابر نے اپنی تحریر کردہ "تزک بابری" میں رانا سانگا کی خاص طور سے تعریف کی ہے بابر نے پٹھانوں میں تفرقہ ڈلوانے کے لیے جو باغی سردار پٹھان اس کے پاس گیا اسے خطابات اور جاگیروں سے نوازا۔ یہ حالت دیکھ کر شیر خان (شیر شاہ سوری) بھی دربار میں حاضر ہوا کیونکہ اسے سرکار جونپور سے مخالفت تھی لیکن اس نے مغلوں کے رکھ رکھاؤ کو دیکھ کر بھانپ لیا کہ اگر پٹھانوں کا آپس میں اتحاد ہو جائے تو مغلوں کو آریہ ورت سے نکالنا کوئی مشکل نہیں لہٰذا وہ چند دن بابر کے دربار میں رہ کر بغیر اطلاع دیئے چپکے سے بہار کی طرف چلا گیا تیسری طرف بابر نے اپنی اسلام دوستی ظاہر کرنے کے لیے چندیری اور سارنگ پور وغیرہ کی خانقاہوں کو ابراہیم لودھی کے لوٹے ہوئے خزانہ میں سے کثیر رقم بھیجی تمام موذنوں اور جامع مسجد گنبدوں کے وظیفے مقرر کر دیئے ملک میں اچھی طرح حکومت سنبھلنے پائی تھی کہ بابر کا انتقال ہو گیا اور ہمایوں اس ڈانواں ڈول حکومت کا وارث ہوا شیر شاہ سوری نے بہار اور بنگال میں محمود خاں ولد سکندر لودھی نے کالنجر میں قوت حاصل کی ادھر راجہ بالدیو نے شیر شاہ سے ساز باز کر لی

ہمایوں نے اپنے باپ بابر کے راستے پر گامزن ہوتے ہوئے رانا سانگا کی بیوی کرنا دیوی

کو "راکھی" بھیجی۔ تحائف روانہ کئے جو ہندوؤں کی رسم کے مطابق حقیقی بہن بنانے کی رسم تھی اور اس طرح رانا سانگا کو ہمایوں نے بہنوئی کی جگہ مان لیا۔ راناؤں نے جبکہ ہمایوں پر حملے ہو رہے تھے اس سے قطعاً باز پرس نہ کی اور خاموش رہے تھوڑے دن بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ رانا سانگا نے موت سے پہلے سلطان مظفر والئی گجرات کو اس کے دارالخلافہ میں ہی شکست دے کر قید کر لیا تھا اور اس سے باجگزاری وصول کر کے رہا کیا تھا سلطان بہادر والئی گجرات نے مظفر کی شکست اور گرفتاری کا بدلہ لینے کے لئے رانا سانگا کی موت کے دس سال بعد چتوڑ پر حملہ کر دیا۔ چتوڑ میں نا اتفاقی زوروں پر تھی رانا سانگا کا لڑکا اودے سنگھ کمسن تھا۔ ہمایوں اپنی منہ بولی بہن کی مدد کے لئے چتوڑ فوج لے کر آ پہنچا اور حملہ آوروں کو نکال کر پھر مندسور فتح کیا اور اسے بھی بکرماجیت کے حوالہ کر کے اپنے ہاتھ سے اس کی کمر میں تلوار باندھی جو پختہ دوستی کا عہد نامہ تھا اسی دوران میں شیر شاہ نے ایک کثیر فوج لے کر بنگال سے دلی کی طرف کوچ کر دیا ہمایوں یہ سنتے ہی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑھا لیکن شکست کھائی پھر دوسری مرتبہ فوج فراہم کی اس مرتبہ پھر ہمایوں کو شکست فاش ہوئی شیر شاہ نے اس کا تعاقب تیزی سے کیا کہ ہمایوں کو دلی میں سانس لینے کی بھی فرصت نہ ملی آخر شیر شاہ نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکال ہی دیا اور بابر کی یہ بات سچی ہوئی کہ:۔

"بیٹا! پٹھان سے ہوشیار رہنا"

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیر خاں کا اصلی نام فرید خاں تھا۔ شیر خاں کا باپ حسن سور تھا اور اس کے دادا کا نام ابراہیم سور تھا۔ ابراہیم سور نے بہلول لودھی کے ایک سردار کی نوکری کر لی تھی سلطان سکندر لودھی نے حسن سور کو روہتاس کے علاقہ سے سہسرام و خواص پور ٹانڈہ بطور جاگیر دیا تھا یہ شرقی اتر پردیش (یو۔پی) میں واقع ہے شیر خاں کی ایک سوتیلی ماں بھی تھی اور اس کا باپ حسن سور بھی شیر خاں سے چنداں التفات نہ رکھتا تھا چنانچہ شیر خاں جونپور چلا آیا اور وہاں دینی تعلیم حاصل کی پھر والئی جونپور کے شہزادوں کو پڑھانے لگا۔ پھر اس نے جونپور کی طرف سے بہار پر پہلا حملہ کیا اسی زمانہ میں بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دلی پر قبضہ کر لیا باپ کی جاگیر پر دوسری ماں کے دانت لگے تھے اور معصوم نوجوان اسی طرح ویرانوں میں بھٹک رہا تھا آخر جونپور کے دربار میں

تو کل دوسری جگہ ایک بار اس نے تلوار کا ہاتھ مار کر شیر کا کام تمام کر دیا اور فرید خاں سے شیر خاں مشہور ہو گیا لیکن اس کا مقصد نہ تو درس تدریس تھا اور نہ قرآن شریف نقل کرنا تھا اور نہ ہی شیر مارنا۔ او باتیوں کی جائیداد کے ساجھے سے بھی اس کا کوئی مطلب نہ تھا اس شیر خاں کی آنکھیں تو محض دہلی کے تخت پر ہی لگی ہوئی تھیں کہ اتنے میں بابر نے جونپور کا رخ کیا چنار کے گھیرے سے وہ بجلی کی طرح نکل بھاگا تھا۔ جونپور کی لڑائی میں تلوار میان میں کر کے وہ بابر سے جا ملا تھا۔ بابر لمحہ بھر میں اسے بھانپ گیا اور اس کو ساتھ لے کر آگرہ پہنچا۔ بنگال اور بہار میں لودھی خاندان اب بھی کافی طاقتور تھا شاہی محل سے قنوج تک لوہانیوں ڈپٹھانوں کا سخت مورچہ تھا۔ شیر خاں ہر مورچہ کا مرکز تھا

آگرہ کے نئے کھارے ہوئے تالابوں کے بیچوں بیچ نئے لگے ہوئے باغیچہ میں راجہ بکرماجیت کشوراہیہ کے پرانے محلوں کے سامنے بابر نے سلطنت کی پہلی دعوت کی خاص مہمان بھی شیر تھا جس نے سوائے جنگل میں وہاڑ مرکے نہ کبھی مغلیہ الطاف جانا۔ نہ دستر خوان کی شاہی نعمتیں جانیں دیہاتی پٹھان، کسانوں اور رعایا کا پیارا شیر بابر سے بغل گیر ہوا

بابر کی تیز نگاہ نے اس خطرہ کو پہچان لیا تھا جو اس کے پیارے بیٹے ہمایوں کے مستقبل کو تاریک بنا سکتا تھا اس نے اسے طاقت سے کچل کر نہیں بلکہ اس پر احسان اور صلح کے ذریعہ فتح کرنے کی ٹھان لی اس نے خیال کیا کہ کچھ عجب نہ ہوگا جو دستر خوان کا دوستانہ سلوک میدان کارزار کی توپوں سے کہیں زیادہ کامیاب ثابت ہو

طرح طرح کے لذیذ کھانوں سے دستر خوان چنا گیا ایک سے ایک بڑھ کر لذیذ چیزیں بلا کی بے انتہا قسمیں، ایرانی۔ نرگسی۔ نور محلی۔ موتی، روٹیوں کے کئی قسم کے نان تنک۔ نان گل خادرت چپاتیوں سے لے کر بھاری شیر مال تک گوشت کی لاتعداد تھالیاں بیچ میں مرغ مسلم اور تشیلی نشیلی شراب سے لبریز مشروبات جو کئی دنوں کی تیاریوں سے تیار کیے گئے تھے۔ طشتریوں سے بھاپ کے ساتھ اٹھنے والی کستوری (مشک) کی خوشبو۔ لوگ بے بس کر دینے والی زعفران کے رنگ چاولوں کے بے شمار ڈھیر۔ مٹھائیوں کی بے انتہا قطاریں۔ رنگ برنگے ورقوں سے ڈھکی فرنیاں۔ سنہری تھالیں جن کی چمک اور چکناہٹ پہ نگاہ بھی نہ جم سکتی تھی سینکڑوں کشیدہ کاری کی ہوئی قیمتی سے قیمتی طشتریاں جنہیں دولت اور لوٹ ہی مہیا کر سکتی ہے اور جیسے چین کے مشہور کشیدہ کار ہی تیار کر سکتے تھے ہزاروں بلوری اور پنے کی رکابیاں، لال اور نیلم کی۔ ان کاغذی پتھروں کی جن کا وزن

جھڑتے ہوئے پیڑوں سے بھی ہلکا تھا اور جس کے آر پار صاف نظر آتا تھا پیالوں کی ہزاروں
اقسام جن کی دھات ناقابلِ شناخت ہو اور جو میز پر بلا کسی سہارے کھڑے معلوم ہوتے ہیں۔
چمچے اور کانٹے جن کے استعمال پر خاندانِ تیموریہ کو خاصہ غرور تھا اور جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان
کا استعمال، ان کے خاص طریقوں کا استعمال مغلوں نے چینیوں سے سیکھا تھا۔ ترکوں کو سکھایا
تھا۔ ترکوں نے یورپ کو اور دعوت کا میزبان تھا چینی چنگیز اور سمرقندی تیمور کی "اخلاقی" بلندیوں
کا وارث قلندر بابر
مغلیہ اخلاق کے لاثانی پابند ہمایوں کے ہی انتظام کی یہ دعوت نمونہ تھی۔ مغل دعوتوں کا ڈھنگ
اپنا تھا اس کی تمیز اپنی تھی۔ رسمیں اپنی تھیں۔ مذاق مگر نہایت شائستہ پُر لطف۔ جب تب
تیر کی طرح چلتے۔ بابر لاثانی خوش نویس تھا۔ بے حد خوشخط لکھتا تھا۔ قلم کا بادشاہ ہند سے
روح کا ماہر ہلکی چٹکیوں کے بیچ آبِ حیات کی چسکیاں چلتیں طشتریوں پر کانٹے چمچے چھریاں
چلتیں پر کیا مجال کہ کہیں ذرا سی آواز ہو جائے۔
دسترخوان کی طرف بابر، شیر کو لے کر چلا
شیر خان عین بیچ میں بیٹھا اس کے بائیں بابر۔ دائیں ہمایوں، دونوں طرف عسکری،
صغری اور ہندال اور نہ کہا منے اور دور تک دونوں طرف امراء سلطنت مغلیہ امیروں کی کافی نسلیں
تھیں ان کی شان شاہوں کو نصیب نہ تھی
امیر ختل اور گمبوج کے۔ بلخ بدخشاں کے سمرقند بخارا کے، بامیان ترا کے دمشق
قسطنطنیہ کے بات کے پکے۔ تلوار کے ہٹی چپ تھے ایک عجیب خاموشی طاری تھی وہ دعوت
جس کا مقصد تھا۔ مگر امرا اور بابر کی وہ باریکی سمجھ نہ پائے تھے جس نے شیر خاں جیسے پورب کے
کسان کو۔ دیہاتی پٹھان کو۔ یہ رونق بخشی تھی۔
اس خاموشی میں شیر کو بے عزت کرنے کی حسرت بھری تھی کہاں مغلیہ دسترخوان
کا اخلاق، تمیز اور کہاں بہار کا وہ پھوہڑ۔ منہ پھٹ بے ڈھنگا پٹھان، نہ چھری کانٹوں
کا تمیز نہ کرے۔ عجیب۔ تعجب خیز۔ کیسے کھائے گا؟ کیسے چھری پکڑے گا۔؟ چمچے کا نٹا
ان سے واسطہ و تعلق کہاں۔ مزہ آ جائے گا۔
چاہے ایسے دیہاتی کو شاہی دعوت کا مہمان بنانا امیروں کو محسوس ہوا ہو۔ مگر
بیشک اس کی تجویز رنگ لائے گی، غضب ہو جائے گی۔ پوشیدہ نظریں چپ چاپ

ایک دوسرے سے مل رہی تھیں۔ گھمنڈ اور حقارت آمیز اپنی تجویزیں ایک دوسرے سے بدل رہی تھیں

شیر چپ تھا۔ بابر سمجھ رہا تھا کہ شاید خاص شان اس کے مہمان کو دبائے دے رہی ہے مغلیہ امیروں کا رعب اس پر غالب ہو رہا ہے مہمان کو وہ سر آنکھوں پر لئے ہوئے تھا امیروں کا چھچھور پن اس میں مطلق نہ تھا خود نا چیز نیا ہر طرح سے وہ اس کو جاننے کی کوشش کر رہا تھا اس کی یہی کوشش کہ شیر کو وہ اجنبی تہذیب بوجھ نہ ہو جائے بار بار وہ ایسی باتیں کہتا جس سے پٹھان ہنسے۔ بولے۔ اس سے اپنا پن ظاہر کرے

کھانا شیر ہی کو شروع کرنا تھا رسم کے مطابق۔ کیونکہ مہمان وہی تھا اس لئے سب اس کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے ایسی دعوت کا صحیح اندازہ نہ ہے خواب میں بھی نہ تھا کیا ہوتا تو شاید پریشان ہو جاتا کہ کس چیز کو کھانا شروع کرے اس کی تیز نظروں سے چھپا بھی نہ رہا کہ گو بابر کا سلوک اس کے ساتھ بے بناوٹ ہے لیکن امیروں کی نگاہیں مطلب سے خالی نہیں

بابر نے اس کی طرف دیکھا پھر سامنے رکھے مرغ مسلم کی طرف اشارہ کیا شیر کچھ دیر خاموش رہا ایک بار سامنے چھری کی چمک اس کی نظر میں کھٹکی آہستہ سے وہ ہلا اس نے بغل سے خنجر کھینچ لیا آنکھیں جھکیں لیا ایک بیسوں تلواریں میان سے نکل پڑیں لیکن بابر خاموش تھا گو اس کی طرف سے لاپرواہ و نا مخاطب نہ تھا جانتا تھا کہ ضرورت پڑی تو اس کے بازوؤں میں قوت ہے بغل میں جوانوں کو دبا کر قلعہ کی چاردیواری پر وہ دوڑ چکا تھا تیس تیس زخموں کے باوجود دریاؤں کو پار کر چکا تھا اگر پٹھان شیر ہے تو وہ بھی تو آخر بابر ہے

لیکن شیر خاں کو نہ تو بابر کے خیالات کا ہی پتہ تھا نہ خون کی پیاسی ان تلواروں کا جو اس کے سر پر آنے کو تیار تھیں۔ وہ خنجر سے مرغ کاٹ کر اس کے ٹکڑے خنجر کی نوک سے اٹھا اٹھا کر خاموشی سے کھائے جا رہا تھا تمیز دار امیر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھے جا رہے تھے۔

بابر کی آنکھوں کا اشارہ پاتے ہی تلواریں میانوں میں لوٹ گئیں خاموشی میں کھانا شروع ہوا اور خاموشی ہی میں ختم بھی ہوا غضب کی سرد مہری پھر مردگی دعوت پر چھائی ہوئی تھی جو شراب کے دوروں سے بھی نہ ٹوٹی بابر کی مسکراہٹ اس کی چہل بازیوں سے بھی نہیں اس کی چہل کے جواب میں امیروں کے قہقہے بناوٹی لگتے تھے خوش کرنے کو ان کی کھوکھلی آواز بے معنی ہو کر رہ جاتی

کھانا ختم ہوا شیر کو خوش کرنے کے لئے امراء اسے گھیر کر کھڑے ہو گئے دستور کے مطابق ات نذریں دینے لگے۔ بابر تبھی ہمایوں کو ایک طرف کھینچ کر اس کے کان میں کہہ رہا تھا "بیٹے! اس پٹھان سے ہوشیار رہنا مقصد حاصل کرنے کے لئے کسی ذریعہ کو وہ بے جا نہ سمجھے گا۔ کوئی قول، تہذیب کی کوئی پابندی اس کے آڑے نہیں آسکتی"

ہمایوں اس نصیحت کا بھید ان دنوں نہ پا سکا۔ اس کا راز اس پر بابر کی موت کے بعد کھلا۔ شیر شاہ جیسا کہ مذکور ہوا دعوت کے فوراً بعد مشرق کی طرف چلا گیا تھا۔ اور بنگال کو فتح کر لیا تو ہمایوں اس سے نمٹ لینے کو بڑھا۔ شیر مغرب کا ناکہ بندی کر کے بکسر کے پاس چوسہ گھاٹ میں اسی کے خیمہ میں قید کر بیٹھا تھا ہمایوں تباہ حال تھا۔ واپسی بند تھیں۔ رسد پہنچنی دشوار تھی پھر وہ ہل تک نہ سکتا تھا دور شیر آخری جست کے لئے دم ٹپک رہا تھا

ہمایوں نے آدھی رات تک سرداروں سے مشورہ کیا۔ طے پایا کہ صلح کا پیغام بھیجا جائے لئے لے کر قاصد جب شیر کے خیمہ میں گیا تب سرداروں نے مزدوروں سے بھری خندق کی طرف اشارہ کیا قاصد سمجھ نہ سکا لیکن اس نے جو دیکھا وہ یقین سے باہر تھا۔ شیر کمر کسے ہوئے نیم برہنہ پھاوڑے چلائے جا رہا تھا چاندنی میں قاصد نے دیکھا شیر کے دمکتے گورے بدن سے پسینہ ٹپک ٹپک کر زمین کو نمدار (گیلا) کر رہا تھا۔ اور کھائی (خندق) برابر چوڑی ہوتی جا رہی تھی

شیر شاہ نے گول مول سی ہاں کر لی صرف ایک پہر رات باقی تھی کہ قاصد واپس آیا مغل سپاہ گھیرے میں ہونے کی وجہ سے تمام رات نہ سو سکی تھی قاصد کو دیکھتے ہی جان میں جان آئی ان کا وہی پرچہ واپس لیا گیا تھا۔ نہ ہمایوں نے شرط صلح لکھی تھی اور نہ شیر نے اس پر سوائے "وقتی صلح" کے کچھ لکھا لیکن مغل اسے پیغام زندگی سمجھے اب سو کر کیا کریں گے تھوڑی رات باقی ہے۔ اور شیر سے چوکنا رہنے کے لئے احتیاط بھی اسی میں تھی۔

شیر تمام رات خندق کھودتا رہا یکایک علی الصبح کچھ اندھیرے میں تلواریں چمک اٹھیں، شیر نے حملہ کیا تھا ہمایوں گھوڑے پر بھاگا دریائے گنگا طغیانی پر تھا لیکن دشمن کی چڑھائی اس سے زیادہ خطرناک تھی اس نے بھرے دریا میں گھوڑا ڈال دیا نظام بہشتی (سقہ) اپنی مشک لے کر اترا تھا یہ اس کے پاس نہ پہنچ جاتا تو ڈوب کر اس کی جان جانے میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔ شیر دھاڑتا ہوا پیچھے آ رہا تھا ہمایوں دلی تک نہ ٹھہر سکا جب دیر تک خاک چھانتا ہوا ہمایوں ایران کی طرف بھاگا جا رہا تھا تب اسے باپ کی وہ نصیحت بار بار یاد آ رہی تھی

"بیٹے! پٹھان سے ہوشیار رہنا"

سوری حکومت

سنہ ۱۵۴۰ء تا سنہ ۱۵۴۵ء شیر شاہ سوری نے شمالی ہند پر حکمرانی کی۔ اس کے بعد سلیم شاہ نے سنہ ۱۵۴۵ء
تا سنہ ۱۵۵۳ء حکومت کی۔ آخری بادشاہ محمد عادل شاہ تھا جس سے سنہ ۱۵۵۶ء میں ہمایوں نے واپس آکر
حکومت چھین لی۔ تاریخ کے اس حصہ کو ہم نے تیسری جلد میں مع لڑائیوں کے حالات مفصل تحریر کیا ہے۔

ایران سے واپس آکر سولہ سال بعد ہمایوں نے دلی پر قبضہ کیا تھا لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ بابر
نے ابراہیم لودھی کو شکست دی تھی۔ مگر پٹھانوں کو مغلوب نہ کر سکا۔ اب اگر عادل شاہ شکست کھا گیا۔
تو اس سے کیا ہوتا۔ بنگال، بہار سب تخت پٹھانوں کے ہاتھ میں تھے۔ تمام پٹھان تلواریں کھولے
پھر رہے تھے۔ ملتان سے بھکر تک مسلمانوں کا مقامی خاندان لنگاہ، سندھ پر مقامی خاندان
سمہ اور گجرات پر مقامی مظفر شاہ کی اولاد قابض تھی۔ تمام راجگان آزاد تھے۔ پٹھانوں کا ایک
سپہ سالار ہیموں بقال مارا گیا تھا۔ لیکن ان کے پاس تو ابھی مسلمان و ہندو سپہ سالار بہت
باقی تھے۔ چنانچہ اکبر نے اپنے دادا کی طرح اور اپنے باپ کی طرح انہیں کے نقش قدم پر چل کر
ایک عظیم الشان سلطنت کو مستحکم کیا۔ وفادار لوگوں کو راجپوتوں کا نام دے کر ان کی تلواروں
کے سہارے مغلیہ حکومت کا قلعہ تعمیر کیا گیا۔ راجپوت گھرانوں میں شہزادوں کی رشتہ داریاں
محض تعلقات کو استوار کرنے کیلئے کی گئیں

شہنشاہ اکبر اعظم پہلا اور آخری حکمران ہے جسے صحیح معنوں میں بادشاہ کہا جا سکتا
ہے۔ اُس نے سلطنت کے کاموں کو جس طرح خوش اسلوبی اور عدل و انصاف سے سرانجام
دیا۔ اس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔

اس دور میں ہمارے بچوں کو اسکولوں میں ایسی تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں جنمیں لکھا ہے۔
"اکبر بڑا دور اندیش اور مدبر تھا۔ اس نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق ہندوؤں کو اپنے

ساتھ انہوں نے ایسی پالیسی اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کی سلطنت مضبوط ہوگئی۔ اور ہندوؤں نے سلطنت کے کاموں میں دخیل ہو کر آہستہ آہستہ اس کی سلطنت کو کھوکھلا کر دیا۔ ملاحظہ ہو۔ نیوگولڈن تاریخ ہند و پاکستان مطبوعہ لاہور۔

جواب :- کھوکھلا کرنے کی بالکل غلط ہے۔ اگر ہندوؤں سے مراد کھشتری خاندان ہیں تو اس پر ہم مفصل روشنی حصہ سوم میں ڈالیں گے۔ کہ مغلوں نے کھشتریوں کو تباہ کیا۔ ان گوجروں کو بھی نے بیٹھی جنہوں نے شیر شاہ کو شکست دی جنہوں نے رانا سانگا پیدا کیا تھا جنہوں نے رانا پرتاپ جیسے سپوت ملک کے حوالے کیے تھے۔ آخر مغل اور راجپوت اکٹھے متحد ہوئے اورنگ زیب نے مورخ تاریخ مذکور کی خواہش کے مطابق کام کیا یعنی ان ہندوؤں کو دبایا۔ لیکن مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں اور تباہ شدہ گوجروں کی نئی طاقتیں دبائے جانے کے باوجود صفحہ تاریخ پر ابھر آئیں۔ اور انہوں نے نہ صرف مغلوں کو تباہ کیا۔ بلکہ راجپوتوں کو بھی مطیع و زیر کیا۔ آخر راجپوتوں اور مغلوں کو انگریزوں کی پناہ ڈھونڈنی پڑی۔ جیسا کہ اس تاریخ کے آخر میں ظاہر ہوگا۔

نیوگولڈن تاریخ ہند و پاکستان کے مورخ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"بجائے اس کے کہ وہ اپنے اسلامی اسلاف کی طرح صحیح مسلمان بن کر دوسروں کیلئے نمونہ بنتا۔ اور تبلیغ کے ذریعہ ہندوؤں کو دین حق کی طرف بلاتا۔ وہ خود ہندوؤں کی طرف مائل ہوگیا۔ اور ان کی خوشامد کیلئے ان کے طور طریقے اور رسمیں اختیار کیں۔ جن کی وجہ سے دیندار مسلمان بددل اور عام مسلمان دین سے بے پرواہ اور حکمران طبقہ کی بجائے عام رعایا کا حصہ بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہندو طاقت پکڑ گئے۔ اور ان میں بیداری کی لہر یہاں تک پیدا ہوگئی۔ کہ آخر میں مغلیہ خاندان کے زوال کا باعث ہوئی۔ اس کے برعکس مسلمان برابر جہالت میں غرق اور اسلام سے بے بہرہ ہوتے گئے حکمرانی سے الگ رہنے کے باعث ان کے سپاہیانہ اوصاف زائل ہوگئے۔ اور سکھ مرہٹہ تحریکوں کے آسانی سے شکار ہوگئے۔"

جواب :- ان مورخ کی اطلاع کیلئے یہ عرض کر دوں کہ سوائے بے عزتی کرنے کے کسی مسلمان بادشاہ نے تبلیغ نہیں کی اور مقامی ہندو زیادہ تر اکبری دور میں مسلمان ہوئے۔ کیونکہ مقامی لوگوں میں محمود غزنوی اور علاؤالدین خلجی وغیرہ حملہ آوروں نے جو نفرت بھر دی تھی۔ وہ اکبر کے الطاف اور امن نے دور کر دی۔ سرکاری ملازمتوں میں ہندو مسلمانوں کا تناسب نقشہ ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

اکبر کی سلطنت میں ہندو مسلمان افسروں کا تناسب

نام مرتبہ	کل تعداد	مسلمان	ہندو
سردار پنجہزاری سے دوصدی	۴۱۴	۳۵۵	۵۹
وزرائے سلطنت	۱۰	۹	۱
بخشی	۱۴	۱۳	۱
صدور	۷	۷	صفر
علمائے ظاہر و باطن	۲۱	۱۲	۹
اہلِ باطن	۱۴	۱۱	۳
علمائے معقول	۲۲	۷	۱۵
اطباء	۲۹	۲۵	۴
علمائے منقول	۴۱	۳۹	۲
وکلائے سلطنت	۱۵	۱۵	صفر
میزان	۵۸۷	۴۹۳	۹۴
فیصدی		۸۴ فیصدی	۱۶ فیصدی

مرہٹے اور سکھ اُس نفرت کی پیداوار ہیں جو اُن مورخ کے دماغ میں اب تک موجود ہے۔ ان کا شہنشاہ اکبر سے کوئی تعلق نہیں۔

مندرجہ بالا فہرست سے ظاہر ہے کہ افسرانِ حکومت عہدِ اکبری کا تعین بھی صحیح نہ تھا اور مقامی مسلمان تو ہمیشہ علاحدہ ہی سمجھے جاتے تھے۔

اب ہم ان افسران کے اسمائے گرامی بمعہ عہدہ تحریر کرتے ہیں جن کی اولاد اب راجپوت کہلاتی ہے۔ (مولف)

فہرست

اسماء	عہدہ	اسماء	عہدہ	اسماء	عہدہ
بہاری مل	پانچ ہزاری	میدنی رائے چوہان	ہفت صدی	بہادر	سہ صدی
بھگوان داس	״	پرمانند کھتری	پانصدی	کشن داس	״
مان سنگھ	״	جگمل پنوار	״	مال سنگھ	״
ٹوڈر مل کھتری	چار ہزاری	بھیم جیسلمیری	״	نیل کنٹھ	״
رائے سنگھ	״	رامداس کچھواہہ	״	رامداس	دو صدی پنجاہی
جگناتھ	دو ہزار و پانصدی	ارجن سنگھ	״	پرتاپ سنگھ	دو صدی
بیربر (بیربل)	دو ہزاری	سبل سنگھ	״	جگت سنگھ	״
رامچندر بگھیلہ	״	رام چندر	״	ساگر سنگھ	״
کلیان مل زمیندار	״	لکشمن	״	متھرا داس	״
سرجن ہاڈا	״	رام چندر	״	کلا کچھواہہ	״
درگا سسودیہ	ہزار و پانصدی	دلپت	״	لالہ	״
مادھو سنگھ	״	سکت سنگھ	چار صدی	سانولداس	״
رائے سال	ہزار و دو صدی	منوہر	״	کیشو داس	״
روپسی بیراگی	ہزاری	رام چندر	״	سانگہ پنوار	״
موٹہ اودے سنگھ	״	سلہدی	״	اروند زمیندار	״
جگت سنگھ	نہ صدی	بانکہ	״	سندر زمیندار	״
راج سنگھ	״	بلبھدر	سہ صدی	رائے پرکھم بھکتی	״
بھوج	״	کیسو داس	״	متھرا داس	״
بیر داس	ہفت صدی	تلسی داس	״	دھرم چند زنگوٹی	

شہنشاہ اکبر اعظم کا انتظامِ سلطنت

شہنشاہ اکبر نے عوام کی دوستی حاصل کی اور ان کی مدد سے اُس نے کابل سے لے کر بنگال تک اور شمال میں کوہ ہندوکش سے لے کر جنوب میں خاندیش اور برار تک علاقہ فتح کیا اور سلطنت کی بنیاد کو انصاف اور رواداری اور اعلیٰ قابلیت کے ساتھ ایسا مستحکم کیا کہ آئندہ اس کی تین پشتوں کو کسی قوی دشمن کا خطرہ در پیش نہ آیا۔ ان فتوحات میں راجپوتوں نے کتنا حصہ لیا یہ تو راجپوتوں کے ضمن میں مذکور ہوگا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ شہنشاہ اکبر صرف فاتح نہ تھا بلکہ ایک بہترین حکمران تھا۔

اس نے اپنی سلطنت کو از سر نو مندرجہ ذیل صوبوں میں تقسیم کیا۔

(۱) صوبہ بنگالہ (معہ کلکتہ)

(۲) صوبہ بہار (۳) صوبہ الہ آباد مغرب میں کالنجر تک

(۴) صوبہ اودھ (مغرب میں رام گنگا تک)

(۵) آگرہ (مشرق میں قنوج مغرب میں گوالیار شمال میں اٹاوہ شامل تھے)

(۶) مالوہ

(۷) صوبہ خاندیش (یہ نام تاریخ میں سلطانوں کا دیا ہوا ہے یہ پہلے گجرات کا جنوبی مشرقی حصہ تھا)

(۸) صوبہ برار اس علاقہ کا صحیح در ادانٹ تھا۔ در = [illegible] تٹ = کنارا

یہی بگڑتے بگڑتے برار ہوا۔

(۹) صوبہ گجرات۔ (اس میں احمد آباد، سورت اور گودھرا وغیرہ شامل تھے)

(۱۰) صوبہ اجمیر۔ اجمیر، چتوڑ، رنتھمبور، جودھپور، سروہی وغیرہ)

(۱۱) صوبہ دہلی۔ (جنوب میں پلول سے شمال میں تمام موجودہ علاقہ لودھیانہ)

(۱۲) صوبہ لاہور۔ (مشرق میں موجودہ جالندھر سے لیکر مغرب اور شمال مغرب دریائے سندھ تک

(۱۳) صوبہ ملتان (فیروز پور سے سیوستان (شمالی بلوچستان تک)

(سندھ فتح ہو کر علاقہ ٹھٹھہ بھی اس میں شامل کیا گیا

(۱۴) صوبہ کابل۔ پکھلی، بنیر، سوات، لدھیجور؟، قندھار، زابلستان تک

(۲) تمام ملک اور اس کے علاقوں کی پیمائش کرائی گئی اور زمین کے حساب سے لگان وصول کرنے کی رسم ڈالی گئی۔ اس سے پہلے ماسوائے پٹھان خاندان (شیر شاہ سوری) تمام غلام خاندانوں نے ۱۲۰۶ء سے ۱۵۵۶ء تک رعایا سے اپنی مرضی کے مطابق علاقوں پر حملے کر کے مال و اسباب چاندی سونے کے زیورات لوٹ کر پیٹ پالتے تھے۔ ملک میں کوئی قانون رائج نہ تھا ہر علاقے میں سردار مقرر ہوتے تھے جو نہ صرف رعایا کا مال لوٹتے تھے بلکہ اُن کی عزت و آبرو بھی ان حاکموں سے بچی ہوئی نہ رہتی تھی۔ شہنشاہ اکبر نے ان غیر انسانی حرکات کو یکقلم ممنوع قرار دیا۔ زمین کی پیمائش، لگان کی وصولی، محکمہ مالیات تمام کا تمام راجہ ٹوڈرمل کے ہاتھ میں تھا، راجہ ٹوڈرمل ذات کا کھتری تھا جو ویشی کا ایک فرقہ ہے۔

(۳) ہندوؤں اور مسلمانوں کے جھگڑے اپنے مذہب کے مطابق طے ہوتے تھے۔ ہندو مسلمانوں کے جھگڑوں کی صورت میں ہر معاملہ بادشاہ بذات خود فیصل کرتا تھا۔

(۴) تمام شہروں میں کوتوال مقرر کئے گئے جنہیں بادشاہ کا خاص اعتماد حاصل ہوتا تھا۔ یہ کوتوال منصفوں (ججوں) کی بھی رپورٹ دربار میں پہنچاتے تھے تاکہ کوئی جج (منصف) اپنے تعلقات کو انصاف کے معاملے میں ملحوظ نہ رکھ سکے۔

(۵) اکبر نے خفیہ محکمہ قائم کیا جو خاص طور سے بدمعاش اور شر پسند حاکموں اور سرداروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اس محکمہ نے آریہ ورت میں انسانیت کا بول بالا کیا۔ یہی وہ محکمہ ہے جس کی وجہ سے رعایا کی عزت و آبرو محفوظ ہوگئی۔

(۶) شہنشاہ اکبر اعظم نے فوج کے دو حصے کئے۔ ایک وہ جس میں مقامی لوگ بھرتی ہوتے تھے اور ان کا سپہ سالار بھی مقامی باشندہ ہوتا تھا۔ اس فوج کا ہر آدمی راجپوت کہلاتا تھا یا یوں سمجھئے کہ ہر آدمی اپنے کو راجپوت کہہ کر بھرتی ہوتا تھا۔ اس فوج میں کوئی مقامی مسلمان نہیں تھا، جو مقامی مسلمان بادشاہ پرست ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ غلام سمجھے جاتے تھے۔ یقیناً آزادی کیلئے لڑتے تھے۔ شہنشاہ اکبر ایک بہترین حکمران تھا۔ مگر گوجر قوم اسی نے موت کی نیند سلایا تھا (یہ حقیقت کبھی نہ بھولنی چاہیئے) اس پالیسی کا مفصل تذکرہ حصہ سوم میں آئے گا۔

شہنشاہ نور الدین جہانگیر ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء

شہنشاہ اکبر اعظم کی وفات کے بعد اس کا لڑکا نور الدین بلقب جہانگیر تخت نشین ہوا لیکن اس کے بڑے بیٹے خسرو نے آگرہ سے نکل کر لاہور میں علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن شکست کھائی اور قید ہو کر مارا گیا۔ سکھوں کے گرو ارجن دیو کو شہزادہ کی ہمدردی کے الزام میں پھانسی دیدی گئی۔

جہانگیر نے شیر افگن (سردار علی قلی خاں) صوبیدار بردوان سے اس کی بیوی... مہر النسا کو حاصل کرنے کے لئے قطب الدین گورنر بنگال کو اس کے خلاف بھڑکایا۔ لیکن قطب الدین مارا گیا اور اس جرم میں پھر جہانگیر نے شیر افگن کو بھی مروا دیا... مہر النساء پر جہانگیر اپنی نوجوانی کے ایام سے ہی فریفتہ تھا جبکہ مہر النسا آگرے کے محل میں بحیثیت ایک ایرانی سردار کی لڑکی کے رہتی تھی، چنانچہ وہ دار الخلافہ میں لائی گئی اور کچھ عرصہ بعد جہانگیر نے اس سے نکاح کر لیا۔ اور تمام زمام سلطنت اس کو سونپ کر خود شراب خوری میں محو ہو گیا۔

نور جہاں کی ایک لڑکی لاڈلی بیگم جو شیر افگن سے تھی اس کی شادی شہزادہ شہر یار سے ہوئی تھی نور جہاں چاہتی تھی کہ بجائے بڑے شہزادہ خرم (شاہجہاں) کے اُسے ولی عہد بنایا جائے۔ یہ حالات دیکھکر شہزادہ خرم نے عین اس وقت بغاوت کی جبکہ ایران کے بادشاہ نے قندھار پر حملہ کیا تھا۔ شہزادہ خرم بغاوت میں ناکامیاب ہوا اور دکن کی طرف چلا گیا لیکن ایک عورت کے سیاست میں دخل دینے کی وجہ سے سلطنت مغلیہ میں پہلا ضعف یہ واقع ہوا کہ سلطنت کا ایک علاقہ قندھار ہمیشہ کے لئے اس سے جدا ہو گیا۔

اسی طرح نور جہاں سپہ سالار مہابت خاں کا اقتدار ختم کرنے کے درپے ہوئی اس نے موقعہ پاکر شہنشاہ جہانگیر اور نور جہاں کو جبکہ وہ کابل یا کشمیر تفریح کو جا رہے تھے گرفتار کر لیا۔ نور جہاں ہوشیاری سے نکل گئی اور پھر اس نے جہانگیر کو بھی رہا کرا لیا۔ مہابت خاں بھی دکن بھاگ گیا اور شہزادہ خرم سے جا ملا۔

کثرت شراب نوشی کی وجہ سے جہانگیر کا انتقال ۱۶۲۷ء میں بمقام بھمبر ۱۲ اندراسے لاہور کے نزدیک شاہدرہ میں دفن کیا گیا۔

شاہجہاں ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء

شہزادہ خرم دکن میں مارا مارا پھر رہا تھا وہ سلطنت کے وزیر آصف خاں کا داماد تھا۔ آصف خاں نورجہاں کا بھائی تھا۔ نورجہاں کا داماد شہریار تھا۔ آصف خاں اور نورجہاں کے اس ایرانی خاندان نے مغلیہ شاہی خاندان میں پھوٹ کا بیج بو دیا۔ نورجہاں اپنے داماد کو تخت نشین کرنا چاہتی تھی اور اس کا بھائی اپنے داماد کو شہنشاہ دیکھنا پسند کرتا تھا، چنانچہ آصف خاں نے برائے نام شہریار کے لڑکے داور کو تخت نشین کر دیا اور شہزادہ خرم کو خفیہ طور سے بلا بھیجا۔ اس نے آتے ہی تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا اور تخت کے دعویدار تمام مغل شہزادوں کو موت کے گھاٹ اتروا دیا اور اپنا لقب شاہجہاں رکھا۔

× × ×

شاہجہاں کے زمانہ میں خان جہاں لودھی پٹھان نے بغاوت کی لیکن ۱۶۳۱ء میں مارا گیا۔

شاہجہاں کے زمانہ کا ایک اور واقعہ ہے جبکہ شاہجہاں نے کھٹافوں سے لڑکی کا رشتہ مانگا اس کا مفصل تذکرہ آئندہ مذکور ہوگا۔

شاہجہاں کے زمانہ میں سیالکوٹ میں ایک مکتب میں مسلمان طلبا و ہندو طلبا میں جھگڑا ہو گیا ایک ہندو طالب علم حقیقت رائے نے بن بلوغ مل کھتری طلباء کے جواب میں جوابی گالی دیدی ملاؤں نے اس واقعہ کو مذہبی رنگ دیدیا اور لاہور کے قاضی نے حقیقت رائے کی موت کا فتویٰ صادر کر دیا چنانچہ اُسے پھانسی دیدی گئی۔ جب شاہجہاں کو بچوں کے اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے تمام ملاؤں اور قاضیوں کو دریائے راوی میں غرق کر دیا۔ لاہور میں حقیقت رائے کی سمادھ ہے اور سیالکوٹ کے محلہ دھاروال میں بھی سمادھ (مزار) ہے وہ مسجد جس میں حقیقت رائے پڑھتا تھا آج تک خنسبوں کے مکان کے پاس موجود ہے، ماخوذ از تاریخ سیالکوٹ ص ۱۲۱ تا ص ۱۲۳ از حاجی رحمت اللہ، عبدالصمد غلام محمد وغیرہ در مطبع صمدی محلہ رنگپورہ۔

دکن میں اس وقت بہمنی سلطنت کے پانچ حصے آپس میں لڑ جھگڑ کر دو حکومتوں کی شکل میں ہو گئے تھے انھوں نے برار واپس لینے کی کوشش کی لیکن شاہجہاں نے انھیں بھی شکست دی۔

شاہجہاں نے بہت کوشش کی کہ قندھار واپس لے لیا جائے لیکن ایران کے بادشاہ نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ شاہجہاں نے تاج محل آگرہ میں موتی مسجد، دلّی میں لال قلعہ جامع مسجد، شاہجہاں آباد کا شہر جہانگیر کا مقبرہ لاہور وغیرہ تعمیر کرائے جو مغلیہ سلطنت کی شاندار نشانیاں ہیں۔

شاہجہاں نے تخت طاؤس بنوایا تھا (جسے بعد زمانہ میں نادر شاہ درّانی حملہ کر کے ایران لے گیا) شاہجہاں نے ایک بہت بڑا خیمہ "دل بادل" بنوایا جس میں تمام فوج مع حرم کی مستورات کے سما سکتی تھیں یہ خیمہ امتداد زمانہ سے ختم ہو گیا۔

شاہجہاں نے اپنی زندگی کے آخری آٹھ سال اپنے سپوت اورنگ زیب کی قید میں گزارے ۱۶۶۶ء

شہنشاہ اورنگ زیب ۱۶۵۷ء تا ۱۷۰۷ء

۱۶۵۷ء میں شاہجہاں بیمار پڑا، اس کے چاروں بیٹے دارا، مراد، اورنگ زیب اور شجاع تخت پر قبضہ کرنے کے لئے لڑ پڑے۔ شجاع نے پہلے دارا سے اور پھر اورنگ زیب سے شکست کھائی اور بنگال کی طرف کہیں پہاڑیوں میں چلا گیا اور آج تک کسی کو پتہ نہیں کہ اس بیچارے کا کیا بنا۔

اورنگ زیب نے مراد کو اپنے ساتھ ملا کر اپنے بڑے بھائی کو شکست دی اور گرفتار کر کے بے عزتی کے ساتھ تمام شہر میں گشت کرایا اور پھر قتل کرا دیا۔ جشن منا کر مراد کو خوب شراب پلائی گئی اور چالاکی سے اپنی تمام فوج کا گھیرا پہلے ہی ڈال لیا۔ جب مراد بے ہوش ہو گیا تو اسے بھی قتل کرا دیا۔

اسی دوران شاہجہاں تندرست ہو چکا تھا۔ وہ اورنگ زیب کی ان حرکات سے

بے حد ناراض تھا۔ لیکن اورنگ زیب نے اُسے بھی قید کر لیا اور اپنی ایک بڑی بہن... جہاں آرا بیگم کو بھی قیدی بنایا۔ بے چارہ شاہجہاں مزید آٹھ سال زندہ رہا اور یہ تمام ایام اس نے قید میں ہی گزارے۔

اس میں شک نہیں اورنگ زیب ایک پڑھا لکھا اور مستقل مزاج شخص تھا لیکن مغلیہ خاندان میں یہ پہلا شخص تھا جو فنون جنگ اور ملکی سیاسیات سے کورا تھا۔ اس کے شروع ایام بڑے اطمینان سے دربار میں ہی گزرے، لیکن خانگی جھگڑوں، باپ اور بہن کو قید کرنے کے حالات نے اس کے دماغ پر خاص اثر کیا اور اُسے سکون کی تلاش میں مشیروں نے ملکی معاملات سے ہٹا کر مذہبی تعصب کی انتہا تک پہنچا دیا چنانچہ اورنگ زیب نے ۱۶۸۵ء میں سب سے پہلے دکن کی دو حکومتوں بیجاپور اور گولکنڈہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے قدم اٹھایا کیونکہ یہ دونوں ریاستیں شیعہ مسلمانوں کی تھیں جبکہ بادشاہ سنی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ دارالخلافہ سے دور ہونے کی وجہ سے اس لڑائی نے پورے پچیس سال لیے۔ بادشاہ معہ فوج دکن میں مقیم رہا۔ تمام شمالی ہندوستان برسوں بغیر بادشاہت چلتا رہا۔ بادشاہ کی عدم موجودگی سے سرداروں نے من مانی کارروائیاں عوام کے ساتھ شروع کر دیں، خصوصاً پنجاب میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہوا۔ شہنشاہ بابر کے زمانہ سے ہندوؤں کی ایک تبلیغی جماعت سکھ کہلاتی تھی اس کے روح رواں گورو نانک اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوئے تھے اور ان کو بابا فرید سے خاص عقیدت تھی انھوں نے ہندوؤں میں توحید کی تعلیم شروع کی تھی آہستہ آہستہ یہ فرقہ اپنی نوعیت اختیار کر گیا ان کے خیالات اسلامی تھے۔ ذریعہ تعلیم اس وقت کی دیہاتی زبان تھی۔ گرو انکے کے فرمودات آسمانی سمجھے جانے لگے اور سو سال بعد اس طرح یہ ایک نیا مذہب ہو گیا جس کی تبلیغ عوام میں بہت مقبول ہوئی، حکومت کے کارندوں نے اس فرقے کے خلاف اورنگ زیب کو اکسایا جس نے ان کے گورو تیغ بہادر کو بلا کر قتل کرا دیا۔ سکھوں کے سینوں میں اس واقعہ سے غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی انھوں نے گورو تیغ بہادر کے لڑکے گورو گوبند کو اپنا گورو بنایا۔ یہ فرقہ اب تک گیروا رنگ کا فقیری لباس پہنتا تھا، ان کے دو گورو قتل ہو چکے تھے چنانچہ گورو گوبند نے یہ سمجھتے ہوئے کہ: ع ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات یہ لباس بدل دیا اور اپنی جماعت خالصہ کا نام سنگھ (شیر) رکھا اور کڑا، کچھ، کرپان، کنگھا، کیش (بال)

گنگا اور کٹار (تلوار) لے کر فوجی جماعت بن گئے، اب جو انھیں چھیڑتا تلوار کا جواب تلوار سے دیتے یہ خبریں اورنگ زیب کو دکن میں ملیں۔ بجائے اس کے کہ وہ سکھوں اور شر پسند افسروں کے درمیان رشتۂ اتحاد پیدا کرتا اس نے افسروں کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دکن سے کوچ کیا۔ شہنشاہ کو دکن فتح نہ ہونے کا پہلے ہی غصہ تھا اب یہ جو درمیان میں ایک اور شوشہ پیدا ہو گیا تو وہ چڑچڑا ہو گیا اور اس نے پنجاب کے دیہات سے تمام سکھوں کو اجاڑ دیا، تمام سکھ پہاڑوں میں جا گھسے اور انھوں نے اپنا پیٹ پالنے کے لئے لوٹ مار شروع کر دی۔

"اورنگ زیب کو خیال ہوا کہ اگر شہنشاہ سری کرشن کے پیدائشی مقام متھرا، سری رام چندر جی کے پیدائشی مقام اجودھیا اور ہندوؤں کی مشہور زیارت گاہ بنارس میں مندر توڑ کر مسجدیں بنوائے تو بڑا ثواب ہو گا۔ چنانچہ اورنگ زیب نے ہندوؤں کے ان تینوں متبرک اور مقدس مقامات پر مندر توڑ کر مسجدیں بنوائیں۔

ان واقعات سے ہندوؤں کی بیحد دل شکنی ہوئی اکثر راجپوت شاہان مغلیہ کے طیف بنے رہے لیکن دو اور نئے ترقی نمودار ہو گئے، متھرا کے علاقہ میں بہادر جاٹ اٹھ کھڑے ہوئے اور دکن میں مرہٹہ قوم جاگ اٹھی۔ اورنگ زیب کی فوج جس علاقہ میں جاتی دشمنوں کو تہس نہس کر دیتی لیکن نفرت کہیں تلواروں سے ختم ہوتی ہے؟

راجپوت اپنا سب کچھ مغلیہ حکومت پر قربان کر چکے تھے ان حالات سے سہم گئے کہ اتنے میں راجپوتوں پر جزیہ لگایا گیا یعنی ٹیکس۔ راجپوتوں نے اسے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ جو بادشاہ سے ڈر گیا اسے جزیہ دینا پڑا اور جس نے مقابلہ کرنے کی ٹھانی اس پر جزیہ معاف ہو گیا چنانچہ راجپوت تو اس طرح خاموش ہو بیٹھے لیکن حکومت کے ساتھ ان کی وہ پہلے جیسی دلچسپی نہ رہی، اسی دوران اورنگ زیب نے رینا گڑھ کی راجکماری طلب کی مگر میواڑ کے رانا نے اورنگ زیب کی سپاہ کا قتل عام کر کے اس کو بچا لیا اور سے چھوڑ لے گیا ان واقعات سے تمام ملک میں آگ بھڑکا دی۔

شہنشاہ کو دکن فتح کرنے کی دھن تھی جو خدا نے پوری کر دی لیکن اس سے ایک

زبردست نقصان پیدا ہو گیا۔ دکن کے بادشاہ، اور مرہٹے آپس میں لڑتے رہتے تھے اب مرہٹوں سے براہ راست اورنگ زیب کا مقابلہ ہو گیا۔ دکن میں مرہٹے، شمال میں سکھ، وسط میں گوجر جاٹ اور بنگال میں پٹھان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شہنشاہ کی تمام عمر اسی بھاگ دوڑ میں ختم ہو گئی کبھی دکن جاتا کبھی پنجاب پہنچتا

اورنگ زیب سے مُسلمان بھی خوش نہ تھے وہ ذرا سی غلطی پر سخت سزا دیتا یہاں تک کہ اس کے اپنے بیٹے اس سے ڈرتے تھے، شہنشاہ کو کسی شخص پر اعتبار نہ تھا۔ جب اُسے زیادہ غصہ آتا تو بیچارے ہندو عوام کو پکڑ کر بلا لیتا یا کسی بھی علاقہ میں پہنچ جاتا اور جبریہ تبدیل مذہب کراتا۔

اسی دوران اورنگ زیب کا لڑکا اکبر بادشاہ کے خلاف ہو گیا اور اپنی بیوی اور ایک لڑکی کو لے کر راجپوتوں میں جا ملا۔ لیکن اورنگ زیب نے اسے شکست دی اور وہ بیچارہ بچوں کو چھوڑ کر ایران کی طرف چلا گیا اور اس کا وہیں انتقال ہوا اس کی بیوی بھی کچھ عرصہ بعد جودھپور میں انتقال کر گئی، لیکن اس کی جوان لڑکی راجہ درگا داس کے یہاں سالہا سال رہتی رہی راجپوت امانت سمجھ کر اس کی غور پرداخت کرتے رہے۔

راجہ جسونت سنگھ راجپوت اورنگ زیب کی طرف سے کابل کا صوبیدار تھا وہ مر گیا تو اس کے بیوی بچے اپنے وطن جودھپور چلے گئے لیکن بادشاہ نے حکم دیا کہ جسونت سنگھ کا کمسن لڑکا دلی بھیجا جائے۔ راجپوتوں کو شک ہوا کہ بادشاہ اس بچے کو مسلمان بنائے گا۔ اور ان کا یہ شک بجا تھا کیونکہ اورنگ زیب بوندی (مقام) کے گھرانے کے دو راجپوتوں کو مسلمان بنا چکا تھا۔ چنانچہ راجپوت سردار درگا داس اس بچے کو دلی سے چھین کر اور لڑ کر لے گئے۔

آج کل متعصب لوگ یہ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب بچہ کی شاہانہ پرورش کرنا چاہتا تھا۔ مولف کہتا ہے کہ بادشاہ اس کو اس کے گھر وظائف دے سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، راجپوتوں کا شک صحیح تھا۔ اورنگ زیب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ کہیں اکبر کی لڑکی کی وجہ سے بدنام نہ ہو جائے درگا داس کو لڑکی کے لیے خط بھیجا درگا داس نے اکبر کی لڑکی کو احتیاط سے لیکر دتی بھیج دیا۔ اورنگ کو ہرگز امید نہ تھی کہ درگا داس جس کے ساتھ لڑائی جاری تھی لڑکی کو بھیج دے گا۔ چنانچہ اس حقیقت نے اس کے ہوش ٹھکانے لگا دئے اور اس لئے

درگاداس کو پنج ہزاری کا رتبہ پیش کیا لیکن بہادر راجپوتوں نے اپنے اخلاق کی قیمت سمجھتے ہوئے اسے ٹھکرا دیا۔ اور لڑائی کا فیصلہ تلوار ہی سے رکھا۔

اسی دوڑ دھوپ میں آخر شہنشاہ اورنگ زیب کا انتقال اپنے دار الخلافہ سے بہت دور دکن میں بمقام گلبرگہ ۱۷۰۷ء میں ہوا اور وہیں دفن ہوا۔

بادشاہ کی زندگی ہی میں سلطنت کا نظام درہم برہم ہوگیا تھا اور وہ صرف فوج کا بادشاہ تھا، اسے ہم ہرگز حکومت نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہر جگہ اور ہر علاقہ میں بغاوت موجود تھی یہاں تک کہ خود شاہی خاندان بھی باغی تھا۔ اس طرح اورنگ زیب اپنی زندگی میں شہنشاہ اکبر کی قائم کی ہوئی سلطنت کو کھو چکا تھا۔ صرف اتنی کسر باقی رہ گئی تھی کہ کسی نے دلی پر قبضہ نہ کیا تھا۔ ورنہ علاقے بالکل آزاد تھے۔ اورنگ زیب پہلا اور سراج الدین ظفر آخری مغلیہ بادشاہ ہے جنہیں مغلیہ خاندان کے شاہی قبرستان میں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس میں شک نہیں اورنگ زیب کا وجود پورے ملک کے لئے نعمت ثابت ہوا اور خصوصاً گوجروں نے ۱۸۵۷ء تک خوب ترقی کی جس کا ذکر آئندہ باب میں آئے گا۔

مغلوں اور راجپوتوں کا زوال

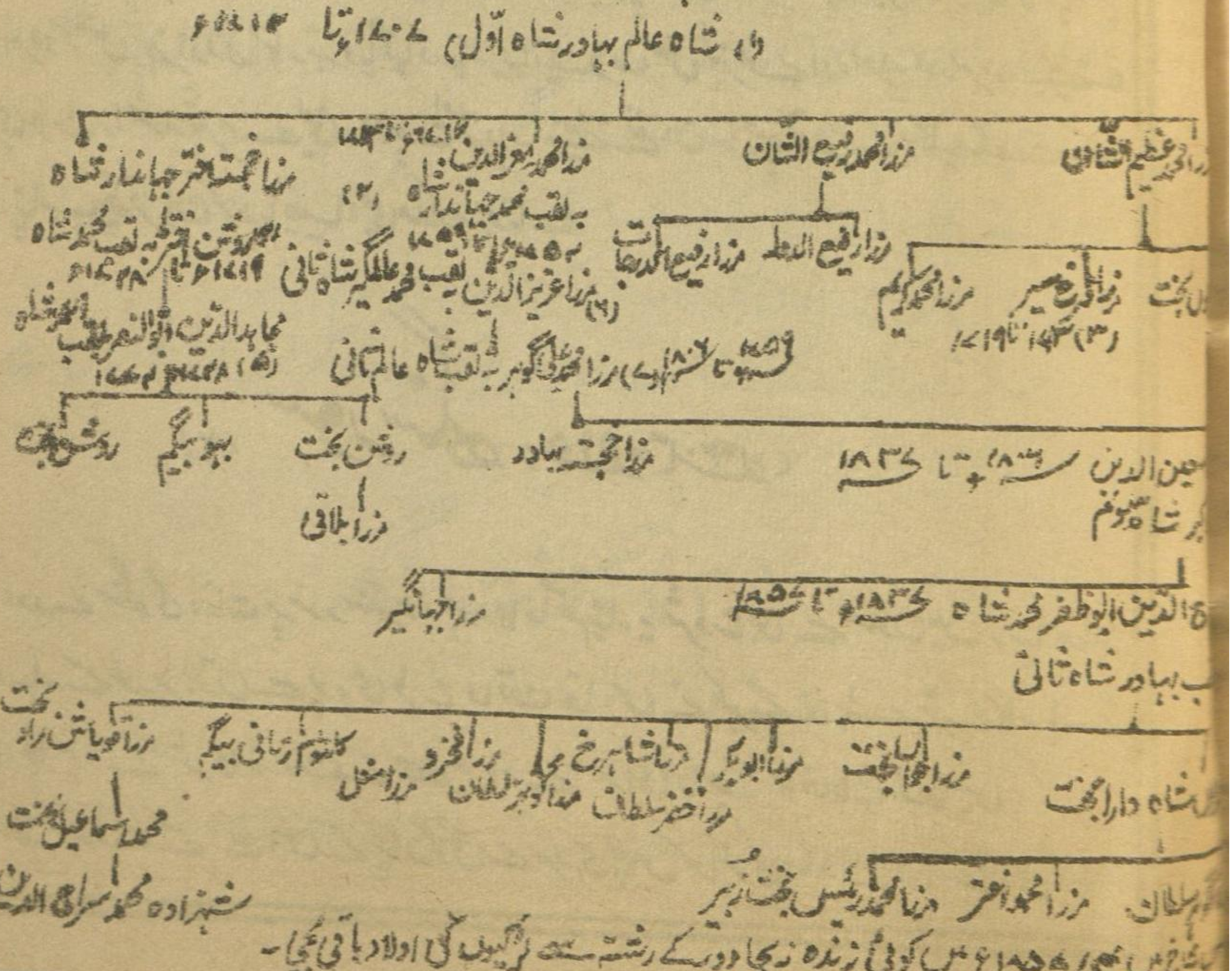
جو شگاف مغلیہ حکومت کی دیواروں میں اورنگ زیب کر گیا تھا انہیں پھر کوئی مغل شہزادہ نہ تعمیر کر سکا۔ چنانچہ وہ صرف دلی کے آس پاس کے علاقے کے حکمراں رہ گئے۔ ان میں معظم، جہاندار شاہ، فرخ سیر، محمد شاہ رنگیلا، شاہ عالم وغیرہ وغیرہ متعدد صاحبان تخت پر بیٹھے لیکن ان کو بادشاہ کہنا غلط ہے یہ صرف دلی کے تھے ہاں البتہ اکبر کی حکمت ان کے کام آئی۔ تمام آزاد حکمراں انہیں دلی کا مالک سمجھتے رہے اور کسی نے دلی پر قبضہ کرنے کی ہمت نہ کی۔

راجپوت سردار جنہیں مغلوں کی سرپرستی حاصل تھی ان کا حشر بھی ایسا ہی مرے پر سو دُرّے جیسا ہوا۔ مسلمان سرداروں نے بنگال، بہار کا علاقہ دبا لیا اور سکھوں نے پنجاب کو سنبھال لیا اور مرہٹوں نے نہ صرف دکن میں حکومت کی داغ بیل ڈالی بلکہ شمال میں راجپوتانہ کے تمام راجپوتوں کو انہوں نے باجگزار بنا لیا۔ اس طرح راجپوتوں کا زوال مغلوں کے ساتھ ہی

شجرہ خاندان مغلیہ۔ چنگیز خاں نے ۱۲۲۰ء میں عین جوانی میں ایران کو تباہ و برباد کیا تھا اس کے پانچ لڑکے تولائی خاں (حاکم ...ہان) اوگتائی خاں (حاکم منگولیا) چغتائی خاں (حاکم بلاد متوسطہ) جوجی خاں (حاکم سیر دریا) تھے۔ جوجی خاں کا لڑکا ...توخاں تھا۔ تولائی خاں کا لڑکا ہلاکو خاں تھا جس نے ۱۲۵۸ء میں بغداد کو لوٹ کر آگ لگا دی اس کے دو لڑکے براق خاں اور اباقا خاں تھے ...نگیز خاں کی لڑکی قراچار نویاں (بقول بعض) برلاس خاندان کی شاخ گورگان کے امیر ترغی سے بیاہی تھی جس سے امیر تیمور ۱۳۳۶ء میں پیدا ہوا۔ امیر تیمور نے ایران کو زیر و زبر کیا اس کے بعد اس کا بیٹا میران شاہ مرزا ۱۴۰۵ء تا ۱۴۰۸ء پھر اس کا بیٹا سلطان محمد مرزا ۱۴۰۸ء تا ۱۴۵۱ء پھر اس کا بیٹا سلطان ابوسعید مرزا ۱۴۵۱ء تا ۱۴۶۹ء پشت در پشت بادشاہ ہوئے۔ ابوسعید عراق میں مارا گیا اس کے ...رہ بیٹے (۱) احمد مرزا (۲) محمود مرزا (۳) محمد مرزا (۴) شاہرخ مرزا (۵) الغ مرزا (۶) عمر شیخ مرزا (۷) ابوبکر مرزا (۸) مراد مرزا (۹) خلیل مرزا ...عمر مرزا (۱۱) سلطان مرزا تھے جن میں سے ۱۴۹۴ء ... جسے دادی کا بھی فخر تھا۔ عمر شیخ مرزا کی بیوی قتلق نگار خانم ...طان محمود مرزا کی بیٹی اور یونس خاں کی بہن تھی۔ عمر شیخ نے ۱۴۶۹ء تا ۱۴۹۴ء حکومت کی اس کے بیٹے بابر کی تاریخ پیدائش ۱۴۸۲ء ...شت ہے۔ بابر کی اولاد کامران، ہندال، ہمایوں، عسکری اور ایک لڑکی جس کی شادی مرزا نور الدین محمد سے ہوئی جس کی بیٹی سلیمہ سلطان بیگم ...شادی بیرم خاں سے ہوئی جس سے عبدالرحیم خانخاناں پیدا ہوا۔ ہمایوں کے بیٹے اکبر اور حکیم مرزا تھے۔ اکبر کی اولاد مراد، سلیم اور دانیال ...تھے۔ سلیم (جہانگیر) کی اولاد خسرو، خرم (شاہجہاں) اور شہریار تھے۔ شہریار کی شادی نورجہاں و شیر افگن کی بیٹی لاڈلی بیگم سے ...ہوئی تھی۔ شاہجہاں کی اولاد دارا، مراد، محی الدین (اورنگ زیب)، شجاع، دو لڑکی جہاں آرا بیگم اور روشن آرا بیگم تھیں۔ دارا ...کے بیٹے سپہر شکوہ اور سلیمان شکوہ تھے۔ اورنگ زیب نے اپنے تمام بھائیوں بھتیجوں کو ختم کر کے تخت حاصل کیا۔ اورنگ زیب کی چار بیویاں ...تھیں (۱) نواب بائی۔ اس کی اولاد محمد سلطان، شاہ عالم (بہادر شاہ اول)، زیب النساء، زینت النساء اور بدر النساء تھیں۔ (۲) دلرس بانو (شیعہ) سے تہور، شاہ اعظم (جو بہادر شاہ کے مقابلہ میں مارا گیا) اور زبدۃ النساء تھی جس کی شادی سپہر شکوہ ...سے ہوئی۔ (۳) سروپی سے اکبر (دوم)۔ اکبر کی اولاد مرزا محمد اعظم اور سلیمہ تھیں۔ مرزا محمد اعظم کا بیٹا مرزا محمد بلقب مرزا عالم بیگ ...پھر اس کا بیٹا نواب مرزا مغل بیگ پھر اس کے بیٹے نواب مرزا اکرم بیگ اور نواب مرزا اعظم علی۔ اکرم کی اولاد کریم بیگ، ولی بیگ ...محمد بیگ، نادری بیگم، صاحب بیگم تھے۔ ولی بیگ ۱۸۵۷ء میں ہڈسن کی گولی سے مارا گیا تھا۔ خاندان کا سلسلہ ... یہ سب ہی ختم ہو گئے۔ (۴) ... بیگم (عیسائی) سے کام بخش پیدا ہوا۔ بہادر شاہ اول کی اولاد حسب ذیل ہیں۔

مرزا محمد معظم شاہ والی احمد نگر ملقب بہ

(۱) شاہ عالم بہادر شاہ اول ۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء



...شاخ میں بھی ۱۸۵۷ء میں کوئی زندہ نہ بچا دوسرے رشتہ سے لڑکیوں کی اولاد باقی بچی۔

پانچواں باب راجپوتوں کی اکبری ریاستیں

جودھپور

پہلا راٹھور راجپوت

(۱) اودے سنگھ راٹھور (۱۵۶۹ء تا ۱۵۹۵ء)

پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ جودھپور کا راجہ مالدیو مارا گیا اکبر کے دربار میں ایک نامعلوم قوم کا شخص اودے سنگھ پہنچا جس نے اپنے کو راجہ کا پوت بتایا اودے سنگھ ملازمت کر لیے شہنشاہ اکبر کے دربار میں پہنچا اکبر نے اس شخص کو جودھپور کی جاگیر دی تاکہ یہ فرمانبرداروں کی جماعت تیار کر کے عوام کو تباہ کرے اور نئے امراء بنائے

اودے سنگھ حالانکہ جودھپور کا راجہ ہو گیا تھا لیکن اسے اکبر کا دربار ایسا راس آیا کہ اس نے پھر جودھپور کی طرف توجہ بھی نہ دی اور پھر اپنی بہن کی شادی بھی اکبر سے کر دی جودھپور کے تمام امراء کو مغل شہزادوں کا رتبہ دیا گیا دربار میں ایک طرف مغل شہزادے اور امراء اور سردار بیٹھتے تھے دوسری طرف راٹھور شہزادے یعنی راجپوت اور سردار بیٹھتے تھے ان راجپوتوں نے مغلیہ سلطنت کے اوپر اپنا سب کچھ قربان کر دیا جیسا ابھی مذکور ہوتا ہے

(۲) سور سنگھ (۱۵۹۵ء تا ۱۶۲۰ء)

اودے سنگھ کی وفات پر سور سنگھ جودھپور کا حاکم بنا۔ یہ شروع ہی سے مغلوں میں رہتا تھا اور مغلیہ دربار کے طور طریقوں سے پوری طرح واقف تھا اس نے اکبر کے لئے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ شاہی خدمات کے صلے میں اسے "سوائی راجہ" کا خطاب عطا ہوا مغلیہ سلطنت کے لئے اس نے چوہان گوجروں سے سروہی چھین کر اکبر کی سلطنت میں شامل کیا

گجرات کے خود مختار گوجر شاہ مظفر کو شکست دے کر اس علاقہ کو مغلیہ حکومت کا ایک صوبہ بنایا۔
اس کے بعد شہنشاہ اکبر نے اسے دکن فتح کرنے کا حکم دیا جہاں چھوٹی بڑی شدت کی تین سو لڑائیاں ہوئیں جنہوں میں اس نے راجپوت کا نام روشن کیا۔

شہنشاہ اکبر نے اس کی بہادری سے خوش ہو کر اُسے گجرات میں پانچ جاگیر اور مالوہ میں ایک جاگیر عطا کی۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں نو جاگیریں اور دی گئیں۔ اور دربار میں تمام راجپوتوں سے اس کا درجہ بڑا مان لیا گیا۔

(۳) گج سنگھ راجپوت

سنہ ۱۶۲۰ء تا سنہ ۱۶۳۸ء

راجپوت گج سنگھ نے جہانگیر کے لئے فتوحات حاصل کیں۔

قدیم زمانہ میں کھتریوں میں اپنے خاندان کا کوئی بزرگ شہزادوں کو تلوار باندھا کرتا تھا۔ گج سنگھ راجپوت کی کمر میں اس کے باپ کی زندگی میں ہی جہانگیر نے تلوار باندھی تھی۔ چنانچہ اس اعزاز سے خوش ہو کر گج سنگھ راجپوت نے راجپوتی کا حق ادا کر دیا۔

جہانگیر کو پتہ چلا۔ کہ جھالور پر پٹھانوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اس مہم کے لئے اس نے گج سنگھ راجپوت کو بھیجا۔ بہادر راجپوت ہاتھ میں تلوار لے کر شہر کی فصیل پر چڑھ گیا۔ اور راجپوتوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ راجپوت موت کے منہ میں خود کو دیئے تھے۔ لہذا اُن کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ لیکن انہوں نے شہر فتح کر کے چھوڑا۔ اس معرکہ میں پٹھان بھی سات ہزار کی تعداد میں کام آئے۔

جہانگیر نے راجپوت کے کارناموں سے خوش ہو کر اس کے گھوڑوں کو شاہی داغ سے مستثنیٰ کر دیا۔

(۴) جسونت سنگھ

سنہ ۱۶۳۸ء تا سنہ ۱۶۸۴ء

گج سنگھ راجپوت کے چھوٹے لڑکے جسونت سنگھ کو مغلیہ دربار نے حاکم جودھ پور بنایا۔

کیونکہ بڑا لڑکا امر سنگھ خود دار قسم کا واقع ہوا تھا۔

فخر خاندانِ راٹھور امر سنگھ راجپوت

امر سنگھ بڑا لڑکا گج سنگھ راجپوت کا تھا جو ازروئے صلحنامہ جودھپور مغلیہ دربار میں رہتا تھا کیونکہ وہی دراصل ولی عہد تھا۔ دربار میں رہتے رہتے متعصب قسم کے مسلمان سرداروں سے اس کے تعلقات خراب ہو گئے۔ اُسے رہ رہ کر راجپوتوں کی کم مائیگی پر افسوس ہونے لگا۔ ایک روز سر دربار ایک سردار سید صلابت خاں نے طعنہ مارا۔ کہ ہماری عورتیں راجپوت عورتوں سے زیادہ اپنے خاوند کی وفا شعار ہوتی ہیں!

امر سنگھ نے بغیر اس کا خیال رکھے۔ کہ بادشاہ شاہجہان بھی مسلمان ہے علی الاعلان کہا۔ کہ:۔

"بیرونی مسلمانوں میں میاں بیوی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اور جو کچھ ہے بھی۔ وہ ہم سے ہی سیکھا گیا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے بیرونی مسلمان اپنی ماں کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیتے تھے۔ پھر اس میں خاوند پرستی کہاں رہی۔"

روایات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ صلابت خاں کی ماں نے دوسرا شوہر پہلے کی موجودگی میں طلاق لے کر کیا تھا چنانچہ سید صلابت خان نے اُسے اپنے لئے گالی سمجھا۔ اور تلوار میان سے نکال لی جس کے جواب میں امر سنگھ نے بھی تلوار سونت لی۔

شاہجہاں نے اسے دربار کے قوانین کی توہین سمجھتے ہوئے دونوں کو باہر چلے جانے کیلئے کہا جس کی تعمیل صلابت خاں نے فوراً کی۔ لیکن امر سنگھ نے تلوار میان میں کر کے کہا۔ کہ

"اچھا! امر سنگھ دربار سے ہمیشہ کیلئے چلا جاتا ہے۔"

شاہجہاں نے بات بڑھتے دیکھ کر صلابت خان کو بلایا۔ اور کہا۔ "دونوں اپنی دلائل پیش کریں" امر سنگھ نے فوراً کہا۔

"سید صلابت خاں کی ماں اور اس کا نیا باپ دونوں زندہ ہیں۔ اگر یہ بات جائز ہے۔ تو اس پر صلابت خاں کو فخر کرنا چاہیئے تھا۔ اس کا چڑ جانا ہی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ اسے وفا شعاری کے خلاف سمجھتا ہے۔ اسی لئے اُس نے ایک سچے واقعہ کو طعنہ سمجھا ہے۔"

سید صلابت خاں نے فوراً جواب دیا۔

"امر سنگھ کے دادا کی بہن اور شہنشاہ اکبر کی شادی میں میرا دادا شریک ہوا تھا۔"

امر سنگھ نے کہا۔

"وہ اس کا پہلا اور آخری شوہر تھا لیکن تمہاری ماں کا دوسرا شوہر موجود ہے اور اس کو دوسرا کہا جا سکتا ہے۔ اگر بفرض محال اُسے ہم مذہب شوہر نہ ملتا۔ تو وہ غیر مذہب کے شخص کو خاوند بنا لیتی۔ لیکن شاہجہاں کی دادی نے دوبارہ ہم مذہبوں میں بھی شادی نہ کی۔ تمام عمر بیوگی میں گذار دی۔"

دربار میں سناٹا چھا گیا۔ شاہجہاں نے دربار برخواست کر دیا۔ اور اس بحث کے بعد سے سید صلابت خاں، امر سنگھ کا جانی دشمن ہو گیا۔ امر سنگھ نے بھی احتیاط سے کام لینا شروع کیا جب امر سنگھ کے باپ کا انتقال ہوا۔ تو سید صلابت خاں اور دوسرے امرار دربار نے سفارش کی۔ کہ امر سنگھ کے چھوٹے بھائی جسونت سنگھ کو جودھپور کا حاکم بنایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا لیکن شاہجہاں نے امر سنگھ کو راؤ کا خطاب دیا۔ اور سہ ہزاری منصب سے نوازا۔ اور علاقہ ناگور مستقل طور سے اس کی جاگیر میں دے دیا جس سے صلابت خاں کی اصلی مراد پوری نہ ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد جبکہ دربار نہیں ہو رہا تھا۔ امر سنگھ شیر کا شکار کھیلنے نکل گیا۔ اور شکار میں ہی ایسا منہمک ہوا۔ کہ پورے دو ہفتہ شکار میں لگ گئے۔ جب وہ واپس آیا۔ تو صلابت خاں اور امرار دربار شاہجہاں کو اس کے خلاف بھڑکا چکے تھے۔

چنانچہ جب امر سنگھ دربار میں حاضر ہوا۔ تو شاہجہاں نے اُسے جرمانہ کی دھمکی دی۔ امر نے بے باکانہ اور بلا جھجک و بغیر خوف و خطا فوراً جواب دیا۔

"میں صرف شکار کھیلنے گیا تھا۔" اور تلوار پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "جرمانہ کی کیفیت یہ ہے۔ کہ صرف یہ تلوار ہی میری دولت ہے۔"

بادشاہ کو امر کا یہ رویہ پسند نہ آیا۔ اور اس نے اس کو سزا دینے کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ اسی صلابت خاں کو جرمانہ وصول کرنے کیلئے اس کی جاگیر میں بھیجا گیا۔ امر نے جرمانہ ادا کرنے سے قطعی انکار کر دیا جس پر صلابت خاں نے طنزیہ کلمات استعمال کئے۔ اور کہا۔ "کہ بنوک شمشیر ہم جرمانہ وصول کر سکتے ہیں۔" امر نے جواب دیا۔ "راجپوت تلوار سے نہ کبھی مرتا ہے اور نہ ڈرتا ہے۔ ہم مغلیہ سلطنت کے وفادار دوست ہیں۔ غلام نہیں ہیں۔" چنانچہ بغیر ادب و آداب کے صلابت خاں کو فوراً رخصت ہونیکا حکم دیا۔ دربار میں پہونچ کر صلابت خاں نے مبالغہ سے کام لے کر بادشاہ کو اس کے خلاف کر دیا۔ شاہجہاں

نے جب اپنے افسر کیساتھ ہتک آمیز سلوک سُنا۔ تو اس نے امر کو فوراً دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ امر کو معلوم تھا۔ کہ وہاں اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ یہ بہادر راجپوت حکم بجا لاکر دیوانِ خاص میں داخل ہوا۔ اور پنجہزاری و دو ہزاری امرا کے پاس سے بغیر کسی تعظیم و تکریم کے گذر کر شاہجہاں کے پاس پہنچا شاہجہاں سے مخاطب ہونا چاہتا تھا۔ مگر صلابت خاں کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں راجپوتی جلال آگیا۔ اس نے فوراً اپنی آستین جھٹک کر خفیہ خنجر نکالا۔ اور صلابت خاں کو قتل کر دیا۔ شاہجہاں نے بپھرے ہوئے شیر کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ سنتے ہی فوراً امر نے ایک مسلمان سردار سے میان معہ تلوار چھین لی اور شمشیر برہنہ کا بھرپور وار بادشاہ پر کیا۔ غصہ کی حالت میں اس کا وار ستون پر پڑا۔ اور تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ شاہجہاں محل میں گھس گیا۔ اور اس کی جان بچ گئی۔ دربار میں شور و غل مچ گیا۔ تمام سردار تلواریں سونت کر کھڑے ہوگئے۔ امر نے آگے بڑھ کر پھر ایک سردار سے تلوار چھین لی۔ دربار میں کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا۔ جو سردار آگے بڑھتا امر اُسی کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس طرح پانچ مغل سردار مارے گئے۔ مغلوں میں بھاگڑ مچ گئی۔ اور دربار میں صرف راجپوت رہ گئے۔ راجپوتوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کی وفاداری پر حرف آتا ہے۔ ترکیب سے کام لیا۔ امر کا سالا ارجن گوڑ دربار میں موجود تھا وہ امر کو دلاسہ اور شاباشی دینے کے بہانہ آگے بڑھا۔ اور امر کو قتل کر دیا۔

امر کے ساتھیوں اور خیرخواہوں کو امر کے قتل کی اطلاع ملی۔ تو انہوں نے کیسری رنگ کا لباس زیب تن کیا۔ اور لال قلعہ کا دروازہ کھول کر فوراً اندر گھس آئے۔ لال قلعہ کے اندر اب جم کر لڑائی ہوئی۔ ایک طرف قلعہ کی معہ وفادار راجپوت فوج اور دوسری طرف چند جاں نثار، چنانچہ مقتول کے یہ چند حمایتی ایک کثیر تعداد کو تہ تیغ کرکے اپنی جانوں کو قربان کر گئے۔ راجپوتی کا نام روشن ہوا۔

امر کا چھوٹا بھائی جسونت سنگھ جسے شاہجہاں نے جودھپور کا حاکم تسلیم کر لیا تھا۔ مغلوں کا تمام عمر وفادار رہا۔

۱۶۵۷ء میں شاہجہاں بیمار پڑا اور اس نے اپنے بڑے لڑکے دارا کو اپنا قائمقام مقرر کیا۔ لیکن سب سے پہلے اورنگ زیب نے اپنے باپ کے شاہی حکم سے نافرمانی کی۔ اور ایک کثیر فوج لے کر دکن کی طرف سے چلدیا۔ اور مراد کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر بلالیا۔ شاہجہاں نے جسونت سنگھ کو بلا کر پنجہزاری منصب عطا فرمایا اور مالوہ میں اپنا جانشین مقرر کرکے دوسرے راجاؤں کی افواج اس کی کمان میں دے کر اورنگ زیب کو روکنے کا حکم دیا۔

جسونت سنگھ اجین کے نزدیک خیمہ زن ہوا۔ گو وہ اورنگ زیب کو نیست و نابود کر سکتا تھا۔ لیکن دونوں شہزادوں کو ایک ہی وقت شکست دینے کے فخر میں اس نے اورنگ زیب اور مراد کی فوج کو متحد ہو جانے کا موقعہ دیا۔ اورنگ زیب نے شاہی فوج کے مسلمانوں میں نفاق کا بیج بو دیا۔ چنانچہ مغل سپاہی جسونت سنگھ کو چھوڑ کر اورنگ زیب سے جا ملے جسونت سنگھ کے پاس صرف تیس ہزار راجپوت رہ گئے۔ مگر اس نے باغی شہزادوں پر حملہ کر دیا۔ اور باوجود شہزادوں کی کثیر سپاہ اور توپخانہ جس پر فرانسیسی مقرر تھے۔ شام تک لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ رات کو اورنگ زیب نے بہادر راجپوتوں میں اپنا سفیر بھیجا۔ اور کہا۔ کہ اگر انہوں نے ہماری مدد کی۔ تو انہیں پہلے سے بھی زیادہ اعزازات کا مالک سمجھا جائے گا۔ وہ راجپوت سردار جو جسونت سنگھ کے مخالف تھے۔ انہوں نے اورنگ زیب اور مراد کی حمایت پر کمر باندھی۔ یہ حالات دیکھ کر جسونت سنگھ اگلے روز اپنے وطن کو واپس چلا گیا۔

جب اورنگ زیب اور مراد کا مقابلہ شجاع سے ہونے والا تھا۔ تو اورنگ زیب نے راجہ اکبر کے ذریعہ جسونت سنگھ کو معافی نامہ بھیج کر کہلا بھیجا۔ کہ وہ شہزادہ شجاع کے خلاف اس کی مدد کرے۔ جسونت سنگھ شاہجہاں کا وفادار تھا۔ جب شہزادوں میں کجوہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ تو جسونت سنگھ نے تینوں پر حملہ کر دیا۔ اور ان کے کیمپ کو تباہ کر کے آگرہ کی طرف بڑھے مزید کمک کا انتظار کرتا رہا۔ شجاع شکست کھا گیا۔ لیکن شاہجہاں کا چہیتا بیٹا دارا ابھی باقی تھا۔ اورنگ زیب نے پھر جسونت سنگھ کو معافی نامہ بھیجا۔ کہ اگر وہ اس کے باپ کی حمایت نہ کرے گا۔ تو وہ اسے گجرات کاٹھیاوار کی صوبیداری سونپ دے گا جسونت سنگھ نے بہتیرا زور لگایا۔ کہ کسی طرح اسے شاہی کمک پہونچ جائے لیکن شاہجہاں بیمار تھے اور دارا پنجاب کے سرداروں سے نذریں لیتا پھر رہا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اورنگ زیب نے آگے بڑھ کر پہلے دارا کو بے عزتی کر کے قتل کیا۔ اور پھر اپنے ساتھی بھائی مراد کو بھی شراب پلا کر قتل کر لیا۔

اورنگ زیب اپنے باپ کو قید میں ڈال کر تخت پر بیٹھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ جسونت سنگھ اسکے باپ کا وفادار ہے لیکن اُس نے اُس سے باز پرس نہ کی۔ تاکہ کہیں بادشاہ کے حمائتی مغل بھی اُس سے نہ مل جائیں۔ لہذا اُس نے مغل سرداروں کو یہ جتانے کے لئے کہ جسونت سنگھ میرا حمائتی بن چکا ہے۔ اُسے باقاعدہ شاہی فرمان کے ساتھ گجرات (کاٹھیاوار) کی صوبیداری عطا کی۔

جسونت سنگھ نے بہت کوشش کی۔ کہ مغل سرداروں سے رابطہ قائم کر کے شاہجہاں کو

قید سے نکالا جاتے۔ لیکن اورنگ زیب نے یہ رابطہ قائم نہ ہونے دیا۔ اور جسونت سنگھ کو مشغول رکھنے کے لئے اُس نے اُسے شہزادہ اعظم اور شائستہ خان کی ماتحتی میں شیواجی مرہٹہ سے لڑنے کیلئے بھیجا۔ شیواجی مرہٹہ نے کمال ہوشیاری سے شائستہ خاں کو قتل کر دیا۔ اور شہزادہ اعظم اور راجہ جسونت سنگھ کو محاصرہ اُٹھانے پر مجبور کر دیا۔

آٹھ سال قید میں گذارنے کے بعد آخر بیچارے شاہجہاں کو زہر دے دیا گیا۔ اب اورنگ زیب نے جسونت سنگھ کی جگہ امبر کے راجہ جے سنگھ کو مامور کیا۔ اور جسونت کو حکم دیا۔ کہ وہ افغانوں کو مغلوب کرنے کے لئے کابل جائے۔ مقصود اس سے یہ تھا۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح راٹھور خاندان کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

جب جسونت سنگھ کابل میں افغانوں سے لڑائی میں مشغول تھا۔ تو اورنگ زیب نے اس کے لڑکے پرتھی سنگھ کو جودھپور سے دلی دربار میں بلایا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اور دانت بھینچ کر پوچھا۔ "بتاؤ اب تم کیا کر سکتے ہو۔" نونہال راٹھور نے جواب دیا۔ "میرے دونوں ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں ہیں۔ ایسا جی چاہتا ہے۔ کہ ساری دنیا فتح کر لوں۔" دھوکہ باز بادشاہ نے بظاہر اس دلیری پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور انعام میں اس معصوم کو زہر آلود خلعت پہنادی اور وہ معصوم یہ خلعت خوشی خوشی پہن کر گھر کی طرف چلدیا۔ لیکن راستے ہی میں زہر نے اپنا اثر دکھایا۔ یہ معصوم شہزادے نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

اسی دوران اورنگ زیب کا بڑا لڑکا اکبر، اورنگ زیب سے باغی ہو گیا۔ اور اپنی بیوی اور لڑکی کو لے کر جودھپور میں راجہ درگا داس کے پاس پہونچ گیا۔ اکبر کے حمایتی اورنگ زیب سے شکست کھا گئے۔ اور شہزادہ اکبر ایران کی طرف بھاگ گیا۔ اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دن بعد اس کی بیوی بھی جودھپور میں مر گئی اور لڑکی درگا داس کے محل میں ہی جوان ہو گئی۔ (عالمہا سال ادبی)

راجہ جسونت سنگھ نے افغانوں کا قلع قمع کر کے اور اپنے معصوم بیٹے کی موت کی خبر سن کر

کابل میں اپنے بیوی بچوں کو جودھپور سے بلا لیا۔ لیکن کچھ مدت بعد کابل کی ناموافق آب و ہوا کی وجہ سے اس کے دو لڑکوں کا وہیں انتقال ہو گیا۔ اس طرح ان تین بیٹوں کی موت نے راجہ جسونت سنگھ کو وقت سے پہلے بوڑھا بنا دیا۔ اور آخر ۱۶۸۴ء میں کابل ہی میں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ جسونت سنگھ تمام عمر سازشوں کا شکار رہا۔ لیکن یہ تمام سازشیں اس کے وفادار ساتھی موکن داس المعروف بہ ناہر خاں نے ناکامیاب بنا دیں۔

---

(۵) راجہ اجیت و راجہ درگاداس

جسونت سنگھ کی وفات پر راٹھور راجپوت، اس کی رانی، لڑکیوں اور ایک کمسن بیٹے اجیت کو ساتھ لے کر دلی آئے۔ ہم پیچھے تحریر کر چکے ہیں۔ کہ راجپوتوں کا ایک محلہ جے سنگھ پورہ دلی میں تھا۔ جہاں مغل بیگمات قلعہ سے بلا جھجک آنا جانا رکھتی تھیں۔ اسی محلہ میں یہ قافلہ زائح شاہی محلوں میں اترا۔ اورنگ زیب نے راجکمار اجیت کو دربار میں رکھنے کے لئے راٹھور سرداروں کو لالچ دیا۔ کہ وہ شہزادے کو اسے سونپ دیں اور اس کے بدلے میں تمام مارواڑ آپس میں تقسیم کر لیں۔ یہ خبر سن کر راجہ درگاداس دلی آیا۔

راٹھور راجپوت بادشاہ کی چالبازیوں سے واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فخریہ جواب دیا "ہمارا ملک، ہمارے بازو اور طاقت کے ساتھ ہے۔ اور ہم اپنے ملک اور اپنے آقا دونوں کی حفاظت بخوبی کر سکتے ہیں" یہ کہہ کر راجپوت دربار سے نکل آئے۔ ان کا نکلنا تھا۔ کہ شاہی فوج نے ان کے مکان کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ تاکہ شہزادہ اجیت کو راجپوت جودھپور نہ لے جا سکیں۔ جب راجپوتوں نے دیکھا۔ کہ گھیرے میں پھنس چکے ہیں۔ تو انہوں نے کیسری لباس زیب تن کیا۔ اور جب راجپوتوں کی عورتوں نے دیکھا۔ کہ یہ متعصب بادشاہ نہ صرف اجیت کو لے گا۔ بلکہ عورتوں کی بے عزتی ہوگی۔ تو انہوں نے ایک بارود بھرے کمرے میں پناہ لی۔ بہادر راجپوت تلواریں سونت کر شاہی فوج پر جا گرے۔ عورتوں نے بارود کو آگ دکھا کر اپنی جانیں قربان کر دیں۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی جس کے دوران انہوں نے معصوم بچے اجیت کو ٹوکرے میں رکھ کر ایک مسلمان کے حوالے کیا جس کو درگاداس پیچھے پیچھے ہمراہیوں سمیت رستہ کاٹ کر مقررہ مقام پر آملا۔ (بعد ازاں اسی مسلمان کو شہزادہ اجیت کو کاسنی چچا کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ اور پھر اسے جاگیر عنایت کر دی)

(درگاداس نے شہزادے کو کوہ آبو پر جوگیوں کی حفاظت میں چھوڑا۔ جہاں اجیت اپنے حسب ونسب کی ناواقفیت میں سن بلوغ کو پہونچا) اورنگ زیب راٹھور خاندان کے خون کا پیاسا تھا چنانچہ ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے اتنا بڑا لشکر فراہم کیا۔ کہ جس کا حساب حد سے باہر ہے کئی لاکھ سپاہیوں کا یہ عظیم لشکر مارواڑ میں داخل ہوا۔ تمام شہر مسمار کر دیئے گئے۔ جہاں راٹھوروں نے مقابلہ کیا۔ وہیں تہ تیغ کر دیا گیا۔ مارواڑ کے تمام مندر گرا دیئے گئے۔ مذہب کی تبدیلی لازمی قرار دی گئی۔ ہندوؤں کو پکڑ کر زبردستی ان کے منہ میں گئے کا گوشت ڈالا گیا۔ گائے کے گوشت کی جڑ ہندو مسلمانوں میں پیدا کرنا اورنگ زیب کی ایجاد ہے۔ جن قبیلوں نے ان امور سے مخالفت کی۔ انہیں برباد کر دیا گیا۔ مندروں کو توڑ کر مسجدیں بنائی گئیں۔ آخر سب ملک پامال ہو گیا۔ بہادر راٹھور اراولی کی پہاڑیوں میں جا گھسے جب بھی ان کا موقعہ لگتا۔ وہ شیر کی طرح دشمن پر جا پڑتے۔ شاہی فوج تنگ ہو گئی۔ آخر اورنگ زیب نے دکن اور چتوڑ سے جنگ بند کر کے تمام طاقت مارواڑ میں لگا دی۔ لیکن رانا نے چتوڑ نے راٹھوروں کی مدد کرنی شروع کر دی۔

سنہ ۱۶۸۵ء میں لڑائی بڑے زور و شور سے جاری رہی۔ راجپوتوں کے لاکھوں آدمی مارواڑ کی پاک زمین کو سیر خون کر چکے تھے۔ ان کیلئے ایک آدمی کا بھی ملنا جانا بہت بڑی بات تھی۔ لیکن انکے دشمن کو ہر روز تازہ بتازہ فوج فراہم ہو رہی تھی جیسلمیر کے بھٹی بھی آخر راٹھوروں سے آملے اور ان کے بھی لاتعداد آدمی کام آئے۔ راجپوتی خون جوش مار رہا تھا چاروں طرف تمام علاقوں میں غمیوں کی آہ و بکا سنائی دیتی تھی۔ تمام مارواڑ پر آگ برس رہی تھی۔ سنہ ۱۶۸۶ء میں راٹھوروں نے اراولی کی پہاڑی چھوڑ دی اور جان کی بازی لگا کر دشمن کے پرخچے اڑا دیئے۔ ساتھ کے شاہی دستے کو ایسا موت کے گھاٹ اتارا۔ کہ ایک آدمی بھی زندہ نہ بچ سکا۔ راجپوتوں نے آگے بڑھ کر اجمیر تک تاخت و تاراج کی۔ ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اجیت نے سنہ ۱۶۸۷ء سے لیکر سنہ ۱۶۹۳ء تک سالیرا کا علاقہ بھی شاہی فوج سے چھین لیا۔

اُدھر یہ عام شہرت تمام ملک میں پھیل گئی۔ کہ اجیت نے اورنگ زیب کی پوتی سے شادی کر لی ہے۔ اورنگ زیب کی یہ پوتی کئی سال سے جوان تھی۔ درگاداس کے محل میں عرصہ سولہ سال سے جودھپور میں رہ رہی تھی۔ جسے اورنگ زیب کا لڑکا اکبر درگاداس کی حفاظت میں سولہ سال پہلے چھوڑ گیا تھا۔ اورنگ زیب نے سنہ ۱۶۹۳ء میں درگاداس کو ایک نہایت ہی خوشامدانہ خط لکھ کر لجاجت سے درخواست کی۔ کہ وہ اکبر کی لڑکی کو دہلی بھیج دے۔

"اجیت چاہتا تھا۔ کہ جب تک صلح نہ ہو جائے۔ لڑکی واپس نہ کی جائے"۔ لیکن درگاداس نے اُسے انسانیت کے خلاف سمجھا اور لڑکی کو معہ تحائف دلی بھیج دیا۔

کیا دنیا کی تاریخ ایسی ایک بھی مثال پیش کر سکتی ہے جبکہ اپنے دشمن کی لڑکی کو انہوں نے واپس کی ہو جس نے ان کا ملک اجاڑ دیا ہو۔ ہزارہا عورتوں کو اغوا کیا ہو اور ان کی عبادت گاہیں تک مسمار کر دی ہوں۔ یہ صرف آریہ ورت کا حصہ ہے یہ صرف کشتریوں کا شیوہ ہے دنیا میں کسی بھی قوم کا نہیں۔

اس واقعہ نے اورنگ زیب کے ہوش ٹھکانے لگا دیے اس نے راجپوتوں کے حسن سلوک کی بے حد تعریف کی اور درگا داس کو صلحنامہ بھیجا اور پنجہزاری منصب پیش کیا بہادر راجپوت نے اسے اپنے اخلاق کی قیمت سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا اور کہلا بھیجا کہ لڑائی کا فیصلہ صرف تلوار ہی کریں گی۔ چنانچہ شہزادہ اجیت نے منڈل کے شاہی دستہ کو نذرِ شمشیر کر کے اس علاقہ پر قبضہ کیا۔

سنہ ۱۶۹۳ء میں اجیت پر اورنگ زیب نے ایک کثیر فوج کے ساتھ حملہ کیا اجیت بڑی بہادری سے لڑا لیکن آخر اسے پہاڑیوں میں جانا پڑا۔ سنہ ۱۶۹۵ء میں اس نے پہاڑیوں سے نکل کر پہلے سپہ سالار کریم اور پھر لشکر خاں کو شکست دی اور اس علاقے سے نکال دیا۔

سنہ ۱۶۹۷ء میں اورنگ زیب نے مجبور ہو کر دوبارہ صلحنامہ بھیجا اور پھر منصب پنجہزاری کی پیشکش کی اب کی مرتبہ درگا داس نے کہلا بھیجا کہ ہم نے مارواڑ کی سرزمین پر شاہی فوج کے ہاتھوں لاکھوں سر کٹوا دیے ہیں ان کی قیمت ہماری پیاری سرزمین مارواڑ ہے جس کا راجہ اجیت ہے آخر یہ لڑائی اسی طرح چلتی رہی اورنگ زیب کی وفات پر سنہ ۱۷۰۷ء میں اس تیس سالہ جنگ کا خاتمہ ہوا مغلوں کی طرف سے راجہ اجیت مانا گیا اور اسے سنگھ کو دہلی دربار بھیجا گیا جہاں اس کو پنجہزاری منصب عطا کیا گیا اور بڑی عزت و تکریم کی گئی

راجہ اجیت نے دلی کے مغل شاہزادوں پر زور دے کر نوروز مغلوں کا دستور ہے جس میں صرف مغلانیاں دوکانیں لگائیں گی کوئی راجپوت اس امر پر مجبور نہ ہو گا۔ گاؤکشی بند کی جائے اور جزیہ تمام ملک سے اٹھا لیا جائے سید برادران نے اس کی حمایت کی اور ان کے علاوہ راجپوتوں کے مندرجہ ذیل مطالبات تسلیم کیے گئے۔

۱۔ راجپوتوں کے محلے میں پوجا کی گھنٹی بجانے کی اجازت ہو گی (یہ اجازت صرف راجپوتوں کے لیے تھی یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ اورنگ زیب نے تمام ہندوؤں کو مندروں میں پوجا پاٹ سے روک دیا گیا تھا)

۲۔ مندروں کی بے حرمتی نہ کی جائے گی (یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اورنگ زیب نے مندروں کی بے عزتی کی تھی)

۳- اس کے ملک میں اضافہ کیا جائے۔ (جیسا کہ جسونت سنگھ کے پاس تھا)

۴- جزیہ معاف کیا جائے۔ (جو اورنگ زیب نے تمام ہندوؤں پر لگایا تھا)

پھر فرخ سیر نے گجرات کاٹھیاواڑ کی صوبیداری راجہ اجیت کو دی اور وہ گجرات چلا گیا لیکن سید برادران یعنی سید عبداللہ اور سید علی حسین نے اسے گجرات سے بلوایا اور تینوں نے مل کر فرخ سیر کو برطرف کر کے محمد شاہ کی تاجپوشی کی راجہ اجیت واپس گجرات چلا گیا

مغلوں نے سیدوں کو قتل کر دیا اسی دوران اجیت نے اجمیر پر قبضہ کر لیا۔ ابھے سنگھ نے بھی بہت سے مقامات پر قبضہ کیا بادشاہ نے جے سنگھ کو کثیر تعداد لشکر کے ساتھ مارواڑ روانہ کیا

اجیت نے اجمیر واپس دے دیا ابھے سنگھ بھی دربار میں حاضر ہوا دربار کے آداب نظر انداز کر کے سلطنت کے منصب داروں کے پاس سے بغیر کسی تعظیم کے گزر کر تخت کی ایک سیڑھی پر قدم رکھنے والا ہی تھا کہ اس کو ایک امیر نے روکا۔ ابھے سنگھ کا ہاتھ فوراً خنجر پر پڑا بادشاہ نے اس کے گلے میں ہار ڈال دیا اگر بادشاہ کے اوسان خطا ہو جاتے تو دیوان خون آلود ہو جاتا

۱۷۲۵ء میں راجہ اجیت کا انتقال ہوا اس کی چھ رانیاں اس کے ساتھ ستی ہوئیں

(۶) ابھے سنگھ (۱۷۲۵ء تا ۱۷۵۰ء)

۱۷۲۵ء میں ابھے سنگھ جودھپور کا راجہ تسلیم کیا گیا مغل بادشاہ محمد شاہ نے اپنے ہاتھ سے تاجپوشی کا اس کے ماتھے پر ٹیکا لگایا کمر میں تلوار باندھی اور اس کے سر پر طرہ باندھا اس کے علاوہ راجہ کو ایک جواہرات سے مرصع خنجر۔ نقارہ نوبت اور چنور عطا کئے گئے

محمد شاہ کے خلاف شہزادہ خنگلی نے بغاوت کی اور ساٹھ ہزار فوج لے کر سورت، احمد پور اور مالوہ کے صوبیداروں کو قتل کر دیا۔ چنانچہ محمد شاہ نے سردار بلند خاں کو پچاس ہزار سپاہ کی کمان دے کر شہزادے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا لیکن سردار بلند خاں کا دس ہزار کا پیش دستہ شکست کھا کر باغیوں کے ساتھ مل گیا اب بلند خاں اور شہزادے نے ملک آپس میں تقسیم کرنے کی تجویز سوچی جب یہ خبریں دارالخلافہ دہلی پہنچیں تو بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور اس مہم کے خلاف سب امراء کو بیڑا پیش کیا مگر تمام مغلوں نے منہ پھیر لیا۔ بادشاہ متفکر ہوا۔ دربار سے رخصت ہوتے

وقت ابھے سنگھ راٹھور نے بیڑہ قبول کیا اسے بہت سے نفیس تحفے دیئے گئے جن میں سات قیمتی توپیں بھی تھیں لشکر کے اخراجات کے لئے اکتیس ہزار روپیہ عنایت ہوا راجہ کو اجمیر اور احمد پور کا صوبیدار بھی مقرر کیا گیا ابھے سنگھ راٹھور نے ایک شدید معرکے کے بعد سربلند خاں کو شکست دی اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلا

۱۷۵۰ء میں ابھے سنگھ کا انتقال ہو گیا

(۷) بخت راٹھور (۱۷۵۰ء تا ۱۷۵۳ء)

بخت راٹھور کی عمر اس وقت صرف دس سال تھی جب کہ اورنگ زیب نے مارواڑ کو پامال کیا ہندوؤں کے منہ میں زبردستی گائے کا گوشت ڈالا گیا۔ مندروں کو گرا کر مسجدیں بنائی گئیں اور لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا بخت کی تمام جوانی اورنگ زیب کا تعصب دیکھنے میں گذری چنانچہ ان حالات نے اس کے دل پر انتقامی نقوش پیدا کر دیئے اور اس نے جودھپور کا راجہ ہوتے ہی ناگور کی وہ مسجدیں اور خانقاہیں گرا دیں جنہیں اورنگ زیب نے مندر گرا کر بنوایا تھا ان کی جگہ پھر نئے سرے سے مندر بنلائے گئے جس طرح اورنگ زیب نے مندروں کی گھنٹیاں بجانا واجب القتل قرار دیا تھا اسی طرح بخت راٹھور نے اذان دینے کی سزا موت مقرر کر دی۔ صرف تین سال حکومت کرنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا

(۸) وجے سنگھ (۱۷۵۳ء تا ۱۷۹۳ء)

وجے سنگھ کے زمانہ میں دکن کے مرہٹے شمالی ہندوستان پر تاخت لانے لگے تھے چنانچہ انہوں نے مارواڑ پر بھی حملہ کیا۔ وجے سنگھ نے ان کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا اور مرہٹوں کے پیر اکھڑ گئے لیکن مرہٹوں نے مارواڑ میں رہتے رہتے راجہ اور اس کے خاندان والوں میں پھوٹ ڈالدی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجمیر پر مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا۔ نہ صرف یہ کہ اجمیر ہی وجے سنگھ کے ہاتھ

سے نکل گیا بلکہ اس نے سالانہ ایک بڑی بھاری رقم سالانہ بطور خراج دینی منظور کی

۱۷۸۷ء میں مرہٹوں نے پھر مارواڑ پر حملہ کیا امبر کا راجہ پرتاپ سنگھ اور وجے سنگھ دونوں نے اتحاد کر کے مرہٹوں کا مقابلہ کیا اور ڈی بوئن کے لشکر پر دھاوا کر کے اتنی دلیری دکھائی کہ توپوں کے منہ تک جا پہنچے اور توپچیوں کو توپوں کے منہ پر ہی تہ تیغ کیا مرہٹہ سندھیا نے راہ فرار اختیار کی اور راٹھور بہادروں نے ایک بار پھر اپنی بہادری کا سکہ جما دیا

(۹) بھیم راٹھور (۱۷۹۳ء تا ۱۸۰۴ء)

بھیم راٹھور کی تمام زندگی مرہٹوں سے لڑنے میں گذری سال دو سال بعد مرہٹے مارواڑ میں آ دھمکتے اور نہ صرف راجہ سے بلکہ عوام سے خراج وصول کر کے چلے جاتے

مان سنگھ (راجپوت رجمنٹ)

مان سنگھ ۱۸۰۴ء میں گدی پر بیٹھا آخر اس نے مرہٹوں اور دوسرے راجاؤں سے مامون رہنے کے لیے انگریزوں سے صلحنامہ کیا اس کے زمانہ میں انگریزوں کا اقتدار دکن اور بنگال سے دلی تک قائم ہو چکا تھا

۱۸۱۸ء سے ۱۹۴۷ء تک یہ ریاست انگریزوں کے ماتحت رہی انگریزوں نے تمام ریاستوں کو بحال رکھا تھا اور باقی تمام ہندوستان پر براہ راست حکومت کرتے تھے انگریزی علاقوں کو جب آزادی ملی تو انہوں نے عوامیت کو اپنا کر ان ریاستوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور پسماندگان کے وظائف مقرر کر دیئے گئے

اکبر کی ریاست بیکانیر

راجپوت کلیان مل (۱۵۴۷ء تا ۱۵۷۳ء)

راجہ اجیت کے مرنے پر راجکمار کے خلاف راجپوت کلیان مل نے اکبر کی مدد سے بیکانیر کا تخت حاصل کیا اور اپنے کو راجپوت کہا۔ راجہ کلیان مل پہلا راجپوت ، بیکانیر کا ہے جس نے اکبر کے دربار میں ملازمت حاصل کی اور بجائے راجہ صرف راجپوتی درجہ رہ گیا اکبر نے اسے دو ہزاری منصب عطا کیا اس نے لڑکی اکبر کو دی ۔ اسی انعام میں قدیم شاہی گھرانہ سے حکومت چھین کر اکبر نے یہ علاقہ اس کو سونپ دیا

راجپوت رائے سنگھ (۱۵۷۳ء تا ۱۶۳۲ء)

راجپوت رائے سنگھ جیسلمیر کے بھٹی خاندان کا داماد تھا۔ اکبر کی ایک رانی بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اکبر نے بیکانیر کا حاکم رائے سنگھ کو تسلیم کر کے اسے بھی راجپوتی درجہ عطا کیا اور چار ہزاری منصب سے نوازا اور اس کا خطاب راجہ رکھا اور اس کی جاگیر میں سرکار حصار شامل کی رائے مل نے اکبر کی تمام مہموں میں راٹھوروں کے ساتھ شرکت کی احمد آباد کے حملہ میں اس نے ناموری حاصل کی جہاں اس نے دست بدست لڑائی میں وہاں کے صوبیدار مرزا محمد حسین کو قتل کر دیا اسے

کچھ دنوں کے لئے جودھپور کا حاکم بھی مقرر کیا گیا دت ف ۱۶۹۷ء

(۳) راجپوت کرن سنہ ۱۶۳۲ء تا سنہ ۱۶۷۴ء

رائے سل کے بعد راجپوت کرن بیکانیر کا حاکم بنا اور دربارِ مغلیہ کا ملازم رہا باون سال ملازمت کر کے ۱۶۷۴ء میں انتقال کر گیا۔

(۴) راجپوت انوپ سنگھ سنہ ۱۶۷۴ء تا سنہ ۱۷۰۹ء

راجپوت انوپ سنگھ اورنگ زیب کا درباری تھا اسے پنجہزاری کا رتبہ ملا ہوا تھا جب اورنگ زیب نے راجہ جسونت سنگھ والئی جودھپور کو افغانستان میں بغاوت فرو کرنے بھیجا تو یہ بھی اس کے ساتھ تھا انہوں نے وہاں جا کر بغاوت کو فرو کیا

(۵) سروپ سنگھ سنہ ۱۷۰۹ء تا سنہ ۱۷۳۶ء

اس کے زمانہ میں دلی کے تخت کو زوال آ چکا تھا چنانچہ اسی کے ساتھ ان کی ہستی بھی وزن دار نہ رہ سکی سچ ہے آقا کے ساتھ ملازم کی عزت ہوتی ہے

(۶) گج سنگھ سنہ ۱۷۳۶ء تا سنہ ۱۷۸۷ء

یہ تمام عمر جیسلمیر کے بھٹیوں اور بہاولپور کے خان سے لڑتا رہا اور دونوں سے کئی مقامات فتح کر کے حاصل کئے اسی کی آخری عمر میں مرہٹوں نے جیسے دلی کے مغلوں کو ٹھکانے لگایا اسی طرح

بیکانیر سے بھی مرہٹوں نے چوتھ وصول کی اس کے اکسٹھ بیٹے تھے جنہوں نے ۱۸۱۸ء میں انگریزوں کے دامن میں پناہ لی اور ۱۸۵۷ء میں معمولی زمیندار رہ گئے انگریزوں کے زمانہ میں یہ راجپوت رجمنٹ میں شامل رہے جنہوں نے ہر موقعہ پر ملک کی آزادی کو کچلا۔ فقط

نگانے کا خاندان میاوت

پرمار خاندان کی شاخ میاوت کے دو بھائی ہمیر اور راوت کلانور سے نگانہ آئے ہمیر کا بیٹا لاؤن اور پوتا باگھ تھا، باگھ کے بیٹے رائے سنگھ کے نام پر محلہ راسلیاں اور بھلے سنگھ کے نام پر محلہ بھاسیاں ہوئے ان کے دو بھائی کمبھا اور کھنڈو لاولد فوت ہوئے، بھلے سنگھ کے ۲ دو بیٹے ہیتم اور دیوی داس تھے، دیوی داس کا بیٹا مالدے جس کے تین بیٹے ساکا، نگھائی اور [illegible] گھاسی تھے گھاسی کی اولاد میں نبی بخش وغیرہم اب کوئی وال میں آباد ہیں ہیتم کے ۲ دو بیٹے ساہا اور جیرا تھے۔ ساہا کی بڑی بیوی سے بھوپا اور مدنا تھے مدنا کے بیٹے صاحب خاں، میر خاں، سلیم خاں ناظر، اور قادر تھے، صاحب خاں کا ایک بیٹا فکر تھا جس کے بیٹے دادو کے تین بیٹے عامل، کریم اور تندا تھے، کریم کے بیٹے فوجدار خاں، امام الدین، گلاب خاں، عمر علی خاں تھے۔ فوجدار خاں کے چار بیٹے تاج محمد خاں، دھومن، شجاع اللہ خاں اور قاسم علی خاں تھے، شجاع اللہ خاں ۱۸۸۷ء میں حیدرآباد دکن کی ریاستی فوج میں ملازم ہوئے پھر وہیں ٹھیکیداری میں اعزاز حاصل کر کے دسمبر ۱۹۵۸ء میں انتقال کیا، شجاع اللہ خاں کے دو بیٹے سردار خاں اور نواب علیخاں ہوئے جو ۱۹۴۸ء میں کراچی آئے نواب علیخاں کا لڑکا اشرف اللہ خاں ہے اور سردار خاں صاحب کے دو بیٹے عطاء اللہ خاں اور اکرام اللہ خاں ہیں، سردار خاں صاحب کراچی کی ایک معزز و متمول ہستی ہیں آپ اوّل درجہ کے عمارتی ٹھیکیدار ہیں اور آپ کی موجودہ رہائش ۵۹/۵ شکار پور کالونی میں ہے۔ مندرجہ بالا ایک وسیع خاندان ہے اس خاندان کے جو لوگ نگانے وغیرہ سے آئے ہیں وہ رہتک گزیٹیر کے مطابق رنگھڑ کہلاتے تھے، اسی طرح حصار میں کئی سو گاؤں جاٹو کہلاتے تھے اب یہ سب لوگ مواضع موسے پور، ڈیرہ غازی خاں اور ضلع ملتان وغیرہ میں آباد ہیں اور اچھے زمیندار و باعزت افراد ہیں اور راجپوت کہلاتے ہیں۔

نوٹ:۔ مولف گرجر کو اس خاندان کی ایک مقتدر ہستی نے اپنا مفصل شجرہ دیا جو اب تک میرے پاس ہے اس شجرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد نے مختلف قوموں کی عورتوں سے شادیاں کیں ان سب کی اولاد راجپوت کہلاتی ہے مگر ہندو گوجری ماؤں کی اولاد گوجر کہلاتی ہے! اور اب تک موضع نگانہ (ضلع رہتک) اور نگانیہ داس (تحصیل ریواڑی ضلع گوڑگاؤں) میں آباد ہے۔

خاندان ہرا کا پہلا راجپوت

(بوندی)

(۱) سرجن ۱۵۳۸ء

اپنے ملازم سرجن کو ساتھ لے کر .... اکبر فتوحات کے لئے راجستھان کی طرف بڑھے اور رنتھمبور کا محاصرہ کر لیا۔ ہرا اس بہادری سے لڑے کہ شہنشاہ اکبر کو صلح کا پیغام دے کر ارجن کو سیاست کی میٹھی گولی کھلانے کے لئے کہا کہ وہ صرف قلعہ رنتھمبور چاہتا ہے تمام علاقہ پر اسی طرح حکمراں رہیں مزید یہ کہ اکبری دربار میں اعزازات حاصل کریں گے۔" اس ارجن نے جس نے شیر شاہی خاندان کے زوال پر پٹھانوں سے قلعہ چھین لیا تھا۔ کیسری لباس زیب تن کر لیا اور کہلا بھیجا کہ اکبر اس کی اور اس کے قبیلہ کی لاشوں پر سے گزر کر ہی قلعہ پر قابض ہو سکتا ہے آخر صلحنامہ ہوا جس میں مندرجہ ذیل دفعات تھیں

۱۔ بوندی کے راجگان مغلوں سے شادی بیاہ نہ کریں گے

۲۔ وہ کسی بھی قسم کا ٹیکس ادا نہ کریں گے

۳۔ ہروں کو اٹک پار جانے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا

۴۔ جشن نوروز میں مغلانیاں اور دوسرے سرداروں کی بیویاں دوکانیں لگائیں لیکن ہرا خاندان اس سے مستثنیٰ ہوگا

۵۔ ہروں کو دیوان عام میں ہتھیار بند داخل ہونے کا حق حاصل ہوگا

۶۔ ہروں کے مقدس مقامات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے گی

۷۔ ہروں کے لئے دوسرا ہندو یا راجپوت سپہ سالار مقرر نہیں کیا جائے گا

۸۔ ہروں کے گھوڑے شاہی داغ سے مستثنیٰ ہوں گے

۹۔ ہرے دہلی کے شاہی قلعہ کے دروازہ تک فوجی نقارہ بجا سکیں گے

۱۰۔ دربار میں وہ جھکنے یا سجدہ کرنے سے مبرا ہوں گے

۱۱۔ بوندی ہمیشہ کے لئے ہروں کا دارالحکومت ہوگا۔ ارجن کے بعد اکبر نے غدار سرجن کو بوندی کا علاقہ دیدیا اس طرح چوہانوں کا یہ خاندان راجہ کے بجائے راجوتی کا درجہ حاصل کر کے اکبر کا فرمانبردار ہو گیا

چنانچہ اکبر نے راجپوت سرجن کو گونڈوانہ فتح کرنے بھیجا جہاں اسے کامیابی ہوئی۔ اور شہنشاہ نے اسے سات اضلاع انعام میں دیئے جن میں بنارس اور چنار بھی شامل تھے۔ سرجن نے بنارس میں اقامت اختیار کی اس شہر کو ترقی دی۔ رفاہ عام کے لئے چوراسی مکانات بنوائے اور بیس غسل خانے تعمیر کروائے پھر اکبر نے سرجن کے دو بیٹوں، بھوج راؤ اور دودا راؤ کو سوات میں بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ بھوج راؤ نے باغیوں کے سردار کو قتل کر کے کامیابی حاصل کی اور سوات کے گوجروں اور پٹھانوں کو تباہ کیا

(۲) راؤ بھوج راجپوت

سرجن کے بعد راؤ بھوج بوندی کا حاکم تسلیم کیا گیا راؤ بھوج سے اکبر نے اپنے لئے خوب فتوحات کرائیں۔ بیجاپور کے حملہ میں راؤ بھوج کی سپاہ نے خوب داد مردانگی دی۔ اکبر نے خوش ہو کر اسے اپنا خاص ہاتھی دیا۔ باوجود اعلیٰ خدمات کے راؤ بھوج سے شہنشاہ اکبر ناراض ہو گیا وجہ یہ ہوئی کہ اکبر کی بیوی جودھا بائی کے انتقال پر دربار میں ماتم منایا گیا سب کو داڑھی مونچھیں منڈوانے کا حکم ملا۔ مگر بھوج نے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ جودھا بائی اور اس کے خاندان کو ذلیل سمجھتے تھے۔

(۳) راؤ رتن راجپوت

اکبر نے راؤ بھوج کے بعد راؤ رتن کو بوندی کا حاکم بنایا راؤ رتن کے زمانے میں ایک درباری دریا خان نے باغی ہو کر میواڑ میں لوٹ مار شروع کر دی راؤ رتن اسے پکڑنے کے لئے بھیجا گیا چنانچہ راؤ رتن نے اسے قید کر لیا مغل بادشاہ نے اس کو انعام میں نوبت دی راؤ رتن کے بیٹے مادھو سنگھ نے برہان پور کے معرکہ میں ایسی بہادری دکھائی کہ اسے الگ علاقہ کوٹہ جاگیر میں دے دیا گیا۔

(۴) چتر سنگھ راجپوت

شاہجہاں کے زمانے میں چتر سنگھ نے دکن میں دولت آباد اور بیدر کے حملوں میں خوب جوہر دکھائے۔ جب شاہجہاں بیمار پڑا تو اس کے سپوت اورنگ زیب نے سلطنت پر قبضہ جمانے کے لئے منصوبہ بنایا اور اس کی نیت کی خبر پاکر شاہجہاں نے ہروں کو دربار میں طلب کیا تاکہ انہیں اورنگ زیب کے خلاف لڑنے کا حکم دیا جائے۔ - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - ہرے دو سہرے

راجپوتوں کو لے کر نکل گئے اور جسونت سنگھ کی کمان میں اورنگ زیب سے لڑے لیکن پہلے دن کی لڑائی کے بعد اورنگ زیب نے مغل سرداروں کو اپنی طرف ملا لیا اور اگلے روز جسونت سنگھ راجپوتوں کو ساتھ لے کر بغیر لڑائی کے شروع کئے اپنے وطن کو لوٹ گیا

اس کے بعد شاہجہاں نے ہروں کو دارا کی مدد کرنے کے لئے بھیجا۔ ہرے کیسری لباس پہنے ہوئے دارا کی فوج میں پیش پیش ہوئے اور خوب داد مردانگی دی دارا کے ہاتھی سے اتر جانے پر جب اس کے بھاگ جانے کا گمان ہوا تو دارا کے حمایتی سردار میدان جنگ سے بھاگ گئے لیکن ہروں نے پیٹھ دکھانا راجپوتی شان کے خلاف سمجھا اور میدان نہ چھوڑا اورنگزیب ان شیروں سے عاجز آگیا کہ ناگاہ چتر سنگھ کے ہاتھی کو گولی لگی مگر یہ شیر فی الفور نیچے کود گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے لگا اس نے تمام راجپوتوں کو للکار کر اپنے پیچھے لیا اور کاٹتا مارتا شہزادہ مراد کے پاس پہنچ گیا اور تاک کر نیزہ مارنا ہی چاہتا تھا کہ اسے گولی لگی اور وہ وہیں جاں بحق ہو گیا اس طرح چتر سنگھ نے شہنشاہ شاہجہاں کے لئے اپنی وفاداری اس کے باغی بیٹے کے خلاف بھی کر دکھائی

(۵) راؤ بھاؤ راجپوت

راؤ چتر سنگھ کے بعد راؤ بھاؤ بوندی کا فرمانروا ہوا اورنگ زیب نے اپنے باپ اور بڑی بہن جہاں آرا کو قید کر کے بوندی کی طرف توجہ دی کیونکہ چتر سنگھ شاہجہاں کی وفاداری میں اپنی جان

کی بازی لگا گیا تھا چنانچہ اس کا غصہ اورنگ زیب نے اس کے جانشین بھاؤ پر اتارنے کے لئے آتما رام گور کو فرمان بھیجا کہ نہروں کے علاقہ کو نیست و نابود کر کے اور رانا سے بوندی چھین کر رنتھمبور کی حکومت میں شامل کرے

آتما گور شاہی حکم کے مطابق بارہ ہزار کا لشکر لے کر بوندی کی طرف بڑھا اور علاقہ کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ ہرا قبائل جمع ہو گئے اور ماس زور سے لڑائی لڑی کہ آتما گور اور اس کے مغل راجپوت سپاہی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ ہروں نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے تمام شاہی نشانات چھین لئے اور تمام سامان پر قبضہ کر لیا بڑھتے بڑھتے ہروں نے آتما گور کے صدر مقام شیوپور کا محاصرہ کر لیا جب یہ خبریں اورنگ زیب کو ملیں تو اس نے بظاہر خوشی کا اظہار کیا اور راؤ بھاؤ کو معافی نامہ بھیجا اور دربار میں طلب کر کے شہزادہ معظم کی ماتحتی میں اسے اورنگ آباد کا صوبیدار مقرر کیا وہاں راجہ کرن بیکانیری کی جان کے خلاف سازش برپا تھی راؤ بھاؤ نے اس کی جان بچائی اور کچھ عرصہ بعد اس کا وہیں انتقال ہو گیا یا سازش کے تحت اورنگ زیب نے مروا دیا۔

(۶) انوراؤ سنگھ

دکن کی لڑائیوں میں ہمیشہ اورنگ زیب کے ساتھ رہا ایک دفعہ جہاں بعد نگ زیب کی مستورات کو دشمن نے گھیر لیا۔ انوراؤ سنگھ نے کمال دلیری دکھائی اور دشمن سے حرم کی مستورات چھڑا کر اپنے ساتھ لایا۔ اورنگ زیب اس کی دلیری سے بے حد خوش ہوا

(۷) بدھ سنگھ

اورنگ زیب کے انتقال پر اس کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لئے جھگڑا ہوا۔ دیتہ اور کوٹہ کے راجپوت شہزادہ اعظم کی حمایت میں ہو گئے لیکن بدھ سنگھ نے حقدار بڑے شہزادے بہادر شاہ کا ساتھ دیا آخر جالو کے مقام پر لڑائی ہوئی دونوں طرف کثرت راجپوتوں کی تھی لہٰذا لڑائی میں راجپوتوں نے اپنے اپنے آقا کے لئے ایک دوسرے کو خوب موت کے گھاٹ اتارا آخر بدھ سنگھ ہرا فتحیاب ہوا اور دلی کا تخت اس کے آقا بہادر شاہ کو مل گیا۔ بہادر شاہ نے اسے راجہ کا خطاب دیا اور اس سے دوستی کے تعلقات پیدا ہو گئے۔ بوندی کے راجپوت سلطنت مغلیہ کے زوال تک ان کے ساتھ رہے اور آخر دونوں ساتھی ایک ہی ساتھ ختم ہوئے اور مرہٹوں نے دونوں کی کمر توڑ دی

کوٹہ کے راجپوت

(۱) مادھو سنگھ

کوٹہ کے راجپوت بوندی کے راجپوتوں کی شاخ تھے جیسا کہ مذکور ہوا۔ بوندی کا حاکم راؤ رتن تھا۔ راؤ رتن کے ایک لڑکے مادھو سنگھ نے معرکہ برہان پور میں ایسی دلیری دکھائی کہ جہانگیر نے اُسے اس کے باپ سے علیحدہ کوٹہ کا علاقہ جاگیر میں دیدیا۔ پہلے کوٹہ بھی بوندی میں ہی شمار ہوتا تھا۔ لیکن اس کے بعد دو مختلف خاندان ہو گئے

(۲) مکند سنگھ

مکند سنگھ ۱۶۳۰ء میں کوٹہ کا حاکم ہوا۔ اس کے زمانہ میں اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہجہاں کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ شاہجہاں نے انہیں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا چنانچہ فتح آباد کی لڑائی کے روز یہ پانچوں بھائی کیسری لباس پہن کر اور سر پر موڑ پہن کر اپنے لشکر کے ساتھ بڑھے اور خوب لڑے لیکن جیسا کہ مذکور ہوا مغل سردار اورنگ زیب سے مل گئے اور راجپوتوں نے اپنے گھر کی راہ لی اس لڑائی میں مکند سنگھ کا چھوٹا بھائی بُری طرح سے زخمی ہو کر گر پڑا تھا اسے لعشوں کے نیچے سے نکالا گیا اسی بہادر نے پھر آئندہ دکن کی لڑائیوں میں اورنگ زیب کیلئے بڑا نام پیدا کیا

(۳) جگت سنگھ

جگت سنگھ نے اورنگ زیب کی حمایت میں دکن کی لڑائیوں میں بہادری کے ساتھ اپنی جان دے دی

(۴) کشوری سنگھ

کشوری سنگھ بھی اورنگ زیب کی طرف سے دکن کی لڑائیوں میں شریک ہوا۔ بیجاپور کی لڑائی میں اس نے ہرا خاندان کا نام روشن کردیا پھر اسے ارکاٹ گڑھ کی لڑائی کے لئے بھیجا گیا جہاں اس نے پچاسوں زخم کھاکر جان دی

(۵) بھیم سنگھ

بھیم سنگھ راجپوت کے زمانہ میں دلی میں تخت نشینی کا جھگڑا ہوا۔ بھیم سنگھ اور سید برادران نے فرخ سیر کو تخت پر بٹھایا فرخ سیر نے بھیم سنگھ کو پنجہزاری کا منصب عطا کیا یہ منصب صرف مغل شہزادوں یا اول درجہ کے بہادر راجپوتوں کے لئے مخصوص تھا۔ سید برادران اور بھیم سنگھ آپس میں بالکل متفق تھے جب قلیچ خاں (جو بعد میں نظام الملک مشہور ہوا) اپنی طاقت کے بل پر دکن کی پر آزادانہ قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا تو فرخ سیر نے بھیم کو اسے روکنے کے لئے بھیجا۔ نظام بھی ہرا کا پگڑی بدل بھائی تھا چنانچہ اس نے کہا کہ میں نے شاہی خزانہ نہیں لوٹا ہے اور تم میرے بھائی ہوتے ہو راستے سے ہٹ جاؤ۔ سرداجے سنگھ ہم دونوں کی بربادی چاہتا ہے اسی لئے اس نے تمہیں لڑنے کے لئے بھیجا ہے اس پر بھیم نے جواب دیا کہ مجھے دوستی اور فرض کے امتیاز کا پتہ ہے چنانچہ میں اپنا فرض پورا کرنے کے لئے بادشاہ کے حکم سے سرتابی نہ کرونگا چنانچہ لڑائی چھڑ گئی جس میں بھیم سنگھ نے اپنے آقا مغل بادشاہ فرخ سیر پر اپنی جان قربان کردی

(۶) ارجن

۱۷۲۱ء میں بھیم کی وفات کے بعد ارجن کو مغل بادشاہ نے پنجہزاری کا خطاب دیا محمد شاہ کے زمانہ میں اس سے ارجن نے تحریری حکمنامہ حاصل کیا کہ جمنا کے کنارے جہاں جہاں اس کی قوم آباد ہے گائے کا ذبیحہ ممنوع ہے

نوٹ:- حیرت تو ان مورخوں پر ہے کہ راجپوتوں نے مغلوں کی وفاداری میں جانیں قربان کردیں اور یہ انہیں کو سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب بتاتے ہیں۔

(۷) اجیت سنگھ (۸) چتر سنگھ

اجیت سنگھ اور چتر سنگھ یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے ایک مرتبہ امبر کے راجہ مادھو سنگھ نے ہردوں سے خراج کا مطالبہ کیا اور جرار لشکر لے کر بڑھا لیکن ہردوں کے پانچ ہزار کے لشکر نے اسے شکست دی

(۹) گمان سنگھ اور (۱۰) اُمید سنگھ

چتر سنگھ کے بعد گمان سنگھ اور امید سنگھ تخت پر بیٹھے ان کے زمانہ میں دکن سے مرہٹوں نے اٹھ کر سلطنت مغلیہ کے ساتھ ان کو بھی کمزور کر دیا

(۱۱) کستوری سنگھ

کستوری سنگھ کے عہد میں انگریزوں کی پناہ میں مغل بادشاہ پہنچ چکے تھے چنانچہ ۱۸۱۹ء میں اس نے بھی اپنے آقاؤں کی پیروی کر کے انگریزوں کی سرپرستی قبول کر لی ۱۹۴۷ء تک اس کی اولاد بحیثیت زمیندار رہ گئی اور اب میرے زمانے نے مذہبی حکومتوں نے زمینداری بھی ختم کر کے انہیں معمولی کاشتکار بنا دیا ہے

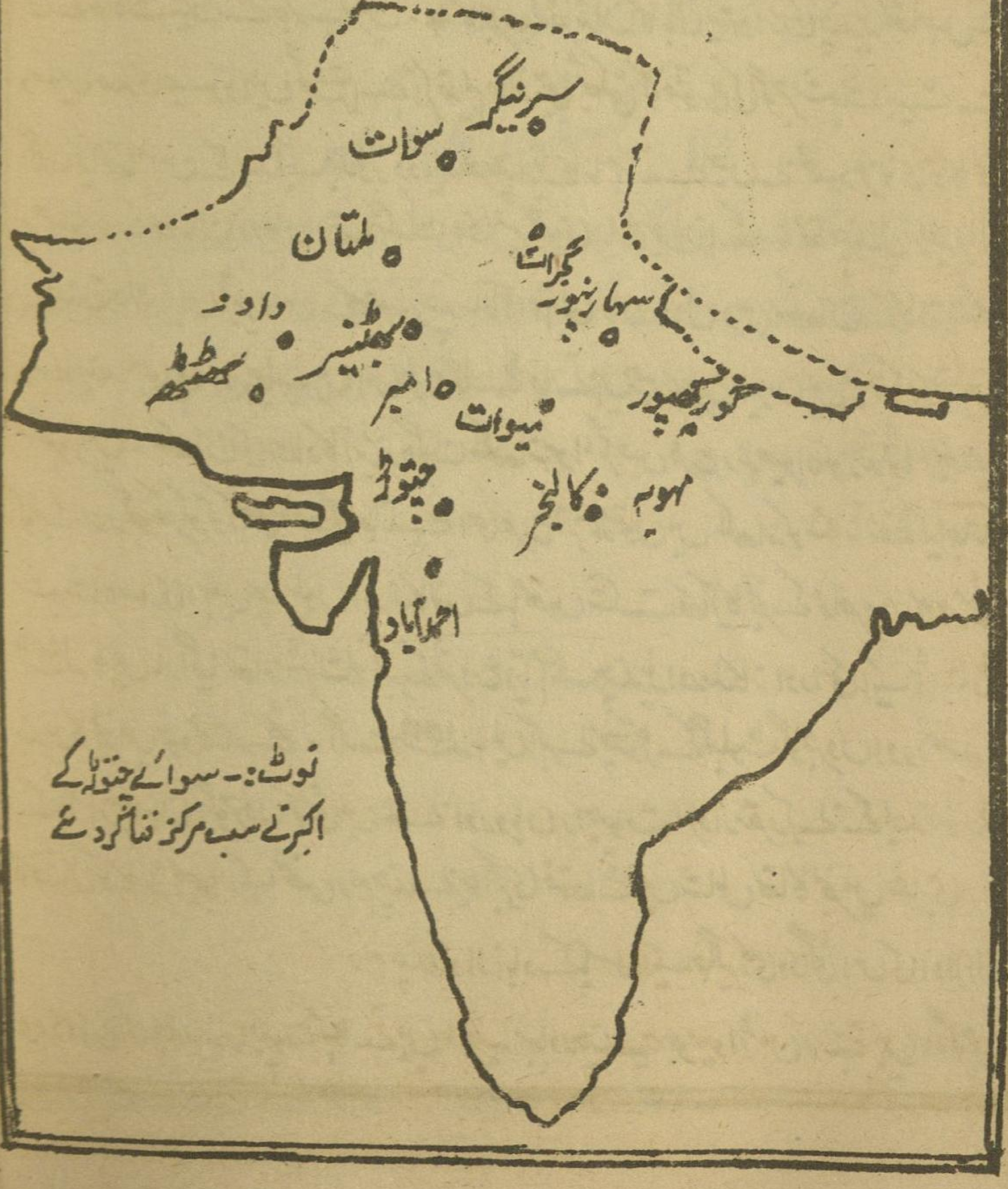
راجگانِ کالنجر - اور - مہوبہ

خاندانِ چندیلہ - ملکانہ - بندیلہ

گوجر تاریخ میں تین علاقوں (۱) میواڑ (۲) کشمیر (۳) مدھیہ پردیش (موجودہ بندیل کھنڈ) کو خاص اہمیت حاصل ہے، یہ تینوں علاقے سولھویں صدی تک کلیتہً آزاد رہے اور ان کی بہادری کی داستانیں زبان زد عام ہیں۔ کشمیر اور میواڑ چونکہ ہمیشہ اکائی کی حیثیت سے قائم رہے لہذا ان دونوں علاقوں کی تاریخ مقامی مورخوں نے بھی اور بیرونی مورخوں نے بھی مفصل بیان کی ہے مگر وسط ہند کا علاقہ نہ صرف بیرونی حملہ آوروں کا شکار رہا بلکہ ان پر مقامی راجگان نے بھی ہمیشہ حملے کئے۔ مولف کی نظر سے بڑی چھان بین کے باوجود کوئی ایسی تاریخ نہیں گذری جس میں کالنجر کے بہادروں کے حالات بالترتیب مذکور ہوں۔ چنانچہ اس جگہ دوسرے خاندانوں کی تاریخ میں جو تذکرہ آیا ہے اسی سے اخذ کر کے ان کے حالات بیان کئے جا رہے ہیں۔ * کالنجر کے خاندان کا بانی یشووَرمن چندیلہ تھا جس نے دسویں صدی عیسوی میں گجرات سے آکر قدیم علاقہ جیجا بُھگتی کو قنوج کی گوجر شہنشاہیت سے الگ کیا تھا، اس کے بعد ایک بہادر وِدّیادھر چندیلہ کا نام آتا ہے جس نے محمود غزنوی کو کالنجر پر حملوں کے دوران دونوں مرتبہ شکست دی، پرتھوی راج چوہان کے ساتھ چندیل راجہ پرمال نے متعدد لڑائیاں لڑیں اس کے مشہور سپہ سالار (۱) آلھا (۲) اودل (۳) ملکھان کے کارنامے وسط ہند، یو۔پی اور پنجاب میں اس طرح گائے جاتے ہیں جس طرح ایران میں رستم کی داستانیں مشہور ہیں۔ ملکھان کی اولاد کا آئندہ گوت ملکھانہ ہوا، مگر جس طرح رندھیواہ کو رندیوا، بھٹے کو بٹ، اور کھوکھر کو کوکر بھی تلفظ کیا جاتا ہے اسی طرح اکثر علاقوں میں ملکھانہ کو ملکانہ تلفظ کیا جاتا ہے، شیر شاہ سوری انہیں چندیلوں اور ملکانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر کالنجر کے محاصرہ میں ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء میں مارا گیا تھا۔ شہنشاہ اکبر کے شروع ایام تک چندیلہ اور ملکانہ اور انکی ایک ہی شاخ بندیلہ کالنجر میں خود مختار رہے۔ اگست ۱۵۶۹ء میں اکبر نے چتوڑ کے گہلوٹ گوجروں اور رنتھمبور کے ہاڑا (چوہان) گوجروں کو مٹی میں ملانے اور وہاں راجپوت سردار مقرر کرنے کے لئے مجنوں خاں قاقشال کو کالنجر بھیجا ایک شخص رام چند نے جو اکبری فتوحات میں شامل تھا کالنجر میں شاہی رام چندر کو الہ آباد کے پاس ایک جاگیر بھی دی گئی اس کی اولاد در عواری آج تک چندیلہ راجپوت کہلاتے ہیں، البقیہ بہادر چندیلے جو میواڑ میں رہتے ہیں وہ گوجر

ہی کہلاتے ہیں۔ کالنجر کے ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود چندیلوں، ملکانوں اور بندیلوں نے تلوار کو نیام میں نہ رکھا اور برسوں گوریلا لڑائی جاری رکھی۔ جب شہزادہ سلیم باغی ہو کر الٰہ آباد گیا تو اکبر نے ابوالفضل کو دکن سے بلوایا۔ ابوالفضل جب بندیل کھنڈ میں داخل ہوا تو ایک بہادر بندیلے بیر سنگھ نے بندیلوں اور ملکانوں کی فوج لے کر اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا مگر اس کے بعد اکبری فوجوں نے بندیل کھنڈ کے گوجروں کو منتشر کر دیا۔ اور یہاں راجپوت پیدا ہو گئے جن میں سے دتیہ اور دلیپ نگر کے راجپوت مشہور ہیں جن کا تذکرہ اس تاریخ میں علیحدہ کیا گیا ہے۔

گوجروں کے مدافعتی مراکز ۱۲۰۰ء تا ۱۵۸۷ء



جے پور کے راجپوت

موٴلف کے زمانے میں تھر ریگستان میں ایک شہر جے پور آباد ہے تاریخوں سے مستند طور سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر ۱۷۲۷ء میں جے سنگھ ثانی نے بسایا تھا۔ اس خاندان کا بانی بہاری مل کو تبایا جاتا ہے اور آئین اکبری میں اس کے باپ کو پرتھی راج کچھواہہ لکھا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ پرتھی راج کا قدیمی خاندان کچھواہہ تھا۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے جب آئین اکبری لکھی گئی تو بہاری مل مر چکا تھا اور اس کا پوتا مان سنگھ راجہ کا خطاب لے چکا تھا اور اس کا عہدہ پنجہزاری تھا اور وہ متعدد صوبوں کا صوبیدار رہ چکا تھا اس کے آقا نے اسے راجہ کا خطاب تو دے دیا لیکن اس کی ذات مشکوک تھی لہٰذا آئین اکبری کے مصنف نے اسے کھشتری خاندان میں جگہ دینے کے لئے اس کے پردادا کو کچھواہہ لکھا ہے جو سراسر غلط ہے اور اس کی تصدیق کسی تاریخ سے نہیں ہوتی یا آئین اکبری کے موٴلف سے سہو ہوا ایسا ہو گیا کیونکہ اکبر کے دربار میں ایک اور شخص مان سنگھ کچھواہہ تھا جس کا منصب سہ صدی سردار تھا

(ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ اول میں امرار دربار کی فہرست)

جہاں آج جے پور آباد ہے اس علاقہ کو پہلے زمانہ میں امبر بھی کہتے تھے پھر اس کے بعد اس میں ریاست ڈھونڈار بھی قائم ہوئی تھی قدیمی امبر یا ڈھونڈار کے راجگان سے بہاری مل کا کوئی واسطہ نہیں ہے یہ علاقہ تو آس پاس کی ریاستوں سے لے کر اکبر نے مان سنگھ کو دیا تھا قدیمی ریاستیں بہت عرصہ پہلے ختم ہو چکی تھیں

تاریخ فرشتہ جلد اول ذکر اکبر شہنشاہ میں ایک جگہ لکھتا ہے۔ ترجمہ:—

(بادشاہ سلامت اکبر، سنہ ۹۶۹ ہجری میں خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی زیارت کے واسطے اجمیر گئے اور جب قصبہ سنبھر میں پہنچے راجہ پورن مل کہ اس حدود کا زمیندار معتبر تھا اپنی دختر

بادشاہ کو دے کر نوکری اختیار کی اور اس کا بیٹا بھگوان داس بھی ملازم ہو کر امرایہ کبار کے مسلک میں منتظم ہوا"

آگے ایک جگہ اسی مورخ نے تحریر کیا ہے :-

"محمد حکیم مرزا فرصت پا کر لشکر خان مقدم پنجاب کے بہکانے سے لاہور کی تسخیر کا عازم ہوا پہلے شادمان کوکہ کو دس ہزار سوار بطور ہراول بھیجا اور کنور مان سنگھ راجپوت نے جو امرائے پنجاب سے تھا جس دم شادمان کوکہ نے نیلاب دریائے سندھ اٹک سے عبور کیا اس کے مقابلہ کے واسطے پیش قدمی کی! لڑ کر اسے شکست دی"

ان دونوں عبارتوں سے یہ ظاہر ہے کہ مان سنگھ پنجاب کا زمیندار تھا "امرائے پنجاب سے" ہرگز یہ مراد نہیں کہ وہ سرکاری ملازموں میں سے ایک تھا مان سنگھ ہمیشہ پنجہزاری راجہ رہا ہے باقی سب اس کے ماتحت رہے اس سے یہی مراد ہے کہ اس کی اصل "امرائے پنجاب سے" تھی اور وہ بادشاہ کا نمک خوار اور وفادار تھا۔ پہلی عبارت جو اس واقعہ سے پہلے زمانہ کی ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ سنبھر میں اس کے باپ نے اپنی لڑکی دے کر نوکری حاصل کی اور یہ کسی بھی علاقہ کا راجہ تو در کنار سردار بھی نہ تھا صرف ایک زمیندار تھا جس نے "اس حدود" سے آکر ملازمت حاصل کی۔ فرشتہ نے بھگوان داس کے باپ یعنی مان سنگھ کے دادا کا نام پورن مل لکھا ہے اور آئین اکبری میں علامہ ابوالفضل نے بہاری مل لکھا ہے جبکہ تاریخ فرشتہ آئین اکبری کے بعد لکھی گئی ہے اور فرشتہ نے اپنی تاریخ میں متعدد جگہ آئین اکبری اور اکبر نامہ کے حوالہ جات دیئے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ آئین اکبری اور اکبر نامہ اس کی نظر سے گذر چکا تھا اس کے باوجود اس کے باوجود اس نے مان سنگھ کا دادا پورن مل تحریر کیا ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آئین اکبری نے مان سنگھ پنجہزاری راجہ کی رعایت سے اور اکبر کی سسرال کی رعایت سے بہاری مل سے اس کا رشتہ جوڑا ہے یہ ضبط تحریر میں اس وقت لایا گیا جبکہ پورن مل بہت پہلے انتقال کر چکا تھا پورن مل کی بے غیرتی کی وجہ سے لوگوں نے اسے "بھاڑا مل" کہنا شروع کر دیا تھا

ہم ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں ناموں سے بھی بہت کچھ آدمیوں کے حدود کی تخصیص ہوتی ہے چنانچہ آئین اکبری کے مطابق مان سنگھ کے خاندان کا شجرہ اس طرح بسبب ہے۔ ہر شخص کے نام کے ساتھ اس کا اکبری دربار کا منصب بھی لکھ دیا گیا ہے

پرتھی راج

روپسی بیراگی (ہزاری) بھاروی مل (پنج ہزاری)

بہاری مل (پنج ہزاری)

بھگوانداس (پنج ہزاری) — جگن ناتھ (دو ہزار پانصدی) — سلہدی (چار صدی)

پرتاپ سنگھ (دو صدی) — مادھو سنگھ (ہزار پانصدی) — مان سنگھ (پنج ہزاری)

جگت سنگھ کلاں (سہ صدی) — ارجن سنگھ (پنج صدی) — سبل سنگھ (پنج صدی) — سکت سنگھ (چار صدی) — جگت سنگھ خورد (دو صدی)

اس شجرہ کو غور سے ملاحظہ کیجیے اکبر کے پاس جس وقت ایک شخص پہنچا اس کا نام بھگوانداس اس کے بھائیوں کے نام سلہدی اور جگن ناتھ تھے ان میں سے کوئی ایک نام بھی کھشتریوں کا نہیں ہے بھگوانداس کا باپ بہاری مل تحریر کیا ہے اور بھگوان داس کے چچا کے نام کے ساتھ صاف طور سے بیراگی لکھا ہے جو ایک الگ قوم ہے اور کھشتری ورن کا حصہ بالکل نہیں ہے جب اکبری دربار میں ترقی کر کے بھگوانداس کو راجہ کا خطاب ملا تو بھگوانداس کے تمام بیٹے اور پوتوں نے آیندہ اپنے نام میں لفظ "سنگھ" لگانا شروع کر دیا اور اپنے پردادا کے نام "پرتھی بیراگی" میں لفظ پرتھی کے ساتھ "راج" لگایا الغرض بھگوانداس کا خاندان کسی تحقیق سے کھشتری ثابت نہیں ہوتا ہاں مان سنگھ اور اس کی اولاد صرف راجپوتی کا دعویٰ کر سکتی ہے کیونکہ ان کا جد امجد بھگوانداس خود مختار راجہ نہ سہی خطاب یافتہ راجہ تو تھا ہی اس میں کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے اور جس شخص کو اپنے باپ کی قوم اچھی نہ لگے اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنے کو راجپوت کہنے لگے کیونکہ یہ لفظ اقوام عالم کو محیط کرتا ہے مولف کے زمانے میں جب لفظ راجپوت کی حقیقت معلوم ہوئی تو بہت سے حضرات نے اپنے کو "راجہ" لکھنا شروع کر دیا ہے۔ چاہے معمولی درجہ کا شخص ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے بھی آج کل کوئی راجہ نہیں رہا یہ محض اس وجہ سے لوگ کرتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی سابقہ قوم پوشیدہ رکھنی ہے جو لوگ اپنی قوم پر فخر کرتے ہیں وہ آج بھی اپنے نام میں فخریہ گوجر، برہمن، بلوچ، مغل، شیخ، سید وغیرہ تحریر کرتے ہیں پھر راجہ یا راجپوت چہ معنی دارد۔ المختصر اس خاندان کے حالات ہم بیان کرتے ہیں :-

(۱) بھاڑامل بیراگی

شہنشاہ اکبر ایک مرتبہ اجمیر شریف زیارت کو گیا ہوا تھا کہیں سے چل کر اس کے پاس ایک شخص پہنچا جو آئندہ بھاڑامل (بمعنی کمایہ خورد موتق) کے نام سے مشہور ہوا اس نے اپنی لڑکی اکبر کو دے کر سرکاری نوکری حاصل کی اکبر نے اسے راجہ کا خطاب اور پنجہزاری منصب عطا کیا

(۲) بھگوانداس بیراگی

بھاڑامل کا لڑکا بھگوانداس بھی اپنے باپ سے پیچھے نہ رہا اس نے اپنی لڑکی کی شادی شہزادہ سلیم کی داسی لڑکی کے بطن سے شاہجہان پیدا ہوں پھر اپنے بیٹے مان سنگھ کو بھی بھگوانداس نے سرکاری ملازمت دلوائی بادشاہ اکبر نے خوش ہو کر دونوں باپ بیٹوں کو راجہ کا خطاب دیا اور دونوں کو پنجہزاری منصب عطا کیا

(۳) مان سنگھ راجہ

مان سنگھ بہترین سپہ سالار نکلا اس نے اکبر کی وفاداری میں اڑلیسہ فتح کیا آسام سے خراج وصول کیا۔ کابل کو مطیع کیا اور علی الترتیب بنگال، بہار، دکن اور کابل کا صوبیدار مقرر ہوا شہنشاہ اکبر نے موجودہ جے پور کا علاقہ اس کی جاگیر میں دیدیا۔ مان سنگھ نے کافی سال تک جہانگیر کی بھی خدمت کی

(۴) بھاؤ سنگھ راجپوت ۱۶۳۳ تا ۱۶۱۵ء

بھاؤ سنگھ شاہجہان کا دربای تھا۔ پنجہزاری خطاب یافتہ تھا شاہجہان کے عہد میں ہی اس کا انتقال ہوا

(۵) جے سنگھ

جے سنگھ پہلے شاہجہان کا درباری رہا اور پھر اورنگ زیب کا وفادار رہا اس کا خطاب "مرزا راجہ" تھا اورنگ زیب نے اسے شیواجی مرہٹہ کو دھوکا سے پکڑ کر لانے کو کہا لہذا اس نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور شیواجی کو جھانسہ دے کر اپنے ہمراہ معاہدہ کرانے کے بہانہ دلّی لے آیا لیکن اورنگ زیب کو صلح صفائی سے کیا سروکار تھا چنانچہ اس نے اپنے جھوٹے وعدہ کی پرواہ بھی نہ کی اور شیواجی کو لال قلعہ میں قید کر دیا اور اورنگ زیب نے خوش ہو کر جے سنگھ کو چھ ہزاری منصب عطا کیا جو اس سے پہلے کسی راجپوت کو نہ ملا تھا اور پھر جے سنگھ "مرزا راجہ" بھی تو تھا جس جگہ اکبر کے زمانہ سے راجپوتوں کے عالی شان محل دلّی میں بنے ہوئے تھے اس جگہ کا نام "جے سنگھ پورہ" رکھا گیا

کچھ عرصہ بعد شیواجی مرہٹہ کسی نہ کسی کی مدد سے مٹھائی کے ٹوکرے میں بیٹھ کر قلعہ سے نکل گیا اور اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اورنگ زیب نے کوٹہ بوندی کے ہاڑا کے خلاف چڑھائی کر کے اس علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا جے سنگھ نے اس تاخت و تاراج میں خوب ساتھ دیا لیکن جب اورنگ زیب کا لڑکا اکبر باغی ہو کر راجستھان میں چلا گیا تو فرض میں کوتاہی کے الزام پر بادشاہ جے سنگھ سے ناراض ہو گیا اور ایک روز بادشاہ نے اس کے لڑکے کیرت کو بہکایا کہ اگر وہ اپنے باپ کو مار دے تو اس کی جگہ اسے مل جائے گی اس ناخلف نے اپنے باپ کو افیم میں زہر دلوا کر مروا دیا۔

(۶) کیرت

اپنے باپ کو مار کر کیرت اورنگ زیب کے پاس پہنچا اور اسے وعدہ یاد دلایا اورنگ زیب نے اسے کہا کہ اگر تم شہزادہ اکبر کو گرفتار کر کے لاؤ گے تو انعام پاؤ گے۔ کیرت بیچارہ منہ تکتا رہ گیا اور بادل ناخواستہ شہزادہ اکبر کی گرفتاری کو چلا اور ناکامیاب رہا

(۷) رام سنگھ

جے سنگھ کے دوسرے بیٹے رام سنگھ کو اورنگ زیب نے درباری امیروں میں شامل کیا

اور اسے چار ہزاری منصب عطا کیا

(۸) بشن سنگھ

بشن سنگھ مغلیہ دربار میں سہ ہزاری منصب پر فائز تھا

علوم و فنون کا سمندر

بانی جے پور راجہ جے سنگھ ثانی ۱۶۹۹ء تا ۱۷۴۳ء

راجہ جے سنگھ ثانی نہایت دلیر اور بہادر شخص تھا شہنشاہ اورنگ زیب دکن کو فتح کرنے میں سالہا سال سے لگا ہوا تھا آخر اس کی یہ تمنا جے سنگھ ثانی کے ہاتھوں پوری ہوئی اور اسے "سوائی راجہ" کا خطاب ملا

جب اورنگ زیب کے پوتوں میں تخت نشینی کا جھگڑا ہوا تو جے سنگھ نے معرکہ دھولپور میں شاہ عالم کے خلاف اعظم کے بیٹے بیدار بخت کی حمایت میں لڑائی لڑی - لہذا شاہ عالم نے بادشاہ ہو کر جے سنگھ ثانی کی جاگیر کی ضبطی کا حکم صادر کر دیا اور ایک کثیر فوج کے ساتھ اپنا صوبیدار بھیجا جے سنگھ ثانی نے شاہی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور شکست فاش دے کر بھگا دیا -

فرخ سیر کے عہد حکومت میں جے سنگھ ثانی مغلیہ دربار میں اوّل درجہ کا سردار مانا جاتا تھا سید عبداللہ اور سید علی حسین جنہوں نے مغلیہ سلطنت کی گرتی ہوئی دیواروں کو اور بھی زور سے دھکا لگایا جے سنگھ سے خائف تھے سید برادران ہر روز ایک بادشاہ کھڑا کر دیتے تھے اور اس فکر میں تھے کہ کسی طرح مغلیہ سلطنت ختم ہو تو اپنا استحقاق ہو جائے اس لئے انہیں بادشاہ گر کہا جاتا ہے -

سید برادران نے بادشاہ فرخ سیر کو بھی بیدردی سے قتل کر دیا جے سنگھ ثانی نے مغلیہ سلطنت کی گرتی دیواروں کو روک لیا اور مغل سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر سید برادران کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بڑی چھان بین کے بعد مغل سرداروں نے اور امراء حکومت نے آخر محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا اورنگ زیب کے تعصب کا شکار ہو کر گرجروں نے تلوار ہاتھ میں اٹھائی تھی - لیکن اورنگ زیب

انہیں ہر مرتبہ شکست دیتا رہا۔ لیکن ان کو دبا نہ سکا تھا۔ محمد شاہ کے زمانے تک ان کی طاقت بے مثال تھی راجہ جے سنگھ ثانی نے محمد شاہ کی طرف سے ان کو پسپا کر دیا اور ان کے تعمیر کردہ قلعے چھین لیے بادشاہ نے خوش ہو کر اسے انہیں علاقوں یعنی آگرہ اور مالوہ کی صوبیداری دے دی جے سنگھ ثانی نے بادشاہ کو کہا کہ تلوار سے رعایا مطیع نہیں ہو سکتی جیسا کہ اورنگ زیب تجربہ کر چکا تھا لہذا عوام پر سے جزیہ اٹھا لیا جائے۔ چنانچہ محمد شاہ نے عوام پر جزیہ معاف کر دیا اور محمد شاہ کی تمام عمر بڑے سکون و آرام سے گزری اور اس نے پورے انتیس ۲۹ سال حکومت کی لیکن بادشاہ عیش پرست ہو گیا اور رنگیلا مشہور ہو گیا اس کے آخری زمانے میں ایران کے بادشاہ نادر شاہ درانی نے دلی پر حملہ کر دیا۔ محمد شاہ نے اپنے دو وزیر راستے ہی میں پانی پت اس سے صلح کرنے بھیجے اور چند لاکھ رقم دینے کا وعدہ کر کے صلح ہو گئی لیکن ایک وزیر جو بقول مورخین شیعہ تھا اس نے نادر شاہ کو کہا کہ حضور اتنی رقم تو دلی کی گلیوں میں بکھری پڑی مل جائے گی چنانچہ نادر شاہ دلی آیا اور اس کا قتل عام اور لوٹ مار رہتی دنیا تک یاد رہے گا مغلیہ سلطنت کی تمام دولت معہ تخت طاؤس ایران چلی گئی اس ظالم نے مغلیہ شاہی خاندان کی عورتوں تک سے نکاح کر لئے آریہ ورت کے شہنشاہ کی عزت و آبرو خاک میں مل گئی اور پھر مغلیہ سلطنت نہ ابھر سکی محمد شاہ نے اپنی امن پسندی میں ستیاناس کرا لیا اور بغیر لڑے لال قلعہ لٹ گیا۔ خزانے خالی ہو گئے بہادر مغل اور راجپوت ہاتھ ملتے رہ گئے

اب ہم جے سنگھ کی قابلیت اور علم دوستی کے بارے میں اختصار کے ساتھ واقعات قلمبند کرتے ہیں۔ ۱۷۲۸ء میں جے سنگھ ثانی نے اپنی ریاست میں ایک شہر کی بنیاد رکھی اس شہر کو باقاعدہ نقشہ کے مطابق آباد کیا۔ بیرونی مسلمانوں کے دور میں کسی ایک بادشاہ کے عہد میں بھی کسی بادشاہ نے اتنا بہترین شہر نہ بسایا تھا۔ قنوج کو ایک گوجر ماہر (انجنیئر) نے مطابق نقشہ تیسری چوتھی صدی میں اول گپت راجہ کے زمانے میں بسایا تھا اس کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آریہ ورت میں بمطابق نقشہ وغیرہ آباد کیا گیا اس کی تمام سڑکیں ایک دوسرے سے خط مستقیم پر ملتی ہیں آج بھی خوبصورتی میں پورے ملک میں کوئی شہر اس کا مقابلہ نہیں کرتا

جے سنگھ ثانی علم نجوم کا بھی ماہر تھا محمد شاہ نے اسے زائچہ تیار کرنے کے لئے مامور کیا جے سنگھ نے ان علوم میں آلات بھی خود ایجاد کیے انہیں خود ایجاد کردہ آلوں کی مدد سے اس نے دہلی جے پور اجین۔ بنارس اور متھرا میں مشاہدہ گاہیں (آبزرویٹری) تیار کروائیں۔ سب جگہوں پر یہ مشاہدہ

گاہیں آج تک موجود ہیں۔ دہلی کی مشاہدہ گاہ آج کل "جنتر منتر" کے نام سے عوام میں پکاری جاتی ہے
جے سنگھ کے علوم و فنون اور اس کی قابلیت کا شہرہ تمام دنیا میں تھا۔ سمرقند کے شاہی نجومی الغ بیگ
کے بنائے آلہ جات میں اس نے متعدد غلطیاں نکالیں
اس کی شہرت یورپ تک جا پہنچی چنانچہ پرتگال کے بادشاہ امینوئل نے اپنے ایلچی کو ڈی سلاہیر
کا نقشہ دیکر جے پور بھیجا۔ جے سنگھ ثانی نے ان نقشوں کے نقائص ظاہر کر دیے

(۱۰) ایشری سنگھ

جے سنگھ ثانی کی وفات ۱۷۴۳ء میں ہوئی اس کی موت کے بعد ایشری سنگھ نے جے پور کا نظام حکومت
سنبھالا اس کے زمانے میں مرہٹوں نے نہ صرف دکن میں عروج حاصل کیا بلکہ وہ دلی تک دھاوے
مارنے لگے

(۱۱) مادھو سنگھ

ایشری سنگھ کے بعد مادھو سنگھ جے پور کا راجہ کہلایا اور ان کا حال بھی ویسا ہی پتلا تھا جیسا سلطنت
مغلیہ کا تھا۔ آقا و خدام ایک ہی ساتھ کشتی میں روانہ ہو رہے تھے

(۱۲) پرتھی دوم

پرتھی دوم کے زمانے میں مرہٹوں نے راجستھان کو خوب خوب ناک چنے چبوائے تمام راجپوت
اپنی جان و مال سلطنت مغلیہ پر قربان کر چکے تھے اب اس "مرہٹہ سیلاب" کو نہ مغل روک
سکے اور نہ ان کے وفادار حامی راجپوت ہی روک سکے

(۱۳) والدہ پرتھی دوم

پرتھی دوم کے بعد اس کے چھوٹے بھائی کی ماں یعنی مادھو سنگھ کی دوسری بیوی تخت پر بیٹھی
سلطنت مغلیہ کا زوال نزدیک تھا دلی دربار سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ملازمت
کرنے کے لئے جے پور دربار میں آئے تو رانی نے ان کی دلجوئی کی۔ لیکن راجپوت سرداروں نے

اسے اپنی توہین سمجھا اور رانی کو متنبہ کیا لیکن رانی نے ان مصیبت زدہ مغلوں اور مغلانیوں کو اپنے یہاں پناہ دی اس پر راجپوتوں نے لوگوں کو بھڑکانے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگانا شروع کر دیے اور یہاں تک کہا کہ راجکمار پرتاپ سنگھ مغل عورتوں پہ فریفتہ ہے اور اس کی منظور نظر، بڑھیا زیب النساء بیگم کی چھوٹی لڑکی نور النساء بیگم ہے اور رانی کا منظور نظر فیروز ہے جسے کونسل کا ممبر مقرر کیا گیا تھا ہندی تاریخوں میں مذکور ہے کہ متعصب لوگوں نے بیچارے فیروز کو دربار میں نہ بیٹھنے دیا اس پر رانی نے سر دربار کہا کہ وہ ایک راجپوت عورت ہے اور عزت کے معاملے میں کسی راجپوت مرد سے کم نہیں میں نے ان لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دی ہے جنہوں نے شہنشاہوں کی اولاد ہوتے ہوئے ہمارے دربار کا رخ کیا میں پناہ دے کر ہرگز ان لوگوں کو جے پور سے نہیں نکال سکتی اور رانی نے اپنے وعدہ وعہد کو پورا کرنے کے لئے اساجی مرہٹہ کی فوج اپنے یہاں ملازم رکھ لی اور اس فوج کی مدد سے محصول وصول کیا گیا

(۱۴) پرتاپ سنگھ

پرتاپ سنگھ نے اپنی ماں رانی کے عہد سے لے کر اپنی آخری عمر تک پورے چھبیس سال حکومت کی جودھپور کے راٹھوروں نے اسے اپنے محل سے مغلانیوں نکالنے کا حکم دیا اس معاملہ پر دونوں راجگان ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انہیں دونوں خاندانوں کی لڑکیاں مغل شہنشاہوں سے بیاہی گئی تھیں اب تو مغلوں اور راجپوتوں کا زوال ہو چکا تھا دونوں پر مرہٹے حاوی ہو چکے تھے اب اتحاد کرتے تو بات بھی تھی

الختصر پرتاپ سنگھ نے والی جودھپور کی بات نہ مانی والی جودھپور نے تکوجی ہلکر مرہٹہ کو جے پور پر حملہ کرنے کے لئے اکسایا جس نے جے پور کا محاصرہ کر لیا اور اس نے اس کے ذاتی معاملات میں ذرا بھی دخل نہ دیا اور واپس چلا گیا۔ صرف کچھ رقم اینٹھ لی۔

(۱۵) جگت سنگھ

جگت سنگھ نے عشق میں ایک نیا ریکارڈ پیدا کیا وہ اپنی ایک چہیتی بیگم رس کافور پر اتنا فریفتہ ہوا کہ جہانگیر اور نور جہاں کی محبت تازہ ہو گئی نور جہاں نے اپنے بھائی کو سپہ سالار اور باپ کو وزیر اعظم مقرر کرایا تھا رس کافور بیگم کے پاس جو بھی نا اہل سے نا اہل شخص پہنچ جاتا وہ اسے ملازمت کا حکم لکھ کر افسروں کو بھیج

دیتی تھی۔ درزی، نائی اور اس کے کپڑے دھونے والی دھوبن اور نائن بھی سرکاری افسر ہو گئیں مجنوں و فرہاد نے اپنی معشوقاؤں کو کبھی ایک پیسہ نہ دیا تھا لیکن جگت سنگھ نے راس کافور بیگم کو آدھا ملک دے دیا سکوں پر اس کا نام درج ہونے لگا راجہ اور بیگم ایک ہی ہاتھی پر سوار ہو کر باہر نکلتے اور شکار کھیلنے باہر جاتے زوال کی یہی نشانیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ انگریزوں نے ۱۸۰۵ء میں مغلیہ سلطنت کو ٹھکانے لگایا اور تیرہ سال بعد جے پور سے معاہدہ کر کے اپنی فوج جے پور میں تعینات کر دی

۱۹۴۷ء تک یہ ریاست اسی طرح انگریزوں کے ماتحت رہی آخر اسے ۱۹۴۷ء کے شروع میں بالکل ختم کر دیا گیا اب موجودہ نام نہاد راجہ جمہوری حکومت کا وظیفہ خوار ہے جو صرف اس کی زندگی تک رہے گا۔

ایک مشہور گوجر خاندان

کشمیر کے مہر (دیول) کا گورسی خاندان

گورسی خاندان ایک نہایت قدیم و معزز خاندان گوجروں کا ہے جو متھرا کے قدیمی نند مہر کی اولاد ہے نند مہر نہ صرف راجہ تھے بلکہ اپنے زمانہ کے رشی (ولی اللہ) مانے جاتے تھے مرور ایام سے اس خاندان کے بہت سے افراد پنجاب کی طرف ہجرت کر آئے۔ دیگر جس شاخ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اسکے اجداد کسی زمانہ میں ضلع گجرات تحصیل کھاریاں آئے اور مواضعات پوٹھا وغیرہ آباد کیا۔ پھر یہاں سے کچھ نے نقل مکانی کی اور پونچھ میں موہڑہ۔ ہاڑی۔ مڑھوٹ وغیرہ آباد کئے اور کچھ نے خاص وادی کشمیر میں واوان۔ ناگ بل۔ جوہیتری۔ سنگرداتی۔ نفر پورہ کو آباد کیا۔ پھر کشمیر میں ایک وسیع علاقہ میں ۱۸۰۰ء میں آزاد و خود مختار ہو گئے۔ جب درانیوں نے کشمیر کو لوٹنے اور ظلم و ستم ڈھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تو کشمیریوں نے پنڈت راج کاک بیرد اور اس خاندان کے مہر نور جمال صاحب کو اپنا نمائندہ بنا کر لاہور کی طرف مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس بھیجا۔ مہر نور جمال تو درانیوں کی نگہداشت کیلئے وہیں رک گئے اور راج کاک بیرد لاہور آیا۔ درانیوں نے مہر نور جمال کی راجدھانی نندی مرگ پر حملہ کر کے انہیں معہ اہل و عیال و فوج درہ پیر پنجال عبور کرنے پر مجبور کر دیا۔ آخر رنجیت سنگھ کے جموں کے سپہ سالار گلاب سنگھ ڈوگرہ نے کشمیر فتح کر لیا۔ اور تمام کشمیری مسلمانوں نے اس کی مدد کی، اور وہاں سے درانی لیٹروں کو نکال دیا۔ اور درانی بغیر لڑے فوج دیکھتے ہی بھاگ گئے۔

مہر نور جمال کو نندی مرگ۔ گوجر پورہ۔ مرگسل۔ پاڈی قورہ۔ ہالن۔ آیونش۔ سلاگ مرگ وغیرہ علاقوں میں آزاد تسلیم کیا گیا۔ ۱۸۴۶ء میں جب کشمیر پر گلاب سنگھ نے قبضہ کیا تو انہوں نے بھی اس خاندان کی عزت افزائی کی۔ اور آج تک یہ خاندان کشمیر میں گوجروں کا ایک معزز خاندان ہے راجہ مہر نور جمال صاحب کا فرزند راجہ مہر عبداللہ تھا جس کے تین لڑکے مہر صدیق۔ مہر اکبر اور مہر نور عالم تھے جنکی اولادیں کشمیر میں آباد ہیں راجہ مہر نور جمال صاحب کے والد صاحب کا اسم گرامی مہر نور گلی گورسی تھا جن کے چار فرزند تھے (۱) نجابادر (۲) مہر مقیم

(۳) مہر علی محمد دوم، مہر نور جہان خان سب کی اولاد میں آجتک خاص اعزازات کی مالک ہیں۔ مہر نور جہان کے چھوٹے بھائی مہر علی محمد تھے جو علاقہ دیول کے دکھبیت سنگھ کے زمانہ میں ادائی دھا کم تھے جنکی اولاد میں سے ۱۹۴۷ء میں مہر علی محمد صاحب علاقہ گلاب گڑھ کے جاگیردار تھے جو آجکل نواں شہر (ایبٹ آباد) ضلع ہزارہ میں مقیم ہیں اس خاندان کے بیشتر افراد اب بھی کشمیر میں مقیم ہیں اور حسب سابقہ گوجر قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔

نوٹ۔ افسوس مکمل شجرہ شائع نہ ہو سکا۔ مؤلف

شیکھراوتی

راجستھان میں ایک چھوٹا سا علاقہ شیکھراوتی کہلاتا تھا جسے راجہ شیکھر چوہان نے اپنے قوت بازو سے حاصل کیا تھا راجہ شیکھر کی اولاد مدت مدید تک اس علاقہ میں حکمران رہی اور یہ خاندان شیکھراوت کہلانے لگا اور اس علاقہ کا نام شیکھراوتی ہو گیا

شیکھراوت راجے بڑے بہادر اور جری تھے قنوج کے زوال (دسویں صدی) کے بعد مختلف ادوار میں اپنی آزادی برقرار رکھی۔ سلطان علاؤالدین کے زمانے میں شاہی فوج نے ان کے علاقے پر حملہ کر کے انہیں شکست دی لیکن ان بہادروں نے ہتھیار نہ ڈالے اور علاؤالدین کی وفات (۱۳۱۶ء) کے فوراً بعد انہوں نے پھر اپنے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور آئندہ اسی طرح کبھی دہلی کے بادشاہوں اور کبھی راجستھان کے راجاؤں کے ساتھ لڑتے مرتے رہے یہانتک کہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کا زمانہ آپہنچا اکبر کے زمانے میں دربار میں جو بھی راجہ پہنچتا تھا اسے شہزادوں کے برابر رتبہ ملتا تھا اور منصب داری ملتی تھی جو راجگان آپسی جھگڑوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے ان کے لئے سب سے بہترین راستہ یہ تھا کہ وہ اپنی خدمات مغل دربار دہلی کو سونپ دیتے تھے

اکبر کے زمانے میں شیکھراوتی کا ایک معمولی راجہ رائے سال دبیلا راجپوت تھا جو بیس سواروں کے ساتھ اکبر کے دربار میں ملازمت کے لئے حاضر ہوا۔ اکبر نے اسے پٹھانوں کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجا اس لڑائی میں رائے سال نے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اپنے سپہ سالار کے سامنے پٹھانوں کے سردار کو قتل کر کے شکست دی شہنشاہ اکبر اس بہادری سے بہت خوش ہوا اور اسنے رائے سال دلباری کا خطاب دیا اور کھسولی کے اضلاع بطور جاگیر مرحمت فرمائے

"دوارکا داس"

راے سال کے بعد دوارکا داس اکبری دربار میں ملازم ہوا اور تمام عمر شہنشاہ کا وفادار رہا ایک مرتبہ بادشاہ اکبر نے ایک شیر ببر پکڑا۔ قلعے کے سامنے اسے چھوڑ گیا دوارکا داس نے گلے میں ہار پہن کر اپنے ماتھے پر ٹیکہ لگایا اور شیر کے سامنے جا کھڑا ہوا شیر نے نہ تو اس پر حملہ کیا اور نہ اسے گزند پہنچائی بلکہ اس کے نزدیک آ کر اس کے چہرے پر زبان پھیرنے لگا یہ دیکھ کر سب درباری حیران و ششدر رہ گئے

خان جہاں لودھی پٹھان نے شہنشاہ اکبر کے خلاف بغاوت کر دی دوارکا داس اور خان جہاں آپس میں گہرے دوست تھے اور قسم خوردہ بھائی بن چکے تھے شومئی قسمت سے شہنشاہ اکبر نے دوارکا داس کو اس کے قتل کرنے پر مامور کیا دوارکا داس فرض اور دوستی کے درمیان پھنس گیا اس کا دل اپنے دوست اور منہ بولے بھائی کو قتل کرنے پر لعنت ملامت کرتا تھا اور آقا سے وفاداری و نیز اس کا فرض اُسے مجبور کرتے تھے کہ وہ بادشاہ سلامت کے حکم کی تعمیل کرے چنانچہ اس نے ایسی راہ اختیار کی جس سے اس کے دوست بھائی کی جان بھی بچ جائے اور آقا کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے چنانچہ اس نے خان جہاں لودھی کے پاس تمام کیفیت حال لکھ بھیجی اور اسے مشورہ دیا کہ یا تو وہ فرار کی راہ اختیار کرے یا بادشاہ کی اطاعت قبول کرے تاکہ ہم دونوں میں لڑائی پیش نہ آئے مگر خان جہاں لودھی نے ان دونوں میں سے ایک پر بھی عمل کرنا منظور نہ کیا چنانچہ دونوں کے ہمراہی ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہو گئے گھمسان کا رن پڑا جس میں بہادر دوارکا داس مارا گیا

"بہادر سنگھ"

شیکھاوت خاندان کا جری سردار بہادر سنگھ شاہجہاں کا وفادار ملازم تھا اس نے شاہجہاں کی معاونت میں اس کے باغی بیٹے اورنگ زیب کے خلاف تلوار اٹھائی تھی چنانچہ جب اورنگ زیب نے کامیاب ہو کر اپنے باپ اور اپنی بہن کو قید میں ڈال دیا تو اس کا عتاب بہادر سنگھ پر نازل ہونا ہی تھا مگر اورنگ زیب نے مصلحت وقت دیکھ کر اسے درباری بنائے رکھا اور وہ اسے اسی طرح ختم کرانا چاہتا تھا جس طرح اس نے جسونت سنگھ راٹھور کو کابل بھیج کر اور چھ سال بعد ہر ایک کا بدلہ اس کے لڑکے اور بھائی سے لڑ کر اور اس کا علاقہ لوٹ کر تباہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اورنگ زیب نے بہادر سنگھ کو ایک مسلم سردار کی ماتحتی میں دکن کی

لڑائیوں میں بھیجا۔ جہاں اس مسلم سردار نے اس کی بے عزتی کرنے پر کمر باندھی۔ بہادر سنگھ نے تمام حالات اورنگ زیب کو لکھ کر بھیجے۔ لیکن اورنگ زیب نے کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اس نے الٹا بہادر سنگھ ہی کو ڈانٹا۔ ان واقعات سے مایوس ہو کر بہادر سنگھ اپنے وطن کو واپس چلا گیا۔ اس زمانے تک شاہجہاں کا انتقال قید میں ہو چکا تھا اور اورنگ زیب موقعہ کی تلاش میں تھا۔ چنانچہ اس نے ایک بھاری فوج شیکھاوتی کے علاقے کو تباہ و برباد کرنے کے لئے روانہ کی۔ اس فوج نے تمام علاقے کو تاخت و تاراج کر دیا اور شہر کھنڈیلہ کے تمام مندروں کو گرا کر ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کی گئی

اورنگ زیب کی وفات کے بعد شیکھاوت خاندان نے اپنے اجڑے ہوئے گھروں کو دوبارہ آباد کیا۔ لیکن یہ مقامی سرداروں سے زیادہ تاریخ میں پھر نام پیدا نہ کر سکے

نوٹ :- تاریخ نویس مورخوں نے راجہ شیکھر کو شیخ اور شیکھاوت کو شیخاوت اور شیکھاوتی کو شیخاوتی لکھا ہے جو محض الفاظ اور تلفظ سے ناواقفیت پر مبنی ہے

نوٹ :- عہد مغلیہ میں جتنے شیکھاوت تھر ریگستان میں آباد تھے وہ راجپوتوں کا درجہ حاصل کر گئے تھے باقی آج تک گوجروں میں اور دکھن میں ان کی بھاری تعداد موجود ہے۔ ان کے علاقے کا نام آج بھی گوجر دھارا ہے اور ان کی تاریخ راجپوت شیکھاوتوں سے زیادہ شاندار ہے اس کے مفصل حالات ہم اگلے باب میں درج کرتے ہیں

"دتیہ یا دلیپ نگر کے راجپوت"

دوسرے راجاؤں کی تقلید میں راجپوتی کا درجہ حاصل کرنے کے لئے دلیپ نگر کے سردار بھی پیچھے نہ رہے چنانچہ ان کا ایک سردار سبھ کرن اکبر کے دربار میں پہنچا اور ملازمت حاصل کی شہنشاہ اکبر نے اسے وسط ایشیا میں بلخ کی مہم میں شامل کر کے بھیجا جہاں اس نے بہادری میں ناموری حاصل کی پھر اسے شہنشاہ نے خاندیش اور برار (دکن) کی لڑائیوں میں بھیجا جہاں اس نے شاہی فوج میں رہتے ہوئے شجاعت کے جوہر دکھلائے چنانچہ کچھ عرصہ کے لئے اسے دکن کی صوبیداری ملی

"دلیپ راؤ"

دلیپ راؤ اورنگ زیب کا ملازم تھا اس نے اپنے نام پر ایک شہر دلیپ نگر بسایا اورنگ زیب نے جب جینجی کے قلعہ پر چڑھائی کی تو دلیپ راؤ نے راجپوتی تلوار کے جوہر دکھلائے جس سے اورنگ زیب نہایت خوش ہوا اورنگ زیب کی وفات کے بعد جب شہزادوں میں تخت نشینی کے لئے جھگڑا ہوا تو دلیپ راؤ نے شہزادہ اعظم کی حمایت میں بہادر شاہ کے خلاف لڑائی لڑی اور جاجو کی لڑائی میں زخمی ہوا اور مارا گیا

"چترجیت"

چترجیت کے زمانے میں خود دو راجپوتوں کا زوال تکمیل کو پہنچ گیا ۱۷۹۵ء میں مرہٹہ سندھیا نے دتیہ کے علاقہ پر حملہ کیا مگر چترجیت نے اسے شکست دی چار سال بعد ۱۷۹۹ء میں مرہٹوں نے امباجی مرہٹہ سردار کی سرکردگی میں دتیہ پر دوبارہ حملہ کیا چترجیت مقابلہ کو نکلا مگر لڑائی میں زخمی ہو کر مارا گیا اس راجہ نے چالیس سال حکومت کی چترجیت کے بعد دلیپ نگر کا خاندان مقامی سرداروں کی حیثیت سے باقی رہ گیا۔

دیولی کے راجپوت

خاندانِ بڑ گوجر

سمن دیو کے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ راجور کے علاقہ میں نہ صرف راجہ بڑ گوجر تھا بلکہ وہاں کے باشندے بھی بڑ گوجر کہلاتے تھے اس راجہ کے نام پر اس کی اولاد "دلیات" اور علاقہ کا نام "دلیاتی" ہوا شہنشاہ اکبر کے زمانے میں بڑ گوجروں نے مغلوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مغلوں سے رشتہ داریاں کرنے کو اپنے لیئے باعث ہتک سمجھا۔ تمام علاقہ تباہ و برباد ہو گیا۔ گوجر مستورات اپنے ننگ و ناموس کی خاطر جوہر کی رسم ادا کر کے نذر آتش ہو گئی تھیں۔ شاعروں نے ان کی تعریف میں قیامت تک کے لیئے ان کا نام محفوظ کر دیا۔ بڑ گوجر یہ علاقہ چھوڑ کر اطراف ملک میں پھیل گئے باقی گوجر عوام اسی علاقہ میں کھیتی باڑی کرتے رہے ان کی کچھ تعداد گنگا جمنا کے دو آبہ میں گنگا کے کنارے علاقہ بلاؤں میں پناہ گزیں ہوئی اور اس علاقہ پر مغلوں کا اقتدار ہو گیا

اورنگ زیب کے زمانہ میں جے سنگھ والی امبیر (موجودہ جے پور) نے دیولی کا علاقہ دبا لیا ایک روز چھوٹے بھائی کی بڑی بھاوج نے طعنہ مارا کہ "تم تو ایسی جلدی کر رہے ہو جیسا کہ تمہیں جے سنگھ کے لیئے نیزہ مارنے کے لیئے جانا ہے" چھوٹا بھائی تبھی جے پور کی طرف چل دیا اور گھات میں بیٹھ گیا آخر ایک روز جب کہ جے سنگھ پالکی میں بیٹھا جا رہا تھا اس نے نیزہ مارا جو پالکی میں رک گیا جے سنگھ نے اسے گرفتار کر کے اس وقت تو گھوڑا اور خلعت دے کر واپس کر دیا لیکن تین دن بعد دیولی پر اپنے سپہ سالار فتح سنگھ سے حملہ کرا دیا اس اچانک حملہ میں بڑ گوجر مارا گیا

بعد میں بھی اس خاندان میں نامور ہستیاں پیدا ہوئیں لیکن وہ صرف مقامی سردار ہی رہے زمانہ کی

حالت دیکھیے کہ یہ خاندان جنھوں نے گوجروں میں بڑے ہونے پر فخر کرکے اپنے کو بڑگوجر کہا تھا یہ بھی چند سال مغلیہ دربار میں رہ کر درباری راجپوتوں میں شادی بیاہ کرکے اپنے کو "راجپوت" کہنے لگے حالانکہ آج تک دوسرے تمام علاقوں میں بڑگوجر اپنے کو اپنی قدیم قوم گوجر میں شمار کرتے ہیں

گنگا جمنا کے دوآبہ کے علاقہ میں آباد شدہ اس خاندان کے راجپوتوں نے انگریزوں کی بھی بڑی خدمت سرانجام دیں اور انہیں بہت سی جاگیریں مرحمت کی گئیں آج میرے زمانے میں نامور ہستی جناب محمد سعید صاحب نواب آف چھتاری ہیں جو انگریزی اقتدار میں اترپردیش (یو-پی) کے گورنر صوبیدار رہ چکے ہیں ان کی ریاست ۱۹۴۷ء میں جمہوری حکومت میں شامل کر لی گئی ہے اور انہیں اس کا معاوضہ ملتا ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم تو شاہجہاں کے زمانے سے راجپوت ہی کہتے ہیں لیکن اپنا گوت (خاندان) "بڑگوجر" کہتے ہیں حالانکہ گوجر کوئی خاندان نہیں ہے بلکہ ایک قوم ہے جس کی تعداد آریہ ورت میں کروڑوں تک پہنچتی ہے

دیوتی کے سابقہ مہاجر جو دیپالی سے پہلے کمایوں اور پھر بداؤں پہنچے تھے آج کل ان کی ایک وسیع ریاست سمتھر (بندیلکھنڈ) ہے جس کے مفصل حالات آئندہ مذکور ہوں گے وہ آج تک گوجروں میں شمار ہوتے ہیں ان کا خاندان حسب سابقہ بڑگوجر کہلاتا ہے۔ دراصل ملازم پیشہ کو "راجپوت" کہا گیا ہے اور نام اد گوجر خاندان اور حکمراں اور تھا یا گوجر سب اپنی سابقہ قوم پر ہی رہے ہیں۔

چھٹا باب

میواڑ کے رانا

خاندان سیسودیہ

جیسا کہ گرجر بہادروں کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے۔ گوجروں کی شمشیر براں مہارانا پرتاپ کا انتقال ۱۵۹۷ء میں ہو چکا تھا اس نے تمام عمر "راجپوتی" اختیار نہ کی تھی اکبر کی موت سے گیارہ سال پہلے جب گرجر رانا پرتاپ کا انتقال ہوا تو اس وقت وہ صرف چتوڑ کو چھوڑ کر پورے میواڑ کا مالک تھا

فاتح چتوڑ امرا سیسودیہ ۱۵۹۷ تا ۱۶۲۱ء

گرجر رانا پرتاپ کا بڑا لڑکا امرا ۱۵۹۷ء میں میواڑ کا آزاد راجہ بنا اس نے اکبر کے ساتھ پورے گیارہ سال لڑائی جاری رکھی تمام علاقہ میں امرا کی حکومت تھی۔ شہر چتوڑ بھی فتح ہو گیا مگر ۱۶۰۳ء میں اکبر نے لاکھوں آدمیوں کی جانوں کی بازی لگا کر قلعہ چتوڑ لے لیا لیکن امرا نے راجپوتی اختیار نہ کی صرف قلعہ میں مان سنگھ کی راجپوت فوج مع مغل فوج کے رہتی تھی دن رات میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ بزدل ڈاکو قلعہ کا دروازہ نہ کھول سکتے تھے سال چھ مہینے میں ان کی رسد دلی اور اجمیر سے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ آتی تھی یہ لشکر بیس مرتبہ امرا نے کاٹ کاٹ کر چوتھائی چوتھائی کر دئے لیکن قلعہ کے محصورین کو رسد ملتی رہی اکبر کو بھی ضد ہو چکی تھی کہ چاہے لاکھوں آدمی ہر سال مارے جائیں لیکن قلعہ پر قبضہ اب کی مرتبہ بدستور رہے گا آخر ۱۶۰۵ء میں اکبر شہنشاہ کا بھی انتقال ہو گیا

امرا نے جنگ جاری رکھی کوئی دن ایسا نہ گذرتا جس دن قلعہ پر حملہ نہ ہوتا آخر تین ہی سال بعد ۱۶۰۶ء میں امرا نے بھاری جانی نقصان اٹھا کر قلعہ واپس لے لیا شاہی فوج کا وجود میواڑ سے ختم ہو گیا دو سال بعد جہانگیر نے چتوڑ پر حملہ کیا یعنی ۱۶۰۷ء میں) طویل اور سخت کشت و خون کے بعد امرا کو شاہی لشکر پر فتح حاصل ہوئی ۱۶۱۰ء میں بادشاہ جہانگیر نے پھر مغل سپاہ بھیجی جس کا دشمن پانچ ہزار اونٹوں پر لدا ہوا تھا اس عظیم سپاہ

نے میواڑ کے دیہات اجاڑ دیئے۔ کھیتوں کو کاٹ کر اونٹوں اور گھوڑوں کو کھلایا باقی کو پاؤں تلے روند دیا گیا ہر چہار طرف مختلف معرکے ہوئے آخر شروع جاڑوں میں چتوڑ کے قلعہ کے سامنے گھمسان کا رن پڑا البتہ پیش کی تازہ بتازہ سپاہ جہانگیر کو چاروں طرف سے کمک کے طور پر ملتی رہی لیکن گرجر رانا امرا نے ہمت نہ ہاری دو ہفتہ کی لڑائی میں شاہی فوج کا ستیاناس کر دیا گیا تین چوتھائی (مغلوں اور راجپوتوں) کی شاہی سپاہ ختم ہو گئی باقی زخمی حالت میں تمام سامان چھوڑ کر بھاگ گئے

ان معرکوں میں اہل میواڑ کی تعداد روز بروز کم ہوتی چلی گئی امرا نے قلعہ چتوڑ کی مرمت کرانی شروع کی کہ اتنے میں جہانگیر نے پھر اپنے رشتہ دار راجپوتوں کی افواج جودھپور اور بیکانیر سے شہزادہ پرویز کی سرکردگی میں بھیجی مگر امرا نے ان کو ذلت آمیز شکست دی اور اجمیر کی طرف بھگا دیا

اس کے بعد شہزادہ خرم ایک لشکر جرار لے کر میواڑ کی طرف چلا پورے پچاس سال تک میواڑ کی سرزمین مسلسل گوجروں کے خون سے تر ہوتی چلی آ رہی تھی اس سرزمین کے نوجوانوں نے کبھی بڑھاپا نہیں دیکھا۔ تمام آریہ ورت میٹھی نیند سوتا رہا راجپوت اپنی ذلت کا تدارک عزت و وقار رجپوتوں کا نام مٹا کر ہی کر سکتے تھے تاکہ نہ دنیا میں عزت و وقار کا وجود ہوگا نہ ذلت کی توہین ہوگی چنانچہ راجپوت پچاس سال تک جوق در جوق مغل سپاہ کے ساتھ میواڑ کو روندتے رہے لوگوں کی عمریں کم ہو گئیں یعنی زیادہ عمر کا آدمی میواڑ میں دکھائی نہ دیتا تھا کیونکہ آزادی کے پروانے جلد ہی تلواروں کی چمک پر قربان ہو جاتے تھے امرا کے زمانے میں نوجوانوں کی تعداد بھی کم ہو گئی امرا کو نظر آ گیا کہ پورا ملک کابل سے بنگال تک ان کے ساتھ یوں ہی برسرپیکار رہے گا ہم شاہان دہلی کی اس عظیم سپاہ کو کب تک پانی پلاتے رہیں گے شہزادہ خرم نے میواڑ آ کر امرا کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ مصالحت کرنے کی پیشکش کی اور یہ مضمون لکھ کر اپنے ایک معتمد کے ہاتھ بھیجا:-

"بخدمت عالی رانا امرا شہنشاہ میواڑ۔

بہ آداب التماس ہے کہ بندہ کی خواہش ہے کہ اس پچاس سالہ خوں ریزی کا اب خاتمہ ہو جانا ہی بہتر ہے میری دلی تمنا ہے کہ یہ کام میرے ذریعے طے ہو جائے تو میں مغلیہ دربار میں سرخروئی حاصل کر جاؤں گا اور اس عزت افزائی کا بدلہ کبھی نہ کبھی ضرور دوں گا"

"المرقوم شہزادہ خرم ولیعہد ہندوستان"

امرا کے سفیر شہزادہ خرم کے پاس پہنچے اور طے ہوا کہ امرا پورے میواڑ کا آزاد و خود مختار راجہ رہے گا اور دونوں حکومتیں ایک دوسرے کی دوست رہیں گی حکمران نہیں۔ بلکہ شہزادے سفیر ہونگے

شہزادہ خرم جب واپس دلّی آیا تو جہانگیر نے اس صلحنامہ کو عظیم الشان مغلیہ سلطنت کی توہین سمجھا اور خرم کو کہا کہ وہ دوبارہ چتوڑ پر چڑھائی کرے اور اگر امرا رکی صلح کی پیشکش کرے تو اُسے یا راجکمار کو دربار میں دربار میں حاضر کرے۔ شہزادہ خرم نے وہیں بادشاہ جہانگیر سے عرض کیا کہ وہ راجکمار کو بغیر چڑھائی کئے دلّی بلا سکتا ہے چنانچہ شہزادہ کا خط ملتے ہی ولیعہد کرن دلّی دربار میں آیا اور خرم کے ساتھ جہانگیر کا آداب بجالایا جہانگیر اپنے بیٹے خرم کی اس استعداد اور قابلیت پر بے حد خوش ہوا لیکن لوگوں کو شک ہو چکا تھا کہ شہزادہ خرم نے کیا کام سرانجام دیا ہے

کرن سیسودیہ ۱۶۲۱ء تا ۱۶۲۷ء

عمرا کے بعد راجکمار کرن میواڑ کا راجہ بنا اور دو ہی سال بعد ۱۶۲۳ء میں شہزادہ خرم نے جہانگیر کے خلاف بغاوت کر دی اور راجستھان میں پہنچ کر کرن کو اپنی مدد کے لیے بلایا راجہ کرن نے دلّی عہد جگت سنگھ کے پاس دلّی خبر بھیجی اور اس کی رائے طلب کی جگت سنگھ راجہ کرن کا بڑا بیٹا تھا جو جہانگیر کے دربار میں گاہے گاہے حاضر ہوتا تھا جگت سنگھ مغلیہ دربار میں نہ تو ملازم تھا اور نہ ہی اس نے خطاب قبول کیا چتوڑ کے دربار میں ولیعہد "سولہ" سے نچلے درجہ پر بٹھائے جاتے تھے لیکن جہانگیر اپنے دربار میں جگت سنگھ کو اپنے دائیں بازو پر بٹھاتا تھا چنانچہ جگت سنگھ دراصل جہانگیر کا حامی تھا اور اس کا باپ راجہ کرن شہزادہ خرم کا بہی خواہ تھا اس لیے اس نے اس خط کا جواب بجائے چتوڑ بھیجنے کے شہزادہ خرم کو بھجوایا اور اُسے نصیحت کی کہ وہ راجستھان چھوڑ دے ورنہ اجمیر اور بیکانیر کی شاہی افواج اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوں گی اس کے چند سال بعد راجہ کرن کا انتقال ہو گیا

(۱) جگت سنگھ ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۴ء

جگت سنگھ پہلا شخص ہے جو خاندان سیسودیہ کی طرف سے مغلیہ دربار میں رہا اور اس نے امبر اور بیکانیر کے راجپوتوں کو چھوڑ کر باقی ان راجپوتوں سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کئے جن میں ابھی گوجری خون باقی تھا۔ یہ بحالت مجبوری ہوا کیونکہ غیر خاندان اس وقت راجستھان چھوڑ چکے تھے جیسا کہ اس تاریخ کے دوسرے باب میں مفصّل مذکور ہوگا

ورنہ آج تک یہ خاندان اپنے کو راجپوت نہیں کہتا بلکہ راجپوتی نام سے چڑتا ہے ملاحظہ ہو۔ تاریخ "مسلم رول ان انڈیا" ۲۶ سطور ۹ تا ۱۲۔ از ایشوری پرشاد

۱۶۲۷ء میں جگت سنگھ تخت نشین ہوا اور تھوڑے ہی دن بعد اسی سال جہانگیر کا انتقال ہوا اس وقت شہزادہ خرم سورت میں جلاوطنی کی حالت میں تھا نورجہاں اپنے داماد کو تخت پر بٹھانا چاہتی تھی لیکن جگت سنگھ اور آصف جاہ شہزادہ خرم کے طرفدار تھے آصف جاہ نے دلی میں حالات کو اپنے قابو میں رکھا اور جگت سنگھ نے شہزادہ خرم کو سورت سے بلاکر اودے پور میں تاجپوشی کی رسم ادا کر دی تمام صوبیداروں اور باجگزاروں نے اسی جگہ حلف وفاداری اٹھایا اور یہیں شہزادہ خرم نے "شاہجہاں" کا لقب اختیار کیا۔ شاہجہاں نے روانہ ہوتے وقت اکبر اور جہانگیر کی سلطنت کے کچھ علاقے بھی جگت سنگھ کو دیدیئے اور اس طرح جگت سنگھ کے باپ راجہ کرن کو دربار دلی میں بلانے کا شک سچا ثابت ہوا اور شاہجہاں نے عمرا سیسودیہ کی "عزت افزائی کا بدلہ" بھی چکا دیا اس طرح شاہجہاں پہلا اور آخری مغل بادشاہ ہے جس کا کوئی بھی مخالف پورے شمالی آریہ ورت میں نہ تھا اور اس نے بڑے اطمینان سے حکومت کی ۱۶۵۴ء میں جگت سنگھ نے انتقال کیا

(۲) راج سنگھ ۱۶۵۴ء تا ۱۶۸۱ء

راج سنگھ نے صرف تین سال شاہجہاں کی شہنشاہی میں گذارے اور پھر ۱۶۵۸ء سے تمام زندگی اورنگ زیب کے زمانے میں بسر کی جب اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہجہاں کو قید کیا تو کچھ راجگان شاہجہاں کی وفاداری میں اورنگ زیب سے لڑے لیکن خاندان سیسودیہ اس جھگڑے سے بالکل الگ تھلگ رہا اس لئے اورنگ زیب نے بادشاہت حاصل کرکے درباری راجپوتوں کو سیاست میں جکڑا لیکن چتوڑ شروع سالوں میں تو بچا رہا کہ اتنے میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

اورنگ زیب کو شہنشاہ اکبر بننے کا شوق چرایا راجستھان میں ایک چھوٹی سی ریاست رپناگڑھ تھی اورنگ زیب نے ان بیچاروں کو کمزور سا دیکھ کر ان سے لڑکی کا مطالبہ کیا اور شاہی فوج لڑکی لینے کے لئے بھیجی شاید رپناگڑھ والے مان بھی جاتے لیکن راجکماری (شہزادی) خود اورنگ زیب کے خلاف ہوئی اور راج سنگھ سے امان مانگی اور مدد کی طلبگار ہوئی جب یہ خبریں راج سنگھ کو ملیں تو راناسانگا اور گورو رانا پرتاپ کا سویا ہوا خون جوش میں آگیا چنانچہ راج سنگھ اپنے بہادر جانبازوں اور فوجیوں کو لے کر رپناگڑھ پہنچا بپھرے ہوئے شیر نے اورنگ زیبی بکریوں اور کالی بھیڑوں کو تہ تیغ کر دیا اور لڑکی کو اپنے ساتھ لے گیا

نوٹ:۔ کالی بھیڑوں سے مراد یہاں اورنگ زیبی راجپوتوں سے ہے

اورنگ زیب نے اب اسلام کو آڑ بنایا تاکہ تمام مسلمان اس کی کاروائیوں کی تصدیق کیا کریں چنانچہ اس نے راجپوتوں پر جزیہ لگا دیا اور زبردستی صوبیابی کا انتظام کیا تاکہ تمام ملک میں ہلڑ بازی پرچ جائے اور آتش بازی کا کھیل شروع ہو جائے جسے اس کے پردادا شہنشاہ اکبر، دادا جہانگیر اور اس کے باپ شاہجہان نے بند کر دیا تھا چنانچہ اس کی مراد پوری ہوئی راج سنگھ نے تمام راجپوتوں کو جزیہ کے خلاف متحد کر لیا صرف غدار وفادار اور حکمران راجپوت اورنگ زیب کے ساتھ رہے لیکن عوام کی ہمدردیاں راج سنگھ سیسودیہ کے ساتھ ہو گئیں اورنگ زیب نے ایک عظیم لشکر معہ بھاری توپخانہ کے بھیجا اس فوج نے میواڑ میں گھس کر شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کی داستانیں تازہ کر دیں تمام میدانی علاقوں کو تباہ و برباد کرتی ہوئی یہ فوج اودے پور پہنچی جہاں بہادر راج سنگھ اس کے استقبال میں انتظار کر رہا تھا اودے پور پر حملہ کے دوران شاہی فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی تمام میواڑ میں بھی اس وقت اتنے آدمی نہ ہوں گے لہذا راج سنگھ نے تمام فوج کو کھلے میدان کے بجائے قلعہ بند ہونے کا حکم دیدیا راجپوتوں کو قلعہ بند ہوتے دیکھ کر شاہی فوج نے پڑاؤ ڈالنا شروع کیا بہادر فوراً قلعہ سے نکل پڑے اور تلواریں سونت کر قتل بید ریغ میں مشغول ہو گئے شاہی فوج تمام ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلی

دوبارہ اورنگ زیب نے شہزادہ اکبر کو بھیجا لیکن وہ بھی ناکام لوٹا اب رانا نے اودے پور میں حملے روکنے اور دفاعی لڑائی لڑنے کا ارادہ ترک کر کے خود اورنگ زیب کی فوجوں پر چہار طرف سے حملے کرنے شروع کر دیے ۱۶۸۰ء میں اورنگ زیب نے شہزادہ اعظم کی ماتحتی میں ایک لاکھ فوج معہ بھاری توپخانہ کے میواڑ بھیجی توپخانہ کے تمام توپچی انگریز تھے

ادھر راج سنگھ کی فوج شہزادہ بھیم کی سرکردگی میں ایدر کے علاقے میں اورنگ زیب کی رعایا سے "مال غنیمت" "شہر شہ کا ڈنڈ" (جزیہ) لینے گئی ہوئی تھی اور وہ اورنگ زیب کے علاقہ میں شہر سورت سے جزیہ اور مال غنیمت حاصل کرنے جا رہا تھا کہ اسے پتہ چلا کہ شاہی فوج اس کے وطن میں گھس آئی شیر فوراً پلٹا اور آ کر شاہی فوج پر ایسا جھپٹا کہ مغل اور ان کے حمایتی توپچی بھی معہ درباری راجپوتوں کے بھاگ گئے اور شہزادہ اعظم نے رنتھمبور میں جا کر دم لیا

اورنگ زیب نے آتش بازی کا کھیل صرف راجستھان تک محدود نہ رکھا تھا کابل سے بنگال تک اور ہمالیہ سے دکن تک اس کی وسعت تھی۔ کابل اور سرحدی علاقوں میں پٹھان اور کھوکھر مغلیہ سلطنت کے افسروں کی گوشمالی کر رہے تھے پنجاب میں سکھ ڈاکے ڈالتے پھرتے

تھے کیونکہ ان کے گورو کو اورنگ زیب نے بلا کر پھانسی دیدی تھی دکن میں دو شیعہ حکومتوں کے بھی پیچھے اورنگ زیب پڑا ہوا تھا غرض ملک کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں اورنگ زیب نے آگ نہ لگادی ہو جب شہزادہ اعظم نے رنتھمبور میں پناہ لی تو اورنگ زیب نے دکن سے اکبر کو پھر حکم دیا کہ میواڑ پر حملہ کرے لیکن راج سنگھ نے ان کے آنے سے پہلے ان راٹھوروں کو اپنے پاس بلا لیا جو راجپوتی پر شرمندہ تھے اور دونوں خاندانوں نے مل کر اکبر اور تہور خان کو شکست دے کر اپنے علاقہ سے نکال دیا

راجپوتوں نے سوچا کہ اورنگ زیب کا دماغ خراب ہو گیا ہے جو اپنے باپ دادا کی قائم کی ہوئی سلطنت کو طوفان کے منہ میں دھکیل رہا ہے اب اس طوفان سے مغلیہ سلطنت نہیں نکل سکتی چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اورنگ زیب کو تخت سے اتار کر اس کے بیٹے اکبر کو دلی کا تخت سونپا جائے جب یہ تجویز شہزادہ اکبر کو پہنچی تو اس نے خود اسے قبول کر لیا اور اپنے بال بچوں کو جودھپور بھیج دیا لیکن اورنگ زیب نے چالبازی سے ایسے پرچے راجپوتوں کے کیمپ میں بھجوائے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اکبر راجپوتوں کا طرفدار نہیں ان خطوط میں لکھا تھا۔

"شاباش بیٹے اکبر تم نے بہت اچھا کیا جو راجپوتوں کو اپنی حمایت کا یقین دلا دیا میں عنقریب پہنچوں گا تم موقعہ پر راجپوتوں پر حملہ کر دینا" اس تحریر سے راجپوتوں کے دل میں شبہ ہو گیا۔ شاہی فوج کو کمک مل گئی اور اکبر ۱۶۸۷ء میں ایران چلا گیا جہاں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کی بیوی اور ایک بارہ سالہ بچی درگا داس کے محل میں جودھپور میں ۱۶۹۸ء تک رہی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا لیکن جب اورنگ زیب نے اپنی بے عزتی کے خیال سے لڑکی واپس مانگی تو دس گیارہ سال بعد ۱۶۹۸ء میں یہ لڑکی واپس دلی بھیجدی گئی۔

جے سنگھ ۱۶۸۱ء تا ۱۷۰۰ء

جے سنگھ نے اورنگ زیب سے صلح کر لی اور برائے نام جرمانہ اور تین ضلعے بادشاہ کو دینے کے لئے صلحنامہ میں لکھے گئے جو تحریر کرتے وقت یہ کہہ دیا گیا تھا کہ یہ جرمانہ اور ضلعے نہیں لئے جائیں گے چنانچہ اورنگ زیب نے آیندہ بھی پھر کبھی اس وعدہ سے انحراف نہیں کیا۔ (مابدولت کی ساکھ رہ گئی)

امرا دوم ۱۷۰۰ء تا ۱۷۱۶ء

امرا نے اپنی حکومت کے آخری دور میں دلی کے بادشاہوں سے عبادت کی آزادی حاصل کی کیونکہ اورنگ زیب نے عبادت کرنے پر بھی پابندی عائد کر دی تھی امرا دوم نے اپنے قدیم یا جگناسنوں پر بھی اپنا حق تسلیم کرایا (یہ پابندی بقایا ملک میں تھی اس لئے راجستھان سرداروں سے)

سنگرام ۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۴ء

حدود میواڑ کو وسعت دی اور اٹھارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۷۳۴ء میں انتقال کر گیا

جگت سنگھ دوم ۱۷۳۴ء تا ۱۷۵۲ء

اس کے زمانہ میں مغلوں اور راجپوتوں دونوں کو مرہٹوں نے دبانا شروع کیا باجی راؤ مرہٹہ نے مالوہ فتح کیا اور میواڑ میں بھی قدم رکھا جگت سنگھ نے دس سال کے لئے ایک لاکھ ۶۰ ہزار روپیہ سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے اپنی جان بچائی اور ۱۷۵۲ء میں فوت ہوا۔

پرتاپ دوم ۱۷۵۲ء تا ۱۷۶۲ء

پرتاپ دوم کے زمانہ میں مرہٹوں نے سات مرتبہ اس علاقہ کو لوٹا اور بے سروسامان کر دیا

ارسی ۱۷۶۲ء تا ۱۷۷۲ء

ارسی کے عہد میں میواڑ میں مزید تباہی پھیلی لوگوں میں نفاق اور بدامنی پھیل گئی مقررہ رقم مرہٹوں کو نہ پہنچ سکی لہذا ملہار راؤ مرہٹہ نے حملہ کر کے مقررہ رقم سے بھی کئی گنا وصول کی پھر سندھیہ مرہٹہ نے اودے پور کو آگھیرا جب ترسیٹھ لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا گیا تو اس نے محاصرہ اٹھایا جواہرات اور سونے چاندی کے برتن فروخت کر کے تینتیس ۳۳ لاکھ روپیہ اسی وقت فراہم کر کے مرہٹہ کو ادا کر دیا گیا باقی ماندہ رقم کے عوض مانگنے سندھیہ کے پاس چار ضلعے گروی رکھ دیئے جن کا انتظام مشترکہ طور پر چھ سال تک رانا اور مرہٹوں کے ہاتھ رہا مگر اس عرصہ کے بعد مرہٹے نے رانا کے حاکموں کو برطرف کر دیا

بھیم سنگھ

بھیم سنگھ نے سندھی ملازم رکھے اور انہیں شاہی زمینیں تقسیم کیں ملک میں خانہ جنگی رہی زمین بنجر کاشت پڑی تھیں روہیلوں نے ڈاکے مارنے شروع کر دیئے کانوں میں بھی کام بند ہوگیا سندھیا مرہٹوں نے چھوڑ لیا اور امباجی کو وہاں کا صوبیدار مقرر کیا۔ میواڑ۔ مرہٹوں، روہیلوں اور سندھیوں کی دست درازیوں سے برباد ہوگیا

تھوڑے دنوں بعد ہلکر مرہٹہ نے میواڑ پر حملہ کیا اور سندھیا مرہٹہ کو شکست دے کر رانا سے ۳ لاکھ روپیہ وصول کیا یہ رقم گھر کا سامان اور عورتوں کا جواہرات بیچ کر مہیا کی گئی جب یہ تین لاکھ روپیہ کی رقم ہلکر نے وصول کرلی تو مزید چالیس لاکھ روپیہ کا اس نے اسی دم مطالبہ کر دیا۔ واقعہ در اصل یہ تھا کہ یہ دونوں غنیم یعنی ہلکر اور سندھیا آپس میں میواڑ کو تقسیم کرنا چاہتے تھے ادھر عوام میں ڈاکوؤں نے لوٹ مار شروع کر دی رعایا تباہ حال ہوگئی اسی زمانہ میں انگریزوں کا اقتدار دلی پر ہو چکا تھا انہوں نے ریاستوں کو اپنا دوست بنانا شروع کیا تو ۱۸۱۸ء میں میواڑ کے رانا انگریزوں کے زیر حمایت ہوگئے اور ۱۹۴۷ء تک بڑے اطمینان سے انگریزوں کی ماتحتی میں حکومت کرتے رہے انگریزوں نے عوام کو حکومت سونپ کر اپنے وطن انگلستان کا راستہ لیا۔ تمام ریاستیں جمہوری حکومت نے براہ راست ملک کی عوامی حکومت میں شامل کر لیں اور اب رانائے چتوڑ مقامی سردار رہ گئے ہیں میرے زمانے میں ان کے ایک سردار نے کھشتری اقوام گوجر، جاٹ۔ راجپوت اور اہیروں کو پھر ایک قدیم قوم "کھشتری" میں منسلک کرنا چاہا چنانچہ اسی خیال میں عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے مختلف علاقہ کھشتریہ سبھا یعنی انجمن کھشتریاں کی داغ بیل ڈالدی ہے

زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس خاندان نے راجپوتی کے خلاف لاکھوں جانیں تلف کیں اور آج تک یہ لوگ راجپوتی سے چڑتے ہیں لیکن تمام مورخوں نے انہیں راجپوت ہی تحریر کیا ہے

سکھ

(۱) گورو نانک صاحب ۱۴۶۹ء تا ۱۵۳۸ء

لفظ سکھ سنسکرت کے لفظ ششیہ کی بگڑی شکل ہے جس کے معنی چیلے (شاگرد) کے ہیں موجودہ زمانے میں سکھ ایک مذہب ہے اور اس کے ماننے والے سکھ کہلاتے اس مذہب کے بانی گورو نانک صاحب تھے آپ پنجاب کے موجودہ ضلع شیخوپورہ میں بمقام تلونڈی (موجودہ ننکانہ) کے ایک کھتری گھرانہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ایک مسلمان زمیندار کے یہاں ملازمت کرتے تھے آپکی پیدائش ۱۴۶۹ء میں ہوئی آپ کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی شروع سے آپ کی طبیعت میں غور و فکر کا غلبہ تھا آپ نے ہندوؤں میں سے بت پرستی اور مشرکانہ رسومات کے نکالنے کے لیئے ایک مذہب کی بنا ڈالی آپ کے چیلے ششیہ کہلاتے تھے جو تاریخ میں سکھ کہلائے آپ کے اقوال کی کتاب کا نام گرنتھ صاحب ہے جسے سکھ الہامی مانتے ہیں کہا جاتا ہے کہ آپنے اپنی زندگی میں زیارت کعبہ بھی کی تھی اور آپ کو مسلمان اولیاء کرام سے خاص عقیدت تھی آپ وحدانیت کے علمبردار تھے کہا جاتا ہے کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو ہندو اور مسلمان میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ آپ ہندو تھے یا مسلمان جب چادر اٹھائی گئی تو لاش کی جگہ پھول تھے جنہیں دونوں مذہب والوں نے تقسیم کر لیا اور اپنے طور پر تجہیز و تکفین کی آپ کا انتقال ۷۰ سال کی عمر میں ۱۵۳۸ء میں بمقام کرتارپور میں ہوا سکھ مذہب شروع میں ایک درویشانہ مذہب تھا اس کے ماننے والے گیروا (زعفرانی) لباس پہنتے تھے اور زیادہ تر یہ جماعت سادھوؤں کی جماعت تھی۔

(۲) گورو انگد صاحب ۱۵۳۸ء تا ۱۵۵۲ء

گورو نانک صاحب کے انتقال پر سکھ مذہب کے دوسرے گورو (پیشوا) انگد صاحب ہوئے جنہیں

وفات سے پہلے گورو نانک صاحب نے جانشین مقرر کیا تھا یہ کھتری نسل سے تھے آپ نے گورمکھی (پنجابی)۔ رسم الخط ایجاد کیا اور گرنتھ صاحب کو اسی رسم الخط میں لایا گیا آپ نے گورو نانک صاحب کے حالات زندگی سوانح عمری لکھی آپ نے لنگر کا طریقہ جاری کیا اس کتاب کا نام جنم ساکھی کہتے ہیں

(۳) گورو امر داس صاحب ۱۵۵۲ء تا ۱۵۷۴ء

گورو انگد صاحب نے انتقال کے وقت امر داس کو اپنے بعد سکھ مذہب کا گورو مقرر کیا جنہوں نے سکھوں کے لئے مزید دعاؤں کا اضافہ کیا۔ امر داس نے باقاعدہ مبلغین مقرر کئے جو لوگوں کو نئے مذہب کی دعوت دیتے تھے

(۴) گورو رام داس صاحب ۱۵۷۴ء تا ۱۵۸۱ء

تیسرے گورو امر داس صاحب نے اپنی زندگی ہی میں اپنے داماد رام داس کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا لہٰذا ان کے انتقال پر رام داس صاحب سکھ فرقے کے چوتھے گورو مقرر ہوئے چوتھے گورو صاحب نے اکبر سے بھی ملاقات کی تھی آپ نے اپنے نام سے ایک شہر رام داس پور کی بنیاد رکھی جو بعد میں امرتسر نام سے آج تک مشہور ہے

(۵) گورو ارجن دیو ۱۵۸۱ء تا ۱۶۰۶ء

گورو ارجن دیو صاحب چوتھے گورو صاحب کے فرزند تھے آپ نے اپنی پیشوائی کے تمام زمانہ میں اکبر کا پرامن دور دیکھا - - - سکھ مذہب کی اشاعت کے لئے آپ نے اپنے شاگرد تبلیغ مذہب کے لئے کابل اور قندھار بھیجے تبلیغی جماعتوں کے اخراجات سکھ مذہب کے ماننے والوں سے آمدنی کا دسواں لے کر پورے کئے جاتے تھے آپ کے زمانہ میں سکھ مذہب کو عروج حاصل ہوا آپ نے سکھوں کو معمولی گیروا (زعفرانی) کپڑے کے بجائے تن سے بہتر فقیرانہ لباس پہننے کی تلقین کی آپ کے تعلقات مسلمانوں سے بڑے اچھے تھے جن میں میاں میر صاحب آپ کے خاص الخاص دوست شمار ہوتے تھے

۱۶۰۵ء میں شہنشاہ اکبر کا انتقال ہوا تخت کے دعویداروں میں سے خسرو گرفتار ہو کر مارا گیا۔ کہتے ہیں پنجاب کے ہندو دیوں نے جو گورو صاحب کے مخالف تھے شہنشاہ جہانگیر سے جا کر چغلی کھائی کہ گورو صاحب درپردہ خسرو کے بہی خواہ تھے چنانچہ جہانگیر نے گورو صاحب کو گرفتار کرا کے جان سے مروا دیا

امرتسر میں ہرمندر کو آپ نے ہی بنوایا تھا

(۶) گورو ہرگوبند ۱۶۰۶ء تا ۱۶۴۵ء

گورو ارجن دیو کے بعد چھٹے گورو ہرگوبند صاحب ہوئے جنہوں نے سکھوں کو دو تلواریں لگا کر چلنے کا حکم دیا جن میں سے ایک فقیری کی نشانی تھی دوسری حفاظت کی مگر جہانگیر نے اسے بھی گرفتار کر لیا اور بارہ سال تک گوالیار کے قلعہ میں نظر بند رکھا جب شاہجہان کا زمانہ آیا تو اس نے تاوان لے کر اسے رہا کر دیا مگر رہائی کے تھوڑے دنوں بعد ان کا انتقال ہو گیا

(۷) گورو ہرراج صاحب ۱۶۴۵ء تا ۱۶۵۵ء

چھٹے گورو ہرگوبند سنگھ صاحب کا بیٹا گورو دتہ ایک اداسی فرقہ سے منسلک ہو گیا تھا لہذا ان کے انتقال پر ان کا پوتا ہرراج ساتواں گورو مقرر ہوا انہوں نے پنجاب میں سکھ مذہب کی تبلیغ کو بڑے پیمانہ پر شروع کیا لاہور کے گورنر نے اس کی شکایت اورنگ زیب کی بھیجی چنانچہ گورو ہرراج صاحب شاہی عتاب میں آ گئے اور انہوں نے صفائی کے طور پر از خود اپنے لڑکے رام رائے کو دلی بھیجا

(۸) گورو ہرکشن صاحب ۱۶۵۵ء تا ۱۶۷۰ء

گورو ہرراج صاحب کے انتقال پر ان کا دوسرا بیٹا ہرکشن صاحب سکھوں کا آٹھواں گورو مقرر ہوا مگر دہلی کے گورنر ہمیشہ سکھوں پر الزام لگاتے رہے اور بعض دفعہ سکھوں کو گرفتار کر لیا جاتا تھا چنانچہ گورو ہرکشن کا انتقال بھی دلی میں ہی ہوا دلی جانے سے پہلے انہوں نے قصبہ بکالا کے ایک شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا مگر سکھوں کے ایک گروہ نے تیغ بہادر صاحب کو اپنا گورو تسلیم کیا

(۹) گورو تیغ بہادر صاحب ۱۶۷۰ء تا ۱۶۸۶ء

گورو تیغ بہادر کے زمانے میں سرکاری امراء میں سکھوں کے خلاف جذبہ تیزی سے کارفرما ہوا اسی دوران میں رام رائے دلی سے بچ کر نکل آیا اور اس نے دہرہ دون کے جنگلات میں پناہ لی اور وہاں ایک الگ فرقہ قائم کر لیا۔ پنجاب میں اس کے بھائی دھیرمل نے سکھوں کو اس کا معتقد بنانا چاہا مگر عام رجحان گورو تیغ بہادر کی طرف رہا کہ اتنے میں اورنگ زیب کی طرف سے سکھوں کی عام گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔

کہتے ہیں گورو تیغ بہادر صاحب نے اورنگ زیب کو لکھا کہ آپ مجھے بلاکر سمجھائیں تو تمام سکھ مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ ان کو دلی بلایا گیا جہاں اورنگ زیب سے اُن کی بحث ہوئی گرو تیغ بہادر صاحب نے مسلمان ہونا منظور نہ کیا بادشاہ نے انہیں قتل کئے جانے کا حکم دیدیا

(۱۰) گورو گوبند سنگھ صاحب ۱۶۸۶ء تا ۱۷۰۸ء

گرو تیغ بہادر صاحب کے قتل پر گوبند سنگھ ان کی گدی پر بیٹھے۔ اب تک سکھ لوگ عدم تشدد کی حامی ایک فقیرانہ جماعت تھی لیکن گوبند سنگھ نے سابقہ واقعات سے سبق لے کر اپنے باپ کا خون کا بدلہ لینے کا مستحکم ارادہ کیا انہوں نے تمام سکھوں کو بلا کر جگ[1] کیا جگ ختم ہونے پر انہوں نے ایسے پانچ آدمیوں کو پکارا جو سکھ مذہب کے لئے جان کی قربانی دے سکتے ہوں گرو صاحب کی خواہش پر فوراً پانچ سکھ نکل پڑے ان پانچوں سکھوں کو گرو صاحب نے خالصہ نام دیا ان پر پانچ ککوں (کاف) کی ادائیگی فرض لازمی قرار پائی یعنی حکم ہوا کہ خالصہ (۱) کچھ (جانگیہ یا نیکر) پہنیں (۲) کڑا ہاتھوں میں پہنیں (۳) کیش یعنی بالوں کو قطعاً نہ کٹوائیں (۴) کرپان یعنی چھوٹی تلوار ہر وقت ساتھ رکھیں۔ (۵) کنگھے سے بالوں کو سنوارا کریں۔ وہ تمباکو سے ہمیشہ پرہیز کریں امرت چکھنے کی رسم ادا کریں یہ اصول ہی آئندہ خالصہ مذہب کہلایا آہستہ آہستہ تمام سکھ اس مذہب میں شامل ہوگئے ایک فوج تیار کی گئی ہر سکھ کے نام میں لفظ سنگھ (یعنی شیر) ایجاد ہوا

خالصہ فوج نے اپنے دیہاتوں کو مضبوط کرنا شروع کر دیا لوگ جوق در جوق سکھ مذہب میں داخل ہونے لگے لاہور کے حاکم نے جب مخالفت شروع کی تو سکھوں نے تلوار کا جواب تلوار سے دیا اورنگ زیب نے شاہی دستے روانہ کئے مگر وہ بھی کامیاب نہ ہوئے سکھوں نے مغل حکومت سے قطع تعلق کر کے آمدنی کا دسواں حصہ سکھ مذہب کو دینا شروع کیا آخر اورنگ زیب نے ایک عظیم لشکر روانہ کیا اس مغلیہ لشکر نے آنندپور میں سکھوں کا محاصرہ کر لیا گورو گوبند سنگھ کو مع اپنے بال بچوں کے بھاگنا پڑا

---

[1] ایک وقت یا کئی دنوں تک عوام کو مفت کھانا کھلانے کو "جگ" کرنا کہتے ہیں۔ اس رسم میں کچھ دعائیں بھی پڑھی جاتی ہیں (مصنف)

گورو گوبند سنگھ کے چار لڑکے تھے دو بڑے لڑکے تو آنندپور میں لڑتے مارے گئے باقی دو چھوٹے لڑکے لاہور کے حاکم کے ہاتھ لگ گئے جس نے انہیں مسلمان بننے کو کہا لڑکوں کے انکار پر انہیں مروا دیا گیا یعنی گورو کے چاروں بیٹوں نے بہادرانہ طور سے جان دیدی مگر وہ شکستہ دل نہ ہوئے جب لڑکوں کی ماں نے پوچھا کہ لڑکے کہاں ہیں تو گورو صاحب نے پنجابی زبان میں ایک دوہا پڑھا جس کا مطلب ہے کہ "میں نے اپنے چاروں بچوں کو قربان کردیا لیکن اگر یہ چار مر گئے تو کوئی نقصان نہیں اس واسطے کہ تمہارے ہزاروں بیٹے موجود ہیں"

گورو گوبند سنگھ نے شوالک کی پہاڑیوں میں پناہ لی تمام سکھ ان کے گرد جمع ہو گئے اور چند ہی سال بعد انہوں نے پھر اس قدر قوت حاصل کرلی کہ پنجاب کے شاہی حاکم ان سے مغلوب ہونے لگے اورنگ زیب دکن میں تھا اس نے وہیں آنے کی دعوت دی سکھوں نے گورو کو صلاح دی کہ دکن جانا نامناسب ہے ورنہ اورنگ زیب انہیں بھی گورو تیغ بہادر کی طرح جان سے مروا دے گا۔ گورو گوبند سنگھ نے کہا "خالصہ مذہب کے لئے میرا جانا ضروری ہے" گورو گوبند سنگھ کی ملاقات اورنگ زیب سے نہ ہوسکی کیونکہ جب وہ دکن پہنچے تو وہاں اورنگ زیب کا انتقال ہو چکا تھا۔ گورو گوبند سنگھ نے دکن میں کچھ دنوں قیام کیا ندیلے "گوداوری" کے قریب ان کی ایک فقیر سے ملاقات ہوئی گورو صاحب وہیں بیمار پڑے اور انہوں نے اس فقیر کو اپنا جانشین بنایا ۱۷۰۸ء یعنی اورنگ زیب کی وفات کے بعد گورو گوبند سنگھ کا انتقال دکن میں ہوا کہا جاتا ہے کہ دکن میں انکو ایک پٹھان نوکر نے مارا تھا یہ جگہ سری حضور صاحب کہلاتی ہے

جانشین براگی (فقیر) نے اپنے کو دسویں گورو کا بندہ (غلام) ظاہر کیا اس لئے اسے تاریخ میں بندہ براگی کہا جاتا ہے اس کا اصلی نام لچھمن سنگھ تھا اور وہ جموں کا باشندہ تھا

بندہ براگی

بندہ براگی جب دکن سے پنجاب آیا تو اس نے کہا کہ اب گورو نہ ہو گا میں صرف گورو گوبند کا غلام ہوں آئندہ گرنتھ صاحب[1] ہی ہمارا گورو ہے چنانچہ اسی روز سے یہ مذہبی کتاب امرتسر میں تخت کی گدی پر رکھی رہتی ہے، گورو گوبند سنگھ کے انتقال پر مغلیہ شاہی حاکم پھر سکھوں کے پیچھے پڑ گئے مگر بندہ براگی نے ۱۷۱۰ء میں امرتسر میں سکھوں کو اکٹھا کیا اور ان سے مرنے مارنے کی قسم لی پنجاب میں انہوں نے مغلیہ حاکموں کی جاگیروں پر حملے شروع کردئے

[1] گرنتھ یا گورو گرنتھ سکھوں کی مذہبی کتاب ہے۔ (مؤلف)

لڑائی ہر چہار طرف جاری ہو گئی گوردوارے اور مسجدیں شہید ہونے لگیں پنجاب کے شاہی حاکموں نے اتحاد کر کے بندہ بیراگی کو ستلج تک پیچھے ہٹا دیا۔ بندہ بیراگی نے درویشانہ لباس ترک کر کے فوجی لباس پہن لیا اور دریائے ستلج اور جمنا کے درمیانی علاقہ میں اس نے لوٹ مار کرنے اور قتل و غارت گری کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی آخر دلی کے مغل بادشاہ فرخ سیر نے ایک کثیر فوج ۱۷۱۶ء میں سرہند بھیجی جس نے بڑی مشکلوں سے سکھوں پر قابو پایا۔ سکھ بیدردی سے قتل کئے گئے ان میں سے پانچسو آدمی پا بہ زنجیر کر کے دلی لائے گئے جن میں بندہ بیراگی بھی شامل تھا ان سب کو مسلمان ہونے یا قتل ہونے کا حکم دیا گیا مگر ایک بھی شخص ٹس سے مس نہ ہوا۔ بندہ بیراگی کے سامنے ان سب کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا گیا مگر اس کے چہرے سے ذرا غم یا افسوس کے تاثرات ظاہر نہ ہوئے بندہ بیراگی نے ایک بلی پالی تھی جس سے وہ بہت پیار کرتا تھا وہ بلی اس کے ساتھ تھی چنانچہ اس کی گود میں ڈال کر قتل کیا گیا۔ مگر بندہ بیراگی اتنا سنگدل نکلا کہ اس کے دل پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے مسلمانوں کا قتل عام کیوں کیا تھا تو اس نے کہا کہ میں خدا کی طرف سے برائیوں کا خاتمہ کرنے آیا تھا۔ المختصر اسے بھی قتل کر دیا گیا

سکھوں کی بارہ مثلیں

بندہ بیراگی کے بعد سکھوں میں کوئی رہنما نہ رہا پنجاب کے صوبیدار اور حاکموں نے سکھوں کے خلاف سخت پالیسی اختیار کی تمام سکھ مجبور ہو کر پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہوئے اور اپنا پیٹ پالنے کے لئے انہوں نے ڈاکہ زنی اختیار کر لی ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ درانی نے پنجاب اور دلی کے مسلمان حاکموں کی کمر توڑ دی ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سکھوں نے بارہ جماعتیں بنائیں یہ جماعتیں مثلیں کہلاتی تھیں ان جماعتوں نے الگ الگ ہو کر مختلف علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے پنجاب میں بدامنی کا دور دورہ شروع ہو گیا کہ اتنے میں افغانستان سے چل کر احمد شاہ ابدالی نے پنجاب کو روند ڈالا اور لاہور تک کا علاقہ افغانستان میں شامل کر لیا ادھر دکن کے مرہٹے طاقتور ہو چکے تھے انہوں نے گنگا جمنا کا دوآبہ، روہیل کھنڈ، مشرقی پنجاب اور راجستھان کو لگاتار حملے کر کے لوٹنا شروع کر دیا اور لاہور تک حملہ آور ہوئے ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو پانی پت کے مقام پر شکست فاش دی اس شکست کے بعد مرہٹوں کا زور شمالی ہند سے ختم ہو گیا مگر پنجاب کو بھی ابدالیوں نے کمزور کر دیا

سکھوں کی بارہ مثلیں اس وقت مندرجہ ذیل ناموں سے پکاری جاتی تھیں

۱۔ اہلووالیہ ۲۔ بھنگی ۳۔ کنہیا ۴۔ سکیر چکیہ ۵۔ رام گڑھیا ۶۔ نکی ۷۔ پھلکیاں

۸۔ سنگھ پوریا۔ ۹۔ کرور سنگھیا۔ ۱۰۔ نشانیہ ۱۱۔ ڈالی والیہ ۱۲۔ شہیدی

سکھ حکومتیں

ان مثلوں نے پہاڑیوں سے نکل نکل کر تمام جگہ پنجاب میں گڑبڑ مچا دی جب مغل، مرہٹے اور ابدالیوں کا خاتمہ پنجاب سے ہو گیا تو ان مثلوں کے سرداروں نے پورے پنجاب میں اپنی اپنی الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں جن میں سے مندرجہ ذیل زیادہ اہم تھیں۔

۱۔ پٹیالہ (۲) نابھ (۳) جنید (۴) کپور تھلہ (۵) تھان (۶) بڈریہ (۷) پھلکیاں (۸) مالوا دریائے ستلج کا شمالی علاقہ (۹) ماجھا یعنی امرتسر کا علاقہ (۱۰) گوجرانوالہ (۱۱) بھدوال (۱۲) رام گڑھ وغیرہ ان تمام حکومتوں کے مفصل حالات دیگر کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں مگر ان سب میں سب سے زیادہ شہرت گوجراں والا کی حکومت نے حاصل کی جس کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے

راجہ چرت سنگھ ۱۷۶۳ء تا ۱۷۷۴ء

راجہ چرت سنگھ کا تعلق سکھوں کی مثل سکرچکیہ سے تھا جس کا صدر مقام "گوجراں والا" تھا سردار چرت سنگھ نے ابدالیوں پر کامیاب حملے کر کے اپنے علاقہ سے نکال دیا ابدالیوں کا دورہ اس کے بعد دریائے جہلم کے شمال تک محدود تھا سردار چرت سنگھ نے ایک وسیع علاقہ کو اپنے زیر نگیں کیا یہ بات بالکل صحیح کہ سکھ وہ قوم کا گوجر تھا جس کے نام پر ان کی یہ جماعت سکرچکیہ مثل کا دوسرا نام گوجراں والیہ اسی وجہ سے تھا اور شہر گوجراں والا اسی مثل کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ شہر اپنی قوم کے نام سکرچکیہ مثل سے آباد کیا تھا۔

راجہ مہان سنگھ ۱۷۷۹ء تا ۱۷۹۲ء

راجہ چرت کی وفات پر اس کا بیٹا مہان سنگھ گوجراں والا کی گدی پر بیٹھا اس نے سکھوں کی کئی دوسری مثلوں کو اپنے ماتحت کر لیا اور جموں تک فتوحات کے جھنڈے گاڑے۔ راجہ مہان سنگھ کے زمانے میں جہلم اور پنڈورہ کے مسلم گوجروں نے ابدالیوں کو اپنے علاقوں سے بالکل بیدخل کر دیا اور دلی اور پشاور کے درمیان متعدد مقامی حکومتیں نمودار ہوئیں۔

شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۷۹۲ء تا ۱۸۳۹ء

رنجیت سنگھ سابقہ راجہ مہان سنگھ کا بیٹا تھا جس کی پیدائش ۱۷۸۰ء میں بمقام گوجرانوالہ ہوئی بچپن میں اس کی ایک آنکھ چیچک کی بیماری سے ضائع ہو گئی تھی جب راجہ مہان سنگھ نے انتقال کیا اس وقت رنجیت سنگھ کی عمر بارہ برس کی تھی سلطنت کا کاروبار اس نے خوش اسلوبی سے سرانجام دیا جب رنجیت سنگھ سولہ سال کا ہوا تو اس کی شادی کنھیا مثل میں ہوئی کنھیا مثل والوں نے رنجیت سنگھ کو فتوحات کے سلسلہ میں بڑی مدد دی اس کی ساس سدا کور ایک نہایت ہی بہادر، بیدار مغز اور قابل عورت تھی

رنجیت سنگھ نے کچھ ہی عرصہ بعد فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا

مہا پنجاب (عظیم پنجاب)

۱۷۹۹ء میں اس نے لاہور پر حملہ کیا اور بھنگی مثل کے سکھوں سے اسے فتح کر کے وہاں سے بھنگیوں کی مشہور توپ اور بہت سا ساز و سامان لاہور لا لیا

۱۸۰۹ء تک رنجیت سنگھ نے دریائے ستلج اور سرہند تک تمام سکھ حکومتوں کو یکے بعد دیگرے مغلوب کر لیا رنجیت سنگھ چاہتا تھا کہ سکھ ریاستوں مثلاً پٹیالہ وغیرہ کو بھی اپنی حکومت میں شامل کرے مگر بمقام روپڑ انگریز گورنر جنرل اس سے آکر ملا اور رنجیت سنگھ کو بتایا گیا کہ یہ سکھ ریاستیں انگریزوں کی ماتحت ہو چکی ہیں ۱۸۰۹ء میں سر چارلس مٹکاف کو انگریزی سفیر بنا کر امرتسر بھیجا گیا جہاں "صلحنامہ امرتسر" ہوا جس کی رو سے پنجاب کی مشرقی حد دریائے ستلج قرار پائی

نظام حکومت

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی سلطنت کو چار صوبوں (۱) لاہور (۲) ملتان (۳) کشمیر (۴) پشاور میں تقسیم کیا۔ صوبہ کے اعلیٰ حاکم کو ناظم کہتے تھے صوبہ مختلف اضلاع میں منقسم تھا دیہاتوں میں پنچایتوں کے ذریعہ سے انصاف ہوتا تھا ہر مقدمہ کی اپیل مہاراجہ خود سنتے تھے سرکاری ملازمتوں کے دروازے سب مذاہب والوں کے لئے یکساں کھلے ہوئے تھے سول افسروں میں راجہ دینا ناتھ، دیوان ساون مل راجہ گلاب سنگھ راجہ دھیان سنگھ اور فقیر [illegible] دیگرم بہت مشہور تھے عزیز الدین حکومت کے وزیر اعظم تھے

سلطنت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ لگان تھا جو پیداوار کا ایک تہائی ہوتا تھا لگان وصول کرنے والے دیہات کے چودھری اور مقدم ہوتے تھے جن کو "کنکی" (اناج اکٹھا کرنے والے

کہا جاتا تھا

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو فوج سے خاص دلچسپی تھی آمدنی کا بیشتر حصہ فوج پر ہی خرچ ہوتا تھا مہاراجہ کی فوج اعلیٰ درجہ کی تھی جس میں اس وقت کے جدید ہتھیار۔ توپ خانہ وغیرہ تھے

رنجیت سنگھ سے متعلق چند واقعات

رنجیت سنگھ جس بات کے لئے آمادہ ہو جاتا تھا اسے بغیر کیے نہیں چھوڑتا تھا

اس وقت دنیا کا مشہور کوہ نور ہیرا افغانستان کے امیر شاہ شجاع کے پاس تھا ایک مرتبہ بادشاہ شجاع افغانستان سے بھاگ کر رنجیت سنگھ کی پناہ میں آیا رنجیت سنگھ نے کہا بھیجا کہ اپنا کوہ نور ہیرا دیدو مگر شاہ شجاع نے حیلہ حوالہ کیا تب رنجیت سنگھ نے اس کا کھانا پینا بند کرا دیا بھوک پیاس سے گھبرا کر شاہ شجاع نے کوہ نور ہیرا رنجیت سنگھ کو دیدیا تب اس کی جان بچی

رنجیت سنگھ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا ایک مرتبہ اس نے سنا کہ پشاور کے امیر کے پاس لیلیٰ نام کی ایک عمدہ گھوڑی ہے رنجیت سنگھ نے کہلا بھیجا کہ گھوڑی ہمارے حوالہ کردو امیر بھی اپنی بات کا پکا تھا اس نے کہلا بھیجا گھوڑی نہ دوں گا لڑائی شروع ہوئی ہزاروں سکھ مارے گئے لاکھوں روپیہ خرچ ہوا انجام کار امیر مارا گیا تب کہیں رنجیت سنگھ کو لیلیٰ پر سوار ہونا نصیب ہوا

رنجیت سنگھ خوبصورت نہیں تھا اس کا رنگ کالا تھا اس کا چہرہ بھدا تھا اس کی ایک آنکھ چیچک سے جاتی رہی تھی پھر بھی اس کے چہرے پر ایک عجیب رونق تھی ایک مرتبہ اس کے وزیر سے ایک انگریز نے پوچھا آپ کے مہاراج کس آنکھ سے کانے ہیں؟ وزیر نے کہا ان کی شان و دبدبہ کے سامنے میری آنکھیں جھک جاتی ہیں اس لئے مجھے یہ دیکھنے کی ہمت ہی نہیں پڑی کہ مہاراج کس آنکھ سے کانے ہیں

رنجیت سنگھ بہت پڑھا لکھا نہ تھا لیکن وہ آدمیوں کی قابلیت بہت جلد پہچان لیتا تھا اس کی زیادہ تر لڑائیاں مسلمانوں سے ہوئیں لیکن عزیز الدین ایک مسلمان ہی اس کا وزیر اعظم تھا اور اس نے مسلم عوام کے ذاتی۔ مذہبی معاملات میں کبھی دخل نہ دیا بہت سے مسلمان اس کی حکومت میں اچھے عہدوں پر تھے ایک بار بھیس بدل کر رنجیت سنگھ شہر کا گشت لگانے نکلا پھاٹک پر جب پہنچا تو بہت دیر ہو گئی تھی پھاٹک پر خوشحال سنگھ ایک دربان مقرر تھا اس نے کہا کہ سرکاری حکم ہے کہ جو دیر میں پھاٹک پہ پہنچے اسے حوالات میں بند کر دو رنجیت سنگھ نے رشوت دے کر کام نکالنا چاہا لیکن خوشحال سنگھ نے اپنے فرض سے منہ نہ موڑا رنجیت سنگھ کو حوالات میں بند ہونا پڑا اسے تکلیف تو

ہوئی لیکن دل میں خوشحال سنگھ کی ایمانداری سے بہت خوش ہوا باہر نکل کر اس نے خوشحال سنگھ کو انعام دیا اور رفتہ رفتہ اسے بہت اونچے درجے پر پہنچا دیا

رنجیت میں اور بہت سی اچھائیوں کے شراب پینے کی ایک برائی بھی تھی اس شراب نے اس کی تندرستی بہت جلد خراب کر دی لقوہ کی بیماری میں اس دنیا سے رخصت ہوا رنجیت سنگھ کی زندگی تک راج میں امن رہا لیکن اس کے مرتے ہی راج میں بدامنی شروع ہو گئی امن اس وقت ہوا جب انگریزوں کی حکومت قائم ہو گئی جیسا کہ ابھی بیان کیا جائے گا

ہری سنگھ نلوہ

ہری سنگھ نلوہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سپہ سالار تھا جس نے پشاور تک کا علاقہ فتح کر کے پنجاب میں شامل کیا ہری سنگھ کی پیدائش گوجرانوالہ میں ہوئی وہ ایک بہادر جری اور دلیر سپہ سالار تھا اس نے پٹھانوں کے متعدد معرکوں میں پٹھانوں کو شکست دی رنجیت سنگھ نے اسے پشاور کا صوبہ دار مقرر کیا ہری سنگھ نے درہ خیبر عبور کر کے متعدد معرکوں میں افغانوں کو شکست دی پاکستان کی موجودہ مغربی حد (ڈیورنڈ لائن) بعد کے صلحنامہ کی انگریزی عطا ہے ورنہ ہری سنگھ کے زمانے میں وہ قبائلی علاقہ بھی پنجاب میں شامل تھے جسے آج افغانی قبائلی علاقہ کہتے ہیں ہری سنگھ نے ان پہاڑوں میں قلعہ جمرود تعمیر کرایا جو آج پاکستانی قلعہ ہے ہری سنگھ نلوہ ایک کامیاب مسلسل زندگی گزار کر انہیں پہاڑوں میں ایک لڑائی میں مارا گیا

بدنظمی ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۳ء

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد جب ان کا انتقال ہو گیا تو سکھوں میں زبردست نفاق پیدا ہوا ہر جگہ صوبیدار آزاد و خود مختار ہو گئے سب سے بڑی یہ بات ہوئی کہ خالصہ فوج کسی کو بھی اپنا سردار ماننے کے لئے تیار نہ تھی بدنظمی کی وجہ سے فوج کو تنخواہ نہ ملی چنانچہ فوج نے جاگیرداروں اور صوبیداروں کو لوٹنا شروع کر دیا کئی شہزادے اور وزیر مارے گئے

راجہ دلیپ سنگھ ۱۸۴۳ء تا ۱۸۴۹ء

آخر کار سرداروں نے ۱۸۴۳ء میں باہم صلح و مشورہ کر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے دلیپ سنگھ کو لاہور کے تخت پر بٹھایا دلیپ سنگھ نوعمر تھا اس کی ماں رانی جنداں اس کی سرپرست مقرر ہوئی

انگریزوں اور سکھوں کی جنگیں

کہنے کو تو یہ ہوا کی حکومت دلیپ سنگھ کے ہاتھ میں تھی مگر اس وقت سکھ تین فرقوں میں منقسم ہو چکے تھے

۱۔ پہلا گروہ راجہ دلیپ سنگھ اور رانی جنداں کا تھا جن کا مرکز لاہور تھا

(۲) دوسرا گروہ راجہ گلاب سنگھ والیٔ کشمیر کا تھا

(۳) تیسرا حصہ خالص عوامی جماعت تھی جسے انگریزوں سے لڑنے کا شوق رہتا تھا دوسرے سکھ گروہ بھی یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح خالصہ جماعت کا زور انگریزوں سے لڑ کر کم ہو جائے پنجاب کی حدود دریائے ستلج تھی رنجیت سنگھ نے تمام عمر اس عہدنامہ کو نبھایا مگر خالصہ جماعت نے اس کے مرنے کے بعد دوسری سکھ ریاستوں کو پنجاب میں شامل کرنے کے لئے دریائے ستلج عبور کیا

اس زمانہ میں لارڈ ہارڈنگ ہندوستان کے گورنر جنرل تھے انہوں نے اپنی فوجوں کو مقابلہ کے لئے بھیجا بمقام "مدکی" خالصہ کو شکست ہوئی

مدکی میں شکست کے باوجود خالصہ نے ہمت نہ ہاری اور مقام فیروز شاہ (مشرقی پنجاب) میں انگریزی سپاہ سے پھر مقابلہ کیا اور انگریزوں کو شکست دے کر بھگا دیا

انگریزی سپاہ اس علاقہ سے دور چلی گئی اور خالصہ واپس ستلج پار کر کے دوبارہ تیاریوں میں مصروف ہوئے اور جنگ کی تیاری کرنے لگے

۱۸۴۵ء میں خالصہ نے تیسری مرتبہ انگریزوں سے لڑنے کے لئے دریائے ستلج پر پل بنایا جب فوج اتر رہی تھی تو پل ٹوٹ گیا اور بہت سا فوجی ساز و سامان بہہ گیا مگر خالصہ نے آگے بڑھے ہوئے قدم کو پیچھے ہٹانا مناسب نہ سمجھ کر اسی حالت میں ستلج کو پار کیا آخر علی وال کے مقام پر انگریزوں سے لڑائی ہوئی جس میں خالصہ ہار گئے

مغربی پنجاب سے تمام خالصہ عوام انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے چل پڑے کشمیر کا راجہ گلاب سنگھ دھوکہ باز ان کو بڑھاوا دیتا رہا اور اب کی مرتبہ خود بھی فوج دے کر چلا آیا مگر لاہور میں راجہ دلیپ سنگھ اور اس کی ماں رانی جنداں دل سے خالصہ جماعت کی تباہی کی دعا مانگتے رہے

آخرکار انگریزوں اور خالصہ کا چوتھا معرکہ سبراؤں (مقام) پر ہوا۔ خالصہ نے بہادری کا ریکارڈ قائم کر دیا انگریز سپاہ کو بھاری جانی و مالی نقصان ہوا انگریزی فوج کے نامور اور مشہور کمانڈر مارے گئے جب گلاب سنگھ کو خالصہ کی کامیابی کا یقین ہو گیا تو اس نے عین لڑائی میں سفید جھنڈی دکھا کر اپنی فوج کو لڑنے سے منع کر دیا گلاب سنگھ کی فوج ایک طرف کھڑی ہو گئی خالصہ کٹ کٹ کر مر گئے اور اپنا نام زندہ جاوید تاریخ میں کر گئے

معاہدہ لاہور

سبراؤں کے معرکے کے بعد انگریزی سپاہ لاہور میں داخل ہوئی دونوں قوموں کے درمیان صلح نامہ ہوا جس کی رو سے غدار گلاب سنگھ کو کشمیر کا آزاد و مختار راجہ

تسلیم کیا گیا جس کے لئے اس نے ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا مگر انہوں نے صرف ۵۰ لاکھ ہی ادا کئے موجودہ کرن سنگھ ڈوگرہ اسی کی اولاد ہے راجہ دلیپ سنگھ اور اس کی ماں جنداں مغربی پنجاب کے راجہ تسلیم کئے گئے انگریز ریذیڈنٹ لاہور رہنے لگا یہ ریذیڈنٹ راجہ دلیپ کا مالیانہ بھی دیکھتا تھا کیونکہ دلیپ ابھی نابالغ تھا اہم عہدوں پر انگریز تعینات کئے گئے

(یہ ہیں سیاست والوں اور حکمرانوں کے کارنامے جنہوں نے ہمیشہ عوام کو مختلف بہانوں سے بے وقوف بنایا اور سیدھا کیا ہے مؤلف)

اس معاہدہ کی رو سے انگریزوں کو ڈیڑھ کروڑ روپیہ دیا گیا جس میں سے کشمیر کے عوض ایک کروڑ روپیہ گلاب سنگھ نے دینا کیا پنجابی فوج کی تعداد بیس ہزار مقرر ہوئی

دوبارہ جنگیں

نیا گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۸ء میں مقرر ہو کر انگلینڈ سے آیا اس نے پنجاب کو پورے طور سے انگریزی سلطنت کا جزو لاینفک بنانے کے لئے تانا بانا بننا شروع کر دیا (لڑائی کے سو بہانے)

ادھر خالصہ جماعت اپنی تباہی پر شرمندہ تھی۔ سکھ افسران جو بھی انگریزوں کے ماتحت تھے از سر نو تیاریاں کرنے لگے

ملتان کا حاکم دیوان مولراج تھا لاہور دربار نے اس سے مالیانہ کا حساب مانگا جب ذرا دیر معلوم ہوئی تو انگریز ریذیڈنٹ کے اشارے پر سردار کاہن سنگھ کو اس کی جگہ تعینات کیا گیا اور کاغذات دلوانے کے لئے دو انگریز اگنیو (AGNEW) اور مسٹر اینڈرسن (Mr. ANDERSON) بھیجے گئے سکھوں کو یہ امر ناگوار گذرا کہ انگریز حد سے تجاوز کر رہے ہیں چنانچہ ایک روز ایک برخاست شدہ فوجی نے دونوں انگریزوں کا کام تمام کر دیا اور مولراج نے چارج دینے سے انکار کر دیا لاہور دربار سے سردار شیر سنگھ اٹاری والے کو مولراج کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا مگر وہ ملتان جاتے ہی مولراج سے مل گیا ان واقعات سے تمام مغربی پنجاب میں انگریزوں کے خلاف جذبات بھڑک اٹھے راجہ دلیپ اور رانی جنداں بھی اب در پردہ انگریزوں کا اقتدار پنجاب سے ہٹانے کے درپے ہو گئے

لارڈ ڈلہوزی نے ایک بھاری فوج لارڈ سر ہیو گف کی سرکردگی میں پنجاب بھیجی جس نے ایک حصہ ملتان کی طرف روانہ کیا اور بذات خود لاہور پر قبضہ کر کے شمالی علاقہ کی طرف بڑھا پہلا معرکہ دریائے چناب کے کنارے رام نگر میں ہوا۔ سردار شیر سنگھ نے انگریزی فوج کو شکست دی

دوسرا معرکہ ۱۳ جنوری ۱۸۴۹ء کو چیلیانوالہ کے مقام پر ہوا مگر ہر جگہ انگریزوں کو شکست پر

شکست ہوئی۔ چلیانوالہ کے مقام پر تو اس قدر خونریزی ہوئی کہ انگلینڈ میں تہلکہ مچ گیا اور لارڈ سر ہیوگیف کی جگہ سر چارلس نیپر کو مقرر کر کے روانہ کیا گیا مگر اس کے آنے سے پیشتر ہی لارڈ ڈلہوزی نے مزید افواج کو پنجاب روانہ کر دیا آخر گجرات کے مقام پر سکھوں اور انگریزوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اس جنگ میں توپوں کا استعمال اس کثرت سے ہوا کہ یہ جنگ آج تک "توپوں کی جنگ" کہلاتی ہے اس جنگ میں سکھوں کو شکست فاش ہوئی اور ہیوگیف کے چہرے سے بدنامی کا دھبہ دھل گیا

ملتان میں سکھوں اور انگریزوں کا مقابلہ شدید تر ہوا پنجاب کے شیر کئی ہفتہ تک دادِ مردانگی دیتے رہے انگریزوں نے مخالف فوج کی رسد کا سلسلہ کاٹ دیا اور قلعہ پر اس قدر گولہ باری کی کہ چہار دیواری منہدم ہو گئی مگر پنجاب کے شیروں نے قلعہ کو اسی وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ قلعہ کی تمام چھتیں اور دیواریں زمین کے ہموار نہ ہو گئیں

بالآخر مارچ ۱۸۴۹ء میں پنجاب انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا گیا راجہ دلیپ سنگھ کو پچاس ہزار پونڈ سالانہ پنشن دے کر انگلستان بھیجا گیا جہاں اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا مولراج کو پھانسی کی سزا دی گئی بعد میں یہ سزا کالے پانی کی سزا میں تبدیل کر دی گئی اور مولراج کو کالے پانی (جزائر انڈمان نکوبار) روانہ کر دیا گیا مگر اس نے راستہ میں ہی خودکشی کر لی

اور اس طرح سکھ حکومت ختم ہو گئی

مرہٹہ

موجودہ شہر بمبئی اور علاقہ کیرالہ کا درمیانی پہاڑی علاقہ مہاراشٹر کہلاتا ہے مگر فارسی مورخین اور بیرونی مسلمانوں نے اس کا تلفظ ہمیشہ مرہٹ کیا سترھویں صدی میں اس علاقہ کے لوگوں نے جب تاریخ کے صفحوں پر نقوش بنانے شروع کئے تو بیرونی مسلمانوں نے ان کو مرہٹ علاقہ کی مناسبت سے مرہٹہ نام دیا یعنی مرہٹ کے رہنے والے

کہتے کو تو آج بھی مہاراشٹر کے تمام رہنے والوں کو مرہٹہ ہی کہا جاتا ہے مگر وہ مرہٹہ جماعت جس نے تاریخ میں نام حاصل کیا قدیم گوجروں کے شاہی خاندان تھے جس طرح غلامی کے دور میں شمالی ہند کے گوجر دہرہ دون، ہماچل پردیش اور کشمیر و سوات کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے جس طرح وسط ہند کے گوجروں نے چمبل کی گھاٹیوں اور وندھیاچل اور اراولی کی پہاڑیوں کو آباد کیا اسی طرح سوراشٹر، کچھ بھوج اور لاٹ علاقہ کے گوجر مغربی گھاٹ کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کر گئے اس میں بھی شک نہیں کہ ان شاہی گوجروں کی حمایت میں تمام مہاراشٹر ایک تھا

مشہور مورخ یدوناتھ سرکار لکھتے ہیں کہ :-

" شیواجی مرہٹہ کی جماعت میں قدیم کھشتریوں کے پانچ خاندان موری، پنوار، بسندے، یادو اور گوجر شامل تھے یہ سب خاندان زمانہ وسطیٰ میں بھی اور آج بھی گوجر کہلاتے ہیں دکن میں یہ نئے نام مرہٹہ سے مشہور ہو گئے جس طرح بعد ریگستان میں کئی خاندان راجپوت کہلانے لگے اس تاریخ کے پانچویں حصہ میں ہم قدیم کتبوں اور کتابوں کی اصلی عبارتیں درج کریں گے جن میں ان تمام خاندانوں کے راجاؤں نے اپنے کو گوجر تحریر کیا ہے۔ مولف)

" سیاسی مرہٹہ جماعت کے ابتدائی بہادر بشر کے، شیلار، سلیہر، جہاڈک گوجر قدیمی کھشتری تھے " " سپہ سالاری کا عہدہ ہمیشہ پیالکر گوجروں کے رہتے۔ گھوڑپڑے اور یادو بڑے اُود

خاندان اوّل میں ہی رہا"
ملاحظہ ہو جسٹس رانا ڈے کی تاریخ مرہٹہ صفحہ نمبر ۳۸
" شیواجی خود بذاتہ چتوڑ کے گوجر راجہ لکھن سین کی اولاد سے تھا جو رانی پدمنی کے آگ میں جل کر ستی ہو جانے اور علاء الدین خلجی کے چتوڑ پر قابض ہو جانے کے بعد دکن چلا گیا تھا"
ملاحظہ ہو تاریخ مرہٹہ باب اوّل۔
ملاحظہ ہو گوجر تاریخ صفحہ ۱۵۵ سطر نمبر ۱۰ مؤلفہ جناب چودہری محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے
چتوڑ کا یہ خاندان گہلوٹ کہلاتا تھا مگر آئندہ مہاراشٹر میں اس خاندان کی ایک شخصیت مالے بھونسل کے نام پر یہ بھونسلہ کہلائے
" مرہٹہ فوج کا سپہ سالار اعظم کڑتوجی گوجر تھا جسے شیواجی نے اس کی بہادری اور جان نثاری کی وجہ سے پرتاپ راؤ کا خطاب دیا تھا"
ملاحظہ ہو رانا ڈے کی تاریخ کا صفحہ ۳۸
" کڑتوجی عرف پرتاپ راؤ کی لڑکی شیواجی کے لڑکے راجہ رام کی رانی تھی"
ملاحظہ ہو کرنل ڈف کی تاریخ کے حوالہ سے رانا ہمیر از گوپال رام ایم اے کی تحریر" راجہ رام کی رانی کا نام تارا بائی تھا۔" ملاحظہ ہو کبنی کی مرہٹہ تاریخ ۱؎

شاہ جی بھونسلہ

بھونسلہ خاندان میں شاہ جی بمقام شونیر کا رہنے والا تھا اور شونیر اور پونا کا علاقہ اس کی حکومت تھی شونیر اور پونا میں تقریباً ۵۰ میل کا فاصلہ ہے یہ شاہ جی خاندان قدیم سے ہی اس علاقہ کا سردار تھا اس کی شادی یادو شاہی خاندان کی لڑکی جیجا بائی سے ہوئی تھی شاہ جی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھا اس کا اپنا علاقہ زرخیز اور دولت مند نہ تھا چنانچہ اس نے بیجاپور کے سلطان سے صلح نامہ کر کے اپنی خدمات اسے سونپ دیں شاہ جی کو سلطان بیجاپور نے ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز کیا اور کرناٹک علاقہ بطور جاگیر دیدی۔ شاہ جی تو بیجاپور کے دربار میں مگن ہو گئے مگر اس کی رانی جیجا بائی اور اس کا لڑکا شیواجی پونا میں رہتے رہے

۱؎۔ بہادر کڑتوجی عرف پرتاپ راؤ بھونسلی اور بیرم کنڈوا راجہ گوجر کے حالات حصہ سوم میں درج ہوں گے مؤلف

شیواجی ۱۶۲۷ء تا ۱۶۸۰ء

شیواجی کی پیدائش ۱۰ اپریل ۱۶۲۷ء میں قلعہ شونیر میں ہوئی آپ کے والد شاہ جی بھونسلہ زیادہ تر دربار بیجاپور میں رہتے تھے لہذا شیواجی کی تعلیم و تربیت ان کی ماں جیجابائی اور بھونسلہ حکومت کے نگران منشی داداجی کونڈدیو کی نگرانی میں ہوئی شیواجی کو بچپن ہی سے اپنے بہادر بزرگوں کے حالات سننے کا شوق تھا کونڈدیو نے اسے فنون جنگ اور انتظام حکومت میں ماہر کر دیا شیواجی کو ہوش سنبھالتے ہی دوسروں کی حکومت اپنے ملک میں ہونے کا احساس ہونے لگا انہوں نے پورے مہاراشٹر کو آزاد کرنے کا تہیہ کر لیا جب اس کے ارادوں کا پتہ کونڈدیو اور شاہ جی کو چلا تو وہ ناراض ہو گئے اور شاہ جی کی تمنا یہ ہوئی کہ شیواجی کو دربار میں ملازمت دلوا دے مگر ایسی ملازمت جس سے غلامی کی بو آتی ہو شیواجی نے قطعاً قبول نہ کی بلکہ مغربی گھاٹ کے نیچے رہنے والی موالی قوم کے مرہٹوں کو اس نے اپنے ساتھ ملا کر ۱۶۴۶ء میں آزادی کا اعلان کر دیا اس وقت شیواجی کی عمر صرف انیس ۱۹ سال تھی اسی سال شیواجی نے بیجاپور کے ایک قلعہ تورنا پر قبضہ کر لیا اور پھر راے گڑھ، پورندھر و تیرہ متعدد قلعوں سے بیجاپور کی فوج کو شکست دے کر بھگا دیا گیا

بیجاپور کے سلطان نے اپنے درباری یعنی شیواجی کے باپ شاہ جی کو گرفتار کر لیا مگر شیواجی نے صلح کر کے اپنے باپ کو چھڑا لیا اور کئی سال خاموشی سے گذار دیے بیجاپور کے سلطان کو یہ بات ناگوار گذر رہی تھی کہ شیواجی نے آج تک اسے اپنا آقا تسلیم نہیں کیا چنانچہ ۱۶۵۹ء میں اس نے افضل خاں کو اس امر پر مقرر کیا کہ وہ کسی نہ کسی بہانے سے شیواجی کو گرفتار کر لائے افضل خاں نے شیواجی سے ملنے کا بہانہ کیا افضل خاں بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا ملاقات کے دوران اس نے شیواجی کو گرفت میں لینا چاہا شیواجی نے بچھوا نکال کر افضل خاں کے پیٹ میں گھونپ دیا شاہی فوج بھاگ کھڑی ہوئی شیواجی نے آگے بڑھ کر پرتاپ گڑھ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا بیجاپور کے سلطان نے کئی مرتبہ لشکر بھیجے مگر ہر مرتبہ ناکامیابی ہوئی مجبوراً اس نے شیواجی کو ۱۶۶۲ء میں مفتوحہ علاقوں کا خود مختار راجہ تسلیم کر لیا اور طے پایا کہ دونوں مل کر شمالی ہند کے غنیم حملہ آور اورنگ زیب کا مقابلہ کریں کیونکہ وہ مہاراشٹر اور بیجاپور دونوں پر حملے کر رہا تھا۔

۱۶۶۲ء میں ہی اورنگ زیب نے سالیر کے قلعہ پر حملہ کیا مگر مرہٹوں کے سپہ سالار کڑتوجی عرف پرتاپ راؤ ثانی نے مغلوں کو شکست دی اور آگے بڑھ کر سورت اور خاندیش کے تمام علاقہ سے چوتھ اور دیش مکھی (مالگذاری ٹیکس) وصول کیا اور وہاں سے مغل حاکموں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

اورنگ زیب نے دکن کے صوبیدار کو لکھا کہ شیواجی کو کسی طرح گرفتار کیا جائے دکن کا صوبیدار یعنی اورنگ زیب کا ماموں شائستہ خاں لشکر لے کر ۱۶۶۳ء میں مہاراشٹر پہنچا اور پونا پر قبضہ کر لیا جب شیواجی کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ صرف چار سو جانباز بہادر لیکر پونا میں برات کی شکل میں داخل ہوا مغلوں میں کھلبلی مچ گئی بہت سے مغل سردار مارے گئے۔ شائستہ خاں بھاگ نکلا مگر اس کی ہاتھوں کی انگلیاں کٹ گئیں اور اس کا لڑکا مارا گیا ۱۶۶۴ء میں مرہٹوں نے سورت اور خاندیش سے دوسری مرتبہ مال و دولت حاصل کیا

ان پے درپے شکستوں سے اورنگ زیب نے عاجز آکر ایک لاؤ لشکر شہزادہ معظم کی ماتحتی میں روانہ کیا مگر وہ بھی مرہٹوں کو نہ دبا سکا آخر کار جے سنگھ راجپوت اور دلیر خاں کو یہ مہم سپرد کی گئی جے سنگھ نے شیواجی کو متعدد معرکوں میں شکست دی اور ۱۶۶۵ء میں اس نے شیواجی کو پورندھر کے قلعہ میں گھیر کر مجبور کیا کہ وہ اورنگ زیب کے دربار میں پہنچکر صلحنامہ کرے سردست جے سنگھ راجپوت نے بیس قلعوں پر مغلیہ حکومت کا جھنڈا لہرا دیا

جے سنگھ کے کہنے سے شیواجی دربار اورنگ زیب میں پہنچا مگر گھر آئے دشمن کو چھوڑ دینا اورنگ زیب کی حکمت عملی کے خلاف تھا چنانچہ شیواجی کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا ادھر مہاراشٹر میں اس کی عدم موجودگی میں کڑتوجی عرف پرتاپ ثانی نے جنگی کونسل کی مدد سے علاقہ کا انتظام قائم رکھا۔ کچھ دنوں بعد شیواجی قید سے کسی نہ کسی حکمت عملی سے نکل گیا

۱۶۶۶ء میں مہاراشٹر پہنچتے ہی شیواجی نے قسم کھائی "چونکہ صلحناموں نے مجھے ہمیشہ دھوکہ دیا ہے اس لئے میں آئندہ کسی صلح پر رضا مند نہ ہوں گا لہذا اس نے دوبارہ مغلیہ سلطنت پر حملے کرنے شروع کر دیئے

۱۶۷۰ء میں سورت کو تیسری مرتبہ لوٹا گیا ۱۶۷۲ء میں ایک وسیع علاقہ مرہٹوں کی حکومت بن چکا تھا۔ ۱۶۷۴ء میں شیواجی نے اپنے "مہاراجہ" ہونے کا اعلان کیا۔ بمقام رائے گڑھ جہاں یہ اعلان کیا گیا تھا مرہٹہ حکومت کا دارالخلافہ قرار پایا۔ مغلوں نے اس وقت تک بیجاپور اور گولکنڈہ کی دو دکنی مسلم حکومتوں کو ختم کر دیا تھا اب شیواجی نے مغلوں کے ان نئے مقبوضہ علاقوں کو بھی

فتح کر لیا اور فتح پر فتح کرتا ہوا کرناٹک تک جا پہنچا۔ جنجی۔ ویلور اور دیگر کئی مقامات کو مرہٹوں نے اپنی سلطنت میں ملا لیا

اس طرح ایک عظیم الشان حکومت قائم کر کے شیواجی کا انتقال سنہ ۱۶۸۰ء میں بمقام رائے گڑھ ہوا

شیواجی کے اخلاق و عادات

انگریزوں کے دور حکومت میں جب ہندو مسلم تعصب پھیلا تو متعصب ہندوؤں نے شیواجی کو اوتار کا درجہ دیدیا مگر شیواجی کسی مذہب کا بانی نہ تھا وہ کسی بھی مذہب سے چڑتا نہ تھا حالانکہ اس کی تمام تر لڑائیاں بیرونی مسلمانوں سے ہوئی اور وہ اپنی آخری عمر میں شہنشاہ ہند اورنگ زیب پر مکمل طور سے حاوی ہو چکا تھا مگر اس نے دکن میں کسی ایک جگہ بھی مسجد یا خانقاہ کو نہیں گرایا اس کی حکومت میں لاکھوں مسلمان تھے مگر اس نے کسی ایک کو بھی تبدیل مذہب کے لیے نہیں کہا دکن کے مرہٹے تنگ نظری سے پاک تھے دکن کی لاکھوں مسلم عورتیں ان کے رحم و کرم پر تھیں مگر کوئی ایک واقعہ بھی اس قسم کا نہیں ملتا جبکہ مرہٹوں نے عورتوں پر دست درازی کی ہو حملوں کے دوران اگر شیواجی کو قرآن شریف مل جاتا تو وہ اسے کسی مسلمان کے سپرد کر دیا کرتا وہ نہایت نیک چلن اور پارسا تھا ایک مرتبہ جب اس نے مغلوں سے ایک قلعہ فتح کیا تو ایک خوبصورت مسلمان لڑکی اس کے پاس لائی گئی اسے دیکھتے ہی شیواجی نے بھرے دربار میں کہا "آہا۔ کیسی خوبصورت لڑکی ہے! اگر میری ماں اتنی خوبصورت ہوتی تو میں ایسا بدصورت نہ ہوتا" یہ کہہ کر اس نے لڑکی سے کہا "بیٹی! لو یہ تمہارے نکاح کا جہیز ہے ان قیمتی ہیرے جواہرات کو اپنے باپ کے پاس لے جاؤ وہ تمہارے لیے کوئی لائق شوہر تلاش کر دے گا یہ برتاؤ دیکھ کر آئندہ کسی مرہٹہ سپاہی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کسی بھی مذہب کی عورتوں پر نظر بد رکھے۔ شیواجی مذہباً ہندو تھا اور رام داس کو اپنا گرو مانتا تھا بھوشن شاعر سے بھی شیواجی کی دوستی تھی۔ شیواجی مرہٹہ قوم کا نجات دہندہ تھا جس نے اپنی قوم کو صدیوں کی غلامی سے نجات دلادی

انتظام سلطنت

شیواجی ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ شخص تھا اس نے اپنی حکومت کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ۱. مہاراشٹر: اس علاقہ کے کسانوں سے پیداوار کا ۲/۵ حصہ بطور مالیانہ وصول کیا جاتا تھا (۲) مغلائی۔ وہ علاقہ جو اس نے اورنگ زیب سے چھینا تھا اس میں سورت، لاٹ، خاندیش اور برار شامل تھے (۳) کرناٹک و مغلائی اور کرناٹک کے علاقوں سے پیداوار کا چوتھائی حصہ وصول کیا جاتا تھا جسے چوتھ کہتے تھے اس کے

علاوہ سردیش مکھی ڈیکس، مکھیا اور نمبرداروں سے الگ لیا جاتا تھا دیہات کا انتظام پنچایت کرتی تھیں اور آخری اپیل خود شیواجی کے پاس ہوتی تھی

شیواجی باقاعدہ فوج کا مالک تھا جسے تنخواہ ملتی تھی بوقت جنگ سپاہیوں یا سپہ سالاروں کو عورتیں ساتھ لیجانے کی اجازت نہ تھی حکومت کے پاس دو سو بحری جہازوں کا بیڑہ تھا جو کولابہ کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوتے تھے حکومت کے پاس ۸۰ توپیں اعلیٰ درجہ کی تھیں شیواجی اعلیٰ درجہ کا منتظم تھا وہ نہایت پھرتیلا اور چست تھا اور ایسے ہی نوجوان اس کی گوریلہ فوج کے لئے مخصوص تھے

سمبھاجی ۱۶۸۰ء تا ۱۶۸۷ء

شیواجی کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا سمبھاجی تخت پر بیٹھا مگر یہ نہایت کاہل اور سست تھا اس نے تمام مہمات ملکی وزیروں اور سپہ سالاروں کو سونپ دیئے اور خود عیش و عشرت میں پڑ گیا صرف سات سال حکمرانی کر کے اس کا انتقال ہو گیا

ساہوجی ۱۶۸۷ء تا ۱۷۱۱ء

سمبھاجی کے زمانے میں مرہٹوں میں ضعف آچکا تھا اس کا بیٹا ساہو بالکل ہی نکما نکلا اس کی زندگی کا ہوشمند حصہ زیادہ تر دلی قید میں گذرا اس کے پیچھے اس کا سپہ سالار بہادر گوجر کھنڈو دابھایہ مغلوں سے مقابلہ کرتا رہا۔ کھنڈو دابھایہ نے فرخ سیر کے بھیجے ہوئے امیر الامرا سید حسین علی خاں، بخشی ذوالفقار بیگ، دیوان محکم سنگھ راجپوت اور سیف علی خاں کو شکست پر شکست دیں سوائے امیر الامرا کے یہ سب بہادر آئندہ جنگوں میں مارے گئے مجبور ہو کر فرخ سیر نے ساہوجی کو قید سے چھوڑ دیا اور صلحنامہ کے ذریعے طے پایا کہ تمام مفتوحہ علاقہ مرہٹوں کے ماتحت رہے گا مگر وہ شمال کا رخ نہ کرینگے

ساہوجی دلی کی قید میں عیش پسند بن چکا تھا لہذا واپس مہاراشٹر پہنچتے ہی اس نے ۱۷۱۳ء میں تمام انتظام سلطنت اپنے وزیر اعظم پیشوا بالاجی وشوناتھ کو سونپ دیا آئندہ پیشواؤں کا طوطی بولنے لگا اور شیواجی کی اولاد کا نام تاریخ سے محو ہو گیا

مرہٹہ پیشواؤں کا عروج

پیشوا کون تھے ؟ - پیشوا ذات کے برہمن تھے کھشتری مرہٹہ حکومت کے دوران وزیراعظم کو پیشوا کہا جاتا تھا ساہو جی کے زمانے میں ۱۷۱۳ء میں پیشواؤں کے ہاتھ میں پورا اقتدار آ گیا اور ان کی اولاد میں ہی نسلاً در نسلاً حکمراں ہوتی رہیں

(۱) بالاجی وشوناتھ
۱۷۱۳ء تا ۱۷۲۰ء

پیشوا حکومت کا بانی اوّل بالاجی تھا یہ نہایت قابل شخص تھا اس نے از سر نو مرہٹہ حکومت کو مستحکم ترین اور مضبوط ترین بنیادوں پر قائم کیا مرہٹوں کے اختلافات کو اس نے اس طرح فیصل کیا کہ مختلف سرداروں کو مختلف علاقے دے کر ان کو وصول کردہ مالگزاری کا ایک تہائی مرکزی حکومت کے لئے لینے لگا اس طرح مرہٹہ حکومت کے پانچ صوبے بن گئے

۱- پونا - (۲) بڑودہ ، (۳) اندور ، (۴) گوالیار ، (۵) ناگ پور

بالاجی کے زمانے میں دلّی میں سید برادران کا زور ہوا مگر بادشاہ فرخ سیر ان کے خلاف ہوا لہٰذا سیدوں نے برہمنوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا بالاجی پیشوا فوج لے کر دلّی آیا اور بادشاہ فرخ سیر کو معزول کر کے واپس چلا گیا سیدوں نے دلّی کے تخت پر محمد شاہ رنگیلا کو بٹھایا اور اپنی بھانجی کی شادی اس کے ساتھ کر دی اس انعام میں سیدوں نے پورے دکن اور وسط ہند پر پیشواؤں کا حق تسلیم کر کے انہیں مہاراجہ تسلیم کر لیا ۱۷۲۰ء میں بالاجی پیشوا نے انتقال کیا

باجی راؤ اوّل
۱۷۲۰ء تا ۱۷۴۰ء

بالاجی کے بعد اس کا بیٹا پونا کے تخت پر بیٹھا یہ سب پیشواؤں میں قابل ترین سمجھا جاتا ہے اس نے گجرات مالوہ - بندیلکھنڈ فتح کئے اس بنا پر دلی کا بادشاہ اس سے ناراض ہو گیا اس نے دکن سے نظام الملک کو اپنی مدد کے لئے بلایا مگر بھوپال کے نزدیک پیشوا نے مغلوں اور نظام الملکیوں کو متحدہ طور سے شکست دی اس کے تھوڑے عرصہ بعد پیشوا نے پرتگیزیوں سے جزیرہ بسین چھین لیا

مرہٹہ حکومت وسیع ہو جانے پر اب صوبیداروں میں نفاق چل نکلا اس وقت پونا میں پیشوا باجی راؤ اوّل کا دارالخلافہ تھا (۲) بڑودہ میں پلاجی گائیکواڑ کا تخت تھا - (۳) ناگپور میں

راگھوجی بھونسلہ کی راجدھانی تھی ہوا، اندور میں ملہار راؤ ہلکر راجہ بن بیٹھا اور گوالیار میں مانوجی سندھیا نے طاقت حاصل کر لی آئندہ یہ سب کچھ اکٹھے ہو کر اور کچھ الگ الگ ہو کر انگریزوں سے شکست کھا گئے اور ہر علاقہ کے راجاؤں کی تاریخ یہیں سے الگ ہو جاتی ہے مگر ہم صرف پونا کے پیشواؤں کا حال درج کر رہے ہیں ضمناً دوسروں کا تذکرہ بھی آتا رہیگا

باجی راؤ اول نے ان سب کو راجہ تسلیم کر کے ان کا مشترکہ جتھہ تیار کیا جسے تاریخ میں مرہٹہ کنفیڈریسی (MARATHA CONFEDERACY) کہتے ہیں۔ سنہ ۱۷۴۰ء میں دوسرے پیشوا نے وفات پائی

(۳) بالاجی باجی راؤ ۱۷۴۰ء تا ۱۷۶۱ء

اس کے زمانے میں مرہٹوں نے انتہائی عروج حاصل کیا راگھوجی بھونسلہ نے وسط ہند فتح کیا اور پھر بنگال کے صوبیدار علی وردی خاں کو بھی شکست دے کر اسے اپنا ماتحت بنایا اس نے چوتھ دینا قبول کیا اور اڑیسہ کا علاقہ مرہٹوں نے اس سے لے کر اپنی سلطنت میں ملا لیا

اس کے بعد پیشوا نے دلی کے مغل بادشاہ کو اپنا ماتحت بنا کر شمالی ہندوستان سے چوتھ (مالگزاری) لینا شروع کر دیا۔ ۱۷۵۸ء میں پیشوا کے بھائی راگھوبا رگھوناتھ راؤ نے لاہور پر حملہ کر کے پنجاب کو فتح کیا راگھوبا بڑھتا ہوا اٹک تک پہنچ گیا تین سال تک اٹک سے کٹک تک پورا ملک مرہٹوں کے ماتحت رہا پنجاب کے شمالی اضلاع اس وقت افغانستان کے ابدالیوں کے ماتحت تھے چنانچہ ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی دو لاکھ کا ایک عظیم لشکر لیکر روانہ ہوا اور ہندوستان آیا

تیسری جنگ پانی پت ۱۷۶۱ء

پانی پت کی تیسری لڑائی بڑی خونریز جنگ تھی دیہاتی روایتوں کے مطابق اس جنگ کے امکانات تین سال پہلے ظاہر ہو چکے تھے جبکہ راگھوبا نے لاہور اور اٹک کے درمیانی علاقہ کو افغانیوں کو شکست دے کر چھینا تھا چنانچہ دونوں طرف سے جنگ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں یہ بالکل غلط ہے کہ یہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی جنگ تھی بلکہ مرہٹوں کی طرف متعدد مسلمان سردار تھے جو ابدالیوں سے پنجاب میں پریشان تھے اسی طرح احمد شاہ ابدالی کی طرف کئی ہندو سردار تھے جو مرہٹوں کی لوٹ مار سے تنگ تھے بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی ابدالی اور مرہٹے دونوں بہادر قومیں تھیں کسی نے قدم پیچھے نہ ہٹایا خوب خوب کٹ کٹ کر مرے۔ مرہٹوں کو شکست ہوئی ان کا سپہ سالار سداشیو راؤ بھاؤ اور پیشوا کا لڑکا جس کا نام وشواس راؤ تھا لڑائی میں مارے گئے۔ مگر ابدالیوں میں بھی اتنی سکت باقی نہ رہ گئی کہ

وہ پنجاب کے ایک گاؤں پر کہیں بھی قبضہ رکھ سکتے دونوں کا ستیاناس ہو گیا ابدالی اپنے وطن چلے گئے اور مرہٹے اپنے دکشن میں چلے گئے اور مخلوق خدا محفوظ و مامون ہو گئی ابدالیوں کے متعلق تو مغربی پنجاب کے اضلاع جہلم پشاور کے باشندے اب تک خوب جانتے ہیں کہ یہ کیسی حکومت تھی جبکہ ابدالی دیہاتیوں کی بستر اور چادر تک لے جاتے تھے مگر مرہٹوں کی بابت مولف کو نسلاً در نسلاً اچھی طرح یاد ہے کہ دلی کے چاروں طرف دیہات میں ٹامک (نقارہ) ہوتے تھے ہر بعد مرہٹوں کے گھوڑ سوار جب گاؤں والوں سے زبردستی نقدی (مالیانہ) وصول کرنے آتے تھے گاؤں والے ٹامک بجاتے تھے اور بہت سے گاؤں اکٹھا ہو کر مرہٹہ جتھوں کا مقابلہ کرتے تھے[1] اور مرہٹوں کے لئے لوٹ مار میں ہندو مسلمان یکساں تھے (جیسا کہ بیان ہوا مرہٹوں نے ہندو راجپوتوں کو سب سے زیادہ لوٹا)

الغرض پیشوا کو جب اس خونریزی کا پتہ چلا تو غم کے مارے وہ تھوڑے ہی عرصہ بعد مر گیا (اس لڑائی کا اہم نتیجہ یہ نکلا کہ مرہٹے جو انگریزوں سے ٹکر لینے کی واحد طاقت تھے چکنا چور ہو گئے ملک پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور بیرونی طاقتوں کے ماتحت رہنے کی تمنا بر آئی)

(۴) مادھوراؤ
سنہ ۱۷۶۱ء تا ۱۷۷۲ء

مادھوراؤ چوتھا پیشوا بنا لیکن اس کے زمانے میں قریباً چاروں صوبے کلہم آزاد ہو گئے اور مرہٹے الگ الگ ہو کر آس پاس کی ریاستوں سے لڑنے لگے ۱۷۷۱ء میں مادھوراؤ نے میسور کے راجہ کرشن راؤ پر حملہ کیا مگر اس کے سپہ سالار حیدر علی نے انگریزوں سے مدد مانگی لیکن انگریز مرہٹوں سے خائف تھے اس لئے وہ مدد نہ کر سکے حیدر علی نے کیرل کا علاقہ مرہٹوں کو دیدیا

(۵) نرائن راؤ پیشوا
سنہ ۱۷۷۲ء تا ۱۷۷۳ء

مادھوراؤ کے انتقال پر اس کا بھائی نرائن راؤ پونا کے تخت پر بیٹھا مگر کچھ عرصہ بعد اسے اس کے چچا رگھوبا رگھوناتھ راؤ نے قتل کر دیا۔

---

[1] :- میں نے ایک پرانا ٹامک (نقارہ) جس کا قطر تقریباً ۵ فٹ تھا ۱۹۲۵ء میں موضع نامنڈہ ضلع کرنال میں دیکھا تھا۔ مولف

مرہٹوں اور انگریزوں کی لڑائیاں

(۱) مادھوراؤ نرائن
۱۷۷۳ء تا ۱۸۰۰ء

نرائن راؤ کے قتل کے بعد اس کے قاتل چچا رگھوناتھ راؤ نے تخت پر قبضہ کرنا چاہا مگر ایک بہترین منتظم سردار نانا فرنویس نے اس کی مخالفت کی اور دیگر مرہٹہ سرداروں کو اپنی طرف ملاکر مادھو راؤ نرائن کو تخت پر بٹھایا مادھو راؤ نرائن اپنے باپ نرائن راؤ کے قتل کے چند دن بعد پیدا ہوا تھا اس طرح نانا فرنویس مرہٹہ حکومت کا سربراہ ہوگیا

پہلی لڑائی

راگھوبا بمبئی پہنچا اور انگریزوں سے مدد مانگی اور معاہدہ پیش کیا کہ اگر وہ فتحیاب ہوا تو سالسٹ اور بسین کے جزیرے انگریزوں کو دے دیگا انگریزوں نے جھٹ سے سالسٹ پر قبضہ کر لیا مگر گورنر جنرل کی کونسل نے اس معاہدہ کو مسترد کر دیا اور پورندھر کے مقام پر نانا فرنویس سے معاہدہ کر لیا کہ وہ راگھوبا کی مدد نہیں کریں مگر سالسٹ کا جزیرہ انگریزوں کے قبضہ میں رہے گا اتنے میں انگلینڈ سے ڈائرکٹروں نے راگھوبا کے معاہدہ کی منظوری دے کر بھیج دیا چنانچہ انگریزوں نے اب راگھوبا کا ساتھ پکڑ لیا۔

مرہٹوں نے تالی گاؤں کے پاس انگریزوں کو شکست فاش دی اور انگریزوں کو وار گاؤں کے پاس ایک ذلت آمیز معاہدہ کرنا پڑا مگر ڈائرکٹروں نے اس معاہدہ کو بھی منظور نہ کیا دوسری مرتبہ لڑائی چھڑ گئی

جنرل گوڈرڈ (GODRAD) بنگال سے آیا اور اس نے احمد آباد فتح کر لیا اور میجر پاپہم (POPHAM) نے گوالیار کے قلعہ پر قبضہ کر لیا مگر مرہٹے بدستور لڑتے ہی رہے۔ اور معرکے جاری رہے۔

آخر ۱۷۸۲ء میں عہد نامہ سلبی ہوا جس کی رو سے مادھو راؤ نارائن کو پیشوا تسلیم کیا گیا اور سالسٹ کا جزیرہ انگریزوں کو مل گیا راگھوبا کی تین لاکھ روپیہ پنشن ہوگئی (یہ مرہٹوں کی پہلی جنگ کہلاتی ہے)

نانا فرنویس جب تک زندہ رہا مرہٹوں کو یکجا و متحد کرتا رہا مگر اس کی وفات پر نوعیت بالکل

بدل گئی اور مادھوراؤ نرائن کے ساتھ اور باہم مرہٹہ سردار لڑنے لگے سنہ ۱۷۹۵ء میں مادھوراؤ نرائن کا انتقال ہوگیا

(۷) باجی راؤ ثانی سنہ ۱۸۰۰ء تا ۱۸۱۸ء

باجی راؤ ثانی اور مرہٹہ ہلکر میں زبردست باہمی جنگ ہوئی جس میں ہلکر نے پیشوا کو شکست دی آخر اس نے لارڈ ویلزلی کے ساتھ ۱۸۰۲ء میں معاہدہ کر دیا اور سب سیڈیری اصول SUBSIDIARY-SYSTEM قبول کر کے انگریزوں کی پناہ میں چلا گیا

دوسری مرہٹہ جنگ

سندھیا اور بھونسلہ نے اس معاہدہ کو توہین سمجھا وہ انگریزوں سے لڑ پڑے ارگاؤں میں شکست کھا کر بھونسلہ نے کٹک اور بالاسور کا علاقہ انگریزوں کو دیدیا اور سندھیا نے لاسواڑی کے مقام پر شکست کھا کر احمد نگر بھڑوچ، گنگا جمنا کا دوآبہ، دلی اور آگرہ انگریزوں کے حوالہ کر دیئے اور دونوں نے بھی سب سیڈیری اصول مان کر انگریزوں کی پناہ ڈھونڈی (یہ مرہٹوں کی دوسری جنگ کہلاتی ہے)

تیسری جنگ

ہلکر بچ گیا تھا کیونکہ وہ دوسری جنگ میں شریک نہ ہوا تھا انگریزوں نے اس پر الزام رکھا کہ وہ انگریزوں کی ماتحت راجپوت ریاستوں کو تنگ کرتا ہے چنانچہ کرنل مانسن (COL. MONSON) نے اسے راجستھان میں شکست دی وہ بھاگ کر پنجاب میں رنجیت سنگھ کے پاس آگیا مگر اس نے اس کی کوئی مدد نہ کی اس دوران گورنر جنرل لارڈ ویلزلی کو واپس انگلینڈ بلالیا گیا اور ہلکر واپس اپنے علاقہ میں آگیا یہ مرہٹوں کی تیسری جنگ کہلاتی ہے، اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھرت پور کا جاٹ راجہ جو پہلے ہلکر کا ماتحت تھا اور دلی کا مغل بادشاہ جو پہلے ہلکر کی پناہ میں تھا یہ دونوں انگریزوں کی پناہ میں آگئے مگر ہلکر میں دم خم باقی رہ گیا

چوتھی لڑائی اور مرہٹہ حکومت کا خاتمہ

انگریز آہستہ آہستہ تمام ملک پر چھاگئے لوگوں نے اپنے باہمی جھگڑے انگریزوں سے طے کرا کے اپنا ستیاناس کرایا مرہٹے بھی اس چالبازی سے نہ بچ سکے جب ان کے ہوش ٹھکانے آئے تو انہوں نے اپنے کو کھو دیا پایا پیشوا نے تمام مرہٹہ سرداروں سے آخری کوشش کے لئے ساز باز شروع کر دی خیالات جنگ کی طرف مائل تھے اتفاقاً ایک عجیب واقعہ پیش آیا پونا کے پیشوا تمام مرہٹہ راجاؤں کے سردار مانے جاتے تھے پیشوا نے گائیکواڑ سے حساب

مانگا اور کاغذات پونا طلب کئے گائیکواڑ کا وزیر گنگادھر شاستری انگریزوں کے وعدہ پر اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے پونا پہنچا وہاں پیشوا کے وزیر ترمبک جی سے اس کی کسی بات پر ٹھن گئی ترمبک جی نے گنگادھر شاستری کو قتل کروا دیا انگریزی حکومت نے پیشوا پر زور دیا کہ وہ ترمبک جی کو انگریزوں کے حوالہ کر دے پیشوا نے ترمبک جی کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا جنہوں نے اسے قید کر دیا مگر وہ چند دن بعد قید خانہ سے بھاگ نکلا انگریزوں نے اس کی فراری کا الزام پیشوا کے سر رکھ کر اسے ایک معاہدہ پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا جس کی رو سے پیشوا کا کثیر علاقہ انگریزوں کو دیا جانا قرار پایا اور کہ آئندہ پیشوا مرہٹوں کی سرداری کا دعوےٰ چھوڑ دے مگر بجائے اس معاہدہ کے مرہٹوں نے آخری لڑائی لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ آر۔ یا۔ پار۔

پیشوا نے فوج لے کر پونا کی رزیڈنسی (انگریزوں کی جائے رہائش) پر حملہ کر کے اسے جلا دیا پونا کے قریب بمقام "کرکی" انگریزوں اور پیشوا میں سخت لڑائی ہوئی جس میں پیشوا شکست کھا کر دکن کی طرف بھاگ گیا ادھر ناگپور کا بھونسلہ اور اندور کا ہلکر بھی انگریزوں سے الجھ پڑے مگر انگریزوں نے آپا صاحب بھونسلہ کو سیتا بلدی کے مقام پر شکست دی اور ہلکر کی فوجوں نے مہدپور کے مقام پر شکست فاش کھائی

اسی دوران پیشوا مرہٹوں کی فوج لے کر از سر نو نمودار ہوا مگر انگریزوں نے اسے کوری گاؤں اور آشتی کے مقامات پر پے درپے شکستیں دیں اس نے مجبور ہو کر آخر کار اپنے کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ جنگ ختم ہو گئی

مرہٹوں سے تمام علاقہ چھین کر سرکار انگریزی میں شامل کر دیا گیا سرداروں کے پاس معمولی جاگیریں گزارہ کے لئے چھوڑ دی گئیں پیشوا کا عہدہ بالکل ختم کر دیا گیا اسے آٹھ لاکھ روپے سالانہ پنشن دے کر کانپور کے نزدیک بٹھور بھیج دیا گیا۔ شیواجی کے خاندان کے ایک راجہ کو ستارا کی معمولی جاگیر دیدی گئی اس طرح مرہٹہ حکومت تاریخ سے محو ہو گئی

(۱) نانا صاحب

آخری پیشوا باجی راؤ ثانی کا انتقال بٹھور میں ہوا وہ لاولد تھا مگر اس نے اپنے بھتیجے کو متبنیٰ کیا تھا جو تاریخ میں نانا صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ جب لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۸ء میں ہندوستان کا گورنر جنرل بن کر آیا تو اس نے ایک قانون کے ذریعہ تمام متبنیٰ سرداروں کی پنشن، وظائف اور خطابات منسوخ کر دئے اس قانون کی رو سے نانا صاحب کی پنشن ضبط ہو گئی اور وہ انگریزوں کا جانی دشمن بن گیا جب ۱۸۵۷ء میں میرٹھ سے آزادی

سے شعلے ملبند ہوئے تو نانا صاحب نے بٹھور اور کانپور کے علاقہ میں ہزاروں انگریزوں کو تہ تیغ کردیا مگر یہ جنگ آزادی ناکام رہی اور نانا صاحب لڑتے ہوئے مارے گئے

پیشواؤں کا شجرہ نسب

- (۱) بالاجی وشوناتھ
  - (۲) باجی راؤ اول
    - (۳) بالاجی باجی راؤ
      - وشواس راؤ
      - (۴) مادھو راؤ
      - (۵) نرائن راؤ
        - (۶) مادھو راؤ نرائن
    - راگھوبا (رگھوناتھ راؤ)
      - (۷) باجی راؤ ثانی
        - (۸) نانا صاحب (متبنیٰ)
  - چمناجی آپا
    - سداشو راؤ بھاؤ

پہلا حصہ

ساتواں باب

آزاد گوجر حکومتیں

۱۷۰۷ء تا ۱۸۵۷ء

(۱) گوجر حکومت سمتھر (بندیل کھنڈ) ۵۶ اتا ۱۹۴۷ء

جائے خدا تنگ نیست پائے گوجر لنگ نیست

خاندان کھٹانہ (بڑگوجر)

ریاست سمتھر کے بڑگوجروں کا سلسلہ نسب شری رامچندر جی کے بڑے بیٹے حضرت لو سے ملتا ہے شری کرشن کے ہمراہ سورج ونشی چندر ونشی (یادو ونشی) خاندان جب دوارکا ہجرت کر گئے تو جیسا کہ اس تاریخ کے پہلے حصہ - - - - میں مفصل مذکور ہے یہ تمام خاندان گرجر (محافظ ملک) کہلائے اور انہوں نے دوارکا کے ہر چہار طرف کا علاقہ فتح کر کے اسے دشمنوں سے محفوظ و مامون کر لیا اسی لئے اس علاقہ کا نام گرجراترا ہوا جس کے معنی ہیں وہ ملک جسے گوجروں نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہو" گرجراترا (گجرات) سے گوجروں نے شمال جنوب اور مشرق مغرب بڑھنا شروع کیا یا دونشی گھرانے زیادہ تر سندھ بلوچستان افغانستان اور سمرقند تک کے علاقوں پر حکمران ہوئے اس خاندان کے ساتھ دوسرے خاندانوں کے بھی گوجر تھے چنانچہ جب سکندر اعظم ۳۲۶ ق م میں فتوحات حاصل کرتا ہوا ہالیک (موجودہ افغانستان)

دیا تو اس علاقہ کا حاکم کیدار رائے تھا۔ قدیم نوشتہ جات میں اس کا تلفظ کرٹے رائے اور کیدار رائے بھی بھی کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے حصہ میں ذکر ہوا عربوں نے تمام حملے ریاست گودر غوساہی کئے۔ گورلیس پر بھی حکومت تھی جسے الپتگین نے ختم کیا اس کے غلام سبکتگین نے اس کی موت کے بعد جب غزنی فتح کی تو کیدار رائے کی اولاد میں سے چندر سین اس کا فرمانروا تھا جو کابل و لاہور کے راجہ جے پال کا ہم قوم بلکہ حقیقی چچازاد تھا اور یہ خاندان ٹھکریہ کہلاتا تھا چندر سین کی مدد کے لئے ہی جے پال نے غزنی پر حملہ کیا تھا جس میں اسے شکست ہوئی اور سبکتگین غلام کے لڑکے محمود غزنوی نے کابل پر بھی قبضہ کر لیا اس طرح غزنویوں نے داہلیک (موجودہ افغانستان) میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا تو تقریباً تمام کھشتری گرجر تو موجودہ سرحدی علاقہ شمالی و پنجاب آ گئے البتہ دوسری قومیں وہیں ماتحت محکوم ہو کر رہنے لگیں جب جے پال اور پھر اس کا بیٹا انند پال پنجاب کی حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھے تو انند پال کا بیٹا ترلوچن پال کھٹانہ ایک کثیر تعداد گوجروں کے ساتھ جموں و کشمیر میں پناہ لے گیا اور چندر سین کی اولاد تقریباً گلستان میں الور اور دیواتی کے درمیانی علاقہ پر قابض ہوئی اور ان کا دارالخلافہ دوسا یا دیوسہ تھا اور یہ اسی خاندان کا ایک راجہ پہلے سے تھا۔ چار سو سال تک اسی خاندان نے یہاں مزید حکومت کی کوئی حملہ آور انہیں مغلوب و محکوم نہ بنا سکا مگر حدود سلطنت گھٹتی بڑھتی رہیں۔ علاءالدین خلجی جو زبردست فاتح تھا وہ بھی دیوتی پر قابض نہ رہ سکا فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں انہوں نے مزید اقتدار حاصل کیا یہی زمانہ ان کے بڑ گوجر کہلانے کا ہے (ملاحظہ ہو مقام ماچیڑی کا کتبہ محب ۱۴۳۹ الخاتینہ ۱۳۸۲ء کتبے ۱۳۲۱ء یا ۱۳۶۳ء اور ۱۴۲۶ء یا ۱۳۶۹ء کے بھی ہیں جو راجہ گوگ دیو کے ہیں ایک کتبہ ۱۵۱۵ د ۱۴۵۸ء کا ہے جو بہلول لودھی کے زمانہ کا ہے یہ کتبہ راجہ رام سنگھ کے بیٹے مہاراجہ راجیہ پال دراجپال کے زمانہ کا ہے راجہ رام سنگھ گوگ دیو کا بیٹا تھا۔ کتبوں سے یہ ظاہر ہے کہ یہ بڑگوجر قدیم خاندان پرتہار سے تعلق رکھتے تھے

راجہ مادھو سنگھ

۱۵۴۳ء میں شیر شاہ نے ہمایوں کے تعاقب میں جب راجہ مالدیو کا محاصرہ کیا تو شیر شاہ کی فوجوں کو مالدیو پر فتح نصیب نہ ہوئی مگر اکبر کے زمانے میں - - - - - - - - - -

راجہ مادھو سنگھ اس علاقہ سے ہجرت کر کے پہلے شرقی پنجاب کے شمالی پہاڑوں میں آئے - - - -

پھر کالیوں کے پہاڑوں میں پناہ لے گئے

راجہ کمود سنگھ

طاقت حاصل کر کے مادھو سنگھ نے علاقہ بداؤں (موجودہ روہیلکھنڈ) میں نادر خاں اور بہادر خاں کو شکست دے کر ایک وسیع رقبہ میں گرجر حکومت کی داغ بیل ڈالی اور بمقام "پوایاں" قلعہ تعمیر کیا اور اسی نام کا ایک شہر بسایا پوایاں کو آباد کرنے والا راجہ کھٹانہ کہلاتا ہے جو اس کا اصلی نام نہیں ہے بلکہ اس کے خاندان کو ظاہر کرتا ہے راجہ کھٹانہ کمود سنگھ کا بیٹا تھا اور راجہ مادھو کا پوتا تھا اس حکومت کو بھی کھٹانہ کہا گیا اور اس علاقے کے دریا کا نام تو آج تک کھٹانہ ہے بداؤں علاقہ پر مادھو سنگھ نے اس وقت قبضہ کیا جب اکبر نے راجستھان پر قبضہ کیا تھا اکبر نے تمام گوجر راجاؤں کو جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا مغلوب و مفتوح کیا ماتحتی قبول کرنے والے راجگان مغلیہ دربار کی زینت بنے اور راجپوت کہلائے مگر کمود سنگھ نے دربار میں حاضری دینی اپنی قوم کی توہین سمجھی راجہ کمود سنگھ کا زمانہ بڑی مشکل سے گذرا کیونکہ اکبر نے اسے اپنا وفادار بنانے کے لئے مرتبہ سپہ سالاری دے دیا مغلیہ سپہ سالاری رتبہ کا مطلب محکومی و غلامی قبول کرنا تھا سفیر کو تو کمود سنگھ نے انعامات دے کر واپس بھیج دیا مگر اس نے دربار میں کبھی حاضری نہ دی اور اپنی طاقت مضبوط کرتے رہے بادشاہ اکبر کے انتقال پر جہانگیر کو انہوں نے کبھی باج و خراج بھی نہ دیا راجہ کمود سنگھ مادھو سنگھ کا بیٹا تھا۔ اور بڑا خاموش طبیعت آدمی تھا۔

چندر بھان و راجہ کھٹانہ

کمود سنگھ کے بعد اس کے بیٹے چندر بھان اور پوتے راجہ کھٹانہ نے جیسا کہ مذکور ہوا "پوایاں" میں قلعہ تعمیر کیا راجہ کھٹانہ نے شاہجہاں کا زمانہ دیکھا اس وقت کھٹانوں کی قوت پورے عروج پر تھی گو یہ ریاست کچھ بڑی نہ تھی مگر یہ علاقہ گنگا جمنا کے دوآبہ سے ملا ہوا تھا جہاں گوجروں کا

اقتدار بہ حیثیت زمیندار و آبادی موجود تھا لہٰذا کھٹانوں کے لئے گوجر نوجوانوں کی کمی نہ تھی دلی سے
بہ علاقہ صرف ساٹھ میل دور بجانب مشرق تھا۔ شاہجہاں نے راجہ کھٹانہ سے رشتہ مانگا اور باتوں
کے علاوہ مراسلہ میں تحریر تھا " بادولت کھٹانہ راجہ کے یہاں رشتہ داری کو فخر و اعزاز سے دیکھنے
کے متمنی ہیں "

اس خط کے جواب میں راجہ کھٹانہ نے اسی مراسلہ پر لکھا " ہمیں منظور ہے راجکمار
پرتاپ بھان کی شادی اگر مغل شہزادی سے ہو جائے تو ہم گوجر قوم کی مخالفت کے باوجود
شہزادی کے اعزاز و اکرام میں کمی نہ آنے دیں گے "

شاہجہاں کا زمانہ امن و امان کا زمانہ تھا اس لئے تمام مغلوں اور راجپوتوں کی فوجوں
کو یکجا کر کے حملہ کرنا نہایت آسان تھا شاہجہاں نے خط دیکھتے ہی راجپوتوں کو حکم دیا کہ مغل
سرداروں کے ساتھ جا کر راجہ کھٹانہ سے زبردستی لڑکی کا رشتہ لیا جائے لاکھوں کی تعداد میں
مغل و راجپوت سپاہ دلی سے روانہ ہوئی بڑی مدت بعد کسی علاقہ سے جبراً لڑکیاں اٹھانے
اور لوٹ مار کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا تھا کیونکہ جہانگیر کو اس کی قطعاً ضرورت نہ پڑی تھی اس کے
باپ نے اس کی تمام شادیاں اپنی زندگی میں کرا دی تھیں

جب گوجر عوام کو اس بات کا پتہ چلا کہ ان سے ان کی عزت اور حمیت چھینی جا رہی ہے
تو گوجر شیر ہاتھوں میں تلواریں لے کر " پوایاں " کی طرف چل پڑے شاہجہاں کی فوج کے
پہنچنے سے پیشتر قومی غیرت پر مر مٹنے والے گوجر نوجوان بھاری تعداد میں راجہ کھٹانہ کے
جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

کھٹانہ ندی کے کنارے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا بادشاہ اپنی جنسی بھوک اور اس کی سپاہ
لوٹ مار اور عوام کی لڑکیاں اغواء کرنے کے لئے لڑ رہی تھی اپنی آن اور قومی غیرت میں گوجر رہے
تھے دلی و آگرہ سے فوجیں آتی رہیں سو ۱/۴ ستر ہزار مغل اور راجپوت سپاہی گوجروں کے ہاتھوں مارے
گئے مگر شاہی فوجوں کا تانتا بندھا رہا آخر کئی ماہ کے کشت و خون کے بعد گوجروں نے شکست
کا منہ دیکھا گوجروں نے شاہی خاندان کو قلعہ سے صحیح سلامت نکال لیا اور خود اپنی عزت، اپنی
آبرو اور قومی غیرت کے لئے قلعہ کے سامنے خون میں لت پت ہو کر مادر وطن کی خاک میں
جا ملے شاہجہاں نے قلعہ کو بارود سے اڑا دیا تمام شہر ویران کر دیا گیا اور گوجروں کی ہڈیوں اور
خون سے موجودہ شہر شاہجہاں پور آباد کیا گیا اس شہر کے نزدیک ہی آج تک کے گاؤں پوایاں

کے پاس قدیمی قلعہ کے کھنڈرات گوجروں کو یاد کر رہے ہیں۔ بہادر گوجر راجہ کھٹانہ معہ اپنے وفادار و جانثاروں کے فوجی دستوں کے گنگا جمنا کا دوآبہ پار کر کے وسط ہند میں چلا گیا اور پہلی اینچہر۔ ماہوتی۔ بھانڈیر اور کوپخ پر قبضہ کر کے دوبارہ گوجر سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ایک نیا شہر بنام شمشیر گڈھ آباد کیا

(مندرجہ بالا واقعات کے لئے ملاحظہ ہو فارسی تاریخ گلدستہ جنگ باب اول مطبوعہ لکھنؤ و دیگر گوجر اتہاس باب پنجم ۲۸۵ تا صـ ۲۸۷ و نیز نوشتہ جات شمشیر گڑھ)

راجہ پرتاپ بھان کھٹانہ

گوجروں نے جن علاقوں پر جا کر قبضہ کیا تھا وہ مغل شاہجہاں کے ماتحت تھے شاہجہاں نے متعدد مرتبہ ان علاقوں سے گوجروں کو نکالنا چاہا لیکن راجہ پرتاپ بھان نے تمام زندگی مغلوں کے ساتھ لڑنے میں صرف کر دی اور اپنے مقبوضات میں سے ایک گاؤں بھی شاہان مغلیہ کو نہ دیا ــــــــ

راجہ دیارام کھٹانہ

راجہ پرتاپ بھان کے بعد اس کا لڑکا راجہ دیا رام کھٹانہ شمشیر گڑھ کے تخت پر بیٹھا اس نے بڑے اطمینان سے زندگی گذاری اور اس کے زمانے میں حکومت میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا

راجہ پرشرام کھٹانہ

راجہ دیارام کے انتقال پر راجکمار پرشرام تخت پر بیٹھا اور تاریخ میں راجہ پرشرام کھٹانہ کے نام سے مشہور ہوا اس نے انتظام سلطنت کی طرف خاص طور سے توجہ دی بندیل کھنڈ

کے تمام علاقہ میں یہی ایک حکومت اس وقت ترقی یافتہ تھی اس راجہ نے اورنگ زیب کا زمانہ دیکھا لیکن اورنگ زیب اس کے علاقہ سے بالکل بے تعلق رہا

راجہ لونے شاہ کھٹانہ

راجہ پرشرام کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا لونے شاہ کھٹانہ تخت شمشیر گڑھ پر متمکن ہوا یہ بھی اورنگ زیب کا ہمعصر تھا اورنگ زیب کیلئے شمال میں سکھ اور جنوب میں مرہٹے پیدا ہو گئے تھے لہذا لونے شاہ سوائے اس کے کہ جب مغلیہ فوجیں بیجاپور اور گولکنڈہ کی مسلمان ریاستوں سے دکن میں لڑ رہی تھیں نقصان اٹھاتا رہا حکومت اس کے ہاتھ سے نہ گئی اسی کے سامنے اورنگ زیب کا انتقال ہوا اور دکن میں مرہٹوں نے عروج پکڑا

راجہ مدن سنگھ کھٹانہ

راجہ مدن سنگھ بھی راجہ لونے شاہ کا ہمعصر تھا اور یہ دونوں بھائی متفقہ طور سے ہی راجہ سے ہے راجہ لونے شاہ کے بعد اقتدار راجہ مدن سنگھ کے ہاتھ آیا مگر وہ چند ہی سال بعد انتقال کر گیا

راجہ وشنو سنگھ کھٹانہ

راجہ مدن سنگھ کے بعد راجہ وشنو سنگھ کھٹانہ تخت نشین ہوا یہ شمشیر گڑھ کا زبردست راجہ تھا اس کے زمانہ میں مرہٹوں نے دکن سے شمال کی طرف پیشقدمی کی اور وسط ہند پر قبضہ کر لیا وسط ہند میں مرہٹوں کا ماتحت راجہ پرتھوی سنگھ تھا جس نے دتیہ ردیپ نگر کے راجہ

سے سیوڑہ کا قلعہ لے لیا راجہ وشنو سنگھ کھٹانہ نے مرہٹوں کے سردار پرتھوی سنگھ پر چڑھائی کر کے قلعہ سیوڑہ فتح کیا اور اسے راجہ دتیہ کو دیدیا

سابقہ راجہ دلیپ نگر کے انتقال کے بعد نئے راجہ شمبھوجیت سے سرحدی چپقلس میں راجہ کھٹانہ کی زبردست لڑائی ہوئی بہادر کھٹانہ نے شمبھوجیت کے پیرونہ مقام کے سردار جواہر سنگھ سے لڑائی میں توپیں چھین لیں جواہر سنگھ شرم کے مارے خودکشی کر کے مر گیا پھر شمبھوجیت نے اپنے سالے مصاحب ہیرا سنگھ کو لڑنے بھیجا بہادر کھٹانہ نے اس کو بھی شکست دی اور اسے لڑائی میں مار دیا

مغلوں کی سلطنت کمزور ہوتے ہی مقامی سردار نئے نئے علاقوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے چنانچہ جھانسی کے ایک سردار صوبیدار رگھوناتھ نے کھٹانہ حکومت پر چڑھائی کر دی بہادر کھٹانہ نے اس کا مقابلہ "لڑیا کھار" گھاٹ پر کیا اور اسے شکست فاش دی رگھوناتھ اپنی فوج کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا گوجروں نے اس کا تعاقب کیا بہت سے حملہ آور تہ تیغ ہوئے رگھوناتھ پر وار کرتے ہوئے راجہ کھٹانہ نے خود نیزہ سے حملہ کیا رگھوناتھ کا سر ضرب سے بال بال بچ گیا مگر اس کی پگڑی نیزہ میں رہ گئی

راجہ دیبی سنگھ

بہادر راجہ وشنو سنگھ کے کوئی اولاد نہ تھی چنانچہ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے چھوٹے بھائی دیبی سنگھ نے انتظام سلطنت سنبھالا کچھ مدت کے بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا

راجہ رنجیت سنگھ

راجہ دیبی سنگھ کے تین راجکمار تھے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں ۱۔ راجکمار بہادر سنگھ (۲)
راجکمار وجے بہادر سنگھ ۳۔ راجکمار رنجیت سنگھ
تینوں شہزادوں کی بیک وقت عملداری تھی مگر راجکمار رنجیت سنگھ راجہ کہلاتا تھا راجہ رنجیت
سنگھ کے زمانہ میں دتیہ (دلیپ نگر) کے راجہ نے گرجر حکومت پر پھر چڑھائی کی بہادر گوجر جنگی
نقارے بجاتے ہوئے میدان جنگ کی طرف چلے ان کی مائیں اور بہادر بہنیں قلعوں اور محلوں
سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں سجیلے کشادہ سینے رکھنے والے بہادر گرجر گھوڑوں پر سوار
جا رہے تھے گھوڑوں کی زین اور ٹاپوں سے آواز پیدا ہو رہی تھی جنگی باجہ انہیں مست کر رہا
تھا گرجر دشمن کی فوج پر ایسے ٹوٹ کر پڑے جیسے باز چڑیوں پر گرتا ہے۔ جیسے یاس کی بجلی
کسی کے دامن امید پر گرتی ہے آناً فاناً میں میدان صاف ہو گیا دلیپ نگر والے بھاگ گئے
ان کے سازو سامان، توپوں اور رسد پر گوجروں نے قبضہ کر لیا۔ گرجر راجہ تاریخ میں
"دھرتی ڈگن"، یعنی زمین کو ہلا دینے والا (گرک زمین) مشہور ہوا۔ جب بہادر گرجر فتح و نصرت کے
باجے بجاتے واپس آئے تو بہادر گرجر مائیں اور بہنیں خوشی سے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے
استقبال کو نکلیں شمشیر گڑھ میں فتح کی خوشی میں چراغاں کیا گیا رعایا کو خیرات تقسیم کی گئی مندروں
کے برہمن اور مسجدوں سے شیخ جی مالا مال کر دیے گئے
دلیپ نگر کے شمبھو جیت نے اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے پھر تیاری شروع کی
رادھا کرشن دیوان نے دونوں حکومتوں کا بیچ بچاؤ کیا پرگنہ کونچ اور مہونی کو دتیہ راجہ کے
حوالہ کیا گیا اور دتیہ راجہ نے علاقہ مئو کو دیوان کے حوالہ کیا
اسی زمانہ میں دولت راؤ سندھیا مرہٹہ نے اپنی چھاؤنی متھرا سے ہٹا کر گوالیار میں قائم کی
مرہٹوں نے پرگنہ ہاتھی گوجروں سے بذریعہ صلح لے لیا۔ اور علاقہ کلری دے دیا۔
گوجروں کے گوالیار کے مرہٹوں اور دلیپ نگر کے دشمنوں سے گھرا ہوا دیکھ کر کوٹھری
کے راجہ دھرم پال نے گرجر حکومت کے قلعہ امر گڑھ پر حملہ کر دیا گوجروں نے مصلحت وقت

دیکھ کر اس سے صلح کر کے قلعہ واپس لے لیا یہ حالات دیکھ کر دتیہ کا راجہ شمبھو جیت گوجروں کے قلعہ ایرا پر حملہ آور ہوا گوجروں نے چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر جانے پر محسوس کیا کہ بغیر جان کی بازی لگائے کامیاب ہونا مشکل ہے لہٰذا بہادر گوجروں نے قلعہ ایرا کو بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی اتنے میں گوجروں کی نئی فوج قلعہ ایرا کی حفاظت کے لیے آ پہنچی دشمن شمبھو جیت آخر کار گوجروں کے ہاتھوں مارا گیا اس کا سالا یعنی مصاحب ہیرا سنگھ کا بھائی بھی گوجروں نے تہ تیغ کر دیا اور اس کی لاش کو دشمن کے حوالہ نہ کر کے اسے وہیں دفن کر کے اوپر سے چبوترہ بنا دیا گیا یہ چبوترہ آج تک موجود ہے

رانی صاحبہ

محرک زمین گوجر راجہ رنجیت سنگھ آخر کار فوت ہو گیا اس کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس کی رانی نے انتظام حکومت سنبھالا کچھ ہی دن بعد رانی نے اپنے رشتہ داروں کو حکومت سپرد کرنی چاہی جو پہاڑپور کے رہنے والے تھے یہ گرجر ہی تھے اور جاگیردار تھے مگر شاہی خاندان سے حکومت نکل جانے پر امرار سلطنت نے اعتراض کیا چنانچہ امرار سلطنت نے شاہی خاندان کے علاقہ "امروکہ" کے سردار کے بیٹے کو تخت نشین کیا جو رنجیت سنگھ دوم کے نام سے مشہور ہوئے

راجہ رنجیت سنگھ دوم

راجہ رنجیت سنگھ دوم نے ریاست کا انتظام سنبھالتے ہی عوامی فلاح و بہبود کی طرف دھیان دیا اس کے زمانے میں انگریزوں کا اقتدار دلی پر ہو چکا تھا مغل بادشاہ صرف لال قلعہ کا بادشاہ تھا اور دریائے ستلج سے بنگال تک تمام شمالی ہندوستان انگریزوں کے زیر سایہ آ چکا تھا دکن میں قریب قریب تمام ریاستیں ختم ہو چکی تھیں گوجروں کی ہمسایہ حکومت یعنی "بمشولے بندیل کھنڈ"

بھی انگریزوں کے زیر سایہ چلے گئے وہ گوجر قوم جس کی ریڑھ کی ہڈی اکبر نے صحناموں سے توڑ دی تھی اس میں کچھ جان بچی تھی لیکن وقت نے ہزار سالہ دور میں گوجر نسل
میں اتنی طاقت نہ چھوڑی کہ وہ میرے غاصبوں کا مقابلہ کر پاتے اس ملک میں اس پاک سرزمین میں بیرونی حملہ آور تو انگریزوں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھے ہی تھے اور انہیں بیٹھنا ہی تھا قدرت غاصب کو کبھی غالب قرار نہیں دیتی لیکن قدرت تو کہاں چلی گئی ؟ جو اکھو فعہ کے ساتھ مالکان کیوں تباہ ہوئے۔؟

آخر کار ۱۸۱۷ء میں مجبوراً گوجر حکومت کو انگریزوں سے صلحنامہ کرنا پڑا۔

صلحنامۂ شمشیر گڑھ

"جو کہ رنجیت سنگھ راجہ سمتھر نے ایک خط واجب العرض مورخہ ۲۲ فروری ۱۸۰۵ء لغایتہ ۳ پھاگن سمت ۱۲۱۵ فصلی کو برائے حفاظت و مدد پانے سرکار کمپنی انگریز بہادر کے سمیت الگ الگ چھ دفعات کے حق کو کرنل جان دیلی صاحب بہادر ایجنٹ نواب مستطاب معلی القاب اشرف الشراف گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں گزار کران سب دفعات کو منظور و مقبول کیا تھا اور جو کوئی دفعات کی تکمیل سے ظاہر ہونے لیے ہوتے عہدنامہ درمیان سرکار دولت مدار کمپنی انگریز بہادر اور راجہ

رنجیت سنگھ کے" جسکا بیان بمطابق نقشہ ہوا تھا اور ان پر اس وقت عمل نہیں ہوا تھا اور یہ بھی کسی وقت راجہ کو اس سرکار دولت مدار کی خدمت اور زیر سایہ آنا ہوگا' دستخط کیا و بار بار قول و فعل یعنی قول و قرار کرنے سے اور کام کرنے سے سرخروئی کے درجہ اسی سرکار کی بابت جو جو خیر خواہی سچے ارادہ سے کئے تھے اچھی طرح ثابت کئے اس واسطے یہ سرکار اس بات پر یقین کرکے راجہ صاحب مذکور اسی طرح اس سرکار دولت مدار کے نیک کام کرنے کی لحاظ اپنی آنکھوں میں رکھ کر جو کچھ قول قرار اس سرکار دولت مدار سے بابت تابعداری کام کرنے کئے ہوئے ہیں سچے دل سے ان پر قائم رہیں گے اب ان کی آرزو اور التماس قبول کی گئی اور عہدنامہ دوستی و یگانگت کا درمیان سرکار اور راجہ صاحب اور ان کے ورثہ کے لئے مندرجہ ذیل دفعات کے مطابق اس طرح رونق افروز ہوا۔"

" ۱۔ راجہ رنجیت سنگھ راجہ سمتھر سرکار انگریز بہادر کے دوستوں کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن جانیں گے عہد کرتے ہیں کہ جو رئیس اور سردار اس دولت مدار سے وسیلہ معاہدہ رکھتا ہے اس سے کسی طرح کی دشمنی و روک ٹوک نہ رکھیں گے سرکار کے بدخواہ و دشمنوں کو کبھی اپنی حکومت میں رہنے نہ دیں گے ان کے ساتھ کسی طرح کی خط و کتابت یا تعلقات نہ رکھیں گے بلکہ سرکار کو خبر کرنے کی تدبیر کریں گے"

۲۔ اہالیان سرکار دولت مدار انگریز بہادر کے سردار سمتھر کی خیر خواہی اور وفاداری کے بدلے میں اس کے ذمہ دار ہوں گے کہ راجہ رنجیت سنگھ اور ان کے ورثہ کو جو ملک ان کے ماتحت ہے نیز بندیل کھنڈ میں انگریز بہادر کے داخل ہونے کے وقت جو علاقہ راجہ صاحب کے دخل میں ہے اس کو بحال رکھے گی سرکار دولت مدار یہ بھی اقرار کرتی ہے کہ سرزمین حکومت کی حفاظت دوسرے ملک کے مختلف سرداروں کی زبردستی سے بھی رکھے گی

۳۔ مذکورہ بالا دفعہ کے مطابق جو کہ راجہ سمتھر کی حفاظت کرنے کا بار سرکار دولت مدار نے اپنے اوپر دوسری حکومتوں کی بابت لیا ہے اس ضمن میں دونوں طرف سے عہد ہوا ہے کہ جب کبھی راجہ سمتھر کو اس بات کا کھٹکا ہو کہ دوسرے ملک کا سردار کسی جھگڑے یا کسی قسم کا الزام لگا کر راجہ صاحب کے ملک پر چڑھائی کرے اور وہ اس ماجرہ کی کیفیت سرکار دولت مدار میں کریں تو اس وقت اہالی سرکار اپنے وسیلہ کے ذریعے خود فیصلہ کریں گے اور راجہ صاحب مذکور سرکار کے اعلیٰ کارگزار کے فیصلہ پر جس کو وہ اچھی طرح سے کریں گے پوری طرح

سے قبول اور منظور کریں گے اور جو غیر ملک سردار اپنی من مانی میں اس ملک پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اہالی سرکار کے بذریعہ خط و کتابت اور سمجھانے کے لئے اس کے ہٹانے کی تدبیر کریں گے اور جو اس طرح سے بھی طرف ثانی سردار باوجود قبول کرنے مذکورہ راجہ فیصلہ سرکار اپنے ارادے کو نہ چھوڑے اور سرکار کی تدبیر ناکام ہو جائے تو اس وقت میں سرکار کے اہالی جو تدبیر راجہ کی بھلائی اور حفاظت کے لئے مناسب سمجھیں گے کریں گے

۴۔ راجہ سمتھر اس سرکار کے درجہ کی بابت ذمہ داری اچھے حال پر سمجھ کر مذکورہ دفعہ کے مطابق عہد کرتے ہیں کہ اپنی فوج کو مع اس کے اخراجات کے اپنی طرف سے جب ضرورت پڑے اس سرکار دو سرکار کی فوج کو جس طرح سے حالات پیش آئیں شامل کریں گے اور دیں گے اس صورت میں سمتھر کی فوج محافظ فوج کی ماتحت ہو گی

۵۔ اگر کسی وقت راجہ سمتھر کسی راجہ یا رئیس یا جو اس سرکار دولت مدار سے واسطہ رکھتا ہو۔ ناراض ہو تو راجہ مذکور عہد کرتے ہیں کہ اس کے فیصلہ کے لئے اہالیان سرکار کی طرف رجوع کریں گے اور جو اس ضمن میں اہالی سرکار فیصلہ کریں گے اس کو قبول و منظور کریں گے اور اپنے دعوے کو پانے کے تحت یا کوئی ظلم ان پر ہو اس کے تدارک کے تحت گلا کریں گے تو اپنی فوج نہ دیں گے اور سرکار اہالی کی طرف سے یہ عہد ہوتا ہے کہ اس سرکار کی ماتحت ریاست کی طرف سے راجہ سمتھر پر کسی طرح کی زبردستی نہ ہونے پائے گی اور راجہ مذکور کا فیصلہ بخوبی انصاف سے فیصل کیا جائے گا اور راجہ بھی یہ عہد کرتے ہیں کہ سرکار دولت مدار کا فیصلہ بے عذر منظور اور قبول کریں گے ——

۶۔ راجہ سمتھر اقرار کرتے ہیں کہ ہمیشہ جو راستہ یا نکاس (اخراج) ان کے ملک کا ہے جس راستے سے لٹیرے لوگ سرکار دولت مدار کے ملک کے درمیان جا سکتے ہوں ان کے روکنے کی تدبیر کرتے رہیں گے

۷۔ جس وقت سرکار دولت مدار کو ضرورت پڑے کہ اپنی فوج راجہ سمتھر کے ملک سے ہو کر روانہ کریں یا ان کے ملک کی حدود میں ٹھہرنا مناسب جانیں تو سرکار عالیہ کو اس میں اختیار ہو گا جس کو راجہ سمتھر قبول کریں گے اور صاحب سرگروہ فوج سرکار کو جو کبھی ضرورت پڑے ملک سمتھر ہو کر نکلیں یا تھوڑے دن وہاں قیام کریں تو وہ ہرگز کسی طرح سے راجہ مذکور کے ملک اور ریاست پر دخل نہ کریں گے اور جو اسباب یا سامان رسد وغیرہ اس سرکار دولت مدار

کی فوج کے خرچ کے تحت جتنے دن وہاں رہے گی راجہ مذکور کے ملک میں ہوگا اس کو راجہ صاحب کے کارندے یا رعایا فوراً بغیر عذر دیتے رہیں گے اور اس کی قیمت بازار کے نرخ کے مطابق پاتے رہیں گے

۸- راجہ رنجیت سنگھ عہد کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خواہ سرکار کی رعایا ہو یا کوئی ولایتی انگریز ہو یا اور کسی طرح ہو بغیر منظوری اور اجازت اعلی سرکار دولت مدار کے ہرگز اس پر نظر عنایت نہ رکھیں گے

۹- راجہ سمتھر اقرار کرتے ہیں کہ بغیر حکم سرکار دولت مدار کمپنی انگریز بہادر کے غیر ملک کے سرداروں کے ساتھ کسی طرح کی خط و کتابت نہ کریں گے

۱۰- راجہ سمتھر اقرار کرتے ہیں کہ سرکار دولت مدار کے گنہگار یعنی ملزم شخص اور باغی اواروں کی جو اس علاقہ میں بھاگ کر آئے ہیں ان کی حفاظت نہ کریں گے اور نہ ان کو چھپائیں گے اور جو لوگ باغی اواروں کا پیچھا کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں تو راجہ مذکور صاحب عہد کرتے ہیں کہ سب طرح سے جہاں تک ہو سکے گا سرکاری اہلکاروں کے ساتھ واسطے گرفتاری ان کے گنہگاروں اور سیاہی اواروں کی تدبیر کرتے رہیں گے۔

۱۱- یہ عہد نامہ ۱۱ دفعات میں لکھا ہوا آج درمیان سرکار دولت مدار کمپنی انگریز بہادر و راجہ رنجیت سنگھ راجہ سمتھر کے معرفت مسٹر جان واک صاحب بہادر مختار کار اس اختیار کے ذریعہ جن کو انہوں نے نواب مستطاب معلی القاب اشرف الشراف مارکس آف ہیسٹنگز گورنر جنرل بہادر سے پایا تھا اور دریاؤ سنگھ وکیل راجہ رنجیت سنگھ سمتھر کی طرف سے اس اختیار کے ذریعے جس کو انہوں نے بمشیر مکرمی راجہ صاحب سے پایا تھا لکھکر رونق افروز ہوا اور مسٹر جان واکیب صاحب بہادر اور مذکورہ دونوں وکلا نے اس عہد نامہ پر اپنے دستخط اور مہر انگریزی، فارسی اور ہندی میں کیا اور ان دونوں میں سے ایک نواب مستطاب معلی القاب مارکس آف ہیسٹنگز گورنر جنرل بہادر کے دستخطوں سے رونق افروز و جلوہ افروز ہونے کے بعد مذکورہ --- دریاؤ سنگھ کے حوالہ کیا جائے گا اور مذکورہ وکیل اقرار کرتے ہیں کہ دوسرے عہد نامہ پر دستخط راجہ رنجیت سنگھ کے دستخط کرا کے اسی وقت مسٹر جان واکب صاحب بہادر کے حوالہ کر دیں گے۔"

(یہ عہد نامہ مقام ترہت پر دستخط اور مہر ہو کر ------ ۱۱ر نومبر ۱۸۱۷ء

یعنی تاریخ ۱۶ ماہ کاتک سمبت ۱۸۷۴ موافق تاریخ ۲ ماہ محرم ۱۲۳۳ھ یہ عہد نامہ ۱۳ نومبر ۱۸۱۷ء لکھا ہے تال گاؤں کے نزدیک مقام لشکر میں نواب گورنر بہادر کے اجلاس سے تصدیق اور منظور ہے)

اس زمانہ میں (Treaty state) قابل صلح حکومت ہوجانے سے گوجروں کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کیے جانے سے یہ ریاست اوّل درجہ کی ریاست مانی گئی یہ اعزاز شاہانِ مغلیہ بھی انگریز سے حاصل نہ کر سکے تھے کیونکہ شاہ عالم نے جو صلحنامہ انگریزوں سے کیا تھا اس میں دلی کے بادشاہوں کے دلی کے چاروں طرف کے علاقہ کی مالگزاری انگریز وصول کرتے تھے مقدمات فوجداری اہل قلعہ سر انجام دیتے تھے اور اس کے معاوضہ میں انہیں ماہانہ تنخواہ ملتی تھی اور نظام والی دکن کے صلحنامہ میں یہ بھی شامل تھا کہ اگر سرکار کمپنی کو کبھی کسی علاقہ کی ضرورت پڑے تو وہ علاقہ سرکار کمپنی کے حوالہ کرنا ہوگا۔

مندرجہ بالا معاہدہ کے دس سال بعد ۱۷ جولائی ۱۸۲۷ء کو مہاراجہ کا انتقال ہوگیا

راجہ ہندوپت

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد ان کا بیٹا ہندوپت تخت نشین ہوا تخت نشینی کے وقت اس کی عمر نو سال کی تھی۔ راجہ ہندوپت نے بڑے اطمینان سے حکومت کی آپ فارسی انگریزی اور سنسکرت کے عالم فاضل تھے۔ آپ کا مزاج درویشانہ تھا آپ کو سلطنت کے کاموں سے نفرت ہوگئی

رانی صاحبہ

راجہ ہندوپت کی زندگی ہی میں ان کی رانی نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی اس کی حکمرانی کی تصدیق انگریز کمپنی نے بھی کردی رانی صاحبہ بڑی عاقلہ اور عالمہ تھیں آپ نے کئی سال

تک بڑی خوبی کے ساتھ انتظام سلطنت سرانجام دیا

راجہ علی بہادر

راجہ ہندو پت اور ان کی رانی کو اپنے چھوٹے بیٹے راجکمار ارجن سنگھ المعروف بہ علی بہادر سے بے حد محبت تھی اس لیے رانی نے یہ سمجھتے ہوئے کہ بعد میں کہیں بڑا راجکمار چھتر سنگھ تخت پر قبضہ نہ کر لے علی بہادر کو تخت نشین کیا جس نے کئی سال تک حکومت کا کام سرانجام دیا

راجہ چھتر سنگھ

راجہ ہندو پت اور ان کی رانی کے بڑے راجکمار چھتر سنگھ نے راجہ علی بہادر کے اقتدار کے خلاف سرکار کمپنی میں دعویٰ دائر کر دیا کیونکہ از روئے قوانین راجشاہی بڑے راجکمار کو ملک کا وارث سمجھا جاتا تھا اس لئے انگریز کمپنی نے چھتر سنگھ کا حق تسلیم کر لیا اس کو سمتھر کا تین چوتھائی حصہ ملا اور راجہ علی بہادر کو سمتھر کا ایک چوتھائی حصہ مل گیا راجہ ہندو پت اور رانی اپنے چھوٹے بیٹے علی بہادر کے ساتھ رہے۔

راجہ چھتر سنگھ ایک قابل حکمران نکلا۔ اس نے پولیس و فوج کو مضبوط کیا زراعت و تجارت کی ترقی کے لئے بنیک (دارالخزانہ) کھولا جہاں سے کم شرح سود پر روپیہ قرض دیا جاتا تھا تعلیم کے لیے راجہ چھتر سنگھ نے انگریزی و فارسی کے مدارس قائم کئے مریضوں کے لئے مفت ہسپتال (دارالشفا) جاری کئے مجرموں کو سخت سزا دینے کا قانون بنایا جس کی وجہ سے جرائم میں بے حد کمی ہو گئی بیس پچیس لاکھ روپے کی لاگت سے قلعہ شمشیر گڑھ کی مرمت کرائی گئی اور اس میں کئی بہترین عمارتوں کا اضافہ کیا گیا شہر شمشیر گڑھ، مہاراج گنج، امر گڑھ، لوہا گڑھ، ساکن اور امروکوٹ کے شہروں میں بازار بنوائے دربار عام و خاص میں قیمتی اشیاء کا اضافہ کیا جن میں "سورگ سنگھاسن" (تخت فردوس) خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

راجہ چتر سنگھ سنسکرت کے اور فارسی کے جید عالم تھے دونوں زبانوں میں آپ کی کئی تصانیف مشہور ہیں جنہیں دیکھ کر آج بھی بڑے بڑے عالم حیران و ششدر رہ جاتے ہیں

قلعہ امرگڑھ اور اس کا ملحقہ علاقہ جو راجہ مہندو پت اور اس کے چھوٹے بیٹے علی بہادر کو زندگی بھر کے لیے دیا گیا تھا اس کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے انگریز کمپنی نے راجہ چتر سنگھ کے حوالہ کر دیا اس کے عوض سالبقہ راجہ مہندو پت کو دو ہزار اور راجہ علی بہادر کو ایک ہزار روپیہ ماہوار حکومت سمتھر کی طرف سے دیا جانے لگا و نیز ان کی رہائش و مستقل آمدنی کے لیے ان کے واسطے کوٹھی و محل بنوا کر دیے گئے جس سے ان کی زندگی بڑے عیش و آرام سے گذری راجہ علی بہادر نے اپنی آمدنی سے ایک وسیع رقم اندوختہ جمع کر کے پرگنہ کوچ اور ضلع جالون میں بہت سے گاؤں خرید لیے جو آج تک اس کی اولاد کے پاس ہیں جو سائی کہلاتے ہیں ـــ

انگریزوں کو جو نذرانہ سالانہ دیا جاتا تھا وہ انگریزی دہلی دربار کے موقعہ پر موقوف ہو گیا اور راجہ چتر سنگھ کو گیارہ توپوں کی سلامی دی گئی اس ارزاں دستے زمانہ میں راجہ صاحب کی آمدنی چھ لاکھ روپیہ تھی راجہ صاحب نے اپنے دیوان مہربان سنگھ کو دس ہزار روپیہ آمدنی کے دو گاؤں مرحمت فرمائے دیوان صاحب بھسنہ کے رہنے والے گرجر تھے اس کے علاوہ ایک بہادر مصاحب بادل گرجر کو ان کی کارگزاری پر ایک گاؤں دیا گیا

آپ کی پانچ اولادیں تھیں ۱۔ ایک راجکماری (شہزادی) جو گھرئی لبی بیاہی گئیں ۲۔ راجکمار ویر سنگھ ۳۔ راجکمار جگت راج بہادر ۴۔ وکرم جیت سنگھ ۵۔ راجکمار رگھبیر سنگھ تھے اُن سب گرجر شہزادوں اور شہزادیوں کو ہندی انگریزی اور فارسی کی تعلیم دی گئی۔ اس کے علاوہ یہ تمام فوجی تعلیم اور فنون حرب سے مزین تھے۔

راجہ ویر سنگھ (قیصر ہند)

راجہ چتر سنگھ کے انتقال پر راجکمار ویر سنگھ تخت نشین ہو کر راجہ ویر سنگھ کہلائے آپ بہت قابل و عاقل تھے قومی ہمدردی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی رعایا کے آپ سچے

بہی خواہ اور ہمدرد رہتے تھے آپ کو گیارہ توپوں کی سلامی و اختیارات قصاص حاصل تھے۔

یکم جنوری ۱۹۰۷ء کو سرکار انگریزی نے اول تمغہ "قیصر ہند" دیا۔ ۳ جون ۱۹۱۵ء کو آپ کو سی آئی ایس کا خطاب ملا جو بہادری کا سب سے بڑا اعزاز تھا آپ بڑے عابد و مرتاض قسم کے شخص تھے آپ کی تمام عمر میں آپ کے دیوان جا کھولی والے کنور سجان سنگھ رہے آپ انتظام سلطنت میں ایک قابل و نامور ہستی نفیس آپ ہندی، انگریزی اور فارسی کے عالم تھے

مہاراجہ رادھا چرن سنگھ

راجہ ویر سنگھ نے اپنی زندگی ہی میں سلطنت کو چھوڑ دیا اور اپنے راجکمار رادھا چرن سنگھ بہادر کو ۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں تخت سلطنت سپرد کر دیا۔ اس کے تقریباً چھ ماہ بعد سابقہ راجہ ویر سنگھ نے ۲۶ مارچ ۱۹۳۶ء میں انتقال کیا راجہ رادھا چرن سنگھ صاحب کو "ہز ہائی نس" (مہاراجہ یا نواب معلی) کا خطاب انگریزی سرکار کی طرف سے تھا

ہز ہائی نس مہاراجہ رادھا چرن سنگھ صاحب نے "نوگاؤں ہائی اسکول بندیلکھنڈ" سے میٹرک پاس کیا تھا اور پھر ڈیلی کالج اندور سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی ۹ فروری ۱۹۲۳ء کو آپ کی شادی گوجر راجہ لندھورہ جناب بلونت سنگھ کی راجکماری کرشن کماری (مابعد ہز ہائی نس مہارانی سمتھر) سے شاہانہ ٹھاٹ باٹ اور دھوم دھام سے ہوئی لندھورہ خاندان پنوار گوجروں کا ہے مہارانی سمتھر نے دہرہ دون پرنسس کالج سے ہندی، سنسکرت، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں علوم حاصل کئے

مہاراجہ اور مہارانی عوام کے خیر خواہ اور منصف مزاج رہے آپ نے اپنی حکومت میں ہائی کورٹ (عدالت عالیہ) قائم کیا کاشتکاروں کو لاکھوں روپے کی معافی دی گئی مریضوں کے لئے ہسپتال (دار الشفاء) کھلوائے بہت سے مدارس و دار العلوم کا قیام عمل میں آیا انگریزی عملداری میں ریاست سمتھر کا انتظام سلطنت تمام ریاستوں سے اعلیٰ ترین مانا جاتا تھا دوسری ریاستوں میں جو نامناسب کارروائیاں ہو کر صفحہ قرطاس پر ثبت ہوئیں ریاست سمتھر کا دامن ان سب سے ہمیشہ پاک صاف رہا رعایا کو ہمیشہ گوجر راجاؤں نے اپنی اولاد تصور کیا کوئی ایک مثال پورے دور میں ایسی نہیں ملتی کہ کبھی کسی راجہ یا راجکمار نے عوام کے کسی فرد پر کسی قسم کی زیادتی یا ظلم کیا ہو یا بری نظر سے دیکھا ہو۔

ہز ہائی نس مہاراجہ سمتھر

گوجر قوم کے قدیمی تاریخی معزز و مشہور خاندان گجستان میں مولانا فتح الدین صاحب مرحوم نے علاقہ ہوشیارپور مشرقی پنجاب میں جنم لیا تھا۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے دورِ انگلشیہ میں سرکاری ملازمت حاصل کی اور ترقی کرکے محکمہ زراعت صوبہ پنجاب کے حاکم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مولانا کے دل میں گوجر قوم کی فلاح و بہبودی کا خاص خیال تھا۔ آپ نے گوجروں کے اخبار جاری کیے۔ تاکہ تعلیم کی طرف قوم کو توجہ دلائی جائے۔ گوجروں کے دیہات میں آپ نے انجمنیں قائم کیں۔ تاکہ قوم کی اصلاح کی طرف خاطر خواہ توجہ کی جاسکے۔ جس زمانے میں مولانا صاحب پنجاب میں گوجروں کی ترقی کے لئے کوشاں تھے۔ اسی زمانہ میں مہاراجہ صاحب گوجر سبھا و انجمن گوجران کے صدر اعلیٰ تھے۔ مولانا سے آپ کے راہ و رسم تھے۔ مگر مولانا صاحب کی بے وقت وفات نے گوجر قوم کو عظیم نقصان پہنچایا۔

سنہ ۱۹۴۷ء

۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۷ء میں انگریزی گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن کے زمانے میں تمام ملک کو تین حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ مشرقی بنگال اور ملک کے مغرب میں صوبہ سرحد، مغربی پنجاب، سندھ و بلوچستان کو مسلم حکومت قرار دیا ان دو اطراف کے حصوں کا پاکستان ہے۔ امرتسر سے کلکتہ تک اور جنوب میں راس کماری تک کا علاقہ ایک جماعت کانگریس کو سونپا گیا۔ جو ہندو مسلم اتحاد کی حامی تھی ان دو حکومتوں کے درمیان ریاستوں کو ان کے تعلقات پر چھوڑ دیا گیا۔ جماعت کانگریس نے اپنے حدودِ سلطنت تمام ریاستوں اور بڑی زمینداریوں کو ختم کرنے کا قانون بنایا تاکہ عوام کو سہولت ہو جاتے۔ اور تمام ملک میں ایک ہی قانون و حکومت بن جائے۔ اس قانون کے تحت مہاراجہ سمتھر نے اس گوجر ریاست کو مرکزی عوامی حکومت کے حوالہ کردیا عوامی حکومت

کی طرف سے آپ کو آج کل پچپن ۵۵ ہزار روپیہ ماہوار معاوضہ ملتا ہے۔ جو صرف آپ کی زندگی تک جاری رہے گا۔ آپ کی چار اولادیں ہیں۔

(۱) راجکماری (شہزادی) اُدے شالا جے، کھٹانہ تاریخ پیدائش بروز جمعہ ۱۲ ماگھ سمت ۱۹۹۲ (مطابق ۱۹۳۵ء)

(۲) راجکماری (شہزادی) اجیوت شالا جے کھٹانہ، تاریخ پیدائش بروز جمعرات ۷ بھادوں سمت ۱۹۹۵ (مطابق ۱۹۳۸ء)

(۳) راجکماری (شہزادی) منجل را جے کھٹانہ تاریخ پیدائش بروز بدھ یکم ماگھ سمت ۱۹۹۸ مطابق ۱۹۴۱ء۔

(۴) راجکمار (شہزادہ) رنجیت سنگھ یوراج کھٹانہ تاریخ پیدائش بروز پیر یکم ساون شُدی سمت ۲۰۰۰ مطابق ۱۹۴۳ء

یہ سب شہزادیاں اور شہزادہ اعلیٰ تعلیم سے مزین ہیں اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود میں کوشاں ہیں۔ مہاراجہ صاحب "اکھل بھارتی گوجر کھشتریہ مہاسبھا" یعنی "کل بھارت انجمن گوجران کھشتری" کے پردھان (صدر) ہیں۔ اس انجمن کا مقصد گوجروں کی ترقی ہے۔ مہاراجہ کا خاندان بڑگوجر کہلاتا ہے۔ خاندانِ بڑگوجر اور گوجروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض بڑگوجر جو راجپوتی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ خاندانِ بڑگوجر راجپوت قوم ہی سے ہے۔ یہ بات سراسر غلط ہے۔ کیونکہ راجپوت قوم کا الگ وجود ۱۵۵۶ء کے بعد کا ہے۔ خاندانِ بڑگوجر کے جو کتبے دیوتی اور جالور سے برآمد ہوئے ہیں۔ اور جن کا حوالہ اسی باب کے شروع میں دیا گیا ہے۔ چودھویں اور پندرھویں صدی کے راجاؤں کے ہیں جن سے یہ بات صاف ظاہر ہے۔ کہ پندرھویں صدی تک دیوتی اور الور کے راجہ اپنے کو گوجر کہتے تھے۔ اور بڑگوجر سے مراد ہی بڑے گوجر یعنی اعلیٰ گوجر ہے۔ وہ اپنے کو صرف گوجر کہتے تھے سولھویں صدی یعنی اکبر کے زمانے میں جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ گوجروں میں سے سیاسی و اخلاقی نفاق کی بناء پر ایک الگ فرقہ راجپوت نکلا۔ اب رہا یہ سوال کہ بڑگوجر محولہ بالا کتبوں میں درج ہے۔ اور جالور کے کتبوں سے یہ بات صاف ظاہر ہے۔ کہ بڑگوجروں کا اصل خاندان پرتہار گوجر قوم کا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ راجہ منتھن دیو کا کتبہ ساجالور سمت ۱۰۱۶ بکرمی یعنی سنہ ۹۵۹ء۔ یہ کتبہ راجہ منتھن دیو کا ہے۔ جو راجہ گوگ دیو بڑگوجر کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ اور پرتہار خاندان سورج ونشی

کھشتری کی شاخ ہے۔ راجہ متھن دیو نے اپنے کو صرف گوجر پرتہار لکھا ہے۔ اس کتبہ میں کہیں بھی لفظ بڑگوجر نہیں ہے۔ متھن دیو کی اولاد نے آئندہ اعزاز بڑگوجر یعنی اعلیٰ گوجر اختیار کیا۔ کیونکہ انہوں نے پندرھویں تک اپنی آزادی کو برقرار رکھا۔ جبکہ بہت سے گوجر حکمران ختم ہو چکے تھے۔ شیر شاہ نے انہیں مغلوب کیا تھا جو بڑگوجر ہجرت کر کے سمتھر چلے گئے۔ وہ آج تک اپنی قوم پر قائم ہیں اور جنہوں نے سوری حکومت کے فوراً ہی بعد یعنی صرف بیس سال بعد اکبری دربار دیکھ لیا۔ ان کو راجپوت کہا جانے لگا کیونکہ یہ راجہ نہیں رہے تھے۔ بلکہ مغل شہزادوں کے برابر ان کا درجہ تھا۔ اکبری دربار کی کارروائیوں اور اس پر راجپوتوں کے عمل پیرا ہونے سے راجپوتوں سے گوجروں نے قطع تعلق از قسم رشتہ داری وغیرہ کر لئے۔ اس لئے راجپوتوں کی شادیاں راجپوتوں میں اور گوجروں کی شادیاں گوجروں میں ہونے لگیں۔ ورنہ اُس سے پہلے یہ ایک قوم گوجر ہی تھی۔

نوٹ:۔ متھن دیو کے کتبہ کی نقل اس تاریخ کے حصہ پنجم میں درج ہے جس میں اس نے اپنے کو گوجر پرتہار تحریر کیا ہے۔ اس کی اولاد کے کتبوں کی منقول اس تاریخ میں درج نہ ہو سکیں۔ جو صاحبان انہیں دیکھنا چاہیں وہ راجپوتانہ میوزیم اجمیر ۱۹۱۸-۱۹ء کی رپورٹ کا صفحہ ۲ و صفحہ ۳ دیکھیں۔ متھن دیو کے کتبہ کی نقل "اپی گرافیکا انڈیکا" جلد ۳ صفحہ ۲۶۶ پر بھی درج ہے۔

راجستھان میں جو بڑگوجر خاندان رہ گیا تھا۔ انہوں نے بھی اکبر کے زمانہ میں راجپوتی اختیار نہ کی تھی۔ کیونکہ جب ان سے اکبر نے لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ تو انہوں نے انکار کر کے لڑکر مرنے کو ترجیح دی چنانچہ اکبر کے ساتھ انہوں نے متعدد لڑائیاں لڑیں۔ اور تمام عورتیں آگ میں جل کر فنا ہو گئیں۔ جس کا بیان متعدد تاریخوں میں بالتواتر مذکور ہے۔ اور کرنل ٹاڈ نے خاص طور سے اس کا ذکر اپنی تاریخ ٹاڈ راجستھان میں کیا ہے۔ اس خاندان کو جو بغض راجپوتوں سے تھا۔ وہ جے سنگھ راجپوت کے ساتھ ان کی لڑائیوں سے واضح ہے۔ جو اورنگ زیب کے زمانہ میں لڑائی گئیں جے سنگھ سے لڑائی کا سبب سوائے اس کے کچھ نہ تھا۔ کہ جے سنگھ کے پردادا بھگوان داس نے اپنی لڑکی اکبر کو دے دی تھی۔ اور جے سنگھ کا دارالخلافہ جے پور اور بڑگوجروں کا دارالخلافہ دیوسہ پاس پاس تھے۔ دیوسہ والے جے پور والوں کو اپنے سے کمتر سمجھتے تھے۔ لیکن جے پور والوں کا اعزاز دربارِ مغلیہ میں زیادہ تھا۔ طاقت عروج پر تھی۔ اس لئے دیوسہ تباہ ہو گیا۔ جب

دلوں میں کدورت ہو۔ تو لڑائی کے سو بہانے نکل آتے ہیں۔ دیوسہ پر پہلے جے سنگھ راجپوت نے ہی حملہ کیا تھا۔ اور یہ بنیاد رشتہ کے انکار پر ہوئی تھی۔ دیوسہ نے جے پور کے راجپوتوں کی لڑکی لینے سے انکار کر دیا تھا۔

دیوسہ کے بڑگوجروں نے مغلوں کو لڑکیاں تو نہ دی تھیں۔ لیکن انہوں نے راجستھان میں ہی رہتے ہوئے مغلوں کی ماتحتی قبول کر لی تھی۔ اور ان کے آدمی مغلیہ دربار میں ملازم بھی تھے۔

چنانچہ جب جے پور اور دیوسہ کی لڑائی ہوئی۔ تو دیوسہ کا ایک بڑگوجر علاقہ برن (موجودہ بلند شہر) کا مغلوں کی طرف سے حاکم تھا۔ اس کی اولاد وہیں بائیس گاؤں میں آباد ہے۔ اور یہ دیہات "بائیسی" کہلاتے ہیں۔

بائیسی کے راجپوتوں میں سے اورنگ زیب کی آخر عمر میں کچھ نے اسلام قبول کیا۔ اورنگ زیب نے کوٹہ اور بوندی کے راجپوتوں کو تباہ و برباد کیا تھا۔

سرحد کے گوجر

کھٹانہ خاندان (سوات)

حضرت اخوند رح۔ درانیوں کے زوال پر علاقہ سوات میں ایک گوجر بزرگ عالیجناب عبدالغفور صاحب سیدو غوث زماں اخوند رح کی روحانی تعلیمات کے اثر سے خوانین نے اپنے باہمی جھگڑے ختم کر کے انہیں اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ جنہوں نے علاقہ سوات میں روحانی فیض عام جاری کیا۔ اور تمام علاقہ کا انتظام آپ ہی کرنے لگے۔ اور یہ اٹھارویں صدی کا آغاز تھا۔ اور سرحد میں یہ زمانہ خوانین کا خونیں دور کہلاتا ہے۔ **حضرت میاں گل عبدالخالق**:۔ حضرت اخوند کے انتقال پر علاقہ میں پھر گڑبڑ ہوئی اور لوٹ مار کا بازار گرم ہوا۔ آخر لوگوں نے پھر حضرت اخوند کے صاحبزادہ میاں گل عبدالخالق صاحب کو اپنا حاکم منتخب کر لیا۔ انکے زمانہ میں سکھوں کی عملداری خیبر، دوسری طرف تک قائم ہو چکی تھی مگر سوات آزاد رہا۔

حضرت میاں گل شہزادہ عبدالودود رح:۔ حضرت عبدالخالق کے انتقال پر آپ نے گدی سنبھالی اور علاقہ کا نظم و نسق چلایا۔

عالیجناب میاں گل محمد عبدالحق صاحب:۔ آپ کا لقب "جہاں زیب" ہے آپ نے علاقہ کو موجودہ تعلیم و ترقی سے مزین کیا اور تمام علاقہ میں ڈاکخانہ، سکول و کالج و دینی دارالعلوم قائم کئے۔ اور انگریزوں نے سرکاری طور پر اس علاقہ کی ریاست تسلیم کیا اور جہاں زیب صاحب ہز ہائی نس کہلائے۔ **عالیجناب فضل خالق محمد مدظلہ**۔ جہانزیب صاحب بقید حیات ہیں مگر انہوں نے آخری عمر یاد اللہ میں گزارنے کیلئے علاقہ کا انتظام اپنے فرزند ارجمند خالق محمد کو سونپ دیا ہے آپ کا لقب اورنگزیب ہے اور آپ موجودہ تعلیم سے مزین ہیں اور بہترین منتظم ہستی ہیں۔ مفصل حالات حصہ چہارم میں پڑھئے۔

گُرجر دھار کی حکومت

گوجر دھار کا علاقہ جو اکبر کے زمانہ میں گوجروں کی پناہ گاہ بنا تھا۔ اُس نے آہستہ آہستہ اپنی حدود کو وسیع کیا۔ اس علاقہ میں گوجروں کی عظمت آج تک باقی ہے۔ یہ علاقہ مرہٹوں کے زمانہ میں گوالیار میں شمار ہوا۔ آج کل صوبہ متوسط (مدھیہ پردیش) میں شامل ہے۔ اور اس میں اضلاع مورینہ، بھنڈ اور دھولپور شامل ہیں۔ اتر پردیش (یوپی) کے علاقہ آگرہ کا کچھ رقبہ بھی گوجر دھار کا حصہ کہلاتا ہے۔ گوجر دھار میں گوجروں کے مختلف خاندان الگ الگ وسیع رقبہ کے مالک ہیں۔ تاریخ میں بھی مختلف خاندان وقت کے ساتھ ساتھ نمودار ہوتے رہے ہے۔

(۱) خاندان چوہان گوجر

راجہ شرن دیو چوہان

اکبر کے زمانہ میں گوجر دھار پر چوہان گوجروں کی حکومت تھی جبکہ راجہ شرن دیو چوہان نے مغل سپاہ کا مقابلہ کیا تھا۔ بعد میں وہ دریائے چنبل کی گھاٹیوں میں آزاد و خود مختار رہا۔ اور چوہان خاندان کی تین پشتوں کا اقتدار اس علاقہ پر رہا

علاقہ کرہ بن کا مشہور "سنت آشرم" اسی دور کی یادگار ہے۔ اس کی حفاظت و مرمت اسی خاندان کے ہاتھوں میں رہی۔

راجہ جن دیو چوہان

اورنگ زیب کے زمانے میں جب ملک کے شمال میں سکھ اور جنوب میں مرہٹے نمودار ہوئے تو اسی زمانہ میں گوجر دھار کے گوجروں نے شمال کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اور ایک وسیع رقبہ پر قبضہ جما لیا۔ اس زمانہ میں رانا جن دیو چوہان نے بڑا نام پیدا کیا۔ اور مرہٹوں سے سیدھی ٹکر لی۔

گوجروں پر حملہ کرنے والا دکن کا مرہٹہ سردار سندھیا تھا۔ گوجروں نے اُسے ہر مرتبہ شکست دی۔ آخر کار اُس نے گوجر دھار کو فتح کرنے کا ارادہ دل سے نکال دیا۔ اور گوجروں کو ان کے ہی حال پر چھوڑ دیا۔

چوہانوں کی ایک دوسری شاخ نے بھرت پور اور دتی کے علاقوں تک بڑھ کر سرسود (علاقہ) پر اپنا اقتدار قائم کیا۔

رانا جن دیو چوہان ایک سازش کے تحت اپنے خالہ زاد بھائی کے دھوکہ میں مارا گیا مگر اس کی بہادری نے گیتوں میں جگہ پائی۔ اس کی بہادری کی تعریف میں مقامی زبان میں مندرجہ ذیل شعر بہت مشہور ہے۔

ماتا ایسو پوت جن جس جن دیو سر سی ہوئے
اٹھارہ صوبے کھلبلی پری نت اُٹھ کمر بندی ہوئے

ترجمہ:۔ "گوجری ماں! ایسے بیٹے کو جنم دے۔ جو رانا جن دیو چوہان جیسا ہو۔ اور جس کی وجہ سے اٹھارہ صوبوں (یعنی تمام ملک) میں شہرت ہو جائے۔ اور جو ہمیشہ کمر بستہ رہے۔"

۱۸۱۱ء میں کرنل ٹاڈ نے جب گوجر دھار کی پیمائش کا کام کیا۔ تو قوانین اراضی کے نئے قانون کے تحت اس ریاست کے بہت سے حصے چھین لئے گئے۔ اور جیسا کہ مذکور ہوا ریاست لنڈھورہ کی طرح انہیں صرف تعلقہ دار کر دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں ان سے یہ تعلقہ بھی چھن چکا ہے۔ اور اب یہ معمولی زمیندار بلکہ کاشتکار ہیں۔ البتہ اس خاندان کے لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور سرکاری

ملازمتوں میں ان کا خاص مقام ہے۔

گوجر دھار میں چوہانوں میں سے کوئی بھی شخص راجپوت نہیں کہلاتا۔ نہ انہوں نے مغلوں کی ماتحتی قبول کی۔ اور نہ انہوں نے دربار میں حاضری دی۔ اس لئے نہ ان کو کسی نے جاگیر یا راجپوتوں کا خطاب دیا۔ نہ یہ راجپوت بنے۔ بلکہ اپنی قوم گوجر ہی قائم ہے۔ گوجر دھار کے چوہان "رانا" کہلاتے ہیں۔ اسی طرح علاقہ اٹاوہ کے تمام گوجر رانا کہلاتے ہیں۔ جہاں یہ دوسری ہر قوم سے ممتاز ہیں۔ تعلیم و ترقی سے سرفرازی رکھتے ہیں۔



گوجر دھار کا تنور (تومر) خاندانِ گوجر

راجہ مان سنگھ تومر

لودھی خاندان کے اختتام پر گوالیار کے علاقہ پر تنور (توں در یا تومر) خاندان کے گوجر راجہ مان سنگھ کی حکومت تھی۔ سکندر لودھی نے جب گوالیار پر حملہ کیا تو راجہ مان سنگھ تومر نے اسے شکست دے کر اپنے کو اس علاقہ کا راجہ تسلیم کرا لیا تھا اس علاقہ کے گوجروں نے باہمی اتحاد راجہ مان سنگھ کی زیر سرکردگی حاصل کیا تھا اس کی موت کے بعد گوجر خاندان چوہان اور گوجر خاندان شیکھر دار بر سر اقتدار آئے۔ (جن کا حال پیچھے مفصل گزر چکا) راجہ مان سنگھ کی اولاد بحیثیت سردار رہ گئی۔

دھولپور کے گوجروں کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب انگریزوں نے ان کو تہس نہس کیا اور ان سے ریاست چھین لی تب بھی کرکولی کے تعلقہ دار فتح سنگھ، نیج سنگھ کے پاس جو بیس گاؤں تحصیل مرزا آباد میں ایک گاؤں علاقہ باہ میں تھا۔ ان کی گوجر گڑھی آج تک مشہور ہے۔

کھیرٹہ کے ٹھاکر لچھمن سنگھ (گوجر) کے پاس بھی کئی گاؤں تھے ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جنگ میں دھولپور کے بہادر دیو ہنس گوجر نے خاص حصہ لیا اور آگرہ تک انگریزوں کا صفایا کر دیا۔

۱۹۴۷ء میں ملک کو آزادی ملی۔ پہلے حملہ آور غلام، خلجی، مغل وغیرہ ختم ہو چکے تھے انگریز باقی تھے جب وہ گئے۔ تو گوجروں سے عوامی حکومت نے دھولپور، کرکولی وغیرہ سب لے کر انھیں معمولی کاشتکاروں میں تبدیل کر دیا یہ گوجر اپنے ناموں میں زمانہ قدیم سے لفظ راناؔ اعزازی طور سے لگاتے ہیں۔ جب عملی اعزاز باقی نہ رہا تو لفظ چودھری یا ملک یا رانا سے کیا فائدہ؟ ہاں البتہ یہ الفاظ گزشتہ ایام کی یاد ضرور دلاتے رہیں گے۔

ع۱ گوالیار میں گوجر محل اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

(۴) گوجر دھار میں گوجروں کے مختلف خاندان

اسی دور میں جب کہ گوجروں کی بھاری تعداد راجپوت بن رہی تھی۔ غیور گوجروں کے بہت سے خاندان اکبری دور میں اپنے علاقہ چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر رہے تھے۔ جو حکومت وقت کا ساتھی بن گیا وہ راجپوت کہلایا اُسے جاگیریں بھی ملیں اور فوج میں ملازمت بھی دی گئیں۔ لیکن غیرت مند خاندان کے لوگوں نے اپنی قومی اور وطنی وفاداری بچانے کے لئے دور دراز علاقوں کی راہ لی۔ گوجر دھار کو قومی عظمت دینے والے مندرجہ ذیل خاندان تھے۔

کشان (کشانہ)، تنور (تومر، ہمون (کشان کی شاخ) ماوئی، ہرسانے، بھڈانے چوہان، شیکھر دار وغیرہ وغیرہ۔

یہ خاندان آج تک گوجر دھار میں آباد ہیں جس علاقہ کو انھوں نے اپنے خون سے کئی صدی تک سینچا آج وہ علاقہ ان کی قوم گوجر کی وجہ سے گوجر دھار کہلاتا ہے یہی وہ بہادر ہیں جنھیں کبھی تاریخ بھلا نہ سکے گی۔

---

(۳) ریاست بھرت پور

سلطنت مغلیہ کے زوال پر دلی اور آگرہ کے قرب وجوار میں گوجر اور جاٹ اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے۔ اس علاقے نے سورج مل جاٹ کو پیدا کیا جس طرح راجستھان میں رانا پرتاپ کو ختم کرنے کے لیے مان سنگھ راجپوت نے اکبر کا ساتھ دیا اور جس طرح جے سنگھ راجپوت نے اورنگ زیب سے مل کر دیوتی کے بڑ گوجروں کا صفایا کیا۔ بالکل اسی طرح مغل شہزادوں کو اٹھارویں صدی میں ایک جاٹ سورج مل گیا سورج مل نے آگرہ کے علاقہ سے گوجروں کے تمام گاؤں اٹھا دیے، ان کے بال بچوں کو مغلوں کی شہ پر قتل کر دیا۔ آخر کار ۱۷۶۳ء میں سورج مل جاٹ مارا گیا۔ اور

اور اس کے عرصے ہی گوجروں اور جاٹوں میں اتحاد پیدا ہو گیا سورج مل کو دلی کی طرف سے راجہ کا خطاب تھا۔ اور بھرت پور اُسے جاگیر دی گئی تھی اس لئے راجہ کا رتبہ سورج مل کی اولاد کے لئے محفوظ کر دیا گیا البتہ تمام وزارتیں گوجروں کے سپرد کر دی گئیں اور تمام محکموں کا اقتدار ان کو سونپا گیا۔ فوج میں نصف گوجر اور نصف جاٹ بھرتی کئے گئے۔ جن کا سپہ سالار گوجر ہوتا تھا۔

گوجر سردار موتی رام بیسلہ وزیر سلطنت

ریاست بھرت پور کے سب سے پہلے وزیر گوجر خاندان بیسلہ کے سردار موتی رام بیسلہ مانے گئے۔ جنھوں نے گوجروں اور جاٹوں میں مستقل اتحاد قائم کر دیا اور پھر کبھی دو صدی کے عرصہ میں گوجروں اور جاٹوں میں معمولی سا بھی اختلاف نہ ہوا۔ انھوں نے فوج میں نصفا نصفی کی بھی شرط مٹا دی۔ ہر بہادر کے لئے چاہے وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو ملازمتوں کے دروازے کھول دئے۔

گوجر سردار گیاسی رام بیسلہ وزیر سلطنت

۱۸۲۵ء میں جب مہاراجہ بلونت سنگھ جاٹ بھرت پور کا راجہ تھا تو وزارت کا تمام کام گوجر سردار گیاسی رام بیسلہ کے پاس تھا۔ مہاراجہ بلونت سنگھ جاٹ نابالغ تھا۔ دوسرے جاٹوں نے اس کا مدار المہام دسرپرست بن کر تخت پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر گوجر وزیر گیاسی رام نے خود جاٹ شہزادہ کی سرپرستی قبول کی۔ اور ریاست کو جاٹ شاہی خاندان سے نکلنے نہ دیا ۱۸۵۷ء میں ہر چہار طرف جب ملک میں انتظام درہم برہم ہو گیا۔ تو گوجر وزیر نے ریاست کو آنچ نہ دی۔ جب مغل بادشاہ نے انگریزوں کی ماتحتی قبول کی تھی۔ ریاست بھرت پور نے بھی انگریزوں کا اقتدار تسلیم کر لیا تھا۔

رگھبیر سنگھ سی۔ آئی۔ اِی

جاٹ راجاؤں پر مختلف الزام لگا کر انگریزوں نے مختلف قسم کی بہانہ سازی سے اس ریاست کو ہڑپ کرنا چاہا مگر گوجروں نے جاٹ شاہی خاندان کا پورا پورا ساتھ

دیا۔ جب مجلس انتظامیہ بنائی گئی تو اس کے صدر گوجر سردار راؤ بہادر رگھبیر سنگھ سی۔ آئی۔ای تھے ۱۹۰۲ء سے کر ۱۹۲۵ء تک بارے اکتالیس سال تک ریاست کا تمام انتظام گوجروں کے ہاتھ میں تھا۔

محکمۂ داخلہ، محکمۂ مال، محکمۂ انصاف اور محکمۂ فوج کے انتظام میں رانا صاحب بحیثیت رکن رہے، کرنل جنگل سنگھ (گوجر) و کرنل بخشی گردھر سنگھ (گوجر) فوج میں اعلیٰ عہدوں پر متعین رہے۔ گوجر و جاٹ سرداروں میں ہمیشہ میل و محبت و اتحاد قائم رہا۔

۲۸ر نومبر ۱۹۱۸ء کو لارڈ چیمسفورڈ انگریز وائسرائے ہند اور جاٹ مہاراجہ بھرت پور جناب کشن سنگھ صاحب نے ان کی تعریف کی۔

مندرجہ ذیل الفاظ میں محکمۂ فوج کی انتظامیہ کونسل کے سربراہ گوجر سردار رگھبیر سنگھ کی تعریف میں یہ الفاظ تحریر کیے گئے

"That they have played the part well and earned the praise of generals under whom they have served, is due to the efficiency maintained in time of peace for which I tender my most grateful thanks to the Member of Council incharge of the Military Department."

ترجمہ: کہ انھوں نے (کونسل کے ممبروں نے) اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے اور اپنے اُن جرنیلوں سے تہنیت حاصل کیں جن کے ماتحت انھوں نے کام کیا۔ یہ سب کچھ اس کارکردگی کا نتیجہ ہے جو انھوں نے امن کے زمانہ میں دکھائی اس کارکردگی کے لیے میں فوجی محکمہ کی کونسل کے سربراہ کو اپنی طرف سے شکرگزاری پیش کرتا ہوں۔

جاٹ مہاراجہ کشن سنگھ نے بھی ان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں تحسین نامہ پیش کیا۔

"He has shown himself to be not only capable and trustworthy but also loyal to the Bharatpur state and the supreme Government. I need not say any more on this point for the

Rao Bahadur Sardar Raghubir Singh Sahib's services are well known to Your Excellency and the officers of the Imperial Government.

ترجمہ: علاوہ ازیں نہ صرف اس نے اپنے کو (اپنے عہدہ کا) اہل اور قابل اعتماد ثابت کیا ہے بلکہ اس نے اپنے کو ریاست بھرت پور اور حکومت اعلیٰ کا وفادار بھی ثابت کیا ہے۔ میں اس ضمن میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ راؤ بہادر سردار رگھو بیر سنگھ صاحب کی کارگزاری عزت مآب (گورنر جنرل) اور حکومت اعلیٰ (مرکزی حکومت) کے عمال کے علم میں اچھی طرح سے ہے (اور اس پر کچھ تبصرہ کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ مولف گوجر)

تمام متحدہ ہندوستان کے والی یعنی وائسرائے کے الفاظ اور مہاراجہ صاحب کے الفاظ سے گوجر سردار کی قابلیت و علمیت ظاہر ہوتی ہے۔

گوجر سردار جناب راؤ بہادر رگھبیر سنگھ سی۔ آئی۔ ای عمر رسیدہ ہونے پر وزارت سے سبکدوش ہوئے ان کی سبکدوشی کے چند سال بعد ۱۹۴۷ء میں یہ ریاست بھی عوامی حکومت نے لے لی ہے۔ جاٹ مہاراجہ صاحب کو دوسرے راجاؤں کی طرح وظیفہ ملتا ہے۔

رانا رگھبیر سنگھ صاحب کی صرف ایک لڑکی بنام شری متی گیردھر کماری ہیں جن کی شادی ضلع مظفر نگر میں موضع بلوہ کے خاندان چوہان میں رانا دیبی سنگھ چوہان کے لڑکے رانا کرن سنگھ چوہان سے اس وقت ہوئی جب رانا صاحب کو ریاست کے کلی اختیارات حاصل تھے۔ بابات میں مولف کے چچا رانا قطب الدین چوہان صاحب منلئی بھی شرکت تھی

(۳) گوالیار کی حکومت

(۲) خاندانِ شیکھر وار

گوالیار کے علاقہ میں نہایت قدیم زمانہ سے سورج ونشی کھتری خاندان کی شاخ شیکھروار یا شیکروار صدیوں تک برسرِ اقتدار رہی۔ علاؤالدین خلجی نے سب سے پہلے اس علاقہ کو مطیع و زیر کیا۔ مگر اس کی موت کے فوراً بعد شیکھروار خاندان کی ایک شاخ جو شہر گھوری بسی میں تھی پھر برسرِ اقتدار آگئی۔ کیونکہ یہ شیکھروار شہر گھوری بسی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے انہیں گھوریا (گھوری والے) کہا جانے لگا جیسا کہ مہارانا پرتاپ کو شہر سیسود کی وجہ سے سیسودیہ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اُن کا گوت (خاندان) گہلوٹ ہے۔

سکندر لودھی کے زمانے میں شیکھروار خاندان کے سرداروں نے راجہ مان سنگھ گوجر خاندانِ تنور (تور) کے ہمراہ دلی کی فوجوں کا مقابلہ کرکے انہیں شکست دی۔ سکندر لودھی نے ایک فرمان کے ذریعہ شیکھروار خاندان کو راجہ مان لیا۔ اس وقت اِن کے پاس سمبھ دلی، جیگنی نور آباد، موریتہ وغیرہ کے علاقے تھے۔ گوجر محل اسی زمانہ کی یادگار گوالیار میں ہے۔

راجہ شوپت سنگھ

اکبر نے انہیں مغلوب کیا۔ تو یہ لوگ علاقہ چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ مگر اورنگ زیب کے زمانہ میں جب ملک میں بڑ بازی ہوئی۔ تو انہوں نے دوبارہ اپنے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ فرخ سیر نے سنہ ۱۷۱۳/۱۹ء کے درمیان انہیں پھر راجہ تسلیم کیا۔ اس وقت اس خاندان میں راجہ شوپت سنگھ برسرِ اقتدار تھے۔ بعد میں اس خاندان کی لڑائیاں سندھیا مرہٹوں دتیہ کے راجپوتوں ٹہری شاہ کے راجہ اور جھانسی کے مرہٹہ پیشواؤں سے ہوئیں۔ کبھی ہار اور کبھی جیت کا سلسلہ چلتا رہا لیکن انہوں نے اپنے علاقہ پر کسی کو قابض نہ ہونے دیا۔

راجہ رام پال سنگھ

راجہ رامپال سنگھ کا مشہور معرکہ سندھیا مرہٹے ہوا جس کا سپہ سالار انگریز مسٹر جیمس اسکنر تھا۔ ۱۷۸۵ء میں راجہ رامپال سنگھ نے جیمس اسکنر کو شکست فاش دی۔ اس شکست کا حال محکمہ آثارِ قدیمہ کے ان خطوں میں سے بھی ملتا ہے جن کو انگریزی حکومت میں سردار صوبہ صاحب بھالے راؤ راجندر نے یکجا جمع کیا تھا۔ ان خطوط میں جیمس اسکنر کا خط بھی شامل ہے جیمس اسکنر صاحب نے لکھا ہے۔

"میں نے ۱۷۸۵ء میں گوجروں کا قلعہ سیوڑہ فتح کیا۔ اور پھر میں چمبل ندی کے کنارے مشہور گھوریا بستی میں پہونچا۔ جو گوجروں کا دارالخلافہ ہے۔ یہاں کا گوجر کھشتری راجہ رام پال سنگھ بڑا بہادر ہے۔ اس سے ہماری خوفناک جنگ ہوئی۔ گوجر راجہ کی گولی سے میر الجانی مر گیا۔ اس راجہ کو مغلوب کرنے کے لئے میری فوج کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔"

راجہ "راجہ رام"

اسی خاندان کے راجہ مسمی راجہ رام نے علاقہ گوہد میں بمقام "پارسین" میں اپنا نام تاریخ میں محفوظ کر دیا۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں انگریزوں نے اپنی پیاس گوجروں کے خون سے جی بھر کر بجھائی۔

گھوری بستی کا اقتدار ختم ہو گیا۔ رہی سہی کسر ۱۸۵۷ء میں نکل گئی۔ ۱۹۴۷ء میں ان سے زمینداریاں اور متعلقہ جات بھی چھن گئے۔ اور اب یہ صرف اپنے ناموں میں لفظ "رانا" لگانے کے لئے زندہ ہیں۔ جو اُن کی قوم گوجر کا اعزازی نشان بن کر رہ گیا ہے۔

(۵) گوجر خاندان ناگری

ریاست پریچھت گڑھ

گوجروں کے ناگری خاندان کا تاریخ میں بہت اونچا مقام ہے۔ پہلی صدی قبل مسیح ان کی راجدھانی پاٹلی پتر یعنی پٹنہ تھا۔ پہلی صدی عیسوی میں گوجر قوم عروج پر تھی۔ دریائے جمنا سے وسط ایشیا تک گوجر کشان خاندان کی حکومت تھی جس کا دارالخلافہ پرشپور (پشاور) تھا۔ دریائے جمنا سے بنگال تک گوجر خاندان ناگری کی حکومت تھی جس کا دارالخلافہ پاٹلی پتر یعنی پٹنہ تھا۔ ایک معاہدہ کے تحت جس کا ذکر حصہ اول میں گزر چکا یہ دونوں حکومتیں دوست تھیں اور دریائے جمنا ان کی حد فاصل تھا۔ قدیم کتابوں میں خاندان ناگری کا تذکرہ مسیح سے ہزارہا سال پہلے ملتا ہے جس کا ذکر مورخ کاشی پرشاد جیسوال نے اپنی تاریخ "اندھکار یوگین بھارت" کے صفحات ۱۲۰ تا ۱۳۲ پر کیا ہے۔ بہت دنوں تک اس خاندان کی حکومت راجستھان میں بھی رہی، چنانچہ ناگور کا خاندان ناگری ہی تھا۔ اسی طرح کشمیر میں اننت ناگ، ویری ناگ اور دکن میں ناگپور اس خاندان کی مختلف زمانہ کی یادگار ہیں۔ راجستھان میں ناگور کی حکومت بیرونی مسلمانوں نے ختم کی۔ اکبر کے زمانہ میں ناگری خاندان دلی کے بالکل مغرب میں کافی قوت کا مالک تھا لیکن اکبر کو راجپوت وفادار مل چکے تھے اس لئے مغل سلطنت سے جو ٹکراتا تھا راجپوت اُسے ہی ختم کر دیتے تھے۔ مگر جلد ہی سلطنت مغلیہ کو شمال میں سکھوں نے اور جنوب میں مرہٹوں نے ضرب پہنچائی اور ساتھ ہی مرہٹوں نے راجپوتوں کی بھی سرکوبی کی تو مغل اور ان کے حمائتی راجپوتوں کے مظالم اٹھارہویں صدی کے شروع میں ماند پڑ گئے۔

رانا جیت سنگھ

اٹھارہویں صدی کے عین شروع میں دلی کے مغربی علاقوں میں گوجروں نے

دوسرے گوجروں کی طرح ایک بار پھر اپنے ملک سے بیرونی طاقتوں کا جوا اتار پھینکنے کے لئے تلوار ہاتھ میں لی۔ نیمکا، تیگاؤں، تمم گڑھ، گوڑگانواں، رہتک، حصار میں بہادر رانا جیت سنگھ نے اقتدار حاصل کر لیا۔ حصار اور رہتک کے جاٹوں نے رانا جیت سنگھ کی بڑی مدد کی۔ اس زمانہ میں دلی میں مغل احمد شاہ ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء ہند کا بادشاہ تھا اور مرزا راجپوت اب تک دلی کے جاں نثار تھے راجستھان والے راجپوت تو اپنی ذاتی مصیبتوں میں گرفتار ہو چکے تھے کیونکہ مرہٹے راجستھان میں داخل ہو چکے تھے مگر گنگا جمنا کے دوآبہ کے چند راجپوت سردار ابھی تک دربار مغلیہ سے چپاں تھے جن میں سپہ سالار صوبیدار پرتاپ سنگھ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ابتداء میں احمد شاہ نے گوجروں اور جاٹوں کی اس بیداری کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس لیے اس نے معمولی فوج دے کر پرتاپ سنگھ راجپوت کے ایک بھائی کو بھیجا۔ مگر اسے گوجروں اور جاٹوں نے شکست دے کر ختم کر دیا۔

یہ حالت دیکھ کر مغلوں کے حاشیہ بردار راجپوتوں میں مغلوں کی ہمدردی کا جذبہ زیادہ موجزن ہوا چنانچہ پرتاپ سنگھ راجپوت خود ایک لشکر مغلوں اور راجپوتوں کا لے کر حصار کے علاقہ میں آیا۔ گھمسان کا رن پڑا جس میں دلی کی فوجوں کو شکست فاش ہوئی۔ پرتاپ سنگھ راجپوت اس معرکۂ کارزار میں کام آیا۔

پرتاپ سنگھ راجپوت کی موت نے مغلیہ دربار میں صف ماتم بچھا دی۔ ہر چہار طرف کے علاقہ تو خود مختار ہو ہی چکے تھے لیکن اب تو عین دلی کی جڑ میں بہادر گوجر اور جاٹ اس بیرونی حکومت کو ختم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ ایک خطرۂ عظیم تھا۔ چنانچہ احمد شاہ نے دلی کے کوتوال علی شاہ کو گوجروں کی آزادی کی جنگ کو دبانے کے لئے بھیجا۔ ضلع گوڑگاؤں میں پھر جنگ واقع ہوئی۔ فتح نے پھر عوام کے قدم چومے۔ علی شاہ اس لڑائی میں مارا گیا۔

اس طرح متعدد مرتبہ مغلوں اور ان کے حواری راجپوتوں کو شکست پہ شکست ہوئیں۔ گوجر اور جاٹوں نے سوائے شہر دلی کے چاروں طرف کے علاقہ

میں اپنی حکومت قائم کر دی جمنا کے دوسری طرف یعنی دوآبہ میں بھی گوجر اور جاٹ اُٹھ کھڑے ہوئے، لیکن اس علاقہ کے مغلیہ دربار کے جاگیردار راجپوتوں نے انھیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر ۱۷۵۵ء میں رانا جیت سنگھ نے عوام کی حمایت کے لیے دریائے جمنا عبور کیا۔ اضلاع میرٹھ، بلند شہر، علی گڑھ کے تمام مغل سرداروں اور مغلوں کے جاگیردار راجپوتوں کو مغلوب کر لیا گیا۔ بہادر گوجر اور جاٹ دریائے گنگا پار کر گئے اور روہیل کھنڈ میں داخل ہوئے اس علاقہ پر روہیلہ پٹھانوں نے مغلوں کے خلاف آواز اٹھا کر خود مختاری کا اعلان کیا تھا۔ کیونکہ گجرات (سہارنپور) کے گوجر بھاگان سے جیسا کہ ذکر ہوا نجیب الدولہ صلح کر چکا تھا اس لیے احمد نے ان گوجروں اور جاٹوں سے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ روہیلوں نے اس عوامی طاقت سے صلح نامہ کیا۔ دریائے گنگا گوجر حکومت کے اندر آ گئی گوجر او جاٹوں کا یہ انتہائی کمال تھا کہ انھوں نے چند سال ہی تنظیم کر کے حصار سے لے کر دریائے گنگا تک کا وسیع علاقہ اپنے زیر نگیں کر لیا۔

ان حالات نے احمد شاہ والئ دہلی کو گوجروں اور جاٹوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۱۷۵۳ء میں اس نے گوجر اور جاٹ سرداروں کو دہلی آنے کی دعوت دی۔ آخرکار صلح نامہ ہوا۔ مغل بادشاہ نے گوجر رانا جیت سنگھ کا اقتدار دریائے گنگا کے دونوں طرف تسلیم کر لیا۔ گوجر رانا درگاہی سنگھ کا اقتدار جمنا کے مشرق میں تسلیم کر لیا گیا اور جاٹ سردار لکھمی رام کا اقتدار علاقہ جات پونٹھ، سیانہ، اور فریدآباد پر تسلیم کیا گیا۔ اس طرح دلّی کے چاروں طرف گوجروں اور جاٹوں کی سلطنت قائم ہو گئی۔ بادشاہ نے درخواست کی کہ دلّی پر گوجروں اور جاٹوں کے حملے بند ہو جانے چاہییں اور دلّی والوں کو باہر نکلنے اور سفر کرنے میں تنگ نہ کیا جائے۔ اس درخواست کو قبول کیا گیا۔ اور اس پر عمل کیا گیا۔

راجہ جیت سنگھ نے اپنی راجدھانی (دارالخلافہ) پریچھت گڑھ واقع موجودہ ضلع میرٹھ (مشرقی جانب) اور گوجر سردار رانا درگاہی سنگھ نے اپنا دار السلطنت مقام داوری (دلّی سے بجانب مشرق چند میل کے فاصلہ پر قرار دیا۔

راجہ نین سنگھ

رانا جیت سنگھ کے انتقال پر اس کا بھتیجا رانا نین سنگھ سربراہ آرائے تخت ہوا کیونکہ سابقہ رانا کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس کے زمانہ میں علی گڑھ پر مرہٹوں نے قبضہ کیا مگر مرہٹوں کا سردار پیراں اس علاقہ کو رانا نین سنگھ کے حوالے کر کے چلا گیا۔ یہ سپردگی باقاعدہ ضبط تحریر میں لائی گئی اس کے رُو سے مزید تین سو پچاس گاؤں پر رانا نین سنگھ کا اقتدار ہو گیا۔ رانا نین سنگھ کے زمانہ میں سیدوں نے ڈاکوؤں کی ٹولیاں بنائیں اور اس میں نیچی ذات کے مسلمان شامل کئے۔ جلاہے، تیلی، دھنیئے وغیرہ۔ ان کا کام تمام علاقہ میں لوٹ مار کرنا تھا۔ ہدایت انھیں انگریز دیتے تھے کیونکہ دلّی سے صلحنامہ الٰہ آباد ہو چکا تھا۔ سیدوں کو ہتھیار بھی انگریز ہی مہیا کرتے تھے۔ گوجروں میں نفاق ڈالنے کی یہ پہلی کوشش تھی اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمان گوجر اور ہندو گوجر الگ الگ ہو جائیں تاکہ آئندہ قیامت تک پھر کبھی ان میں اتحاد نہ ہو سکے۔ اکبر نے بھی گوجروں میں سے راجپوت نکال کر ان کے دو ٹکڑے کیا تھا۔ اب انگریزوں نے گوجروں، جاٹوں، راجپوتوں کے مزید ٹکڑے کر کے آپس میں لڑانے کے لئے وہ جھگڑا کرا دیا تاکہ کھشتریوں کے مزید گروہ در گروہ الگ الگ ہو جائیں، انگریزوں کی یہ چال اکبر سے بھی عمدہ تھی کیونکہ اکبر نے صرف ایک الگ راجپوت فرقہ پیدا کیا لیکن انگریزوں نے دوگنے فرقے نکالنے کے لئے سیدوں کو سہارا دیا۔ تاکہ مذہبی جنون انھیں کبھی متحد نہ ہونے دے کھشتری قوم ہی صرف وہ طاقت ہیں جن کو توڑ کر دیوار میں چن کر بیرونی قوموں کا محل اس ملک میں رہ سکتا ہے، چنانچہ انگریزوں نے دربار مغلیہ کے شکست خوردہ سیدوں کو اس طرف لگا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ رانا نین سنگھ نے پہلے تو روہیلہ پٹھانوں سے مدد مانگی مگر بیچارے پٹھان خود مصیبت میں گرفتار ہو چکے تھے۔ کیونکہ نواب اودھ نے انھیں اپنا علاقہ بنا کر انگریزوں کو ان کے پیچھے لگایا ہوا تھا۔ دریائے جمنا تک تمام علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ جمنا کے مغرب میں سکھ ابھی تک آزاد تھے۔ اس لئے رانا نین سنگھ نے انگریزوں اور لٹیرے سیدوں کا قلع قمع کرنے کے لئے سکھوں کے پاس سفیر بھیجے

مگر انگریزوں نے دوآبہ کے گوجروں اور پنجاب کے سکھوں کا الحاق ہونے سے پہلے ہی مشرقی پنجاب کی تمام سکھ ریاستوں کو مہاراجہ رنجیت سنگھ سے بچانے کا بہانہ دفریب کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ اس طرح رانا نین سنگھ کی تمام عمر انگریزوں اور سیدوں کے خلاف لڑنے میں صرف ہوئی آخر ۱۸۱۸ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

رانا نتھا سنگھ

رانا نین سنگھ کی وفات کے بعد اس کا لڑکا رانا نتھا سنگھ تخت نشین ہوا۔ مگر انگریزوں نے آخر کار اسے مجبور کر دیا کہ وہ خود مختاری سے دست کش ہو کر انگریزوں سے معاہدہ کرے انگریزوں نے اس کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے اُسے ریاست کی حدود کے کاغذات پیش کرنے کو کہا۔ رانا نتھا سنگھ نے مغل احمد شاہ کا صلحنامہ دکھایا جس کی رو سے اس کی حدود حصار سے دریائے گنگا تک تھیں اور اس کی جاگیر میں پریچھت گڑھ شامل تھا، انگریزوں نے اس صلحنامہ کو نہیں مانا بلکہ یہ کہہ کر رد کر دیا کہ مغل بادشاہ نے گوجروں کے دباؤ کی وجہ سے رانا جیت سنگھ کو راجہ تسلیم کیا تھا۔ اب یہ کون پوچھتا کہ تم (انگریز) کس قانون کے تحت ہندوستان میں داخل ہوئے ہو۔ الغرض رانا نتھا سنگھ سے تمام ریاست ضبط کر لی گئی۔ مگر رانا نے دیوانی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا چنانچہ عدالت نے صرف ایک سو تراسی گاؤں و نیز دوسرے دو سو چوہتر گاؤں اس کی ملکیت قرار دے کر پچاس ہزار مالگزاری قائم کی۔

رانا نتھا سنگھ کی طاقت اور بھی کمزور کرنے کے لئے ۱۸۳۶ء میں بیس گاؤں اس کے ایک رشتہ دار کو دیدئے انہیں دنوں ان کا انتقال ہو گیا۔

رانی لاڈ کماری و رانی دھن کماری

رانا نتھا سنگھ کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی بلکہ صرف ایک لڑکی بنام لاڈ کماری تھی جس کی شادی پنوار خاندان گوجر میں ریاست لنڈھورہ کے راجکمار خوشحال سنگھ سے

ہوئی تھی، چنانچہ ریاست پریچھت گڑھ کا الحاق ریاست لنڈھورہ سے ہو گیا۔ خوشحال سنگھ کی وفات کے بعد رانی لاڈ کمار اور سابقہ راجہ کی ماں دھن کماری نے انتظام سلطنت سنبھالا۔ پریچھت گڑھ کے آئندہ حالات ریاست لنڈھورہ کے ضمن میں گزر چکے ہیں ۱۸۱۳ء میں یہ مشترکہ ریاست ختم ہو گئی۔

نہ صرف پریچھت گڑھ اور حصار اور رہتک میں ناگری خاندان طاقتور رہے بلکہ مقام دھکولی کے سردار چندن سنگھ نے انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کو جنگ لڑی۔

ضلع بلند شہر میں ناگری خاندان کے ایک سردار نے بھرگوٹ (قوم) کے سردار بھجتا کو مار کر اس کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ستائیس گاؤں میں اپنا اقتدار قائم کیا۔

۱۸۵۷ء کی آزادی کی جنگ میں تمام گاؤں ان سے بھی انگریزوں نے چھین لیے۔ دلی کے علاقہ میں گلاوٹھی پرگنہ میں مقام اٹا اساور کے ناگڑی اسی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف داد مردانگی دی۔ ان کے سردار انند سنگھ کو انگریزوں نے پھانسی دے دی اور گوجروں کے تمام دیہات جاٹوں کے حوالہ کر دیے۔

گجرات راجناک کا خاندان کالس:- راجہ مانان نے جب پنجاب سیرا اور سرحد میں درانیوں سے مقابلہ کر رہے تھے تو اجناک کے ایک بیاہ راجہ مانان نے دو آبہ چناب جہلم کے ایک وسیع رقبہ پر قبضہ کر کے مانا دی کا ڈنکا بجا دیا اور اپنے علاقہ سے تمام درانیوں اور افغانوں کو بزور شمشیر باہر نکال دیا۔ **رانا سلطان تقی** راجہ مانان صاحب کے دو فرزند سلطان تقی اور سلطان نقی تھے۔ سلطان نقی نے عہد کی باگ سنبھالی۔ جب گوجرانوالہ کے سکھ گوجروں کا اقتدار پنجاب پر چھا گیا تو انہوں نے رانا سلطان تقی کو اس علاقہ کا حاکم تسلیم کر کے پشاور تک فتوحات حاصل کیں۔

رانا امام بخش:- آپ رانا سلطان تقی کے بھتیجے تھے آپ کے زمانہ میں سکھوں نے جلیانوالہ کی مشہور لڑائی لڑی جس میں پنجاب کی آزادی کے لئے آپ نے بھی حصہ لیا۔ شکست کے بعد آپ کا علاقہ کیا بس چند دیہات ضبط رہے۔

رانا سلطان علی بھی اپنے علاقہ کا سردار رہا۔ آپ رانا امام بخش صاحب کے فرزند تھے آپ کے بیٹے **رانا نواب رانا فضل علی** نے پنجاب میں گوجروں کا نام اپنی اعلیٰ قابلیت سے روشن کر دیا۔ فضل علی صاحب کا انتقال ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء میں ہوا آپ کے دو فرزند رانا مہدی علی و رانا اصغر علی بھی مشہور ہستیاں ہوئیں مہدی علی صاحب کا انتقال ۲۴ جون ۱۹۵۸ء کو راولپنڈی میں ہوا۔ اصغر علی صاحب حیات ہیں۔ اور پنجاب کی مشہور ہستی ہیں

رانا اکبر خان صاحب۔ آپ رانا امام بخش کے دوسرے بیٹے رانا مولاداد کے پوتے اور رانا رستم علی کے فرزند ہیں۔ آپ آجکل لندن میں مقیم ہیں آپ نے ۱۹۵۵ء میں ایک تاریخ گجر گجرات بھی لکھی ہے۔

(اس خاندان کے مفصل حالات حصہ چہارم میں درج ہیں)

(۶)

گوجر ریاست لنڈھورہ

(گجرات سہارنپور)

خاندانِ پنوار (پرمار)

گنگا جمنا کے دوآبہ کا بالائی حصہ تاریخ میں ہمیشہ گجرات کہلایا۔ اس علاقہ پر گوجروں کا اقتدار نہایت قدیمی ہے۔ آثارِ قدیمہ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ مسلسل اس علاقہ میں ہمیشہ گوجروں کے خاندان آباد رہے۔ مہابھارت سنہ ۳۱۰۰ ق م کا قدیمی شہر یعنی مہاراجہ یدھشٹر کا دار الخلافہ ہستنا پور اور مہاراجہ کرن کا آباد کردہ کرانہ، مہابھارت کے سو سال بعد (سنہ ۳۰۰۰ ق م) راجہ پریکشت (پرچھت) کا آباد کردہ دار الخلافہ پریکشت گڑھ (پرچھت گڑھ) سنہ ۹۰۰ ق م میں راجہ اشب اچھپت چوہان کا آباد کردہ اچھپت پور۔ پہلی صدی عیسوی میں سومنا دنشی خاندانِ کشان کا شہر کشانہ، تیسری صدی عیسوی میں راجہ سارن پنوار کا تعمیر کردہ سارن پور (موجودہ سہارنپور) نویں صدی عیسوی میں دہرہ دون کے شمالی پہاڑوں میں قائم کردہ موجودہ گڑھوال جسکو راجہ کنک پالی پنوار نے آباد کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو کتبہ چند پور گڑھ بحوالہ ہسٹریکل اینڈ اسٹیٹیکل اکاؤنٹ آف دہرہ دون صفحہ ۷۹ تا ۸۰ و نیز مختلف مقامات موسومہ بہ کھانڈے راؤ والی (کھنڈراولی) جو پرتھوی راج چوہان کے بھائی کھانڈے راؤ

کے نام پر ہیں۔ کیونکہ دوآبہ بمعہ دہلی کھانڈے راؤ کی سرداری میں تھا۔ نیز کلستہ راؤ چوہان کا آباد کردہ بجنیٹ وغیرہ وغیرہ اسی علاقہ میں ہیں۔ بیرونی مسلمانوں کے زمانہ میں اس علاقہ کے گوجروں نے سوائے اکبری دور کے کبھی کسی بادشاہ کی ماتحتی قبول نہ کی۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ جب انگریزوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ان سے مالگزاری وصول کرنی چاہی۔ تو انہوں نے قبیلی قوت کا مظاہرہ کیا۔ اور ۱۸۱۷ء میں آزادی کا جھنڈا بلند کیا۔ یہ لڑائی پورے تیس سال جاری رہی۔ اس کی ناکامیابی کے بعد پھر ۱۸۵۷ء میں اسی علاقہ سے آزادی کا جھنڈا بلند ہوا۔

ہم زیر نظر باب میں بادشاہ اکبر کے بعد کے حالات بیان کر رہے ہیں کیونکہ بادشاہ اکبر سے پہلے حالات پیچھے مفصل مذکور ہو چکے ہیں۔

راجہ سبھا چند پنوار

وہ پنوار خاندانِ گوجر جس کے ایک بہادر جوگراج نے تیمور کا مقابلہ گجرات میں کیا تھا۔ اور وہ گوجر جنہوں نے شیر شاہ کا مقابلہ کیا تھا۔ اکبر کے زمانے میں مقامی سردار تسلیم کر لئے گئے۔ جہانگیر کا زمانہ اسی سرداری میں نکل گیا۔ مگر شاہجہان نے گوجروں کی غیرت کو چیلنج کر دیا تھا جیسا کہ ابھی پچھلے باب میں مذکور ہوا۔ جبکہ دوآبہ اور بداؤں کے گوجروں نے بمقام "پوایاں" گنگا پار جنگ کر کے شکست کھائی پھر اورنگ زیب نے تمام ملک میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔ دکن میں وہ بیجاپور اور گولکنڈہ کی دو مسلم حکومتوں سے پورے پچیس سال لڑتا رہا۔ مغلیہ سلطنت کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اورنگ زیب نے اپنی زندگی میں ہی اپنی حکمت عملی کا نتیجہ دیکھ لیا تھا۔ ساحل سمندر پر مرہٹے، پنجاب میں سکھ نمودار ہو گئے۔ دوآبہ میں گوجروں نے تلواریں نکال لیں۔ گوجروں کا سردار اس زمانہ میں راجہ سبھا چند تھا۔

راجہ سبھا چند مخص

اس وجہ سے مشہور ہوا کہ اورنگ زیب نے اُسے گجرات کا راجہ تسلیم کر لیا۔

اورنگ زیب کے مرتے ہی روہیلہ پٹھان اور سید برادران بھی مغلیہ سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجانے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بداؤں سے گوجروں کا اقتدار شاہجہان نے ختم کر دیا تھا۔ مگر اورنگزیب کے انتقال پر اس علاقہ پر روہیلہ پٹھانوں نے قبضہ کر لیا۔ اور اس کا آئندہ نام ہی روہیل کھنڈ ہو گیا۔

راجہ ناہر سنگھ

مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلے کے زمانے میں گجرات پر ناہر سنگھ گوجر راجہ حکومت کرتا تھا۔ جب نادر شاہ درانی نے پنجاب پر متعدد مرتبہ حملہ کر کے اُسے تباہ و برباد کر دیا۔ تو محمد شاہ رنگیلے نے راجہ ناہر سنگھ کی مدد و ہمدردی حاصل کرنے کے لئے بہت سے مزید علاقے اُس کی نگرانی میں دے دیئے۔

روہیلہ پٹھانوں نے بادشاہ دہلی کے خلاف اپنے کو مضبوط کرنے کے لئے دوآبہ کے گوجروں کو اپنی طرف ملایا۔ گجرات اور روہیل کھنڈ کے درمیان دریائے گنگا حد فاصل قرار پائی۔ ۱۷۵۹ء میں روہیلہ سردار نجیب الدولہ نے گنگ کے مشرقی کنارے کے تمام دیہات بھی راجہ ناہر کے سپرد کر دیئے۔ اسی زمانہ میں مرہٹوں نے شمالی ہند کو اپنے مظالم کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ ہندو مسلمان سب ان کی لوٹ مار سے تنگ تھے۔ ان کے حملوں نے تمام راجپوت ریاستوں کی کمر توڑ دی۔ پورا ریگستانی علاقہ اور دلی بھی ان سے نہ بچ سکیں۔ مگر اتفاقاً انہوں نے کبھی گجرات میں قدم نہ رکھا۔ مرہٹوں کے حوصلے اس قدر بلند تھے کہ وہ اٹک تک پہونچے۔ یہ ابدالیوں کے زیر اثر تھا۔ چنانچہ ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی بے حساب فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ روایتاً ایسا مشہور ہے کہ یہ لڑائی خط و کتابت کے ذریعے ہوئی تھی۔ بعض ناواقف ہندو مسلمان مورخوں نے اس سیاسی لڑائی کو بھی اپنی عادت کے موافق مذہبی رنگ میں پیش کیا ہے۔ احمد شاہ ابدالی کی طرفداری نہ صرف مسلمان سرداروں نے کی تھی۔ بلکہ ہندو سرداروں نے بھی کی تھی۔ کیونکہ مرہٹوں سے ہر گاؤں اور ہر شخص تنگ آچکا تھا۔ راجستھان اور پنجاب کے ہر گاؤں میں ٹامک دمقارے، اسی زمانہ میں رکھے گئے۔ مرہٹے گروہ بنا بنا کر دیہاتوں پر حملہ کرتے تھے۔ ان کی آمد پر فوراً یہ نقارے بجائے جاتے تھے۔ تاکہ قریبی دیہات ملکر مقابلہ کر سکیں۔ روہیلوں نے احمد شاہ ابدالی کی حمایت میں افواج بھیجیں۔ جو دوآبہ سے گزریں ان کا مقابلہ راستہ میں کسی ہندو نے نہیں کیا۔ حالانکہ یہاں ہندو گوجروں کی حکومت تھی۔ اسی طرح مرہٹوں کی حمایت دکن کے تمام مسلمان سردار تھے۔ المختصر پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو ایسی شکست ہوئی۔ کہ پھر انہوں نے دلی سے آگے کبھی رخ نہ کیا۔

اس لڑائی سے سلطنتِ مغلیہ کا ضعف اور کمزوری لوگوں کے دلوں میں اور نمایاں ہو گئی کیونکہ مغلیہ دارالخلافہ کے پاس دو مختلف حکمران لڑ رہے تھے۔ اور مغل دونوں کا منہ دیکھ رہے تھے۔ اس حملہ نے سکھوں کے لئے پنجاب میں حکومت کرنے کے مواقع پیدا کر دیئے۔ ملاحظہ ہو گولڈن تاریخ ہندوپاکستان صفحہ ۱۹۱ مطبوعہ لاہور۔ اس حالت سے مرہٹوں اور عوام کے حوصلے مزید بلند ہوئے۔ ضلع میرٹھ میں پریچھت گڑھ اور ضلع بلند شہر میں دادری کے تمام علاقوں پر گوجروں نے قبضہ کر کے اپنی عملداری میں لے لیا۔ نجیب الدولہ روہیلہ نے بھی اس موقعہ سے اور فائدہ اُٹھایا۔ اور اُس نے ان گوجر سرداروں سے صلحنامہ کر لئے۔ اس طرح نجیب الدولہ نے روہیلکھنڈ اور دلی کے درمیان دوآبہ کو اور وہاں کے گوجروں کو اپنی آڑ بنا لیا۔ اور خود گنگا پار اطمینان سے اپنی قوت بڑھاتا رہا۔

راجہ منوہر سنگھ

راجہ منوہر سنگھ نے بمقام لنڈھورہ قلعہ اور محل تعمیر کیا جس کی وجہ سے یہ ریاست ہی لنڈھورہ کہلانے لگی۔

رانی لاڈ کنوار

راجہ منوہر سنگھ کے انتقال کے بعد ریاست لنڈھورہ کا انتظام رانی صاحبہ نے سنبھالا۔ کچھ مدت بعد اقتدار راجہ بدھ سنگھ کے ہاتھ آیا۔

راجہ بدھ سنگھ

راجہ بدھ سنگھ بھی بہت ہی تھوڑے عرصہ حکمران رہا۔ اور حسب سابق حکومت کا کام چلایا۔

راجہ موہر سنگھ

راجہ موہر سنگھ ایک قابل اور ہوشیار حکمران تھا جس نے تمام گجرات میں دھاک بیٹھا دی۔ اس زمانہ میں تمام ہندوستان میں بدامنی کا دور دورہ تھا۔ انگریزوں نے بنگال، بہار، اودھ اور تمام دکن کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ اور بادشاہ دہلی صرف نام کے بادشاہ تھے۔ تمام ملک میں

بے چینی پھیلی ہوئی تھی مگر گجرات میں حالات بے حد اطمینان بخش تھے۔

راجہ رام دیال

راجہ رام دیال کے زمانہ میں والئی دہلی شاہ عالم مغل نے صلحنامہ الہ آباد کی رو سے تمام حکومت انگریزوں کو سونپ دی اور خود لال قلعہ والے وظیفہ خور بن بیٹھے۔ انگریزوں نے تمام ملک پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ روہیلوں نے اس ڈر سے کہ کہیں انگریز مغلوں کے صلحنامے کی آڑ میں ہم سے حکومت نہ چھین لیں۔ بذاتِ خود ماتحتی قبول کر لی۔ چنانچہ انگریزوں نے تمام علاقہ پر قبضہ کر کے ان کو معمولی علاقہ رامپور دے دیا۔ سنہ ۱۸۰۳ء میں انگریزی فوجیں گنگا پار کر کے مغرب کی طرف بڑھیں۔ اس وقت راجہ رام دیال کی طاقت عروج پر تھی۔ چنانچہ انگریزوں نے بغیر کچھ کہے سنے گجرات کے سات سو چورانوے بڑے دیہات اور چھتیس چھوٹے دیہات پر راجہ صاحب کی عملداری تسلیم کر لی۔

یہ زمانہ انگریز فرمانروا لارڈ ولزلی کا تھا۔ لارڈ ولزلی ریاستوں کو ختم کرنے کے حق میں تھا چنانچہ اس نے مختلف ریاستیں مثلاً تنجور، سورت، کرناٹک وغیرہ کو انگریزی علاقے میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے لئے اُس نے بڑے ظالمانہ مگر خاموش طریقے اختیار کئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ ریاستوں پر حد سے زیادہ باج و خراج لگا دیتا تھا۔ چنانچہ اس نے گوجروں کی اس ریاست پر شرقی پنجاب پر قبضہ کر لینے کے بعد خراج مقرر کر دیا جس کی مقدار ایک لاکھ گیارہ ہزار پانچ سو اناسی (۱,۱۱,۵۷۹) روپیہ تھی۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۱۰ء میں لارڈ منٹو نے اراضی کی اصلاحات نافذ کر کے اس ریاست کو نقصان پہنچایا۔ یہ تمام مفصل حالات باب "آزادی کی جنگ سنہ ۱۸۵۷ء" میں بیان ہوں گے۔ المختصر سنہ ۱۸۱۳ء میں راجہ رام دیال کا انتقال ہو گیا۔

راجہ خوشحال سنگھ

راجہ رام دیال کا بڑا لڑکا سوائی سنگھ اپنے بیٹے بدن سنگھ کو چھوڑ کر راجہ صاحب کی زندگی ہی میں انتقال کر گیا تھا اس لئے لنڈھورہ کا تخت چھوٹے بیٹے خوشحال سنگھ کو ملا۔

لیکن وہ بھی انتقال کر گیا۔ اور انتظام سلطنت رانی صاحبہ دھن کنوار نے سنبھالا

لیکن راجہ رام دیال رانی سدا کنوار اور رانی کے لڑکے بدن سنگھ نے جھگڑا کر دیا

اس جھگڑے کا فیصلہ پرچھت گڑھ کے گوجر سردار نین سنگھ نے کیا۔ رانی صاحبہ دھن کنوار کو لنڈھورہ و جھبکی (علاقہ دیوبند) بٹ گئے۔ اور راجکمار بدن سنگھ کو تعلقہ بلیدھ دیا گیا۔ اور رانی سدا کنوار کو تعلقہ جبرہیڑی دی گئی۔ انگریزوں نے ان تعلقوں پر مزید خراج مقرر کر دیا۔

رانی صاحبہ دھن کنوار کے انتقال پر لنڈھورہ و جھبکی رانی کے سپرد ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی انتقال کر گئی۔

راجہ ہربنس سنگھ

آپس کے خاندانی جھگڑوں اور انگریزوں کی قانونی موشگافیوں کی وجہ سے ریاست لنڈھورہ بہت ہی مختصر سی رہ گئی۔ انگریزوں نے شاہانِ مغلیہ کا ہر صلحنامہ اور سندات کو جعلی قرار دیا صرف نجیب الدولہ کے ساتھ صلحنامہ کو واجب العمل مان کر باقی تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا

راجہ ہربنس سنگھ کی پرورش اپنے ماموں کے یہاں پرچھت گڑھ میں ہوئی تھی۔ اور وہ وہیں رہتا تھا چنانچہ اس نے پرچھت گڑھ کو لنڈھورہ اور جھبکی کے علاقوں کے ساتھ ملحق کر لیا گجرات میں سوائے راجہ ہربنس سنگھ کے تمام گوجر سردار انگریزوں کے خلاف اٹھ چکے تھے۔ انگریزوں نے پہلے تو گجرات کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ اور پھر علیحدہ علیحدہ سب کو ہڑپ کرنا چاہا جس کے خلاف آواز بلند ہوئی۔ ذکر آئندہ آئے گا۔ راجہ ہربنس سنگھ نے ۱۸۵۰ء میں انتقال کیا۔ اس وقت ضلع سہارنپور میں اس کے پاس صرف ۳۸ گاؤں رہ گئے تھے۔ علاقہ پرچھت گڑھ اس کے علاوہ تھا۔

راجہ رگھبیر سنگھ

راجہ رگھبیر سنگھ اپنے باپ راجہ ہربنس سنگھ کے انتقال کے وقت بالکل ہی بچہ تھا چنانچہ ریاست کا انتظام مقام منڈلانہ کے سردار راؤ صاحب سنگھ چوہان نے کیا۔ چونکہ ریاست میں مستقل

کوئی راجہ نہ تھا۔ یا یوں کہئے۔ راؤ صاحب سنگھ کی ہوشیاری تھی۔ کہ جب سنہ ۱۸۵۷ء میں اس علاقہ کے تمام گوجر سرداروں اور عوام نے انگریزوں کے خلاف آزادی کا جھنڈا بلند کیا۔ تو ریاست لنڈھورہ کی طرف سے کوئی مخالفت نہ ہوئی۔ چنانچہ انگریزوں نے اپنی کامیابی کے بعد ریاست کو ریاست سے ہی چھینے ہوئے گیارہ گاؤں واگزار کرکے معافی کے قرار دیئے۔ لیکن ریاست بدانتظامی کی وجہ سے کورٹس آف وارڈس کے سپرد کر دی۔ جنہی انگریزوں نے اس ریاست کا انتظام وقتی طور پر سنبھال لیا۔

سنہ ۶۸-۱۸۶۷ء میں راجہ رگھبیر سنگھ نے دو گاؤں اور خرید کر ریاست کا اختیار پہلے پہل اپنی زندگی میں لیا۔ مگر اگلے سال سنہ ۱۸۶۹ء ہی میں مشکوک حالت میں اس بیچارے کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر تھوڑے ہی دن بعد اس کے اکلوتے راجکمار جگت پرکاش کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد منڈلانہ کے چوہان خاندان سے ایک لڑکا کنور دلیپ سنگھ متبنیٰ کیا گیا۔

راجہ رگھبیر سنگھ پنوار (بڑگوجر) کی موت

راجہ رگھبیر سنگھ کی موت آج تک صیغہ راز میں رکھی جا رہی ہے۔ راجہ رگھبیر سنگھ کی موت کا اعلان سنہ ۱۸۶۹ء میں ہوا۔ مگر سنہ ۱۸۷۴ء میں ایک شخص نے نمودار ہو کر دعویٰ کیا۔ کہ وہ رگھبیر سنگھ ہے جسے زہر دیکر صندوق میں ڈال کر گنگا میں بہایا گیا تھا۔ بیہوشی کی حالت میں اُسے گنگا میں کپڑے دھوتے ہوئے دھوبیوں نے نکالا۔ اسے صندوق میں قے ہو چکی تھی۔ لہذا اس کی جان بچ گئی۔ لیکن وہ دنیا سے متنفر ہو گیا۔ اس لئے وہ تارک الدنیا ہو گیا۔ پانچ سال بعد اُسے بیوی بچوں کا خیال آیا۔ اور وہ لنڈھورہ فقیروں کے بھیس میں صورتِ حال دریافت کرنے کیلئے آیا۔ اپنے محل، اپنا شہر، اپنا علاقہ دیکھ کر اُسے پھر دنیا سے محبت ہو گئی۔ قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی اور ماں کو سابقہ باتیں یاد دلا کر یقین دلایا تھا۔ کہ وہ سابقہ راجہ ہے۔ مگر راجہ کی ماں نے اس سے قطعاً انکار کیا اور کہا۔ کہ مجھ پر زہر خورانی کا الزام بے بنیاد ہے۔ اور یہ شخص جھوٹا اور فریبی ہے۔ اس لئے اس فقیر کو شہر لنڈھورہ سے نکال دیا گیا۔ جوگی (فقیر) نے انگریزی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پنوار خاندان کے گوجر جوگی کے حمایتی تھے۔ سابقہ انگریز کمشنر کو شہادت

کے لئے مدعا علیہم نے بلایا جس نے گواہی دی۔ کہ رگھبیر سنگھ کی لاش کو میرے سامنے نذرِ آتش کیا گیا تھا۔ چنانچہ جوگی جھوٹا قرار پایا۔ اور اُسے قید کی معمولی سزا ہوئی جس کے بعد وہ دنیا کی نظروں سے روپوش ہو گیا۔

انگریزی عدالت نے تو جوگی کو جھوٹا قرار دے دیا۔ مگر زبانِ خلق آجتک جوگی کو صادق و حقدار مانتی ہے۔ راجہ رگھبیر سنگھ کے حالات پر گوجر مورخوں نے عدالت کی ہی کارستانیوں کا پردہ ڈالا ہے۔ چنانچہ ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب گوجر مورخ شاہانِ گوجر صفحہ ۳۴۶ پر اور جناب تیندر کمار صاحب گوجر مورخ گرجر اتہاس صفحہ ۲۷۱-۲۷۲ پر جوگی کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں:-

(۱) "دوسرے سال اپریل میں رگھبیر سنگھ مشکوک حالات میں مر گیا۔ اور اس کے چند دن بعد اس کا لڑکا جگت پرکاش بھی راہی ملک عدم ہوا۔" ملاحظہ ہو شاہان گوجر صفحہ ۳۴۶ سطور ۷، ۸

(۲) "اپریل میں اسادھارن پرستھتیوں میں راجہ رگھبیر سنگھ کا دیہانت ہو گیا۔ اس کا اکلوتا اُتّرادھیکاری یوراج جگت پرکاش بھی شیگھر ہی اس کے بعد مر گیا۔" ملاحظہ ہو گرجر اتہاس صفحہ ۲۷۱ سطور ۶ تا ۸

اس کا صاف مطلب یہ ہے "اپریل میں غیر معمولی حالات کے تحت راجہ رگھبیر سنگھ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا اکلوتا شہزادہ جگت پرکاش بھی جلد ہی اس کے بعد مر گیا۔"

یہ "مشکوک حالات" اور "غیر معمولی حالات" کیا تھے؟ اس ضمن میں دونوں مورخوں نے کچھ بھی تحریر نہیں کیا۔

انجینئرنگ کالج بمقام رڑکی میں تعلیم کے دوران اسی کالج میں تعمیراتی لکڑی کے بارے میں تعلیم دینے والا ایک لیکچرار (معلم) بنام محمد علی تھا۔ جو شہر لنڈھورہ سے تعلق رکھتا تھا۔ رڑکی سے لنڈھورہ صرف تین میل دور بجانب مشرق الیسٹ انڈین ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ چنانچہ محمد علی صاحب نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر مجھے وہی قصہ سنایا جس کا ذکر میں تحریر کر چکا ہوں۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں اسی سال میں نے اپنے حقیقی پردادا رانا نادر علی چوہان صاحب مرحوم کے حقیقی چھوٹے بھائی الحاج رانا شیر علی صاحب چوہان مرحوم سے بھی اس بارے میں دریافت کیا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا۔ کہ انہوں نے جوگی رگھبیر سنگھ کو عدالت میں دیکھا تھا تمام پنوار گوجر رگھبیر سنگھ کے حمایتی تھے جنہوں نے تخت، دمڑے اور قدمے مقدمہ کی کارروائی

ہی حصہ لیا تھا۔ لوگوں کو یقین تھا۔ کہ جوگی واقعی راجہ رگھبیر سنگھ ہے۔

آج تک راجہ رگھبیر سنگھ کے گیت مشرقی پنجاب، مغربی اُتر پردیش (یوپی) علاقہ آگرہ و مشرقی راجستھان میں گائے جاتے ہیں جن میں سے دیہاتی زبان میں "ریکارڈ سنگ مشین" پر بذات خود مؤلف کو سُنے ہوئے ایک گیت کا مندرجہ ذیل حصہ یاد ہے۔ جس میں راجہ رگھبیر سنگھ کی ماں (غالباً لاولد سوتیلی ماں) اپنی خادمہ کو زہر لانے اور راجہ رگھبیر سنگھ کو بلانے کی تلقین کرتی ہے۔

ہ

میری پٹے نہیں زبان	آ رہی جان تو ائی میں
میرے ہوا نہ کوئی سلطان	کس کی کھاؤں کمائی میں

بہن میرا ایک کہن ڈِگا دے

تھوڑا سا زہر منگا کر لا دے

رگھبیر سنگھ کو تُرت بلا دے

میں کر دوں ست پکوان

میری پُٹے نہیں زبان	آ رہی جان تو ائی میں
میرے ہوا نہ کوئی سلطان	کِس کی کھاؤں کمائی میں

یعنی :- "میری زبان نہیں کُھلتی۔ کیونکہ میری جان مصیبت میں ہے۔ میرا کوئی لڑکا سلطان (وارثِ تخت) نہ ہوا۔ اب میں کس کے سہارے زندگی بسر کروں۔

بہن! میرا ایک کہنا (درخواست) پورا کر دے۔ تھوڑا سا زہر (کہیں سے) لا کر مجھے دے اور رگھبیر سنگھ کو بلا کر لا۔ تاکہ میں سات کھانے (مختلف چیزیں) پکا دوں (اور ان میں زہر ملا کر کھلا دوں)

میری زبان نہیں کھلتی (کیونکہ) میری جان مصیبت میں ہے۔ میرا کوئی لڑکا وارثِ تخت نہ ہوا۔ اب میں کس کے سہارے زندگی بسر کروں گی"۔

مندرجہ ذیل نکات بھی قابلِ غور ہیں۔

(۱) سنہ ۱۸۵۰ء میں راجہ رام دیال کا انتقال ہوا۔ اُس وقت شہزادہ رگھبیر سنگھ بالکل بچہ تھا۔ سنہ ۱۸۶۷ء میں اُس نے انتظامِ سلطنت سنبھالا۔

(۲) پورے سترہ سال تک ریاست کی نگرانی منتظمانہ (مقام کے سردار کے ہاتھ میں رہی)۔

رانی ماں اسی خاندان سے تھی۔اسی دوران ریاست "کورٹ آف وارڈس" میں گئی۔

(۳) تخت نشینی کے اگلے ہی سال جب رگھبیر سنگھ کی موت کا اعلان ہوا۔ اور اس کا بچہ بھی مر گیا۔ تو رگھبیر سنگھ کی رانی نے اپنے خاندان کا کوئی لڑکا متبنیٰ نہیں کیا۔ بلکہ رگھبیر سنگھ کی ماں نے اپنے خاندان سے اپنے بھتیجے دلیپ سنگھ کو متبنیٰ کیا۔ رگھبیر سنگھ کی رانی دھرم کنور ہیر نگر سے تعلق رکھتی تھی)۔

(۴) لنڈھورہ کا گوجر خاندان ہوا جب مقدمہ ہار گیا۔ تو انہوں نے منڈلانہ کے گوجر شاہی خاندان پر پھر مقدمہ دائر کیا۔ اور متبنیٰ دلیپ سنگھ چوہان کی تبنیت منسوخ کرا دی۔ اور اُسے تخت سے دست برداری کے عوض معاوضہ دے دیا گیا پھر بلونت سنگھ متبنیٰ کیا گیا۔

راجہ بلونت سنگھ آپکی پیدائش ۳ سدی چیت بروز سوموار سمت ۱۹۳۹ اب مطابق ۱۸۷۹ء کو بمقام جندھیڑہ شمس پور میں ہوئی آپکے والد رام نواس سنگھ کا تعلق لنڈھورہ کے خاندان سے نہ تھا بلکہ آپکو رانی آف لنڈھورہ نے ۱۳ جنوری ۱۸۹۹ء کو گود لیا تھا۔ حقداروں نے پھر مقدمہ دائر کر دیا مگر ہائیکورٹ نے بلونت سنگھ کو راجہ تسلیم کر لیا مگر ریاست میں تخفیف کر دی گئی۔ ۱۹۰۹ء میں بلونت سنگھ کیا تخت لنڈھورہ شہر کے اردگرد ۴۹ و ۴۲ گاؤں رہ گئے جنکی پیمائش مجموعی ۵۳۴۹۳ ، ایکڑ تھی جس کی مالگزاری ۷۳ ہزار ، سو ۹ روپے تھی اسکے علاوہ ضلع میرٹھ میں ۲۱۲۲۴ روپے کی مالگزاری والی جائداد ، اور ضلع بجنور میں ۱۰۸۲۳ روپے کی اور ضلع مظفر نگر میں ۵۴۹۷ روپے اور ضلع سہارنپور میں (لنڈھورہ کے علاوہ) ۲۰۶۰ روپے کی مالگزاری والی جائدادیں رہ گئیں اور راجہ صاحب کی حیثیت بجائے راجہ ایک رئیس اعظم کی ہو گئی۔ آپ ایک مدت تک ضلع سہارنپور کے چیرمین رہے اور یوپی اسمبلی میں ایم ایل اے بھی رہے آپ آنریری لفٹیننٹ بھی تھے آپنے گوجروں کی بہت خدمت کی گوجروں کو فوج میں بھرتی کرایا۔ میرٹھ لنڈھورہ ہاؤس کا ایک حصہ اخبار ویر گوجر کو دیدیا۔ آپ انجمن گلستری گوجر کے بھی صدر رہے آپکی بڑی رانی شریمتی رام کماری سے ایک لڑکی کرشن کماری پیدا ہوئی۔ جنکی شادی سمتھر ریاست کے ہز ہائی نس مہاراجہ راجہ چرن سنگھ بہادر دکھشانہ سے ۹ فروری ۱۹۲۳ء کو ہوئی آپکی دوسری رانی سرسوتی دیوی سے راجکمار کرشن کمار ۹ فروری ۱۹۳۳ء کو اور راجکمار نرہند سنگھ ۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے دونوں راجکماروں کی تعلیم پرنسز کالج دہرہ دون میں ہوئی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں یہ ریاست کانگریس حکومت نے ختم کر دی۔ ویسے ان کے قبضے میں اب بھی کافی خود کاشت زمین ہے جسمیں کاشت مشینوں سے ہوتی ہے۔ ۱۹۵۲ء میں ۱۹ نومبر کو ۹ بجکر ۵۴ منٹ پر آپکا انتقال ہوا۔ وفات سے پہلے آپ نے گوجر کالج رامپور منہیاران کیلئے مزید دس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔

(۷) گوجر خاندان بھاٹی (بھٹی)

ریاست بھٹنیر

گوجروں کا خاندان بھٹی قدیم یادو ونشی کھشتریوں کی ایک شاخ ہے۔ ہم پیچھے تذکرہ کر آئے ہیں کہ انھوں نے قبل مسیح میں سندھ سے لے کر سمرقند تک حکومت کی۔ غزنی (گجنی) بھاٹیہ (بھیڑہ) سیالکوٹ، جیسلمیر وغیرہ شہر مختلف زمانوں میں انہی کے آباد کردہ ہیں۔ ان کا لقب راول تھا لہذا بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ راولپنڈی بھی انھیں کی آباد کردہ ہے اور بعض مورخ گہلوت خاندان کے بانی اول باپا راول کو شہر راولپنڈی کا آباد کرنے والا بتاتے ہیں۔

بھٹی گوجروں کو پہلے محمود غزنوی نے تباہ کیا جبکہ یہ ملتان کے نزدیک شہر بھٹنیر میں حکومت کرتے تھے ان کی بھاری تعداد دلّی کے چاروں طرف جاکر آباد ہوئی۔ پرتھوی راج چوہان کی فوج میں ایک سپہ سالار سردار راؤ کوشل بھٹی تھے اور بعد میں تیمور نے ملتان شہر کے نزدیک بھٹنیر کو بالکل تباہ و برباد کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ مغربی ہند میں پھر ان کا کوئی علاقہ نہ رہا البتہ دلّی کے پاس اکبر کے زمانہ میں ان کا علاقہ بھٹنیر کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔

سنہ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی جنگ نے مغلوں کا سہا سہا اقتدار لوگوں کے دلوں سے نکال دیا۔ مرہٹے، مغل کمزور تر ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ضلع بلند شہر اور ضلع علی گڑھ میں بھٹی گوجروں نے اپنی ریاست بھٹنیر کو پھر عروج پہنچایا۔

راجہ درگاہی سنگھ بھٹی

سنہ ۱۸۱۳ء میں جب وزیر نجیب الدولہ نے بھٹنیر کو خود مختار ریاست تسلیم کیا اس وقت اس کی راجدھانی کٹھیڑ تھی اور اس ریاست کی آمدنی پندرہ لاکھ بائیس ہزار

تین سو پندرہ روپیہ (۱۵۲۲۳۱۵) تھی۔

راجہ شمبھو سنگھ

راجہ شمبھو سنگھ کے زمانہ میں انگریزوں نے اس ریاست کو حملہ کر کے تباہ و برباد کیا اور راجہ شمبھو سنگھ کو صرف ایک سو تیرہ (۱۱۳) گاؤں دے گئے۔

علاقۂ دادری کے بھٹی گوجر

۱۸۱۹ء میں جب انگریزوں نے بندوبست آراضی کیا تو دادری کے علاقہ میں راجہ امرا حکومت کرتا تھا۔ انگریزوں نے ان سے تمام علاقہ چھین کر ان کو صرف پانچ سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔

دریائے جمنا کے دونوں طرف دلّی کے پاس بھٹی گوجروں کے آج تک تین سو پینسٹھ (۳۶۵) گاؤں ہیں۔ ۱۸۸۵ء کے نوشتہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی رشتہ داریاں کشانے، بھون اور کلانور کے پنواروں سے ہوتی تھیں۔ تل اور گھوری وغیرہ دیہات میں بھٹی مسلمان تھے اور موضع دھوم، آمکا وغیرہ کے بھٹی انگریزی زمانہ میں راجپوت کہلانے لگے۔ باقی تمام گاؤں آج تک صرف گوجر کہلاتے ہیں۔ اور یہ ایک ہی خاندان ہے۔ کلانور کے پنوار گوجر آجکل راجپوت کہلاتے ہیں حالانکہ ان کا تعلق گجرات (سہارن پور) کے پنوار گوجروں سے ہے جہاں سے یہ شیر شاہ کے زمانہ میں آئے تھے۔

ملاحظہ ہو جیور آف ضلع بلند شہر صفحات ۸۹، ۱۴۵، ۱۷۶، ۱۷۷۔ نیز گزٹ ایر ضلع سہارن پور۔

علاقہ بنارس میں بھی بھٹی گوجروں کے بہت سے مشہور گھرانے ہیں۔ ضلع مرزاپور کے گاؤں متوانہ کے بھٹی گوجر خاص اعزازات کے مالک ہیں۔ جن کے تعلقہ جات ۱۹۴۷ء میں چھین لئے گئے ہیں۔ ضلع مظفر نگر کے بھٹی گوجروں کا تاریخ میں بہت اونچا مقام ہے انھوں نے علاقہ جانسٹھ (سادات بارہہ) کے سیدوں کے ساتھ متعدد لڑائیاں لڑیں۔ کیونکہ مغل حکومت کمزور ہو جانے پر سیدوں نے اپنی جاگیر میں عوام کی عورتوں

پر دست درازی کرنی شروع کی۔ چنانچہ بھٹی گوجروں نے اپنے علاقہ سے چل کر سیدوں کے تمام دیہات پر حملہ کر کے ان عورتوں کو چھڑا دیا اور ان کی عورتوں کو گرفتار کر کے لے آئے۔ اس شرط پر انہیں واپس کیا گیا کہ آئندہ کوئی سید عوام کی عورتوں کو نظر بد سے نہ دیکھے گا۔

---

(۶) خاندانِ چھوکر

ریاست ٹھلی (دہرہ دون)۔

گوجروں کا ایک مشہور خاندان (گوت) چھوکر ہے۔ جنھوں نے سولہویں صدی میں قومی غیرت کا ثبوت دیا۔ جب آئے دن بیرونی حملہ آور ملک کو تباہ کرنے لگے تو انھوں نے متعدد لڑائیاں ان حملہ آوروں سے لڑیں۔

۱۵۳۶ء میں علاقہ تیتروں (ضلع سہارن پور) کے دو بہادر چھوکر مسمی پوہڑہ سنگھ اور لال کرن نے سوالک کی پہاڑیاں عبور کر کے دہرہ دون کے تمام علاقہ کو فتح کر کے وہاں اپنی ایک ریاست قائم کی اور ایک شہر ٹھلی آباد کیا۔

سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں یہ خاندان بڑے اطمینان سے پورے علاقہ پر حکومت کرتا رہا اور متعدد راجگان اس خاندان میں ہوئے۔ سردار پوہڑہ سنگھ لاولد مر گیا تھا۔ لہذا آئندہ راجہ لال کرن کی اولاد پشت در پشت حکمران ہوتی رہی۔

انگریزوں نے بندوبست آراضی کے تحت اس علاقہ میں قدم رکھا تو ان سے شہر دہرہ دون کے چاروں طرف کا علاقہ لے کر باقی ریاست ان کے ماتحت رکھی۔

۱۹۳۰ء میں ٹھلی کا راجہ بھگوان سنگھ تھا جس کی اولاد میں صرف ایک لڑکی ستیہ وتی تھی جو اس کے بعد ریاست کی حکمران ہوئی۔

---

(۷) خاندان جانگل (جاگل)

گوجروں کا ایک مشہور گوت جانگل (جنگل) ہے جو گوجروں کی تباہی و بربادی کو ظاہر کرتا ہے یہ کسی قدیمی خاندان کی شاخ ہے مگر بیرونی مسلم حملہ آوروں کی تباہی کی وجہ سے انھوں نے جنگلوں میں مستقل رہائش اختیار کرلی تو یہ جانگل کہلانے لگے۔ کھتولی (ضلع مظفر نگر) میں گوجروں کا ایک خاندان جانگل بہت مشہور ہے جنھوں نے مستقل طور سے چھوکر ریاست کی وزارت کا کام نہایت خوش اسلوبی سے سر انجام دیا۔ انگریزوں نے چودھری دنا رام جانگل وزیر ٹلی ریاست کی بیحد تعریف کی۔

جب انگریزوں نے پہلے پہل ۱۸۱۴ء میں مارکوئیس آف ہسٹینگز کے عہد میں جنگ نیپال کے موقعہ پر دہرہ دون میں قدم رکھا تھا تو ریاست ٹلی کے مشرق میں دریائے گنگا اور مغرب میں دریائے جمنا شمال میں ریاست گڑھوال اور جنوب میں سوالک کی پہاڑیاں تھیں اور یہ ریاست پورے ایک بڑے ضلع کے برابر تھی۔ مگر ۱۸۱۵ء میں ہی مارکوئیس آف ہسٹینگز نے اسے بہت مختصر علاقہ میں محدود کرکے باقی تمام علاقہ براہ راست سرکار انگریزی کے تحت کردیا اور دہرہ دون کو انگریزی چھاؤنی میں تبدیل کردیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب انگریز چلے گئے تو بھارت کی عوامی حکومت نے اسے نئے قوانین کے تحت ملک کے نقشے سے محو کرکے شاہی خاندان چھوکر کو آجکل ماہوار وظیفہ دینا شروع کردیا۔

---

(۷) علاقہ کاندھلہ کا خاندان چوہان (ضلع مظفر نگر)

محمود تغلق کے زمانے میں گوجروں پر علاقہ تیتر واڑہ میں جب حملہ ہوا تو اس میں موضع "آندی" کے سردار ہرشا رائے چوہان کے پوتوں نے کاندھلہ کا نام زندہ جاوید کردیا۔ رانا ہرشا رائے چوہان کی اولاد نے اٹھارہویں صدی میں پھر عروج حاصل کیا اور موضع آندی، ملک پور، بھاری، ایلم، جھنجھانہ و قصل پور

وغیرہ متعدد دیہات پر قبضہ کر کے ریاست کی داغ بیل ڈالی اور قصبہ کاندھلہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا، اکبر کے زمانہ میں بھی کاندھلہ کو گوجروں کا مرکز سمجھا جاتا تھا چنانچہ آئین اکبری میں سرکار کاندھلہ میں گوجر قوم کا تذکرہ موجود ہے۔

انگریزوں کے اقتدار پر ان سرداروں نے ملک کو غلامی سے بچانے کے لیے ۱۸۵۷ء میں اتحاد پیدا کر کے اعلان جنگ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان کے دو سرداروں کا نام صفحۂ تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔ ان میں سے ایک سردار رانا فتح جنگ چوہان صاحب مرحوم تھے دوسرے سردار رانا جیت سنگھ چوہان سور گباشی تھے جنگ آزادی ناکامیاب ہو جانے پر ان دونوں کو گرفتار کر لیا گیا مگر کئی انگریز مستورات نے شہادت دی کہ انھوں نے ہمارے مردوں کے ساتھ چاہے جو کچھ کیا ہو مگر انھوں نے ہم عورتوں کی عزت و تکریم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی چنانچہ اس بنا پر ان کی جان بچ گئی مگر ان سے تمام علاقہ چھین لیا گیا اور کاندھلہ کے متولی شیخوں کو آنندی ملک پور فتح پور وغیرہ مواضع دیے گئے اور ان کے پاس صرف فضل پور وغیرہ میں تھوڑی سی زمین بچ گئی۔

انگریزی دور ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء میں بھی ان خاندانوں کا خاص اعزاز رہا چنانچہ رانا عبدل جنگ چوہان و شمس الدین چوہان گوجر برادری میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے اور ہندو گوجروں میں رانا ہربنس سنگھ چوہان خاص عزت کے مالک تھے۔ ان دونوں خاندانوں کا اتحاد آج تک قابل رشک ہے۔ رانا شمس الدین چوہان صاحب مرحوم کی اولاد میں صوفی اشرف جنگ مرحوم صوفی منش آدمی تھے اور رانا اصغر جنگ صاحب مرحوم کو دینیات میں مناظرہ کا شوق تھا اب ان کے صاحبزادے حکیم محمود جنگ صاحب مسلمہ طبیب حاذق ہیں۔ دوسرے صاحبزادے محبوب جنگ ہیں۔ رانا شمس الدین صاحب مرحوم کے ایک صاحبزادے رانا مشرف جنگ صاحب ہیں۔ رانا فتح جنگ صاحب مرحوم کی اولاد میں رانا دکیل جنگ صاحب اور رانا امیر جنگ صاحب ہیں۔ رانا امیر جنگ صاحب تا حال محکمۂ پولیس (بھارت) میں ملازم ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے حیدر جنگ کراچی میں آ گئے ہیں دوسرے صاحبزادے افسر جنگ کاندھلہ ہی میں رہائش رکھتے ہیں۔

۱۹۵۲ء میں نئے قانون کے تحت کاندھلہ کے مذکورہ بالا خاندانوں کی جائدادوں

میں بے حد تخفیف ہو چکی ہے اور اب یہ صرف کاشتکار و زمیندار رہ گئے ہیں موجودہ دور میں اس خاندان کے سربراہ رانا شفقت جنگ چوہان صاحب ہیں جو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں اور ان کے ایک صاحبزادے رانا ناصر جنگ ہیں۔ ان کے دو بھائی رانا رفیق جنگ صاحب اور رانا بشیر جنگ صاحب ہیں جن کی نرینہ اولادوں میں بالترتیب رانا قیصر جنگ اور رانا خورشید جنگ بڑے بیٹے ہیں۔ ہند گوجر چوہانوں میں رانا نرنجن سنگھ قابل ذکر ہیں۔

(۱۱) علاقہ سنگاؤں کے چوہان (موجودہ ضلع مظفر نگر)

علاقہ سنگاؤں موجودہ ضلع مظفر نگر میں شمار ہوتا ہے اور گزٹ ایر آئین اکبری سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام علاقہ بشمول کاندھلہ، دہرہ دون تک گجرات کہلاتا تھا اور اسے "سرکار سہارنپور" کہتے تھے۔ سنگاؤں کا رقبہ اٹھارہویں صدی میں وسیع تھا اور آس پاس کے جاٹوں کے مواضع پر ان کا اقتدار تھا۔ گوجروں کے ان خاندان کی آبادی نہایت قدیم ہے کسی زمانہ میں سنگاؤں کی سرداری موضع کھنڈراؤلی میں تھی جبکہ یہ صرف فوجی زندگی بسر کرتے تھے اور تمام علاقہ ان کا ماتحت تھا۔ کھنڈراؤلی میں رانا کمبھا چوہان مشہور ہستی تھی اس کی چھٹی پشت میں رانا مالمارائے چوہان تھا جس نے اپنے نام پر موضع (ماہی پور) لودھی خاندان کے زمانہ میں آباد کیا رانا مالمارائے مسلمان تھا۔

کئی پشتوں تک نام ہندی زبان میں چلتے رہے - - - - - - - -
- - لبد میں عربی زبان کے نام رکھے جانے لگے جیسے جین، جادا سماٹرا ملایا وغیرہ میں اپنی مقامی زبانوں میں ہی آج تک نام رکھے جاتے ہیں بلکہ مغلوں کے آج تک وہی نام چلے آرہے ہیں مثلاً اسکندر مرزا صاحب سابق صدر پاکستان ہیں حالانکہ اسکندر نام ایک یونانی کا تھا اور لفظ مرزا قبل اسلام بھی مغلوں کا لقب تھا اسی طرح لفظ خان کا استعمال ہوتا ہے حالانکہ یہ صرف منگولیا کے لوگوں کا قدیم خطاب ہے اگر اسلام کی بزرگ ہستیوں پر نام رکھے جائیں تو بڑی اچھی بات ہے، ترکوں اور مغلوں کے قدیم نام رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

رانا نعمت علی چوہان

ماہی پور کا شجرہ نسب حصہ پنجم تحریر کیا گیا ہے اس عنوان میں تحریر کرنا ہے کہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد جب ہر جگہ گوجروں نے اپنا کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کی جدوجہد کی تو سنگاؤں کے علاقہ نے بھی آزادی کا جھنڈا بلند کیا اٹھارہویں صدی کے شروع میں رانا نعمت علی چوہان اپنے علاقہ کی مقتدر ہستی تھی۔

راجہ جیون علی چوہان

رانا نعمت علی چوہان کے انتقال پر اس کا بیٹا رانا جیون علی چوہان سنگاؤں کے سرداروں میں شمار ہوتا تھا۔ ان سرداروں نے دلی سے اپنا تعلق منقطع کرلیا اور کلیتہً آزاد ہو گئے۔ سلطنت مغلیہ میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ گوجروں کا کہیں بھی مقابلہ کر سکتے خود دہلی سو دو سو سال تک گوجروں کے نرغے میں رہی۔

رانا گلاب علی چوہان

رانا گلاب علی چوہان نے اپنے خاندان کا نام تاریخ میں روشن کر دیا اس زمانہ میں انگریزوں کے خلاف ہر جگہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور ہیجان پھیلا ہوا تھا۔ رانا گلاب علی نے عملی قدم اٹھایا اور شاملی کی تحصیل کے سرکاری خزانہ پر حملے میں شریک ہوا، مگر آزادی کی جنگ ناکامیاب ہو گئی اور رانا صاحب علاقہ پانی پت میں چلے گئے فروری ۱۹۵۸ء میں دوبارہ اپنے علاقہ میں آئے اور انتقال کر گئے ۔ بالعجد زمانہ میں شاملی کی تحصیل قصبہ کیرانہ میں منتقل کر دی گئی جہاں وہ اب تک ہے۔

رانا نادر علی چوہان

رانا نادر علی چوہان ایک بردبار اور سنجیدہ شخص تھے اور سنگاؤں کے مسلمہ

طور سے سردار مانے جاتے تھے۔ رانا نادر علی ہندو اور مسلمان گوجروں میں ذرا سا بھی امتیاز نہ کرتے تھے ان کو اپنی قوم سے بے حد محبت تھی وہ ہر قوم کی لڑکی کو اپنی بیٹی سمجھتے تھے ان کے واقعات علاقہ میں زبان زد عام ہیں جب بھی کسی دوسرے ضلع میں وہ کہیں جاتے تو آپ تمام علاقہ کی کسی بھی قوم کی لڑکی کی سسرال اگر وہاں ہوتی تو وہ اُسے بطور بزرگ باپ کچھ نہ کچھ رقم ضرور دے کر آتے، رعایا کے لوگ ان کے اخلاق و عادات کی وجہ سے ان کے بیحد وفادار تھے۔ ان کی بابت ایک ہندو گوجر کے یہ الفاظ ہیں :-

نادر چوہان اس گاؤں ہی کیا علاقہ بھر کا ہندو مُسلمان گوجروں میں باعزت سردار تھا مُسلمان ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے گوت کی ہندو لڑکیوں کو بہو، بیٹی مانتا تھا، نیز شادیوں میں ان کی مِلائی [1] کرتا تھا"

ملاحظہ ہو اخبار "وِیر گوجر" ماہ اکتوبر ۵۷ء صفحہ ۲۰

از قلم چودھری قالبض سنگھ چوہان ساکن کھندراؤلی ضلع مظفر نگر یوپی بھارت

رانا نادر علی کو گوجر قوم کے وقار کا بے حد خیال تھا چنانچہ ان کے جیتے جی گوجروں کی طرف کسی قوم کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

نادر علی چوہان کے تین بھائی اور تھے ان چاروں بھائیوں میں رانا آدمی چوہان سب سے بڑا تھا، اس سے چھوٹا علی تھا تیسرے خود رانا نادر علی چوتھے الحاج رانا سمیر علی صاحب تھے۔ مگر خاندانی رانائی رانا نادر علی کے حصہ میں قدرت نے دی۔

ان چاروں کی اولاد آج سینکڑوں افراد پر شامل ہے۔ ۱۹۲۶ء میں نادر علی صاحب کا انتقال ہوا۔ باغ میں ان کی قبر پر ایک ہندو سنار ہیرا نے انار کے درخت چاروں طرف لگائے۔ یہ سنار تمام عمر رانا صاحب کا حکیم و جراح رہا۔ اس سنار کی اولاد آج تک رانا کے خاندان سے دلی لگاؤ رکھتی ہے اس کی اولاد میں "کھنڈی" سب سے زیادہ قابل ذکر ہے جس نے رانا کے بچوں

[1] مِلائی وہ روپیہ یا رقم ہے جو اپنی بیٹیوں کو خوشی کے موقعہ پر دیا جاتا ہے۔

کے ساتھ مسجد میں تعلیم پائی یہ اب بھی زندہ ہے رانا نادر علی کے چار صاحبزادے تھے

رانا عبدالقادر چوہان اپنے تینوں بھائیوں کمیر علی، رسال احمد اور دلمیر علی سے بڑے

تھے۔ ان کے زمانہ میں اس خاندان کی زمینی جائیداد میں موضع ماہی پور، برم کھیڑہ کھندراولی

میں بستی اور ضلع سہارن پور کے دو مواضع چکوالی اور لندھورہ گوجراں میں بھی حصہ دار تھے

ان کا انتقال اپنے باپ کے صرف تین چار سال بعد ۱۹۲۹ء میں ہو گیا۔

رانا رحیم الدین چوہان

رانا عبدالقادر کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے رحم الدین چوہان اپنے گاؤں کے

کھیا (سردار) اور موضع کے نمبردار تسلیم کئے گئے آپ کا انتقال عین جوانی میں ۱۹۳۶ء

میں ہو گیا۔ آپ کے بڑے لڑکے محمود حسن کا انتقال بھی جوان ہوتے ہی ۱۹۴۵ء میں ہو گیا

اب محمود کا ایک بیٹا بنام جمشید ہے جو تعلیم پا رہا ہے۔

رانا رحمت علی چوہان

رانا رحمت علی چوہان رانا رحم الدین چوہان کے حقیقی چچازاد بھائی تھے یعنی رانا کمیر علی

کے اکلوتے فرزند تھے آپ "محکمہ شوگر کین" (محکمہ نیشکر) میں عوام کی طرف سے

ڈیلیگیٹ (نمائندے) چنے گئے اور تاحیات عوام کے نمائندے رہے آپ کا انتقال

اار اپریل ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ اس تاریخ کا مؤلف گرجر انھیں بزرگ محترم کا سب سے

بڑا بیٹا ہونے کا شرف رکھتا ہے۔

رانا قطب الدین چوہان

رانا قطب الدین چوہان، رانا رحمت علی چوہان کے حقیقی چچازاد بھائی ہیں اور آج

کل محکمہ شوگر کین شاملی میں ڈائرکٹر ہیں آپ رانا دلمیر علی کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔

آپ کے اکلوتے بیٹے رانا عبداللطیف کالج میں تعلیم پا رہے ہیں۔

رانا ناظر حسن چوہان

رانا ناظر حسن، رانا عبدالقادر چوہان کے دوسرے بیٹے یعنی رانا رحم الدین مرحوم

کے چھوٹے بھائی ہیں آپ نمبردار ہیں

الحاج رانا نیک محمد چوہان

آپ رانا اِرسال احمد کے بڑے لڑکے ہیں اور بڑے عبادت گزار آدمی ہیں آپ کا بڑا لڑکا رانا ہاشم علی چوہان بی۔ اے (اعلیٰ تعلیم یافتہ) ہیں جو مولّف کا ساڑھو (ہم زلف) بھی ہے۔

اس خاندان کی دوسری مقتدر ہستی رانا معزالدین چوہان صاحب تھے جن کا انتقال ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ آپ رانا نادر علی چوہان صاحب کے بھتیجے اور رانا علی کے بڑے بیٹے تھے۔

موجودہ معزز ہستیاں۔ ریاست علی، مجنوں احمد۔ اکرام علی، اسمٰعیل، ... شمش الدین، فرزند علی، محمد تقی، فتح جنگ، امراؤ علی، دوست احمد، جعفر علی منصب علی، اشرف علی، مشرف علی، بھول محمد، مقصود علی، لیاقت علی، شوکت علی قاسم علی، ناظم علی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ ان کے علاوہ اسی گاؤں میں رانا اللہ رکھا نمبردار لپسر امام   ہیں ونیز محمد شریف اور مہندی حسن وغیرہم قابل قدر ہستیاں ہیں۔

علاقہ رسنگاؤں کے موضع حبالہ میں رانا عجب سنگھ چوہان، رسول پور میں رانا ڈے لے رام چوہان موضع بلوا میں الحاج رانا منصب علی چوہان و رانا دلبش راج چوہان، کھندراولی میں الحاج کیشودین، رانا محمد شفیع، رانا عبدل، رانا جے سنگھ چوہان رانا قابض سنگھ چوہان   ، رانا دُلی چند چوہان ایم۔ اے۔

موضع ہنجو کھرہ میں رانا بشمبر سنگھ چوہان اور برہم کھیڑہ میں رانا منشی پسر رانا اندراج چوہان، رانا ہرگیان چوہان۔ رانا رام چندر چوہان ونیز رانا رتی رام چوہان وغیرہم مقتدر و معزز ہستیاں ہیں۔

رانا جوان سنگھ چوہان و رانا نرائن سنگھ چوہان وکیل، رانا امر سنگھ انسپکٹر پولیس وغیرہم قابل ذکر ہیں اس موضع میں تعلیم کا سب سے زیادہ رواج ہے جس کا نام موضع بنیڑہ ہے۔

اس علاقہ میں چوہانوں کے چوراسی گاؤں ہیں جن میں قصبہ کاندھلہ، کیرانہ قصبہ بڈولی

اور قصبہ جھنجھانہ شامل ہیں۔ یہ تمام گاؤں قومی تنظیم میں بلا لحاظ مذہب اس طریقہ سے منسلک ہیں کہ دوسری اقوام ان کے اتحاد کو قابل تقلید سمجھتی ہیں۔ صرف سیاسی و قومی اتحاد نے ان کی عزت کو چار چاند لگا دئے ہیں ورنہ تعلیم کی اب بھی کمی ہے۔

---

(۱۲) ریاست کھدری

اٹھارہویں صدی میں ضلع انبالہ کے مشرق اور ضلع سہارن پور کے مغرب میں مسلم گوجروں نے ایک ریاست کی داغ بیل ڈالی جس کا رقبہ نو سو مربع میل تھا۔ دریائے جمنا اس کے وسط میں بہتی تھی۔ اس ریاست کا بانی اول رانا سلطان علی کہا جاتا ہے جو جگادھری علاقہ کا رہنے والا تھا۔ مگر اس ریاست کے بانیوں میں دمجیڑہ کے کھٹانوں اور ڈبکورہ کے پوسوالوں کا خاص ہاتھ تھا۔ اس ریاست میں کئی ہزار گاؤں شامل تھے۔ اس ریاست کی تمام آبادی مسلم گوجروں کی تھی۔ صرف چند گاؤں چھاپر وغیرہ ہندو گوجر تھے۔

۱۸۰۵ء کے بندوبست میں جمنا کا مشرقی علاقہ اتر پردیش (یو۔پی) میں شمار کیا گیا اور وہاں تمام علاقہ کو مختلف سرداروں میں تقسیم کر دیا گیا۔

۱۹۴۷ء میں موضع دمجیڑہ کے رانا محمد بشیر الدین کھٹانہ نے اپنی زمین خود زیر کاشت کر کے اپنا پورا گاؤں قانون تنسیخ زمینداری سے بچا لیا۔ اسی طرح ڈبکورہ کے سردار مثلاً رانا خان بہادر پوسوال، رانا محمد شفیع پوسوال و رانا منشی محمد جعفر صاحب پوسوال اپنی تمام جائیدادوں کو زیر کاشت کر کے تمام علاقہ پر قابض ہو گئے۔ رانا زاہد حسین کھٹانہ جو تقسیم ملک کے وقت یو پی اسمبلی کے ایم۔ ایل۔ اے تھے۔ خاندان کھٹانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی رہائش موضع براہمی میں ہے جو ایک ترقی یافتہ گاؤں ہے اسی علاقہ میں دوسرے مسلمان گوجر سردار الحاج رانا عبدالغفور صاحب بٹار ساکن موضع ابراہیم پورہ و نیز رانا علی محمد صاحب ساکن ماجری علاقہ سرسادہ ہیں۔

۱۸۶۷ء میں تحصیل جگادھری ضلع انبالہ کا رقبہ الگ تعلقہ تسلیم کیا گیا۔ اس خاندان کی جائے رہائش مقام کھدری میں رہی جسے اردو تاریخوں میں خضری بھی تحریر کیا گیا ہے اسی خاندان میں علاء الدین صاحب ایک مشہور و معروف ہستی تھی۔

مختلف قوانین وضع کر کے انگریزوں نے اس تعلقہ کی حدود میں تخفیف کر دی ۱۹۳۰ء
میں چودھری ابوالحسن صاحب صرف تیئیس ۲۳ گاؤں کے مالک رہ گئے تھے۔ بعد میں نئے قوانین
کے تحت پھر بہت سے مواضع اس تعلقہ سے نکال کر انگریزوں نے اپنے خیرخواہوں اور
وفاداروں میں تقسیم کر دیے ۱۹۴۶ء میں ان کے پاس کشت و زراعت کے تحت اکیس ہزار
بیگھ رقبہ تھا، باقی میں جنگلات تھے جہاں شکارگاہوں کا انتظام تھا۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت پنجاب کے فسادات میں چودھری ابوالحسن صاحب
معہ اہل و عیال شہید ہو گئے مگر خوبیٔ قسمت سے ان کے صاحبزادہ رانا عبدالرشید اپنے رشتہ دار
حافظ محمد طفیل احمد صاحب کے یہاں مقام لودی پور ضلع سہارنپور (یو۔پی) معہ اپنی
اہلیہ و بچوں کے گیا ہوا تھا وہ زندہ سلامت رہ گئے ایک سال تک وہ ضلع سہارنپور
میں رہے بعد میں حکومت دہلی نے اعلان کیا کہ جو لوگ مشرقی پنجاب سے پاکستان نہ
جانا چاہتے ہوں وہ وہیں آباد رہیں چنانچہ رانا عبدالرشید صاحب کو ان کے ہندو
سکھ دوست واپس کھدری ۱۹۴۸ء میں لے آئے۔ آپ کو ۱۹۴۹ء میں کھدری کا
رقبہ واپس مل چکا ہے اور وہ وہیں آباد ہیں۔ ان کی ایک صاحبزادی کا رشتہ
کاندھلہ کے رئیس رانا شفقت جنگ ولد رانا رفیق جنگ کے بھتیجے خورشید جنگ سے ہوا
جو رانا بشیر جنگ کے صاحبزادے ہیں ضلع سہارنپور موضع چکوالی میں موجودہ مقتدر ہستی
چودھری عبدالرشید کی ہے جو اجمیر میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔

(۳) ریاست پونچھ

اورنگ زیب کے آخری ایام میں مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا تمام ملک کے
طول و عرض میں بہادر قومیں نمودار ہو چکی تھیں۔ لیکن گوجروں نے جس تیز رفتاری سے
اپنے کو متحد کیا اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ مگر یہ ملک گیر تنظیم میں منسلک نہ
ہو سکے۔

راجہ عبدالفتح ۱۷۰۵ء تا ۱۷۱۲ء

۱۷۰۵ء میں ایک گوجر سردار عبدالفتح نے پونچھ کے علاقہ میں آزادی کا جھنڈا بلند کیا

مغلوں سے تمام علاقہ پونچھ خالی کرالیا گیا۔ اور وہاں گوجر حکومت کی داغ بیل ڈال دی گئی مغلیہ حکومت کی طرف سے کشمیر کا صوبیدار ابراہیم خاں تھا جس نے گوجروں کو دبانے کے لئے ایک کثیر فوج لے کر علاقہ پونچھ پر حملہ کیا۔ خونریز جنگ کے بعد گوجروں کو شکست ہوئی۔ سردار عبدالفتح گرفتار ہو کر مارا گیا۔

راجہ عبدالرزاق ۱۷۱۳ء تا ۱۷۳۹ء

راجہ عبدالفتح کی موت کے بعد اس کے ہونہار بیٹے عبدالرزاق نے علاقہ پونچھ میں گوجروں کی حکومت کو پھر دوبارہ گزار کر لیا۔ اس زمانہ میں کشمیر کا صوبیدار محمد علی خاں تھا جس نے پونچھ پر حملہ کر کے گوجروں کو شکست دی راجہ عبدالرزاق گرفتار ہو کر سرینگر بھیجا گیا، مگر علاقہ پونچھ میں گوجروں نے تلواریں نیام میں نہ کیں۔ مجبوراً محمد علی خاں نے راجہ عبدالرزاق سے عہد و پیمان لے کر رہا کر دیا۔ اور اسے پونچھ کا راجہ تسلیم کر لیا۔
۱۷۱۳ء میں دلی کے دربارِ مغلیہ نے محمد علی خاں کو معزول کر کے دلیر خاں کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا مگر وہ لاہور سے آگے نہ بڑھ سکا چنانچہ اس نے ابوالبرکات خاں کو کشمیر میں اپنا نائب مقرر کر دیا۔ اسی دوران مظفر آباد میں شورش برپا ہوئی جسے فرو کرنے کے لئے ابوالبرکات خاں نے میر جعفر کنٹھ کو بھیجا اس نے شورش کو دبا کر واپس سری نگر کا رستہ لیا۔ مگر سری نگر میں ابوالبرکات خاں نے اس کی حسب دلخواہ دلجوئی نہ کی اس لئے وہ ناراض ہو کر پونچھ کے گوجر راجہ عبدالرزاق کے پاس آیا اور ابوالبرکات خاں کے خلاف مدد مانگی۔ جو اسے مل گئی۔ بہادر گوجروں نے سری نگر کا محاصرہ کر لیا۔ ابوالبرکات خاں کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے محلات سے گوجروں کے ہاتھ بہت ساز و سامان لگا۔ ابوالبرکات خاں، دلیر خاں کے پاس لاہور بھاگ گیا۔ اور بالواسطہ گوجروں کا اقتدار سرینگر پر بھی ہو گیا۔ آخر ۱۷۳۹ء میں راجہ عبدالرزاق کا انتقال ہو گیا۔

راجہ محمد زماں و راجہ محمد علی

راجہ عبدالرزاق کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا راجہ محمد زماں پونچھ کے تخت پر بیٹھا اور اس کا چھوٹا بھائی راجہ محمد علی اس کا دست راست تھا اور گوجر فوج کا سپہ سالار تھا

۱۷۱۷ء میں دلیر خاں کی جگہ عنایت اللہ خاں ثانی مغلوں کی طرف سے کشمیر کا صوبیدار مقرر ہوا۔ اس نے میر جعفر کنٹھ کو کشمیر سے بھگا دیا، مگر اس کے تعلقات نائب صوبیدار ابوالبرکات خاں سے کشیدہ ہو گئے۔ دونوں کی آپس میں کئی جنگیں ہوئیں۔ ہر بار ابوالبرکات خاں کو شکست ہوئی۔ اس لیے وہ گوجروں کی پناہ میں پونچھ آیا اور مدد کا طالب ہوا۔ گوجر لشکر سری نگر کی طرف روانہ ہوا۔

عنایت اللہ خاں صوبیدار کشمیر نے اپنے بیٹے خلعت خاں کو گوجروں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا مگر اس کی فوج نے لڑنے سے انکار کر دیا لہٰذا وہ جان بچا کر سوپور بھاگ گیا گوجروں کا لشکر سری نگر میں داخل ہوا۔ عنایت اللہ خاں نے بہادری کے جوہر دکھائے مگر رات کو خوفزدہ ہو کر سری نگر سے خام پور ہوتا ہوا سوپور اپنے بیٹے کے پاس پہنچا۔ دونوں باپ بیٹا پھر بھمبر پہنچ کر راجہ محمود خاں سے مدد کے طالب ہوئے راجہ محمود خاں سے فوج لے کر دونوں باپ بیٹے واپس کشمیر میں داخل ہوئے مگر گوجروں سے مقابلہ کی ہمت اپنے میں نہ پا کر چاروں طرف دیہات میں لوٹ مار شروع کر دی۔ آخر گوجر راجگان محمد زماں اور محمد علی سے صلحنامہ ہو گیا گوجروں نے اسے سری نگر میں داخل ہونے کی اجازت دیدی سری نگر میں داخل ہو کر عنایت اللہ خاں نے پھر گوجروں کے خلاف سر اٹھانا شروع کر دیا۔ چنانچہ گوجر راجہ محمد علی نے دیا رام کو مامور کیا جس نے عنایت اللہ خاں کا کام تمام کر دیا۔ گوجروں نے اس کی جگہ ابوالبرکات خاں کو سری نگر کے تخت پر بٹھا دیا۔

۱۷۲۲ء میں محمد شاہ زنگیلے نے دلی سے اسد یار خاں کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا۔ اس نے ابوالبرکات خاں کی قوت کا اندازہ کر کے لاہور سے ہی اسے اپنا نائب تسلیم کر کے پروانہ بھجوا دیا۔ ابوالبرکات خاں کرقانونی طور سے نیابت ملتے ہی گوجروں سے پیچھا چھڑانے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ ان کی وجہ سے اسے یہ عہدہ ملا تھا مگر اس نے احسان فراموشی پر کمر باندھی، اہل سری نگر کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے گوجروں کو سری نگر سے چلے جانے کا حکم صادر کیا۔ گوجر موقعہ کی نزاکت سمجھتے ہوئے باہر آ گئے مگر رات کو سری نگر میں داخل ہو کر اہل سری نگر کو ان کی گستاخی کی سزا دی پھر احسان فراموش ابوالبرکات خاں کے محل کا رخ کیا۔ مگر وہ اس وقت وہاں نہیں تھا۔ قلعہ و محل سے گوجر نکلنے نہ پائے تھے کہ ابوالبرکات خاں اپنی فوج لیکر دروازے روک کر کھڑا ہو گیا

بہادر محمد زمان، محمد ولی اور دیارام تینوں زخمی حالت میں گرفتار ہو گئے۔ ان تینوں کو اس نے جان سے مروا دیا۔

گوجروں کی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے ابوالبرکات خاں نے ایک کثیر فوج کے ساتھ پونچھ کا رُخ کیا۔ تمام علاقہ کو فوج نے اُجاڑ دیا اور گوجروں کو تباہ و برباد کر دیا۔

سندھ کے گوجر

(۱۴) ریاست گجرات (ڈیرہ غازی خاں)

سن ۱۷۳۹ء میں محمد شاہ رنگیلا دلی کے تخت پر حکومت کرتا تھا۔ مغلیہ سلطنت دم توڑ رہی تھی اسی دوران نادر شاہ درانی نے دلی پر حملہ کر کے مغلیہ سلطنت کے تنزل کی رفتار تیز کر دی تمام ملک میں ہر جگہ بہادر قومیں اپنی الگ الگ سلطنتیں قائم کرنے میں مصروف ہوئیں چنانچہ دوسرے علاقوں کی طرح موجودہ ڈیرہ غازی خاں کے علاقہ میں بھی گوجر حکومت قائم ہوئی۔

راجہ محمد یوسف کھٹانہ

محمد یوسف کھٹانہ کی بابت یہ مشہور ہے کہ وہ سندھ سے آیا تھا۔ شاہان گوجر ص ۳۹۰ پر یہ الفاظ درج ہیں "غالباً سندھ سے آیا ہوگا" مگر یہ قیاس صحیح ہے۔ کیونکہ اس علاقہ میں گوجر جاٹ صدیوں سے رہتے آ رہے تھے۔ اس علاقہ

اس علاقہ سے ان کی طاقت بلوچوں

نے ختم کی تھی (ملاحظہ ہو روزنامہ امروز کراچی۔ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۵۸ء صفحہ ۲ چنانچہ عنوان "پس منظر" کے تحت اس اخبار میں یہ عبارت شائع ہوئی تھی

"پندرھویں سے سولہویں صدی عیسوی میں بلوچ قبائل کی ہجرت کا سلسلہ جاری تھا لیکن یہ سب ایک جگہ آباد نہیں ہوئے بعض نے ڈیرہ خاں میں ڈیرہ ڈالے۔

کچھ ڈیرہ اسماعیل، مظفر گڑھ، ملتان، جھنگ اور شاہ پور وغیرہ میں آباد ہوئے بیشتر علاقوں میں سے انھوں نے جاٹوں اور راجپوتوں کو نکال دیا۔ مغلوں کے زوال کے زمانہ میں میرانی قبیلے کے سرداروں نے دریائے سندھ کے آس پاس کے علاقے میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ البتہ بغاوتوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تو ان علاقوں میں بڑی شورش پھیلی اور محمود خاں گوجر نے بڑی قوت حاصل کر لی۔" وغیرہ وغیرہ

الغرض مندرجہ بالا عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلوچوں کا مقابلہ کرنیوالے صرف گوجر تھے جنھوں نے بلوچوں کو خود مختار حکومت قائم نہ کرنے دی بلکہ اپنی خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈال دی۔ اس مختصر علاقہ کے گوجروں کی تمام بلوچستان کے مقابلہ میں یہ کس قدر بہادری کی مثال ہے۔

المختصر محمد یوسف کھٹانہ ہی وہ بہادر تھا جو بلوچوں کے حملہ کے وقت ڈیرہ غازی خاں کا مقامی سردار تھا اور اسی نے بلوچوں کو حکومت قائم کرنے میں مزاحمت کر کے شکست فاش دی اور گوجر حکومت کا بانی ہوا (سندھ کی حدود بھی ہمیشہ مختلف رہی ہیں)

راجہ محمود کھٹانہ

جب محمد یوسف کھٹانہ کا انتقال ہوا تو اس کے تینوں بیٹے محمود خاں، احمد خاں اور نور احمد نابالغ تھے، چنانچہ علاقہ کا انتظام کچھ دنوں ان کی والدہ نے کیا۔ تینوں گوجر شہزادوں کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی، چنانچہ بہت جلد راجہ محمود خاں نے سلطنت کا کام سنبھال لیا۔ اور ضلع مظفر گڑھ کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے بلوچوں کی شورش کو بالکل بند کر دیا۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے نہر نور، دھگانہ اور محمود واہ کھدوا کر جاری کیں۔

جنوبی سندھ کے حاکم غلام شاہ خاندان کلہوڑا کے جاٹ نے ڈیرہ غازی خان پر حملہ کیا اس معرکہ میں محمود خاں کو شکست ہوئی، مگر بہادر کلہوڑا نے بلوچوں کے ایک سردار کو جو غازی خاں نہیں تھا گرفتار کیا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا کیونکہ یہ

بلوچ اسکی مملکت پر چھاپے مارتے تھے۔ محمود خاں گوجر نے بہادر کلہوڑا کی وقتی طور سے ماتحتی قبول کرلی اور وہ واپس اسے اس کے حال پر چھوڑ کر چلا گیا۔

تھوڑے عرصہ بعد محمود خاں نے اپنی فوجی طاقت مضبوط کرکے کلہوڑا خاندان کی اطاعت سے بالکل انحراف کرکے پھر آزادی کا پھریرا لہرایا۔ گوجر حکومت کو راجہ محمود خاں نے ہر شعبہ میں ترقی دی۔

راجہ عبداللہ خاں کھٹانہ

راجہ محمود خاں کے انتقال پر اس کا لڑکا راجہ عبداللہ خاں تخت نشین ہوا اس کا سپہ سالار اس کا چچازاد بھائی برخوردار خاں تھا۔ راجہ عبداللہ کے زمانہ میں بلوچوں نے پھر سر اٹھایا۔ ان کی سرکوبی کرنے کے لئے سپہ سالار برخوردار خاں کو بھیجا۔ بلوچوں کو شکست فاش ہوئی، تین سال حکومت کرنے کے بعد راجہ عبداللہ خاں کھٹانہ کا انتقال ہو گیا۔

راجہ برخوردار خاں کھٹانہ

راجہ عبداللہ خاں کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اس کا چچازاد بھائی و سپہ سالار راجہ برخوردار خاں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سابقہ راجاؤں کی طرح یہ راجہ بھی عدل گستر و رعایا پرور تھا، مگر بلوچوں کے لگاتار حملوں نے اسے ایک دن چین سے نہ رہنے دیا، متعدد معرکوں میں اس نے بلوچوں کو شکست فاش دی مگر وہ ان کے سیلاب کو نہ روک سکا۔ آخر لڑائی میں داد مردانگی دیتا ہوا یہ بہادر گوجر ایک روز اپنے ملک کی آزادی کے لئے اپنی جان قربان کر گیا اور تواریخ میں اپنا اور اپنی قوم کا نام تاقیامت تک محفوظ کر گیا۔ اس کے انتقال پر گوجر حکومت ختم ہو گئی۔

گوجروں کے اقتدار کے زمانہ میں اس علاقہ کا نام گجرات پڑا۔ آج یہ نام گجرات صرف دریائے سندھ کے ایک گھاٹ کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کو لوگ گذرات کہنے لگے ہیں اور اس کا مطلب گزرگاہ لیتے ہیں جو سراسر غلط ہے گزرگاہ کو کبھی بھی

گزرات نہیں کہا جاتا ہے۔ اس گھاٹ کا علاقہ گوجروں کے گھوڑوں کے پانی پینے کی جگہ رہ چکا ہے اس لیے اسے گجرات کہتے ہیں۔

---

(۱۵) ریاست ہزارہ گوجراں

ہزارہ سے مراد ہرگز موجودہ ضلع ہزارہ نہیں ہے بلکہ تاریخ میں علاقۂ ہزارہ سے وہ علاقہ مراد ہے جس میں وادئی کاغان، ضلع ہزارہ وغیرہ ملحق ہیں، یہ وہ علاقہ ہے جس نے گوجروں کے زوال کے زمانہ میں یعنی اکبری دور میں بھی گوجر قوم کا نام زندہ رکھا۔ چنانچہ آئین اکبری میں جہاں آبادی کی ذاتیں درج ہیں، مغربی پنجاب میں سوائے علاقۂ میںگمری کے کسی علاقہ میں گوجر قوم تحریر نہیں ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ گوجروں کا اقتدار لقبایا علاقہ جات پر نہیں رہا تھا۔ مگر علاقۂ ہزارہ کو صاف طور سے ہزارہ گوجراں تحریر کیا گیا ہے۔ کوہستانی گوجروں کی عظمت اس سے صاف عیاں ہے۔

جوں ہی مغلیہ سلطنت میں ضعف کے آثار ظاہر ہوئے اس علاقہ میں بھی بیرونی قوموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے آزادی کی لہر دوڑ گئی چنانچہ اٹھارویں صدی کی ابتدا میں گوجر سردار نجیب اللہ نمودار ہوئے۔ تاریخ گوجراں مولفہ حافظ عبدالحق صاحب نے بھی انھیں گوجر تحریر کیا ہے مگر ترین گوجر نہیں مانتے حالانکہ تن تری گوت گوجروں میں اب بھی موجود ہے صحیح لفظ تن ترین ہے مولف)

راجہ نجیب اللہ

۱۷۳۶ء میں درانی قوم کا تسلط شمالی مغربی علاقہ پر قائم تھا مگر گوجروں نے ہمیشہ درانیوں کو ناک چنے چبوائے اور انھیں کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

۱۷۳۹ء میں جب نادر شاہ درانی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کی فوجوں نے گوجروں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دئے کیونکہ گوجر قوم ہی صرف وہ قوم تھی جو اس علاقہ میں درانیوں کی پیشقدمی اور حکومت میں مزاحمت کر رہی تھی مگر جونہی نادر شاہ دلی کو لوٹ کر واپس گیا گوجروں کے ایک سردار نجیب اللہ نے تمام علاقہ سے درانیوں کو نکال دیا ۱۷۶۱ء تک راجہ نجیب اللہ نے اس قدر قوت

حاصل کی کہ آخرکار اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لئے درانی حکومت نے اسے اپنے علاقہ کا [illegible]ء میں راجہ تسلیم کر لیا۔ راجہ نجیب اللہ نے وہ زمینیں جو درانیوں نے علاقہ میں داخل ہو کر گوجروں سے چھین لی تھی دوبارہ واگزار کر دیں۔ راجہ نجیب اللہ نے اپنے نام پر ایک شہر آباد کیا جو اب کوٹ نجیب اللہ کہلاتا ہے۔

رانی بنی بیگم

راجہ نجیب اللہ کا انتقال ۱۷۶۹ء میں ہو گیا۔ اس کا لڑکا محمد خاں نابالغ تھا اس لئے گوجر حکومت کا انتظام بنی بیگم نے سنبھالا۔ یہ اس قدر قابل اور معاملہ فہم اور انصاف پرور اور منتظمہ تھی کہ رعایا اس کے زمانہ میں خوشحال و خوش خرم رہی۔ درانیوں کے جھگڑے اس کے خاوند کے زمانہ میں ختم ہو چکے تھے مگر تریخ ذات کے لوگوں نے چوری اور ٹھگی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہر چہار طرف چوری کی وارداتیں ہونے لگیں۔ گوجر عوام کے گھروں سے تریخ ذات کے چور رضائیاں ... معمولی کپڑے تک لے جاتے تھے چنانچہ ان کا خاطر خواہ سرکوبی کرانے کے لئے بنی بیگم نے کوٹ نجیب اللہ کے ایک بہادر شخص مشرف گوجر کو تخت سپرد کر دیا اور خود بقایا زندگی خدا کی عبادت میں گزاری۔ (راجہ مشرف کی اولاد کا شجرہ مولف نے دیکھا ہے یہ اب بھی گوجروں میں باعزت سردار ہیں)

راجہ مشرف

راجہ مشرف جس قدر بہادر تھا اسی قدر نیک باطن اور صلح کن و انصاف پرور بھی تھا۔ اس نے علاقہ کا انتظام بہترین طریقہ سے سرانجام دیا۔ تمام چوروں کو سخت سزائیں دی گئیں۔ ہٹی گوجری اور ہٹی تریخی کی تمام جائیدادیں گوجروں کو دوبارہ آباد کرنے کے لئے دی گئیں علاقہ میں ہر طرف امن و امان قائم کیا گیا۔ لوگ دوسرے علاقوں کی ہڑبونگ سے بچنے کے لئے گوجروں کے زیر سایہ آ کر اطمینان کا سانس لیتے تھے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ گوجروں نے اپنے عروج کے زمانہ میں ہمیشہ رعایا کو اپنی اولاد سمجھا

راجہ محمد خاں

جب راجہ نجیب اللہ کا لڑکا جوان ہو گیا تو وہ راجہ محمد خاں کے نام سے گوجر سلطنت

کا فرمانروا ہوا۔ سردار مشرف بحیثیت وزیر کام کرنے لگا۔ راجہ محمد خاں کے دور میں سپہ سالاری بھی سردار مشرف سے منسوب رہی۔ اس علاقہ میں ہمیشہ گوجروں کی ٹکر افغانوں سے ہوئیں۔ مگر سردار مشرف نے اس علاقہ کے گیتوں میں اسی طرح جگہ پائی جس طرح دوآبہ (گنگا جمنا) کے علاقہ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں" اٹا اسادر" کے گوجر امین نے گیتوں میں اپنا نام پیدا کیا۔

سکھوں نے اس علاقہ میں اپنے عہد میں گوجروں کو ملازمتوں میں جگہ دی چنانچہ سردار مشرف در راجہ محمد خاں کا خاندان سکھوں کی عملداری میں اعزاز کا مالک رہا۔ انگریزوں کے دور میں ۱۸۵۷ء کا غصہ تمام ملک کے گوجروں پر اتارا گیا۔ چنانچہ اس علاقہ کے گوجروں کی ریاست بھی جو سکھوں نے اپنے دور میں گوجروں کو دی تھی اور بھی مختصر رہ گئی جب انگریزوں نے ملک چھوڑا تو گوجر راجشاہی خاندان کے پاس صرف چار گاؤں کو کلیا، بنڈوری، ڈھنگی اور چاڑ ملکیت میں تھے۔

---

(۱۵) علاقہ جہلم

خاندانِ پوسوال کے راجگان

جہلم وہ علاقہ ہے جہاں سکندر اعظم کے گھوڑوں نے آخرکار دھوکہ سے خاندان پوڑ اور گجگاہیہ کو شکست دی تھی، جہلم وہ علاقہ ہے جو قبل مسیح کے گوجروں کے قلعہ بھیڑہ کی یاد دلاتا ہے۔ جہلم وہ علاقہ ہے جہاں سنہ۱۰۰۱ء میں جے پال کھٹانہ نے قوم حمیت میں اپنے کو آگ کے سپرد کیا تھا۔ یہی اُن گوجر بہادروں کی سرزمین جنھوں نے باہر کا حملہ رد کیا۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں آکر شیر شاہ سوری کا غصہ دماغ سے نکل گیا۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں راجہ ہرلیش چندر نے اپنے بیٹے رہتاس کی یاد میں قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ جسے شیر شاہ نے دوبارہ جلا بخشی۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ جب دوسرے علاقوں میں گوجر اپنے ملک کی آزادی کے لئے جنگ میں مصروف تھے یہ بہادر گوجر

خاموش رہتے چنانچہ اس علاقہ میں ایک بہادر ہاتھ میں تلوار لے کر نکلا۔ اس سردار کا نام سلیمان تھا۔

راجہ سلیمان

اٹھارویں صدی میں علاقۂ جہلم میں راجہ سلیمان نے قلعہ رہتاس پر قبضہ کر کے گوجر حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ یہ راجہ خاندانِ پوسوال (پوروار) سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ وہی خاندان ہے جس نے صدہا سال سولنکی حکمرانوں کے دارالسلطنت انہلواڑہ (گجرات کاٹھیاواڑ) میں اپنی قابلیت سے امور ملکی سرانجام دئے جن کی سنسکرت کی تصانیف آج تک دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو رہی ہیں

راجہ عبدالرحیم

راجہ سلیمان کی اولاد میں راجہ عبدالرحیم ایک مشہور مقامی راجہ ہوا۔ اس کے زمانہ میں خاندانِ گکھڑ نے جہلم میں شورش برپا کر کے علاقہ کا انتظام درہم برہم کرنا چاہا، مگر راجہ عبدالرحیم نے ان کے فتنہ کو فرو کر دیا اور اپنی سلطنت میں امن و امان کو بحال رکھا۔ راجہ عبدالرحیم نہایت بہادر، شجاع و جری مقامی راجہ ہو گزرا ہے۔

سکھوں کے دور میں ان کی جائیدادیں بحال رہیں مگر سرکار انگریزی نے ۱۸۵۶ء کے بعد بہت سی مقبوضہ جائیدادوں کو مقامی کاشتکاروں کے حوالہ کر کے گوجروں کی قوت سلب کر لی۔

راجہ نوزداد خاں

راجشاہی خاندان سے ۱۸۵۷ء میں ایک مشہور ہستی راجہ نوزداد خاں کی تھی جو اپنے علاقہ کے سردار تسلیم کئے گئے تھے۔ ان کی لاکھوں روپیوں کی جائیدادیں ہڑپ کر کے انگریزوں نے انھیں صرف سو روپیہ ماہوار وظیفہ دیا اور بجائے راجہ کے یہ صرف نمبردار رہ گئے، مقام کالا گوجراں اس علاقہ میں گوجروں کا خاص مرکز ہے، جہاں آج گوجر لائبریری کھلی ہے۔

آٹھواں باب

آریہ ورت میں انگریزوں کی حکومت کا قیام

ایسٹ انڈیا کمپنی کا عروج انگریز رفتہ رفتہ ترقی کی کوشش کر رہے تھے ۱۶۰۸ء میں کپتان ہاکنس "سورت" پہنچا اور جہانگیر بادشاہ کے دربار میں بھی گیا وہاں اس کی اچھی خاطرداری ہوئی اور اس کو "سورت" میں کوٹھی بنانے کی اجازت مل گئی لیکن پرتگالیوں کی چالبازی سے بادشاہ نے اس اجازت کو بعد میں منسوخ کر دیا ۱۶۱۵ء میں سر ٹامس رو ہندوستان آیا اور اس نے اپنی عقلمندی سے کمپنی کی حالت سنبھالنے کے واسطے جہانگیر سے ایک فرمان حاصل کیا ۱۶۳۲ء میں جس وقت شاہجہان نے پرتگالیوں کو ہگلی سے نکال دیا تو اس وقت انگریزوں کو اچھا موقع مل گیا انہوں نے ہگلی میں بھی اپنی کوٹھی بنالی کچھ عرصے بعد بادشاہ نے اس کمپنی کو اجازت دیدی بنگال میں بغیر کوئی محصول دیئے تجارت کرے کمپنی برابر تجارت پر متوجہ رہی ۱۶۴۰ء میں مدراس کی بنیاد پڑی اور وہاں سینٹ جارج کا قلعہ تیار ہوا ۱۶۶۰ء میں چارلس دوم انگلستان کا بادشاہ ہوا اس نے کمپنی کے اختیارات بڑھا دیئے کمپنی کی حالت سنبھل گئی اور اس کو خوب منافع بھی ہوا۔

ایک سال بعد (۱۶۶۱ء) بمبئی کا شہر کمپنی کو یوں مل گیا کہ شاہ چارلس کا بیاہ پرتگال کی شہزادی سے ہوا اور یہ شہر اس کو جہیز میں ملا بیس بائیس سال تک کمپنی کی تجارت خوب بڑھتی رہی اور منافع بھی ہوا۔ لیکن ۱۶۸۶ء میں کمپنی نے اپنا ڈھنگ بدلا۔ اس وقت تک انگریز صرف تجارت ہی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اب ان کو حکومت کا خیال پیدا ہوا اور وہ مغلوں اور مرہٹوں کو دبانے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ انہوں نے مورچہ بندیاں کیں اور فوج اکٹھا کرنا شروع کیا پہلے بنگال میں بلوہ ہوا لیکن وہاں کے مغل صوبہ دار شائستہ خاں نے انگریزوں کو گرفتار کر لیا اور ان کو ہگلی سے نکال دیا۔ انگریزوں نے بحر عرب میں سوداگروں کو اور حج کے مسافروں

کو گرفتار کر لیا اور لوٹ لیا اس بات پر اورنگ زیب نے برہم ہو کر حکم دیا کہ ان کی سب کوٹھیاں چھین لی جائیں۔ پٹنہ۔ قاسم بازار، مچھلی پٹن اور بمبئی کی انگریزی کوٹھیاں ضبط ہو گئیں۔ بیچارے انگریز سوداگر مغل شاہنشاہ کا مقابلہ کیا کر سکتے تھے انھوں نے مجبور ہو کر ۱۶۹۰ء میں صلح کر لی بادشاہ نے جرمانہ لے کر ان کو معافی اور دوبارہ تجارت کرنے کی اجازت دے دی اسی وقت جاب چارناک نامی انگریز نے کلکتہ کی بنیاد ڈالی۔

اورنگ زیب کی وفات کے بعد انگریزوں کو پھر اپنی طاقت بڑھانے کا موقع ملا۔ فرخ سیر بادشاہ نے ایک ڈاکٹر کی علاج سے خوش ہو کر کلکتہ اور مدراس کے آس پاس کے کچھ گاؤں انگریزوں کو دیدیے بمبئی کی طرف مرہٹوں کے جہازی بیڑہ کی تباہی نے انگریزوں کا زور بڑھا دیا ان کی جڑ جم گئی اور وہ اپنی طاقت بڑھانے کی گھات میں لگ گئے

فرانس کی تجارتی کوشش

فرانسیسیوں نے پانڈیچری اور چندر نگر میں اپنی کوٹھیاں بنالی تھیں مگر ان کی ڈچوں سے گہری دشمنی تھی اس لئے جب کبھی فرانس اور ہالینڈ، یورپ میں باہم لڑتے تو۔۔ ہندوستان میں بھی دونوں قوموں کی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا ۱۶۹۳ء میں ڈچ لوگوں نے الیاس نے پہلے ۔۔۔ پانڈیچری کو بھی فتح کر لیا اور چھ سال تک اس پر قبضہ رکھا اس کے کچھ عرصہ بعد دونوں قوموں میں صلح ہو گئی تو پانڈیچری واپس کر دیا گیا

ہالینڈ والوں سے جنگ کرنے کے باعث فرانسیسیوں کا بڑا نقصان ہوا لیکن وہ ہمت ہارنے والے نہ تھے اٹھارہویں صدی کے شروع میں انھوں نے پھر زور پکڑا کمپنی کی حالت سنبھل گئی بعد اس نے کئی نئی کوٹھیاں بھی بنائیں ڈچ مسالحے کے جزیروں کی طرف زیادہ جھکے رہے اور اس طرح ہندوستان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے آپس میں بگاڑ ہو کر لڑائی کی تیاری ہونے لگی

ڈیوما ۱۷۳۵ء تا ۱۷۴۱ء

جس وقت فرانسیسی نوآبادیوں کا گورنر "ڈیوما" بنایا گیا تو اس نے سوچا کہ ہندوستان کی ابتر حالت سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہئے اس نے کرناٹک کے نواب سے دوستی پیدا کر کے اپنی فوج تیار کر لی اس وقت دکن میں مرہٹوں کا زور تھا انھوں نے کرناٹک پر حملہ کیا تو فرانسیسی نواب کی کمک پر آ گئے اور اس کو بچا یا دلی کے بادشاہ نے ڈیوما کو نواب کا خطاب دیا اور دس ہزار روپیہ سال کی جاگیر بھی اسے دے دی

ڈیوما کے بعد فرانسیسی نوآبادیوں کا گورنر "ڈوپلے" ہوا وہ بڑا عقلمند اور دوراندیش شخص تھا اور ہندوستان میں انگریزوں کو نکال کر فرانس والوں کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا سلطنت کی لالچ میں دونوں قومیں لڑ پڑیں اور ۱۷۶۳ء تک ان میں جنگ ہوتی رہی

پہلی لڑائی فرانسیسی اور انگریزوں میں باہمی دشمنی چلی ہی آتی تھی جس وقت دونوں قومیں یورپ میں لڑ پڑیں اسی وقت ہندوستان میں بھی لڑائی شروع ہو گئی ۱۷۴۶ء میں فرانس سے ایک جہازی بیڑہ آیا اور مدراس کو چھین لیا مدراس کو فتح کرنے کے بعد فرانسیسیوں نے چاہا کہ سینٹ ڈیوڈ کا قلعہ بھی فتح کر لیں لیکن میجر لارنس نے ان کو پسپا کر دیا اسی زمانے میں انگلستان سے کچھ نئی فوج آ گئی اور اس کی کمک سے انگریزوں نے پانڈیچری کو آ گھیرا ۱۷۴۸ء میں "ایکس لا شیپل" کے مقام پر یورپ میں صلح ہو گئی تو ہندوستان میں بھی دونوں کمپنیاں باہم دوست ہو گئیں اور مدراس انگریزوں کو پھیر دیا گیا

دوسری لڑائی پہلی جنگ سے ڈوپلے کا حوصلہ بڑھ گیا دونوں کمپنیوں نے معلوم کر لیا کہ ہندوستان کے راجہ اور نواب کچھ زور نہیں رکھتے ڈوپلے کو دکن کا حال خوب معلوم تھا اس لیے وہ فرانسیسیوں کا صرف تاجر ہی رہنا پسند نہیں کرتا تھا اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تجارت میں فرانس والے انگریزوں سے بازی نہیں لے جا سکتے اس لیے اس نے یہ کوشش کی کہ اہل فرانس کو کسی دوسرے راستہ پر چلائے

۱۷۴۸ء میں آصف جاہ نظام الملک فوت ہو گیا اس کا بیٹا ناصر جنگ مسند حکومت پر بیٹھا نظام الملک کا پوتا مظفر جنگ ناصر جنگ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور خود نظام بننا چاہا اسی زمانہ میں چاندا صاحب نے جو کرناٹک کے کسی پہلے نواب کا داماد تھا انورالدین کی جگہ پر نواب بن جانے کی خواہش کی اب مظفر جنگ اور چاندا صاحب دونوں نے ڈوپلے سے مدد مانگی وہ تو ایسے موقعہ کو تاک ہی رہا تھا اس نے دیکھا کہ اگر یہ چال چل گئی تو کرناٹک کا نواب اور حیدرآباد کا نظام دونوں اس کی مٹھی میں رہیں گے۔ لہذا ان کی بات مان لی اور دوسری طرف انگریزوں نے ناصر جنگ کو کمک دینے کا وعدہ کر لیا

یوں دکن میں سیاسی جنگ شروع ہو گئی جس کی ذمہ داری انگریزوں پر ہے کیونکہ انہوں نے کچھ ہی دن پہلے تنجور کی گدی کے ایک حقدار کو مدد دی تھی ڈوپلے بھی انگریزوں کی سی چال چلا اگر انگریز تنجور کے جھگڑے میں نہ پڑتے تو شاید ڈوپلے بھی مظفر جنگ اور چاندا صاحب

کی کمک کا وعدہ کرتا۔ مظفر جنگ اور چاند صاحب نے فرانسیسی فوج کی امداد پا کر انور الدین پر چڑھائی کی اور ۱۷۴۹ء میں اس کو امبر کے میدان میں شکست دے کر قتل کر دیا اس کا جانشین محمد علی ترچناپلی کو بھاگ گیا اور کرناٹک کا صوبہ چاند صاحب کے ہاتھ آگیا اس نے اسّی گاؤں فرانسیسیوں کو بھی دے ڈوپلے سے اب چپ بیٹھنا ممکن نہ تھا اس نے فوراً ترچناپلی پر حملہ کا قصد کیا مگر اس کے ساتھیوں نے پوری مدد نہیں دی اسی دوران میں ناظر جنگ انگریزوں کی مدد سے مظفر جنگ پر غالب آیا اور اس کو قید کر لیا چاند صاحب پانڈیچری کو بھاگ گیا انگریزوں کی اس فتح سے ڈوپلے کے حواس جاتے رہے وہ اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا

فرانسیسی افسروں نے ناظر جنگ کی فوج میں پھوٹ ڈال دی اور بسی نے جنجی کا قلعہ فتح کر لیا پھر کچھ عرصہ بعد ناظر جنگ مار ڈالا گیا اور مظفر جنگ دکن کا حاکم ہو گیا

اس کامیابی سے ڈوپلے کا دبدبہ بڑھ گیا مظفر جنگ نے فرانس والوں کو کئی گاؤں اور بہت سا نقد روپیہ دیا ڈوپلے کو بھی بہت سا نقد روپیہ اور جاگیر ملی اس نے بسی کے ساتھ ایک فرانسیسی فوج مظفر جنگ کو حیدر آباد پہنچانے کے لئے بھیجی لیکن مظفر جنگ راستہ میں مارا گیا اور اس کی جگہ صلابت جنگ نظام ہو گیا بسی حیدر آباد ہی میں رہ گیا اور نظام نے اس کو شمالی سرکار کا علاقہ دے دیا ادھر چاند صاحب کرناٹک کا نواب ہو گیا۔

محمد علی کو چاند صاحب اور فرانسیسیوں نے گھیر رکھا تھا انگریزوں نے سوچا کہ ترچناپلی کا دشمنوں کے ہاتھ میں جانا بعید برا ہوگا اس لئے انہوں نے ارادہ کیا کہ محمد علی کو مدد دیں اس وقت ایک انگریز افسر کلائیو[۱] نامی کو بڑی اچھی ترکیب سوجھ گئی اس نے کہا کہ اگر چاند صاحب کے پایہ تخت ارکاٹ پر حملہ کیا جائے تو وہ فوراً اس کی حفاظت کے لئے روانہ ہو جائے گا چنانچہ اس نے دو سو انگریز اور تین سو ہندوستانی سپاہی لے کر اگست ۱۷۵۱ء ارکاٹ کے قلعہ پر حملہ کر دیا اور اسے گھیر لیا۔

چاند صاحب نے سنا کہ کلائیو نے ارکاٹ کے قلعہ کو گھیر لیا ہے تو اس نے اپنے بیٹے کو

۱؎ کچھ عرصہ پہلے کلائیو لندن سے کلرک ہو کر آیا تھا۔ لیکن اپنی قابلیت اور بہادری سے بعد میں گورنر جنرل کے عہدہ تک پہنچا۔

ایک فوج دے کر ادھر روانہ کیا کلایو پچاس دن تک قلعہ کو گھیرے پڑا رہا اور آگ برساتا رہا لیکن بہت زور کی لڑائی ہوئی اور آخر کار کلایو کو فتح ہوئی ارکاٹ کے محاصرے نے کلایو کا نام چمکا دیا اور سب اس کی تعریف کرنے لگے

فتح ارکاٹ سے فارغ ہو کر کلایو اور میجر لارنس نے ترچناپلی پر چڑھائی کی فرانسیسی خوب لڑے مگر ہار گئے چاندا صاحب بھاگ نکلا اور اس کو ریاست تنجور کے ایک فوجی سردار نے مار ڈالا محمد علی کرناٹک کا نواب ہو گیا۔ کلایو تندرستی کی خرابی کے سبب انگلستان واپس چلا گیا

ارکاٹ کا محاصرہ ہمارے ملک کی تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے اس سے انگریزوں کی دھاک جم گئی اور ڈوپلے گورنری کے عہدہ سے ہٹا کر فرانس میں واپس بلا لیا گیا اور اس کے جانے کے بعد ۱۷۵۵ء میں دونوں کمپنیوں میں صلح ہو گئی دونوں کمپنیوں نے اقرار کیا کہ وہ اب ہندوستانی راجاؤں اور نوابوں کے جھگڑوں میں نہ پڑیں گے اور ہر ایک نے جو دوسرے کی زمین لے لی ہے وہ اسے واپس کر دیگا

ڈوپلے کی حکمت عملی

ڈوپلے بڑا عقلمند اور دور اندیش آدمی تھا اس کو سیاسی چالیں خوب آتی تھیں وہ ہندوستان میں فرانس والوں کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا

ڈوپلے کی ناکامی کے کئی سبب ہیں (۱) اس وقت فرانس کی مالی حالت اچھی نہ تھی وہاں کی حکومت ہندوستان کی کمپنی کو کچھ مدد نہیں دے سکتی تھی۔ (۲) ڈوپلے کا خیال تھا کہ ہندوستان میں کوئی کمپنی اس وقت تک نہیں چل سکتی جب تک کہ اس کے پاس ملک کا کچھ ایسا حصہ نہ ہو جس کی آمدنی وہ وصول کرے مگر اس کی یہ بات ماننے کے لئے کوئی تیار نہ تھا (۳) فرانس والے ملک فتح کرنے کے خلاف تھے اور اس کو تجارت کے لئے مضر جانتے تھے ان کا مقصد صرف تجارت کرنا تھا اور (۴) یہ کہ ڈوپلے اگرچہ عقلمند آدمی تھا مگر وہ کبھی اس بات پر غور نہ کر سکا کہ انگریزوں کی بحری قوت نہایت زبردست ہے اور یورپ میں کوئی ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس وقت فرانس کا جہازی بیڑہ بہت کمزور تھا وہ سمندروں پر اپنا غلبہ قائم کرنے کے قابل نہ تھا فوجی افسروں کی آپس کی ان بن بھی فرانسیسیوں کے لئے سخت نقصان کا سبب ہوئی بہت سے افسر خود غرض تھے جو اپنے فائدہ کے لئے کمپنی کا نقصان کرنے میں ذرا بھی جھجکتے نہ تھے مگر انگریزوں میں یہ بات نہ تھی وہ اپنے ملک پر ایسے مٹے ہوئے تھے کہ اس کے لئے جان تک دینے

پر آمادہ رہتے تھے

ڈوپلے فرانس کو واپس گیا تو اس کے ساتھ وہاں بہت برا سلوک ہوا اس پر مقدمہ چلایا گیا جس میں اس کا بہت سا روپیہ صرف ہو گیا ڈوپلے کی حکمت عملی فرانس کے حق میں مضر ثابت ہوئی مگر یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ایک بہادر اور لائق آدمی تھا اس نے ہندوستان میں فرانس کا بڑا نام کیا اور اپنے ملک والوں کو ترقی کا نیا راستہ دکھایا انگریزوں میں سے کلایو کے سوا کوئی آدمی ڈوپلے کی ہمسری نہیں کر سکتا

تیسری جنگ ڈوپلے کی واپسی کے بعد کرناٹک میں چار سال تک کوئی جنگ نہیں ہوئی مگر اس زمانہ میں بنگال کا ملک گڑبڑ میں مبتلا رہا وہاں انگریزوں کو نواب سے لڑنا پڑا ان واقعات کا بیان آگے آئے گا

انگریزوں نے بنگال میں تو اپنا سکہ جما لیا لیکن دکن میں ان کی کچھ نہ چلی اس کے کئی سبب ہیں ۱۔ ایک طرف مرہٹے۔ نظام اور حیدر علی تینوں انگریزوں کے مقابلے میں تلے ہوئے تھے اور دوسری طرف فرانسیسی ان کے اثر کو مٹانے کی کوشش میں تھے حیدر آباد میں فرانس کا اثر تھا اور حیدر علی سے بھی ان کی دوستی تھی لیکن انگریزوں کا دوست صرف ایک کرناٹک کا نواب تھا سو وہ بھی نکما آدمی تھا انگریزوں نے بنگال میں اپنا سکہ جما کر فرانس والوں کو تباہ کرنے کی کوشش شروع کی

قسمت کی بات ہے کہ ان کو اس کا موقع بھی جلد مل گیا اسی زمانے میں ۱۷۵۶ء میں یورپ کے اندر انگلستان و فرانس کی وہ لڑائی چھڑ گئی جسکو "ہفت سالہ جنگ" کہتے ہیں بس ہندوستان میں بھی دونوں قومیں لڑنے پر آمادہ ہو گئیں ۱۷۵۸ء میں فرانسیسی سپہ سالار "کاونٹ بیلی" بہت لمبا بحری سفر طے کر کے ہندوستان آیا اور اس نے سینٹ ڈیوڈ کا انگریزوں کا قلعہ آسانی سے فتح کر لیا اور بسی کو حیدر آباد سے بلا کر مدراس پر چڑھائی کا سامان کیا انگریز بڑی بہادری سے لڑے "بیلی" کے بہت سے آدمی مارے گئے اور وہ پانڈیچری کو واپس چلا آیا دو سال تک اسی طرح لڑائی ہوتی رہی آخر کار ۱۷۶۰ء میں "سر آیر کوٹ" نے "ونڈواش" کے مقام پر اہل فرانس کو شکست دے کر پانڈیچری کو ان سے چھین لیا پانڈیچری کا انگریزوں کے ہاتھ میں چلا جانا فرانس والوں کے لئے بڑا صدمہ ہوا ادھر حیدر آباد میں بھی ان کا کوئی اثر باقی نہ رہ گیا تھا

سنہ ۱۷۴۸ء میں یورپ میں پیرس کی صلح ہو جانے پر جنگ ختم ہوگئی پانڈیچری اور چندر نگر فرانس والوں کو واپس مل گئے مگر شمالی سرکار کا علاقہ انگریزوں ہی کی ماتحتی میں رہا۔ اصل اس جنگ نے فرانس والوں کو تباہ کر دیا

فرانس والوں کی ناکامی کے اسباب فرانس والوں کی ناکامی کے کئی سبب تھے مثلاً انگریزی کمپنی کی مالی حالت بہت اچھی تھی وہ آزادی سے کام کر سکتی تھی۔ تمام انگریز قوم اس کی مدد پر تھی اور اس کے پاس روپیہ اتنا زائد تھا کہ حکومت انگلستان بھی اس سے قرض لیتی تھی لیکن فرانسیسی کمپنی کے پاس اول یہ کہ نہ تو زیادہ روپیہ تھا اور نہ اسے اپنی قوم سے مدد ملتی تھی حکومت کے عہدہ دار کمپنی کے کاموں میں بیجا دست اندازی کیا کرتے تھے اور تاجروں کی وقعت نہ سمجھتے تھے۔ دوم یہ کہ ڈوپلے اور بسی کے علاوہ دیگر فرانسیسی افسر ہندوستان کے ملکی جھگڑوں میں پڑنے سے دور رہنا چاہتے تھے ان میں آپس ہی میں ان بن رہتی تھی اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر رہا کرتی تھی تیسرا سبب یہ تھا کہ سمندر کے تمام راستے انگریزوں کے قابو میں تھے ان کا جہازی بیڑہ بڑا زبردست تھا۔ فرانس کو اسی جہازی بیڑہ کی کمی سے یورپ میں بھی نیچا دیکھنا پڑا تھا چوتھے یہ کہ انگریزوں کو بنگال کے صوبہ سے بڑی مدد ملی ان کو وہاں سے روپیہ اور سپاہی دونوں آسانی سے مل گئے۔

بنگال میں انقلاب

سراج الدولہ مغلوں کے عہد میں بنگال کا صوبہ دارالسلطنت دہلی کا ماتحت اور خراج گذار تھا مگر جب سلطنت مغلیہ میں کمزوری آگئی تو بنگال کے نواب خودسر ہو گئے ۱۷۵۶ء میں علی وردی خاں کی وفات کے بعد اس کا پوتا "مرزا محمد" سراج الدولہ کے لقب سے نواب ہوا بچپن میں وہ بڑے لاڈ پیار سے پالا گیا تھا اس لئے اس کا مزاج ضدی تھا اور عیش پسند بھی ہو گیا تھا پھر بھی اس میں اتنی قابلیت موجود تھی کہ کام کے وقت وہ کسی کے بیجا دباؤ کو ماننے والا نہ تھا اسی سبب جیسے ہی وہ مسند پر بیٹھا لوگوں نے اس کے خلاف

سازشیں شروع کیں

انگریزوں سے بگاڑ

علی وردی خاں کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اپنے قلعوں وغیرہ کی مرمت شروع کر دی تھی سراج الدولہ نے ان کو اس کام سے منع کیا فرانس والوں نے تو صلح کر لی لیکن انگریزوں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ کی اس وجہ سے سراج الدولہ ناراض ہو گیا اور اس کی ناراضگی کا دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ انگریزوں نے اس کے ایک دشمن کو پناہ میں لے لیا تھا سراج الدولہ نے انگریزوں سے اس آدمی کو واپس مانگا لیکن انگریزوں نے اس کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا اس کے علاوہ انگریزی کمپنی کے ملازم اپنی ذاتی تجارت بھی کرتے تھے اور اس پر کوئی محصول نہیں دیتے تھے سراج الدولہ اس کو بند کرنا چاہتا تھا

سراج الدولہ کی شکایتیں درست تھیں اس کو انگریزوں کی طرف سے بڑا اندیشہ تھا لیکن سلطنت بنگال کی اندرونی حالت بہت خراب تھی کیونکہ وہاں کے تجّار جنھوں نے خوب روپیہ جمع کر لیا تھا انگریزوں کی مدد سے اُس کی نوابی ہی کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے سراج الدولہ کا برتاؤ بھی ان سے اچھا نہ تھا جب تک علی وردی خاں زندہ رہا اس وقت تک کسی نے بھی چوں نہ کی مگر اس کے مرتے ہی بغاوت کی آگ سلگ اٹھی

سراج الدولہ نے سوچا کہ کہیں انگریز کرناٹک کی طرح بنگال پر بھی قبضہ نہ کر لیں اس لئے ان کو ملک سے باہر نکالنے کا ارادہ کر لیا اس نے قاسم بازار کی کوٹھی پر چڑھائی کی اور اس کے بعد کلکتہ کی طرف بڑھا انگریز کچھ دنوں تک تو لڑتے رہے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا فتح پانا غیر ممکن ہے تو وہ کشتیوں میں بیٹھ کر ایک جزیرہ میں بھاگ گئے اور جو باقی رہ گئے ان کو نواب کے سپاہیوں نے قید کر لیا۔ ان کی تعداد مرد عورت ملا کر سب ۱۴۶ تھی

یہ قیدی ایک چھوٹی کوٹھڑی میں بھر دیئے گئے جس میں ان کا سانس تک لینا محال تھا ماہ جون کی گرمی پڑ رہی تھی صبح ہونے تک ۱۲۳ مرد عورت تڑپ تڑپ کر مر گئے یہ حادثہ تاریخ میں بلیک ہول کے حادثہ کے نام سے مشہور ہے اس کے بارے میں لوگوں کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس بات کی کوئی بنیاد ہی نہیں اور یہ ایک انگریز کی گھڑی ہوئی کہانی ہے بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں نے انگریزوں کو بھڑکانے کے لئے اصل واقعہ میں بہت کچھ نمک مرچ ملا دیا تھا اس قدر تو انگریز مورخ بھی مانتے ہیں کہ نواب کو اس

بات کی خبر بھی نہ تھی اور یہ سب اس کے سپاہیوں کے کرتوت تھے

جس وقت یہ خبر مدراس پہنچی تو انگریزوں کو بڑا جوش آیا۔ کلایو اور واٹسن نو سو گورے اور پندرہ سو ہندوستانی سپاہی ساتھ لے کر بنگال کی طرف روانہ ہو گئے انہوں نے ۲ر جنوری ۱۷۵۷ء کو شہر کلکتہ فتح کر لیا اور اس کے چند ہی دن بعد ہگلی پر بھی قابض ہو گئے

سراج الدولہ نے خوب مقابلہ کیا مگر آخر میں اس کو صلح کر لینی پڑی اس نے کمپنی کو اس کے تمام اختیارات واپس دیدئے اور قلعوں کی مرمت کرنے کی اجازت دیدی اس کے بعد انگریزوں نے چندر نگر پر چڑھائی اس کو بھی فتح کر لیا

کلایو نے اس صلح میں بڑی ہوشیاری سے کام لیا تھا اگر وہ کچھ دیر بھی لگاتا تو نواب اور فرانسیسی دونوں اس کے مقابلے میں ایکا کر لیتے اور انگریزوں کو شکست دیدیتے دوسرے یہ کہ کلکتہ کی کونسل کلایو کی پوری مدد نہیں کرتی تھی تیسرے یہ کہ کمپنی کی تجارت کے لئے امن کی ضرورت تھی جنگ سے اس کام میں نقصان ہوتا تھا نواب بھی صلح کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسی وقت نادر شاہ درانی نے دہلی کو لوٹا تھا اور نواب کو خوف تھا کہ کہیں یہ بلا اس پر بھی نہ آ پڑے

میر جعفر کی سازش

سراج الدولہ کے درباری امیر اور افسر اس کو مسند حکومت سے اتار کر فوج کے بخشی میر جعفر کو نواب بنا دینا چاہتے تھے تم نے پہلے پڑھا ہے کہ کلکتہ کے تاجر بھی نوابی کا خاتمہ چاہتے تھے اور انگریزوں سے ملنے پر تیار تھے کلایو نے بھی ان کو مدد دینے کا وعدہ کیا جس وقت سب معاملہ ٹھیک ہو گیا اس وقت امی چند سیٹھ نے کمیشن مانگا اور کہا کہ اگر نہ دو گے تو سب بھانڈا پھوڑ دونگا کلایو نے سوچا کہ امی چند کو دھوکا دے دو کاغذ پر صلحنامہ لکھا گیا ایک اصل جس میں امی چند کو روپیہ دینے کا ذکر ہی نہ تھا اور دوسرا نقلی جس میں یہ لکھا تھا کہ اس کو روپیہ دیا جائے گا اسی نقلی کاغذ کو دکھا کر کلایو نے امی چند کو بہلا دیا اور اس پر واٹسن کا دستخط بھی خود ہی بنا دیا۔ کلایو نے یوں جعل کر کے اپنا کام نکال لیا میر جعفر نے انگریزوں کو خوب روپیہ دیا اور ان سے فرانس والوں کو بنگال سے نکال دینے کا وعدہ کیا

پلاسی کی لڑائی

اب کلایو نے سراج الدولہ کو لکھ بھیجا کہ تم نے صلح کی شرطوں کے خلاف کام کیا ہے اور تم فرانسیسیوں سے پیام سلام رکھتے ہو سراج الدولہ نے اس بات کا کوئی جواب تک نہیں دیا اس لئے کلایو ایک زبردست فوج ساتھ لے کر مرشد آباد کی طرف بڑھا نواب بھی اپنی فوج لے کر پلاسی کے میدان میں آ پہنچا اور دونوں مقابلہ میں

جم گئے ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی سراج الدولہ کامیابی سے ناامید ہو کر بھاگ گیا اور اس کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ سراج الدولہ گرفتار ہو گیا اور اس کو میر جعفر کے بیٹے نے قتل کر دیا

پلاسی کی لڑائی سے انگریزوں کو بڑا نفع ہوا۔ میر جعفر نواب ہو گیا اس نے ان کو خوب روپیہ دیا اور چوبیس پرگنہ کا علاقہ بھی انہیں دے ڈالا خود کلایو بھی مالا مال ہو گیا اور دوسرے انگریز افسروں نے بھی خوب اپنی مٹھیاں گرم کیں۔ نوابوں کی کمزوری کے باعث بنگال میں انگریزوں کی حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔ صوبہ بنگال جس میں مال و دولت کی کمی نہ تھی ان کے ہاتھ لگ گیا اور تجارت میں بھی آسانی پیدا ہو گئی اب وہ دریائے گنگا کے کنارے کنارے بڑھتے ہوئے دوآب میں پہونچ گئے اور انہوں نے آہستہ آہستہ شمالی ہندوستان پر بھی اپنا قبضہ جما لیا

مغل شہزادہ کا بنگال پر حملہ

پلاسی کی لڑائی کے دو سال بعد مغل بادشاہ کے بیٹے نے نواب اودھ کی امداد سے بنگال پر چڑھائی کی مغل بادشاہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ بنگال ان کی سلطنت کا ایک صوبہ ہے شہزادہ کے آنے کی خبر سنتے ہی میر جعفر بدحواس ہو گیا مگر کلایو نے اس کو ہمت دلائی اور مدد دینے کا وعدہ کیا اودھ کے نواب شجاع الدولہ نے یہ سنا کہ کلایو میر جعفر کی مدد کرے گا تو وہ چپکے سے واپس چلا گیا اب اکیلا شاہزادہ کیا کر سکتا تھا اس نے بھی کلایو سے پانچسو اشرفیاں نذر دے کر اپنا راستہ لیا

ڈچ لوگوں سے لڑائی

انگریزوں نے بنگال میں قدم جما لئے اس سے ڈچوں کی تجارت کو بڑا صدمہ پہنچا آپس میں پہلے ہی حسد اور عداوت موجود تھی۔ آخر لڑائی چھڑ گئی۔ ڈچ لوگ ہار گئے اور ان کے جہاز چھن گئے صلح ہونے پر انہوں نے انگریزوں کو بہت سا روپیہ بھی دیا اور اس کے بعد ڈچ قوم یہاں صرف سوداگری ہی کرتی رہی اور کسی کام میں اس نے دخل نہیں دیا حکومت کے جھگڑوں سے الگ ہی رہی

۱۷۶۰ء میں کلایو انگلستان کو واپس چلا گیا اس نے چار سال ہی کے اندر انگریزی کمپنی کی حالت بالکل بدل دی ۱۷۵۶ء میں انگریز محض سوداگر تھے مگر ۱۷۶۰ء میں حکومت پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا۔ فرانس والوں اور ڈچوں دونوں کی طاقت ٹوٹ گئی اور نواب انگریزوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن گیا اب کلکتہ سے لے کر بہار اور اودھ تک ان کی دھاک بیٹھ گئی تھی

میر جعفر نا قابل نکلا میر جعفر انگریزوں کی مدد سے نواب ہوا تھا انگریزوں نے روپیہ مانگتے مانگتے اس کا ناک میں دم کر دیا خزانہ خالی ہو گیا اور نواب قرض سے لد گیا فوج کی تنخواہ نہیں ملی اس لیے حکومت کا کام بگڑ چلا اور ملک میں بدامنی پھیل گئی کمپنی کے افسروں کو روپیہ کمانے کی پڑی تھی۔ رشوت کا بازار گرم ہوا انگریز خود تو بلا محصول دیئے بغیر تجارت کرتے ہی تھے اب انھوں نے رشوت لے کر دوسرے لوگوں کا مال بھی اپنے نام سے ہر جگہ لیجانا شروع کر دیا اس سے ملک میں ہر طرف بے ایمانی پھیل گئی اور کمپنی کے گماشتوں اور نواب کے نوکروں میں لڑائی ہونے لگی میر جعفر بوڑھا کاہل اور عیاش تھا اس سے کچھ بھی کرتے نہ بنا

میر قاسم کا نواب ہونا انتظام کی یہ ابتری دیکھ کر انگریزوں نے میر جعفر کو مسند سے اتار دیا اور اس کے داماد میر قاسم کو نواب بنایا چند ممبروں نے اس سے اختلاف بھی کیا لیکن ان کی کچھ پیش نہ گئی میر قاسم بنگال۔ بہار اور اڑیسہ کا نواب ہو گیا اس نے اس کے بدلے میں انگریزوں کو بردوان، مدنا پور اور چٹاگانگ کے ضلعے دیدیئے کونسل کے ممبروں نے بھی تقریباً تین لاکھ روپیہ لیا

میر قاسم ایک قابل حکمران تھا اس نے حکومت کا عمدہ انتظام کیا اور جہانتک ہو سکا اپنے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر کمپنی کے نوکروں نے اس کو بھی دق کرنا شروع کر دیا کمپنی تو روپیہ مانگتی ہی تھی اس کے ملازم بھی اپنے نام سے ہندوستانی سوداگروں کا مال محصول دینے کے بغیر ہر جگہ لیجاتے تھے اس بات سے نواب کو سخت نقصان پہنچا۔ جب انگریزوں نے کسی طرح نہ مانا تو آخر وہ خفا ہو گیا اور عام اجازت دیدی کہ جس کا جی چاہے بغیر محصول کے مال لیجائے اس سے کمپنی کے نوکروں کو روپیہ ملنا بند ہو گیا وہ چاہتے یہ تھے کہ دوسروں سے محصول لیا جائے اور خود انہیں کچھ نہ دینا پڑے بھلا اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہو سکتی تھی

نواب نے کونسل میں شکایت کی مگر کسی نے اس کی سماعت تک نہ کی آخر وہ لڑائی پر تیار ہو گیا اور مغل شہزادہ اور نواب اودھ کو بھی اپنی مدد کے لیے بلایا

میر قاسم کا معزول ہونا میر قاسم نے اپنی فوج درست کرنا شروع کی انگریز بھی چپکے چپکے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے ایک دن نواب کے نوکروں نے انگریزوں کی ایک کشتی روک لی جس میں ہتھیار بھرے تھے پٹنہ کی کوٹھی کے انگریز حاکم ایلس صاحب نے یہ خبر پاکر شہر پٹنہ پر اپنا قبضہ کر لیا نواب کو اس کی خبر ملی تو وہ غصہ سے آگ ہو گیا اور انگریزوں

کو قید کر کے لڑائی پر تیار ہو گیا اس لئے کونسل نے اس کو مسند سے اتار کر پھر میر جعفر کو ہی نواب بنا دیا لڑائی میں میر قاسم کو شکست ہوئی اور غصہ میں اس نے حکم دیا کہ ایلس کو مع اس کے دو سو ساتھیوں کے قتل کر دیا جائے یہی پٹنہ کا قتل مشہور ہے اس کے بعد میر قاسم اودھ کی طرف چلا گیا

بکسر کی جنگ اودھ کے نواب نے میر قاسم کو مدد دی اور دونوں اپنی اپنی فوجیں لے کر بنگال کی طرف چلے مغل بادشاہ شاہ عالم بھی آ گیا صبح کے نو بجے سے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی میر قاسم اور اس کے مددگاروں کی فوجیں خوب لڑیں مگر آخر میں اس کو شکست ہوئی۔

بکسر کی لڑائی سے انگریزوں کی بڑی دھاک بندھ گئی مغل شاہنشاہ اور اس کے وزیر کو ہرا دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ بادشاہ بھی انگریزوں کی پناہ میں آ گیا شجاع الدولہ نے بھاگ کر جان بچائی اور کچھ عرصہ بعد اس نے انگریزوں سے صلح کی خواہش کی میر قاسم میدان جنگ سے بھاگ کر چلتا پھرتا دلی پہنچا اور کہا جاتا ہے کہ وہیں چند سال کے بعد فوت ہو گیا۔ بکسر کی لڑائی انگریزوں کے حق میں پلاسی کی جنگ سے بھی بڑھ کر مفید ثابت ہوئی اصل میں انگریزی سلطنت کی بنیاد اسی لڑائی سے پڑی

میر جعفر کی وفات ۱۷۶۵ء میں میر جعفر فوت ہو گیا کلکتہ کی کونسل نے اس کے بیٹے کو نوابی دی اور اس کو بالکل اپنی مٹھی میں رکھا نوابی کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی جس وقت کلایو انگلستان سے واپس آیا تو اس نے حکومت کا سب انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا

کلایو کی دوسری گورنری بکسر کی لڑائی اور پٹنہ کے قتل کی خبر انگلستان میں پہنچی تو کمپنی کے ڈائرکٹروں نے دوبارہ کلایو کو بنگال کا گورنر اور سپہ سالار اعظم بنا کر یہاں سے روانہ کیا یہاں آ کر کلایو کو عجیب حالت نظر آئی مغل بادشاہ انگریزوں کی پناہ میں تھا نواب اودھ بھی صلح پر تیار تھا کمپنی کی حالت خراب تھی کونسل کے ممبروں نے ہی میر قاسم سے لڑ کر تجارت کا ستیاناس کر دیا تھا کمپنی کے ملازم لالچی اور بے ایمانی سے روپیہ کمانے میں مصروف تھے

حکومت کی اصلاح سب سے پہلے کلایو نے حکومت کی اصلاح پر توجہ دی اس نے کمپنی کے نوکروں سے اقرار نامہ لکھوایا کہ "ہم نہ تو نذرانہ لیں گے اور نہ اپنی ذاتی تجارت کریں گے۔"

لیکن اس خیال سے کہ کہیں ان لوگوں کی آمدنی بہت نہ گھٹ جائے اس نے افسروں کو نمک کی سوداگری کا ٹھیکہ دے دیا فوجی سپاہیوں کا بھتہ آدھا کر دیا گیا اس سے فوج کے خرچ میں کمی ہو گئی لیکن یہ افسروں اور سپاہیوں کو بہت ناگوار گزرا اس کے بعض لوگوں نے بغاوت کی کوشش کی کلایو نے بڑی سختیوں سے باغیوں کو دبا دیا اس نے فوج میں کئی اور اصلاحیں بھی کیں جن سے فوج کی قوت بڑھ گئی اور انتظام بھی درست ہو گیا

دیوانی - الہ آباد کی صلح کلایو کا دوسرا کام دیوانی کو حاصل کرنا تھا دیوانی سے یہ مراد ہے کہ مالگذاری وصول کرنے کا اختیار لیا گیا کلایو الہ آباد گیا اور وہاں اس نے مغل بادشاہ شاہ عالم اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ سے صلح کر لی مغل شہنشاہ نے انگریزوں کو بنگال بہار اور اڑیسہ کی دیوانی بخش دی اور کمپنی نے اس کے معاوضہ میں شاہ عالم کو چھبیس لاکھ روپیہ سالانہ دینا قبول کیا اور کڑا اور الہ آباد کے دو ضلعے بھی اس کو دے دئے

نواب بنگال کے پاس صرف نظامت یعنی فوجداری کا کام رہ گیا اس کو بھی کمپنی نے ترپن لاکھ روپیہ سالانہ دینا قبول کیا دیوانی پا جانے سے گویا بنگال کی اصل توانائی انگریزوں ہی کو حاصل ہو گئی کمپنی کا کام تجارت تھا مگر اب اس نے مالگذاری وصول کرنے کا کام بھی سنبھال لیا اس سے بنگال میں دو عملی حکومت قائم ہو گئی مالیہ کمپنی وصول کرتی تھی اور حکومت کا انتظام نواب کے ہاتھ میں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دنوں کے بعد نواب اور کمپنی کے ملازموں میں باہم جھگڑا ہونے لگا

کلایو نے شجاع الدولہ سے بھی صلح کر لی اگر وہ چاہتا تو اودھ کا ملک بھی انگریزی حکومت میں ملا لیتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ کمپنی اتنی بڑی سلطنت کا انتظام نہیں کر سکتی تھی چنانچہ اس نے اودھ کا ملک نواب ہی کو دیدیا نواب نے کمپنی کا ہرجانہ پچاس لاکھ روپیہ دیا اور وعدہ کیا کہ اپنے یہاں کمپنی کی بھیجی ہوئی فوج بھی رکھے گا اس صلح سے کلایو کی دوراندیشی ظاہر ہوتی ہے اودھ بنگال کی شمال مغربی سرحد پر تھا اس وقت شمالی ہند میں مرہٹوں کے چھاپے پڑ رہے تھے اس لئے ضروری تھا کہ اس سرحد کی حفاظت کے واسطے نواب اودھ سے صلح رکھی جائے

سنہ ۱۷۶۷ء میں کلایو بیماری کے باعث انگلستان واپس چلا گیا وہاں اس پر رشوت لینے کا الزام لگایا گیا مگر وہ بری ہو گیا اور پارلیمنٹ نے اس کی ملکی خدمت کی بہت تعریف کی مگر ۱۷۷۴ء میں کلایو نے خودکشی کر لی

کلائیو کی سیرت کلائیو ایک بہادر اور عالی حوصلہ آدمی تھا وہ سیاسی معاملے خوب سمجھتا تھا اور مشکل سے مشکل حالتوں میں بھی ہمت باندھے رہتا تھا وہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کا بانی تھا اس نے اپنے ملک کی بہتری کے لئے خوب کوشش کی مگر اسی کے ساتھ اس نے ایسے کام بھی کئے جن کی مذمت کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا اس کے مزاج میں بڑی لالچ تھی روپیہ حاصل کرنے کے لئے بے ایمانی سے بھی نہ چوکتا تھا اس نے ہندوستان میں رشوت لی جعل سازی کی اور لوگوں کو دھوکے بھی دیئے آج کل کے انگریز مورخ بھی ان باتوں کو مانتے ہیں اور اس کے بچاؤ میں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے یہ سب باتیں اپنے ملک کی بھلائی کے لئے کیں کمپنی کے بڑے عہدہ داروں میں کلائیو کا مرتبہ بہت بلند ہے

حیدر علی کا عروج آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ پانی پت کی تیسری لڑائی نے مرہٹوں کو تباہ کر دیا تھا مگر انہوں نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر اپنی قوت سنبھال لی اور وہ شمالی ہندوستان تک دھاوے مارنے لگے۔ ۱۷۷۱ء میں مرہٹہ سردار مہاداجی سندھیا نے مغل شہنشاہ شاہ عالم کو دلی کے تخت پر بٹھا دیا۔ انگریزوں نے اس کی خبر پائی تو بادشاہ کی پنشن بند کر دی اور الہ آباد اور کڑا کے ضلعے نواب اودھ کے ہاتھ بیچ ڈالے مہاداجی نے دلی میں قیام کر لیا اور بادشاہ کی طرف سے ملک کا انتظام کرنے لگا

اودھ کا نواب خود مختار حاکم تھا وہ انگریزوں سے صلح کر چکا تھا دلی اور آگرہ کے اس پاس گوجر جاٹ قوت پکڑ رہے تھے پنجاب میں سکھوں نے اپنی طاقت بڑھا لی تھی سکھ سردار لڑائی کا سامان بھی رکھتے تھے

بنگال کی حالت خراب تھی۔ کلائیو کی واپسی کے بعد وہاں دو عملی حکومت کی خرابیاں کھلم کھلا ظاہر ہو چلیں روپیہ کی تحصیل انگریز کرتے تھے اور ملک کا انتظام بیچارہ نواب کے سر تھا رعایا پر ظلم ہونے لگا تجارت گھٹ گئی کمپنی کے ملازم پہلے کی طرح پھر روپیہ سمیٹنے لگے ۱۷۶۸ء میں بنگال کا ملک خوفناک قحط میں مبتلا ہوا اس میں ہزاروں آدمی جان سے مر گئے اس حالت کو سنبھالنے کی غرض سے ۱۷۷۲ء میں کمپنی کے ڈائرکٹروں نے وارن ہیسٹنگز کو بنگال کا گورنر بنا دیا

جنوبی ہند دکن میں سخت بدامنی تھی حیدر علی، مرہٹے اور نظام تینوں اپنی سلطنتیں بڑھانے کی کوشش کر رہے تھے ان سب میں حیدر علی زیادہ طاقتور تھا مگر اس کا سرپرست ہندو راجہ کرشن راؤ صرف میسور کی ایک چھوٹی سی حکومت کا مالک تھا۔

حیدر علی

حیدر علی ۱۷۲۲ء میں پیدا ہوا تھا اس کا باپ ایک معمولی سپاہی تھا مگر وہ اپنی لیاقت بہادری اور عقلمندی سے میسور کا سپہ سالار ہو گیا اس نے عہدہ پر بیٹھتے ہی نئے ملک فتح کرنے کی خواہش کی نظام اور مرہٹے اس سے لڑنے لگے اور انگریز بھی اس کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر فکر میں پڑ گئے میسور کا راجہ برائے نام رہ گیا۔

میسور کی پہلی جنگ

مرہٹے، حیدر علی کے دشمن تھے انہوں نے ۱۷۶۵ء میں حیدر علی کو بری طرح ہرا کر اس سے روپیہ وصول کیا مگر حیدر علی نے دوسرے سال ہی مالابار پر حملہ کر کے اپنا تمام گھاٹا پورا کر لیا اس کے بعد نظام سے دوستی ہو گئی اور دونوں انگریزوں سے لڑنے پر تیار ہو گئے کرنل اسمتھ نے ۱۷۶۷ء میں حیدر علی کو جنگ میں نیچا دکھایا اس سے مجبور ہو کر نظام نے بھی صلح کر لی

حیدر علی کے ساتھ دو سال تک لڑائی جاری رہی اور آخر کار اس سے بھی صلح ہو گئی دونوں طرف سے فتح کئے ہوئے ملک واپس کر دئے گئے اور یہ اقرار ہوا کہ ضرورت کے ایک دوسرے کا ساتھ بھی دیں گے

کمپنی کی حالت

تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ کلائیو کے جانے کے بعد دوعملی حکومت کی وجہ سے بنگال میں رعایا کو بڑی تکلیف ہوئی اور قحط سے بھی ہزاروں آدمی مر گئے کمپنی کی مالی حالت ایسی خراب ہوئی کہ انگلستان میں لوگوں کو کمپنی کے انتظام میں خرابی کا یقین ہو گیا کمپنی کے نوکر اس کے قابو میں نہ تھے وہ اپنے واسطے خوب روپیہ پیدا کرتے تھے لیکن کمپنی کے نفع و نقصان کی ان کو پرواہ نہ تھی یہ حالت تھی جب وارن ہیسٹنگز بنگال کا گورنر مقرر ہوا

حکومت کی اصلاح

ہیسٹنگز نے گورنر ہوتے ہی بنگال کے نائب نواب کو ملازمت سے الگ کر دیا اور اس پر غبن کا مقدمہ بھی چلایا اس نے ایک مال کے محکمہ یعنی بورڈ آف ریونیو قائم کیا اور خزانہ کو مرشد آباد سے کلکتہ میں لے آیا ضلعوں کی نگرانی اور مالگذاری وصول کرنے کے لئے انگریز کلکٹر مقرر ہوئے زمینداروں کے ساتھ پانچ سالہ بندوبست ہوا اور جو شخص زیادہ روپیہ دینے پر تیار ہوا اس کو مالگذاری کا ٹھیکہ دیا جانے لگا اس نے کلکتہ میں دو عدالتیں قائم کیں ایک صدر دیوانی اور دوسری صدر نظامت دیوانی عدالت میں مال کا اور نظامت کی عدالت میں فوجداری کا کام ہوتا تھا ضلعوں میں بھی عدالتیں تھیں

وہاں پنڈت اور مولوی ہندوؤں اور مسلمانوں کے قانون بتلاتے تھے ایک قانون کی کتاب بھی تیار کی گئی تاکہ لوگ بھی قانون کو جان لیں

مغل شہنشاہ کی پنشن ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ شاہ عالم بادشاہ انگریزوں کو چھوڑ کر مرہٹوں کے پاس چلا گیا تھا ہیسٹنگز نے اس کی پنشن بند کر دی اور کڑا اور الہ آباد کے ضلع نواب اودھ کے ہاتھ بیچ ڈالے

پارلیمنٹ میں تحقیقات جس وقت ہیسٹنگز بنگال میں حکومت کی اصلاح کر رہا تھا اسی وقت انگلستان میں پارلیمنٹ بھی کمپنی کے معاملوں کی تحقیقات کر رہی تھی کمپنی بہت قرضدار ہو گئی تھی اور سلطنت کے بڑھ جانے سے اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ کمپنی کے نوکر مالا مال ہو کر انگلستان جاتے تھے اس سے وہاں لوگوں میں اور بھی بد انتظامی کا شک و شبہ بڑھتا تھا آخر جب کمپنی کا کام کسی طرح نہ چلا تو اس نے انگلستان کی حکومت سے قرض مانگا۔ اور پارلیمنٹ نے یہ دیکھا کہ کمپنی اب حکومت بھی کرتی ہے اس لیے اس کی نگرانی کا ایک خاص قانون بنایا جس کو "ریگولیٹنگ ایکٹ" کہتے ہیں

ریگولیٹنگ ایکٹ ریگولیٹنگ ایکٹ نے کمپنی کے انتظام میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کی بنگال کا گورنر "برٹش انڈیا" کا گورنر جنرل ہو گیا بمبئی اور مدراس کے گورنر اس کے ماتحت ہو گئے گورنر جنرل کی امداد کے لیے چار ممبروں کی ایک کونسل بنی۔ ان ممبروں کو حکومت انگلستان نے مقرر کیا۔ کلکتہ میں ایک بڑی عدالت "سپریم کورٹ" کے نام سے قائم ہوئی جس میں ایک بڑا جج اور تین چھوٹے جج تھے۔ ریگولیٹنگ میں کچھ خرابیاں تھیں۔ گورنر جنرل اگرچہ کونسل کا صدر بھی مقرر رہتا لیکن وہ کثرت رائے کے خلاف کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ کونسل کے ممبر ایک بات میں ہیسٹنگز کی مخالفت کرتے تھے اور اس سے لڑتے تھے سپریم کورٹ کو بھی بہت اختیارات حاصل تھے جس سے اکثر سپریم کورٹ اور کونسل میں آپس میں جھگڑا ہو پڑتا تھا اور جج لوگ کونسل کو کچھ سمجھتے نہ تھے کیونکہ ان کو خیال تھا کہ ہم حکومت انگلستان کے ماتحت ہیں نہ کہ کونسل کے اس کے سوا ان کو ہندوستان کے رسم و رواج بھی معلوم نہ تھے اور وہ انگریزی قانون کے مطابق فیصلے دیا کرتے تھے اس بات سے کبھی کبھی سخت بے انصافی بھی ہو جاتی تھی

گورنر جنرل

روہیلوں کی جنگ

جس وقت سلطنت مغلیہ کی دھجیاں اڑ رہی تھیں اس وقت روہیلہ افغانوں نے بھی روہیلکھنڈ میں اپنی سلطنت قائم کر لی اس وقت ان کا سرغنہ "حافظ رحمت خاں" تھا۔ روہیلوں اور نواب اودھ کے آپس میں بنتی نہ تھی کبھی دونوں ایک ہو جاتے اور کبھی لڑ پڑتے مرہٹے بار بار روہیلکھنڈ پر حملے کرتے تھے ان سے بچاؤ کے لئے روہیلوں نے شجاع الدولہ نواب اودھ سے دوستی پیدا کی اور یہ شرط ٹھہری کہ نواب ان کو مرہٹوں کے حملہ کرنے کے وقت مدد دیگا اور روہیلہ اس کو معاوضہ میں چالیس لاکھ روپیہ دیں گے مرہٹوں نے روہیلوں پر حملہ کیا تو نواب اودھ نے انگریزوں کی مدد سے ان کو مار بھگایا اس کے بعد نواب نے چالیس لاکھ روپیہ مانگا۔ حافظ رحمت خاں نے ٹالا دینا شروع کیا یہ دیکھ کر نواب اودھ نے ہیسٹنگز سے امداد چاہی۔ ہیسٹنگز بیگمات کی مدد پر راضی ہو گیا ایک تو یہ کہ اودھ انگریزی سلطنت کی شمالی مغربی سرحد پر واقع تھا اس لئے اس کی حفاظت ضروری تھی دوئم یہ کہ کمپنی کو بھی روپیہ کی بڑی حاجت تھی نواب نے انگریزی فوج کی کمک سے روہیلوں پر چڑھائی کی روہیلے بڑی بہادری سے لڑے مگر ہار گئے حافظ رحمت خاں لڑائی کے میدان میں مارا گیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی ہزاروں روہیلے علاقہ چھوڑ کر نکل بھاگے

ہیسٹنگز نے اس جنگ میں حصہ لے کر بڑی غلطی کی، روہیلوں نے انگریزوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ہیسٹنگز کو لازم تھا کہ وہ نواب سے کہہ دیتا کہ "تم اور روہیلے اپنا جھگڑا باہم طے کر لو"۔ اس کو اس بیچ میں پڑنا مناسب نہ تھا۔ لیکن اس کو روپے کی طمع تھی۔ روہیلوں سے یہ بڑی بدسلوکی ہوئی۔ کیونکہ حافظ رحمت خاں کی حکومت میں رعایا آرام

ع۔ روہیلوں نے لندھورہ کے گوجروں سے معاہدہ کر کے انکو بھی ضلع بجنور وغیرہ میں علاقہ دیدیا

دلچسپی سے رہتی تھی مگر اب ان لوگوں کو بڑے ظلم برداشت کرنے پڑے گو اس لڑائی میں حصہ لینے کی وجہ سے انگلستان میں ہیسٹنگز پر مقدمہ بھی چلایا مگر وہ بے داغ چھوٹ گیا۔

مرہٹوں کی پہلی لڑائی

پانی پت کی جنگ کے بعد مرہٹوں نے پھر اپنی طاقت اتنی بڑھائی تھی کہ دکن میں نظام اور حیدر علی اور شمال میں نواب اودھ روہیلے اور انگریز بھی ان سے خوف کھاتے تھے ان کی قوت برابر بڑھ رہی تھی لیکن ۱۷۷۲ء میں مادھو راؤ پیشوا کے انتقال کر جانے سے ان کی فوجی تنظیم کچھ زمانہ کے لیے رک گئی

مادھو راؤ کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے اس کا چھوٹا بھائی نرائن راؤ پیشوا ہوا وہ بھی چھ مہینے کے بعد مار ڈالا گیا اور اس کے بعد اس کا چچا رگھناتھ راؤ رگھوبا پیشوا ہوا مگر مرہٹہ سردار اس کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے نرائن راؤ کے لڑکے کو جو اس کی موت کے بعد پیدا ہوا تھا گدی پر بٹھانا چاہا اور نانا فرنویس مرہٹہ سردار نے حکومت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا رگھوبا نے انگریزوں سے مدد مانگی گورنمنٹ بمبئی نے اس کو دو شرطوں پر کمک دینے کا وعدہ کیا ایک یہ کہ رگھوبا انگریزی فوج کا خرچ اٹھائے اور دوسرے یہ کہ "سالسٹ اور بسین" کے جزیرے انگریزوں کے حوالے کرے رگھوبا نے یہ شرطیں مان لیں اور ۱۷۷۵ء میں سورت کے مقام پر معاہدہ نامہ لکھا گیا

ریگولیٹنگ ایکٹ کے مطابق بمبئی کی گورنمنٹ گورنر جنرل کے ماتحت تھی اسے گورنمنٹ ہند سے دریافت کیے بغیر ایسا معاہدہ کرنا لازم نہ تھا اس لیے گورنر جنرل نے اس صلحنامہ کو نامنظور کر دیا اور نانا فرنویس کے ساتھ "پورندھر" کے مقام پر ۱۷۷۶ء میں دوسرا صلحنامہ کر لیا اب انگریزوں نے صرف جزیرہ سالسٹ ہی کو معاوضہ میں لے کر رگھوبا کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن جب کمپنی کے ڈائرکٹروں نے سنا کہ ان کو سالسٹ اور بسین دونوں مل چکے تھے تو انہوں نے اس دوسری صلح کو بھی رد کر دیا اور حکم دیا کہ رگھوبا ہی کی امداد کی جائے

نانا فرنویس نے یہ حالت دیکھی تو چپکے چپکے سندھیا، نظام، بھونسلہ اور حیدر علی سے میل کر لیا لیکن انگریزوں نے نظام اور بھونسلہ کو رشوت دے کر فرنویس سے توڑ لیا مرہٹوں نے انگریزی فوج کو شکست دیدی اور کرنل "کاکس" کو "بڑگانوں" کے مقام میں مرہٹوں سے صلح کر لینا پڑا مگر اس جنگ سے بسین اور گوالیار کے قلعے انگریزوں کے ہاتھ آ گئے

اب دونوں فریق لڑائی سے گھبرا گئے تھے ادھر حیدر علی نے کرناٹک پر چڑھائی کر دی تھی اور وہ ۱۷۸۲ء میں مر بھی گیا۔ اس کی وفات کے بعد مرہٹوں نے انگریزوں سے فوراً صلح کی بات

چیت شروع کی چنانچہ ۱۷۸۲ء میں "سالبائی" کے مقام پر باہم صلح ہو گئی اس صلح کے مطابق انگریزوں نے رگھوبا کا ساتھ چھوڑ دیا مگر اس کو تین لاکھ روپے سالانہ پنشن دی گئی اور یہ بھی طے ہوا کہ آئندہ انگریز اور مرہٹے دونوں ایک دوسرے کے دشمنوں کی کبھی مدد نہ کریں گے سالسٹ اور بسین انگریزوں ہی کے پاس رہے

میسور کی دوسری لڑائی

حیدر علی انگریزوں سے جلا ہوا بیٹھا تھا کیونکہ ۱۷۷۱ء میں مرہٹوں کے خلاف انہوں نے اسے کوئی مدد نہیں دی تھی اور یہی نہیں بلکہ انگریزوں نے بندرگاہ "ماہی" کو جو حیدر علی کی سلطنت میں تھا فرانس والوں سے چھین لیا تھا اس بات سے حیدر علی بہت برہم ہوا اور اس نے جنگ کی تیاری کر دی مدراس کا گورنر کافی فوج نہ ہونے کی وجہ سے لڑنے پر تیار نہ تھا اسی حالت میں حیدر علی نے مدراس پر حملہ کر دیا کرنل بیلی چار ہزار سپاہی لے کر آگے بڑھا حیدر علی نے اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ہیسٹنگز کو یہ خبر ملی تو اس نے سر "آئر کوٹ" کو لڑنے بھیجا انہوں نے آکر بڑی سخت لڑائی کے بعد حیدر علی کو شکست دے دی اس وقت انگریزوں کا ستارہ بلندی پر تھا آخر دسمبر ۱۷۸۲ء کو حیدر علی دنیا ہی سے چل بسا

حیدر علی کا مرنا تھا کہ ایک حالت ہی بدل گئی مرہٹوں نے سالبائی کی صلح کر لی ٹیپو جو اب تک لڑائی کے میدان میں موجود تھا اس نے انگریزوں کو شکست دے کر بیدر اور منگلور کو فتح کر لیا اس بات سے مدراس کا گورنر ایسا گھبرایا کہ اس نے ۱۷۸۴ء میں منگلور کے مقام پر ٹیپو سے صلح کر لی اور دونوں فریقوں نے مان لیا کہ وہ فتح کیے ہوئے ملک ایک دوسرے کو پھیر دیں گے لیکن یہ صلح زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی کیونکہ ٹیپو پوشیدہ طور سے اپنی قوت بڑھاتا رہا

حیدر علی کی سیرت

حیدر علی صرف جنگجو بہادر ہی نہ تھا بلکہ وہ نہایت دانشمند اور ہوشیار حکمران بھی تھا اس کو برہمن افسروں پر نہایت بھروسہ تھا اور وہی لوگ اس کی سلطنت کے سب کام کرتے تھے حیدر علی بڑا بے تعصب آدمی تھا وہ ہندو اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں کرتا تھا بلکہ لیاقت دیکھ کر ملازمتیں دیتا تھا اس کی خواہش صرف یہ تھی کہ نوکر مالک کے خیر خواہ وفادار اور اپنے فرض کے پابند ہوں اس لئے جو لوگ اپنا فرض نہیں ادا کرتے تھے ان کو وہ سزا دیا کرتا تھا اس کو غرور بالکل نہ تھا وہ ہر چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے بھی مل لیتا تھا۔ ہندو اس سے بہت خوش تھے۔

حیدر علی کوئی بہت پڑھا لکھا آدمی تو نہ تھا، پھر بھی اس کو کئی زبانیں بولنا آتا تھا اور اس کے حافظہ کی قوت نہایت حیرت انگیز تھی وہ بڑے بڑے لمبے چوڑے حساب زبانی ہی لگا لیتا تھا اور سلطنت کے ہر ایک کام کی دیکھ بھال خود کرتا تھا حیدر علی میں عیب بھی تھے وہ بعض وقت کڑا بھی پڑ جاتا تھا اور اس کو اپنا کام نکالنے میں جائز و ناجائز ذریعوں کی پرواہ نہیں رہتی تھی

ہیسٹنگز اور نند کمار

کونسل کے ممبر ہیسٹنگز کے پہلے ہی سے مخالف تھے اور ہمیشہ اس کو نیچا دکھانے کی تاک میں رہتے تھے نند کمار نامی ایک بنگالی برہمن نے ممبران کونسل سے یہ شکایت کی کہ ہیسٹنگز نے میر جعفر کی بیگم سے ساڑھے تین لاکھ روپیہ رشوت لیا ہے ہیسٹنگز اپنی اس توہین کو برداشت نہ کر سکا اور کونسل میں سے اٹھ کر باہر چلا آیا اس شکایت کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہیسٹنگز نے بیگم سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ خود بھی لیا تھا کونسل کے ممبروں نے کہا کہ اس روپیہ کو وہ کمپنی کے خزانہ میں داخل کر دے مگر ہیسٹنگز نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد اس نے نند کمار پر سازش کا مقدمہ چلا دیا ایک طرف یہ معاملہ چل رہا تھا کہ دوسری جانب کسی شخص نے نند کمار پر جعل سازی کا الزام رکھ کر ایک اور مقدمہ دائر کر دیا آخر عدالت سے نند کمار کو پھانسی کی سزا ملی مگر یہ سزا مناسب نہ تھی اس مقدمہ کی وجہ سے ہیسٹنگز کی بڑی بدنامی ہوئی اور یہ جعل اسی کا بنوایا ہوا تھا۔

ہیسٹنگز کا روپیہ کی پوری کرنا

کمپنی کا بہت سا روپیہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا تھا اس لئے ہیسٹنگز کو روپیہ کی بڑی ضرورت تھی اس نے چیت سنگھ مہاراجہ بنارس سے روپیہ طلب کیا

چیت سنگھ سے روپیہ طلب کرنے کا ہیسٹنگز کو کیا اختیار تھا؟

چیت سنگھ پہلے نواب اودھ کا ماتحت تھا مگر ۱۷۷۵ء میں اس نے کمپنی کی ماتحتی قبول کر لی تھی جس وقت فرانسیسیوں اور انگریزوں میں لڑائی چھڑی اس وقت ہیسٹنگز نے چیت سنگھ سے روپیہ طلب کیا اور اس نے دے دیا دوبارہ پھر اس سے روپیہ مانگا گیا اب بھی اس نے دے دیا اس کے بعد اس سے دو ہزار سوار مانگے گئے اس مرتبہ چیت سنگھ نے ٹال مٹول کی ہیسٹنگز اس بات سے ناراض ہو گیا اور راجہ پر پچاس لاکھ روپیہ جرمانہ کر دیا اس روپیہ کو وصول کرنے کے لئے وہ خود بنارس جا پہنچا اور راجہ کو گرفتار کر لینے کی کوشش کی اس واقعہ سے تمام شہر بنارس میں پریشانی پھیل گئی اور راجہ چیت سنگھ محل کی ایک کھڑکی سے نکل کر گوالیار کو چلا گیا

انگریزوں نے اس کی ریاست اس کے بھانجے کے سپرد کر دی۔ ہیسٹنگز نے چیت سنگھ کے ساتھ بڑا ناجائز برتاؤ کیا راجہ کو خود اس کے پایہ تخت میں جا کر گرفتار کرنا ایک سخت غلطی تھی

اس کے بعد ہیسٹنگز نے اودھ کے نواب آصف الدولہ سے بھی روپیہ مانگا آصف الدولہ شجاع الدولہ کا بیٹا تھا اور وہ کمپنی کا بہت قرضدار تھا اس سے یہ قرضہ واپس مانگا گیا تو اس نے جواب میں کہا کہ روپیہ میرے پاس نہیں میری ماں اور دادی کے پاس ہے اجازت ہو تو ان سے لے لوں آخر ہیسٹنگز کی مدد سے بیگموں پر زبردستی کر کے روپیہ وصول کیا گیا اور ان پر ظلم ہوا یعنی ان کو قید کا خوف دلایا اور دھمکیاں دیں ان پر یہ الزام بھی لگایا کہ انہوں نے چیت سنگھ کا ساتھ دیا تھا۔ ہیسٹنگز کو یہ مغالطہ ہوا تھا اس نے بیگموں سے زور کے ساتھ روپیہ لیا جو نہایت برا سلوک تھا اس کی وجہ سے بھی انگلستان میں وہ بہت بدنام ہوا

ہیسٹنگز کا استعفیٰ

۱۷۸۵ء میں ہیسٹنگز استعفیٰ دے کر انگلستان کو گیا تو وہاں اس پر سات سال تک مقدمہ چلایا گیا جس میں اس کا بہت سا روپیہ خرچ ہوا اور آخر کار وہ بالکل بے قصور ثابت ہو کر الزام سے بری ہو گیا اور اس کو کمپنی نے پنشن بھی دی اس نے ۱۸۱۸ء میں انتقال کیا اس وقت اس کی عمر ۸۶ سال کی تھی

ہیسٹنگز سنجیدہ مزاج اور بڑا عقلمند آدمی تھا وہ مصیبت میں صبر سے کام لیتا تھا اور کمپنی کی خدمت اپنا خاص فرض سمجھ کر کیا کرتا تھا بلکہ اس کے لئے کبھی کبھی وہ ناجائز کام بھی کر گزرتا تھا وہ بھی اس زمانے کے دوسرے انگریزوں کی طرح لالچی تھا اور اس کی خواہش تھی کہ ذاتی روپیہ پیدا کرے اس نے اپنے عہد میں بہت سے ایسے کام کیے جن کو ہم برا کہے بغیر نہیں رہ سکتے

پٹ کا انڈیا ایکٹ

۱۷۸۴ء میں انگلستان کے وزیر اعظم "پٹ" نے سلطنت ہند کے معقول انتظام کے لئے ایک نیا قانون منظور کیا اس کو "پٹ کا انڈیا ایکٹ" کہتے ہیں اس کے بعد سے ہندوستان کی حکومت کی باگ ایک کمیٹی کے سپرد ہو گئی جس کا نام "بورڈ آف کنٹرول" ہوا" اس قانون کی رو سے گورنر جنرل کو اب اختیار نہیں رہ گیا کہ کسی ہندوستانی بادشاہ، راجہ یا نواب سے پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر صلح یا جنگ کر سکے۔ گورنر جنرل کو مشورہ دینے والی کونسل کا بھی ایک ممبر کم کر دیا گیا

لارڈ کارنوالس

گورنر جنرل کے نئے اختیارات

سنہ ۱۷۸۶ء میں لارڈ کارنوالس گورنر جنرل ہو کر آیا کمپنی کے ڈائرکٹر اپنے ملازموں پر بھروسہ نہیں رکھتے تھے اس لیے انہوں نے انگلستان کے ایک رئیس کو گورنری کے لیے چنا ہیسٹنگز کی کونسل میں ہمیشہ باہم لڑائی رہا کرتی تھی اور اس کو کثرت رائے کے مطابق کام کرنا پڑتا تھا اس سے کبھی کبھی ملکی انتظام میں بڑی گڑبڑ ہو جاتی تھی اس جھگڑے کو دور کرنے کے لیے پارلیمنٹ نے گورنر جنرل کے اختیارات بڑھا دیے اب وہ سپہ سالار اعظم بھی ہو گیا اور اس کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ ضرورت کے وقت وہ کونسل کی کثرت رائے کے خلاف بھی کام کر سکتا ہے کارنوالس امن پسند آدمی تھا وہ دیسی ریاستوں کے باہمی جھگڑوں میں پڑنا نہیں چاہتا تھا مگر ہندوستان کی حالت کچھ ایسی ہو رہی تھی کہ اس کو یہاں آتے ہی ٹیپو سے لڑنا پڑا

میسور کی تیسری لڑائی

ٹیپو بھی اپنے باپ کی طرح انگریزوں کا جانی دشمن تھا اس نے میسور کے آس پاس کے سب ملک فتح کر لیے اور اپنی فوج بھی خوب بڑھائی سنہ ۱۷۸۹ء میں اس نے غرور میں آ کر ٹراونکور کے راجہ پر حملہ کیا۔ یہ راجہ انگریزوں کا دوست تھا اس لیے انہوں نے اس کا ساتھ دیا اور کارنوالس نے نظام اور مرہٹوں کی مدد سے میسور پر چڑھائی کر دی اب ٹیپو کو مجبوراً اپنی حفاظت کرنا پڑا اور وہ چڑھائی سے رک گیا

یہ لڑائی دو برس تک ہوتی رہی۔ کارنوالس نے خود بنگلور کو فتح کر لیا اور سری رنگ پٹن کی طرف بھی بڑھا۔ آخر ٹیپو نے فتح سے مایوس ہو کر صلح کر لی

سری رنگ پٹن کی صلح

۱۷۹۲ء میں سری رنگ پٹن کی صلح ہو گئی ٹیپو کو اپنی آدھی سلطنت اور تین کروڑ روپیہ نقد جنگ کا خرچہ دینا پڑا ڈیڑھ کروڑ روپیہ تو فوراً ادا کرنا پڑا اور باقی کی ضمانت میں اس نے اپنے دو بیٹے انگریزوں کو گروی دینے پڑے —

اگرچہ نظام اور مرہٹوں نے اس لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا پھر بھی چونکہ انگریز ان کو خوش رکھنا چاہتے تھے اس لئے میسور کی سلطنت کا شمال مشرقی حصہ نظام کو ملا اور مغربی حصہ مرہٹوں کو۔ ٹیپو کو اس صلح سے بڑا سخت صدمہ پہنچا اب اس کی قوت کم ہو گئی اور انگریزوں اور ان کے دوستوں کی طاقت بڑھ گئی

استمراری بندوبست

مغل سلطنت میں تمام زمین بادشاہ کی مانی جاتی تھی بادشاہ کے ملازم خود کسانوں ہی سے لگان وصول کیا کرتے تھے کبھی کبھی زمین ٹھیکہ پر بھی دی جاتی تھی اور آہستہ آہستہ یہی ٹھیکیدار زمیندار ہو گئے تھے مغل سلطنت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد بھی یہی طریقہ جاری رہا مگر جب وارن ہیسٹنگز سے لوگوں نے ٹھیکیداروں کی شکایت کی تو اس نے صرف پانچ سال کے لئے ٹھیکہ دینا شروع کیا اس سے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوا بلکہ ٹھیکیدار کسانوں کے ساتھ ظلم کرتے اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق روپیہ وصول کرتے تھے لارڈ کارنوالس نے یہ حالت دیکھی تو زمین زمینداروں ہی کو دے دی اور مالگذاری ہمیشہ کے لئے مقرر کر دی اب زمیندار اپنی زمین کا پورا مالک ہو گیا اور مالگذاری کے گھٹنے اور بڑھنے کا کوئی خوف نہ رہا

اس بندوبست سے گورنمنٹ کو یہ فائدہ حاصل ہوا کہ وہ بار بار بندوبست کرنے سے بچ گئی اور مالگذاری کے گھٹنے بڑھنے کا بھی کھٹکا نہ رہا اس کے سوا زمیندار خوشحال ہو گئے اور سلطنت انگریزی کے خیر خواہ اور مددگار بن گئے

نفع کے ساتھ اس بندوبست سے سرکار کو نقصان بھی ہوا وہ یوں کہ مالگذاری کا بڑھنا ہمیشہ کے لئے رک گیا زمین کی قیمت بڑھ جانے سے زمینداروں کی آمدنی تو بڑھ گئی مگر سرکار کو اس میں سے کچھ نہ ملا کسانوں کو بھی اس سے زیادہ فائدہ نہ ہوا زمینداروں کا لگان تو مقرر تھا مگر وہ رعایا سے جتنا چاہتے وصول کر سکتے تھے۔ یہ خرابی دور کرنے کے لئے آگے چل کر سرکار کو نئے نئے قانون بنانے پڑے

حکومت کی اصلاح

لارڈ کارنوالس نے عدالتوں کی بھی اصلاح کی اس کے وقت میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہوئیں:-

(۱) چھوٹے چھوٹے قرضوں کی وصولی کے لئے عدالت خفیفہ۔

(۲) ضلع کی ججی عدالت جس میں انگریز جج ہوتا تھا۔ (۳) کلکتہ، ڈھاکہ، پٹنہ اور مرشدآباد میں چار بڑی عدالتیں جن میں تین تین انگریز جج ہوتے تھے (۴) صدر دیوانی عدالت جو اپیل سنتی تھی اور اس میں گورنر جنرل اور کونسل کے ممبر فیصلہ دیا کرتے تھے۔ مال کی عدالتوں کے علاوہ فوجداری کی عدالتیں بھی تھیں ضلع کا جج فوجداری کے مقدمات بھی فیصل کرتا تھا فوجداری مقدموں کی اپیلیں صدر نظامت کی عدالت میں ہوتی تھیں

کارنوالس نے قانون کو بھی درست کیا اس نے ججوں کی امداد کے لئے ہندو پنڈت اور مسلمان مولوی نوکر رکھے۔ بہت سخت سزائیں دینا بند کر دیا مگر کارنوالس کی اصلاحوں میں ایک بڑا نقص بھی تھا وہ یہ کہ اس کو ہندوستانیوں پر بھروسہ نہیں تھا اس لئے اس نے قانون بنا دیا کہ ہندوستانیوں کو بڑے بڑے عہدے نہ دئے جائیں اس تنگ دلی کا نتیجہ اچھا برآمد نہ ہوا

سر جان شور

کارنوالس کے بعد سر جان شور گورنر جنرل ہوکر آیا وہ دست اندازی نہ کرنے کی پالیسی کا پورا پابند تھا گورنمنٹ انگلستان کا بھی یہ قول تھا کہ دیسی ریاستوں کے معاملات میں کوئی روک ٹوک نہ کی جائے سر جان شور نے اس پالیسی کو پوری طور سے نبا ہا سر جان شور کی پالیسی سے نظام کو ایک بڑا نقصان پہنچا۔ مرہٹوں نے نظام سے چوتھ کا حساب ادا کرنے کو کہا۔ نظام کے پاس نہ روپیہ تھا اور نہ اس میں لڑنے کی قوت تھی مناسب جواب نہ ملا تو مرہٹوں نے نظام پر حملہ کر دیا نظام نے صلح نامہ کے مطابق انگریزوں سے کمک مانگی لیکن سر جان شور نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں گورنمنٹ کے خلاف حکم کوئی کام نہیں کر سکتا۔ ۱۷۹۵ء میں احمد نگر کے ضلع میں "کھردا" نامی مقام پر لڑائی ہوئی جس میں نظام ہار گیا اس کو آدھی سلطنت مرہٹوں کے حوالہ کرنا پڑا اور باقی کے لئے اس نے چوتھ دینے کا وعدہ کیا اس حادثہ سے نظام بالکل تباہ ہو گیا اور انگریزوں کی اس بدسلوکی سے اس کو اتنا صدمہ پہنچا کہ اب وہ ٹیپو اور فرانسیسیوں سے میل جول بڑھانے کی کوشش کرنے لگا

ہندوستان ۱۷۹۸ء میں

لارڈ ولیزلی ایسے وقت میں آیا جب کہ ہندوستان میں ہر جگہ بدامنی پھیلی تھی۔ ٹیپو انگریزوں کا جانی دشمن تھا اس نے فرانس کے فاتح سردار نپولین کو ہندوستان فتح کرنے کی دعوت دی اور افغانستان کے بادشاہ زمان شاہ اور ترکی کے سلطان سے بھی خط و کتابت کی تھی مرہٹے سردار بھی پردے پردے میں ٹیپو کی امداد کر رہے تھے اور مرہٹے سردار اپنی اپنی سلطنت کو بڑھانے کے تیار رہتے تھے اس زمانہ میں انگریزوں کو فرانسیسیوں کا بھی بہت خوف تھا کیونکہ ان دنوں یورپ میں انگلستان اور فرانس میں بڑے زور و شور کی لڑائی ہو رہی تھی ایسی حالت میں یہ ناممکن تھا کہ وہ صرف دست اندازی نہ کرنے کی پالیسی پر چل سکتا

میسور کی چوتھی لڑائی

ولیزلی نے ہندوستان میں آتے ہی سب سے پہلے ٹیپو کی جڑ کاٹنے کا سامان کیا ماریشش کے فرانسیسی گورنر نے ٹیپو کی مدد کے لئے کچھ فوج جمع کی تھی ولیزلی یہ معلوم کر کے بہت بگڑا اور اس نے نظام کی مدد لے کر لڑائی کی تیاری کر دی

جنرل "ہیرس" اور "اسٹورٹ" فوجیں لے کر بڑھے مقابلہ کو گئے ٹیپو "ملاولی" کے مقام پر بہت زور سے لڑا مگر اس کو شکست ہوئی انگریزی سپاہ "سری رنگ پٹم" پر بڑھی اور وہاں پہونچکر قلعہ کو گھیر لیا وہاں نہایت زور کی لڑائی ہوئی ہزاروں آدمی کھیت رہے اور ٹیپو بھی نہایت بہادری سے لڑتا ہوا کام آیا

انگریزوں نے سری رنگ پٹم کو فتح کر لیا اس کے بعد سلطنت میسور کے حصے بخرے کی بات چیت ہونے لگی کچھ حصہ انگریزوں نے اپنی سلطنت میں ملا لیا اور شمال کے کچھ ضلع نظام کو دیدیے۔ کچھ علاقہ پیشوا کو بھی دیا مگر اس نے اس کو لینے سے انکار کر دیا۔ ٹیپو کے بیٹے کو پنشن دے کر "بلور" قلعہ میں رکھے گئے اور اس کے بعد میسور کی سلطنت کا بچا کھچا حصہ ایک لڑکے کو دیدیا گیا جو کہ وہاں کے ہندو راجہ کے خاندان سے تھا

اس لڑائی سے میسور کی مسلمان سلطنت تو ختم ہو گئی اور انگریزوں کا سکہ جم گیا اب ان کو دکن میں صرف مرہٹوں سے لڑنا باقی رہ گیا تھا مرہٹوں نے یہ بڑی غلطی کی تھی کہ ٹیپو کو کافی مدد نہیں دی۔ اب وہ انگریزوں کے مقابلے میں اکیلے رہ گئے ان کا کوئی مددگار اور ساتھی اب نہ تھا۔ کیونکہ نظام تو پورے طور سے انگریزوں کا غلام چکا تھا۔

ٹیپو کی سیرت

ٹیپو ایک قابل اور بہادر حکمران تھا۔ وہ فارسی، مرہٹی اور کنڑی زبانیں خوب بولتا تھا اور خود سلطنت کے کاموں کی دیکھ بھال کرتا تھا اگرچہ وہ مسلمان تھا مگر ہندو رعایا سے اچھا برتاؤ کرتا تھا اور ہندوؤں کے مندروں کو خرچ کی رقم کی مدد دیتا تھا اس کی حکومت میں کسانوں کو بہت آرام و چین تھا اور کھیتی کی حالت عمدہ تھی

اس کے انگریزوں سے لڑائی میں ہارنے کے دو سبب تھے ایک یہ کہ وہ انگریزوں کی طاقت کا ٹھیک طور پر اندازہ نہیں کر سکا تھا اور دوسرا یہ کہ اس کے دوستوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا اگر اس وقت مرہٹے ٹیپو کی مدد کو آجاتے تو لڑائی کا نتیجہ کچھ اور ہی ہوتا مرہٹوں کو غلطی کا احساس بعد میں ہوا

کمپنی کی سلطنت کا عروج

۱۷۹۹ء میں تنجور کی ریاست انگریزی سلطنت میں ملا لی گئی سورت کی نوابی کا بھی یہی حال ہوا کرناٹک کا نواب محمد علی جو انگریزوں کا دوست تھا ۱۷۹۵ء میں فوت ہو گیا اس کے بعد اس کا لڑکا گدی پر بیٹھا سرنگا پٹن کی محاصرہ کی حالت میں دونوں نوابوں کے کچھ خط ملے جن میں انہوں نے ٹیپو کو انگریزوں کے خلاف مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ولیزلی کے لئے یہ بات کافی تھی بس اس نے بے تامل حکم دے دیا کہ کرناٹک کی ریاست انگریزی سلطنت میں ملا لی جائے اور ان سب سلطنتوں کو باہم ملا کر صوبہ "مدراس" بنا لیا گیا۔ اب مرہٹوں سے بدلہ لینا باقی رہ گیا۔

امدادی صلح

ولیزلی ہندوستان میں انگریزوں کا پورا دخل جمانا چاہتا تھا اس لئے اس نے امدادی صلح کا طریقہ نکالا اس صلح کی شرطیں ایسی تھیں کہ دیسی حکومتیں انگریزوں کی ماتحتی قبول کر کے اپنے یہاں انگریزی فوج رکھتی تھیں جس کا خرچ خود برداشت کرتی تھیں اور ان کو یہ وعدہ کرنا پڑتا تھا کہ بغیر حکومت انگریزی کی اجازت کے وہ کسی یورپ کی یا دوسرے ملک کی سلطنت کے ساتھ کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں گے یہ کوئی نئی پالیسی نہ تھی اس کو کلایو اور ہیسٹنگز بھی استعمال کر چکے تھے کئی دیسی سلطنتوں نے اس صلح کو قبول کر لیا اور اس سے انگریزی حکومت کی جڑ تو خوب جم گئی مگر دیسی ریاستیں نکمی ہو گئیں کیونکہ راجا اور نواب عیش و آرام میں وقت کاٹنے لگے اب کمپنی کو روپیہ دیتے دیتے ان کا ناک میں دم آگیا تھا اور جب وہ روپیہ نہ دے سکے تو اس کے بدلے میں انہیں ملک دبا دینا پڑا اصل یہ ہے کہ اس پالیسی نے دیسی ریاستوں کو اندر سے کھوکھلا کر ڈالا تھا

یہ صلح سب سے پہلے نظام نے قبول کی۔ اودھ کے نواب سے بھی کہا گیا کہ وہ امدادی فوج

پر کچھ تو اس نے ٹال مٹول کیا۔ لیکن لارڈ ویلزلی خود لکھنؤ پہنچا اور اس نے نواب کو ایسی دھمکی دی کہ بیچارہ کو راضی ہوتے ہی بن آیا چنانچہ اودھ میں انگریزی فوج بھیجدی گئی اور نواب نے اسکی خرچہ دینا قبول کیا۔ اس نے اس خرچ کے لئے دوآب کے کچھ ضلعے انگریزوں کے حوالہ کر دیئے

پیشوا سے صلح پیشوا باجی راؤ دوم کی حالت اس وقت اچھی نہ تھی ادھر ۱۸۰۰ء میں نانا فرنویس کا انتقال ہوگیا اس کے مرتے ہی مرہٹوں کی آپس میں چل گئی ان میں سے دو سردار بہت طاقتور ہو گئے ایک دولت راؤ سندھیا اور دوسرا اندور کا راجہ جسونت راؤ ہلکر۔ یہ دونوں چاہتے تھے کہ پونا پر قبضہ کر کے پیشوا بن جائیں ہلکر ایک زبردست فوج لے کر پونا پہنچا۔ دوسری طرف سندھیا پیشوا کی مدد کے لئے آیا لیکن ہلکر نے لڑائی میں دونوں کو شکست دیدی اور پیشوا نے بھاگ کر بسین کے قلعہ میں پناہ لی

ویلزلی ایسے موقع کو کب ہاتھ سے دینے والا تھا۔ اس نے پیشوا کے ساتھ امدادی صلح کر لی اور پیشوا نے صلح کی سب شرطیں مان لیں اس کے بعد آرتھر ویلزلی لارڈ ویلزلی کا بھائی پیشوا کو ساتھ لے کر پونا میں گیا اور اس کو دوبارہ گدی پر بٹھا دیا اور ہلکر چپکے سے اندور واپس چلا گیا

بسین کی صلح تاریخ ہند میں بہت مشہور واقعہ ہے اس سے مرہٹوں کا سردار پیشوا بالکل انگریزوں کے چنگل میں پھنس گیا اور یہ دیکھ کر مہاراشٹر میں انگریزوں کا اثر قائم ہوگیا ہے اور لوگوں پر بھی ان کا رعب چھا گیا

مرہٹوں کی دوسری لڑائی جس وقت تمام مرہٹہ سرداروں نے بسین کی اس صلح کا حال سنا تو وہ بڑے برہم ہوئے سندھیا نے کہا کہ اس صلح نے تو میری پگڑی ہی اتار لی۔ یعنی میری عزت جاتی رہی۔ بھونسلہ بھی سخت ناراض ہوا اور یہ دونوں انگریزوں سے لڑنے کی تیاری کرنے لگے ادھر لارڈ لیک اپنی فوج لے کر شمالی ہند کی طرف گیا تھا اور جنرل ویلزلی اور اسٹیونسن دکن کی طرف بڑھے تھے۔ اسی کے مقام پر جو کہ سلطنت نظام کے علاقہ میں تھا انگریزی اور مرہٹہ فوجوں کا مقابلہ ہوا مرہٹے نہایت بہادری سے لڑے لیکن جنرل ویلزلی غالب آیا مرہٹوں کو شکست ہوگئی اور ارگاؤں کی جنگ میں بھونسلہ بھی ہار گیا چنانچہ اس نے دیوگاؤں کے مقام میں انگریزوں سے صلح کر لی اور انگریزوں کو اس صلح میں کٹک اور برار کے ضلع مل گئے اسی کے ساتھ بھونسلہ نے امدادی صلح بھی قبول کر لی تھی ——

جنرل لیک نے شمالی ہندوستان میں علی گڑھ کا قلعہ فتح کر لیا جس کے بعد وہ دلی اور آگرہ پر بھی قابض ہو گیا جس وقت "لیک" دلی کے قلعہ میں داخل ہوا ہے اس وقت اس نے شاہ عالم بادشاہ کو بہت بری حالت میں پایا انگریزوں نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا لیک نے سندھیا کی فوج کو دوبارہ بھی ہرا دیا سندھیا کو یہ شکست "لسواڑی" (ریاست الور میں ہے) کے مقام میں ملی تھی

آخر سندھیا نے بھی "سُرجی ارجن گاؤں" کے مقام میں انگریزوں سے صلح کر لی اس نے گنگا اور جمنا کا درمیانی ملک راجستھان کا کچھ حصہ اور احمد نگر، بھروچ کے ضلعے انگریزوں کو دیدے

مرہٹوں کے ہار جانے سے تمام لوگ انگریزوں سے ڈرنے لگے اب ان کی سلطنت بہت بڑھ گئی اور تمام راجپوت ایک دم فادار بن گئے۔

مرہٹوں کی تیسری لڑائی

اس وقت مرہٹوں میں صرف جسونت راؤ ہلکر ایسا سردار رہ گیا تھا جس نے انگریزوں کی اطاعت نہیں مانی تھی وہ شمالی ہندوستان اور راجپوتانہ پر خوب چھاپے مارتا رہا مگر جب وہ دلی سے بھرتپور کی طرف گیا تو "ڈیگ" کی لڑائی (سنہ ۱۸۰۴ء) میں لارڈ لیک نے اس کو شکست دیدی لیکن بھرتپور کا قلعہ انگریزوں کے قبضہ میں نہ آیا اس کے بعد بھرتپور کے راجہ نے انگریزوں سے خود صلح کر لی اور ہلکر وہاں سے پنجاب کی طرف چلا گیا جہاں وہ سکھوں کو بھڑکانے لگا آخر کار اس نے بھی ۱۸۰۵ء میں صلح کر لی

ویلزلی کا استعفا

ویلزلی ایک خود رائے حاکم تھا اس کو کمپنی کے ڈائرکٹروں کی کوئی پرواہ نہ تھی اور نہ وہ اس سے خوش تھے اس لئے ویلزلی ۱۸۰۵ء میں استعفیٰ دیکر انگلستان چلا گیا

ویلزلی کے کارنامے

ویلزلی ایسے وقت ہندوستان میں آیا تھا جبکہ کمپنی کی حالت خراب ہو رہی تھی اس کے دشمن چاروں طرف سے اس کی گھات میں لگے بیٹھے تھے ویلزلی نے ایک ایک کر کے سب کو لڑائی میں نیچا دکھایا اور مجبور کر دیا کہ انگریزوں کی اطاعت مانیں مغل بادشاہ کمپنی سے پنشن پانے لگا مرہٹوں نے امدادی صلح قبول کر لی اور بہت سے نئے علاقے کمپنی کو مل گئے جن سے بمبئی اور مدراس کے صوبے بنے اور انگریزی سلطنت کی وسعت پہلے سے بہت بڑھ گئی اب کوئی راجہ یا نواب ان کے جوڑ کا باقی نہ رہا ویلزلی نے فرانسیسیوں کی بھی جڑ اکھاڑ دی اور انہیں بالکل کمزور بنا دیا

لارڈ کارنوالس

لارڈ ولیزلی کے جانے کے بعد لارڈ کارنوالس جو پہلے بھی گورنر جنرل رہ چکا تھا دوبارہ ہندوستان کا گورنر ہو کر آیا اس نے انگلستان ہی میں ولیزلی کی پالیسی سے اختلاف ظاہر کیا تھا۔ اس لئے ہندوستان میں آ کر اس نے یہاں امن قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اب کارنوالس بہت بوڑھا ہو گیا تھا اس کی عمر ستر برس کے قریب تھی آخر ۵ اکتوبر ۱۸۰۵ء کو غازی پور میں اس کا انتقال ہو گیا

سر جارج بارلو

کارنوالس کی موت کے بعد کونسل کا ایک سب سے پرانا ممبر سر جارج بارلو کچھ دنوں کے لئے گورنر جنرل مقرر ہوا وہ بھی دیسی ریاستوں کے جھگڑوں سے دور رہنے کی خواہش رکھتا تھا اس نے ہلکر سے صلح کر لی اور سندھیا کو راضی بنانے کے لئے گوالیار اور گوہد کے قلعے اس کو واپس دیدیے مگر اس کا نتیجہ برا ہوا۔ مرہٹے چھوٹی چھوٹی حکومتوں پر چھاپے مارنے اور اپنی ٹوٹی ہوئی طاقت کو پھر سے بڑھانے کی کوشش کرنے لگے۔ بارلو کے عہد میں ویلور کے مقام پر ۱۸۰۶ء میں بلوہ ہوا وہاں ٹیپو کے بیٹے پہلے سے رہتے تھے بلوے کی وجہ یہ تھی کہ پلٹن میں چند ایسے بیہودہ قاعدے جاری کئے گئے جن سے سپاہی ناخوش ہو گئے بلوہ فوراً دبا دیا گیا۔ ٹیپو کے بیٹوں پر یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے سپاہیوں کو بھڑکایا تھا، مگر یہ الزام بے بنیاد تھا وہ غریب کلکتہ کو بھیج دیئے گئے اور وہاں ان پر سخت نگرانی ہونے لگی۔ اور وہ وہیں لاوارث انتقال کر گئے

لارڈ منٹو

لارڈ منٹو نے بھی سر جارج بارلو ہی کی پالیسی کو جاری رکھا، وہ بھی امن پسند تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وسط ہند میں بڑی بدامنی ہو گئی مرہٹے پھر چھوٹے چھوٹے حکمرانوں پر ستم کرنے لگے بندیلکھنڈ میں بھی بلوہ ہوا لیکن دبا دیا گیا

رنجیت سنگھ

اس زمانہ میں پنجاب کے ملک میں سکھوں کا زور تھا وہ ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوا اٹھارہ برس کی عمر میں اس نے لاہور کو فتح کر لیا رفتہ رفتہ وہ پنجاب کے پٹھانوں اور افغانوں پر بھی اپنا رعب جمانے میں کامیاب ہو گیا اور امرتسر کشمیر ملتان پشاور پر بھی اپنا قبضہ کر لیا اس کی سلطنت کی وسعت ستلج ندی تک بڑھ گئی

سرحدی حفاظت

ان دنوں انگلستان اور فرانس میں لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ انگریزوں کو نیپولین "بونا پارٹ" اور روس کا بڑا خوف تھا اس لئے لارڈ منٹو نے سرحدی حفاظت کی تدبیریں کیں اس نے "سر چارلس مٹکاف" کو رنجیت سنگھ کے پاس بھیجا ۱۸۰۹ء میں صلح ہو گئی اور ستلج ندی تک انگریزی سلطنت کی سرحد قائم ہو گئی۔ دونوں حکمرانوں

میں میل ملاپ ہو گیا لارڈ منٹو نے کابل اور ایران میں بھی ایلچی بھیجے اور ان ملکوں کے بادشاہوں سے بھی صلح کر لی

امن پسندی کی پالیسی کا نتیجہ

امن پسندی کی پالیسی سے ملک میں بدامنی پھیل گئی پنڈاریوں کا زور بڑھ گیا اور وہ تمام ملک میں لوٹ مار مچانے لگے لارڈ منٹو کے بعد ۱۸۱۳ء میں لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل ہوا

کمپنی کا چارٹر (اجازت نامہ)

۱۸۱۳ء میں کمپنی کو نیا اجازت نامہ ملا۔ پہلے کمپنی کا کام صرف تجارت کرنا تھا۔ مگر ویلزلی کے عہد میں اس کا بہت سے ملکوں پر قبضہ ہو گیا انگلستان والوں نے کہا کہ اب کمپنی کو سلطنت کا انتظام کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کو تجارت کرنے کی اجازت ملے کمپنی کے ڈائرکٹروں نے اس تجویز کی مخالفت کی لیکن ان کی کچھ چل نہ سکی اور ان کی تجارت کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اسی زمانے میں ہندوستانیوں کو تعلیم دینے کے لئے بھی ایک لاکھ روپیہ منظور ہوا

لارڈ ہیسٹنگز کی پالیسی میں تبدیلی

لارڈ ہیسٹنگز نے ہندوستان میں آکر دیکھا کہ ملک میں بدامنی پھیل رہی ہے شمالی ہند اور دکن دونوں ملکوں میں پنڈاری لوٹ مار کر رہے تھے وسط ہند میں مرہٹے لڑنے پر تیار تھے اور دیسی ریاستوں کے جھگڑوں کا بھی خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ ہیسٹنگز نے فوراً کمپنی کے ڈائرکٹروں کو لکھا کہ اگر اس وقت ویلزلی کی پالیسی پھر کام میں نہ لائی جائے گی تو بڑی خرابی ہوگی ڈائرکٹر ہیسٹنگز پر پورا بھروسہ رکھتے تھے اس لئے انھوں نے اس کو کامل اختیار دے دیا

گورکھوں کی لڑائی

گورکھے پہاڑی لوگ ہیں وہ نیپال کے ملک میں رہتے ہیں اور لڑنے میں بڑے دلیر ہوتے ہیں لارڈ ہیسٹنگز کی آمد سے کچھ دن قبل گورکھے ہندوستان کی طرف بڑھ رہے تھے انھوں نے اودھ کے شمالی علاقہ میں سے بٹول اور شیوراج نام کے دو گاؤں چھین لئے تھے یہ گاؤں انگریزوں کے تھے گورکھوں کو ان کے واپس دینے کے لئے کہا گیا تو وہ انکار کر گئے اور کچھ دن بعد دو انگریز افسروں کو بھی مار ڈالا اب کیا تھا ادھر سے بھی جنگ کی تیاری ہو گئی لارڈ ہیسٹنگز نے چار فوجیں چار سپہ سالاروں کے ساتھ روانہ کیں۔ گورکھے بڑی بہادری سے لڑے انھوں نے تین انگریزی فوجوں کو پسپا کر دیا مگر چوتھی فوج جو جنرل آکٹرلونی کے ساتھ گئی تھی وہ گورکھوں کو شکست دے کر ان کے پایہ تخت کھٹمنڈو تک پہنچ گئی۔ گورکھے ڈر گئے

اور انہوں نے "سگولی" کے مقام پر صلح کرلی۔

سگولی کی صلح

اس صلح کے مطابق گورکھوں نے چھینے ہوئے گاؤں تو واپس کردیئے اور اوپر سے کمایوں اور گڑھوال کے علاقے بھی انگریزوں کو دیئے مسوری اور نینی تال وغیرہ سیر کی جگہیں انہیں علاقوں میں ہیں نیپال کے راجہ نے اپنے یہاں انگریزی فوج بھی رکھنا منظور کرلیا اس وقت سے آج تک نیپال کی بھارت سے دوستی چلی آتی ہے بہت سے گورکھے انگریزی فوج میں بھرتی ہوگئے ہیں اور وقت پڑنے پر وہ بہت دل توڑ کر انگریزوں کے ساتھ رہے

پنڈاریوں کی لڑائی

گورکھوں سے فراغت پاکر لارڈ ہیسٹنگز نے پنڈاریوں کے برباد کرنے پر کمر باندھی۔ پنڈاری ڈاکو تھے ان کے اندر سب قوموں کے لوگ ملے ہوئے تھے' امیر خاں، کریم خاں اور چیتو گوجر انکے بڑے بڑے سردار تھے ان لوگوں کا وطن "مالوہ" میں تھا۔ لیکن یہ بندیلکھنڈ اور راجستھان تک چھاپہ مارتے تھے اور دکن میں بھی لوٹ مار کرتے تھے جہاں کہیں جاتے انگریزی علاقہ کو مار ڈالتے۔ کوٹھی برباد کردیتے اور زبردستی مال چھین لیتے تھے۔ دولت مند لوگوں کے یہاں ڈاکے ڈالتے تھے اور پوشیدہ گڑے ہوئے مال کا پتہ پوچھتے تھے اگر کسی نے بتلانے میں تامل کیا تو سختی کرتے تھے —— اور کبھی کبھی جان سے بھی مار ڈالتے تھے وہ جتھے بناکر گھوڑوں پر سوار گھوما کرتے کوئی ان کے مقابلہ میں نہ آتا تھا لوگ ان کے ڈر سے کانپتے تھے ان کو پردہ پردہ میں مرہٹہ سرداروں سے بھی مدد ملتی تھی ۱۸۱۷ء میں پنڈاری گروہ کے اندر ۲۱ ہزار سوار اور ۱۵ ہزار پیدل اور ان کے پاس ۱۸ توپیں بھی تھیں لارڈ ہیسٹنگز نے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کی فوج جمع کی اس فوج نے پنڈاریوں کو گھیر لیا بہت سے مارے گئے اور بہت سے بھاگ کر چپکے سے گاؤں میں چھپ رہے امیر خاں نے انگریزوں سے صلح کرلی اسے ٹونک کی ریاست دیدی گئی کریم خاں کو بستی کے ضلع میں ایک علاقہ مل گیا اور "چیتو" جنگل میں بھاگ گیا کہتے ہیں کہ اس کو وہاں ایک چیتے نے مار ڈالا ۱۸۱۸ء کے آخر تک پنڈاری لوگ بالکل برباد ہوگئے اور ملک میں امن قائم ہوگیا یہ آزادی پسند جماعت تھی اکثر گوجروں کی تھی

مرہٹوں کی چوتھی لڑائی پیشوا کا خاتمہ

مرہٹوں نے ولزلی کے عہد میں امدادی صلح قبول تو کرلی تھی لیکن وہ اپنی بے عزتی کو بھولے نہ تھے ہلکر اور سندھیا کا کون ذکر ہے خود پیشوا باجی راؤ ثانی دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا کیونکہ انہوں نے اس کی آزادی چھین لی تھی پنڈاریوں کا دبا دیا جانا بھی

مرہٹوں کو تیرا لگا وہ پھر اپنی طاقت بڑھانے لگے انگریزوں کو یہ چال خطرناک نظر آئی وہ بھی انہیں دبانے کی کوشش کرنے لگے۔

پیشوا انگریزوں سے تنگ آگیا تھا انھوں نے پونا میں اسے حال ہی میں ایک نہایت سخت صلح ماننے پر مجبور کیا تھا پیشوا کی فوج نے ریذیڈنسی پر حملہ کیا ریذیڈنٹ نے مرہٹوں کو پسپا کر دیا بھونسلے نے بھی ناگپور میں ایسا ہی کیا مگر وہاں بھی ریذیڈنسی کی فوج نے مرہٹوں کو سیتا بلدی کے میدان میں شکست دے دی بھونسلہ گدی سے اتار دیا گیا اور اس کی جگہ اس کا پوتا راجہ ہو گیا اس نے انگریزوں سے صلح کر لی

ہلکر بھی میدان میں نکل آیا جسونت راؤ کی موت کے بعد اس کا بیٹا ملہار راؤ گدی پر بیٹھا لیکن راجہ کے نابالغ ہونے کی وجہ سے حکومت کا کام ہلکر کی رانی تلسی بائی کرتی تھی تلسی بائی انگریزوں سے ملی ہوئی تھی مرہٹوں نے اس کا سر کاٹ ڈالا اور لڑنے پر تیار ہو گئے مہید پور کے پاس ۱۸۱۷ء میں ہلکر کی فوج ہار گئی ملہار راؤ کو انگریزوں کے ساتھ صلح کر لینا پڑا پیشوا سے لڑائی جاری رہی ۱۸۱۸ء میں "اشٹی" اور "پولیگاؤں" کی جنگ میں وہ بھی مارا گیا اس کے بعد کچھ دنوں تک وہ ادھر ادھر پھرتا رہا مگر آخر میں اس کو انگریزوں کی اطاعت منظور کر لینی پڑی اس کو آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ پنشن دی گئی اور اس کی سلطنت انگریزی سلطنت میں ملا لی گئی اب پیشوا کو کانپور کے نزدیک "بٹھور" میں رہنے کی اجازت مل گئی اور پیشوا کا خاندان حکومت ختم ہو گیا

مرہٹہ سرداروں میں سے "سندھیا" لڑائی سے الگ رہا تھا۔ وہ راجستھان کی ریاستوں پر اپنا رعب جما کر ان کے معاملوں میں دست اندازی کرتا رہا مگر لارڈ ہیسٹنگز نے ۱۸۱۷ء میں اسے بھی صلح کرنے پر مجبور کیا اور اس کو راجپوت وفاداروں سے الگ تھلگ رہنے کا بھی وعدہ کرنا پڑا

مرہٹوں کا زوال

مرہٹوں کی خود مختار سلطنت کا زوال دیکھ کر افسوس تو ہوتا ہے لیکن اس کی ذمہ داری زیادہ تر خود مرہٹوں ہی پر ہے مرہٹوں نے فوج کی تنظیم ایسی اچھی نہیں کی جس کی وجہ سے وہ جنگ میں انگریزوں کو شکست دے سکتے وہ انگریزی توپخانوں کے مقابلہ میں ہمت ہار بیٹھے تھے انہوں نے رعایا کے آرام اور بہتری کے لئے بھی کچھ نہیں کیا بلکہ وہ ملک میں صرف لوٹ مار کرتے تھے جس سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ شمالی ہند میں بھی ان کی حکومت رعایا کے لئے کچھ فائدہ مند نہیں ہوئی وہ غیر سلطنتوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ نہیں رکھتے تھے اس لئے مصیبت کے وقت ان کے بھی کوئی کام نہ آیا اور ان کے دشمن دوستوں سے بہت

زیادہ تھے۔ ایسی حالت میں وہ کیونکر انگریزوں سے مقابلہ کر سکتے تھے۔

ملک میں امن

لارڈ ہیسٹنگز کی کوشش سے ملک میں امن قایم ہو گیا۔ لیٹرے جو رعایا پر ظلم کرتے تھے وہ آباد ہو کر کھیتی باڑی کرنے لگے۔ مرہٹوں کا بھی خاتمہ ہو گیا اور دکن اور وسط ہند میں انگریزوں ہی کی طوطی بولنے لگی اب ان کے مقابلے میں کسی کو سر اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ اصل میں یہ کام ولیزلی نے شروع کیا تھا جس کو لارڈ ہیسٹنگز نے پورا کیا

حکومت کی اصلاح

لارڈ ہیسٹنگز نہایت عقلمند اور ہوشیار حاکم تھا اس نے ہندوستانی حکام کے اختیارات بڑھا دیئے اور آگرہ کے صوبہ میں مالگذاری کا مناسب انتظام کیا اس غرض سے نئے قانون جاری کئے مدراس میں بھی رعیت واڑی بندوبست[1] ہوا۔ لیکن ان دونوں باتوں سے رعایا سے کچھ نفع نہیں پہنچا لارڈ ہیسٹنگز کے عہد میں تعلیم کی بھی اشاعت ہوئی اور ایک اخبار بھی نکلا ۱۸۲۳ء میں لارڈ ہیسٹنگز استعفیٰ دے کر انگلستان واپس گیا اور اس کی جگہ لارڈ ایمہرسٹ گورنر جنرل مقرر ہوا

مشرقی سرحد کی حفاظت

جس وقت انگریز نیپال کی لڑائی میں پھنسے تھے اسی وقت ایک سردار نے جس کا نام "الومپرا" تھا برہما میں ۱۷۵۳ء میں اپنی آزاد حکومت قائم کر لی تھی "الومپرا" کے خاندان والوں نے خوب ترقی کی اور اپنی سلطنت خوب بڑھالی۔ ۱۸۲۳ء میں برہما والوں نے "شپاری" یا "شاہ پوری" نامی ایک جزیرہ پر جو چٹاگانگ کے پاس ہے حملہ کیا یہ جزیرہ بھی انگریزی سلطنت میں تھا اس لئے حکومت ہند کو برہما والوں کا یہاں مداخلت کرنا پسند نہ آیا راجہ بہت مغرور تھا اس سے اس بارہ میں بات چیت کی گئی تو وہ لڑنے پر تیار ہو گیا

"سر آرچی بولڈ کیمبل" ایک فوج ساتھ لے کر رنگون پہنچ گیا اور اس شہر کو فتح کر لیا لڑائی کئی مہینے تک جاری رہی اور آخر میں برہما کی فوج ہار گئی اس کا سردار "مہا بندیلہ" مارا گیا۔ اس کے بعد کیمبل "آوا" کی طرف بڑھا۔ اب راجہ کو معلوم ہو گیا کہ اس کا لڑنا بیکار ہے اس لئے اس نے صلح کر لی ۱۸۲۶ء میں "یانڈبو" کی صلح ہو کر لڑائی ختم ہو گئی "اراکان" اور "تناسرام" کے صوبے انگریزوں کو مل گئے اور بعض دکن کے صوبوں پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا راجہ نے "آسام" کو چھوڑ دیا اور ایک

---

[1] رعیت واڑی بندوبست یہ ہے کہ حکومت خود ہی کاشتکاروں سے لگان وصول کرے [2] جنوبی

کروڑ روپیہ لڑائی کا خرچہ بھی ادا کیا انگریزی حکومت پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی اور انگریزوں کو برہما میں تجارت کرنے کی اجازت مل گئی

بھرت پور کا محاصرہ

آپ کو یاد ہو گا کہ ۱۸۰۵ء میں "لارڈ لیک" بھرت پور کا قلعہ فتح کرنا چاہتا تھا مگر اس کی کوشش ناکامیاب رہی ۱۸۲۶ء میں بھرت پور کا راجہ انتقال کر گیا اس کی گدی کے دعویدار دو آدمی ہوئے ان میں جھگڑا اٹھا تو انگریزوں نے اصل حقدار کا ساتھ دیا "لارڈ کمبرمیر" نے قلعہ کو سرنگ لگا کر اڑا دیا یوں بھرت پور انگریزوں کے ہاتھ آ گیا اور انہوں نے گدی کے اصل حقدار کو اس پر بیٹھا دیا ۱۸۲۶ء میں لارڈ ایمہرسٹ انگلستان کو... واپس چلا گیا۔

حکومت کی اصلاح

لارڈ ولیم بنٹینگ بیس سال قبل مدراس کا گورنر رہ چکا تھا لیکن "ویلور" کی بغاوت کی وجہ سے وہ اس عہدہ سے ہٹا کر انگلستان کو واپس بلا لیا گیا تھا اب اس کو پھر اپنی قابلیت دکھانے کا موقع ملا جس وقت وہ ہندوستان میں آیا ہے یہاں بالکل امن و امان تھا۔ لڑائیاں ختم ہو چکی تھیں۔ دیسی راجا اور نواب سب انگریزوں کے زیر سایہ آ چکے تھے انگلستان میں بھی انگریزوں کی حکومت کا نظام تبدیل ہو رہا تھا اور اصلاحوں کا بڑا چرچا تھا لارڈ ولیم بنٹینگ نے بھی ہندوستان میں آتے ہی اصلاح کا کام شروع کر دیا برما کی جنگ سے حکومت کو روپیہ کی بڑی ضرورت ہو رہی تھی بنٹینگ نے بہت سا روپیہ افیون کے ٹھیکوں سے حاصل کیا اور نئے صوبہ "ممالک متحدہ"؎ اور صوبہ مدراس دونوں میں لگان اور مالگزاری وصول کرنے کے قاعدے ایسے بدل دیے کہ اس سے بھی کچھ آمدنی بڑھ گئی مدراس میں براہ راست کسانوں ہی سے لگان لیا گیا اور ممالک متحدہ میں تیس سالہ بندوبست کر دیا گیا فوج میں بھی اصلاح ہوئی۔ فوجی افسروں کا بھتہ آدھا کر دیا گیا اور سپاہیوں کی تنخواہ بڑھا دی گئی

انتظامی

لارڈ کارنوالس نے عدالتوں کی کچھ اصلاح کی تھی مگر ان اصلاحات پر اب تک ایمانداری سے عمل نہیں ہوتا تھا بنٹینگ نے اس خرابی کو دور کیا اور ممالک متحدہ میں ایک ہائی کورٹ قائم کر دی محکمہ مال کا بڑا دفتر (بورڈ آف ریونیو) الہ آباد میں کھولا گیا پہلے عدالتوں کی زبان فارسی تھی اب لارڈ بنٹینگ نے اس کی جگہ اردو زبان جاری کی جس سے رعایا کو بہت آسانی ہو گئی لارڈ کارنوالس کے قانون سے اب تک ہندوستانی بڑے عہدے نہیں پاتے تھے لارڈ بنٹینگ نے ان کے لئے سرکاری عہدوں کا دروازہ بھی کھول دیا جس سے ہندوستانی جج تک ہو گئے

؎ اتر پردیش (یو۔پی)

اور اچھی تنخواہ پانے لگے

بنٹینگ نے "ستی" اور ٹھگی کو بھی مٹا دیا اور تعلیم خوب پھیلائی

ستی کی رسم کا بند ہونا

بنگال میں

ستی کا رواج بہت تھا ۱۸۱۸ء میں وہاں سات سو عورتیں ستی ہوئی تھیں پہلے عورتیں اپنے شوہر کی جدائی سے بیتاب ہو کر خود ہی چتا میں جل کے خاک ہو جاتی تھیں لیکن زمانہ گذرنے کے ساتھ یہ رواج ہو گیا کہ جو عورت ستی نہ بھی ہونا چاہے اسے بدنامی کے ڈر سے زبردستی آگ میں جلا دیا جاتا اس لئے لارڈ بنٹینگ نے اس رواج کو انسانیت کے خلاف ظالمانہ اور وحشیوں کا فعل کہا اور اس کو بند کرنے کا پکا ارادہ کر لیا متعصب ہندوؤں اور ان کے کچھ ہمنوا انگریزوں نے بھی گورنر جنرل کی مخالفت کی لیکن راجہ رام موہن نے "ستی" کو برا کہا اور بنٹینگ کا ساتھ دیا ۴ دسمبر ۱۸۲۹ء کو ایک قانون پاس ہو گیا جس کے مطابق ستی ہونا یا ستی ہونے میں مدد کرنا انسان کو قتل کرنے کے برابر جرم قرار دیا گیا لوگوں نے اس قانون کی بڑی مخالفت کی، پریوی کونسل میں اپیل بھیجی گئی لیکن کوئی بات سنی نہ گئی رفتہ رفتہ ستی کا رواج بالکل ہی بند ہو گیا

ٹھگی کی پامالی

پنڈاری برباد ہو چکے تھے لیکن ٹھگ اب تک چلے آتے تھے وہ ہر ضلع میں موجود تھے وہ جتھے بنا کر اپنے گھروں سے روانہ ہوتے اور راستہ میں مسافروں سے چکنی چپڑی باتیں بنا کر ہمراہ ہو لیتے تھے جب کسی مسافر کو اکیلی جگہ میں پاتے تو اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالتے اور اس کی لاش زمین میں دبا دیتے تھے انہوں نے اپنی زبان الگ بنا لی تھی لیکن اکثر وہ اپنے دلی خیالات آپس میں صرف اشاروں ہی اشاروں میں ظاہر کیا کرتے تھے۔

بنٹینگ نے ٹھگوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا جس کے اعلیٰ افسر سر ولیم سلیمن صاحب مقرر ہوئے انہوں نے ہر ایک صوبہ میں بڑی محنت کے ساتھ ٹھگوں کا پتہ لگایا اور ان کے تمام رازوں کو معلوم کر لیا چھ سال کے عرصہ میں تقریباً تین ہزار دو سو چھیاسٹھ ٹھگ پکڑے گئے بہتوں کو پھانسی

کی سزا دی گئی اور بہتیرے "کالے پانی" بھیج دیے گئے۔ ٹھگوں کے لڑکوں کو تعلیم اور دیانتداری کے ساتھ روزی کمانے کی ترغیب دی گئی۔ اب تمام راستے بے خوف و خطر ہو گئے اور مسافر بے کھٹکے ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے لگے

تعلیمی

اب تک انگریزی حکومت نے ہندوستانیوں کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی تھی ۱۸۱۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹروں نے ہندوستانیوں کی تعلیم کے لئے صرف ایک لاکھ روپیہ سالانہ منظور کیا اور کئی برس تک یوں ہی کام چلا گیا اس کے بعد راجہ رام موہن رائے کی کوشش سے کلکتہ میں کالج کھلا بمبئی میں بھی کچھ معزز آدمیوں نے مل کر ایک کمیٹی بنائی۔ یہ کمیٹی تعلیم پھیلاتی تھی' اور کئی اسکول کھول دیئے گئے ممالک متحدہ کے شہر آگرہ میں مرحوم پنڈت گنگا دھر شاستری نے خود اپنے روپیہ سے سنسکرت کی تعلیم کے لئے ایک کالج کھولا' جو آج تک آگرہ کالج کے نام سے موجود ہے مگر یہ سب کوششیں ہندوستان کے معزز لوگوں ہی کی تھیں حکومت نے اب تک تعلیم کی کوئی اسکیم بھی تیار نہیں کی تھی لارڈ بنٹنگ تعلیم کی اشاعت کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے سامنے بڑا سوال یہ تھا کہ تعلیم کی زبان کیا ہو؟ انگریزی یا ملکی زبان؟ علماء میں اس پر اختلاف ہوا کچھ لوگ یہ کہتے تھے کہ تعلیم کی زبان انگریزی ہونا چاہئے۔ میکالے نے جو ۱۸۳۵ء میں گورنر جنرل کی کونسل کا قانونی ممبر تھا اس وقت انگریزی زبان ہی پر زور دیا اور کہا کہ موجودہ زمانے کی سائنس اور تاریخ و جغرافیہ کی کنجی انگریزی ہی زبان ہے اس کے ذریعہ سے انگلستان اور ہندوستان کا تعلق بھی مضبوط ہو جائے گا اور ہندوستانی اس قابل بھی ہو سکیں گے کہ حکومت کے انتظام میں مدد دیں لارڈ بنٹنگ نے بھی مغربی تعلیم ہی کی طرفداری کی آخر میں یہ طے ہوا کہ انگریزی زبان ہی ذریعہ تعلیم ہو۔

انگریزی زبان کی تعلیم سے ملک کو فائدہ بھی ہوا اور نقصان بھی ایک ہی زبان میں تعلیم ہونے سے ملک کے اندر یگانگت کا خیال پھیل گیا مختلف صوبوں کے رہنے والے ایک دوسرے سے خط و کتابت اور تجارتی معاملات کرنے لگے انگریزی لٹریچر اور تواریخ کے پڑھنے سے قومیت کا خیال بھی پیدا ہوا اور حکومت کو ایسے پڑھے لکھے آدمی ملنے لگے جن سے ملک کے انتظام میں مدد ملی لیکن انگریزی زبان کے ذریعہ تعلیم ہو جانے سے لوگوں میں پورے طور پر تعلیم کی اشاعت نہیں ہوئی قدیم پاٹھ شالے۔ مدرسے اور مکتب سب بند ہو گئے اور نئے علم و ادب کی بھی اتنی ترقی نہ ہوئی جس قدر دیسی زبانوں کے ذریعہ سے ہوئی۔ علماء نے انگریزی کو خلاف شرع قرار دیا۔ مگر اس کے بعد آج تک انگریزی تعلیم ترقی کرتی جارہی ہے۔

دیسی ریاستوں کے تعلقات

لارڈ بنٹنگ دیسی ریاستوں کے معاملات میں دست اندازی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے باوجود اسے چند دیسی ریاستوں کو انگریزی سلطنت میں شامل کرنا پڑا کیونکہ ان کا انتظام حکومت بہت خراب تھا

۱۷۹۹ء میں ریاست میسور راجہ کرشن راج کو دیدی گئی تھی ۱۸۳۱ء میں عام بغاوت پھیل گئی تو انگریزی فوج نے جاکر دبایا اور امن قائم کیا اس وقت کرشن راج کو پنشن دیدی گئی اور حکومت کا انتظام گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا

اودھ کی حالت بھی خراب تھی۔ زمیندار لگان نہیں دیتے تھے اور حکومت کے افسروں سے لڑنے پر تیار رہتے تھے ۱۸۳۱ء میں لارڈ بنٹنگ خود لکھنؤ میں گیا اور نواب کو نصیحت کی

اس کے بعد ترائی کا صوبہ انگریزی سلطنت میں ملا لیا گیا "کورگ" میں انتظام ٹھیک نہ تھا راجہ نے اپنے کئی عزیزوں کو جنگل میں بھیج کر ان کے سر کٹوا دیے ۱۸۳۴ء میں وہ گدی سے اتار دیا گیا اور کورگ کا ملک انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا گیا

۱۸۲۷ء میں گوالیار کے راجہ دولت راؤ سندھیا نے انتقال کیا وہ بے اولاد تھا اور کسی کو اس نے راس بھی نہیں بٹھایا تھا اس کی رانی نے لوگوں کے کہنے سے ایک لڑکا گود لے لیا جس وقت وہ لڑکا بالغ ہوا اور اس کو حکومت کا اختیار نہ ملا تو اس نے جھگڑا پھیلایا اور لڑائی چھیڑ دی لارڈ بنٹنگ نے خود گوالیار آکر بڑی مشکل سے وہاں امن قائم ہو گیا

رنجیت سنگھ سے صلح

رنجیت سنگھ نے آہستہ آہستہ اپنی سلطنت بہت بڑھائی تھی اس کے پاس ایک زبردست فوج بھی ہو گئی تھی جس میں کئی یورپین افسر تھے انگریزوں کو خوب معلوم تھا کہ رنجیت سنگھ سے میل رکھنا مفید ہو گا اس لیے ۱۸۳۱ء میں بنٹنگ خود مہاراجہ سے ملنے گیا اور بڑی شان و شوکت کا دربار ہو کر باہم صلح ہو گئی

صلح کے معاہدہ میں لکھا گیا کہ انگریزی سرکار اور خالصہ حکومت میں ہمیشہ دوستی رہے گی جس وقت تک رنجیت سنگھ زندہ رہا اس نے انگریزوں سے دوستی نباہی اور انگریزوں نے بھی اس کو کبھی ناخوش نہیں کیا کہتے ہیں کہ ایک بار رنجیت سنگھ نے ہندوستان کے نقشہ میں انگریزی سلطنت کے سرخ نشان دیکھ کر یہ کہا تھا کہ کسی زمانہ میں یہ سارا نقشہ سرخ ہو جائے گا

کمپنی کا اجازت نامہ

۱۸۳۳ء میں کمپنی کو پھر نیا اجازت نامہ ملا تھا اس میں کہا گیا کہ وہ تجارت میں کمی کر دے اور ملکی انتظام کی طرف زیادہ توجہ کرے شمال مغرب

صوبہ کے لیے ایک لفٹننٹ گورنر مقرر ہوا بڑے لارڈ کی کونسل میں ایک قانون کا ممبر اور بڑھایا گیا پہلا ممبر میکالے تھا اس چارٹر میں ایک معرکہ کی بات یہ درج تھی کہ اہل ہندوستانی مذہب، ذات اور رنگ کی وجہ سے کسی ایسے سرکاری عہدہ پر مقرر ہونے سے نہ روکے جائیں جس کے انجام دینے کے لئے وہ لیاقت رکھتے ہوں

سر چارلس مٹکاف

۱۸۳۵ء میں سر چارلس مٹکاف کچھ عرصہ کے لئے گورنر جنرل ہو گیا اس نے اخبارات جاری کرنے کی اجازت دیدی اور میکالے نے بھی اس رائے کی تائید کی اسی سن میں ایک ایسا قانون پاس ہوا جس سے اخباروں کو پوری آزادی مل گئی لیکن ان کو ایسے مضامین چھاپنے سے منع کیا گیا جن سے کسی کی ہتک ہو یا عام پبلک کو ناگوار ہوں

افغانستان کی حالت

۱۸۳۶ء میں لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل ہو کر آیا اس کے عہد میں افغانستان کی پہلی لڑائی ہوئی اور شمالی مغربی سرحد کی حفاظت کا مسئلہ سامنے آیا اس کا سبب یہ تھا کہ پنجاب میں رنجیت سنگھ کی طاقت بڑھتی چلی جاتی تھی اس نے پشاور کو فتح کر کے وہاں کے افغان حاکم سے چھین لیا تھا دوسری طرف انگریزوں کو روس کا خطرہ بھی تھا ان کو ہمیشہ یہ فکر رہتی تھی کہ کہیں فارس و افغانستان میں روسیوں کا اثر نہ قائم ہو جائے کیونکہ اس سے ان کی ہندوستانی حکومت و سلطنت کو نقصان پہنچ سکتا تھا

اس وقت افغانستان کی حالت اچھی نہ تھی وہاں ایک انقلاب سے شاہی خاندان ہی بدل گیا احمد شاہ ابدالی کے خاندان کا بادشاہ شاہ شجاع تخت سے اتار دیا گیا وہ پنجاب میں چلا آیا اور انگریزوں سے پنشن پانے لگا اس کی جگہ پر کابل میں دوست محمد خاں بادشاہ ہو گیا جو کہ احمد شاہی خاندان کے ایک وزیر کے گھرانے میں سے تھا شاہ شجاع نے اپنی سلطنت حاصل کرنے کے لئے رنجیت سنگھ سے مدد مانگی لیکن رنجیت سنگھ نے انگریزوں کے خوف سے انکار کر دیا

آکلینڈ کی پالیسی

دوست محمد انگریزوں سے اس لئے دوستی کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کو رنجیت سنگھ سے پشاور کا شہر واپس دلوا دیں چنانچہ جب وقت اس نے فارس اور رنجیت سنگھ کے خلاف انگریزوں سے مدد مانگی تو لارڈ آکلینڈ نے اس کو یہ جواب دیا کہ انگریزی حکومت دوسرے آزاد ملکوں کے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتی یہ جواب پا کر دوست محمد نے فارس اور روس سے دوستی کی بات چیت کی روسی سفیر اس کے دربار میں آیا اور اس کی بڑی عزت ہوئی لارڈ آکلینڈ نے جب یہ خبر سنی تو اس نے دوست محمد کو ہٹا کر شاہ شجاع کو کابل کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ کر لیا

۱۸۳۸ء میں شاہ شجاع رنجیت سنگھ اور انگریزوں کے مابین ایک معاہدہ ہوا جس سے رنجیت سنگھ اور انگریز

دونوں نے شاہ شجاع کو کابل کے تخت پر بٹھانے کا وعدہ کرلیا

آکلینڈ کی یہ پالیسی ٹھیک نہ تھی اوّل تو دوست محمد خود مختار بادشاہ تھا اُس کو حق تھا کہ فارس سے دوستی کرے یا روس سے۔ دوسرے یہ کہ افغان دوست محمد کو ہی پسند کرتے تھے اور شاہ شجاع پران

تیسرے یہ کہ روسی حکومت نے اپنا سفیر واپس بلالیا تھا جس سے اب روس کا بھی کوئی ڈر نہیں رہ گیا تھا کئی بڑے بڑے افسروں نے اس پالیسی سے اختلاف کیا مگر لارڈ آکلینڈ نے ایک بھی نہ سنی دونوں طرف جنگ کی تیاری ہونے لگی

جنگ افغانستان

انگریزی فوج شاہ شجاع کو لے کر "بولن" کے درہ میں ہوتی ہوئی قندھار پہنچی اس کے ساتھ میکناٹن اور الیکزینڈر برنس نامی دو انگریز افسر بھی گئے قندھار اور غزنین دونوں انگریزوں نے فتح کرلئے اگست ۱۸۳۹ء میں دوست محمد کابل چھوڑ کر نکل گیا اور شاہ شجاع تخت پر بٹھا دیا گیا میکناٹن شاہ شجاع کی مدد کے لیے بیچ میں رہا ۱۸۴۰ء میں دوست محمد نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کردیا اور وہ پنشن دے کر کلکتہ کو بھیج دیا گیا

افغان شاہ شجاع کو پسند نہیں کرتے تھے انہوں نے بڑا فساد اٹھایا برنس صاحب کا گھر پھونک دیا اور اس کو مار ڈالا میکناٹن سے کچھ بن نہ پڑا دوست محمد خاں کا بڑا لڑکا اکبر خاں افغانوں کا سرغنہ بن گیا اس نے میکناٹن کو بھی ملاقات کے وقت میں قتل کردیا اکبر خاں سے صلح ہوگئی جس میں طے ہوا کہ انگریزی فوج ہندوستان کو واپس چلی جائے اکبر خاں کی بات کا اعتبار کرکے سولہ ہزار آدمی ہندوستان کو روانہ ہوئے جس وقت یہ لوگ پہاڑی کے تنگ راستہ میں ہو کر جا رہے تھے افغان ان پر ٹوٹ پڑے اور گولیوں کی بوچھار کردی۔ صرف ایک ڈاکٹر برائیڈن یہ دردناک قصہ سنانے کے لیے باقی بچا باقی سب کام آگئے یہ واقعہ ۱۸۴۲ء کا ہے

لارڈ النبرا اور جنگ افغانستان کا خاتمہ

انگلستان میں لارڈ آکلینڈ کی افغانستانی پالیسی کو بہت بڑا کہا گیا ۱۸۴۲ء میں ڈائرکٹروں نے اس کو واپس بلالیا اور لارڈ النبرا کو گورنر جنرل بنا کر ہندوستان بھیجا اس کو یہاں آتے ہی جنگ افغانستان کی فکر پڑگئی ابھی تک انگریزی فوج جلال آباد اور قندھار میں موجود تھی کابل اور غزنین پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہوگیا جنرل پولک نے افغانوں کو شکست دے دی اور بالا حصار کے قلعہ پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا افغانوں نے شاہ شجاع کو قتل کردیا اب انگریزوں نے دوست محمد کو افغانستان جانے کی اجازت

ویدی جس نے وہاں پہنچ کر پھر کابل پر قبضہ کر لیا افغانستان کی لڑائی میں لارڈ آکلینڈ کی غلطی سے ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لاکھوں روپیہ بھی برباد ہو گیا

سندھ کے میروں سے جنگ

سندھ کا صوبہ بھی ہندوستان کی مغربی سرحد پر ہے یہاں سے افغانستان، بلوچستان اور فارس کو جانے کے راستے ہیں رنجیت سنگھ سندھ کو اپنی سلطنت میں شامل کرنا چاہتا تھا لیکن انگریزوں نے اس کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی انگریزوں نے سندھ کے امیروں سے صلح کر لی تھی انہوں نے اس صلح پر پورا عمل کیا جنگ افغانستان کے وقت بھی انہوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا پھر بھی ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ انگریزوں کے مخالف ہیں سر چارلس نیپیر فوج لے کر سندھ میں پہنچا اور اس نے امیروں کو سخت دھمکی دی کئی انگریز افسروں نے اس پالیسی کو برا بتایا لیکن ان کی بات کسی نے نہ سنی سندھیوں نے ریذیڈنسی پر حملہ کر کے وہاں سے انگریزوں کو نکال دیا اس طرح لڑائی چھڑ گئی سندھی بہت بہادری سے لڑے لیکن ۱۸۴۳ء میں میانی کی جنگ میں ان کو شکست ہو گئی اور سندھ کا صوبہ انگریزی سلطنت میں ملا لیا گیا سندھ کے میروں کو ملک سے باہر نکال دیا گیا نیپیر کو بھی لوٹ کے مال میں سے سات لاکھ روپیہ ملا ۱۸۴۴ء میں لارڈ النبرا انگلستان کو واپس گیا اور اس کی جگہ پر لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل ہو کر آیا اس کو آتے ہی پنجاب میں سکھوں سے لڑنا پڑا

رنجیت سنگھ کا انتظام سلطنت

رنجیت سنگھ نے اپنی سلطنت کا بہت اچھا انتظام کیا تھا وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں کیا کرتا تھا لیکن فوج میں زیادہ تر سکھ ہی تھے جن پر اس کو پورا بھروسہ تھا ملک کی آمدنی تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ تھی۔ کسانوں سے پیداوار کا ½ حصہ لیا جاتا تھا تمام ملک ضلعوں پر تقسیم تھا ہر ضلع میں ایک کاردار ہوتا تھا جو لگان وصول کیا کرتا تھا۔ رنجیت سنگھ خود حساب کی جانچ کیا کرتا تھا اگر کبھی کاردار کی بددیانتی اس کو معلوم ہو جاتی تو اسے بہت سخت سزا دیتا تھا لگان کے علاوہ اور بہت سے محصول بھی تھے فوجداری کا قانون بہت سخت تھا عدالتیں آج کل کی پالیسی نہ تھیں چھوٹے جرموں کے لئے بھی اعضا کاٹنے کی سزا دی جاتی تھی اور جرمانہ بہت بھاری ہوتا تھا ملکی انتظام بالکل فوجی تھا فوج ہی پر بہت روپیہ خرچ ہوتا تھا لیکن رنجیت سنگھ کو ہمیشہ رعایا کی بھلائی کا خیال رہتا تھا وہ جس وقت جیتا رہا اس وقت تک اس کی سلطنت میں امن و امان قائم رہا اور اس پر کوئی بیرونی حملہ نہ ہو سکا

رنجیت سنگھ کی سیرت

رنجیت سنگھ ہمارے ملک کے نامور حکمرانوں میں شمار ہوتا ہے وہ اگرچہ بہت تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن سلطنت کا کام کرنے میں بیحد ہوشیار تھا

اس کی یادداشت بڑی زبردست تھی بچپن میں چیچک سے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی جس کی وجہ سے وہ بدصورت ہوگیا تھا مگر اس کا چہرہ رعب دار تھا۔ وہ فن جنگ میں بہت ہوشیار تھا اس کی جنگجوئی کی وجہ سے افغان اور پٹھان بھی اس کا نام ہی سن کر کانپ اٹھتے تھے رنجیت سنگھ نے انگریزوں سے خوب دوستی نباہی اور تمام زندگی صلح کی شرطوں کا پورا پابند رہا ۲۹ر جولائی ۱۸۳۹ء کو اس بہادر اور زبردست راجہ نے دنیا سے کوچ کیا اس کے مرتے ہی خالصہ میں گڑبڑ مچ گئی

انگریز اور سکھوں کی پہلی جنگ

رنجیت سنگھ انگریزوں کا دوست تھا مگر اس کی وفات کے بعد جب انگریزی فوج سرحد کی طرف آگے بڑھی تو سکھوں کو خطرہ پیدا ہوا وہ انگریزوں سے چوکنے رہنے لگے پنجاب میں بدامنی پھیل رہی تھی اس وقت وہاں تین زبردست گروہ تھے ایک رانی جھنڈن کا گروہ جو اس کے بیٹے دلیپ سنگھ کو گدی پر بٹھانا چاہتا تھا دوسرا جموں کے گورنر گلاب سنگھ ڈوگرے کا جتھا اور تیسرا خالصہ کا زبردست گروہ اور ان سب میں تیسرا گروہ ہی بڑا بھاری اور طاقتور تھا اس کو انگریزوں سے لڑنے کا شوق تھا سکھ سرداروں نے اس کو اس پر ابھارا بھی تھا۔ دسمبر ۱۸۴۵ء میں سکھ فوج دریائے ستلج کے اس پار اتر گئی لارڈ ہارڈنج کو بھی جنگ کی تیاری کرنی پڑی

پہلی جنگ مدکی نامی مقام پر ہوئی جہاں سکھوں کو پسپا ہونا پڑا اس کے بعد فیروز شہر میں جنگ ہوئی یہاں سکھ ایسی بہادری سے لڑے کہ انگریز دنگ رہ گئے اگر وہ ایک سکھ سردار بددلی سے بھاگ نہ جاتے تو یقیناً خالصہ ہی کو فتح حاصل ہوتی اس کے بعد ۱۸۴۶ء میں علی وال اور سبراؤں کی لڑائیاں ہوئیں ان میں بھی سکھ جی توڑ کر لڑے میدان جنگ لاشوں سے پٹ گیا مگر سپہ سالاروں کی بزدلی اور حماقت کی وجہ سے فوج پراگندہ ہوگئی اور اپنی پوری طاقت نہ دکھا سکی آخرکار انگریزوں نے میدان لے لیا

سکھوں سے لاہور میں صلح ہوگئی اس صلح کے مطابق ستلج اور بیاس کے مابین کا علاقہ اور ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد انگریزوں کو ملا گلاب سنگھ کشمیر اور اس کے آس پاس والے پہاڑی علاقوں کا خودسر راجہ ہوگیا اور اس کو مہاراجہ کا خطاب ملا۔ پنجاب کی سلطنت دلیپ سنگھ نے پائی اور اس کے نابالغ ہونے سے۔ سلطنت کا کام اس کی ماں کے سپرد کیا گیا لاہور کے دربار میں ایک انگریز رزیڈنٹ مقرر ہوا۔ سکھ فوج کی تعداد بیس ہزار مقرر کردی گئی اگرچہ پنجاب میں نئی سلطنت قائم ہوگئی لیکن خالصہ کے باہمی جھگڑے بند نہیں ہوئے

لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں ۴۹-۱۸۴۸ء میں سکھوں سے پھر جنگ ہوئی آخرکار وہ ہار گئے

اور پنجاب میں نئی سلطنت قائم ہوگئی اور پنجاب کا ملک انگریزی سلطنت میں ملا لیا گیا برہما میں بھی ایسا ہی ہوا ملک کا کچھ حصہ انگریزوں نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملا لیا ان کا بیان آگے چل کر ہوگا

یوں پنجاب کے ہاتھ آجانے سے مغربی سرحد محفوظ ہوگئی اور برہما کی جنگ سے مشرقی سرحد کے محفوظ بنانے میں بڑی مدد ملی

حکومت کی اصلاح

لارڈ ہارڈنگ کے عہد میں ریلوے جاری کرنے کی تیاری ہوئی اور دریائے گنگا سے نہر نکالی گئی تعلیم کی اشاعت کے لئے بھی اس نے کوشش کی دیسی ریاستوں میں لڑکیوں کو مار ڈالنے اور دوسری بری رواجوں کو بند کرنے کی کوشش کی

پنجاب میں گڑبڑ سکھوں کی جنگ

۱۸۴۸ء میں لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہو کر ہندوستان میں آیا اس نے آتے ہی تاڑ لیا کہ لارڈ ہارڈنگ کی پالیسی سے پنجاب میں امن کا قیام ناممکن ہے سکھ اپنی بہادری پر مغرور تھے۔ خالصہ کے حوصلے ابھی پہلے ہی کی طرح تھے ان کو اپنی آزاد سلطنت کی خواہش تھی، انگریز بھی یہ جانتے تھے کہ عمدہ انتظام اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ پنجاب کو انگریزی سلطنت میں ملا لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سکھ سردار سکھ اور انگریز دونوں اپنی طاقت آزمانے کا موقع ڈھونڈھ رہے تھے

دربار لاہور نے ملتان کے دیوان مولراج سے حساب صاف کرنے کو کہا انگریزوں نے بھی اس سے کچھ کہا سنا دو انگریز افسر ملتان کا انتظام درست کرنے کو بھیجے گئے مولراج نے حساب دینے سے انکار کیا اور ان دونوں افسروں کو مار ڈالا اسی بات پر لڑائی چھڑ گئی مولراج نے مذہبی لڑائی کا بہانہ کر کے تمام سکھوں کو اس میں حصہ لینے کی دعوت دی

لارڈ ڈلہوزی پنجاب کی حالت سے بخوبی واقف نہ تھا اس لئے فوج بھیجنے میں کچھ دیر لگی اسی اثنا میں تمام پنجاب کے اندر ہلچل پڑ گئی۔ سکھوں نے جب دیکھا کہ انگریز پنجاب کو بھی ہضم کرنا چاہتے ہیں تو وہ غصہ سے آگ ہو گئے رانی جندان اور اس کے مددگار سردار پوشیدہ طور سے مولراج کے ساتھ خط و کتابت کر رہے تھے اور یہی نہیں بلکہ انہوں نے دوست محمد کو بھی پشاور کی واپسی کا لالچ دلا کر اپنی طرف ملا لینے کی کوشش کی تھی انگریز ریذیڈنٹ نے جو فوج لاہور سے شیر سنگھ کے ساتھ روانہ کی تھی وہ بھی جا کر مولراج سے مل گئی۔ خالصہ سردار اور تمام سکھ سپاہی انگریزوں کے خلاف لڑنے پر تیار ہو گئے سر ہیوگف ایک بڑی فوج لے کر بڑھا۔ رانی پہلے ہی بنارس بھیج دی گئی اور وہ نظر بند کر دی گئی۔ سکھوں کو بڑا جوش تھا پہلی لڑائی رام نگر میں ہوئی جس میں شیر سنگھ نے انگریزی سپاہ کو پسپا کر دیا سعد اللہ پور کی

جنگ میں دونوں فریق برابر رہے لیکن ۱۸۴۹ء میں چلیان والا نام کے مقام پر سکھوں نے انگریزی فوج پر ایک دم حملہ کر دیا بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی انگریز ہار گئے اور ان کی چار توپیں اور تین جھنڈے چھن گئے یہ لڑائی اس قدر ہولناک ہوئی تھی کہ اس کے لئے لارڈ ڈلہوزی لکھتا ہے "ہماری فتح تو ہوئی ہے مگر اس طرح کی ایک اور فتح ہو تو ہم برباد ہو جائیں گے" انگریزوں کے ۲ ہزار تین سو ستاون سپاہی اور نواسی ۸۹ افسر میدان میں کام آئے

اس کے بعد گجرات (پنجاب) میں لڑائی ہوئی سر ہیو گف نے یہاں اپنے توپخانہ سے خوب کام لیا سکھ ہار گئے انگریزوں نے ملتان چھین لیا اور مولراج کو لڑائی بند کر دینی پڑی۔ شیر سنگھ اور دوسرے سکھوں نے ہتھیار ڈال دئیے اور دوست محمد کی افغان فوج کو انگریزوں نے پنجاب سے نکال کر باہر کر دیا

پنجاب کا انگریزی سلطنت میں ملنا

لارڈ ڈلہوزی نے پنجاب کو انگریزی سلطنت میں شامل کرنے کی اجازت دیدی۔ دلیپ سنگھ کو پچاس لاکھ روپیہ سالانہ پنشن دے کر انگلستان بھیجدیا اس نے وہاں عیسائی مذہب قبول کر لیا اور انگریزی رہن سہن اختیار کی۔ رانی جنداں پہلے نیپال کی طرف گئی تھی مگر بعد میں وہ انگلستان جا پہنچی اور وہیں رہنے لگی سکھ سرداروں کی جاگیریں ضبط کر کے ان کو نقد پنشن دیدی گئی۔ مولراج پر قتل کا مقدمہ چلایا گیا اور اس کو پھانسی کی سزا ہوئی

پنجاب میں نیا انتظام حکومت

پنجاب کے ملکی انتظام کے واسطے لارڈ ڈلہوزی نے تین افسروں کا ایک بورڈ بنایا سر ہنری لارنس جو لاہور کا ریذیڈنٹ رہ چکا تھا اس بورڈ کا ممبر تھا تمام ملک کو ضلعوں میں بانٹ دیا گیا ہر ضلع میں ایک حاکم رکھا گیا جس کو وہی اختیارات تھے جو کہ رنجیت سنگھ کے کاردار کو حاصل تھے بہت سے محصول بند کر دئے گئے اور کسانوں سے پیداوار کا صرف چھٹا ۱/۶ حصہ لیا گیا۔ کھیتوں کی آبپاشی کے لئے نہریں جاری کی گئیں نئے قانون بنے اور نئی نئی عدالتیں قائم ہو گئیں۔ ٹھگی۔ ستی، لڑکیوں کا قتل وغیرہ جو بری رسمیں سکھوں میں تھیں وہ سب بند ہو گئیں پولیس کا بھی اچھا بندوبست کیا گیا تعلیم پھیلانے کے واسطے مدرسے کھولے گئے سکھوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا گیا اور وہ انگریزی فوج میں بھرتی ہو گئے

برہما کی دوسری لڑائی

برہما کی پہلی لڑائی کے بعد جو صلح ہوئی تھی اس کی شرطیں راجہ نے پوری نہیں کی تھیں انگریز تاجروں کے ساتھ بھی برہما والوں کا سلوک اچھا نہ تھا انہوں نے لارڈ ڈلہوزی سے شکایت کی۔ پنجاب کی فتح سے لارڈ ڈلہوزی کا جی

حوصلہ بڑھ گیا تھا وہ انگریزی سلطنت کی وسعت بڑھانا چاہتا تھا جب اس نے یہ سنا کہ برہما والوں نے ایک انگریزی جہاز کے کپتان کو گرفتار کر لیا ہے تو وہ لڑنے پر تیار ہو گیا برہما کے راجہ نے بھی لڑائی روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی

انگریزی فوج مرتبان اور رنگون پر قابض ہو گئی اور رنگون کا پگوڈا مندر بھی انگریزوں کے قبضہ میں آگیا۔ مگر آوا پر چڑھائی کرنا مشکل تھا وہاں رسد پہنچانا آسان نہ تھا برہما والوں نے لڑائی کی مصیبتیں دیکھ کر صلح کر لی اور پیگو کا صوبہ انگریزوں کو دیدیا اس صلح سے انگریز رنگون کی بندرگاہ پر قابض ہو گئے جس سے تجارت میں آسانی پیدا ہو گئی اور پورب کی سرحد بھی محفوظ ہو گئی

ڈلہوزی کا نیا اصول اور دیسی ریاستوں کا خاتمہ

لارڈ ڈلہوزی شہنشاہی حکومت کا حامی تھا اس کو انگریزی سلطنت کا رقبہ بڑھانے کی ہوس تھی وہ جانتا تھا کہ ہندوستانی ریاستوں کا انتظام درست نہیں ہے رعایا کی بہتری اسی میں ہے کہ دیسی ریاستوں کو انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا جائے۔ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے اس نے ایک نیا قانون جاری کیا

دیسی ریاستیں دو طرح کی تھیں ایک وہ جو انگریزی حکومت کے عہد میں قائم ہوئی تھیں اور دوسری وہ جو ایک طور سے آزاد تھیں اور انگریزوں کی آمد سے پہلے ہی موجود تھیں جیسے جے پور، جودھپور گوالیار اور اندور وغیرہ۔ ڈلہوزی کے پہلے یہ دستور تھا کہ اگر کوئی راجہ بے اولاد ہوتا تو وہ یا اس کی رانی کسی لڑکے کو گود لے سکتے تھے۔ ڈلہوزی نے یہ دستور بدل دیا اس کے اصول کے مطابق انگریزی سرکار اسی گود لئے ہوئے لڑکے کو مان سکتی تھی جو اس کی مرضی کے مطابق گود لیا گیا ہو اس قاعدے کی رو سے کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں انگریزی سلطنت میں ملائی گئیں مگر بڑی آزاد ریاستوں میں یہ قانون نہیں چلا

لارڈ ڈلہوزی کی اس پالیسی کو بہت برا بتایا جاتا ہے کہ وہ دیسی ریاستوں کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا اصل میں ڈلہوزی کی یہ رائے تھی کہ برٹش انتظام سے رعایا کی بھلائی ہوگی اس میں شبہ نہیں کہ کئی جگہ انتظام حکومت میں رعایا کو ترقی حاصل ہوئی لیکن ہتھیار چھن جانے اور آزادی جاتے رہنے سے رعایا کے حوصلے، بہادری اور اس کی خودداری ان سب کا خاتمہ ہو گیا

اس اصول کے مطابق لارڈ ڈلہوزی نے چھوٹی بڑی آٹھ دیسی سلطنتوں کو انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا۔ مثلاً ستارہ (۱۸۴۸ء) میں جیت پور (۱۸۴۹ء) سنبھل پور (۱۸۴۹ء) میں جب اودے پور وسط ہند (۱۸۵۲ء) میں جھانسی (۱۸۵۳ء) میں اور ناگپور ۱۸۵۴ء میں ان ریاستوں میں گورنمنٹ نے دائن

لڑکوں کو وارث تسلیم نہیں کیا جو گود لئے گئے تھے دوسرے رئیس بھی یہ اصول دیکھ کر ڈر گئے اور ان کو انگریزوں کی طرف سے خطرہ ہو گیا ۱۸۵۷ء کے فوجی غدر میں انھوں نے سپاہیوں کو مدد دی جھانسی کی رانی لکشمی بائی نے اس لڑائی میں بڑی عجیب بہادری ظاہر کی کرناٹک اور تنجور کی ریاستیں بھی انگریزی سلطنت میں ملائی گئیں باجی راؤ پیشوا کی وفات (۱۸۵۳ء) کے بعد ڈلہوزی نے اسکے متبنیٰ بیٹے نانا صاحب کو تسلیم نہیں کیا اور اسے پنشن دے کر پیشوا کے عہدے سے علیحدہ کر دیا۔

اودھ کا انگریزی سلطنت میں ملانا

اودھ کو انگریزی سلطنت میں ملانے کے دو سبب تھے کمپنی کے ساتھ اودھ کا تعلق کلایو کے زمانہ سے چلا آتا تھا ۱۷۶۵ء میں بکسر کی جنگ کے بعد اگر انگریز چاہتے تو اودھ کو اپنی سلطنت میں ملا لیتے لیکن انھوں نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا امدادی صلح کے مطابق ویلزلی نے دوآب میں اودھ کے کئی ضلع انگریزی فوج کے مصارف کی غرض سے لے لئے تھے اور نواب سے انتظام حکومت میں اصلاح کرنے کو بھی کہا تھا بنٹنگ نے بھی نواب کو دھمکی دی تھی کہ اگر انتظام حکومت ٹھیک نہ کرو گے تو تم سے حکومت چھین لی جائے گی حکومت کی اصلاح نہیں ہوئی اور سلطنت کی حالت بگڑتی چلی گئی دوسری طرف پنجاب کے انگریزی سلطنت میں مل جانے سے سرحد کی حفاظت کی بھی زیادہ فکر نہ رہی نواب واجد علی شاہ ناکارہ تھا گویئے بھانڈ اور ہیجڑے اور ناچنے گانے والے اس کے مصاحب تھے اور عیاشی میں سلطنت کا روپیہ برباد کراتے تھے ۱۸۵۶ء میں لارڈ ڈلہوزی نے اودھ کی حالت کو جانچا اور ایک رپورٹ تیار کر کے اس میں نواب کی بد انتظامی کا حال بیان کیا اودھ کی سلطنت کمپنی نے اپنی سلطنت میں ملائی اور واجد علی شاہ کو پنشن دے کر کلکتہ بھیج دیا

حکومت کی اصلاح

لارڈ ڈلہوزی کے زمانے میں ہندوستان کو خوب ترقی ہوئی اس نے تعلیم پر خاص توجہ کی ۱۸۵۴ء میں سر چارلس ووڈ کی مشہور رپورٹ شائع ہوئی جس میں سرکار نے رعایا کو ابتدائی تعلیم دینا اپنا فرض تصور کیا تعلیم کا محکمہ علیحدہ قائم ہوا اور اس کی نگرانی کے لئے ایک ڈائرکٹر مقرر ہوا بہت سی سڑکیں نہریں اور پل بنائے گئے اور ان کی نگرانی کے واسطے بھی ایک نیا محکمہ قائم ہوا جس کا نام "محکمہ عمارات" رکھا گیا۔ نہر گنگ بنائی گئی اور پنجاب کی نہروں کے سلسلے بھی جاری ہوئے تجارت اور زراعت کی ترقی ہونے سے سرکار کی آمدنی بڑھ گئی بندرگاہوں کی حالت درست ہو گئی اور ولایت کے ملکوں سے تجارت ہونے لگی۔ ریل اور تار برقی سے رعایا کو آمد و رفت کی آسانی حاصل ہوئی اور تجارت بھی بڑھی ڈاک کا بھی عمدہ انتظام ہوا آدھ آنے والے

ٹکٹ بننے جن کو لگا دینے سے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے کنارہ تک خط جانے لگے کمپنی کے ڈائرکٹر اب تک صرف اپنے دوستوں اور رشتہ داروں ہی کو بڑے بڑے عہدے دیا کرتے تھے ہندوستانیوں کے لئے ان عہدوں کا دروازہ بالکل بند تھا ۱۸۵۳ء میں جب کمپنی کو نیا اجازت نامہ ملا تو اس وقت یہ طے ہوا کہ انگلستان میں امتحان لے کر نوکری دی جایا کرے اور ذات پات مذہب اور رنگ کا فرق نہ کیا جائے ہندوستانیوں کو بھی اب اپنی لیاقت دکھانے کا موقع ملا

ڈلہوزی کی واپسی انگلستان کو

سخت محنت کرنے سے لارڈ ڈلہوزی کی تندرستی خراب ہو گئی اس لئے وہ ۱۸۵۶ء میں انگلستان واپس گیا اس کی پالیسی سے انگریزی سلطنت کی وسعت تو بڑھ گئی لیکن ملک میں بے اطمینانی پھیل گئی ملکی راجاؤں اور نوابوں کو یہ فکر لگ گئی کہ کسی دن ہماری ریاستیں بھی نہ چھن جائیں مگر اس بارے میں لارڈ ڈلہوزی کا بہت زیادہ قصور نہیں ہے بلکہ یہ امدادی صلح کا خوفناک نتیجہ تھا ڈلہوزی دیسی ریاستوں کے ملکی انتظام پر اطمینان نہیں رکھتا تھا مگر اس کو رعایا کے آرام کا خیال رہتا تھا اس نے آٹھ سال کے زمانے میں رعایا کی بہتری کے لئے کئی کام کئے جو اس کی حوصلہ مندی فرض شناسی اور لیاقت کے گواہ ہیں

لارڈ کیننگ

لارڈ کیننگ فروری ۱۸۵۶ء میں گورنر جنرل ہو کر آیا۔ وہ امن پسند اور عقلمند حاکم تھا مگر اسے آتے ہی ایک ہولناک مصیبت کا سامنا ہو گیا

جنگ کا سبب

آپ پڑھ چکے ہیں کہ لارڈ ڈلہوزی نے کئی چھوٹی بڑی دیسی ریاستیں انگریزی سلطنت میں شامل کر لی تھیں اس پالیسی سے دیسی رئیسوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمارا بھی یہی حال نہ ہو جن لوگوں کی ریاستیں چھین لی گئی تھیں ان میں بہت زیادہ بددلی پھیلی تھی وہ انگریزوں سے بدلہ لینے کے خواہشمند تھے۔ جھانسی کی رانی، نانا صاحب اور ناگپور کا راجہ یہ سب ہندوستان سے انگریزوں کو نکال دینے اور اپنی خود مختار سلطنت قائم کرنے کی فکر میں تھے اودھ کا انگریزی سلطنت میں ملایا جانا بنگال کی فوج کو ناگوار ہوا کیونکہ اس فوج کے زیادہ تر سپاہی اودھ ہی کے ضلعوں کے رہنے والے تھے۔ گوجر قوم مجموعی طور سے انگریزوں کو اپنے لئے دشمن سمجھتی تھی۔ بلوے کے کئی اور سبب بھی تھے مثلاً یہ کہ ریل اور تار ہندوستانیوں کے لئے خوف پیدا کرنے والی چیزیں تھیں انہوں نے ان کو مذہب کے بگاڑنے کا سامان سمجھا انگریزی تعلیم کی اشاعت اور اور اسپتال وغیرہ کھولے جانے سے بھی لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ سرکار ان کو عیسائی بنا لینا چاہتی ہے

۱۸۵۷ء میں آزادی کی جنگ
اور
اس کے مفصّل حالات

اے ارضِ پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے تیری رگوں میں اب تک خوں رواں ہمارا

جنگ آزادی کی ابتدا ۱۸۱۳ء

پیچھے جہاں گجرات (سہارنپور) کی ریاست لنڈھورہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اس جگہ ہم نے راجہ رام دیال سنگھ کی موت کے بعد صرف لنڈھورہ خاص کو ہی ۱۹۲۲ء تک بیان کیا ہے، دوسرے واقعات جو گوجروں کی جنگ آزادی سے متعلق تھے، ان کو چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ تمام واقعات یکجا تحریر کئے جائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء سے کچھ ماہ پہلے بارک پور چھاؤنی (کلکتہ) میں چند فوجیوں نے انگریز سپہ سالار کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فوجی سپاہیوں کا یہ خیال تھا کہ کارتوسوں میں جسے دانتوں سے چکنا کرنا پڑتا تھا، گائے اور سور کی چربی لگی ہوئی ہے، اس نافرمانبرداری کے جرم میں دلیش پانڈے اور اس کے دو ساتھیوں کو پھانسی دی گئی، یہ کام صرف شخصی نوعیت کا تھا مگر اس واقعہ سے ہندوستانی فوجیوں میں بے چینی ضرور پھیل گئی۔ اس کے بعد ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جنگ کی ابتداء میرٹھ سے ہوئی۔ مگر گوجر قوم کے دشمن مورخوں نے جہاں اس جنگ کے پس منظر

منظر کو پوشیدہ رکھ کر گوجروں کے ساتھ انصاف نہیں کیا وہاں وہ واقعات کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی وجہ سے صحیح حالات سے بھی دور چلے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ میرٹھ چھاؤنی میں آزادی کی جنگ میں فوجی سپاہی شریک ہوئے مگر اس زمانہ میں میرٹھ میں سب سے زیادہ انگریز رہتے تھے اور دلّی میں زبردست انگریزی فوج رہتی تھی جو وہاں سے صرف چالیس میل دور ہے، اتنے نزدیک جنگ کو شروع کرنا فوجی دستہ کا کام نہ تھا بلکہ صرف گوجروں کا یہ کام تھا جبکہ وہ دلّی کے چاروں طرف سے میرٹھ اس وقت علی اعلان بیرونی حکومت کے خلاف نعرے لگا رہے تھے گوجر مکمل طور سے چوالیس ۴۴ سال سے انگریزوں کے خلاف لڑتے آرہے تھے۔ انھیں گوجروں کا ساتھ میرٹھ کے فوجی سپاہیوں نے دیا، جنگ آزادی کی ابتدا گوجروں نے ۱۸۱۳ء میں کر دی تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۸۱۳ء میں راجہ رام دیال والئی گجرات کا انتقال ہوگیا۔ راجہ رام دیال کا علاقہ موجودہ ضلع میرٹھ تک تھا۔ میرٹھ میں پھر گوجروں کی ریاست پریچھت گڑھ واقع تھی۔ اسی طرح جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے دلّی کے ہر چہار طرف ڈیڑھ سو میل کے نصف قطر کے دائرہ میں گوجر برسر اقتدار تھے جنھیں شاہان دہلی نے اٹھارویں صدی میں آزاد وخود مختار راجہ تسلیم کر لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گوجر دلّی کے برائے نام مغل بادشاہوں کی حمایت کا دم بھرتے تھے۔ انگریزوں نے تمام ملک کی ریاستوں کو ہڑپ کرنا شروع کر دیا تھا۔ سرداروں کی پنشن وغیرہ بھی اپنے مقبوضہ علاقوں میں انگریزوں نے ضبط کر لی تھیں۔ اس لئے انگریزی مقبوضات میں عام بے چینی تھی، لیکن دلی کے علاقہ میں ابھی انگریزوں کا اقتدار قائم نہ ہوا تھا۔

حالانکہ دلّی پر انگریزوں کا اقتدار ۱۷۶۹ء میں قائم ہو چکا تھا جبکہ شاہ عالم نے عہد نامہ الہ آباد کیا تھا۔ مگر انگریز پہلے پہل ۱۸۰۳ء میں دوآبہ اور دلّی میں داخل ہوئے جبکہ لارڈ ولزلی انگریزی مقبوضات کا حاکم اعلیٰ تھا۔ مغل بادشاہوں نے اپنا وظیفہ مقرر کر کے تمام علاقوں کی مالگزاری کی وصولیابی انگریزوں کے سپرد کر دی، مغل بادشاہ تو وظیفہ لے کر خاموش ہو بیٹھے، مگر گوجروں نے یہ ماتحتی قبول کرنے سے انکار کر دیا ۱۸۱۳ء تک انگریز بادشاہ دلی کے فرمان کی رو سے بندوبست میں لگے رہے اور اپنے پٹھو

(غدار وطن) تلاش کرتے رہے۔ مگر ۱۸۰۳ء سے ۱۸۱۳ء تک پورے دس سال انہوں نے کسی زمیندار، تعلقہ دار یا راجہ سے چھیڑ خانی نہ کی۔ راجہ رام دیال والیٔ گجرات کی موت ۱۸۱۳ء کے چند ماہ بعد ریاست کا انتظام رانی دھن کنور کے ہاتھ میں آیا مگر ریاست کے رشتہ داروں نے الگ الگ تعلقہ جات مقرر کر لئے۔ جس پر انگریزوں نے بالکل خاموشی اختیار کی۔ یہ تعلقہ جات مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) تھتکی (علاقہ دیوبند) (۲) تعلقہ بلیدھ (۳) تعلقہ جبرہیڑی ان کے علاوہ دوسرے تعلقہ جات یہ تھے۔

(۱) علاقہ بھگوان پور (۲) تعلقہ ڈاڈلی۔ اس تعلقہ کنجہ (۳) تعلقہ تلہڑی (۵) تعلقہ چاندپری۔

(ا) تعلقہ تھتکی میں تخفیف کر کے انگریزوں نے اسے مالی کو دے دیا۔

(ب) تعلقہ بلیدھ میں تخفیف کر کے صرف چوبیس گاؤں سابقہ راجہ کے بیٹے مدن سنگھ کو دے گئے۔ مگر پھر ان مواضع پر مالگزاری کا اس قدر بوجھ ڈال دیا کہ عدم ادائیگی میں تمام مواضع راجہ مدن سنگھ سے لے لئے گئے اور اس کے پاس صرف ایک گاؤں ۱۸۱۹ء میں بلیدھ ہی رہ گیا۔

(ج) جبرہیڑی تعلقہ میں صرف اٹھارہ گاؤں واپس کئے گئے۔

(د) علاقہ تلہڑی کو مٹا کر صرف چند گاؤں راجہ تخت سنگھ کی بیوہ رانی دیا کنور کو دے گئے۔

(س) تعلقہ ڈاڈلی تخفیف کر کے گوجر سردار گلاب سنگھ کو دیا گیا۔

(و) علاقہ بھگوان پور (ص) علاقہ کنجہ جو پہلے راجہ کوڑا سنگھ کے پاس تھے ان میں تخفیف کرنے کی کوشش کی گئی تو راجہ کوڑا سنگھ کے بیٹے راجہ فتح سنگھ نے تلوار نیام سے نکال لی۔

(ض) تعلقہ چندپری کے راجہ لسبادن سنگھ نے بھی قانون آراضی کو نہ مانا

آزادی کے داعی اوّل بہادر وجے سنگھ کی بھگوان پور میں تقریر ۱۸۱۳ء

بہادر گوجرو! آج تم لوگوں کو اس لئے یہاں بلایا گیا ہے تاکہ ہم باہم مل کر سوچیں آیا

ہمیں آزادی سے اپنے ملک میں رہنا ہے یا بیرونی قوموں کا غلام بن کر رہنا ہے؟

گجرات گوجروں کا وہ ملک ہے جس نے تیمور کو پسپا کیا۔ جہاں سے شیر شاہ اپنی جان بچا کر بھاگا۔

اکبر نے ہماری سرداری قبول کی۔ ہمارے بزرگوں نے دنیا کی پیدائش سے آج ۱۸۵۷ء بکرمی (۱۸۱۳ء) تک کسی غیر قوم کو باج و خراج نہیں دیا۔ بیرونی مسلمانوں نے جب دھارا نگری تباہ و برباد کی تو ہم نے ماتحتی قبول کرنے کے بجائے پناہ گاہوں میں پناہ ڈھونڈی مگر اپنا سر خم نہ کیا۔ جہاں جہاں آج تک گوجر بستے ہیں بلاشک وہ دریاؤں کے کھادر، پہاڑوں کی گھاٹیوں اور ریگستانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور ان کے بیشتر حصہ نے ہر چہار طرف ملک میں اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر لی ہے، مگر ملک دشمن لوگوں نے میر صادق، میر جعفر، نواب اودھ وغیرہ کی شکل میں اپنے وظیفے مقرر کرا کے ملک کی باگ ڈور انگریزوں کے سپرد کر دی ہے۔

یہ ملک ہمارا ہے، اس کو زرخیز بنانا ہمارا کام ہے۔ اس میں باغات لگانا ہمارا فرض ہے۔ اس کی حفاظت کرنے کی وجہ سے ہمارے بزرگ کھشتری کہلائے، ملک کے دشمنوں اور بدمعاشوں کو اکھاڑ پھینکنے کی وجہ سے ہمارے بزرگ گوجر کہلائے۔ گوجر قوم پر آج حیرت ہے کہ ان کے ملک میں ایک نئی حملہ آور قوم بڑھی چلی آ رہی ہے لیکن وہ جائیدادوں اور تعلقہ داری کے فریب کے چکر میں آ کر اپنی آزادی کھو بیٹھے ہیں۔ آج تمام گوجر آہستہ آہستہ ماتحتی قبول کرتے جا رہے ہیں، اگر ہم نے بلا چون و چرا اس ماتحتی کو قبول کر لیا تو آئندہ آنے والی نسلیں ہم پر بزدلی کا الزام لگائیں گی۔

مجھے یقین ہے کہ اگر ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو سابقہ بیرونی قوموں میں سے وہ لوگ بھی ہمارا ساتھ دیں گے جو اس ملک کو اپنی جائے پیدائش سمجھ کر اس کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار ہو جائیں گے مگر ان کے ساتھ دیکھ بھال کر چلنا ہو گا۔ ایسا نہ ہو اس آزمائش سے ان کی کوئی غرض وابستہ ہو۔ وطن کو بچانے کے صرف وطنی جذبہ ہی کام آ سکتا ہے میں نے تمام گوجروں میں اپنے آدمی بھیجے ہیں مگر ہر مود کے ہندو گوجروں نے قطعاً انکار کر دیا ہے۔ تمام مسلمان گوجر ہمارے ساتھ ہیں مگر علاقہ کاندھلہ کے سردار رانا فتح جنگ چوہان اور ستگاؤں کے سردار رانا گلاب علی چوہان نے یہ کہلا کر بھیجا

ہے کہ کاندھلہ کے متولی (شیخ صاحبان) اس جنگ کو بادشاہ وقت کے خلاف بتاتے ہیں اور ایسا کرنا گناہ بتاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے شیخ صاحبان نے جاگیر لینے کے لالچ میں انگریزوں سے ساز باز کرلی ہے، مگر مجھے یقین ہے کہ جس دن آزادی کے نقارہ جنگ پر چوب ماری جائے گی کوئی گوجر خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ہرگز جنگ سے باہر نہ رہے گا۔ شیخ صاحبان اپنی ذاتی اغراض کے تحت چاہے جتنا بہکائیں مگر جنگی نقارہ سنتے ہی ہر گوجر جھوم اُٹھے گا۔ علاقہ باغپت ضلع میرٹھ کے موضع نزدج پور (نوروز پور) کے رانا گل علی نے تن من دھن سے انگریزوں کے خلاف کارروائی کا منصوبہ باندھا ہے۔ سردار کلیان سنگھ نے دہرہ دون میں انگریزوں کی ماتحتی قبول کرنے کے لئے انکار کر دیا ہے۔ انگریزوں نے وہ فوج جو جنگ نیپال سے واپس آئی تھی، اس کو گرفتار کرنے کے لئے چھوڑ دی ہے۔ آج کل وہ گڑھوال کے پہاڑوں میں امداد کا منتظر ہے۔ اگر آپ لوگوں کا مشورہ ہو تو اسے یہاں بلا کر آزادی کا اعلان کر دیا جائے۔

سب حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا "ہمیں منظور ہے"۔

پھر سردار لبادن سنگھ نے کہا "بہادرو۔ آج ہی سے اعلانیہ تیاری کر دو جو بھی انگریز افسر بندوبست آراضی کے بہانہ دلّی سے آئے اُسے گرفتار کرکے فوراً راجہ وجے سنگھ کے پاس بھیجدو۔

حاضرین گھوڑوں پر سوار ہو کر نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹے "راجہ وجے سنگھ زندہ باد" گوجر قوم زندہ باد۔

× × ×

منصوبہ کے مطابق گجرات کے گوجروں نے انگریزوں کے خلاف آزادی کا اعلان کر دیا۔ دلّی اور سہارن پور کے درمیان وہ راستہ جو میرٹھ یا مظفر نگر اور کاندھلہ یا تھانہ بھون ہو کر آتا تھا سب راستے بند کرائے گئے۔ سہارن پور تمام علاقوں سے کٹ گیا۔ انگریزی پیدل رسالے جو بھی بھیجے گئے ان سے رسد وغیرہ چھین کر راستوں ہی سے بھگا دیا گیا۔ جو سوار فوج بھیجی گئی اس سے گھوڑے چھین لئے گئے۔ سہارنپور سے انگریز کلکٹر اور فوج جان بچا کر بھاگ گئی، مگر گوجر دہرہ دون کی فوج کو علاقہ سے

ع۔ ان شیخوں کو بعد میں چند مواضع انگریزوں نے دے دئے تھے۔ مولف

نکالنے میں ناکامیاب رہے۔ ۱۸۱۶ء میں جنگ نیپال میں انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی تھی نیپال کے راجہ سے انھیں شملہ، مسوری، چکروتہ، الموڑہ اور نینی تال وغیرہ علاقے مل چکے تھے یہ فتحمند فوج دہرہ دون میں ڈیرے ڈال کر مقیم ہو گئی۔ مگر یہ فوج بھی سہارنپور میں انگریزوں کی مدد نہ کر سکی کیونکہ راجہ کلیان سنگھ نے جو گڑھوال میں مقیم تھا۔ اس فوج کو اپنے ساتھ وہیں جنگ میں لگائے رکھا۔

۱۸۲۲ء میں مسٹر گیبولٹس کو سہارنپور کا کلکٹر بنا کر بھیجا گیا اور اس کے ہمراہ فوج بھیجی گئی۔ یہ فوج براستہ انبالہ، جگادھری دوآبہ میں داخل ہوئی جہاں سے جمنا سہارنپور صرف پندرہ میل دور تھا۔ یہ فوج جیسے تیسے شہر میں داخل ہو گئی۔ راجہ فتح سنگھ نے اس دوران مقام کنجہ میں کچا قلعہ تعمیر کر لیا تھا۔ جیسا کہ بھرت پور کا قلعہ تھا جسے لارڈ لیک بھی فتح نہ کر سکا۔ قلعہ مکمل ہوتے ہی سردار کلیان سنگھ دہرہ دون سے کنجہ آگیا اور عام بھرتی شروع کر دی۔

بمقام لوادہ شیخ زادوں اور سید زادوں نے انگریزوں کو خبریں پہنچانی شروع کردیں چنانچہ دسمبر ۱۸۲۲ء میں اس گاؤں کو لوٹ لیا گیا مسٹر گین اور مسٹر شور فوجی دستوں کے ساتھ کنجہ کی طرف بڑھے، کنجہ سہارنپور سے صرف پندرہ میل دور بجانب مشرق واقع ہے بھگوان پور کے پاس گوجر سرداروں نے انگریزی سپاہ کو شکست فاش دی، دونوں انگریز سربراہ جان بچا کر واپس سہارنپور آگئے —

آخر کار انگریزوں نے مزید کمک طلب کی، ادھر گوجروں نے انگریزوں کے ہمدرد رائے پور والوں کو عین دہرہ دون کے نزدیک جا کر سزا دی مگر دہرہ دون کی فوج نے انھیں گھیرے میں لے لیا۔ کلیان سنگھ کے بہت سے وفادار مارے گئے اور بقایا گرفتار ہوئے مگر کلیان سنگھ اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا اور بچے کھچے ہمراہیوں کے ساتھ کنجہ آیا جہاں اسے مسلمان گوجر کوڑے اور بھورے کی حمایت مل گئی، اب جان نثاروں کی یہ جماعت اور بھی مضبوط ہو گئی۔ انھوں نے تمام گاؤں سے براہ راست مالگزاری وصول کرنی شروع کی، گجرات کے تمام زمیندار ان کے حامی تھے انہوں نے جنوب میں میرٹھ اور مشرق میں مرادآباد تک کے تمام علاقہ سے انگریزوں کو نکال دیا مگر انگریز

خاص سہارنپور میں محصور ہو کر جم کر لڑتے رہے، مگر جتنی مرتبہ انھوں نے کنجہ کے قلعہ پر حملہ کیا اتنی ہی مرتبہ انہیں شکست کھا کر بھاگنا پڑا

نئے کلکٹر گرنیڈیر اور فوجی سپہ سالار مسٹر ینگ نے راجہ وجے سنگھ والئی کنجہ کو صلحنامہ کا خط لکھا جس کی رو سے اُسے راجہ تسلیم کیا گیا مگر اس نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اور حسب سابق بہادر کلیان سنگھ، بھورے اور کوڑے کی مدد کرتا رہا۔ دہرہ دون سے گورکھا پلٹنیں معہ کثیر افواج انگریزی کنجا کی طرف بڑھیں۔ بہادر کلیان سنگھ نے اس بھاری فوج کی آمد کی اطلاع پاتے ہی تمام گوجروں کو جنگ کے لئے پکارا۔ اس اعلان کی خبر اور گوجروں کے کنجہ میں اکٹھا ہونے کی خبر انگریزوں کو ملک کے غداروں نے پہنچائیں، چنانچہ انھوں نے جلد از جلد پیشقدمی کو تیز تر کر دیا۔

بہادر کلیان سنگھ نے قلعہ سے باہر مورچے سنبھالے اور تمام بہادروں کو ان کے مورچوں میں بٹھا کر خود اگلے مورچے کے باہر صورت حال کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ کہ انگریزی فوج کلیان سنگھ کے اندازے سے بہت پیشتر آگئی۔ ان کا ہراول دستہ نیشکر کے کھیتوں میں ہو کر عین اس جگہ برآمد ہوا جہاں کلیان سنگھ چند ہمراہیوں کے ساتھ مورچے کھدوا رہا تھا۔ گوجر سردار نے ان کے گھوڑوں کی آواز کو گوجر شہسواروں کی آمد پر محمول کیا۔ لیکن کھیتوں میں سے جب انگریزوں کے لال چہرے دکھائی دیئے تو بہادر گوجر نے موقعہ کو نہ سمجھتے ہوئے بندوق سنبھال لی۔ اور اسی جگہ زمین پر لیٹ کر مقابلہ شروع کر دیا، نامکمل مورچوں سے بھی گوجروں نے فائرنگ شروع کر دی۔ مگر انگریزوں کے بہت جلد پہنچ جانے کی وجہ سے گوجروں کو نیشکر کے کھیتوں کو کاٹ ڈالنے کا موقعہ نہ مل سکا تھا لہٰذا انگریزی سپاہ کے لئے نیشکر کے کھیت بہترین پناہ گاہ اور مورچے ثابت ہوئے سردار کلیان سنگھ لڑائی میں مارا گیا۔ تمام گوجر سپاہی مورچے چھوڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔

اپنے سپہ سالار کی موت کے باوجود گوجروں نے ہمت نہ ہاری اور قلعہ کی دیوار سے گولیوں کی بارش شروع کی۔ انگریزوں نے توپوں کے گولوں سے قلعہ کو اُڑانا چاہا

مگر کچی دیواروں پر گولے بیکار ثابت ہوئے۔ کئی مرتبہ انگریزوں نے سیڑھیاں لگا کر قلعہ کی دیوار پر چڑھنا چاہا مگر ہر مرتبہ گوجروں کی گولیوں کا نشانہ بن زمین پر لڑھک کر گرے، قلعہ کی دیواروں کے چاروں طرف انگریزوں کی لاشیں دکھائی دیتی تھیں۔

اکیلے کلیان سنگھ کی موت کی خبر سن کر ملک کے غداروں نے یہ خبر مشہور کر دی کہ گوجر شکست کھا چکے ہیں اور قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ بہادر گوجر جو اعلان کے مطابق کنجہ آرہے تھے۔ کنجہ کی طرف سے اپنے آدمیوں کی کوئی خبر نہ پاکر ناامیدی میں منتشر ہو گئے۔ حالانکہ یہ اگر قلعہ تک پہنچ جاتے تو انگریزی فوج گھیرے میں آجاتی، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ متواتر سات روز تک قلعہ پر گولے برستے رہے آخر ساتویں روز ایک طرف بہت ذرا سا شگاف دیوار میں نمودار ہوا۔ انگریزوں نے گورکھوں کو اس شگاف کے ذریعہ اندر گھسنے کا حکم دیا۔ پالتو چھوٹی ٹلسل کے گورکھے جو اس زمانہ میں دو روپیہ ماہوار تنخواہ لیتے تھے اس شگاف میں گھس پڑے بہت سے مارے گئے خود مسٹر شور بری طرح زخمی ہوا مگر انگریزی سپاہ قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ گوجروں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور کئی گھنٹے تک حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے آخر پسپا ہو کر قلعہ چھوڑنا پڑا۔ انگریزی سپاہ کو ان کا تعاقب کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انگریزوں نے قلعہ کو گورکھوں سے مسمار کرا کے زمین کے برابر کر دیا۔ آج یہ قلعہ سہارنپور اور رڑکی کے درمیان پختہ سڑک سے تین میل کے فاصلہ پر مٹی کا ڈھیر ہے اس مٹی کے ڈھیر میں گوجر بہادروں نہیں نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں کی لاشیں مدفون ہیں جو رہ رہ کر گوجر قوم کا خون گرما رہی ہیں۔

قلعہ کنجہ مفتوح ہو گیا۔ گوجروں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ بہادر بھورا اور بہادر کوڑا رشی کیش کے جنگلوں میں پناہ گزیں ہوئے اس دوران انگریز پنجاب میں اقتدار کی کامیاب جنگ سکھوں کے خلاف لڑ چکے تھے، پورے ملک پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس لئے ان پناہ گزینوں کو ختم کرنا کوئی مشکل امر نہیں تھا۔ ۱۸۴۷ء میں گنگا کے کنارے شوالک اور ہمالیہ پہاڑ کے درمیانی میدان میں پہلے سردار بھورا اور کوڑا بھی اپنی جانوں کو دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے خالق کو سپرد کر گئے، مگر بہادر گوجروں نے اپنے سرداروں کی لاشیں دشمنوں کو نہ دے کر گنگا کے سپرد کیں۔ بھورا اور کوڑا کی

موت ایک ہی سال میں چھ ماہ کے عرصہ میں واقع ہوئیں۔

انگریزوں نے سہارنپور گزٹ ایر اور دیوبند گزٹ ایر کے صفحات ۱۸۴ تا ۱۸۹ پر ان تمام واقعات کو تحریر کرکے بہادر کلیان سنگھ، بہادر بھورا اور بہادر کوڑا کوڈاکو لکھا اور دجے سنگھ کو باغی تحریر کیا۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جنھوں نے اپنے ملک کی حفاظت میں اپنے ملک کے دشمنوں سے نامناسب کلمات سنے، جو ہماری بہادری شجاعت اور حب الوطنی کی صریح دلیل ہیں۔

گجرات کے واقعات نے تمام گوجروں میں جوش پیدا کردیا۔ انھوں نے ملک کی آزادی کے اعلان کو سوالک سے جنوب میں گوجر گڑھ اور جھانسی تک پہنچادیا۔ ہر چہار طرف گوجروں کی زبان پر آزادی، آزادی کا نعرہ تھا۔ انگریزوں نے حالانکہ راجہ دجے سنگھ کو باغی قرار دے دیا تھا مگر وہ اسے گرفتار نہ کرسکے۔ گوجروں کے رشتہ دار جو پریچھت گڑھ (ضلع میرٹھ) بلند شہر وغیرہ اضلاع میں تھے۔ ان واقعات کو آزادی کا اعلان سمجھ کر کمربستہ ہوگئے۔ ہر چہار طرف انگریزوں کی چوکیوں پر حملے ہو رہے تھے۔ میرٹھ چھاؤنی کے چاروں طرف گوجروں کی قربانیاں اور دلیری نے ہندوستانی سپاہیوں میں بھی آزادی کی لہر پیدا کردی چنانچہ ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء کی صبح کو میرٹھ میں ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے انگریز افسروں کو تہ تیغ کردیا۔ ہر چہار طرف سے گوجر اپنے دیہات سے نکل پڑے۔ میرٹھ جیل کا دروازہ توڑنے میں گوجر شریک تھے ہندوستانی سپاہیوں نے جب بیگم بازار میں انگریزوں کی کوٹھیاں تباہ و برباد کیں تو گوجروں نے اسی وقت چھاؤنی میں آگ لگائی ان مستند واقعات سے چشم پوشی کرکے کون شخص کہہ سکتا ہے کہ جنگ آزادی کی ابتدا فوجیوں نے کی ہندوستانی سپاہی صرف گوجروں کے ساتھ شریک ہوئے ورنہ گوجر پورے چالیس سال پہلے سے آزادی کا جھنڈا بلند کیے ہوئے دوآبہ میں بھر رہے تھے۔

۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء

میرٹھ میں ہندوستانی فوجیوں کی جنگ آزادی میں شرکت کی خبریں آناً فاناً میں تمام موجودہ میرٹھ ڈویژن میں پھیل گئی، سہارنپور، مظفر نگر، میرٹھ، بلند شہر

دغیرہ ــــــ سے گوجر راتوں رات متحد ہو کر انگریزوں کی چوکیوں، تحصیلوں اور ڈاکخانوں پر ٹوٹ پڑے۔ میرٹھ میں دس مئی کو دن میں اور آدھی رات تک گولیاں چلتی رہیں۔ انگریز اپنی بیرکوں میں محصور ہو گئے۔ آزادی کو ہمہ گیر کرنے کے لئے میرٹھ سے لوگ دلی کی طرف چل پڑے، ہندوستانی سپاہیوں کی تعداد دو تین ہزار سے زیادہ نہ تھی، مگر میرٹھ اور دلی کے رستے میں لاکھوں گوجر آ آ کر ان میں شریک ہوئے۔ ۱۱ مئی کی صبح یہ لوگ دلی کے سامنے جمنا کے بائیں کنارے پر نمودار ہوئے انگریزوں نے دریائے جمنا کا پل توڑ دیا۔ تاکہ آزادی پسند دلی میں داخل نہ ہو سکیں۔ آزادی کے پروانے دریا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف چلے اور چند میل کے فاصلہ پر دریائے جمنا کو عبور کر کے دلی میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ جو انگریزی دستہ یا شخص سامنے آیا اسے گولی سے اڑا دیا۔ لوگ قلعہ کے سامنے پہنچے اور انگریزوں کے وظیفہ خور بڈھے بہادر شاہ مغل کو بادشاہ بننے کی پیشکش کی۔ بیچارے بہادر شاہ کی تمام عمر تو بٹیر بازی، طوائفوں کے مجروں اور ذوق کے اشعار سننے میں گزری تھی لہذا معشوق کی نظروں سے گھائل ہوئے عاشق نے سپاہیوں) کی تلواریں دیکھ کر کان پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ "میں بڈھا ہو گیا ہوں تم کسی اور کو بادشاہ بنا لو۔"

آزادی کے متوالوں نے کہا" تو پھر قلعہ ہمارے حوالے کر دو"

آخر بڑی رد و کد کے بعد زینت محل بیگم بہادر شاہ کو ملکۂ ہند بن جانے کی امید نے ہمت دلائی اور اس نے اپنے بوڑھے خاوند کو مجبور کیا کہ وہ آزادی پسندوں کی سرپرستی قبول کر لیں۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس وقت تمام ہندو اور مسلمان جنھیں ملک کی آزادی سے پیار تھا، مغل بادشاہ کی حمایت پر کمربستہ تھے، ہندو مسلم نفاق تو بعد میں انگریزوں کے زمانہ میں خود غرض لوگوں نے پھیلایا تھا۔ بہادر شاہ نے ہر چہار طرف کے گوجروں کو فرمان جاری کئے کہ وہ آئندہ مالگزاری شاہی خزانہ میں داخل کرائیں، جیسا کہ ابھی مفصل مذکور ہوگا گوجروں نے جہاں کہیں انگریزوں کا سرکاری خزانہ لوٹا اس کو دلی بھیجا گیا جاتا بعد میں بہادر شاہ اپنے فرمان سے مکر گیا تھا مگر مؤلف گوجر نے خود بہادر شاہ کا تحریر کردہ

فرمان ۱۸۵۷ء میں بمعہ مہر دیکھا ہے۔ بہادر شاہ نے یہ سب کچھ بعد میں اپنی جان بچانے کے لئے کیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آزادی کی جنگ میں سب قومیں شریک ہوئیں مگر سب قوموں میں غدار بھی تھے۔ صرف ایک گوجر قوم ہی ایسی تھی جس کے ایک فرد واحد نے بھی اپنے فرض سے کوتاہی نہ کی۔ جب انگریز فتحمند ہو گئے تو تمام ملک کے گوجروں کو روند ڈالا گیا ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دئے گئے۔ سوائے گوجروں کے کوئی قوم اس ملک میں ایسی نہیں ہے جس کو مجموعی طور سے اس طرح کچلا گیا ہو۔

دلی کے بادشاہ کے اعلان آزادی کی خبریں ملک میں پھیل گئیں، جھانسی کی رانی لکشمی بائی، تانتیا ٹوپی، بٹھور کے نانا صاحب مرہٹہ اور اودھ کے لوگوں میں بھی ہیجان پھیل گیا۔ اودھ میں بھی گوجر ہی پیش پیش تھے جس کی سزا انھیں بعد میں خوب ملی جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ اودھ کے گوجر نہایت مفلوک الحال ہیں۔ اودھ میں اکثریت مسلمان گوجروں کی ہے۔

آزادی کی جنگ ۱۸۵۷ء کے مفصل حالات متعدد تاریخوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں گوجروں نے کس قدر حصہ لیا یا وہ کس حد تک مصائب کے شکار ہوئے انگریزی سلطنت کی بنیادیں ہلا دینے اور اسے اکھاڑ پھینکنے میں گوجروں کا پہل کرنا قدرتی امر تھا۔ کیونکہ ان میں وہ جوش و جذبہ ابھی تک موجود تھا جس کے تحت انہوں نے محمود غزنوی سے لیکر اورنگزیب کے زمانہ تک ملک کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے مسلسل جدوجہد کی تھی وہ اورنگزیب کے زمانہ میں پھر کامیاب ہو چکے تھے۔ اور اس کی موت کے بعد دلی کے ہر چہار طرف کا مرکزی علاقہ ان کے ماتحت تھا دور دور کے علاقوں میں ان کی تنظیم از سر نو جاگر چکی تھی ڈیرہ غازی خاں۔ گجرات، جہلم، ہزارہ اور سوات میں ان کی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔ دوآبہ گنگا جمنا، بندھیل کھنڈ نیز مشرقی راجستھان میں وہ کلیتہً آزاد تھے نیز دکن میں خاندیش اور گوداوبہ کے علاقہ میں وہ برسراقتدار تھے ایک کتاب "۱۸۵۷ء میں سپاہیوں کی بغاوت" یعنی

SEPOY MUTINY OR REVOLTS 1857" by R.C. Majumdar P28

پر تحریر ہے کہ ڈیرہ مہاراجپور کی باگ ڈور ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کے ہاتھوں میں آئی ۱۸۱۳ء میں گوجروں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کی جس کی وجہ راجہ رام دیال کی موت کے بعد ریاست کے بٹوارے کی تھی لیکن اس پر قابو پا لیا گیا۔ ۱۸۴۲ء میں راجہ وجے سنگھ جو کنجہ کا رئیس اعظم تھا اور یہ جگہ ڈیرہ کی کے بالکل قریب واقع ہے) اور جو مرحوم راجہ رام دیال کا رشتہ دار بھی تھا نے عام بغاوت کر دی اور وہ کلوا گوجر کے ساتھ مل گیا۔ کلوا گوجر اس علاقہ کا مشہور جتھہ بند سرغنہ تھا۔ ان سب گوجروں

کی آزادی کا اعلان کیا اور راجہ ہونے کا اعلان کر کے آس پاس کے تمام اضلاع کو انگریزوں کو مال گزاری بند کرنے کا اعلان کیا اور خود مالگزاری وصول کرنی شروع کی۔ آخر ایک خونریز لڑائی ہوئی جس میں طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے کنجہ کا قلعہ جو مٹی کا بنا ہوا تھا انگریزوں نے بمشکل فتح کر لیا۔"

جب سے مغل بادشاہوں نے انگریزوں سے وظیفہ کھانا شروع کیا تھا۔ گوجر اسی وقت سے کشمکش و پیچ میں مبتلا تھے کہ ایک اور بیرونی قوم اب نئے سر سے غلامی میں لے رہی تھی انگریزوں کا اقتدار گوجروں کے قیام سلطنت اور انکی ترقی کے راستہ میں ایک رکاوٹ تھی۔ قلعہ کنجہ میں گوجروں کے جوش و خروش کے شعلوں کو انکے خون سے انگریزوں نے اپنی دانست میں ٹھنڈا کر کے ان کی ہڈیوں کی راکھ بیچ بادیا تھا مگر اس راکھ سے تیز چنگاریاں نکل نکل کر ہر چہار طرف پھیلتی رہی یوپی دوآبہ میں آزادی کے نعرے گونج رہے تھے ۹ مئی کو اتفاقیہ میرٹھ چھاؤنی میں ہندوستانی سپاہیوں کو ایک معمولی خطا پر جیل بھیج دیا گیا۔ راتوں رات یہ خبر گوجروں تک پہونچ گئی اور ۱۰ مئی کو صبح سویرے گوجروں نے جیل کا دروازہ توڑ دیا اور قومی سپاہیوں کو چھڑا لائے جب چھاؤنی میں یہ خبریں پہونچیں تو ہندوستانی سپاہیوں نے بھی اسے اعلان جنگ سمجھا اور چھاؤنی سے باہر نکل کر بیگم باز میں انگریزوں کی کوٹھیاں اور دوکانات لوٹ لیں۔ یہیں سے جنگ آزادی شروع ہوئی اس جنگ آزادی میں گوجروں نے کتنا حصہ لیا۔ اس کا تذکرہ ہم گوجروں کے دشمن مورخوں کی کتابوں سے پیش کرتے رہیں۔ (مندرجہ ذیل عبارات میں لفظ بغاوت کو جنگ آزادی پڑھئے اور لفظ لوٹنے سے انگریزوں کی کوٹھیاں سرکاری خزانہ اور تحصیلوں کا لوٹنا تھا جو ہمارے ملک کا سرمایہ تھا مولف گوجر)

میمورس آف دی ہسٹری فوکلور اینڈ ڈسٹریبیوشن آف دی ریسز آف دی نارتھ ویسٹرن پروونسز آف انڈیا از سر ہنری ایم ایلیٹ کے۔ سی۔ بی صفحہ ۱۷۶ (سولین ادفیس) "گوجروں نے شمال مغربی ہندوستان کے میرٹھ ڈویژن میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے دنوں میں بغاوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جھگڑے فساد برپا کئے ہم لوگوں کو بیحد تکلیف پہونچائی انہوں نے سکندر آباد ضلع بلند شہر کو لوٹا اور بہت سے مقامات پر اسی طرح کی کارروائیاں کیں ہمارے خلاف دیہاتی پبلک میں صرف گوجر اور رانگڑ ہی تھے جو اس مصیبت کے وقت میں باغی ہو کر انگریزوں کے خلاف بھڑک اٹھے تھے اور جنھوں نے غیر قانونی حالت پیدا کر دی تھی"۔ ابوٹسن کروک بنگال سول سروس اپنی مشہور و معروف کتاب "دی ٹرائبس اینڈ کاسٹس آف دی نارتھ ویسٹرن پروونسز آف اودھ" حصہ دوم صفحہ ۴۴۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح بابر، شیر شاہ وغیرہ کے دور حکومت میں گوجروں نے علم بغاوت بلند کیا اور فتنہ و فساد برپا کر کے گوجروں کی سلطنت کی بنیادیں ڈالیں امن و امان میں خلل انداز تھے اور اسی طرح ۱۸۵۷ء کے غدر میں بھی اپنی عادت کے مطابق انہوں نے فتنہ و فساد برپا کیا اور غیر قانونی کارروائی

کی۔ طرح طرح کے ظلم کئے اور انگریزوں کی فوجی کارروائیوں میں رخنہ انداز ہوئے۔ مسٹر جان ایڈورڈ اپنی مشہور و معروف "سائیکلو پیڈیا انڈیا آف ایسٹرن ایشیا" نامی کتاب کے صفحہ ۱۲۶۶ پر لکھتے ہیں۔

"۱۸۵۷ء کے غدر ہندوستان میں دہلی کے چاروں طرف کے گوجروں کے گاؤں پچھلے ۵۰ برس کی مکمل خاموشی کے بعد ایکدم بگڑ کھڑے ہوئے اور غدر شروع ہونے کے چند گھنٹہ کے اندر اندر تمام ضلعوں کو لوٹ لیا اگر کوئی ذمہ دار سرکاری آفیسر ان کے گاؤں میں پہنچ گیا تو اسکو بھی انہوں نے نہیں چھوڑا۔ برٹش حکومت کے ہٹتے ہی گوجروں نے جو دہلی کے چاروں طرف آباد تھے کھلے عام بغاوت کردی اور اپنی بغاوت کا مظاہرہ کیا۔"

"مارٹنس انڈیا ایمپائر حصہ دوم صفحہ ۱۵۷ ملاحظہ ہو جس میں تحریر ہے کہ "میرٹھ سے آنے والے اور پیادہ فوجی باغیوں کے ساتھ دہلی کے مسلمان بھی اس بغاوت میں شامل ہوگئے نیز دہلی کی فوجیں بھی ان کے ساتھ مل گئیں دہلی کی عام پبلک اور مزدوروں نے ان کا ساتھ نہیں دیا لیکن دہلی کے چاروں اطراف مکمل طور پر بغاوت ہوگئی وہ بے خوف و خطر انگریزوں کو تہ تیغ کرنے لگے۔ یہ گوجر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انگریزوں کی وجہ سے انکی ترقی رک گئی ہے عا اور اسی لئے انگریزوں کو وہ ہمیشہ دشمنی کی نظر سے دیکھتے تھے اور انگریزوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے انہوں نے خونی کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر رابرٹس جو بریگیڈیر گیس کے لئے دہلی کی بربادی اور انگریزوں کے قتل عام کی خبر لے کر ایک سنیاسی (سادھو) کے لباس میں ہنڈن ندی پر پہنچا تو گوجروں نے راز معلوم کرنے کے لئے اس کے ہاتھ و بازو کاٹ دیئے۔ باغیوں کی ان خطرناک حرکات سے پبلک میں خوف و دہشت طاری ہوگیا۔" ۸۳ ویں فوج کے ایک آفیسر نے لکھا ہے کہ "ہماری سب سے زیادہ حالت گوجروں نے بگاڑی۔" شری شیو نرائن دویدی کی تاریخ غدر کے صفحہ ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، خاص طور پر ملاحظہ کیجئے

انڈین میوٹنی ۱۸۵۷ء این ڈبلیو پی۔ انٹلی جینس ریکارڈ۔ سر ولیم میور کے سی ایس آئی حصہ اول لیٹرس فروم آگرہ صفحہ ۲۹ "ہاپوڑ کے مغرب کی طرف کے گوجر زمیندار اس مصیبت کے زمانے کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اپنی پرانی عادت کے مطابق بدلہ لینے مار کاٹ اور گڑبڑ پھیلانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے تار و ڈاک کے تمام سلسلہ منقطع کر دیئے۔" صفحہ ۸۸،

"میرٹھ اور مظفر نگر کے گوجر بہت ہی جوشیلے دکھائی دیتے ہیں اور نہایت ہی تکلیف دہ ثابت ہوئے ہیں آگرہ کیمپ اور میرٹھ کے تمام سلسلہ ڈاک انہوں نے منقطع کر دیئے۔" صفحہ ۹۷،

"بلند شہر میں باغی بڑھ گئے ہیں۔ خزانہ اور جیل کو انہوں نے گھیرے میں لے لیا ہے۔ چودھری ولانسر کے باغیوں کے متعلق خبر ملی ہے کہ وہ برابر بڑھتے چلے آرہے ہیں اور گوجر لوگ انہیں بڑی تعداد میں

عا یہ بات صحیح تھی اور آئندہ بھی یہی ثابت ہوئی۔ مولف گوجر

شامل ہو گئے ہیں ان کے خلاف ایک مضبوط فوج بھیجنی ضروری ہے" صفحہ ۹۷،
"دہلی کی حالت نہایت نازک ہے چاروں طرف باغی سپاہیوں نے جمنا پار کر کے اپنی پوزیشن دہلی میں مضبوط کر لی ہے گوجروں (ڈاکو لٹیروں) نے خاص طور پر سڑکوں کو گھیر لیا ہے اور فتنہ و فساد شروع کر دئے ہیں انہوں نے سینکڑوں انگریز گھوڑ سوار اور پیدل پلٹن کے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے" صفحہ ۱۴۸ — "ہر نرائن زمیندار کھیری (آگرہ) نے جو بغاوت دبانے کے لئے بھیجا گیا تھا بتایا کہ صوبے راؤ دیو ہنس قید میں ہے ۱۶ گوجر اور تین سرکاری فوجی سپاہی لڑائی میں مارے گئے۔ گوجروں نے بغاوت کا اعلان کر دیا اور حملہ کرنا شروع کر دیا ہے"
(وسط ہند اور مشرقی راجستھان) متھرا ڈسٹرکٹ گزٹ ایر صفحہ ۱۱۲، "۱۸۵۷ء کے غدر میں گوجروں نے کھلے بندوں انگریزوں کے خلاف بغاوت کی اور بہت سی معرکہ آرائیاں کیں بیشتر گڑھی کے پاس لکی طاقت نمایاں تھی" آگرہ گزٹ ایر صفحہ ۱۷۹ "دھول پور کے گوجر سردار دیو ہنس نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں آگرہ کے جنوبی حصہ میں قبضہ جما لیا۔ ۱۵ جولائی کو اس نے اراوت نگر، طور، سادھو پور اور تحصیل پر حملہ کر کے فتح کر لیا جہاں میں ... ۳۰ آدمی اور دو توپیں اس کے ہاتھ آئیں۔ سادھو پور کا انگریزی وفادار زمیندار ... ۳۰ آدمی لیکر اس کے مقابلے کو آیا اور مارا گیا دو لاکھ کا مال اس کے ہاتھ لگا" ڈائری دہلی غدر مصنفہ نواب معین الدین حسن خاں اور منشی جیون لال جس کو سر چارلس مٹکاف نے اکٹھا کیا اور تصنیف کیا اور جس کا دیباچہ حسن نظامی نے لکھا اور جو کرم یوگی پریس لمیٹیڈ رین بسیرہ، الہ آباد میں شائع ہوئی تھی) کے صفحہ ۴۵، ۴۶ پر مسٹر مٹکاف تحریر فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا بستیوں میں محلوں کے کھنڈرات پڑے ہیں، جن میں مٹکاف ہاؤس خاص طور سے قابل ذکر ہے اسے میرے والد صاحب سر ٹامس مٹکاف ریذیڈنٹ دہلی نے تعمیر کروایا تھا۔ دہلی کو انھوں نے اپنا گھر بنا لیا تھا۔ انگلینڈ سے وہ اپنے خاندان کی گھریلو اور قیمتی اشیاء اور تمام کتابوں کو لے آئے تھے اس وقت انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔ اور وہ چندراول کے دیہاتی گوجروں کے تباہ و برباد ہو جائیں گے یہ مکان اکیس ایکڑ کے باغ میں بنایا گیا تھا نارنگی کے پیڑ کھڑے تھے پیڑ کاٹ ڈالے گئے آگ بھی لگا دی گئی توپ کے گولوں اور گولیوں سے دیواروں کو چھید دیا گیا۔ دیواروں اور ایک عورت کے دستانوں کے علاوہ کچھ نہیں بچا۔ نز گھر کی مالکن بھی بچ گئی" — نواب معین الدین کے روزنامچہ "گوجر بہت تعداد میں نکل پڑے وزیر آباد اور چندراول سے ان کے گروہ ہر جا طرف لوٹ مار کر رہے تھے۔ مٹکاف کے مکان کو چندراول کے زمیندار گوجروں نے لوٹا اور بعد میں آگ لگا دی ہر ایک یورپین کا گھر انھوں نے لوٹ لیا۔ اور آگ کی نذر کر دیا تیس یورپین بھی قتل کئے گئے" صفحہ ۹۲، ۹۳، بارود کی میگزین

شہر دہلی سے باہر وزیر آباد میں تھی جس کو مقامی زمیندار گوجروں نے لوٹ لیا۔ اور بعد میں جلا دیا گیا۔ نیز میگزین میں ایک لاکھ روپے سے زائد کی بندوقیں ان کے ہاتھ لگیں یہ سب گوجروں کے توسط سے شاہ دہلی کے قبضہ میں چلی گئیں" صفحہ ۱۶۱، " اطلاع ملی ہے کہ ۷ جون کو رسد کی ۶ گاڑیاں جو انگریزی افواج کیلئے تھیں راستے میں گوجروں کے ہاتھوں لٹ گئیں اور یہ سب گاڑیاں بادشاہ کے پاس بھیجی گئیں" صفحہ ۲۳۲، انگریزی فوج کے دو سوار بھاگ کر آئے اور بتایا کہ سہارنپور سے کمسریٹ کا سامان اکٹھا کرنے کے لئے ہمیں میرٹھ سے بھیجا گیا تھا۔ راستہ میں گوجروں نے ہم پہ حملہ کیا اور سب سامان پر قبضہ کر لیا"
(یہ بہادر بندھورہ گوجراں کے محمد عظیم اور محمد مغیث وغیرہ تھے۔ (مؤلف))

صفحہ ۲۰۸، " اطلاع ملی ہے کہ گجرات کے آس پاس رہنے والی قوموں نے شہر کو لوٹ لیا ہے اور پانچسو آدمیوں کو مار ڈالا۔ گجرات کے آس پاس مجموعی طور پر گوجروں ہی کی آبادیاں ہیں۔ دہلی کے جس کے بالکل نزدیک کے باشندے اور بہت بڑے زمیندار مدن سنگھ کو ۱۸ جولائی کو بادشاہ کی طرف سے تحریر کیا گیا کہ غداروں کو لوٹنے اور مارنے کا بازار گرم نہ رکھا جائے بلکہ ان کو گرفتار کیا جائے۔ صفحہ ۲۷۰،
۲۰ اگست کو اطلاع ملی کہ ہر چہار طرف کے گوجر (باغی) دو حصوں میں منقسم ہو گئے ہیں اور لوٹ مار میں لگے ہوئے ہیں کچھ انگریزوں کو مار رہے ہیں اور کچھ قدیم شاہی جاگیرداروں کو)

سہارنپور گزٹ ایر حصہ دوم۔ ایم۔ آر۔ نیول۔ آئی۔ سی۔ ایس صفحہ ۱۹۸ سے ۲۰۵ تک "۱۸۵۷ء کا غدر سہارنپور کی تاریخ میں بڑا اہم ہے، خاص طور سے بغاوت گوجروں نے کی جو ۱۰ مئی کو میرٹھ کی بغاوت کا حال سنکر ایکدم باغی ہو گئے۔ اور بنکوں و انگریز تاجروں کو لوٹ کر حکومتی انتظام کو درہم برہم کر دیا۔ فوجوں کے ذریعہ ان پر چڑھائی کر دی گئی۔ دیو بند کے پاس کے گوجروں کے کچھ گاؤں پر حملہ کیا گیا۔ جس میں فتح پور، سانپلہ اور مایو پور وغیرہ قابل ذکر تھے۔ گوجروں نے مقابلہ کیا۔ انکے گاؤں گاؤں جلا کر راکھ کر دیئے گئے۔ جنگ پور کا امراؤ سنگھ جو اپنے کو راجہ کہلانے لگا تھا۔ اور آزاد ہو گیا تھا اور جس نے بغاوت میں خاص طور سے حصہ لیا تھا۔ اور جس نے علاقے کی مالگزاری بھی وصول کرنی شروع کر دی تھی اسپر سپنکی نے فوجوں کے ساتھ حملہ کر دیا لیکن وہ بچ گیا۔ گوجروں نے سرکاری خزانہ پر بھی حملہ کر دیا
۲۰ جون کو نکوڑ پر گوجروں نے حملہ کر دیا تحصیل اور تھانہ پھونکدیا۔ ان گوجروں کا رابرٹس نے فوجوں کے ساتھ تعاقب کیا۔ اور فتح پور گاؤں کو جلا ڈالا پھر جم کر لڑائی ہوئی گوجروں کے ۴ گاؤں جلا دئے گئے۔ مسٹر بھومی وندھیوہ گاؤں کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا۔ فوج بڈھا کھیڑہ جو گوجروں کا خاص مقام تھا پر پہنچی جو بالکل برباد کر دیا گیا۔ سرساوہ کے گوجروں نے نکوڑ جیسی حالت کر دی۔ فوج کے کمانڈر

نوٹ: ۱۸۵۷ء تک موجودہ اضلاع دہرہ دون، سہارنپور، اور مظفر نگر گجرات کہلاتے تھے

ہیرا سمتھ نے یہ اندازہ لگایا کہ گوجروں سے بچنے کی کارروائی کرنی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ باغی ہو گئے ہیں۔ ۲۲ جون کو منگلور میں گوجر کثیر تعداد میں باغی ہو کر آ گئے تھے پور قاضی کے انگریزی وفاداروں پر گوجر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے تھے سلے قصبہ ختم کر دیا گیا تھا۔ کاٹھ کے گوجر، رانگھڑ اور پنڈیر باغی ہو گئے تھے۔ ضلع میں ان کے علاوہ سب قومیں خاموش تھیں اور باغی خاص سہارنپور میں آ گئے تھے۔ بچاؤ کی تدابیر بھی اختیار کی گئیں تھیں سیڑھولی کے پاس گوجر پھر تیاری میں مشغول پائے گئے"۔

مندرجہ بالا واقعات تو انگریزوں کی تحریریں ہیں۔ اب ہم مقامی مورخوں کی تحریرات پیش کرتے ہیں۔

غلام حسین خاں ولد نواب غلام حسن خاں نے ۱۸۵۸ء میں ایک کتاب "نصرت نامہ گورنمنٹ" لکھی تھی غلام حسین کے دادا نواب فیض اللہ بیگ خانصاحب کو لارڈ لیک نے ۱۸۰۳ء میں علاقہ میوات کے تمام محالات بندوبست سپرد کئے گئے تھے۔ اور ۱۸۰۵ء میں بطور انعام کیفی پرگنہ تعین تازندگی بطور استمراری دیا تھا۔ پھر اسکی اولاد کو اکیس ہزار روپیہ ماہوار ملتا رہا۔ اسی کے پوتے غلام حسین خانصاحب تھے جو انگریزوں کے وفادار تھے اور جنہوں نے یہ کتاب لکھی ان واقعات کی تصدیق موہن لال عرف حسن جان اور حسن نظامی وغیرہ کی کتابوں سے بھی ہوتی ہے ان سب کتابوں سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

"جب بڈھے بہادر شاہ ظفر صاحب نے بادشاہت قبول کی تو اگلے روز دربار منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ صبح کو بادشاہ دیوان خاص میں چاندی کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے درباری اہلکار و مرشدزادے اور امرائے امداد و عمائدین شہر اپنے قرینے سے کھڑے ہوئے مرزا ظہیر الدین عرف مرزا مغل خلعت فاخرہ اور خطاب سپہ سالاری سے سرفراز کئے گئے۔ اور مرزا ابوبکر مرزا فخرو مرحوم کے بیٹے کو سواروں کی افسری دی گئی۔ مرزا خضر سلطان کو پلٹن ہاپٹ کی کرنیلی دی گئی اور محمد بخت اور شاہ الیگزنڈر پلٹن کے کرنیل مقرر ہوئے اور مرزا عبداللہ پسر مرزا شاہرخ مرحوم کو پلٹن چالیسویں کی کرنیلی مرحمت ہوئی۔ اور زینت محل صاحبہ نے پلم تیرہ پلٹن کو اپنی ماتحتی میں لیا اور مرزا بہنڈھو پلٹن کمپنی کی افسری پر متعین ہوئے اور نواب محمد حسن خاں مرزا خضر خاں سلطان کے نائب مقرر ہوئے اور مرزا معین الدین حسن صاحب مرزا مغل کی نیابت میں مقرر ہوئے اور میر نواب مرزا قویاش کے نائب ہوئے اور میر نواب پسر میر تفضل حسین وکیل سررشتہ ہوئے اور میر فتح علی وزیر صحرائی یہ دونوں آدمی گیڑ گاؤں اور گڑھی ہر سرو کی طرف خزانہ لانے کے واسطے روانہ ہوئے اور یہ دونوں آدمی قریب چالیس ہزار روپے کے دونوں جگہ سے لائے اور اسی خیرخواہی کی بنا پر سپہ سالار کی بارگاہ کے قصر میں داخل ہو گئے۔ اور شہزادہ محمد عظیم بن شہزادہ جہان اختر کہ پہلے عہدہ اسسٹنٹی ریذیڈنٹ پر بمقام سرسہ سرکار انگریزی کی طرف سے مقرر تھے۔ اب بحکم بادشاہ دہلی

ضلع رہتک کے بندوبست اور وہاں سے خزانہ لانے کے واسطے ایک پلٹن اور دو ضرب توپ اور میگزین وغیرہ لیکر سرسہ گئے ہوئے تھے وہاں سے ناکام واپس آئے اثناء راہ میں انگریزی فوج سے مقابلہ بھی ہوا لیکن سوائے پسپائی کے ان سے کچھ نہ ہوا (نوٹ۔ فوجوں کے یہ سپہ سالار صاحبان وہ لوگ تھے جو غلیل سے جیت گڑھ کی پہاڑی پر فاختہ اڑایا کرتے تھے) دوسرے دن مرزا جواں بخت وزارت کے عہدہ پر سرفراز کئے گئے۔ نواب ولیداد خاں رئیس مالاگڑھ تعلقہ دار ضلع بلند شہر جو بادشاہ دہلی کے قریبی رشتہ دار تھے۔ خلعت و نظامت صوبہ سے مشرف ہوئے۔ ۲۶ مئی ۱۸۵۷ء راؤ صاحب پرگنہ دادری اور دھوم کو بادشاہ کی جانب سے خلعت و خطاب نقارہ و نشان مرحمت ہوا اور خدمت رسد رسانی اور انتظام راہ شاہدرہ سے مالاگڑھ تک کی سپرد کی گئی (یہ راؤ صاحب قصبات دادری و دھوم کے گوجر رئیس تھے) مسمی سائمل جاٹ انگریزوں کی رسد چھیننے کیلئے باغپت کے علاقے پر تعینات ہوئے چند روز انہوں نے ہنگامہ جاری رکھا لیکن ایک انگریز کے ہاتھ سے مارے گئے انکے بعد ان کا بیٹا انکی جگہ پر مقرر ہوا اور بہت دن تک لوٹ مار کرتا رہا۔ فوج شاہی کے فرار ہونے تک اسکی ڈاکہ زنی جاری رہی۔ (نوٹ) ۱۸۵۷ء میں تمام جاٹ انگریزوں کے وفادار رہے صرف سائمل مخالف تھا (مولف) قصبہ بڑوت اور باغپت کے درمیانی علاقہ کے گوجر سردار رانا مغل علی ساکن نورنگپور نے آزادانہ حیثیت اختیار کی تھوڑے عرصہ بعد اسے بادشاہ کی طرف سے مالیانہ وصول کرنے کے اختیارات دیدئے گئے (نوٹ:۔ ناکامیابی کے بعد جب یہ گرفتار ہوئے تو بہادر شاہ اپنے فرمان سے مکر گیا تھا) امین گوجر رئیس اساورہ اور ولیداد پٹھان رئیس مالاگڑھ دونوں گہرے دوست تھے۔ علاقہ کے تمام جاٹ انگریزوں کے وفادار تھے۔ گلی بچھوتہ کے جاٹوں نے محمد اسمٰعیل اور ولیداد کو معرکۂ کارزار میں شکست دیکر اُن سے تین توپیں چھین لیں۔ محمد اسمٰعیل زخموں سے اچھا ہو کر بدلہ لینے کیلئے امین گوجر سے مدد کا طالب ہوا۔ گوجروں اور پٹھانوں کا مشترکہ لشکر ہاپڑ اور مالاگڑھ کے درمیان موضع گلاؤٹھی کے پاس فروکش تھا۔ جاٹوں نے انگریزی سپاہ کو خبر دی جس نے رات کی تاریکی میں آزادی کے پروانوں پر حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ گوجر واپس دادری آئے اور پٹھانوں نے خان پور۔ خورجہ بلند شہر اور بگراسی وغیرہ مقامات میں پناہ لی۔ بعد میں انگریزوں نے ان سب سرداروں کو گولی سے اڑا دیا۔ مسٹر ایس ایچ ہیٹسن دلی سے کرنال کے راستہ میرٹھ جانیکے لئے بھاگے راستہ میں ایک گوجر نے چھاؤنی کے قریب ان پر گولی چلائی صاحب بہادر بال بال بچ گئے اور کرنال کا رخ کیا۔ راستہ میں تمام لوگ انگریزوں سے ہمدردی رکھتے تھے مگر ہر جگہ گوجران کی جان کے لاگو ہو گئے آخر انہوں نے پنجاب کے گوجروں کے ڈر سے سفر ملتوی کر دیا۔ اور جمنا عبور کر کے

موضع باؤلی (ضلع میرٹھ) میں ایک برہمن کے گھر میں پناہ لی۔ انہوں نے سنا کہ قریب ہی کرنل ڈڈ صاحب زخمی حالت میں پڑے ہیں۔ کرنل صاحب سے یہ ملنا چاہتے تھے مگر کرنل صاحب مر گئے۔ اور انہوں نے فقیرانہ لباس میں میرٹھ کا راستہ اختیار کیا۔" (نوٹ: موضع باولی سائمل جاٹ کا طرفدار تھا۔ بعد میں اس گاؤں کی تمام زمین چھین لی گئی) "انگریزوں کی دو رجمنٹ ۳۸ اور ۵۴ کے ہمراہ انگریز اور میمیں پنجاب کیطرف روانہ ہوئے پنجاب میں کرنال کے گوجروں نے ان دونوں رجمنٹوں کو شکست دی اور تمام انگریزوں کو گھیر کر اُن سے تمام ہتھیار رکھوا لئے میم اور بچے انبالہ چھاؤنی پہنچا دیئے گئے۔ مگر انگریز مردوں میں سے صرف چند رونا پیچھے بچنے کو باقی بچے۔ جنھیں ایک فقیر نے اللہ و رسول کا واسطہ دیکر چھڑا لیا تھا۔" ڈاکٹر ملغور لکھتے ہیں کہ "جب ہم دلی سے پنجاب کیطرف بھاگے تو ہم بگھیوں میں سوار تھے لیباس صاحب میری بہن مس اسمتھ اور لفٹننٹ طامس انجنیز میم ڈانش اور فریزر صاحب اپنے بچہ کو گود میں لئے ہمارے ساتھ تھے۔ موضع ادہر کے جاٹ نے ہماری بڑی مدد کی۔ اور پنجاب میں ہر جگہ امن و امان تھا صرف گوجروں کی قوم البتہ سرکشی اور فساد کرتی تھی۔ جو بڑی سڑک (گرانڈ ٹرنک روڈ) کے متصل رہتے تھے۔" ڈاکٹر ڈیوڈ صاحب کی میم لکھتی ہیں کہ "جب ہم پنجاب کی طرف بھاگے تو ہمارے ساتھ ہمبیل صاحب کی میم اور میجر پیٹرس وغیرہ تھے۔ ہمارے ساتھ کافی زر و جواہرات تھے ہر جگہ دیہاتی (گوجروں) نے ہماری تلاشی لی اور ایک کوڑی نہ چھوڑی۔ مگر چونکہ ہم بےحد زخمی تھے اسلئے انہوں نے کسی کو معمولی ضرب بھی نہ پہنچائی چھٹے دن ہم بالگڑھ میں رانی ھنگلا دیوی کے یہاں پہنچے جس نے ہماری خاطر تواضع کی۔ اور یہیں پنجاب سے واپس کرنال چھاؤنی میں پہنچا یا۔" ایک انگریز جاسوس جس نے اپنا نام موہن لال بتایا لکھتا ہے کہ "دلی سے میں ولیداد کی سواریوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ولیداد انگریزوں کا خیر خواہ تھا لیکن راستہ میں گڑبڑ دیکھ کر وہ بھی منحرف ہو گیا اور مجھے اپنے گھر بالا گڑھ بھیجا کر قید کر دیا۔ لیداد کا دوست راؤ گلاب سنگھ تھا جو ایک متمول تعلقہ دار گوجر تھا۔ اس نے ولیداد کو ایفائے وعدہ کے طور پر کہا کہ اس انگریز کو آگرہ بھیجدو مگر ولیداد نہ مانا۔ اور میں اس روز چھپکر (۲۹ جولائی) کو لیٹ صاحب اور ڈنلپ صاحب کے پاس پہنچا جس روز ولیداد ہنڈن کے نزدیک شکست کھا گیا۔" میس صاحب کی میم لکھتی ہیں کہ "۱۹ اگست کو میری جان سوات کے دو گوجروں نے بچائی جو دلی ملازمت کیلئے آئے ہوئے تھے ایک انمیں سے اجمیری دروازہ پر باغیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ غدر میں صرف گوجر ہی تھے جنہوں نے بھولکر بھی عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا ورنہ بہادر شاہ اور اس کے تمام ہمراہی مسلمانوں نے دلی کے محلوں اور قلعہ میں بھی انگریز بچہ کو زندہ نہ چھوڑا۔" مسٹر جی لول صاحب لکھتے

انجنیر، مسٹر اچ اسپنسر صاحب اور کمنگ صاحب ملویے انجنیر میوت اور راجستھان کی طرف دلی سے
بھاگے گوجروں کے گاؤں فرید آباد میں جب پہنچے تو وہاں کے گوجر نمبردار نے ان سے بندوقیں رکھوالیں مسٹر
ہٹلر اکیلے رائفل اور پستول کے زعم میں گوڈ گاؤں کی طرف چلے تھے کہ راستہ میں ایک گوجر نے سر پر ایسی
لاٹھی جمائی کہ رائفل اور پستول کا ہوش نہ رہا۔ مگر گوڈ گاؤں والوں نے ان سب کو زندہ سلامت بلبگڑھ
جانے دیا۔ بلب گڑھ کے راجہ نے عام گوجروں کے ڈر سے انہیں اپنے یہاں سے جلدی ہی رخصت کر دیا اب
انہوں نے جنوب کا رخ کیا۔ راستہ میں فوڈ صاحب کی بھیجی ہوئی فوج ہوڈل کے مقام سے انہیں اپنے
ہمراہ لے گئی۔ (۱۰ نومبر ۱۸۵۷ء کو اسی الزام کے تحت بلب گڑھ کے راجہ ناہر سنگھ کو گرفتار کر کے
پھانسی دی گئی) مزید براں کچھ گوجر ۱۸۵۷ء میں اس خیال کے بھی حامی تھے کہ انگریزوں کے ساتھ
ساتھ ان سے پہلے حملہ آوروں کو بھی ملک سے نکال دیا جائے جنہوں نے ان کے اقتدار کو ضرب پہنچا کر انہیں بیاتی
بنا یا تھا اور نہ اس سے پہلے گوجر شہروں کی ایک متمدن قوم تھی۔ روزنامچہ سر شگاف صفحہ ۲۰۳ پر تحریر ہے
کہ ذکو باغی روپیہ لوٹنے کے بعد (دلی) سے جب اپنے گھر جا رہے تھے تو راستہ میں گوجروں نے ان پر حملہ کر کے
تمام سامان چھین لیا صفحہ ۱۴۲۔ "بہت سے (دلی) کے باغی جو روپیہ لیکر بھاگ گئے تھے انہیں گوجروں
نے راستہ میں ہی لوٹ لیا۔ وہ صرف اپنی جانیں بچا کر شہر میں پھر لوٹ آئے" صفحہ ۱۵۴، "کشن داس کے
تالاب پر سپاہی گوجروں نے لوٹ لئے اور انہیں سے ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا" سوکت دلی کی
سزا" صفحہ ۳۴ از حسن نظامی) دلی سے جب وہ سارے بھاگنے لگے تو گوجروں نے انہیں لوٹ لیا۔ شہزادے
اور شہزادیاں بھی اسی مصیبت میں مبتلا تھے صفحہ ۵۲، نواب یعقوب علی خاں انگریزوں سے چار سو روپیہ ماہانہ
پنشن لیتے تھے جب یہ دلی سے بھاگے تو قطب صاحب کے راستہ میں گوجروں نے ان کا مال اسباب لوٹ لیا،
اور نواب صاحب اور ان کا بڑا بیٹا قطب علی خاں مارے گئے صفحہ ۵۹۔ ضیاء الدولہ خلف حکیم رکن الدولہ جو
بعد میں انگریزوں کے وفادار ثابت ہوئے) نے جب دلی چھوڑی تو ان کا اسباب گوجروں نے چھین لیا،
صوفی سلیمان کے ایک مرید حسن عسکری تھے جب وہ دلی آئے تو انہوں نے مرید بنانے شروع کئے۔ مغل شاہزادہ
مرزا سلیم بہادر کے بڑے بیٹے مرزا زماں شاہ کی بیوی کو اس نے اپنا مرید کیا۔ اور کچھ دن بعد اس سے نکاح کر
لیا۔ تمام لوگ ان کے خلاف ہو گئے تھے مگر بہادر شاہ شہنشاہ ہند پر اس کا ایسا رنگ چڑھا ہوا تھا کہ
روزانہ صبح کو یہ اپنا لعاب دہن (تھوک) بادشاہ کے منہ میں لگاتا تھا۔ غدر کے ایام میں جرنیل بخت خاں انکے
پاس آئے تو شاہ صاحب نے دو کمبل اور ایک تلوار بطور تبرک دی اور ایک خط بھی ان کا پکڑا گیا تھا جو فوج کی فراہمی
کیلئے تھا اس جرم میں ۵ ارشوال ۱۲۷۴ھ بہ ہفتہ کو انکو پھانسی دی گئی جب یہ گرفتار ہوئے تو اسکی وہ بیوی صوفیہ

دلّی سے اور لوگوں کے ہمراہ بھاگ نکلی۔ عماد پور کے ایک مسلم گوجر منگتا نے اس سے نکاح کر لیا۔ اب اس کی اولاد میں ملکھان اور سلطان موجود ہیں مگر گوجروں نے ان سے راہ رسم شادی وغیرہ ترک کی ہوئی ہے۔ ایسی قسم کی عورتیں بیاہ کرلاتے ہیں جب لوگ دلّی سے بھاگے تو یہ صحیح ہے کہ چند مسلم گوجروں نے مغل شہزادیوں کو پندرہ پندرہ روپے میں بیچا۔ مگر یہ گوجر لڑکی شاہرخ کی صدائے بازگشت تھی جسے محمد شاہ رنگیلے نے ملک کے دور دراز علاقوں سے جان محمد کے ذریعہ اغوا کر کے دلّی منگایا تھا۔ اور ایک لاکھ اشرفی میں خریدا تھا۔ (از مکافات عمل غافل مشو)

گوجروں سے جنگ آزادی کا تاوان! آزادی کے متوالے ولیداد پٹھان نانا صاحب، لی بھور، حکومت کے طلبگار بہادر شاہ ۱۵ اور اودھ کے نواب نے اور کانپور کے تانتیا ٹوپی، رانی جھانسی، سب کو انگریزوں نے شکست دی۔ یہ سب شخصیتیں تھیں جنکو سزا دینے سے کیا بگڑ سکتا تھا۔ مگر گوجروں کے نہ صرف سردار اور راجہ مارے گئے بلکہ انکو من حیث القوم کی حیثیت سے اجاڑا گیا۔ مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ (میرٹھ گزٹ ایر صفحہ ۱۷۶، ۱۸۰، ۶۹۶ از قلم ایچ آر نیول آئی۔ سی۔ ایس)

The first expedition of this corps was made on the 4th of July when they went out against several villages about six miles from Meerut in the company with 100 men of the Rifles, 60 ceralineers and two horse artillery guns.... The principal villages were Panchligiat and Nagla, the inhabitants of which had made themselves specially notorious, they were successfully surrounded a little after day break. A large number of the male inhabitants were killed, 46 taken prisoners, of whom 40 were subsequently hanged and all the cattle carried off. The villages then were burnt ... Again the Khaki Risala were obliged to take the field against the village of Panchli Bazurg, Nagla and Bhopra, who met with a well deserved punishments.

ترجمہ ۔ ۴ جولائی ۱۸۵۷ء کو فوجی طاقت ٹھیک ہوتے ہی گوجروں کے خلاف سب سے پہلے کارروائی کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اس وقت میجر ولیم ڈنلپ نے ایک والنٹیر خاکی رسالہ جس میں سب انگریز فوجی ہی تھے اور جس میں ۴۵ گھوڑ سوار یورپین فوجی گیا رہ وفادار فوجی ٹروپس ۳۸ میں انفنٹری ۱۲۰ انگریز سارجنٹ ۲۰

۲۰ توپیں جنکے ساتھ دو یورپین توپچی اور ۱۰۰ دیگر فوجی تھے تیار کئے گئے اور گوجروں کے میرٹھ کے آس پاس کے سب ہی گاؤں پر اچانک حملہ کیا گیا۔ گھاٹ پانچلی، نگلہ وغیرہ میرٹھ کے پاس کے تمام گاؤں اس غدر میں بہت شہرت پا چکے تھے۔ علی الصباح انہوں نے گاؤں کا گھیرا ڈال کر تمام سامان، مال، مویشی وغیرہ چھین کر بہت لوگوں کو گولی سے اڑا دیا گیا اور گاؤں میں آگ لگا دی گئی ۴۶ قیدیوں میں ہم کو جو لیڈر تھے فوراً تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ کچھ دن بعد جب دیکھا گیا کہ گاؤں پھر آباد ہو رہا ہے تو ان سب گاؤں میں وہی کاروائی پھر عمل میں لائی گئی سیکری دبیگم آباد۔ موودی نگر کے پاس گوجروں کا خاص گاؤں ہے اسکی بھی یہی حالت کی گئی اور ۳۰ آدمیوں کو پھانسی دیدی گئی اور بہت سے مار ڈالے گئے۔ موضع پنچلی بزرگ، نگلہ اور بھوبرہ کے ساتھ بھی یہی عمل کیا گیا۔ صفحہ ۱۲۹،

ہم نے مالگزاری لینا ابھی (موضع حسن کے مطابق) بند کیا ہوا ہے گوجروں کے بہت سے گاؤں نے مغل بادشاہ کو مالگزاری دیدی ہے اس بارے میں بہت غور و خوض کی ضرورت ہے۔ جاٹوں نے بادشاہ کو مالگزاری دینا پسند نہیں کیا تھا دوبارہ مالگزاری ادا کرنے میں گوجروں کو نقصان ہوگا اور تعجب نہیں کہ گوجر گاؤں چھوڑ کر پھر مرنے مارنے پر تیار ہو جائیں۔ جو لوگ ہمارے خلاف بغاوت کرنیوالوں سے خزانہ بھر رہے ہیں ان سے پھر پوری مالگزاری لیجائے گی۔ اور انکے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ اور پوری سختی کی جائے گی" صفحہ ۳۲۷ یکم جنوری ۱۸۵۸ء میں ڈنلپ کا کہنا ہے کہ داسنہ اور موانہ میں جو گوجروں کے گاؤں برباد کئے گئے ہیں ان کے علاوہ اور سب جگہ سے مالیہ وصول ہو رہا ہے نیز چھ لاکھ روپیہ اکٹھا بھی کر لیا ہے۔" متھرا ڈسٹرکٹ گزٹ ایر صفحہ ۱۱۲ مصنفہ ڈریک بروگ مین آئی سی ایس ۱۸۵۷ء کے غدر میں گوجروں نے کھلے بندوں انگریزوں کیخلاف بغاوت کی اور بہت سی معرکہ آرائیاں انہوں نے کیں اور چھاتہ متھرا، جہابن میں انکی خاص آبادی ہے۔ شیر گڑھی کے پاس انکی طاقت نمایاں تھی جو بالکل برباد کر کے رکھدی گئی اور گوجروں سے جاگیریں چھین لی گئیں اور دس گاؤں چھین کر ہاتھرس کے جاٹ راجہ گوبند سنگھ ٹیکم داس کو دیدئے گئے۔ گوجروں کی تعداد ضلع میں بڑھنی شروع ہو گئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب امن قائم ہونیکے بعد وہ واپس اپنے گاؤں آ رہے ہیں"

صفحہ ۱۰۳ (منشی جیون لال کا روزنامچہ) "اطلاع ملی ہے کہ چند راول کے گوجر دیارام کی کمان میں اکٹھے ہو کر اب بھی فتنہ فساد کر رہے ہیں انکے تمام دیہات کو توپوں سے اڑا دیا گیا اور دیارام لڑائی میں مارا گیا" صفحہ ۲۰۰ سیکری میں تین ہزار گوجر کچھ سپاہ کیساتھ ملکر انگریزوں کے وفادار گاؤں کو لوٹنے کے بعد میرٹھ چلے گئے۔ انگریزوں نے گوروں کی ایک پلٹن معہ دو توپوں کے وہاں بھیجدی جس نے ۱۵۰ آدمیوں کو مارنے کے بعد ان کو تتر بتر کر دیا۔ اس جنگ میں انگریزوں کے دو سارجنٹ ۱۶ سپاہی

نوٹ صفحہ ۱۱۲ ہاتھرس کے یہ جاٹ پہلے راجہ نہیں تھے۔ بلکہ ٹیکم داس جاٹ کو گوجروں کے گاؤں انعام میں ملے تو یہ راجہ کہلانے لگے۔ میرے زمانہ میں ٹیکم داس کا پوتہ راجہ مہندر پرتاپ صاحب ہیں جو ایک نیک طینت ہستی ہیں اور آریاں پیشوا کہلاتے ہیں یہ لوک سبھا مرکزی اسمبلی کے رکن (ایم ایل سی) بھی رہے ہیں۔ مولف کو ان سے زیادہ واقفیت حاصل ہے آپ ملک کی آزادی کے ہراول دستہ کے فرد شمار ہوتے ہیں۔ آپکو انگریزوں نے جلا وطن کیا تھا۔ آپکی تمام زندگی کابل، ایران، ماسکو، ترکی وغیرہ میں گزری ہے آپ علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور ہندو مسلمان کا اتحاد آپ کا نصب العین رہا ہے۔ آپ ۱۹۵۷ء میں پاکستان بھی آئے تھے۔

صفحہ سوم آئے اور گوجروں کے تمام دیہاتوں کو جلا کر خاک کر دیا گیا۔" بلند شہر گزٹ ایر صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۶۱ ضلع بلند شہر

کے سب گوجر غدر کے دنوں میں مجموعی طور پر بلند حوصلہ اور حملہ آور ہو رہے تھے اور گردہ کے گرد۔ بوعی طور سے گرانٹ ٹرنک روڈ دنگری اور تاروں کی لائن، تارگھر، ولیٹ ہاؤس تھانہ پولیس چوکی سکندر آباد کی تحصیل وتھانہ وغیرہ سب کو لوٹ لیا بلند شہر کی جیل توڑ دی۔ چاروں کے اندر اندر سب سرکاری عمارتیں خالی کرا دیں ریکارڈ یا تو جلا دیئے گئے یا لوگ اٹھا لے گئے۔ اسادر منڈوا لیا کے گوجروں نے ولیداد خاں پٹھان کے ساتھ لیکر بغاوت میں حصہ لیا۔ انگریزوں کا ساتھ دینے والے مشہور گاؤں کو بھی لوٹ لیا۔ دوران بغاوت جاٹ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ رہے اور گوجر باغی رہے۔ ان دادری۔ دنکور اور سکندر آباد وغیرہ میں بڑی جائدادیں اور ریاستیں چھین لی گئیں۔ میموائر آف بلند شہر (از لکشمن سنگھ) ۱۸۷۴ء اور ۱۸۵۷ء کی آزادی کی پہلی جنگ راجہ لکشمن سنگھ کی تحریر خاص اہمیت کی حامل ہے۔ انہوں نے مفصل طور پر اپنی کتاب میں ان سب باتوں اور حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ واقفیت کیلئے یہ تاریخ ملاحظہ فرمائیے مختصراً درج ذیل ہے۔ ص ۱۴۰ و ۱۴۵ و ۱۷۸۔۱ وغیرہ "گوجروں نے جو تحصیل سکندر آباد میں بہت بڑی تعداد میں سینکڑوں گاؤں کے زمیندار تھے اور ۲۰۰، ۱۳۳ گاؤں بھاٹی (بھٹی) کے اور دادری خاندان کے تھے۔ غدر میں جنہوں نے مجموعی طور سے حصہ لیا اور ایکدم سے باغی ہو گئے۔ سکندر آباد کے علاقہ میں گرانٹ ٹرنک روڈ اور دیگر مقامات کی سرکاری چوکیوں پر قبضہ جما لیا تھا اور انکو لوٹ کر آگ لگا دی تھی بلند شہر کی جیل توڑ دی تھی تمام انتظام درہم برہم کر کے رکھدیا تھا اور بدامنی و لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ رانا لشن سنگھ رانا بھگوت سنگھ راؤ شمبھو سنگھ کے پوتے خاص طور پر باغی رہے انہیں سخت سزائیں دی گئیں کٹھ باڑا کے امراؤ سنگھ بھٹی نے اپنے آپکو ۱۸۵۷ء میں راجہ کے خطاب سے مشہور کر دیا تھا۔ منڈواسیوں اور کپاسیوں نے مالاگڑھ کے ولیداد خاں نواب کا ساتھ دیا اور غدر میں نمایاں حصہ لیا۔ بھاٹی (بھٹی) ناگر گوجر وغیرہ سب ہی گوجروں کی چند آبادیاں مجموعی طور پر باغی رہیں انکے گاؤں جلا دیئے گئے انکے لیڈروں کو پھانسی دیدی گئی اور جاٹوں اور انگلو انڈین خاندانوں کو گاؤں انعام میں دیدیئے گئے سب سے زیادہ گوجروں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ اٹھ کے کانہا سنگھ مذ سنگھ اسادر کے امیں گوجر، جنید پور کے دریاؤ سنگھ راجپور کے سرجیت سنگھ اٹھا کے نتھا سنگھ کن پورا کے رام بخش وغیرہ کو خاص طور سے سزائیں دی گئیں اور بھاری دیگر جائدادیں ضبط کر لیں۔ نور مندپور کے رانا اخل علی کو دلی میں گولی سے اڑا دیا گیا نور مندپور کو توپ سے اڑا دیا گیا۔ اور گوجروں سے تمام دیہات چھین کر پاخپت کے نواب کو دیدیئے گئے۔ دھولپور علاقہ کے صوبیدار دیو سنگھ نے معرکہ کاندلہ میں شکست کھائی اور زخمی ہو کر پڑ گیا اسکو گولی مار دی گئی۔ گوجروں کے مرکز قصبہ کاندلہ کو اجاڑ دینے کا حکم دیا مگر دو گوجر عورتوں نے شہادت دی کہ ہماری جان کاندھلہ کے گوجر رانا فتح جنگ چوہان نے بچائی لہذا فتح جنگ کی جان بخشی ہو گئی مگر ان سے تمام دیہات چھین لئے گئے اور انکے پاس صرف ایک گاؤں فضیل پورہ رہ گیا اسی علاقہ میں مواضع ملک پور، فتح پور اور آنذی وغیرہ گوجروں کے دیہات کاندھلہ کے شیخ صاحبان کو انعام میں دیئے گئے۔ اسی ضلع مظفر نگر میں لمیر کے گوجروں اور پٹھانوں اور کھادر کے گوجروں کے دیہات قصبہ بڈولی کے ایک سید صاحب کو دے دیئے گئے۔ بعد میں کچھ پٹھان شیرانہ اور جلال آباد شہباد پور چلے گئے اور گوجروں نے ایک گاؤں شیرانہ گوجران آباد کیا۔ قصبہ بہٹ کے پاس ضلع سہارنپور میں ایک مزار کے پیر دریشاہ صاحب کو گوجروں کا ایک وسیع علاقہ دیا گیا قصبہ بہٹ کے یہ سید ۱۹۴۷ء تک یوپی میں سب سے بڑے خود کاشت زمیندار سمجھے جاتے تھے۔ جن کو صرف باغات

سے لکھوکھا روپیہ سالانہ کی آمدنی تھی اب گوجروں کی اس زمین کا تبادلہ شاہ نذر حسین شاہ نے ٹنڈو آدم سندھ میں لیا ہے۔ بڈھا کھیڑہ کے دو حقیقی بھائی رانا فتح محمد اور رانا شیر محمد کو پھانسی دی گئی یہ فتح اور شیر اوہ تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں چتوڑ کا محاصرہ ۱۵۶۷ء کے جیمل اور فتح کی یاد تازہ کر دی تھی بڈھا کھیڑہ کے تمام مکانات مسٹر اسپنکی نے توپ کے گولے برسا کر ڈھیر کر دیئے اس علاقہ کی گوجر جائدادیں قصبہ گنگوہ شریف کے شیخ زادوں و پیرزادوں کو دی گئیں۔ یہی حال قصبہ نکوڑ انبیٹھہ اور دیو بند کا ہوا۔ شہر سہارنپور سے ۵ میل بجانب جنوب موضع لنڈھور گوجراں کو توپ سے اُڑا دیا۔ اور رانا محمد عظیم وغیرہ کو سزائیں دی گئیں تمام جائدادیں چھین کر مسلم راجپوتوں کو دی گئیں ۱۸۵۷ء سے پہلے گنگا جمنا کے دو آبہ میں کسی غیر گوجر کے پاس ایک انچ زمین نہ تھی سوائے جینڈ کے تمام جاٹ بھی کاشتکار تھے مگر انگریزوں نے گوجروں سے جی بھر کر انتقام لیا۔ یہ ہی نہیں بلکہ تمام ملک میں پشاور سے کلکتہ تک کے گوجروں سے یہی سلوک کیا گیا۔ لاہور کے گوجر غیر زراعت پیشہ قرار دیکر انکی زمینیں اپنے ہمدردوں کو دیں گجرات (پنجاب) کے مشہور خاندان کالس سے تمام جائداد چھین کر صرف نصف گاؤں رہنے دیا گیا، کاغان وادی میں سو فیصدی زمینیں گوجروں کی ملکیت تھیں مگر بندوبست کے بہانے تمام علاقہ کی زمینیں سیدوں کے نام کر دی گئیں۔ یہی حال راجستھان اور گوالیار میں ہوا صرف کہیں کہیں غفلت کی شاخوں نے ظلم کی بارش کو روک لیا۔ ورنہ پورے ملک کے گوجروں کو تباہ کر دیا گیا۔ اور اُن پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے گئے جس پر ۱۹۱۴ء تک عمل ہوتا رہا۔

سچ تو یہ ہے کہ گوجروں کی وہ تباہی جس کا آغاز ۹۹۹ء میں غزنوی حملوں سے ہوا تھا ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

یہاں یہ بیان کرنا قابل افسوس اور رقت آمیز ہے کہ ۱۸۵۷ء تک تمام گوجروں کی بولی "گرجری زبان" تھی جس میں زیادہ تر "آ" کو "او" بولا جاتا ہے جیسے تھارو، ناؤں، کے ہے۔ تم کت گیو، سو۔ وغیرہ۔ جب انگریز کامیاب ہو گئے اور گوجروں کو بالکل تباہ کر دیا گیا تو اسکے بعد مہینوں تک یہ کیفیت رہی کہ اگر کسی انگریز کو اپنے بنگلے سے باہر نکل کر راستہ میں اتفاقیہ کوئی راہگیر مسافر مل جاتا تو اس سے اس کا نام گاؤں وغیرہ پوچھا جاتا اگر اسکی بولی گرجری زبان ہوتی تو اُسے فوراً بغیر دادرسی جرم گولی مار دی جاتی چاہے وہ بیچارہ گوجروں کی رعایا ہی ہوتا اس سے بڑھکر ظلم و ستم کی مثال تاریخ میں مشکل ہی سے ملتی ہے کہ سڑکوں اور نہروں کی پٹڑیوں پر انگریز ٹہلنے نکلتے راہ چلتے گوجروں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا۔

ہندوستان کا نیا انتظامِ حکومت

کلیمنسی کیننگ سپاہیوں کی جنگ کے بعد ملک میں امن قائم کرنے میں کامیاب کوشش کے سبب سے لارڈ کیننگ کی بڑی واہ واہ ہوئی۔ مگر انگریزوں کو ہندوستانیوں سے بدلہ لینے کی خواہش تھی۔ کیننگ نے اپنی امن پسندی کی پالیسی نہیں چھوڑی۔ اس لئے اس کے مخالف حقارت کے طور پر اُسے کلیمنسی کیننگ (یعنی رحم دل کیننگ) کہنے لگے۔ کیننگ کے مخالفوں نے بڑا شور وغل مچایا۔ اور ولایت کو عرضیاں بھیجیں۔ کہ گورنر جنرل نہایت کمزور ہے۔ مگر ولایت کی حکومت نے کیننگ کی پوری مدد کی۔

ہندوستان کا نیا انتظام ۱۸۵۸ء میں ایک نیا قانون بنا، اس کا نام "ایکٹ فار دی بٹر گورنمنٹ آف انڈیا" (ہندوستان کی عمدہ حکومت کا قانون) ہے۔ کمپنی سے ملک کا انتظام چھین لیا گیا۔ اور اب اس کی نگرانی کے واسطے ایک مجلس "انڈیا کونسل" کے نام سے بنی۔ اور اب اس کی نگرانی کے لئے ہی ایک سیکریٹری آف اسٹیٹ یعنی وزیر ہند بھی مقرر ہوا جو اس کونسل کا صدر بنا۔

یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو لارڈ کیننگ نے الہ آباد میں ایک بڑا شاندار دربار کیا جس میں ملکہ وکٹوریہ کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ ملکہ معظمہ نے اس فرمان میں کہا تھا کہ ہماری سلطنت میں تمام رعایا کو برابر سمجھا جائے گا۔ کسی کے مذہب میں دست اندازی نہ ہوگی۔ اور ہندوستانیوں کو بڑے بڑے عہدے دیئے جائیں گے۔ جن لوگوں نے سپاہیوں کی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ ان میں سے بہتوں کو معافی مل گئی۔ دیسی رئیسوں کو متبنیٰ بنانے کی اجازت ملی جس سے وہ انگریزی سرکار کے دوست ہو گئے۔ ہر ایک ریاست کو ایک ایک سند دی گئی جس میں اُس کے حقوق صاف طور سے درج کئے گئے تھے۔

حکومت کی اصلاح لارڈ کیننگ کے عہد میں قانون میں بھی اصلاح ہوئی۔ تین نئے قانون بنے (۱) ضابطہ دیوانی (۱۸۵۹ء) (۲) تعزیراتِ ہند (۱۸۶۰ء) اور (۳) ضابطہ فوجداری (۱۸۶۱ء) یہ قانون تمام ملک میں جاری کئے گئے۔ اور

۱۸۶۱ء میں کلکتہ، بمبئی اور مدراس کے ہائی کورٹ بھی قائم ہوئے۔ چارلس وُڈ کی رپورٹ کے مطابق ابتدائی تعلیم کی ترقی ہوئی۔ اور بہت سے مدرسے کھولے گئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۸۵۷ء میں کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ ۱۸۶۱ء میں "انڈین کونسل ایکٹ" پاس ہوا۔ اس سے وائسرائے کی کونسل میں اصلاح ہوئی۔ ہندوستانیوں کو انتظام حکومت میں حصہ ملا۔ کونسل میں ہندوستانی بھی شریک ہو کر قانون بنانے لگے۔ اور طے ہوا۔ کہ جتنے قانون بنیں۔ وہ ملکی رسم و رواج کے مطابق ہوں۔ قانون بنانے کے لئے ممبروں کی تعداد ضرور بڑھ گئی مگر گورنمنٹ کے اختیارات جوں کے توں رہے۔

کیننگ کی وفات

۱۸۶۲ء میں لارڈ کیننگ انگلستان کو واپس چلا گیا اور صحت کی خرابی کے سبب سے تھوڑے ہی دن بعد وہیں مر گیا۔ اس کی جگہ لارڈ ایلگن وائسرائے مقرر ہو کر آیا لیکن وہ بھی نومبر ۱۸۶۳ء میں پنجاب کے دھرم شالہ نامی مقام میں فوت ہو گیا۔

لارڈ لارنس

لارڈ ایلگن کے بعد لارڈ لارنس وائسرائے ہو کر آیا۔ وہ پہلے پنجاب میں چیف کمشنر رہ چکا تھا۔ اس کے عہد میں ملک میں امن رہا۔

افغانستان

افغانستان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ افغانوں کی پہلی لڑائی کے بعد لارڈ ایلنبرا نے دوست محمد کو امیر مان لیا۔ دوست محمد ۱۸۶۳ء میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹوں میں تخت کے لئے جھگڑا ہوا۔ اس میں لارڈ لارنس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ اور کہہ دیا۔ کہ ان لوگوں میں جس کی فتح ہوگی ہم بھی اُسی کو امیر مان لیں گے۔

باہمی جنگ میں دوست محمد کا چھوٹا بیٹا شیر علی جیت گیا۔ اور وہ ۱۸۶۸ء میں تخت پر بیٹھا۔ لارڈ لارنس نے اس کو فوراً امیر مان لیا۔ انگریزوں کو ہمیشہ روس کا خطرہ رہتا تھا۔ اس لئے وہ افغانستان سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنا چاہتے تھے جس وقت روس نے وسط ایشیا کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اس وقت لارڈ منٹو نے شیر علی کو پوری طرح امیر مان کر اس کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کیا۔ انبالہ میں ایک دربار ہوا۔ شیر علی اس میں آیا۔ اس کی بڑی خاطر داری ہوئی مگر صلح نہ ہو سکی جس کی وجہ سے وہ ناخوش ہو کر افغانستان واپس چلا گیا۔

لارڈ نارتھ بروک (۱۸۷۲-۱۸۷۶ء) نے بھی لارڈ میو کی پالیسی سے کام لیا۔ مگر روس کی پیش قدمی سے شیر علی کو اندیشہ پیدا ہو گیا۔ وہ ڈرا۔ کہ کہیں میں دو بڑی طاقتوں کے بیچ میں پس نہ جاؤں۔ اس لئے وہ چاہتا تھا۔ کہ انگریزوں سے پکی صلح ہو جائے۔ لارڈ نارتھ بروک کو بھی یقین ہو گیا۔ کہ شیر علی مشکل میں پھنسا ہے۔ اس نے حکومت انگلستان سے صلح کرنے کے لئے اجازت مانگی۔ لیکن نہیں ملی۔ کچھ دنوں بعد جب انگلستان کی حکومت بدل گئی۔ تو وہاں سے اس شرط پر اجازت دی گئی۔ کہ امیر اپنے یہاں ایک انگریز ریذیڈنٹ کو رکھے۔ لارڈ نارتھ بروک نے اس پالیسی سے اتفاق

راضی نہیں کیا۔ اور وہ استعفیٰ دیکر الگ ہو گیا۔

نئے وائسرائے لارڈ لٹن (۱۸۷۶ء۔۱۸۸۰ء) نے آتے ہی شیر علی سے صلح کی بات چیت کی۔ شیر علی کو معلوم تھا کہ انگریز ریذیڈنٹ رکھنے پر افغانستان کے لوگ راضی نہ ہوں گے۔ اس لئے وہ ٹال مٹول کرتا رہا۔ ادھر لارڈ لٹن نے سختی سے کام لیا جس سے شیر علی کو انگریزوں کی طرف سے اندیشہ ہو گیا۔ ادھر روس نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ اس سے شیر علی بڑی مشکل میں پڑ گیا۔ اس کو روسیوں سے میل کرنا منظور نہ تھا۔ دوسری طرف انگریز ایسی شرطیں لگا رہے تھے جس کو وہ مان نہیں سکتا تھا۔ آخرکار اس نے لاچار ہو کر روس سے دوستی کر لی۔ اگر لارڈ لٹن کچھ ہوشیاری سے کام لیتا۔ تو معاملہ اتنا نہ بڑھتا۔ لیکن اس کی جلدبازی نے بڑی گڑبڑ ڈال دی۔ اس نے ایک انگریز سفیر کابل کو روانہ کیا۔ جس کو افغانوں نے خیبر کے درہ سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ اس برے برتاؤ سے ناخوش ہو کر لارڈ لٹن نے جنگ چھیڑ دی۔ انگریزی فوج افغانستان میں گھستی چلی گئی۔ شیر علی بھاگ گیا۔ اور اس کا بڑا بیٹا یعقوب خاں امیر ہو گیا۔ اس نے گنڈمک نامی مقام پر صلح (۱۸۷۹ء میں) کر لی۔ اس کے مطابق افغانستان کی بیرونی پالیسی انگریزوں کے ہاتھ میں آگئی۔ اور خاص خاص جگہوں پر انہوں نے اپنے ایجنٹ مقرر کر دیئے۔

افغانستان کو قابو میں رکھنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد پھر بلوہ ہو گیا۔ اور افغانوں نے انگریز سفیر کو مار ڈالا۔ اس پر لڑائی پھر چھڑ گئی۔ جنرل رابرٹسن نے بہت زوروں کی جنگ کی۔ اور یعقوب خاں کو گدی سے اتار دیا۔ کابل اور قندھار دونوں پر انگریزی قبضہ ہو گیا۔ اب لارڈ لٹن خاموش ہو بیٹھا۔ اور قندھار کو افغانستان سے الگ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اسی اثناء میں لبرل پارٹی کی کامیابی سے انگلستان کی حکومت تبدیل ہو گئی۔ اور لارڈ لٹن نے استعفیٰ دے دیا۔ لارڈ لٹن نے افغانوں کے ساتھ بہت زیادتی کی۔ امیر خود مختار بادشاہ تھا۔ اس کے ساتھ ایسا نامناسب برتاؤ جائز نہ تھا۔

لارڈ رپن (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) نے آتے ہی شیر علی کے بھتیجے عبدالرحمن کو امیر تسلیم کر لیا۔ اور اس کو قندھار دینے پر بھی تیار ہو گیا لیکن یعقوب خاں کا چھوٹا بھائی ایوب خاں خود بادشاہ بننا چاہتا تھا اس نے فوراً لڑائی چھیڑ دی جنرل رابرٹسن نے اس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ ایوب خاں قندھار کی طرف چلا گیا۔ لیکن انگریزی فوج نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا آخرکار اس کو شکست ہوئی۔ اور سرکار ہند نے عبدالرحمن کو امیر تسلیم کر لیا۔ عبدالرحمن ایک بڑا حکمران اور قابل شخص ثابت ہوا۔ اس نے تھوڑے دنوں میں افغانستان کے اندر امن قائم کر لیا۔

دیسی ریاستوں سے تعلقات

سپاہیوں کی جنگ کے بعد سے انگلستان کے خاندان شاہی کا دیسی ریاستوں سے دوستانہ تعلق ہو گیا۔ ۱۸۶۹ء میں ڈیوک آف ایڈنبرا ہندوستان میں آیا۔ وہ دیسی رئیسوں سے ملا۔ اور انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع

کی۔ ۷۶-۱۸۷۵ء میں شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہفتم کے نام سے شہنشاہ ہوئے۔ ہندوستان آئے۔ وائسرائے نے کلکتہ میں دربار کیا۔ جس میں شہزادہ نے راجہ، مہاراجہ اور بڑے بڑے رئیسوں سے ملاقات کی۔

لارڈ نارتھ بروک کے عہد میں مہاراجہ گائیکوار پر الزام لگایا گیا۔ کہ اس نے انگریز ریذیڈنٹ کو زہر دلوا دیا ہے۔ اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر ہوا۔ انگریز ممبروں نے مہاراجہ کو قصوروار قرار دیا۔ اور ہندوستانی ممبروں نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی۔ لیکن وزیر ہند کے حکم سے راجہ معزول کر دیا گیا۔ اور اس کا ایک عزیز راجہ ہوا۔

اسی وقت رئیس زادوں کی تعلیم کے لئے ایک کالج لارڈ میو کے نام پر اجمیر میں قائم ہوا۔ بعد کو لاہور۔ اندور اور راجکوٹ وغیرہ مقامات میں بھی ایسے ہی کالج کھولے گئے۔

قحط

۱۸۶۶ء میں اڑیسہ کے ملک میں ایسا قحط پڑا۔ کہ اس میں تقریباً بیس لاکھ آدمی مارے گئے حکومت بنگال رعایا کی کافی مدد نہ کر سکی۔ تو سرکار ہند نے ان کی جان بچانے کی کوشش کی۔ لارڈ لارنس نے ایک حفاظت قحط کا سرمایہ قائم کیا۔ جس میں ہر سال کچھ روپیہ رعایا کی بہتری پر خرچ کیا جاتا تھا۔

۱۸۷۳ء میں بہار میں قحط پڑا۔ مگر گورنمنٹ کے عمدہ انتظام کی وجہ سے رعایا کو زیادہ تکلیف نہیں ہوئی۔ لارڈ لٹن کے عہد میں دکھن میں بڑا سخت قحط پڑا۔ جس میں پچاس لاکھ آدمی مر گئے۔ دور دور کے صوبوں سے غلہ لایا گیا۔ اور غریبوں میں تقسیم ہوا۔ جس سے لاکھوں غریبوں کی جان بچ گئی۔

لارڈ میو کی اصلاحات

لارڈ میو کے قبل صوبہ کی حکومتوں کو اپنی آمدنی کے خرچ کا اختیار نہ تھا۔ وہ بغیر گورنمنٹ ہند کی منظوری کے اپنے یہاں کی سڑکیں بھی ٹھیک نہیں کرا سکتی تھیں۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی گورنمنٹ ہند کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے ملک کا انتظام ٹھیک نہیں ہوتا تھا۔ لارڈ میو نے صوبہ کی گورنمنٹوں کو اپنی آمدنی خرچ کرنے کا اختیار دے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گورنمنٹ ہند کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اور سارے ملک سے تعلق رکھنے والے معاملات پر غور کرنے کے لئے اس کو زیادہ وقت مل گیا۔ اور کام اچھا اور جلد ہونے لگا۔

لارڈ میو نے نمک کا محصول بند کر دیا جس سے غریبوں کو بڑا فائدہ ہوا۔ اس نے کھیتی کی ترقی کے لئے ایک نیا محکمہ کھول دیا۔ سڑکیں اور نہریں بنوائیں۔ اور قدیم عمارتوں کی حفاظت کا انتظام کیا۔

پریس کی آزادی

لارڈ لٹن کے زمانے میں ایک ورنیکلر پریس ایکٹ (دیسی مطابع کا قانون) پاس ہوا جس سے اخباروں کی آزادی پر بہت اثر پڑا تھا۔ اور ملک کے اخباروں کی آزادی بالکل چھن گئی تھی۔ لارڈ رپن نے ۱۸۸۲ء میں اس قانون کو رد کر دیا۔ جس سے اخباروں کو آزادی واپس دے دی گئی۔

لارڈ رپن اور مقامی سوراج

لارڈ رپن بہت کشادہ دل حاکم تھا۔ اس نے ہندوستانیوں کو کچھ سوراج کے اختیارات دیئے میونسپلٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ قائم ہوئے جن میں ملک کے چنے ہوئے ممبر ہونے لگے ممبروں کے انتخاب کا قاعدہ سب سے پہلے لارڈ رپن ہی نے جاری کیا مدرسوں، صفائی، روشنی اور پانی وغیرہ کا اچھا انتظام ہونے لگا۔ اور لوگوں کو سوراج کا تجربہ حاصل ہو گیا میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کو رعایا کے فائدہ کے لئے ٹیکس لگانے کا بھی اختیار دیا گیا پہلے ان کا چیرمین، کلکٹر ہوا کرتا تھا۔ لیکن پھر وہ اپنے چیرمین خود ہی چن لینے کے اختیارات کے حصول میں کامیاب ہو گئے۔

البرٹ بل

لارڈ رپن کے عہد میں کونسل میں البرٹ بل کے نام سے ایک قانون پیش ہوا۔ گورنمنٹ ہند کے قانونی ممبر کا نام البرٹ تھا۔ اسی کے نام سے یہ بل مشہور ہوا جس کا مقصد تھا۔ کہ ہندوستانی مجسٹریٹ بھی گورے لوگوں کا مقدمہ سن سکیں۔ اب تک یہ اختیار صرف یورپین مجسٹریٹوں ہی کو تھا۔ گورے لوگوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ اور وائسرائے کو برا کہا۔ آخرکار یہ بل واپس لے لیا گیا۔

لارڈ ڈفرن (۱۸۸۴-۱۸۸۸ء)

برہما کی تیسری لڑائی ۱۸۸۵ء

برہما کے راجہ تھیبو نے فرانس سے صلح کر لی تھی۔ اور تجارت میں بھی فرانس والوں کو مدد دی تھی۔ لارڈ ڈفرن کو یہ بات پسند نہ آئی۔ وہ فرانس کو برہما سے الگ کرنا چاہتا تھا۔ اسی زمانہ میں برہما کے راجہ نے ایک تجارتی کمپنی پر (۲۳) تیئیس لاکھ روپیہ جرمانہ کیا۔ اور اس کے افسروں کو قید کر لیا۔ اسی بات پر لڑائی چھڑ گئی۔ تھیبو بھاگ گیا۔ اور ۱۸۸۶ء میں برہما انگریزی سلطنت میں ملا لیا گیا۔ اس طرح انگریزی سلطنت کی سرحد مشرقی خوب مضبوط ہو گئی اور اس کا چین اور سیام وغیرہ ملکوں کے ساتھ بھی تعلق ہو گیا۔

انڈین نیشنل کانگریس

انگریزی تعلیم پھیلنے کی وجہ سے ملک کے اندر نئے خیالات پیدا ہوئے۔ ہندوستانیوں نے مغربی تہذیب سائنس اور تاریخ کو پڑھا۔ اس سے ان کو بھی آزادی کا چسکا لگ گیا۔ اب تک بڑے بڑے عہدے انگریزوں کے ہاتھ میں تھے۔ ہندوستانیوں کی کوئی قدر نہیں تھی۔ لارڈ رپن نے میونسپلٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ قائم کر کے پہلے

ہیں ہندوستانیوں کو سوراج کا تجربہ کرا دیا تھا۔ ذات، پات، مذہب اور چھوت چھات کے تنگ خیالات دور ہونے لگے تھے۔ اور تعلیم یافتہ سوسائٹی میں قومیت کے خیالات پیدا ہو چلے، برہمو سماج آریہ سماج اور تھیوسوفیکل سوسائٹی نے لوگوں کے خیالات میں حیرت انگیز تبدیلیاں کر دیں۔ ملک میں یگانگت بڑھنے لگی اور حکومت کی اصلاح کے لئے تعلیم یافتہ گروہ نے مسٹر اے، او، ہیوم اور سر ولیم ویڈربرن نامی دو انگریزوں کی مدد سے دسمبر ۱۸۸۵ء میں بمقام بمبئی، انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد ڈالی۔ اس کے خاص کام کرنے والے دادا بھائی نوروجی، کاشی ناتھ ترمبک تیلنگ، فیروز شاہ مہتہ، ریومیش چندر بنرجی اور سوریندر ناتھ وغیرہ وغیرہ اچھے اچھے لوگ تھے۔ ہندوستان کی تواریخ میں جدا جدا صوبوں اور قوموں کے لوگوں کے ایک جگہ اکٹھا ہونے کا یہ پہلا موقع تھا پہلے اس میں صرف ستر ممبر تھے۔ لیکن بعد میں ان کی تعداد برابر بڑھتی گئی۔ کانگریس نے بڑے ادب کے ساتھ سرکار سے درخواست کی۔ کہ سول سروس کا امتحان انگلستان اور ہندوستان دونوں مقامات میں ہو۔ فوج کا خرچہ کم کیا جائے۔ شراب پینا روکا جائے۔ اور نمک کا محصول بند ہو۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی تجویزوں میں زور دیا گیا۔ کہ ہندوستانیوں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت دی جائے۔ قانون بنانے والی کونسلوں میں ہندوستانیوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ اور بڑے بڑے عہدے بھی ان کو ملا کریں۔ کانگریس کے جلسے ہر سال بڑے دن کی چھٹی میں ہوتے رہے۔ رفتہ رفتہ کانگریس کا اثر تمام ملک پر پھیل گیا۔

اصلاح حکومت

کانگریس کی شورش کا گورنمنٹ پر بھی اثر پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۹۲ء میں قانون بنانے والی کونسلوں کی اصلاح ہوئی۔ پہلے گورنمنٹ ہی ممبروں کو نامزد کرتی تھی۔ اب وہ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی معرفت چنے جانے لگے۔ ممبروں کو سوال کرنے اور سالانہ بجٹ پر بحث کرنے کا بھی اختیار مل گیا۔

اس کے علاوہ ۸۷-۱۸۸۶ء میں سرکاری نوکریوں کی ترتیب کے لئے ایک پبلک سروس کمیشن قائم ہو گیا۔ بڑے بڑے عہدے ابھی انگریزوں ہی کے ہاتھ میں رہے۔ لیکن کانگریس برابر سرکار کی اس پالیسی پر اعتراض کرتی رہی۔

لارڈ ڈفرن کی واپسی پر لارڈ لینسڈون (۱۸۸۸ء - ۹۴ء) وائسرائے ہوئے۔ انکے عہد میں کونسلوں کی اصلاح کا قانون پاس ہوا۔ لینسڈون نے "قلات کے خان" سے صلح کر لی اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حفاظت کا انتظام کیا۔ ۱۸۹۴ء میں لارڈ ایلگن کو وائسرائے کا عہدہ ملا۔ اسی زمانہ میں سب سے اول بمبئی میں پلیگ کا مرض پھیلا جس سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ اس کے بعد کرزن آیا۔

لارڈ کرزن

لارڈ کرزن کے آتے ہی ہندوستان میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ وہ بھی لارڈ ڈلہوزی کی طرح شاہنشاہی حکومت کا حامی تھا اور پبلک کی رائے کا زیادہ خیال نہیں رکھتا تھا۔ وہ اپنی لیاقت کا بہت فخر کرتا اور مغرور تھا۔ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے پولیٹیکل خیالات کو ناپسند کرتا تھا۔ اس لئے جب تک وہ ہندوستان میں رہا۔ تعلیم یافتہ لوگوں کے ساتھ اس کی لڑائی جاری رہی۔ اس پالیسی سے ملک میں بے چینی پھیل گئی۔ اور سیاسی شورش زور پکڑنے لگی۔

قحط ۱۸۹۹-۱۹۰۰ء

لارڈ کرزن کی آمد کے تھوڑے ہی دن بعد ملک میں ایک بہت خوفناک قحط پڑا۔ گجرات کا صوبہ بالکل تباہ ہو گیا۔ وائسرائے نے لوگوں کی مصیبت دور کرنے کی بڑی کوشش کی۔ اور سر اینٹونی میکڈانل کی صدارت میں اسباب قحط کی تحقیقات کا ایک کمیشن قائم کیا۔

سرحدی حفاظت

امیر عبدالرحمن بادشاہ افغانستان سنہ ۱۹۰۱ء میں فوت ہو گیا۔ ان کی جگہ پر ان کا بیٹا حبیب اللہ امیر کابل ہوا۔ لارڈ کرزن نے اس سے دوستی قائم رکھی۔ اور سرحدی قوموں کو انگریزی سلطنت کا نوکر بنا لیا۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں اس نے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے نام سے ایک نیا صوبہ بنا دیا۔ اور اس کے انتظام کے لئے ایک چیف کمشنر مقرر کیا۔ تبت کے لامہ نے روسیوں سے بات چیت شروع کی تھی۔ اس سے انگریزوں کو اندیشہ ہوا۔ لارڈ کرزن نے روسی اثر کم کرنے کی غرض سے ایک انگریزی فوج "لہاسہ" کو بھیجی۔ اس سے لامہ ڈر گیا۔ اور اس نے ہرجہ دے کر چین کی ماتحتی قبول کر لی۔

دربارِ دلّی

۲۲ر جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے ایڈورڈ ہفتم تخت نشین ہوئے۔ شہنشاہ کی تاجپوشی کے لئے لارڈ کرزن نے سنہ ۱۹۰۳ء میں دلّی کے مقام پر ایک بڑا شاہی دربار کیا۔ کانگریس نے اس دربار کی مخالفت کی۔ لیکن لارڈ کرزن نے کسی کی نہ سنی۔

اصلاحات

جس وقت لارڈ کرزن ہندوستان میں آیا۔ اس وقت اس کی عمر ۴۰ سال کی بھی نہ تھی۔ لیکن ابتک ایسا لائق پڑھا اور محنتی وائسرائے کوئی نہیں آیا تھا۔ اس نے آتے ہی ہندوستانی حکومت کی مشکلوں کو خوب سمجھ لیا۔ اور پھر انہیں حل کرنے کی کوشش کی۔ گو وہ انگریزوں کا بڑا حامی تھا۔ لیکن ظلم و ستم کو روکنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔

پنجاب میں زمین کی حفاظت کرنے کا قانون: لارڈ کرزن نے ۱۹۰۱ء میں ایک نیا قانون پاس کرایا۔ یہ قانون پنجاب کے کسانوں کو مہاجنوں کے چنگل سے بچانے کے لئے پاس کرایا گیا۔ مہاجن کرشے سود پر روپیہ دے کر زمین لے لیتے تھے۔ اب یہ قاعدہ ہو گیا۔ کہ قرض کے بدلے میں کسان کی زمین کوئی نہیں لے سکتا۔

زراعت کی ترقی: کھیتی کی ترقی کے لئے امدادی بینک قائم ہوئے۔ اور اسی زمانہ میں کھیتی اور تجارت کی نگرانی کے لئے کونسل میں ایک نیا محکمہ کھلا۔

تعلیم کی اصلاح: لارڈ کرزن نے ہائی اسکول تک تعلیم میں اصلاح کرنے کے واسطے سنہ میں ایک کانفرنس کی۔ اور محکمہ تعلیم کی نگرانی کے واسطے ایک نیا افسر (ڈائرکٹر جنرل) مقرر کیا۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا جس سے اعلیٰ تعلیم کے راستہ میں بہت سی روکاوٹیں پیدا ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ڈائرکٹر جنرل نے زیادہ تر یونیورسٹیوں پر توجہ کی۔ اور سنہ ۱۹۰۴ء میں ایک نیا قانون پاس ہوا۔

فوج و پولیس: فوج میں بھی اصلاح ہوئی۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں پولیس والوں کی تنخواہیں بڑھا دی گئیں۔ اور ان کی تعلیم کا بھی انتظام ہوا۔

تقسیم بنگال: سنہ ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے بنگال کو دو حصوں پر بانٹ دیا۔ اس کا مشرقی حصہ آسام کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اس کا نام مشرقی بنگال و آسام رکھا گیا اور اس کا صدر مقام مشہور ڈھاکہ" قرار پایا۔ لارڈ کرزن کہتا تھا۔ کہ بنگال کا صوبہ اتنا بڑا ہے۔ کہ اس کا انتظام بخوبی نہیں ہو سکتا۔ پبلک اس کو نہیں مانتی تھی۔ اُسی زمانہ میں سب سے پہلے بم کے گولے چلے۔ اور کئی ہندوستانی اور انگریز افسروں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ (آخر کو یہ تقسیم ختم کر دی گئی

پرانی عمارتوں کی حفاظت: ہندوستان میں قدیم زمانہ کی بہت سی شاندار اور خوشنما عمارتیں ہیں۔ ان کی طرف گورنمنٹ نے کچھ بھی توجہ نہیں کی تھی۔ اس لئے بہت سی عمارتیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ اور اکثر عمارتوں پر لوگوں نے اپنا قبضہ کر لیا تھا۔ لارڈ کرزن کو قدیم عمارتیں دیکھنے کا بیحد شوق تھا۔ وہ اس کے لئے سارے ملک میں گھوما پھرا۔ اور اس نے عمارتوں کی حفاظت کا ایک قانون پاس کیا۔ اب آرکیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ (محکمہ آثار قدیمہ) کا کام زور کے ساتھ ہونے لگا۔ اور اس کو روپے کی بھی کافی امداد ملنے لگی۔

لارڈ کرزن کا استعفا

لارڈ کرزن کسی سے دبنے والا آدمی نہ تھا۔ فوجی انتظام کے بارے میں کمانڈر انچیف لارڈ کچنر اور لارڈ کرزن میں کچھ اختلاف ہوگیا حکومت انگلستان نے لارڈ کرزن کی رائے کو نہیں مانا۔ اس پر لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں استعفےٰ دے دیا۔ اب اس نے ولایت واپس جاکر سلطنت کے سیاسی معاملات میں بہت بڑا حصہ لیا۔ وہ ۱۹۲۵ء میں فوت ہوگیا

سیاسی شورش

لارڈ کرزن کی پالیسی سے ملک میں بے چینی پھیل گئی۔ بنگال میں گورنمنٹ کیخلاف بڑی زور کی شورش ہوئی۔ ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کی لڑائی میں جاپان، روس پر غالب آگیا۔ تو ہندوستان کے لوگوں کی خودداری اور بھی جاگ اٹھی۔ کانگریس میں دو پارٹیاں ہوگئیں۔ گرم پارٹی والوں کے سرغنہ (لیڈر) مسٹر تلک اور لالہ لاجپت رائے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم کو عاجزی سے نہ مانگنا چاہیئے۔ سوراج ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنا سارا زور لگا دینا ضروری ہے بائیکاٹ یعنی غیر ملکی چیزوں کو چھوڑ دینے کی دھوم ہوئی۔ ۱۹۰۶ء کی کلکتہ کانگریس میں بائیکاٹ کی تجویز منظور ہوئی اور سر دادا بھائی نوروجی نے صدارت کی کرسی سے سوراج کا مطالبہ کیا۔ کانگریس کے اجلاس میں سنسنی پھیل گئی۔ اگلے سال ۱۹۰۷ء میں سورت میں دونوں پارٹیاں پھر مقابلہ میں آئیں۔ نرم پارٹی والے کانگریس سے الگ ہوگئے۔ اور گرم پارٹی والے اس پر قابض ہوئے۔ لیکن کچھ دنوں بعد کانگریس پھر نرم لوگوں کے ساتھ آملی اسی زمانہ میں ملک کے اندر کچھ ایسے آدمی بھی پیدا ہوگئے جو کسی قسم کی گورنمنٹ نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے قتل اور ڈاکہ زنی شروع کردی۔

منٹو مارلے اصلاحات

۱۹۰۵ء میں لارڈ منٹو وائسرائے ہوکر آیا۔ اور لارڈ مارلے وزیر ہند مقرر ہوا۔ اس نے سیاسی بے چینی کو روکنے کی تدبیر کی لارڈ مارلے عقلمند اور آزادی کا حامی تھا۔ اس نے پارلیمنٹ میں کہا۔ کہ ہندوستانیوں کو حقوق دیئے بغیر ملک میں امن وامان قائم نہیں رہ سکتا۔ حکومت کی اسی اصلاح کا نام "منٹو مارلے اصلاحات" ہے۔ اس اسکیم سے کونسلوں کی حالت بدل گئی۔ وائسرائے کی اگیزیکٹو (یعنی انتظامی کونسل) میں اب ایک ہندوستانی ممبر بھی ہونے لگا۔ پہلے ہندوستانی ممبر لارڈ سنہا ہوئے۔ لیجسلیٹو یعنی قانون بنانے والی کونسل کے ممبر تعداد میں (۶۰) ہوگئے۔ اور ان میں سے ۲۵ ممبر غیر سرکاری ہونے لگے۔ غیر سرکاری ممبروں کے اختیارات بھی کچھ بڑھا دیئے گئے۔ اور ان کو بجیٹ پر مباحثہ کرنے کی بھی اجازت مل گئی۔ اس اصلاح کے وقت مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق ملا۔ صوبہ کی کونسلوں میں بھی اصلاح ہوئی۔ ۱۹۱۰ء میں کونسل نے ایک پریس ایکٹ پاس کیا جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اخباروں کو سیاسی شورش پھیلانے والے مضامین کی اشاعت سے روک دیا جائے۔

بادشاہ کا فرمان

سنہ ۱۹۱۰ء میں لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہو کر آیا۔ اسی زمانہ میں شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے وفات پائی۔ اور ان کے بیٹے جارج پنجم تخت پر بٹھائے گئے۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو لارڈ ہارڈنگ نے دہلی میں ان کی تاجپوشی کا دربار کیا۔ شہنشاہ اور ملکہ دونوں اس دربار میں شریک ہوئے۔ شہنشاہ نے اپنی تقریر میں کئی باتیں بڑے معرکے کی کہیں۔ ہندوستان کا پایہ تخت کلکتہ سے ہٹا کر دہلی کر دیا گیا۔ بہار و اڑلیسہ کا ایک نیا صوبہ بنایا گیا۔ اور اس کا دارالخلافہ شہر پٹنہ ہوا۔ بنگال کی تقسیم بھی منسوخ ہوئی۔ مشرقی بنگال و آسام کا صوبہ پھر توڑ ڈالا گیا۔ لہذا اس کا جنوبی حصہ مع شہر ڈھاکہ کے قدیم بنگال کے صوبہ میں ملا لیا گیا۔ اب صرف آسام ایک چیف کمشنر کے ماتحت رہا۔ شہنشاہ نے پبلک کی تعلیم کے لیے پچاس لاکھ روپیہ کی بخشش فرمائی۔

وائسرائے پر بمب کا گولہ

۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو دلی میں کسی نے لارڈ ہارڈنگ پر بمب کا گولہ پھینکا جس سے وہ تو بچ گئے لیکن ان کا باڈی گارڈ مارا گیا۔ مگر اس حادثہ سے پالیسی میں کسی طور کی تبدیلی نہیں ہوئی۔

انتظامِ حکومت کی اصلاح

لارڈ ہارڈنگ کے عہد میں دو کمیشن قائم ہوئے۔ ا۔ پبلک سروس کمیشن اور دوسرا انڈسٹریل کمیشن۔ (پبلک سروس کمیشن) سرکاری نوکریوں کی ترتیب کے لئے قائم ہوا تھا۔ مسٹر گوکھلے بھی اس کے ممبر تھے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کے مطابق سرکاری نوکروں کی تنخواہیں بڑھ گئیں۔ انڈسٹریل کمیشن اس لئے قائم ہوا تھا۔ کہ ہندوستان کی تجارت دستکاری اور فنون کی ترقی کے ذرائع پر غور کرے۔

یورپ کی جنگ عظیم

سنہ ۱۹۱۴ء میں یورپ کی سرزمین پر ایک بڑی خوفناک لڑائی چھڑ گئی رفتہ رفتہ اس میں یورپ کے تمام حکمران شامل ہو گئے۔ لارڈ ہارڈنگ نے اس جنگ میں ہندوستانی فوجیں بھی روانہ کیں۔ تاکہ وہ دشمنوں سے لڑیں۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں یہ وائسرائے لارڈ ہارڈنگ انگلستان واپس گئے۔ اور لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے مقرر ہوئے۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہو گئی اور ایسی ہولناک لڑائی یورپ کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو سرویا کے چند فسادیوں نے آسٹریا کے ولی عہد کو قتل کر کے شورش برپا کی۔ بس اسی پر لڑائی کی بنیاد پڑ گئی۔ یورپ کی سب سے چھوٹی اور بڑی تمام سلطنتیں اس لڑائی میں شامل ہو گئیں۔ ایک طرف جرمنی، آسٹریا، ترکی، بلغاریہ وغیرہ اور دوسری جانب انگلستان، فرانس، روس، بلجیم، اٹلی اور یونان اور دوسری چھوٹی چھوٹی سلطنتیں تھیں۔ جرمنی مدتوں سے لڑائی کی تیاری کر رہا تھا۔

اس کے پاس لڑائی کا سامان بہت تھا۔ جرمنی کی فوج بلجیم میں ہو کر جانے لگی۔ تو انگریزوں نے اسے روکا۔ کیونکہ انگلستان، جرمنی اور فرانس پہلے ایک معاہدہ تحریر کر چکے تھے۔ کہ ان میں سے کوئی ملک بلجیم پر کبھی حملہ نہ کرے گا۔ جرمنی کا بلجیم میں فوج بھیجنا اس عہد نامہ کے خلاف تھا۔ اسی وجہ سے انگلستان اور فرانس کو لڑائی میں شریک ہونا پڑا۔

لڑائی کے لام یورپ اور ایشیا دونوں براعظموں میں تھے۔ ہندوستان میں لڑائی کی خبر پہونچی۔ تو وائسرائے نے یہاں سے بھی فوج روانہ کرنے کی تیاری کر دی۔ لارڈ ہارڈنج نے ہندوستانی فوج کو میسوپوٹیمیا (عراق) میں بھیجا۔ اس فوج نے وہاں بڑی بہادری سے جنگ کی۔ راجہ، مہاراجہ سیٹھ، ساہوکار، زمیندار اور کسان سب لوگوں نے سرکار کی مدد کی۔ متوسط طبقہ کے ہندوستانی شاہنشاہی سلطنت کے لیے اپنا خون بہانے پر تیار ہو گئے۔ کانگریس کے لیڈروں نے بھی سرکار کو مدد دی۔ خود مہاتما گاندھی نے بھی رنگروٹ بہم کیے۔ تمام ملک میں جلسے ہوئے۔ جن میں یہ کہا گیا۔ کہ ایسے وقت میں شاہنشاہی گورنمنٹ کی مدد کرنا ہی ہندوستان کے لیے موزوں ہے۔

لڑائی چھڑنے کے ایک ہی سال بعد دو لاکھ دس ہزار دیسی افسر اور سپاہی فرانس کے میدانوں میں بھیجے گئے۔ جن کو وہاں کی سردی سے بڑی مصیبت اٹھانی پڑی۔ ہر طرف بم کے گولے گرتے تھے۔ اور مشین کی بندوقیں گولیوں کی بوچھار کیا کرتی تھیں۔ لیکن ہندوستانی سپاہی اپنی جگہ سے نہیں ٹلتے تھے۔ ان کی اس بہادری اور ثابت قدمی کو دیکھ کر انگریز بھی دنگ رہ گئے۔ ہندوستانی فوجیں کچھ فقط یورپ ہی میں نہیں لڑیں۔ بلکہ وہ گلیپولی، ترکی، مصر، عرب، عراق اور افریقہ وغیرہ کے ملکوں میں بھی گئیں۔ اور انہوں نے وہاں دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ہندوستان نے آٹھ لاکھ سپاہی اور چار لاکھ رنگروٹ اور بھی دیئے۔ اور تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد بھی دیا۔

جب کئی متحد سلطنتیں جرمنی کو شکست نہ دے سکیں۔ تو امریکہ کو بھی جنگ میں حصہ لینا پڑا۔ اور پریذیڈنٹ ولسن کی کوشش سے سنہ ۱۹۱۹ء میں صلح ہو گئی۔ جرمنی اور ترکی کی طاقت بہت کم ہو گئی۔ اور ان سے ہرجہ کا روپیہ بھی خوب وصول کیا گیا۔

انگلستان کے لوگ ہندوستان کی یوں مدد کرنے سے بہت خوش ہوئے۔ گورنمنٹ نے بھی ہندوستانی رعایا کی تعریف کی۔ اور جن لوگوں نے لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ ان کو انعام وغیرہ ملا۔

سوراج کی مانگ

جس وقت یورپ میں جنگ عظیم ہو رہی تھی۔ اس وقت ہندوستان میں سیاسی شورش برابر جاری تھی۔ لیکن سرکار کی امداد سے کسی نے

بھی ہاتھ نہیں کھینچا۔ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں "ڈومینین اسٹیٹس" مانگنے لگے۔ لڑائی کا یہ اثر ہوا کہ سب پارٹیاں ایک ہوگئیں۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں مسز اینی بیسنٹ نے "ہوم رول لیگ" قائم کی۔ اور کانگریس اور مسلم لیگ نے بھی زور کے ساتھ سوراج کا مطالبہ گورنمنٹ سے کیا۔ مسٹر تلک نے بھی اس کی تائید کی۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں مسٹر مانٹیگو وزیر ہند ہوئے۔ انہوں نے ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۷ء کو پارلیمنٹ میں کہا۔ کہ برٹش گورنمنٹ کا مقصد آہستہ آہستہ ہندوستان میں ذمہ دار حکومت قائم کرنا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے لارڈ چیمسفورڈ کی صلاح سے حکومت میں اصلاح کی اسکیم تیار کی۔ ہندوستان نے جنگ کے زمانہ میں انگلینڈ کی بڑی مدد کی تھی۔ اس لیے مسٹر مانٹیگو کی اسکیم پارلیمنٹ میں آسانی سے منظور ہوگئی۔

مانٹیگو، چیمسفورڈ اصلاح

سنہ ۱۹۱۹ء میں ایک نیا "گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ" پاس ہوا۔ اس کے مطابق وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبروں کی تعداد بڑھ گئی۔ اس میں تین ہندوستانی ممبر ہونے لگے لیجسلیٹو کونسل کے دو حصے ہوگئے۔ (۱) لیجسلیٹو اسمبلی اور (۲) کونسل آف اسٹیٹ۔ لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبروں کی تعداد (۱۴۲) ہوگئی جن میں سے ۱۰۲ رعایا کے چنے ہوئے ہونے چاہئیں۔ کونسل آف اسٹیٹ کے ممبروں کی تعداد ۶۰ قرار پائی۔ جن میں ۳۳ غیر سرکاری ہونے ضروری ہوئے۔ دونوں مجلسوں کو تین سال بعد اپنے صدر چننے کا اختیار دے دیا گیا۔

صوبہ کے انتظام حکومت میں بھی اصلاح ہوئی۔ گورنر کی امداد کے لئے دو کونسلیں، ایگزیکٹو (۱) اور (۲) لیجسلیٹو قائم ہوئیں۔ ایگزیکٹو کونسل میں کم سے کم آدھے ممبروں کا ہندوستانی ہونا ضروری ہوا۔ اور لیجسلیٹو کے ممبران کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ انتظام حکومت کا کام دو حصوں پر بانٹ دیا گیا۔ ایک تو وہ جو گورنر اور اس کی ایگزیکٹو کونسل کے اختیار میں رہا۔ اور دوسرا حصہ وہ تھا جو کہ وزیروں کو سپرد کیا گیا۔ سرکار کے اختیار میں مالگزاری، روپیہ پیسہ، انصاف اور جیل، پولیس وغیرہ ہیں۔ تعلیم، تجارت شفاخانے، دستکاری، میونسپلٹی، ڈسٹرکٹ بورڈ اور زراعت وغیرہ وزیروں کے ہاتھ میں رہا۔ بجٹ میں بھی ممبروں کو کمی بیشی کرنے کا اختیار مل گیا۔ انگلستان میں وزیر ہند کی کونسل کے اندر بھی ہندوستانیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ دیسی ریاستوں کی اچھائی اور برائی کی نگرانی کرنے کے لیے ایک چیمبر آف پرنسس یعنی دیسی رئیسوں کی مجلس بنانے کی تجویز ہوئی۔ ان اصلاحوں سے ہندوستانیوں کو حکومت کے کاموں میں دخل مل گیا لیکن کانگریس کے لیڈر اس سے مطمئن نہیں ہوئے۔ ان میں دو پارٹیاں ہوگئیں۔ ایک پارٹی نے ان

اصلاحات کو پسند و منظور کیا۔ اور دوسری نے ان کی مخالفت شروع کردی، لبرل پارٹی والے کانگریس سے الگ ہو گئے۔ اور "لبرل فیڈریشن" کے نام سے اپنی مجلس الگ بنالی شورش برابر جاری رہی۔

افغانوں کی چوتھی لڑائی

سنہ ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ کے دشمنوں نے اس کو قتل کر دیا۔ سلطنت کے لئے جھگڑا ہوا لیکن حبیب اللہ کا چھوٹا لڑکا خان امان اللہ خاں امیر ہو گیا اس نے اپنے باپ کے قتل کرانے والے کو سخت سزا دی۔ اس پر کچھ لوگ اس کے مخالف ہو کر شورش مچانے لگے۔ اسی اثنا میں ہندوستان کے اندر بھی رولٹ بل کی وجہ سے بےچینی پھیل گئی۔ افغانوں نے ہندوستان سے غلط خبریں بھیج کر امیر کو اس پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ امیر نے سرحد کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ ادھر انگریز بھی جلال آباد اور کابل پر چڑھ دوڑے۔ افغان ہار گئے اور آخر کار ۸ اگست سنہ ۱۹۲۱ء کو صلح ہو گئی۔

سیاسی شورش

لارڈ چیمسفورڈ کے عہد میں سیاسی ہلچل کو دبانے کے واسطے ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ پاس ہوا۔ تمام ملک نے اس کی سخت مخالفت کی۔ مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی نے جو مہاتما گاندھی مشہور ہوئے ہیں۔ ستیہ گرہ شروع کیا۔ اور ہندو مسلمانوں کو ایک بنا دیا۔ مسلمان خلافت کی وجہ سے انگریزوں پر ناراض تھے۔ اس لئے وہ بھی مہاتما گاندھی کے ساتھ ہو گئے۔ پنجاب میں بڑا بلوہ ہوا۔ گورنر نے امن قائم کرنے کی غرض سے مارشل لا جاری کر دیا۔ لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں مہاتما گاندھی نے لوگوں کو سرکار سے ترکِ موالات کرنے کی تعلیم دی۔ اور ستیہ گرہ کرنے پر زور دیا۔ ستیہ گرہ کرنے کا مدعا یہ تھا۔ کہ حق پر عمل کیا جائے۔ اور عملی طور پر اس کا یہ مطلب لگایا گیا۔ کہ سرکار جو کچھ بھی سختی کرے اس کو خاموشی کے ساتھ برداشت کیا جائے۔ کسی کو کوئی تکلیف نہ دی جائے۔ اور چپ چاپ جیل جانا منظور کر لیا جائے۔ ایسی ہی دوسری باتیں مہاتما جی نے گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنے کے لئے شروع کیں۔ بائیکاٹ پر بھی زور دیا۔ اس میں تین خاص باتیں تھیں۔ ۱۔ سرکاری اسکولوں اور کالجوں کو چھوڑ دینا۔ ۲۔ عدالتوں کا بائیکاٹ۔ اور ۳۔ ولایتی کپڑوں و دیگر ولایتی اشیا کا بائیکاٹ کرنا۔ گاندھی جی نے چھوت چھات ملنے اور شراب خوری کو بھی برا کہا۔ اور ان کے روکنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے ملک کی مفلسی دور کرنے کے واسطے چرخہ کاتنے پر زور دیا اور لوگوں سے کہا۔ کہ سب ہاتھ سے کاتے اور بُنے ہوئے سوت کے کھدر کا استعمال کریں۔ ملک میں بہت سے جلسے ہوئے اور پبلک میں بڑا جوش پھیل گیا۔ کھدر اور سودیشی کی دھوم مچ گئی۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے متحد اجلاس میں یہ طے پایا۔ کہ سرکار سے ترکِ موالات کیا جائے۔ ناگپور میں یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔ کہ کانگریس کے مقاصد سے "برٹش گورنمنٹ کے اندر" کے لفظ

نکال دیئے جائیں۔ ۱۹۲۱ء میں لارڈ چیمسفورڈ انگلستان واپس گیا اور اس کی جگہ لارڈ ریڈنگ گورنر جنرل ہو کر آیا۔

ملک میں امن کا قیام

لارڈ ریڈنگ عقلمند آدمی تھا۔ وہ سیاسی معاملات کے داؤ پیچ خوب جانتا تھا۔ اس نے آتے ہی ملک میں امن قائم کرنے کی کوشش کی۔ مہاتما گاندھی اور پنڈت مدن موہن جی مالوی نے وائسرائے سے ملاقات کی اور ایک گول میز کانفرنس کرنے کی صلاح دی لیکن اس میں مہاتما گاندھی نے دو ایک ایسی شرطیں لگا دیں۔ کہ گورنمنٹ ان کو نہ مان سکی۔ شورش جاری رہی لیکن دو ایک جگہ ایسے ہولناک حادثے ہوئے۔ کہ ان کی وجہ سے سرکار کو دبانے کی پالیسی استعمال کرنی پڑی۔ ۱۹۲۲ء میں گورنمنٹ نے مہاتما گاندھی پر مقدمہ قائم کر کے ان کو چھ سال قید کی سزا دی۔ لیکن دو برس ہی بعد چھوڑ دیئے گئے۔ کانگریس میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک کونسلوں کی حامی تھی۔ اور دوسری ان کی مخالف۔ جو یہ کہتی تھی۔ کہ کونسلوں میں شرکت سے ملک کی کوئی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ ہندو مسلمان بھی آپس میں لڑنے لگے۔ اور ترک موالات کی تحریک ٹھنڈی پڑ گئی۔

لارڈ ریڈنگ کا طرزِ حکومت

یورپ کی جنگِ عظیم کے سبب سے سرکار کی مالی حالت خراب ہو گئی۔ اس لئے خرچ میں کمی کے واسطے ۱۹۲۲ء میں ایک "انچکیپ کمیٹی" قائم ہوئی۔ ۱۹۲۳ء میں نمک کا محصول بڑھا دیا گیا۔ اسمبلی نے اس کی مخالفت کی۔ مگر اس وقت لارڈ ریڈنگ نے کچھ نہ سنا۔ اسی سال لی کمیشن نے سول سروس والوں کی تنخواہیں اور ان کے بھتے بڑھا دینے کی سفارش کی۔ ہندوستان کے باشندوں کو فوجی تعلیم دینے کے لئے دہرہ دون میں ایک فوجی کالج کھولا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں نابھہ اور پٹیالہ کی ریاستوں میں جھگڑا ہوا۔ اس کے نتیجہ میں مہاراجہ نابھہ کو راج گدی چھوڑنا پڑی۔ اور ریاست کا انتظام گورنمنٹ ہند نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

۱۹۱۹ء کی اصلاحات پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی کی رپورٹ (جسکو مڈیمین کمیٹی کہا جاتا ہے) ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ ہندوستانی ممبروں نے اپنی رپورٹ الگ لکھی جس میں انہوں نے حکومت کے اندر بہت جلد اصلاح کرنے کی ضرورت ظاہر کی۔ ۱۹۲۶ء کے ماہ اپریل میں لارڈ ریڈنگ کی حکومت کا عہد ختم ہو گیا۔ اور ان کی جگہ "لارڈ اروِن" وائسرائے ہوئے۔

لارڈ اروِن کی پالیسی

لارڈ ڈلہوزی کے بیان میں سر چارلس وڈ کا ذکر ہو چکا ہے۔ سر چارلس وڈ نے ہمارے ملک میں ابتدائی تعلیم پھیلانے کے لئے اپنی رپورٹ ۱۸۵۴ء میں لکھی تھی۔ لارڈ اروِن اُس کا پوتا تھا۔ وہ بہت سچا، نیک اور دیانتدار آدمی تھا۔ اور دل سے ہندوستان کا خیرخواہ تھا۔ جب وہ وائسرائے ہو کر آیا۔ اس وقت ہندوستان کی حالت اچھی نہ

تھی۔ سیاسی شورش تو موجود ہی تھی اوپر سے ہندو مسلمانوں کا جھگڑا بہت زور پکڑ گیا تھا۔ ممالک متحدہ پنجاب اور بنگال میں اس باہمی عداوت نے زندگی دشوار کردی۔ لارڈ ارون نے آتے ہی سب سے پہلے دونوں فریقوں کے لیڈروں سے درخواست کی۔ کہ اس جھگڑے کو مٹائیں۔ اور زوردار ہمدردار الفاظ میں اپنے یہ خیالات ظاہر کئے جن کا لوگوں پر اچھا اثر پڑا۔ اور آپس کا جھگڑا پہلے سے کم ہوگیا۔ ہندوستانی پبلک کے سیاسی خیالات کے ساتھ بھی لارڈ ارون نے ہمدردی ظاہر کی۔

زراعت کی ترقی

لارڈ ارون کو کھیتی سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے آتے ہی ایک کمیشن زراعت کی ترقی کے واسطے مقرر کیا۔ اس کمیشن کی رپورٹ سنہ ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔ گورنمنٹ نے کاشتکاری کی ترقی کی تجاویز سوچنے کے لئے ایک زراعتی کونسل قائم کی۔ اور روپیہ دینا بھی منظور کیا۔

سائمن کمیشن

ہندوستانی نظام حکومت درست کرنے کی تجویزیں سوچنے کے لئے پارلیمنٹ نے ۲۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو انگلستان کے مشہور بیرسٹر سر جان سائمن کی صدارت میں ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن میں کوئی ہندوستانی ممبر نہ تھا۔ اس لئے ہندوستان میں سب لوگ اس کے خلاف ہوگئے۔ سر تیج بہادر سپرو نے اس کے خلاف ایجیٹیشن شروع کیا۔ اور وہ جلد تمام ملک میں پھیل گیا۔ کانگرس نے کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔ اور کسی مشہور لیڈر نے اس کے روبرو گواہی نہیں دی۔ اس کمیشن کی رپورٹ سنہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی۔ پبلک اس سے خوش نہ ہوئی۔ اور جب مخالفت بہت زیادہ ہوگئی۔ تو گورنمنٹ نے اسکو الگ رکھدیا۔

شاردا ایکٹ

بچپن کی شادی کا رواج بند کرنے کی غرض سے مسٹر ہربلاس شاردا نے لیجسلیٹو اسمبلی میں ایک بل پیش کیا۔ اس بل کا مقصد یہ تھا۔ کہ بارہ برس سے کم عمر کی لڑکی اور چودہ سال سے کم عمر لڑکے کی شادی نہ ہو۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء میں بہت سی بحث کے بعد یہ بل پاس ہوگیا اس میں اتنی تبدیلی ہوئی۔ کہ لڑکی ۱۴ برس اور لڑکا ۱۸ سال سے کم نہ ہو۔ کچھ ممبروں نے اس سے اختلاف کیا۔ اور کہا۔ کہ اس قانون کے پاس ہونے سے رعایا پر ظلم ہونے کا خوف ہے۔ آخر میں ایسی شرطیں لگائی گئیں۔ جن سے یہ اندیشہ دور ہوگیا۔

سیاسی شورش

لارڈ ارون کو اپنے عہد میں ایک سخت سیاسی شورش کا مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن اسنے بڑے صبر اور ضبط سے کام لیا اور ہمیشہ گورنمنٹ اور رعایا میں میل کرانے کی کوشش کرتا رہا۔ لارڈ ریڈنگ کے عہد میں ترک موالات کی تحریک کچھ دب گئی تھی۔ لیکن اب اس نے پھر خوفناک صورت اختیار کرلی۔ کانگرس نے سوراج کی مانگ جاری رکھی۔ اور گورنمنٹ سے کہا۔ کہ ایک گول میز کانفرنس ہونا چاہیئے۔ اور ہندوستان کو ڈومینین اسٹیٹس (انگریزی نوآبادیات کی آزاد حکومت)

بہت جلد ملنا چاہیئے۔ وائسرائے نے انگلستان کے وزیراعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کی صلاح سے ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ایک اعلان کیا جس میں کہا۔ کہ برٹش گورنمنٹ کا مقصد ہندوستان کو ڈومینین اسٹیٹس دینا ہے۔ اور کہا۔ کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے انگلستان میں گول میز کانفرنس ہوگی۔ اپنے ایثار، بیخوفی سادگی، ہمت و استقلال اور کامل حب وطنی کی وجہ سے مہاتما گاندھی بھر ملک میں مقبول عام لیڈر ہوگئے کانگرس میں آزادی مانگنے والے زور پکڑ گئے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ دسمبر ۱۹۲۹ء کی لاہور کانگرس میں بہ زیر صدارت پنڈت جواہر لال نہرو، کامل آزادی کا ریزولیوشن پاس کر دیا گیا۔ مہاتما گاندھی نے مارچ ۱۹۳۰ء میں وائسرائے کو ایک خط لکھا۔ اس میں اپنی گیارہ شرطیں پیش کیں۔ خاص خاص یہ ہیں۔ ۱۔ شراب خوری کی بندش ۲۔ محصول نمک کو اٹھا لینا۔ ۳۔ فوج کے خرچ میں نصف کی کمی۔ ۴۔ بڑے بڑے افسروں کی تنخواہیں گھٹا دینا۔ ۵ سیاسی قیدیوں کی رہائی۔ ۶۔ غیر ملکی مال کو ہندوستان میں نہ آنے دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور جب سرکار نے یہ شرطیں نہیں مانیں۔ تو مہاتما گاندھی نے رعایا کو قانون شکنی کرنے کی صلاح دی۔ وہ خود سابرمتی آشرم سے اسی ۸۰ آدمی ساتھ لے کر نمک بنانے کے لئے سمندر کے کنارہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہونچ کر سرکاری قانون کے خلاف نمک بنایا۔ اور پھر نمک کے کارخانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ہزاروں عورتیں اور مرد ملک بھر میں نمک بنانے لگے۔ سرکار نے یہ بات دیکھ کر مسٹر گاندھی جی کو پونا کے نزدیک یروادا جیل میں نظر بند کر لیا۔ اور وہاں اُن کے آرام کا تمام انتظام کر دیا۔ اس سے شورش اور بھی زور پکڑ گئی۔ کانگرس کے لیڈروں نے کسانوں کو لگان نہ دینے کا مشورہ دیا۔ ملک میں کئی جگہ بلوہ ہوا۔ پشاور، اور شولاپور میں بڑے خوفناک قتل عام ہوئے۔ بمبئی ترک موالات کی شورش کا مرکز بن گیا۔ ولایتی کپڑے کی دکانوں پر پکیٹنگ ہونے لگی۔ عورتیں، مرد اور لڑکے بڑے جوش کے ساتھ شورش میں حصہ لینے لگے۔ وائسرائے نے کئی آرڈیننس جاری کئے۔ لیکن امن نہ قائم ہو سکا۔ کئی جگہ رعایا اور پولیس میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور لوگ زخمی ہوئے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے لارڈ اِروِن نے اپنی امن پسندی کی پالیسی نہیں چھوڑی۔ وہ برابر سمجھوتہ کی کوشش کرتا رہا۔ سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر نے سرکار اور کانگرس میں صلح کرا دینے کی کوشش کی لیکن گاندھی جی کی سخت شرائط کے سبب کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ جب انگلستان میں گول میز کانفرنس کی تیاری ہوئی۔ تو کانگرس کے بڑے بڑے لیڈر جیل سے رہا کر دیئے گئے۔ لیکن کانگرس کی انتظامی کمیٹی نے یہی طے کیا۔ کہ اس کے لیڈر گول میز کانفرنس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ کچھ دنوں تک معاملہ یوں ہی چلتا رہا۔ مہاتما گاندھی دلی میں وائسرائے سے ملے اور امن قائم ہونے کی کوششیں ہونے لگیں۔ آخر میں سمجھوتہ ہوگیا۔ اور کانگرس نے اپنی شورش بند کر دی۔ سرکار نے بھی آرڈیننس واپس لے لئے۔ اور سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ نیز وعدہ کیا کہ

دوسری گول میز کانفرنس میں سوراج کے مطالبہ پر غور کیا جائے گا۔ کانگریس نے گول میز کانفرنس کی شرکت قبول کرلی اور گاندھی جی کو اختیار دے دیا۔ کہ وہاں جاکر وہ معاملات طے کریں۔ اپریل ۱۹۳۱ء میں لارڈ اردن انگلستان واپس چلے گئے اور ان کی جگہ لارڈ ولنگڈن جو پہلے بمبئی کے گورنر رہ چکے تھے۔ وائسرائے ہوکر ہندوستان آگئے۔ گاندھی جی وغیرہ لندن گئے اور گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے۔

ہندوستان کا انتظام سلطنت

(۱) سرکارِ ہند

وزیر ہند

ہندوستان سلطنت برطانیہ کا ایک حصہ تھا۔ اس لئے یہاں کی سرکار پارلیمنٹ انگلستان کی ماتحت تھی۔ پارلیمنٹ دو بڑی جماعتوں سے بنی۔ ایک کا نام ہاؤس آف لارڈز (دارالخواص) اور دوسری کا ہاؤس آف کامنز (دارالعوام) تھا۔ دارالخواص کے اکثر ارکان انگلستان کے بڑے بڑے رئیس اور مرتبہ والے اشخاص ہوتے ہیں۔ اور دارالعوام کے عام ارکان پبلک کے نمائندے ہوتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔ قوانین سب پارلیمنٹ ہی میں بنتے ہیں۔ اور وہی برطانیہ پر حکومت کرتی ہے۔ سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے بادشاہ دارالعوام کے نمائندوں میں سے ایک شخص کو وزیر اعظم منتخب کرلیتا ہے۔ وہ وزیر اپنی امداد کے لئے اپنے گروہ کے لوگوں میں سے دیگر وزیروں کو منتخب کیا کرتا ہے۔ وزیروں کی یہ جماعت مجلس وزرا یا کیبنٹ (کابینہ) کہلاتی ہے۔ اور حکومت کا کل انتظام کیا کرتی ہے۔ وزیر اعظم کے ان صلاح کاروں میں ایک وزیر خاص ہندوستان کی سلطنت کا کاروبار انجام دیتا تھا۔ اس کو وزیر ہند کہتے تھے۔ ہندوستان کی حکومت کا کام اسی کے اختیار میں ہوتا تھا۔ اور یہاں کے سب اعلیٰ اور ادنیٰ اسی کے ماتحت ہوتے تھے وائسرائے بھی اس کا ماتحت ہوتا تھا اور حکام اس کے ماتحت ہوتے

وزیر ہند کی مدد

کے لئے ایک کونسل بنی تھی۔ جس کو انڈیا کونسل (ہندوستانی کونسل) کہا جاتا۔ اس کے زیادہ سے زیادہ ممبر ۱۲ ہوسکتے تھے۔ اُن میں سے آدھے ممبر ایسے ہوتے جو کچھ مدت تک ہندوستان میں رہے ہوں۔ اور یہاں کی حالت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ پھر ہندوستانی بھی اس مجلس کے ممبر ہونے لگے۔ ۱۹۱۹ء میں تین ہندوستانی

اس مجلس کے ممبر تھے۔ وزیر ہند یہاں کے معاملات حکومت میں بہت کم دست اندازی کرتا تھا۔ وہ زیادہ تر وائسرائے کو صرف صلاح دیتا یا اس سے مشورہ کیا کرتا۔ ہاں سرکار ہند کے بڑے بڑے عہدیداروں کو وزیر ہند ہی مقرر کرتا۔ ۱۹۱۹ء کے نئے قانون کے مطابق اس سیکرٹری کی تنخواہ انگلستان کی سرکار دیتی۔

سرکارِ ہند ۱۷۷۳ء میں ریگولیٹنگ ایکٹ پاس ہوا تھا۔ بنگال ہی کا گورنر پورے ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ اور اس کی مدد کے لئے چار ممبروں کی ایک کونسل بنائی گئی تھی۔ گورنر جنرل کو پہلے زیادہ اختیارات نہ تھے۔ لیکن بعد میں اس کے اختیارات بڑھا دیئے گئے۔ ۱۸۵۷ء کی سیاسی جنگ کے بعد گورنر جنرل وائسرائے کے لقب سے موسوم ہوا۔ اور ہندوستان کے ملکی انتظام میں نئی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ۱۸۶۱ء میں ایک نیا قانون پاس ہوا۔ اب وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل (یعنی مجلسِ انتظامیہ) میں کچھ ترمیم ہو گئی۔ وائسرائے کو اختیار دیا گیا۔ کہ وہ کچھ ممبر خود نامزد کرے اور کسی نئے قانون بنانے کے وقت اُن ممبروں کو کونسل میں شریک کرلے، ایگزیکٹو کونسل صرف ملکی انتظام کرتی تھی۔

۱۸۹۲ء میں ایک نیا قانون پھر پاس ہوا۔ اس سے کونسلوں کی حالت میں بہت کچھ اصلاح ہوئی۔ ۱۹۰۹ء میں منٹو مارلے اصلاحات وجود میں آئیں۔ اُن سے کونسلوں کی صورت بالکل بدل گئی پہلے مجلسِ انتظامیہ میں (کمانڈر انچیف) سپہ سالار اعظم کو شامل کر کے سات ممبر ہوتے تھے اور وہ سب انگریز ہی ہوتے تھے۔ اب ایک ممبر ہندوستانی ہونے لگا۔ اور سر ستندر پرسن سنگھ (لارڈ سنہا) کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک مشہور بیرسٹر قانون کے ممبر مقرر ہوئے۔ قانون بنانے والی مجلس کے ممبروں کی تعداد ساٹھ ہو گئی۔ ان میں پچیس ممبر غیر سرکاری ہونے لگے۔ غیر سرکاری ممبروں کے اختیارات بھی کچھ زیادہ کر دیئے گئے اور انہیں پبلک معاملات کے بارہ میں سوالات کرنے کا بھی اختیار مل گیا۔

۱۹۱۹ء کے اصلاحات جس وقت یورپ میں جنگ عظیم ہو رہی تھی۔ اس زمانہ میں مسٹر مونٹیگو (جو اس وقت وزیر ہند تھے) ہندوستان میں تشریف لائے۔ انہوں نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا تھا۔ "گورنمنٹ برطانیہ چاہتی ہے کہ حتی المقدور ہندوستانیوں کو ذمہ دار گورنمنٹ کے حقوق دے دیئے جائیں۔" وزیر ہند نے یہ بھی کہا تھا کہ "اگر ہندوستانی ملکی انتظام کی بھی قابلیت دکھائیں گے تو انہیں ایک دن ویسی ہی حکومت خود اختیاری دے دی جائے گی جیسی کہ سلطنت برطانیہ کی دیگر نو آبادیات کو حاصل ہے۔"

مسٹر مونٹیگو اور لارڈ چیمسفورڈ نے باہم مل کر ہندوستان کے مختلف صوبوں میں دورہ کیا۔ وہ سینکڑوں ہندوستانیوں اور انگریزوں سے ملاقات کر کے ان سے اصلاح حکومت کے بارہ میں مشورہ لیتے رہے۔

مشہور سربرآوردہ ہندوستانی لوگوں کو بھی بُلا کر اُن سے دریافت کیا۔ کہ حکومت کے انتظام میں کیا کیا اصلاحات ہونی چاہئیں۔

سب سے مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے مونٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ مرتب کی۔ اس رپورٹ میں انہوں نے موجودہ نظام حکومت کی خرابیاں دکھائیں اور ضروری اصلاحات کا ذکر کیا۔

اس رپورٹ میں اُنہوں نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ ہندوستانیوں کو بھی بڑے عہدے دینے چاہئیں۔

اس رپورٹ میں جو کچھ ظاہر کیا گیا تھا۔ اس پر انگلستان میں بڑا مباحثہ ہوا اور اتفاق رائے سے یہ طے ہوا۔ کہ ہندوستان کے انتظام میں اصلاحات کرنے کا ایک قانون پاس ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ منظور ہوا۔ اس سے ہندوستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کا طرز بہت تبدیل ہو گیا۔

اس قانون کے مطابق سرکار ہند کی انتظامی مجلس میں ہندوستانی ممبروں کی تعداد بڑھ گئی۔ اور اس مجلس میں تین ہندوستانی ممبر ہو گئے۔

قانونی مجلس جس کو لیجسلیٹو اسمبلی یا مجلس واضع قوانین کہتے ہیں۔ پہلے کی نسبت بہت بڑی ہو گئی تھی۔ نئے قانون کے مطابق اس کے ممبروں کی تعداد ۱۴۳ ہو گئی۔ جن میں سے ۱۰۲ ممبر رعایا کے منتخب کردہ اور باقی ۴۱ ممبروں کو وائسرائے نامزد کرنے لگا۔ نامزدہ ممبروں کے لئے یہ ضروری ہوا۔ کہ اُن میں سے بھی ۲۶ سے زائد سرکاری ملازم نہ ہوں۔ اس مجلس میں پہلے وائسرائے ہی صدر مجلس ہوتا تھا۔ لیکن پھر پہلا صدر چار سال کے لئے سرکار نے نامزد کیا۔ بعد ازاں مجلس خود اپنا صدر منتخب کرنے لگی۔ اس مجلس کا خاص کام کُل ہندوستان کے لئے قانون بنانا ہوا۔ تیسرے سال اس مجلس کا کُل انتخاب ہونا اسی قانون نے قائم کیا۔

ان کے علاوہ ایک اور مجلس مقرر کی گئی تھی۔ جو مجلس سیاسی (کونسل آف اسٹیٹ) کہلائی۔ اس کے کُل ۶۰ ممبر ہونے قرار پائے۔ جن میں ۳۳ رعایا کے منتخب کردہ اور ۲۷ وائسرائے کے نامزد ہونے لگے۔ وائسرائے ہی ان ممبروں میں سے کسی ایک کو مجلس کا صدر مقرر کرتا۔ جس قانون کو قانونی مجلس پاس کرتی وہ مجلس سیاسی میں پیش ہوتا۔ وہاں پاس ہونے پر اس پر ملک میں عملدرآمد ہوتا۔

وائسرائے اپنی مجلس انتظامیہ کی مدد سے تمام حکومتِ ہند کا انتظام کرتا۔ اس کا انعقاد ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ ہونا مقرر پایا۔ ایام گرما میں ہندوستان کی یہ گورنمنٹ شملہ چلی جاتی۔ اور موسم سرما میں اس کے اجلاس دہلی ہی میں ہوتے۔ اس مجلس کو اتفاق رائے سے سب فیصلے کرنے پڑتے لیکن وائسرائے ممبروں کی رائے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار رکھتا تھا۔ کام میں آسانی کی غرض سے اس مجلس کے ہر ممبر کو ایک محکمہ دیا گیا تھا۔ کونسل یا مجلس انتظامیہ کے کُل ۹ مندرجہ ذیل محکمے رکھے گئے تھے۔

۱۔ فارن ڈیپارٹمنٹ یا محکمہ خارجہ۔ اس محکمہ کا تعلق ہندوستان سے باہر کی سلطنتوں اور دیسی ریاستوں کے معاملات سے ہے۔ افغانستان، تبت، چین فارس وغیرہ ممالک سے جو خط وکتابت ہوتی۔ وہ اسی محکمہ کی معرفت اور خود وائسرائے اس کا کام انجام دیتا۔

۲۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ محکمہ ملکی۔ اس محکمہ کا تعلق ملک کے اندرونی معاملات اور حکومت سے تھا۔ عدالت، پولیس جیل، تعلیم، حفظان صحت وغیرہ کا انتظام اسی محکمہ کے سپرد ہوا۔

۳۔ محکمہ مالگذاری وزراعت اس محکمہ کی بنیاد ۱۸۷۱ء میں پڑی تھی۔ اس محکمہ کا کام مالگذاری وزراعت کے متعلق دیکھ بھال کرنا اور قحط کے زمانہ میں محتاج اور غریب رعایا کی مدد کرنا تھا۔

۴۔ محکمہ مال یہ محکمہ خزانہ، ٹکسال، بنک، نوٹ، افیون اور نمک کے محصول، سرکاری ملازموں کی تنخواہ اور پنشن وغیرہ کا انتظام کرنے کے قائم ہوا۔ سرکار ہند کی آمدنی اور خرچ کا حساب اسی محکمہ کے سپرد ہوا۔

۵۔ محکمہ تجارت اور صنعت وحرفت اس محکمہ کا تعلق ملک کی تجارت، ریل، تار، ڈاک بندرگاہوں اور جہازوں وغیرہ کے بندوبست سے ہوا۔

۶۔ محکمہ قانون یہ محکمہ قانون کے مسودے بنانے پر مامور ہوا۔ اس کے تیار کردہ مسودے قانون پر بعد ازاں لیجسلیٹو اسمبلی (مجلس واضع قانون) غور کرتی۔

۷۔ محکمہ تعمیرات یہ محکمہ اسی ممبر کے تحت ہوتا تھا جس کے تحت محکمہ مالگذاری وزراعت ہوتا۔ اس کا کام سرکاری عمارتوں، نہروں اور سڑکوں کے کام کی نگہبانی تھا۔

۸۔ محکمہ تعلیم یہ محکمہ تعلیمی معاملات کی نگرانی اور جانچ کیا کرتا۔ اس کے علاوہ رعایا کی صحت کا خیال بھی اسی کو کرنا پڑتا تھا۔

۹۔ محکمہ افواج یہ محکمہ فوج کے معاملات پر نظر رکھتا۔ کمانڈر انچیف اس کا پریذیڈنٹ ہوتا تھا۔ محکمہ افواج ہی ان کی تمام ضروریات کا ذمہ دار تھا۔

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ کہ مجلس واضع قوانین یعنی لیجسلیٹو اسمبلی ہندوستان کے لئے قانون بناتی جب کوئی نیا قانون بنتا۔ تو پہلے انگریزی ... ہندوستانی زبانوں میں سرکاری گزٹ میں چھاپ دیا جاتا۔ تاکہ عام لوگ اس پر غور کر سکیں اور اپنی رائے دے سکیں۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ مجلس واضع قوانین میں پیش ہوتا۔

اور کچھ مباحثہ کے بعد ایک چھوٹی سی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا۔ اس کمیٹی کے ممبر اس پر غور کرتے۔ اور اگر ترمیم
وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو مکمل کر کے تیسری دفعہ وہی قانون پھر مجلس میں پیش ہوتا۔ ممبر بحث کرتے۔ ان کو اس
پر مخالفت یا موافقت کے اختیارات دیئے گئے تھے۔ ہر قانون کثرت رائے سے جب تیسری بار بھی پاس ہو
جاتا تو ملک میں نافذ کیا جاتا۔

لیجسلیٹو اسمبلی کا ہر ممبر رعایا کے فائدہ کے لئے جو سوال چاہے کر سکتا تھا لیکن کسی ممبر کو ایسا سوال کرنے
کا اختیار نہیں تھا جس سے کسی دوسرے شخص کی توہین ہو۔ سرکاری آمدنی اور خرچ کا سالانہ حساب اس مجلس
کے سامنے پیش کیا جاتا۔ اس فرد حساب کو انگریزی میں "بجٹ" کہتے ہیں۔ پہلے ایک سرکاری ممبر مجلس میں اس کو پڑھتا
اور اس کی تشریح کرتا جاتا۔ بحث شروع ہوتی۔ غیر سرکاری ممبر اس میں کمی بیشی کرتے۔ آخر کار بجٹ ممبروں کی کثرت
رائے سے منظور ہوتا تھا۔

۳۔ صوبہ کی حکومت

جس طرح مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں ہندوستان کئی صوبوں میں منقسم تھا۔ اسی طرح حکومت کی آسانی
کے لئے برٹش انڈیا بھی کئی صوبوں میں منقسم کیا گیا۔ بعض صوبے کچھ بڑے تھے اور بعض چھوٹے۔ ۱۹۱۸ء
میں کل ۱۵ صوبے تھے۔

(۱) بڑے بڑے صوبے (پریسیڈنسی) کہلاتے تھے۔ جیسے بنگال، بمبئی۔ اور مدراس۔ (۲) اوسط
درجے کے صوبوں میں ممالک متحدہ آگرہ و اودھ، پنجاب، برما اور بہار و اڑیسہ وغیرہ شامل تھے ۱۹۱۹ء
سے پہلے ان صوبوں کی حکومت لفٹننٹ گورنروں کے ہاتھوں میں تھی

(۳) چھوٹے صوبوں میں ممالک متوسط۔ آسام، ممالک مغربی و شمالی سرحدی صوبہ اور دہلی وغیرہ
شامل ہیں ان صوبوں کی حکومت چیف کمشنران کے ذریعہ ہوتی تھی

(۴) برٹش بلوچستان، اجمیر، مارواڑ، کورگ اور جزائر انڈمن، نیکوبار بنگال، بمبئی اور
مدراس کی حکومت ۱۹۱۹ء کی اصلاحات سے پہلے بھی گورنروں کے ذریعہ ہوتی تھیں گورنروں کی
مدد کے لیے دو کونسلیں ہوتی تھیں اور جنہیں ایگزیکیٹو کونسل مجلس انتظامیہ اور لیجسلیٹو
کونسل یعنی مجلسِ قانون ساز کہتے تھے بعد میں مجلس انتظامیہ میں ایک ہندوستانی ممبر بھی ہونے لگا
ممالک متحدہ آگرہ و اودھ، پنجاب، بہار، اڑیسہ اور برما کی حکومت کا بندوبست
لفٹننٹ گورنر کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ ان افسروں کو وائسرائے سول سروس کے افسروں میں

سے مقرر کرتا تھا ان میں سے کچھ گورنروں کے یہاں انتظامیہ مجلسیں تھیں اور بعض کے یہاں نہ تھیں مگر مجلس واضع قوانین یعنی قانون بنانے والی مجلس سب کے یہاں تھی چھوٹے چھوٹے صوبے چیف کمشنروں کی ماتحتی میں تھے اور ان کی مدد کے لئے کونسلیں نہیں تھیں

نئی اصلاحات کے پیشتر صوبے کی گورنمنٹ میں رعایا کے منتخب شدہ ممبروں کا اختیار بہت کم تھا وہ صرف سرکار کے کاموں کی خرابیاں بتایا کرتے تھے لیکن جب ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پاس ہوا تو سرکار نے اپنا اصول بدل دیا اس ایکٹ کے بموجب رعایا کے منتخب شدہ ممبروں کو صوبے کی حکومت میں زیادہ حقوق دے دیئے گئے تاکہ لوگ آہستہ آہستہ حکومت خود اختیاری حاصل کرنے کے لائق بن جائیں

اسی قانون کے مطابق ممالک متحدہ آگرہ و اودھ، پنجاب، بہار اور اڑیسہ ممالک متوسطہ اور آسام وغیرہ بڑے بڑے صوبے قرار دیئے گئے اور ان کی حکومت بھی پرانے بڑے صوبوں کی طرح گورنروں کے ذریعہ ہونے لگی اور ہر ایک صوبے میں گورنر کی مدد کے لئے دو کونسلیں مقرر ہو گئیں ایک ایگزیکٹیو اور دوسری لیجسلیٹو۔ مجلس انتظامیہ کے ممبروں کی تعداد کسی صوبے میں چار سے زیادہ نہیں ہو سکتی ان میں سے کم سے کم نصف ممبر ہندوستانی ہونے چاہئیں گورنر کی مدد کے لئے مجلس واضع قوانین میں رعایا کے منتخب کردہ ممبروں میں سے کم سے کم دو وزیر بنائے گئے انتظام کا کل کام دو حصوں میں منقسم ہو گیا شعبہ جات منتقلہ اور شعبہ جات غیر منتقلہ ایک تو وہ جس میں گورنر اور اس کی مجلس انتظامیہ کے ذریعہ سے انتظامات ہونے لگے اور دوسرا وہ جس کا کام وزیروں کے ذریعہ سے انجام پانے لگا ہندوستانی وزیروں کا درجہ مجلس انتظامیہ کے ممبروں کے برابر ہی تھا ان کے ماتحت دو خاص محکمے تھے تعلیم اور حفظ صحت اگر وہ چاہیں تو رعایا کے فائدے کے لئے بہت کچھ کر سکتے وزیر اسی وقت تک اپنے عہدہ پر برقرار رہتے جب تک کہ مجلس واضع قوانین کو ان کے اوپر پورا اعتماد رہتا جب کونسل سے ان کو مدد نہ ملے تو انہیں مستعفی دینا پڑتا تھا

اس مجلس کے ممبروں کو صوبہ کے عام باشندے ووٹ کے ذریعہ سے چنتے لیکن ہر شخص ووٹ نہیں دے سکتا صرف وہ لوگ جو سرکار کو مالگذاری، لگان، انکم ٹیکس کی مقررہ رقم دیتے یا شہر کے باشندے جو مکانوں کا کرایہ ادا کرتے انہیں کو ووٹ دینے کا حق تھا ہر صوبہ میں ووٹروں کے قواعد ایک سان نہیں تھے۔ ہندوستان کے سب صوبوں میں کل ملا کر تقریباً باون لاکھ آدمی ایسے تھے کہ ان کو ووٹ دینے کا حق حاصل تھا پھر عورتوں کو بھی حق مل گیا کونسل کا نیا انتخاب ہر تیسرے سال ہوتا اور انتخاب سے قبل ووٹروں کے نام اور پتے چھاپ کر مشتہر کرا دیئے جاتے ووٹروں

سے رشوت دینا یا ان پر ناجائز دباؤ ڈالنا جرم تھا

صوبہ کی گورنمنٹ انہیں کاموں کا انتظام کرتی جن کا تعلق صوبہ سے ہوتا تھے مثلاً محصول وصول کرنا اور تعلیم کا انتظام، تالاب، نہریں، سڑکیں اور پل وغیرہ بنانا پولیس اور جیل وغیرہ کا انتظام صوبہ کی مجلس واضع قوانین کے پاس کردہ قوانین اس وقت تک جاری نہیں ہو سکتے جب تک کہ وائسرائے انہیں منظور نہ کرے

(۳) ضلع کی حکومت

ہر ایک صوبہ میں کئی ضلعے ہوتے تھے ضلع کے سب سے بڑے حاکم کو کلکٹر کہتے ہیں۔ کلکٹر زیادہ تر سول سروس کے افسروں میں سے منتخب کیا جاتا۔ پنجاب۔ اودھ، ممالک متوسط اور دیگر چھوٹے صوبوں میں اس کو ڈپٹی کمشنر کہتے تھے ضلع میں دیگر محکموں کے تمام افسران وان کے کام کی نگرانی بھی کلکٹر ہی کرتا تھا اس کے ماتحت کئی اور حاکم ہوتے جو اس کے مددگار رہتے مثلاً اسسٹنٹ کلکٹر یا ڈپٹی کلکٹر، سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ انجینئر، سول سرجن، انسپکٹر مدارس وغیرہ وغیرہ ان سب کا شمار ضلع کے اعلیٰ افسروں میں ہوتا تھا ان میں سے کسی کے ماتحت تین تین چار چار اضلاع ہوتے تھے جن میں وہ دورہ کرتا تھا اور اپنے محکمے کے کام کی دیکھ بھال کرتا ہے ان عہدوں پر ہندوستانی اور انگریز دونوں مقرر کئے جاتے ہیں

کلکٹر بہت سے کام کرتا تھا۔ وہ مالگزاری وصول کرتا تھا فوجداری اور مال کے مقدمات فیصل کرتا اور ضلع میں امن قائم رکھتا وہ پولیس جیل۔ اسپتال، مدرسے وغیرہ کا کام بھی دیکھتا اور لوگوں سے مل کر ان کا حال دریافت کرتا جاڑے کے ایام میں وہ دیہات میں دورہ کرتا پیداوار کو دیکھتا اور لوگوں کے حالات معلوم کرتا اس کو ہر سال اپنے ضلع کے انتظام کی ایک رپورٹ لکھ کر اعلیٰ حاکم کے پاس بھیجنی پڑتی تھی

ضلع میں کئی تحصیلیں ہوتی تھیں جو تحصیلداروں کی ماتحتی میں ہوتی تھیں تحصیلدار کا خاص کام مالگزاری وصول کرنا تھا مگر وہ فوجداری اور مال کے چھوٹے چھوٹے مقدمہ بھی فیصل کرتا تھا جن کی اپیل کلکٹر کے اجلاس میں ہوتی اس کے ماتحت نائب تحصیلدار قانون گو اور پٹواری وغیرہ ہوتے تحصیلدار اپنے حلقہ میں وہی کام کرتا جو کلکٹر ضلع میں کرتا اس کے اختیارات کم نہیں ہوتے وہ دیہاتی لوگوں کو بہت کچھ نفع و نقصان پہنچا سکتا تھا۔ وہ بھی جاڑے میں اپنے حلقہ میں دورہ

کرتا تھا اور لوگوں کا حال دریافت کرتا پہلے اس قدر تعلیم یافتہ نہیں ہوتے تھے لیکن اب یہ عموماً
تعلیم یافتہ اور لائق ہوتے اور بڑی ایمانداری سے کام کرتے تھے
کئی ضلعوں کو ملا کر ایک کمشنری ہوتی جس کا حاکم کمشنر کہلاتا کمشنر کلکٹروں کے کام کی نگرانی کرتا
اور ان کے مقدمہ کی اپیلوں کی سماعت کرتا وہ بھی سول سروس کے افسروں میں منتخب کیا جاتا
در بہت تجربہ کار آدمی ہوتا تھا

مقامی سوراج (لوکل سلف گورنمنٹ)

ہندوستان کے قدیم باشندے مقامی سوراج کے کام سے اچھی طرح واقف تھے۔ ہندوؤں کے زمانے میں ہر ایک گاؤں میں ایک پنچایت ہوتی تھی جو گاؤں کے باشندوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتی تھی مسلمانوں کے زمانہ میں بھی گاؤں کا انتظام اسی طریقہ پر ہوتا تھا ہر ایک گاؤں کا ایک سرغنہ ہوتا تھا جسے نمبردار کہتے تھے وہ مالگذاری وصول کرتے اور مجرموں کو گرفتار کرنے میں حکمرانوں کی مدد کرتا تھا اس کے علاوہ ایک پٹواری بھی ہوتا تھا جو گاؤں کی کاشت کی اور سرکاری لگان اور دیہاتی رسم ورواج کی پوری پوری تفصیل اپنے کاغذات میں لکھتا تھا۔ بدمعاشوں کی نگرانی کے لئے گاؤں میں ایک چوکیدار بھی ہوتا تھا ان لوگوں کو تنخواہ نہیں دی جاتی تھی کسانوں سے غلہ پاتے تھے لیکن انگریزی سرکار سب کو نقد تنخواہ دیتی تھی

شہروں کا انتظام میونسپلٹیاں کرتی تھیں سرکار نے سب بڑے شہروں میں میونسپلٹیاں قائم کر دیں بڑے بڑے کام مثلاً مالگذاری وصول کرنا، قانون بنانا۔ تجارت کی ترقی میں کوشش کرنا اعلیٰ تعلیم کا انتظام وغیرہ صوبہ کی گورنمنٹ کے اختیار میں ہے لیکن بہت سے کام ایسے ہیں جن کو لوگ خود اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ مثلاً شہر کی صفائی رکھنا۔ روشنی کرنا۔ صاف پانی بہم پہنچانا بچوں کی تعلیم کے لئے اسکول کھولنا اور اسپتال وغیرہ کھولنا۔ میونسپلٹیاں پہلے پہل۔ بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں قائم ہوئی تھیں پہلے لوگوں نے ان کی طرف خاص توجہ نہیں کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محصول لگانا اور شہر کی صفائی وغیرہ کا انتظام کرنا سرکار کا کام ہے۔ ہمارا کام نہیں مگر جب تعلیم کی ترقی ہوئی اور لوگ سمجھنے لگے کہ ان کاموں کو بہ نسبت سرکار کے ہم ہی اچھی طرح کر سکتے ہیں تو انہوں نے میونسپلٹی کی کمیٹیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا پہلے میونسپلٹیوں پر سرکار کا بہت اختیار تھا لیکن پھر ان کو زیادہ آزادی مل گئی تھی

میونسپلٹیوں کے ممبر میونسپل کمشنر کہلاتے اور ان میں سے زیادہ تر رعایا کی جانب سے منتخب کئے
جاتے کچھ ممبران میں ایسے ہوتے جن کو سرکار نامنظور کر دیتی ہے زیادہ تر ممبر ہندوستانی ہوتے
وہ اپنا صدر خود منتخب کرتے برٹش انڈیا میں ۷۵۰ میونسپلٹیاں تھیں
میونسپلٹیوں کی آمدنی ان محصولوں سے ہوتی جو وہ خود وصول کرتی اس کے علاوہ ان کو
سرکار سے بھی مالی امداد ملتی یہ سب روپیہ رعایا کے فائدہ کے کاموں میں صرف کیا جاتا لوگ میونسپلٹی
کا ممبر ہونا باعث فخر سمجھتے تھے

دیہاتوں میں یہ کام ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ذریعہ سے ہوتا ۱۸۸۳ء میں لارڈ رپن کے وقت
میں تحصیلوں میں لوکل بورڈ قائم کئے گئے تھے ان کا کام مدرسوں سڑکوں اور اسپتالوں کا انتظام
کرنا تھا دیہات کے لوگ ان کے ممبر بنائے گئے لیکن سرکار کا مطلب پورا نہیں ہوا اس کی
خاص وجہ یہ تھی کہ گاؤں کے لوگ تعلیم یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے ان باتوں کے فوائد نہ سمجھ سکے تھے
معاملہ مدراس میں ایسے بورڈ اب تک موجود ہیں اور ان کے ممبر تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اچھی طرح
کام کرتے ہیں

ڈسٹرکٹ بورڈ ہر ایک ضلع میں تھا ان کے بہت سے ممبر ایسے ہوتے جن کا دیہات سے
تعلق ہوتا بورڈوں کا کام سڑکوں کی مرمت کرنا۔ نئی سڑکیں بنوانا۔ مدرسے کھولنا اور ان
کی دیکھ بھال کرنا اسپتال کھولنا اور رعایا کی حفظ صحت کا خیال رکھنا وغیرہ تھا
حکومت ہندوستان نے ۱۹۱۸ء میں ایک تجویز شائع کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ بورڈوں کے
ممبر رعایا کے منتخب کئے ہوئے ہونا چاہئے اور ان کو اختیار بھی زیادہ ملنا چاہئے بہت سے صوبوں
میں بورڈوں کا نئے سرے سے انتخاب ہوا بیشتر ممبر اب رعایا ہی کے ذریعے سے چنے جاتے
ان کو اپنا صدر چن لینے کا بھی حق تھا اکثر مقامات پر بورڈ اپنے حلقہ میں محصول لگانے کا اختیار رکھتے

• برٹش انڈیا میں ۲۲۱ ڈسٹرکٹ بورڈ اور ۵۵۶ لوکل بورڈ تھے

کئی صوبوں میں سرکار نے اب دیہات میں پنچائتیں قائم کر دی پنچ یا اکثر سرکار ہی
مقرر کرتی وہ گاؤں ہی کے باشندے ہوتے ہیں ان میں ہی سے ایک آدمی سرپنچ بنا دیا جاتا
پنچ دیوانی اور فوجداری کے چھوٹے چھوٹے مقدمات بھی سنا کرتے معمولی مقدمے کے
کئی ضلعوں میں پنچایت قائم کر دی گئی پنچایتوں کو ۲۵ روپیہ سے ۵۰ روپیہ تک کی مالیت کے
مقدموں کی سماعت کا اور پانچ سے دس روپیہ تک جرمانہ کرنے کا اختیار تھا سرکار نے یہ

پنچایتیں اس مقصد سے بنائی کہ لوگ ذرا ذرا سی باتوں کے واسطے کچہری نہ دوڑیں اور اپنا روپیہ بیکار نہ پھینکیں۔ پنچایت کے فیصلہ کی اپیل نہیں ہو سکتی تھی

(۵) پولیس اور جیل

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد حکومت میں پولیس کا انتظام اچھا نہیں تھا مگر غدر کے بعد سرکار نے پولیس کے درست کرنے میں بہت سا روپیہ خرچ کیا پولیس کا انتظام صوبہ کی گورنمنٹ خود کرتی تھی پولیس کا فرض منصبی رعایا کی حفاظت کرنا اور چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں وغیرہ کو گرفتار کر کے سزا دلوانا تھا اگر پولیس نہ ہو تو ہمارے جان و مال کی حفاظت غیر ممکن ہو جائے اور ہر جگہ بدنظمی پھیل جائے پولیس کا سب سے اعلیٰ حاکم انسپکٹر جنرل آف پولیس کہلاتا ہے جس کے ماتحت اور بہت سے افسر ہوتے ہر ایک ضلع میں ایک سپرنٹنڈنٹ ہوتا اور اس کی مدد کے لئے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ انسپکٹر اور سب انسپکٹر ہوتے ضلع میں کئی تھانے ہوتے اور ہر ایک تھانہ میں ایک یا دو تھانہ دار رہتے اور تھوڑے سے سپاہی بھی رہتے دیہات میں بھی تھانے ہوتے اور تھانہ کے ماتحت کئی گاؤں ہوتے گاؤں میں پولیس کا کام چوکیدار کرتا وہ سرکاری نوکر ہوتا جب کسی گاؤں میں کوئی بدمعاش آتا یا چوری یا ڈکیتی یا کوئی اور خلاف قانون واقعہ ہو جاتا ہے تو وہ اس کی خبر نزدیک کے تھانہ میں کر دیتا ہے ہر ایک گاؤں میں ایک مشہور آدمی مکھیا بنا دیا جاتا وہ بدکاروں کا پتہ لگانے میں پولیس کے افسروں کی مدد کرتا خفیہ طریقہ سے جرموں کی تحقیقات کرنے کے واسطے ایک خفیہ پولیس کا محکمہ قائم تھا اس کو سی، آئی، ڈی کہتے تھے اس کا سب سے اعلیٰ افسر ڈپٹی انسپکٹر جنرل ہوتا یہ محکمہ بڑے سنگین جرموں کا پتہ لگاتا اور حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا

ریلوں پر جرموں کے روکنے اور بدمعاشوں کی گرفتاری کے لئے بھی پولیس رہا کرتی اس کو ریلوے پولیس کہتے تھے۔

جیلخانوں کی حالت پہلے پولیس سے بھی خراب تھی پرانے زمانے میں سب ملکوں کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جیلخانے مجرموں کو صرف تکلیف دینے اور دوسروں کی عبرت کے لئے بنے ہیں زمانہ سابق میں جیلخانوں میں بے اندازہ قیدی بھر دیئے جاتے تھے نہ انہیں وقت پر کھانا ملتا تھا اور نہ ان کی تندرستی کی حفاظت کے لئے کوئی تدبیر کی جاتی تھی ان سے اتنا کام لیا جاتا تھا کہ بہت سے

بیچارے جیل ہی میں لقمہ اجل ہو جاتے تھے مگر اب جیل خانوں کی حالت ویسی نہیں رہی جیلخانوں کی نگرانی کے لئے علیحدہ حاکم ہوتے جیل کا سب سے بڑا افسر انسپکٹر جنرل آف پرزنز کہلاتا اس کی ماتحتی میں سپرنٹنڈنٹ اور جیلر وغیرہ ہوتے جیلخانہ ہر ایک ضلع میں ہوتا جیل کے افسروں کے علاوہ ڈسٹرکٹ جج اور سول سرجن اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی جیل خانوں کی نگرانی کرتے اور اگر انتظام معقول نہیں ہوتا تو رپورٹ کرتے جیل دو طرح کے ہوتے سنٹرل جیل اور دوسری ڈسٹرکٹ جیل زیادہ سزا کے قیدی سنٹرل جیل میں رکھے جاتے کالے پانی کی سزا پانے والے ملک سے باہر انڈمن کے ٹاپو میں بھیجے جاتے تھے اور معمولی طور پر بیس سال میں آزاد کر دئے جاتے تھے لیکن بڑے جیلوں میں رکھے جانے لگے

قیدیوں کو جیل میں رکھنے سے سرکار کا یہ منشا نہیں تھا کہ انہیں تکلیف دی جائے اور ملکوں کی طرح یہاں بھی ان کی عادت بدلنے اور چال چلن درست کرنے کی کوشش کی جاتی قیدیوں کو جیل میں بہت سے کام سکھائے جاتے ۔ جیسے قالین بننا، دری بننا، چھپائی، درزی، بڑھئی اور لوہار کا کام وغیرہ بہت سے قیدی جیلخانے سے دستکاری میں ہوشیار ہو کر نکلتے اور پھر آرام سے زندگی بسر کرتے تھے

جیلخانوں کے انتظام میں سرکار خاص طور سے توجہ فرماتی قیدیوں کی تندرستی کی حفاظت کے لئے ڈاکٹر رہتے جو بیماری میں ان کا علاج کرتے قیدی صبح ہی اٹھتے اور کام لگا دئے جاتے ہر ایک قیدی کو دن میں نو گھنٹے کام کرنا پڑتا دوپہر اور شام کو کھانا ملتا دن میں قیدی جیل کے اندر چل پھر سکتے لیکن رات کو اپنی اپنی کوٹھریوں میں بند کر دئے جاتے جن کی سزا کی معیاد پوری ہونے میں تھوڑے دن رہ جاتے وہ دوسرے قیدیوں کے اوپر جمعدار مقرر کر دئے جاتے اور اچھا کام کرتے پر معیاد ختم ہونے سے پہلے ہی رہا کر دیئے جاتے تاکہ ان پہ اچھا اثر پڑے

سب طرح کے قیدی ایک ساتھ نہیں رکھے جاتے۔ جیلخانوں کے اندر عورتوں کے کمرے بالکل علیحدہ ہوتے اور ان سے بھی مردوں کی طرح کام لیا جاتا تھا

کم عمر مجرم جیل میں نہیں رکھے جاتے ان کے لئے اسکول بنا دئے گئے ۔جہاں انہیں تعلیم بھی دی جاتی اور دستکاری بھی سکھائی جاتی تھی۔

(۶) فوج

ہر گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ملک میں امن قائم رکھے۔ ملک کو بیرونی حملوں سے بچائے اور اندرونی جھگڑوں اور فسادوں کو روکے وجہ یہ ہے کہ بغیر امن قائم ہوئے کسی قسم کی نمایاں ترقی نہیں ہو سکتی

۱۸۵۷ء کے بلوہ کے بعد فوج کا انتظام انگلستان کی گورنمنٹ نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے لیا اس وقت بنگال، بمبئی اور مدراس میں تین بڑی فوجیں تھیں سب کو ملا کر ان میں ۶۵ ہزار گورے اور ایک لاکھ چالیس ہزار ہندوستانی تھے ۱۹۰۴ء میں لارڈ کچنر نے نئے سرے سے فوج کی تنظیم کی اور تین فوجیں بنائی گئیں جنگ یورپ کے بعد اس امر کی ضرورت ہوئی کہ فوج موجود کی تنظیم پھر ہونی چاہیے اور امن و امان کے وقت ایسی فوج موجود رہنی چاہیے جو ضرورت کے وقت جلد لڑائی کے لئے تیار ہو سکے چنانچہ ۱۴ فوجی ضلع بنا دیئے گئے اور ہر ایک ضلع کو اپنا اپنا انتظام کرنے کا اختیار دے دیا گیا

۱۹۲۱ء میں ہندوستانی فوج میں پیدلوں اور سواروں کی تنظیم نئے سرے سے ہوئی

۱۹۲۳ء میں لارڈ رالنسن کمانڈر انچیف نے فوج میں ہندوستانیوں کی تعداد بڑھانے کے لئے آٹھ پلٹنوں والی نئی تجویز کی مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ۱۹۲۵ء میں اسکین صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر ہوئی اس نے ہندوستانی افسروں کی تعداد بڑھانے کی سفارش کی کہ ۱۹۳۳ء میں ایک فوجی کالج قائم ہونا چاہیئے۔ افسروں کی تعداد اس طرح بڑھنا چاہیئے کہ ۱۹۵۲ء میں پہونچکر آدھے افسر ہندوستانی ہو جائیں لیکن سرکار نے اس کمیٹی کی سفارشوں پر بخوبی عمل نہیں کیا ہاں اس قدر ضرور ہو گیا کہ سینڈہرسٹ کالج میں ہندوستانیوں کا داخلہ کچھ بڑھا دیا ہندوستانی فوج میں ۱۹۲۷ء میں ۵۹۸۲۷ گورے اور ایک لاکھ چون ہزار پانسو ای ہندوستانی سپاہی تھے فوج کا خرچ تقریباً ۵۸ کروڑ روپیہ تھا دیسی ریاستوں کی امدادی فوج بھی ۳۶۱۲۱ سپاہیوں کی تعداد رکھتی تھی

سمندروں میں انگلستان کا جنگی بیڑہ ہندوستان کی حفاظت کرتا تھا لیکن گورنمنٹ ہند کے پاس بھی جنگی بیڑہ موجود تھا۔ اس کے علاوہ ہوائی جہاز بھی تھے وہ وہ جنگ کے وقت کام دیتے ان کو رائل ائیر فورس کہتے تھے

ہندوستان کی بری فوج کئی قسم کی تھی:۔

۱۔ ریگولر فورس، اس سپاہ کا کام صرف لڑنا تھا۔ وہ ہر وقت لڑائی کے لئے تیار رہتی

۲۔ والنٹیر فورس۔ یہ ایک طرح کی امدادی فوج تھی اس میں ہمیشہ لڑنے والے سپاہی نہیں

ہوتے لیکن ان کو فوجی جنگی تعلیم برابر ملتی رہتی اس کا دوسرا نام "آگزیلری فورس" تھا

(۳) انڈین ٹریٹوریل فورس" یہ بھی امدادی فوج تھی اس میں صرف ہندوستانی سپاہی بھرتی کئے جاتے تھے سرکار نے یورپ کی جنگ کے وقت اس کی ضرورت سمجھی تھی ان لوگوں کو تنخواہ نہیں ملتی تھی اور نہ ان کو باہر بھیجا جاتا تھا

۴۔ یونیورسٹی کور۔ یہ طلباء کی فوج تھی۔ یونیورسٹیوں میں بھی فوجی تعلیم رائج کی گئی اور طلباء کی فوجیں بنا دی گئیں

۵۔ امپیریل سروس ٹروپس" یہ دیسی ریاستوں کی فوجیں ہیں اور سرکار کی امداد کے لئے رہتی تھیں ان کا خرچ ریاستوں کے ذمہ تھا اور ضرورت کے وقت گورنمنٹ ان سے یہ کام لیتی تھی

سپاہیوں کی جنگی تعلیم کے لئے سرکار نے معقول انتظام کیا۔ گوروں کے لئے ویلنگٹن (انگلینڈ) میں اور ہندوستانیوں کے لئے بیل گارن (صوبہ بمبئی) میں فوجی اسکول کھولے گئے دہرہ دون میں ویلز رائل ملٹری اسکول کھولا گیا وہاں سے نوجوان طلباء کو اعلیٰ فوجی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ملٹری کالج سینڈہرسٹ میں بھیجا جاتا تھا

(۷) عدالتوں کا انتظام

پہلے زمانے میں آج کل کی سی عدالتیں ہندوستان میں نہیں تھیں۔ راجاؤں کے زمانے میں خود راجہ انصاف کیا کرتا تھا اور مذہبی قانون کے مطابق عملدرآمد ہوتا تھا لوگ زیادہ تر مقدمہ بازی نہیں کرتے تھے اور جھگڑوں کو اکثر آپس میں ہی طے کر لیا کرتے تھے مسلمانوں کے زمانے میں قاضی انصاف کیا کرتا تھا انگریزی سلطنت قائم ہوئی تو پرانی عدالتوں میں چند اصلاحیں ہوئیں اور انگریز حاکم مقدمے فیصل کرنے لگے۔ ہندو اور مسلمانوں کے قواعد و رسوم پر غور کیا گیا کہ ان میں کون سے قابل عمل ہیں۔

عدالتیں سنہ ۱۸۶۱ء میں قائم ہوئیں اسی سال کلکتہ۔ بمبئی اور مدراس میں عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) قائم کی گئیں ان کے ججوں کو ملکہ وکٹوریہ نے مقرر کیا ان میں ایک تہائی بیرسٹر تھے اس کے بعد سنہ ۱۸۶۶ء میں الہ آباد کی ہائی کورٹ اور پنجاب میں چیف کورٹ قائم ہوئی۔ عدالت ہائی کورٹ کل عدالت ہائے ماتحت کے کاموں کی نگرانی کرتی اور ان کے فیصلوں کی اپیل سنتی تھی ہر ایک ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ اور سشن جج ہوتا تھا فوجداری کے مقدمات فیصل کرنے کے

یہ تین مختلف درجوں کے مجسٹریٹ اس کے ماتحت ہوتے تھے درجہ اول کے مجسٹریٹ مجرموں کو دو برس کی قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دینے کا اختیار رکھتے ۔ دوسرے درجہ کے مجسٹریٹ چھ مہینے کی قید اور دو سو روپے سزا دینے کا اور تیسرے درجہ کے مجسٹریٹ ایک مہینہ کی قید اور پچاس روپیہ جرمانہ کرنے کا۔ کلکٹروں کو مجسٹریٹ درجہ اول کے اختیارات حاصل ہوتے تھے۔

دیوانی کے مقدمات فیصل کرنے کے لئے بھی ہر ضلع میں منصف، صدر اعلیٰ اور خفیہ کے جج کی عدالتیں ہوتی، یہ سب ڈسٹرکٹ جج کی ماتحتی میں رہتے تھے ان افسروں کا تقرر ہائی کورٹ سے ہوتا تھا ان عدالتوں کی کچھ اپیلیں ڈسٹرکٹ (ضلع) کے جج کے اجلاس میں ہوتی، اور کچھ کی ہائی کورٹ میں۔

یورپین لوگوں کے مقدمات فیصل کرنے کا اختیار پہلے صرف ہائی کورٹ کو تھا مگر اب ایسا نہیں رہا ان کے دیوانی کے مقدمات ہر حاکم سن سکتا لیکن فوجداری کا مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا سشن جج ہی سن سکتا تھا۔

(۸) تعلیم

سلطنت انگلشیہ سے پہلے ہندوستان میں پاٹھ شالاؤں اور مکتبوں میں تعلیم ہوا کرتی تھی پنڈت اور مولوی طلباء سے اجرت لے کر انہیں پڑھاتے تھے ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہت عرصہ تک تعلیم کی طرف کچھ توجہ نہیں کی لیکن وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل ہوا تو اس نے ہندوستانی عالموں کو امداد دی اور ۱۷۸۱ء میں مسلمانوں کی تعلیم کے لئے کلکتہ میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی اس کے نو سال بعد ۱۷۹۱ء میں ہندوؤں کے لئے بنارس میں سنسکرت کالج کھولا گیا

رفتہ رفتہ ہندوستانی ان مدرسوں میں پڑھنے لگے اور کچھ انگریزی بھی سیکھنے لگے ۱۸۳۳ء میں لارڈ بینٹنگ کے عہد میں یہ طے ہوا کہ تعلیم بذریعہ زبان انگریزی ہونی چاہئے اور اس غرض سے کئی اسکول قائم ہوئے سنہ ۱۸۵۴ء میں تعلیم کا ایک محکمہ بنا اور نئے مدرسے کھولنے اور تعلیم کی ترقی کے بارے میں سر چارلس وڈ نے ایک زوردار رپورٹ لکھی ۱۸۵۷ء میں کلکتہ مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اور کالج کھولے گئے

ابتدائی تعلیم پرائمری اسکولوں میں ہوتی تھی ان اسکولوں کا انتظام ڈسٹرکٹ بورڈ یا میونسپل بورڈ سے ہوتا، ان میں لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب سکھایا جاتا، چونکہ دیہات کے رہنے

والوں کے لیے کار آمد تھا، پرائمری اسکول سے نکلکر بچے تحصیلی اسکول میں پڑھتے، ہندی اور اردو مڈل تک تعلیم دی جاتی، تاریخ جغرافیہ اور پیمائش وغیرہ مضامین بھی ان اسکولوں میں پڑھائے جاتے تھے۔

ہر ضلع میں کچھ انگریزی اسکول بھی ہوتے جو سکنڈری اسکول کہلاتے ان میں انگریزی کی تعلیم دی جاتی، اور تاریخ جغرافیہ زبان، قواعد، حساب، الجبرا، اقلیدس اور سائنس وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے، ان اسکولوں میں بہت سے ہائی اسکول ہوتے، جن میں میٹرک یا اسکول لیونگ تک پڑھائی جاتی ہر ایک ضلع میں ایک ہائی اسکول ہوتا جس کا خرچ سرکار دیتی تھی۔

اونچے درجوں کی تعلیم کالجوں میں ہوتی، ان میں وہی طالب علم پڑھ سکتے ہیں جنہوں نے ہائی اسکول کا آخری امتحان پاس کر لیا ہو کالجوں میں ریاضی، زبان دانی، علم اقتصادیات، قانون تاریخ سائنس وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے جو استاد ان میں پڑھاتے ہیں وہ بڑے عالم ہوتے اور پروفیسر کہلاتے جو طالب علم اسکول سے نکلکر کالج میں پڑھنے جاتے، وہ چار برس میں بی اے کی اور چھ برس میں ایم - اے کی سند حاصل کر لیتے ہیں بہت سے کالجوں میں قانون بھی پڑھایا جاتا اور بی اے پاس کرنے کے بعد دو سال میں قانون کی ڈگری مل جاتی ہے اس تعلیم کو یونیورسٹی کی ڈگری کہتے تھے۔

ہندوستان میں کئی یونیورسٹیاں، بنارس، ڈھاکہ، پٹنہ، رنگون، علی گڑھ لکھنؤ، دہلی، ناگپور، میسور، حیدرآباد، لاہور، اندھرا پردیش، مدراس، یونیورسٹیاں قائم ہوگئیں۔

۱۹۱۷ء میں اعلیٰ تعلیم کی جانچ کے لئے ایک کمیشن، یعنی جانچ کنندوں کی ایک جماعت مقرر ہوئی تھی اس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ تعلیم کا انتظام ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے طالب علم میں غور و فکر کی قوت بڑھے اور وہ نئی نئی باتیں اپنے دماغ سے پیدا کر سکیں اس رپورٹ کے مطابق ملک میں از سر نو یونیورسٹیوں کی از سر نو تنظیم ہوئی بہت سے ہائی اسکول انٹرمیڈیٹ کالج بنا دیئے گئے ہیں جہاں ایف اے تک تعلیم دی جاتی تھی۔

گورنمنٹ نے تعلیم نسواں کی طرف بھی بہت توجہ کی، ایسے اسکول اور کالج کھول دیئے گئے، جہاں لڑکیوں کو عورتیں ہی تعلیم دیتی، ہر معلمہ کو معقول تنخواہ ملتی، اور محکمہ تعلیم

اس کے ترقی دینے میں پوری کوشش کرتا، لیکن ملک کے رسم و رواج بتلاتے ہیں کہ تعلیم نسواں میں زیادہ ترقی نہیں ہوئی"

اسکولوں کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے مدرسے تھے مدرسے دستکاری سکھانے کے لئے کھولے گئے، جن میں درزی، رنگریز، موچی، بڑھئی، لوہار اور جولاہے وغیرہ کا کام سکھایا جاتا بڑے اسکولوں میں دآرٹ اسکول) صنعت و حرفت کے مدرسے بھی کھول دیے گئے، جہاں تصویر بنانا اور نقاشی کرنا چینی کے برتن اور کھلونے وغیرہ بنانا سکھایا جاتا تجارتی کالجوں میں تجارت کے متعلق مضمون پڑھائے جاتے ہیں اور انجنیئرنگ کالجوں میں ہر قسم کی تعمیرات کا کام سکھایا جاتا، اور سرکار کے محکمہ تعمیرات میں کام کرنے کے لئے طالب علم تیار کئے جاتے، زراعتی کالجوں میں زراعت کی تعلیم دی جاتی، اور میڈیکل کالجوں میں بیماریوں کا علاج کرنا سکھایا جاتا انگریزوں سے لڑکوں کی تعلیم کے واسطے بھی مدرسے تھے جن کا خرچ سرکار دیتی صوبہ میں ایک انگریز انسپکٹر رہتا جو ان اسکولوں کا نگراں ہوتا،

سرکار نے سب ذاتوں کو تعلیم سے یکساں فائدہ پہنچانے کی کوشش کی، ادنیٰ قوموں کے طالب علموں کے لئے بھی اسکول کھول دیئے گئے، مزدور اور غریب لوگوں کے بھی ایسے اسکول کھلے جن میں رات کے وقت تعلیم دی جاتی، ایسے اسکول میں بہت سے لڑکے لکھنا پڑھنا سیکھتے، بہت سے مدرسوں میں طالب علموں کو لکھنے پڑھنے کا سامان بھی اسکول ہی کی طرف سے دیا جاتا، لیکن باوجود اس کے ملک میں تعلیم کی اشاعت کافی نہیں دیہاتوں اور شہروں میں لاکھوں بے پڑھے لکھے آدمی موجود رہے۔

پھر اسکولوں میں بوائے اسکاوٹ، بنانے کا رواج شروع ہوگیا اور اس سے طلبا کو بہت بڑا فائدہ ہوا۔

(۹) حفظ صحت اور بیماریوں کا انسداد

ہر مہذب حکومت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ پبلک کی صحت کو محفوظ اور درست رکھنے کا کوئی معقول انتظام کرے ہندوستان کے کچھ رسم و رواج ایسے خراب ہیں کہ ان کی وجہ سے بیماریوں کی ترقی ہوتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ بچپن کی شادی وغیرہ کی رسموں سے بھی اکثر بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اس کے علاوہ ملک میں غیر تعلیم یافتہ لوگ بہت زیادہ ہیں اسی لئے وہ حفظ

صحت کے اصولوں سے واقف نہیں اور افلاس کی وجہ سے طاقت بڑھانے والی اور صحت کو قائم رکھنے والی غذا بھی ان کو میسر نہیں ہوتی ایسی حالت میں مرض کو دور کرنے یا روکنے کی طاقت ان میں بہت کم ہوتی ہے اور اسی لئے وہ بآسانی ہر قسم کی بیماریوں کے شکار بن جاتے ہیں۔

پلیگ (طاعون)، تپ (لرزہ) یا فصلی بخار (ملیریا)، ہیضہ، چیچک اور تپ دق یہ بیماریاں ملک کی خاص دشمن ہیں کبھی کبھی اور دوسری بیماریوں کے بھی حملے ہو جاتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۸ء اور سنہ ۱۹۱۹ء کے موسم سرما میں ایک نہایت ہی مہلک بیماری نے ۶۰ لاکھ سے بھی زیادہ آدمیوں کو فنا کر دیا اس مرض کا نام انفلوئنزا تھا حتی الامکان ان بیماریوں کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی۔

پلیگ کی بیماری ایک قسم کے کیڑوں سے پھیلتی ہے اور چوہے ان کیڑوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا کرتے ہیں ملیریا کی بیماری بھی ایک کیڑے ہی سے پیدا ہوتی ہے اس مرض کو زیادہ تر مچھر پھیلاتے ہیں اور اسی وجہ سے اکثر برسات کے بعد اور خصوصاً دلدل، ترائی اور دیگر سیل کے مقامات میں اس مرض کا حملہ زیادہ ہوتا ہے ہیضہ کی بیماری مکھیوں کے ذریعہ سے پھیلتی ہے بہر حال عموماً گندے اور ناپاک مقامات میں اس مرض کا خوب دور دورہ رہتا ہے۔ چیچک سے بچنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے یعنی چیچک کا ٹیکہ لگوانا۔

ان سب بیماریوں کو دور کرنے اور ان سے لوگوں کو بچانے کے لئے گورنمنٹ نے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کھول رکھا تھا ہر بڑے شہر میں ایک صدر ہسپتال ہوتا، جس میں بہت تجربہ کار ڈاکٹر رہتے، ان کو سول سرجن کہتے، بڑے بڑے قصبوں میں بھی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہسپتال تھے جن میں ہندوستانی ڈاکٹر مریضوں کا علاج کرتے سرجری اور جراحی کا کام بھی ان ہسپتالوں میں ہوتا۔ سخت اور لاعلاج بیماریوں کے مریض صدر ہسپتال بھیج دیئے جاتے ہیں جہاں ان کے علاج کے لئے انگریز اور ہندوستانی ڈاکٹر اور تیمار داری کے لئے انگریزی دائیاں (نرسیں) ہوتی ہیں بالعموم ان ہسپتالوں میں دوائیں مفت تقسیم کی جاتی، اور غریبوں کو دوا کے علاوہ کھانا اور کپڑا بھی مفت دیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ کسی کسی صوبہ میں گشتی ہسپتال بھی تھے جو پاس شدہ ڈاکٹروں کی زیر نگرانی رہتے، گشتی ہسپتالوں کے ڈاکٹر مع متفرق ادویات کے ضلع میں ہر جگہ دورہ کرتے ہیں اور مریضوں کا مفت علاج کرتے، ریل، جیل، نہر اور پولیس وغیرہ محکمہ جات کے الگ ہسپتال ہوتے، جو اپنے اپنے محکموں کے اہلکاروں کا علاج کرتے، مختلف اقوام

کے مریضوں کے لئے خاص خاص اسپتال تھے جیسے پاگل کتے کے کاٹنے دق اور جذام وغیرہ
کے علاج کے لئے خاص خاص صحت بخش مقامات میں اسپتال پاگلوں کے علاج کے لئے
پاگل خانے بھی کہیں کہیں کھول دیے گئے ۔ عورتوں کے لئے الگ زنانہ اسپتال ہندوستان
کے وائسرائے لارڈ ڈفرن کے عہد حکومت میں ان کی میم لیڈی ڈفرن صاحب نے ہندوستانی
عورتوں کی تکلیف دور کرنے میں بڑی کوششیں کی تھیں اور اب ہر ایک ضلع میں ڈفرن
اسپتال اس کام کے لئے کھل گئے ہیں جانوروں کے علاج کے لئے بھی ایک محکمہ ہے جسے
ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ یعنی محکمہ علاج جانوران کہتے ہیں

اس کے علاوہ میونسپلٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ اپنے علاقوں میں صفائی روشنی
اور صاف پانی کا انتظام کرتے جس سے عوام الناس کے صحت کی حفاظت ہوتی

ہندوستانیوں کو مریضوں کے علاج اور جراحی کی تعلیم دینے کے لئے میڈیکل اسکول
اور کالج کھول دیے گئے جن میں تعلیم پاکر ہر سال بہت سے ڈاکٹر نکلتے تھے

(۱۰) قحط

یہ ملک ایک زراعتی ملک ہے یہاں تقریباً ستر فی صدی باشندے زراعت
پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں جب بارش نہیں ہوتی تو غلہ نہیں ہوتا اور ملک میں قحط پڑ جاتا
ہے دیہات کے رہنے والے سب بیکار ہو جاتے اور بھوکوں مرنے لگتے ہیں قدیم زمانہ میں
بھی قحط پڑتا تھا ہندوؤں کی پرانوں اور دیگر کتابوں میں قحط کا تذکرہ ہے مسلمان بادشاہ
کے زمانے میں بھی کئی بار قحط پڑا تھا محمد تغلق کے عہد حکومت میں ایسا قحط پڑا تھا کہ لاکھوں آدمی
بھوکوں مر گئے تھے ۔ اکبر کے عہد میں بھی قحط پڑا تھا گو بادشاہ نے لوگوں کی تکالیف و مصیبت
دور کرنے کی بہت تدبیریں کیں تھیں لیکن اس پر بھی لاکھوں آدمی بھوکوں مر گئے تھے
زمانہ قدیم میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانے میں اتنی آسانی نہ تھی اس زمانہ
میں جہاں جانا چاہیں نہایت آسانی سے جا سکتے ہیں ۔ عیال و اطفال و مویشی جہاں چاہیں

نہایت آسانی سے لیجا سکتے ہیں اور ان کی جان بچا سکتے ہیں لیکن پہلے زمانہ میں ایسا کرنا دشوار تھا۔ چور اور ڈاکوؤں کا خوف تھا سڑکیں بھی ایسی اچھی نہ تھیں ریل بھی نہ تھی۔ جس کے ذریعے سے آدمی جلدی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکے حکمرانوں کی تعداد بھی بہت تھی اور اکثر آپس میں لڑائی جھگڑے ہوا کرتے تھے ایک دوسرے کی پرواہ نہیں کرتا تھا جب ایک حکمراں کے ملک میں قحط پڑتا تو دوسرا بالکل مدد نہ دیتا تھا کبھی ایسا ہوتا تھا کہ پاس ہی کے دو صوبوں میں سے ایک میں قحط پڑتا تھا اور دوسرے صوبہ کے لوگ با اطمینان زندگی بسر کرتے تھے کیونکہ ریل تو تھی نہیں کہ غلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ آجا سکتا اسی وجہ سے قحط کے زمانے میں رعایا کو بہت سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور ملک میں باوجود غلہ موجود رہنے کے بھی لاکھوں آدمی بھوکوں مر جاتے تھے

مگر اب قحط میں پیشتر کی سی مصیبت اور تکالیف اٹھانی نہیں پڑتی کیونکہ سڑکیں ایسی بن گئی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لوگ با آسانی آجا سکتے ریلیں بن گئی ہیں جن کے ذریعہ سے غلہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو بھیجا جا سکتا ہے اور قحط زدہ آدمیوں کی تکلیف دور کی جا سکتی۔ . .

– –

. . . . قحط سے رعایا کی تکلیف دور کرنے کے لئے بہت سی ترکیبیں نکالی گئی جن میں بعض یہ ہیں :۔

۱۔ سنہ ۱۸۷۸ء سے سرکار ہر سال ڈیڑھ کروڑ روپیہ علیحدہ رکھتی تھی جس سے اگر کسی حصہ ملک میں قحط پڑتا تو مدد دیجاتی۔

۲۔ قحط کے زمانے میں امداد پہنچانے کے لئے کام جاری کئے جاتے مثلاً نہریں۔ سڑکوں کا بنانا اور تالاب بنانا جو آدمی مضبوط ہوتے، وہ ان پر کام میں لگا دیئے جاتے، وہاں ان کو مزدوری دی جاتی، جس سے ان کی بسر اوقات ہوتی، مزدوری زیادہ نہیں ملتی لیکن پھر بھی اس قدر ضرور ملتی جس سے ان کا پیٹ بھر سکتا، جو کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے انہیں بغیر کام کئے ہی مزدوری دی جاتی۔

۳۔ ریلیں بنائی جاتی، ملک میں کوئی ایسا حصہ ملک نہیں جس میں کہ ریل نہ گئی ہو اگر ایک جگہ قحط پڑتا تو ریلوں کے ذریعہ دوسرے مقام سے بہت جلد غلہ آجاتا، اور بھوک کی تکلیف رفع کر دی جاتی، ریلوں میں بیٹھ کر قلی یا مزدور ایسے مقامات کو چلے جاتے جہاں ان کو نوکری مل جاتی۔

۴۔ سرکار نے کھیتی کی ترقی کے لئے ہر ایک صوبہ میں محکمہ زراعت کھول دیا، ان کا کام ایسے افسروں کی مدد سے ہوتا جو زراعت کے فن میں ماہر ہوتے، وہ نئے طریقوں سے کسانوں کو زراعت کرنا بتاتے اور کسانوں کو مشورہ دیتے۔

۵۔ سرکار نے جنگلوں کی حفاظت کی جس سے قحط کے زمانے میں مویشی ان میں چر سکیں جنگلوں کا محکمہ علیحدہ ہے تمام ہندوستان میں تقریباً" ڈیڑھ لاکھ مربع میل میں جنگل ہی جنگل ہے جنگلوں کے بہت سے فائدے ہیں ان میں جانور چر سکتے ہیں اور آدمی بھی مصیبت کے وقت پھل اور ترکاریاں وغیرہ کھا کر پیٹ پال سکتے ہیں محکمہ جنگلات کے افسر علیحدہ ہوتے اور جنگلوں کی نگرانی کرتے۔

۶۔ کہیں کہیں سرکار نے یہ قاعدہ کر دیا کہ قرضہ میں مہاجن کسی کی زمین نہ لے سکیں گے یہ قانون پنجاب میں جاری تھا اگر کوئی اپنی زمین بیچنا یا رہن کرنا چاہے تو ایسے لوگوں کے پاس کر سکتا جو خود کھیتی کرتے ہوں اس قانون کی منشا یہ تھی کہ چھوٹے چھوٹے زمیندار مہاجنوں کے پنجے سے بچیں رہیں۔

(۷) قحط کے زمانے میں سرکار کی طرف سے کسانوں کو مویشی، تخم اور چارہ خریدنے کے لئے تقاوی دی جاتی، یہ روپیہ کسان سرکار کو رفتہ رفتہ ادا کر دیتے، تقاوی سے بڑا فائدہ ہوتا جن کسانوں کو کوئی مہاجن ایک روپیہ تک ادھار نہیں دیتا انہیں بھی روپیہ مل جاتا، اور ان کا کام چل جاتا، تقاوی پر فی صدی ایک روپیہ سود لیا جاتا۔

(۸) سرکار نہریں کھدواتی، جس سے کھیتوں کی آبپاشی ہوتی، بہت سی جگہوں میں اگر پانی نہ برسے تو نہروں ہی کے ذریعے سے کھیتی ہو جاتی، اور ایام قحط میں کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی

(۹) خشک سالی کے ایام میں سرکاری حاکم دیہات میں دورہ کر کے کھیتی کی حالت جانچا کرتے، اگر پیداوار نہیں ہوتی تو مالگذاری معاف ہو جاتی، زمینداروں کو بھی ان کے گذارہ کے لئے تقاوی دی جاتی۔

(۱۰) سرکار نے قحط کا ایک ضابطہ مرتب کر دیا، جس میں قحط کے انتظام کے تمام قوانین درج ہیں ان قوانین کے مطابق افسران قحط عمل کرتے۔ ان کے علاوہ امیر لوگ خیرات بھی کرتے، اور محتاجوں کی امداد کرتے، مریضوں کے علاج کے لئے قحط زدہ صوبوں میں ہسپتال کھول دئے جاتے اور مفت دوا دی جاتی، غلہ فروشوں کو غلہ لانے کا حکم دیا جاتا، وہ ہر چہار طرف سے

غلہ اکٹھا کر کے لاتے غلہ کے سوداگر یہ کام بڑی خوشی سے کرتے کیونکہ انہیں فائدہ ہوتا
اور وہ اچھا منافع کما لیتے تھے۔

(۱۱) امدادی بنک یا زمینداری بنک
(کوآپریٹو بنک)

تقاوی سے کاشتکاروں کو امداد تو ملتی لیکن اس سے اتنا روپیہ نہیں مل سکتا کہ کھیتی کے
لئے کافی ہو اس وقت کسان کو مہاجن سے قرض لینا پڑتا ہے مہاجن سود زیادہ لیتے ہیں کبھی کبھی
وہ فی روپیہ ۲ پیسہ سے دو آنہ تک ماہوار سود لے لیتے ہیں جو کسان ایک بار مہاجن کے پھندے
میں پھنس جاتا ہے پھر اس کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بہت سے بیچارے کبھی مہاجن کا
قرض ادا ہی نہیں کر سکتے سرکار نے کسانوں کو اس مصیبت سے بچانے اور ان میں اتحاد بھی پیدا
کرنے کے لئے امدادی بنک کھول دیئے یہ بنک پہلے پہل جرمنی کے ملک میں غریبوں کی حمایت
میں کھولے گئے تھے لیکن اب یہ طریقہ ہندوستان میں بھی اچھی طرح رائج ہو گیا تھا۔

جس مقام پر بنک کھولا جاتا وہیں کے کسان ان کے ممبر بنائے جاتے وہ سب اپنا
تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کرتے سرکار بھی کچھ روپیہ دیتی پھر اس میں سے ممبروں کو قرض دیا
جاتا روپیہ وصول کرنے کے ذمہ دار خود ممبر ہی ہوتے اس لئے وہ کبھی ایسے شخص کو روپیہ
نہیں دلواتے جو فضول خرچ کر ڈالے اور کھیتی کے کام میں صرف نہ کرے

مہاجن روپیہ قرض دیتا تو یہ سمجھ کر کہ معلوم نہیں روپیہ پھر واپس آئے گا یا نہیں وہ زیادہ
سود لیتا ہے لیکن اس بنک میں چونکہ سب ممبر قرض کے وصول کرانے کا ذمہ اپنے ہی اوپر لیتے
اس لئے روپیہ واپس نہ آنے کا کوئی خوف نہیں رہتا یہ ممبر ایک دوسرے کی حالت کو اچھی
طرح جانتے اور بتا سکتے کہ کون کس غرض سے روپیہ لینا چاہتا ہے اور اس سے وصول ہونے
کی امید ہے یا نہیں یہ بنک اکثر سوا روپیہ سیکڑہ ماہوار سود کے حساب سے قرض بھی دے کر روپیہ
تقسیم کر دیتے اور اس سے جس قدر نفع ہوتا وہ سب آپس میں تقسیم کر لیتے

ان بنکوں کو روپیہ وصول کرنے کا بھی بڑا اختیار ہے انہیں عدالت میں نالش نہیں کرنی پڑتی
لگان وصول ہونے کے بعد قرض لینے والے کی جائیداد سے روپیہ وصول کیا جا سکتا اور
پہلے بنک کا روپیہ ادا ہو جاتا تب کسی دوسرے کا ادا ہوتا۔

ان بنکوں کے انتظام کے لیے ہر صوبہ میں ایک رجسٹرار اور اس کا ایک نائب مقرر ہوتا

(۲) تجارت

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان تجارت کے لیے ہمیشہ سے مشہور رہا ہے زمانہ قدیم میں یونان اور روم کے ساتھ تجارت ہوتی تھی ڈھاکہ کی ململ اور گرم مصالحہ وغیرہ کی بہت مانگ تھی اس کے بعد عرب نے بھی ہندوستان کے ساتھ خوب تجارت کی ہندوستانی تجار بھی بحری راستہ سے دور دور تک اپنا مال بیچنے کے لیے جاتے تھے مغلوں کے عہد حکومت میں یورپ والوں نے ہندوستان سے تجارت شروع کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی ترقی اور ہندوستان میں انگریزی سلطنت قایم ہونے کے بعد ہندوستان کی تجارت خاص کر انگلستان کے ساتھ بہت زیادہ ہونے لگی

پہلے ہندوستان میں سڑکیں بہت کم تھیں اور تھیں بھی تو ان کی حالت بہت خراب تھی نہریں بھی نہیں تھیں کچھ حکمرانوں نے اگرچہ سڑکیں اور نہریں بنوائی تھیں لیکن ان کے بعد کے حکمرانوں نے ان کی مرمت نہ کی جو کچھ تجارت ہوتی تھی وہ دریاؤں پر کشتیوں کے ذریعہ سے یا پیدل، یا گھوڑوں اور بیل گاڑیوں کے وسیلہ سے ہوتی تھی اب تمام ملک میں ریلوں کا جال بچھا ہوا ان کے ذریعہ سے تجارت میں بڑی آسانی ہو گئی۔ اگرچہ ہندوستان میں اچھے بندرگاہ بہت کم ہیں کیونکہ یہاں سمندر کا کنارہ زیادہ موڑدار اور دندانہ دار نہیں ہے تاہم - بمبئی - کلکتہ - مدراس - کراچی چٹگاؤں اور رنگون کے بندرگاہوں کا شمار دنیا کے بڑے بڑے بندرگاہوں میں ہے جہاں بڑے بڑے جہاز آ جا سکتے ہیں وہ یہاں کا مال باہر لے جاتے ہیں اور باہر کا مال یہاں لاتے ہیں تار کی لائن سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے اس کے ذریعہ سے سوداگر فوراً دور دراز مقامات کا حال دریافت کر سکتے ہیں اب بے تار کے تار برقی کا رواج ہونا جا رہا ہے محکمہ ڈاک سے بھی تاجروں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے - یہ سب انگریزوں نے قائم کی -

ہندوستان کا مال برآمد دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو کچا مال دوسرے تیار کی ہوئی چیزیں جوٹ - کپاس غلہ اور آٹا تلہن - چائے قہوہ - چمڑا اور لاکھ وغیرہ اشیاء برآمد میں سے ہیں یہ مال برطانیہ عظمیٰ اور دوسرے ممالک میں جو برطانیہ عظمیٰ کے زیر حکومت تھے اور ممالک متحدہ امریکہ اور جاپان وغیرہ ملکوں میں جاتا تھا -

ہندوستان کی اشیاء درآمد میں سے زیادہ تر تیار کیا ہوا مال ہوتا سوتی کپڑے - لوہے اور

فولاد کا مال مشین شکر۔ ریلوں کا سامان سوتی کاتیں اور ریشم وغیرہ برطانیہ عظمیٰ۔ ممالک متحدہ امریکہ جاپان، اجادا، فرانس اور جرمنی وغیرہ ملکوں سے آتا ہے

(۱۳) زراعت

ملک میں زیادہ تر کاشتکاری ہوتی ہے یہاں کے تین چوتھائی باشندے کاشتکاری ہی پر اوقات بسر کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں بڑے بڑے شہروں کی تعداد بہت کم ہے لوگ عموماً اپنے اپنے کھیتوں اور باغوں کے پاس گاؤں میں رہتے ہیں۔ امریکہ۔ انگلستان۔ فرانس وغیرہ ملکوں میں یہ بات نہیں ہے وہاں بڑے بڑے شہروں کی تعداد بہت زیادہ ہے بہر حال ہندوستانیوں کے لئے کھیتی ہی خاص ذریعہ معاش اس کی ترقی اور حفاظت کرنا سرکار اپنا فرض سمجھتی تھی۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے گورنمنٹ نے محکمہ زراعت کھول رکھا تھا ۱۹۱۹ء کے نئے "گورنمنٹ ایکٹ آف انڈیا" کے مطابق محکمہ زراعت بھی سررشتہ تعلیم کی طرح رعایا کے منتخب کئے ہوئے وزیروں کے ہاتھ میں تھا۔

محکمہ زراعت کسانوں کو ایسے علوم و فنون کی تعلیم دیتا تھا جن سے انہیں کاشتکاری میں مدد ملے مدت دراز سے ہندوستانی کسان پرانے ہلوں اور دیگر اوزاروں اور سامانوں کو کام میں لاتے رہے ہیں، امریکہ وغیرہ دوسرے ملکوں نے اس میں بڑی ترقی کر لی ہے انہوں نے عمدہ عمدہ ہل اور کلیں کھیتی کے لئے بنائی ہیں ان کے ذریعے سے کم وقت میں اور کم صرفہ سے زیادہ پیداوار ہو سکتی ہے علم طبیعات کی مدد سے اراضی کو زرخیز بنانے کے لئے انہوں نے کئی قسم کی کھاد تیار کی ہے فصل کو مختلف آفتوں اور کیڑوں سے بچائے رکھنے کے لئے بھی مختلف تدبیریں نکالی ہیں غلوں اور پودوں کی نسل میں بھی انہوں نے بہت ترقی کر لی ہے جانوروں کی خور و پرداخت میں بھی انہوں نے بہت ترقی کر لی ہے۔ مویشیوں کو طاقتور بنانے اور دودھ دینے والے جانوروں کو زیادہ مفید بنانے میں انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے

دوسرے ملکوں کے اصولوں پر عمل کر کے ہند کا محکمہ زراعت بھی کھیتی اور مویشیوں کی ترقی کے لئے کوشش کرتا تھا۔ جگہ جگہ زراعتی کالج اور اسکول کھول دئے گئے، جن میں زمینداروں اور عام لوگوں کے لڑکے فن زراعت کی تعلیم پاتے، کہیں کہیں زراعت متعلق غور و خوض اور تحقیقات کرنے کے لئے تجربہ گاہیاں و ریسرچ انسٹیٹیوٹ بھی تھا تم کئی فن زراعت کے متعلق گورنمنٹ کتابیں بھی چھپوایا کرتی

اور مفت یا ارزاں قیمت پر تقسیم کرتی تھی

پنجاب ممالک متحدہ۔ سندھ اور مدراس کے صوبوں میں آب پاشی کے لیے بہت سی نہریں ہیں جن سے قحط سالی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں کھیتی کو بڑا فائدہ ہوتا ہے ممالک متحدہ میں گنگ و جمن کی مشہور نہریں ہیں جن سے قحط سالی کے زمانے میں بھی خوب کام لیا جاتا ہے ان کے علاوہ صوبہ اودھ کے لیے شاردا ندی سے ایک بڑی نہر نکالی گئی۔

گورنمنٹ نے ہر صوبے کی سرکار میں کھیتی کے محکمے قائم کر دیے۔ وہ نمونے کے فارم کھولتے بیج اور نئے آلات تقسیم کرتے اور لوگوں کو نئے طریقے سے کھیتی کرنا سکھاتے۔ لارڈ ارون نے ہند میں آتے ہی کھیتی کی ترقی کے لیے زرعی کمیشن مقرر کیا تھا اس کی رپورٹ کی بناء پر ایک کونسل بنائی گئی، یہ کونسل ترقی زراعت کا کام کرتی، زراعت کی ترقی اور کسانوں کی رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً زراعتی نمائشیں بھی ہوتی تھیں۔

(۱۴) سرکار ہند کی آمدنی اور خرچ

ہر ایک گورنمنٹ کو ملک کا انتظام کرنے کے لیے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے یہ روپیہ رعایا پر لگان یا ٹیکس لگانے سے وصول ہوتا ہے مالگذاری اور انکم ٹیکس سے تو روپیہ وصول ہی ہوتا ہے مگر اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ٹیکس ہر سال ماہ مارچ میں گورنمنٹ کی طرف سے قانونی مجلس (لیجسلیٹو اسمبلی) اور سیاسی کونسل (کونسل آف اسٹیٹ) کے سامنے آمدنی اور خرچ کا حساب پیش کرتا ہے جسے فرد حساب (بجٹ) کہتے ہیں ان دونوں مجلسوں کی منظوری کے بعد اس پر عملدرآمد کیا جاتا تھا

پہلے یہ اصول تھا کہ لگان۔ مالگذاری، محصول اور ٹیکس سب کچھ سرکار ہند ہی کے نام سے وصول ہوتا تھا صوبے کی گورنمنٹ ان کو صرف جمع کر سکتی تھی لیکن اس کو خرچ کرنے کا اختیار نہ تھا صوبوں کے اخراجات کے لیے سرکار ہند انہیں ہر سال روپیہ دیتی تھی اس طریقہ میں ایک بڑی دقت تھی صوبوں کی حکومتیں روپیہ جمع کرنے میں بے توجہی کرتی تھیں کیونکہ اس روپیہ سے ان کو کچھ سروکار نہیں رہتا تھا اس کے علاوہ سرکار ہند سے جو روپیہ انہیں ملتا تھا اس کے خرچ کرنے میں بھی بڑی بے پروائی کرتی تھیں کفایت شعاری کا انہیں بالکل خیال نہ آتا تھا رفتہ رفتہ اس اصول میں کچھ ردو بدل ہوا کچھ مدوں کی کل آمدنی سرکار ہند کے یہاں جانے لگی اور کچھ مدوں کی آمدنی میں دونوں کا حصّہ

ہونے لگا۔ سرکار ہند صوبجات کی سرکاروں کے اخراجات کی کے حساب کی جانچ پڑتال سختی سے کرنے لگی لیکن مسٹر مانٹیگو اور لارڈ چیمسفورڈ نے اپنے اصلاحات کے مسودہ میں اس اصول سے مخالفت کی چنانچہ انکی سفارش کے مطابق ۱۹۱۹ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں یہ قاعدہ بدل دیا گیا اور اب صوبجات کی سرکاروں اور سرکار ہند کی آمدنی کی مدیں الگ الگ کر دی گئیں انکم ٹیکس کا روپیہ اب صرف سرکار ہند کو ملتا اور مالگزاری۔ آبپاشی آبکاری اور اسٹامپ کی آمدنی صوبجات کی سرکاروں کو ملتی لیکن اس انتظام کی وجہ سے سرکار ہند کو پہلے کے مقابلہ میں نقصان رہتا۔ اس لئے یہ قاعدہ بنایا گیا کہ ہر ایک صوبہ کی گورنمنٹ سالانہ ایک مقررہ رقم سے سرکار ہند کی بھی مالی امداد کیا کرے

(۱۵) دیسی ریاستیں

ہندوستان میں کل ملا کر تقریباً سات سو دیسی ریاستیں تھیں یہ سب ایک سی نہیں تھیں ان میں سے کچھ بڑی اور کچھ چھوٹی تھیں تقریباً ملک کا ایک تہائی حصہ ان کے قبضہ میں تھا حیدرآباد بڑودہ اور گوالیار کی ریاستیں بڑی بڑی تھیں اور ان کا انتظام حکومت برطانوی ہند کی طرز حکومت کی طرح ہے یہ ریاستیں انگریزی سرکار کے ماتحت تھیں اور بہت سی باتوں میں اس کے مشورہ سے کام کرتی تھیں ہر ایک ریاست میں ایک انگریزی رزیڈنٹ رہتا۔ جس کے ذریعہ سے اس ریاست کا حکمران سرکار ہند سے خط و کتابت وغیرہ کرتا

دیسی ریاستوں کے ساتھ سرکار ہند کا دوستانہ سلوک تھا انہیں اپنی ریاست کے اندرونی نظام میں پوری آزادی تھی وہ اسکول اور کالج قائم کر سکتے۔ سڑکیں، نہریں، اسپتال اور کتب خانے وغیرہ بنا سکتے تجارتی ترقی کے لئے جو چاہیں کر سکتے۔ ان میں سے بہت سے حکمران اپنی رعایا پر ٹیکس لگاتے اپنا سکہ چلاتے اور مجرموں کو سزائے موت تک دے سکتے مگر سرکار ان کے انتظام حکومت میں دست اندازی نہیں کرتی یہی وجہ ہے کہ یہ سارے راجہ، نواب ہمیشہ آرام و تکلیف کے وقت سرکار کا ساتھ دینے کے لئے تیار رہتے لیکن دیگر سیاسی معاملات میں سرکار کو پورا اختیار تھا اگر کوئی راجہ رعایا پر ظلم کرتا ہے یا انتظام سلطنت ٹھیک نہیں کرتا اور رعایا کو تکلیف پہونچتا تو وہ گدی سے اتار دیا جاتا کوئی دیسی راجہ کسی غیر ملک کے راجہ یا گورنمنٹ سے جنگ یا صلح نہیں کر سکتا اور نہ کسی غیر ملک کے باشندے کو بغیر سرکار ہند کے حکم کے اپنے یہاں نوکر رکھ سکتا اگر کوئی باہر کا دشمن دیسی ریاستوں پر حملہ کرے تو ان کی حفاظت کرنا سرکار ہند کا فرض تھا یہ سب شرائط عہدنامہ میں لکھی ہوئی ہوتی!


نقشہ ہندوستان بعہد حکومت انگلشیہ
(صوبے اور ریاستیں)
از سنہ ۱۸۵۸ء تا سنہ ۱۹۴۷ء
کشمیر
صوبہ سرحد
پنجاب
بلوچستان
سندھ
راجپوتانہ
اجمیر
یو۔پی
نیپال
بھوٹان
آسام
بہار
بنگال
برہما
ریواں
بھوپال
اندور
سی۔پی
اڑیسہ
حیدر آباد
میسور
لنکا
انڈمان
نکوبار
نوٹ:۔ سندھ ۱۹۳۶ء میں
گجرات سے الگ کیا گیا۔

راجستھان میں بھی بڑی بڑی ریاستیں تھیں جیسے جے پور - جودھپور - اودے پور - بیکانیر - ان سب
ریاستوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک بڑا حاکم رہتا، جسے پولیٹیکل ایجنٹ کہتے ہیں
سرکار نے دیسی رئیسوں کی اولاد کو تعلیم دینے کی غرض سے اجمیر - راجکوٹ اندور اور لاہور وغیرہ مقامات
میں کالج کھول دیئے۔ امپریل کیڈٹ کور میں جس کا صدر مقام ڈیرہ دون تھا رئیسوں کے لڑکے فوجی
تعلیم پاتے، تعلیم کی اشاعت سے دیسی ریاستوں کی حالت بہ نسبت زمانہ سابق کے بہتر ہو گئی
ریاستوں میں جدید طریقہ کا طرز حکومت جاری کر دیا گیا، رعایا کے حقوق بھی بڑھا دیئے گئے۔
مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاح کے زمانہ میں دیسی رئیسوں نے خواہش کی تھی کہ ان کو آپس میں تعلقات
بڑھانے اور مشورہ کرنے کا موقع دیا جائے چنانچہ ۸ فروری ۱۹۲۱ء کو شاہنشاہی اعلان سے دہلی میں
انڈین نریندر منڈل یعنی چیمبر آف پرنسس قائم ہوا وائسرائے اس کا صدر ہوتا تھا
دیسی ریاستوں کے معاملات کی نگرانی گورنمنٹ ہند کا پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کیا کرتا

لارڈ لنلتھگو آپ نے ۵ سال بخوبی حکمرانی کی اور ۱۹۴۱ء میں پنشن لیکر انگلینڈ واپس
چلے گئے آپ کے آخری زمانہ میں جنگ عظیم دوم یورپ میں شروع ہو چکی تھی ملک کی
آزادی کی علمبردار جماعت کانگریس نے انگریزوں کیساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔

لارڈ ویول دوران جنگ عظیم لارڈ ویول ہندوستان کے گورنر جنرل بن کر آئے اور
آپ نے کانگریس کے جملہ اراکین کو جیل میں بھیج دیا

لارڈ ماؤنٹ بیٹن آپ ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کے وائسرائے بن کر آئے آپ کے زمانہ میں
کانگریس کے اراکین کو جیل سے رہا کیا گیا اور ملک کی آزادی کے
لئے آپ نے تمام ملکی جماعتوں کے رہنماؤں سے گفتگو کی اس سلسلہ میں مختلف وفود و
تجاویز حکومت انگلستان نے بھیجیں اس وقت تک مسلمانوں کی اکثریت مسلم علاقوں کو علیحدہ
حکومت بنانے پر تیار ہو چکی تھی لہذا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء مسلم اکثریتی علاقے الگ کئے گئے اور
چودھری رحمت علی گورسی نے اس علاقہ کا نام پاکستان رکھا بقایا ملک کا نیا نام بھارت ہوا
جہاں ۱۹۴۷ء سے اب تک پنڈت جواہر لال نہرو وزیراعظم ہیں۔ جنہیں عوام نے بار بار چنا
اس حکومت نے تمام ریاستیں ختم کر دیں۔ کشمیر متنازعہ علاقہ ہے۔


نقشہ پاکستان، برہما، لنکا
اور
بھارت معہ صوبے
۱۹۶۰ء
کشمیر
سری نگر
مظفر آباد
پشاور
راولپنڈی
لاہور
مغربی پاکستان
ملتان
کوئٹہ
حیدرآباد
کراچی
مشرقی پنجاب
راجستھان
جے پور
دہلی
لکھنؤ
اتر پردیش
نیپال
پٹنہ
بہار
کلکتہ
مدھیہ
بھوپال
مدھیہ پردیش
اڑیسہ
کٹک
بمبئی
حیدرآباد
آندھرا پردیش
مدراس
تری وندرم
لنکا
کولمبو
برہما
رنگون
بھارت کے مرکزی علاقے

۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۰ء

پاکستان

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم محمد علی جناح صدر مسلم لیگ اور نواب زادہ لیاقت علی خاں جنرل سکریٹری مسلم لیگ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور وزیر اعظم بنائے گئے آپ صاحبان کے زمانے میں بوجہ فسادات تقریباً ایک کروڑ مسلمان بھارت سے پاکستان آئے اسی طرح بہت سے ہندو بھی پاکستان سے بھارت چلے گئے آپ نے پاکستان کی جڑیں مضبوط کیں اور اسے اقوام متحدہ (U.N.O.) کا ممبر بنایا۔ قائد اعظم نے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو انتقال کیا آپ کے چند سال بعد وزیر اعظم کو راولپنڈی کے جلسۂ عام میں ایک شخص سید اکبر نے پستول کی گولیوں سے شہید کر دیا اس کے بعد گورنر جنرل اور صدارت کے عہدے پر خواجہ ناظم الدین، جناب غلام محمد، اسکندر مرزا اور وزارت عظمیٰ کے عہدے پر خواجہ ناظم الدین (گورنر جنرل کے عہدہ کو چھوڑ کر) مسٹر محمد علی بوگرا، جناب چودھری محمد علی، مسٹر اسماعیل ابراہیم چندریگر، جناب حسین شہید سہروردی اور سر فیروز خاں نون ہوئے اس تمام دور میں حکومت کا نظم و نسق اچھا نہ رہا اس لئے ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں صاحب نے حکومت کو برطرف کر کے مارشل لاء نافذ کر دیا ، اور سیاسی پارٹیاں ختم کر دی گئیں آخری صدر مرزا صاحب انگلستان چلے گئے موجودہ حکومت نے اب جون ۱۹۵۹ء میں اعلیٰ ترین عہدوں سے بدعنوان اور سست رفتار افسروں کو نکال دیا۔ اکثر کو پنشن دی گئی۔ عوام میں سے بدعنوانی کی روک تھام کی گئی اور ملکی اصلاح و ترقی کا کام ہنوز جاری ہے۔

موجودہ حکومت افغانستان اور بھارت سے بھی تعلقات کو خوشگوار کر رہی ہے اس حکومت کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے بڑی بڑی زمینداریوں اور جاگیروں کو ختم کر دیا ہے جس سے کاشتکاروں کو بہت فائدہ پہنچا دوسرے مہاجرین کی آبادکاری بھی تقریباً پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے اور ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۹ء بروز منگل سے اس حکومت نے پاکستان کا مرکزی دار الخلافہ راولپنڈی بنا لیا ہے اس سے پہلے پاکستان کا دار الخلافہ کراچی تھا۔

ختم شد

★

MASOOD FAISAL JHA[...] LIBRARY
Acc No:
MAILSI

[ام جہ رل]

14 FEB 2021